جگت سنگھ جگا

حصہ اول، دوئم

شمیم نوید



دوستوں کو جگت سنگھ جگا کی دوستی پہ ناز تھا
اور ویروا اس کے پیار پہ قربان تھی!

جگت سنگھ جگا

شمیم نوید

1

ناشر:-
مکتبہ القریش © سرکلر روڈ
اردو بازار، لاہور۲۔ فون: ۷۶۶۸۹۵۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ مصنف

اب سے تقریباً 30 سال پہلے کی بات ہے کہ ہم نے "جگت سنگھ جگا" کی سچی روداد حیات لکھی تھی۔ جگا کی آپ بیتی پہلی بار اُس وقت بھارت میں منظرِعام پر آئی جب فیروز پور سینٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ مدن موہن مہتا نے اسے گجراتی زبان کے ایک غیر معروف مصنف سے بیان کیا۔ اُس گجراتی مصنف نے اسے کتابی صورت میں شائع کرایا۔ بھارت میں چھپنے والی وہ کتاب پاکستان پہنچی۔ گجراتی جاننے والے ہمارے ایک شناسا نے ہم سے اس کا ذکر کیا۔ ہم نے اُن سے کہا کہ وہ جگا کی سچی کہانی کو کسی طرح اُردو میں لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ اُن واقعات کو بنیاد بنا کر اسے کسی ماہنامے کے لئے لکھا جا سکے۔ موصوف نے گجراتی سے جو ترجمہ کیا وہ اس طرح کا تھا۔ "گھوڑی بھاگ رہا تھا، جگا نے دیکھا آسمان رو رہی تھی۔" ہم نے ترجمہ پڑھ کر مترجم کا تو نہیں اپنا سر پیٹ لیا کہ ناحق وقت ضائع ہوا۔ بہرحال اس ترجمے کی بنیاد پر پروگرام کے مطابق ہم نے ایک قلمی نام سے ایک ماہنامے کے لئے "جگت سنگھ جگا" لکھنا شروع کی۔ غالباً 4 سال تک ہم یہ کہانی اس پرچے میں لکھتے رہے۔ خود ہی اس ماہنامے کے چیف ایڈیٹر بھی تھے۔ اب تک مختلف موضوعات پر ہمارے تحریر کردہ متعدد ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ لیکن "جگت سنگھ جگا" اُن تمام ناولوں میں اس لئے منفرد ہے کہ یہ ایک حقیقی کردار پر لکھا جانے والا ناول ہے جس میں تمام واقعات سچے ہیں۔

جگت سنگھ جگا پورے چار سال تک ذہنوں پر چھایا رہا۔ وہ جس کا دل عشق کے گداز سے خالی نہیں تھا وہ کس طرح انتقام کی آگ میں سلگتا رہا؟ اُس کے دُکھ سکھ کیا تھے؟ وہ کیا تھا؟ اُس کی زندگی کیا تھی؟ وہ ایک شریف شہری سے ڈاکو کیسے بن گیا؟ اُسے ڈاکو بننے پر کس نے مجبور کیا؟ اُس نے قتل و غارت گری کا بازار کیوں گرم کیا؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو اس سچے ناول میں مل جائیں گے۔

القریش پبلی کیشنز لاہور کے مالک برادرِعزیز محمد علی قریشی ہم سے ملے اور انہوں نے

یہ خواہش ظاہر کی کہ سرزمین پنجاب کے اس شیر دل شخص کی آپ بیتی کتابی صورت میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ سو ہم اُن کی محبت وخواہش کے مطابق اُنہیں یہ کتاب شائع کرنے پر قارئین کی جانب سے مبارکباد دیتے ہیں کیونکہ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کا رشتہ بڑا محترم ہوتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے دیگر مطبوعہ ناولوں سے زیادہ یہ سچا ناول آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کر سکے گا۔ ہماری تحریر پسند آئے تو دُعائے خیر کیجئے گا۔

اپنے قارئین کی دُعاؤں کا طالب۔

شمیم نوید

ایک سچی داستان

تاریخ کے صفحات میں محفوظ سرزمین پنجاب کی وہ دلگداز داستان جو کلاسک داستانوں میں شمار ہوتی ہے...... جور و جبر کے خلاف بغاوت کی آتشیں آندھیوں کا احوال، جو حاکمانہ غرور کے کوہساروں کے ساتھ پورے جاہ و جلال سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ کہانی اُن لوگوں کے لئے بھی فسانہ عبرت ہے، جو آنے والی نسلوں کو انتقام اور دشمنی کے جذبات منتقل کرتے رہتے ہیں، اور سیدھے سادھے نوجوان ''جگت سنگھ جگا'' بن جاتے ہیں، اور پھر حالات کسی کے قابو میں نہیں رہتے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار ''جگت سنگھ جگا'' ایک ایسا ڈاکو ہے جس کا نام سن کر بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ دراصل فطری طور پر امن و آتشی کا پیغامبر ہے۔ ''جگت سنگھ جگا'' کے کردار کا رُومانی پہلو، جو شروع سے آخر تک ''چندن'' اور ''ویرو'' کی صورت میں اس کہانی میں رچا بسا نظر آتا ہے اس بات کا معتبر ترین گواہ ہے کہ لطیف جذبات رکھنے والا یہ نوجوان جسے دنیا خطرناک ڈاکو سے جانتی ہے اندر سے کتنا نرم اور محبت تقسیم کرنے والا ہے۔

''جگت سنگھ جگا'' کہاں سے چلا اور کہاں پہنچا، آیئے قارئین یہ جاننے کے لئے ہم بھی زیرِ نظر کہانی میں ''جگت سنگھ جگا'' کے ساتھ ساتھ گاؤں کے سرسبز کھلیانوں، اونچے نیچے ٹیلوں اور پُرخطر کھنڈرات کے نشیب و فراز میں سفر کرتے ہیں۔

آپ کا

محمد علی قریشی

رات کے گہرے اندھیروں کو دن کے اُجالوں میں بدل ڈالنے والا سورج، روشنیوں کا امین، دور اُفق کی مخمل سرا کے سرخ پردوں کو کھینچ کر بیدار ہو رہا تھا۔ آسمان کی آنکھوں کے سرخ ڈورے گلابی ہو چلے تھے اور کسی وقت بھی نیلگوں ہو کر روپہلی روشنی سے ہمکنار ہونے والے تھے۔ درختوں کی اُونچی اُونچی ڈالیوں پر تاریکی کی کہرمٹ چکی تھی اور روشنی کے قدم آہستہ آہستہ صبح کی سیڑھیاں اُتر رہے تھے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر دن کا سواگت کرنے چہچہاتے آسمانوں کی سمت رواں تھے۔

پنجاب کا چھوٹا سا خوبصورت گاؤں "رتیا" جاگ اُٹھا تھا۔ کھیتوں پر کام کرنے والے کسان ہل کاندھوں پر لئے اپنے اپنے ڈھور ڈنگروں کے ساتھ کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر پہنچ چکے تھے۔ گرمی کی شدت سے بھاگ کر باہر کھلے آسمان میں سونے والوں نے بھی اپنے بستروں کو جھاڑ جھاڑ کر چارپائیاں کھڑی کر دی تھیں۔ قریب ہی بڑے کنوئیں پر چلنے والے رہٹ کی مسلسل آواز اس پُر سکون زندگی میں کچھ ایسی رچ گئی تھی کہ اچھی لگنے لگی تھی۔ رتیا گاؤں کی جٹیاں گھڑے اُٹھائے کنوئیں پر پہنچ رہی تھیں۔ گاؤں کے باہر سے آنے والی پگڈنڈی کسی سہاگن کی مانگ کی طرح دُور تک سیدھی چلی گئی تھی۔ اسی پگڈنڈی پر ایک نوجوان اور اُس کے پیچھے ایک بوڑھا رتیا گاؤں کی طرف تیز تیز قدموں سے بڑھے آ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے حال کے پیچھے ماضی جا رہا ہو۔ بوڑھے کے سر پر صافا تھا جس کا ایک سرا ہوا میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔ سفید سفید تنی ہوئی مونچھیں بارُعب چہرے پر بھلی لگ رہی تھیں۔ ایڑی سے بھی نیچا تہبند زمین پہ لگ لگ کر میلا ہو رہا تھا۔ بوڑھے کے ایک ہاتھ میں لمبی سی ڈانگ تھی جس کی شام کے گول گول نشان ہر قدم کے ساتھ زمین پر پڑتے تھے۔ چلتے ہوئے بوڑھے کا داہنا پاؤں ذرا سا لنگ کرتا تھا۔ شاید پاؤں میں کوئی خرابی تھی۔ بوڑھے کے آگے چلنے والے نوجوان کی عمر مشکل سے سولہ سترہ سال کی ہوگی مگر کسرتی بدن اور اپنے ڈھب سے وہ بیس بائیس سال کا نوجوان لگتا تھا۔

چلتے چلتے آگے جاتے ہوئے نوجوان کو دیکھ کر بوڑھا پکارا۔ "جگت..... گھر پہنچنے کی بہت جلدی ہے کیا؟" پھر خود ہی بولا۔ "ہاں کیوں نہ ہو، پورے ساڑھے چار سال بعد گھر جا رہا ہے۔" لیکن نوجوان کا دھیان کہیں اور تھا۔ اُس نے بوڑھے کی آواز نہیں سنی۔ وہ تو سامنے سے آنے والی بھینسوں کے ریوڑ کو دیکھ رہا تھا۔ پورے ریوڑ سے گزرتی ہوئی اُس کی نگاہ ایک جگہ ٹک گئی۔ نوجوان کی بھنویں تن گئیں اور چہرہ لال ہو گیا۔ یکایک وہ تیزی سے پلٹا اور بوڑھے کے ہاتھ سے ڈانگ چھین کر بھینسوں کے ریوڑ میں گھس گیا۔ اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ پوچھے جگت نے اپنے سر سے بھی اُونچی ڈانگ کو شدت سے ایک بھینس پر برسانا شروع کر دیا۔ بھینس مار کھا کر ڈکراتی ہوئی ایک

سمت بھاگی۔ جگت بھی اُس کے پیچھے لپکا مگر بوڑھے نے تیزی سے آگے بڑھ کر جگت کو پکڑ لیا! اُس کے ہاتھ سے ڈانگ چھین کر بولا۔

"پاگل ہو گیا ہے کیا؟ غریب ڈھور ڈنگروں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟"

جگت بولا۔ "ارے نانا! تم نے پہچانا نہیں یہ تو اپنے دشمن کی بھینس تھی۔ دیکھا نہیں ایک سینگ مُڑا ہوا تھا۔ میں تو فوراً پہچان گیا۔"

نانا نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر جگت کو سینے سے لپٹا لیا، بولا۔ "میں جانتا تھا میرا جگت اپنی قوت کسی غلط جگہ استعمال نہیں کرے گا۔ مگر جگے! تو نے اُن حرامیوں کی بھینس کو پہچانا خوب۔ کاش! اس کی زبان ہوتی اور یہ جا کر اپنے مالک کو بتا سکتی کہ جگت آرہا ہے انتقام لینے...... اپنے بڑے بھائیوں اور ماموں کے خون کا انتقام لینے۔"

نانا کے منہ سے نکلے ہوئے جملے سن کر جگت کچھ کھو سا گیا۔ کچھ سال پہلے کی یادیں اُس کے ذہن میں جاگنے لگیں۔ ماضی کی باتیں...... جب وہ چھوٹا تھا بکری کے بچوں سے کھیلا کرتا تھا۔ رتیہ گاؤں کے بہادر جٹوں کے خاندان میں سوہن سنگھ پولیس افسر کا یہ سب سے چھوٹا بیٹا...... بچپن سے ہی جس نے گیت سنے تھے...... جٹوں کی بہادری کے گیت...... اُن کی ضدوں کے گیت، اُن کی دشمنیوں کے گیت...... آج بھی اُسے وہ گیت یاد آرہا تھا جو شروع سے ہی اُسے پسند تھا۔ "پگڑی سنبھال جٹا!" پھر اُسے یاد آیا کہ پڑوسی جاٹوں سے پردادا کے وقت سے جھگڑا چلا آرہا ہے۔ زمین کا جھگڑا...... جب جب لڑائیاں ہوتیں ہر بار کوئی نہ کوئی مرتا یا پھر اتنا زخمی ہو جاتا کہ بات پولیس تک پہنچتی۔ پھر وقتی طور پر خون خرابے کے بعد بات تھم جاتی مگر دلوں میں دشمنی کی چنگاریاں اُس وقت تک زندہ رہتیں جب تک نئی نسل بڑی ہو کر لڑنے کے قابل نہ ہو جائے۔ ہمیشہ دونوں طرف سے آئندہ نسلوں پر نگاہیں ضرور رہتیں۔ جگت کے دو بڑے بھائی اور ماموں ایسی ہی ایک لڑائی میں قتل ہو چکے تھے۔ اُس وقت جگت کا بڑا بھائی شیو سنگھ بائیس سال کا اور منجھلا بھگت سنگھ بیس سال کا تھا۔ ماموں کی عمر بھی اتنی ہی رہی ہو گی۔ مگر پورے علاقے میں اُن تینوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ شاید ایک وجہ یہ بھی ہو کہ جگت کا باپ سوہن سنگھ علاقے کا صوبیدار تھا۔ جس گھر سے دشمنی تھی اُن کے کھیت بھی جگت کے خاندان والوں کے کھیتوں کے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ آئے دن ایک دوسرے کے گھر سے گالم گلوچ اور جھگڑے ہوتے رہتے۔ ذرا سا بہانہ ملنے کی بات ہوا کرتی تھیں، خنجر اور بھالے نکل آتے اور جب تک کسی ایک طرف کی لاشوں پہ لاشیں نہ گر جاتیں دوسروں کو چین نہ آتا۔ ہوتے ہوتے جگت کو وہ دن بھی یاد آیا جب وہ دروازے کے پاس کھڑا تھا تو کسی نے آ کر باپ کو آواز دی۔ "سوہن سنگھ جی! کھیتوں پر جھگڑا ہو گیا ہے اور چار پانچ آدمی مر گئے ہیں۔ جلدی پہنچو!"

جگت کا باپ سوہن سنگھ چارپائی پر بیٹھا تھا فوراً کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ میں کلہاڑی لی اور بغیر صافا باندھے لپک کر کھیتوں کی طرف چل پڑا۔ لیکن وہاں پہنچ کر سوہن سنگھ نے دیکھا کہ پولیس اُس کے آنے سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔ اُس نے جلدی سے جھاڑیوں میں اپنی کلہاڑی چھپائی اور آہستہ آہستہ اُس طرف بڑھا جہاں پولیس بیانات لے رہی تھی۔ زمین پر کچھ دور تین لاشیں پڑی تھیں جن

سے خون نکل کر دھرتی کی پیاس بجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اُن سے کچھ فاصلے پر سوہن سنگھ کا بڑا بیٹا بھگت سنگھ زخمی کھڑا تھا۔ اُس کا ایک ہاتھ بیکار ہو چکا تھا مگر دوسرے ہاتھ میں اُس کی شام لگی ڈانگ خون کے چھینٹے لئے اب بھی موجود تھی۔ باپ نے یہ منظر دیکھا اور سینے میں ہلچل مچ گئی۔ نہ جانے ان لاشوں میں اپنے والوں کی کتنی ہیں؟ دل میں بے شمار وسوسے لئے وہ زخمی بیٹے کے پاس آیا اور اشاروں ہی اشاروں میں دوسرے بیٹے کے لئے پوچھا۔ "شیو سنگھ کیا مارا گیا؟"

بھگت نے باپ کی طرف کنکھیوں سے دیکھا اور دھیمے لہجے میں کہا۔ "ہماری طرف سے ماما مارا گیا اور بڑا بھائی بھاگ گیا ہے۔ سامنے والوں کے دو آدمی مارے گئے۔" باپ نے بیٹے سے یہ بات سنی تو ذرا سنبھل گیا۔ اُس نے سوچا شیو سنگھ نے وہی فیصلہ کیا جو کسی بھی جاٹ کا ہو سکتا ہے۔ پولیس کے ہاتھ آنے سے بھاگ جانا بہتر ہے تاکہ جب بھی موقع ملے دشمن کے دو چار آدمیوں کو مار سکے۔ کیونکہ کسی نہ کسی دن پولیس کے ہاتھ تو آنا ہی ہے اور گرفتار ہونے کے بعد ایسے آدمی کو پھانسی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ شیو سنگھ نے جو کیا ٹھیک ہی کیا۔

اس مرتبہ جھگڑا جب شروع ہوا تو بھی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ دشمن کے دو آدمیوں نے الزام لگایا کہ تمہارے جانور ہمارے کھیتوں میں کیسے آئے؟ اور اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیا جاتا اُنہوں نے ماما پر حملہ کر دیا۔ شیو سنگھ نے غصے میں کرپان نکال لی اور اُن پر جھپٹ پڑا۔ اور پھر ذرا ہی دیر میں وہاں دو آدمیوں کی لاشیں خون میں نہا گئیں۔ مگر اتنی دیر میں دونوں طرف کے آدمی اکٹھے ہو گئے اور جو جس کے ہاتھ لگا اُس سے لڑنے لگا۔ شیو سنگھ پولیس کے آنے سے پہلے ہی گھوڑی پر بیٹھ کر بھاگ نکلا اور بھگت سنگھ نے ماما کی تڑپتی ہوئی لاش پر قسم کھائی کہ میں تیرے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔

تھانے میں کیس چلا۔ دو آدمی قید کر لئے گئے اور باقی چھوڑ دیئے گئے۔ چھوٹنے والوں میں بھگت سنگھ بھی تھا۔ وہ پولیس سٹیشن سے باہر آیا تو بھی اُس کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اور اُس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ دشمنوں سے بدلہ ضرور لوں گا۔ یہ باتیں سوچتا ہوا وہ ابھی شیخوپورہ کے ریلوے سٹیشن تک ہی پہنچا تھا کہ ایک سمت سے تین گولیاں چلیں اور بھگت سنگھ کا کام تمام کر گئیں۔ دشمن بھگت سنگھ سے زیادہ ہوشیار نکلے۔

بھگت سنگھ کے قتل کی خبر گاؤں کے ساتھ ساتھ اُس کے مفرور بھائی شیو سنگھ تک بھی پہنچی۔ شیو سنگھ اس انتظار میں ہی رہا کہ چھوٹا بھائی پولیس سے چھوٹ کر گھر پہنچے تو اُسے سمجھائے کہ بھائی! ماں باپ کی آرزوؤں کا اب تو ہی مرکز ہے۔ مجھے تو کسی نہ کسی دن پھانسی چڑھنا ہے اس لئے دشمن کے چاروں بیٹوں کو قتل کرنے کی ذمہ داری تنہا میری ہی رہنے دے، تو درمیان میں نہ آ۔ تجھے ماں باپ کی خدمت کرنی ہے۔ جگت کو پڑھانا لکھانا ہے۔ جو گھر کے لئے میں کرنا چاہتا تھا اب نہ کر سکوں گا۔ آ! میں اور تو ذمہ داریاں بانٹ لیتے ہیں۔ گھر تو دیکھ، باہر کی ذمہ داریاں مجھ پر۔ مگر دل کی دل میں رہ گئی۔ بھگت سنگھ کو ظالموں نے راستہ ہی میں مار ڈالا اور اب شیو سنگھ انتقام کی ایسی آگ میں جل رہا تھا جو صرف دشمن کے خون سے ہی بجھ سکتی ہے۔ مجبوری یہ تھی کہ پولیس ہر طرف پھیل کر شیو سنگھ کو تلاش کر رہی تھی اور دشمن تک پہنچنا شیو سنگھ کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ اُدھر شیو سنگھ سے بچنے کے لئے

دشمن کے آدمی خود کو گاؤں میں محفوظ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ شیو سنگھ کا پولیس کی نظر سے بچ گاؤں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ جگت سے دشمنوں کو خطرہ نہیں تھا کیونکہ جگت اُس وقت بہت چھو تھا۔ گاؤں کا ہر آدمی جانتا تھا کہ پولیس گاؤں کے اطراف پھیل کر شیو سنگھ کو تلاش کر رہی ہے اور شیو سنگھ کا ایسے میں گاؤں آنا ناممکن ہے۔ مگر ماں کا دل نہیں مانتا تھا۔ وہ اکثر راتوں کو دروازہ کھولے دیر تک کھڑی رہتی۔ ہر آہٹ پر چونکتی، ہوا کی سرسراہٹ تک اُسے متوجہ کر لیتی۔ وہ سمجھتی شاید اُس کا بیٹا اُس سے ملنے آ پہنچا ہے۔ مگر وہاں کوئی نہ ہوتا۔ رات گزر جاتی اور ماں دوسری رات کا انتظار کرتی...... جگت ماں کی بے چینیاں دیکھ رہا تھا۔ مگر کر کچھ نہ سکتا تھا۔

رات تاریک تھی جب شیو سنگھ دشمنوں کے خون سے پیاس بجھانے گاؤں کی طرف آیا...... اُس نے پگڑی اُتار کر آدھا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ ابھی وہ گنے کے کھیتوں میں گھسنے ہی والا تھا کہ کسی اندھے نے پکار کر مدد چاہی۔ "ہے کوئی جو اندھے کو راستہ بتائے......؟"

شیو سنگھ نے آواز سنی اور سوچا کہ برے کام تو کر ہی رہا ہوں ایک نیک کام بھی کر لوں تو اچھا ہے۔ اُس نے اندھے کا ہاتھ تھاما اور گنے کے کھیتوں سے ہٹا کر راستہ پر لا کھڑا کیا۔ پھر اندھے کو وہاں چھوڑ کر وہ خود گنے کے کھیت میں جا پہنچا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ پولیس نے اُس کے لئے کھیتوں میں بھی جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ ابھی اُسے کھیت میں داخل ہوئے چند ثانئے ہی گزرے تھے کہ خطرہ محسوس ہوا۔ شیو سنگھ سمجھ گیا کہ پولیس کہیں قریب ہی ہے۔ اُس نے تیزی سے اندر ہی اندر بڑھنا شروع کیا تاکہ خود کو کھیت کے بیچوں بیچ پہنچا دے۔ اتنی دیر میں اُس نے دیکھا کہ ذرا فاصلے پر پہلے چند مشعلیں روشن ہوئیں، اور پھر یہ مشعلیں بڑھتی ہی گئیں...... مشعلوں کی روشنی میں اسے پولیس والے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ شیو سنگھ سارا معاملہ بھانپ گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا اس وقت یہاں سے فرار ہونے ہی میں بہتری ہے۔ پکڑا گیا تو دل کی آگ نہیں بجھا سکوں گا۔ پھر بھائی کا انتقام کون لے گا؟ وہ ایک گھنٹے تک کھیت میں خاموش پڑا رہا تاکہ پولیس کو یقین ہو جائے کہ وہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔ لیکن پولیس والوں نے تو جیسے وہاں سے نہ ہٹنے کی قسم کھائی تھی۔ جب وقت زیادہ ہو گیا تو شیو سنگھ نے خود سنبھل سنبھل کر پیچھے ہٹنا شروع کیا تاکہ راستہ ملتے ہی نکل جائے۔ مگر راستے ہر طرف سے مسدود تھے۔ پولیس اتنی چوکنا تھی کہ ذرا سی بھی آہٹ ہوتی تو بندوقوں کے منہ کھل جاتے۔ آخر شیو سنگھ نے پولیس سے بچنے کی ایک اور ترکیب سوچی۔ اُس نے گولی ایک سمت داغی اور فوراً دوسری سمت نکل گیا۔ مگر یہ حربہ بھی ناکام ہوا۔ پولیس والے گولی کی سمت گولیاں تو ضرور برساتے مگر اس طرف بڑھتے صرف چند ہی لوگ۔ باقی سپاہی دوسری طرف بھی نظر رکھتے۔ گولیاں چل رہی تھیں اور رات کے سناٹے میں اُن کی آوازیں دُور تک سنی جا سکتی تھیں۔

ان کھیتوں سے صرف آدھ میل دُور رتیا گاؤں آباد تھا جہاں شیو سنگھ کے ماں باپ گولیوں کی آوازیں سن کر اُٹھ بیٹھے تھے اور اُن کے کان اس وقت آنکھوں کا کام کر رہے تھے۔ آدھ میل دُور چلتی ہوئی ہر گولی اُنہیں اپنے دل میں اُترتی ہوئی معلوم ہوتی۔ وہ جان گئے تھے کہ شیو سنگھ گاؤں کی طرف آیا ہوگا اور یہ جھڑپ پولیس اور شیو سنگھ کے ہی بیچ ہو رہی ہے۔

رات بھر گولیاں چلتی رہیں۔ رات بھر رتیا گاؤں جاگتا رہا۔ کبھی اگر گولیاں چلنی بند ہو جاتیں تو جگت اور اُس کے ماں باپ پر موت کی افسردگی چھانے لگتی اور اُن کے دل ڈوبنے لگتے۔ کیونکہ گولیوں کا بند ہونا شیو سنگھ کی موت کی نشاندہی کرتا تھا۔ رات بھر وہ دُعائیں مانگتے رہے۔ بیٹے کی زندگی کی دُعائیں...... گولیاں چلتی رہنے کی دُعائیں...... یہی گولیاں تو شیو سنگھ کی زندگی کی دلیل تھیں۔ رات گزرتی رہی اور دلیل صبح کے ساتھ گولیوں کی آوازوں میں کمی ہو گئی۔ شیو سنگھ کے پاس کارتوس ختم ہو گئے۔ وہ پریشان ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ زندہ پولیس کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا تھا۔ پولیس برابر گولیاں چلاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ شیو نے بندوق ایک ہاتھ میں تھامی اور دوسرے ہاتھ کو زمین پر رکھ کر "رتیا" گاؤں کی مٹھی بھر مٹی اُٹھالی۔ ابھی وہ اس مٹی کو چوم کر اپنے ماتھے تک لایا ہی تھا کہ گولیوں کی ایک باڑ نے اُس کے جسم میں شعلے بھر دیئے...... دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور اعصاب کھنچ گئے...... پولیس کی گولیوں کی آوازیں اب بھی گونج رہی تھیں۔ مگر اب ان سے بچنے والا کوئی نہیں تھا۔ پھر گولیوں کی آوازیں یکلخت بند ہو گئیں...... دس گھنٹے کی مسلسل جنگ کے بعد سناٹا ہوا تو "رتیا گاؤں" میں ماں کا دم سینے میں رُک سا گیا۔ وہ جان گئی کہ بیٹا مارا گیا۔ اُس کی بائیس سال کی کمائی لٹ گئی...... اب وہ شیو سنگھ کی موہنی صورت کبھی جیتی جاگتی نہ دیکھ سکے گی۔ آج اُس کا ایک اور بیٹا خاندانی دشمنیوں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ شیو کے مر جانے کے بعد بھی نہ جانے کتنی گولیاں چلائی گئیں۔ پولیس جب اُس کی لاش کے پاس پہنچی تو اس وقت بھی اُس کے ایک ہاتھ میں بندوق اور دوسرے میں اس گاؤں کی مٹی تھی۔ شیو کو اپنی زمین سے کتنا پیار تھا یہ دیکھ کر پولیس والوں کی آنکھوں میں بھی بادل سے اُمڈے مگر ہر دفعہ بادل برسا نہیں کرتے۔

جگت اس وقت بارہ سال کا تھا۔ اب سوہن سنگھ کے گھر میں وہ تنہا بیٹا بچا تھا۔ سب کی اُمیدیں اُسی سے وابستہ تھیں۔ فیصلہ یہ کرنا تھا کہ وہ کھیتی باڑی کرے یا انتقام لے؟ اُوپر تلے دو جوان بیٹوں کی موت نے ماں باپ کو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ مگر جگت کے نانا نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ انتقام جگت کے ہاتھوں ہی پورا ہوگا۔ اُس نے جگت کو اس گاؤں میں چھوڑنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور اُسے اپنے ساتھ لے گیا اور تربیت شروع کی۔ پہلے جگت کو دکھایا گیا کہ لوگ شراب پیتے ہیں اور کیسے پیتے ہیں؟ پھر اُسے شراب بنانا بھی سکھایا گیا۔ دھیرے دھیرے شراب پینا بھی اُسے آ گیا۔ نانا خوش تھا۔ وہ شراب کے نشے میں ڈوبے جگت سے کہتا۔ "جا جگت! ذرا سامنے بیٹھے آدمی کو گالیاں تو سنا آ۔" جگت جاتا اور شراب کے نشے میں خواہ مخواہ لوگوں سے جھگڑے کرتا، اُن سے لڑتا اور اپنے سے بڑوں کے مقابلے پر بھی جم جاتا۔ اب اُسے بھی اس میں مزہ آنے لگا تھا...... نانا نے لڑائی جھگڑے میں طاق کر کے اب اُسے چوری کی تربیت دینی شروع کی۔ وہ کبھی کسی کی مرغی، کسی کی بکری اور کبھی بھینس تک چرا لاتا اور نانا شاباشی دیتا۔ اس کام میں بھی وہ بہت جلدی ہوشیار ہو گیا۔ کئی دفعہ وہ پولیس کے ہتھے بھی چڑھا مگر نانا ہمیشہ اُسے باتیں بنا کر چھڑا لیا کرتا کہ "ابھی تو یہ بچہ ہے۔ چوری ووری کا اسے کیا پتہ؟" دوسروں کے سامنے تو وہ جگت کو معصوم ہی کہتا مگر اکیلے میں ہمیشہ جگت کی تعریف کرتے ہوئے یہ ضرور کہتا۔ "بیٹے! بڑے ہو کر خطرناک ڈاکو بننے کا یہی راستہ ہے۔"

وقت گزرتا گیا۔ گاؤں کے آوارہ لڑکوں میں سے جگت کے بھی کچھ دوست ہو گئے تھے۔ اُن

میں ہزارہ سنگھ بھی شامل تھا۔ ان سب لڑکوں نے چھوٹا سا ڈاکہ مارنے کا پروگرام جگت کی سرکردگی میں بنایا اور پہلا ڈاکہ ایک حلوائی کی دکان پر ڈالا گیا۔ مٹھائی چرائی گئی اور ساتھ ہی سونے کا پانی چڑھا ایک کڑا بھی۔ مٹھائی لے کر سب کے سب کھیتوں میں چلے گئے۔ جتنی خود کھائی گئی، خود کھائی باقی ڈھور ڈنگروں کو کھلا دی۔ سونے کا کڑا پانچ دس روپے میں بیچا اور پیسے آپس میں بانٹ لئے۔

چوری کی اس واردات کا پتہ لگانا پولیس والوں کے لئے کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لوگوں نے دیکھا تھا کہ جگت نے ڈھور ڈنگروں کو مٹھائی کھلائی ہے۔ پولیس نے جگت کو گرفتار کیا مگر نانا اس مرتبہ بھی بیچ میں پڑا اور اُسے نادان اور بے وقوف کہہ کر چھڑا لیا۔ اُس وقت کون جانتا تھا کہ یہ نادان اور بیوقوف بچہ ہی ایک دن سرزمین پنجاب کا سب سے مشہور ڈاکو بنے گا......!

جگت سولہ سال کا ہوا تو اپنے ڈیل ڈول سے بیس اکیس سال کا لگنے لگا۔ نانا نے بھی سوچا کہ جگت جوان ہو گیا ہے اب اُسے ماں باپ کے پاس لے جانے میں کوئی خطرہ نہیں تاکہ یہ بھی جان سکے کہ اسے اپنی طاقت کس کے خلاف استعمال کرنی ہے۔ نانا کو یقین تھا کہ دشمن کو دیکھ کر جگا کا خون شر و جوش مارے گا اور اُسے دونوں بھائیوں اور ماما کی موت یاد آجائے گی۔ یہ باتیں سوچ کر اُس نے جگا کو ساتھ لیا اور ''رتیا'' کی طرف چل پڑا۔ اب وہ ''رتیا'' میں داخل ہو چکے تھے۔ جگت نے دُور سے اپنے گھر کے دروازے دیکھے تو تیز تیز قدم اُٹھا کر چلنے لگا۔ اُس کی ماں صحن میں بیٹھی بھینس کا دودھ دوہ رہی تھی۔ اُس نے سامنے سے آتے ہوئے نوجوان کو دیکھا تو بے چین ہو کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔ ''میرا جگت آ رہا ہے۔'' یہ بات اُس نے اتنے زور سے کہی کہ پاس ہی پلنگ پر لیٹا اُس کا شوہر سن لے۔ سوہن سنگھ نے جگت کی ماں کی طرف دیکھا تو اُس کے چہرے پر بڑے اطمینان اور سکون کی مسکراہٹ تھی۔ سامنے سے جوان بیٹا دونوں ہاتھ پھیلائے ایسے دوڑا ہوا آ رہا تھا جیسے پورے گھر کو آغوش میں لینا چاہتا ہو۔ ماں نے بیٹے کی بیتابی دیکھی تو مسکرائی۔ بیٹے کے قدم اور تیزی سے اُٹھنے لگے۔ اب تقریباً وہ بھاگ رہا تھا۔ ماں نے یہ دیکھا تو زور سے بولی۔ ''بیٹا سنبھل کر۔ بیچ راستے میں بھینس بیٹھی ہوئی ہے۔'' مگر جگت اس جملے سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ ماں نے بیٹے کو سینے سے لگایا تو دل ٹھنڈا ہو گیا۔ ماں نے پوچھا۔ ''جگت! کیا اکیلا ہی آیا ہے؟''

''نہیں ماں اکیلا کیوں...... نانا بھی ساتھ ہیں۔'' جگت نے جواب دیا اور ماں باپ کے قدموں میں جھک گیا۔

تینوں کی نظریں ایک بار پھر دروازے کی طرف اُٹھیں اور سامنے سے آتے ہوئے بوڑھے پر جم گئیں۔ بوڑھا نانا ہاتھ میں ڈانگ لئے سامنے سے آ رہا تھا۔ جگت کو اب احساس ہوا کہ نانا کو پیچھے چھوڑ کر میرا بھاگ آنا بہت غلط تھا۔ نانا کو مجھ سے پہلے آنا چاہئے تھا۔ وہ خود ہی خود ماں باپ کے سامنے شرمندہ سا ہو گیا۔ ماں نے بیٹے کو ایک دفعہ دیکھا اور اس سے پہلے کہ باپ گھر میں داخل ہو، کھونٹی پر سے دوپٹہ اُتار کر اوڑھ لیا۔ پھر پسینہ خشک کرنے کے بہانے بیٹے کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھوا۔ اتنی دیر میں نانا اندر آ چکے تھے۔ نانا نے جگت سے کہا۔

''تو نے تو اتنی جلدی کی کہ مجھے پیچھے چھوڑ آیا۔''

نانا کی بات سن کر جگت ایک مرتبہ پھر شرمندہ ہوا۔ بیٹی نے باپ کے قدم چھوئے اور بولی۔

''بابا! تم نے میرے بیٹے کو کھلا پلا کو خوب تگڑا کر دیا ہے۔'' سوہن سنگھ بھی اپنے سسر کی طرف احسان مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نانا کا حوصلہ بڑھا تو کہنے لگا۔ ''دیکھا...... کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سولہ سال کا ہے؟ بیس بائیس سال کا جوان لگتا ہے۔'' پھر اُنہوں نے ساتھ والے مکان کی طرف اشارہ کیا اور بولے۔ ''اب اُن سے بدلہ لینے کے قابل ہو گیا ہے کہ نہیں؟''

جگت کے باپ نے ان لفظوں میں انتقام کی دبی ہوئی چنگاری کو محسوس کر لیا اور اُداس ہو گیا۔ مدتوں کے بعد آج پھر اس چنگاری کو جگت کے نانا نے ہوا دی تھی۔ سوہن سنگھ نے سسر کو اپنی چارپائی پر بٹھا لیا اور خود بھی قریب بیٹھ گیا۔ اتنے میں جگت کی ماں تین بڑے بڑے گلاسوں میں لسی بنا کر لے آئی۔ بوڑھے نے گلاس تو لیا مگر سوچنے لگا کہ لڑکی کے گھر کی لسی کیسے پیوں؟ جگت کی ماں نے یہ محسوس کر لیا کہ بابا کیا سوچ رہے ہیں۔ وہ مسکرائی اور باپ سے بولی۔ ''بابا یہ تمہاری ہی دی ہوئی بھینس کے دودھ کی لسی ہے۔'' اور بوڑھے کو یاد آ گیا کہ اُس نے چار سال پہلے بیٹی کو ایک بھینس تحفتاً دی تھی۔ بوڑھا بھی مسکرایا اور لسی پینے لگا۔ اتنے میں پڑوس کے گھر سے ایک عورت گھونگھٹ کاڑھے ہاتھ میں خالی مٹکا اُٹھائے نکلی۔ بوڑھے نے بیٹی سے اشاروں میں پوچھا۔ ''کون ہے یہ عورت؟''

ابھی بات ختم بھی نہیں ہو پائی تھی کہ جگت کی ماں نے کہا۔ ''یہ دیرو ہے۔ پڑوس کی بڑی بہو۔'' پڑوسی کا لفظ سن کر بوڑھے کو غصہ آ گیا۔ بولا۔

''دشمن کو پڑوسی کہتی ہے...... خبردار! یہ دشمن ہیں۔ انہیں کبھی پڑوسی مت کہنا۔ دشمن کہو دشمن۔''

جگت کی ماں بولی۔ ''مگر یہ دیرو تو بڑی بھلی عورت ہے۔'' اب بوڑھے کو غصہ آ گیا۔ اگر داماد سامنے نہ ہوتا تو شاید بوڑھا بیٹی پر ہاتھ بھی اُٹھا دیتا مگر ضبط کر گیا اور صرف اتنا کہا۔

''اگر بھلی ہو گی تو اپنے لئے ہو گی۔ اپنے گھر میں ہو گی۔ جانے کس کمینے نے اس بدنصیب کو ان بدمعاشوں کے گھر بھیج دیا۔ تو اسے اچھا سمجھتی ہے مگر کبھی یہ سوچا ہے کہ اسی کے پیٹ سے تیری اولادوں کے دشمن پیدا ہوں گے۔ میرے اور تیرے بیٹوں کو قتل کرنے والے اس کی کوکھ سے جنم لے کر پالنے میں جھولیں گے۔ یہ ناقابل برداشت ہے۔'' نانا غصے سے کانپ رہے تھے۔ جگت دُور کھڑا نانا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس کی نگاہیں جاتی ہوئی عورت کی طرف اُٹھ گئیں۔ اُس کی چال میں بلا کی نزاکت تھی۔ جگت کو عورت کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی دھیرے دھیرے جگت سے دُور ہوتی جا رہی تھی۔ مگر جگت کی نوجوان آنکھوں کو اُس کی کمر کی لچک بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا یہ عورت سامنے سے کیسی ہو گی؟

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ جگت کے باپ نے بات بدل کر شروع کرنے کے لئے بوڑھے سے دھرم پور کے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ جگت کی ماں کھانا پکانے کے لئے رسوئی کی طرف چلی گئی۔ جگت نے دونوں بزرگوں کو باتوں میں مگن دیکھا تو خود بھی تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے ہٹ کر اُوپر چلا گیا۔ چھت پر دونوں کمرے جیسے وہ چھوڑ گیا تھا اب تک ویسے ہی تھے۔ ویسے ہی صاف ستھرے...... دیوار پر گرو نانک کی تصویر اُسی طرح آویزاں تھی۔ کمرے کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی صفائی اگر روز نہیں تو دوسرے تیسرے روز ضرور ہوتی ہے۔ جگت کو ماں پر

پیار سا آ گیا۔ تنہا ہوتے ہوئے بھی گھر کی ہر چیز کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ گھر کا ہر کونہ اُس کی صفائی پسندی کی گواہی دے رہا تھا۔ جگت نے دیکھا کہ کونے میں ایک صندوق رکھا ہے۔ اُس نے آ کر اُسے کھولا اندر دونوں بڑے بھائیوں کے کپڑے، کرپانیں اور تلواریں رکھی تھیں۔ کپڑوں میں سے اُس نے ایک کرتہ نکالا اور اپنے جسم پر ڈال کر ناپنے لگا۔ اُسے بڑی حیرت ہوئی جب اُس نے دیکھا کہ کرتہ اُس کے جسم پر بالکل ٹھیک تھا۔ اُس نے کرتہ پہنا اور آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا اور خود ہی اپنی شبیہ آئینے میں دیکھ کر چونک گیا...... اُسے لگا جیسے آئینے میں وہ نہیں بلکہ اُس کا بڑا بھائی بھگت سنگھ کھڑا ہے۔ آج جگت کو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ وہ بھگت سے کتنا مشابہہ ہے۔ وہی ڈیل ڈول، وہی انداز...... اُس کی نگاہوں میں بھائی کا گولیوں سے چھلنی بدن بھی پھر گیا۔ اُس نے جھک کر صندوق میں سے بھائی کی تلوار نکالی۔ تلوار ایسی چمک رہی تھی جیسے اب تک خون کی پیاسی ہو...... اُس نے تلوار کی دھار دیکھنے کے لئے اُس پر اُنگلی رکھ دی۔

اتنے میں کہیں قریب ہی چوڑیوں کی کھنکناہٹ سنائی دی اور جگت خوابوں کے گورکھ دھندے سے نکل آیا۔ اُس نے کمرے کی کھڑکی سے دیکھا۔ پڑوس کی عورت کپڑے سکھانے کے لئے چھت پر ڈال رہی تھی۔ وہی عورت جو کچھ دیر پہلے اُس کے گھر کے دروازے کے پاس سے پانی بھرنے نکلی تھی۔ جس کی چال جگت کو اب تک یاد تھی۔ وہ اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ عورت کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ اُس کے لمبے بال کھلے تھے۔ جگت نے تلوار صندوق میں رکھی اور کمرے سے باہر آ کر عورت کو دیکھنے لگا۔ وہ کپڑے پھیلانے سے پہلے جھٹکتی تا کہ سلوٹیں دُور ہو جائیں اور اس جھٹکے کے ساتھ اُس کے جسم کے خوبصورت اور حسین خطوط کچھ اور واضح ہو جاتے۔ یکایک عورت کی نظر جگت کی نظروں سے ٹکرائی۔ وہ سمجھا تھا کہ عورت شرما کر نظریں جھکا لے گی اور پھر شاید سامنے سے بھاگ بھی جائے گی۔ مگر اُس کی نظریں تو جیسے جگت پر ٹک کر رہ گئی تھیں۔ وہ پلک جھپکانا بھی بھول گئی۔ پھر جانے اُسے کیا خیال آیا کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے کو چھپانا چاہا۔ مگر یہ اُس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اُس نے چاہا کہ وہ اُنہیں قابو میں کر لے مگر ناکام ہو گئی۔ ہر بار وہ کچھ اور کھل کر جگت کے سامنے آتے۔ جگت کے بدن میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ وہ کھڑکی سے ہٹ گیا۔ ابھی وہ مُڑا ہی تھا کہ چوڑیوں کی کھنک پھر سنائی دینے لگی۔ وہ اب ہلکے ہلکے سُروں میں گا بھی رہی تھی۔ ”سوہنے مکھڑے والے تجھے آج پہلی مرتبہ دیکھا ہے مگر ایسا لگتا ہے جیسے پہلے بھی کئی بار دیکھا ہو۔ یہ نہیں جانتی کہ کہاں...... شاید خوابوں میں۔“

جگت گیت کے بول سن کر چونکا۔ اُس نے سوچا یہ تو شادی شدہ عورت ہے پھر یہ مجھے دیکھ کر ایسا گیت کیوں گا رہی ہے؟ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ عورت کے گانے کی آواز پھر آنے لگی۔ وہ گا رہی تھی۔ ”تیرے ہونٹوں کی زمین پر سبزہ کا آغاز ہے تو جوان ہو گیا تیرا رنگ بھی گورا ہے۔“

جگت نے وہیں کھڑے کھڑے مُڑ کر آئینے میں خود کو دیکھا اور اُسے پھر خیال آیا کہ یقیناً میرے ہی لئے گا رہی ہے۔ اُس گھر کے مرد کا خیال آتے ہی جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُسے نانا کے الفاظ یاد آ گئے۔ ”دشمن کی بیوی کی کوکھ سے دشمن ہی جنم لیں گے۔“ پھر اُسے ماں کا جملہ بھی یاد آیا۔ ”یہ اچھی عورت ہے۔“ جگت نے سوچا عورت بھلی سہی مگر ہے تو دشمن کی عورت...... کہیں اس میں

بھی دشمنوں کی چال نہ ہو۔ پہلے اس نے ماں پر جادو چلایا اور اب مجھے بیوقوف نہ بنا رہی ہو۔ لیکن موقع ہے میں اسے قابو میں کر کے دشمنوں کی عزت سے کھیل سکتا ہوں۔ اُس بڈھے کھوسٹ کی بیوی سے پیار جتا کر اُس کے خاندان کو گاؤں بھر میں بدنام کر سکتا ہوں۔ کسی جاٹ خاندان کے لئے اس سے زیادہ ذلت کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُس کی عورت کی دشمن سے آشنائی ہو۔ یہ سوچ کر جگت خوش ہو گیا۔ اُس نے مُڑ کر پھر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اب پڑوس کی چھت خالی تھی۔ صرف کپڑے سوکھنے کے لئے پڑے تھے۔ ابھی جگت انہی خیالوں میں گم تھا کہ پیچھے سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اُس نے مُڑ کر دیکھا تو پیچھے بوڑھا نانا کھڑا تھا۔ جگت چونک گیا۔ اُس نے دل ہی دل میں شکر کیا کہ اچھا ہوا اس وقت پڑوس کی چھت پر ویرو نہیں ہے۔ اگر نانا دیکھتے تو جانے کیا سوچتے...... نانا نے جگت کے پاس آ کر کہا۔ ”جگت! میں دھرم پور واپس جا رہا ہوں۔ ابھی روانہ ہو جاؤں گا تو اڈے سے بس مل جائے گی۔“

پورے ساڑھے چار سال بعد نانا جدا ہو رہے تھے۔ بوڑھا جٹ جگت کے کچھ اور قریب آ کر بولا۔ ”بیٹے! میرا دیا ہوا سبق بھولنا مت۔“

جگت نے جھک کر نانا کے قدموں کی مٹی اپنی پیشانی سے لگائی۔ نانا نے اُسے سینے سے لپٹا لیا اور اپنی ڈانگ اُسے دی۔ وہی ڈانگ جسے نانا کبھی خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ رات کو سوتے ہوئے بھی یہ اُن کے پاس ہی ہوتی۔ جگت نے سوچا نانا اپنی اتنی پسندیدہ ڈانگ مجھے کیوں دے رہے ہیں؟ میرے پاس بھی تو ڈانگ ہے۔ وہ کبھی نانا کو اور کبھی ڈانگ کو دیکھتا۔ نانا نے کہا۔ ”جگت! تجھے یہ ڈانگ جیسی نظر آ رہی ہے ویسی نہیں ہے۔“

نانا نے ڈانگ کا ایک سرا پکڑ کر زور لگایا تو ڈانگ کے اندر سے دوسرے سرے پر لگی ہوئی برچھی نکلی۔ اُنہوں نے جگت کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔ ”تو اب سمجھ گیا ہوگا کہ یہ میں تجھے کیوں دے رہا ہوں۔ اس کو بڑی حفاظت سے رکھنا۔ قانوناً یہ ہتھیار رکھنا منع ہے۔ مگر تجھے اُن چاروں سے نمٹنے کے لئے قانون وغیرہ نہیں سوچنا ہے۔ تو اکیلا ضرور ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تو ان سب پر بھاری ہو گا۔“ یہ کہتے ہوئے نانا نے بڑی حقارت سے پڑوس کے گھر پر نظر ڈالی۔ نانا کے جملے سن کر جگت کی گرفت ڈانگ پر مضبوط ہو گئی۔ اُس نے عقیدت سے آنکھیں بند کر لیں جیسے کوئی عزم کر رہا ہو۔ نانا نے دیکھا اور خوشی سے جھوم گیا۔ اُس نے جگت کو پیار کیا اور جاتے جاتے بولا۔

”میں تھوڑے دنوں میں ہزارہ سنگھ کو بھی یہاں بھیج دُوں گا تا کہ تیری تنہائی ختم ہو جائے۔ دونوں مل کر رہنا۔ مجھے اُمید ہے تم ماموں بھانجے ایک مرتبہ پھر ”رتیا“ پر راج کرو گے۔“

نانا چلے گئے۔ جگت اُن کے جانے کے بعد پھر کھڑکی میں آیا کہ شاید ویرو پھر چھت پر آ گئی ہو۔ لیکن ویرو اس وقت اپنی رسوئی میں مصروف تھی۔ جگت دیکھتا رہا۔ ویرو کام میں مگن تھی۔ جگت نے چھت سے ایک کنکر اُٹھا کر ویرو کی طرف پھینکا۔ کنکر ویرو کی کمر پر لگا مگر جگت کی طرف دیکھنے کی بجائے اِدھر اُدھر کنکر ڈھونڈنے لگی...... جگت سمجھا شاید کنکر اُٹھا کر میری طرف پھینکے گی۔ مگر ویرو نے کنکر ڈھونڈ کر آگ میں ڈال دیا۔ جگت سوچنے لگا عجیب پاگل لڑکی ہے۔ کنکر کو آگ میں ڈال دیا۔ آخر کیوں؟

اتنے میں جگت کی ماں نے نیچے سے ویرو کو آواز دی۔ "ویرو..... او ویرو!"

"ابھی آئی۔"

یہ کہہ کر ویرو نے چولہے پر سے دیگچی اُتاری اور بھاگتی ہوئی جگت کی ماں کی طرف چلی گئی اور جگت سوچنے لگا دو دشمن گھروں کے درمیان ویرو نے اپنا کیا مقام بنایا ہے؟ ویرو جو تین سال پہلے اس بوڑھے سے بیاہی گئی تھی وہ جب بہو بن کر اس گھر میں آئی تو تھوڑے ہی دنوں میں یہ گھر اُسے پھاڑ کھانے کو دوڑنے لگا۔ تنہائی کا احساس شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ گھر میں ویرو کی عمر سے بڑے تین دیور اور اس سے تگنی عمر کا شوہر تھا۔ وہ پریشان ہوگئی۔ بدمعاش بڈھا بات بات پر جوان بیوی پر شک کرنے لگا۔ اور جب عورت پر اُسی کے گھر میں شک کیا جانے لگے تو اُسے دشمن بھی اچھے لگنے لگتے ہیں۔ ویرو خود اس گھر میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ اُسے اس گھر کے جھگڑوں اور بدمعاشیوں کا پتہ تھا۔ اسی بناء پر اس گھر کے بڑے لڑکے کی شادی جوانی میں نہ ہو سکی۔ اور جب ویرو کو اُس نے بیاہا تو وہ اُس وقت پچاس سال کا تھا۔ ویرو کے گھر والے بھی جانتے تھے کہ دشمنی سوہن سنگھ جاٹ جیسے بہادر خاندان سے ہے۔ سوہن سنگھ کے بیٹوں کے مارے جانے کے بعد سے جھگڑے ذرا بند ہو گئے تھے اس لئے ویرو کے لالچی باپ نے اُسے اس جہنم میں دھکیل دیا تھا۔ ویرو نے بہت احتجاج کیا۔ اور پہلی رات ہی ویرو نے پیار کے بولوں کی جگہ احکامات سنے۔ اُس کے شوہر نے کہا۔

"کبھی جوان دیوروں کے سامنے تنہائی میں نہ جانا بلکہ کسی بھی جوان مرد کے گھر جانے کی کوشش نہ کرنا۔"

ویرو جان گئی کہ سہاگ رات نصیحتوں میں گزرے گی۔ اُس نے کروٹ لی اور سوگئی۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ویرو چیخ مار کر جاگ گئی۔ اُس کے بوڑھے شوہر نے ویرو کے نازک ہاتھ پر اپنا سگریٹ بجھا دیا تھا۔ وہ ہاتھ کی جلن سے تڑپ رہی تھی اور بڈھا ہنس رہا تھا..... سہاگ رات سے شروع ہونے والے ظلم بڑھتے ہی گئے۔ دن گزرتے گئے اور شکی شوہر نے ویرو کے دل سے خود کو بالکل گرا لیا۔ اُس نے جگت کی ماں سے ملنا شروع کیا اور جو محبت اُسے یہاں ملی اُس نے ویرو کا دل موہ لیا۔ جگت کی ماں ویرو کی مظلومیت پر آنسو بہاتی اور اکثر اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر سنایا کرتی۔ دونوں دُکھی تھیں۔ دونوں نے مل کر ایک دوسرے کا غم بانٹ لیا اور اس طرح اُن کی دوستی میں اور اضافہ ہو گیا..... اب جگت کی ماں مایا کور اور ویرو کی دوستی سب جانتے تھے۔

ویرو، جگت کی ماں کے بلانے پر اُس کے پاس آئی اور بولی۔

"آج تمہارے ہاں مہمان آئے ہیں۔ کام بڑھ گیا ہوگا۔ لاؤ ہاتھ بٹاؤں۔"

مایا کور بولی۔ "میرے باپو آئے تھے۔ تو تو جانتی ہے کہ باپ بیٹیوں کے گھر کا نہیں کھاتے۔"

ویرو نے جھٹ سے کہا۔ "میں اپنے گھر سے نکال لاؤں؟"

مایا کور کو ویرو کی معصومیت پر پیار آگیا۔ سوچنے لگی اس نادان کو کیا معلوم کہ میرے باپو اُس کے گھر سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔ پھر ویرو سے پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"ویرو! باپو تو جگت کو چھوڑنے آئے تھے۔ پورے ساڑھے چار سال بعد میرا بیٹا آیا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا جگت کو، بڑا ہو گیا ہے۔ ابھی بلاتی ہوں۔ اُوپر والے کمرے میں ہے..... جگت! او

جگت..... ذرا نیچے تو آ۔"

جگت ماں کی آواز سن کر فوراً نیچے آیا۔ اتنی جلدی جیسے اُسے پتہ ہو کہ اب اُسی کو پکارا جائے گا۔ اور وہ اس کے لئے تیار بیٹھا ہو۔ جگت نے پوچھا۔ "کیا ہے ماں؟"

"کھانا نہیں کھائے گا کیا؟ ویرو پراٹھے بہت اچھے پکاتی ہے۔ کھائے گا تو اُنگلیاں چاٹتا رہ جائے گا۔"

جگت نے شرارت سے پہلے ویرو کو دیکھا اور پھر ماں سے بڑے بھولپن سے پوچھا۔

"کس کی اُنگلیاں ماں؟"

ویرو، جگت کا جملہ سن کر شرما گئی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ماں نے جگت کو ڈانٹا۔

"جگت! تو اب جوان ہو گیا ہے۔ منہ سے بات ذرا سوچ سمجھ کر نکالا کر....." ماں کی پیار بھری ڈانٹ سن کر جگت چپ ہو گیا اور ویرو جلدی سے رسوئی گھر میں جا بیٹھی..... جگت نے ہاتھ منہ دھویا اور چارپائی پر آ بیٹھا۔ ماں نے کھانا سامنے رکھا۔ پراٹھوں سے اُٹھتی ہوئی خوشبو نے جگت کی بھوک کچھ اور بڑھا دی تھی۔ اُس نے ویرو کو ترچھی نظروں سے دیکھا اور بے خیالی میں گرم گرم پراٹھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ پراٹھوں کے گرم گھی سے اُس کی اُنگلیاں جل گئیں اور گھبرا کر اُس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اُسی وقت ویرو کی نظر پڑی اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ جگت شرمندہ ہو گیا۔ ماں نے جگت کی حالت دیکھی تو کہا۔

"کھانا کھاتے ہوئے دھیان کھانے کی طرف رکھا کرتے ہیں۔ اِدھر اُدھر کی نہیں سوچتے۔"

جگت پراٹھے کھا رہا تھا اور انکھیوں سے کبھی کبھی ویرو کی طرف بھی دیکھتا جاتا۔ جب دیکھتا کہ ویرو اُسے دیکھ رہی ہے تو جلدی سے اپنی بھیگتی مسوں پر ہاتھ پھیرنے لگتا، اپنی پگڑی درست کرنے لگتا۔ ویرو، جگت کی حرکتیں سمجھ گئی تھی۔ وہ جان گئی کہ جگت اس طرح مجھے میرا گایا ہوا گانا یاد دلا رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ وہ گانا میں نے کس کے لئے گایا تھا۔

وقت گزر گیا۔ دن سے رات ہوگئی مگر ویرو اپنے گھر آ کر بھی اب تک پڑوس میں آئے ہوئے جگت کی باتیں یاد کر رہی تھی۔ اُس کا شوہر چارپائی پر پڑا پاؤں دبوا رہا تھا مگر ویرو پاؤں دباتے دباتے کہیں اور خیالوں میں گم ہو جاتی۔ اس مرتبہ پھر اُس کا ہاتھ رُکا تو شوہر چیخ پڑا۔

"کیا سوچ رہی ہے آخر..... ہاتھ کیوں نہیں چل رہے ہیں تیرے؟"

ایک دم ویرو کے خیالات پڑوس کے گھر سے پھر اپنے گھر میں سمٹ آئے۔ وہ سمجھ گئی کہ میری خوشی میرے شوہر سے چھپ نہیں سکی ہے۔ شوہر ویرو کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھ کر اور حیران تھا کہ ڈانٹ کھا کر بھی ویرو مسکرا رہی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ویرو کی مسکراہٹ کا امین تو جگت ہے۔ آج ڈانٹ کھا کر بھی ویرو کو خوشی ہوئی تھی۔ اس ڈانٹ کا اب کوئی مقصد تو تھا۔ پہلے تو وہ بغیر کسی وجہ کے ڈانٹ کھاتی رہتی تھی، پٹتی رہتی تھی۔ اُس کے شوہر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے..... آج بڑی خوش نظر آ رہی ہے؟"

ویرو نے سوچا موقع اچھا ہے اُس نے فوراً بات بنائی۔

"آج صبح جب گردوارے گئی تھی تو وہاں ہری درشن چاچی ملی تھی۔ وہ پرسوں رام پور جا رہی

ہے۔ اگر تم کہو تو میں بھی ماں سے مل آؤں؟"

شوہر نے کہا۔ "اچھا...... یہ بات ہے۔ چلی جانا مگر شام تک واپس ضرور آ جانا!"

یہ کہہ کر موہن سنگھ کروٹ بدل کر سو گیا۔ ویرو نے اپنا بستر نیچے فرش پر بچھا لیا۔ سونے کے لئے نہیں بلکہ جگت کی باتوں میں پھر ڈوب جانے کے لئے...... دو میاں بیوی ایک چھت کے نیچے رہے تھے۔ مگر روحیں ایک دوسرے سے کتنی دور تھیں۔

اسی گھر کی چھت پر ویرو کے تینوں دیور ہوتے تھے۔ رام، شیام اور لکھن۔ اس وقت تینوں لیٹے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جگت کی باتیں...... رام نے کہا۔

"پڑوس والا جگت آیا ہے مگر بڑے بھائی کو کچھ فکر ہی نہیں۔"

شیام نے کہا۔ "بڑے بھائی کو بیوی سے فرصت ہو تو کچھ سوچیں۔ انہیں کاہے کی فکر...... بند کمرے میں سوتے ہیں۔ مرنا تو ہمیں پڑے گا۔"

لکھن بولا۔ "ہاں یار...... بڑے بھائی کو بیوی کے ساتھ دیکھ کر تو میری بھی طبیعت اب شادی کرنے کو چاہنے لگی ہے۔"

شیام نے لکھن کو ڈانٹا۔ "تجھے شادی کی سوجھ رہی ہے۔ ارے کمبخت! اس وقت تو ہمیں جگت کے لئے کچھ سوچنا چاہئے۔ دوپہر کو اُس کا نانا کھیتوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ دو چار دن بعد میں ہزارہ سنگھ کو بھی بھیج دوں گا۔ جگت سے کہہ دینا کہ دونوں مل کر جتنی جلدی ہو سکے اپنے پڑوسیوں کا قرض چکا دیں۔ بڈھا یقیناً جگت اور ہزارہ کو ہم چاروں کے لئے ہی تیار کر رہا ہو گا۔ تاکہ وہ دونوں مل کر ہم چاروں کو......!"

اس کے آگے شیام سے نہیں بولا گیا مگر لکھن نے شیام کو ٹوکا۔ "بس بھول گئے...... چار چار کی رٹ لگاتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ بڑا تو ہو گیا بیوی کا۔ ہم اب صرف تین ہیں۔"

رام نے لکھن کی بات سمجھتے ہوئے تینوں سے کہا۔ "اور اب ہم تینوں کو ہر وقت ساتھ رہنا چاہئے۔ خبردار! بغیر ہتھیار کے کوئی گھر سے باہر نہ جائے۔"

ایک گھر کی چھت پر جگت کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ اور برابر والے مکان کے صحن میں جگت چارپائی پر لیٹا کروٹیں بدل رہا تھا۔ اُس کی نیند دور چلی گئی تھی۔ دور...... مگر بہت دور نہیں پڑوس کے مکان میں...... وہ سوچتا رہا اور پھر منزل سے پہلے ایک موڑ پر اُس کی سوچ کے قدم رُک گئے۔ اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ویرو میرے ذہن میں گھر کیوں کرتی جا رہی ہے؟ وہ میری دشمن ہے۔ مجھے تو دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے اُسے صرف ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔ اُس کے لئے میرے دل میں درد کیسا؟ ان ہی خیالوں میں گم نہ جانے اُسے کب نیند آ گئی......!

صبح جب جگت جاگا تو باپ کھیتوں پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُس نے باپ سے کہا۔

"بابا! میں بھی تمہارے ساتھ کھیتوں پر چلوں گا۔"

"نہیں جگت! ابھی آرام کر۔ ہزارہ سنگھ دو چار دن میں آ جائے گا تو دونوں ساتھ ساتھ کھیتوں پر چلا کرنا۔" باپ نے جواب دیا اور پھر ماں نے سمجھایا کہ جگت! یہاں کسی سے لڑنا بھڑنا مت۔ جگت نے سنا اور خاموش رہ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ماں باپ آخر کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ دشمنی

کو بھول جانا چاہتے ہیں؟ کیا یہ سی ویرو کے جادو کا اثر ہے یا ماں نے ویرو جیسی کوئی بہو ڈھونڈ لی ہے؟ وہ انہی خیالات میں گم تھا کہ باپ کھیتوں پر چلا گیا۔ ماں رسوئی میں مصروف ہو گئی اور جگت گم صم چھت پر آ گیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اُسے آہٹ سنائی دی۔ ماں کام میں مصروف تھی، باپ جا چکا تھا تو پھر یہ اُوپر کون آیا تھا؟ وہ چوکنا ہو کر اُٹھا اور اپنی ڈانگ سے برچھی نکال کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ لیکن شیر کا نشانہ لینے والے شکاری کے سامنے اگر ہرن آ جائے تو جو حال اُس کا ہو گا وہی اس وقت جگت کا ہوا۔ کمرے کا دروازہ تو اُس نے غصے سے کھولا تھا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ کمرے میں ویرو کام کر رہی ہے تو سارا غصہ پل کے پل میں غائب ہو گیا۔ جگت نے ویرو سے نظریں ملتے ہی جھکا لیں اور پوچھا۔

"تو یہاں کس لئے آئی ہے؟"

ویرو نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔ "چوری کرنے...... میں تو ہر تیسرے چوتھے دن آتی ہوں اور اس گھر کی مٹی لے جاتی ہوں۔ چوری ہی تو ہوئی۔" وہ مسلسل جگت کو گھورے جا رہی تھی اور جگت نظریں زمین پر گاڑے شرمندہ کھڑا تھا جیسے وہ چور ہو۔ اُس کے ہاتھ میں اب تک برچھی تھی۔ ویرو اُسے ایک نگاہِ غلط انداز سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اور ہاں...... بہت دنوں کے بعد گاؤں آئے ہو اس لئے شاید پتہ نہ ہو کہ اب اس گاؤں میں چور ڈاکو نہیں رہتے جن کے لئے ایسے خطرناک ہتھیاروں کی ضرورت پڑے۔"

جگت نے ویرو کی بات سنی تو جیسے ہوش میں آ گیا۔ لہجے میں کرختگی پیدا ہو گئی۔ "ویرو! یہ ہتھیار چور ڈاکوؤں کے لئے نہیں، دشمنوں کے لئے ہے۔ تیرے شوہر اور دیوروں کے لئے...... سمجھی؟"

ویرو نے جگت سے اس لہجہ میں جملہ سنا تو چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُس نے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں اور جگت کو بھی احساس ہوا کہ مجھے ویرو کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ وہ یہ سوچ کر ویرو کے قریب آیا اور بولا۔ "ویرو! تجھے دونوں خاندانوں کی دشمنی کا پتہ ہے۔ پھر تو یہاں کیوں آتی ہے؟ آخر ہمارے گھر کا کام کیوں کرتی ہے؟"

ویرو نے بھولپن سے کہا۔ "دشمنی تو تم مردوں کے درمیان ہے۔ اس میں ہم عورتوں کا کیا بیچ؟ کیا تیری ماں میری دشمن ہے؟ رہے تم اور تمہارے باپ...... تو تم لوگوں کو بھی مجھ سے تو کوئی دشمنی نہیں۔"...... ویرو ابھی یہیں تک کہہ پائی تھی کہ جگت نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میں تیرا دشمن نہیں ہوں ویرو...... ہم تو دوست ہیں۔"

جگت کے ہاتھ پہلی مرتبہ کسی عورت کا ہاتھ آیا تھا۔ ایک انجانے جذبے سے اُس کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ ویرو نے بھی جگت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اِک سکون سا محسوس کیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ تیور بدل کر ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ "دیکھے ہیں بہت دوست۔" اور دوسرے کمرے میں جا کر گرو نانک کی تصویر کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ "یہ دوستی مجھے کتنی مہنگی پڑے گی تجھے کیا پتہ...... آج صبح ہی منع کیا تھا۔ پھر بھی یہاں آ گئی۔ مار تو مجھے کھانی ہو گی۔ تیرا کیا ہے۔"

"منع کس نے کیا تھا؟"

"میرے گھر والے نے۔"

"کیوں......؟"

"کیوں، منع نہیں کرے گا؟ ایک تو دشمن کا گھر اور پھر دشمن بھی جوان۔ منع تو کرنا ہی چاہئے۔"

جگت نے ویرو سے ایسی بات سنی تو تلملا کر غرایا۔ "وہ مجھے اتنا ذلیل سمجھتا ہے کہ میں اُس کی عورت کو......"

ویرو نے جلدی سے بات کاٹ دی اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "کون جانے...... آج ہاتھ دبایا ہے، کل گلا دبا دیا تو؟" یہ کہتے ہوئے ویرو تیزی سے زینے کی طرف بھاگی اور سیڑھیاں اُترتے ہوئے شوخی سے بولی۔ "کل نہیں آؤں گی۔ ورنہ تو ضرور گلا گھونٹ دے گا میرا۔"

جگت نے جملہ سنا اور چاہا کہ ویرو سے آگے بڑھ کر پوچھ لے کہ کیوں ویرو کل کیوں نہیں آئے گی تو؟ میں نے تجھے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ مگر اتنے میں ویرو زینے سے نیچے جا چکی تھی۔ جگت دھڑکتے دل سے مُڑا کہ اُسے نیچے سے ویرو کی آواز آئی۔ وہ جگت کی ماں کو بتا رہی تھی۔ "گاؤں جا رہی ہوں۔ اس لئے نہیں آسکوں گی۔" جگت سمجھ گیا کہ مجھے جلانے کے لئے کہہ رہی تھی کہ نہیں آؤں گی۔ چلو کیا ہوا ایک ہی دن کی تو بات ہے۔ مگر لڑکی ہے بڑی ذہین۔ سب کچھ سمجھ گئی۔ جو کچھ اب تک میرے دل میں ہے وہ بھی...... ہیرا جیسی لڑکی کو کم بختوں نے انگوٹھی کی جگہ جوتے میں جڑ دیا۔

ویرو کو گئے دو دن ہو گئے۔ جگت نے ویرو کو نہیں دیکھا۔ اُس کا دل چاہتا تھا کہ وہ کسی سے پوچھے آخر ویرو اب تک کیوں نہیں آئی؟ مگر پھر اُسے خیال آیا ویرو دشمن کے گھر کی ہے۔ اگر مجھ سے پوچھ لیا کہ تو ویرو کا کیوں پوچھ رہا ہے تو...... تو پھر میں کیا جواب دے سکوں گا؟ ان دو دنوں میں پہلی مرتبہ جگت نے سوچا دشمنی دشمنی دشمنی...... ہر وقت دشمنی ہی دشمنی...... دنیا میں اس سے ہٹ کر بھی تو بہت کچھ ہے۔ محبت بھی اسی دنیا میں ہے۔ پھر ہم محبت سے کیوں نہیں ملتے جو دشمنی کے پیچھے پڑے ہیں؟ ایسی باتیں سوچ سوچ کر جگت کا سر چکرا گیا۔ اُس نے زندگی میں خود کو کبھی اتنا اُلجھا ہوا نہیں پایا تھا۔ اس گھر میں اُس کا دم سا گھٹ رہا تھا۔ اچانک اُسے خیال آیا جب سے نانا مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں، میں باہر نکلا ہی نہیں ہوں۔ نشہ تک کئے ہوئے آج پانچ دن ہونے کو آئے۔ یہ خیال ذہن میں جاگا اور جگت نے فوری طور پر باہر نکلنے کی راہ ڈھونڈی تاکہ پرانے دوستوں کے ساتھ مل کر کچھ اور نہیں تو بھنگ ونگ کا ہی نشہ ہو جائے۔

اس گاؤں کی ہر گلی اُس کے بچپن کی ساتھی تھی۔ نانا کے پاس جانے سے پہلے انہی گلیوں میں کھیل کود کر جگت نے دن گزارے تھے۔ اُس نے ذرا سی ہی دیر میں اپنے چند پرانے دوستوں کو ڈھونڈ نکالا۔ چار سال کے وقفے نے سب کے روپ بدل دیئے تھے۔ جگت نے پروگرام بنایا۔ دارو لی گئی اور سب کے سب بستی کے باہر ایک ویران سے کنوئیں کے پاس آ بیٹھے۔ دور پہ دور چلے۔ باتیں ہوئیں۔ آپ کی باتیں، غیروں کی باتیں اور وقت گزرتا گیا۔ جب گھر کا خیال آیا تو شام سے رات ہو چکی تھی۔ سب اُٹھنے لگے مگر جگت بیٹھا رہا۔ وہ مدہوشی کی اس حالت میں گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اُسے بیٹھا دیکھ کر ہنومان سنگھ بولا۔

"کب تک بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے...... یا پھر اُس کا انتظار کر رہا ہے؟"

جگت سمجھ نہیں پایا کہ ہنومان کس کی بات کر رہا ہے۔ اُس نے پوچھا۔ "کس کا انتظار؟"

"ارے تجھے پتہ نہیں یہ بات تو سارا گاؤں جانتا ہے کہ اس کنوئیں سے رات گئے چودھری کی عورت کے رونے کی آواز آتی ہے۔"

جگت نے پوچھا۔ "کیا مطلب؟ ذرا کھل کر بات کر۔"

"بات سننے کی چکر میں رہا تو شاید اُس کے آنے کا وقت ہو جائے۔ ہنومان نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "بات یہ ہے کہ برابر والے گاؤں کے چودھری نے ایک جوان لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ سنتے ہیں کہ لڑکی بہت سندر تھی۔ مگر پھر جانے کیوں چودھری کو یہ احساس ہو چلا کہ بڑھاپے میں جوان اور خوبصورت بیوی آفت سے کم نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ عورت اپنی ذات سے بہت نیک اور اچھی تھی مگر چودھری کو شک اور شبہ نے پاگل سا کر دیا۔ پھر ایک دن اُسے میکے پہنچانے کے بہانے یہاں تک لایا اور اس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ بس اُسی روز سے ہر رات اس کنوئیں سے اُس بے گناہ کے رونے کی آواز آتی ہے۔" ہنومان کی زبان سے چودھری کی بیوی کا یہ انجام سن کر جگت چونک کر کھڑا ہو گیا۔ ہنومان نے جگت کو چونکتے دیکھا تو بولا۔ "کیوں بس ڈر گیا؟"

مگر جگت اس وقت کہیں دور خلا میں گھور رہا تھا۔ ہنومان کی بات کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ذرا سی خاموشی کے بعد جگت نے خود ہی پوچھا۔ "ہنومان! وہ چودھری ابھی تک زندہ ہے؟"

"کیوں...... تجھے اُس سے کیا کام ہے؟ وہ بیچارہ تو دوسرے ہی دن پاگل ہو گیا تھا۔ چل اب چلیں۔" جگت اور ہنومان گھروں کی طرف چلے گئے۔ ہنومان نے جو واقعہ سنایا تھا اُس سے جگت کو ویرو اور اُس کا بڈھا شوہر یاد آ گئے تھے۔ وہ انہی خیالات میں چل رہا تھا کہ ہنومان نے کہا۔ "یار جگے! میری نظر میں ایک جگہ ہے جہاں سے بہت سا مال مل سکتا ہے۔ اگر تو ہمت کرے تو کام بن جائے گا۔"

جگت چوری میں ماہر تھا اُس نے پوچھا۔ "کس کا گھر ہے؟"

ہنومان ہنسا اور بولا۔ "نہ اس گاؤں میں ہے اور نہ کسی جاٹ کا ہے۔ اُس کے بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔ بہت سارے زیورات بنا رکھے ہیں۔ ہم نے بھی بندوبست تو سب کر لیا ہے۔ اگر تو بھی ساتھ دے تو تیسرا حصہ تیرا۔"

جگت نے غصے اور حیرانی سے پوچھا۔ "تیسرا حصہ...... کیوں؟"

ہنومان بولا۔ "ہم تین ہیں۔ حکم سنگھ سے بھی بات ہو چکی ہے۔ پروگرام یہ ہے کہ چار میل جانا ہو گا۔ دو گھنٹے بعد یہاں سے نکلے تو صبح تک واپس آ جائیں گے۔"

جگت نے کہا۔ "ہنومان! آج نہیں، کل چلیں گے۔"

ہنومان بولا۔ "کل آخری رات ہو گی۔ پرسوں شادی ہے۔ یہ مت بھولنا۔"

جگت نے کہا۔ "ہاں، ہاں...... ٹھیک ہے۔ کل یہیں مل جائیں گے۔"

یہ کہہ کر جگت ویرو کے خیالوں میں گم گھر کی طرف تیز تیز چلنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا ویرو آئے گی تو کہہ دوں گا تو میرے پاس مت آیا کر۔ کہیں تیرا میاں بھی اگر چودھری کی طرح تجھے کنوئیں میں دھکیل کر مار ڈالے، پھر کیا ہو گا؟ وہ یہیں تک سوچ پایا تھا کہ گھر آ گیا۔ گھر میں چپ چاپ جا کر

جگت نے سیدھے اُوپر کی راہ لی اور بستر پر دراز ہو گیا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح ویرو ہنستی ہوئی بالوں میں پھول لگائے جگت کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ وہ دو دن کے بعد جگت سے ملنے آئی تھی۔ جگت کو اپنے سارے منصوبے خاک ہوتے نظر آئے۔ اُس نے رات کو کیا سوچا تھا مگر جب ویرو سامنے آئی تو کچھ نہ کہہ سکا۔ بالوں میں لگے سفید پھول اور سفید ساڑھی میں ملبوس ویرو نے اُسے گم صم کر دیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے جیسے جدائی کی تھکن اُتار رہے ہوں۔ پھر ویرو نے پلکیں جھپکائیں اور مسکراتے ہوئے ایک ڈبہ جگت کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''لے...... میں تیرے لئے گاجر کا حلوہ لائی ہوں۔'' جگت اب تک بغیر پلک جھپکائے ویرو کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس کی خاموشی کی وجہ نہ جان سکی۔ پھر بولی۔ ''تجھے پسند ہے اس لئے اپنے ہاتھ سے بنا کر لائی ہوں بابل کے گھر سے۔ یہ نہ سمجھنا کہ دشمنوں کے گھر سے آیا ہے۔''

جگت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اُس نے ڈبے کو کھولا اور حلوے کا پہلا نوالہ منہ میں رکھنے کے بعد اُنگلیاں چاٹتے ہوئے بولا۔ ''بہت مزیدار ہے۔ اُنگلیاں کاٹ لینے کو دل چاہتا ہے۔'' ویرو نے جملہ سنا تو جلدی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے چھپا لیا۔ جگت نے کہا۔ ''کیوں تجھے ڈر لگا کہ میں تیری اُنگلیاں کاٹ کھاؤں گا شاید؟''

ویرو کھسیانی سی ہو گئی۔ کہنے لگی۔ ''نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں۔''

جگت نے ویرو کو کنکھیوں سے دیکھا اور حلوہ منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔ ''ویرو! حلوے میں زہر تو نہیں ملا دیا؟ آخر دشمن کی بیوی ہے۔ اس لئے پوچھتا ہوں۔'' ویرو نے جگت کا جملہ سنا اور آگے بڑھ کر اُس کے قریب آ گئی۔ پھر اپنا ہاتھ جگت کے چوڑے چکلے سینے پر رکھ کر بولی۔

''اس میں تو پہلے سے اتنا زہر بھرا ہے کہ قاتل سے قاتل زہر اثر نہیں کر سکتا۔ پھر بھی میں ماں سے پوچھ آتی ہوں کہ چینی کے ساتھ زہر حلوے میں کتنا ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ حلوہ بنانا تو تیری ماں نے ہی مجھے سکھایا ہے۔'' یہ کہہ کر ویرو مُڑی اور تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ جگت نے دیکھا کہ وہ تو واقعی ماں کے پاس نیچے جا رہی ہے تو جلدی سے آگے بڑھ کر ویرو کو روکا۔ ویرو ایک جھٹکے سے رُک گئی اور ساڑھی کا پلو سر سے ڈھلک گیا۔ جگت اُس کا بازو تھامے ہوئے تھا اور ویرو بار بار تھوک نگل رہی تھی۔ یکا یک جگت کی نظر ویرو کی گردن پر پڑی جس پر نیل پڑا ہوا تھا۔ جگت نے پوچھا۔

''تیری گردن پہ یہ نشان کیسا ہے؟''

ویرو نے کہا۔ ''کچھ نہیں...... تیرے ہاں آنے کی سزا ملی تھی۔''

جگت نے کہا۔ ''ویرو! تیرا شوہر ہو کر بھی وہ تجھے جانوروں کی طرح مارتا ہے۔''

ویرو بولی۔ ''کیا کرے...... دن بھر جانوروں کے ساتھ رہ رہ کر عادتیں بھی جانوروں کی سی ہو گئی ہیں۔''

''اس کے بعد بھی تو مجھ سے ملنے چلی آئی۔'' جگت نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور ویرو بولی۔ ''ہاں...... اس لئے کہ تجھے زہر والا حلوہ جلدی سے جلدی کھلا دوں۔'' دونوں ہنس پڑے اور پھر ویرو کو ایک بات یاد آئی۔ اُس نے ساڑھی کے پلو سے ایک تعویذ کھول کر جگت کی طرف بڑھایا۔

''لے! یہ تعویذ پہن لے۔ تیرے لئے بنوا کر لائی ہوں۔ جب میں ماں کے گھر جا رہی تھی تا تب پتہ چلا تھا کہ یہاں کوئی پیر آیا ہوا ہے جو تعویذ دیتا ہے۔ میں اُس کے پاس گئی تو وہ سمجھا کہ اولاد کے لئے تعویذ لینے آئی ہوں۔ مگر میں نے اُس سے کہا بابا جی! ایسا تعویذ لکھ دو جو پہننے والے کی ہمیشہ حفاظت کرے۔''

جگت بولا۔ ''تو پھر یہ تعویذ مجھے کیوں دے رہی ہے؟ اپنے شوہر کو دے۔ میں تو اُس کا دشمن ہوں۔ جو آدمی تیرے سہاگ کو لوٹنے والا ہے اُس کی زندگی کی اتنی فکر کیوں کرتی ہے؟''

ویرو نے جگت سے یہ بات سنی تو مسکراتے ہوئے بولی۔ ''جگے! تیری یہی بات تو مجھے اچھی لگتی ہے کہ ہر بات تو صاف صاف کہہ دیتا ہے۔ مگر سن! یہ تعویذ میں تیرے لئے لائی ہوں اور تو ہی اسے پہنے گا۔''

جگت بولا۔ ''ویرو! کیوں مجھے گناہوں میں شامل کر رہی ہے؟''

ویرو نے کہا۔ ''اگر کسی ماں کے اکلوتے بیٹے کی زندگی اور گھر میں آنے والی بہو کے سہاگ کی حفاظت کی تمنا گناہ ہے تو یہ گناہ بھی مجھے منظور ہے۔''

جگت، ویرو کی باتیں سن رہا تھا اور خاموش تھا۔ ویرو کے ہاتھ میں اب تک تعویذ موجود تھا۔ اُس نے جگت پر نظر ڈالی اور اُسے خاموش پا کر جانے کے لئے مُڑی۔ چند ہی قدم چلی تھی کہ جگت نے پکارا۔ ''ویرو...... ٹھہر! یہ تعویذ مجھے دے دے۔ تو جس خلوص سے میرے لئے یہ لائی ہے وہ تیری یاد کی نشانی بن کر ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔''

ویرو نے جگت کی آواز سنی۔ وہ مُڑی اور جگت نے دیکھا اُس کے چہرے پر پھر پہلی سی شگفتگی لوٹ آئی ہے۔ ویرو کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ جگت نے اُس کے ہاتھ سے تعویذ لے لیا اور بولا۔

''میں بھی تجھے کچھ دینا چاہتا ہوں ویرو!''

ویرو نے مسکراتی آنکھوں سے جگت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا؟''

''ابھی نہیں بتا سکتا۔ لیکن وعدہ کر! جب کچھ دوں گا تو لے گی۔ انکار نہیں کرے گی۔ اس کے بعد ہی اس تعویذ کو گلے میں ڈالوں گا۔'' جگت نے بات ختم کی تو ویرو نے جلدی سے کہا۔

''جگت! تو جو کچھ بھی مجھے دے گا کبھی انکار نہیں کروں گی۔ مگر تجھے میری قسم ہے اُس وقت کے بعد سے کبھی بھی تعویذ کو خود سے الگ نہ کرنا۔''

جگت کے گھر سے نکل کر ویرو اپنے گھر کی طرف چلی۔ اس وقت اُس کی چال میں بلا کا کا بل تھا۔ وہ خود بھی کھوئی ہوئی تھی۔ جگت کے خیالوں میں اتنی مگن تھی کہ اُسے یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ دو آنکھیں دیوار کی اوٹ سے مسلسل اُسے گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ کھیتوں پر جا کر ونیرد کے پتی تک پہنچا دیا۔

رات ہوئی تو جگت، ہنومان سنگھ سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق گھر سے نکلا۔ آج کی رات گھر سے غائب ہونے کے لئے بہانہ بھی ہاتھ آ گیا تھا۔ برابر کے گاؤں میں رام لیلا تھی۔ آس پاس کے گاؤں والے رام لیلا دیکھنے کے لئے جا رہے تھے۔ ماں نے جگت کو روکنا چاہا۔ مگر دوستوں کے ساتھ جانے کی سن کر مطمئن ہو گئی، جگت تنہا نہیں جا رہا دوست ساتھ ہوں گے۔ ماں نے اجازت

دے دی۔ رام لیلا سے دوسرا فائدہ یہ بھی تھا کہ پولیس اگر حکم سنگھ یا ہنومان پر شبہ بھی کرے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ رام لیلا دیکھنے گئے ہوئے تھے۔

جگت کنوئیں پر پہنچا تو ہنومان اور حکم سنگھ پہلے سے موجود تھے۔ تینوں نے اپنے اپنے ہتھیار دوبارہ کو پرکھا۔ جگت کے پاس لاٹھی تھی، چاقو تھا اور وہ تعویذ بھی جو ویرو نے دیا تھا۔ حکم سنگھ نے شکار کا پتا بتایا، مکان کا نقشہ سمجھایا۔ کس کی کیا ذمہ داری ہوگی، یہ طے ہوا۔ گڑبڑ کے وقت الگ الگ ہو کر پھر کس جگہ ملنا ہے وہ جگہ طے کی گئی۔ اگر کوئی گرفتار ہو جائے تو دوسرے ساتھیوں کے نام پولیس کو نہ دینے کی قسم کھائی گئی اور پھر وہ تینوں گلے مل کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

اُس وقت ویرو کے مکان کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔ رات کو کھانے کے وقت شوہر کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر ہی ویرو سمجھ گئی تھی کہ آج کی رات پھر مصیبت سے کٹے گی۔ دروازے کو کنڈی لگاتے ہی اُس کے شوہر نے گالیاں دینی شروع کر دی تھیں مگر ویرو خاموش کھڑی سنتی رہی۔ اس خاموشی سے شوہر کا غصہ بڑھ گیا اور اُس نے ایسی ٹھوکر ماری کہ ویرو سامنے کی دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بعد بھی اُس کا غصہ کم نہیں ہوا۔ وہ گرجا۔

''بے حیا...... ذلیل! میں نے منع کر دیا تھا پھر بھی اُس غنڈے کے ہاں گئی تھی۔ آخر تیرا کون سا رشتہ ہے جو ملے بغیر چین نہیں آتا؟'' ویرو زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ شوہر غصے سے بھرا قریب آیا اور ویرو کے بال پکڑ کر کھینچنے لگا۔ ویرو نے تکلیف کی شدت کے باوجود اپنی آواز کو اپنے گلے ہی میں گھونٹ لیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ اگر میری چیخ جگت نے سن لی تو وہ ابھی یہاں آ جائے گا اور اس کے بعد جو ہوگا اس کے تصور ہی سے وہ کانپ گئی۔ شوہر کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اُس نے اب بھی ویرو کو چپ دیکھ کر کہا۔ ''آج ایسی سزا دوں گا تجھے جو زندگی بھر یاد رہے گی۔''

موہن سنگھ نے دوپہر کو جب ویرو اور جگت کے ملنے کی خبر سنی تھی سزا اُسی وقت سے سوچ رکھی تھی۔ اُس نے پلنگ کو سرہانے سے اُٹھایا اور ویرو کو حکم دیا کہ اپنے دونوں ہاتھ سرہانے کے دونوں پایوں کے نیچے رکھ دے۔ بدنصیب ویرو نے بے بسی سے موہن سنگھ کو دیکھا اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر ہتھیلیاں پایوں کے نیچے رکھ دیں۔ فوراً ہی زور سے چارپائی کا سرہانہ ویرو کے ہاتھوں پر چھوڑ دیا گیا۔ ویرو کے منہ سے سسکاری نکلی۔ ''اوہ ماں......'' اور اُس نے جلدی سے اپنے ہاتھ کھینچنے چاہے۔ مگر اتنے میں پیچھے سے ایک لات پڑی۔

''خبردار! جو ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی۔ آج پوری رات تجھے ایسے ہی بیٹھنا ہوگا۔'' یہ کہہ کر موہن سنگھ اسی چارپائی پر لیٹ گیا اور بولا۔ ''آج اس طرح سونے میں مجھے زیادہ آرام کی نیند آئے گی۔''

ویرو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عورت پر ظلم کرنے کے لئے مردوں نے کیسی کیسی ترکیبیں ڈھونڈ نکالی ہیں۔ آدھے گھنٹے تک موہن سنگھ گالیاں بکتا رہا۔ اور سونے سے پہلے اُس نے دھمکی دی کہ اگر اپنے ہاتھ پایوں کے نیچے سے نکالنے کی کوشش کی تو تیرے ہاتھ ہی کاٹ ڈالوں گا۔

ویرو سمجھتی تھی کہ تھوڑی دیر بعد موہن سنگھ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اس طرح بھلا دنیا میں کس شوہر کو نیند آ سکتی ہے؟ مگر موہن سنگھ بیوی کے نازک ہاتھوں کو مسل کر آرام کی نیند سو رہا تھا۔ ویرو کو لگا کہ کمرے میں جلتی ہوئی لالٹین جیسے پہرہ دے رہی ہے۔ اور کھڑکی سے دُور نظر آنے والا چاند جیسے

اُس کی کڑی سزا پر ہنس رہا ہے۔ کوئی رات ویرو کو اتنی لمبی نہیں لگی جیسی آج کی رات تھی۔ اُس کا جسم اکڑ گیا تھا۔ اتنے وزن کے نیچے دبے دبے اُس کے دونوں ہاتھ سن ہو گئے تھے۔ مگر اُس کے شوہر کی نیند میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ بے حس آرام سے سو رہا تھا۔ ویرو کا دل دھیرے دھیرے اُسے بغاوت پر اُکسانے لگا۔ وہ سوچنے لگی اس چارپائی کو اُلٹ کر موہن سنگھ کے سینے میں اسی کی کرپان بھونک دے اور بتا دے کہ عورت کے ہاتھ میں بھی طاقت ہوتی ہے۔ یہ خیال ایک لمحہ کے لئے اُس کے ذہن میں اُبھرا مگر دوسرے ہی لمحہ اُس نے یہ ظلم برداشت کرنے ہی میں بہتری سمجھی۔ اُس نے دل کو سمجھا دیا کہ عورت پر ہونے والے ظلم اُس کی قسمت کے ہوتے ہیں۔ وہ سسکنے لگی۔ بیرن رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ لیکن جس طرح منزل کو دیکھ کر تھکے ہوئے مسافروں کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور وہ تیزی سے چلنے لگتے ہیں اسی طرح تھکی رات کا پچھلا پہر تیزی سے کٹتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف جگت مہم سر کر کے واپس کنوئیں کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس وقت اُس کی انگلیاں اس تعویذ سے کھیل رہی تھیں جس سے ویرو کی یاد وابستہ تھی۔ جگت کو یاد آیا کہ اُس نے ویرو کو کچھ تحفہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ اب پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ ہاتھ آیا ہوا مال دیکھنے کے لئے بے چین ہو گیا مگر مجبور تھا۔ اصولاً جب تک باقی دونوں ساتھی بھی نہ پہنچ جائیں اُس وقت تک مال نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ وہ رُک گیا۔ اتنے میں کہیں قریب ہی سے دونوں ساتھیوں حکم سنگھ اور ہنومان کی آوازیں گونجیں۔ ''فتح مبارک ہو سردار!'' جگت نے پلٹ کر نعرہ مارا۔ ''مبارک۔'' پھر تینوں کنوئیں ہی کے پاس بیٹھ گئے اور سامان دیکھنے لگے۔

ہنومان کہنے لگا۔ ''چودھری کے گھر میں سب کے سب آرام سے ہی سوتے رہے۔ ہم نے سیندھ لگائی تو بھی اور جب سامان نکالا تب بھی۔'' حکم سنگھ ہنس کر بولا۔ ''اور اُس دولہے کو دیکھا صبح جب اُٹھے گا تو ہونے والی بیوی کو یاد کر کے رو نہ دے گا۔'' سب ہنس پڑے۔ پھر جگت بولا۔

''اچھا، اچھا...... بیکار باتیں چھوڑو اور کام ختم کرو۔'' یہ کہتے ہوئے سب زیورات سامنے رکھ دیئے۔ تینوں کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ہنومان نے ایک ہار اُٹھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ٹھیک...... کافی وزنی ہے۔''

جگت نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''جلدی سے حصے کرو۔ صبح ہونے والی ہے۔''

''نہیں جگت! ہم نے تجھے سردار بنایا ہے۔ تو ہی حصے کر دے۔'' جگت، ہنومان اور حکم سنگھ کی بات سن کر مسکرایا اور تین حصے کر دیئے۔

جگت کے حصے میں دو کنگن اور ایک انگوٹھی تھی۔ یہ دیکھ کر حکم سنگھ نے کہا۔ ''یہ کنگن بہت قیمتی ہیں۔ دونوں ایک ہی آدمی کو نہیں ملنے چاہئیں۔''

یہ سنتے ہی جگت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ ہنومان سمجھ گیا کہ جگت کو حکم سنگھ کی بات بری لگی ہے۔ ہنومان تجربہ کار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ساتھ مل کر چوری کرنے والوں میں اکثر حصے کی تقسیم پر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ وہ بولا۔ ''حکم! یہ کیا بچوں کی سی باتیں کر رہا ہے۔ کنگن تو دونوں ایک ہی کو ملنے چاہئیں۔ جگت نے حصے ٹھیک کئے ہیں۔''

جگت بولا۔ ''میں نے یہ کنگن اس لئے نہیں لئے کہ یہ قیمتی ہیں بلکہ انہیں پہلی چوری کی یاد کے

طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے حصہ دینا ہے تو کنگن دو، ورنہ کچھ نہیں چاہئے۔"

جگت کی بات سن کر خاموشی چھا گئی۔ اور پھر تینوں نے اپنا اپنا حصہ اُٹھا لیا۔

جگت کھڑا ہو گیا۔ لیکن ہنومان نے کہا۔ "جگت ذرا ٹھہر۔ پہلے ہم تینوں کو وعدہ کرنا ہوگا کہ ایک ماہ تک یہ مال اپنے پاس رکھیں گے اور فروخت نہیں کریں گے۔ پولیس ابھی اس چوری کی تحقیقات ضرور کرے گی۔ اگر ہم نے زیور جلدی بیچنے کی کوشش کی تو پکڑے جا سکتے ہیں۔"

"منظور ہے۔" جگت اور حکم نے ہنومان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا۔

جگت جب گھر پہنچا تو ماں جاگ رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "رام لیلا دیکھ کر آ گئے بیٹا؟"

"ہاں ماں!" جگت نے جواب دیا اور اندر چلا گیا۔ جگت کو اس پر سخت افسوس ہوا کہ ماں رات بھر اُس کے انتظار میں جاگتی رہی ہے۔ وہ بستر پر لیٹ گیا اور کنگن نکال کر اُس پر اُنگلیاں پھیرنے لگا اور سوچنے لگا.....

ویرو کے خوبصورت ہاتھوں میں یہ کنگن کتنے بھلے معلوم ہوں گے..... پھر اُس نے تصور میں ویرو کے ہاتھ میں کنگن پہنا دیئے۔ لیکن جگت کو کیا پتہ تھا کہ ویرو کے ملائم اور خوبصورت ہاتھ اس وقت اُس کے ظالم شوہر نے پلنگ کے نیچے دبا رکھے ہیں۔

رات گزر گئی۔ صبح جب وہ اُٹھا تو سیدھا چھت پر پہنچا اور ویرو کے گھر کی طرف دیکھا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ اُس نے سوچا شاید ویرو نیچے ماں کے پاس آئی ہو۔ وہ تیزی سے نیچے اُترا۔ ماں رسوئی میں صبح کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اُسے تنہا پا کر جگت کو افسوس ہوا کہ ویرو آ کر واپس چلی گئی ہے۔ جگت کو دیکھ کر ماں بولی۔

"کہاں چلا گیا تھا بیٹے! چل، اب جلدی سے ناشتہ کر لے۔" جگت کا جی چاہا کہ وہ ماں سے پوچھ لے..... "کیا ویرو آئی تھی؟" لیکن نہ جانے کیوں یہ بات وہ ماں سے نہ پوچھ سکا۔ کچھ لمحے اسی تذبذب میں گزرے۔ آخر جگت نے طریقہ سوچ ہی لیا۔ اُس نے پوچھا۔

"ماں! تو نے مجھے جلدی کیوں نہیں اُٹھایا..... کیا ویرو کے ساتھ باتیں کرنے میں لگی رہی؟"

"نہیں بیٹے! رات کو تو دیر سے آیا تھا نا، اس لئے میں نے سوچا ذرا اور آرام کر لے۔ ویرو تو آج صبح سے آئی ہی نہیں۔"

"کیوں.....؟" جگت نے بے ساختہ پوچھا۔ مگر فوراً ہی اُس نے ہنستے ہوئے بات بدلی۔ "اگر ایک دن ویرو نہیں آئی تو کیا ہوا؟"

"بیٹا! تو نہیں جانتا وہ بڑی بھلی عورت ہے۔ میرا اُس سے دل مل گیا ہے۔" ماں نے کہا۔

"تو پھر ماں! تجھے یہ معلوم کرنا چاہئے نا کہ وہ کیوں نہیں آئی؟ کہیں اُس کی طبیعت تو خراب نہیں ہو گئی؟" جگت نے کہا۔

ماں کو جگت کے اس خلوص سے بہت خوشی ہوئی۔ لیکن ماں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ویرو نے جگت کے دل میں اپنی جگہ بنا لی ہے۔ اور وہ خود ویرو کے نہ آنے پر دل میں طوفان لئے پھر رہا ہے۔

ماں کو خاموش دیکھ کر جگت کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ اُس نے جلدی جلدی دو چار نوالے کھائے اور ماں سے بولا۔ "ماں! میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر جگت باہر نکل گیا اور سیدھا ویرو کے

گھر کے پاس آ کر رُک گیا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اُس نے ذرا سا سوچا اور پھر ہمت کر کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں ہر طرف خاموشی اور اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک کمرے کی طرف بڑھا کہ اچانک اُس کی نظر ویرو پر پڑی جو سامنے کمرے میں چرخہ کات رہی تھی۔ آہٹ پا کر ویرو نے بھی نظریں اُٹھائیں اور جگت کو گھر میں پا کر چونک گئی۔ پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تو یہاں؟" یہ کہہ کر جلدی سے قریب ہی چارپائی پر پڑا ہوا دوپٹہ اوڑھ لیا اور دونوں زخمی ہاتھ کمر کے پیچھے چھپا لئے۔ جگت اب تک خاموش کھڑا ویرو کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولی۔ "تو یہاں کیوں آ گیا؟"

"جب تو وہاں نہیں آئی تو میں خود چلا آیا۔" جگت نے جواب دیا۔

ویرو کی نگاہیں کھلے ہوئے دروازے پر جم گئیں۔ جگت سمجھ گیا کہ ویرو یہاں مجھے اچانک دیکھ کر گھبرا رہی ہے۔ وہ بولا۔ "تو بیٹھ! میں بند کر دیتا ہوں۔"

دروازے کی کنڈی لگا کر جگت جب واپس لوٹا تو ویرو نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اُس کے چہرے پر سے ڈر اور خوف ختم ہو چکا تھا۔ جگت نے جیب سے ایک ڈبہ نکالا اور ویرو کے قریب آ کر بولا۔ "ویرو! میں یہ دینے کے لئے آیا ہوں۔"

ویرو نے دیکھا تو یہ وہی ڈبہ تھا جس میں وہ میکے سے جگت کے لئے حلوہ لائی تھی۔ ڈبے کو دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اسے واپس دینے کی اتنی جلدی کیا تھی یا اس کے بہانے مجھ سے ملنے آیا ہے؟"

"تجھ سے ملنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہے ویرو! تو آج گھر نہیں آئی تو ماں کو فکر تھی۔ ماں تو یہاں آ نہیں سکتی دشمن کا گھر ہے نا! اس لئے میں آیا ہوں۔ اور ہاں یہ ڈبہ خالی بھی نہیں ہے۔" یہ کہتے ہوئے جگت نے بند ڈبہ ویرو کے سامنے رکھ دیا۔ مگر ویرو اب بھی اپنے دونوں ہاتھ چھپائے خاموش بیٹھی رہی۔

جگت بولا۔ "تو نے یہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ کیا مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟"

"نہیں..... ڈرنے کی کیا بات ہے۔" ویرو بولی۔

"تو پھر ڈبہ کھول کر دیکھتی کیوں نہیں کہ میں کیا لایا ہوں۔" جگت بولا۔

"کیا لایا ہے..... تو ہی دکھا دے نا۔" ویرو نے ناز سے کہا۔

"اچھا..... لے دیکھ!" یہ کہہ کر جگت نے سونے کے کنگن اور انگوٹھی اُس کے سامنے رکھ دی۔

ویرو حیران رہ گئی۔ اُسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دل میں ہلچل مچ گئی۔ ویرو نے سوچا۔ "میں نے تو شوہر کو دیا جانے والا تعویذ جگت کو دیا تھا۔ اور جگت جو انگوٹھی اور کنگن مجھے دے رہا ہے یہ بیوی کو دیا جانے والا تحفہ ہے۔ اب میں کیا کروں؟"

جگت نے ویرو کو خاموش دیکھا تو بولا۔ "کیا سوچ رہی ہے ویرو! شاید تحفہ پسند نہیں آیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "لا ہاتھ دے۔ دیکھوں یہ تیرے خوبصورت ہاتھوں میں آتا بھی ہے یا نہیں۔"

ویرو پیچھے ہٹ گئی۔ جگت کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ویرو کا ہاتھ پکڑ لیا اور چاہا کہ خود یہ کنگن اُس کے ہاتھ میں پہنا دے مگر ہاتھ زخمی تھے۔ جگت نے زور سے جو

پکڑے تو ویرو درد کی شدت سے تڑپ گئی۔ جگت نے ویرو کا زخمی ہاتھ دیکھا تو لرز گیا۔ اُس نے تیزی سے ویرو کا دوسرا ہاتھ بھی تھاما۔ وہ بھی زخمی تھا۔ اب جگت نے غصے سے پوچھا۔

"کیا یہ تیرے شوہر کی حرکت ہے؟ تو مجھ سے یہ سب کیوں چھپا رہی تھی؟ دیکھتا ہوں اب وہ بچ کر کہاں جائے گا۔"

جگت کا غصہ دیکھ کر ویرو کانپ گئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر جگت کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور جگت کا غصہ اسی لمحے ٹھنڈا ہو گیا۔ ویرو کے خوبصورت اور زخمی ہاتھ نے وہی کام کیا جو بھڑکتی ہوئی آگ پر پانی ڈالنے سے ہوتا ہے۔ وہ بولا۔ "ویرو! مجھے بتا، تو یہ سب کیوں برداشت کرتی ہے؟ مجھ سے کیوں نہیں کہتی۔ تیری یہ سزا مجھے ملنی چاہئے۔ میری ہی وجہ سے تجھے یہ ظلم برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ بتا! ٹھیک کہتا ہوں نا؟"

"بتاتی ہوں..... سب بتاتی ہوں۔" ویرو نے کہا اور پھر رات کا تمام واقعہ جگت کو سنا دیا۔

ٹھیک اُسی وقت ایک شخص تیزی سے کھیتوں کی طرف بھاگا تا کہ ویرو کے شوہر کو اس کی اطلاع دے کہ دشمن گھر میں ہے۔ ویرو کا شوہر اور دیور ایک درخت کے نیچے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ شخص دوڑتا ہوا درخت کے نیچے پہنچا اور بولا۔

"مالک! غضب ہو گیا۔" یہ سنتے ہی چاروں بھائی کھڑے ہو گئے۔

"کیا ہوا؟" موہن سنگھ نے پوچھا۔

"جگت اس وقت آپ کے گھر میں ہے۔" آنے والے نے خبر دی۔

شیام سنگھ چلا اُٹھا۔ "جگت ہمارے گھر میں کیسے؟ تو نے ٹھیک سے دیکھا ہے؟"

"ہاں مالک! میں نے اُسے گھر میں گھستے اور اندر سے دروازہ بند کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔"

یہ سنتے ہی چاروں بھائی غصے میں گھر کی طرف دوڑے اور جو جس کے ہاتھ لگا ہتھیار کے طور پر اُٹھا لیا۔ گھر پہنچ کر اُنہوں نے پہلے دروازے ہی کو پیٹ ڈالا۔ وہ اُس پر لاٹھیاں اور ڈنڈے برسا رہے تھے۔

دروازے پر شور سن کر اندر جگا اور ویرو چونک اُٹھے۔ ویرو سہم گئی۔ آنے والے واقعات کا سوچ کر اُس کا دل ڈوبنے لگا۔

"ویرو! تو ہمت رکھ۔ میں اکیلا ہی اُن سے نپٹ لوں گا۔" یہ کہہ کر جگت دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ویرو اُس کے سامنے آ گئی اور بولی۔

"جگت! تجھے میری قسم۔ تو جس طرح چپ چاپ یہاں آیا تھا اُسی طرح واپس چلا جا۔" جگت رُک گیا اور ویرو نے اُسے پچھلی کھڑکی سے باہر نکال دیا۔

باہر دروازے پر شور و غل جاری تھا۔ ویرو کا خیال کر کے جگت کھڑکی سے کودا اور اپنے آنگن میں پہنچ گیا۔ ویرو نے جلدی سے کھڑکی بند کی۔ کنگن اور انگوٹھی ڈبے میں چھپا دی۔ دوپٹے سے چہرے کا پسینہ پونچھا اور آہستہ سے کنڈی کھول دی۔ دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے موہن سنگھ اندر داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ وہ غصے سے چیخا۔

"کیا کر رہی تھی تو..... اتنی دیر میں دروازہ کیوں کھولا؟"

"ذرا نیند آ گئی تھی۔" ویرو بولی۔

"نیند آ گئی تھی۔" موہن سنگھ چیخا۔ "اور کون ہے اندر؟"

ویرو انجان بن گئی۔ "اندر..... یہاں..... یہاں کون ہوگا؟"

اتنی دیر میں رام، شیام اور لکھن نے پورے گھر کی تلاشی لے لی تھی۔ موہن سنگھ نے ویرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت غصے سے پوچھا۔ "بتا! کہاں ہے وہ؟" اور اس سے پہلے کہ ویرو جواب دے موہن سنگھ نے ویرو کو مارنا شروع کر دیا۔ ویرو گر پڑی۔

لکھن نے کہا۔ "یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

موہن سنگھ نے غصے سے کہا۔ "ٹھیک طرح سے دیکھ لکھن! آج بچ کر کہاں جائے گا وہ؟" اور ویرو کی پیٹھ پر زور سے ایک ڈنڈا مارا۔ ویرو کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

صحن میں کھڑے ہوئے جگت سنگھ نے جب ویرو کی چیخ سنی تو وہ غصہ میں پاگل ہو گیا۔ اُس نے اپنی ڈانگ اُٹھائی اور پھر برچھی نکال کر دیوار پر چڑھ گیا۔ اس وقت موہن سنگھ نے ویرو کو مارنے کے لئے ڈاڈا اُٹھایا۔ جگت سنگھ چیخا۔

"شیطان کے بچے! عورت پر ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ مرد ہے تو میرے سامنے آ.....!"

موہن سنگھ نے مڑ کر جگت کو دیکھا تو کانپ گیا۔ اُس کے تینوں بھائی بھی اُس کے پاس آ گئے۔ جگت نے اُنہیں پھر للکارا۔

اب عجیب صورت تھی۔ پیچھے ہٹنے پر عورت کے سامنے اُن کی ہیٹی ہوتی تھی۔ چاروں نے ہتھیار سنبھالے اور سامنے آ گئے۔ جگت بھی تیار کھڑا تھا۔ اُس میں ہمت تھی..... طاقت تھی..... اس کے علاوہ وہ دیوار پر کھڑا تھا اور یہ چاروں نیچے تھے۔

تکرار بڑھنے لگی۔ اسی دوران شیام اور لکھن نے دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن جگت نے دیوار پر سے اُنہیں ٹھوکر مار کر نیچے گرا دیا۔ اس بات پر شیام کا غصہ بھڑک اُٹھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک برچھی تھی۔ اُس نے اُچھل کر جگت پر وار کرنا چاہا مگر اس سے پہلے جگت ڈانگ میں لگی ہوئی برچھی سے شیام کے حلق کا نشانہ لے چکا تھا۔ قریب تھا کہ برچھی شیام کا کام تمام کر دے کہ اسی وقت شور و غل سن کر جگت کی ماں آنگن میں آ گئی۔ اُس نے جگت کے دونوں پیر پکڑ لئے اور بولی۔ "بس بیٹا بس..... نیچے اُتر آ!" ماں کی اس بات سے شیام بچ گیا۔ ورنہ آج اُس کی موت تو یقینی تھی۔

چیخ و پکار سے تمام محلہ جمع ہو گیا۔ جگت کا غصے سے برا حال تھا۔ اُس نے سوچا تھا آج یہ قصہ ہی پاک کر دیا جائے۔ خاص طور پر وہ ویرو کے شوہر موہن سنگھ کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ویرو پر ظلم کرنے والے اس بڈھے کو ختم کرنا ضروری تھا۔ اُس نے موہن سنگھ کا نشانہ لیا۔ ماں چیخی۔

"جگت! تجھے تیری ماں کی قسم ہے جو اب ہاتھ اُٹھائے۔"

ماں کی قسم پر جگت کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ محلے کے لوگ بیچ میں آ گئے لیکن اس جھگڑے میں رام اور لکھن کے سر پھٹ چکے تھے۔ شیام بھی شدید زخمی ہو گیا تھا۔ مگر موہن سنگھ ٹھیک تھا۔ محلے کے لوگ دونوں گھروں کے درمیان جمع ہو گئے تھے اور سب کی زبان پر ایک ہی بات تھی..... پرانی دشمنی پھر

شروع ہوگئی کون جانے اب کیا ہو......؟

جگت اپنے کمرے میں جا کر گرونانک کی تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ دیرو کا دیا ہوا تعویذ گلے میں تھا۔ پھر گرونانک کی تصویر میں اُسے اپنے نانا کا چہرہ نظر آنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا جیسے وہ اُس سے کہہ رہے ہوں۔

"شاباش بیٹے! یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ جاٹ کا بچہ جب تک اپنا بدلہ نہیں لے لیتا وہ چین کی نیند نہیں سوسکتا۔ بدلہ تو ورثہ میں ملا ہوا قرض ہے اسے چکائے بنا چھٹکارا نہیں۔ اور تجھے یہ قرض چکانا ہے۔" جگت کچھ دیر گم صم کھڑا رہا اور پھر گرونانک کی تصویر کے سامنے جھک گیا جیسے آشیرواد لے رہا ہو۔

دوپہر کے وقت جو جھگڑا ہوا تھا اس کی خبر شام تک دھرم پور بھی پہنچ گئی۔ نانا نے سنا اور اپنی مونچھ کو تاؤ دیتے ہوئے بولا۔ "مجھے یقین تھا کہ جگت میری بات بھولے گا نہیں۔ وہ اکیلا ہی چاروں سے نپٹ لے گا۔ مگر آخر اُس کی ماں کو بیچ میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے خون میں ویسے بھی گرمی نہیں ہوتی۔ آج اگر یہ بیچ میں نہ آتی تو دو چار کا قرض تو جگت چکا ہی دیتا۔"

خبر لانے والے نے نانا سے یہ بھی کہا کہ جگت جب دشمن کے گھر میں داخل ہوا اُس وقت دشمن کی بیوی اکیلی تھی۔ پھر دروازے اندر سے بند ہوگئے۔

یہ بات نانا کی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہاں اُسے افسوس ہوا کہ اُس نے ہزارہ سنگھ کو پہلے ہی جگت کے پاس کیوں نہ بھیج دیا؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اُسی وقت ہزارہ سنگھ وہاں آ کر بولا۔

"بابا! بہن کے گھر جھگڑا ہوا ہے۔ آپ نے سنا؟ لیکن جگت سلامت ہے۔"

ہزارہ کے آخری الفاظ نانا کو بہت برے لگے۔ کوئی بھی بزدلانہ بات کرتا تھا تو نانا برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اُنہوں نے غصے سے کہا۔ "جگت کو بھگوان ہمیشہ سلامت رکھے۔ لیکن دشمن ابھی تک کیوں سلامت ہے ہزارہ سنگھ! بھلا یہ کوئی لڑائی ہوئی؟ دو چار معمولی زخم تو ویسے بھی آجاتے ہیں۔"

ہزارہ خاموش کھڑا رہا۔ نانا پھر بولے۔ "ہزارہ! تجھے صبح ہوتے ہی رتیا پہنچنا ہے۔ ایک سے دو بھلے۔ اور سن! جب تک دشمن کا قرض نہ چک جائے اس گھر میں قدم نہ رکھنا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ جگت ہزارہ کا بھانجا ہے۔ اور ہاں! اپنی بہن سے بھی کہہ دینا کہ مردوں کی لڑائی میں آئندہ وہ بیچ میں نہ آئے۔ اگر اب کبھی درمیان میں آئی تو میں زندگی بھر اُس کا منہ نہیں دیکھوں گا۔"

جگت کے نانا کا غصہ آج آسمان پر تھا۔ بوڑھے کی نظر میں جھگڑے میں ہارنے سے زندگی ہار جانا آسان تھا۔ وہ صرف جیت کا قائل تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خون کا یہ قرض جلد سے جلد ادا ہو جائے۔ جاٹوں کا اصول تھا کہ جیسے وہ لڑکی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے اس طرح لڑکی کی سسرال کی دشمنی بھی اپنے سر نہیں لیتے تھے۔ اگر یہ اصول مانع نہ ہوتا تو بوڑھا کب کا خود انتقام لے چکا ہوتا۔

صبح ہوتے ہی ہزارہ رتیا جانے کے لئے تیار ہوا۔ اُس نے جھک کر باپ کے قدم چومے۔ اُس وقت پتھر دل باپ کی آواز بھی بھرا گئی اور اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُس نے کہا۔

"جا بیٹا! بھگوان تجھے کامیاب کرے۔" اور پھر ہزارہ سنگھ کی کمر پر تلوار باندھ دی۔

ہزارہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ باپ کی آواز سے رُک گیا۔ "بیٹے! اپنے ساتھ مانک (یہ

گھوڑی بوڑھے کی پسندیدہ گھوڑی تھی) کو بھی لے جا۔ یہ جگت سے بہت گھل مل گئی تھی۔"

گھوڑی کو ساتھ لے جانے کی سن کر ہزارہ سنگھ خوش ہوگیا اور ساتھ ہی مانک نے بھی اپنے کان کھڑے کر لئے اور ٹاپیں مارنے لگی جیسے وہ بھی جگت سے ملنے کو بے چین ہو۔ ہزارہ سنگھ اور مانک روانہ ہوئے اور بوڑھا باپ ہزارہ کو رتیا گاؤں کی طرف جاتا دیکھ کر خیالوں میں گم ہو گیا......!

OOO

گزشتہ دن پیش آنے والے واقعے نے جگت کی ماں کو بہت پریشان کر دیا۔ وہ رات بھر صبح کے انتظار میں جاگتی رہی تاکہ صبح ہو تو جگت کو اپنے پاس بٹھا کر سمجھائے کہ بیٹا! اب میری اولادوں میں سے صرف تو ہی رہ گیا ہے۔ یہ دشمنی تیرے بھائیوں کی طرح تجھے بھی کھا گئی تو میری دنیا ویران ہو جائے گی۔ اور اگر جگت نے میری بات نہ مانی تو میں ویرو کا واسطہ دے کر کہوں گی کہ اُس بے چاری کا سہاگ کیوں لوٹ رہا ہے؟ اُسے بھی ماں بننے کا ارمان ہوگا۔ وہ بھی تو میری طرح ایک عورت ہے۔ اُسے بیوہ کر کے کیا تو آرام اور سکون سے رہ سکے گا؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ باہر گھوڑی کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

جگت کی ماں نے دروازہ کھولا تو سامنے بھائی کو دیکھا۔ وہ سمجھ گئی کہ باپ نے ہزارہ کو کس لئے بھیجا ہے۔ گھوڑی کے بے چین قدموں کے نیچے اُسے اپنا تمام مستقبل دبا نظر آ رہا تھا۔ کچھ لمحے گم صم رہ کر اُس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے سوچا۔ ”جگت کو اس راہ سے اب کوئی واپس نہ لا سکے گا۔“

ہزارہ سنگھ نے جب بہن کی یہ حالت دیکھی تو بولا۔ ”بہن! کس سوچ میں پڑ گئی؟“

دل کی بات چھپاتے ہوئے جگت کی ماں نے جواب دیا۔ ”باپو نے تجھے یہاں رہنے کے لئے بھیجا ہے تو پھر مانک کو ساتھ کیوں لایا ہے؟“

وہ سوچ رہی تھی کہ اس کے جواب میں ہزارہ کہے گا۔ ”کل کے واقعات سن کر مجھے باپو نے تم لوگوں کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔“ مگر ہزارہ کا جواب اس کے برعکس تھا۔ اُس نے کہا۔ ”باپو نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ جب تک اس دشمنی کا فیصلہ نہ ہو جائے تب تک میں یہیں رہ کر جگت کی مدد کروں۔ اور ہاں یہ گھوڑی باپو نے جگت کے لئے بھیجی ہے۔ جگت اور مانک بہت مانوس ہو گئے تھے۔“

آناً فاناً یہ خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی کہ جگت کا ماما بھی آ گیا ہے۔ گزشتہ رات تقریباً ہر گھر میں ان دونوں خاندانوں کی دشمنی کے تذکرے ہو رہے تھے۔ بوڑھے اپنی یادیں تازہ کر رہے تھے کہ ان خاندانوں کی دشمنی نے اب تک کتنے لوگوں کو نگل لیا، کتنے بچوں کو یتیم اور کتنی عورتوں کو بیوہ کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی ہوئی تھی کہ اب جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ ہزارہ کی آمد سے ان لوگوں کے شکوک یقین میں بدل گئے کہ ماما اپنے بھانجے کی مدد کو آ گیا ہے۔

ویرو کے گھر میں یہ خبر بجلی کی طرح گری۔ چاروں بھائی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ شیام نے کہا۔ ”کسی طرح مجھے دونالی بندوق لا دو! میں اُن دونوں کا ساتھ ہی ساتھ قصہ پاک کر دوں گا۔“

موہن سنگھ نے اشارے سے سمجھایا کہ وہ آہستہ بولے کیونکہ ویرو اندر کمرے میں تھی اور اب موہن سنگھ کو اپنی بیوی پر بھی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ ویرو اپنی ہٹ کی پکی تھی۔ رات سب نے مل کر کھانا

کھایا لیکن ویرو اُن کے اصرار کے باوجود رات کو بھوکی سو گئی۔ رات بھر سب نے اُس پر طعنے کسے مگر اُس نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ خاموش رہی۔ شوہر نے دھمکیوں کے ساتھ ساتھ اُس کو مارا بھی۔ پھر بھی ویرو نے یہ اقرار نہ کیا کہ وہ آئندہ جگت کے گھر نہیں جائے گی۔ ویرو پر طاقت کارگر نہ ہوئی تو پیار کا سہارا لیا گیا اور موہن سنگھ اُسے منانے کے لئے رات کئی مرتبہ اُس کے پاس گیا۔ لیکن وہ موہن سنگھ کو دیکھ کر اس طرح تڑپی جیسے وہ اُس کا شوہر نہ ہو، کوئی غیر ہو۔

صبح اُٹھتے ہی ویرو بغیر کسی سے بات کئے حسبِ معمول اپنے کام میں لگ گئی۔ اب اُس کے دیوروں کو اور غصہ آیا۔ رام سنگھ نے ویرو کو دیکھ کر جملہ کسا۔ ”آج چال بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔“

شیام بولا۔ ”کیوں نہیں بدلے گی۔ مار تو اچھے اچھوں کو درست کر دیتی ہے۔“

یہ سن کر ویرو کے دل میں نفرت کی آگ اور بھڑک اُٹھی۔ پہلے اُس نے چاہا کہ وہ بڑھ کر اُن کی زبانیں کاٹ لے۔ لیکن پھر ارادہ بدل دیا اور بدلہ یوں لیا کہ گھڑی گھڑی اُن کے سامنے سے گزرتے ہوئے بے پرواہی سے مسکرانے لگی۔ اس مسکراہٹ نے رام اور شیام پر جلتی کا کام کیا۔ لیکن لکھن کو اپنی بھابھی کی یہ ادا بھا گئی۔

چاروں بھائیوں نے کھیت پر جانے سے پہلے زینے کو تالا لگا دیا تاکہ ویرو اُوپر نہ جا سکے۔ ساتھ ہی تمام کھڑکی دروازے بھی مقفل کر دیئے۔ اس طرح ویرو کو قید کر کے وہ سکون سا محسوس کرنے لگے اور کھیت پر چلے گئے۔

ویرو نے جگت کے گھر کی طرف دیکھا۔ چھت خالی تھی۔ البتہ ایک کبوتر اپنی چونچ میں تنکا لئے آشیانہ بنانے میں مصروف تھا۔ ویرو کا جی چاہا کہ کاش میرے بھی پر ہوتے اور میں اس قید سے آزاد ہو کر جگت کے پاس پہنچ جاتی۔ ان تمام پابندیوں اور مار پیٹ کے باوجود بھی وہ جگت کے خیال کو ایک لمحہ بھی اپنے دل سے نہ نکال سکی بلکہ اس وقت تو جگت کی یاد اور بھی شدت اختیار کر گئی تھی۔ ویرو سوچنے لگی دروازے مقفل کرنے سے کیا یہ میرے دل سے جگت کی یاد بھی نکال سکتے ہیں؟ نہیں...... کبھی نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا۔

کل جب جگت اُسے انگوٹھی اور کنگن دینے آیا تو ویرو نے محسوس کیا تھا کہ جگت کی نظریں اُس کے دل کے پار ہوئی جا رہی ہیں۔ اُس نے جگت کی آنکھوں میں محبت کا ایسا سمندر دیکھا تھا کہ اُس کا جی چاہنے لگا تھا کہ وہ اُس میں ڈوب جائے اور ایسی ڈوبے کہ پھر کبھی نہ اُبھرے۔ گزشتہ دن کے واقعہ کو یاد کرتے ہی ویرو چونک اُٹھی۔ کل کی لڑائی نے اُس کے ذہن سے یہ بات بالکل ہی نکال دی تھی کہ جگت آ کر اُسے انگوٹھی اور کنگن دے گیا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی اُس کمرے میں آ گئی جہاں جگت کی نشانی کنگن اور انگوٹھی رکھی ہوئی تھی۔

دوسری طرف جگت نے ہزارہ کو پیش آنے والے تمام واقعات تفصیل سے سنائے مگر احتیاطاً ویرو کا نام گول کر گیا۔ ہزارہ سنگھ جگت سے دو سال بڑا تھا اور عمر کے اس معمولی فرق نے اُن کو دوستی کے رشتے میں باندھ رکھا تھا۔ ماموں بھانجے کی دوستی سارے گاؤں میں مشہور تھی۔ ہزارہ کے رتیا آنے سے جگت کو بہت خوشی ہوئی۔ اُس نے رات ہی کو طے کر لیا تھا کہ اب جلد از جلد ایک دو دشمنوں کو موت کی نیند سلا دینا چاہئے۔ ہزارہ کے آنے سے جگت کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اُسے ہزارہ

کی موجودگی سے خطرہ تھا تو صرف اتنا کہ وہ ویرو سے نہ مل سکے گا۔

وہ دونوں ناشتہ کر رہے تھے کہ ہزارہ نے جگت کی ماں سے کہا۔ ''بہن! باپو نے کہا ہے کہ آپ تم مردوں کی اس لڑائی میں نہ بولنا۔''

باپ کا حکم سن کر جگت کی ماں کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا گئے اور چہرے پر غم کی سیاہی سی چھا گئی۔ اُس نے سوچا۔ ''کیا مردوں کے ساتھ عورتوں کا کوئی ناتہ نہیں؟ بیٹا جب دشمنوں کے نرغے میں ہو تو کیا کوئی ماں آنکھیں بند کئے بیٹھی رہ سکتی ہے؟''

لیکن ہزارہ سنگھ کہے جا رہا تھا۔ ''باپو نے یہ بھی کہلوایا ہے کہ تم اس جھگڑے میں پڑیں تو وہ کبھی تمہارا منہ نہیں دیکھیں گے۔''

جگت کی ماں کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ جگت ناشتہ کر رہا تھا۔ اُس نے جب ماں کی یہ حالت دیکھی تو ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا اور چھت پر چلا گیا۔ اُسے سامنے ہی ویرو کا صحن نظر آ رہا تھا۔ جگت نے دیکھا کہ ویرو اُس کی طرف پشت کئے بیٹھی ہے۔ اُسے خیال آیا شاید ویرو بھی ماں کی طرح آنسو بہا رہی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی جگت نے محسوس کیا کہ وہ شاید اب اپنے فیصلے پر قائم نہ رہ سکے۔

اچانک ویرو نے پلٹ کر چھت کی طرف دیکھا اور جگت کو دیکھ کر اُس کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ اُس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے کہ اچانک نیچے سے ہزارہ نے آواز دی۔ ''جگت! نیچے آ۔ تیرا کوئی دوست ملنے آیا ہے۔''

جگت چونکا۔ اس وقت آنے والا کون ہوگا؟ وہ نیچے آیا تو دیکھا کہ حکم سنگھ کھڑا تھا۔

جگت اُسے دیکھ کر آگے بڑھا اور ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ''آؤ حکم سنگھ...... آؤ! کیسے آئے؟ بیٹھو!'' پھر بہت تکلف سے کہ ہزارہ اور ماں کو شبہ نہ ہو جائے اُس نے ہاتھ پکڑ کر حکم سنگھ کو بٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن حکم سنگھ بولا۔

''جگت! ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لئے ذرا باہر آ۔''

جگت سمجھ گیا اور حکم سنگھ کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی حکم سنگھ نے کہا۔ ''غضب ہو گیا جگت! چودھری کے ہاں چوری کے شبہ میں پولیس نے ہنومان کو گرفتار کر لیا۔''

''کب؟'' جگت نے حیرانی سے پوچھا۔

''آج صبح...... خان پور سے چوری کی تفتیش کے لئے ایک پولیس افسر آیا ہے۔ مشتبہ لوگوں میں ہنومان کا نام بھی ہے۔ کیونکہ ہنومان اُس رات گاؤں میں نہیں تھا۔ اُن کے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔ اب پولیس مار پیٹ کر کے اُس سے سب کچھ اُگلوا لے گی۔ مجھے شک ہے ہنومان کہیں ہم دونوں کا بھی نام نہ لے دے۔'' حکم سنگھ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور وہ خوف سے کپکپا اُٹھا۔

حکم سنگھ کی بات سن کر جگت کو غصہ آ گیا اور بولا۔ ''خبردار حکم سنگھ! ہنومان کے لئے ایسا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ وہ وفادار دوست ہے۔ پولیس اپنے ظلم کے باوجود اُس سے کچھ بھی نہیں اُگلوا سکے گی۔'' پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''یہ بتاؤ! ہنومان کے یہاں سے چوری کا سامان تو برآمد نہیں ہوا؟''

''نہیں...... گھر سے تو کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔'' حکم سنگھ نے جواب دیا۔

''پھر کوئی پرواہ نہیں۔ اب تو جا اور معلوم کر کہ ہنومان پر کیا بیتی؟ شام سے پہلے مجھے آ کر بتانا۔''

حکم سنگھ چلا ہی تھا کہ ہزارہ باہر آ گیا اور جگت سے پوچھا۔ ''کیا کوئی پھڈا ہو گیا ہے؟''

جگت چونکا مگر پھر یہ سوچ کر کہ ماما تو ساتھ دینے کے لئے آیا ہی ہے اب اس سے کیا پردہ، بولا۔ ''ہاں ماما! یہاں آ کر ایک ہاتھ مارا تھا۔ آج میرے ایک ساتھی کو پولیس نے دھر لیا ہے۔ اُسی کی خبر دینے کے لئے یہ آیا تھا۔ مگر مال برآمد نہیں ہوا اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔''

ہزارہ نے جگت کی پیٹھ تھپتھپائی اور بولا۔ ''واہ...... آتے ہی کام دکھایا۔ لیکن تیرے حصے کا مال تو گھر میں نہیں ہے؟ اگر ہے تو اُسے جلد ٹھکانے لگا دے۔ پولیس کی مار سے تو اچھے اچھوں کا پانی اتر جاتا ہے۔''

''نہیں ماما...... میں نے تو اپنے حصے کا مال کل ہی ٹھکانے لگا دیا تھا۔''

جگت نے کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے مگر پھر اُسے خیال آیا کہ کل کے ہنگامے میں اگر کنگن اور انگوٹھی کہیں ویرو کے شوہر یا دیوروں کے ہاتھ آ گئے ہوں گے تو کیا ہوگا؟ صوبیدار سوہن سنگھ کے بیٹے پر چوری کا الزام آ گیا تو خاندان کی عزت مٹی میں مل جائے گی۔

جگت نے سوچا مجھے جلد سے جلد ویرو سے کنگن اور انگوٹھی کے بارے میں معلوم کر لینا چاہئے۔ مگر اس وقت ہزارہ کی موجودگی میں یہ کام مشکل تھا۔ مجبوراً ماما کے ساتھ وہ کھیت پر چلا گیا۔ آس پاس کے کھیتوں میں جا کر ہزارہ سنگھ جگت کے ساتھیوں اور دوستوں سے مل کر یہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں جگت کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ جہاں جہاں بھی گیا سب نے اُسے یقین دلایا اور مدد کا وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم دونوں کوئی بھی قدم اُٹھاؤ، ہم ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہیں۔''

ہزارہ کو یقین ہو گیا کہ جگت کا پلہ بھاری ہے۔

دوسری طرف موہن سنگھ اور اُس کے بھائی بھی اسی فکر میں تھے۔ اُنہوں نے گاؤں کے تین چار غنڈوں کو نوکر رکھ لیا تھا اور اُن کرائے کے غنڈوں کے ذریعے جگت کو ختم کرا دینا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کھیت میں جب ہزارہ اور جگت تنہا ہوں تو اُن پر حملہ کر دیا جائے تاکہ اچانک حملے کی صورت میں وہ بچ کر نہ جا سکیں۔

شام کو حکم سنگھ جگت سے ملنے کھیتوں پر آیا تو جگت نے پوچھا۔ ''کیا ہوا حکم سنگھ؟''

حکم سنگھ نے کہا۔ ''ایک حوالدار کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ پولیس نے ہنومان کو بہت مارا ہے۔ لیکن ہنومان اب تک یہی کہہ رہا ہے کہ چوری والی رات کو میں بابریا گاؤں میں رام لیلا دیکھنے گیا ہوا تھا۔ چوری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تو پھر اب پولیس کیا کہتی ہے؟'' جگت نے پوچھا۔

''پولیس ہنومان سے کہہ رہی ہے کہ اگر تو رام لیلا دیکھنے گیا تھا تو کوئی گواہ پیش کر۔ لیکن ہنومان کا کہنا ہے کہ گواہ کی بجائے تم گاؤں کے کسی بھی آدمی سے پوچھ لو کہ میں اُس رات گاؤں میں تھا یا

نہیں۔"

حکم سنگھ کی بات سن کر جگت سوچنے لگا۔ ہنومان دوستوں سے کیا ہوا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ پو... کی سختیوں سے اُسے بچانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ اُس کے دل میں ہنومان کی وقعت بہت ... گئی تھی۔ آخر حکم سنگھ سے بولا۔ "حکم سنگھ! میں تھانے جا رہا ہوں۔"

"کیوں؟" حکم سنگھ نے پوچھا۔ "تو وہاں جا کر کیا کرے گا؟"

"گواہی دُوں گا کہ میں نے ہنومان کو رام لیلا میں دیکھا تھا۔ ہنومان پر پولیس ظلم ڈھائے ہم چپ بیٹھے رہیں یہ کیسی دوستی ہے؟" جگت سنگھ کھڑا ہو گیا۔

ہزارہ نے آ کر جگت سنگھ کے باپ کو بتایا کہ جگت ہنومان کو چھڑانے کے لئے تھانے گیا ہے۔ ہزارہ سنگھ کی بات سن کر وہ چونک گئے۔ گزشتہ روز جب موہن سنگھ اور اُس کے بھائیوں کے سا... جھگڑا ہوا تھا تو جگت کے باپ نے اپنی کوشش سے پولیس میں اس کیس کو درج ہونے سے رُکوا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جگت کسی طرح پولیس کی نظروں میں نہ آئے۔ بڑا بیٹا شیو سنگھ پولیس سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ اس خیال سے وہ اور پریشان تھے۔ جب تک جگت نانا کے پاس رہا وہ بے... رہے لیکن اُس کے گھر آتے ہی اُن کے دل میں طرح طرح کے وسوسوں نے جگہ بنالی تھی۔ گاؤں... تھانیدار اُن کا دوست تھا۔ وہ خود ایک زمانے میں صوبیدار رہ چکے تھے۔ اس لئے پولیس میں اُن... عزت اور بھی کی جاتی تھی۔ جگت کے تحفظ کی خاطر وہ آج کل اِن لوگوں میں پھر زیادہ اُٹھنے بیٹھ... لگے تھے تاکہ جگت تھانے پولیس سے دُور رہے۔ لیکن جب ہزارہ سنگھ کی زبانی اُنہیں معلوم ہوا... جگت اپنے دوست کو بچانے کے لئے تھانے گیا ہے تو بہت غصہ آیا۔ اُنہوں نے ہزارہ سے کہا۔ "... کے دوست کے لئے جگت کو خود پولیس کی نگاہوں میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟" ہزارہ چپ ہو گیا۔

اُدھر جگت نے جب تھانے میں قدم رکھا تو شیخوپورہ سے آنے والا پولیس کا بڑا افسر سنہا تھانیدا... سے خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ پولیس ہنومان کو مار مار کر تھک چکی تھی مگر اُس نے نہ اقرار جرم ک... نہ مال برآمد ہوا۔ تو صرف شبہ کی بنا پر سنہا جیسا افسر اُسے مجرم قرار دینے پر تیار نہیں تھا۔ وہ سوچ ر... تھا کہ آخر اس کیس میں ہنومان کا کیا، کیا جائے؟ یہ فیصلہ کرتے ہی اُسے شیخوپورہ واپس ہونا تھا کہ اتنے میں ایک سپاہی نے آ کر سلوٹ کیا اور اطلاع دی۔

"سر! سردار سوہن سنگھ کا بیٹا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

سنہا نے تھانیدار کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو تھانیدار نے کہا۔ "ریٹائرڈ صوبیدار کا لڑ... ہے۔ مگر اس وقت اُسے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ سر آپ اجازت دیں تو بلوا لوں؟"

سنہا نے مڑ کر سپاہی کو دیکھا اور کہا۔ "بلاؤ!"

جگت نے اندر آتے ہی دونوں کو سلام کیا اور بڑی معصومیت سے بولا۔ "صاحب! ہنومان اُس... وقت واقعی رام لیلا دیکھنے بابریا گاؤں گیا تھا۔ میں نے خود اُسے وہاں دیکھا تھا۔ یہی کہنے کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔"

جگت سے یہ بات سن کر دونوں افسر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ہنومان کی بے...

گناہی کی گواہی دینے کے لئے یہ لڑکا کیوں آیا ہے؟ تھانیدار نے سنہا کو خاموش دیکھا تو فوراً انگریزی میں اُس سے کہا۔ "یہ صوبیدار سوہن سنگھ کا بیٹا ہے۔ ابھی ابھی گاؤں میں آیا ہے۔ اس سے پہلے اپنے نانا کے پاس دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ سوہن سنگھ کو میں جانتا ہوں۔ اچھے آدمی ہیں۔ اور لڑکا اچھے خاندان کا ہے۔"

سنہا بے انتہا سخت اور قانون پسند افسر تھا۔ گنہگار سے جرم قبول کروانے کے لئے جتنا بھی سخت کوئی ہو سکتا ہے سنہا اُس سے کچھ زیادہ تھا مگر کسی کو غلط ثبوت مہیا کر کے مجرم ثابت کرنے سے ہمیشہ پرہیز کرتا۔ اُس نے جگت کے چہرے کو غور سے دیکھا جیسے وہ چہرہ نہ ہو کوئی کتاب ہو جو لکھا ہو گا وہی پڑھائی میں آئے گا۔ اور فوراً ہی جگت سے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"تو ہنومان کو کب سے جانتا ہے؟"

"ہم تو بچپن سے ساتھ کھیلتے آئے ہیں صاحب! ایک دفعہ اُسے پاگل کتے نے کاٹ لیا تھا پھر بھی اُسے کچھ نہیں ہوا۔ بس تب سے میری اُس سے پکی دوستی ہو گئی۔"

جگت کی بات سن کر سنہا ہنس پڑا۔ "تیری عمر کیا ہے؟"

"میرے باپو کہتے ہیں کہ میں سترہ سال کا ہوں۔ ویسے دیکھنے والوں کو اپنی عمر سے زیادہ بڑا لگتا ہوں، ہے نا صاحب؟"

پولیس افسر سنہا اور تھانیدار دونوں جگت کے اس جواب سے ہنس پڑے۔ پھر سنہا نے کہا۔

"تو جانتا ہے کہ بغیر بلائے اگر کوئی ملزم کی خود آ کر گواہی دے تو پولیس گواہی دینے والے پر بھی شبہ کر سکتی ہے۔"

جگت، سنہا کی بات سن کر دل ہی دل میں ہنسا پھر بڑی معصومیت سے بولا۔ "مجھ پر شبہ کیوں ہو گا صاحب! ہم جاٹ لوگ چوری تو کبھی کرتے ہی نہیں۔ آپ تو خود اچھی طرح جانتے ہیں۔"

سنہا نے جواب سنا تو چپ ہو گیا۔ ویسے بھی وہ ہنومان پر جو سختیاں کر چکا تھا اس کے بعد اُسے چھوڑ دینے ہی کا فیصلہ کرنے والا تھا کیونکہ اب تک کوئی ثبوت نہیں مل پایا تھا۔ جگت کے آ جانے سے اور چشم دید گواہ مل جانے کے بعد سنہا کو فیصلہ جلد سنانے کی راہ مل گئی۔ وہ خود بھی اب زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے رات سے پہلے پہلے واپس جانے کی جلدی تھی۔ تھانیدار سے انگریزی میں بولا۔

"میرے خیال میں یہ لڑکا ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ اُسے چھوڑ دینا اور تنبیہ کر دینا کہ یہاں کی مار پیٹ کا کوئی ذکر باہر نہ کرے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" پھر مڑ کر جگت سے بولا۔ "دیکھ! اس وقت تو تیری گواہی پر اُسے چھوڑے دے رہا ہوں۔ لیکن اگر چور ہاتھ نہیں آئے تو اُسے اور تجھے دونوں کو بند کر دُوں گا۔" جگت نے سنہا کی بات سن کر خوش ہوتے ہوئے جھک کر سلام کیا۔ سنہا جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔ جاتے جاتے جگت سے پوچھا۔ "کیا کرتا ہے تو؟"

"باپو کے ساتھ کھیتوں پر جاتا ہوں۔" جگت نے فوراً جواب دیا۔

"تمہارے باپو سرکاری ملازمت کر چکے ہیں۔ تو بھی پولیس میں بھرتی ہو جا! مگر ابھی تیری عمر بہت کم ہے۔" سنہا نے لہجے میں بے تکلفی پیدا کی۔

جگت نے کہا۔ ”جی ہاں صاحب! میرے باپو بھی یہی کہتے ہیں۔“

جگت اور سنہا باتیں کر رہے تھے اور تھانیدار حیران تھا کہ سنہا جیسا سخت افسر اس لڑکے سے ا[س] قدر بے تکلف کیسے ہو گیا؟ سنہا چلا گیا اور اُس کے جانے کے بعد تھانیدار نے ہنومان کو باہر نکا[لا]۔ جگت نے ہنومان کو لہولہان دیکھا تو اُس کا خون کھولنے لگا۔ مگر پھر بھی اس وقت خاموش رہنے میں بہتری تھی۔ ایک ہی دن میں ہنومان ایسا ہو گیا تھا جیسے برسوں جیل کاٹ کر آیا ہے۔ ہنوما[ن] تھانیدار کے پاس پہنچا تو اُس نے سامنے جگت کو دیکھا۔ اُسے خیال ہوا کہ شاید جگت نے کھیل بگ[اڑ] دیا۔ ہنومان کی آنکھیں غصے سے اور سرخ ہو گئیں۔ وہ جگت کو گھورنے لگا مگر جگت نے اپنی نظر[یں] جھکا لیں اور اُسی وقت تھانیدار بولا۔

”جگت نے تیری بے گناہی کی گواہی دی اور سنہا صاحب مان گئے، اس لئے بچ گیا ورنہ میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اب جا اور رات کو اِدھر اُدھر آوارہ مت گھوما کر۔ ورنہ مارا جائے گا کسی د[ن] بے موت۔“

ہنومان نے تھانیدار کے منہ سے جو الفاظ سنے تھے اُسے اُن پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جگت اُسے چھڑانے کے لئے آئے گا۔ اُس نے تھانیدار کو سلام کیا اور پھر دونوں باہ[ر] آ گئے۔ باہر نکلتے ہی جگت کی نظر سب سے پہلے اپنے باپ پر پڑی جو غصے بھری نظروں سے جگت ک[و] گھور رہے تھے۔

ہوا یوں تھا کہ ہزارہ نے جب بہنوئی کو بتایا کہ جگت تھانے گیا ہے تو اُنہیں غصہ آ گیا تھا۔ مگر جب بہت دیر ہو گئی اور جگت گھر نہیں پہنچا تو وہ گھبرا کر تھانے کی طرف آئے۔ یہاں سنہا صاحب کی جیپ باہر کھڑی دیکھی تو خون خشک ہو گیا۔ وہ جانتے تھے کہ سنہا کتنا سخت آدمی ہے۔ اور جب جیپ چلی گئی تو فوراً ہی جگت اور ہنومان کو ساتھ ساتھ باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ پیچھے پیچھے تھانیدار بھی نظر آیا۔ اور اس سے پیشتر کہ باپ بیٹے سے کوئی سوال کرے دروازے پر کھڑے تھانیدار نے سوہن سنگھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سوہن سنگھ جی! ذرا اِدھر تو آیئے۔“

سوہن سنگھ سمجھے کہ بیٹے کی شکایت کرنے کے لئے تھانیدار نے آواز دی ہے۔ لیکن جب قریب گئے تو تھانیدار سے کچھ اور ہی بات سنی۔ وہ بولا۔ ”سوہن سنگھ جی! تمہارے جگت نے تو کمال کر دیا۔ وہ جب تھانے آیا تھا اُس وقت تو مجھے اس کی بیوقوفی پر خود بھی بڑا غصہ آیا تھا۔ مگر اس نے تو سنہا صاحب جیسے افسر پر دیکھتے ہی دیکھتے جادو سا کر دیا۔ بڑی دیر جگت سے باتیں کرتے رہے۔ پھر خود ہی ہنومان کو رہا بھی کر گئے اور تمہارے بیٹے کو پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ بھی دے گئے۔ یار تمہارا بیٹا تو بڑا بہادر ہے۔ سنہا صاحب سے ذرا بھی نہیں ڈرا۔“

تھانیدار سے بیٹے کی تعریف سن کر سوہن سنگھ کا غصہ کافور ہو گیا۔ وہ جگت اور ہنومان کو بھول کر تھانیدار کے ساتھ اندر چلے گئے اور تھانیدار سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔

ہنومان زخمی تھا۔ اتنا زخمی کہ اُسے جگت کا سہارا لے کر چلنا پڑ رہا تھا۔ یہ منظر پورے گاؤں نے دیکھا۔ گاؤں والے یہ تو جانتے تھے کہ جگت ہنومان کے لئے تھانے گیا ہے مگر وہ چھڑا لائے گا اس کا کسی کو یقین نہیں تھا۔ اب جگت اور ہنومان کو ساتھ ساتھ دیکھ کر یہ بات ذرا سی دیر میں سارے

گاؤں میں پھیل گئی کہ جگت نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔

ہنومان جب گھر پہنچا تو جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور جگت سے لپٹ کر زار زار رونے لگا۔ وہ بولا۔ ”جگت! یار ہو تو تجھ جیسا...... تو یقین کر میں مر جاتا پھر بھی کسی کا نام میری زبان پر نہ آتا۔ مگر تو نے تھانے میں آنے کی ہمت کی اس کے لئے میں......“ اس کے آگے آنسوؤں نے اُسے بولنے نہیں دیا۔

جگت نے ہنومان کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتا ہوں...... مجھے یقین تھا کہ تو نام نہیں لے گا۔ مگر تجھ پر جو ظلم تھانے میں ہو رہے تھے وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکے۔“

ہنومان ہنس پڑا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہنسی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ بولا۔ ”ہاں یار! میرے بیٹوں نے دن میں تارے دکھا دیئے۔“ پھر آنسو پونچھ کر بولا۔ ”جگت! میں تیرا احسان مانوں تو بھی کیا ہے۔ مگر قسم کھاتا ہوں کہ تو اگر کبھی مصیبت میں ہو گا تو ہنومان بھی اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر تیرے ساتھ ہی کھڑا ہو گا۔ اگر کہے تو آج رات ہی تیرے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دوں؟“

جگت نے اُسے سمجھایا اور وہ باتیں بتانے لگا جو پولیس افسر سنہا سے تھانے میں ہوئی تھیں تاکہ ہنومان کا دھیان بٹ جائے۔ پھر جاتے جاتے بولا۔ ”ہنومان! چوری کا شبہ ابھی تک ہم سے دور نہیں ہوا ہے اس لئے ہوشیار رہنا! کوئی غلطی نہ ہو۔“

گھر آ کر جگت نے دیکھا کہ اُس کا باپ واپس آ چکا ہے اور اُس کی ماں اور ہزارہ سنگھ سے جگت کی ہی باتیں کر رہا تھا۔ جگت کی ہمت پر سب خوش تھے۔ ویرو کو جب پتہ چلا تو وہ بھی خوش ہوئی مگر اُس کے گھر کے باقی دوسرے چار مرد جگت کی اس بہادری کو بھی نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ رات کا کھانا کھاتے ہوئے شیام سنگھ کی باتیں ویرو نے سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”مجھے تو لگتا ہے کہ زیور کی چوری میں جگت کا بھی ہاتھ ہے۔“

یہ بات ویرو کو بہت ناگوار گزری۔ مگر پھر اُسے وہ کنگن اور انگوٹھی یاد آ گئی۔ اُس نے سوچا کیا یہ بھی چوری کا مال ہو گا؟ جگت دو دن میں ایسا زیور کہاں سے لے آیا؟ مگر اس خیال کے بعد بھی اُس کے دل میں جگت کے خلاف نفرت کی جگہ بھی محبت ہی نے سر اُٹھایا۔ ساتھ ہی اُسے احساس ہوا کہ ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ یہ چیزیں اب زیادہ احتیاط سے رکھنی چاہئیں۔ اگر گھر کے کسی آدمی کے ہاتھ پڑ گئیں تو دونوں بدنام ہو جائیں گے۔“

دوسرے دن جب سورج ڈھل رہا تھا اُس وقت کھیت میں بیٹھے ہوئے جگت اور ہزارہ پر اچانک پانچ آدمی ٹوٹ پڑے...... اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوں دونوں پر ایک ایک وار ہو چکا تھا۔ چار نوکروں کے ساتھ شیام سنگھ نے حملہ کیا تھا۔ اُن میں سے کسی کے ہاتھ میں بھالا تھا، کسی کے ہاتھ میں برچھی۔ جگت کے پاس وہی ڈانگ پڑی ہوئی تھی۔ وہ اُسے اُٹھا کر مقابلہ کرنے لگا۔ مگر ہزارہ کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ جگت دشمنوں کو جواب دینے کے لئے جے گرو نانک کہہ کر ٹوٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے دو آدمی نیچے گر گئے۔ اُس کی ڈانگ میں لگی ہوئی برچھی سے ایک زیادہ زخمی ہوا۔ اُسی وقت جگت کے پیر میں بھی بھالا لگا۔ اُس نے فوراً مڑ کر بھالے والے کو برچھی ماری اور نیچے گرا دیا۔ ہزارہ بانس گھما رہا تھا۔ اس وقت دور کھڑا شیام سنگھ ہزارہ پر حملہ کرنے کے لئے آگے

بڑھا۔ جگت نے شیام کو آگے آتے دیکھا تو اُس نے وہیں سے للکارا۔

"مرد ہے تو میرے سامنے آ...... ہتھیار لے کر نہتے کی طرف کہاں بڑھ رہا ہے؟"

للکار سن کر شیام سنگھ دو قدم ہٹ گیا۔ جگت کا جنون دیکھ کر وہ کانپ اُٹھا۔ مگر دونوں کے بیچ ابھی ایک ایک آدمی تھا۔ جگت اُسے ہٹا کر شیام سنگھ تک جلد سے جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ اتنے میں شور و غل سن کر کھیتوں میں جگت کے رشتے دار دوڑتے ہوئے اس طرف آتے نظر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ شیام سنگھ مجمع دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اب زندہ واپس جانا ناممکن ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اُس نے اپنے آدمیوں کو پکارا۔ "بھاگو بھاگو......" تینوں تیزی سے بھاگے۔

جگت کے رشتے داروں نے دیکھا کہ دشمنوں کے دو آدمی زخمی پڑے تھے۔ ہزارہ کے بھی پیٹ اور کمر میں زخم آئے تھے۔ مدد کے لئے آنے والوں کو افسوس تھا کہ وہ جلدی نہ پہنچ سکے ورنہ ایک بھی بچ کر نہ نکلتا۔ مگر اب جگت کو ہزارہ کی فکر تھی...... اُس نے دو آدمیوں کو بھیج کر دوا کا بندوبست کیا۔ خود جگت کا پاؤں بھی زخمی تھا۔ دونوں کے زخموں پر پٹی باندھ دی گئی اور دشمن کے زخمی آدمیوں کو کیا سزا دی جائے یہ سوچنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "دونوں کو رسّی سے باندھ کر کنوئیں میں اُلٹا لٹکا دو۔"

دوسرے نے کہا۔ "بالکل ٹھیک۔ میرا کتا رات بھر دونوں پر پہرہ دے گا۔ سزا طے ہوئی تو چار آدمی گھسیٹ کر اُن دونوں کو کنوئیں کے پاس لے گئے۔ اُن کے زخموں پر خون جم چکا تھا اور وہ بے ہوشی میں بھی کراہ رہے تھے۔ ابھی لوگ اُنہیں رسّی سے باندھ ہی رہے تھے کہ دونوں میں سے ایک آدمی ہوش میں آ گیا اور خود کو اتنے آدمیوں میں گھرا دیکھ کر کانپنے لگا۔ پھر روتے ہوئے بولا۔

"مجھے چھوڑ دو...... پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا۔" اُس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "میرے بیوی بچے پریشان ہو جائیں گے۔ پیٹ کی خاطر ہم پھنس گئے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ نامرد ہمیں آگے کر کے خود بھاگ جائے گا۔ گرو گرنتھ صاحب کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس مرتبہ جانے دو پھر کبھی منہ نہیں دکھاؤں گا۔ اُسے روتے دیکھ کر جگت کو رحم آ گیا۔ بولا۔

"اسے اس وقت جانے دو۔ کرائے کے آدمی کو مارنے سے کیا فائدہ؟" پھر جگت نے اُس سے پوچھا۔ "یہ تیرا ساتھی بھی کیا تیری ہی طرح ہے؟"

"ہاں...... دو من گیہوں کے لالچ میں موہن سنگھ کی باتوں میں آ گئے تھے۔" جگت مسکرایا اور آخر اُن دونوں کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ دونوں موہن سنگھ اور اُس کے بھائیوں کو گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ جگت، ہزارہ اور اُن کے آٹھ دس رشتہ دار بیٹھ کر سوچنے لگے کہ آج کے اس حملے کا انتقام کس طرح لیا جائے؟ جگت نے کہا۔

"ہمیں اُن کے کھیت میں نہ جانا پڑے بلکہ وہ خود یہاں آ کر لڑیں ایسی ترکیب سوچی ہے۔ تاکہ ہم سب مل کر اُن پر حملہ کر سکیں۔"

"مگر یہ کس طرح ہوگا؟" ہزارہ نے سوال کیا۔

سب سوچنے لگے۔ جگت کا ایک رشتہ دار بولا۔ "یہ بات تو بہت آسان ہے۔ تم اُن کا پانی بند کر دو تو وہ خود ہی یہاں لڑنے آ جائیں گے۔"

یہ بات سب کو پسند آ گئی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ کھیتوں پر پانی پہنچانے کے لئے ایک ہی نالی

بنی ہوئی تھی اور ہر کھیت کے لئے وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ جگت سنگھ کے کھیتوں کو پانی مل جانے کے بعد موہن سنگھ کے کھیتوں کا نمبر آتا تھا اس لئے طے یہ پایا کہ جگت اور ہزارہ پانی کو روک کے بیٹھے رہیں اور باقی سب ہتھیار لے کر پاس ہی چھپ جائیں۔ جب وہ فریاد کرتے یہاں آئیں تو ایک ساتھ حملہ کر دیا جائے۔

تجویز سب کو پسند آ گئی اور بات طے ہوتے ہی سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ ہزارہ اور جگت بھی گھر آئے لیکن اس طرح کہ جگت کے باپ اور ماں کو پتہ نہ چلے کہ کوئی بات ہوگئی ہے۔ وہ جلدی جلدی کھانا کھا کر اُوپر چلے گئے تاکہ کل کے معرکے کے لئے صبح تازہ دم اُٹھیں۔

رات دوسرے دن کے انتظار میں گزری۔ گرمیوں کا سورج اپنے دامن میں سرخ سرخ انگارے لئے صبح کا پیغام لے کر آیا اور دوپہر تک چلچلاتی دھوپ اور لو کے جھکڑ نے لوگوں کے اوسان خطا کر دیئے۔ جگت اور ہزارہ سنگھ کھانا کھانے کے بعد ہی سے کھیت میں پانی کی نالی کے پاس پانی روکے بیٹھے تھے۔ موہن سنگھ کے کھیت میں پانی پہنچنے کا وقت گزر چکا تھا مگر اب تک اُدھر خاموشی تھی۔ جگت آج اپنے ساتھ نانا جی کی دی ہوئی تلوار بھی لایا تھا۔ قریب پڑے اناج کے ڈھیر کے پیچھے اُس کے اور کئی ساتھی بھی ہتھیاروں سے لیس چھپے بیٹھے تھے کہ دشمن کے کھیتوں میں ذرا بھی زندگی نظر آئے تو حملہ کر دیں۔ مگر اب تک اُدھر وہی سناٹا تھا۔ جگت نے دونوں ہاتھوں میں پانی بھر کے منہ پر چھینٹے مارے اور پھر موہن سنگھ کے کھیتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"جگت!" ہزارہ سنگھ موہن کے کھیتوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "وہاں تو ابھی تک خاموشی ہے۔"

جگت نے ہزارہ کی بات سن کر کہا۔ "جلدی کیا ہے ماما! ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے۔" اور پھر اُنہوں نے دیکھا کہ موہن سنگھ کے دو بھائی چھپر سے نکل کر کھیت میں دوسری طرف جا رہے ہیں۔ جگت، ہزارہ سے بولا۔ "اثر ہو رہا ہے۔ مگر یہ اُس طرف کیوں گئے، اِدھر کیوں نہیں آئے؟"

ہزارہ نے جواب دیا۔ "اکیلے آنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ کرائے کے آدمیوں کا انتظار ہوگا۔ تو دیکھتا نہیں گھبرائے ہوئے ہیں۔"

ہزارہ کی یہ بات صحیح نکلی۔ تھوڑی ہی دیر میں دشمن کے دونوں بھائی اُنہیں واپس آتے نظر آئے۔ اب اُن کے ساتھ تین اور آدمی بھی تھے۔ جگت کے ساتھیوں میں سے ایک اُنہیں دیکھ کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے آج ہنگامہ زوردار ہوگا۔"

"آنے دے ہم بھی تیار ہیں۔" جگت نے جواب دیتے ہوئے ڈانگ میں لگی ہوئی برچھی نکال لی اور دل ہی دل میں بولا۔ "چار بھائیوں میں سے آج دو کا تو قصہ ضرور ہی پاک کر دوں گا۔"

آدھا گھنٹہ اور گزر گیا۔ موہن سنگھ کے کھیتوں کا پانی بند کر کے جگت نے اُنہیں مشتعل کر دیا تھا لیکن پھر بھی حالات کی نزاکت کا اندازہ کر کے وہ اس وقت کوئی جھگڑا کھڑا کرنا نہیں چاہتے تھے۔

جاٹ قبیلے میں دو پارٹیاں تھیں۔ جگت کے باپ سوہن سنگھ کے مخالفوں کے پاس جا کر موہن سنگھ اور اُس کے بھائیوں نے کہا۔ "حد ہو گئی جتو! یہ ہمارے کھیتوں کا پانی روکیں اور پھر بھی ہم خاموش بیٹھے رہیں؟ اگر اُنہیں ابھی نہ روکا تو آج ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے کل تم لوگ بھی اس سے نہیں بچ سکو گے۔ یہ لڑکے پورے گاؤں کو اپنے سے زیادہ کمزور سمجھتے ہیں۔ اُنہیں بتا دو کہ یہ ان

کی نادانی ہے۔ سوال اس وقت ہماری ذاتی دشمنی کا نہیں، سوال ظلم اور ناانصافی کا ہے۔"

شیام سنگھ کی چال کامیاب رہی۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح اُس کے بھائی موہن سنگھ باتیں سن کر لوگوں کے جذبات جگت اور اُس کے ساتھیوں کے خلاف بھڑک اُٹھیں۔ اور ہوا بھی۔ آٹھ دس آدمی اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے اُن کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ شیا سنگھ نے اُن کو خالی ہاتھ دیکھا تو بولا۔ "خالی ہاتھ جانے میں وہاں خطرہ ہے۔ جگت اور ہزارہ بات بات پر ہتھیار اُٹھا لیتے ہیں۔ پرسوں ہی ہمارے ملازموں کو بلا کسی وجہ کے ان لوگوں نے اتنا مارا ک اُن میں سے کوئی ہمارے کھیتوں پر کام کرنے نہیں آ سکا۔ آخر اس گاؤں میں یہ بدمعاشیاں کب تک چلیں گی؟ کیا پانی جگت کے باپ کی ملکیت ہے؟" لوگوں نے یہ بات سنی تو اپنے ہتھیار اُٹھائے او موہن سنگھ کے ساتھ کھیتوں کی طرف چل پڑے۔

جگت کے ساتھیوں میں سے چھ آ چکے تھے مگر چار ساتھی پولیس کے ڈر سے گول ہو گئے تھے۔ جگت نے اس ٹولی کو دُور سے آتے دیکھا تو ہزارہ سے بولا۔ "ماما! آج تو یہ بہت سے حامیوں لے کر آ رہا ہے۔"

ہزارہ نے جواب دیا۔ "ہمارا نشانہ صرف موہن سنگھ اور اُس کے بھائی ہیں جگت!"

جگت نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔" اتنی دیر میں وہ لوگ قریب آ گئے۔ شیام سنگھ سب سے آگے تھا۔ آتے ہی اُس نے جگت سے کہا۔ "جگت! تو نے ہمارے کھیتوں کا پانی کیوں بند کیا ہے؟" جواب میں ہزارہ نے چلو میں پانی بھرا اور سامنے والوں پر اُچھال دیا۔ شیام سنگھ نے جھنجھلا کر اپنے حامیوں کی طرف دیکھا اور جذبات کو بھڑکانے کے لئے غصے سے بولا۔

"دیکھا آپ لوگوں نے ان حرام زادوں کو؟" شیام سنگھ کا جملہ سن کر ٹولی میں سے ایک آدمی جگت کے قریب آ کر بولا۔

"دیکھ لڑکے! اس پانی پر ہم سب کا حق ہے۔ یہ شرارت تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔" بات سنتے ہی ہزارہ نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور بولا۔

"مہنگی سستی بعد میں کرنا چاچا! جن کی حمایت کرنے آئے ہو پہلے ان سے پوچھو کہ کل یہ ہمارے کھیتوں میں کس سے لڑنے آئے تھے؟"

موہن سنگھ کے سب سے چھوٹے بھائی لکھن نے جگت اور ہزارہ کو اکیلا سمجھ کر کہا۔ "تو ہی پوچھ جگت سے کہ وہ ہمارے گھر میں کس لئے گھسا تھا اور پھر ہماری بھابھی... ہماری بھابھی... بھا..."

جگت نے درمیان ہی میں لکھن کا فقرہ کاٹ دیا اور کڑک کر بولا۔ "خبردار جو تو نے اپنی بھابھی کا نام لیا۔ دو ٹکڑے کر ڈالوں گا۔"

"مار ڈالو ان حرامی پلوں کو۔" موہن سنگھ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سنتے ہی دو تین آدمی آگے بڑھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے جگت کے تمام ساتھی اناج کی ڈھیریوں سے باہر نکل آئے۔ موہن سنگھ کے آدمیوں کے بڑھتے ہوئے قدم جگت کے ساتھیوں کو دیکھ کر رُک گئے۔ ہزارہ نے جگت سے کہا۔

"یہی وقت ہے جگت! ابھی غافل ہیں۔ پہل تم کرو!" جگت نے ہزارہ کی بات سنی اور ڈانگ

اُٹھا کر سامنے والے شخص کے سر پر گھما دی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا...... ایک کا گرنا تھا کہ شور مچاتے ہوئے لوگ دیوانہ وار اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ہزارہ کی نگاہیں ان چاروں بھائیوں پر لگی تھیں۔ وہ بھی بھاگ رہے تھے۔ موہن سنگھ اور لکھن دائیں طرف، شیام اور رام سنگھ بائیں طرف بھاگے جا رہے تھے۔ اُن کا پہلے سے پروگرام ہی یہ تھا کہ جگت اور ہزارہ کو دوسروں سے لڑوا دیا جائے اور یہ چاروں خود فرار ہو جائیں۔ اتنے میں جگت کی آواز گونجی۔

"دیکھنا ماما! بھاگنے نہ پائیں۔ تم اُن دونوں کو سنبھالو...... میں اِدھر جاتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے جگت، موہن سنگھ اور لکھن کے پیچھے دوڑا۔ موہن سنگھ نے بھاگتے بھاگتے مُڑ کر دیکھا کہ جگت پیچھا کر رہا ہے تو لکھن سے چیخ کر بولا۔ "حرامزادے! جلدی بھاگ۔ وہ تیرا باپ پیچھے آ رہا ہے۔"

جگت اُن دونوں پر نگاہیں جمائے برابر پیچھا کر رہا تھا۔ راستے میں اُس کا پاؤں ایک گڑھے میں آ گیا۔ وہ گر پڑا۔ پاؤں میں موچ آ گئی لیکن دوسرے ہی لمحے تیزی سے اُٹھ کر اُن کو پکڑنے دوڑا۔ اُس وقت تک وہ دونوں کافی دُور نکل چکے تھے۔

دوسری طرف ایک دوسرے کے حامی آپس میں گتھم گتھا تھے۔ ہزارہ، شیام سنگھ اور رام سنگھ کا پیچھا کر رہا تھا۔ اتنے میں سے قریب سے ہزارہ نے کسی کو پکارتے ہوئے سنا۔ "ہزارہ! بچا....!" ہزارہ نے پلٹ کر دیکھا، جگت کے ایک ساتھی کے سینے پر دشمن کا ایک آدمی سوار تھا۔ ہزارہ، شیام سنگھ اور رام سنگھ کا پیچھا چھوڑ کر اُدھر لپکا۔ لیکن وہاں پہنچنے تک دشمن، جگت کے ساتھی کے سینے میں اپنا خنجر اُتار چکا تھا...... ہزارہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس سے پہلے کہ دشمن لاش کے سینے سے اُٹھے ہزارہ نے تلوار کا بھرپور وار کر کے اُسے بھی ختم کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں دونوں ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ ہزارہ پلٹ کے رام اور شیام کی تلاش میں نکلا مگر چاروں بھائیوں کی تقدیر اچھی تھی۔ چاروں بچ کر نکل چکے تھے۔

موہن سنگھ اور لکھن جگت سے اپنی جان بچا کر سیدھے تھانے پہنچے۔ جگت جب واپس کھیتوں کی طرف آیا تو اُس نے دیکھا کہ آدھ گھنٹے کی اس لڑائی میں پانچ جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ وہ ابھی خاموش کھڑا تھا کہ پولیس کی جیپ کی آواز سنائی دی۔ جگت نے فوراً ہی برچھی کو ڈانگ میں چھپا لیا اور ذرا دُور ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس نے سوچا...... ماما نے اب تک رام اور شیام کو تو ٹھکانے لگا ہی دیا ہو گا۔ مگر ماما خود کہاں چلا گیا؟

ہزارہ نے جگت سے پہلے ہی پولیس کی جیپ کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اُس نے جلدی سے اپنے ہاتھ خود زخمی کئے اور بے ہوش بن کر زمین پر گر گیا۔ پولیس نے کھیتوں سے پانچ لاشیں اکٹھی کیں۔ سات زخمیوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ رام، شیام، ہزارہ اور جگت کو گرفتار کر کے تھانے لے آئے۔ موہن سنگھ اور لکھن تھانے میں پہلے سے موجود تھے۔

گاؤں بھر میں کہرام مچ گیا۔ ہر مرنے والے کے گھر سے آہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔

تھانے میں موہن سنگھ اور لکھن نے بیان دیا کہ جگت نے اُن کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ وہ ہر وقت انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ تھانیدار نے اُن دونوں کے بیان سے یہ مطلب نکالا کہ اس جھگڑے کے وقت جگت موقع واردات پر نہیں تھا۔ اُس نے جگت کو تو چھوڑ دیا مگر ہزارہ،

رام شیام اور دوسرے دو آدمیوں کو لاک اپ میں بند کر دیا۔ جگت نے جاتے ہوئے ہزارہ کے کان میں کچھ کہا اور باہر نکل گیا۔ تھانیدار نے جگت کے جانے کے بعد موہن سنگھ اور لکھن کو بھی جانے اجازت دے دی۔ مگر موہن سنگھ نے گڑگڑا کر تھانیدار کے پاؤں پکڑ لئے۔ ''صاحب! ہمیں جان خطرہ ہے۔ ہماری حفاظت کے لئے پولیس ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ جانتے ہیں جگت ابھی ابھی یہاں سے گیا ہے۔ کیا پتہ راستے میں کھڑا ہو۔''

تھانیدار نے موہن سنگھ کی حالت دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''تم دو آدمی ہو کر اس ایک چھوکرے سے ڈرتے ہو۔''

موہن سنگھ کی حالت اب بھی غیر تھی۔ وہ پھر گڑگڑایا۔ ''آپ جانتے ہیں صاحب! چھوکرا بہت خطرناک ہے، آپ نے دیکھا نہیں تھانے سے جاتے جاتے بھی اپنے ماما کے کان میں کچھ کہہ گیا ہے۔'' آخر تھانیدار نے دونوں بھائیوں کو پولیس کی حفاظت میں گھر بھیج دیا۔

جگت تھانے سے نکل کر بجائے گھر جانے کے سیدھا ہنومان کے یہاں پہنچا۔ جگت کو دیکھتے ہی ہنومان بولا۔ ''تیرے گھر سے آ رہا ہوں...... وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے بڑی فکر تھی۔ پولیس نے تجھے کیسے چھوڑ دیا؟''

''وہ سمجھے کہ میں اس لڑائی میں شامل نہیں تھا۔ مگر انہوں نے ماما کو پکڑ لیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے جھگڑے نے دوسرے پانچ آدمیوں کی جان لے لی۔'' جگت بولا۔ ''ہنومان! اگر کیس کو ختم ہونے دے، پھر دیکھنا میں ان چاروں کا کیسے صفایا کرتا ہوں۔''

''لیکن یار! تو نے اس لڑائی میں مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھا؟ مجھے اس کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔ آئندہ کبھی بھی ایسے موقعوں پر مجھے مت بھولنا۔'' ہنومان بولا۔

''وقت آنے دے، دیکھ لیں گے۔'' جگت بولا۔ ''ہنومان! کہیں سے کچھ رقم کا بندوبست ہو سکتا ہو تو بتا! میرا مطلب ہے کہیں ہاتھ صاف کر لیتے ہیں۔ تجھے تو معلوم ہے پولیس اور عدالت کے چکر میں اب رقم کی ضرورت پڑے گی۔''

لیکن ہنومان بولا۔ ''ابھی کچھ دن پہلے ہم نے جو چوری کی تھی جگت! اس سلسلے میں ابھی تک میں پولیس کی نظر میں ہوں اس لئے رقم کا کوئی اور طریقہ سوچتا ہوں۔ تو گھر جا! میں کل صبح تیرے گھر آؤں گا۔''

جگت ہنومان سے مل کر گھر پہنچا تو ماں دروازے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اُس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے بہت روئی ہو۔ جگت نے اچٹتی سی نگاہ گھر پر ڈالی اور سمجھ گیا کہ ماں گھر میں اس وقت اکیلی ہے۔ اُس نے پھر کنکھیوں سے ماں کو دیکھا وہ جانے کیوں ماں کے سامنے خود کو مجرم سمجھ رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ ہمت کر کے اُس نے بات شروع کرنے کے لئے پوچھ ہی لیا۔ ''ماں! باپو گھر میں نہیں ہیں کیا؟''

ماں نے اپنی حالت کو سنبھالا اور آواز کے دُکھ کو چھپاتے ہوئے بولی۔ ''باپو تھانیدار کے پاس شکریہ ادا کرنے گئے ہیں۔ اُس نے تجھے بری کر دیا ہے اس لئے۔''

ماں کا تلخ لہجہ سن کر جگت خاموش ہو گیا۔ جگت کی ماں اس دشمنی سے تنگ آ چکی تھی۔ آج پھر

جب گاؤں کے پانچ گھر اُجڑے تو اُس سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہہ تو کچھ نہ سکی بس من ہی من میں اُن گھڑیوں کو کوستی رہی جب یہ دشمنی شروع ہوئی تھی۔ مورکھ من کے جلنے سے جو کالے کالے بادل اُمڈتے رہے وہی آنکھوں سے برساتی رہی۔ اسی لئے آنکھیں شفق رنگ ہو رہی تھیں۔ پوری رات اسی طرح گزری اور صبح جگت کو باپو نے جلدی اُٹھا کر رات کو تھانیدار سے ہونے والی تمام گفتگو سنائی اور بولے۔

''تھانیدار نے کہا ہے کہ خان پور کے مشہور وکیل سرجیت سنگھ کو اپنے کیس کے لئے تیار کر لو۔ اُس کی وکالت سے ہزارہ سنگھ بچ سکتا ہے۔ مگر سوچتا ہوں اُسے ہم کیسے وکیل کر سکتے ہیں؟ سرجیت سنگھ تو بہت مہنگا وکیل ہے۔ فیس کے لئے بڑی رقم کی ضرورت پڑے گی۔ پیسے تیرے نانا سے میں لینا نہیں چاہتا اس لئے کہ ہزارہ ہماری وجہ سے اس کیس میں پھنسا ہے۔''

سردار سوہن سنگھ نے بیٹے سے جو کچھ کہا تھا وہ ٹھیک بھی تھا۔ گزشتہ کئی سال سے واقعی اُن کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ باپ بیٹے کی یہ باتیں جگت کی ماں نے بھی سنیں تو بولی۔ ''گھر میں تھوڑے سے زیور جگت کی ہونے والی بیوی کے لئے سنبھال رکھے ہیں۔ اُنہیں گروی رکھ کر رقم کا انتظام کر لو!''

باپ بیٹے دونوں نے یہ بات سنی مگر چپ رہے۔ آنے والی بہو کے زیور گروی رکھنے کی خبر سے گاؤں بھر میں سوائے شرمندگی کے اُنہیں اور کچھ ملنے کی اُمید نہیں تھی۔ بیوی کی بات سن کر سردار سوہن سنگھ کا چہرہ اُتر گیا تھا۔ جگت نے باپ کو ایک نظر دیکھا اور بولا۔

''باپو! تم کسی طرح وکیل کو روکو، میں رقم کا بندوبست دو ایک دن میں ضرور کر لوں گا۔''

سوہن سنگھ بیٹے کی بات سن کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ ''ایسا ہے تو میں ابھی روانہ ہو جاتا ہوں۔''

سردار سوہن سنگھ اُسی وقت گھر سے چلا گیا۔ میاں کے جانے کے بعد ماں نے جگت کو پیار سے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے سمجھایا۔ ''جگے! اب اس دشمنی کا انجام دیکھنے کی مجھ میں سکت نہیں ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اُسے بھول جا! مجھ میں اور غم اُٹھانے کی ہمت نہیں رہی ہے۔ آج گوردوارے جا کر بھی دُعا مانگوں گی کہ گرو دلوں میں محبت پیدا کر دو۔''

ماں جگت کے پاس سے اُٹھ گئی اور گوردوارے جاتے ہوئے کہہ گئی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ تو گھر کا خیال رکھنا۔''

ماں کے جانے کے بعد جگت گھر میں اکیلا تھا۔ وہ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اُکتا گیا تھا۔ اُٹھ کر ایسے ہی پورے گھر کا چکر لگاتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پر جاتے ہی جگت کو ویرو یاد آئی۔ اُس نے برابر والے مکان میں جھانکا مگر وہاں اُسے نظر کوئی نہ آیا۔ وہ سوچنے لگا اس وقت ویرو کہاں چلی گئی؟ کہ اتنے میں نیچے سے ہنومان کی آواز سنائی دی۔ جگت آواز سنتے ہی تیزی سے نیچے آیا۔ اُس نے دیکھا ہنومان کی مٹھی میں ایک پوٹلی ہے۔ ہنومان نے جگت کو قریب بلا کر وہ پوٹلی اُسے پکڑا دی۔ جگت نے پوٹلی دیکھ کر پوچھا۔ ''یہ کیا ہے ہنومان؟''

ہنومان مسکرانے لگا۔ آخر جگت نے خود ہی جلدی جلدی پوٹلی کھولی تو اُس میں زیورات تھے۔ یہی زیورات جو چوری کی رات ہنومان کے حصے میں آئے تھے۔ جگت کے چہرے کا بدلتا ہوا رنگ

دیکھ کر ہنومان جلدی سے بولا۔ "دیکھ جگت! کچھ بولنا مت۔ تجھے ابھی پیسوں کی ضرورت ہے۔ سے کچھ نہ کچھ کام تو چل ہی جائے گا۔"

"مگر تیرا ایسا احسان میں کیسے اُٹھاؤں ہنومان؟" جگت نے تذبذب سے کہا۔

"تو اسے احسان سمجھتا ہے؟ پھر تو میں بھی یہی سمجھوں گا کہ یاری کوئی چیز نہیں۔ تو جو مجھے تھا پر چھڑانے آیا تھا وہ بھی احسان ہی کرنے آیا ہوگا؟" ہنومان نے کہا۔

جگت نے اپنی جھکی ہوئی نظریں اُٹھائیں تو سامنے سے اُسے ماں آتی ہوئی نظر آئی۔ اُس جلدی سے وہ پوٹلی جیب میں رکھ لی کہ کہیں ماں نہ دیکھ لے۔ ہنومان نے جگت کی ماں کو سلام کیا۔

"سلام چاچی!"

جگت کی ماں ہنومان کے سلام کا جواب دیتی ہوئی گھر میں چلی گئی۔ اندر جا کر اُس نے جگت کو بھی اندر آنے کو کہا۔ جگت ہنومان کو وہیں چھوڑ کر ماں کی آواز پر اندر چلا گیا۔ ماں نے جگت کو قریب بلا کر ایک رُومال میں بندھی ہوئی کچھ چیزیں اُس کی طرف بڑھائیں اور بولی۔

"ویرو گوردوارے میں ملی تھی۔ اُس نے تجھے یہ بھجوایا ہے۔"

ویرو کا نام سن کر جگت چونک گیا اور رُومال لئے ہوئے فوراً چھت پر چلا گیا۔ وہاں جا کر جب جگت نے رُومال کھولا تو اُس میں جگت کے دیئے ہوئے زیور، کنگن اور انگوٹھی کے ساتھ ایک خط بھی تھا۔ ویرو نے لکھا تھا...... "جگت! برا نہ ماننا۔ اس وقت انہیں بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو! وقت آئے گا تو اس سے بھی بھاری تحفہ لے لوں گی۔"

جگت نے ویرو کا خط پڑھا تو اُسے ویرو پر ڈھیروں پیار آ گیا۔ اُس نے ایک نظر کنگن پر ڈالی اور اُسے زور سے چوم لیا۔ مگر یہ بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی کہ ویرو کو اُس کی ضرورت کا کیسے پتہ چلا؟ بات یہ تھی کہ جس دن ہنگامہ ہوا، اُس رات ویرو نے اتفاقاً اپنے میاں اور لکھن کی باتیں سن لی تھیں جو وہ ویرو سے چھپ کر کر رہے تھے۔ موہن سنگھ کہہ رہا تھا۔ "روپیہ چاہے کتنا ہی خرچ ہو لکھن رام، شیام کو تو ہمیں چھڑوا ہی لینا ہے۔ مزہ تو آئے گا جب ہزارے کو کم از کم پانچ سال کال کوٹھڑی میں رہنا پڑے گا۔ اس لئے کہ جگت کے باپ کے پاس دو بیگھے زمین اور مکان کے سوا اور کیا ہے؟"

موہن تو یہ بات کر رہا تھا مگر لکھن کو اندر ہی اندر کچھ اور ہی بات کھائے جا رہی تھی۔ وہ بولا۔

"بھرا! اب میں چھت پر اکیلا نہیں سوؤں گا۔ میرا بستر بھی تم دونوں میاں بیوی اپنے ساتھ ہی کمرے میں لگوا لو۔"

موہن سنگھ یہ بات سن کر چونکا مگر پھر خود ہی ایک تجویز پیش کی۔ "ایسا کریں گے کہ میں اور تو ایک کمرے میں سو جائیں گے، تیری بھابھی الگ سو جایا کرے گی۔"

ویرو نے میاں کے منہ سے بزدلی کی یہ بات سنی تو اُس کا دل نفرت سے اور بھر گیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے ہٹ گئی جہاں اب تک کھڑی باتیں سن رہی تھی۔ موہن سنگھ کمرے میں آیا تو ویرو پہلے سے موجود تھی۔ موہن سنگھ نے آتے ہی بیوی سے کہا۔

"میرے اور لکھن کے لئے بستر ایک کمرے میں لگا دینا۔"

ویرو نے میاں کے منہ سے بات سنی تو حیران ہو کر بولی۔ "اور مجھے اکیلا چھوڑ دو گے؟"

"کیوں...... تجھے اکیلے سونے میں اعتراض ہے؟"

ویرو نے بڑی ادا سے کہا۔ "مجھے تمہارے بغیر نیند کیسے آئے گی؟"

بوڑھے موہن سنگھ نے جوان بیوی کے منہ سے ایسی بات سنی تو بہت خوش ہوا اور دل ہی دل میں بولا۔ اب آئی جا رہی ہے سیدھے راستے پر۔ ویرو اب تک بڑی لگاوٹ سے میاں کو دیکھ رہی تھی۔ آخر موہن سنگھ نے بھی پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "ویرو! بس کچھ دن کی بات ہے، پھر ہم لوگ ساتھ ہوں گے۔"

"جو حکم سردار! ویسے نیند پھر بھی مجھے اکیلے نہیں آئے گی۔" ویرو نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا۔ موہن سنگھ بیوی سے ایسے جملے سن کر پھولا نہیں سما رہا تھا۔ جاتے جاتے اُس نے ویرو کو ذرا قریب کیا تو ویرو نے بڑے پیار بھرے لہجہ میں فرمائش کی۔

"کل صبح سنت بابا کے درشن کو جاؤں گی۔ مجھے تھوڑے سے پھول منگوا دینا تاکہ بابا کو ہار پہنا کر دعا مانگ سکوں۔ منگوا دو گے نا؟"

موہن نے بیوی کے پیار بھرے لہجے سے متاثر ہو کر کہا۔ "ہاں، ہاں...... صبح ہی منگوا دوں گا۔ پھولوں کے لئے کیوں پریشان ہو رہی ہے؟" یہ بات کہہ کر موہن سنگھ کمرے سے نکلنے لگا اور پھر یاد دلاتا گیا۔ "ویرو! کمرہ اندر سے بند کرنا نہ بھولنا۔"

بڑے بھائی کی آواز لکھن نے سنی اور ساتھ ساتھ وہ مشورہ بھی کان میں پڑا جو موہن سنگھ نے ویرو کو دیا تھا۔ اُسے غصہ تو بہت آیا مگر کہتا کیا؟ اُدھر ویرو کو اور کیا چاہئے تھا۔ کمرہ اندر سے بند کرنے کی بات سن کر وہ بھی خوش ہو گئی۔ اُس نے ذرا ہی دیر بعد دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ پہلے وہ کچھ سوچتی رہی، پھر اُس نے چھپائے ہوئے کنگن اور انگوٹھی نکالی۔ میاں کی حساب لکھنے والی کاپی اور پنسل لی، جگت کو خط لکھا اور پڑیا بنا کر رُومال میں باندھ لی۔ پھر یہ سوچتے ہوئے سو گئی کہ صبح یہ رومال کسی طرح ماں جی کے سپرد کر دوں گی۔

جگت نے ویرو کی چٹھی چار پانچ مرتبہ پڑھی لیکن پھر بھی دل نہ بھرا۔ آج سے پہلے اُسے یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ ویرو لکھ پڑھ بھی سکتی ہے۔ وہ خود بھی تین چار جماعتیں ہی پڑھا تھا لیکن اب تک سب بھول چکا تھا۔ اُسے پھر یہی خیال آنے لگا کہ ویرو نے کتنی ذہانت اور ہوشیاری سے زیورات ماں کے ہاتھ بھجوا دیئے۔ وہ ویرو کی ذہانت سے مرعوب سا ہو گیا۔ پھر اُسے یکایک خیال آیا کہ وہ نیچے ہنومان کو کھڑا کر آیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی جگت تیزی سے نیچے اُتر کر باہر پہنچا۔ ہنومان اب تک انتظار کر رہا تھا۔ جگت نے جاتے ہی ہنومان سے کہا۔

"تیرے حصے کا بھال بھنانے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ہنومان! لیکھے تجھے میرا ایک اور کام کرنا ہوگا۔" یہ کہہ کر اُس نے رُومال میں بندھے ہوئے کنگن اور انگوٹھی ہنومان کی طرف بڑھائے۔ "ہنومان! اسے بیچ کر مجھے پیسے لا دے۔ ہے ذرا جان جوکھم کا کام لیکن چوری کا مال خریدنے والے قابل اعتماد قسم کے سناروں سے تو ہی واقف ہوگا، ہے نا...... اور ہاں گاؤں سے کم از کم پانچ میل دُور جا کر اس کا سودا کرنا اور کوشش کرنا وہ زیور تیرے سامنے ہی گلا ڈالیں۔"

ہنومان، جگت کی بات سن کر مسکرایا اور بولا۔ ”تجھے یہ سب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے اُلٹے ہاتھ کا کام ہے۔“ یہ کہتے ہوئے ہنومان نے سر سے پگڑی کھولی، اپنے اور جگت زیور اُس میں باندھے اور شام سے پہلے واپس آنے کا وعدہ کر کے چل دیا۔

مقدمہ سوا مہینے تک چلتا رہا۔ فریقین انصاف کے پلڑے اپنی اپنی طرف جھکانے کے لئے پورا زور لگائے ہوئے تھے۔ جگت کا نانا بھی اپنے تمام تعلقات اور پرانے مراسم استعمال کر رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ پیسہ بھی پانی کی طرح بہتا رہا اور آخر کار وہی ہوا جو یہ چاہتے تھے۔ قتل کے الزامات سے سب بری کر دیئے گئے اس لئے کہ پولیس کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکی۔ عینی شاہد بھی ملے وہ سب کے سب خود اس بلوے میں شریک تھے۔ پھر مقتول کسی ایک گھریا خاندان کے لوگ نہیں تھے اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کس نے کس کو مارا؟ جبکہ مرنے والوں سے نہ جگہ سنگھ کی دشمنی تھی نہ موہن سنگھ کی۔ اور اس خونیں ڈرامے کو ایک بلوے کی شکل دے دی گئی اور اتنا ہنگامہ کرنے کے الزام میں ہزارہ سنگھ کو سوا سال اور رام اور شیام کو نو نو مہینے قید کی سزا سنا دی گئی۔ قتل کا مقدمہ تو ختم ہو گیا مگر ہزارہ کی سزا سن کر جگت کا خون پھر کھول گیا۔ اُسے اس بات پر غصہ زیادہ تھا کہ دونوں دشمنوں کو اُس کے ماموں سے کم سزا دی گئی۔ جگت کا خیال تھا کہ اگر رام اور شیام بری ہو گئے تو وہ عدالت سے باہر نکلتے ہی حساب چکا دے گا۔ مگر اس فیصلے نے اُس کی ساری آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ یہ باتیں سوچ سوچ کر جگت کا خون بڑھنے لگا۔ اُسے خیال آیا کہ اب میں تنہا ہی بدلہ لوں گا۔ قتل ایک کا ہو یا چار کا زیادہ سے زیادہ سزا تو پھانسی ہی ہے۔ پھر ایک ساتھ ہی ان سب کا ادھورا حساب پورا کر دیا جائے گا۔ اگر قدرت کو نو مہینے اور انتظار کرانا مقصود ہے تو یہ بھی سہی۔ ایسی باتیں سوچ سوچ کر جگت خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر اُسے لگتا تھا کہ اگر اور سوچتا رہا تو اُس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ اسی بے چینی میں اُس نے نانا کی دی ہوئی پیاری گھوڑی ”مانک“ کو تیار کیا اور سوار ہو کر ایڑ لگا دی۔ مانک آن کی آن میں ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ وہ جگت سے پیار کرتی تھی، اُس کا ایک ایک اشارہ پہچانتی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا مگر آج روز کی طرح گرمی کی شدت نہیں تھی۔ گھوڑی پر بیٹھے بیٹھے جگت نے آسمان کی طرف دیکھا۔ مانک کی طرح آج آسمان پر بادل بھی دوڑ رہے تھے۔ دونوں ہی اپنی منزل سے بیگانہ تھے، نہیں جانتے تھے کہ کہاں جانا ہے۔ مانک دوڑتی رہی۔ اب جگت کو ہوا میں خنکی محسوس ہونے لگی۔ پیڑ اور پودے بارش کے استقبال کے لئے تیار تھے۔ زمین کی دھول اُڑ اُڑ کر بادلوں سے ہمکنار ہونے کو بے چین تھی۔ دھول اُڑتی تو پیڑ بھی جھوم جھوم کر گلے ملنے لگتے۔ موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ ایسے میں جگت کے دل میں یکایک ویرو کی یاد نے انگڑائی لی۔ اُسے لگا جیسے سینے میں دل ٹھہر جائے گا۔ جگت نے تیزی سے مانک کی لگام کھینچی اور اُسے واپس موڑ لیا۔ تیز رفتار گھوڑی رُکتے رُکتے بھی فاصلہ طے کر گئی۔ جگت نے مانک کی چکنی پیٹھ کو تھپتھپایا اور بولا۔ ”چل! گھر کی طرف چل......!“

مانک نے جگت کی آواز سنی، کان کھڑے کئے اور چل دی۔ ابھی چند کھیت ہی پار کئے ہوں گے کہ بادل ٹوٹ پڑے۔ بوندا باندی کب ہوئی جگت کو پتہ نہیں چلا۔ اُسے تو اُس وقت ہوش آیا جب موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ مانک سر جھکائے بھاگی جا رہی تھی۔ جگت ویرو کی یاد میں گم بارش میں

بھیگ رہا تھا۔ تازہ ہوا میں اب پیاسی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک بھی شامل ہو گئی تھی۔

موسم کی پہلی بارش ہو اور پنجاب کے دیہات خاموش رہیں ناممکنات میں سے ہے۔ سب بارش کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔ پانی پڑنے کی دیر تھی ننگ دھڑنگ بچے گلیوں میں شور مچاتے بارش میں نہانے نکل آئے۔ سہاگنیں چھتوں پر جا کر پڑوسنوں سے باتیں کرتے ہوئے برسات کا مزہ لے رہی تھیں۔ لیکن ویرو اس وقت بھی چار دیواری میں قید تھی۔ کھلے صحن کو آج صبح ہی ڈھانپ دیا گیا تھا۔ چھت پر جانے والے دروازے پر تالا پڑا تھا۔ ہر سال بارش کے دنوں میں ویرو چھت پر ہوتی اور اُس وقت تک نہاتی رہتی جب تک انگ انگ نہ بھیگ جاتا۔ جب تک جسم جواب نہ دے جاتا۔ مگر اس سال جب بارش آئی تو جسم پیاسا ہی رہ گیا...... آج پڑوسنیں چھت پر تھیں اور ویرو خشک جسم اور باورے من کے ساتھ چھت کے نیچے۔

موہن سنگھ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ ویرو جانتی تھی موسم کی پہلی بارش میں مرد کیا کیا کرتے ہیں اور اُس کا میاں بھی دوسروں سے مختلف نہیں تھا۔ موہن سنگھ اس وقت دوسرے کسانوں کے ساتھ لال پری کے مزے لے رہا تھا۔ بارش کے آثار دیکھ کر جب موہن سنگھ کھیتوں سے چلنے لگا تو اُس نے لکھن سے کہا تھا۔ ”میں شام کو گھر پہنچ جاؤں گا۔ تو سارا کام نمٹا کر گھر آ جانا۔“

موہن سنگھ چلا گیا مگر لکھن کا دل بھی آج کل کام میں کچھ زیادہ نہیں لگتا تھا۔ وہ جان گیا کہ ایسے موسم میں بھائی کہاں گیا ہے۔ پچھلے چند دنوں سے لکھن کو ویرو کے جوان جسم کا خیال بھی کچھ زیادہ ہی رہنے لگا تھا۔ وہ اکثر اُسے پیار بھرے لہجے میں ”بھابی بھابی“ کہہ کر پکارتا تا کہ ویرو اُس سے کسی طرح خوش رہے۔ کبھی کبھی لکھن کچھ اس سے بھی زیادہ ہمدردیاں جتاتا۔ وہ کہتا۔ ”تم فکر نہ کرو بھابی! میں بھائی سے کہہ سن کر تمہیں گھومنے پھرنے کی پوری آزادی دلا دوں گا۔ مگر کبھی ہمیں بھی اپنوں کی نظر سے دیکھ لیا کرو......!“ ویرو، لکھن کی ہمدردیوں کا مطلب خوب جانتی تھی۔ دیور کی آنکھوں کے شعلے اُسے جلا جلا دیتے۔ لکھن کا دیکھنا ویرو کو ایسا لگتا جیسے وہ کپڑوں کے پار دیکھ رہا ہو۔ وہ اُس سے دُور ہی دُور رہتی۔

آج موہن سنگھ جب لکھن سے کہہ کر چلا گیا تو لکھن کو موقع ہاتھ آیا۔ اُس کے جاتے ہی وہ بھی گھر کی طرف چلا۔ ذرا ہی دُور گیا تھا کہ راستے میں پانی نے آ لیا۔ اُس کا سارا جسم بھیگ رہا تھا اس کے باوجود جیسے بدن کے ایک ایک عضو میں آگ بھر گئی تھی۔ وہ کچھ اور تیز چلنے لگا۔ اب گھر سامنے نظر آ رہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اُس نے تالا کھولا اور اندر چلا گیا۔ ویرو رسوئی میں بیٹھی چولہا پھونک رہی تھی۔ وہ سمجھی دیور اور میاں آج جلدی گھر آ گئے ہیں۔ لکھن نے ایک نظر ویرو پر ڈالی اور بڑے میٹھے لہجے میں بولا۔ ”کیوں بھابی...... کیا ہو رہا ہے؟“ ویرو نے جواب نہیں دیا۔ لکھن نے خاموش پا کر ویرو کو پھر مخاطب کیا۔ ”تم بھی کیا ہو بھابی! ہر وقت چولہا پھونکتی رہتی ہو...... ذرا دیکھو! گاؤں کی عورتیں چھتوں پر بارش کے مزے لوٹ رہی ہیں اور تم باورچی خانے میں گھسی بیٹھی ہو۔“

ویرو کو تعجب ہو رہا تھا کہ دیور کو بھابی کا اتنا خیال کب سے ہونے لگا؟ وہ سوچ ہی رہی تھی کہ لکھن پھر بولا۔ ”مگر اس میں تمہارا بھی کیا قصور بھابی! گھر میں ہر طرف تو تالے پڑے ہیں پھر تم کیا کر سکتی تھیں؟ ٹھہرو میں ابھی تمہارے لئے چھت کا تالا کھولے دیتا ہوں۔“

"لیکن تمہارا بھائی کہاں ہے؟" ویرو نے پوچھا۔

"وہ بھی آجائیں گے۔ موسم رنگین دیکھ کر ذرا چسکی لگانے چلے گئے ہیں۔" لکھن یہ کہہ کر لگا۔ ویرو چپ ہوگئی۔ لکھن نے ویرو کو چپ دیکھا تو جلدی سے زینے کے پاس جاکر اوپر جا۔ دروازہ کھول دیا اور بولا۔

"بھابھی! تم جلدی سے چھت پر جاکر نہا لو! ورنہ بارش کم ہو جائے گی۔ بھائی آگئے تو تمہیں نیچے بلا لوں گا۔" ویرو کی آرزو پوری کرنے کے لئے چھت کا دروازہ کھلا پڑا تھا، اُس نے بھی نہ سوچا اور دوڑتی ہوئی چھت پر چلی گئی۔ پانی زوروں سے گر رہا تھا۔ پانی ویرو کے سلونے بدن کو چوم کر گزرنے لگا۔ وہ جھومنے لگی۔ تیز پانی اُسے گدگدانے لگا۔ وہ بار بار بچتی پانی بار چھیڑتا۔ آخر تنگ آکر وہ پوری کی پوری بارش کی باہوں میں ڈوب گئی۔

سامنے اُسے جگت کے گھر کا صحن نظر آ رہا تھا۔ اُس نے دیکھا جگت اپنی گھوڑی باندھ رہا ہے ا بھیگا ہوا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ دونوں کی نگاہیں ملتیں نیچے سے لکھن کی آواز آئی۔ "بھابھی! جلد سے نیچے آؤ۔"

لکھن نے بھیگے ہوئے کپڑے اُتار دیئے تھے۔ اب وہ صرف ایک چھوٹی سی نیکر پہنے تھا مگ چھت پر بارش کی دیکھا دیکھی ویرو کے کپڑے اُس کے بدن سے ایسے چمٹ گئے تھے کہ جسم او لباس کا فرق مٹ گیا تھا۔ لکھن کی آواز سن کر ویرو سمجھی موہن آگیا ہے۔ وہ جلدی سے نیچے اُتری او بھیگے ہوئے کپڑے بدلنے اپنے کمرے میں گھس گئی۔ لکھن نے دیکھا تو اُسے ایسا لگا جیسے ویرو چھت پر ہی لباس اُتار آئی ہو۔ اُس کے تن بدن میں پھر انگارے دہکنے لگے۔ اُس نے چھت کے دروازے کو تالا لگایا اور رسوئی سے ہوتا ہوا ویرو کے کمرے میں گھس گیا۔ اس وقت دروازے کی طرف ویرو کی پیٹھ تھی۔ وہ چادر سے بال خشک کر رہی تھی۔ قدموں کی چاپ سنی تو مڑی مگر لکھن اتنی دیر میں چادر چھین کر اُس کے منہ پر باندھ چکا تھا...... ویرو نے ایک جھٹکا دیا اور پیچھے ہٹ گئی۔ اب لکھن اُس کے سامنے تھا۔ لکھن جس کی آنکھوں میں اس وقت پھر وہی آگ تھی جو ویرو کو جلا جلا دیتی تھی۔ وہ آگ برابر بھڑکتی جا رہی تھی۔ ویرو نے لکھن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چادر کو اپنے منہ سے ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھائے مگر اسی وقت لکھن نے لپک کر ویرو کے ہاتھ پکڑ لئے اور بولا۔ "آج میری نہ ہوئی تو زندہ جلا دوں گا۔"

ویرو نے دیکھا کہ لکھن نے دوسرے ہاتھ سے زمین پر پڑی جلتی ہوئی لکڑی اُٹھا لی ہے جو شاید وہ رسوئی گھر سے نکال لایا تھا۔ لکھن کی حرکت پر ویرو غصہ سے کانپنے لگی مگر منہ چادر سے بند تھا اور لکھن کے ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی اُس کے جسم سے بہت قریب تھی۔ ویرو کی آنکھوں میں خوف اور غصے کے ملے جلے جذبات دیکھ کر لکھن نے بڑے واہیات لہجے میں کہا۔

"ہائے ہائے...... بھیگا بدن اور یہ غصہ۔ آج تو تیرا روپ اور غضب ہوگیا ہے۔"

ابھی لکھن بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ ویرو نے اُس پر ہاتھ اُٹھا دیا۔ مگر لکھن ہوشیار تھا اُس نے ویرو کی کلائی مضبوطی سے تھام لی اور بولا۔ "آج زور نہیں چلنے دوں گا جانی! ترسانی کیوں ہے؟ موقع سے فائدہ اُٹھا کر دو جوان جسموں کی آگ کو ٹھنڈا ہو جانے دے۔" یہ کہہ کر لکھن پھر ویرو کو اپنی

طرف کھینچنے لگا۔ مگر ویرو نے لکھن کو زور سے دھکا دیا اور الگ ہوگئی۔ اُسی وقت جگت، موہن سنگھ کے گھر کی دیوار پھاند کر صحن میں داخل ہوا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس وقت گھر میں ویرو کے علاوہ بھی کوئی اور ہو سکتا ہے۔ ابھی وہ کھڑا ہی تھا کہ کمرے کے اندر سے کسی مرد کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اندر کوئی کہہ رہا تھا۔

"اس سمے ہم دونوں کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے پیاری!"

جگت فوراً لکھن کی آواز پہچان گیا۔ غصے اور حیرانی کے ملے جلے جذبات میں اُس نے سوچا تو آج دیور نے بھابھی پر نیت خراب کر لی؟ مگر ویرو کی آواز کیوں نہیں آئی؟ کیا لکھن اُس کی مرضی سے؟؟؟ اس کے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکا۔ اُسے پھر لکھن کی آواز سنائی دی۔

"ایک بار اپنی آنکھوں سے ہاں کہہ دے، پھر منہ کھول دوں گا۔"

جگت نے جملہ سنا اور سمجھ گیا کہ لکھن نے ویرو کو بے بس کر رکھا ہے۔ اُس نے سوچا اس وقت طاقت کی نہیں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ وہ فوراً واپس پلٹا مگر اندر سے لکھن کی آواز نے اُس کے قدم تھام لئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "زیادہ بننے کی ضرورت نہیں ہے بھابھی! میں جانتا ہوں جگت تجھے خراب کر چکا ہے۔ پھر بھی اس میں تیرا قصور نہیں سمجھتا۔ آخر بوڑھے اور جوان کی نبھ بھی کیسے سکتی ہے؟ تین سال شادی کو ہو چکے مگر گھر میں پالنا نہیں بندھ سکا۔ پھر بھی مجھے تجھ سے ایک شکایت ضرور ہے۔ مجھ جیسا مرد جب گھر میں تھا تو جگت کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟"

لکھن ابھی یہی بول پایا تھا کہ ویرو نے اُس کے پیٹ میں ایک لات ایسی رسید کی کہ وہ وہیں گر گیا۔ ہاتھ سے جلتی ہوئی لکڑی چھوٹ گئی۔ ویرو نے جلدی جلدی منہ پر بندھی چادر کھولی اور لکھن کو دوبارہ اُٹھتے دیکھ کر مدد کے لئے شور کرنے ہی والی تھی کہ دروازے پر زور سے دستک ہونے لگی۔ دستک سن کر لکھن وہیں بیٹھ گیا۔ ایک ہی لمحہ میں جیسے اُس کا تمام زور ختم ہوگیا تھا۔ اب ویرو کی جگہ وہ بے بس نظر آنے لگا۔

ویرو نے کانپتے ہاتھوں سے کنڈی کھولی۔ لیکن باہر کوئی بھی نہ تھا۔ وہ سوچنے لگی پھر دروازے پر دستک کس نے دی؟ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اُس کی نظر دیوار پر پڑی جس کی جھری میں سے جگت کا سر اور آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ سمجھ گئی کہ دستک دینے والا جگت ہی تھا اور حقیقت تھی بھی یہی۔ جگت نے اپنے اُوپر الزام سن کر دستک اس لئے دی تھی کہ جب دروازہ لکھن کھولنے آئے گا اسی وقت وہ سامنے آکر اُسے ڈھیر کر دے گا۔ اپنے اُوپر لگائے ہوئے الزام کی سزا لکھن کو کم از کم وہ بھی دینا چاہتا تھا۔ مگر جب دروازے پر ویرو نظر آئی تو وہ مایوس ہوگیا۔ لیکن اس مایوسی میں بھی اُسے ایک سکون ملا تھا ایسا ہی سکون جیسا گھبراہٹ کے ساتھ ویرو کے چہرے پر بھی تھا جو اس بات کی علامت تھی کہ ویرو کی عزت بچ گئی ہے۔

ویرو اور جگت کی نگاہیں ملیں تو ویرو نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اُس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ دونوں ابھی تک ایک دوسرے کو دیکھ ہی رہے تھے کہ دور سے موہن سنگھ جھومتا جھامتا گھر کی طرف آتا نظر آیا۔ دروازہ کھلا چھوڑ کر ویرو جلدی سے ہٹ گئی اور چولہے کے پاس جاکر رسوئی میں لگ گئی۔ موہن نے دروازہ کھلا دیکھا تو غصے سے بولا۔ "تالا کس نے کھولا؟"

"تمہارے بھائی نے۔" ویرو نے اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔
"وہ اتنی جلدی گھر کیسے آ گیا؟"

"اُسی سے پوچھ لو۔" موہن سنگھ بیوی کا جملہ سن کر کمرے میں گیا تو لکھن دونوں ہاتھ پیٹ پکڑے چارپائی پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ موہن کچھ پوچھے لکھن نے خود ہی صفائی "پیٹ میں بڑے زور کا درد ہو رہا تھا اس لئے چلا آیا۔ ابھی ابھی آیا ہوں۔"

ویرو یہ سن کر تلملائی تو بہت مگر بولی کچھ نہیں۔ پھر بھی دل ہی دل میں کہنے لگی۔ "ابھی تو لات پڑی ہے، دوسری بھی پڑ جاتی تو خون کی قے کرنے لگتا۔ آیا تھا بھابھی پر ہاتھ ڈالنے۔ ذات کہیں کا۔"

لکھن کے جملے اب بھی ویرو کے دل میں طوفان جگائے ہوئے تھے اور دوسری طرف طوفان جگت کے دل میں بھی تھا۔ انتقام لینے میں جو تاخیر ہو رہی تھی اس سے وہ بے چین تھ کے الفاظ اب بھی اُس کے دماغ پر ہتھوڑے چلا رہے تھے۔ لکھن کا جگت پر اتنا بڑا الزام لگا گھومنا جگت کے لئے بہت بڑی گالی تھی۔ لیکن جانے کیا بات تھی ویرو جب بھی جگت کے سا وہ اپنا سارا غصہ بھول جاتا۔ اُسے محسوس ہوتا کہ اُس کی آنکھوں میں اُترا ہوا خون ویرو کے آ کہیں اور چھپ گیا ہے۔ جگت اندر تک سے شریف اور سیدھا سادھا ہو جاتا۔ اپنی اس کمزو جگت پہچاننے لگا تھا اسی لئے شاید ویرو کے سامنے اب وہ سخت لہجے میں بات بھی نہیں کر پاتا تھ اس وقت بھی اُس کے ساتھ یہی سب کچھ ہوا اور وہ بے بس سا ہو کر کھویا کھویا گاؤں کی میں نکل گیا۔ بغیر کسی منزل کے چلا گیا چلا گیا...... راستے میں ہنومان نے جگت کو اس طرح گھ دیکھا تو بھاگ کر قریب آیا اور جگت سے لپٹ گیا۔ جگت، ہنومان کی اس اچانک آمد سے چونکا تھا۔ وہ اُسے بھی کھوئی کھوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ہنومان بولا۔ "یار! میں تجھے ہی تلاش تھا۔ موسم کی پہلی بارش ہوئی ہے۔ ایسی سلونی شام پیئے بغیر گزارنا ظلم ہے۔ چل چلتے ہیں۔"

پیتے پیتے بھی ہنومان نے کئی مرتبہ جگت سے بات کرنی چاہی مگر آج جگت جانے کن خیا میں گم تھا چپ ہی رہا۔ پروائی اُس کے دل کی آگ کو بھڑکا رہی تھی اور وہ خاموش تھا۔ ہنومان جگت کو اتنا چپ چپ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بس سمجھا تو اتنا کہ جگت آج کچھ پریشان ہے۔ یہ سوچ کہنے لگا۔ "جگے! تو میرا جگری یار ہے تیرا چپ چپ رہنا مجھے پریشان کر رہا ہے۔ جو بھی بات مجھے بتا دے میں تیرے لئے جان بھی دینے کو تیار ہوں۔"

جگت نے ہنومان کی بات سنی تو مختصر سا جواب دیا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے ہنومان!" یہ کہ جگت دیوار پر لگے ہوئے ایک پوسٹر کو غور سے دیکھنے لگا۔ ہنومان کی نظریں بھی جگت کی نظر و پیچھا کرتی ہوئی پوسٹر تک پہنچیں۔ پوسٹر میں ایک جوان فوجی وردی پہنے بندوق ہاتھ میں لئے کھ تھا۔ اس کے نیچے لکھا تھا۔ "فوج میں بھرتی کھلی ہوئی ہے۔"

ہنومان نے پوسٹر سے نظریں ہٹاتے ہوئے جگت سے پوچھا۔ "کیوں دیکھ رہا ہے ایسے؟ فوجی بننے کا ارادہ کر لیا ہے؟ یاد ہے تجھے پولیس انسپکٹر نے بھی ایک دفعہ پولیس میں بھرتی ہونے

ٹھرہ دیا تھا۔" ہنومان نے یہ بات کہتے کہتے ایک مرتبہ پھر پوسٹر پر نظریں جما دیں اور بولا۔ ویسے یہ وردی تجھ پر جچے گی بہت۔ اور رعب دار لگے گا۔"

جگت ہنومان کی بات سن کر ہنس پڑا اور پوسٹر کو ایک نظر دیکھ کر ہنومان سے بولا۔ "مجھے وردی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یار! مجھے تو یہ بندوق پسند آ رہی ہے۔ سب ہی کچھ چلانا سیکھ لیا مگر بندوق چلانا اب تک نہیں آیا۔" یہ کہتے کہتے جگت کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ وہ کھڑا ہو گیا اور پوسٹر کو گھورتے ہوئے مٹی کا پیالہ شراب سمیت پوسٹر پر کھینچ مارا۔ پھر ہنومان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اٹھاتے ہوئے بولا۔ "چل ہنومان! گھر چلیں۔"

ہنومان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ جگت کو بیٹھے بیٹھے ایک ساتھ یہ کیا ہو گیا ہے مگر پھر بھی وہ بولا کچھ نہیں۔ دونوں دوست ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہاں سے نکل گئے۔ راستے بھر جگت یہی سوچتا رہا کہ بندوق چلانا سیکھنے کے لئے کیا فوج میں بھرتی ہونا پڑے گا؟

گھر پہنچا تو ماں کھانا لئے انتظار کر رہی تھی۔ جگت نے ماں کو کھانا لئے بیٹھے دیکھا تو بولا۔ "میں اس وقت کھانا نہیں کھاؤں گا ماں...... تو کھا لے۔"

دُکھیاری ماں نے ایک نظر بیٹے کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جگت سے وجہ پوچھے جگت چھت پر چلا گیا۔ ماں خاموش بیٹھی رہ گئی۔ اُس نے کھانا بڑھایا اور رسوئی کے چھینکے میں رکھ کر خود بھی چارپائی پر جا کر بھوکی ہی پڑ گئی۔

جگت چھت پر پہنچا اور بغیر کپڑے بدلے ہی چارپائی پر لیٹ گیا۔ آسمان اتنی بارش ہو جانے کے بعد بھی ابر آلود تھا۔ بادل ہوا سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ تیز ہوا چلتی تو بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوا سے بچنے کے لئے آسمان پر اِدھر اُدھر دوڑنے لگتے لیکن ہوا ہر جگہ اُنہیں چھیڑنے آ جاتی۔

جگت بہت دیر تک یہ آنکھ مچولی دیکھتا رہا۔ پھر آنکھیں موند کر چارپائی پر کروٹ لے لی۔ اب اندھیرا کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ برسات کی رات میں جھینگروں کی آوازیں سناٹے میں مزید اضافہ کر رہی تھیں کہ اتنے میں جگت کو برابر کے گھر کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک کر اُٹھا اور اپنی چھت کی منڈیر کے پاس جا کر ویرو کے گھر میں جھانکا۔ باہر کا دروازہ لکھن نے کھولا تھا۔ وہ ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین اور ڈانگ لئے دروازے سے نکل رہا تھا۔ باہر جاتے جاتے اُس نے ایک مرتبہ پیچھے مُڑ کر دیکھا تو بڑا بھائی موہن سنگھ کمرے سے نکل کر لکھن کے پاس آیا اور اُسے باہر بھیج کر اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا دی۔

جگت نے لکھن کو گھر سے باہر نکلتے دیکھا تو انتقام کا خیال بجلی کی طرح اُس کے ذہن میں کوندا پلک جھپکتے ہی جگت نے چارپائی کے پاس رکھی اپنی مخصوص ڈانگ اُٹھائی اور سیڑھیاں اُتر کر صحن سے ہوتا ہوا مانک کے اصطبل میں آ گیا۔ اُس نے گھوڑی کھولی اور بڑی آہستگی سے جگت مانک گھر سے نکل کر رات کی سیاہی میں گم ہو گئے۔

ویرو کی لات جب سے لکھن کے پیٹ پر پڑی تھی اُس وقت سے وہ درد میں مبتلا تھا۔ بڑا بھائی موہن سنگھ اُس کے برابر ہی سونے کے لئے لیٹا تھا۔ لکھن کے بار بار کراہنے سے موہن سنگھ کی نیند اُڑ

اُڑ جاتی۔ آخر تنگ آ کر اُس نے لکھن سے کہا۔ "جا لکھنے! پیٹ میں درد ہے تو اُٹھ کے جنگل ہو آ۔"

لکھن نے موہن سنگھ کا مشورہ سن تو لیا مگر برسات کی رات اُسے اور ڈرائے دے رہی تھ

اُس نے سوچا گاؤں سنسان پڑا ہوگا۔ اس وقت تو شاید آوارہ کتے بھی پانی سے بچنے کے لئے جو آڑ ملی ہوگی وہیں چھپ کر پڑ گئے ہوں گے۔ اُسے بستر پر پڑے ہوئے بھی باہر کے سناٹے ہول سا آنے لگا اور گھبرا کر اُس نے چادر اپنے اُوپر کھینچ لی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ پھر ا مرتبہ اُس کے پیٹ میں بڑی زور کی ٹیس سی اُٹھی اور پوری کوشش کے باوجود بھی لکھن کے منہ کراہ نکل گئی۔ اُس نے تکیہ اپنے پیٹ کے نیچے دبا لیا اور پھر خاموش ہو کر لیٹ گیا۔ مگر درد بڑھے جا رہا تھا۔ آخر پھر موہن سنگھ نے پہلے پیار سے اور پھر سختی سے لکھن کو ڈانٹا کہ جب اتنی تکلیف ہے تو پھر کہنا کیوں نہیں مانتا؟ بھائی کی ڈانٹ سن کر ایک مرتبہ تو لکھن کا دل چاہا کہ بڑے بھائی کو سچ سچ بتا دے کہ پیٹ میں ویرو نے لات ماری تھی تکلیف اس کی ہے اور کوئی بات نہیں۔ پھر اُس نے سوچا کہ اس کے بعد جو حال بڑا بھائی کرے گا وہ شاید اس سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔ چپ چاپ اُٹھا اور یہ کہہ کر کہ "میں زیادہ دُور نہیں جاؤں گا، مجھے ڈر لگتا ہے۔" باہر جانے لگا۔ موہن سنگھ نے لکھن کو دیکھا، اُس نے ایک ہاتھ میں لوٹا اُٹھا رکھا تھا۔ موہن نے کہا۔ "لکھن! لالٹین ا ڈانگ بھی لے لے، تا کہ کیچڑ میں پھسل وسل نہ جائے۔"

لکھن نے موہن سنگھ کی بات سنی اور چپ چاپ لالٹین اور ڈانگ اُٹھا کر دروازہ کھول باہر نکل گیا۔ وہ ابھی چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ گاؤں کا سناٹا دیکھ کر لرز گیا اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ زیا دُور نہیں جائے گا۔ بس سامنے پیڑوں کے پاس جو گرا ہوا مکان ہے اُسی کی دیوار کے پاس بیٹ جاؤں گا۔ وہ یہ سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ یکا یک تیز ہوا کے ایک جھونکے سے ہاتھ کی لالٹین گل ہو گئی۔ اُس نے چاہا کہ واپس ہو جائے مگر پیٹ میں گڑبڑ اتنی تھی کہ واپس جانا اور دُشوار لگنے لگا۔ بجھی ہوئی لالٹین اُس نے قریب کے پیڑ کے نیچے رکھ دی تا کہ واپسی میں لے جا سکے۔

سنسان راستہ، ہوا کی سرسراہٹ اور پیڑوں کے شور مچاتے پتے ماحول کو اور خوفناک بنائے ہوئے تھے۔ لکھن کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا پھر بھی وہ سامنے کے کھنڈر تک پہنچنے کے لئے تیز تیز قدم اُٹھانے لگا۔ کچے راستے کی مٹی نے بارش کے بعد کیچڑ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اُونچے نیچے راستہ پر تھوڑا تھوڑا پانی موجود تھا۔ لکھن کے تیز تیز چلنے سے ایک خاص قسم کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ وہ جب بھی ایک پاؤں کیچڑ سے نکال کر دوسرا قدم لیتا اُس کے قدم اور کیچڑ مل کر ایسی آواز پیدا کرتے جیسے انسان افسوس کے موقعوں پر اپنی زبان تالو سے ملا کر افسوس کی آواز پیدا کیا کرتے ہیں۔ "چہ چہ چہ" لکھن آگے بڑھتا گیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اُسی کھنڈر میں اُس کی موت چھپی بیٹھی ہے۔ کھنڈر کی ایک دیوار سے چپکا ہوا جگا اپنی ڈانگ میں لگی ہوئی برچھی تولے لکھن کا منتظر تھا۔ اپنی گھوڑی مانک کو وہ اُس کھنڈر کے دوسری طرف پیڑوں کے نیچے باندھ آیا تھا تا کہ لکھن کی نظر مانک پر نہ پڑ جائے۔ جوں جوں لکھن کے قدموں کی 'چھپ چھپ' قریب آ رہی تھی جگت کی رگوں میں دوڑتا خون انتقام کے جلتے ہوئے زخموں کی تپش سے کھول کر جگت کے جسم کی شریانوں سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ لکھن نے کھنڈر کی

پہلی دیوار کے پاس پڑے اینٹوں کے ڈھیر پر پاؤں رکھا اور جگت کی گرفت ڈانگ میں لگی برچھی پر اور سخت ہو گئی۔ اُس نے سانس روک لیا کہ کہیں سانس کی آواز سن کر لکھن چوکنا نہ ہو جائے۔ رحم، ظلم، گناہ اور ثواب ان سب باتوں سے جگت اس وقت بے بہرہ تھا۔ اُسے اگر کچھ یاد تھا تو صرف قتل، بدلہ اور انتقام...... لکھن اینٹوں کے ڈھیر سے اُتر کر دیوار کے قریب آیا ہی تھا کہ جگت نے اپنے پاؤں سے اڑنگا لگا دیا۔ لکھن جگت کے پاؤں سے اُلجھ کر ایسے گرا کہ ہاتھ سے لوٹا اور لاٹھی دونوں چھوٹ گئے۔ وہ یہ سمجھ کر کہ ٹھوکر لگی ہے اندھیرے کو گالیاں دیتا ہوا اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ کوئی کود کر اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا...... لکھن پھر اُلٹ گیا۔ اُس نے دیکھا ایک شخص ہاتھ میں برچھی لئے اُس کے سینے پر سوار ہے۔ لکھن کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ چیخنے کے لئے منہ کھول ہی رہا تھا کہ جگت نے تیزی سے اپنا ایک پاؤں لکھن کے منہ میں گھسیڑ دیا۔ اُس کے جوتے نے لکھن کی زبان کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ وہ تڑپا مگر جگت نے ایک مرتبہ پھر پاؤں پر زور دے کر لکھن کا منہ ایسے کھلا جیسے وہ سانپ کا منہ ہو اور بولا۔

"سالے، حرامی، نیچ! تو نے اسی زبان سے کہا تھا نا کہ میں نے تیری بھابھی کو خراب کیا ہے...... آج میں اس زبان کو اس قابل ہی نہ رکھوں گا کہ پھر کوئی لفظ اس سے نکل سکے۔ جوانی کا زور ویرو کو دکھانے گیا تھا کتے!"

لکھن نے جگت کی آواز سنتے ہی اس طرح ہاتھ جوڑے جیسے کہہ رہا ہو۔ "جگت! اس مرتبہ چھوڑ دے۔ پھر کبھی ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

مگر اتنی دیر میں جگت نے برچھی تول کر لکھن کے پیٹ میں پرو دی...... لکھن تڑپا۔ دونوں ہاتھوں سے برچھی پکڑ لی۔ مگر برچھی اپنا کام کر چکی تھی۔ جگت نے ذرا سا زور لگایا اور برچھی کو ترچھا آڑا کر کے اُوپر کھینچا تو برچھی پیٹ کو ناف سے سینے تک چیرتی ہوئی باہر آ گئی۔ ساتھ ہی خون کا ایک فوارہ سا اُبلا...... اور لکھن آن کی آن میں ٹھنڈا ہو گیا......!

جگت نے اپنا پیر لکھن کے منہ سے کھینچ کر باہر نکالا۔ کیچڑ اور اینٹوں کے درمیان پڑی لاش پر نفرت سے نظر ڈالی اور منہ پر تھوکتے ہوئے بولا۔ "اب جگا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک تیرے بھائیوں کا بھی حشر تجھ جیسا نہ کر لے۔" یہ کہہ کر جگت نے اپنی خون آلود برچھی کو لکھن کے کپڑوں سے صاف کیا۔ تیزی سے مانک کے پاس آیا اور اُسے کھول کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک مانک کی ٹاپیں سنائی دیں اور پھر معدوم ہوتی گئیں۔ گھوڑی کے اُٹھتے ہوئے ہر قدم کے ساتھ جگت اپنے گھر، گاؤں، سنگی، ساتھیوں، پیار اور انتقام سب کو پیچھے چھوڑے جا رہا تھا اور دُور کہیں کتے رو رہے تھے......!

OOO

لکھن کے گھر سے باہر نکلتے ہی بڑے بھائی موہن سنگھ نے صحن کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور ویرو کے کمرے کے بند دروازے کو مُڑ کر دیکھا۔ اُسے خیال آیا اس وقت تنہائی سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ہے۔ ویرو اندر کمرے میں ابھی تک جاگ رہی تھی اور لکھن کی اس گھٹیا حرکت پر اب تک بے چین تھی۔ وہ جتنا سوچتی شکی میاں اور بدمعاش دیوروں کے لئے ہر لمحے اُس کے دل میں نفرت بڑھتی ہی جاتی۔ آج اُسی جگت نے عین موقع پر آ کر اُس کی عزت بچائی تھی جسے میاں اپنا دشمن جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ یہ بات کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ کتنے کمینے ہیں یہ لوگ جو جگت پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں اور خود بدکاری کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے سوچا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہ کر زندگی کو برباد کرنے سے بہتر ہے کہ بغاوت کر کے اپنے من چاہے مرد کا گھر آباد کر لوں۔ ویرو کڑھ کڑھ کر جینے یا خودکشی کرنے کی قائل نہ تھی۔ اُس نے سوچا جگت سے مل کر معلوم کروں کہ کیا وہ اُسے اپنانے کے لئے تیار ہے؟ مگر یہ سوچتے ہی ویرو کو جگت کی ماں یاد آ گئی۔ وہ ویسے تو بہت چاہتی تھی اُسے۔ لیکن کیا بطور بہو بھی قبول کر لے گی؟ ماں نے ایک بار کہا تھا کہ جگت کے لئے لڑکی پسند کر لی گئی ہے۔ چندن کور نام ہے۔ تو اب اُسے وہ مقام کیسے مل سکتا ہے؟ وہ چندن کور کا سہاگ کیسے چھین سکتی ہے؟ پھر جگت اُس کا اتنا خیال کیوں کرتا ہے؟ کیا پتہ چندن کور جگت کو پسند نہ ہو...... ویرو کا دل اُس کے دماغ پر ایسے ہی سوالات کے ہتھوڑے چلا رہا تھا کہ دروازے پر دستک کے ساتھ میاں کی آواز آئی۔ "ذرا جلدی سے دروازہ کھولنا۔"

ویرو چونک گئی۔ اُس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ موہن سنگھ کی آنکھوں میں شرارت نظر آ رہی تھی۔ "لکھن ذرا باہر گیا ہے۔ میں نے سوچا موقع ہے، کتنے دن ہو گئے تمہارے بدن کا قرب نہیں ملا۔" یہ کہہ کر موہن نے ویرو کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ویرو نے فوراً ہاتھ چھڑایا اور دُور ہٹ گئی۔

"یہ وقت رُوٹھنے اور منانے کا نہیں ہے جانی...... وہ اُلّو کا پٹھا ابھی واپس آ جائے گا۔" موہن سنگھ نے بالکل بازاری لہجے میں کہا۔

ویرو کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے سوچا صاف صاف کہہ دُوں کہ "تجھ سے رُوٹھنا اور منا کیسا؟ تجھ میں رکھا ہی کیا ہے۔ ابھی بس دو ہی منٹ میں......" لیکن بوڑھے کھوسٹ میاں کو طعنہ دینے سے کیا حاصل؟ یہ سوچ کر بات بدلتے ہوئے بولی۔ "گھر میں جوان جوان دیور ہیں ان کی شادیاں کرنے کی فکر کرو۔ میں اکیلی گھر کا کام کرتے کرتے تھک جاتی ہوں۔"

موہن نے ویرو کی پیٹھ سہلائی اور پیلے پیلے دانت نکالتے ہوئے بولا۔ "ارے وہ تو جیل میں ہیں۔ ان کی ابھی سے کیا فکر ہے۔ تنہائی ملی ہے تو اپنی بات کریں......!"

اب ویرو بھلا کیا بات کرتی۔ اس وقت بھی رہ رہ کر اُسے لکھن کی وہی گھٹیا حرکت یاد آنے لگی۔

بار بار بات اُس کے ہونٹوں تک آ کر لوٹ جاتی۔

اتنے میں تیز ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ باہر سے ایسی آواز آئی جیسے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہو۔ موہن کا سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ اُس نے گالی دیتے ہوئے کہا۔ "ہوں...... بیوقوف اتنی جلدی آ گیا۔ یہیں کہیں قریب ہی بیٹھ گیا ہو گا ڈرپوک۔"

ویرو کو چھوڑ کر وہ پیر پٹختا ہوا دروازہ کھولنے چلا گیا۔ مگر دروازے پر کوئی بھی نہ تھا۔ اُس نے لالٹین اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور دُور تک گھپ اندھیرا دیکھ کر اُس کا بدن خوف سے کانپ گیا۔ اتنے میں ہوا کا ایک اور جھونکا آیا، اس سے دروازے پھر زور سے ٹکرائے۔ پہلے وہ چونکا مگر پھر خود ہی اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ دروازے پر کسی نے دستک نہیں دی تھی بلکہ تیز ہوا سے دروازے آپس میں ٹکرا کر شور مچا رہے تھے۔ اب اُسے احساس ہوا کہ لکھن کو کیوں اکیلا جانے دیا۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بادل گرجے، بجلی چمکی اور بارش پھر ٹوٹ پڑی۔ پانی سے بچنے کے لئے موہن جلدی سے کمرے میں چلا گیا۔

کافی وقت گزرنے کے باوجود نہ بارش تھمی اور نہ لکھن واپس آیا تو موہن کو فکر ہوئی۔ اُس نے ویرو کو ملایا۔ ہاتھ میں لالٹین تھامی اور سر پر ٹاٹ کا ٹکڑا ڈال کر دونوں باہر نکلے۔ قریب میں رہنے

ے

یدار بولا۔

ں وہ ایسے موسم میں

وہاں ضرور لے جاتی۔ مگر

پیچیدہ ہے۔

پہلو بدلتے رہے۔ علی الصبح گاؤں کا

ں میں نانا کے ہاں آئے۔ تب نانا کو تمام

ت، لکھن کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے۔ پولیس نے

کا یقین کرنا پڑا کہ گھوڑی کسی سوار کے بغیر دھرم پور آئی

نانا سے کہا۔ "اس کا مطلب ہے اب ہمیں آپ کے نواسے کی

میں بہت سے لوگوں کے بہہ جانے کی بھی اطلاع ملی ہے۔"

سنگھ فوراً چھت پر گئے، وہاں بھی جگت نہیں تھا...... کوٹھڑی میں سارا معاملہ اُن کی سمجھ میں آ
جگت کو گھر میں نہ پا کر اُس کی ماں کا چہرہ بھی اُتر گیا۔ اُسے پورا گھر گھومتا ہوا نظر آیا اور وہ و
ڈھیر ہو گئی......

برابر والے گھر سے رونے کی آوازوں کے درمیان سوہن سنگھ نے کچھ لوگوں کے قدموں
چاپ قریب آتے سن کر کھڑکی کھولی تو فوجدار اور چار پانچ سپاہی سامنے کھڑے تھے۔ ''کہاں
تمہارا بیٹا......؟'' تحکمانہ لہجے میں سوال کیا گیا۔ سوہن سنگھ نے اپنے آپ کو سنبھالا، لیکن اس
پہلے کہ وہ جواب دیتے، فوجدار کے اشارے پر تین چار سپاہی گھر میں داخل ہو کر تلاشی لینے لگے۔
''جگت تو شام سے گھر پر نہیں ہے۔ وہ تو اپنے نانا سے ملنے گیا ہے۔'' سوہن سنگھ نے فوج
سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

فوجدار بولا۔ ''سوہن سنگھ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا؟ اور اس گھر سے تمہاری
پشتوں کی دشمنی چل رہی ہے نا؟''

اتنے میں سپاہیوں نے باہر آ کر اطلاع دی۔ ''گھر میں بڑھیا اکیلی ہے...... اور کوئی نہیں۔''
''سوہن سنگھ!'' فوجدار نے پوچھا۔ ''لڑکا گھوڑی لے کر گیا ہے؟''

سوہن سنگھ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''لکھن کی لاش کے قریب ہی کیچڑ میں گھوڑی کے قدموں کے نشان ملے ہیں۔'' فوجدار بولا
پھر اُس نے مُڑ کر حکم دیا۔ ''چار آدمی جیپ لے کر دھرم پور تک تعاقب کرو۔ دوسرے سپاہیوں سے
کہہ دو کہ پورے گاؤں کو چھان ڈالیں۔ اور ہاں اُس ہنومان کی بھی اچھی طرح خبر لے لینا۔ میں
یہیں بیٹھا ہوں۔ جلدی اطلاع دینا۔'' سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد فوجدار نے جگت کے باپ
کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا بیٹا میری نوکری کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ سنہا صاحب صبح ہی غص
میاں دھنکتے ہوئے آن دھمکیں گے۔ اُس روز تو سنہا صاحب نے تمہارے بیٹے کو بچہ سمجھ کر چھوڑ د
ویرو جو بچہ تو اب ہمارے ہی سروں پر اُپلے تھاپنے لگا ہے۔''

''لکھن ذرا باہر نکلا آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ سارا گاؤں جاگ رہا تھا۔ بارش رُکنے کا نام نہ لیتی تھی۔
یہ کہہ کر موہن نے ویرو کو سب چونکے۔ فوجدار کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''معلوم ہوتا ہے پکڑا گیا۔ آخر
''یہ وقت رُو ٹھنے اور میاں تک بھاگتا؟''

سنگھ نے بالکل بازاری لہجے میں کہا۔ سنگھ کا دل ایک مرتبہ پھر زور سے دھڑکا۔ لیکن واپس آنے والے
ویرو کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے سوچا نہ تھے۔ ''صاحب! ہم روپالی ندی تک گئے لیکن ندی میں تو
میں رکھا ہی کیا ہے۔ ابھی بس دو ہی منٹ میں ہے پار نہیں کر سکتا۔ راستے میں ایک گاڑی والے نے یہ
حاصل؟ یہ سوچ کر بات بدلتے ہوئے بولی۔ ''گھر یہ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''
کی فکر کرو۔ میں اکیلی گھر کا کام کرتے کرتے تھک جاتی ہو ایسے طوفان میں اپنی گھوڑی ندی میں اُتار دی
موہن نے ویرو کی پیٹھ سہلائی اور پیلے پیلے دانت نکالنے میں ڈال دینا آسان لگا ہو گا۔ نادان
ہیں۔ ان کی ابھی سے کیا فکر ہے۔ تنہائی ملی ہے تو اپنی بات کریں...... چلا گیا۔ سامنے والے گھر میں تڑپا
اب ویرو بھلا کیا بات کرتی۔ اس وقت بھی رہ رہ کر اُسے لکھن کی وہی، کا دل خاموشی سے رو رہا

تھا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی مگر جگت کے نانا حسب عادت جاگ رہے تھے......
موسلا دھار بارش اور بادل کے گرجنے کی آوازوں کے درمیان اچانک اُنہوں نے دروازے پر زور
سے دستک ہوتی سنی۔ پہلے تو اُنہوں نے یہ سوچ کر توجہ نہ کی کہ تیز ہوا کے تھپیڑوں سے دروازے
شور کر رہے ہوں گے ورنہ دروازہ کھٹکھٹانے والا آواز ضرور دیتا۔ لیکن جب دروازہ برابر کھٹکھٹایا جاتا
رہا تو اُن کو اُٹھنا پڑا۔ ہاتھ میں لالٹین لئے وہ دروازے میں آئے اور کنڈی کھولی تو سامنے گھوڑی
نظر آئی۔ ''ارے مانک!'' بے ساختہ اُن کے منہ سے نکلا۔ پھر گھوڑی کو کسی سوار کے بغیر دیکھ کر نانا
کو تعجب بھی ہوا۔ اُنہوں نے دیکھا گھوڑی کی زین کے ساتھ جگت کی ڈانگ بھی بندھی ہوئی ہے۔

نانا نے بڑھ کر گھوڑی کے بھیگے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''مانک! اکیلی کیوں آئی...... یہ
ڈانگ تو جگت کی ہے۔ اُسے کہاں چھوڑا ہے؟ چل، مجھے بے وہاں لے چل......!''

نانا اُس سے ایسے باتیں کر رہے تھے جیسے گھوڑی سب کچھ سمجھتی ہے۔ گھوڑی نے بھی ایک دو بار
گردن ہلائی۔ لیکن جب وہ اُس پر سوار ہونے لگے تو وہ جلدی سے اپنی جگہ سے ہٹ کر گھر میں گھس
گئی۔ نانا کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُنہوں نے سوچا بغیر کسی وجہ کے گھوڑی ایسا نہیں کر سکتی۔ ضرور
کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔ اندر آ کر اُنہوں نے فوراً گھوڑی کی پیٹھ پر سے زین اُتاری، ڈانگ کو
گھر میں چھپایا اور گھوڑی کو صحن میں باندھ دیا۔

اتنے میں باہر سے کسی نے پکارا۔ ''بابا...... جاگ رہے ہو کیا؟'' آواز چوکیدار کی تھی۔ وہ کھلے
دروازے میں داخل ہو چکا تھا۔

''کیا بات ہے......؟'' نانا بولے۔

چوکیدار نے کہا۔ ''گھوڑی کسی سوار کے بغیر آتی دیکھ کر میں پیچھے پیچھے چلا آیا۔ خیر تو ہے؟''

''مجھے بھی اس بات پر تعجب ہو رہا ہے۔'' نانا نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے مانک بیٹی کے گھر سے
بھاگ آئی ہے۔''

''لیکن بابا...... ندی میں تو سخت طوفان ہے۔ گھوڑی اکیلی تو آ ہی نہیں سکتی۔'' چوکیدار بولا۔

نانا چونک گئے۔ کہیں جگت ندی پار کرتے ہوئے ڈوب تو نہیں گیا؟ لیکن وہ ایسے موسم میں
یہاں آنے کے لئے نکلا کیوں؟ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ ہوتا تو گھوڑی مجھے وہاں ضرور لے جاتی۔ مگر
مانک تو اس وقت سکون سے کھڑی تھکان اُتار رہی ہے۔ معاملہ واقعی پیچیدہ ہے۔

پوری رات نانا واقعات کے تانے بانے بننے کی کوشش میں پہلو بدلتے رہے۔ علی الصبح گاؤں کا
پولیس افسر اور رتیا کے تین چار پولیس والے جگت کی تلاش میں نانا کے ہاں آئے۔ تب نانا کو تمام
واقعات کا علم ہوا۔ اُنہیں یہ سن کر اطمینان ہوا کہ جگت، لکھن کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے۔ پولیس نے
گھر کی تلاشی لی اور پولیس کو نانا کی اس بات کا یقین کرنا پڑا کہ گھوڑی کسی سوار کے بغیر دھرم پور آئی
تھی۔ کیونکہ چوکیدار گواہ تھا۔

پولیس افسر نے جاتے ہوئے نانا سے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے اب ہمیں آپ کے نواسے کی
تلاش کرنی پڑے گی۔ طوفان میں بہت سے لوگوں کے بہہ جانے کی بھی اطلاع ملی ہے۔''

پولیس افسر سے یہ بات سن کر نانا کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ کچھ بولے نہیں۔ ویسے اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ میرا جگت اس طرح آسانی سے مرنے والا نہیں ہے...... ابھی تو اُسے اور تین دشمنوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔

مگر دوپہر تک پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی کہ لکھن کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوتے ہوئے جگت ندی میں ڈوب گیا اور اب پولیس اُس کی لاش تلاش کر رہی ہے۔ سوہن سنگھ کے ہاں آنے والے بھی اس بات کا تذکرہ کرتے اور جوان بیٹے کی اس ناگہانی موت پر افسوس کر کے چلے جاتے۔

لکھن کی موت کے بعد جب ویدو بھی خاموش خاموش رہنے لگی تو لوگ یہ سمجھے کہ دیور کی موت کے دُکھ نے اُسے گم صم کر دیا ہے۔ حالانکہ بات یہ نہ تھی۔ سب کا خیال تھا کہ جگت نے پرانی دشمنی کی بنا پر لکھن کو قتل کیا ہے۔ لیکن ویدو اس خیال سے بھی متفق نہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جگت کو معلوم ہو گیا تھا کہ لکھن نے ویدو کی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے اُس نے اُسی رات لکھن کا کام تمام کر دیا۔ یہ بات وہ کسی سے کہہ نہ سکتی تھی۔ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی کہ جگت کو اتنی چھوٹی عمر میں گھربار چھوڑنا پڑا۔ اب آخر وہ کیا کرے گا؟ اُس کے ماں باپ کا کیا ہو گا......؟ لیکن جب اُس نے سنا کہ جگت ندی میں ڈوب گیا تو اُس کی آنکھوں کے بند بھی ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ مگر اُس کا دل اس بات کو مانتا نہ تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اُس نے جگت کو جو تعویذ دیا ہے وہ اُس کی حفاظت کرے گا۔

جگت کے گھر میں اُداسی نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ کئی رشتہ دار اظہارِ ہمدردی کے لئے آئے اور ایک دن اچانک جگت کے نانا کو آتا دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔ جس گھوڑی پر جگت فرار ہوا تھا، اُسی پر سوار ہو کر مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے جگت کے نانا چلے آ رہے تھے۔ گاؤں کے لوگ یہ دیکھ کر حیرانی سے ٹھٹھک گئے کہ جگت جس گھوڑی کو لے کر نکلا تھا وہ اب اُس کے نانا کے ساتھ تھی۔

سوہن سنگھ کے گھر میں سب کو چپ چپ دیکھ کر وہ ناراض ہونے لگے۔ آتے ہی اُنہوں نے کہا۔ ”موت دشمن کے گھر میں ہوئی، سوگ یہاں کیسا......؟ تم سارے کے سارے منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو؟“

”آپ تو جانتے ہی ہیں کہ لکھن کے قتل کے سلسلے میں پولیس کو جگت پر شبہ ہے۔“ کسی نے کہا۔

”شبہ......!“ نانا زور سے ہنسے اور لوگ سمجھے کہ ابھی وہ پولیس کو گالیاں دینے لگیں گے۔ مگر اُنہوں نے قہقہہ ختم کر کے کہا۔ ”پولیس کو تو شبہ ہے نا، لیکن مجھے تو یقین ہے۔ میں تو سینہ ٹھونک کر کہتا ہوں کہ جگت کے علاوہ کوئی اور یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔“

ذرا دیر کی خاموشی کے بعد پھر کسی نے کہا۔ ”پولیس جگت کی لاش تلاش کر رہی ہے۔“

کہنے والے کی بات نانا نے اپنی گرجدار آواز سے کاٹ دی۔ ”خبردار! ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالنا۔ پولیس میرے نواسے کی عمر کبھی کم نہیں کر سکتی۔“

پھر اُنہوں نے جگت کی ماں سے کہا۔ ”بیٹی! تو کیوں رونی صورت بنائے بیٹھی ہے۔ جا اندر جا کر سب کے لئے لسی لے آ۔“

باپ کے یہ الفاظ سن کر بیٹی کو یقین سا ہونے لگا کہ اُس کا بیٹا جگت ضرور زندہ سلامت ہے۔ مگر لسی پلانے والی بات اُس کے جی کو نہ لگی۔ پھر بھی وہ بے دلی سے اُٹھ گئی تو نانا نے کہا۔ ”اور ہاں...... آج لسی میں شکر ذرا زیادہ ڈالنا۔ برابر والے گھر میں جو بین ہو رہے ہیں ان کو سنتے ہوئے لسی پینے کا مزہ دُگنا کرنے کے لئے میں خاص طور پر رتیا آیا ہوں۔“ نانا کی یہ بات سن کر جگت کی ماں کا دل دہل گیا۔ وہ سوچنے لگی انتقام کا جذبہ انسان کو کتنا بیدرد بنا دیتا ہے......!

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جگت کے نانا کے الفاظ ایک ہفتے کے اندر اندر لوگوں کو سچ معلوم ہونے لگے۔ کیونکہ ندی سے یوں تو کئی لاشیں ملیں، لیکن ان میں جگت نہیں تھا۔ اب پولیس کو پھر سے جگت کو زندہ پکڑنے کے لئے ہوشیار رہنے کے احکام صادر کئے گئے۔

خان پور ضلع کے پولیس افسر سنہا کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ رتیا کے فوجدار کا اُس نے ٹرانسفر کر دیا۔ سنہا کا خیال تھا کہ اگر جگت زندہ ہے تو اپنے گھر والوں سے ملنے ضرور آئے گا۔ یہی سوچ کر اُس نے جگت اور اُس کے نانا کے گھر پر خفیہ پولیس کے آدمی لگا دیئے تھے۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے، سنہا کی پریشانی بڑھتی گئی کیونکہ جگت کے اس طرح فرار ہو جانے سے پولیس کے نام کو بٹہ لگ رہا تھا۔ ایک دن رتیا سے ایک اُمید افزا پیغام آیا کہ پلی والے چیل کے گھر ہونے والی چوری کے سلسلے میں پولیس نے ایک شخص کو چوری کے مال کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔ مجرم کا نام حکم سنگھ ہے۔ مار پیٹ کی گئی تو اُس نے اپنے دو اور ساتھیوں کے نام بھی بتائے ہیں۔ ایک نام ہنومان سنگھ اور دوسرا نام جگت کا ہے۔ یہ تینوں اُس چوری میں شریک تھے۔ نشاندہی پر ہنومان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آپ آیئے تو مزید اقدام کئے جائیں...... ہنومان اور جگت کے نام پڑھ کر سنہا چکرا گیا۔ پھر خود ہی بولا۔ ”اس کا مطلب ہے یہ دونوں ملے ہوئے ہیں۔ تبھی اُس روز ہنومان کو چھڑانے کے لئے جگت خود چل کر آیا تھا۔ میں اُس وقت بیوقوف بن گیا، مگر اب کے اُسے سبق سکھاؤں گا۔“ یہ سوچ کر سنہا فوراً رتیا پہنچنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

—

رتیا گاؤں کے تھانے میں سب ڈیوٹی پر حاضر تھے مگر پھر بھی سکوت سا چھایا ہوا تھا کہ اس خاموشی کو توڑتی ہوئی ایک آواز سنائی دی۔ ”جلدی بول...... کہاں ہے جگت؟“

ہنومان کے گالوں پر یکے بعد دیگرے زوردار دو تھپڑ رسید کرتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ سنہا چیخا۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ چہرہ زیادہ غصہ کی وجہ سے مسخ سا ہو گیا تھا اور آواز ایسی تھی جیسے کوئی پٹھان قرض کی وصولی کر رہا ہو۔ مگر ہنومان چپ تھا۔ اُس کے دونوں طرف پولیس والے ڈنڈے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ ہنومان نے تھپڑ کھا کر جبڑے پر ایسے ہاتھ پھیرا جیسے اُس نے سنہا کے تھپڑوں کی گرد جھاڑ دی ہو۔ سنہا سے ہنومان کی یہ خاموشی اب برداشت نہ ہوئی اور اُس نے اپنی تمام تر قوت یکجا کر کے ایک زوردار مُکا ہنومان کے پیٹ میں مارتے ہوئے کہا۔ ”آج میں تجھ سے سارے راز اُگلوا کر چھوڑوں گا۔“

”اوہ......!“ ہنومان کے منہ سے صرف ایک لفظ نکل سکا۔ پھر وہ پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے دبائے دوہرا ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سنہا نے محسوس کیا کہ اُس نے غلط جگہ پر زیادہ زور سے مُکا مار دیا ہے۔ پھر بھی اُس کو اس بات پر افسوس ہو

رہا تھا کہ ہنومان سے اپنے سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔ اُس وقت تک جب تک ہنومان ہوش میں نہ آ جائے۔

کافی مار پیٹ کے باوجود جب ہنومان نے کچھ قبول نہ کیا تو سنہا نے اُسے پیار سے پھسلا چاہا۔ ''دیکھو ہنومان!'' اُس نے کہا۔ ''حکم سنگھ نے چوری کا اقرار کرلیا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا۔ کہ تم اور جگت اُس چوری میں شریک تھے۔ اگر تم جگت کا پتہ بتا دو تو میں تمہیں اس جرم سے بری کرنے کے لئے تیار ہوں۔ قتل سے پہلے وہ تمہارے ساتھ گتے میں بھی تھا نا؟''

ہنومان کو حکم کا نام سن کر غصہ آ گیا۔ وہ چیخا۔ ''حکم سنگھ جھوٹ بکتا ہے۔ پھر بھی اگر تم مجھے چوری کے جرم کی سزا کرانا چاہتے ہو تو کرا دو! جگت کے بارے میں مجھے کچھ بھی پتہ نہیں ہے۔ اگر مجھے جگت کے ٹھکانے کا علم ہوتا تو میں آج تمہارے سامنے نہ ہوتا، جگت کے پاس ہوتا۔''

''یہ بات ہے؟'' سنہا نے ہنومان کے بال پکڑ کر اُس کا سر زور سے دیوار سے ٹکرایا اور غصہ سے پیر پٹختا وہاں سے چلا گیا۔ سنہا کے جانے کے بعد ہنومان نے اپنے سر میں چوٹ والی جگہ پر ہاتھ لگایا تو اُس کا ہاتھ گرم گرم خون سے بھر گیا۔ اُس نے ہاتھ کو سامنے لا کر گھورا اور غصہ سے دانت بھینچ کر بولا۔ ''حکم سنگھ غدار...... یاد رکھیو! باہر نکل کر یہی ہاتھ تیرے خون سے نہ رنگے تو نام ہنومان نہیں......!''

سنہا نے ہنومان کو چھ ماہ کی سزا کروا دی اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزرنے والا ہر دن ہنومان کے انتقام کی آگ بھڑکاتا ہی رہا۔

سنہا کے لئے جگت کی یہ پراسرار گمشدگی بڑی پریشان کن تھی۔ سارے علاقے کا کونہ کونہ پولیس نے چھان مارا لیکن جگت کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ سنہا کی اس اُمید پر بھی اب اوس پڑ گئی تھی کہ جگت ضرور کسی جگہ ڈاکہ ڈالے گا یا چوری کرے گا اور اس طرح سامنے آ جائے گا۔ مگر دن گزرتے جا رہے تھے اور سنہا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بار بار یہی سوال اُس کے سامنے آتا کہ آخر جگت کہاں گیا اور کیوں چھپ کر بیٹھا ہے؟ کافی سوچ بچار کے باوجود بھی سنہا اس معمہ کو حل نہ کر سکا۔ مگر ایک بات جو اُس کی سمجھ میں آئی وہ یہ تھی کہ جگت بزدل یا بے وقوف نہیں ہے۔ لکھن کو اُس نے پرانی عداوت کی بنا پر ہی مارا تھا پھر بھی اُس کے دو دشمن ابھی جیل میں زندہ ہیں۔ جگت یقیناً اُن کی تاک میں بھی ہوگا۔ لیکن پھر سنہا کو دوسرا خیال آیا کہ ابھی تو جگت کے ان دونوں دشمنوں کی سزائیں پوری ہونے میں پورے سات مہینے باقی ہیں۔ تو کیا اس ساری مدت میں جگت مفرور ہی رہے گا؟ سنہا سوچتا رہا مگر اُسے اس سوال کا جواب نہیں مل سکا۔ وہ جگت کے بارے میں جتنا سوچتا اُتنا ہی معاملہ اُلجھا نظر آتا۔ اُسے اب تک یاد تھا جب جگت پہلی مرتبہ تھانے آیا تھا اور ہنومان کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ سنہا نے اُس کی معصومیت اور جیالے پن کو دیکھ کر اُسے پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ کاش اسی وقت سنہا اُس لڑکے کی باتوں کے پھیر میں نہ آیا ہوتا۔ اب وہی لڑکا ایک مفرور قاتل کی حیثیت سے پولیس کے نام کو بٹہ لگا رہا تھا اور پولیس مجبور تھی۔ وہ اُسے کہاں ڈھونڈتی؟ کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا ہے......؟

○

اُس زمانے میں لاہور کا ملٹری کیمپ زوروں پر تھا۔ بھرتی ہو کر نئے نئے رنگروٹ آتے۔ وہ جس قوم کے ہوتے اُسی قوم کی رجمنٹ میں اُن کو بھیج دیا جاتا۔

کیپٹن ہربنس سنگھ سکھ رجمنٹ کا کیپٹن تھا۔ چار ماہ پیشتر سکھ رجمنٹ میں جو نئے رنگروٹ بھرتی ہو کر آئے تھے اُن کی ٹریننگ کیپٹن ہربنس کے ذمہ تھی۔ چار ماہ کی سخت محنت اور جانفشانی کے بعد آج سکھ رجمنٹ کے اس دستے کو پہلی مرتبہ رائفل ٹریننگ کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ سارے جوان ملٹری کیمپ میں ایک طرف قطار میں کھڑے تھے۔ اُن میں زور آور سنگھ بھی تھا۔ آج زور آور سنگھ بہت خوش تھا اور قطار میں سب سے آگے کھڑا تھا۔ پچھلے چار ماہ کے دوران کی اس سخت زندگی سے وہ بھی کبھی بیزار سا بھی ہوا مگر اس بیزاری کا کسی کو کبھی احساس نہ ہونے دیا۔ جب بھی اُس کا دل یہاں سے گھبراتا وہ کیپٹن ہربنس سے صرف یہ ضرور پوچھتا۔

''صاحب! بندوق چلانا کب سکھایا جائے گا؟''

اور کیپٹن ہمیشہ ہنس کر کہا کرتا۔ ''زور آور! تو بہت بے صبرا ہے یار۔ مگر تیری رپورٹ اچھی ہے۔ جلدی ہی ہاتھ میں رائفل بھی آ جائے گی۔''

آج جب زور آور سنگھ نے پہلی مرتبہ بندوق کی لبلبی دبا کر گولی چلائی تو گولی کا دھماکہ جانے کتنی دیر تک اُس کے کانوں میں گونجتا رہا۔ اور پھر وہ آواز ہوا میں تحلیل ہوتی گئی...... دُور بہت دُور...... مگر اس آواز کے ساتھ ہی ساتھ زور آور سنگھ کا دل بھی میلوں دُور ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ اُسے وہ رات یاد آئی جب اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر وہ گاؤں سے بھاگا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اُس کی منزل کہاں ہے۔ اس وقت تو اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ راستے میں بہنے والی روپالی ندی میں بارش کی وجہ سے قیامت خیز طوفان آیا ہوا ہے۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا، موسلا دھار بارش تھی اور راستے میں حارج طوفانی روپالی ندی اپنی زد میں آنے والی ہر شے کو بہا کر لے جانے کو تیار تھی۔ یہ دیکھتے ہوئے وہ کنارے پر ہی رُک گیا تھا مگر قدم پیچھے ہٹانے پر بھی موت کا سامنا تھا اور سامنے بڑھنے پر بھی۔ ندی کی طوفانی لہروں میں موت کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ مانک اپنے سوار کے حکم کا انتظار کر رہی تھی۔ کڑکتی بجلی اور موسلا دھار بارش میں آخر اُس نے فیصلہ کر ہی لیا اور گھوڑی کو ایڑ لگائی۔ ''جے گرو نانک'' کا نعرہ لگا کر اُس نے گھوڑی کو پانی میں اُتار دیا۔ وہ جتنا آگے بڑھ رہا تھا پانی کے بہاؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، جیسے پانی کے تیز ریلے کہہ رہے ہوں کہ جگت! واپس چلا جا۔ تجھے دوسرے کنارے کی بجائے ہم دوسرے جہاں میں بھیج سکتے ہیں۔

لیکن جگت نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور اچانک اُس کا ہاتھ گلے میں پڑے دیرو کے دیئے ہوئے تعویذ سے ٹکرایا۔ دوسرے ہی لمحہ اُس کے جسم میں ایک انجانی طاقت آ گئی۔ اُس نے تعویذ کو اپنے جسم سے چپکا لیا اور تیز نظروں سے سامنے کے کنارے کو دیکھا۔ گھوڑی زور زور سے سانسیں لے رہی تھی اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے مگر آگے بڑھنے کے لئے برابر زور لگا رہی تھی۔ پانی بار بار اُس کا راستہ روک رہا تھا۔ جگت مانک سے لپٹ گیا۔ آدھا راستہ طے کر لینے کے بعد جگت اور مانک کا حوصلہ پھر جواب دینے لگا۔ موت قریب سے قریب تر ہونے لگی۔ مگر جگت آخری سانس تک قسمت آزمانا چاہتا تھا۔ وہ پانی کے زوردار ریلوں میں تقریباً آدھا میل تک گھسٹتے رہے۔ اچانک

جگت کا سر ایک پیڑ کی شاخ سے ٹکرا گیا۔ اُس نے شاخ مضبوطی سے پکڑ لی اور سہارا ملتے ہی بچا ہوئے تو دیکھا کہ سامنے والا کنارہ بالکل ہی قریب تھا۔ یہاں پانی کا دباؤ بھی کم تھا۔ آسانی سے نکل کر سامنے کے کنارے پر کھڑی ہو چکی تھی۔

جب جگت نے زمین پر پاؤں رکھا تو ایسے لگا جیسے نئی زندگی ملی ہو۔ اُس نے پیار سے ما پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو مانک نے بھی اُس کے شانوں میں گردن ڈال دی۔ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر بڑھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور اندھیرے میں کچھ بجھائی نہ دیتا تھا لیکن جگت کا رات ہی زیادہ سے زیادہ سفر طے کر کے دُور نکل جانا ضروری تھا۔

دو تین فرلانگ ہی آگے جا کر اُس نے عجیب سی آواز سنی اور ذرا غور کرنے پر اُسے یہ سمجھنے دیر نہ لگی کہ آواز ریلوے انجن کی ہے...... یہ جانتے ہی اُس نے مانک کی رفتار تیز کر دی۔ اب یقین تھا کہ قدرت اُس کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ ذرا آگے جا کر ایک مال گاڑی کھڑی نظر آئی...... جگت تیزی سے مانک کو اُس کے قریب لایا۔

اندھیرے میں گھوڑی پر سفر کرنا خطرناک تھا۔ اُس نے اپنی ڈانگ مانک کے ساتھ باندھ اور خود مال گاڑی کے ایک ڈبے میں سوار ہو گیا۔ فوراً ہی انجن کی سیٹی سنائی دی۔ جگت نے مانک پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "مانک! نانا کے ہاں پہنچ جانا۔"

مال گاڑی چل پڑی تھی۔ جگت نے مُڑ کر دیکھا تو گھوڑی مخالف سمت میں تنہا ہی چلی جا رہی تھی۔ جگت نے سکون کا سانس لیا۔ اُسے مانک پر پیار آ گیا۔

سورج کی پہلی کرن نے اور لوگوں کی آوازوں نے جگت کو جگا دیا۔ وہ فوراً اُٹھ بیٹھا۔ وہ گاڑی لاہور کے ریلوے یارڈ میں تھی۔ موقع غنیمت دیکھ کر فوراً وہ وہاں سے کھسک گیا۔

پولیس کی نگاہ سے چھپ کر وہ دو دن تک روزگار کی تلاش میں گھومتا رہا۔ اس سال پنجاب تمام دریاؤں میں سیلاب آ جانے سے تباہی مچ گئی تھی۔ سینکڑوں گاؤں ڈوب گئے تھے۔ انسا اور جانوروں کی لاشوں کے ہر طرف ڈھیر تھے۔ بے گھر ہونے والے لوگوں کے لئے ریلیف کیمپ کھل چکے تھے۔ فنڈ جمع کئے گئے تھے لیکن جگت کے لئے کسی کیمپ میں آسرا لینا مناسب نہ تھا۔ اُ پتہ تھا کہ پولیس اُس کی تلاش میں وہاں بھی پہنچ جائے گی۔

وہ ابھی اسی فکر میں تھا کہ کیا کرے، اُسے ایک مرتبہ پھر وہی پوسٹر نظر آیا جس میں جوانوں کو میں بھرتی ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ پوسٹر وہ گاؤں میں بھی دیکھ چکا تھا۔ جگت کو یہی آسان اور محفوظ راستہ نظر آیا اور وہ چھاؤنی کی طرف چل پڑا۔

فوجی چھاؤنی میں جب اُس سے نام معلوم کیا گیا تو ایک دم سے زبان پر جگت سنگھ آیا مگر لمحے اُس نے زبان کو روک لیا اور بولا۔ "زور آور سنگھ۔"

اُس نے بتایا کہ میرا گھر اور گھر کے تمام افراد سیلاب کی نذر ہو گئے ہیں اور اب دنیا میں کوئی نہیں۔ اسی لئے میں نے فوج میں بھرتی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

خاکی پتلون، خاکی قمیض اور سر پر پگڑی۔ اس لباس میں وہ بالکل بدلا ہوا نظر آنے لگا۔ داڑھی اور مونچھ کے بال بھی اُگنے لگے تھے۔ فوجی خوراک، ورزش اور چڑھتی جوانی نے اُسے با

کر رکھ دیا۔ لیکن اندر سے وہ اب بھی جگت تھا جس کے دل میں انتقام کی آگ اب بھی سلگ رہی تھی۔ اُسے پولیس کی نظر سے چھپے رہنے کے علاوہ فوج سے صرف ایک دلچسپی اور تھی اور وہ یہ کہ یہاں بندوق چلانا آسانی سے سیکھ لے گا۔ آج اُس نے پہلا دھماکہ کیا تھا، پہلی مرتبہ بندوق چلائی تھی اور یہ اُس کی دیرینہ آرزو کی ابتدا تھی۔

"زور آور...... زور آور......!" اُس کے دوست بڑی دیر سے اُسے آوازیں دے رہے تھے، لیکن ماضی کی یاد کے راستوں پر وہ اپنا نقلی نام بھی کھو چکا تھا۔ آخر بچن سنگھ نے جب قریب آ کر اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تب وہ خیالوں کی دنیا سے نکلا۔ دوست جانتے تھے کہ یہ دورہ اس پر پڑتا رہتا ہے۔ وہ اکثر خیالات میں کھو جاتا تو اُس کے ساتھی سوچ لیتے کہ اسے گھر کے لوگ یاد آ گئے ہیں۔ اس وقت بھی دوست یہی سمجھے اور بچن سنگھ اُس کا دھیان بٹانے کے لئے بولا۔

"زور آور...... یار! ہم تجھے کب سے پکار رہے ہیں۔ آج تو نے پہلی بار بندوق چلائی ہے اس لئے دوستوں کو پارٹی دینی ہو گی۔" بچن یہ بات کر ہی رہا تھا کہ ہشیار سنگھ اور کرپال بھی آ گئے۔ "یارا! تو، تو ہم سے بھی آگے نکل گیا۔"

یہ کہہ کر چاروں دوست "جے گرو نانک" کہتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

چار ماہ اور گزر گئے۔ زور آور اب حوالدار بن گیا تھا۔ دوستوں کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد میجر بھی بن جائے گا۔ وہ سب کا لاڈلا تھا اس لئے کہ نشانے کا بہت سچا تھا۔ ایک مرتبہ کرنل خوشونت نے کہا۔ "زور آور! اگر تم اسی طرح محنت سے تعلیم لیتے رہے تو پانچ سال میں میرے مقام تک پہنچ جاؤ گے۔"

لیکن زور آور کرنل یا جنرل بننا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کی نظروں کے سامنے تو صرف تین دشمنوں کے چہرے تھے جن کو ختم کر کے وہ باپ دادا کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ زور آور سے دوبارہ جگت بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑنا چاہتا تھا۔ اُس کے پاس وقت بھی کم رہ گیا تھا۔ بس ایک مہینہ...... آٹھ مہینے کے انتظار کے بعد یہ آخری مہینہ تھا۔ رام اور شیام کی سزا پوری ہونے ہی والی تھی۔

ہر اتوار کے روز فوج کے جوان اپنے رشتہ داروں اور احباب کو خطوط لکھتے اور جواب آنے پر شوق سے خود پڑھتے اور دوستوں کو بھی سناتے۔ کیمپ میں آنے اور جانے والے خط سنسر بھی کئے جاتے۔ ایک زور آور ہی ایسا تھا جس نے اتنے عرصے میں کبھی کوئی خط نہ لکھا۔ کئی بار اُس کا جی چاہتا کہ وہ ماں باپ کو خط لکھ کر اُن کی خیریت معلوم کر لے۔ لیکن پھر خیال آتا کہ سنسر کی وجہ سے اُس کی اصلیت ظاہر ہو گئی تو؟ آخر کافی سوچ بچار کے بعد اُس نے بچن سے ہنومان کے نام خط لکھوایا۔ اُس نے کہا۔ "بچن! دنیا میں میرا کوئی رشتہ دار تو ہے نہیں۔ بس بچپن کا ایک دوست یاد آتا ہے۔ اُسے خط لکھ کر اپنی فوجی ترقی کی خبر سنانے کو میرا جی چاہتا ہے۔"

بچن نے لکھا......

"دوست ہنومان! تجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ میں فوج میں ملازم ہو گیا ہوں۔ شاید اب تک تو مجھے بھول گیا ہو، لیکن بچپن میں جب میں اپنے ماموں کے گھر سے تیرے گاؤں آتا تو ہم ساتھ ہی کھیلتے تھے۔ گاؤں کے ویران کنوئیں پر جاتے اور بھوت پریت کی باتیں کرتے رہتے۔ یاد آ

گیا تھا؟ ہاں..... تو میں یہاں حوالدار بن گیا ہوں اور تھوڑے عرصے میں شاید میجر بھی بن ج وہاں موجود دوستوں کے بارے میں لکھنا۔ تیرا جواب ملنے پر میں چھٹی لے کر تھوڑے دن۔ آؤں گا۔ خط کا جواب جلد دینا۔ تیرا یار زور آور سنگھ۔ جے گرو نانک۔"

خط پوسٹ کر دیا گیا۔

ہنومان چھ ماہ کی سزا بھگت کر جیل سے رہا ہو چکا تھا۔ جب وہ جیل میں تھا اس دوران اُ بوڑھی ماں بیٹے کا نام لیتے لیتے مرگئی اور گاؤں کے چار آدمی اُس کی آخری رسوم ادا کر آئے۔ ہنومان کی ماں مرنے لگی تھی اُس وقت سنہا نے جیل میں پیغام بھیجا تھا کہ اگر ماں کا منہ دیکھ ایک روز کی چھٹی مل سکتی ہے لیکن اس شرط پر کہ جگت کا پتہ بتا دو!"

پیغام سن کر ہنومان کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو بھر آئے اور اُس نے تلخی سے کہا۔ "اُ صاحب سے کہہ دو کو میرے پاس جگت کا پتہ نہیں ہے۔ اور اگر ہوتا تب بھی میں یہ سودا منظ کرتا۔"

ماں مرگئی اور وہ اپنی ماں کی آخری رسوم میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ لیکن اس کے بعد حکم سنگھ انتقام لینے کا جذبہ اور شدت اختیار کر گیا۔ اُس نے جیل سے رہائی کے بعد سب سے پہلے حکم کو کیا لیکن حکم سنگھ ہنومان سے ڈر کر کسی رشتہ دار کے ہاں دوسرے گاؤں جا چکا تھا۔

سنہا صاحب نے پولیس کو حکم دے رکھا تھا کہ جیل سے چھوٹنے کے بعد بھی ہنومان کی حرکا سکنات پر نگاہ رکھی جائے۔ پوسٹ آفس کے حکام سے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ جگت کے والد کا آئے تو پہلے پولیس کو اطلاع دی جائے۔

سنہا، رتیا گاؤں کے راؤنڈ پر آیا ہوا تھا اور اس وقت رتیا تھانے کے لان میں فوجدار کے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ پوسٹ مین چوکی کی ڈاک دینے کے لئے آیا۔ ڈاکیے کو سامنے دیکھ کر سنہ کچھ خیال آیا۔ "کیوں بھئی..... سوہن سنگھ کی ڈاک بھی کبھی آتی ہے یا نہیں؟" سنہا نے پوسٹ سے پوچھا۔

"نہیں صاحب! آتی تو آپ کو نہ بتاتا؟" ڈاکیہ بولا۔ پھر ذرا رُک رُک کر اُس نے کہ "لیکن صاحب! آج ایک عجیب بات ہوئی ہے کہ ہنومان کے نام ایک خط آیا ہے جس پر مہر فوج ہے۔ مجھے تو یاد نہیں آتا کہ ہنومان کے نام اس سے پہلے بھی کوئی خط آیا ہو۔"

یہ سن کر سنہا اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے خط ڈاکیے سے لیا اور اندر کمرے میں چلا گیا جاتے جاتے پوسٹ مین سے کہا۔ "ذرا ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں۔"

اندر جا کر اُس نے خط کھولا تو مضمون پر نظر پڑتے ہی اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں..... اُسے یقین ہو گیا کہ یہ خط جگت کا ہی ہے۔ بہر حال وہ کچھ بولا نہیں اور خط نہایت صفائی سے دوبارہ بند کر کے پوسٹ مین کو واپس دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ ہنومان کو دے دو! بھلا اس میں کیا ہوگا۔"

مگر پوسٹ مین کے جانے کے بعد اُس نے فوجدار سے کہا۔ "فوراً کسی کو ہنومان پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیج دو! اگر ہنومان خط لے کر جگت کے پاس جائے تو سمجھ لینا کہ لکھن کا قاتل دو دن میں گرفتار ہو جائے گا۔"

اُدھر اپنے گھر کے دروازے پر پوسٹ مین کو دیکھ کر ہنومان نے ہنس کر کہا۔ "عبدل چاچا! آج اس گھر پر کیسے آ گئے؟ میرے گھر تو پولیس وارنٹ لے کر آتی ہے۔ ڈاک تو کبھی نہیں آئی۔"

"ہاں بھائی..... مگر میں آج تمہارا خط لے کر آیا ہوں۔" پوسٹ مین عبدل نے ایک لفافہ ہنومان کے ہاتھ میں دیا۔

"چاچا..... غلطی تو نہیں ہو رہی؟ اچھی طرح دیکھ لیا ہے، کسی اور کا تو نہیں ہے؟ مجھے تو نہ خط لکھنا آتا ہے اور نہ پڑھنا۔ مجھے کون خط لکھے گا؟"

"مگر یہ خط تیرا ہی ہے بیٹے! اس گاؤں میں اور ہنومان سنگھ کون ہے؟" عبدل نے کہا اور چلا گیا۔

ہنومان نے لفافے کو ہاتھ میں لے کر تعجب سے دیکھا۔ پھر اِدھر اُدھر سے پلٹ کر دیکھا اور اس کے باوجود کہ پڑھنا نہ آتا تھا اُس نے لفافہ کھولا مگر کوڑے ایسے حروف دیکھ کر خود ہی خود ہنسنے لگا۔ پھر یہ سوچتے ہوئے کہ خط کس کا ہو سکتا ہے اُسے اچانک جگت یاد آ گیا۔ اس کے علاوہ مجھے کون خط لکھ سکتا ہے؟ لیکن یہ خط اگر اُس کا ہے تو پھر اسے پڑھوانے کے لئے کس کے پاس جانا چاہئے؟ کاش! میں نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہوتا۔

ہنومان اپنی بیچارگی پر سوچ بچار کے بعد یہ طے کر پایا کہ خط جگت کے والد کے پاس لے جایا جائے۔ وہ فوراً گھر سے نکلا، جلدی میں وہ یہ بھی دیکھنا بھول گیا کہ پولیس کا ایک آدمی اُس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اِدھر وہ روانہ ہوا اُدھر سنہا کو اس بات کی اطلاع مل گئی۔

اور دوسری جانب لاہور کی فوجی چھاؤنی کی سکھ رجمنٹ میں اُسی شام تار پہنچا کہ زور آور سنگھ نامی حوالدار پر نگاہ رکھی جائے۔ ہم ایک قاتل کی تلاش میں ہیں اور بہت جلد ضروری کاغذات لے کر وہاں پہنچ جائیں گے۔" تار پر "ٹاپ سیکرٹ" کی مہر تھی۔

ہنومان نے جگت کے گھر کے دروازے کو کھولا تو صحن میں سوہن سنگھ بیٹھے نظر آئے۔ ہنومان اُن کو دیکھ کر رُک گیا۔ جگت کے والد بھی سوچ میں پڑ گئے کہ ہنومان کا استقبال کیا جائے یا نہیں؟ قتل کے بعد جگت کے فرار ہو جانے سے ان کو صدمہ ہوا تھا۔ لیکن وہ اس بات کو دنیا سے منہ چھپانے کا باعث خیال نہیں کرتے تھے۔ مگر جب حکم چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور اُس نے اپنے ساتھیوں میں ہنومان اور جگت کے نام بتائے تو اُن کو بہت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ خاندان کے نام پر بدنما تھا۔ قتل، ڈاکہ وغیرہ تو ٹھیک ہے لیکن چوری چکاری راجپوت کو زیب نہیں دیتی۔ سوہن سنگھ کا خیال تھا کہ ہنومان کی صحبت میں رہ کر جگت نے یہ گھٹیا کام کر ڈالا، لیکن ہنومان نے پولیس کے ہاتھوں بے پناہ مار پیٹ کے باوجود بھی جگت کا نام نہ لیا تو اس پر وہ ہنومان سے خوش تھے اور اس کے لئے دل میں جگہ بھی تھی۔ ہنومان نے جگت کے باپ کو چپ دیکھا تو بولا۔

"چاچا جی..... یہ خط تو پڑھ دو۔ جانے مجھے کس نے لکھ دیا ہے؟" ہنومان نے خط سوہن سنگھ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

جگت کے والد نے ہنومان سے بیٹھنے کو کہا اور خط کھولا۔ جگت کی ماں یہ دیکھنے کو باہر آئی کہ کون آیا ہے مگر ہنومان کو دیکھ کر اُس نے بھی منہ پھیر لیا۔ آٹھ ہی مہینے میں جگت کی ماں بدل گئی تھی۔ اُس

کی کمر، گھٹنے، سر اور آنکھیں ہر وقت جھکی رہنے لگی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گزرے ہوئے دنوں کے زخم اور آنے والے دنوں کے ممکنہ واقعات کے اندیشوں کا بوجھ نہ اٹھا سکتی ہو۔ اب اُسے بھگوان پر بھی پہلے جیسا یقین نہ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ لمبی سی سانس لے کر کہتی۔

''بھگوان! تو بیٹے دینے کے بعد اس طرح چھین کیوں لیتا ہے؟ آخر تو بھی تو مرد ہے۔ عورت کے ارمان اور ماں کی ممتا کی تجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟ تیری جگہ کوئی دیوی ہوتی تو جانتی کہ جوان بیٹے کی جدائی کا غم کیا ہوتا ہے۔''

سوہن سنگھ پورا خط پڑھ کر بے چین ہو گئے۔ اُنہوں نے ایک خط ایک بار پھر پڑھا۔ ہنومان قریب ہی بیٹھا اُن کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ہنومان کا تجسس اور بڑھتا جا رہا تھا۔ مگر سوہن سنگھ اس مرتبہ بھی خط ختم کر کے کچھ نہ بولے۔ ایسا لگتا تھا وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔ پھر اچانک اُن کا دھیان کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف گیا اور وہ تشویش سے بولے۔ ''ہنومان! کھڑکی بند کر دے۔'' ہنومان نے اُٹھ کر کھڑکی بند کر دی۔ اُسے اب اپنا شبہ یقین میں بدلتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ خط ضرور جگت کا ہی ہے۔ اُس کی بے قراری اور بڑھنے لگی۔ وہ جلد سے جلد یہ جاننا چاہتا تھا کہ جگت نے کیا لکھا ہے اور وہ خود کہاں ہے؟

ہنومان کی بے چینی دیکھ کر سوہن سنگھ نے دھیمی آواز میں اُسے خط سنایا پھر وہ ہنومان کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر شاید ہنومان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا تھا۔ وہ پیشانی پر اپنی اُنگلی رکھ کر بولا۔ ''چاچا جی! مجھے تو بالکل یاد نہیں آتا کہ بچپن میں میرا کوئی دوست زور آور تھا۔ یہ کہاں سے نکل آیا؟ چھوڑو! جانے کس کا ہوگا خط۔ میں تو سمجھا تھا کہ جگت نے لکھا ہے۔''

''ارے عقل کے دشمن! یہ اُسی کا تو خط ہے۔'' سوہن سنگھ مسکرانے لگے۔ سوہن سنگھ کی بات سن کر ہنومان خوشی سے اُچھل پڑا اور زور سے بولا۔ ''کس کا...... جگت کا؟''

سوہن سنگھ نے اُس کے منہ پر تیزی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''ارے پگلے! آہستہ بول۔ کسی نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا۔'' پھر خود ہی دھیمی دھیمی آواز میں بولے۔ ''جگت فوج میں بھرتی ہو گیا۔ یہ خبر تو اچھی ہے مگر تجھے یہ خط لاتے کسی اور نے تو نہیں دیکھا؟'' اُنہوں نے ہنومان سے پوچھا۔

ہنومان بولا۔ ''نہیں، میں تو سیدھا یہیں آیا ہوں۔ آخر جگت نے مجھے یاد کر ہی لیا۔ چاچا جی ایک بار پھر پڑھ کے سنا دو۔ پہلی دفعہ تو میری سمجھ ہی میں نہیں آیا تھا کہ کیا لکھا ہے۔'' ہنومان نے جس پیار سے جگت کے خط کو سننے کی فرمائش کی تھی یہ محسوس کر کے سوہن سنگھ کو بھی ہنومان پر پیار نہ آنے لگا۔ اس وقت وہ اُسے بھی جگت کی طرح سمجھنے لگے۔ پھر اُنہوں نے جگت کی ماں کو آواز دی۔

''جگت کی ماں! ذرا یہاں تو آنا۔'' جگت کی ماں آئی تو سوہن سنگھ نے اُسے خط دکھاتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ! خط آیا ہے۔ ذرا غور سے سننا۔'' وہ خط پڑھنے لگا۔ اس دفعہ پڑھتے پڑھتے اُن کی آواز بھرا گئی۔ جگت کی ماں بھی زار و قطار رو رہی تھی۔ ہنومان کی آنکھوں میں بھی پانی تیر رہا تھا مگر اس وقت بھی اُسے تعجب اس بات پر تھا کہ گاؤں کی اس ان پڑھ بڑھیا کو کیسے پتہ چل گیا کہ خط جگت کا ہے؟

تینوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پورے آٹھ مہینے کے بعد بیٹے کی خیریت ملی تھی۔ ماں باپ دونوں کے دل خوشی سے بھرپور تھے۔ لیکن اپنی اس خوشی کا اظہار کرنے میں بیٹے کی جان کا خطرہ تھا۔ آخر ہنومان نے خاموشی توڑی۔ ''چاچا جی! تم ہی میری طرف سے جواب لکھ دو۔'' اُس نے کہا۔ ''لکھ دو! کہ میں بھی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تیرے پاس آ رہا ہوں۔''

''ہنومان! اتنی بے قراری مت دکھا۔ ہم لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہئے۔'' جگت کے باپ نے کہا۔ ''تو جانتا ہے کہ گھر پر پولیس کی ہر وقت نگاہ رہتی ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ تجھے یہاں آتے کسی نے نہ دیکھ لیا ہو۔''

''کیا؟'' ہنومان کو اب صحیح صورتِ حال کا احساس ہوا۔ وہ تیزی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا اور آہستہ سے کھول کر باہر کا جائزہ لیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ کھڑکی بند کر کے واپس لوٹا تو چہرے پر فکر کے آثار نمایاں تھے۔ اُسے یاد آیا کہ پہلی بار جب اُس نے کھڑکی بند کی تھی تو ایک شخص قریب ہی کھڑا ہوا تھا لیکن اُس نے توجہ نہیں کی۔ اس مرتبہ پھر اُسی شخص کو وہاں کھڑا پایا تو ہنومان کو یقین ہو گیا کہ اُس کا تعاقب کیا گیا ہے۔ وہ سوہن سنگھ کے پاس آ کر بولا۔ ''چاچا جی! تمہاری بات ٹھیک ہے۔ ایک شکاری باہر کھڑا ہے۔ اگر کہو تو ابھی جا کر اُس کی گردن دبا دوں؟ تا کہ......''

''تجھے تو بات بے بات لڑائی کی سوجھتی ہے۔ کبھی دماغ بھی لڑا لیا کر۔'' سوہن سنگھ ہنومان سے کہہ کر خود کسی سوچ میں گم ہو گئے۔ جگت کی ماں اب تک خاموش تھی۔ اُس نے آنچل سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

''میری مانو تو بیٹے کو وہیں رہنے دو جہاں وہ ہے۔ اُس کا منہ دیکھنے کو نہ ملے گا تو نہ سہی۔ لیکن اب اُسے اس بکھیڑے میں واپس لانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر تم لوگوں نے اُسے انتقام کی راہ پر نہ ڈالا ہوتا تو میرا بہادر بچہ ضرور کوئی بڑا افسر ہی بنتا۔ اب جب بھگوان نے راستہ دکھا دیا ہے تو مجھ پر رحم کرو اور اُسے اس راستے سے واپس نہ موڑنا۔'' یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

ہنومان کو اس وقت اپنی ماں یاد آ گئی۔ وہ بھی اُس کو اچھا آدمی بننے کا کہتے کہتے دنیا سے سدھار گئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ ''سبھی ماؤں کو اپنے بیٹوں کو بڑا آدمی بنانے کا ارمان ہوتا ہے لیکن جوانی کے جوش میں اکثر بیٹے اپنی ماؤں کے ارمانوں کو کچل کر گزر جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟'' یہ سوچ کر اُس کا دل بھر آیا۔ اب اُسے اپنی ماں اور شدت سے یاد آ رہی تھی۔

سوہن سنگھ اُٹھ کر اندر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولے۔ ''خط میں نے آگ میں ڈال دیا ہے۔ ہنومان! تو بھی بھول جا کہ تجھے کبھی کوئی خط ملا تھا۔''

ہنومان بے چینی سے بولا۔ ''جگت کا پتہ تو لکھ لیا ہوتا چاچا جی۔''

''وہ تو میرے دل پر نقش ہو گیا ہے ہنومان!'' سوہن سنگھ بولے۔ ''اور ہاں، تجھ سے کوئی کچھ پوچھے تو بتانا مت۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو چاچا جی! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے جیل میں کم ظلم تو نہیں سہا لیکن مجال ہے ایک لفظ جو منہ سے نکالا ہو۔'' سوہن سنگھ نے شدتِ جذبات میں ہنومان کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"جگت نے لکھا ہے کہ دوستوں کا حال لکھنا۔ تو شاید اُس کا مطلب نہ سمجھا ہو۔ اُس ـ اور شیام کی خبر پوچھی ہے۔" سوہن سنگھ کی بات سن کر ہنومان چونک پڑا۔

"کمال ہے...... اتنے پراسرار انداز میں خط لکھا ہے۔"

ہنومان دل ہی دل میں بولا۔ "جگت بہادری ہی نہیں ہوشیار بھی بہت ہے۔ لکھن کے قتل پہلے اُسی شام کو جگت نے فوج میں بھرتی ہونے کا پوسٹر دیکھ کر کتنے افسوس سے کہا تھا کہ مجھے بز چلانی نہیں آتی لیکن اب تو وہ سب کچھ سیکھ گیا ہوگا اور شاید چھٹی بھی اسی لئے لے کر آنا چاہتا۔ دشمنوں کو بندوق سے قتل کرے۔"

سوہن سنگھ سوچ رہے تھے کہ اگر ہنومان یہاں زیادہ دیر رہا تو پولیس کے شک کو تقویت گی۔ اس لئے اُنہوں نے ہنومان کو فوراً ہی واپس بھیج دیا۔ پھر جگت کی ماں سے بولے۔ "میر تمہارے باپو کے پاس دھرم پور جا کر یہ خوشخبری سناؤں گا۔ ہولی کا تہوار سر پر ہے۔ تم بھی ساتھ چلی چلنا۔ ہمارے جانے پر کسی کو شبہ بھی نہیں ہوگا۔"

میاں کی بات سن کر جگت کی ماں بولی۔ "میں اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکلوں گی جب جگت کا منہ نہیں دیکھ لیتی۔ تم باپ ہو، تم کیا جانو کہ ماں کے دل میں تو روز ہی ہولی جلتی ہے۔"

○

دوسری طرف برابر کے گھر میں رام اور شیام جیل سے چھوٹ کر آ چکے تھے۔ دونوں کو سزا مہینے کی ہوئی تھی مگر جیل میں چال چلن کی اچھی رپورٹ تھی جس کی وجہ سے دونوں کو سزا پوری ہو ـ سے ایک مہینے پہلے ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہولی کا تہوار آ رہا تھا۔ ویرو اس تہوار کو اپنے میکے میں گزا چاہتی تھی مگر رام اور شیام اس پر مصر تھے کہ ویرو یہ تہوار سسرال ہی میں گزارے تاکہ ہولی پر دیوار بھابھی رنگ کھیل سکیں، ہنسی مذاق ہو سکے۔ جب گھر میں بھابھی ہی نہ ہوگی تو بھلا ہولی کیا ہولی گی؟ ویرو بھی جانتی تھی کہ دیور ہولی کے تہوار پر اس سے کیسے مذاق کریں گے۔ کیسے کیسے اُ پریشان کیا جائے گا اس لئے وہ یہاں رُکنا نہیں چاہتی تھی۔ اُس نے بہانہ یہی بتایا کہ مجھے میکے ـ ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں پھر اس مرتبہ گھر میں جوان موت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہولی کی خو ہمیں نہیں کرنی چاہئے۔ رہا تہوار پر پکوان وغیرہ کا سلسلہ تو اس کے لئے رام اور شیام کی چا موجود ہے وہ تہوار پر سارا کام سنبھال لے گی۔

چاچی لکھن کے مرنے کی خبر سن کر اپنے بیٹے کے ساتھ یہاں تعزیت کرنے آئی تھی۔ مگر پھر یہ چاچی کو موہن نے اصرار کر کے یہیں روک لیا اور واپس جانے نہیں دیا۔ اُس کے بعد سے چاچی اس گھر میں رہ رہی تھی۔ رام اور شیام جیل میں تھے، لکھن کے بعد موہن سنگھ کو بھی کھیتوں میں کسی ہاتھ بٹانے والے کی ضرورت تھی۔ ادھر گھر میں کوئی بزرگ عورت رہے تو موہن کو ویرو کے سنبھل جا ـ کے آثار بھی نظر آتے تھے۔ چاچی کا لڑکا تھا تو جوان مگر کام دھندا کچھ نہ کرتا تھا۔ موہن نے ماں بیٹے کو آسرا دیا اور اس طرح اپنے دونوں مطلب پورے کر لئے۔ اُس نے چاچی سے یہ بھی کہہ رکھا تھ کہ ویرو کے اوپر بھی نگاہ رکھے۔ چاچی، بھتیجے کی باتیں سن کر اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک موہن گھر میں رہتا چاچی ویرو سے کھنچی کھنچی رہتی۔ لیکن موہن کے جانے کے بعد ویرو پر اپنا سارا پیار نچھاور

ـرتی رہتی۔ اس طرح اُس نے دونوں فریق ہی اپنے قبضے میں کئے ہوئے تھے۔ چاچی کو اپنے گھر ـمی بھی پیٹ بھر کھانے کو نہ مل پایا تھا مگر موہن سنگھ کے گھر میں رہ کر مزے تھے۔ یہاں کوئی پوچھنے ـلا نہیں تھا۔ وہ سب کچھ اپنی مرضی سے کرتی اور ویرو بھی کچھ نہ بولتی۔ اُسے تو خود اب اس گھر سے ـوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ چاچی کا بیٹا بدھی سنگھ جوان ہونے کے بعد بھی عقل سے بالکل کورا تھا۔ پھر ـمی چاچی اُس کی تعریفیں کرتے نہ تھکتی۔ ویرو چاچی کو پسند تھی۔ وہ اکثر اُس سے کہا کرتی۔

"بہو! تیری چھوٹی بہن کے لئے وہ دُلہا بالکل تیار ہے۔ اپنے باپ سے جلدی بات کر لے۔"

اب جب ویرو نے میکے جانے کی بات نکالی تو چاچی نے بھی اُسے اجازت دلانے میں کوئی ـقہ نہ اُٹھا رکھا۔ اُس کا خیال تھا ویرو وہاں جا کر اُس کے لڑکے کے لئے باپ سے ضرور بات ـرے گی اس لئے اس کا جانا بہتر ہے۔ اُس نے شوہر سے ویرو کو اجازت دلانے کے بعد کہا۔

"بہو! اپنے گھر خوش رہنا اور یہاں کے بارے میں بالکل فکر نہ کرنا۔ میں سب سنبھال لوں ـلی۔ ہاں! میری والی بات نہ بھول جانا۔ بدھی سنگھ کی بات اپنی بہن کے لئے باپ سے پکی کر کے ـا۔"

ویرو نے بظاہر تو ہاں میں ہاں ملا دی مگر دل ہی دل میں چاچی اور بدھی سنگھ دونوں پر ہی اُسے ـنی آ گئی۔ اُسے بدھی سنگھ کا وہ جملہ یاد آ گیا جو اُس نے ویرو کے جانے کی خبر سن کر کہا تھا۔

"بھابھی! ہمارے گاؤں میں جب عورت میکے جاتی ہے تو واپسی میں بچہ ساتھ لاتی ہے۔ تم بھی ـاؤ گی نا؟ پھر وہ مجھے چاچا جی کہا کرے گا۔ ہے نا!" یہ کہہ کر وہ خود ہی ہنس پڑا تھا جیسے واقعی وہ بچے ـکو گود میں سنبھالنے میں شرما رہا ہو۔ ویرو نے سوچا ایسے احمق سے رشتہ کروا کر میں اپنی بہن کی ـقسمت کیسے پھوڑ دوں؟ مگر پھر بھی وہ خاموش رہی۔ اُسے ابھی چاچی سے بہت سے کام لینے تھے۔ ـچاچی کے بڑھتے ہوئے مراسم سے ابھی سبکدوش بھی نہیں ہونا چاہتی تھی اس لئے چاچی کی ہاں ـمیں ہاں ملاتی رہتی۔ چاچی بھی اُس سے خوش تھی۔ اس طرح ویرو کو اگر کوئی کام نکلوانا ہوتا تو وہ ـآسانی سے نکلوا لیتی۔ ویسے اُس کا کام بھی اور کیا تھا سوائے اس کے کہ وہ جگت کی ماں سے مل لیا ـکرے تاکہ دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ چاچی اُسے کبھی کبھی جانے کی اجازت دے دیا کرتی۔ ـاب بھی ویرو جب میکے جانے کو تیار ہوئی تو پہلے اُس نے جگت کی ماں سے ملنے کی اجازت چاہی۔ ـچاچی اس وعدے پر تیار ہو گئی کہ ویرو اپنے باپ سے چاچی کے بیٹے کے لئے چھوٹی بہن کے رشتے ـکی بات کرے گی۔

ویرو جگت کی ماں کے پاس آئی تو جگت کی ماں کی حالت پہلے سے اور ابتر ہو چکی تھی۔ اُس نے ـکہا۔ "ماں جی! تم نے تو رو رو کر آنکھیں سجا لی ہیں۔ بھگوان پر بھروسہ رکھو! وہ تمہارے بیٹے کی ـحفاظت کرے گا۔ کوئی بری خبر تو نہیں آئی نا؟"

ویرو کے سوا جگت کی ماں کو اس انداز سے تسلی دینے والا اور کوئی نہ تھا۔ ماں جی بھی اُس سے ـاپنے دل کی ساری بھڑاس نکال لیا کرتی۔ ویرو کے اس طرح پوچھنے پر اُس نے کہا۔

"بری خبر تو نہیں ہے...... لیکن......"

ماں جی کو اس کے آگے چپ ہوتا دیکھ کر ویرو نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا اُن کی کوئی خبر آئی

ہے؟"

ماں جی کو پتہ تھا کہ ویرو کو جگت کی بڑی فکر رہتی ہے لیکن پھر بھی وہ اُس سے صحیح حقیقت بیان کر سکتی تھی۔ کچھ بھی ہو ویرو بھی تو دشمن کے گھر والی۔ مگر جواب کچھ نہ کچھ تو دینا ہی تھا اس بولی۔ "تو نے کہا نا کہ بھگوان اُس کی حفاظت کرے گا، بس اتنی ہی بات ہے۔ آگے اُس کی مرضی"

ویرو کو بھی بس خیریت ہی معلوم کرنی تھی، اُس نے ماں جی کی بات سنتے ہی ایسے آنکھیں لیں جیسے یہ خبر سن کر اُسے بہت سکون ملا ہو۔ اُسے ڈر تھا یہ خوشی کہیں اُس کی آنکھوں سے ظاہر جائے ان کے باوجود بھی دو موتی اُس کے گالوں پر ڈھلک ہی آئے۔ وہ تیزی سے اُٹھی، ماں کے قدموں کو چھوا اور جاتے جاتے بولی۔

"دو دن کے لئے میکے جا رہی ہوں۔ ملنے آئی تھی...... اب چلتی ہوں۔"

ماں جی نے ویرو کو گلے لگاتے ہوئے دُعا دی اور الوداع کہا۔

"ہولی ماما تیرے سہاگ کی حفاظت کرے۔"

○

جس سال کا ذکر ہے وہ سال 1931ء تھا۔ اس سال ہندو جاتی نے روایتی چیزوں کی بجا غیر ملکی مال سے ہولی کھیلی۔ چندر شیکھر آزاد اور بھگت سنگھ جیسے لوگ تشدد اور توڑ پھوڑ سے برطا حکومت کو بیزار کرنے کے لئے میدان میں آ گئے تھے۔ دوسری طرف تحریک آزادی کو کچلنے کے فرنگیوں نے بھی ظلم و استبداد شروع کر دیئے تھے۔ انہی حالات میں جب بھگت سنگھ اور اُس کے ساتھیوں کو سزائے موت دی گئی تو لوگوں میں غم و غصہ اور بھڑک اُٹھا۔

لاہور چھاؤنی کی سکھ رجمنٹ کے جوانوں میں بھی فرنگیوں کے اس فیصلے نے کھلبلی مچا دی۔ اب تک جس لباس کو وہ فخر سے پہنتے اور اکڑ کے چلتے تھے وہی لباس اب اُنہیں کھلنے لگا۔ اُن کا خیال کہ اس فوجی تربیت کا استعمال اُنہیں فرنگیوں کی طرف سے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف کرنا ہو گا مادرِ وطن کی آزادی کے متوالوں کے ہی سینوں میں اُنہیں گولیاں مارنی ہوں گی۔

یہ بات حکومت تک پہنچ کر خطرناک ہو گئی تھی اور اب فوج میں بغاوت روکنے کے لئے بھی حکومت کو چوکنا رہنا تھا۔

ہولی کی رات کو جگت اور اُس کے تین دوست بھی ایسی ہی باتیں کر رہے تھے۔ جگت نے دوست بھی ایسے پسند کئے تھے جو اندرونی طور پر حکومت سے ہی نہیں پورے معاشرے سے غیر مطمئن اور آمادۂ بغاوت تھے۔ ہشیار سنگھ باپ سے جھگڑا کر کے فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ بچن سنگھ محبت میں ناکام ہو کر چھاؤنی آیا تھا اور کرپال کے باپ کی زمین زمیندار نے چھین لی تھی۔ ان چاروں کی دوستی، ہمت اور ذہانت پوری سکھ رجمنٹ میں مشہور تھی۔

جگت تو جس مقصد کے لئے فوج میں بھرتی ہوا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ نشانہ بازی میں اب وہ ماہر تھا مگر رام اور شیام کی رہائی تک اُس نے اپنی اصلیت کو چھپائے رکھنا ضروری سمجھا۔ اُن کا خیال تھا کہ ہنومان کا جواب آتے ہی میں زور آور سے جگت بن جاؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ بھی اُس نے سوچ رکھا تھا۔ اُسے چند ساتھیوں کی ضرورت تھی اور اگر اُس کے یہ فوجی دوست اُس کا ساتھ

دینے پر تیار ہو جائیں تو پولیس، حکومت اور قانون کے خلاف وہ آسانی سے بغاوت کر سکتے تھے۔

اپنے دل کی یہ بات اُس نے اب تک اپنے دوستوں سے نہیں کہی تھی۔ لیکن آج جب سب دوست اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے تو جگت نے بھی اپنے دل کی بات دوستوں سے کہہ ڈالی۔ اُس کی تجویز سن کر دوستوں نے پوچھا۔ "لیکن فوج سے بھاگ کر ہم کریں گے کیا؟"

اس سوال نے سب کو گہری سوچ میں ڈال دیا مگر بچن نے جگت کی آنکھوں میں اس سوچ کے ساتھ ساتھ چمک دیکھ کر پوچھا۔ "تو ہی کچھ بول زور آور! تیرا دماغ ہم سب سے زیادہ تیز ہے۔ کیونکہ میرا جی تو چاہتا ہے جس روز بھگت کو پھانسی دی جائے اُسی روز گوروں کو چن چن کر ہم بھی گولیوں سے اُڑا دیں......!"

بچن کی بات سن کر جگت نے کہا۔ "تمہارا اور میرا راستہ شاید الگ ہو گا دوستو! کیونکہ مجھے ابھی اپنا پرانا حساب چکانا ہے۔"

دوستوں نے زور آور کو آج تک اتنا سنجیدہ نہ دیکھا تھا۔ کرپال نے اُس کی بات کو مذاق خیال کیا اور بولا۔ "تجھے کس کا حساب چکانا ہے؟ رشتہ دار تو سیلاب کی نذر ہو گئے۔ کیا اُن کا انتقام بھگوان سے لے گا؟"

"کرپال! یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔" جگت کچھ اور سنجیدہ ہو کر بولا۔ "بھگوان سے میری دشمنی نہیں ہے۔ بھگوان کا تو میں احسان مند ہوں کہ اگر اُس رات سیلاب نہ آتا تو میں شاید آج جیل میں ہوتا۔"

"کیا......؟" سب چونک گئے۔

"ہاں...... آج میں تم دوستوں کو پوری حقیقت بتاتا ہوں۔ دوستو! تم لوگ جسے زور آور کہتے ہو وہ اصل میں جگت سنگھ ہے۔ جگت سنگھ جگا...... جس پر قتل کا الزام ہے۔ میں بے گھر بار کا آدمی نہیں ہوں۔ میرے ماں، باپ، نانا، ماموں، کھیت، مکان سب کچھ ہے۔ کبھی میرے بڑے بھائی بھی تھے۔" جگت کی آواز سے درد عیاں تھا۔ اُس نے کہا۔ "اگر آج بھائی زندہ ہوتے تو ہمارا گھر بھابیوں کی جھانجھروں اور بھتیجوں کے شور سے گونج رہا ہوتا۔ لیکن میرے دونوں بھائی باپ دادا کے انتقام کے قرض کی وصولی میں کام آ گئے۔ ایک بھائی کو دشمنوں نے چھپ کر گولی مار دی، دوسرے اُس سے بڑے بھائی کو پولیس نے اپنی گولی کا نشانہ بنا دیا اور میں آج تک ان دونوں کے زخموں کو دل سے لگائے زندہ ہوں۔"

جگت کی باتیں سن کر تینوں دوست رنجیدہ ہو گئے۔ پھر بچن بولا۔ "تو اب حساب چکانے میں کاہے کا انتظار ہے زور آور؟"

"زور آور نہیں، جگت کہو! جگت۔" جگت نے یاد دلایا۔

"دشمن کتنے ہیں جگت؟"

"تین زندہ ہیں...... مگر اُن میں سے دو ابھی جیل میں ہیں۔ اُنہی کی رہائی کا انتظار کر رہا ہوں۔ تھوڑے دن ابھی باقی ہیں۔" گفتگو ابھی یہیں پہنچی تھی کہ کوٹھڑی کے دروازے پر دستک ہوئی، چاروں دوست فوراً چپ ہو گئے۔ پھر جگت نے وہیں سے پوچھا۔ "کون ہے......؟"

"میں ہوں گروبخش......!" باہر سے آواز آئی۔
جگت نے نام سن کر دروازہ کھولا، آنے والا تیزی سے اندر داخل ہوا مگر وہاں دوسرے تین جوانوں کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اُس نے دروازے میں کھڑے کھڑے جگت کو اشارہ کر کے باہر بلایا اور پھر دونوں ایک کونے کی طرف چلے گئے۔ گروبخش نے جگت کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ جس کے بعد جگت اور گروبخش بڑی دیر تک وہیں کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے۔ اور جب گرو جانے کے لئے مُڑا تو باقی تین دوستوں نے اُسے کہتے سنا۔
"کوئی کام ہو تو ضرور بتانا زور آور......!"

O

اگر ہولی کی رات کو گروبخش نے جگت کو خبردار نہ کیا ہوتا تو شاید جگت کبھی "جگا ڈاکو" نہ بنتا۔ گروبخش تھا تو سپاہی، لیکن اندر سے وہ حکومت برطانیہ کا کٹر مخالف تھا۔ وہ فوج کو چھوڑ کر بھگت سنگھ کی ٹولی میں شامل ہونے کو تیار تھا۔ لیکن بھگت کا کہنا تھا کہ وہ فوج میں رہ کر ملک کی آزادی کے لئے زیادہ بہتر طریقہ سے خدمت انجام دے سکتا ہے۔ پارٹی نے اُسے تین کام سونپے۔ ایک، فوج کا گولہ بارود انقلابیوں کو بہم پہنچانا۔ دوسرے، آمادۂ بغاوت فوجیوں کو حکومت کے خلاف اُکسانا۔ اور تیسرے، چھاؤنی میں آنے اور وہاں سے جانے والی تمام خفیہ اطلاعات کی جاسوسی کرنا۔
فوجی تربیت کے لئے چھاؤنی کے اسٹور رُوم میں تھوڑا سا گولہ بارود ہر وقت رہتا تھا۔ مہینے میں ایک آدھ بار گروبخش وہاں سے ایک دو دستی بم یا چند کارتوس پار کر لیتا اور باہر پہنچا دیتا۔
چھاؤنی کے کچن کی دیکھ بھال کے لئے ہر روز دو جوانوں کی ڈیوٹی لگتی۔ جس روز گروبخش کا ٹرن ہوتا وہ ترکاری کے پتوں اور دوسرے کچرے میں گولہ بارود چھپا دیتا اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ مال انقلابیوں کے ہاتھ میں پہنچ جایا کرتا۔
گزشتہ ماہ کچن کی دیکھ بھال کا کام زور آور اور گروبخش کے ذمہ آیا۔ گروبخش ہر بار تو اپنے ساتھی کی نظر بچا کر اپنا کام کر لیا کرتا تھا مگر اس مرتبہ زور آور ڈیوٹی پر تھا اُس نے یہ چالاکی پکڑ لی۔ اُن دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ گروبخش نے زور آور کی آنکھوں میں دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ شخص ابھی کرنل کے پاس جا کر اُس کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔ اور اس طرح اُس کی جان کے ساتھ کچرے سے گولہ بارود تلاش کر کے لے جانے والے انقلابی بھی مارے جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے فوراً فیصلہ کیا اور دوسرے ہی لمحہ وہ گوشت کاٹنے کی بڑی چھری لے کر زور آور کی جانب بڑھا لیکن زور آور وہیں کھڑا ہنستا رہا۔ اُس کی یہ ادا دیکھ کر گروبخش ذرا جھجکا، وار کرنے سے پہلے اُس نے زور آور سے پوچھا۔
"زور آور! تم نے ابھی جو کچھ دیکھا، وہ تمہارے دل میں ہی رہے گا یا زبان پر آ جائے گا؟"
زور آور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہنستا ہی رہا۔ اب گروبخش کو بہت غصہ آیا۔ وہ بولا۔ "بات ہنسنے کی نہیں ہے زور آور! زندگی اور موت کا سوال ہے۔"
"کس کی موت......؟" زور آور نہایت لاپرواہی سے بولا۔ "تم نے یہ کیسے طے کر لیا کہ اس چھری سے میری موت ہو سکتی ہے؟ مجھے مار کر تم بھاگ نہیں سکتے اور اگر تمہاری جان گئی تو حکومت

مجھے اس کا انعام دے گی۔ ایک غدار کا خاتمہ کرنے کا انعام۔"
"مجھے غدار کہتا ہے......" گروبخش نہایت غصے سے چیخا اور زور آور پر لپکا۔ زور آور تیار تھا۔ اس نے گروبخش کا اُٹھا ہوا ہاتھ پکڑ کر مروڑا اور پاؤں سے اڑنگا مار کر ایک پل میں اُسے زمین پر گرا دیا۔ گروبخش کے ہاتھ سے چھری نکل گئی اُس نے سوچا شاید زور آور یہی چھری اُٹھا کر میرے جسم میں گھونپ دے گا لیکن زور آور نے اس کے برعکس ہاتھ کا سہارا دے کر گروبخش کو اُٹھایا اور کہا۔
"زور آزمائی رہنے دو! اگر تم چاہتے ہو کہ میرا منہ بند رہے تو تمہیں اپنا منہ کھولنا ہوگا۔"
گروبخش یہ بات سن کر نرم ہو گیا۔ بولا۔ "میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے خاموش رہنے کی قسم کھائی ہے۔"
بات یہیں تک پہنچی تھی کہ اتنے میں باورچی آ گیا اور دونوں کو دیکھ کر بولا۔ "یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے یہاں؟ میری چھری کہاں ہے؟"
"میں ذرا چھری کا داؤ گروبخش کو بتا رہا تھا۔" زور آور نے بات بنائی۔ "چھری وہ پڑی ہے۔"
باورچی کو اب بھی یقین نہیں آیا تھا۔ اُس نے کہا۔ "اگر یہ کھیل ہو رہا تھا تو تم دونوں ایک دوسرے کو ایسے کیوں گھور رہے تھے؟"
اب زور آور کو مذاق سوجھا۔ وہ بولا۔ "تمہیں معلوم نہیں میں آنکھوں میں جھانک کر دل کا حال بتا سکتا ہوں۔ اس وقت معلوم کر رہا تھا کہ گروبخش کے دل میں کیا ہے۔ تمہیں دیکھنا ہے یہ کمال؟"
یہ سنتے ہی باورچی فوراً آنکھیں پھیلا کر زور آور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "بتاؤ تو بھلا! اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟" اُس نے کہا۔
"ہوں......دل میں ہے کہ آج جو مرغیاں پکی ہیں اُن میں سے ایک پتیلی بھر کر سالن کس طرح غائب کیا جائے۔ یہی سوچ رہے ہو نا؟" زور آور بولا۔
"دھت تیرے کی..!" باورچی جھینپ کر ہنسا اور فوراً وہاں سے باورچی خانے میں چلا گیا۔
گروبخش جو اب تک خاموش تھا وہ بھی ہنسنے لگا اور بولا۔ "آج سے ہم دوست ہیں۔ میری صرف اتنی التجا ہے کہ آج کے بعد کبھی مجھے غدار نہ کہنا۔ تم نہیں جانتے اس سرکار کی وفاداری اپنے ملک سے غداری ہے۔"
زور آور ان الفاظ سے گروبخش کی سب حقیقت سمجھ گیا اُس نے گروبخش کی پیٹھ تھپتھپا کر کہا۔
"تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں دوست! کہ حکومت کا نمک کھاتے ہوئے بھی اب تک اپنا خون سرد نہیں ہونے دیا۔" پھر اُس نے کہا۔ "بھگت سنگھ کے چیلے معلوم ہوتے ہو۔"
گروبخش نے مرعوب ہوتے ہوئے چونک کر کہا۔ "زور آور! تم تو واقعی دل کا حال معلوم کر لیتے ہو۔"
زور آور زور سے ہنسا...... "ارے یار! تم بھی کس چکر میں آ گئے۔ وہ تو باورچی کو بھگانے کی چال تھی۔ ٹھیک ہے......اب باتیں بند۔ تم اپنے کام پر نظر رکھو!" یہ کہہ کر وہ جانے لگا لیکن گروبخش نے اُسے روک لیا اور بولا۔
"ایک بات کہوں زور آور! معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی حکومت سے نفرت ہے۔ تو پھر تم ہمارے

ساتھ کیوں نہیں مل جاتے؟"

زورآور نے ہنس کر کہا۔ "کیا مجھے بھی چیلا بنانا ہے؟" جواب دینے کی بجائے ایسا سوال کرنے والے زورآور کو گروبخش نے پیار سے دیکھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر ایسے لوگ ہماری تحریک میں شامل ہو جائیں تو انقلاب بہت جلد آ سکتا ہے۔

O

چھاؤنی کی ہر خفیہ اطلاع پر نگاہ رکھنے والے گروبخش کو سنہا کے "ٹاپ سیکرٹ" تار کا مضمون دیکھتے ہی اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ زورآور حکومت کا مخالف کس لئے ہے۔ اُس نے تار کو دوسرے کاغذات میں ایسے دبا دیا کہ وہ کرنل کو کافی دیر سے ملے۔ اُسے معلوم تھا کہ کرنل ایک روز کی چھٹی پر ہے۔ زورآور آسانی سے فرار ہو سکتا ہے۔ وہ فوراً جگت کے کمرے میں آیا۔

اور جب گروبخش نے جگت کو اس تار کی اطلاع دی تو جگت بھی چکرا گیا۔ اُسے سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ سنہا کو میرا پتہ کہاں سے ملا ہو گا؟ پھر اُسے خط لکھنے کی اپنی غلطی پر افسوس ہوا۔ اُس نے سوچا خط لکھ کر میں نے بڑی بیوقوفی کی...... کیا ہنومان نے دغا کی ہو گی؟

لیکن یہ سب تو بعد میں سوچنے کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو یہاں سے جلد از جلد فرار ہونے کی تدبیر کرنی ضروری تھی۔ اُس نے تینوں دوستوں کو اپنی حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا اس وجہ سے اُن کو مطلع کئے بغیر یہاں سے چلے جانا مناسب معلوم نہ ہوا۔ اُسے اس بات کا سب سے زیادہ افسوس تھا کہ اُسے اپنے پروگرام سے چند دن پہلے ہی یہاں سے فرار ہونا پڑ رہا ہے کیونکہ اگر رامو اور شیام اب تک رہا نہ ہوئے ہوں گے تو حساب چکانے کا موقع کیسے ملے گا؟ پولیس اور فوج دونوں سے آخر وہ کب تک بچ سکے گا......؟

اُس نے بچن، ہشیار اور کرپال سے کہا۔ "میرے پاس فرار ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔ زندہ رہے تو دوبارہ ملیں گے۔"

جگت کی مشکل نے تینوں دوستوں کو فکر میں ڈال دیا۔ بچن نے کہا۔ "جگت! اب تم اکیلے نہیں جا سکتے۔ ہم چاروں ساتھ ہی رہیں گے۔ جئیں گے تو مل کر اور مریں گے تو ساتھ ساتھ۔ تم یہ بتاؤ کہ اب کرنا کیا چاہئے؟ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

یاروں کی اس پیشکش سے جگت بہت متاثر ہوا۔ بات سن کر اُس کا دل بھر آیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھ جیسے گناہگار بندے کی بھگوان آخر اس قدر مدد کیوں کر رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھگوان میرے گناہوں کی سزا دینے کے لئے یہ کھیل، کھیل رہا ہو؟ یہ باتیں سوچ کر اُس نے کہا۔

"دوستو......! میں ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا وعدہ کرتا ہوں اور مرتے دم تک اسے نبھاؤں گا۔ مگر میرا ارادہ سب سے پہلے اپنے دشمنوں کا صفایا کرنے اور اس کے بعد حکومت اور قانون سے بغاوت کر کے ڈاکہ گیری کرنے کا ہے۔ میں چھوٹا تھا سب سے میرے نانا کہا کرتے تھے کہ میں بڑا ہو کر "ڈاکو" بنوں گا......!" جگت کی زبان سے یہ بات سن کر اور اُس کا عزم دیکھ کر تینوں دوست ایک ساتھ بول لے

"ہمیں یہ بھی منظور ہے۔"

اس کے بعد وہ سب فرار ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ہر ایک نے ایک ایک بندوق اور زیادہ سے زیادہ کارتوس ساتھ لئے۔ فرار سے پہلے جگت جب گروبخش سے ملنے گیا تو اُس نے پھر ایک مرتبہ جگت سے کہا۔ "اگر تم انقلابیوں کے ساتھ ملنا چاہو تو میں ابھی تمہارے لئے روپوش ہونے کا بندوبست کر سکتا ہوں۔"

مگر جگت نے اُس سے کہا۔ "گروبخش! ہم چاروں یہاں سے جا رہے ہیں اور اب تک تمہارے جتھے میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔ لڑنا ہم بھی چاہتے ہیں، لیکن ہماری جنگ پولیس سے ہو گی اور اپنے طریقے پر۔ تم صرف اتنا کرو کہ آج کے دن کسی کو ہمارے فرار کا پتہ نہ چلے۔ ہولی کی چھٹی ہم نے لے ہی رکھی ہے اس لئے جب تک ہمارے بارے میں معلوم نہ کیا جائے، کسی کو کچھ بتانا مت۔"

گروبخش جگت کی باتیں سن کر ذرا مایوس تو ہوا مگر اُس نے کہا۔ "زورآور! جب بھی تمہارا ارادہ بدلے تو ہمارے لاہور کے خفیہ اڈے سے ضرور رابطہ قائم کرنا۔ میں تمہیں اس کا پتہ دیتا ہوں۔ ہمارا کوڈ ورڈ "طوفان" ہے۔"

گرو کا یہ پیار دیکھ کر جگت نے اُسے گلے سے لگایا اور بولا۔ "گرو! میرا اصلی نام جگت سنگھ ہے۔ اب زورآور کو بھول جاؤ۔ اور ہاں سنو ہم فوج کی ایک جیپ بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر جگت تیزی سے مڑا اور باہر نکل کر تینوں دوستوں کے پاس پہنچ گیا جو گاڑی سٹارٹ کئے اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ گروبخش نے کمرے ہی میں جیپ کے روانہ ہونے کی آواز سنی تو کھڑکی سے جھانکا۔ چاروں دوست ملٹری بیرکوں سے گزرتے ہوئے الوداعی سلام کرتے نظر آ رہے تھے......

بیرکس کے بیچوں بیچ بڑی سڑک پر جیپ دوڑتی رہی۔ اُن کی رفتار میں ذرا سی کمی آئی جب وہ اُس موڑ پر پہنچے جہاں ملٹری کیمپ کی حدود ختم ہوتی تھی اور گروبخش نے سوچا کہ شاید اُن کا ارادہ بدل گیا ہو۔ اُسے اپنا دل ڈوبتا سا لگنے لگا۔ مگر اتنی دیر میں جیپ تیز رفتاری سے مڑ گئی۔ گرو سوچنے لگا کہ یہ چاروں جس راستے پر گئے ہیں بھگوان کرے یہ راستہ انہیں منزل تک لے جائے......!

OOO

جیپ گرد کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ اُس نے چوبیس گھنٹے تک جگت اور ساتھیوں فرار کی بات پوشیدہ رکھی مگر دوسری رات ابھی آدھی ہی گزری تھی جب خان پور پولیس سپرنٹنڈنٹ سنہا معہ مسلح پولیس پارٹی کے سکھ رجمنٹ کی چھاؤنی پہنچا۔ اُس نے اپنے مسلح سپاہی کرنل خوشونت کے دفتر کے باہر روکا اور کرنل کے اردلی کے ساتھ کرنل کے دفتر میں پہنچ کر اُس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

سپرنٹنڈنٹ سنہا بہت خوش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جگت کی گرفتاری اُس کی ترقی کا باعث بنے عالم تخیل میں وہ بار بار دیکھتا کہ جگت کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈالے وہ گاؤں سے گزر رہا۔ گاؤں کے مرد عورتیں جگت کی گرفتاری کے بعد سنہا سے بہت مرعوب ہیں اور اُس کے آگے پیچھے گارڈ چل رہی ہے۔ سنہا ابھی نہ جانے کتنی دیر اور انہی خیالوں میں کھویا رہتا کہ دفتر کا دروازہ کھلا اردلی نے کڑاکے دار فوجی سلیوٹ کیا اور کرنل خوشونت دفتر میں داخل ہوا۔ سنہا نے بھی مؤدب کھڑے ہو کر پہلے سلیوٹ کیا اور پھر اپنا تعارف کرایا۔

''میں پولیس سپرنٹنڈنٹ سنہا ہوں۔ میرا ٹیلی گرام آپ کو مل گیا ہوگا۔''

''ٹیلی گرام...... کب بھیجا تھا آپ نے؟ میں نے تو آپ کا کوئی ٹیلی گرام نہیں دیکھا۔'' کرنل کا لہجہ سپاٹ تھا۔ سنہا نے کرنل کی باتیں سنیں لیکن اُسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ اُس کا چہرہ اُتر گیا تھا۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں کرنل سے مخاطب ہوا۔

''کیا کہہ رہے ہیں کرنل صاحب؟ آپ کو میرا کوئی تار نہیں ملا؟ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے تار کل دوپہر روانہ کیا تھا۔''

کرنل خوشونت، سنہا کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر متعجب بھی ہوا، مگر پھر سنبھل کر بولا۔ ''اچھا...... آپ نے تار کل بھیجا تھا؟ میں کل شام سے چھٹی پر تھا۔ ہولی ہے نا... اس وقت بھی ہم دوست فلم کے آخری شو سے واپس آئے ہیں۔ اسی لئے آپ کو اتنا انتظار بھی کرنا پڑا۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔ تار آیا ہوگا تو انہی کاغذات میں ہوگا۔'' یہ کہہ کر خوشونت اپنی میز پر رکھی ہوئی ڈاک ٹرے دیکھنے لگا۔ ذرا سے کاغذات اُلٹ پلٹ کرنے سے اُسے تار کا ایک لفافہ ملا جو بند تھا۔ اُس نے لفافہ ہاتھ میں لے کر سپرنٹنڈنٹ سنہا کو دکھاتے ہوئے کہا۔ ''مل گیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کسی نے اب تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ بند کا بند پڑا ہے کیا کوئی ضروری پیغام بھیجا تھا آپ نے؟'' بات کرتے کرتے اُس نے لفافہ کھولا اور تار کا مضمون پڑھنے لگا۔ دو سطروں کا یہ مختصر سا تار خوشونت نے شاید دو دفعہ ضرور پڑھا ہوگا۔ پھر اُس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے نظریں اُٹھا کر ذرا غور سے سنہا کو دیکھتے ہوئے پوری فوجی شان سے کہا۔

''ہوں...... تو آپ کو ہمارے حوالدار زور آور پر شبہ ہے؟'' یہ بات خوشونت نے کچھ اس انداز سے کہی جیسے اُسے اس بات کا یقین نہ ہو۔ مگر سنہا جواب تک خاموش تھا ایک ساتھ پھٹ پڑا۔ اُس کے لہجے میں ایک التجا کا پہلو تھا۔ سنہا نے کہا۔

''کرنل صاحب! ہم پورے آٹھ مہینے سے اس مجرم کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ پرسوں ایک خط اس کے دوست کے نام سکھ رجمنٹ سے پہنچا جس سے ہمیں پتہ چلا کہ وہ یہاں ہے۔ اس کا اصل نام بھی زور آور نہیں بلکہ جگت سنگھ ہے۔''

کرنل خوشونت نے سنہا کی باتیں سنیں اور ذرا سا سوچ کر اُس کی بے قراری کی پرواہ کیے بغیر بولا۔ ''مسٹر سنہا! آپ کے پاس اُس کا فوٹو ہو تو لائیے۔ میں شناخت کر کے بتا دوں گا کہ آپ کا شبہ صحیح ہے یا نہیں؟''

کرنل کی بات سن کر سنہا نے کہا۔ ''سر اُس کا فوٹو تو میرے پاس نہیں ہے لیکن شاید اس کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ مجھے اُس کے سامنے لے جائیں پھر خود دیکھ لیجئے گا کہ قاتل کا چہرہ خود بولنے لگے گا کہ وہ قاتل کا چہرہ ہے۔''

کرنل خوشونت کی سمجھ میں سپرنٹنڈنٹ سنہا کی یہ بیکار سی دلیل بالکل نہ آئی۔ پھر بھی اُس نے مجبوراً کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ ''آپ اصرار کرتے ہیں تو آئیے! لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ زور آور قاتل ہو سکتا ہے۔''

''کرنل صاحب! ایک مرتبہ میں بھی اُس کے چہرے کی معصومیت دیکھ کر آپ کی طرح دھوکہ کھا چکا ہوں۔'' ایسی ہی باتیں کرتے کرتے کرنل خوشونت اور سنہا بیرکوں سے گزرتے ہوئے جگت کی کوٹھڑی تک آئے۔ کرنل نے دروازے پر دستک دی مگر دستک کے دباؤ سے دروازہ خود بخود ہی کھل گیا۔ کرنل اور سنہا اندر داخل ہوئے مگر وہاں کوئی نہ تھا......!

پانچ ہی منٹ کے اندر اندر چھاؤنی میں الارم کی آواز گونجنے لگی۔ جوان بیرکوں سے نکل نکل کر دوڑتے ہوئے میدان میں آ آ کر قطار میں کھڑے ہونے لگے۔ چند ہی منٹ میں خوشونت نے قطار کے گرد گھوم کر جوانوں کا معائنہ کیا تو زور آور اور اُس کے تین اور دوست نظر نہ آئے۔ کرنل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُس نے غصے اور مایوسی کے ملے جلے جذبات سے سر جھکا لیا اور مجبور نظروں سے سنہا کی طرف دیکھا۔ سنہا کا چہرہ بھی فق ہو گیا تھا۔ کرنل نے نظریں ملتے ہی اُس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ جگت اُسے دوسری بار پھر چکمہ دے گیا تھا۔

خوشونت چلتا ہوا سنہا کے قریب پہنچ کر بولا۔ ''آئی ایم سوری مسٹر سنہا! لیکن اب وہ صرف آپ کا ہی مجرم نہیں، فوج کا بھی مجرم ہے۔ چھاؤنی سے فرار ہوتے ہوئے وہ اپنے ساتھ تین اور جوانوں کو بھی لے گیا ہے۔ پھر بھی آخر وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کو ابھی اس کی اطلاع بھجواتا ہوں۔''

مگر کرنل خوشونت کے یہ تمام جملے سنہا کے لئے بے معنی تھے۔ وہ تو اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں سے نکل کر جگت کہاں گیا ہوگا......؟

ادھر سنہا کے ذہن میں یہ سوال گونج رہا تھا اور دوسری طرف جگت معہ اپنے تینوں ساتھیوں کے

"رتیا" پہنچ چکا تھا......!

ہولی کی اُجلی رات تھی۔ دن بھر رنگ کھیل کھیل کر تھکنے کے بعد اب لوگوں کو نیند کی گود آرام ملا تھا۔ کہیں دُور چلے جانے سے پہلے جگت ایک بار ماں کو منہ دکھانے کی خواہش لئے دوستوں کے رتیا آیا تھا۔ دوستوں کو اس طرح جگت کے دشمن کا گھر دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا۔

جگت کے دل میں دو پوشیدہ تمنائیں تھیں۔ ایک تو ویرو کا حال معلوم کرنے کی اور دوسری ہنومان کو دغا بازی کا مزہ چکھانے کی۔ اُس نے طے کر لیا تھا کہ اگر ہنومان نے پولیس کو واقعی میرا خط دکھا کر گرفتار کرانے کی کوشش کی ہے تو میں اُسے ختم کر کے ہی دم لوں گا۔ یہی سوچتا ہوا جگت اپنے گھر کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور دروازے پر آہستہ آہستہ سے دستک دی۔ جگت کی ماں کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھا۔ جگت کی ماں نے یہ سوچ کر دروازہ کھولا کہ جگت کے باپو دھرم پور سے واپس لوٹے ہوں گے۔ لیکن جب باہر دیکھا تو دروازے میں بہت ہی مانوس مانوس لیکن انجان سا ایک شخص کھڑا تھا۔ ماں کی آنکھیں جگت کے فوجی لباس سے ہوتی ہوئی اُس کے چہرے تک آئیں اور وہیں رُک گئیں......وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ آنے والے نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

الفاظ ماں کی زبان سے تو واپس لوٹ گئے، لیکن آنسو بن کر آنکھوں سے بہہ نکلے۔

اتنی دیر میں جگت نے اپنے تینوں دوستوں کو اندر بلا کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر کمرے میں جا کر وہ اپنی ماں سے بچوں کی طرح لپٹ گیا۔ ماں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ جگت کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان آنسوؤں میں جدائی کی آگ کے ساتھ ساتھ محبت کی ٹھنڈک بھی ہے۔ جگت نے اپنے آنسو بڑی مشکل سے روک رکھے تھے۔ اُس نے ماں کا دھیان بٹانے کے لئے جلدی سے سوال کیا۔ "ماں...... باپو اُوپر ہیں کیا؟"

"نہیں بیٹے......وہ تیرے نانا سے ملنے دھرم پور گئے ہیں۔ دروازے پر کھٹکا سن کر میں تو سمجھی تھی کہ وہ واپس آ گئے۔"

"مجھے اس وردی میں دیکھ کر تم پہچان نہیں سکی نا ماں......؟"

"بیٹا......تو چاہے کوئی سا بھی لباس پہن لے۔ ماں تو پہچان ہی لے گی۔ اور میں تو ویسے بھی پچھلے دو دن سے تجھے ایسے ہی لباس میں دیکھ رہی ہوں۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں ماں؟" جگت کو تعجب ہوا۔

"کل ہنومان تیرے باپو سے تیرا بھیجا ہوا خط پڑھوانے آیا تھا۔"

"اور اس کے بعد اُس نے وہ خط پولیس کے سپرد کر دیا......!" جگت نے غصے سے دانت کھینچتے ہوئے کہا۔

"نہیں، نہیں...... ہنومان کو دوش نہ دے۔ وہ خط تو اس گھر سے باہر ہی نہیں گیا۔ تیرے باپو نے تو اُسی وقت خط چولہے میں ڈال دیا تھا۔ اس کی راکھ بھی میں نے سنبھال کر رکھی ہے۔"

"تو پھر...... پولیس کو پتہ کیسے چلا؟" یہ کہہ کر جگت سوچ میں پڑ گیا۔

جگت کی بات سن کر ماں کا چہرہ اُتر گیا۔ بیٹے کے ملنے کی خوشی آن کی آن میں گم ہونے لگی

جگت نے ماں سے دُور بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں دیکھنے اور تمہیں اپنا منہ دکھانے آیا ہوں۔ دوبارہ ملاقات کب ہو گی بھگوان کو معلوم۔"

یہ سنتے ہی ماں نے جگت کو اپنے قریب کھینچ لیا جیسے بیٹے کو اُس سے کوئی چھین رہا ہو۔ پھر بولی۔ "اگر تو بھگوان کو مانتا ہے تو میری ایک بات مان لے۔ اب ان راستوں پر مت جا۔ اس فوجی لباس میں تجھے دیکھ کر میرا دل خوشی سے بھرا ہوا ہے۔ کتنا اچھا لگتا ہے۔ تو نہیں جانتا ہر ماں یہی چاہتی ہے کہ بیٹا اچھے آدمی کی حیثیت سے نام کرے۔ پرانے راستوں کو بھول جا۔"

"اب بہت دیر ہو چکی ہے ماں...... تجھے پتہ ہے کہ اگر میں پولیس کے ہاتھ آ گیا تو مجھے پھانسی دے دی جائے گی۔ اور پھر اب میں اکیلا بھی نہیں۔ میرے یہ تینوں دوست میرے ساتھ فوج چھوڑ کر آئے ہیں۔"

جگت کی بات سن کر ماں کو یاد آیا کہ گھر میں وہ اور جگت اکیلے نہیں ہیں۔ اُس نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے اور باورچی خانے میں جا کر ایک پتیلی لے آئی۔ "تو اتنے دنوں کے بعد آیا اور میں تجھے کھانے کو پوچھنا ہی بھول گئی۔ لے! یہ گاجر کا حلوہ ہے۔ کھا لے۔ میں نے تیرے باپو کے لئے بنایا تھا۔ تجھے تو حلوہ بہت پسند ہے نا۔ بلکہ تم سب مل کر کھاؤ۔ اتنی دیر میں کچھ اور تیار کرتی ہوں میں۔"

ماں کی بات سن کر جگت بولا۔ "نہیں ماں...... ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تیرے ہاتھ کا اتنا حلوہ کھانے سے ہی پیٹ بھر جائے گا۔"

چاروں دوستوں نے حلوہ کھایا، پانی پیا اور اتنی دیر میں ماں لسی کے پیالے لے آئی۔ چاروں لسی پینے لگے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہوئے کہ اب چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ جگت نے چلتے چلتے پوچھ ہی لیا۔ "ماں! ویرو کیسی ہے؟"

"وہ بیچاری ہمیشہ تیری خیریت پوچھتی رہتی ہے۔ ہولی منانے کے لئے میکے گئی ہے۔ اُس کا میاں بھی ساتھ گیا ہے۔" ماں نے بغیر پوچھے موہن کی غیر حاضری کی اطلاع دے دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس وقت برابر کے گھر میں کوئی نہیں؟" جگت نے سوال کیا۔

ماں اس سوال کا مطلب خوب جانتی تھی۔ مگر نہ بیٹے سے جھوٹ بولنا چاہتی تھی اور نہ سچ بول کر اُسے غلط راستے پر لے جانا چاہتی تھی اس لئے فوراً ہی منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں وہاں کی سب خبریں تھوڑی رکھتی ہوں؟"

ماں کے اس جواب سے جگت چوکنا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ ماں ضرور کچھ چھپا رہی ہے۔ اپنے شبہ کو دُور کرنے کے لئے وہ یہ کہہ کر چھت پر چلا گیا۔

"میری چند چیزیں وہاں رکھی ہیں، وہ ذرا لے لوں۔"

اُوپر جا کر اُس نے دیکھا تو مکان کی چھت پر تین آدمی سو رہے تھے۔ تین چارپائیاں دیکھ کر اُس نے سوچا یعنی رام اور شیام واپس آ گئے؟ لیکن یہ تیسرا کون ہو سکتا ہے؟ خیر جو بھی ہو اُن کا رشتہ دار بھی میرا دشمن ہی ہو گا نا! نیچے تین دوست اور چھت پر تین دشمن...... جلد ہی جگت نے کچھ فیصلہ کیا اور نیچے آ گیا۔ بچن، ہشیار اور کرپال وہاں سے جانے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے۔ اُن کو خدشہ

تھا کہ باہر کھڑی ہوئی فوجی جیپ کو کوئی دیکھ نہ لے۔ صبح ہونے سے پہلے ان کا کافی دور نکل
ضروری تھا۔

جگت نے نیچے آتے ہی تینوں دوستوں کو نئی صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ "تم تینوں س
والے مکان کے پچھواڑے جا کر چھپ جاؤ! میں ابھی آتا ہوں۔"

دوست چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد جگت نے ماں کے قدم چھوئے۔ ماں نے ا
بازوؤں سے تھام کر اُٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ مگر جگت فوراً ماں سے الگ ہو گیا کیونکہ اُسے ڈر تھ
ماں کے آنسو اُس کے ارادے کو کمزور نہ کر دیں۔ بیٹے کو جاتا دیکھ کر بوڑھی ماں کے پیر کانپنے
اُس نے دیکھا کہ جگت گھر سے باہر نکلا اور پھر اُس نے دروازہ بھی بند کر دیا۔ ماں کو چکر آ گئے
وہیں ڈھیر ہو گئی۔

جگت کے پہنچتے ہی ویرو کے گھر کے پچھلے حصے سے جگت اور اُس کے ساتھی چھت پر چڑھ گ
رام، شیام اور بدھی سنگھ گہری نیند میں تھے۔ دن بھر خوب خوب ہولی کھیلے تھے۔ پڑوس
عورتوں کو بھابھی بھابھی پکار کر اُن پر خوب رنگ اُڑائے تھے، اُن کے گالوں پر گلال لگایا گیا
اب شاید نیند میں بھی وہ اُسی چھیڑ چھاڑ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بدھی نے آج شراب
ڈٹ کر پی تھی۔ چنانچہ نشے اور نیند نے اُس پر دوہرا اثر کیا تھا۔

تینوں دشمنوں کو ابدی نیند سلا کر جلد از جلد یہاں سے روانہ ہونا تھا۔ جگت نے تینوں دوستو
سے کہہ دیا تھا کہ تینوں کو دشمنوں پر ایک ساتھ فائر کرنا ہے۔ قانون سے بغاوت کرنے سے پہلے
ایک کے سر ایک ایک قتل کا الزام ضروری تھا تاکہ کوئی دغا نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اس وقت جگ
نے اپنے دشمنوں کی موت غیروں کے ہاتھ سے بھی منظور کر لی تھی۔

بچن، ہشیار اور کرپال نے اپنی اپنی بندوقوں کی نالیاں دشمنوں کے سینوں پر رکھ دیں۔ جگت ۔
ہاتھ اُونچا کر کے اشارہ کیا اور لبلبیاں دبا دی گئیں...... دوسرے ہی لمحے گولیاں دشمنوں کے سینو
میں اُتر گئیں اور اُن کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا کہ رُوحیں پرواز کر چکی تھیں۔

چاروں دوست فوراً وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ بندوق کی آوازیں سن کر لوگ جاگ پڑ
تھے۔ کھڑکیاں اور دروازے کھلنے کی آوازیں آنے لگیں...... ویرو کے گھر میں سوئی ہوئی چچی کو پ
پتہ نہ چل سکا کہ گولیاں چلنے کی آوازیں کہاں سے آئی ہیں مگر وہ اتنی ڈر گئی کہ اُس نے دروازے
تالا لگا دیا اور خود ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ اُس کے گاؤں میں جب بھی ڈاکو آتے تو وہ او
بدھی اسی طرح کونے میں دبک کر رات گزار دیا کرتے تھے۔ مگر اس وقت اس میں بیٹے کے پاس
جانے کی ہمت نہ تھی۔ پھر اُس کو اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔

جگت اور اُس کے ساتھی جیپ میں بیٹھ کر گاؤں سے باہر نکل گئے۔ راستے میں ہنومان کے گھ
کے پاس رُکے بھی، لیکن وہاں تالا تھا چنانچہ اُن کو ہنومان سے ملے بغیر ہی آگے بڑھنا پڑا۔ ہنومان
کے گھر کے سامنے جیپ رُکی دیکھ کر کسی نے پوچھا۔

"ارے بھائی! یہ بندوق کے دھماکے کیسے تھے؟"

"بھئی ہم لوگ شکار کے لئے نکلے ہیں۔"

اور یہ بات گاؤں میں پھیل گئی۔ لوگ مطمئن ہو کر سو گئے۔ ہشیار جیپ چلانے کا ماہر تھا۔ جگت
جب پہلی بار فرار ہو رہا تھا اُس وقت رَوپالی ندی میں زبردست طوفان تھا لیکن آج اُس میں پتھر
تھے۔ ندی پار کر کے جب جیپ آگے نکلی تو ایک شخص یکایک سامنے آ کر مرتے مرتے بچا۔ مگر جیپ
کا دھکا لگنے سے دس پندرہ فٹ دُور جا گرا۔ اُس نے وہیں سے گالی دے کر کہا۔ "تمہاری......
اندھے ہو کیا؟"

گالی سنتے ہی جیپ رُک گئی۔ جگت نیچے اُترا اور بجائے اس کے کہ گرنے والے کی خیریت
معلوم کرتا اُسے گدی سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک زبردست مُکا اُس کے منہ پر جڑ دیا۔ لیکن دوسرے
ہی لمحے جب جگت کی نظر اُس شخص پر گئی تو وہ چونک کر اُچھل پڑا۔ "ارے ہنومان تو؟"

ہنومان نے جبڑا سہلاتے ہوئے مُکا مارنے والے کو غور سے دیکھا اور بھاگ کر اُس کے گلے
لگ گیا۔ جگت نے کہا۔ "یار معاف کرنا...... پہچان نہیں سکا۔"

ہنومان نے زور سے ہنس کر کلیجے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں دوست! اب تو فوج کا زور آ گیا ہے۔"

"نہیں ہنومان! یہ فوجی کا نہیں ڈاکو کا ہاتھ تھا۔" جگت بولا۔

"ڈاکو......؟" ہنومان تعجب سے بولا۔

"ہاں...... ابھی ابھی دشمنوں کا صفایا کر کے آ رہا ہوں۔" جگت نے کہا۔ "چلو بیٹھ جاؤ جیپ
میں...... ابھی ہمیں اور بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

ہنومان جیپ میں فوراً سوار ہو گیا۔ جگت نے ہشیار سے کہا۔ "تو نے اسے ٹکر مار کے بڑا اچھا
کیا۔ ہم جسے تلاش کر رہے تھے، وہ ہنومان یہی ہے۔"

جگت کے تینوں دوستوں نے اب ہنومان کو غور سے دیکھا۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ جگت آگے
چل کر ابھی اس کی ٹھکائی کرے گا اسی لئے ہشیار نے تو کہہ بھی دیا۔

"اس بوجھ کو ساتھ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہیں کیوں نہ ختم کر دیا جائے۔"

ہشیار کی بات سن کر ہنومان تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔ جگت نے فوراً وضاحت کی۔ "نہیں
دوستو! یہ بات نہیں۔ میں غلطی پر تھا۔ تمہیں بتانا ہی بھول گیا میرے خط کے بارے میں پولیس کو اس
نے نہیں بتایا تھا۔" پھر مُڑ کر ہنومان سے بولا۔ "میں نے تجھے جو خط لکھا تھا اس سے پولیس والے
سنہا کو میرا پتہ مل گیا اس لئے ہمیں فوج سے فرار ہونا پڑا۔"

یہ سن کر ہنومان بہت رنجیدہ ہوا اور بولا۔ "اور اس کا شبہ تو نے مجھ پر کیا؟ کیا ہماری یاری اتنی
ہی کمزور ہے؟"

"تو خفا مت ہو میرے یار!" جگت نے کہا۔

"تجھے کیا پتہ کہ تیرے جانے کے بعد یہاں کیا کچھ ہوا؟" ہنومان نے کہا۔ "حکم سنگھ نے دغا
کی۔ اُس نے میرا اور تیرا نام پولیس کو بتا دیا۔ مجھے سزا ہو گئی، تیرا پتہ معلوم کرنے کے لئے پولیس
کے کتوں نے مجھ پر کیا کیا ظلم نہیں کئے۔ یہاں تک کہ میری مرتی ہوئی ماں کا منہ بھی آخری بار
دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن میں نے پھر بھی یہی کہا کہ اگر مجھے جگت کا پتہ معلوم ہوتا تب بھی میں

نہ بتاتا۔ اور تو نے میری دوستی کی یہ قدر کی؟"

یہ باتیں کرتے ہوئے ہنومان جیسے بے رحم شخص کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ جگت کا دل بھی بھر آیا۔ وہ بولا۔ "مجھے معاف کر دے یار! تیرے الفاظ میرا کلیجہ چیرے دے رہے ہیں۔"

پھر اُس نے موضوع بدلتے ہوئے ہنومان سے پوچھا۔ "اس وقت تو کہاں سے آ رہا تھا؟"

ہنومان کا غصہ ابھی نہ اُترا تھا۔ وہ طنزاً بولا۔ "پولیس کو تیری اطلاع دینے گیا تھا۔ گرفتار کرانے کی غرض سے۔"

"بس، بس ہنومان...... اب حد ہو گئی۔" جگت شدتِ جذبات سے چیخ پڑا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک سب خاموش رہے۔ مگر ذرا سی دیر بعد ہنومان خود ہی بولا۔

"میں دھرم پور گیا تھا تیرے باپو کو خبردار کرنے کے لئے۔"

"کس بات سے خبردار کرنے؟" جگت چونکا۔

"رام اور شیام نے اُن کا پتہ کاٹنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ شام کو میرے سامنے بدھی سنگھ نے نشے میں سارا راز اُگل دیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ آج ہی رات کام تمام کرنے کا پروگرام نہ ہو چنانچہ میں فوراً دھرم پور روانہ ہو گیا۔"

جگت نے ہنومان کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔ "بھگوان کتنا مہربان ہے مجھ پر کہ اُس نے تجھ جیسے دوست دیئے ہیں۔"

جگت نے پھر اپنے تینوں ساتھیوں کا بھی ہنومان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ میری ٹولی کے ساتھی ہیں۔"

ہنومان جگت کی یہ بات سنتے ہی بگڑ گیا اور بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تو مجھے اس ٹولی سے الگ رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن سن لے! کہ اب میں اس جیپ سے نہیں اُتروں گا۔ تیری ٹولی میں شامل ہونے کی جو بھی فیس ہو بتا دے۔"

"بس ایک قتل......!" بچن نے کہا۔

"بس......؟ وہ تو اگر تم نہ بھی ملتے تو بھی میں ایک قتل کرنے والا تھا۔" ہنومان نے یہ کہہ کر زوردار قہقہہ لگایا۔

"کس کا......؟" جگت بولا۔

"حکم سنگھ کا۔ مجھ سے ڈر کر فرار ہو گیا تھا۔ مگر کئی دن کی تلاش کے بعد آج ہی اُس کا پتہ مل گیا ہے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میں تمہاری فیس ادا کر دوں گا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دھرم پور آ گیا۔ سب خاموش ہو گئے۔ جگت نے نانا کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر جیپ کو ایک پیڑ کے نیچے رُکوایا اور بولا۔ "میں ابھی نانا اور باپو سے مل کر آتا ہوں۔ تم لوگ خبردار رہنا۔"

ہنومان بھی جیپ سے اُتر گیا اور کہنے لگا۔ "میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں جگت!"

جگت نے نانا کے گھر کے دروازے کو دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟"

جگت نانا کی آواز تو پہچان گیا مگر اُس نے ہنومان کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔ ہنومان بولا۔

"میں ہوں...... ہنومان۔"

ہنومان کی آواز سن کر نانا اور سوہن سنگھ دونوں کو تعجب ہوا کہ ابھی ہنومان ایک گھنٹہ پہلے ہی تو گیا تھا، اتنی جلدی واپس کیوں آ گیا؟ نانا نے دروازہ کھولا۔ ہنومان کے ساتھ جگت کو فوجی لباس میں دیکھ کر اُن کی نظریں بھی دھوکہ کھا گئیں۔ اُنہوں نے فوراً پیٹھ پھیر لی اور کہا۔

"پولیس کے آدمی کو لے کر آدھی رات کے وقت کیسے آنا ہوا ہنومان؟"

جگت نے ہنومان کو آنکھ ماری۔ ہنومان نے کہا۔ "نانا جی! یہ پولیس کا آدمی نہیں، فوج کا افسر ہے۔ جگت فوج سے فرار ہو گیا ہے نا اُسی کی تلاش میں یہ یہاں آیا ہے۔"

سوہن سنگھ جواب تک دُور کھڑے تھے یہ سن کر حیران رہ گئے۔ لیکن نانا خوش ہو کر بولے۔ "ان کو تلاشی لینے دو۔ جگت یہاں نہیں آیا۔"

اب ہنومان نے دھماکہ کیا۔ "جگت یہاں آیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے اس گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔"

ہنومان کی بات سن کر نانا کو بہت غصہ آیا۔ اُن کا جی چاہا کہ وہ اُس کا گلا گھونٹ دیں۔ غصے سے بولے۔ "کمینے! دوہری چال چل رہا ہے۔"

اب جگت نے محسوس کیا کہ زیادہ مذاق مہنگا پڑ جائے گا۔ وہ فوراً نانا اور ہنومان کے درمیان آ گیا اور بولا۔ "نانا! خفا مت ہو۔ جگت واقعی یہاں آ گیا ہے۔ یہ دیکھو! تمہارے سامنے کھڑا ہے۔"

"کیا......؟" نانا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اُنہوں نے آگے بڑھ کر لو اسے گلے سے لگا لیا۔ ہنومان نے کھڑکی بند کر دی۔ سوہن سنگھ بھی دوڑ کر قریب آ گئے۔ جگت نے نانا سے الگ ہو کر اُن کے پیر چھوئے اور کہا۔

"نانا! تین دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر آیا ہوں۔"

نانا نے جگت کو قدموں سے اُٹھا کر پھر سینے سے لگا لیا۔ اُس کی پیشانی کو چوما اور بولے۔

"شاباش بیٹے شاباش...... تو نے سارے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا ہے۔"

"نہیں نانا...... بڑا ابھی باقی رہ گیا ہے۔ تین میں تیسرا تو اُس کے چچا کا بیٹا تھا۔ بڑا گاؤں سے باہر گیا ہوا ہے۔" جگت نے کہا تو نانا بے مزہ ہو کر بولے۔

"اُس حرام زادے کو بھی آج ہی باہر جانا تھا؟ ارے اُس شادی شدہ کو تو پہلے مارنا چاہئے ورنہ کہیں اُس کے گھر بیٹا ہو گیا تو انتقام کا حساب باقی رہ جائے گا۔"

جگت کو یہ الفاظ بہت کھلے لیکن اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے باپ کے قدموں میں جھک گیا۔ سوہن سنگھ نے صرف اتنا پوچھا۔ "اپنی ماں سے مل آئے بیٹا؟"

"ہاں باپو! لیکن شاید اُن کو قتل کے بارے میں پتہ نہ ہو۔" پھر جگت نے جانے کی اجازت طلب کی۔ اُس نے کہا۔ "اس وقت تو میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ فوج سے فرار ہونے والے تین ساتھی اور ہیں۔ ہنومان بھی ہمارے گروہ میں شامل ہو گیا ہے۔ آج سے ہم قانون کے باغی بن رہے ہیں۔" اس جملے کے بعد جگت نے نانا کی آنکھوں میں آج پہلی بار آنسو دیکھے۔ نانا نے رندھی ہوئی آواز میں دُعا دیتے ہوئے کہا۔

"جاؤ بچے...... بھگوان تجھے فتح مند کرے۔ لیکن ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا۔ غریب کو تنگ نہ کرنا اور امیر پر رحم نہ کرنا۔" جگت اور ہنومان دروازے کے پاس پہنچے تو نانا نے کہا۔ "ٹھہرنا... گھوڑی اور ڈانگ بھی لیتے جانا۔" پھر گھوڑی کی لگام جگت کے ہاتھ میں دیتے ہوئے نانا نے کہا "آج سے مالک تیری ہے۔ اس کی وفاداری پر بھروسہ کرنا۔"

جب یہ باتیں ہوئیں رات کے دو بج رہے تھے۔ نانا اور باپو سے وداع ہو کر پانچوں دوست آن کی آن میں کہیں کے کہیں نکل گئے۔

سپرنٹنڈنٹ سنہا کو اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ جگت اُس کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ کافی دیر تک تو حواس باختہ سا رہا۔ بالآخر جب سنبھلا تو اُس نے خان پور پولیس کو اطلاع دی، مجرم فوج سے بھی فرار ہو گیا ہے۔ مسلح پولیس دستے کو فوراً رتیا روانہ کیا جائے۔ مجرم کے ساتھ دوسرے تین فوجی بھی ہیں۔ یہ لوگ رائفلیں اور جیپ لے کر بھاگے ہیں۔ ہوشیار رہو! میں دوپہر تک پہنچ رہا ہوں۔

ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ سنہا کو جب اطلاع ملی کہ جگت فوج میں ہے تو اُسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ اب جگت اُس کی مٹھی میں ہے۔ اُس نے اسی کامیابی کے یقین کے نشے میں جگت اور اُس کے نانا کے گھروں سے پہرہ اُٹھا لیا اس طرح جگت کو گھر جا کر کامیابی سے واپسی کا موقع بھی مل گیا اور ساتھ ہی ساتھ اُس نے دشمنوں کو بھی ختم کر ڈالا۔

رتیا کے تھانیدار کو علی الصبح جگایا گیا۔ رات کو وہ بندوق کی آوازیں سن کر بھی جاگا تھا اور ریوالور لے کر گھر سے نکلا بھی تھا لیکن راستے ہی میں چوکیدار نے بتا دیا تھا کہ چند فوجی آئے تھے اور شکار کر کے چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر تھانیدار شکار کے شوقینوں کو گالیاں بکتا ہوا گھر جا کر پھر سو گیا تھا کیونکہ گاؤں کی سرحد کے قریب کچھ جانور پائے جاتے تھے چنانچہ وہاں کبھی کبھار شکاری شکار کھیلنے نکل آیا کرتے تھے۔ لیکن بندوق سے گولیاں چلنے کی آوازیں اتنے قریب سے کبھی سنائی نہ دی تھیں۔ تھانیدار نے سوچا کہ شکاریوں نے گاؤں کے اندر داخل ہو کر شکار کیا ہوگا۔

لیکن جب علی الصبح خان پور سے آئے ہوئے پولیس دستے نے تھانیدار کو سنہا کا پیغام سنایا تو اُس کے پسینے چھوٹ گئے۔ اُسے فوراً رات کے فوجی اور گولیاں چلنے کی آوازیں یاد آ گئیں۔ اُس نے سوچا اُنہوں نے کس کو شکار بنایا؟ تھانیدار نے اپنے آپ سے سوال کیا، پھر وہ کانپ گیا۔ "غضب ہو گیا......!" دوسرے ہی لمحے وہ تیار ہو کر فوراً گھر سے نکلا۔

راستے میں جگہ جگہ گلیوں کی لالٹینیں دھیمے دھیمے جل رہی تھیں۔ گاؤں کا چوکیدار بھی یہ سوچ کر بیٹھا بیٹھا نیند کے جھونکے کھا رہا تھا کہ اب کاہے کی چوکیداری صبح ہو رہی ہے۔ تھانیدار نے اُسے ایک لات رسید کی اور چلایا۔ "نمک حرام! سو رہا ہے؟"

چوکیدار نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس ناگہانی حملے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ تھانیدار نے ڈپٹ کر پوچھا۔ "کیا تو نے رات کو شکار کے لئے آنے والے فوجیوں کو دیکھا تھا؟"

تھانیدار کے لہجے سے غصہ مترشح تھا۔ چوکیدار پولیس پارٹی کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تھانیدار اُسے ایک لات اور لگا کر آگے بڑھ گیا اور سیدھا جگت کے گھر کے

ں آکر رُکا۔ آس پاس نگاہ دوڑائی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اُس نے کان لگا کر جگت کے گھر سے کسی قسم کی آواز سننی چاہی لیکن وہاں بھی خاموشی تھی۔ تھانیدار دبے پاؤں گھر کے پیچھے تک گیا اور چکر لگا کر واپس لوٹ آیا۔ اُس نے خان پور سے آنے والے انسپکٹر کو دیکھا تو اُس نے تھانیدار کو دروازے پر دستک دینے کا اشارہ کیا۔

تھانیدار نے دروازے پر دستک دی لیکن جواب نہیں ملا تو اُس نے دروازے پر زور سے لات ماری۔ دروازہ آدھا کھل گیا۔ آنے والوں کو یہ باتیں پراسرار لگ رہی تھیں۔ پولیس پارٹی کو وہیں رُکنے کا اشارہ کر کے تھانیدار اور انسپکٹر اندر داخل ہوئے تو صحن ہی میں جگت کی ماں بیہوش پڑی نظر آئی۔ مگر انسپکٹر نے پہلے اندر جا کر کمرہ اور باورچی خانہ دیکھا پھر ریوالور ہاتھ میں لئے چھت پر بھی گیا لیکن مایوس واپس آ گیا۔ اب تھانیدار نے آواز دی۔

"اے بڑھیا! اُٹھ جا جلدی سے۔"

لیکن وہ اب بھی ویسی ہی پڑی تھی۔ اب دونوں نے گھبرا کر بڑھیا کو جھنجھوڑا تو پیشانی کے ایک کونے میں خون جما ہوا نظر آیا۔ زمین پر بھی خون کا دھبہ پڑا تھا۔ اُنہوں نے بڑھیا کو اُٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ تھانیدار اُسے ہوش میں لانے کے لئے پانی لینے گیا تو ایک کونے میں اُس نے چار پیالے دیکھے۔ پیالوں کے کناروں پر لسی کے جھاگ اب تک نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اور جلدی سے پانی لے کر وہ واپس آیا۔

پانی ماں جی کے منہ پر ڈالا گیا تو اُسے کچھ کچھ ہوش آیا۔ وہ کچھ بڑبڑائی، آنکھیں ذرا کھلیں لیکن فوراً ہی پھر بند ہو گئیں۔ اسی حالت میں برابر بیٹھے ہوئے انسپکٹر کے ہاتھ پر اُس نے ہاتھ پھیرا اور دبی ہوئی آواز میں بولی۔ "جگت! میں تجھے نہیں جانے دوں گی بیٹے۔"

بڑھیا کی بات سن کر یہ دونوں بھی ساری بات سمجھ گئے کہ رات کو جگت یہاں بھی ضرور آیا ہوگا۔ اور اُسی کے جانے کے غم سے بڑھیا بے ہوش ہو گئی ہوگی۔ وہ دونوں فوراً اُٹھ گئے۔

"جگت آ کر چلا گیا انسپکٹر!" تھانیدار نے باہر آ کر کہا۔

"وہ اپنا وار کر گیا اور تم سوتے رہ گئے۔" انسپکٹر نے خفا ہو کر کہا۔

تھانیدار شرمندہ ہو گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ انسپکٹر نے غصہ سے کہا۔ "اب کھڑے کیا ہو؟ سامنے والے گھر میں معلوم کرو کہ اندر کوئی زندہ بھی ہے یا نہیں؟"

انسپکٹر کا حکم سن کر تھانیدار نے اب موہن سنگھ کے گھر کے دروازے پر دستک دی مگر وہاں بھی اندر سے جواب نہ ملا تو اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس نے مریل سی آواز میں پکارا۔

"موہن سنگھ گھر میں ہے؟ دروازہ کھولو!"

چاچی اب تک کانپ رہی تھی۔ آدھی رات کو ہونے والے دھماکے اُسے اب بھی ڈرائے ہوئے تھے۔ دستک سن کر اُس نے سوچا کہ دروازہ کھولنے کی بجائے اُوپر جا کر رام اور شیام کو جگائے کہ اتنے میں پھر تھانیدار کی آواز آئی۔

"میں تھانیدار ہوں...... جلدی دروازہ کھولو!"

صبح صبح کے اس شور سے آس پاس کے لوگ بھی جاگ گئے اور دروازے، کھڑکیاں کھول کر

دیکھنے لگے کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سن کر چاچی کو ذرا سکون تو ہوا کہ دروازے پر تھانیدار ہے۔ لیکن اس بات سے فکر مند بھی ہو گئی کہ تھانیدار اس وقت کس لئے آیا ہے۔ پھر بھی اُس نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی چاچی کو دیکھ کر تھانیدار نے کہا۔

"گھر میں کوئی مرد ہو تو اُسے فوراً جگاؤ!"

چاچی پوچھ نہ سکی کہ کیا کام ہے۔ تھانیدار کا حکم سن کر بولی۔ "موہن تو بیوی کے ساتھ سسرال گیا ہے۔ رام، شیام اور میرا بیٹا چھت پر سو رہے ہیں۔"

انسپکٹر جلدی سے بولا۔ "ارے اماں..... جو بھی ہو اُسے جلدی سے حاضر کرو۔"

چاچی اب گھبرائی۔ "اُن سے کوئی قصور ہو گیا ہے کیا؟"

انسپکٹر نے اُس کو اس انداز سے گھورا کہ وہ جواب سننے کے لئے نہ رُک سکی اور جلدی سے چھت کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ انسپکٹر اور تھانیدار نیچے کھڑے تھے۔ چند ہی لمحوں کے بعد اُنہیں ایک دلدوز چیخ سنائی دی۔ چاچی رو رو کر بین کر رہی تھی۔

"ارے میں لٹ گئی..... کسی نے میرے بیٹے اور دونوں بھتیجوں کو مار ڈالا.....!"

بڑھیا کے بین سن کر تھانیدار اور انسپکٹر نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لپک کر چھت کی سیڑھیاں چڑھ گئے۔ چھت پر تین لاشیں پڑی تھیں۔ رام اور شیام رات کو رنگ برنگ کے کپڑے پہن کر سو گئے تھے مگر اس وقت ان سارے رنگوں میں خون کا لال رنگ صاف نظر آ رہا تھا۔ زمین پر بھی خون جم گیا تھا۔ رام کی آنکھوں کے دیدے پھٹے تھے اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ شیام کا ایک ہاتھ اب تک چارپائی سے نیچے لٹک رہا تھا۔ منظر ایسا تھا کہ ایک بار تو دشمن کا بھی دل دہل جائے۔ چاچی اپنے بیٹے بدھی سنگھ کی لاش سے ایسے لپٹ گئی جیسے اس طرح اُس کا بیٹا ابدی نیند سے جاگ جائے گا۔ چاچی کی دلدوز چیخوں اور بین کی آوازوں سے برابر والے گھر میں جگت کی ماں بھی پوری طرح ہوش میں آ گئی۔ اُس نے آنکھیں کھولیں تو اب اُسے پتہ چلا کہ جگت صرف اُس کے ہی ارمانوں کو کچل کر نہیں گیا ہے بلکہ ایک دوسری ماں کی زندگی کو بھی ویران کر گیا ہے۔

ذرا سی دیر میں پورے گاؤں کے لوگ ویرو کے گھر کے پاس جمع ہو گئے۔ سب ہی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ قتل کس کس کو کیا گیا ہے۔ یہ پوچھنے کی کسی کو ضرورت نہیں تھی کہ قتل کیا کس نے ہے کیونکہ سب کو پتہ تھا کہ اگر جگت زندہ ہے تو وہ واپس آئے گا اور قیامت بپا کردے گا۔ وہ کہاں سے آیا، کب آیا، اُس کے ساتھ کون تھا اس کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ کسی نے تو یہ بھی کہا کہ اگر جگت کو پتہ چل گیا ہے کہ موہن، ویرو کے ساتھ سسرال گیا ہوا ہے تو وہ پیچھے جا کر اُس کا بھی وہیں کام تمام کر دے گا۔

کسی نے مسلح پولیس دستے کو دیکھ کر طنز سے کہا۔ "یہ لوگ تو ہمیشہ کام پورا ہو جانے کے بعد ہی تماشہ دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔"

اس کے جواب میں دوسرے نے کہا۔ "ان کی بات کیا کرتے ہو۔ خود ہم لوگ اتنے قریب ہونے کے باوجود کام ہو جانے کے بعد ہی تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں نا.....!"

ایسی باتوں سے بحث بڑھ گئی۔ اگر پولیس موجود نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ معاملہ ہاتھا پائی تک چلا

جاتا۔ لوگ بار بار جگت کے گھر کے دروازے کی جانب نگاہ کرتے۔ لیکن وہ دروازہ اب تک نہیں کھلا تھا۔ پانچ آدمیوں کو بلا کر تھانیدار نے مشیر نامہ تیار کیا۔ چاچی کو چار پانچ عورتوں نے پکڑ کر ایک کونے میں بٹھا دیا تھا۔ وہ اب بھی بین کر کے سر پیٹ رہی تھی۔

انسپکٹر نے دو پولیس والوں کو خان پور روانہ کیا تاکہ سنہا صاحب کو آتے ہی یہاں لایا جائے۔ چار چھ پولیس والوں کو قاتلوں کے تعاقب میں روانہ کیا گیا، دو کو دھرم پور بھیجا گیا تاکہ جگت کے نانا سے کوئی اطلاع مل سکے تو لے آئیں۔

تینوں لاشوں کو نیچے لا کر صحن میں رکھا گیا۔ اب مزید کارروائی کے لئے ان لاشوں کو ہسپتال لے جانا باقی تھا۔ مرنے والوں کے رشتہ دار سوچ رہے تھے کہ موہن کو اس واقعہ کی اطلاع کے لئے کسی کو بھیجا جائے یا نہیں؟ کسی نے کہا کہ وہ ویرو کے ساتھ صبح واپس آنے کو کہہ گیا ہے چنانچہ یہ بری خبر راستے میں سنانے سے بہتر ہے کہ اُسے واپس آ کر ہی اس واقعے کی اطلاع ملے۔

دو گھنٹے کے بعد موہن اور ویرو کو واپس لانے والی گاڑی گاؤں داخل ہوئی۔ لوگ کھڑکیوں سے سر نکال کر اُنہیں دیکھنے لگے۔ لوگوں کی نظروں سے ہمدردی کے جذبات ظاہر تھے۔ موہن سنگھ ان نظروں کی حرارت سے چونک گیا۔ اُسے لگا کہ ضرور کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی ہے ورنہ سب لوگ اس طرح اُسے نہ گھورتے۔ رام اور شیام نے کوئی حرکت کی ہو گی۔ کیا پتہ کسی عورت کو چھیڑ دیا ہو۔ گاؤں والوں کی نظریں دیکھ کر ویرو کا دل بھی دھڑکا۔ وہ یہاں سے جاتے ہوئے یہ خوشخبری سن کر گئی تھی کہ جگت زندہ ہے۔ کہیں وہ پکڑا تو نہیں گیا؟

ذرا دیر بعد گاڑی جب گھر کے پاس آ کر رُکی تو لوگوں کو گھر کے پاس جمع دیکھ کر دونوں کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی بات ہو گئی ہے۔ دو تین آدمیوں نے آگے بڑھ کر موہن کو گاڑی سے اُتارا۔

"کیا ہو گیا ہے...... لوگ کیوں جمع ہیں؟" موہن اب پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"ذرا دل کو مضبوط رکھنا موہن سنگھ! بڑا افسوسناک واقعہ ہو گیا۔"

موہن کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ اندر گھر میں داخل ہوا۔ مگر دہلیز پر قدم رکھتے ہی موہن نے صحن میں تین لاشیں سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی دیکھیں...... اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔ پاؤں وہیں جم کر رہ گئے۔ منہ تو کھلا لیکن چیخ نہ نکل سکی۔ آنکھیں پھٹ گئیں لیکن آنسو نہ نکلے۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے سینے کو ایسے دبا لیا جیسے یوں نہ کیا تو دل اُچھل کر جسم سے باہر آ جائے گا۔

ویرو بھی رونے لگی تھی۔ لیکن موہن کو بے حس و حرکت پا کر ویرو کی طرف کسی نے دھیان نہ دیا۔ سب کو لگا کہ کہیں موہن بھی وہیں ڈھیر نہ ہو جائے۔ موقع کی نزاکت دیکھ کر گاؤں والوں نے لاشوں کے چہروں سے کپڑے ہٹا دیئے۔ دونوں بھائیوں کی شکلیں دیکھ کر موہن دوڑا اور چارپائیوں کے پاس بیٹھ کر بھائیوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ویرو اندر جا کر چاچی سے لپٹ کر رونے لگی۔

پہلے تو چاچی نے اُسے سینے سے لگا کر بین کئے، لیکن پھر اس نے اچانک ویرو کو دھکا دے کر زور ہٹایا اور بولی۔ "ڈھونگ رہنے دے۔ تجھے پتہ چل گیا تھا کہ جگت یہ کام کرنے کے لئے آئے گا۔ جانے سے پہلے تو اُس کی ماں سے ملنے گئی اور اسی لئے اپنے میاں کو موت سے بچانے کے

لئے لے کر میکے چلی گئی۔ نیچ...... حرافہ...... کتیا!"

چاچی کے اس بدلتے رویہ سے ویرو ششدر رہ گئی۔ اُس نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ ر
لئے۔ یہ گالیاں اور الزام اُس کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ وہ دوڑ کر دوسرے کمرے میں
گئی مگر باہر کھڑے ہوئے مرد چاچی کے یہ الفاظ سن کر حیران رہ گئے۔

یکایک موہن سنگھ کا سوگ بھی غصے میں بدل گیا۔ چاچی نے جو کہا تھا وہ صحیح تھا یا غلط؟ بہر حا
اس وقت موہن کو خاموش رہنا مناسب معلوم نہ ہوا۔ وہ اُٹھا اور ویرو کے پاس جا کر اُسے رُوئی
طرح دھنکنے لگا۔ گالیاں دے کر بولا۔ "ناگن...... تیری ہی وجہ سے یہ دن آئے ہیں۔ ایک کے ب
ایک میرے سارے بھائی مارے گئے لیکن تو نے اُس کے گھر جانا نہ چھوڑا۔"

موہن کی دیوانگی دیکھ کر دو آدمیوں نے آ کر اُسے سمجھایا کہ یہ وقت جھگڑا کرنے کا نہیں ہے
تھانیدار صاحب لاشوں کو لے جانا چاہتے ہیں۔ اس وقت ہنگامہ کرنے سے اور بدنامی ہوگی۔

موہن لوگوں کے سمجھانے بجھانے سے ویرو کو چھوڑ کر باہر آیا۔ تھانیدار اور انسپکٹر لاشیں لے
گئے۔ گاؤں بھر میں صبح سے دوپہر تک ایک عجیب ویرانی سی چھائی رہی۔ مگر کب تک، دوپہر کے
قریب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہونے لگے تو اُسی وقت پتہ چلا کہ جگت کے باپو اور نا
آ گئے ہیں۔ جگت کی ماں کے چند رشتہ دار صبح ہی سے اُس کے گھر میں جمع ہو گئے تھے۔ لیکن ماں ج
نے اُن میں سے کسی سے بات نہ کی تھی۔ سامنے والے گھر سے آنے والے بین کی آوازیں سن کر
کر ماں جی کی آنکھیں بھی موسلا دھار برس رہی تھیں۔ ان آنسوؤں کے راستے جگت کی ماں کے
صدمات بھی ڈھل رہے تھے۔

شوہر اور باپ کو دیکھ کر اُس کے آنسو رک گئے۔ سب کا خیال تھا کہ باپو اور نانا ابھی پوچھیں گے
کہ کیا ہوا ہے۔ لیکن نانا نے کہا۔ "بیٹی...... موہن تو کہہ رہا تھا کہ تم اب اچھی ہو۔ مگر تمہاری حالت تو
عجیب ہوگئی ہے۔ اور یہ کیا ہوا؟ چوٹ کیسی ہے یہ؟" نانا پیشانی کی چوٹ کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"کچھ نہیں...... رات کو ٹھوکر لگ گئی تھی۔" یہ کہہ کر ماں جی نے نانا کے قدموں کو چھونا چاہا لیکن
اس وقت وہاں سے اُٹھنے کی قوت اُن میں نہ تھی۔ نانا نے خود قریب آ کر ماں جی کے سر پر ہاتھ پھیرا
اور بولے۔

"بیٹی...... تو آرام کر لے۔ میں شام تک رُکوں گا۔"

شام کے قریب سپرنٹنڈنٹ سنہا بھی آ گیا۔ لاہور سے خان پور کے سفر کے دوران وہ اس خوش
فہمی میں رہا کہ لاہور سے جو پیغام اُس نے بھیجا ہے اس کا نتیجہ اچھا نکلا ہوگا۔ لیکن پولیس آفس میں
قدم رکھتے ہی اُسے تینوں کے قتل کی اطلاع ملی۔ سنہا کو بالکل توقع نہ تھی کہ جگت فوج سے فرار ہوتے
ہی ایسا وار کر جائے گا۔ خبر سن کر اُس کو غصہ بھی آیا اور شرمندگی بھی ہوئی۔ وہ چلایا۔

"بدمعاش ایک ساتھ تین قتل کر کے فرار ہو گیا اور سارا گاؤں سوتا رہا؟ پولیس کہاں مر گئی
تھی...... تھانیدار کو کیا ہو گیا تھا؟ میں سب کو ڈسمس کرا دوں گا۔ اور اُس جاٹ کے بچے کو چھٹی کا
دودھ نہ یاد دلایا ہو تو میرا نام بھی شیو نارائن سنہا نہیں۔"

رتیا پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے تھانیدار سے کہا۔ "جب میں نے تم کو اس گاؤں میں ٹرانسفر

کرایا تو اُس وقت میرا خیال تھا کہ تم کام کے آدمی ہو گے۔ لیکن تم نے تو اور میری بے عزتی کرائی
ہے۔ میں پوچھتا ہوں رات کے وقت جب یہ واقعہ ہوا تو تم کیا کر رہے تھے؟ نشے میں تھے یا بیوی
کے......"

تھانیدار نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "صاحب! میری یہ ایک غلطی معاف کر دیجئے۔ اصل میں رات کو
چوکیدار نے مجھے غلط اطلاع دی تھی۔ میرے خیال میں اُس کو فوراً برطرف کر دینا چاہئے۔"

"برطرف کرنے کے لئے تو مجھے اب کافی لمبی لسٹ تیار کرنی پڑے گی۔" سنہا دھاڑ کر بولا۔

یہاں سے فراغت پا کر سنہا موہن سنگھ کو دلاسہ دینے گیا۔ اُس کا بیان بھی لینا تھا۔ جگت اور اُس
کے ساتھیوں کو مجرم ثابت کرنے کے لئے کوئی اور تو ثبوت تھا نہیں۔ موہن نے بیان دیا کہ جگت نے
پرانی عداوت کی بنا پر یہ قتل کئے ہیں۔"

وہاں سے سنہا اور تھانیدار جگت کے گھر گئے۔ سنہا کا خیال تھا کہ جگت کی ماں کا بیان کچھ زیادہ
معاون ثابت ہوگا لیکن گھر میں جگت کے باپو اور نانا کو دیکھ کر ہی سنہا کا چہرہ اُتر گیا کیونکہ اگر بڑھیا
اکیلی ہوتی تو وہ من پسند بیان حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ مگر اب بیان اپنی مرضی کا لینا
مشکل تھا۔ نانا نے سنہا اور تھانیدار کا استقبال کیا۔ "آئیے......!"

ماں جی نے بھی آنکھیں کھول کر سنہا کی طرف ایک نظر دیکھا جس پر سنہا نے ماں جی سے
پوچھا۔ "یہ پیشانی پر زخم کیسے لگا ماں جی......؟"

جواب نانا نے دیا۔ "طبیعت ناساز ہے۔"

سنہا نے نانا کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر ماں جی سے پوچھا۔ "یہ پیشانی پر زخم کیسے لگا ماں
جی......؟"

"رات کو پانی پینے کے لئے اُٹھی تھی۔ ٹھوکر لگ گئی۔ ویسے معمولی زخم ہے۔" پھر نانا نے ہی
جواب دیا۔

سنہا کو اب برا لگا۔ "محترم! آپ بیچ میں نہ بولیں تو بہتر ہے۔ مجھے ماں جی کی زبانی واقعات
معلوم کرنے ہیں۔ گزشتہ رات ہونے والے قتل آپ ہی کے جگت نے کئے ہیں۔ یہ تو آپ کو بھی
معلوم ہو گیا ہوگا۔"

"ہمیں کیا معلوم جناب...... ہم لوگ تو ابھی ابھی دوپہر میں یہاں آئے ہیں۔" نانا نے بڑی
نرمی سے جواب دیتے ہوئے پوچھا۔ "ویسے قاتل کو کسی نے دیکھا ہے؟"

اب سنہا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے بات سنی ان سنی کر کے ماں جی سے سوال کیا۔ "کل
رات جگت اور فوج سے فرار ہونے والے اُس کے ساتھی یہاں کس وقت آئے تھے ماں جی؟"

سوال سن کر ماں جی نے پہلے شوہر کی طرف اور پھر اپنے باپو کی طرف نگاہ کی۔ نانا نے اشارے
سے بتایا کہ جواب گول مول دینا۔ ماں جی کو جھوٹ بولنے سے نفرت تھی۔ لیکن اس وقت باپو سامنے
ہی بیٹھے تھے اور پھر بولنے میں غلطی ہو جانے سے جگت پر بھی مصیبت آنے کا خطرہ تھا۔ اُس نے
کہا۔ "صاحب! باپو نے جو کچھ کہا سچ ہے۔ رات ٹھوکر لگنے سے میں گری اور بے ہوش ہو گئی۔ مجھے
نہیں معلوم کہ صبح کو مجھے چارپائی پر کس نے لٹایا۔"

"ماں جی! میں نے یہ نہیں معلوم کیا کہ آپ کیسے گری تھیں مجھے تو یہ بتایئے کہ جگت رات کو وقت آیا تھا اور اُس کے ساتھ کون کون تھا؟ اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو صرف رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایسے سوالات کر رہے ہیں۔"

"ضرور پوچھو صاحب!" ماں جی نے کہا۔

"ماں جی! صبح جب آپ ہوش میں آئیں تو آپ نے میرے انسپکٹر کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا "جگت بیٹے! میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔" کیا یہ بات صحیح ہے؟"

ماں جی نے ذرا سا سوچا، پھر کہا۔ "بھائی! اگر میں ہوش میں ہوتی تو کیا انسپکٹر صاحب کو بیٹا کہتی" جواب زوردار تھا۔ سنہا کو بھی بڑھیا کا جواب سن کر چکر سے آ گئے لیکن ماں جی سنہا کو ناراض بھی کرنا نہیں چاہتی تھیں اس لئے بولیں۔ "ویسے بیٹے کی جدائی میں کس ماں کو نیند آتی ہے اور جو کبھی نیند آ جاتی ہے تو بیٹے ہی کے خواب نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے میں نے خواب میں جگت کو دیکھا ہو اور وہ الفاظ انسپکٹر صاحب سے کہہ دیئے ہوں۔"

"ماں جی...... بات کو اس طرح مت ٹالئے!" سنہا کا لہجہ اب افسروں کا ہوتا جا رہا تھا "تھانیدار نے صبح آپ کے گھر میں لسی کے چار پیالے بھی دیکھے تھے۔"

"ممکن ہے اگر کوئی میری بے ہوشی کے دوران آ کر لسی پی گیا ہو تو مجھے کیا پتہ؟"

سنہا کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ وہ غصہ میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک پولیس والا زور زور سے سانسیں لیتا ہوا اندر داخل ہوا اور بولا۔ "صاحب...... صاحب!" سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے ایک تو وہ دوڑ کر آیا تھا اس لئے اُس کی سانس پھول گئی تھی دوسرے وہ یہاں آ کر اس اُلجھن میں گیا کہ اتنے سارے لوگوں کے درمیان بات کروں یا نہیں؟

اُسے چپ ہوتا دیکھ کر سنہا غصے سے بولا۔ "جلدی بول! کیا بات ہے؟"

سپاہی سنہا کے زور سے بولنے سے اور بوکھلا گیا۔ جلدی سے بولا۔ "صاحب! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ست گڑھ میں حکم سنگھ کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔"

سنہا اور تھانیدار یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ جگت کے باپو اور نانا نے بھی ایک دوسرے کو دیکھا۔ سنہا نے تھانیدار سے پوچھا۔ "حکم سنگھ ست گڑھ میں تھا؟"

"ہاں جناب...... ہنومان سے ڈر کر وہ وہاں گیا تھا۔"

"ہنومان......؟" سنہا نے کہا۔ "اُس کے گھر جا کر تفتیش کی؟"

"جی۔ وہ بھی گزشتہ رات سے گم ہو گیا ہے۔ اب تک کہیں نظر نہیں آیا۔" تھانیدار نے کہا۔

حکم کے قتل کی اطلاع لانے والے سپاہی کو ابھی کچھ اور بھی کہنا تھا۔ اُس نے سنہا کے قریب جا کر دھیمے سے کہا۔ "صاحب! جگت نے آپ کے لئے پیغام بھیجا ہے۔"

"کیا......؟"

"یہی کہ ہم پانچ آدمی آج سے قانون کے باغی ہیں۔ سب کے سر پر ایک ایک قتل کا الزام ہے۔ اب ہمیں موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر آپ کو اپنی جان پیاری ہو تو بیوی بچوں کو لے کر پنجاب چھوڑ کر چلے جایئے۔ ورنہ......"

"ورنہ کیا......؟" سنہا بپھرے ہوئے لہجہ میں گرجا۔

"ورنہ سامنا ہونے پر آپ کے خلاف بھی بندوق ہی استعمال کی جائے گی۔"

یہ سنتے ہی سنہا کھڑا ہو گیا اور گردن اکڑا کر جگت کے نانا اور باپ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "تمہارا بیٹا اب مجھے بھی دھمکی دے رہا ہے۔ اُسے پتہ نہیں کہ اس جیسے کتنے لوگوں کو میں نے اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا ہے۔"

نانا کو سنہا کی بات بہت بری لگی۔ جی میں ایک مرتبہ تو آیا کہ کہہ دیں کہ طاقت کا گھمنڈ مت کر سنہا! ورنہ عزت اور جان دونوں سے جائے گا۔ مگر اس وقت وہ غصے کو پی کر چپ ہو گئے۔

تھانیدار کو یہ سن کر بڑا اطمینان ہو گیا تھا کہ حکم کو رتیا میں نہیں بلکہ کسی دوسرے گاؤں میں قتل کیا گیا ہے۔ اس طرح اب وہ اکیلا سنہا کے عتاب میں نہیں آ سکتا اور سنہا بھی آخر کتنوں کو برطرف کرے گا......؟

سنہا اور تھانیدار کے جانے کے بعد ماں جی نے کہا۔ "جگت نے اب خون کی ہولی شروع کر دی ہے۔ اُسے کسی کی جان لیتے ہوئے کیا ذرا بھی رحم نہ آتا ہو گا؟"

نانا نے بیٹی کو دلاسہ دیا۔ "بیٹی...... تو دل چھوٹا نہ کر۔ ابھی تو نے سنا نہیں کہ سامنے والے گھر کے تینوں قتل جگت کے ساتھیوں نے کئے ہیں اور حکم کو ہنومان نے مارا ہے، جگت نے نہیں۔"

مگر ماں جی کو ان الفاظ سے سکون نہیں ملا۔ وہ بولیں۔ "تم کچھ بھی کہو باپو! مگر جگت جو کچھ کر رہا ہے، پاپ ہے اور بھگوان اُسے معاف نہیں کرے گا۔" یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔

جگت کے باپو نے کہا۔ "جو ہونا تھا، ہو چکا بھاگوان! اب آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟"

"جو کچھ ہو چکا اس پر نہیں بلکہ اب جو کچھ ہونے والا ہے مجھے اس پر رونا آتا ہے۔ ہمارے خاندان کی یہ آخری سنتان (اولاد) ہے اگر یہ دیا بھی بجھ گیا تو اس گھر میں ہمیشہ کے لئے اندھیرا ہو جائے گا۔" ماں جی نے کہا۔

"ایسے الفاظ کیوں منہ سے نکالتی ہے بیٹی؟" نانا بولے۔

"باپو...... میری تمام اُمیدیں مٹ گئیں۔" ماں جی نے کہا۔ پھر وہ شوہر سے مخاطب ہوئی۔ "جگت کے باپو! تم اب سمدھی کے پاس جا کر جگت کا رشتہ واپس لے لو۔ بے چاری چندن کور کی زندگی کیوں برباد کی جائے؟ میرے نصیب ہی میں بہو کا سکھ نہ ہو گا۔ پھر اُس نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "جاؤ! جیسی بھگوان کی مرضی۔"

اور دوسرے روز صبح اخباروں میں چار آدمیوں کے قتل کی خبریں اس قسم کی جلی سرخیوں کے ساتھ چھپیں۔

"پنجاب میں دوسرا جگا ڈاکو پیدا ہو گیا۔"

O

جیپ ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ پیچھے گھوڑی بھی اسی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ جگت کو کافی عرصے کے بعد اپنی پیاری مائیک پر سواری کرنے کا موقع ملا تھا اس لئے وہ بھی بے حد خوش تھا۔ جگت اس بات پر نازاں بھی تھا کہ قدرت اُس کا پورا ساتھ دے رہی ہے۔ سارے کام آسانی سے

انجام پاتے جا رہے ہیں۔ ہنومان سے بھی عجیب اتفاق سے ملاقات ہو گئی تھی۔ البتہ اُسے اس کا افسوس ضرور تھا کہ ویرو سے ملاقات نہ ہو سکی۔ لیکن ایک طرح سے یہ بھی بہتر ہی ہوا۔ کیونکہ ویرو کی نظروں کے سامنے پھر کسی کو قتل نہ کر سکتا۔ جس عورت نے اُس کی خاطر بے شمار ظلم سہے، نے زندگی کی حفاظت کا تعویذ اپنے میاں کے بدلے اُس کے گلے میں ڈال دیا، جس نے عین پر زیورات دے کر اُس کی مشکل آسان کر دی کیا وہ اُس کے سہاگ کو اُجاڑ سکتا؟ اور کیا اُس ساتھی موہن سنگھ کو زندہ چھوڑ کر جانے پر رضامند ہوتے؟ اُس نے اپنے ساتھیوں سے اب تک کی بات نہیں کی تھی۔ پھر نانا بھی موہن کو زندہ چھوڑنے پر کتنے ناراض ہوتے۔ یہی ساری با اُس کے ذہن میں چکر لگا رہی تھیں۔ جگت آخر کار اسی نتیجے پر پہنچا کہ ویرو کا نہ ملنا ہی بہتر ہوا۔

جیپ میں بیٹھا ہوا ہنومان اس وقت حکم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ہولی منانے کے لئے سنگھ کی خالہ رتیا آئی تو اُس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جسے خالہ نے سنت گڑھ میں حکم کے لئے کیا تھا۔ اور اب وہ بہنوئی کو دکھانے کے لئے لڑکی کو ساتھ لے کر آئی تھی۔ ہنومان کو بھی کہیں اُس کا پتہ چل گیا تھا اور اب یہ بھی پتہ چلا تھا کہ وہ جس کی تلاش میں ہے وہ سنت گڑھ میں خالو کا ہوٹل چلا کر مزے کر رہا ہے۔ اُسی وقت ہنومان نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حکم کو اُس کی شا سے پہلے ہی ختم کر دے گا۔ اور ایسے میں اُس کی ملاقات جگت سے بھی ہو گئی۔ اب اُس کا کام آسان ہو گیا تھا۔

جیپ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی کہ اچانک جیپ چلانے والے ہشیار سنگھ سے ہنومان نے پوچھا۔ "ہشیار...... سنت گڑھ یہاں سے کتنی دُور ہو گا؟"

"سنت گڑھ تو دوسری سمت ہے۔ کیوں، وہاں کیا کام ہے؟"

"میرا شکار حکم سنگھ وہیں ہے۔ اگر یہ کام کر لیا تو سر سے ایک بوجھ اُتر جائے گا۔"

"یار اب ذرا آرام کی بات کرو۔" بچن نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "چوبیس گھنٹے سے جیپ میں بیٹھے بیٹھے اب تو جسم بھی دُکھنے لگا ہے۔ اب تھوڑی دیر نیند کریں گے، تھوڑا نشہ پانی کریں گے ایک آدھ مُرغی کھائیں گے، پھر دوسرے کام کی بات ہو گی۔"

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب نانک پور پہنچے۔ کرپال اس علاقے سے واقف تھا۔ گاؤں میں گرو نانک کے گردوارے کا بہت شہرہ تھا۔ گاؤں میں یاتری لوگوں کے لئے جو سرائے تھی اُسی میں جگت کی اس ٹولی نے بھی قیام کیا۔ جاتے ہی سب کے سب سو گئے اور چار پانچ گھنٹے تک بے سدھ سوتے رہے۔ مگر ہنومان کو نیند نہیں آئی۔ وہ دوسرے ساتھیوں کو میٹھی نیند میں دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ شاید حکم کو قتل کرنے کے بعد وہ بھی ایسی ہی میٹھی نیند سو سکے گا۔

صبح ہوئی تو کھانے کے بارے میں سوچا جانے لگا۔ بچن نے مُرغی کی فرمائش کی۔ کرپال نے کہا۔ "یہاں ایک دیوی کا مندر بھی ہے۔ عقیدت مند اُس کی منت مانتے ہیں اور منت پوری ہونے پر بکرا پیش کرتے ہیں۔ جگت کی بھی منت آج پوری ہوئی ہے۔ کیا خیال ہے، آج دیوی کے پرسا سے پیٹ نہ بھرا جائے؟"

بات سب ہی کے دل کو لگی۔ طے یہ ہوا کہ ہنومان مندر میں جائے۔ فوج سے فرار ہوتے وقت جو

سا ٹھ ستر روپے ساتھ لے کر چلے تھے وہ اُن کے پاس موجود تھے۔ آنے والے دنوں کا خیال ہی نہ تھا۔

ہنومان گھوڑی لے کر روانہ ہو گیا۔ باقی چار ساتھیوں نے اگلے پروگرام کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ جگت نے کہا۔ "سب سے پہلے تو ہمیں اس جیپ سے جان چھڑانی چاہئے۔ جیپ کی بجائے اب ہمیں چار گھوڑوں کا بندوبست کرنا ہو گا۔ ہنومان کو حکم کے قتل کا جو فریضہ انجام دینا ہے، وہ آج شام تک ادا کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد رات کسی جنگل میں بسر کی جائے۔ ہنومان کے لئے ایک رائفل کا بندوبست کرنا بھی ضروری ہے۔ حکم کے قتل کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ایک ڈکیتی بھی کی جائے تاکہ پولیس کو اوپر تلے کئی جھٹکے محسوس ہوں اور ہمیں بھی کارتوس کے لئے پیسے ملیں۔ پھر کسی ایک مقام پر بارہ گھنٹے سے زیادہ ہم لوگ نہیں رُکیں گے۔ ہر جگہ ہمیں ایسے آدمیوں کو تلاش کرنا ہو گا، جو ہمیں آسرا دے سکیں۔ اگر دھمکی اور ڈرانے سے کام نکل جاتا ہو تو قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کوئی بے وفائی کرے یا پولیس کا پیارا بننے کی کوشش کرے تو اُسے ڈھیر کرنے میں دیر بھی نہیں کرنی ہے۔ بس یہ یاد رہے پولیس ہماری دشمن، مالدار ہمارے شکار اور غریب عوام ہمارے دوست ہیں۔" جگت ذرا رُکا اور سب کے چہرے پر نظر دوڑاتے ہوئے پھر بولا۔ "کسی کو ان باتوں پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہمیں منظور ہے۔" سب نے کہا۔

پھر کرپال بولا۔ "میرے باپ کی زمین چھیننے والے جاگیردار سے انتقام لینے کے بارے میں بھی سوچنا ہے۔"

"کرپال...... اب وہ صرف تمہارا دشمن نہیں ہے۔ وہ ہماری پوری ٹولی کا شکار ہو گا۔" جگت نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو اُس کی بھی ہم اچھی طرح خبر لیں گے۔"

بچن نے کہا۔ "میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اُس کے باپ نے اُس کی شادی کہیں اور کر دی۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہے۔" بچن کی بات سن کر جگت کو ویرو یاد آ گئی۔ اُس نے محسوس کیا کہ کل کو یہی سوال اُس کے سامنے بھی آ سکتا ہے چنانچہ آج جو اصول بنا لیا جائے گا اُس پر خود اُسے بھی عمل کرنا ہو گا۔ یہ سوچتے ہوئے اُس نے کہا۔

"بچن! یہ ایک نازک سا جذباتی مسئلہ ہے۔ کسی عورت سے زبردستی کرنا، ناانصافی ہے۔ ہم پولیس کے قانون کی کھل کر خلاف ورزی کریں گے لیکن قدرت کے قانون کا ہمیں پاس رکھنا ہو گا ورنہ ہم اپنی راہ بھٹک جائیں گے اور زیادہ عرصہ اپنی جدوجہد جاری نہیں رکھ سکیں گے۔"

اس کے باوجود بچن مطمئن نظر نہ آیا تو جگت نے کہا۔ "ہاں، اگر لڑکی اپنے شوہر سے ناخوش ہو اور اب بھی تمہیں پیار کرتی ہو تو میں خود جا کر اُسے اپنے ساتھ لاؤں گا اور تمہارے گھر میں بٹھا دوں گا۔" یہ سن کر بچن کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

اب جگت ہوشیار سے مخاطب ہوا۔ "ہشیار! تمہیں کچھ نہیں کہنا؟"

"بھئی میں تو باپ سے لڑ کر آیا ہوں۔ اس سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے؟" ہشیار نے ایسے کہا جیسے اسے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ اُس کی کسی سے عداوت نہیں ہے۔

"بھیا...... یہاں تو تمہیں ہی جھکنا ہو گا۔ باپو سے معافی مانگ کر اُن کی آشیرباد حاصل کرنی

چاہئے۔'' جگت نے کہا۔ جگت کی اس معاملہ فہمی نے ساتھیوں کے دل میں جگت کی قدر کچھ اور دی اور انہیں اس پر فخر محسوس ہوا کہ ان کا سردار جگت جیسا شخص ہے۔

اتنے میں ہنومان، مندر سے واپس آ گیا۔ وہ بکرے کا سر تو دیوی کے قدموں میں ڈال آ لیکن باقی بکرا ساتھ لے کر آیا تھا۔ کرپال نے فوراً اس کے پکانے کا بندوبست کیا۔ آتے ہ ہنومان شراب کی کچھ بوتلیں بھی ساتھ لیتا آیا تھا تاکہ دوبارہ نہ جانا پڑے۔ اب ہنومان کو جگت دوسرا کام بتایا۔

''ہمیں اس جیپ کو چھٹی دینی چاہئے۔ لیکن نہ ہم اسے راستے میں چھوڑیں گے اور نہ ہی مفت دیں گے۔ ست گڑھ جانے کے لئے دوسری گاڑی درکار ہے۔ اب کوئی ترکیب سوچو! و مجھے پتہ ہے کہ تمہارا دماغ زیادہ کام نہیں کرتا۔ لیکن کند ذہن رہنا بھی کام نہیں آئے گا۔''

یہ سن کر ہنومان نے اپنی پیشانی پر ایک مکا مارا اور بولا۔ ''مجھے تمہارے اس طعنے سے بچنے کے لئے کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا۔ ذرا کھلی ہوا میں جا کر چکر لگاتا ہوں شاید کوئی ترکیب آ جائے د میں۔'' یہ کہہ کر ہنستا ہوا ہنومان چلا گیا اور جب ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تو سب ساتھی نہا د تیار ہو چکے تھے۔ فوجی لباس کو ایک روز اور استعمال کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔

ہنومان نے آتے ہی کہا۔ ''جگت! میرا دماغ کچھ کچھ کام کرنے لگا ہے۔ گاؤں میں ایک س جی موٹر ریپئرنگ کا کام کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک گاڑی کھڑی ہے۔ اس سے جیپ کی بجا وہ گاڑی نہ لے لی جائے؟''

جگت ہنسا۔ ''ہنومان! تو نے بات تو اچھی سوچی ہے۔ لیکن بھیا! اس طرح گاڑیاں بدلنا آ تو نہیں۔ فوجی گاڑی کون لے گا؟ اور اگر کسی کو شبہ ہو گیا تو الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ پھر تو نے جگہ ڈھونڈی ہے تو میں بھی کوئی راستہ نکالوں گا۔ چل! کھانا کھا کر نکلتے ہیں۔''

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جب وہ سرائے سے نکلے تو سورج سر پر آ چکا تھا۔ ہلکی گرم گرمیوں کی آمد کی خبر دے رہی تھی۔ ہنومان گھوڑی پر سب سے آگے روانہ ہو گیا تھا۔ جگت نے ہوئے اس سے کہا تھا کہ ہم تمہارے پیچھے چل رہے ہیں۔ سردار جی کے گیراج کے پاس جب رکے تب بھی تم آہستہ آہستہ گھوڑی چلاتے رہنا۔''

گیراج کے قریب جا کر جگت نے جیپ رکوائی اور ہشیار کے کان میں کچھ کہہ کر گاڑی اترتے ہوئے بولا۔ ''کیا حال ہے سردار جی؟''

''آئیے سرکار آئیے......!'' سردار جی نے فوجی گاہک کا استقبال کیا۔

''ایک گیلن پٹرول چاہئے۔'' یہ کہتے ہوئے گیراج کے کونے میں فورڈ گاڑی جگت نے دیکھ لی۔ سردار جی نے فوراً اپنے لڑکے کو ایک گیلن پٹرول جیپ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اتنی دیر میں جگ فورڈ گاڑی کا معائنہ کر چکا تھا۔ اس نے ذرا حیرانی سے پوچھا۔ ''سردار جی! کیا اس گاؤں میں ا لوگ بھی ہیں جن کے پاس موٹر گاڑیاں ہیں؟''

''نہیں سرکار...... گاؤں میں یہ ایک ہی گاڑی ہے۔ لیکن یہ بھی اب جا رہی ہے۔ جاگیرد صاحب نے دو سال پہلے خریدی تھی لیکن اب ان کی حالت پتلی ہو گئی ہے اس لئے بیچنے کو ک

ہیں۔ کیونکہ یہاں اکثر مالدار یاتری آتے رہتے ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ ان میں کوئی گاہک مل جائے گا۔'' یہ باتیں کرتے ہوئے سردار جی سوچنے لگا کہ شاید یہ لوگ گاہک بن جائیں۔ چنانچہ اس نے گاڑی کی تعریفیں بھی شروع کر دیں۔ ''ایک دم چالو ہے۔ تیس میل دیتی ہے۔ دو سال میں ایک مرتبہ بھی مرمت کی ضرورت نہیں پڑی۔''

''اچھا...... تب تو گاڑی اچھی ہے۔ ہمارے کرنل صاحب اس وقت ایک اچھی گاڑی کی تلاش میں ہیں۔ میں ان سے بات کروں گا۔'' جگت نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا۔

سردار جی خوش ہو گیا۔ یہ سنتے ہی لڑکے کو فوراً لسی کے چار گلاس لانے کو کہا۔ جگت نے ہشیار کو بلا کر گاڑی کی مشین چیک کرنے کی ہدایت کی۔

''اگر کرنل صاحب یہاں نہ آ سکیں تو میں گاڑی کو آپ کہیے تو وہاں لے آؤں گا۔'' سردار جی نے سودا پکا کرنے کی غرض سے بات آگے بڑھائی۔

''نہیں۔ فی الحال تو وہ چھٹی پر ہیں۔ اور ست گڑھ ہی میں ہیں۔ خود آ کر دیکھ جائیں گے۔'' جگت نے کہا۔ ''ہم ان سے ہی ملنے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بات کر لوں گا۔ لیکن دام مناسب ہونے چاہئیں۔''

''ارے سرکار! یہ بھی کہنے کی بات ہے۔ اپنے کو تو سو پچاس روپے دلالی مل جائے۔ ہم تو بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کا فائدہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' سردار جی نے سب کو لسی کے گلاس پیش کرتے ہوئے کہا۔

لسی پینے کے بعد پٹرول کے پیسے دے کر وہ چاروں گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ہشیار جیپ سٹارٹ کر رہا تھا کہ جگت نے ایک نوکیلی سلاخ ٹائر میں لگا دی۔ جیپ ذرا ہی آگے بڑھی تھی کہ ایک دھماکہ سنائی دیا۔ دھماکہ سن کر سردار جی دوڑا دوڑا آیا۔

''مصیبت ہو گئی سردار جی!'' جگت نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں، میں ابھی پنکچر لگائے دیتے ہوں۔'' یہ کہہ کر سردار جی وہیل کے پاس بیٹھ گیا۔

''لیکن ہمیں فوراً کرنل صاحب کے پاس پہنچنا تھا۔ اب ہم ذرا سا بھی وقت نہیں گنوا سکتے۔''

سردار جی نے ذرا دیر کچھ سوچا، پھر خوش ہو کر بولے۔ ''فکر کی کوئی بات نہیں۔ وہ فورڈ گاڑی لے جائیے! اس طرح آپ گاڑی کرنل صاحب کو دکھا بھی سکیں گے اور اس میں سفر کرنے سے آپ کو گاڑی کی حالت کا بھی پتہ چل جائے گا۔''

جگت نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، بات تو صحیح ہے۔ اگر کرنل صاحب مان گئے تو ہم ان کو اسی گاڑی میں ساتھ لے آئیں گے۔ تاکہ اگر سودا ہو جائے تو آپ کا بھی کام ہو جائے گا۔''

سردار جی نے لڑکے کو گاڑی صاف کرنے کا حکم دیا اور اس میں دو گیلن پٹرول بھی ڈلوا دیا۔ پھر چابی جگت کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''جب تک آپ واپس آئیں گے جیپ اک دم ریڈی ہو گی۔''

چاروں دوست کھلی فورڈ میں بیٹھ گئے اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ سردار جی گاڑی کو جاتے ہوئے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ وہ بہت خوش تھا کہ اب تو سودا ہوا

ہی جھو......!

ہنومان گھوڑی پر آگے جا رہا تھا۔ وہ پیچھے مڑ کر دیکھتا جاتا۔ اُس نے جب چاروں ساتھیوں کو گاڑی میں دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گیا کہ جگت کچھ نہ کچھ کام کر آیا ہے۔ اور جب گاڑی، گھوڑی کے پاس پہنچی تو جگت نے ہنومان سے مذاقاً کہا۔ "اوئے مسافر! سنت گڑھ کا راستہ کون سا ہے؟"

ہنومان گھوڑی سے کود کر نیچے آ گیا اور بولا۔ "یار! تو، تو دنیا کے تمام راستوں سے واقف ہے۔ آخر سردار جی سے گاڑی لے ہی آیا۔"

اب جگت مانک پر سوار ہو گیا اور بولا۔ "دوست! گاڑی کے بدلے چیپ اُسے دے آئے ہیں۔ شام تک تو بیچارہ ہمارا بڑے شوق سے انتظار کرے گا۔ پھر اس کے بعد وہ جانے اور اُس کا کام۔"

اس کے بعد موٹر آگے بڑھ گئی۔ چاروں ساتھی سنت گڑھ کے پاس پہنچ کر جگت کا انتظار کرنے لگے۔ جگت نے آ کر گھوڑی ہنومان کے حوالے کی۔ راستے میں اُس نے حکم کو قتل کرنے کے بارے میں سوچ لیا تھا۔ اُس نے ہنومان سے کہا۔ "جا ہنومان! چھپ کر معلوم کر کے آ کہ حکم ہوٹل میں ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس جگہ بیٹھا ہے؟"

ہنومان گیا اور ذرا سی ہی دیر میں واپس آ گیا۔ اُس نے کہا۔ "جگت! وہ ہوٹل میں غلے پر بیٹھا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ اپنے خالو کے غلے سے بھی پیسے اُڑاتا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔" جگت نے کہا۔ "تو جا کر اُسے کسی نہ کسی طرح ہوٹل سے باہر نکال لا۔ آگے کام ہم لوگ کر لیں گے۔ لیکن دیکھنا! کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہم سب ساتھ ہیں۔"

ہنومان وہاں رُکا اور مسکین صورت بنا کر بولا۔ "یار! اُسے باہر لانے کی ترکیب بھی بتا دو تا کہ کام جلدی ہو جائے۔"

جگت ہنسا۔ اُس نے جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر ہنومان کو دیتے ہوئے کہا۔ "لے...... کر اس کی ریزگاری مانگنا۔ تمہیں دیکھ کر وہ ضرور بھڑکے گا۔ اُس وقت یہ ڈانگ لے کر اُس کے سامنے کھڑے ہو جانا اور اندر مت جانے دینا۔ ہم تمہیں دو چار گالیاں دیں تو بھی برا مت ماننا۔"

ہنومان خوش ہو کر بولا۔ "یار! تیرا دماغ بھی کمال ہے۔ ترکیبوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے اس میں۔"

ہنومان غلے پر بیٹھے حکم کی نظر بچا کر ہوٹل میں داخل ہو گیا اور ایک ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ اُس کی پیٹھ حکم کی طرف تھی۔ اُس نے دیکھا حکم کے برابر میں ایک اندھا بیٹھا تھا۔ ہنومان نے اندازہ لگایا کہ وہی اُس کا خالو ہو گا۔ اُس نے سوچا حرامی اندھے خالو کا مال کھا کر تگڑا ہو رہا ہے۔"

لسی پینے کے بعد ہنومان تھڑے پر بیٹھ گیا اور پانچ کا نوٹ رکھا۔ حکم سنگھ نے گاہک کو دیکھے بغیر کہا۔ "ارے بھائی ابھی اتنا بیوپار کہاں ہوا ہے، کھلے پیسے دو!" یہ کہہ کر اُس نے نظر اُٹھائی اور گاہک کو دیکھا تو دیکھتے ہی اُس کے ہوش اُڑ گئے۔

حکم کی حالت پر ہنومان پہلے تو ہنسا اور پھر حکم کو گھور کر دیکھنے لگا۔ حکم کو ان نظروں میں اپنی موت نظر آئی۔ اُس نے آس پاس نگاہ کی۔ ہنومان کے ہاتھ میں برچھی والی ڈانگ دیکھ کر وہ لرز رہا تھا۔ ہنومان بھی جان بوجھ کر ذرا فاصلے پر کھڑا تھا تا کہ حکم کو بھاگنے کا راستہ مل جائے۔ دوسرے ہی لمحے حکم تھڑے سے کود کر بھاگنے لگا۔ ہنومان بھی اُس کے پیچھے بھاگا لیکن حکم سنگھ باہر نکلتے ہی دو فوجیوں سے ٹکرایا۔ اُنہوں نے اُسے روکا اور ہنومان کو دیکھ کر ایک فوجی نے بندوق نکال لی۔ ہنومان وہیں رُک گیا۔

حکم نے فوراً کہا۔ "بچایئے...... مجھے بچایئے! یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"دیکھے ہیں بڑے مارنے والے۔" بچن نے کہا اور ہنومان کو دو گالیاں دیں۔

کرپال نے حکم کو اپنی فورڈ گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "چل بیٹھ جا! ہم تجھے گھر چھوڑ آتے ہیں۔" حکم کے بیٹھتے ہی ہشیار نے موٹر دوڑا دی۔ پیچھے ایک طرف کرپال اور دوسری طرف بچن اور بیچ میں حکم تھا۔ ہنومان گھوڑی پر پیچھے چلا آ رہا تھا۔ دوپہر ہو گئی تھی، اس لئے سڑک پر زیادہ لوگ نہ تھے۔ جو تھے بھی تو اُن کی سمجھ میں بات آنے سے پہلے ہی موٹر اور گھوڑی اُن کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔

حکم گھبرا کر بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا۔ ہنومان کو پیچھے آتا دیکھ کر وہ پھر روہانسا ہو کر بولا۔ "فوجی بھائیو! مجھے بچا لینا۔ وہ مجھے مارنے کے لئے اب تک تعاقب کر رہا ہے۔"

آگے بیٹھے ہوئے جگت نے کہا۔ "کوئی پرانی دشمنی معلوم ہوتی ہے۔"

"اس بدمعاش اور اُس کے ایک مفرور مجرم دوست کی باتوں میں آ کر میں بھی پھنس گیا تھا۔ بڑی مشکل سے اُن سے جان چھڑائی تھی لیکن وہ یہاں تک آ پہنچا۔ اُس کا وہ نامرد دوست کسی کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے اور یہ بدمعاش جیل کی ہوا کھانے کے بعد بھی نہ سنبھلا۔"

حکم کے منہ سے آخری الفاظ نکلتے ہی جگت نے ایک تھپڑ گھما کر اُس کے منہ پر جڑ دیا۔ "کتے...... نامرد کسے کہتا ہے؟"

زوردار تھپڑ اور جگت کے چہرے نے حکم کو دن میں تارے دکھا دیئے۔ "جگت، تو......؟" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"ہاں میں...... تیری موت۔" جگت نے بندوق کی نال اُس کے سینے پر رکھ دی۔ گاڑی ابھی اُڑ رہی تھی۔ حکم کو آگے اور پیچھے دونوں طرف موت نظر آ رہی تھی۔

اُس نے ہاتھ جوڑ کر منت سماجت شروع کر دی۔ "جگت! مجھے معاف کر دے...... میں تیرا غلام بن کر رہوں گا۔"

"مجھے غلام کی نہیں، دوست کی ضرورت ہے۔ اور تو ہمارا بے وفا دوست ثابت ہوا ہے۔" جگت کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ لیکن اُس نے گولی اس لئے نہیں چلائی کہ یہ ہنومان کا شکار تھا۔

تھوڑا سا اور آگے جا کر جگت نے کار رکوائی اور حکم کو گاڑی سے نیچے اُتر جانے کا حکم دیا۔ حکم خوش ہو گیا۔ اب اُسے بچنے کی اُمید ہو گئی تھی۔ فوراً گاڑی سے اُترا اور اُترتے ہی تیز قدموں سے دوڑنے لگا۔ ہنومان جب گاڑی کے قریب سے گزرا تو جگت نے پکار کر کہا۔ "ہنومان! اُسے زیادہ اذیت مت دینا۔"

ادھر حکم اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا لیکن مانک کی رفتار کے آگے اس کی کیا وقعت تھی؟ دوڑتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو گھوڑی پر ملک الموت نظر آیا۔ مانک سر پر پہنچ چکی تھی......!

ہنومان نے گھوڑی کی لگام کھینچی اور گھوڑی اپنی اگلی دو ٹانگیں اونچی کر کے رُک گئی۔ حکم اپنی

موت کو اس قدر قریب دیکھ کر کانپ گیا۔ ہنومان نے برچھی کی ڈانگ بلند کی اور آن کی آن میں برچھی حکم کے شانے کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ وہ وہیں پیٹ کے بل گرا۔ ہنومان نے اُسے لات مار کر سیدھا کیا اور دوسرے ہی لمحہ اُس کے پیٹ میں برچھی گھونپ دی۔ اور جب برچھی نکالی تو خون کا زبردست فوارہ سا بلند ہوا۔ دوسرے ساتھیوں کو لئے اتنے میں کار بھی وہاں آ گئی۔ ہنومان نے برچھی کو گاڑی کے پہیئے سے صاف کیا اور پھر گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ دونوں چل پڑے۔

گھوڑی اور موٹر تیزی سے منزل طے کر رہے تھے۔ ذرا آگے جا کر جگت نے ایک پولیس والے کو آتے دیکھا تو اُس نے کار رکوائی اور پولیس والے سے کہا۔

''ارے او...... یہ راستہ کس طرف جاتا ہے؟''

پولیس والے کو یہ لہجہ سن کر غصہ تو بہت آیا لیکن فوجی افسروں کو دیکھ کر غصہ پی گیا اور بولا۔

''صاحب! تھوڑا آگے جا کر یہ راستہ دو راستوں میں بٹ جائے گا۔ ایک راستہ جنگل کی طرف جاتا ہے اور دوسرا نانک پور کی طرف۔''

جگت نے یہ سننے کے بعد کہا۔ ''اچھا اب غور سے سنو! یہاں سے تین فرلانگ کے فاصلے پر ایک لاش پڑی ہے۔ ہمارے بہادر ساتھی ہنومان نے حکم سنگھ کو قتل کیا ہے۔ اندھے ہوٹل والے کو اُس کے بھانجے کے قتل کی اطلاع دے دینا۔ اور پھر شیخوپورہ کے پولیس افسر سنہا کو اطلاع دینا کہ ''جگت کی ٹولی'' نے چوبیس گھنٹے میں یہ چوتھا قتل کیا ہے۔ اگر سنہا کو زندگی پیاری ہو تو پنجاب چھوڑ کر چلا جائے ورنہ گالیاں اور گولیاں کھانے کے لئے تیار رہے۔''

پولیس والے کو جب یہ علم ہوا کہ وہ کس کے سامنے کھڑا ہے تو وہ کانپ گیا اور آنکھیں بند کر کے گاؤں کی طرف ایسے بھاگا کہ اُس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

سپاہی کی حالت پر پانچوں دوست کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ جگت نے ہشیار سے کہا۔ ''چلو...... گاڑی دوڑا دو! آج کی رات جنگل میں گزاریں گے۔''

دوسرے ہی لمحے گاڑی جگت اور اُس کے ساتھیوں کو لے کر جنگل میں داخل ہو گئی۔ دن ڈھل چکا تھا۔ دونوں طرف اُگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنے والی سڑک پر گاڑی سے آگے آگے ہنومان مانک پر سوار اُڑا جا رہا تھا۔ یہ چھوٹا سا قافلہ کافی دیر تک اسی تیز رفتاری سے جنگل میں چلتا رہا اور جب اندھیرا بڑھ گیا تو اُنہیں اندازہ ہوا کہ یہ جنگل میں بہت دُور نکل آئے ہیں۔ سب رُک گئے۔ ہنومان کو بھیجا گیا کہ آس پاس کوئی آبادی ہو تو اُس کا پتہ لگا کر جلدی آئے۔ باقی دوست ستانے لگے۔ اور ہنومان جب تھوڑی دیر بعد واپس لوٹا تو وہ مسکرا رہا تھا۔ آتے ہی اُس نے خبر دی کہ یہاں سے تھوڑی دُور بنجاروں نے پڑاؤ ڈال رکھا ہے اور اس وقت آگ روشن کر کے کھانے پکانے میں مصروف ہیں۔ جگت نے ہنومان کی بات سنی تو بولا۔

''بہت اچھے...... تو آج کی رات ہم اُن کے مہمان بنیں گے۔''

جگت یہ کہہ کر گاڑی میں سوار ہو گیا اور آناً فاناً یہ لوگ ہنومان کے بتائے ہوئے پتہ پر جا پہنچے۔ بنجاروں نے فوجی جوانوں کو دیکھا تو بڑی آؤ بھگت کی۔ یہاں بچن کی مُرغی کھانے کی خواہش بھی آسانی سے پوری ہو گئی۔ کھانا جب ختم ہوا تو بنجاروں نے ناچ گانے کی محفل جما دی۔ اُن دوستوں

کے علاوہ صرف بنجاروں کے قافلے میں عورتیں اور بچے ملا کر تقریباً ساٹھ ستر آدمی تھے۔ یہ محفل رات گئے تک جمی رہی۔ اس کے بعد یہ تھکے ہارے دوست اپنے اپنے بستروں پر جا کر ایسے سوئے کہ پانچ چھ گھنٹے بعد آنکھ کھلی۔ اب وہ پہلے سے زیادہ مستعد نظر آ رہے تھے۔ ضروریات سے جلدی جلدی فراغت پا کر اُنہوں نے بنجاروں کے سردار کو بلایا اور اُس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولے۔

''مہمان نوازی کا شکریہ۔ مگر جاتے جاتے ایک حقیقت تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی فوجی افسر نہیں ہے۔ پہلے کبھی تھے، اب ہم سب ڈاکو ہیں۔''

سردار مہمانوں کا یہ جملہ سن کر چونکا اور افسوس بھرے لہجے میں بولا۔ ''یارو! اگر پہلے پتہ چل جاتا کہ تم لوگ فوجی نہیں ہو، ڈاکو ہو تو اس سے زیادہ خاطر کرتا۔''

''خیر پھر کبھی ملاقات ہونے پر کسر نکال دینا۔ فی الحال یہ بتاؤ کہ قریب میں کہیں سواری کے اچھے گھوڑے مل سکتے ہیں؟''

سردار جگت کی بات سن کر بولا۔ ''ہمارے پاس چند ٹٹو ہیں لیکن وہ تمہارے کام نہیں آئیں گے، ورنہ لے جانا چاہو تو خوشی سے لے جاؤ! رہی گھوڑوں کی بات تو جنگل پار کر کے ایک چھوٹا سا بنگلہ نظر آئے گا، اُس کا مالک کبھی کبھی آب و ہوا تبدیل کرنے کے لئے وہاں آتا ہے۔ اُسے گھوڑے پالنے کا بہت شوق ہے اور وہاں گھوڑے ہیں بھی اچھے۔ اب تک اُن پر ہماری نظر تھی مگر تمہیں ہم سے زیادہ ضرورت ہو گی۔ اب تم اُن گھوڑوں کو لے جا سکتے ہو۔'' اس کے بعد سردار سب سے باری باری گلے ملا اور بولا۔ ''ڈاکے ڈالو گے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہو گے اس لئے ہماری ملاقات کہیں نہ کہیں ضرور ہو گی۔ کبھی بھی ہمارے مہمان بننے میں خطرہ محسوس نہ کرنا۔ اپنے ہوتے ہوئے ہم تم پر کبھی بھی آنچ نہ آنے دیں گے۔''

بنجاروں کے سردار کی باتیں سن کر پانچوں دوست روانہ ہونے کے لئے اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے۔ ہشیار نے ابھی گاڑی سٹارٹ ہی کی تھی کہ سردار کو کچھ یاد آ گیا اور اُس نے آواز دے کر جانے والوں کو روکا اور کہا۔ ''دوستو! جب جنگل پار اس بنگلے سے گھوڑے لینے پہنچو تو ایک بات کا ضرور خیال رکھنا کہ اُس زمیندار کے ہاں بہت خطرناک شکاری کتے ہیں بھونکنا نہ شروع کر دیں۔ ان سے خبردار رہنا۔''

جگت کو بوڑھے سردار کی بات سن کر اس کی دوستی پر اعتماد سا ہو گیا۔ اُس نے ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے اُس سے کہا۔ ''بابا! کتوں وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم زمیندار کو جگا کر اُس سے گھوڑے چھینیں گے، چوری نہیں کریں گے۔''

سردار نے جگت کی بات سنی تو اُس کی دلیری کی داد دیتے ہوئے کہا۔ ''ارے شاباش جوانو! بہادری اسی کا نام ہے۔'' بوڑھا سردار اسی طرح کی باتیں کرتا رہا اور پانچوں دوستوں کو جاتا دیکھتا رہا۔ آن کی آن میں جگت کی یہ ٹولی بنجاروں کے پڑاؤ سے دُور ہوتی گئی۔ اور آخر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

○○○

جگت کے پروگرام کے تحت اُوپر تلے مختلف جگہوں پر کئی وارداتیں ہوئیں جنہوں نے شیخو کی پولیس کو ہلا کر رکھ دیا۔

حکم سنگھ کے قتل کی اطلاع ملتے ہی سنہا فوراً وہاں پہنچا اور وہاں تفتیش کرنے پر یہ سن کر حیران گیا کہ جگت ڈاکو اور اُس کے ساتھی جیپ کی بجائے کار میں آئے تھے۔ اب سنہا کے سامنے یہ تھا کہ اُنہوں نے جیپ کا کیا، کیا؟ اور کار کہاں سے حاصل کی؟ سنہا نے ایک پولیس پارٹی ڈاکو کے تعاقب کے لئے فوراً روانہ کر دی تھی۔ اُس پارٹی نے دوسری صبح اطلاع دی کہ فوجی جیپ نا پور سے مل گئی ہے۔ سنہا کو گتھی سلجھتی نظر آنے لگی۔ پولیس نے ناتک پور کے موٹر گیراج کے ما سردار جی کو دھر لیا تھا۔ سردار جی نے شام تک کار کا انتظار کیا اور پوری رات بے چینی سے گزا تھی۔ صبح ہی صبح فوجیوں کی جگہ پولیس پہنچی اور جیپ پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ سردار جی کو حراست میں لے لیا۔ ابھی صبح کا واقعہ تازہ ہی تھا کہ دوپہر کو ڈگرا کے زمیندار نے شکایت کی ڈاکورات کو اُسے بندوقیں دکھا کر چار گھوڑے اور ایک رائفل چھین لے گئے ہیں اور ایک پرانی اُس کے بنگلے پر چھوڑ گئے ہیں۔

ذہین، سخت مزاج اور شعلہ نوا سنہا بھی جگت کی ان تیز تیز چالوں سے چکرا کر رہ گیا۔ شیخو پو اب تک سنہا کی دھاک اور رعب داب ہی کی وجہ سے ڈاکوؤں کی دستبرد سے آزاد تھا۔ پنجاب مے دو جگا ڈاکو موجود تھے۔ ایک منٹگمری کا جگا اور دوسرا لاہور کا۔ لیکن شیخوپورہ میں کوئی واردات کرنے اُن میں سے کسی نے ہمت نہیں کی تھی۔ لیکن اسی ضلع میں پیدا ہونے والے جگت سنگھ جگا نے سـ کے علاقے ہی میں وارداتیں کیں اور اُوپر سے دھمکیاں بھی دیتا جا رہا تھا۔ شروع میں سنہا کا خیا تھا کہ وہ ایک بڑی پولیس پارٹی کے ذریعے "جگا" کو زیر کر لے گا۔ اسی زعم میں وہ سکھ رجمنٹ کے کرنل خوشونت سے کہہ بھی آیا تھا کہ "جگت قتل کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہوا تھا اس لئے وہ پہلے پولیس کا مجرم ہے اس کے بعد فوج کا۔ میں اُسے مع ساتھیوں کے گرفتار کر کے سزا دلواؤں گا۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں فوج کی طرف سے سزا تجویز کریں لیکن پہلا حق ہمارا ہوگا۔"

لیکن اب سنہا کو احساس ہو رہا تھا کہ جس کام کو وہ اتنا آسان سمجھا تھا وہ اتنا آسان نہیں ہے۔ پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جگت اتنے کم عرصے میں طوفان بن کر چھا جائے گا اور سارے علاقے میں اُس کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ جگت اور اُس کے ساتھی کسی بھی وقت اچانک نمودار ہوتے اور واردات کر کے ایسے ایسے غائب ہو جاتے جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں۔ جب پولیس جائے واردات پر پہنچتی تو کوئی بھی بیان یا گواہی دینے کو تیار نہ ہوتا حتیٰ کہ لٹنے والا تک یہی کہتا۔ "چھوڑیئے صاحب! جانے دیجئے۔ جو گیا سو گیا، اب کوئی بات ہوئی اور وہ دوبارہ آ گیا تو جان کے

بھی لالے پڑ جائیں گے۔"

جگت نے پہلا بڑا ڈاکہ اپنے ساتھی کرپال کے باپ کی زمین ہتھیا لینے والے زمیندار کے ہاں ڈالا۔ اُس نے دوپہر کے وقت آرام کرتے ہوئے زمیندار کو جگایا اور کرپال کے باپ کی زمین کے کاغذات نکلوائے جو زمین گروی رکھنے کے سلسلے میں زمیندار نے بنائے تھے۔ جگت نے اُن کاغذات کو اسی وقت وہیں جلا دیا پھر مڑ کر زمیندار کو دیکھا تو وہ منہ زور اور مغرور زمیندار کانپتے ہوئے بولا۔ "اب کے معاف کر دو جگت سنگھ جی! پھر کبھی کرپال جی کے پتا کی زمین پر قدم بھی رکھوں تو باپ کا نہ سمجھنا۔"

جگت نے بات سنی اور زمیندار کے موٹے پیٹ پر بندوق رکھتے ہوئے بولا۔ "لیکن تو نے اب تک اس غریب کو جو اذیتیں دیں اس کا کیا ہوگا؟"

"اب شکایت کا موقع نہیں دوں گا مائی باپ۔" زمیندار بری طرح کانپ رہا تھا۔

"نہیں...... اس طرح سودا نہیں پٹ سکتا۔ تو نے ایک غریب کو قرض دے کر اور سود در سود لگا کر اُس کی زمین ہتھیا لی۔ اتنے سال تک اس زمین کی فصل کی ساری رقم تیری اسی تجوری میں جاتی رہی ہے۔ اس کمائی کو میں بھی سود کے ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں اور یہ سود ساہوکار کا سود نہیں ہے، ایک ڈاکو کا سود ہے......!" جگت نے یہ کہا اور زمیندار سے تجوری کھلوا کر بہت سا نقد روپیہ اور زیورات کا ایک بڑا بکس نکال لیا۔ اس کے بعد جگت اور اُس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ذرا سی دیر میں غائب ہو گئے۔

سنہا کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اُس کی حیرانی اور بڑھ گئی کہ اتنا سخت دل اور منہ زور زمیندار بھی اپنے ہاں کے ڈاکے کی خبر دینے پولیس تھانے تک نہ آیا بلکہ پولیس کو خود اُس کے گھر جانا پڑا۔ اصل بات یہ تھی کہ زمیندار جگت کی ہمت، شجاعت اور بے باکی دیکھ کر اتنا سہم گیا تھا کہ اُس نے سوچا کہ پولیس رپورٹ کرنے سے کہیں جگت سارے خاندان ہی کو نہ ختم کر دے۔

پولیس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور ایک سمت سے دوسری سمت تک جگت اور اُس کی ٹولی کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ سنہا کا حکم تھا کہ اگر جگت سے کہیں سامنا ہو جائے تو مار دینا یا مر جانا۔ اس کے ساتھ ساتھ سنہا اس وقت کا بھی منتظر تھا جب جگت رتیا گاؤں آئے اور اُسے یہیں گھیر لیا جائے۔ سنہا کا خیال تھا کہ جگت کبھی نہ کبھی ضرور ماں باپ سے ملنے گھر آئے گا۔

چیت کا مہینہ گزر کر بیساکھ شروع ہو چکا تھا۔ بیساکھ کی گرمیوں نے ویرو کے دل میں ڈوبی ہوئی محبت کی چنگاریوں میں ایک مرتبہ پھر آگ بھر دی۔ اب سے پورے ایک سال پہلے اسی بیساکھ کے مہینے میں اُس نے پہلی مرتبہ جگت کو دیکھا تھا اور ساون کا مہینہ آتے آتے اُس کی دیوانی ہو گئی تھی۔ اس مختصر سے تین مہینے کے عرصے میں جگت کو اُس نے طرح طرح سے پرکھ لیا تھا اور سوچنے لگی تھی کہ اس کے لئے جگت جیسا مرد ہونا چاہئے تھا۔

ویرو کا میاں موہن سنگھ اُسے اب اور زیادہ مارنے لگا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ یہ چار چوٹ کی مار ویرو کے دل سے ضرور جگت کے خیال کو نکال دے گی۔ مگر جیسے جیسے ظلم بڑھتے گئے ویرو کے دل میں جگت کا پیار بھی بڑھتا گیا۔ وہ گھنٹوں خاموش بیٹھی رہتی۔ اُس کا دل بار بار اُس سے کہتا۔

"کچھ بھی ہو، اُسے بھلایا نہیں جا سکتا۔"

ویرو پر ستم بڑھتے گئے۔ چاچی اُس کی جانی دشمن بن چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ویرو ہی اُس کے بیٹے بدھی سنگھ کی قاتل ہو۔ روز ہی وہ کوئی نہ کوئی قصور تلاش کر کے ویرو کو نئے نئے طعنے سنا دیتی اُس کے ماں باپ کو ایسی ایسی گالیاں سناتی کہ پاس پڑوس کے لوگ بھی کانوں میں اُنگلیاں دے لیتے۔ ویرو یہ سب کچھ سنتی مگر خاموش رہتی۔ کچھ دنوں تک اسی طرح دُکھ اور تکلیف اُٹھا اُٹھا کر زندگی گزرتی رہی لیکن اب چاچی نے چند دنوں سے اُس پر ایک اور نیا الزام تھوپنا شروع کیا تھا...

"ویرو بانجھ ہے۔"

یہ بات...... یہ الزام ویرو کسی طور برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ وہ جب یہ بات سنتی تو اُس کا جی چاہتا کہ وہ چاچی کی زبان کاٹ کر پھینک دے۔ ویرو کو چاچی کی وہ باتیں بھی اب تک یاد تھیں جب وہ اپنے بیٹے کے لئے ویرو کی بہن کا رشتہ مانگتے ہوئے خوشامدیں کیا کرتی تھی اور اب دیکھتے ہی دیکھتے پرائے گھر کی مالکن بن کر مالکن ہی کو بانجھ ہونے کا طعنہ دینے لگی تھی۔ ویرو کے دل میں اکثر یہ خیال آیا کہ چاچی سے کہہ دے۔ "تیرے بھتیجے ہی میں دم نہ ہو تو بیوی کیا کرے گی؟" مگر پھر خاموش ہو جاتی کہ بات کچھ اور طول پکڑ جائے گی۔

ویرو کا شوہر موہن سنگھ بھی زندگی سے مایوس سا ہو گیا تھا۔ برابر کے تین جوان بھائیوں کی موت نے اُس کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ اب اُسے بار بار یہی خیال آتا کہ شاید وہ بھی کسی دن اسی طرح زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ جگت کے خوف سے اُس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ دن میں بھی گھر سے باہر جاتے ہوئے اُسے موت کا ہی کھٹکا لگا رہتا۔ جان کے خوف سے ...... اُس کا جی اُچاٹ ہو گیا تھا۔ آخر اُس نے کھیت ٹھیکے پر دے دیئے تاکہ کچھ نہ کچھ تو آمدنی کا ذریعہ بنا رہے۔ بیٹھے بیٹھے پیسہ آنا شروع ہوا تو نئے نئے شغل سوجھے۔ گاؤں کے چار پانچ جواریوں سے یارانہ ہو گیا۔ اُن میں تین بالکل لفنگے تھے۔ دو لڑکے کہنے کو تو اچھے گھروں کے تھے مگر لچھن اُن کے بھی ان لفنگوں سے کم نہیں تھے۔ یہ پانچوں کے پانچوں روزانہ دوپہر میں موہن کے گھر آ جاتے اور رات تک تاش کے پتوں اور شراب سے دل بہلایا کرتے۔ بڑی بڑی بازیاں جیتیں، ٹھٹھول ہوتے۔ ویرو یہ سب کچھ بھی دیکھتی مگر کر کچھ نہیں سکتی تھی۔ موہن کے یہ نئے دوست آتے جاتے ویرو پر بھی میلی نگاہ ڈالتے اور اکثر اُن کے ٹھٹھول میں چھت پر گونجتے قہقہوں کے بیچ ویرو اپنا نام بھی اُن کی بے حیائی کی باتوں میں سنتی۔ کئی دفعہ اُس نے اُن لوگوں کے طعنے بھی سنے۔ وہ موہن سے کہتے۔

"یار موہن سنگھ! گھر میں حسن کی دیوی ہے۔ آمدنی بھی اچھی ...... بندھی بندھائی آتی ہے لیکن گھر کے وارث کا اب تک پتہ نہیں۔ کیا ویرو قریب نہیں آتے دیتی یا پھر تم ہی......؟؟" بات یہاں تک پہنچتی۔ نیچے ویرو شرم سے پانی پانی ہو جاتی اور اُوپر سے قہقہوں کی برساتیں ہونے لگتیں۔ ویرو کو کبھی کبھی پانی یا کسی کے گلاس دینے یا خالی گلاس واپس لینے اُوپر جانا پڑتا تو چودھری کا بیٹا رنبیر سنگھ اُسے ایسے گھورتا جیسے آنکھوں کے راستے اُسے کچا ہی اپنے اندر اُتار لے گا۔ کبھی کبھی ویرو کو دیکھتے ہی کسی لچر اور آوارہ سے گیت کا ٹکڑا بھی گنگنانے لگتا کہ شاید ویرو اس طرح متوجہ ہو جائے۔ ...... ویرو سے گلاس لیتے ہوئے اُس نے ویرو کی اُنگلی دبا دی۔ بس اُس دن سے ویرو اُوپر جاتے

...... گھبرانے لگی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ان لوگوں میں اُس کے لئے میل ہی میل بھرا ہے۔ وہ اب چاچی کو ...... بھیجنے لگی۔ رنبیر بھی کچھ حالات کو جان گیا اُس نے بڑی چالاکی سے کام لے کر اب چاچی کو رام ...... شروع کر دیا۔ ایک بار ویرو نے بھی چاچی اور رنبیر کو کھڑے کھل مل کے باتیں کرتے دیکھ لیا ...... جو اُس دن رنبیر کہیں سے ناس کی ایک ڈبیہ بوڑھی چاچی کے لئے لایا اور ڈبیا تھماتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہارے لئے خاص طور سے یہ ناس کی ڈبیہ امرتسر سے منگوائی ہے۔ جب ختم ہو جائے تو بتا ...... اور منگوا دوں گا۔" اور چاچی نے رنبیر سے ڈبیہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھ ابھاگن کا اب کون ہے۔ تم نے میرا اتنا خیال کیا، بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔"

اس کے بعد چاچی اور رنبیر میں اکثر کھسر پھسر ہوتی رہی۔ کچھ ہی دن بعد چاچی کھل کر ویرو سے ...... لگی۔ "سن ویرو...... میں اب یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرا بھتیجا لاوارث رہے۔ اگر اس سال ...... گھر میں پالنا نہ بندھا تو موہن کے لئے دوسری بہو لے آؤں گی۔"

چاچی کی بات سن کر ویرو کا دل تو چاہا کہ کہہ دے، ایک نہیں دس اور لے آؤ! میرے اُوپر کیا ...... پڑتا ہے یا اس گھر کا وارث وہ کہاں سے لے آئے گی۔ مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئی۔ لیکن ...... رات کو بولی۔ "دیکھو جی! چاچی اب تمہارے لئے دوسری دُلہن لانے والی ہے۔ ذرا ...... بارات وغیرہ تیار رکھنا۔"

موہن کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی۔ اُسے پتہ تک نہیں تھا کہ چاچی ویرو سے اس انداز کی ...... بھی کرتی رہی ہے۔ اُس نے ویرو سے کہا۔ "ویرو! تو چاچی کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیا کر۔ بکنے ...... جو بکتی رہتی ہے۔"

ویرو میاں کی یہ بات سن کر چاہتی تو چپ بھی ہو سکتی تھی مگر اس طرح بات ادھوری چھوڑنا اُسے ...... نہ لگا۔ اُس نے میاں سے کہا۔ "بار بار آج کل وہ مجھے بانجھ ہونے کا طعنہ دیتی رہتی ہے۔ ...... سے کہہ دو کہ میرے لئے ایسے بول منہ سے نہ نکالا کرے۔"

اب موہن بھی خفا ہو گیا اور غصے سے بولا۔ "ہر بات کو بڑھا چڑھا کر گھر کو سر پر اُٹھا لینے کی ...... مجھے پسند نہیں ہے۔ کیا اب اس بات پر بھی میں چاچی سے جھگڑا کروں؟ ارے تم بانجھ نہ ہوتیں تو وہ کیوں کہتی...... اب کہتی ہے تو غلط تھوڑی کہتی ہے؟"

ویرو نے موہن سے ایسی بات سنی تو اُسے بھی غصہ آ گیا۔ بولی۔ "تم بھی مجھ سے یہ کہہ سکتے ہو ...؟ چلو، عورت ماں نہ بن سکے تو یہ اُس کا قصور ہوا لیکن مرد اگر باپ نہ بن سکے تو......؟"

ویرو نے جو جملہ کہا تھا اُسے سن کر موہن بھنا گیا۔ چیخ کر بولا۔ "اب ایسی باتوں سے تو مجھے گاؤں میں بدنام کرنا چاہتی ہے؟ حرام زادی خود اس قابل نہیں ہے اور الزام مجھ پر رکھتی ہے۔"

...... کر اُس نے ویرو کو مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا مگر ویرو کا غصہ سے سرخ چہرہ اور شعلے برساتی آنکھیں دیکھ کر اُس کا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ یہ تھپڑ جو اس وقت ویرو کے لئے ...... ہے ویرو کبھی برداشت نہیں کرے گی۔ اور پھر جانے کیا ہو جائے۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ چاچی ...... آن ٹپکی اور چاچی کو دیکھ کر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

○

چولہے سے اُڑنے والی چنگاریوں پر نظریں جمائے جگت کی ماں سوچوں میں گم تھی۔ صبح و شام میاں کو روٹیاں پکا پکا کر کھلانے کے علاوہ اب اُسے زندگی سے کوئی اور دلچسپی نہیں رہی تھی۔ چولہے کی انہی چنگاریوں کی مانند جگت کی یاد اچانک اُس کے دل میں جب بھی جاگتی تو وہ آنسو بہا بہا کر ان چنگاریوں کو خاموش کر دیا کرتی لیکن جتنا بیٹے کو بھولنے کی کوشش کرتی وہ اور یاد آ جاتا۔ جب سوہن سنگھ سامنے بیٹھے کھانا کھا رہے ہوتے تو اکثر اُسے لگتا جیسے جگت بھی سامنے بیٹھا کھانا کھا رہا ہو۔ کبھی وہ نیند سے اچانک جاگ جاتی اور چھت پر لگے کڑوں کو گھورنے لگتی۔ اُسے یاد آتا کہ جگت جب چھوٹا تھا تو چھت کے انہی کڑوں میں اُس کا جھولا بندھا رہتا تھا۔ وہ اُسے جھولا جھلا جھلا کر لوریاں سنا سنا کر سلایا کرتی۔ آج وہی لاڈوں کا پالا بیٹا جانے کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہوگا۔ اُسے رات کو سکون سے نیند آ جاتی ہوگی؟ کیا اُسے ماں باپ بالکل یاد نہ آتے ہوں گے؟ ایسی باتیں سوچتے سوچتے رات آنکھوں میں کٹ جایا کرتی۔

دن کے وقت جب وہ گھر میں اکیلی ہوتی بار بار اُس کی نگاہ دروازے کی طرف جاتی۔ اُس دروازے کی طرف جہاں سے آخری مرتبہ اُس نے جگت کو گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ آدھی رات کا وقت اُسے کبھی نہ بھولتا۔ وہ سوچتی اب جگت شاید کبھی واپس نہیں آئے گا اور پھر وہ دل ہی دل طے کرتی کہ اگر وہ آیا تو بھی اُسے نظر بھی کر نہیں دیکھوں گی۔ لیکن یہ سب سوچنے کے بعد بھی دروازے پر ذرا سی بھی آہٹ ہوتی تو ماں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا کہ کہیں جگت ہی نہ آ یا ہو...!

سوہن سنگھ باہر سے آ کر روز ہی جگت کے بارے میں نئی نئی خبریں سناتے۔ آج اُس نے فلاں گاؤں میں ڈاکہ ڈالا۔ آج فلاں کسان کو اُس کی زمین واپس دلا دی۔ فلاں گاؤں میں پولیس آدمی تمام رات راستے روکے پڑے تھے لیکن جگت سب کو چکمہ دے کر نکل گیا۔ پولیس اب جگت کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کرنے والی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جگت کی ماں یہ خبریں سنتی مگر اُسے صرف ان خبروں سے اتنی ہی دلچسپی تھی کہ ان خبروں سے جگت کے زندہ ہونے کی خبریں اُسے ملتی رہتی تھیں کیونکہ اُسے ہر لمحے یہ خوف کھائے جاتا کہ کسی دن اچانک سنوں گی کہ جگت پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔ پولیس سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔ خیال آتے ہی اُس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور وہ بھگوان سے دُعا مانگا کرتی۔

"ہے بھگوان! بس یہی خبر سننے کے لئے مجھے زندہ نہ رکھنا۔"

اس وقت وہ سوہن سنگھ کا انتظار کرتے ہوئے توے سے پراٹھے اُتار رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اپنا آج کا فیصلہ میاں کو جلد سے جلد سنا کر اُنہیں مجبور کر دے گی کہ وہ فوراً دودھیا گاؤں جائیں اور چندن کور سے جگت کی منگنی کی بات مسترد کر آئیں۔ بیٹے نے تو پہلے ہی کتنوں کی زندگیاں اُجاڑ دی ہیں اب اس معصوم چندن کور کی زندگی جگت کے ساتھ کیوں تباہ کی جائے؟

سوہن سنگھ باہر سے آئے۔ جگت کی ماں نے ہاتھ منہ دھویا اور پھر کھانا پروس دیا۔ سوہن سنگھ جب کھانا کھا چکے تو جگت کی ماں نے کہا۔ "آج سمدھی کے یہاں ضرور چلے جانا۔"

ویسے شاید کوئی دن ہی ایسا جاتا ہو جب جگت کی ماں اُن سے یہ بات نہ کہتی ہو۔ اسی لئے سوہن سنگھ نے روز کی طرح بات ٹالنے کے لئے کہا۔ "کل چلا جاؤں گا۔ جلدی کیا ہے؟"

"کل کل کر کے تم نے کتنے دن گزار دیئے۔ بیسا کھ بھی آ گیا۔ ایک بات جب ہونی ہے تو طے ہو ہی جائے تا کہ اس بیچاری کا کہیں اور ٹھکانہ ہو جائے۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ ہم خود ہی اُس کا کوئی دوسرا اچھا سا رشتہ کروا دیں تو بہتر ہو۔ بھگوان اُسے سکھی رکھے۔"

سوہن سنگھ نے یہ بات سنی لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ اُنہیں چپ دیکھ کر جگت کی ماں نے اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا۔ "آج شام تک تم سمدھی کے یہاں نہیں گئے تو مجھ پر اناج کا دانہ حرام ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے ہاتھ میں پانی لیا۔ سوہن سنگھ ششدر رہ گئے۔ آج کئی سال بعد اُن کی بھی آنکھوں کے کونے بھیگ گئے مگر اُنہوں نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں شام کو روانہ ہو جاؤں گا۔"

جگت سے چندن کور کی منگنی بچپن ہی میں ہو گئی تھی۔ دونوں کے باپ پولیس میں رہے تھے اور نوکری کے دنوں میں ایک زمانے تک دونوں ہی دو برابر برابر کے گاؤں میں صوبیدار رہے تھے۔ اُس وقت کی یہ بات ہے اُس وقت جگت کی عمر چھ سات برس کی اور چندن کور کی دو ڈھائی سال کی تھی۔ چندن کور کے باپو اپنے علاقے میں کئی سال سے تعینات تھے لیکن جگت کے باپ سوہن سنگھ ان کے برابر والے گاؤں میں تبدیل ہو کر آئے تھے۔ دن جیسے جیسے گزرتے گئے اُن دونوں گھروں کے تعلقات بڑھتے گئے اور ان تعلقات کو مزید بڑھانے کے لئے دونوں بزرگوں نے چندن اور جگت کی منگنی کر دی۔ پھر سوہن سنگھ وہاں سے رتیا آ گئے۔ جگت بھی ساتھ ہی چلا آیا۔ اس کے بعد خاندان کے حالات کے تحت جگت نانا کے گھر پلا بڑھا اور جب وہ اپنے گھر واپس لوٹا اور چندن کے باپ کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی تو اُنہوں نے سوہن سنگھ سے کہلوایا کہ لڑکی اب شادی کے قابل ہوگئی ہے بارات لے کر آؤ تو اس کے ہاتھ پیلے کر دیں۔ لیکن قسمت تو کچھ اور ہی کھیل، کھیل رہی تھی۔ اس سے پیشتر کہ چندن کے ہاتھ پیلے ہوتے جگت نے انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ لال کر لئے۔ سوہن سنگھ کے سمدھی نے جب یہ سنا تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

اس وقت گھر سے روانہ ہو کر پژمردہ دل کے ساتھ جب سوہن سنگھ دودھیا گاؤں میں داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ ایک بہت بڑا بوجھ بھی تھا جس کی بناء پر اُن کا ہر قدم مشکل سے اُٹھ رہا تھا۔ یہ تھی اُن کے شانے پر لٹکی ہوئی وہ پوٹلی جس میں جگت اور چندن کے شگون کے چاندی کے پانچ روپے، چاول، بادام، کشمش اور پانچ ٹکڑے سپاری کے بندھے تھے۔ جگت کی ماں نے اتنے سالوں تک ان چیزوں کو بڑے شوق اور چاؤ سے سنبھال کے رکھا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس پوٹلی میں ہماری آنے والی نسلوں کا بیج ہے۔ لیکن حالات ایسے بدلے کہ سوہن سنگھ آج وہی پوٹلی واپس کرنے آئے تھے۔

بشن سنگھ صوبیدار کا گھر سامنے آ گیا۔ سوہن سنگھ کو آتا دیکھ کر چندن کور جو اس وقت بھینس کا دودھ دوہ رہی تھی کھڑی ہو گئی۔ دوپٹہ سنبھالا اور دوڑ کر گھر میں جا کر چلائی۔ "بابو...... رتیا سے تایا جی آئے ہیں۔"

بشن سنگھ بیٹی کی یہ بات سنتے ہی جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ چارپائی بچھائی، اُس پر نئی ڈالی اور پھر لنگڑاتے ہوئے جلدی جلدی باہر نکلے اور سوہن سنگھ کو آنگن میں ہی گلے لگا لیا، بولے
"پہلے سے کہلوایا ہوتا تو گاڑی بھجوا دیتا۔"

سوہن سنگھ نے بشن کے ملنے اور اس طرح کے جملے سننے کے بعد محسوس کیا کہ بشن کی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ بشن کو حیرانی سے نکالنے کے لئے بولے۔ "کئی روز سے آنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن آ نہ سکا۔ مگر آج تمہاری سمدھن نے اصرار کر کر کے مجھے مجبور کر ہی دیا۔"

"بھابھی کیسی ہے؟" بشن نے فوراً پوچھا۔ سوہن سنگھ، بشن سے عمر میں بڑے تھے اس لئے بشن، جگت کی ماں کو بھابھی کہہ کر پکارتا تھا۔ اور اسی لئے چندن کور ہمیشہ سے سوہن سنگھ کو تایا جی کہتی تھی۔ سمدھیانا طے ہو جانے کے بعد بھی دونوں گھروں کا تعلق رشتہ داری سے زیادہ دوستی کے بوتے پر قائم تھا۔

باتیں ہو رہی تھیں کہ چندن کور نے آ کر سوہن سنگھ کے قدم چھوئے اور تایا جی کے پیار کرنے کے بعد اُن کے لئے لسی لینے کے لئے اندر چلی گئی۔ مگر اندر پہنچ کر بھی اُس کے کان باپو اور تایا جی کی باتوں پر ہی لگے ہوئے تھے۔ باپو باہر تایا جی سے پوچھ رہے تھے۔ "کہیے! ہمارے داماد کے بارے میں کیا خیر خبر ہے؟"

سوہن سنگھ بشن کی بات سن کر چونکے اور ذرا سا رُک کر بولے۔ "جو خبریں باہر سے آتی ہیں وہی ہم بھی سن لیتے ہیں۔"

"ہاں..... باہر کی خبریں تو ہم بھی رکھتے ہیں۔ ہماری چندن جگت کی روز نئی نئی خبریں لاتی ہے۔ جب کنوئیں سے پانی بھر کر لوٹتی ہے تو وہ ساری باتیں جو اُس کی ملنے والیوں نے سنائی ہوتی ہیں ہمیں آ کر بتاتی ہے کہ آج کہاں ڈاکہ پڑا، آج کسے لوٹا، آج کس کسان کے لئے زمیندار کو دھمکی دی۔"

سوہن سنگھ بشن سنگھ کی باتیں غور سے سن رہے تھے کہ بشن یہ باتیں کہیں طنز میں تو نہیں سنا رہا لیکن بشن کے لہجے میں کہیں بھی طنز مترشح نہیں تھا۔ اتنے میں اندر سے آ کر چندن کور نے لسی کے بڑے بڑے پیالے اُن کے سامنے رکھے۔ سوہن سنگھ نے کافی عرصے کے بعد چندن کور کو دیکھا تھا۔ اب وہ چھوٹی سی چندن نہیں رہی تھی، ایک بھرپور لڑکی تھی۔ ایسی لڑکی جو کسی کا بھی گھر بسانے کے قابل ہو۔ اُس کے رخساروں پر گلاب کھلے ہوئے تھے۔ چندن کور کو جاتا ہوا دیکھ کر سوہن سنگھ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اُنہیں ایسا لگا جیسے اندر ہی اندر کوئی شے اُنہیں کاٹے دے رہی ہے۔ اندر سے ٹوٹے جا رہے تھے۔ ایسے محبت بھرے گھر سے آخر وہ کیسے رشتہ توڑ دینے کی بات کر سکیں گے یہ بات اُن کی سمجھ میں کسی طور نہیں آ رہی تھی۔ بڑی دیر تک وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر ہمت کر کے شانے پر لٹکی ہوئی پوٹلی اُتاری اور چندن کے باپ کے سامنے رکھ دی۔

"کیلے لے آئے بھائی جان! کیا میری بیٹی کے لئے ساس نے کوئی تحفہ بھجوایا ہے؟" بشن نے ہنستے ہوئے یہ جملہ زور سے کہا اور باپ کی آواز سن کر چندن کے جاتے ہوئے قدم کمرے کے دروازے پر رُک گئے۔ وہ دروازے کی آڑ لے کر وہیں کھڑی ہو گئی۔ اُس کے چہرے کے گال

اور سرخ ہو گئے تھے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

بشن نے بڑے شوق سے پوٹلی کھولی لیکن پوٹلی کے کھلتے ہی وہ گم صم ہو گیا۔ چندن کے کانوں میں جب کچھ دیر تک باپ کی آواز نہ آئی تو اُس نے دروازے کی اوٹ سے باہر جھانکا مگر پوٹلی کے اندر کیا تھا یہ اُسے نظر نہ آیا۔ مجبوراً اُس نے اپنی توجہ باہر سے آنے والی آوازوں پر لگا دی۔ چند ہی لمحوں بعد باہر سے چندن کے باپو کی آواز سنائی دی۔

"سوہن سنگھ جی...... یہ سب کیا ہے؟"

سوہن سنگھ گردن جھکائے جیسے بیٹھے تھے، بیٹھے رہے۔ بشن سے آنکھ ملانے کی اُن میں ہمت ہی نہیں تھی۔ اُنہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "بشن! تمہاری بھابھی نے شگون واپس کر دیئے ہیں۔"

سوہن سنگھ کا جملہ سن کر بشن کی جو حالت ہوئی وہ تو ہوئی مگر اندر چندن کا دل زور سے دھڑکا۔ اُس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور ڈولتے ہوئے دل کو تھام لیا۔ اُس کے قدم وہیں رُکے رہے۔ وہ اس لئے کہ اب باپو کیا پوچھتے ہیں مگر اُن کی آواز نہ آئی۔ پھر سوہن سنگھ نے بڑے دُکھ بھرے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"دیکھو بشن سنگھ! میں جانتا ہوں تمہیں یہ بات بری لگی ہو گی۔ لگنی بھی چاہئے۔ مگر تمہاری یہ شرافت ہی تھی جو اب تک اپنی زبان کا پاس کیا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو جگت کے ڈاکو بنتے ہی منگنی توڑ دیتا۔ لیکن ہمارا رشتہ دوستی کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا۔ چندن تمہاری ہی نہیں ہماری بھی بیٹی ہے۔ جگت کی ماں کو گھر میں بہو لانے کا کتنا ارمان تھا؟" یہ کہتے کہتے سوہن سنگھ کی آواز رندھ گئی۔ وہ ذرا رُک کر کھانسے پھر آواز کے ساتھ ساتھ اپنی پگڑی سے چہرہ پونچھنے کے بہانے آنکھوں میں آئے آنسو پونچھتے ہوئے بولے۔ "ہمارا ایک ہی بیٹا زندہ رہ گیا ہے۔ اُس کے بیاہ کا کیا کیا ارمان نہیں نہ ہو گا؟ لیکن اُس نے جو راستہ اختیار کر لیا اس کا انجام بھی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

بشن، سوہن سنگھ کی یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی کبھی ایسے خیالات آ کر اُسے بھی پریشان کر جاتے تھے۔ مگر پھر بھی منگنی توڑنے کا خیال اُس کے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا۔ آخر اُس نے سوہن سنگھ سے پوچھ ہی لیا۔ "کیا شگون واپس کرنے کے لئے جگت نے کہلوایا ہے؟"

"نہیں...... اُسے تو اس چیز کا خیال تک نہیں آیا ہو گا۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ جانے کے بعد پھر وہ ہم سے ملنے تک نہیں آیا۔ لیکن تمہاری بھابھی کہتی ہے کہ اب گھر میں بہو لانے سے کیا حاصل؟ کسی معصوم کو بیوہ بنانے کے لئے ہم اس گھر کی بہو کیوں بنائیں؟ اس معصوم کی اس میں کیا خطا؟"

سوہن سنگھ کی بات اور جگت کی ماں کا یہ جذبہ سن کر بشن اور چندن دونوں کانپ گئے۔ ذرا دیر خاموشی رہی پھر سوہن سنگھ نے کہا۔ "جگت کی ماں نے قسم کھالی تھی کہ اگر آج میں شگون واپس کر کے نہ آیا تو آج سے اُس پر دانہ پانی حرام ہے۔ میں یہاں اس مقصد سے آنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھا لیکن جگت کی ماں نہیں مانی۔ اُس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ کہ میں یہاں دو تین دن رُک کر واپس لوٹوں اور اس عرصے میں چندن کے لئے کہیں اور اچھا رشتہ تلاش کر کے بات پکی کر آؤں۔"

سوہن سنگھ کی باتیں سن کر بشن آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ پوٹلی ہاتھ میں لینے ہی والا تھا کہ چندن کور تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کی آنکھیں اتنی ہی دیر میں سرخ ہو گئی تھیں۔ ماتھے

پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ آتے ہی اُس نے پکارا۔ "ٹھہرو باپو!" پھر دوپٹے سے پونچھتے ہوئے دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ کر وہ سوہن سنگھ کے روبرو آ گئی اور ہمت کر کے بولی۔ "تایا اب چندن کو آپ کے گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں چاہئے۔ جس ساس نے میرا اتنا انتظار کیا اتنا خیال کیا ہے مجھے بھی اُن کے بڑھاپے کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ ٹھیک ہے مجھے شوہر کا پیا سکھ نہ ملے تو نہ سہی لیکن آپ کو اور ماں جی کو کبھی اُن کے بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گی۔" کہہ کر چندن نے شگون کی پوٹلی اُٹھا کر سوہن سنگھ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ بیٹے کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو اُس سے کہلوا دیجئے کہ جب بھی فرصت ملے گھوڑے پر چڑھ کر ا بار میرے پاس آ جائے۔ میں اُس کے گلے میں مالا پہنا دوں گی۔ پھر چاہے وہ اُسی وقت چ جانا چاہے چلا جائے۔ مگر یہ میرا فیصلہ ہے کہ بہو بن کر رہوں یا بیوہ، رہوں گی اُسی کے گھر میں۔"

چندن نے ٹوٹے ٹوٹے لہجے میں یہ سب کچھ کہا اور تیزی سے اندر چلی گئی۔ دونوں بوڑھے کنواری ٹیار کو حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

○

جگت کے باپو سوہن سنگھ جب منگنی توڑنے کی بات کرنے کے لئے رتیا سے چلے تھے تو گھر سے نکلتے ہوئے کئی مرتبہ اُن کے ضمیر نے اُنہیں ٹوکا تھا کہ یہ بات وہ دودھیا گاؤں جا کر لڑکی کے با بشن سنگھ صوبیدار سے کیسے کر سکیں گے؟ مگر دوسری طرف جگت کی ماں کی قسم نے اُنہیں مجبور کر تھا۔ وہ وہاں سے چل پڑے اور پورا راستہ بھاری بھاری قدموں سے اپنے جسم کو کھینچ کھینچ کر انہو نے طے کیا۔ اُنہیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ لڑکے نہیں خود لڑکی کے باپ ہوں۔ دودھیا گاؤں پہنچ کر ا کی نظریں اور جھک گئی تھیں۔ بشن سنگھ سے دورانِ گفتگو بھی وہ ہنستا تو کیا مسکرا کر بھی بات نہیں پائے تھے۔ جس کی بات کے لئے وہ یہاں تک آئے تھے، اُس کی فیصلہ کن باتیں سن کر خود سو سنگھ کے دل کا بوجھ بھی کم ہو گیا تھا۔ اُنہیں اب ایسا لگتا تھا جیسے چندن کور کے منہ میں اُن کا دل بو رہا تھا۔

- بشن سنگھ کے ہاں دودھیا گاؤں میں ایک رات ٹھہرنے کے بعد دوسرے دن جب وہ گھر جا کے لئے روانہ ہوئے تو اب سر فخر سے اُونچا تھا۔ چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ دائیں ہاتھ کی اُنگلیا بار بار مونچھوں تک پہنچ کر اُس کے کونے مروڑنے لگتیں۔ اُنہوں نے جاٹ جوان تو کئی دیکھے تھے جاٹوں کی ہٹ کوئی نئی چیز نہیں تھی لیکن کسی قانون سے باغی لڑکے کی منگیتر کو اپنے ہونے والے شو اور سسرال کے لئے زندگی کی بازی لگانے کی ہٹ کل ہی دیکھی تھی۔

اُنہیں یاد تھا کہ اس لمحے جب چندن کور اپنا فیصلہ سنا رہی تھی اُس کے چہرے پر کیسا جلال تھا اُس کی آنسوؤں کی آگ سے سرخ سرخ آنکھیں دُور تک مستقبل کو دیکھ رہی تھیں۔ اُنہیں یقین کہ چندن کور نے جو کچھ کہا ہے وہ اُسے کر کے بھی دکھا دے گی۔ یہی باتیں تھیں جن کے بعد اُنہ یہ مکمل اعتماد ہو گیا تھا کہ اب یہ باتیں جب جگت کی ماں سنے گی، اُس کا پژمردہ دل بھی خوشی سے کھ جائے گا۔ اب وہ یا جگت کوئی بھی چندن کے فیصلہ کو رد کرنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔

بشن سے کہہ سن کر اور چندن کے سر پر ہاتھ رکھ کر جب سوہن سنگھ دروازے سے باہر نکلنے لگا

ہن نے جھک کر اُن کے قدموں کو چھوا اور پھر جلدی سے رتی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتے والے سر کو دیتے ہوئے بولی۔ "تایا جی! یہ میری کلائی کا ناپ ہے۔ ماں جی سے کہیے گا سو بھاگیہ نشانی طور پر دو کنگن بنوا کر ابھی سے رکھ لیں موقع پر کام آئیں گے۔ کیا جانے کب اُنہیں میرے گھر نے کا موقع مل جائے اور اس کی فوری ضرورت پڑے۔ پھر اس وقت پریشانی اُٹھانی پڑے گی۔"

ہلن نے یہ کہنے کو تو کہہ دیا مگر پھر خود ہی شرما گئی اور تیزی سے اپنے چہرے کے گرد دوپٹے کی آڑ کر کھڑی ہو گئی۔ جگت کے باپو نے لاج سے دوہری ہوتی چندن کو دیکھا اور رتی کا ٹکڑا احتیاط سے یب میں رکھتے ہوئے دُعا دی۔

"سدا سہاگن رہو بیٹی!"

سوہن سنگھ گھر سے باہر چلے۔ چندن کے باپو اُنہیں کافی دُور تک چھوڑنے ساتھ ساتھ آئے۔ ستے میں سوہن سنگھ کو مخاطب کر کے بشن نے کہا۔ "رتیا کی طرف جانے والا کوئی گاڑی بان مل ا تو تمہیں اُس کی گاڑی میں بٹھا دوں گا۔"

سوہن سنگھ نے کہا۔ "تم دونوں باپ بیٹی نے میری اور میرے خاندان کی جو عزت رکھی ہے ت ہم لوگ کبھی بھلا نہیں سکیں گے۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے بشن سنگھ! کہ ہمارا خاندان آگے چل ے گا۔ میں جاتے ہی کسی صورت بھی جگت کو چندن کا یہ پیغام بھجوا دوں گا کہ وہ ایک بار گھوڑے ڑھ کر تمہارے دروازے تک آئے تاکہ ہم بہو کو تمہارے ہاں سے وداع کرا لیں۔"

سوہن سنگھ کی یہ بات سنتے ہی بشن کی آنکھیں بھر آئیں۔ دونوں دوست ایک دوسرے سے ل گئے۔ دونوں کی آنکھیں نم تھیں کہ اتنے میں ایک گاڑی اُدھر سے گزری۔ گاڑی والے نے ن کو دیکھتے ہی سلام کیا اور کہا۔ "کہاں کے ارادے ہیں صوبیدار جی! رتیا جا رہا ہوں۔ اُدھر چلنا و لے چلوں؟"

بشن یہ سنتے ہی خوش ہو گئے۔ سلام کا جواب دیا اور گاڑی والے سے کہا۔ "نہیں، میں تو نہیں ے بڑے بھائی رتیا جا رہے ہیں۔ اُنہیں وہاں تک پہنچا دو تو مہربانی ہوگی۔"

گاڑی والے نے خوشی خوشی سوہن سنگھ کو گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی اور سوہن سنگھ بشن سے ت ہو کر گاڑی میں آ بیٹھے۔ گاڑی چل پڑی۔ راستہ کٹتا جا رہا تھا مگر سوہن سنگھ کا ذہن ابھی ھیا ہی میں پڑا ہوا تھا۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ چاہے میرے بیٹے کی بارات اس دھوم دھام نہ چڑھ سکے، جیسی جاٹوں میں ہوتی ہے، چاہے میں دوست احباب کو مدعو نہ کر سکوں لیکن ایک چندن اور جگت کے پھیرے ضرور ہو جائیں تاکہ میں بھی چلا چلا کر کہہ سکوں کہ دیکھو لوگو! ے گھر بھی بہو آ گئی ہے اور دیکھنا اب بہت جلد اس گھر میں پالنا بھی بندھ جائے گا۔ بہت جلد ئی مجھے دادا جی کہہ کر بھی پکارا کرے گا۔"

سوہن سنگھ اپنے میں گم یہی سوچے جا رہے تھے کہ گاڑی کو جھٹکا سا لگا اور وہ جاگتی آنکھوں جو سپنا ہے تھے، اُس سے چونک پڑے۔ گاڑی بان نے اُن سے پوچھا۔ "کیوں بھئی، نیند آ رہی ہے؟"

سوہن سنگھ گاڑی والے کی اس بات پر جھینپ سے گئے لیکن پھر مسکرا کر بولے۔ "ہاں۔ منع

کرتے کرتے بھی بشن سنگھ نے اتنا کھلا دیا کہ اب نیند آ رہی ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ ہم آپس میں باتیں کرتے چلیں گے تو رتیا تک راستہ آسانی سے کٹ گا۔ مگر آپ تھکے ہوئے ہوں تو کوئی بات نہیں، آرام کر لیجئے!" گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو تو یہ کہا مگر فوراً ہی ایک سوال بھی کر ڈالا۔ "آپ رتیا کے رہنے والے ہیں تو پھر یقینی طور نے جگت سنگھ جگا کو دیکھا ہوگا۔ میرا مطلب ہے "جگا ڈاکو" کو تو آپ ضرور جانتے ہوں گے۔

سوہن سنگھ گاڑی بان کے اس سوال پر چونک سے گئے اور اُلجھن میں پڑ گئے کہ کیا جوا جائے۔ کیونکہ اُنہیں یہ بھی خیال آیا تھا کہ کیا پتہ گاڑی بان مجھے پہچان کر مضحکہ اُڑانے کے طرح کے سوالات نہ کر رہا ہو۔ اُنہیں چپ دیکھ کر گاڑی والا پھر بولا۔ "جگا کا نام سن کر آپ کیوں ہو گئے؟ میں نے تو آپ سے پوچھا تھا کہ آپ جگت سنگھ جگا ہی کے گاؤں رتیا کے والے ہیں اس لئے اُس کے بارے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔ آج کل کے نام سے مالداروں اور ظالموں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔" سوہن سنگھ، گاڑی بان کا یہ جملہ بھی سوچتے ہی رہے کہ جگت کے بارے میں کوئی بات کی جائے یا نہیں؟ تو گاڑی بان خاموشی کا کچھ اور ہی مطلب سمجھا۔ اُن کی طرف غور سے دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔ "معلوم ہ کہ کندھے پر جو پوٹلی ہے اس میں کچھ مال وغیرہ ہے جو جگا کا نام سن کر گھبرا گئے ہو۔ مگر سنا ہے ایک پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

یہ بات سن کر سوہن سنگھ ہنسنے لگے اور اُن کا جی بے ساختہ چاہا کہ وہ گاڑی بان سے کہیں جس کی باتیں کر رہا ہے وہ تو میرا بیٹا ہے۔ مجھے اُس سے کیا خوف ہو سکتا ہے؟" مگر اُنہو فیصلہ کیا کہ اس شخص کو یہ بتائے بغیر اندھیرے میں رکھ کر ہی بات کی جائے تو بہتر ہوگا۔ "پتہ دوسرے گاؤں والے جگا کو کیا سمجھتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا۔

"میرے پاس کوئی مال وال نہیں ہے بھائی! مجھ جیسے کسان آدمی کو جگا کا ڈر کیوں ہو غریبوں کو تنگ تھوڑی کرتا ہے۔"

گاڑی بان کو سوہن سنگھ کا جواب سن کر کچھ مزہ آیا اور وہ سمجھ گیا کہ بات آگے بڑھ سکتی بولا۔ "ہاں یہ ہوئی نا بات...... اچھا یہ بتایئے آپ نے تو جگا کو دیکھا ہی ہوگا۔ دیکھنے میں کیسا سنتے ہیں ابھی صرف بیس بائیس سال ہی کا لڑکا ہے۔" سوہن سنگھ کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھ کوئی اُن کے بیٹے کی باتیں اُن سے کر تو رہا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ جس کی باتیں کی جا رہی اُنہی کا بیٹا ہے۔ جگت کے بارے میں گاڑی بان کے تجسس اور بے چینی کو دیکھ کر سوہن سنگھ خوشی سے جھوم سا گیا اور فرطِ محبت سے اُن کی آنکھوں میں پانی سا تیرنے لگا۔ اُن کی آنکھو سامنے بیٹے کی شکل آ گئی تھی۔ وہ فرطِ جذبات میں بولے۔

"ہاں۔ بیس اکیس سال کا ہی ہے۔ لیکن دیکھنے میں ایسا لگتا ہے جیسے کم از کم پچیس سال گا۔ ہلکی ہلکی مونچھ داڑھی ہے۔ آنکھیں میری آنکھوں سے بھی چھوٹی۔ ناک ذرا چپٹی، پتلے ہونٹ، گٹھیلا کسرتی جسم۔ بس یوں سمجھو کو پہلی نظر دیکھنے سے پنجاب کے دیہات کا کوئی گھریلو جوان لگتا ہے۔ ڈاکو ہرگز نہیں لگتا۔ اُسے ایک مرتبہ دیکھ لو گے تو پھر کبھی اُس کی صورت بھلا نہیں

گے۔" سوہن سنگھ جس روانی اور جس جذباتی لہجے میں جگت کی باتیں کر رہے تھے اس نے گاڑی بان کو گم سم کر دیا۔ وہ گاڑی کو راستے ہی میں چھوڑ کر خود مُڑ کر سوہن سنگھ کی باتیں سننے میں محو ہو گیا تھا۔

سوہن سنگھ کی نظروں کے سامنے بیٹے کی شکل آ گئی تھی اور وہ فرطِ جذبات سے بولے جا رہے تھے۔ اُنہوں نے جگت کا حلیہ جس طرح بیان کیا تھا اس نے گاڑی بان کو بالکل گم سم کر دیا۔ اب بھی بار بار اُس کے کانوں میں سوہن سنگھ کے یہی لفظ گونج رہے تھے۔

"ایک نظر دیکھنے سے پنجاب کے دیہات کا کوئی گھریلو جوان لگتا ہے۔ ڈاکو ہرگز نہیں لگتا۔"

گاڑی بان نے جب دیکھا کہ اب سوہن سنگھ خاموش ہو گئے ہیں تو کچھ اور باتیں سننے کے اشتیاق میں اُس نے خود جگت کی باتیں شروع کر دیں۔ بولا۔ "ڈاکو ہے تو کیا ہوا؟ اس سے اُس کے خاندانی ہونے پر شبہ تھوڑی کیا جا سکتا ہے۔ ارے لوگ تو اُس کی بڑائی اور شرافت کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔"

گاڑی بان کی یہ بات سن کر سوہن سنگھ کا سینہ فخر سے پھول گیا اور وہ سب کچھ بھول کر اسی کھوئے ہوئے انداز میں جیسے جگت سے مخاطب ہو کر بولے۔ "شاباش بیٹے! تو نے خاندان کا نام نیچا نہیں ہونے دیا۔ جب تیری ماں یہ سنے گی تو اُس کا غصہ بھی رفع ہو جائے گا۔"

گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو اس طرح آپ ہی آپ باتیں کرتے سنا تو چونکا۔ اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ سوچ رہا تھا کہ آخر سوہن سنگھ نے اس وقت یہ کیا کہا ہے۔ ابھی وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ سوہن سنگھ جاگتی آنکھوں جو خواب دیکھ رہے تھے اس سے چونکے اور دوسرے ہی لمحے گاڑی بان کو اپنی طرف اس طرح گھورتے دیکھ کر سمجھ گئے کہ جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے وہ بے اختیار اُن کے منہ سے نکل چکی ہے۔ گاڑی بان نے سوہن سنگھ کو اپنی طرف متوجہ پایا تو پوچھا۔ "تو کیا آپ...... آپ جگا کے رشتہ دار ہیں مہاراج؟"

اب بات کا چھپانا فضول تھا۔ سوہن سنگھ کو کہنا ہی پڑا۔ "ہاں...... میں نے تم سے یہ بات اب تک جان بوجھ کر چھپائی تھی جگت میرا سگا بیٹا ہے۔"

گاڑی بان نے یہ سنا تو حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے اُچھل پڑا۔ "آپ جگا کے باپو ہیں؟ یہ تو میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسا آدمی میری گاڑی میں بیٹھا ہے۔ میں نے باتوں میں بڑی دیر لگا دی، ابھی پہنچاتا ہوں آپ کو۔" یہ کہہ کر اُس نے گاڑی کو اور تیز دوڑایا۔ اُسے اب خود ہی خود اپنی اس بات پر ہنسی آ رہی تھی جو اُس نے چند لمحے پہلے سوہن سنگھ سے کہی تھی۔

"کیا آپ کے پاس کچھ مال پانی ہے جو جگا کا نام سن کر آپ فکر میں پڑ گئے ہیں؟"

رتیا کے قریب پہنچ کر گاڑی بان نے کہا۔ "مہاراج! میری باتوں کا برا نہ مانئے گا۔ آپ کو پہچانتا نہیں تھا اس لئے جو جی میں آئی بکتا چلا گیا۔"

اس کے بعد گاڑی بان نے بہت اصرار کیا کہ وہ سوہن سنگھ کو گھر تک پہنچا دے لیکن سوہن سنگھ یہ کہہ کر گاڑی سے اُتر گئے۔ "نہیں بھائی! تم نے پہلے ہی کافی تکلیف کی ہے۔ اگر گھر تک چھوڑنے چلے گئے تو پولیس کی نظروں میں آ جاؤ گے اور پھر وہ تمہیں بلا وجہ تنگ کریں گے۔" یہ کہہ کر سوہن سنگھ نے جیب سے اٹھنی نکالی اور گاڑی بان کو تھماتے ہوئے بولے۔ "یہ یہاں تک لانے کا معاوضہ نہیں

ہے بلکہ اس کی مٹھائی لے کر بچوں کو کھلا دینا۔"
سوہن سنگھ گاڑی سے اُتر گئے اور گاڑی بان چلتا جاتے ہوئے مُڑ مُڑ کر عقیدت اور احترام نظروں سے سوہن سنگھ کو دیکھتا رہا۔

O

قرب و جوار کے علاقے میں جگا کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ اُس کا نام سنتے ہی ظالم زمیندار، سود خور اور اجارہ داروں کے دل کانپ جاتے۔ ایسے لوگوں نے نقدی اور زیورات گھر میں رکھنے چھوڑ دیئے۔ غریبوں کو تنگ کرنے والے کنجوس مالدار اب نرم پڑنے لگے تھے۔ قرض اور سود کے مارے ہوئے کسانوں کی زمین چھینتے ہوئے زمینداروں کو اب سوچنا پڑتا کہ اگر جگا کو اس کا علم ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ وہ کسان کو زمین واپس کرا دے گا بلکہ ہماری دولت بھی لوٹ لے جائے گا۔ جن باتوں سے مالدار ڈرتے تھے انہی کی وجہ سے غریب لوگ جگا کی عزت کرتے تھے۔ اسی خلوص کی بنا پر لوگ ہمیشہ اُسے جگت سنگھ جگا کے مکمل نام سے یاد کرتے۔ وہ کہتے کہ اب تک ہمارے ساتھ نا انصافی ہوتی تھی تو کورٹ کچہری میں برسوں کے بعد کہیں شنوائی ہوتی۔ لیکن اب تو جگا کو خبر ہو اور چند ہی دنوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں جگا اور اُس کے ساتھیوں کو آسرا دینے والے نہ ہوں۔ جس رات کسی گاؤں میں آتا، سناٹا سا چھا جاتا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ جگا کہاں چھپا ہے۔ لوگ کہتے "جب جگا ہمارے گاؤں میں ہو تو اُسے نقصان نہیں پہنچنا چاہئے ورنہ گاؤں کی عزت جائے گی۔"

ویسے اب چند جعل ساز بھی جگا کے نام سے فائدہ اُٹھانے لگے تھے۔ کبھی کبھی جگا کے نام چھوٹی موٹی چوریاں بھی ہو جاتیں۔ دو چار دفعہ تو جگت نے اس قسم کی وارداتوں پر کوئی توجہ نہ دی لیکن پھر اُس نے محسوس کیا کہ ان واقعات کی وجہ سے اُس کا نام بدنام ہو رہا ہے چنانچہ ایک دن اپنے نام سے واردات کرنے والے گروہ کو پکڑ کر اُسے ایسی عبرتناک سزا دی کہ زمین کانپ گئی۔

جگت کے گروہ میں شامل ہونے کے لئے کئی پیشکشیں بھی ہوئیں۔ جگت پیشکشیں کرنے والے کو بلاتا اور اُس کو کسوٹی پر پرکھتا۔ اگر آدمی مناسب اور معقول معلوم ہوتا تو وہ کہتا۔

"پہلے تو چھ مہینے ہمارے لئے اطلاعات پہنچانے کا کام کرو۔ قرب و جوار کے گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے کے لائق مقامات کے پتے بتاتے رہو اور پولیس پر نگاہ رکھ کر ہمیں رپورٹ دو۔ اگر اس کسوٹی میں کامیاب ہوئے تو ہم تمہیں اپنے گروہ میں شامل کر لیں گے۔"

اُس نے اس قسم کے پندرہ آدمی شیخوپورہ میں ہر جگہ متعین کر رکھے تھے جو آگے چل کر اُس کے گروہ میں شامل ہونے کے خواہش مند تھے۔

جگت ہر اقدام بڑی ہوشیاری سے کرتا۔ وہ ان لوگوں پر بھروسہ کرنے سے پہلے اُن کی ایمانداری کو پوری طرح پرکھ لیتا۔ جگت کو علم تھا کہ ڈاکو بننے والے لوگ تھوڑی سی کامیابی کے بعد بہک جاتے ہیں اور اُن میں لاپرواہی آ جاتی ہے، اس وجہ سے اُن کا انجام خراب ہوتا رہا ہے۔ اس لئے غلط اطلاع دینے والے پر جگت ذرہ برابر رحم نہ کرتا۔

نئے کارتوس، ہتھیار اور دوسری اشیاء خریدنے کے لئے پیسے کی ضرورت تھی۔ جگت کو اندازہ تھا کہ جب بھی پولیس سے مڈبھیڑ ہوئی، کارتوس اور ہتھیار بڑی تعداد میں درکار ہوں گے۔ چند پستولوں کی بھی ضرورت تھی کیونکہ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نشانہ بازی کرنے کے لئے رائفل سے پستول زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تین چار ہزار روپے کی فوری ضرورت تھی۔

اُنہی دنوں اُسے اطلاع ملی کہ مادھو پور کے ایک کنجوس سکھ کے گھر سے کافی مال مل سکتا ہے۔ جگت نے اچانک اُس کے گھر پر ڈاکہ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ہنومان کو بھیجا گیا لیکن سکھ سے ملاقات نہ ہو سکی چنانچہ بغیر اطلاع کے ڈاکہ ڈالنے کا فیصلہ ہوا۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ پانچ گھوڑ سوار اس سکھ کے گھر کے پاس گھوڑوں سے اُترے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایک کتے نے بھونکنا شروع کیا تو ہنومان نے روٹی کا ٹکڑا پھینک کر اُسے خاموش کر دیا۔ جگت نے دروازے پر ہلکے سے دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جگت نے دھیمے سے کہا۔ "دروازہ کھولو!"

پھر بھی جواب نہ آیا۔ اتنی دیر میں بچن نے گھر کے آس پاس گھوم کر جائزہ لے لیا۔ اُس نے جگت سے کہا۔ "اگر وہ واقعی بڑا کنجوس ہے تو اس وقت دروازہ کھولنے کا خطرہ کبھی مول نہ لے گا۔ میرا خیال ہے ہم دیوار پھلانگ کر اندر پہنچ جائیں۔"

ہنومان نے اپنے گھوڑے کو دیوار کے پاس کھڑا کیا۔ بچن اُس پر چڑھ کر اور دیوار پھلانگ کر گھر میں کود گیا۔ اس کے باوجود گھر میں کوئی ہلچل نہ ہوئی۔ بچن نے دیکھا تو دروازے میں اندر سے بھی تالا لگا ہوا تھا۔ اتنی ہی دیر میں ہنومان بھی گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ اُس نے بیٹری کی روشنی ڈال کر دیکھا تو لوہے کی ایک سلاخ نظر آئی۔ دونوں نے مل کر اُس سلاخ کی مدد سے دروازے کی کنڈی توڑی۔ اس کے بعد اُن کے تینوں ساتھی بھی گھوڑوں سمیت اندر آ گئے۔ دروازے پھر بند کر دیئے گئے۔ سب نے بندوقیں ہاتھ میں لیں اور چھت پر چڑھ گئے مگر وہاں بھی جالی والا دروازہ بند تھا۔ جگت کو بہت غصہ آیا اور اُس نے جالی سے بیٹری کی روشنی اندر پھینکی۔ ایک چھوٹے بچے کی چیخ سنائی دی۔ جگت نے ڈانٹا......

"خاموشی سے دروازے کھول دو! ورنہ خیریت نہ ہوگی۔ سب کو مار ڈالوں گا۔"

لیکن دھمکی کا کوئی جواب نہ آیا۔ جگت نے زور سے دروازے کو دھکا مارا۔ دوسرا اور تیسرا دھکا لگنے سے دروازہ ٹوٹ گیا۔ پانچوں ساتھی اندر داخل ہوئے۔ دیکھا تو ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور تقریباً سات سال کا بچہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کانپ رہے ہیں۔ جگت کو اس وقت اتنا غصہ تھا کہ یہاں اگر کوئی جوان ہوتا تو اُس کا بھرکس نکال دیتا لیکن بوڑھے اور بچے کو دیکھ کر وہ غصہ پی گیا۔ اُس نے بوڑھے کو بندوق دکھاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہے نکالو!"

بوڑھے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس کے ہونٹ اتنی شدت سے کانپ رہے تھے کہ کوشش کے باوجود وہ کچھ بول نہ سکتا تھا۔ جب جگت نے بندوق کی نالی اُس کے شانے میں چبھوئی تو بولا۔ "گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

بڑھیا بچے کے منہ کو ہاتھ سے دبائے بیٹھی تھی۔ بچہ خوفزدہ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے نقاب پوش ڈاکوؤں کو تک رہا تھا۔ جگت نے بڑھیا کو دھمکایا۔ "بڑھیا! ہمیں پتہ ہے کہ اس گھر میں کافی مال

ہے۔ بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرو ورنہ۔۔۔"

اب بچے نے کچھ کہنا چاہا، لیکن اُس کا منہ بڑھیا کے ہاتھ سے بند تھا۔

اتنی دیر میں بچن اور ہنومان برابر کے کمرے میں گھوم آئے، لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ کرپال او مکان کے پچھلے حصہ کی دیکھ بھال میں لگے تھے۔ بوڑھا بار بار یہی کہہ رہا تھا۔ "گھر میں کچھ کیوں ہم غریبوں کو تنگ کرتے ہو؟"

اب جگت کا پارہ پھر تیزی سے چڑھنے لگا۔ اُس نے بوڑھے کی پسلی میں ایک گھونسہ جڑ بولا۔ "جھوٹے! غریب بننے چلا ہے۔ اگر مجھے اطلاع دینے والا جھوٹا ہے تو میں اُس کی زبان لوں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تجھے ضرور سبق سکھاؤں گا کنجوس کہیں کے۔" پھر اُس نے ہنو مخاطب کیا۔ "ہنومان! ایک رسہ لے آؤ!" اور بوڑھے کو اُٹھا کر برابر پڑی ہوئی چارپائی پر لِٹ "اگر تم تینوں میں سے کسی نے آواز نکالی تو ہماری بندوقیں بھی چیخ اُٹھیں گی۔" اُس نے حبز ہنومان اور بچن نے بوڑھے کو چارپائی کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ بڑھیا سسکتی ہوئی اس منظر کو رہی۔ اب بچہ بھی رونے لگا تھا۔

"ہنومان! چارپائی کے نیچے آگ جلا دے۔ دیکھتا ہوں بوڑھا کب تک سچ نہیں بولتا۔" نے حکم دیا۔

ہنومان نے کھونٹی پر سے بوڑھے کا صافہ اُتارا اور چارپائی کے نیچے رکھا۔ پھر جلتی ہوئی لا سے اُس پر تیل چھڑک کر آگ دکھا دی۔ فوراً ہی شعلے اُٹھنے لگے اور بوڑھے کی پیٹھ جلنے لگی تکلیف سے کراہنے لگا۔ لیکن پھر بھی اُس نے وہ بات نہ کہی جو جگت سننا چاہتا تھا۔

اب جگت اور خوفناک ہو کر چلایا۔ "بڈھے! اب بھی بتا دے مال کہاں ہے؟ ورنہ اسی ط زندہ جلا کر مار ڈالوں گا۔"

اب بڑھیا سے نہ رہا گیا۔ اُس نے کہا۔ "اب بتا دو نا!"

جگت کو یہی چاہئے تھا۔ اُس نے ہنومان کو اشارہ کیا، اُس نے فوراً بوٹ سے آگ بجھا د لیکن بڈھا اب بھی یہی کہہ رہا تھا۔ "تم چاہے مجھے مار ہی ڈالو۔ لیکن اس گھر سے کچھ نہیں ملے گا جگت نے کمر سے خنجر نکالا۔ اُسے لگ رہا تھا کہ بوڑھے جان دے دے گا لیکن مال نہیں د گا۔ اُس کی نگاہ بچے پر پڑی اُس نے سوچا کہ کسی ترکیب کے بغیر بڈھا نہیں مانے گا۔ اُس نے کو گردن پکڑ کر اُٹھا لیا اور ایک ہاتھ اُس کے منہ پر رکھ کر خنجر والا ہاتھ اُونچا کیا۔ بڑھیا کی چیخ نکلنے والی تھی کہ ہنومان نے اُس کا منہ دبا دیا۔ جگت نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"اگر تو چاہتا ہے کہ اس معصوم کی جان میرے ہاتھ سے نہ جائے تو بتا دے مال کہاں ہے؟"

پھر اُس نے ہاتھ کو ایسے جھٹکا دیا جیسے وہ واقعی بچے کو خنجر مار دے گا۔ یہ دیکھ کر بڈھے نے کہ "اس معصوم کو مت مارنا...... میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں۔" اُس کی آنکھوں سے نکلنے والے آ دیکھ کر اب ہنومان اور بچن کو اُس پر رحم سا آنے لگا تھا۔ بوڑھے نے بتا دیا کہ سارا مال و متاع ا نے ایک دیوار میں چن رکھا ہے۔

مال نکالنے کے لئے دیوار میں کئی شگاف کرنے پڑے تو دیوار سے زیورات کی ایک اور نقد

دو پوٹلیاں برآمد ہوئیں۔ بڈھے نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مال ڈاکوؤں کے حوالے کیا اور اکر بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"میں نیچے جا کر معلوم کرتا ہوں کہ راستہ صاف ہے کہ نہیں۔ اس وقت تک تم بڑھیا اور لڑکے منہ بند رکھو۔ جب میں سیٹی بجاؤں تو ان کو کمرے میں بند کر کے نیچے آ جانا۔" آہستہ قدموں جگت سیڑھیاں اُترنے لگا۔ رات کے ساتھ ساتھ چاند کی روشنی بھی اب بڑھ گئی تھی۔ اس سے ت نے بھی اندازہ لگایا کہ وقت کافی گزر چکا ہے اس لئے جلدی کرنے کی ضرورت ہے۔ سورج ے پہلے پہلے کسی محفوظ مقام پر پہنچنا ہے۔ یعنی یہاں سے دس بارہ میل دُور جانا تھا۔ آس پاس گھماتے ہوئے وہ آخری سیڑھی پر تھا کہ اُس نے کسی کو کہتے سنا۔

"ویر جی......!"

یہ لفظ سن کر جگت چونک گیا۔ سنسان رات میں اس دھیمی، میٹھی اور نرم آواز نے جیسے اُس کے و چھو لیا تھا۔ آواز چونکہ عورت کی تھی اس لئے وہ حیران بھی ہوا لیکن عادت کے مطابق اُس کی پھر بھی بندوق کی لبلبی پر آ گئی۔ "کون ہے......؟" اُس نے آہستہ سے لیکن مستحکم آواز میں فت کیا۔

سیڑھی کے پیچھے سے ایک نوجوان لڑکی سامنے آئی۔ اُس کی بادام سی آنکھوں سے معصومیت اور خوشی ٹپک رہی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھوں میں ایک تھالی تھی، جس میں طرح طرح کی ٹھائیاں رکھی تھیں۔ جگت اُس کی اس ادا کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ لڑکی نے کہا۔ "ویر جی! جانے پہلے منہ میٹھا کرتے جاؤ۔"

ڈاکو بننے کے بعد آج پہلی بار کسی عورت نے اُسے "بھائی" کہہ کر پکارا تھا۔ یہ سن کر جگت کا پتھر ل پھول بن گیا۔ اُس کے دل میں جذبات کا ایک طوفان سا اُمڈا۔ لڑکی نے جب ہاتھ بڑھا کر اُس کی جانب بڑھائی تو جگت کا ہاتھ خود بخود اُٹھا اور اُس نے مٹھائی کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر منہ میں ا۔ وہ کچھ کہنے جا رہا تھا کہ اُس کی نگاہ لڑکی کے مہندی لگے ہاتھوں پر پڑی۔ جگت نے چونک کر "بہن! کیا شادی ہونے والی ہے؟"

لڑکی نے آہستہ سے سر ہلا کر آنکھیں جھکا لیں۔

"اُوپر جو بوڑھا اور بڑھیا ہیں، وہ تمہارے ماں باپ ہیں کیا......؟"

لڑکی نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "وہ میرے دادا اور دادی ہیں۔ میرے بابو کا دو سال پہلے ے انتقال ہو گیا تھا۔ ماں اس کے بعد پاگل ہو گئی اور گئے سال وہ بھی ایک کنوئیں میں کود ۔ پھر پتہ نہیں چلا۔" یہ کہتے ہوئے لڑکی کا گلا ضرور رندھ گیا لیکن پھر بھی اُس نے آنکھوں کو ہیں دیا۔

"اُوپر جو زیورات اور روپیہ ہے، کیا وہ تیری شادی کے لئے۔" جگت اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ ڑکی نے کہا۔ "ہاں! مجھے سب بدنصیب کہنے لگے تھے اس لئے میری شادی کے لئے زیادہ ضرورت تھی۔"

جگت نے بندوق کندھے پر چڑھا لی اور دایاں ہاتھ لڑکی کے سر پر رکھا۔ "تو نے جگت کو بھائی

کہا ہے نا..... اب جگت بھی اس ناتے کو پوری طرح نبھائے گا۔ جب آ میرے ساتھ!" یہ کہہ کر تیز تیز قدموں سے پھر اُوپر لوٹ گیا۔ جگت کو فوراً واپس آتا دیکھ کر اُس کے ساتھی حیران رہ گئے ہنومان بولا۔

"کیوں..... کیا ہوا؟ کیا کوئی خطرہ ہے؟"

جواب میں جگت کے چہرے پر پیار بھری مسکراہٹ دیکھ کر اُن کو اور تعجب ہوا۔

"ان دونوں کے منہ کھول دو!" جگت بولا۔ "بڈھے کے منہ پر پانی ڈال کر اسے جلدی ہوش میں لاؤ۔"

"جگت کو کیا ہو گیا ہے.....؟" سب کے دل میں یہ سوال جاگا ضرور لیکن کسی نے پوچھا نہیں بس سب نے حیرت سے اُسے گھورا۔

"یہ بڈھا جواب جو نہیں دے رہا تھا، اس کا سبب اس کی کنجوسی نہیں تھی بلکہ گھر میں تین دن بعد ہونے والی شادی تھی۔" جگت نے کہا۔ اتنے میں سب نے دیکھا کہ ایک لڑکی ہاتھ میں مٹھائی تھالی لے کر اندر داخل ہوئی۔ جگت کے چاروں ساتھیوں نے اُسے دیکھا۔ جگت نے کہا۔ "دوست اس نے مجھے بھائی کہا ہے۔ اب ہم اس گھر کی کسی چیز کو نہیں چھو سکتے۔ ہنومان! سارا مال واپس دے۔"

بچہ دوڑ کر لڑکی سے لپٹ گیا۔ بڑھیا، بڈھے کو جھنجھوڑنے لگی۔ "ارے دیکھو..... یہ لوگ سب مال واپس کر رہے ہیں۔ کلدیپ کو جگا نے بہن بنا لیا ہے۔"

بڈھے نے آنکھیں کھولیں تو اُس کی سمجھ میں کچھ بھی تو نہ آیا۔ وہ سوچنے لگا کیا وہ سپنا تھا جو کچھ دیر پہلے دیکھا تھا یا اب سپنا دیکھ رہا ہے؟ موت ایسا کٹھور انسان ایک انجان لڑکی کو بہن بنانے کیسے آمادہ ہو گیا؟ بوڑھے کی طرح اس بات پر جگت کے ساتھی بھی حیران تھے۔ جگت نے کلدیپ کے ہاتھ سے تھالی لے کر مٹھائی ایک کپڑے میں ڈال لی اور بولا۔ "یہ میری بہن کی شادی کی مٹھائی ہے۔ چلو! اب ہم چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر جگت تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی بقیہ ساتھی بھی چلے گئے۔

پانچوں گھوڑ سوار جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے کلدیپ سیڑھی پر کھڑی اُن کو تکتی رہی۔ جگت کے صافے کا اُونچا شملہ چاند کی روشنی میں بڑا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ پھر نہ جانے کیوں کلدیپ کی آنکھوں میں آپ ہی آپ آنسو بھر آئے۔

لیکن اس سے زیادہ رونا تو اُسے اُس وقت آیا جب اُس کی شادی ہو رہی تھی اور ایک آدمی نے آ کر اُس کے دادا کے کان میں کچھ کہا۔ دادا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ تیز قدموں سے شامیانے سے باہر گیا۔ واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بکس تھا۔ کھولا تو اُس میں پانچ سو روپے نقد اور پانچ جوڑے تھے۔ دادا نے خوش ہو کر بکس کلدیپ کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"بیٹی! یہ تیرے بھائی نے جہیز کے لئے بھجوائے ہیں!"

دولہا والے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہ گئے لیکن دادا کی بات اب بھی ادھوری تھی۔ اُس نے پھر کہا۔ "باہر پانچ بھینسیں اور پانچ گھوڑے بھی کھڑے ہیں۔ وہ بھی اُسی نے تیرے لئے

بھیجے ہیں۔" کلدیپ نے آنسو بھری آنکھ سے اُس بھائی کو دل سے دُعا دی جسے اُس نے صرف ایک بار دیکھا تھا۔

جب بات گاؤں میں پھیلی تو لوگ حیران ہو کر سوچنے لگے..... "کیا واقعی جگا ڈاکو ہے؟"

O

ادھر گاڑی بان کو رُخصت کر کے سوہن سنگھ گھر پہنچے تو شوہر کو آتا دیکھ کر جگت کی ماں ڈوبتے دل اور ڈولتے قدموں سے اُٹھی اور ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی کا لوٹا قریب رکھ دیا۔ سوہن سنگھ نے صافا اور کرتہ اُتار کر کھونٹی پر ٹانگ دیئے۔ وہ پوٹلی اس وقت بھی اُن کے پاس ہی تھی جو وہ سمدھیانے میں لوٹانے گئے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ جب جگت کی ماں کی نظر اس پوٹلی پر پڑے گی تو ضرور پوچھے گی اور پھر اُس کے پوچھنے پر آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ مگر اس غم نصیب نے آنکھ اٹھا کر بھی ادھر نہ دیکھا۔

جگت کی ماں کی کیفیت، عادات و اطوار تو اُسی دن سے بدل گئے تھے جس دن اُس نے جگا کے ڈاکو بننے کی خبر سنی تھی۔ خبر سنتے ہی اُس کے رگ و پے میں دوڑتے ہوئے لہو کی رفتار یکا یک تیز ہو گئی تھی۔ جس خدشے سے وہ آج تک گھبراتی رہی تھی اب جگت خود اُس سے دوچار ہو گیا تھا۔ وہ سوچتی رہی..... سوچتی رہی..... نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر وہ بالکل گم سی ہو گئی۔ اُس نے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا۔ وہ جانتی تھی اپنی چوکھٹ پار کرتے ہی اُسے ہر طرف سے بیٹے کے ہاتھوں ہونے والی وارداتوں ہی کی باتیں سننے کو ملیں گی۔

سوہن سنگھ ہاتھ منہ دھوتے ہوئے سوچتے جا رہے تھے کہ اب بیوی سے بات کس طرح شروع کرنی چاہیے کیونکہ پہلے تو شاید اُسے اس خبر پر یقین ہی نہ آئے اور اگر یقین آ گیا تو جانے اپنے ہوش و حواس بھی برقرار رکھ سکے گی یا نہیں؟ یہی باتیں سوچتے ہوئے وہ ہاتھ منہ دھو کر اُٹھے اور انگڑائی لیتے ہوئے بولے۔

"بشن سنگھ نے بہت کھلا دیا۔ اب تک طبیعت بھاری بھاری ہو رہی ہے۔"

جگت کی ماں نے میاں کی بات سنی تو سمجھی کہ سوہن سنگھ کے جانے کے بعد چندن کور کی بات پکی اور طے کر دی گئی ہو گی اور اسی خوشی میں بشن نے دعوت کا انتظام کیا ہو گا۔ یہی سوچ کر اُس نے شوہر سے پوچھا۔ "جلدی ہی کہیں اور ٹھکانا لگ گیا تھا چندن کو۔ یہی تو میں بھی کہتی تھی کہ اُس لڑکی کو بہو بنا کے لے جانے میں کون دیر کرے گا؟" مگر اس کے بعد وہ کچھ نہ بول سکی۔ آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ سوہن سنگھ نے ایک نظر بیوی پر ڈالی اور اُٹھ کر پوٹلی اُٹھا کر جگت کی ماں کی گود میں ڈال دی۔ پوٹلی دیکھتے ہی جگت کی ماں چونک اُٹھی پھر اسی طرح اپنی بھیگی بھیگی افسردہ آنکھیں اُٹھائیں اور شوہر کو دیکھا۔ سوہن سنگھ کو بیوی کی آنکھیں بولتی ہوئی نظر آئیں جیسے کہہ رہی ہوں..... "میں جانتی تھی اس گھر میں بہو لانے کے شوق میں تم نے میری بات نہ مانی اور آخر کو وہاں سے شگون کی ساری چیزیں واپس لے ہی آئے۔ یہ نہ سوچا کہ اس گھر میں آنے والی لڑکی اب سہاگن کم اور ابھاگن زیادہ ہو گی۔"

سوہن سنگھ بیوی کی نظروں میں نظریں گاڑے گاڑے بولے۔ "چندن کور بھی تم ہی جیسی ضدی

نکلی۔ شگون لوٹا دیئے۔"

"لوٹا دیئے؟"

"ہاں! اُس نے میرے اور بشن دونوں ہی کے سامنے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ بہو بن آئے گی تو صرف ہمارے گھر میں۔ چاہے اُسے یہاں سہاگن بن کر زندگی گزارنی پڑے یا ود بن کر۔"

یہ سن کر جگت کی ماں کے دل میں طوفان سا اُمڈ آیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ خبر سن ہنسے یا روئے؟ فرطِ محبت سے اُس نے شگون کی پوٹلی کو آنکھوں سے لگا لیا اور پیار بھرے لہجے میں خو ہی خود بولی۔ "بیٹی...... شاباش ہے تجھے جنم دینے والی کو۔ لیکن پھر بھی تجھے اتنی جلد اتنا بڑا جذبا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تو کیا جانے ودھوا کی زندگی کتنی کٹھن ہوتی ہے۔ بس یوں سمجھ لے جیسے روز کوئی سولی پر چڑھے۔"

بیوی کی یہ جذباتی باتیں سن کر اب سوہن سنگھ نے اُسے ٹوکا۔ "تم تو ہر بات کو ہمیشہ غلط انداز پہلے سوچنے لگتی ہو۔ ہر بات پر انسان کا بس نہیں چل سکتا۔ اگر چندن کے نصیب میں اس گھر کی بہ بننا لکھا ہے تو اُسے کون روک سکتا ہے؟ میں نے تو اُس کی ہمت دیکھ کر چلتے ہوئے سدا سہاگن رہنے کی دُعا دی ہے۔ تم بھی اُسے یہی دُعا دو اور باقی سب کام بھگوان پر چھوڑ دو۔"

جگت کی ماں کی سمجھ میں بھی بات آ چکی تھی۔ اُس نے سوچا ٹھیک ہی تو ہے۔ جب چندن اتن ہمت کا مظاہرہ کر رہی ہے تو میں کیوں دل چھوٹا کروں؟ یہ سوچ کر اُس نے شوہر سے کہا۔

"پھر اب جگت تک اطلاع کیسے بھجوائی جائے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا، کیا جائے۔ میرا خیال تھا کہ جگت ہماری خیریت معلوم کرنے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجے گا ضرور۔ ایک دو دن اور دیکھتے ہیں پھر میں تمہارے باپو کے پاس دھرم پور جا کر ساری بات بتا دوں گا۔ مجھے اُمید ہے وہ ضرور کوئی راستہ ڈھونڈ لیں گے۔ چلو اُٹھو! اس وقت ان باتوں کو بھول کر خوشی خوشی جا کر جلدی سے کوئی میٹھی چیز بنا کر کھلا دو۔"

○

دوسرے روز سوہن سنگھ کے گھر کے پاس ایک بیل گاڑی خراب ہو گئی۔ اُس کے ایک پہیئے مے شاید کچھ ایسی خرابی ہو گئی تھی کہ اُسے بیل گاڑی سے نکال کر ٹھیک کرانا ضروری ہو گیا تھا۔ گاڑی مے مرد کے ساتھ ایک برقعہ پوش عورت بھی تھی۔ اُنہیں یہاں سے پانچ چھ میل اور آگے جانا تھا۔ م نے بیل گاڑی سے عورت کو اُتار کر پہیہ الگ کیا اور اُس شخص سے جو بڑی دیر سے وہیں آس پا گھوم رہا تھا پوچھا۔ "کیوں بھائی! یہاں قریب میں کوئی لوہار ہو گا؟"

اُس نے جواب دیا۔ "ہاں ہاں...... بائیں ہاتھ کی گلی میں ایک لوہار کی دُکان ہے۔"

مرد یہ سن کر اُس طرف جانے لگا پھر کچھ خیال آتے ہی فوراً مُڑا اور بولا۔ "اتنی دیر کے لئے میری بیوی کو یہاں کہیں آسرا مل جائے گا کیا؟" پھر سوہن سنگھ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "اس گھر کے دروازے پر میں نے ابھی ایک بڑھیا کو دیکھا تھا۔ وہ دروازہ بند کر رہی تھی۔ اگر آدمی اچھے ہوں تو اپنی بیوی کو وہاں چھوڑ دوں؟"

ات سن کر وہی شخص مسکرا کر بڑے طنزیہ لہجے میں بولا۔ "میاں جی! اس گھر میں تو سارے لوگ ہیں۔ آدھے پونے گھنٹے میں تمہاری بیوی کو کوئی اغوا نہیں کر لے گا۔ پہنچا دو اندر۔"

گاڑی والے آدمی نے یہ بات سن کر سوہن سنگھ کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ دروازہ ماں نے کھولا۔ اُس آدمی نے کہا۔ "ماں جی! میری بیل گاڑی کا پہیہ خراب ہو گیا ہے۔ کرانے جا رہا ہوں۔ اتنی دیر تک میری بیوی کو اگر آپ کے گھر سر چھپانے کی جگہ مل جائے مانوں گا۔"

ت کی ماں نے اجنبی کی بات سنتے ہی پورا دروازہ کھول دیا اور بولی۔ "احسان کی کیا بات !! اسے اندر بھیج دو۔ اتنی تیز دھوپ میں تو وہ بے چاری برقعے میں اور پریشان ہو گئی ہو

روالی گھر آ گئی۔

ن سنگھ برقعے والی کو گھر میں دیکھ کر پردے کے خیال سے باہر جانے لگے تو عورت نے ھ کر اُن کا راستہ روک لیا۔ سوہن سنگھ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ جگت کی ماں بھی حیران یکن اُسی لمحے عورت نے برقعہ کا نقاب اُلٹ دیا۔

ت کی ماں اور باپ حیران رہ گئے۔ برقعے میں بڑی بڑی مونچھوں والا ہنومان تھا......!

لو اس حالت اور حلیہ میں دیکھ کر جگت کی ماں اور باپ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روک سکے۔ نگھ نے فوراً جا کر دروازے کو کنڈی لگا دی اور تینوں اندر کے کمرے میں چلے گئے۔ اندر پہنچتے نے کہا۔ "ہنومان بیٹے! پہلے یہ بتا میرا جگت کیسا ہے؟"

ارے ماں جی! میرے یار نے چند ہی دنوں میں جو نام اور عزت پیدا کی ہے وہ سارا پنجاب بھلا سکے گا۔ وہ جہاں جاتا ہے لوگ اُس کا مہمانوں کی طرح استقبال کرتے ہیں۔ مقابلہ پر الا اُس کی ایک بڑھک سن کر ہی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ گولی چلانے کی تو نوبت ہی نہیں آتی۔ ہر غریب تو اُسے اپنا بیلی اور رکھوالا سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اب کسی غریب کی بیٹی جہیز نہ نے کی وجہ سے کنواری نہیں بیٹھی رہتی۔ جہیز کا انتظام "جگا" کرتا ہے۔"

ہنومان کی باتیں سن کر ماں جی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُنہوں نے ہمیشہ بیٹے کو برا بھلا ہا تھا لیکن بیٹے نے ڈاکو بننے کے بعد بھی خاندانی شرافت نہ چھوڑی۔ وہ ایسی ہی بہت سی باتیں رہی تھی اور اُن کے دل میں جگا کے لئے پیار کا اک طوفان اُمڈ رہا تھا کہ ہنومان کی آواز سنائی "مجھے جگت نے آپ ہی کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ کہتا تھا کہ ماں کئی بار مجھے ب میں نظر آئی ہے اور ہر بار اپنے پاس بلاتی ہے۔ اُس سے کہہ دینا کہ ماں! میں ایک بار آؤں اور بڑی فرصت سے آؤں گا۔"

ہنومان سے جگت کی یہ بات سن کر ماں جی کا دل بھر آیا۔ اُنہوں نے ہنومان کے چہرے کو اپنے دن ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "بیٹے! جن آنکھوں سے تو روز جگت کو دیکھتا ہے مجھے بھی اُن میں انک لینے دے۔ اسی طرح شاید سکون مل جائے۔ اور ہاں، اُس سے کہہ دینا کہ یہاں آ کر جان رے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تو بھی دوبارہ اس طرح یہاں مت آنا۔ پولیس توانوں

کی آنکھیں ہر وقت اسی گھر پر لگی رہتی ہیں......"

ماں نے بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ سوہن سنگھ تیزی سے بولے۔ "ارے بھاگوان! ہنوما وقت تو بڑے موقع سے آ گیا ہے، اسی کے ہاتھ جگت کو پیغام بھجوا دیتے ہیں۔" یہ کہہ کر سوہ نے چندن کور کے گھر جانے سے اب تک کی تمام تفصیلات ہنومان کے گوش گزار کر دیں۔ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔ سوہن سنگھ نے جیسے ہی بات ختم کی ماں جی نے کہا۔

"ہاں ہنومان! جگت سے کہنا کہ اب وہی اپنی ماں کے قول کا پاس رکھنے والا ہے۔ بغیر منوائے جلدی سے جلدی چندن کو بیاہنے کے لئے آ جائے۔"

بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ باہر سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "ارے تم نے ڈاکو کا گھر بتا دیا۔ مجھے تو ابھی لوہار نے کہا کہ یہ گھر جگا ڈاکو کا گھر ہے۔ میری بیوی کو ہی کو کسی نے بتایا ہوگا تو وہ تو ڈر کے مارے مر ہی گئی ہوگی۔" یہ آواز اُس شخص کی تھی جو برقعہ پہنے ہنومان کو گھر میں چھوڑ گیا تھا۔ آواز سن کر جگت کے ماں باپ اور ہنومان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنومان برقعہ اوڑھ کر جانے کے لئے تیار ہوتے ہوئے بولا۔

"یہ میرا میاں جو بن آیا ہے۔ یہ بھی اپنا ساتھی ہے۔ پولیس کا آدمی جو بار بار گھر کے چکر کا رہا تھا، اُسے چکمہ دینے کے لئے ہم نے یہ ڈرامہ کر ڈالا۔ گاڑی کا پہیہ بھی خود جان بوجھ کر خراب تھا۔ یہ میرا میاں جو ہے، قابل بھروسہ آدمی ہے۔ کبھی آئے تو آپ لوگ اس پر پورا بھروسہ کرتے ہیں۔ اچھا، اب میں جاتا ہوں، بلکہ جاتی ہوں۔" یہ کہہ کر ہنومان نے خود ہی دروازہ کھولا، باہر نکلتے ہی اُس کے میاں نے پوچھا۔

"ارے تیرے گہنے وہنے تو سلامت ہیں نا......؟ میرا بھی دماغ سٹھیا گیا تھا جو ڈاکو کے گھر میں خود تجھے پہنچا گیا تھا۔ چل جلدی چل! یہ جگا ڈاکو کا گھر ہے۔"

ہنومان یہ سنتے ہی تیز تیز زنانہ چال سے بیل گاڑی تک پہنچ کر اندر بیٹھ گیا اور اُس کے میاں نے فوری گاڑی چلا دی۔ اُس وقت جگت کے ماں باپ دونوں ہی اندر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ اب تک اُن کے کانوں میں ہنومان اور اُس کے میاں کی بیل گاڑی کی آواز گونج رہی تھی۔ مدتوں کے بعد آج دونوں کے چہروں پر خوشی کی گھٹائیں اُمڈی آ رہی تھیں۔

پولیس انسپکٹر سنہا کو بالآخر جگا کے لئے دو ہزار روپے کے انعام کا اعلان کرنا پڑا۔ اعلان کیا گیا کہ جو کوئی جگا کو زندہ یا مردہ گرفتار کرے گا یا اُس کے بارے میں اطلاع دے گا اور اگر اس اطلاع کی بنا پر جگا پکڑا گیا تو اطلاع دینے والے کو انعام دیا جائے گا۔

اعلان ہونے کے ساتھ ہر طرف اس خبر کا چرچا ہونے لگا۔ پچھلا زمانہ تھا۔ دو ہزار کی رقم بڑی رقم خیال کی جاتی تھی۔ جس کے پاس اتنی رقم ہوتی وہ ساہوکار کہلاتا تھا۔ اس کے باوجود بھی اکثر لوگ انعام کی رقم پر ہنس کر کہتے۔ "ہوں...... صرف دو ہزار روپے؟ دو ہزار روپے کی ضرورت ہو تو جگے کے بارے میں اطلاع کیوں دی جائے؟ خود جگا کے پاس جا کر اُس سے دو ہزار کیوں نہ مانگ لئے جائیں۔ بھلا اُن غریبوں کے بیلی نے کب کسی کی مدد کرنے سے انکار کیا ہے؟"

اور کوئی کہتا...... "انگریز حکومت سے بغاوت کرنے والے مرد سے بے ایمانی کرنا نامردوں کا

ہوگا۔ پولیس والے سرکاری روٹیاں کھا کر کافی تگڑے ہو گئے ہیں۔ ذرا جگا کو تلاش کریں گے تو کم ہوگی۔ کرنے دو تلاش۔ دیکھیں گے کیسے گرفتار کرتے ہیں۔"

غرض جتنے منہ اتنی باتیں...... کہیں ایک بڑھیا دوسری سے کہہ رہی تھی۔ "میرے باپ کے پاس جہیز کو نہ تھا اس لئے میری شادی بوڑھے کھوسٹ سے کر دی گئی تھی اور پھر میں بے وقت بیوہ ہو گئی۔ اگر کہیں جوانی میں بھی جگا ہوتا تو ایسا کام کاہے کو ہوتا؟"

کچھ لوگ اس انعام کا اعلان سن کر شیخ چلی بھی بن گئے تھے اور پہلے سے انعام کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ اُن میں ہی سے ایک کیڑا منا سنگھ بھی تھا۔ اُس نے تو جیسے طے ہی کر لیا تھا کہ یہ دو ہزار روپے اب اُسی کے ہو چکے ہیں۔ کیڑا منا کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ شادی کرنے کا بڑا ارمان تھا لیکن ہوئی نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ جوانی میں چیچک کا مرض ہو جانے سے اُس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ رنگ پہلے آبنوسی تھا، پھر ایک آنکھ بھی گئی اور چیچک نے شکل اور بگاڑ دی تھی۔ لوگ اندھیرے میں دیکھ لیتے تو ڈر جایا کرتے تھے۔ ایسے میں اُسے لڑکی کون دیتا؟ لیکن اُس کا خیال یہی تھا کہ اگر جیب میں دولت ہو تو شادی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اُس نے سوچا کہ ایشور نے میری شادی کرانے کے لئے ہی شاید جگا کو ڈاکو بنایا ہے تاکہ پولیس انعام کا اعلان کرے۔

جس گاڑی والے نے سوہن سنگھ کو رتیا پہنچایا تھا اُس سے کیڑے نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ سوہن لوگ کس کے گھر گئے تھے۔ دوسرے دن وہ بھی بشن سنگھ کے گاؤں پہنچا اور جگا اور چندن کے تعلقات کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اسی گاؤں میں کیڑے کا ایک دُور کا رشتہ دار بھی رہتا تھا چنانچہ اُس کا کام اور آسان ہو گیا۔ اُس نے ساری داستان معلوم کرنے کے لئے وہیں رہنے کا فیصلہ کیا۔ رات کو جب وہ ایک آنکھ بند کر کے سو جاتا تو خواب میں بھی اُسے دو ہزار روپے ہی نظر آنے لگتے۔

اُدھر ہنومان جگت کے ماں باپ سے ملنے کے بعد جب واپس پہنچا تو جگت اور اُس کے ساتھی ...ر کے بتائے ہوئے مقام پر ڈاکہ ڈالنے کی تیاری کئے بیٹھے تھے۔ ہوا یوں کہ جب ہنومان کو چلا تھا کہ جگت ماں باپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہے تو اُس نے خود اصرار کیا تھا وہ خود اُن کی خبر معلوم کرنے کے لئے جائے گا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی اُس کی حمایت کی تھی کہا تھا کہ اس طرح ہمیں یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ کہیں پولیس اُن کو تنگ تو نہیں کر رہی ہے؟ اس لئے ٹھیک یہی ہے کہ ہنومان کو بھیجا جائے۔

جگت خود اس لئے آنا کانی کر رہا تھا کہ پولیس کے سخت پہرے کو توڑ کر گاؤں اور گھر میں جانا خطرہ سے خالی نہ تھا اور جگت کے پکڑے جانے کا خدشہ تھا اور اس صورت میں پھر دوبارہ جگت کو ...دیکھنا شاید ناممکن تھا کیونکہ اُس نے گروہ کے تمام ساتھیوں کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تو لڑتے لڑتے جان دے دے گا، زندہ گرفتار نہیں ہوگا۔

لیکن ہنومان کی واپسی میں دیر ہوئی تو جگت کو فکر ہونے لگی۔ اور جب اطلاع مل گئی کہ وہ آ گیا ہے تب کہیں سکون ہوا۔

"ہنومان! تو نے زنانہ لباس میں مردوں والا کام کر کے دکھا دیا۔" جگت نے ہنس کر کہا۔

ہنومان یہ سن کر زور سے ہنسا۔ کرپال نے کہا۔ "بہت خوش ہے یار! کوئی خوشخبری لایا ہے کیا؟"
"ہاں، ہاں... اب جگت ہم سب کو مٹھائی کھانے کا وعدہ کرے تو سناؤں خبر...!" ہنومان بولا۔
مگر یہ سنتے ہی ہشیار سنگھ جلدی سے بولا۔ "اگر تم دو ہزار روپے کے انعام کی بات کر رہے ہو تو ہمیں اس کی اطلاع مل چکی ہے۔"
ہنومان نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "نہیں یارو..... میں سرکاری سسرال کی دو ہزار کی بات نہیں کر رہا، میں تو جگت کی اصلی سسرال کی بات کر رہا ہوں۔"
"کیا بک رہا ہے ہنومان؟" جگت نے چونک کر کہا۔ سارے ساتھی بھی حیرت میں پڑ گئے۔ اُن کو جگت کی منگنی کا اب تک کوئی علم نہ تھا۔ سب کے سب جگت کا منہ تک رہے تھے۔
آخر ہنومان نے کہا۔ "جگت! تیرے باپو بشن سنگھ کے ہاں شگون واپس کرنے گئے تھے لیکن بھابھی چندن کور نے یہ قبول نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ اگر میں شادی کروں گی تو صرف جگت سے۔"

"کیا..... چندن کور نے یہ کہا.....؟" جگت کی نظروں میں بچپن کی دوست چندن کی شکل گھوم گئی۔ اُس نے سوچا بچپن میں تو بہت کم گو اور سعادت مند تھی، اب اس میں اتنی تبدیلی کیسے آ گئی کہ اس نے بزرگوں کے سامنے یہ بات کہہ دی؟ کیونکہ جگت تو سوچ چکا تھا کہ ڈاکو بن جانے کی خبر سن کر اب تک چندن کور نے اُسے دل سے نکال دیا ہوگا۔ پھر اُس نے بے تابی سے ہنومان سے پوچھا۔ "ہنومان! مگر ماں نے کیا کہا؟" جگت کو پتہ تھا کہ ماں اب اس شادی کے لئے تیار نہ ہو گی۔

"ماں نے خاص طور پر کہا کہ پہلی فرصت میں گھوڑے پر چڑھ کر آؤ اور چندن کو بیاہ لے جاؤ۔"
"تو کیا ماں بھی......"

اور پھر اُسے اچانک ویرو یاد آ گئی۔ اُس کا جی چاہا کہ ویرو کی خیریت بھی معلوم کرے لیکن سب کے سامنے اُس کا ذکر مناسب نہ تھا اس لئے خاموش ہو گیا۔ کرپال نے جگت کو خاموش دیکھ کر کہا۔ "یار! تجھے بیوی بھی بہادر ملی ہے۔ تو نے حکومت سے بغاوت کی، اُس نے گھر سے بغاوت کر دی۔ چل آج رات ہی بارات لے کر جاتے ہیں۔ سردار کی شادی میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔"
یہ سن کر جگت چپ ہی رہا۔
"کیوں جگت......! کچھ بولتا کیوں نہیں؟" ہشیار سنگھ نے سنجیدگی سے کہا۔
"دوستو! میں بڑی اُلجھن میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ ہم نے جو راہ اختیار کی ہے، اس پر چلتے ہوئے کسی سے شادی کرنا اُس کی زندگی کو برباد کرنے کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی میں چندن کور سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد ہم سب مل کر کوئی فیصلہ کریں گے۔ اس کے علاوہ مجھے ایک اور بات بھی پریشان کر رہی ہے۔"
"وہ کیا......؟" دوستوں نے دریافت کیا۔
جگت کی پریشان کرنے والی بات ویرو سے متعلق تھی۔ اگر کسی حالت میں ویرو کو گھر میں آسرا دینا پڑے تو کیا چندن اس کو برداشت کر لے گی؟ وہ تو یہی سوچ رہا تھا مگر دوستوں کے سامنے اس

مسئلے کو چھیڑنا اُس نے مناسب خیال نہ کیا۔ اچانک اُسے ایک اور بات یاد آ گئی۔ اُس نے کہا۔ "جب ہم نے بغاوت کی، اُس وقت میں نے ایک وعدہ کیا تھا کہ بچن کی محبوبہ کو اُس کے باپ نے کہیں اور بیاہ دیا ہے۔ اگر وہ اب بھی بچن کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو تو اُسے بچن کے گھر لانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے یہ ذمہ داری پوری کئے بغیر میں شادی نہیں کر سکتا۔"
سردار اپنے ساتھیوں کا اس قدر خیال کرتے ہیں یہ محسوس کرتے ہوئے اُن کے دل میں اپنے سردار کا احترام پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ وہ خود سردار ہونے کے باوجود ڈاکے میں آئے ہوئے مال کے پانچ حصے کرتا تھا تاکہ ہر ساتھی کے گھر پر بروقت مدد پہنچ سکے۔
جگا سب کو نیکی اور ایمانداری کا سبق دیتا اور کہتا۔ "جب تک ہمارے درمیان کدورت اور برائی نہیں آئے گی گرو نانک ہماری حفاظت کریں گے اس کا یقین رکھو!" یہی وجہ تھی کہ وہ پانچ پانڈوں کی طرح اتحاد سے رہتے تھے اور ایک دوسرے کی تنگی کو جھیل لیتے تھے۔
"چلو! اب ہم جوگیندر والے ڈاکے کی تیاریاں کریں۔" جگت نے سب کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ کام جلدی ختم کر کے میں اور ہنومان دودھیا کا ایک چکر لگا آئیں۔"
"دودھیا......؟" کرپال نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں..... سسرال اور کہاں؟ بات کو چھپانے سے کیا فائدہ؟ میں چندن کور اور اُس کے والد کو سمجھاؤں گا کہ اگر شادی کرنی ہی ہے تو کچھ دیر اور انتظار کر لو۔"
پانچوں ساتھی ڈاکہ ڈالنے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ وہ جگت کے حکم کے منتظر تھے۔ جگت نے چلنے کا اشارہ کیا۔ جب روانہ ہوئے تو آسمان پر سیاہ بادلوں کی سنہری چادر اس طرح پھیلی ہوئی تھی جیسے ابھی برکھا رانی بادلوں کی چادر چیر کر اپنے دھرتی دیوتا سے آ ملے گی اور اپنے من کی پیاس بجھانے کے لئے دھرتی دیوتا کے قدموں میں گر کر پیار کا وہ گیت گائے گی جسے سن کر دھرتی کے بیٹے اپنے کھیتوں کی طرف دیکھ کر جھوم اُٹھتے ہیں۔
جوگیندر نامی جوان جگت سنگھ کی پارٹی میں شامل ہونا چاہتا تھا جس کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے پر جگت سنگھ کو معلوم ہوا کہ وہ دبنگ ہونے کے باوجود قابل اعتماد ثابت نہیں ہو سکا۔ پھر بھی جگت نے اُس کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا۔ جوگیندر نے اطلاع دی تھی کہ گاؤں میں ایک ہندو سرمایہ دار ہے۔ اُدھر ڈاکہ ڈالا جائے تو اچھی دولت ہاتھ لگ سکتی ہے۔ جگت کا اصول تھا کہ ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنا کر بھی مخبر کو آخری وقت تک کچھ نہ بتایا جاتا۔ اچانک ہی اُس کی پارٹی حملہ کرنے کے لئے مخبر کے ساتھ روانہ ہوتی اور کامیاب ڈاکہ ڈال کر واپس لوٹتی۔
جوگیندر کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر آدھی رات کے بعد اُنہوں نے حملہ کیا۔ بیوپاری مال کی بیوپاری کے سلسلے میں شہر گیا ہوا تھا۔ گھر میں صرف اُس کی ماں اور جوان بیوی موجود تھیں۔
جوگیندر نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا اور سب لوگ تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔ بڑھیا ماں نے دروازہ کھولا تھا جو مسلح آدمیوں کو دیکھ کر کپکپانے لگی مگر اُس کی بہو جوگیندر کو دیکھ کر بھڑک اُٹھی تھی۔ وہ جوگیندر سے اچھی طرح واقف تھی۔ جوگیندر اُسے اشارے اور فحش حرکات سے چھیڑتا اور اکثر فقرے کستا رہتا تھا۔ "پیاری روپا! جیسا تیرا حسن ہے ویسا ہی تیرا نام بھی ہے۔"

ایک بار جان بوجھ کر وہ روپا سے راستے میں ٹکرا گیا تھا۔ روپا نے غصے میں بپھر کر کہ "گاؤں کی عورتوں کو ستاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے گھر میں ماں بہنیں نہیں ہیں؟" جوگیندر نے دانت پیس کر کہا۔ "اچھا...... یہ بات ہے۔ اب دیکھ! میں تجھے کس طرح تا ہوں۔" وہی جوگیندر آدھی رات کو مسلح لوگوں کے ساتھ اُس کے شوہر کی غیر موجودگی کے دورا کے گھر میں داخل ہوا تھا۔

روپا کو محسوس ہوا کہ آج اُس کے شوہر کی دولت کے ساتھ اس کی عزت بھی لوٹ لی جائے اُس کا جی چاہ رہا تھا کہ اس بے عزتی سے تو بہتر ہے وہ...... مگر اُسی وقت اُسے ایک گرجدار آوا اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"جگت سنگھ جگا کی پارٹی تیرے گھر ڈاکہ ڈالنے آئی ہے۔ شور مچانے کی ضرورت نہیں۔"

اور روپا نے اطمینان کی سانس لی۔ اُس نے سن رکھا تھا کہ جگا ڈاکو کسی عورت کی عزت لوٹتا ہے نہ کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ دوسرے اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ گھر میں قیمتی مال وغیرہ بھی نہیں تھا۔ اُس کے شوہر نے دُکان کے نیچے تہہ خانے میں تمام سرمایہ اور زیور چھپا رکھے تھے۔

کرپال اور بچن دروازے کے پاس چوکس کھڑے ہوئے تھے۔ ہوشیار سنگھ کے ذمہ بڑ رائفل دکھا کر چپ رکھنے کی ذمہ داری تھی۔ جگت، ہنومان اور جوگیندر اُوپر کی منزل پر پہنچ گئے۔ کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر روپا نے تجوری کی چابیاں اُن کے حوالے کر دیں۔ روپا پر نگرا کام جوگیندر نے خود سنبھال لیا۔ جگت اور ہنومان دوسرے کمرے میں تجوری اور الماریاں کھنگا لگے۔ تجوری میں بمشکل پچاس ساٹھ روپے ملے۔ تمام کپڑے وغیرہ اُنہوں نے الماری سے پھینک دیے مگر ایک بھی زیور اُن کے ہاتھ نہیں لگ سکا۔

ہنومان نے جگت سے کہا۔ "اس خاتون نے تجوری کی چابیاں جس آسانی سے ہمارے حوا کی تھیں میں اُسی وقت سمجھ چکا تھا کہ اپنا یہ چکر بیکار ہوگا۔"

"مگر جوگیندر نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہزاروں کا مال ہاتھ لگے گا۔" جگت نے ذہن پر زو دیتے ہوئے کہا۔ "ہنومان! کیوں نہ اس عورت کو ڈرایا دھمکایا جائے، ممکن ہے کام ہو جائے۔ ٹھہرو...... میں ابھی آتا ہوں۔" جگت تیزی سے باہر نکل گیا۔

برابر کے کمرے کے اَدھ کھلے دروازے کے پاس آ کر جگت رُک گیا۔ اندر سے جوگیندر کی آو سنائی دے رہی تھی۔ وہ روپا سے طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "دیکھا روپا! اُس دن تم نے مجھے راس میں جو کہا تھا آج میں نے اس کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب اگر میں تمہیں چھیڑوں گا تو پیار سے جوا دو گی۔"

جوگیندر کا ارادہ جان لینے کے بعد جگت کا دماغ جل اُٹھا۔ اُس نے دل ہی دل میں کچھ سوچا ا پھر وہ واپس لوٹ آیا اور ہنومان سے کہا۔ "اب تمہیں اس گھر سے کچھ نہیں لینا۔ دو چار جوڑے لباس کے ساتھ لے لو!" ہنومان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا مگر اس وقت کسی قسم کی بحث بے کار رہی تھی۔ جگ کے ہر اقدام پر اُسے پورا یقین تھا۔ جگت نے بلند آواز میں جوگیندر کو اپنے قریب بلایا اور کہا۔ "چلو

ا کام پورا ہو چکا ہے۔ اب واپس چلیں گے۔"

جوگیندر نے ہنومان کے ہاتھ میں کپڑوں کا بنڈل دیکھا اور جاتے وقت سر گھما کر اُس نے روپا کو اشارہ کیا پھر سب لوگ مکان سے باہر آ گئے۔

گھوڑوں پر سوار ہو کر سب لوگ گاؤں سے باہر آ گئے۔ جوگیندر کو ہنومان کے ساتھ گھوڑے پر ٹھایا گیا تھا۔ جگت نے ہنومان کو آگے آنے کا اشارہ کیا اور ہنومان جگت کا اشارہ پا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔ جگت نے ہنومان کے آگے نکل جانے کے بعد اپنے تین ساتھیوں کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"یہ جوگیندر بے ایمان اور مفاد پرست شخص ہے۔ وہ اُس خاتون پر اپنا رُعب جمانے کی خاطر ہمیں یہاں لایا تھا۔ اُسے اس کی اس حرکت کی سزا دی جائے گی۔"

گاؤں سے تقریباً چار میل دور نکل آنے کے بعد سب ایک کنوئیں کے قریب ٹھہر گئے۔ جگت نے آس پاس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد جوگیندر سے کہا۔ "ہمیں سخت پیاس لگی ہے۔ لہٰذا یہاں کچھ دیر ستا لیا جائے۔ پانی پینے کے بعد تمہارے کام کا حساب کر دیا جائے گا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ہم آگے جائیں گے۔"

پانی پینے کی غرض سے رسّی اور بالٹی ہمیشہ بچن سنگھ اپنے گھوڑے پر بندھی رکھتا تھا۔

"جوگیندر! تم رسّی اور بالٹی لے کر پانی نکال لو اور سب کو پانی پلاؤ۔"

جوگیندر خوشی خوشی اُٹھا اور گھوڑے کی پیٹھ سے رسّی اور بالٹی اُتار کر کنوئیں کے کنارے پر پہنچ گیا۔ رسّی کو بالٹی کے کنڈے سے مضبوط باندھ کر اُس نے بالٹی جیسے ہی کنوئیں میں اُتاری جگت جو قریب ہی کھڑا تھا بولا۔ "جوگیندر! وہ عورت تو بلا کی حسین تھی۔"

جوگیندر جگت کے یہ الفاظ سن کر چونکا۔ اُس کے ہاتھ وہیں رُک گئے۔ اُسے جگت کی یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوئی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ جگا کبھی کسی عورت پر بری نظر نہیں ڈالتا۔ اُس نے کہا۔ "جی ہاں سردار! میری نظر بھی بہت دنوں سے اُس حسینہ پر ہے۔ آپ یہاں سے جائیں گے تو میں واپس جا کر اُسے قابو کروں گا۔"

مگر اُس کے لبوں سے آخری الفاظ کی ادائیگی ہوتے ہی جگت کی رائفل تیزی سے حرکت میں آئی اور گولی اُس کی پشت میں سوراخ کرتی ہوئی آر پار نکل گئی۔ رائفل کے دھماکے کے ساتھ جوگیندر کے قدم لڑکھڑائے اور کنوئیں کی تہہ میں ایک اور دھماکہ ہوا جس کے ساتھ ہی جوگیندر پانی کے بوجھ تلے دب گیا...... برا انسان اپنے برے انجام تک پہنچ گیا۔ ماحول پر خاموشی مسلط ہو گئی۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جگت نے سر اُٹھا کر آسمان پر چمکتے ہوئے لاتعداد ستاروں کی جانب دیکھا۔ صبح ہونے میں ابھی کافی دیر تھی۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا جو جگت ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میں اور ہنومان اتنے وقفے میں دودھیا جا کر آسانی سے واپس لوٹ سکتے ہیں۔" جگت نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جگت! ہم لوگ ہمیشہ ایک ساتھ جاتے ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ اکٹھے چلیں۔ ہم آپ کو خطرے

میں نہیں ڈال سکتے۔" ہوشیار سنگھ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں دوستو! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ مگر چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے لہٰذا ہنومان میرے کافی ہے۔ تم لوگ قطعی فکر نہ کرو۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

اس کے بعد کسی نے بحث کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ پانچوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کھیت پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے ایک کچے راستے پر آ نکلے۔ کچھ آگے بڑھے تو جگت ایک چوراہے گیا۔ جگت کے ساتھ ہی سب رُک گئے۔ جگت نے ایک راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھیوں سے کہا۔ "یہ راستہ جنگل کی طرف جاتا ہے۔ تم تینوں کسی محفوظ مقام پر رُک جا دونوں دودھیا سے واپس آ کر تمہیں ساتھ لے لیں گے۔"

سب نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے گھوڑوں کو جگت کے بتائے ہوئے راستے پر ڈال دیا جگت اور ہنومان اُن سے الگ ہو کر دودھیا کی جانب بڑھنے لگے۔ ستاروں کی دُھندلی میں کچی پگڈنڈی پر جگت کے سفید گھوڑے کے ساتھ ہنومان کا سیاہ گھوڑا قدم ملا کر دوڑ رہا دونوں سوار دھیمے لہجے میں باتیں کر رہے تھے۔

"ہنومان! اب تم مجھے گھر کے تمام حالات بتاؤ۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

"جلدی بتاؤ! ماں کی طبیعت کیسی ہے؟ تمہیں دیکھ کر ناراض تو نہیں ہوئیں؟" جگت نے بے چینی سے ہنومان سے پوچھا۔ ہنومان سمجھ گیا کہ جگت کو گھر کی یاد بہت ستا رہی ہے۔

وہ جگت کو بتا دینا چاہتا تھا۔ "تمہاری ماں تمہارا چہرہ دیکھنے کے لئے تڑپ رہی ہے اس باوجود ماں جی نے کہا ہے کہ جگت کو گھر آنے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں طرف خطرہ ہی خطرہ منڈلا رہا ہے۔" مگر یہ بات کہہ کر وہ جگت کا دل دُکھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ تھا کہ جگت کو اطمینان ہو۔ اس لئے اُس نے گھر کے حالات اس طرح بیان کئے کہ جگت خاموشی سے سنتا رہا۔ ہنومان سب کچھ کہہ چکا اس کے باوجود جگت کی خاموشی برقرار رہی۔

ان تمام باتوں کے درمیان ہنومان نے ایک بار بھی ویرو کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ ماں کی جا سے ویرو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہی اُس نے ہنومان کو گھر کے حالات بتا۔ کہا تھا۔ کیا ویرو اپنے شوہر کو چھوڑ کر میکے چلی گئی ہے؟ یا پھر موہن نے اُسے گھر میں قید کر دیا ہو ویرو اور اُس کے درمیان فاصلہ بڑھانے والی ڈاکہ زنی آج اُسے بہت کھل رہی تھی۔

"ہنومان! ماں جی نے ویرو کے متعلق کچھ نہیں بتایا؟" جگت نے مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا۔

"کیا......؟" سب کچھ جاننے کے باوجود ہنومان نے انجان بن کر کہا۔ اُسے معلوم تھا کہ جگ گھر کے حالات سننے کے باوجود سوچ میں کیوں ڈوب گیا تھا۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ تھی کہ چندن کور سے ملاقات کے لئے جانے والا جگت ویرو کے متعلق کیوں سوچ رہا ہے۔

"ہنومان! ماں جی نے ویرو کے متعلق کسی قسم کی اطلاع فراہم نہیں کی؟" جگت نے دوسری معلوم کیا۔

لمحہ بھر ہنومان نے چاہا کہ جگت کو غلط بات بتا دے۔ مگر جگت کی دوستی نے اُسے سچ بات اُگلنے

ادر کر دیا تھا۔ اُس نے کہا۔ "جگت! تمہاری ماں اور باپ نے چندن کور کے متعلق اتنی باتیں کیں کچھ مزید معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا اور میں چلا آیا۔"

پُر ہول سناٹے کے درمیان جگت کے لبوں سے نکلنے والی سرد آہ ہنومان کو صاف سنائی دی۔ کے ذہن میں ایک سوال گونجا۔ "جگت اور چندن کور کے پیار کے درمیان کہیں ویرو دیوار تو بن جائے گی؟"

رات کے پچھلے پہر دو گھوڑ سوار خاموشی سے دودھیا گاؤں میں داخل ہو گئے۔ اس وقت گاؤں پہر کی خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جگت کے ایک ہاتھ میں لگام اور دوسرے ہاتھ میں پستول تھا۔ کے ہاتھ کی ایک اُنگلی پستول کی لبلبی پر جمی ہوئی تھی۔ دو چار کتوں نے نئے مہمانوں کو دیکھ کر کچھ تک استقبالیہ راگ گائے اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ اور جگت کی گھوڑی سسرال کی گلی میں ل ہو گئی۔

بچپن کے کچھ سال اُس نے اس گلی میں گزارے تھے۔ اس وقت وہ اور چندن کور کچھ لڑکیوں لڑکوں کے ساتھ عجیب عجیب سے کھیل کھیلا کرتے تھے۔ جگت کسی اور سے نہیں بلکہ صرف چندن کے ساتھ کھیلنا پسند کرتا تھا۔ جب وہ چھپنے والا کھیل کھیلتے اس وقت جگت صرف چندن کور کو تلاش کے اُسے پکڑ لیتا اور چندن روتی صورت بنا کر کہتی تھی۔

"تم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں پکڑتے...... جاؤ! ہم تم سے نہیں کھیلیں گے۔"

اور آج اُسی چندن نے اُسے پیغام بھیجا تھا۔ "جگت! میں تیرے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں یلوں گی۔ آ! مجھے پکڑنے کے لئے جلدی سے میرے پاس آ جا......!"

جگت کی گھوڑی کچھ دیر تک مکان کے پاس کھڑی رہی۔ ہنومان کچھ دُور رُک کر چوکس نظروں ے اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ مانک سے اُتر کر جگت نے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی اور جواب کا ظار کرنے لگا۔ شاید اندر والے گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"کون ہے......؟" کسی مردانہ آواز نے اندر سے پوچھا۔

"مہمان......" جگت نے کافی دھیمے لہجے میں کہا۔

بڑے دروازے کی چھوٹی سی کھڑکی کی درز میں لالٹین کی روشنی کی باریک لکیر چمکتی نظر آئی اور ی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ "کون ہے بھائی......؟" کسی نے پھر پوچھا۔

"رات کا مہمان۔"

اور دروازے کی چھوٹی سی کھڑکی کھل گئی۔ بشن سنگھ نے لالٹین بلند کر کے دیکھا۔ جگت نے ے پر بندھے ہوئے صافے کو الگ کیا اور داماد کو پہچان کر سسر نے جلدی سے بڑا دروازہ کھول گھوڑی کو مکان میں داخل کر لیا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ اُسی لمحے جگت نے ہاتھ کے اشارے اُنہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

"میرا ایک دوست بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ اُسے بھی اندر لے آئیں۔"

اتنے وقفے میں ہنومان بھی اُن کے قریب پہنچ گیا اور بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔

مگر جب جگت مکان میں داخل ہو رہا تھا سامنے مندر کے آگے بنے ہوئے چبوترے پر سوئے

ہوئے کانے کی ایک آنکھ کھل چکی تھی۔ وہ ایک آنکھ سے لیٹے لیٹے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ مسلسل راتوں سے یہیں سو رہا تھا کہ شاید جگا اس طرف چلا آئے اور اُس کا انجام پکا ہو جائے۔

یہ منظر دیکھنے کے بعد بھی اُس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ آیا اُس نے جو کچھ ہے وہ خواب ہے یا حقیقت؟ اُسے افسوس ہو رہا تھا کہ اگر اُس کی دو آنکھیں ہوتیں تو وہ اس صاف دیکھ سکتا اور یہ یقین کر لیتا کہ یہ جگا تھا۔ مگر قدرت نے اُسے ایک آنکھ بخش کر اُس کے شاید انصاف نہیں کیا تھا۔ مگر اب دیکھنے کی بجائے کچھ سننا ضروری تھا لہٰذا وہ اسی اُمید پر اپنی سے اُٹھا اور دبے پاؤں چلتا ہوا بڑے دروازے کے قریب جا کر چوکنا کھڑا ہو گیا اور دروازے سے کان لگا کر سن گن لینے لگا۔

"کون آیا ہے اتنی رات بیت جانے کے بعد؟" چندن کور نے دل ہی دل میں کہا۔ یہ د کے لئے چندن کور بستر سے اُٹھ گئی اور آنکھیں ملتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ جلدی سے باہر صحن میں آ لالٹین کی مدھم روشنی کے باوجود وہ سامنے کھڑے ہوئے شخص کو پل بھر میں پہچان گئی۔

مگر دوسرے ہی لمحے اُسے خیال گزرا کہ وہ جلدی میں اپنا دوپٹہ لینا بھول گئی ہے لہٰذا اُس جلدی سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر شرمیلے انداز میں منہ پھیر لیا۔

جگت اس نازنین کی کمر دیکھ رہا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ پانچ سال جس چندن کو دیکھا تھا یہ وہی چندن ہے۔ بچپن میں اُس نے جس کمر پر ہاتھ مارے تھے آج اُس کو سہلانے کی آرزو اُس کے دل میں کروٹیں لینے لگی۔

مگر چندن تو بھاگ کر کمرے میں جا چکی تھی۔

"کسی قسم کی آواز نہ ہو۔" جگت نے سرگوشیانہ لہجے میں سب سے کہا۔

بالکل خاموشی سے بشن سنگھ کے پیچھے جگت اور ہنومان کمرے میں داخل ہو گئے۔ بشن سنگھ شش و پنج میں مبتلا تھے کہ گھر آئے ہوئے ہونے والے داماد کا کس طرح استقبال کریں؟ دروازے کے درمیان کھڑی ہوئی چندن بھی یہی سوچ رہی تھی۔ اُس نے اپنے باپ سے جگت کے کھانے متعلق پوچھنے کا اشارہ کیا جسے جگت نے دیکھ لیا...... "ابھی کسی قسم کے کھانے کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ سے چند اہم باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کسی بھی قسم کا شور ہونے پر کام جانے کا اندیشہ ہے۔" جگت نے سرگوشی میں کہا۔

اس کے باوجود چندن کور باورچی خانے میں جا کر دودھ کے دو گلاس بھر لائی۔ دودھ اٹھا ہوئے اُسے ایک شرارت سوجھی اُس نے گلاس میں گڑ کے ٹکڑے ڈال دیئے۔ دودھ کے گلاس آخری گھونٹ کے ساتھ ہنومان کے منہ میں گڑ کا ٹکڑا آ گیا۔ جگت کے گلاس میں بھی گڑ کا ٹکڑا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ دروازے کے پیچھے کھڑی چندن بھی اُن حرکت دیکھ رہی تھی اور اپنی شرارت پر خوش ہو رہی تھی۔

ہنومان کے ذہن میں یہ شرارت کلبلا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس ملاپ کا انجام کیا ہو گا؟ جاننا کافی مشکل ہی تھا لہٰذا اُس نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ گڑ کا ٹکڑا چباتے ہوئے جگت ہنومان سے کہا۔ "کیوں ہنومان! منہ میٹھا تو ہو گیا ہے؟"

ہنومان صرف مسکرا دیا۔

پھر جگت کے ذہن میں ایک خیال تیزی سے آیا۔ اُس نے ہنومان سے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ "تم چھت پر جا کر اطراف کا جائزہ لو!"

ہنومان کے ساتھ بشن سنگھ بھی کھڑا ہو گیا۔ "جگت! میں بھی جا رہا ہوں۔ تم دونوں باتیں کر لو۔ میں چندن سے معلوم کر لوں گا۔"

جگت نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ ہنومان سے کہا۔ "مکان کے قریب پیپل کا درخت ہے وہاں سے کوئی بھی شخص آسانی سے اندر داخل ہو سکتا ہے لہٰذا اُس جگہ کی خاص کر نگرانی کی ضرورت ہے۔"

ہنومان اور بشن سنگھ چلے گئے۔ جگت اور چندن دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر گم صم تھے۔ چندن کو تعجب ہو رہا تھا کہ جگت کو اتنے سال بیتنے کے باوجود پیپل کا درخت یاد ہے۔ جب وہ چھوٹے تھے جگت چندن کو ڈرانے کی غرض سے اکثر اس پیپل کے درخت پر سے اچانک کھور میں کود کر چندن پر ہول طاری کر دیتا تھا۔ ایک بار تو چندن خوف سے چیخ اُٹھی تھی مگر جگت کو دیکھ کر بڑبڑانے لگی تھی۔

"جگت کو یہ سب باتیں یاد ہوں گی؟"

"کیا سوچ رہی ہو؟" جگت نے مسکرا کر پوچھا۔ چندن اپنے خیالات سے چونک کر شرما گئی اور پیر کے انگوٹھے سے زمین کھرچنے لگی۔ جگت کو چونکہ جلدی تھی لہٰذا اُس نے بات شروع کرنا بہتر سمجھا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم......" جگت کہنا چاہتا تھا کہ...... "تم شادی کے لئے جلدی کر رہی ہو......" مگر وہ یہ بات کہہ نہ سکا۔

"تم نے رشتے کے بندھن توڑنے کی اجازت نہیں دی۔"

چندن نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔ جگت نے دیکھا اُس کے سینے کے اُتار چڑھاؤ سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ چندن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"تم نے پوری ہمت سے شادی کی دعوت بھیجی تھی۔ میں تمہاری دعوت قبول کر کے آ گیا ہوں۔"

چندن نے چونک کر اپنا حسین چہرہ اُوپر اُٹھایا۔ اُس کی آنکھوں میں پیار کے موتی چمک رہے تھے اور پلکوں نے شرما کر چمکیلی آنکھوں پر حیا کی چادر ڈال دی تھی۔

"میں گھوڑے پر سوار ہو کر ضرور آیا ہوں۔ مگر شادی کے ارادے سے نہیں۔" جگت سنگھ نے صاف صاف بات کہہ دی۔ "میں تمہیں قول دینے سے پہلے صاف صاف بات کر دینا ضروری سمجھتا تھا۔"

"کہیے!" چندن نے پہلی بار لب کھولے، پھر مضبوطی سے بند کر لئے۔

"تم جانتی ہو کور! کہ میری زندگی کس دوراہے پر کھڑی ہے۔ ہم نہ جانے کب ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں......؟ کیا تم میرے ساتھ ایسی زندگی بسر کرنا پسند کرو گی؟ ملاپ چند ساعتوں کا اور جدائی عمر بھر کی ہے۔"

"شیر......!" چندن کور اُسے جگت نہ کہہ سکی۔ "تم نے جس جدائی کی بات کی ہے اُس جدائی کے لئے تمہاری ماں بھی تڑپ رہی ہے۔ ہم ایک ہی جگہ دو عورتیں مل کر جدائی کے اس بوجھ کو بانٹ لیں گی۔"

جگت سکتے میں رہ گیا۔ یہ جواب ملنے کے بعد مزید کسی سوال کی ضرورت نہیں تھی۔ اُسے ! ہوگیا کہ چندن اپنے دل میں اٹل فیصلہ کر چکی ہے۔ اب صرف ایک بات باقی تھی۔

''کورا تم جانتی ہو کہ ڈاکہ زنی کے راستے پر مجھے خاندانی عداوت کے علاوہ دشمن کی عورت آئی ہے۔'' جگت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''آپ ویرو کی بات کر رہے ہیں......؟'' چندن نے جلدی سے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم میرے متعلق تمام اطلاع رکھتی ہو۔'' جگت نے تعجب سے کہا۔'' ہے۔ میں اب جلدی سب کچھ کہہ دوں گا۔'' جگت کچھ دیر توقف کر کے بولا۔''دیکھو کورا! اُس نے میرے لئے بہت کچھ برداشت کیا ہے اور اُس کے لئے مجھے کتنا بھی خطرہ مول لینا پڑے دریغ نہیں کروں گا۔''

''ہماری شادی کی بات میں ویرو کا ذکر کیوں؟'' چندن نے مدھم لہجے میں پوچھا۔ اُس کی آ میں کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔

''شاید ضرورت پڑنے پر مجھے ویرو کو اغوا بھی کرنا ہوگا۔ اس وقت تم یہ محسوس نہیں کرو گی کہ نے تمہیں بتایا نہیں تھا۔''

''آپ کہہ چکے۔ چلئے اب میں کچھ محسوس نہیں کروں گی۔ اور کچھ؟'' چندن نے مسکراہٹ میں یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ جگت کو چندن پر بے انتہا پیار آنے لگا۔ اُس نے کہا۔

''پھر تمہیں تین چار مہینے انتظار کرنا پڑے گا۔ برسات کے بعد دیوالی گزرتے ہی میں گھوڑ پر سوار ہو کر تمہیں اپنانے آ جاؤں گا۔'' جگت نے چندن کی چمکیلی آنکھوں میں جھانک کر مسکرا ہوئے اس طرح کہا جیسے اُسے پیار کا قول دے رہا ہو۔ جگت کے ہاتھ میں چندن کا گورا ہاتھ تھ جگت نے پیار سے اُسے ہلکا سا دبایا اور چندن کا چہرہ حیا کی چادر میں چھپ گیا۔

ہنومان زور سے کھنکارا، جگت نے چونک کر چندن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دونوں الگ ہو گئے۔

ہنومان نے آتے ہی آہستگی سے جگت سے کہا۔''ایک شخص مکان کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں اُسے رائفل کا کندا مار کر بے ہوش کر دوں؟''

جگت کا ہاتھ پستول پر جم گیا۔ اُس نے الوداعی نظروں سے چندن کی جانب دیکھا۔ چندن دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس کی حسین پلکیں نم ہو گئیں۔ ہنومان اتنے میں کھڑکی کے قریب گیا تھا۔ اُس نے بغیر آواز نکالے آہستہ سے کھڑکی کھول دی۔

کانا جو پشت دیوار سے لگا کر کھڑا تھا کھڑکی کھلنے کی ہلکی آواز سن کر چونک گیا۔ مگر اسی لمحے جگ نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ پشت پر پڑا ہوا کپڑا اُس نے کانے کے چہرے پر کس کر لپیٹ د جگت نے اُسے پشت پر سے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ ہنومان اُن کے قریب پہنچ گیا۔

اسی لمحے گھوڑے لائے گئے اور جگت نے پستول کی نال پر کانے کو ماتک پر سوار ہونے پر مجبور دیا اور خود اُس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ دونوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے گاؤں کی حد سے باہر نکل گئے میل فاصلہ طے کر کے جگت نے کانے کو گھوڑی سے نیچے اُتار دیا۔ ہنومان رائفل تانے کانے عقب میں چلا گیا۔ جگت نے کانے کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ اُس کا بگڑا ہوا چہرہ دیکھ کر جگ

نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔

''بول...... وہاں کیا کر رہا تھا؟'' جگت نے زوردار آواز سے کہا۔

کانا بری طرح کپکپانے لگا۔ اُس نے اپنی ایک آنکھ میں رحم کا بھرپور تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہا۔''بھائی صاحب! میں چوری وغیرہ کی نیت سے وہاں نہیں کھڑا تھا، بلکہ دیوار کے پاس......'' اُس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر چھوٹی اُنگلی بتائی۔

ہنومان نے عقب سے رائفل کا کندا اُس کی پشت پر مارتے ہوئے کہا۔''جھوٹ بکتا ہے۔ اس میں پندرہ منٹ خرچ نہیں ہوتے۔''

''میرے باپ! میں جھوٹ نہیں بولتا۔'' کانا محسوس کر رہا تھا کہ بولنے میں ذرا سی غلطی پر انعام کی جگہ جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''پتھری کی بیماری کی وجہ سے مجھے آدھا گھنٹہ پریشان ہونا پڑتا ہے۔''

جگت کا جی چاہا کہ وہ ایک گھونسہ اُس کے پیٹ پر مارے مگر اُسے رحم آ گیا۔ ابھی تو چندن نے کہا تھا کہ کسی مظلوم کو صرف شک کی بناء پر نہ ماریں۔

جگت نے محسوس کیا کہ کانا اُسے نہیں پہچانتا۔ پولیس کا مخبر اس طرح کا نہیں ہوتا شاید چور ہو۔ اور اس کے چکر میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس نے اُسے آزاد کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا۔''جا! میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ اگر پولیس کے ہاتھ لگتا تو وہ لوگ تجھے مار مار کر ادھ موا کر دیتے۔ سمجھے؟''

یہ سن کر کانے نے ہاتھ جوڑے اور سر پر پیر رکھ کر بھاگنے لگا۔ ہنومان کو یہ بات اچھی نہ لگی۔

''جگت! تم نے جلدی کی ہے۔ اُس کی حرکات اچھی نہیں تھیں۔''

''جانے دو اُسے۔'' جگت نے ماتک کی پشت پر جست لگاتے ہوئے کہا۔''اب ہمیں جلدی ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہئے۔ ساتھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے۔ برسات کے آثار نہیں رہے تھے۔ مگر ہنومان بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا۔ مبادا کانا پولیس کو اطلاع فراہم کر دے اس لئے پہلے سے خبردار رہنا بہتر تھا۔

کانا پکا بدمعاش تھا۔ پولیس کو انفارمیشن فراہم کرنے سے پہلے اُسے پورا معاوضہ کس طرح ملے گا یہ سوچ رہا تھا۔ وہ یقیناً جگت اور چندن کی شادی میں بڑی رکاوٹ بننے والا تھا......!

○○○

برکھا کے موسم میں چار مہینوں کے دوران جگا ڈاکو نے پورے علاقے میں سنسنی پھیلا دی۔ وہ برق کی طرح حملہ آور ہوتا اور ڈاکہ ڈالنے کے بعد طوفان کی طرح غائب ہو جاتا۔ موسلا دھار برستی ہوئی بارش کی سیاہ راتوں میں کیچڑ سے لبریز پگڈنڈیوں اور گدلے پانی سے چھلکتے ندی نالوں سے گزرتی ہوئی جگت سنگھ کی پارٹی مخصوص ٹھکانوں پر اچانک چھاپے ڈال کر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے گھروں میں چھپائی ہوئی یا زمین میں دفن کی ہوئی دولت کو آزادی دلاتی تھی۔ جگا کا نام سن کر وڈیروں کے دل دہل جاتے تھے۔ اگر کوئی مال حوالے کرنے میں پس و پیش کرتا تو جگا کی تیز اور خوفناک نظریں اُس کے حواس غائب کر دیتی تھیں۔

چھاپہ مارنے سے پہلے کتنا مال اور دولت کہاں اور کس جگہ موجود ہے، جگا اس کے متعلق پوری اطلاع حاصل کر لیتا تھا۔ یہی بات تھی کہ وہ اپنے نشانے پر پہنچ کر اپنے شکار کو یہی حکم دیتا۔

"جلدی مال نکالو...... میں جانتا ہوں کہاں ہے۔"

بے چارے شکار کے حواس ہوا ہو جاتے تھے۔ وہ سمجھ جاتا تھا کہ مال کہاں چھپایا ہے، اس کی جگا کو مکمل اطلاع ہے۔ لہٰذا اگر چھپانے کی کوشش کی تو اس صورت میں ظالم کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔

جگت کا رعب ایسا طاری ہو چکا تھا کہ جھوٹ بولنے والے پر وہ کبھی رحم نہیں کرتا تھا۔ ایک وڈیرے نے جھوٹ بولا تھا مگر جگت نے بائیں ہاتھ کے ایک تھپڑ میں اُس کے دو دانت نکال باہر کیے تھے۔ پیٹ میں پڑنے والا اُس کا گھونسہ طاقتور سے طاقتور آدمی کو بھی گرا دیتا تھا اور اُس کے منہ سے جھاگ نکل پڑتے تھے۔

کسی سود خور بیوپاری کے گھر پر جگا کی پارٹی نے ڈاکہ ڈالا۔ بیوپاری کو سن گن لگ گئی تھی۔ اُسی لمحے اُس نے اپنے لڑکے کو پچھلے دروازے سے باہر بھیج دیا تاکہ پولیس کو اطلاع کر دے۔ آدھے گھنٹے تک بری طرح پٹتے رہنے کے باوجود اُس نے یہ نہیں بتایا کہ مال کہاں چھپا ہوا ہے بلکہ جہاں بیٹھا تھا وہاں سے کھسکا تک نہیں۔ اُس کے ہونٹوں سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ چہرے پر مار کے نشان اُبھر رہے تھے۔ اُس کی رُوح وداع ہو رہی تھی مگر وہ پھر بھی دولت چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ کچھ مار سہہ لے، جب تک اُس کا لڑکا پولیس کو لے کر آ جائے گا وہ خود لٹنے سے بچ جائے گا اور جگا ڈاکو کی گرفتاری کا دو ہزار انعام بھی پا لے گا۔

مگر اُس بے چارے کا حساب غلط ہو گیا۔ کیونکہ اُس کا لڑکا جب مکان سے باہر نکل رہا تھا، ہنومان نے اُسے دیکھ لیا۔ ہنومان نے عقب سے ہاتھوں کے شکنجے میں اُسے جکڑ لیا۔ اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر چند گھونسے اُس کی پسلیوں پر لگائے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

ہنومان کی عادت تھی کہ وہ جس کو بھی مارنا شروع کرتا اُس وقت اُس پر جنون سوار ہو جاتا تھا۔ جگت کئی بار اُسے ٹوک چکا تھا کہ کسی کو مر جانے کی حد تک نہیں مارنا چاہیے۔ جگت کے حکم کی وجہ سے ہنومان کے ہاتھوں درجن بھر جانیں بچ چکی تھیں۔

بیوپاری کا لڑکا جب بے ہوش ہو گیا تو ہنومان نے اُس کے ناک پر اُنگلیاں رکھ کر اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اُس کی سانس چل رہی ہے۔ اُس کی وہ زیادہ ہی مرمت کر چکا تھا۔ لہٰذا کہیں رخصت نہ ہو جائے، ایسا ہونے کا اُسے ڈر محسوس ہوا کیونکہ جگت کی ناراضگی کا ڈر تھا۔ دو چار بار اُسے اچھی طرح ہلایا جلایا مگر اُس پر گہری بے ہوشی طاری تھی۔ ہنومان اُسے گھسیٹ کر کنوئیں کے قریب لے گیا۔ پانی کی بھری ہوئی بالٹی نکال کر اُس کے چہرے پر انڈیل دی۔ کچھ دیر بعد اُس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ ہنومان نے اُس کے سینے پر رائفل کی نال رکھ کر سخت لہجے میں کہا۔

"بیوقوف! اب اگر تم بے ہوش ہوئے تو گولی مار دوں گا، سمجھے؟ بتا چھپ کر کہاں جا رہا تھا؟"

"پ...... پپ پولیس......"

یہ سن کر ہنومان کا جی چاہا کہ رائفل کی لبلبی دبا کر اُس کا سینہ چھلنی کر دے مگر اُس نے لڑکے کا گریبان پکڑ کر کھڑا کر دیا اور پیٹھ پر رائفل کی نال لگا کر دھکیلتا ہوا گھر میں لے آیا۔ اندر اُس کا باپ بے ہوش ہو چکا تھا۔

بچن، ہوشیار اور کرپال نے ملی ہوئی اطلاع کے مطابق تھوڑا سا مال باورچی خانے کی زمین سے نکالا مگر ایسے زبردست بیوپاری کے گھر سے چار پانچ ہزار کا مال لے کر واپس جانا اُن کی توہین تھی۔ جگت سوچنے لگا، بیوپاری کے ہوش میں آنے تک انتظار کیا جائے یا نہیں؟

گھر کی خواتین اور بچے کمرے کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے تھے۔ جگت نے اُن سے کہا۔ "تم لوگوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اگر تم بالکل خاموش رہے۔"

مکان میں بالکل سناٹا تھا۔ اسی لمحے ہنومان بیوپاری کے لڑکے کو لے کر مکان میں داخل ہوا۔

"یہ کون ہے ہنومان؟" جگت نے تعجب سے لڑکے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

ہنومان نے بے ہوش بیوپاری کو لات رسید کرتے ہوئے کہا۔ "اس گدھے کا بچہ ہے۔ حرامی اور پولیس کو اطلاع دینے جا رہا تھا۔" یہ سنتے ہی بیوپاری جھٹ سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ لڑکا پولیس کو لے آئے گا اس انتظار میں وہ بیہوش ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔

اب جگت کو غصہ آ گیا۔ پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کرنے والے شخص پر وہ برہم ہو جاتا تھا۔ جگت نے اپنے فولادی ہاتھ پھیلا کر بیوپاری کا چہرہ بری طرح جکڑتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔

"سور کا بچہ...... پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کر رہا تھا؟"

جگت کے دونوں ہاتھوں کی گرفت بیوپاری کی گردن کے گرد سخت ہوتی گئی اور بیوپاری کی آنکھیں اُبل پڑیں۔ اُس کی پیشانی کی نسیں پھول گئیں۔ باپ کی موت سامنے دیکھ کر لڑکے نے جگت سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"م...... میں بتاتا ہوں دولت کہاں چھپائی ہے۔ آپ انہیں چھوڑ دیں۔"

لڑکے کے الفاظ نے جگت کو اور مشتعل کر دیا۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے ایک تھپڑ اُس کے جبڑے پر مارا اور وہ چکرا کر رہ گیا۔ مگر ایک فائدہ یہ ہوا کہ جگت کے ہاتھوں سے اُس کے باپ کی جان بچ گئی۔ بیوپاری بیہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ بیہوش آدمی کو جان سے مارنا جگت کا اصول نہ تھا۔ اُس نے باپ کو چھوڑ کر جگت لڑکے کی جانب متوجہ ہوا۔ "مال کہاں چھپایا ہوا ہے...... یہ بتا دے پھر میں تجھے پولیس کو اطلاع فراہم کرنے کی کوشش کی سزا نہیں دُوں گا۔"

لڑکے نے سب کچھ بتا دیا۔ لڑکے کے بتائے ہوئے ٹھکانوں سے سب زیورات اور دولت نکال لی گئی۔ ایک طرف سونے چاندی کے زیورات اور چاندی کے سکوں کے بنڈل بنائے جا رہے تھے جبکہ دوسری جانب جگت اور ہنومان نے بیوپاری کے لڑکے کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اُس کے ہاتھ پیر اچھی طرح کسنے کے بعد اُسے کنویں میں اُلٹا لٹکانے کا انتظام کر لیا۔

گھوڑوں کی پیٹھ پر لوٹ کا مال باندھ لیا گیا۔ بیوپاری کے بیوی بچے کمرے میں دبکے بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر لیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ روانگی سے پہلے جگت نے کرپال سے کہا۔ "مکان میں قلم، دوات اور کاغذ تلاش کر لاؤ اور میں جس طرح بتاؤں، لکھ دو!"

کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد کرپال مطلوبہ چیزیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اُس نے جگت کے حکم پر لکھنا شروع کیا......

"جگت سنگھ عرف جگا تحریر کر رہا ہے کہ پولیس انسپکٹر سنہا! تمہارا پولیس ڈیپارٹمنٹ کافی کنجوس واقع ہوا ہے۔ میرے سر کے لئے صرف دو ہزار روپے رقم کا اعلان کر کے تم نے میری ہتک اور اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ انعام کے لالچ میں مجھے گرفتار کرانے کا خطرہ مول لینے والے کو میں زندہ نہیں چھوڑتا اور ایسے خون کی ذمہ داری پولیس ڈیپارٹمنٹ پر ہو گی۔ جگت کی طرف ہاتھ بڑھانا آسان نہیں۔ تم لوگوں میں ہمت ہے تو خود آ کر! مقابلہ کرو۔ ہم ہر وقت کھلے عام سر پر کفن باندھ کر گھوم رہے ہیں اور تم تو سرکار سے تنخواہ پا کر بھی موت سے ڈرتے ہو۔ دوسروں کو موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی دعوت مت دو۔ خود آ کر! میں ہر وقت تیار رہوں گا۔ کبھی بھی اور کسی جگہ پر بھی مقابلے کے لئے تیار رہنا۔"

پولیس کے لئے چیلنج لکھنے کے بعد خط کو گھر کے بیرونی دروازے پر لٹکا دیا، اور وہاں سے پانچوں ساتھی خاموشی سے غائب ہو گئے۔

دوسرے دن انسپکٹر سنہا اطلاع ملنے پر پولیس پارٹی کے ساتھ بیوپاری کے گھر پہنچا۔ دروازے پر ہی جگا کا چیلنج لٹکا دیکھ کر اُسے جھپٹ لیا اور تیزی سے پڑھنے لگا۔

جگا کا پیغام پڑھ کر برہم ہو گیا اور ہاتھ کی مٹھیاں میز پر مارتے ہوئے چیخا۔

"جگت اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے؟ کوئی ڈاکو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ سینے میں پولیس کی گولی یا گلے میں پھانسی کا پھندا کوئی ایک انجام اس کے ہاتھ کی لکیروں میں لکھا ہوا ہے اور یہ اُس کا مقدر بن چکا ہے۔ میں اُسے اچھی طرح سبق دُوں گا کہ سیر پر کوئی سوا سیر بھی ہے۔"

انسپکٹر سنہا جوش و غضب سے بھرا ہوا واپس آ گیا۔ وہ رات بھر سو نہ سکا۔ جگا کا زور روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پولیس کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

وہ سوچتا تھا کہ لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے بھی ظالم ڈاکو کو گرفتار کرانے میں پولیس کی مدد کے لئے لوگ آگے آنے کی بجائے عوام اُس کی بہادری کے گیت کیوں گاتے ہیں؟ حالانکہ جگا کی انسانیت دوستی کے قصے سن کر اکثر وہ بھی اسی اُلجھن میں گرفتار ہو جاتا تھا کہ ایسا ظالم انسان اتنا رحم دل کس طرح ہے؟ کیا یہ لوگوں کے دل جیتنے کا نسخہ تھا یا پھر اُس کے اچھے خاندان کا خون اُس کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا؟

خیالات کی یلغار نے انسپکٹر سنہا پر حملہ کر دیا تھا۔ جگا کی جانب سے ملے ہوئے چیلنج میں اُس کا غرور جھلک رہا تھا۔ جب تباہی کی جانب انسان بڑھتا ہے تو اُس پر غرور اور تکبر سوار ہو جاتا ہے یہی اُس کے بھیانک انجام کی پیش بندی ہوتی ہے۔ جگا کا انجام بھی اب قریب ہے اور وہ بھی اس کے اپنے ہاتھوں۔

انسپکٹر سنہا سوچ میں گم ہو گیا......

صبح سب سے پہلے انسپکٹر سنہا نے اعلان کیا۔ "آج سے چھ ماہ کے اندر اندر میں جگا کو ختم نہ کر سکا تو اپنے ڈیپارٹمنٹ سے استعفیٰ دے کر نوکری سے چلا جاؤں گا۔" اس کے ساتھ ہی اُس نے جگا کے سر کی قیمت دو ہزار سے بڑھا کر پانچ ہزار کر دی۔

جگت نے جو کچھ سوچا تھا وہی ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا انسپکٹر سنہا کو چیلنج لکھ کر وہ سنہا کو مشتعل کر دے گا۔ مگر کوئی انعام کی لالچ میں آ کر اُسے گرفتار کرا دے یا کسی ساتھی کی غداری اُسے جال میں پھنسا دے، اس سے بہتر یہی تھا کہ انسپکٹر سنہا جیسے بہادر افسر کا مقابلہ کر کے موت کو گلے سے لگانے میں ہی وہ اپنی عزت محسوس کرتا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے مسکرا کر کہا۔

"چلو سنہا نے چھ ماہ کی مدت دی ہے۔ انعام کی رقم بھی بڑھا کر پانچ ہزار کر دی ہے۔ اب مقابلہ ذرا سخت رہے گا۔"

"اس کی بجائے ہم کیوں نہ سنہا کو ہی ختم کر دیں......؟" ہنومان نے مشتعل ہو کر مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔ "پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہمارے مخبروں کی جانب سے انسپکٹر سنہا کی نقل و حرکت کی اطلاع ملتی رہتی ہے۔ ایک بار ہم سب مل کر اُس پر ٹوٹ پڑیں۔"

"ایسا کرنا ممکن ہے......" ہوشیار نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔

"یہ مجھے اچھا نہیں محسوس ہوتا۔" جگت نے مردانہ وار جواب دیا۔ "مزہ تو تب ہے کہ وہ ہمیں فنا کرنے آئے اور خود فنا ہو جائے۔" جگت کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا۔ "اس سے پیشتر مجھے بچن والا کام ختم کرنا ہے۔ نہیں تو اطمینان کی موت نہیں مر سکوں گا۔"

O

دیوالی آنے تک جگت نے اپنے گروہ کو اچھی طرح منظم کر لیا۔ اب اُس کے ہمراہ با اعتماد اور بہادر افراد کے علاوہ ایسے ذہین لوگ بھی تھے جو اُس کے لئے مخبری کے فرائض انجام دیتے تھے۔

گروہ میں ان نو واردوں کو مکمل تربیت اور نئے اسلحہ کی فراہمی کے لئے جگا نے پے در کامیاب ڈاکے ڈالے۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ آہستہ آہستہ پنجاب پر اپنا اثر بڑھائے اور ا لئے اُسے بہت سے جانثاروں کی ضرورت تھی۔ پولیس کے متعلق اپنے مخبروں کے ذریعے اُ پل کی اطلاعات ملتی رہتیں۔ اس کے لئے اُس نے اپنے کئی آدمی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں پر بھی اُس کی کڑی نظر تھی تاکہ اُن میں سے کو کے ساتھ غداری کا مرتکب نہ ہو۔

اب تک جگت سنگھ کے گروہ کا پولیس سے دو بار مقابلہ ہو چکا تھا مگر وہ صرف ہلکی جھڑپیں ایک بار تو دونوں پارٹیوں کے درمیان شدت کی فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ کون سی پارٹی کہاں اس سلسلے میں دونوں پارٹیاں لاعلم تھیں۔ آدھے گھنٹے کی زبردست فائرنگ کے بعد جگت کی اندھیرے کا فائدہ اُٹھا کر کب غائب ہوگئی یہ پولیس پارٹی کی کچھ سمجھ میں نہ آسکا۔

دوسری بار دریا کے دونوں کناروں کی جانب سے گولیوں کی بوچھاڑ کی وجہ سے کافی خط صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ چاندنی رات تھی اس لئے صحیح نشانے کی سہولت دونوں کی تھی مگر بہتے دریا میں پانی چھ فٹ سے زیادہ اُونچائی پر تھا۔ پولیس کے درمیان پارٹی کے لئے دریا پار کرنا تھا۔ جھاڑیوں کی آڑ میں ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان کافی دیر تک گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ دوران دو پولیس مین اور جگا کا ایک نو تربیت یافتہ ساتھی زخمی ہوگئے۔

جگا نے جب محسوس کیا کہ پولیس پارٹی کی فائرنگ میں شدت نہیں رہی تو وہ مشکوک ہو شاید پولیس پارٹی کسی دوسرے راستے سے دریا پار کرنے کی تجویز پر عمل کر رہی ہو اور یہ بھی ممکن کہ اُنہیں گھیرا جا رہا ہو۔ جگت کی چھٹی حس اُسے خطرے سے پہلے ہوشیار کر دیتی تھی۔ جب خطر پر ہوتا تو جگت طاقت کی بجائے ذہن کو حرکت میں لاتا۔ اُس نے اپنی پارٹی کو حکم دیا۔

"فائرنگ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے جاؤ......!"

اُس نے صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ہی پولیس دوسرے کنارے پر پہنچ چکی مگر اُنہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا اس لئے کہ جگت موقع سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

دیوالی قریب آگئی۔

دیوالی میں تقریباً ہفتہ بھر باقی تھا جب جگت نے بچن سے کہا۔ "چلو! آج ہم تمہاری محبوبہ کے گھر جا کر تمہارا ابھی فیصلہ کر دیتے ہیں۔" جگت کے لبوں پر پُرشفقت مسکراہٹ تھی۔

جگت اور بچن جب اُس گاؤں میں پہنچے جہاں بچن کی محبوبہ رہتی تھی تو رات کے تقریباً نو بج تھے۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی بچن کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ دو سال پہلے کسی کی بیاہتا ہوئی اپنی محبوبہ کو اغوا کرنے کے لمحات جس قدر قریب ہو رہے تھے اُس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھ سب سے اہم سوال جو اُس کے ذہن میں کچوکے لگا رہا تھا وہ یہ تھا۔

"کیا اُچلا آج بھی اُسے اسی طرح چاہتی ہوگی؟ کیا وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گی؟"

اُچلا کے ساتھ بچن کا پیار، بچپن کی یاد تھی مگر اُچلا کے جواری باپ نے دولت کے لالچ میں اپنی کاؤر کے گاؤں بیاہ کر دیا۔ بچن کو اطلاع ملی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ شکستہ دل بچن اُچلا کے باپ کو کرنے پر تیار ہو گیا مگر قدرت نے بچن کی خواہش پوری کر دی۔ جوئے کے سلسلے میں اُچلا کے کا جھگڑا ہو گیا جس میں اُچلا کا باپ زخمی ہو گیا مگر اس سے پہلے اُس نے اپنے جواری ساتھی کو کر دیا اور اُسے عمر قید کی سزا ہوگئی۔ اس کے بعد اُچلا تنہا رہ گئی۔

اب دنیا میں اُس کا کوئی نہ تھا جس سے وہ اپنا دُکھ کہہ سکتی۔

دل شکستہ بچن فوج میں بھرتی ہو گیا۔ مگر اُچلا اُس کی رُوح میں سمائی ہوئی تھی۔ اُس کی تصویر کے لی وہ کوشش کے باوجود اپنے دل سے نہ مٹا سکا۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کے دل میں بھڑکتی ہوئی ے سے اُچلا بھی بے خبر نہ ہوگی اور اس یقین کی بنیاد پر وہ جگت کے ساتھ اُچلا کو اغوا کرتے کے لہ میں اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

پیچ در پیچ تنگ گلیاں پار کرتے ہوئے دونوں ایک مکان کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ جگت نے ا "بچن! میں اکیلا اندر جاؤں گا۔ تم اپنی رائفل مجھے دو اور میرا پستول تم رکھ لو۔ اس طرح کونے دبک کر کھڑے ہو جاؤ کہ کسی کو شک نہ گزرے۔ میں جب اُچلا کو لے کر باہر آؤں فوراً ہی تم ے گھوڑے پر بٹھا کر فرار ہو جاؤ گے۔ باقی کام میں خود نمٹا لوں گا۔"

دُور کونے میں دبک کر کھڑے ہوئے بچن نے دیکھا کہ جگت نے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ازہ کھلا، آنے والے کا چہرہ دیکھنے کے لئے لالٹین بلند کی گئی۔ لالٹین کی روشنی میں بچن نے دیکھا چلا ہی تھی۔ "تو کیا اُس کا شوہر گھر میں موجود نہیں؟" بچن نے سوچا۔

"کس کو تلاش کر رہے ہیں؟" دروازے پر کھڑے ہوئے جوان سے اُچلا نے دریافت کیا۔ ن کے شانے پر رائفل دیکھ کر وہ کچھ ہٹ گئی۔

"اُچلا بہن آپ کا نام ہے؟" جگت نے اطمینان کی خاطر پوچھا۔ "میں آپ کے رشتے ں کی جانب سے آیا ہوں۔ بچن کا دوست ہوں۔"

بچن کا نام سنتے ہی اُچلا کا چہرہ مسرت سے کھل اُٹھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اُس کے چہرے پر دُکھ سائے منڈلانے لگے۔ اُس کے ہونٹوں سے سرد آہ نکلی مگر فوراً ہی اُس نے اپنے آپ کو سنبھال "تشریف لائیے! وہ جب تک کھانا کھا رہے ہیں آپ یہیں بیٹھئے۔" اُچلا نے چارپائی بچھاتے ے کہا۔

اسی لمحے اُس کے شوہر کی آواز سنائی دی۔ "کون آیا ہے؟"

اُچلا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جگت نے دیکھا لالٹین دونوں کمروں کے دروازے کے یان لٹک رہی تھی جس سے دونوں کمروں میں مدھم سی روشنی تھی۔ مکان کی حالت اچھی دکھائی ں دیتی تھی۔ اُچلا کے حسین چہرے پر سکھ کی لالی نہیں تھی۔

"زبردستی بیاہی ہوئی اُچلا شاید بچن کا گھر آباد کرے گی۔" جگت کے دل میں اُمید جاگ ا۔ پھر اُس نے اُچلا کے شوہر کی آواز سنی۔

"بھائی! اندر تشریف لائیے۔"

جگت اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اُسی لمحے اُچلا نے پھرتی سے چار پائی اُٹھا کر کمرے میں لا کے بچھا دی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی جگت کی پہلی نظر جھولے پڑی اور وہاں سے گزرتی ہوئی اُچلا کے شوہر پر آ کر جم گئی۔ حیرت سے آنکھیں پھیلائے جگت دیکھنے لگا۔ اُس جوان شخص کے دونوں ہاتھ کلائیوں سے کٹے ہوئے تھے۔ اُس نے کٹے ہوئے ہلا کر جگت کا استقبال کیا۔ جھولے میں سوئے ہوئے بچے اور کھانے پر بیٹھے ہوئے شوہر کے در اُچلا دو کام ایک ساتھ انجام دے رہی تھی۔ دائیں ہاتھ سے وہ اپنے شوہر کے منہ میں روٹی کا دے رہی تھی اور اُس کا بایاں ہاتھ جھولے کو ہلا رہا تھا۔ اس منظر نے جگت کا دل ہلا دیا۔ چار پائی قریب رکھا ہوا پانی کا گلاس جگت نے ایک سانس میں حلق میں انڈیل لیا۔

''میں نے ابھی سنا ہے کہ آپ بچن سنگھ کے دوست ہیں۔'' اُچلا کے شوہر شاردول سنگھ نے کھاتے ہوئے کہا۔ ''میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اگر شادی سے پہلے مجھے اس بات کا پتہ چل جا میں شادی کرنے سے انکار کر دیتا۔'' اُس نے نوالہ حلق سے نیچے اُتار لیا۔ اس دوران خاموشی گئی۔ اُچلا نظریں جھکائے اپنے کام میں مشغول رہی۔ شاردول نے مزید کہا۔

''ویسے بھی مجھ سے بیاہ کر اس بیچاری کو کون سا سکھ ملا ہے؟ ایک طرف گھر میں جھولا دوسری طرف میرے ہاتھ کٹ گئے۔ کارخانے کی مشین سے یہ حادثہ ہوا۔''

اپنے شوہر کے لبوں سے پانی کا گلاس لگاتی ہوئی اُچلا بولی۔ ''پہلے آپ اطمینان سے کھا لیں۔ ابھی تو آپ آ کر بیٹھے ہی ہیں۔''

مگر شاردول پانی پی کر پھر کہنے لگا۔ ''بچے اور شوہر کی تیمارداری کا بار اُٹھا کر زندگی برباد کر رہی ہے۔ لوگوں کے گھر کا کام کر کے تھوڑا بہت کما لاتی ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت کھانا کھلا رہی ہے۔''

جگت کا دل دہل رہا تھا۔

''کارخانے کے مالک نے اس کا کوئی معاوضہ دیا؟'' جگت نے دریافت کیا۔

''معاوضہ......؟'' شاردول سنگھ کے لبوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ''مجھے دھکے دے نکال دیا گیا۔ میں نے بڑی عاجزی کی کہ سیٹھ صاحب! میں اپنے پیروں سے جو کچھ کام ہو سکے کرنے کو تیار ہوں میری روزی مت چھینو۔ مگر اُس نے ہاتھ کٹنے کے بعد ڈاکٹر کو علاج کے تک نہ دیئے وہ روزی کیا دیتا؟''

شاردول کھانا کھا چکا تو اُچلا نے بھیگے ہوئے ہاتھ سے اُس کا چہرہ صاف کیا۔

کھانے سے اُٹھتے ہوئے اُس کے شوہر نے کہا۔ ''اب تم بھی کھانا کھا لو! اتنی دیر میں ان سے بات کر لوں۔'' جگت نے دیکھا کہ شاردول کے برتن میں جو جوٹھا بچا ہوا تھا، اُچلا وہی کھانے لگی شاید یہ اُن کا روز کا معمول ہوگا۔

اب تک جگت نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے اُس کا ذہن اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس نے محسوس کیا کہ سخت کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا...... ''قدرت نے جس شخص کے ہاتھ چھین لئے ہوں ایسے اپاہج سے اُس کی بیوی چھینی جا سکتی ہے؟''

شاردول نے جگت سے اُس کا نام پتہ اور کام دریافت کیا۔ اس وقت جگت نے بات اڑا دی بچن کے متعلق سوالات کے جواب میں اُس نے کہا۔

''ہاں، وہ فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ مگر وہاں سے فرار ہو کر اب جگا ڈاکو کی پارٹی میں شامل ہے۔''

''اوہ......!'' شاردول نے متعجب انداز میں کہا۔

اُچلا نے بھی اس بات سے سخت ذہنی اذیت محسوس کی۔

''یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔'' شاردول نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں اُچلا بیاہ نہ کرتا تب بچن سنگھ اس راستے پر نہ ہوتا۔''

جگت نے کنکھیوں سے اُچلا کی آنکھوں کے کونوں پر تیرتے ہوئے آنسو دیکھے۔ اُسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کچھ حاصل کرنے آیا تھا اور کچھ حاصل کئے بغیر واپس نے کو تیار ہو گیا تھا۔ مگر اسی وقت اُسے بچن سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا۔ لیکن کچھ سوچ کر اُس نے سر ہلا دیا اور شاردول سنگھ سے بولا۔

''اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں اُچلا بہن سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''ارے، خوشی سے...... اگر کہیں تو میں باہر چلا جاؤں؟'' شاردول نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

اُچلا کو کافی حیرت تھی۔ ایک انجان شخص اُس کے ساتھ تنہائی میں کیا بات کرنا چاہتا تھا؟ کیا بچن نے کوئی پیغام بھیجا ہے؟ مگر اُس نے دیکھا کہ بات اس کے برعکس نکلی۔

جگت نے اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے کچھ کہا اور جانے سے پہلے جھولے میں لیٹے ہوئے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور روپوں کی تھیلی جھولے میں رکھ کر پراسرار طور پر تیز قدموں سے چلتا ہوا گھر کے باہر چلا گیا۔ اُچلا نے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر دیکھا کہ دو گھوڑ سوار اندھیرے کی چادر میں چھپ گئے۔ وہ سمجھ گئی یقیناً دوسرا شخص بچن سنگھ ہے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اُس نے اپنے شوہر سے کہا۔ ''اجنبی شخص جگا ڈاکو تھا......!''

جگت کو خالی ہاتھ واپس لوٹتے دیکھ کر بچن مایوس ہو گیا مگر جگت کے چہرے پر پھیلی ہوئی اُداسی کی چادر دیکھ کر اُس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ دونوں خاموشی سے آگے بڑھتے ہوئے دور نکل آئے۔ بچن نے اپنی ہمت مجتمع کرتے ہوئے پوچھا۔

''جگت! کیا ہوا؟ اُچلا کیوں نہیں آئی...... کیا اُس کے شوہر نے اُسے روک لیا؟'' پھر اُس کی آواز میں تلخی پیدا ہو گئی۔ ''کیا وہ اتنا بہادر تھا کہ تم جیسے کو وہاں سے خالی ہاتھ لوٹنا پڑا؟''

''بچن......!'' جگت نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''وہ اتنا کمزور تھا کہ میں اُس سے اُس کی بیوی نہ چھین سکا۔ اُچلا کے شوہر کے ہاتھ کٹ گئے ہیں جبکہ وہ ایک بچے کا باپ بھی ہے۔'' جگت نے پوری کہانی بچن سنگھ کو تفصیل سے سنا دی۔ اُچلا سے تنہائی میں کی گئی بات سن کر بچن سنگھ سوچ میں گم ہو گیا۔ اُچلا نے کہا تھا۔

''جگت بھائی! جب کہ میرے شوہر کو میری ضرورت ہے اس وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں تو عورت کے نام کو دھبہ لگ جائے گا۔ مگر آپ بچن کا خیال رکھئے گا۔ اُسے کسی اچھی لڑکی سے بیاہ کرا دیں۔ اپنے بچے کا نام بھی میں نے بچن سنگھ ہی رکھا ہے یہ اُسے بتا دینا!''

بہت دیر تک بچن خاموش رہا۔ جگت اُس کا دُکھ جانتا تھا اُس نے بچن کی پیٹھ تھپکتے ہوء
"مرد ہو کر اتنے کم ہمت نہ بنو دوست! اب میں نے تمہارے حصے میں سے کچھ رقم اُچھالا کے گ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس طرح تم اُس کو زندگی دے سکتے ہو اور اپنے دل کا بوجھ بھی ہلکا کر سکتے
اس کے بعد دونوں خاموشی میں ڈوب گئے۔

O

دیوالی سے پہلے جگت کا ماموں ہزارہ سنگھ سوا سال کی قید بھگت کر جیل سے باہر آیا۔ اس جگت کے نانا جیل کے دیو ہیکل دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ہزا کا دل اپنے والد کو دیکھ کر بھر آیا۔

بیٹا باپ سے اچھی طرح واقف تھا۔ بھانجے کا انتقام لئے بغیر گھر واپس نہ لوٹنے والا فولادی جگر کا انسان دس پندرہ میل پیدل چل کر صبح کے وقت ہی اُسے لینے کے لئے آ گیا۔

اس بات سے ہزارہ سنگھ متعجب تھا۔ محبت سے جھکتے ہوئے ہزارہ سنگھ نے اُن کے پیر تھا مگر اسی لمحے اُس کے شانے تھام کر اُس کے والد نے اُسے سینے سے لگا لیا۔

مرد کی آنکھ میں دُکھ تو کیا مسرت کے آنسو بھی نہیں ہوتے، اس بات پر یقین رکھنے والے نانا خون کی گرمی سے پگھل گئے اور اُن کی آنکھیں برسنے لگیں۔

بیٹے کو آنسو نظر نہ آئیں اس لئے انہوں نے ہزارہ سنگھ کا سر اپنے سینے میں دبا لیا اور جلدی صافے کے کنارے سے آنسو خشک کر لئے۔ والد کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہزارہ نے پو
"باپو! آپ کافی دُبلے ہو گئے ہیں۔"

"یہ تو بیٹے بڑھاپے کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہوں۔ اب تو آنکھوں کی روشنی بھی مدھم ہو گئی۔ پانی بھی بھر آتا ہے۔" یہ کہہ کر پھر ایک بار اُنہوں نے آنکھیں خشک کیں، پھر بولے۔ "مگر تمہیں تو جیل کی خوراک بھا گئی ہے۔ مجھے تو محسوس ہوتا تھا کہ جیل کی خوراک تمہیں کمزور کر دے کیونکہ جیل میں کھانا کم اور مزدوری زیادہ کرنی پڑتی ہے، تمہارا جسم بھی حرامخوروں نے جلا دیا ہ مگر تم تو پہلے سے زیادہ تندرست نظر آ رہے ہو۔"

"یہ بھی عمر کی وجہ سے ہے باپو!" پہلی بار ہزارہ نے باپو سے پُر مذاق لہجے میں کہا۔ "جوانی تو جسم مضبوط ہوتا ہی ہے۔ اور دوسرے بھانجے کی وجہ سے بھی۔"

نانا سمجھے کہ جگت بڑا ڈاکو بن گیا ہے اس لئے مسرت کے سبب اُس کی صحت پر اچھا اثر پڑا۔ لیکن ہزارہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ "پہلے تو مجھے ان لوگوں نے نو مہینے تک بہت پر یا کیا۔ مزدوری ڈبل کراتے جب کہ آدھی خوراک ملتی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اگلے چھ ماہ میں جسم ٹوٹ جائے گا اور جب آپ سے ملاقات ہو گی تو میرا جسم سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہو گا۔ مگر جب ج ڈاکو بن گیا تو ساری جیل مجھے ڈاکو کے ماموں کے نام سے جاننے لگی۔ لوگ میری عزت کر لگے۔ بات بات پر ڈانٹنے والا داروغہ تو ایک دن میں نرم ہو گیا۔ پھر تو ڈبل کھانا اور آدھا کام ہوتا۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ پھر داروغہ خود ہی مجھے اطلاع دیتا تھا کہ تمہارے بھانجے آج فلاں جگہ ڈاکہ مارا ہے اور فلاں کو قتل کیا ہے۔"

نانا کو مسرت ہوئی۔ "یہ بات ہے۔ جگت نے باہر تو باہر جیل میں بھی رعب طاری کر دیا ہے۔"
باپ بیٹے دونوں آگے بڑھنے لگے۔ راستے کے ایک جھگی نما ہوٹل میں دونوں نے ایک ایک ں لسی پی اور اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن اُنہیں جانا کہاں ہے؟ یہ دونوں میں سے کوئی نہیں کہتا تھا اور یک دوسرے سے معلوم کرتا تھا۔

نانا سوچ رہے تھے کہ انہوں نے انتقام لئے بغیر بیٹے کو گھر نہ آنے کو کہا ہے۔ شاید وہ جیل سے آ کر گھر آنے کے متعلق سوچ رہا ہو۔ لہٰذا اُسے کسی طرح روکنا چاہئے۔ ہزارہ اس خیال سے بوش تھا کہ سوا برس جیل میں گزارے ہوئے بیٹے کو ابا گھر چلنے کے لئے کہیں گے تو وہ انکار کس ح کر سکے گا؟

"آج میں انہیں یاد دلاؤں گا کہ باپو! آپ نے مجھے حساب صاف کئے بغیر گھر آنے کے لئے کیا تھا......" ہزارہ سوچ رہا تھا۔

اس اُلجھن میں راہ چلتے ہوئے وہ دونوں ایسی جگہ آ کر رُک گئے جہاں سے دو راستے الگ تے تھے۔ ایک رتیا کی جانب اور دوسرا دھرم پور کی سمت۔ دونوں کے قدم ایک ساتھ رُک گئے۔ وش خاموش سے دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکنے لگے۔ دونوں سمجھ گئے کہ وہ ابھی اس بات کو بھولے نہیں ہیں۔

باپو کی اُلجھن ختم کرنے کی غرض سے ہزارہ سنگھ نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "باپو! آپ بھی میرے لور رتیا چل رہے ہیں؟......راہ میں باتیں کرتے ہوئے چلیں گے۔ وہاں بہن اور بہنوئی آپ کو کر خوش ہوں گے۔ شام کو گھر لوٹ جایئے گا۔"

نانا سمجھ گئے کہ بیٹا بھی اُن کی طرح بات کا دھنی ہے۔ وہ کچھ کہتے کہ ان سے پہلے ہزارہ نے ید کہا۔ "باپو! مجھے پتہ ہے کہ ابھی ایک دشمن زندہ ہے۔ اُسے ختم کرنے کے لئے مجھے وہاں جانا ے گا۔ مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ جگت نے اتنے مہینوں سے ڈاکو بننے کے بعد اُسے زندہ کیسے ے دیا؟ شاید یہ قتل اُس نے اپنے ماموں کے لئے بچایا ہے۔ اچھا ہی ہوا، بھانجے کے ساتھ ڈاکو نے کے لئے کچھ بہانا تو چاہئے۔"

ہزارہ کی زبانی اتنی جلدی ایسا سننے کے متعلق نانا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ بیٹا جیل سے چھوٹ ابھی گھر نہیں پہنچا تھا اور قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ نانا کی چال دھیمی ہو گئی مگر اُنہوں نے پے دل کو مضبوط کیا۔ اب اُن کی چال میں تیزی آ گئی تھی۔ جس بیٹے کو خود اُنہوں نے انتقام کے تے پر ڈال دیا اُسے کس منہ سے روک سکیں گے؟...... رتیا گاؤں میں جب وہ دونوں داخل ے تو لوگ اُنہیں دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے

"جگا کا ماموں جیل سے باہر آ گیا ہے۔ اس لئے اب موہن سنگھ لمبے عرصے تک نہیں جی سکے ۔ پولیس کی نگرانی اور حفاظت کے سبب وہ جگت سنگھ سے تو بچ گیا ہے مگر اب اُن کے ماموں سے کر کہاں جائے گا؟"

جگت کی ماں نے دروازہ کھولا۔ اپنے سامنے بھائی اور والد کو کھڑے دیکھ کر اُنہیں سخت تعجب ا۔ ہزارہ آج رہا ہو گا یہ تو اُنہیں پتہ تھا، مگر وہ رہا ہو کر سیدھا یہیں آئے گا اس بات کی اُنہیں اُمید

نہیں تھی۔ ہزارہ نے بہن کے پیر چھوئے۔ بہن نے اُس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"جیتا رہ ویرا!"

پھر اُس نے اپنے باپ کے قدم چھو کر کھڑکی بند کر دی۔ اُس نے دیکھا باہر کھڑے متجسس لوگ اُن کے دروازے کو بند ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

"دیکھئے تو ہمارے گھر کون آیا ہے؟" جگت کی ماں نے اندر کی طرف رُخ کرتے ہوئے آواز سے کہا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر جگت کے باپو باہر آئے۔ اُنہوں نے پُر مسرت نظروں سسر اور سالے کو دیکھا اور متعجب انداز میں استقبال کیا۔

"معلوم ہوتا ہے ہزارہ کو لے کر آپ سیدھے یہیں آئے ہیں۔"

وہ لسی پیتے ہوئے ایک دوسرے کو معلومات فراہم کرنے لگے۔ ہزارہ نے دیکھا بیٹے کی جدائی نے بہن کے چہرے پر جھریاں ڈال دی تھیں۔ اُنہیں اطمینان دلانے کی غرض سے اُس نے "بہن! جگا نے تو سارے علاقے پر رُعب طاری کر دیا ہے۔ میں نے سوا برس جیل کی سلاخوں پیچھے برباد کیا، جبکہ اُس نے چھ ماہ ہی میں شیخوپورہ کی حکومت لے لی ہے۔"

نانا نے اُس کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔ "ہاں..... اور اس گھر میں رانی بھی آنے والی ہے دو ماہ میں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" ہزارہ نے متعجب آواز میں پوچھا۔ "جیل میں مجھے بہت اطلاعات سننے کو ملیں مگر یہ میرے لئے نئی اطلاع ہے۔"

"ایسی باتیں کیا عام ہوتی ہیں؟" نانا نے مدھم آواز میں کہا۔ "چندن کور نے خود بیاہ کی دعوت دی تھی۔ پھر اُس سے انکار کس طرح ہوتا؟ پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر باجے گاجے بارات لانی ہے ہمیں۔"

"اس کی فکر نہ کریں۔ بھانجے کو اطلاع پہنچا دیں کہ ماموں جیل سے رہا ہو کر آ گیا ہے۔ دیکھتا ہوں اُس کے بیاہ کو کون روکتا ہے۔" ہزارہ نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"ہزارہ! تم باہر آ گئے ہو اس بات کی اطلاع جگا کو پہلے ہی مل چکی ہے۔ پرسوں ہی اُس کا سادھو کے بھیس میں گھر آیا تھا۔" سوہن سنگھ نے کہا۔ "تمہارے بھانجے نے پیغام بھیجا ہے۔ کہا ماموں سے کہنا نانا کا خیال رکھیں اور فی الحال رتیا میں ہی قیام کریں۔"

"اس میں اُس نے نئی بات کیا کی ہے؟ میں فی الحال یہیں مقیم ہوں۔" ہزارہ نے کہا۔

اسی لمحے جگت کی ماں نے درمیان میں کہا۔ "جگت نے پیغام بھیجا ہے، یہ ٹھیک ہے۔ مگر تمہیں باپو کے ساتھ دھرم پور رہنا ہوگا۔ ہمیں جس قدر تمہاری ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ باپو کو ضرورت ہے۔ اس عمر میں بیچارے باپو کو....." یہ کہتے ہوئے اُن کا دل بھر آیا۔

بیٹی کی بات سن کر نانا نے فوراً کہا۔ "بیٹی! ہزارہ کے لئے ہم کیوں فکر کریں؟ یہاں رہے یا وہاں، یہ چند دن کا مہمان ہے۔"

"یعنی..... آپ کا مطلب کیا ہے؟" جگت کے ماں باپ نے ایک ساتھ پوچھا۔

"یہ بھی بھانجے کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ باقی بچے ہوئے دشمن کو بھی ٹھکانے لگانا ہے۔"

"کیا.....؟" ماں جی چیخ اُٹھیں۔ "باپو! آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ کیا گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو ایک انتقام کی آگ میں جھونک دیں گے؟ بیٹا تو گیا مگر اب بھائی کو میں اس راستے پر نہیں جانے دوں گی۔" پھر آنسو بہاتے ہوئے اُنہوں نے مزید کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو آپ مجھے زندہ نہیں دیکھیں گے۔"

سوہن سنگھ درمیان میں بولے۔ "تم تو رونے لگیں اور اپنے بیٹے کے بیاہ کے متعلق باپو کو کہنا بھول ہی گئیں۔" پھر نانا سے کہا۔ "جگت نے پیغام بھیج کر شادی کا دن اور وقت مقرر کر دیا ہے جس میں اب صرف ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔ اُس نے کہلوایا ہے کہ شادی کی تمام تیاریاں مکمل کر لی جائیں۔ اور یہ کہ شادی کی رسومات آدھی رات کے وقت کسی انجان جگہ پر ہوں گی۔ اُس نے یہ بھی کہلوایا ہے کہ شادی کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔ صرف گھر کے افراد بیاہ میں حاضر ہوں۔"

"بہن! اب تو آپ ساس بن جائیں گی۔" ہزارہ نے ماں جی کی ڈھارس بندھانے کی غرض سے کہا۔

"بھائی..... یہ تو بھگوان جانے۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہی ہوگا..... مجھے تو پولیس انسپکٹر سنہا کا خوف ستا رہا ہے۔ چھ ماہ میں جگت کو گرفتار کرنے کا اُس نے عہد کیا ہے۔"

"بیٹی! تو ایسی اچھی بات کے درمیان منحوس باتیں کیوں کر رہی ہے؟" نانا نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "سنہا کیا خدا کا بیٹا ہے؟ وہ کہتا ہے تو کیا وہ جگت کو چھ ماہ میں گرفتار کر لے گا؟" پھر سوہن سنگھ کی جانب منہ کر کے کہنے لگے۔ "تم دودھیا گاؤں جا کر شادی کی تیاری کی بات کر آؤ۔"

"میں بھی اپنے بہنوئی کے ساتھ جاؤں گا۔" ہزارہ نے پُر مسرت لہجے میں کہا۔

مگر نانا نے انکار میں سر ہلا دیا۔ "نہیں..... تم دونوں جاؤ گے تو پولیس مشکوک ہو جائے گی۔ لہٰذا انہیں اکیلے جانے دو۔ دیوالی کے اوقات میں جائیں گے تو کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔"

○

شادی کے دن اور تاریخ کے بارے میں سن کر چندن کور اور اُس کے باپ کو مسرت ہوئی۔ اُن کے علاوہ کانے کو بھی بے حد مسرت ہوئی۔ تین چار ماہ کے دوران اُس نے چندن کور کے مکان میں اپنا اڈا بنا لیا تھا۔ جگت اور ہنومان جس رات چندن کور سے ملاقات کی غرض سے آئے اُس وقت سے اُس نے جگت کے سر پر مقرر کیا ہوا انعام حاصل کرنے کی غرض سے کوشش شروع کر دی تھی۔ خود کو بے آسرا اور بے کار ظاہر کر کے وہ چندن کور کے باپ کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُس کے گھر کا جھاڑو وصفائی اور دوسرا چھوٹا موٹا کام کانے کے ذمے تھا۔ اس کے بدلے میں اُسے پیٹ بھر روٹی ملتی تھی۔ دو تین ماہ تک وہاں اُسے شادی کے متعلق کوئی آثار نظر نہیں آئے اس لئے انعام پانے کی تمنا مایوسی میں بدلنے لگی۔ اُنہی دنوں اُسے اُمید کی کرن نظر آئی۔ بشن سنگھ نے چپ چاپ چندن کور کے لئے بیاہ کے جوڑے سلوانے کی غرض سے گھر میں درزی بٹھایا۔ چندن کی چال میں بھی نئی اُمنگ نظر آنے لگی۔ اُس کے چہرے پر پھوٹتی ہوئی مسرت کی روشنی کنواری لڑکی کے بیاہ کی پُر مسرت خبر کی گواہی دے رہی تھی۔

کانا گھر کے کام کے بہانے باپ بیٹی کی ہر بات سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس دوران جگت

کے آبادیوالی کے بہانے بشن سنگھ سے ملنے آئے۔ اُس دن کانا بیماری کا بہانہ کر کے دن بھر گو رہا۔ اُس کے تیز کانوں نے شادی کا پروگرام سن لیا اور اُس کا دل ناچ اُٹھا۔ اُس کو تین مہینے جھیلنے کے بدلے میں تین ہزار سے زیادہ انعام ملنے والا تھا۔ وہ قدرت کی مہربانی دیکھ رہا تھا۔ زمانے میں سرمایہ دار کہلوانے کے لئے پانچ ہزار روپے کافی تھے۔ کانا اپنی ایک آنکھ سے داری کے خواب دیکھنے لگا۔

دو دن بعد دُور کے رشتے دار سے ملنے کا بہانہ کر کے کانا انسپکٹر سنہا کے گھر پہنچا۔ مکان پر دیتے ہوئے پولیس مین نے اُسے روکا، ملنے کی وجہ بتانے کے متعلق اُس پر دباؤ ڈالا مگر اُس ہاتھ جوڑ کر عاجزانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے ایک بار سنہا صاحب سے ملنے کی اجازت دیں!"

سنہا کو پہلی نظر میں کانا کوئی خطرناک قسم کا مجرم دکھائی دیا۔ اُس نے دو تین بار اُس پوچھا بھی کہ۔ "بتا! تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟"

مگر کانا اپنی ایک آنکھ کو کمرے میں چاروں سمت گردش دیتا ہوا خاموش رہا۔

سنہا اچانک چوکنا ہو گیا۔ اُس نے پشت سے پستول نکال کر اُس کا نشانہ بنایا، شاید وہ کو آدمی ہو۔ یہ سوچ کر اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ "تیرے لباس کے نیچے اگر کوئی اسلحہ ہے تو فرش پر پھینک دے۔ ورنہ میں تجھے پھونک ڈوں گا۔"

کانا لرزنے لگا۔ سنہا صاحب اُلٹا سمجھ بیٹھے، یہ سمجھ کر اُس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"صاحب! آپ مجھ پر غلط شک کر رہے ہیں۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" سنہا نے پستول کی نال کا رُخ کانے کی جانب کر کے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔" کانے نے سنہا سے کہا، پھر اطراف میں نظریں دوڑانے لگا۔

"جو کچھ کہنا ہے کہو...... یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے۔"

"صاحب! جگا کو قابو کرنے کا سنہری موقع ہے۔"

"اچھا......" سنہا نے اُس کے چہرے کا گہری نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "انعا حاصل کرنے کے چکر میں آیا ہے...... یہ کیوں نہیں کہتا؟"

"حضور! مجھے انعام اور آپ کو نام ملے گا......" کانے نے دھیمے لہجے میں کہا۔

سنہا نے سوچا...... آدمی کام کا معلوم ہوتا ہے...... لیکن پھر بھی اُسے چیک کرنا ضروری تھا۔

"اگر تیری اطلاع غلط ہوئی اس صورت میں تجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ٹھونس دوں گا۔ جگا کی پارٹی سے الگ تو نہیں ہوئے ہو؟"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے جناب؟ اُس کا ساتھ دے کر پھانسی ہی مل سکتی ہے۔ مگر میں نے اپ ایک آنکھ سے اُسے غور سے دیکھا ہے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں یہ میرے کانوں سے سنی ہوئی بات ہے۔" کانے کی باتیں سن کر انسپکٹر سنہا کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ جگا کو ختم کرنے کے لئے اُسے اب چھ ماہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ اگر کانے کی اطلاع صحیح ہے تو ایک ماہ کا عرصہ کا

ہ۔ کانا کافی چالاک ثابت ہوا۔ اُس نے سنہا کو جو اطلاع دی اُس میں ایک خاص نقطہ چھوڑ گیا۔

"شادی کس دن اور کہاں ہونے والی ہے یہ ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ کچھ دن اور ہمیں ظار کرنا پڑے گا۔ اس کی اطلاع میں بہت جلد فراہم کر دوں گا۔"

سنہا محسوس کر رہا تھا کہ اس شخص کو ہاتھ میں رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے اُس نے کانے کو یقین یا۔ "تمہاری اطلاع کے ذریعے اگر جگا زندہ یا مُردہ گرفتار ہو گیا تو اس صورت میں اُس کے سر پر رکی ہوئی رقم پانچ ہزار روپے کے بلا شرکت غیرے تم مالک ہو گے۔ جو کچھ تمہیں معلوم ہو اُس اطلاع فوراً مجھ تک پہنچاتے رہو۔ تمہیں مجھ تک آنے سے کوئی نہیں روکے گا۔"

کانا واپس لوٹنے کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ سنہا نے اُسے خبردار کیا۔ "مگر چوکس رہنا! لں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہئے کہ تم مجھے اطلاع فراہم کرتے ہو۔"

"قطعی فکر نہ کریں جناب! میں جگا کے سسرال میں پوری طرح گھس چکا ہوں۔ اور اندر داخل ر وہاں کا راز کس طرح چوری کرنا ہے میں اسے بہتر سمجھتا ہوں۔" اتنا کہہ کر کانا دروازے کی ب بڑھا اور سنہا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

سنہا جیسا جہاندیدہ پولیس آفیسر ایسا نہیں تھا کہ اس طرح کسی پر ایک دم اعتماد کر لے۔ اُس نے نے سے ملی ہوئی اطلاعات کو چیک کرنے کے سلسلے میں کانے کی نگرانی شروع کرا دی۔ فوراً ہی ے اطلاع دی گئی کہ کانا وہاں سے سیدھا چندن کور کے مکان پر گیا ہے۔ سنہا کو اب کسی قدر ہنان ہوا۔ سنہا کو یہ ایک مہینہ گزارنا دُشوار معلوم ہو رہا تھا۔ اُس نے سی آئی ڈی کو بھی کام پر لگا ۔ جگا کے گھر، اُس کے نانا کے گھر اور چندن کور کے گھر میں ہونے والی ہر سرگرمی پر اُس کی گہری رگی۔ بیاہ کے وقت جگا اور اُس کی پارٹی کو کس طرح گھیرا جائے؟ اس کے متعلق پلان مکمل کر لیا ا۔ پندرہ یوم بعد کانے کی جانب سے مزید اطلاع فراہم ہوئی۔ بیاہ کا دن، جگہ کا وقت سب کچھ لوم ہو گیا......!

○

چاند آہستہ آہستہ آسمان پر بلند ہونے لگا اور چاندنی نے پورے گاؤں پر روشنی کی سفید چادر بچھا دی۔ ٹھنڈی ہوا جسم میں کپکپاہٹ سی پیدا کر رہی تھی۔ گاؤں کے لوگ رضائیاں اوڑھے ہوئے نے مکانوں میں گھسے بیٹھے تھے۔ جاگنے کے شوقین فالتو اور دُکھی لوگ جن کی تعداد بہت کم تھی ں کے چوک میں لکڑیاں جلا کر اپنے جسموں کو گرم کر رہے تھے۔ وہ آپس میں گپ بازی کر ہے تھے۔ دُور سے ایک تال پر گونجتا ہوا بھجن ماحول میں عجیب سی پاکیزگی بکھیر رہا تھا۔ کبھی کبھی دو کتے اپنی عادت کے مطابق بھونک کر خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔

آدھی رات گزرتے ہی پورے گاؤں پر سناٹے کی حکمرانی ہو گئی۔ سنہا اضطرابی انداز میں بار پاکٹ واچ نکال کر وقت دیکھ رہا تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھڑی کی سوئی کسی مریل بیل کی ں گھسٹ رہی ہو۔ اُس کا ہاتھ بار بار پہلو میں لٹکے ہوئے پستول کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط بنا تھا۔ وہ چھت پر سے سناٹے میں ڈوبے ہوئے دیہات میں چاروں سمت تیز نظروں سے ولے رہا تھا۔ ذرا سی آہٹ پر وہ چونک کر سیدھا ہو جاتا...... گھوڑے کی آواز کے لئے اُس کے

کان ہوا کی سرسراہٹ سننے کی کوشش کر رہے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ پُر ہول سناٹا کبھی نہ ٹوٹے گا۔

ایک بج گیا...... پھر دو...... اُس کا اضطراب بڑھنے لگا۔ اتنی بہت ساری تیاریاں کرنے کے باوجود اگر جگا نہیں آیا تو کیا ہوگا......؟ وہ سوچ رہا تھا۔ وہ جس گھر میں مہمان تھا، وہاں سے دبے قدموں سے باہر نکل آیا۔ اُسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں آدھی رات گزرنے کے بعد اُس کی فورس کے آدمی سو نہ جائیں۔ گاؤں میں چکر لگا کر گاؤں کے باہر اُس نے اپنی فورس کو چیک کیا۔ اس کا ایک ایک آدمی اپنی جگہ جاگ رہا تھا۔

"تو کیا نصیب سو رہا ہے؟" اُس نے سوچا۔

اسی اضطراب میں مزید تین گھنٹے گزر گئے۔ سحر نمودار ہوتے ہی مرغے کی اذان اُس کے کانوں نے سنی۔ سنہا کا دل بیٹھنے لگا۔ چاند بھی اب دُھندلا رہا تھا۔ سب سے پہلے اُسے کانے کا خیال آیا۔ اُس نے اُنہیں بے وقوف بنایا تھا۔ مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ خود اُس کے سی آئی ڈی نے اطلاع کی تصدیق کی مہر ثبت کی تھی۔ لیکن اطلاع صحیح تھی تو جگا کے گھر کا کوئی فرد شادی میں حاضر کیوں نہیں ہوا؟

اچانک سحر کی چادر میں سے ایک گھوڑ سوار نمودار ہوا۔ وہ پولیس فورس کا آدمی تھا۔ اُس نے ہانپتے ہوئے اطلاع دی۔ "آدھی رات کے وقت ٹڈ بلوچ گاؤں پر جگا نے چھاپہ مارا اور ساری دولت سمیٹ کر لے گیا۔"

سنہا نے دانت پیس لئے...... وہ ایک سو پچیس ہوشیار پولیس والوں کے ساتھ یہاں بیٹھا رات جگا کے انتظار میں جھک مارتا رہا تھا۔ جبکہ وہاں سے صرف پچیس میل کے فاصلے پر کامیاب ڈاکہ ڈال کر لوٹ چکا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اُس کے دل کے زخم پر نمک پاشی کی گئی ہو۔ سخت سردی کے باوجود اُس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں تیرنے لگیں۔

O

پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے جگا کے مخبر کی جانب سے تین دن پیشتر ہی اطلاع مل چکی تھی کہ بیاہ کہاں اور کس وقت ہونے والا ہے، اس کے متعلق پولیس کو انفارمیشن مل چکی ہے۔ اُس رات جگا کو تمام پارٹی سمیت گھیر کر ختم کرنے کا پلان بنایا گیا جس کے متعلق تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔

جگا بر وقت ہوشیار ہو گیا...... فوراً ہی ایک آدمی کو روانہ کیا گیا۔ شادی کی تاریخ کچھ اور آگے بڑھا دی گئی۔ یہ سن کر جگت کی ماں مایوس ہو گئی۔ جگت نے ماموں ہزارہ سنگھ کو خاص تاکید کرائی کہ ہمارے متعلق کسی شخص نے پولیس کو اطلاع کی تھی۔ اُس کا کھوج لگائیں۔ جس پر آپ کو شک گزرے اُس کے پتے ٹھکانے سے مجھے آگاہ کریں۔ میں اُسے فنا کر کے بیاہ کے منڈپ میں بیٹھوں گا۔ چندن کور کے ہاں بھی اس کے متعلق آگاہ کر دینا۔ ماں سے کہنا تیرے بیٹے کو شادی سے روکنے والا ابھی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ یقین رکھو! ایک [illegible] آنگن میں پہنچ جائے گی۔

جگت کا خون جوشِ غضب سے گرم ہو گیا تھا۔ سنہا کی عیاری کا جواب اُسی رات دینے کا اُس نے تہیہ کر لیا۔ اگلے دن ہی اُس نے پلان تیار کر لیا کہ جس رات سنہا کی پولیس پارٹی اُسے پکڑنے کے لئے گوبند پور گاؤں میں جال بچھائے بیٹھی ہو، اُسی رات دوسری قریب کی جگہ ڈاکہ ڈالا جائے گا۔ اس طرح سنہا کو ڈبل شکست دی جائے۔

اُس نے بچن کو ایک جانب بلا کر کہا۔ "کل اُس کارخانے کے مالک کے گھر ڈاکہ ڈالا جائے گا جس نے اُچلا کے شوہر شاردول کے ہاتھ کٹ جانے کے باعث اُسے معاوضہ دینے کی بجائے دھکے دے کر ملازمت سے الگ کر دیا تھا۔ اس کا انتقام لینا ہمارا فرض ہے۔ نیند میں بھی شاردول کے اپاہج ہاتھ میرا سکون برباد کرتے ہیں بچن! اُس کارخانے کے مالک کا پورا پتہ تمہیں لانا ہو گا۔"

"کہاں سے لاؤں......؟" بچن نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اُچلا کے گھر سے۔"

یہ سن کر بچن سنگھ سناٹے میں رہ گیا۔ جگت نے اُسے سمجھایا۔ "اس کے گھر ہم دونوں جا چکے ہیں۔ تمہارے اور میرے سوا کسی اور کو بھیجنا مناسب نہیں ہے۔ تم نے اُس کے شوہر کو نہیں دیکھا۔ میں نے اُسے دوسری بار دیکھ لیا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ اس لئے جاؤ اور شام سے پہلے لوٹ آؤ۔"

جگت کے احکام کو ٹھکرانے کی بچن میں قوت نہیں تھی۔ اُس نے سوچا، اُچلا کو کھو کر وہ کس عذاب سے زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ جبکہ جگا اُس مظلوم عورت کی مظلومیت اور مجبوری کی وجہ سے تڑپ رہا ہے۔

بچن روانگی کی تیاری کرنے لگا تو جگت نے مسکرا کر کہا۔ "دیکھو، ایک مرد کی طرح باہمت رہنا۔ اُسے دیکھ کر کہیں محبت کے جوش کا اظہار نہ کر دینا۔ ورنہ اُس کے شوہر کے دل کو صدمہ ہو گا۔ اس خوش اسلوبی سے کام کرنا ہی تمہارا امتحان ہے۔"

"یار اگر یہی بات تھی تو میں اُسی رات تم سے جھگڑا کر کے بھی اُچلا کو اغوا کر لاتا۔ مگر نہیں......" الفاظ اُس کے حلق میں اٹک گئے۔ وہ جگت کے شانے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا کر بولا۔ "میں تمہاری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مردانگی کا مظاہرہ کروں گا۔" بچن کا سینہ پھول رہا تھا جیسے اُس نے ذہن میں کوئی گرہ لگا لی ہو۔ جگت نے اُسے سینے سے لگا لیا۔

بچن جب اُچلا کے گھر پہنچا تو اُچلا کا شوہر اپنے ننھے بچے کو دو پیروں پر سلا کر اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے اُسے کھلا رہا تھا۔ شاردول نے اُسے دیکھ کر پوچھا۔

"آیئے بھائی...... آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

بچن باری باری بچے اور اُچلا کے شوہر کی جانب دیکھنے لگا۔ بچے کو فرش پر لٹا کر شاردول اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ بیٹھنے کے لئے اُس نے چارپائی بچھا دی۔ اُسی لمحے بچن خیالات کی یورش سے چونک گیا۔ "ارے...... آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں؟"

چارپائی پر بیٹھ کر بچن تیز نظروں سے گھر کا جائزہ لینے لگا...... اُچلا باورچی خانے سے ابھی باہر

آئے گی..... اس خیال سے اُس کا دل دھڑکنے لگا۔
شاردول نے کہا۔ "گھر میں اس بچے کی ماں نہیں ہے۔ کیا آپ کو اُن سے کچھ کام ہے؟"
بچن نے فوراً اپنے آپ پر قابو پا کر کہا۔ "نہیں۔ مجھے آپ سے کام ہے..... آپ کے ہا
کارخانے میں کٹ گئے تھے، معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"
شاردول نے دیکھا اجنبی بات اُس سے کر رہا تھا مگر اُس کی نظریں بچے پر جمی ہوئی تھیں۔
"آپ یہ معلوم کر کے کیا کرنا چاہتے ہیں جوان؟"
"آپ کے ہاں کچھ روز پیشتر جو مہمان آئے تھے انہوں نے معلوم کرایا ہے۔" بچن نے
بار شاردول کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔
"اوہ..... !" شاردول اب چوکنی نظروں سے اُسے گھورنے لگا۔
شاید جگا ڈاکو جو اُس کے گھر آیا تھا اس کی اطلاع پولیس کو مل چکی ہے، اس لئے وہ یاد کر کے
ایکٹنگ کرنے لگا۔ "ہمارے ہاں ایسا کوئی مہمان بہت دنوں سے نہیں آیا..... !" اس کا جھو
پکڑا جائے اس خطرے کے پیشِ نظر فوراً بچے سے کھیلنے لگا۔
بچن سمجھ گیا کہ وہ بات کو اڑانا چاہتا ہے۔ "آپ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ لیکن نام سے
پہچان لیں گے۔"
شاردول نے سر اُٹھایا۔ "کیا نام ہے آپ کا؟"
"اس بچے کا نام کیا ہے؟" بچن نے سوال کیا۔
"بچن سنگھ۔"
"بس یہی میرا نام ہے۔"
"اوہ..... تو آپ بچن سنگھ ہیں....." شاردول کی آواز سنائی دی۔
بچن سوچ رہا تھا اس کا نام سن کر شاردول غصے میں دیوانہ ہو جائے گا۔ مگر یہاں کچھ او
ردِعمل ہوا۔ شاردول کی آنکھوں میں دُکھ کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ اُس کی آنکھوں میں آ
تھے جیسے وہ کہہ رہا ہو۔ "دوست! انجانے میں تیری دنیا میں نے اُجاڑ دی ہے۔"
شاردول نے دُکھی آواز میں کہا۔ "ہم دونوں روزانہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اس بچے کا
نام آپ ہی کے نام پر ہے۔" پھر وہ اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ "آپ اطمینان
تشریف رکھیں۔ وہ برابر والے محلے میں کام کرنے گئی ہیں۔ میں ابھی اُنہیں بلا کر لاتا ہوں۔"
مگر بچن نے اُسے روک دیا۔ "نہیں..... اس کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے کارخانے کے ما
کا پتہ بتا دیں۔ کیونکہ اب میں جاؤں گا۔"
شاردول سمجھ گیا کہ بچن، اُچلا سے ملنا نہیں چاہتا۔
"میں آپ کو پتہ دے رہا ہوں۔ مگر جگت سنگھ سے گزارش کرنا کہ میری تقدیر میں جو کچھ
بھگت رہا ہوں۔ کارخانے کے مالک کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ؟"
بچن کچھ نہیں بولا۔ شاردول کا دیا ہوا پتہ ذہن نشین کر لیا اور اُس کی جانب معصوم نظروں
دیکھتے ہوئے بچے کے رخسار پر ہلکی سی چپت مارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ مگر جانے سے پہلے جب اُ

شاردول کی جانب دیکھا، شاردول بولا۔ "کیا اُچلا سے کچھ کہنا ہے؟"
بچن کا سر جھک گیا۔ اُس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "اب کیا کہنا ہے..... میرا
گھر لُٹ چکا ہے اس کا غم ہلکا کرنے کے لئے میں دنیا سے انتقام لے رہا ہوں۔ اُس سے کہنا اس
خلاف میری کوئی فریاد نہیں۔" یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل گیا۔
شاردول کافی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔

O

جگا نے اُس رات کارخانے کے مالک کے گھر پر ڈاکہ ڈالا جس رات پولیس گوبند پور میں اُس
کی منتظر تھی۔ پانچ ہزار کی رقم چھیننے کے بعد اُس نے کارخانے کے مالک کو دھمکی دی۔
"تم لوگ غریبوں کا خون چوس کر سرمایہ دار بنتے ہو اور اُن مظلوموں کی آہ سے ہمارے جیسے
وجود میں آتے ہیں۔ بتاؤ! جس شخص کے ہاتھ کٹ گئے اُسے تم نے معاوضہ کیوں نہیں دیا؟"
"کک..... کسے جناب؟" کارخانے دار نے کپکپاتے ہوئے پوچھا اور جگا نے طیش میں آ کر
زوردار گھونسہ اُس کے جبڑے پر مارا۔
"یہ بھی بھول گئے؟ مشین چلتی رہے اور نفع تمہاری جیب میں جمع ہوتا رہے۔ مزدور جئیں یا
مریں تمہیں اس سے کیا؟"
"مگر جناب..... اُس کی غفلت کے سبب اُس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اس میں میرا کیا قصور؟"
"سورا! وکیل کی طرح باتیں کر رہا ہے..... !" جگا نے ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ "تمہیں
پچیس سال تک اُس کا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔"
"پچیس سال..... مگر وہ اپاہج تو مجھ سے اُس وقت پچاس روپے مانگ رہا تھا۔" سیٹھ کا دل
ڈوب گیا۔
"اور تم نے اتنا معاوضہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔ پچیس سال بعد اُس کا لڑکا جوان ہوگا۔ اُس
وقت تک سال کے سو روپے کے حساب سے جس قدر بھی معاوضہ ہو تمہیں اُسے دینا ہے۔ نہیں
....."
"مگر حضور! اس طرح تو کل ڈھائی ہزار بنتے ہیں.....!" وہ آگے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر رائفل کی
نال گردن کے قریب لے جا کر جگا نے کہا۔
"میں کچھ نہیں جانتا۔ کل وہ رقم اپاہج کے گھر پہنچ جانی چاہئے۔ دوسری صورت میں، میں
تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دوں گا۔" یہ دھمکی دے کر جگت اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے
غائب ہو گیا۔
اس طرح اُس نے سنہا کو ڈبل شکست دی۔ لیکن اس کے باوجود سنہا کو یقین تھا کہ جگا شادی
تو ضرور کر چکا ہے لیکن رشتہ ختم نہیں کرے گا۔ لہٰذا جلد یا بدیر اُسے جال میں پھنسنا پڑے گا۔
چھ دن بعد بیاہ کی دوسری تاریخ مقرر ہوئی۔ اُس کی خبر بھی کانے نے سنہا کو پہنچا دی۔ جگت نے
اس بار دوسرا داؤ کھیلا تھا۔ انفارمیشن پہنچ رہی ہے یا نہیں؟ اُس نے اپنے چار پرانے ساتھیوں کے
علاوہ کسی کو سن گن نہیں دی تھی۔ چاروں پر بداعتمادی کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور گھر میں ماں، باپو، نانا

اور ماما کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی تو پھر چندن کور کے یہاں سے بات پھوٹ جاتی ہوگی؟

کرپال سنگھ نے مشکوک لہجے میں کہا۔ ''جگت! کہیں تمہارے سسر کی نیت خراب نہ ہوئی ہو کیونکہ پانچ ہزار کا انعام چھوٹی رقم نہیں ہے۔''

''کرپال......!'' جگت گرجا۔ ''کبھی تم اس خاندانی شخص کے نام کو ان باتوں کے درمیان نہیں لاؤ گے۔''

سنہا بھی سوچ رہا تھا کہ پولیس کے بیاہ کے وقت گھیرے کی اطلاع جگا تک کس طرح پہنچ گئی دوسری بار اس سلسلے میں کافی رازداری سے کام لیا گیا۔ مگر جگت نے پولیس کو بیوقوف بنانے کے لئے دوسری تاریخ دی تھی۔ حقیقتاً اُس نے گھر اطلاع پہنچائی تھی کہ تیاریاں اسی طرح کرنا مگر آخری وقت پر پروگرام ملتوی کر دینا۔

اس طرح دوسری بار بھی کچھ نہ ہوا۔ تیسری بار رات کے وقت چندن کور کی خالہ کے گھر شادی کا پروگرام طے کیا گیا۔ رات دس بجے تک سنہا نے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہ ہونے دیا۔ اس بار عقب سے اچانک چھاپہ مارنے کا پروگرام تھا مگر جگت کا پلان دوسرا تھا۔

دریا کے کنارے 20 گز کے فاصلے پر جنگل میں درختوں کے پیچھے شام ڈھلے تیس چالیس مسلح افراد کو چھپ جانا تھا۔ جگت کو آدھی رات کے قریب چار ساتھیوں کے ساتھ وہاں آنا تھا۔

''اس سے پیشتر اگر پولیس حملہ آور ہو تو ہنگامہ شروع کر دیا جائے۔'' یہ جگت کا حکم تھا۔

پولیس کا پلان دو طبقوں میں تھا۔ اس بار سنہا نے 25 پولیس والوں کو پیدل اور کچھ کو تین چار کشتیوں میں روانہ کیا۔ کشتیاں جیسے ہی گاؤں کے قریب پہنچیں اُنہوں نے ٹارچ کی روشنی کنارے پر ڈال کر جانچ شروع کر دی۔ جگت کے ساتھی سمجھ گئے کہ پولیس آگئی ہے۔

تقریباً گیارہ بجے پہلی گولی سنسناتی ہوئی کشتیوں کی جانب بڑھی...... فوراً جواب میں چار فائر کئے گئے۔ اسی لمحے دونوں کناروں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ گہرے اندھیرے کی چادر مسلط تھی۔ صرف آواز اور حرکت پر نشانہ لے کر فائرنگ ہو سکتی تھی۔

دس پندرہ منٹ تک ہنگامہ ہوتا رہا۔ اندھیرے میں کسے کس قدر نقصان ہوا اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اس گڑبڑ میں پولیس کی کشتیاں بری طرح ڈولنے لگیں۔ پولیس والے کشتیوں کی آڑ سے ہوا میں فائرنگ کر رہے تھے۔ جگت کے آدمی خبردار ہو گئے۔ یقیناً پولیس کا دستہ پیدل آ رہا ہے اس لئے دریا والی پولیس سگنل کے طور پر ہوائی فائر کر رہی تھی۔ گھیراؤ سے پہلے سب لوگ سرکنے لگے۔ دوسری جانب فائرنگ سے سنہا کا دستہ، جگت اور اُس کے ساتھی چوکنے ہو گئے۔

دریا کے کنارے سے دُور ایک غار میں جگت چھپ گیا۔ چاروں ساتھی اُس نے مختلف سمتوں میں روانہ کئے۔ یہ بنجاروں کے اُسی پڑاؤ کے قریب والا غار تھا جہاں سے جگت ڈاکو بننے کے پہلے دن گزرا تھا۔

گھوڑوں کی ٹاپیں قریب گونجنے لگیں...... فوراً ہی بوڑھے بنجارے نے جگت سے کہا۔ ''تم ہماری عورتوں کے درمیان جا کر چارپائی پر لحاف اوڑھ کر سو جاؤ! باقی سب کچھ میں نمٹ لوں گا۔''

جگت پہلے ہچکچایا۔ دس بارہ چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر تمام عورتیں لیٹی ہوئی تھیں۔ اور

ا صورت نہیں تھی۔ جگت لحاف اوڑھ کر اُن کے درمیان سو گیا۔ بوڑھا آگ کے پاس بیٹھ گیا اور ں کی گھوڑی بنجاروں کے گھوڑوں کے درمیان کھڑی کر دی گئی۔

سنہا اور اُس کے ماتحت، کانے کے ساتھ وہاں پہنچے۔ بوڑھا متعجب نظروں سے اُنہیں دیکھتا ہوا جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

''اے بوڑھے! یہاں کوئی ڈاکو آیا ہے؟''

''ڈاکو...... صاحب! کچھ دیر پہلے تین چار گھوڑ سوار یہاں سے گزرے ہیں۔ کیا وہ ڈاکو تھے؟'' لر بنجارہ اس طرح کانپنے لگا جیسے وہ ڈاکوؤں کے ذکر سے خوفزدہ ہو۔ وہ پھر کانپتے ہوئے لہجے بولا۔ ''بھگوان بھلا کرے ہم بچ گئے۔ اس قافلے میں ویسے بھی آج کی رات کوئی مرد نہیں۔ ے علاوہ سب ایک دوسرے گاؤں گئے ہوئے ہیں جہاں کل ہمارے پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ ہے۔ ں اور بچے یہاں چھوڑ گئے ہیں، اگر ان پر اُن ڈاکوؤں کی نظر پڑ جاتی تو کیا ہوتا؟''

سنہا نے بنجارے کی باتیں سنتے ہوئے تیز نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیا۔ پھر وہ مضبوط ل سے چارپائیوں کی جانب بڑھا۔ بنجارے کو اپنی سانس رُکتی ہوئی محسوس ہوئی...... وہ گھبرا قدموں کی آواز سن کر لحاف اوڑھے ہوئے جگا نے ضرورت پڑنے پر مقابلہ کرنے کی خاطر ائفل سنبھال لی۔

سنہا ایک چارپائی کے قریب رُکا، لحاف اُٹھا کر دیکھا پھر برابر والی چارپائی پر سونے والے کا اُٹھا کر چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

ب اُس کا ہاتھ تیسرے لحاف کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہی وہ لحاف تھا جس میں جگا چھپا ہوا تھا۔ ین اُسی وقت...... دُور سے رائفل کا دھماکہ سنائی دیا...... انسپکٹر سنہا کا بڑھتا ہوا ہاتھ رُک گیا۔ ی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُسی سمت روانہ ہو گیا جدھر سے آواز تھی۔ بنجارے نے سکون کا سانس لیا۔ کانا منا سنگھ وہیں رُک گیا۔ اُس کی نیت بنجارے سے مانگ کر پینے کی تھی۔ نشے میں دھت کانا بکواس کرنے لگا......

یار! یہ جگا ہر بار چکمہ دے کر نکل جاتا ہے۔ ورنہ پانچ ہزار کیش اپنے ہاتھ میں ہوتے۔ گھر ے خوبصورت بیوی ہوتی اور اپنی زندگی عیش میں کٹتی۔''

لت نے یہ بات سنی تو اُس کا خون کھول اُٹھا۔ یہی شخص انعام کی لالچ میں اطلاعات فراہم کرتا ۔ اس کی آواز جانی پہچانی سنائی دی۔ ذہن پر زور دے کر اُس نے یاد کیا اور اُسے سازش کی ل گئی۔ یہ وہی شخص ہے جسے اُس نے چندن کور کے مکان کے قریب پکڑ کر بعد میں چھوڑ دیا ں وقت بھی ہنومان کو اس پر پورا شک تھا۔ ''آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔'' جگت نے یا۔

سر پر لحاف اوڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر بنجارے نے کانے کو وہیں بٹھایا اور چارپائی کے آیا۔ جگت نے اُس کے کان میں کہا۔ ''میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔ اگر وہ غدار میرے میں آئے تو روکنا نہیں۔''

نے دیکھا کوئی چارپائی سے اُٹھ کر اندھیرے میں جا رہا ہے۔ بنجارے نے فوراً کہا۔

"لڑکی کو حاجت ہوئی ہے۔ سردی تیز ہے لہٰذا بے چاری لحاف اوڑھ کر جا رہی ہے۔"
کانا لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "اچھا...... پھر میں بھی جا رہا ہوں۔"
بنجارے نے اُسے روکا نہیں۔ کانا جگت کے پیچھے فاصلے سے چل رہا تھا۔ اُس کے دل
برائی جنم لے چکی تھی۔ شراب کا نشہ اور عورت کی بھوک دونوں نے اُس کا ذہن خراب کر دیا تھا
کچھ دُور جا کر جگت رُک گیا۔ اُس نے لحاف ہٹایا نہیں۔ وہ عقب سے آنے والے قد
آہٹ سننے لگا۔ نزدیک آ کر کانے نے چال چلی۔
"بوڑھے کو احمق بنا کر تم تنہائی میں آ گئیں۔ یہ اچھا ہوا۔ بہت سمجھدار ہو۔ میرے پاس آ
نہیں۔ مگر میں جگا کو گرفتار کرا کے سرمایہ دار بن جاؤں گا تو......" اتنا کہہ کر کانے نے اُس کے
پر پیار سے ہاتھ رکھا۔ فوراً ہی لحاف ہٹا کر جگت اُس کے سامنے ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں
چمک رہی تھی اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ کانے کی لالچی نظروں میں خوف چھا گیا۔ اُس
چیخنے سے پہلے ہی جگت نے چھری اُس کے سینے میں گھونپ دی......
"تجھے انعام چاہئے تھا۔ یہ لے......" اتنا کہہ کر اُس نے دُوسرا وار کیا۔ کانا زمین پر گر کر تڑ
لگا۔

بنجارے نے دُور سے یہ سب منظر دیکھا اور جگت کی گھوڑی مانک اُسی طرف روانہ کر دی
کے آثار نمودار ہونے سے پہلے ہی جگت وہاں سے جا چکا تھا۔

OOO

چاروں ساتھی جگت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گروہ کے تمام لوگ صحیح سلامت اپنے
ے پر پہنچ چکے تھے۔ ہنگامے کے دوران صرف دو افراد زخمی ہوئے۔ ہنومان کی قسمت اچھی تھی جو
گیا ورنہ اُس کے صرف ایک اِنچ اُوپر سے گزرنے والی سنسناتی گولی ہنومان کو دوسری دنیا میں
پا دیتی۔
ہنومان کو انسپکٹر سنہا پر خار تھا۔ اُس کے دوست اور سردار کی شادی میں رُکاوٹ پیدا کرنے
لے اور اُسے چھ ماہ میں ختم کرنے کا عہد کرنے والے پولیس افسر کی بہادری کا وہ معترف بھی تھا۔
ہا کی زندگی جگت کے لئے خطرہ تھی۔ وہ انسپکٹر سنہا کو پہچانتا تھا اور اُس کی خواہش تھی کہ ہنگامے
ے دوران اُس کا سنہا سے سامنا ہو جائے مگر اُسے موقع ہی نہ ملا۔
"کیا جگت گرفتار ہو گیا......؟" ہنومان نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
"بنجارے کے پڑاؤ کی جانب سے دھماکے سنائی دیئے تھے۔ کیا اُنہوں نے اُسے زندہ...؟"
کرپال نے مشکوک انداز میں کہا مگر ہنومان نے برا سا منہ بنا لیا۔
"کیا بکتے ہو؟ جگت زندہ پکڑے جانے سے سینے میں گولی مار کر اپنے آپ کو ختم کرنا بہتر سمجھے
"
اسی لمحے دُور سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ سب چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔
"یہ تو جگت کی گھوڑی مانک کی ٹاپوں کی آواز ہے۔" ہنومان جگت کی گھوڑی کو دُور سے آتے
یکھ کر بولا۔
جگت نے اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑی کی پیٹھ پر سے جست لگائی اور گھوڑی کو تھپتھپانے لگا اور
س کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ "شاباش مانک! تو نے تو کمال کر دیا۔"
"ملکھان اور کندن زخمی ہیں۔ اُنہیں پٹیاں باندھ کر سلا دیا گیا ہے۔" ہنومان نے رپورٹ
ش کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تو آپ کی فکر ستا رہی تھی۔ اتنی دیر کس طرح ہوئی؟"
"اُس ذلیل کو میں نے ختم کر دیا۔"
"کسے...... سنہا کو؟"
"نہیں...... سنہا دشمن ہونے کے باوجود ذلیل نہیں۔ شادی کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے
لے لالچی کانے کو میں نے ختم کر دیا۔"
سب لوگ منہ پھیلائے اُس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جگت مسکرا دیا پھر اُس نے ہنومان کی
ف متوجہ ہو کر کہا۔ "ہنومان! یاد ہے ہم چندن کور کے مکان پر گئے تھے اور ہم نے ایک بدشکل
ص کو شک کی بنا پر پکڑا تھا۔ وہی شخص۔ تمہارا شک کرنا صحیح تھا۔ وہ ہماری سرگرمیوں پر نظر رکھتا تھا۔

بدمعاش کو انعام کی رقم حاصل کر کے شادی کرنا تھی۔ اُسے بیوی خریدنے کے ارمان تھے۔ میں ایک مظلوم لڑکی کو ایسے بدشکل کی بیوی بننے سے بچالیا۔" جگت نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہنومان سر کھجانے لگا۔ "نہیں یار! اُس کی منحوس شکل دیکھ کر مجھے متلی ہونے لگی تھی۔"

پھر جگت نے اُنہیں تفصیل سے واقعہ بتا دیا۔ "مجھے اُس بنجارے کی دوستی پر فخر ہے جس ... مجھے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے قبیلے کی عورتوں کے درمیان سلا دیا تاکہ میری جان بچ جائے۔ پھر اُس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "جب تک ہماری نیت ٹھیک ہے کوئی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔"

چار دن بعد پھر جگت گھوڑی پر سوار ہو کر شادی کی غرض سے روانہ ہوا۔ اس بار اُس نے فیصلہ لیا تھا کہ شادی کر کے واپس لوٹے گا یا جنگ لڑتے ہوئے اپنی زندگی ختم کر لے گا۔ یہ اُس کا آخر فیصلہ تھا۔ اُس کے ساتھی بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے۔ بار بار شادی ملتوی کرنا اُن کی بے عزتی تھی "اس بار ہمیں چاہے موت سے جنگ کرنی پڑے ہم جگت کو بیاہ کر ہی لائیں گے۔" یہ تمام ساتھیوں کا عہد تھا...... بہادروں کا فیصلہ تھا۔

تمام انتظام پہلے ہی مکمل کر دیا تھا۔ اس بار جگت کے ایک چچا کے گاؤں میں شادی کا انتظام ہو گیا۔ چندن کور کو شادی کے منڈپ تک میک اپ میں لے آنے کی ذمہ داری اُس کے ساتھیوں کے ذمے تھی۔ جگت کی ماں کو پولیس کی نظروں سے بچا کر وہاں پہنچانے کی ذمہ داری جگت کے ماموں ہزارہ سنگھ کی تھی۔

جگت نے اپنی پارٹی کے دو حصے کر دیئے۔ ہنومان اور بچن اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ شادی کی تمام رسومات کے ذمہ دار تھے جبکہ دوسرے گروپ کے پندرہ آدمیوں کو شادی کے وقت دوسرے گاؤں میں ڈاکہ ڈالنا تھا تاکہ پولیس کی توجہ شادی کی جانب سے ہٹائی جا سکے۔ رات کو تین بجے دوسرے گروپ کو ڈاکہ ڈالنا تھا۔ شادی کا وقت صبح کے قریب رکھا گیا تھا۔

سنہا کو کانے کے قتل کی اطلاع مل چکی تھی۔ اُس نے اپنی خفیہ فورس کو خبردار کر دیا۔ چندن کور اپنے ماموں کے گھر سے کہاں جاتا ہے اس کی نگرانی کے لئے دو آدمی مقرر کر دیئے گئے۔ اُنہیں ڈاج دے کر جگت کے ساتھی چندن کور کو نکال لائے۔ کنیا دان کے لئے چندن کور کے پتا آدھی رات کو گھر سے روانہ ہوں گے۔ یہ پروگرام طے کیا گیا تھا۔ اُن کو لے جانے کے لئے گاؤں کے باہر ایک گھڑ سوار موجود تھا۔ شادی کی رسومات کے لئے دھرم گرو کا انتظام جگت کے چچا نے کیا۔ جگت اپنی زندگی کا سب سے خطرناک کھیل کھیل رہا تھا۔

آدھی رات کے بعد ہی مخبر نے سنہا کو گہری نیند سے بیدار کیا۔ "سر! چندن کور کا باپ اپنے گھر سے غائب ہو چکا ہے۔ مکان میں روشنی ہو رہی ہے مگر دروازے پیٹنے پر بھی اندر سے جواب نہیں ملا۔ برآمدے کی دیوار پھاند کر اندر جانے پر پتہ چلا کہ باپ بیٹی دونوں غائب ہیں۔"

"تمہیں کیا جھک مارنے کے لئے وہاں ڈیوٹی سپرد کی گئی تھی؟" سنہا نے گرجدار آواز میں چیخ کر کہا۔ اُسے سخت غصہ آ رہا تھا۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا کہ مخبر کے رخسار چانٹے مار مار کر سرخ کر دے۔ اُس نے جلدی سے اپنی وردی پہنی اور بیلٹ میں پستول پھنسا کر فوراً ہی باہر آ گیا۔ آج اُسے اپنی عزت خطرے میں محسوس ہو رہی تھی۔

اُنہیں کہاں تلاش کیا جائے......؟ اس خیال سے اُس کا ذہن چکرا گیا۔ فوراً اُس نے دو آدمی ... کی جانب دوڑائے۔ "جاؤ! دیکھو جگت کے گھر میں اُن کے ماں باپ ہیں یا نہیں؟" اُس نے دانت پیستے ہوئے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔ "اگر جگت کی شادی کا معاملہ ہے تو وہ نہیں ہوں گے۔ کسی نہ کسی طرح مکان میں داخل ہو کر اُنہیں چیک کرو۔ سمجھے! گھنٹے میں مجھے جواب چاہئے۔"

"بہتر جناب!" اُنہوں نے ایڑیاں بجا کر کہا۔ "اگر وہ وہاں نہ ملیں تو پھر؟"

"پھر بھی تم لوگ اپنی منحوس شکل مجھے ضرور دکھاؤ گے۔" سنہا نے غصے میں تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

وہ ایک گھنٹہ سنہا نے اضطرابی کیفیت میں گزار دیا۔ علاقے کے ڈھائی سو گاؤں میں سے کس گاؤں میں جگا کی شادی ہو رہی ہے؟ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا۔

"پولیس ڈیپارٹمنٹ سوتا رہتا ہے۔ اس سے تو بہتر گلی کے خارش زدہ کتے ہیں جو رات بھر ایک اچھے چوکیدار کی طرح اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔" سنہا سوچ رہا تھا۔

برق رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک شخص سنہا کے قریب آ کر رُکا۔ "گھر میں جگت کے پتا ہیں، ماں نہیں ہے۔ ہمارے دریافت کرنے پر پہلے تو وہ اِدھر اُدھر کی ہانکنے لگے، پھر اُنہوں نے بتایا کہ وہ میکے گئی ہوئی ہیں۔"

سنہا کے ذہن میں برقی رو دوڑ گئی۔ شاید وہیں شادی کا پروگرام ہو......!

"جگت کا ماموں دکھائی دیا؟"

"نہیں...... وہ بھی اُن کے ساتھ ہی گیا ہے۔"

"تب تو وہ آج ہی بیاہ کرے گا۔ اس کی وجہ تم لوگوں کی غفلت کے علاوہ کچھ نہیں۔" سنہا نے بھرے ہوئے انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ مگر اب بھی امید باقی تھی۔ تقریباً بیس مسلح سپاہیوں کے ساتھ وہ دھرم پور کی جانب تیزی سے روانہ ہو گیا۔

جگت کے نانا جاگ رہے تھے۔ وہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر چونک گئے۔

"شاید جگت اپنی بیوی کے ساتھ آشیرباد لینے آ رہا ہوگا۔ مگر شادی تو صبح ہو رہی تھی...... جبکہ ابھی آدھی رات باقی تھی۔ تو کیا شادی کئے بغیر جگت لوٹ آیا ہوگا؟" وہ مسلسل سوچ رہے تھے۔

"مکان میں کوئی ہے؟" کسی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔

"اتنی بلند آواز میں پکارنے والے جگت کے ساتھی نہیں ہو سکتے۔" یہ یقینی بات تھی۔ دوسری بار پکارے جانے پر وہ کھڑے ہو گئے اور چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھول دیا۔ ایک شخص گھوڑے کی لگام تھامے کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ اُس کے چہرے سے گھبراہٹ نمایاں تھی۔

"کیوں بھائی...... اس وقت کیا بات ہے؟" نانا نے پوچھا۔

سنہا کا سکھایا ہوا شخص بولا۔ "میرے بزرگ! ملتان سے آیا ہوں۔ اہم اطلاع پہنچانی ہے۔ سوہن سنگھ کے سینے میں اچانک درد ہو گیا ہے لہٰذا وہ جگت کی ماں کو یاد کر رہے ہیں۔ میں اُنہیں لینے آیا ہوں۔"

پہلے تو نانا پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ مگر وہ جلد باز نہیں تھے۔ لہٰذا زیادہ یقین کرنے کی غرض سے اُنہوں نے پوچھا۔ "آپ اکیلے آئے ہیں کیا؟"

وہ شخص لمحہ بھر کے لئے بوکھلا گیا، مگر پھر سنبھل کر چاروں سمت گھبرائی ہوئی نظروں سے ہوئے کہنے لگا۔ "جی ہاں..... ہزارہ سنگھ جگت کے والد کی خدمت کر رہے ہیں۔"

جہاندیدہ نانا سمجھ گئے کہ یہ شخص بیوقوف بنا رہا ہے۔ اُنہوں نے ایک سے زیادہ گھوڑو ٹاپیں سنی تھیں۔ یقیناً اس چکر میں کوئی راز ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"جگت کی ماں یہاں نہیں ہیں۔"

"نہیں ہیں؟" اُس نے اس طرح کہا جیسے اُسے سخت دھچکا محسوس ہوا ہو۔ "پھر وہ کہاں آپ مجھے بتائیں تاکہ میں وہاں جا کر اُنہیں اطلاع دُوں۔"

نانا ادھ کھلی آنکھوں سے اُس کے چہرے کو دیکھنے لگے۔ اُس کا جھوٹ پکڑا جا چکا تھا۔ و گئے تھے کہ آنے والا شخص کس کے اشارے پر جھوٹ بول رہا ہے۔ اُسے تو صرف اس قدر معلو ہے کہ جگت کی ماں کہاں ہے؟ لہٰذا پولیس کو اُلٹے راستے پر لگانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ لہٰذا و سے بولے۔ "جگت کی ماں تو اس وقت رتیا پہنچ چکی ہوں گی۔ کیا تمہیں راستے میں کوئی ریٹھ نہیں آیا؟"

"نہیں....." اجنبی نے کہا اور اُس کے چہرے پر مردنی چھا گئی جسے نانا نے یہ بات محسوس کی جا رہا ہے۔ لہٰذا نانا اُسے روک کر بولے۔

"موہن سنگھ سے کہنا صبح اس کی خیریت پوچھنے آؤں گا۔"

سنہا کو یہاں بھی ناکامی ہوئی۔ فراڈ کا جواب جگت کے نانا نے دے دیا تھا۔ یہ بات سنہا گیا۔ گھڑی کی سوئیاں اپنی منزلیں طے کر رہی تھیں۔ سنہا کی حالت کسی بھٹکے ہوئے راہی کی ط تھی جو اندھیرے میں راستے کی تلاش میں ہو۔ وہ دوبارہ پولیس سٹیشن آ گیا وہاں ایک شخص اُ منتظر تھا۔ اُس نے سنہا سے کہا۔ "جلدی کیجئے جناب! ہمارے گاؤں پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ شاید وہ جگت کی پارٹی ہے۔"

سنہا کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ "تم کون ہو؟ تمہیں اطلاع دینے کے لئے کس نے بھیجا ہے؟"

"گاؤں کے مکھیا نے۔ ڈاکو تقریباً تین بجے گاؤں میں داخل ہوئے ہیں۔"

سنہا نے پاکٹ واچ پر نظر ڈال۔ ساڑھے چار بج چکے تھے۔ پانچ میل کا فاصلہ تھا۔ سوچ وقت اُس کے پاس نہیں تھا۔ پچیس تیس مسلح پولیس والوں کو لے کر سنہا متاثرہ گاؤں کی طرف رو ہوا۔ جگت کو گھیرے میں لینے کی اُمنگ میں وہ اپنے گھوڑوں کو برق رفتاری سے دوڑا رہے تھے۔

پولیس کو دیکھ کر مجمع لگا کر کھڑے ہوئے لوگ منتشر ہو گئے۔ ایک منہ پھٹ شخص کی آواز سنہ سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔ "ہمیشہ ڈاکوؤں کے فرار ہونے کے بعد پولیس آتی ہے۔ لٹ جانے والوں تسلی دے کر آپ بھی لوٹ جائیں گے۔"

پوچھ گچھ پر پتہ چلا کہ جگا کے گروہ نے ڈاکہ ڈالا ہے۔ یہاں شادی وغیرہ کا چکر نہیں تھا۔

"پارٹی میں جگا خود بھی موجود تھا یا نہیں؟" اُس نے جلدی سے دریافت کیا۔

"اُسے کوئی جانتا ہو تو یہ پتہ چلے جناب! پھر چہروں پر ڈھاٹے باندھے ہوئے ڈاکوؤں پہچان کس طرح ہو سکتی ہے؟"

"پھر تم نے مجھے لیٹ اطلاع کیوں بھیجی؟" انسپکٹر سنہا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اطلاع.....؟" مکھیا نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ "ڈاکو گاؤں کا محاصرہ کئے بیٹھے تھے وہاں ع کون لے جاتا جناب؟ گاؤں سے باہر جانے کا ارادہ کرنے والوں کو اُنہوں نے گولی مارنے دھمکی دی تھی۔"

"مگر مخبر نے مجھے بتایا تھا کہ مکھیا نے اُسے اطلاع پہنچانے کے لئے میرے پاس بھیجا ہے۔" کو اس معاملے میں کوئی اور ہی چکر نظر آیا۔ مکھیا آنکھیں پھیلا کر سنہا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر گردن انکار ہلا کر بولا۔

"ہم میں سے کسی نے اطلاع نہیں بھیجی جناب! آپ آ گئے، ہمیں اس پر تعجب ہے۔"

سنہا خاموش ہو گیا..... ضرور اس میں کوئی چال ہے۔ تو کیا وہ جگت کا آدمی تھا جسے اطلاع نے کی غرض سے بھیجا گیا؟ مگر اُس نے ایسا کیوں کیا؟

کچھ سپاہی مفرور ڈاکوؤں کی تلاش میں روانہ کئے گئے، کچھ کو وہاں بغرض تفتیش روک دیا تاکہ رپورٹ تیار کر سکیں اور خود سنہا دو پولیس افسران کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اُس کا کہہ رہا تھا کہ پولیس کو چکر دینے کے لئے جگا نے یہ سارا کھیل کھیلا ہے۔ گھر پہنچ کر ابھی وہ ستایا نہ تھا کہ ایک شخص لنگڑاتا اور ہانپتا کانپتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکل تھا۔

"صاحب!" کہتے ہوئے وہ بری طرح لڑکھڑایا مگر سنہا نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُسے اؤں میں تھام لیا۔ سنہا نے دیکھا اُس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا، آنکھیں بند ہوئی جا رہی اور تیزی سے چلنے والا سانس اُس کے خون کی تیز گردش کی گواہی دے رہا تھا۔

سنہا نے اُسے فرش پر آہستگی سے لٹا دیا۔ "تم بہت زیادہ زخمی ہو۔ ہسپتال کی بجائے میرے کیوں آئے؟"

"صص..... صاحب....." وہ کہنا چاہتا تھا مگر اُس کی آواز اُس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ سنہا پانی کا گلاس منگوا کر اُس کے ہونٹوں سے لگایا اور زخمی شخص جلدی جلدی پانی پینے لگا جیسے پیاس اُس کا حلق خشک ہو رہا ہو۔ وہ بڑی مشکل سے دھیمے لہجے میں بولا۔

"ہمارے گاؤں میں جگا کی شادی ہو رہی ہے صاحب! میں اطلاع دینے کی غرض سے چھپ گاؤں سے باہر آ رہا تھا مگر ڈاکوؤں کو پتہ چل گیا اور ایک ڈاکو کی گولی نے میری ران چیر دی۔ مشکل سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ غریب آدمی ہوں حضور! لہٰذا انعام مجھے دلائیے گا۔"

اُس شخص کے آخری الفاظ کے ساتھ اُس پر ہچکیوں کا دورہ پڑ گیا اور ایک لمبی ہچکی کے ساتھ اُس روح اُس کے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی۔

سنہا اُس مفلس شخص کے بے جان چہرے کو دیکھنے لگا۔ مگر اچانک وہ چونک گیا۔ اُسے خیال ا کہ ایک غلطی رہ گئی۔ مرنے والا شخص اپنے گاؤں کا نام نہیں بتا سکا تھا۔ پھر اب کیا کرنا چاہئے؟ سنہا کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ایک لفظ کی وجہ سے پوری اطلاع بیکار ہو گئی۔ بالکل طرح جیسے پیاسے کے قریب پانی کا بھرا ہوا گلاس لا کر فرش پر انڈیل دیا جائے۔ سنہا غور سے

مقتول کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ اُس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے مگر زبان ہمیشہ کے لئے خا چکی تھی۔ اب وہ سنہا کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ اُسے صرف ایک لفظ کی ضرورت تھی۔ اور وہ لفظ نام تھا۔ مگر سنہا اس طرح مایوس ہونے والا افسر نہیں تھا۔ اُس کی تیز نظریں دروازے کے مقتول کے جسم تک خون کی لکیر پر جم گئیں اور اُس کے ذہن میں برق رو دوڑ گئی۔ اُس کی چمکنے لگیں۔

وہ تیزی سے پلٹا اور خون کی لکیر دیکھتا ہوا اپنے مکان سے باہر سڑک پر آ گیا۔ اس وق سوچنا فضول ہی تھا۔ آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ وہ خون کی لکیر کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔

O

آسمان سے سورج کی پہلی کرن نے زمین پر آ کر صبح کا اعلان کیا، اُسی لمحے جگت اور مقدس گرو گرنتھ کے سامنے بیٹھ کر دھرم گرو کی آواز میں اپنی آواز ملا کر مقدس کتاب کے دُہرانے لگے۔ پھر پھیرے شروع ہوئے۔ جہاں تک مقدس الفاظ کی ایک سطر پوری ہو دُلہن گرنتھ صاحب کے پورا چکر لگاتے ہوئے بیٹھ جاتے۔ جگت کے سر پر سہرا بندھا ہوا تھا اور کور کا چہرہ دوپٹے سے ڈھکا ہوا تھا۔ آنگن میں بندھے ہوئے شامیانے کے نیچے شادی کی ر ادا ہو رہی تھیں۔ جگت کی ماں، چندن کے چچا، ہزارہ سنگھ اور دوسرے کچھ قریب کے رشتے دار تھے۔

دھرم گرو جب مقدس کتاب کے چار پھیرے کے الفاظ پڑھ لیں تو شادی کی رسم پوری ہے۔ دُولہا دُلہن کو پھیرے لگاتے دیکھ کر مسرت سے لبریز مسکراہٹ کے ساتھ جگت کی ماں ب کا شکر ادا کر رہی تھی۔ "بھگوان! میرے خاندان کی لاج رکھنا۔"

چوتھا پھیرا ختم ہوتے ہی دُور سے بندوق کا دھماکہ سنائی دیا۔ سب چونک کر ہوشیار ہو جگت کی ماں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جگت کی شادی کی خوش پولیس موت کا پیغام بن کر آ گئی ہے۔ ہر لمحہ موت سے قریب ہونے والا دکھائی دیتا تھا۔ سب میں تھے۔

"آپ رسم جاری رکھیں! ہم پھیرے کرتے رہیں گے۔ اب شادی نہیں رُکے گی۔" جگ مضبوط اور ٹھہری ہوئی آواز گونجی۔

دنا دن رائفل کے دھماکے سنائی دینے لگے۔ چندن کور نظریں جھکائے ہوئے جگت کے پھیرے کر رہی تھی۔ اُس کے قدم مضبوطی سے حرکت کر رہے تھے۔ نئی زندگی کے راستے پر ہوئے اُس کے قدم نہیں ڈگمگانے چاہئیں، یہ سوچنے والی لڑکی کے چہرے پر شجاعت کی روشنی رہی تھی۔

جیسے ہی شادی کی رسومات ختم ہوئیں جگت نے دھرم گرو کے چرن چھو کر اپنے چہرے سے ہٹایا، چندن کور کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ دونوں ماں کے پیر چھونے لگے۔ بہادر ماں نے بھری آنکھوں اور مسکراتے ہونٹوں سے اُنہیں دُعا دی۔

"تمہاری جوڑی سلامت رہے۔"

رائفلوں کے دھماکے اب قریب سنائی دے رہے تھے۔ شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ ماں نے بہو بیٹے کو مکان کے دروازے کے درمیان کھڑا کر کے جلدی جلدی چند رسومات ادا کیں۔ دوسرے لمحے جگت اپنی پیاری گھوڑی پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ ماں اور نئی دُلہن دُور جاتے ہوئے جگت کو بھری آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔ اُسی لمحے سنہا دو سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ماں اور جس سمت دیکھ رہی تھیں اُس سمت سے اُٹھتے ہوئے غبار کی جانب پستول کا رُخ کر کے سنہا کرنے لگا۔ مگر پستول کے فائر بے کار ثابت ہوئے۔ اُس نے سپاہیوں سے گرج کر کہا۔ "کیا رہے ہو..... گولی چلاؤ!"

پستول سے زیادہ رائفل لمبا فائر کر سکتی تھی مگر جگت کی گھوڑی سمجھدار تھی۔ نشانہ خالی دینے کے جگت نے لگام سے اُسے اشارہ دیا اور مانک پوری رفتار سے دوڑنے لگی۔ مضطرب سنہا نے پولیس مین سے رائفل چھین کر دو تین فائر داغ دیئے مگر اُسے کامیابی نہیں ہوئی اور گھوڑی اپنے کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ہاتھ لگی ہوئی بازی لمحے بھر میں ہار جانے کی وجہ سے سنہا کو دھچکا محسوس ہوا۔ چندن لمحے وہ تھکن زور ذہن دھچکے کی وجہ سے خاموش رہا۔ اُس کا ذہن انے لگا۔ جگت کی ماں دوڑ کر اندر گئی اور پانی کا گلاس لے کر سنہا کے قریب آ گئی۔ اپنے لاڈلے بیٹے پر فائرنگ کرنے والے پولیس افسر کو پانی کا بھرا ہوا گلاس دینے والی ماں کو سنہا متعجب روں سے دیکھنے لگا۔ پانی پی کر وہ کچھ کہے اس سے پیشتر جگت کی ماں نے اپنی بہو کو حکم دیا۔ "بہو سنہا صاحب کے چرن چھوؤ۔"

ساس کا پہلا حکم چندن کا امتحان تھا۔ جو شخص اُس کا سہاگ لوٹنے شادی کے منڈپ تک آ پہنچا اُس کے چرن چھونے کا حکم تھا۔ یہ حکم اُس کے ذہن کو ہلانے لگا۔ مگر اُسے اُس پولیس افسر کی دُعا تھی۔ چندن ساس کے حکم کے آگے جھک گئی۔ اُس نے سنہا کے سامنے سر جھکایا۔ جگت کی ماں کی حرکت نے سنہا کو امتحان میں ڈال دیا۔ ابھی ابھی بیاہی ہوئی لڑکی اُسے پرنام کر رہی تھی۔ وہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعا نہ دیتا یہ ظلم تھا۔ دائیں ہاتھ میں تھامے ہوئے پستول کو اُس نے بیلٹ ے ہوئے کیس میں رکھ لیا۔ وہ چندن کور کے سر پر ہاتھ رکھ کر بھیگے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چند ے پہلے میں تمہارے شوہر پر گولی چلا رہا تھا۔ مگر اُس وقت میں قانون کے نگہبان کے فرائض انجام ے رہا تھا۔ مگر اب ایک بزرگ انسان کی طرح میں اپنی بیٹی کو دُعا دیتا ہوں۔ تیرا سہاگ ہمیشہ مت رہے۔"

چندن نے سر اُٹھایا، اُس کی آنکھیں چھلک رہی تھیں۔ اُس کے آنسو جسم کی روشنی میں دھرتی ا پر موتی بکھیر رہے تھے۔

O

رم جھم کرتا ہوا سجا ہوا رڑھا گاؤں میں داخل ہوا۔ رڑھے میں بندھے ہوئے بیلوں کے گلے بجنے والی گھنٹیاں عجیب سے ساز کی آواز پیدا کر رہی تھیں۔ گاؤں کے لوگ چونک کر سجے ہوئے ھے کو دیکھنے لگے۔ مست سفید بیلوں کی جوڑی اپنے مُڑتے ہوئے سینگ اُچھالتی ہوئی رڑھے ینچ کر گاؤں میں داخل ہو رہی تھی۔ بیلوں کے گلے کی گھنٹیوں کی آواز کسی مندر میں سنائی دینے

والی گھنٹیوں کی مقدس آواز سے مشابہ تھیں۔ ستارے بھری ہوئی ریشمی رنگین چادر سے سجا ریڑھے میں سب سے آگے ریڑھا چلانے والے کے قریب ہزارہ سنگھ سینہ تانے بیٹھا ہوا تھا کے لبوں پر ایک فاتح کی سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ گاؤں کے لوگ متجسس نظروں سے ا ہوئے ریڑھے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ہزارہ سنگھ اور اکڑ گیا۔ ریڑھے کے اندر سہاگ میں لپٹی ہوئی چندن کور تھی۔ حیا سے سمٹ کر بیٹھی ہوئی شاید یہ پہلی لڑکی تھی جو بیاہ کر سسرال رہی تھی۔ اُس کا شوہر اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اُس کے چہرے پر دُکھ کا کوئی نا تھا۔ اُس کے ذہن میں عجیب طرح کا خمار تھا۔ وہ صرف ایک مرد سے نہیں بیاہی تھی، اُس کا گھر سے ہوا تھا جس گھر میں وہ آج پہلی بار داخل ہوئی۔ اُس کے برابر بیٹھی ہوئی جگت کی ما بہو کا حسین سرخ وسفید چہرہ دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی، جس کے قدموں سے سونا گھر پھر آباد ہونے والا تھا۔ آج تک دُکھوں میں سلگنے والا دل چندن کور کی صورت دیکھ کر محسوس کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بہو کو سجے ہوئے ریڑھے میں بٹھا کر روانہ ہوئیں اُس وقت نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنی بہو کو ایسا سکھ دیں گی کہ آج تک کسی ساس نے نہیں دیا اس لڑکی نے ان کے خاندان کی لاج رکھ لی ہے۔ وہ ہمت نہ کرتی تو کبھی جگت کی ماں کے گھ بہو کے قدم نہ آتے۔

ریڑھا مکان کے صدر دروازے کے قریب رُک گیا۔ ہزارہ سنگھ جست لگا کر نیچے اُتر گیا نے لباس سے گرد جھاڑی، دو ایک بار کھنکارا۔ دل میں اُٹھتے ہوئے مسرت کے طوفان کو ظاہر کر اور چاروں طرف پھیلے ہوئے مکانوں کی کھڑکیوں سے نظر آنے والے پڑوسیوں کو دکھانے کے اُس نے یہ حرکت کی تھی۔ جگت کی ماں نے ریڑھے سے اُتر کر اپنی بہو سے کہا۔

''بیٹی! کچھ دیر بیٹھی رہو۔ میں گھر میں جا کر تمہارے قدموں کے استقبال کی تیاری کرتی ہو

ہزارہ سنگھ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسی لمحے کا انتظار کرنے والے سوہن سنگھ نے جلدی سے در کھول دیا۔ پہلے اُنہوں نے مقابل کھڑے ہوئے ہزارہ سنگھ کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی مسر دیکھا، پھر اُن کی نظریں سجے ہوئے ریڑھے پر جم گئیں۔ باپ کا دل مسرت سے جھومنے لگا۔ کے نانا بھی اس نیک وقت کے انتظار میں دو گھنٹے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ فخر سے تنا ہوا سینہ چوڑا کرتے ہوئے مسرت سے لبریز آواز میں اُنہوں نے کہا۔

''مجھے یقین تھا کہ جگت اس بار بغیر شادی کئے نہیں لوٹے گا۔'' پھر دروازے سے آتی جگت کی ماں سے بولا۔ ''بیٹی! آج تیرے جگت نے کمال کر دیا۔''

جگت کی ماں تو مسرت سے دیوانی ہو رہی تھی۔ باپ سے اُنہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ آپ بزرگ کی دُعا کا اثر ہے۔ لیکن وہ اپنے شوہر اور باپ کی جانب منہ کر کے بولیں۔ ''آپ تو را روک کر کھڑے ہو گئے۔ ارے میری بہو کو اندر تو آنے دیں۔ ابھی مجھے اس کے استقبال کی رسو کرنی ہیں۔ گھر میں پہلی آئی ہے، کوئی معمولی بات ہے؟''

اُن کی چال میں مسرت کا جوش چھلک رہا تھا۔ نانا ہنس کر بولے۔ ''اچھا، اچھا..... اب تم سا بن گئی ہو اسی لئے رُعب جمانے کی آج سے شروعات کر دی تم نے۔''

جگت کی ماں کو باپ کے الفاظ میں بڑی مٹھاس محسوس ہوئی، جھٹ سے اندر جا کر استقبالی م ادا کرنے کا سامان لے آئیں۔ ویسے تو یہ سامان بہت دنوں سے تیار رکھا تھا، مگر اس کے لعل کی نیک گھڑی آئے گی یا نہیں، یہ فکر اُن کو ستاتی تھی۔ بھگوان نے آج ان کے ارمان پورے ۔ لوٹتے ہوئے اُس نے جگت کے پتا اور نانا کو میٹھی ڈانٹ پلائی۔

''بہو جب آپ لوگوں کے چرن چھوئے، صرف دُعاؤں سے کام نہ چلائیں بلکہ دوسری تیاری ضروری ہے، سمجھے؟'' سسر اور داماد ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر مسکرا دیئے۔

چندن کور نے جب ریڑھے سے نیچے قدم رکھا، پوری گلی پڑوس کی عورتوں اور بچوں سے بھر گئی۔ سال گاؤں میں بہت سی شادیاں کر کے دُلہنیں لائی جاتی تھیں مگر چندن کور جیسی عجیب دُلہن اس اں کے لئے نئی بات تھی۔ گاؤں کے دوسرے حصوں سے بھی دوڑ دوڑ کر لوگ جگت کی دُلہن کو کھنے آ رہے تھے۔ ہزارہ سنگھ اُن کا تجسس بڑھانے کے لئے خود ہی بڑبڑا رہا تھا۔ ''پولیس کو ڈاج ے کر جان کی بازی لگانے کے بعد میرا بھانجا بیاہ کر بہو لایا ہے۔ اس طرح مفت میں صورت کھنے کو نہیں ملے گی۔''

چندن کور نے گھونگھٹ کچھ اور کھینچ لیا اور پیر کے انگوٹھے کو مٹی میں حرکت دینے لگی۔ اُس کے و میں تلوار تھی جس کی گواہی پر اُس نے جگت سے شادی کی تھی۔ جگت کی ماں نے آواز دی۔ ارے لڑکیو! ابھی میری بہو کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟ بیچاری کو گھر میں تو آنے دو!''

دھیمی چال چلتی ہوئی چندن گھر کے دروازے پر آ کر رُک گئی۔ ساس نے چادر بچھا کر اُس پر ف چیزیں پھیلا دیں اور مسرت بھری آواز میں کہا۔ ''بہو! اس پر پیر رکھو۔''

چندن کور نے مہندی لگے ہوئے پیر چادر پر رکھ دیئے۔

''بس...... اب گھر میں داخل ہو جاؤ!'' جگت کی ماں نے کہا اور بڑی احتیاط سے چادر لپیٹ کر ٹھالی۔ چندن کور اُن کے چرن چھونا چاہتی تھی، مگر اُسے روک کر بولیں۔ ''پہلے میرے پتا اور اپنے سر کے چرن چھوؤ!'' یہ کہہ کر اُنہوں نے چندن کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔

چندن کور کے چرن چھوتے ہی بوڑھے نانا نے ہاتھ بلند کر کے دُعا دی جو شاید اُن کے دل کی واز تھی۔ ''سکھی رہو اور سب کو سکھ دینا بیٹی! جس بہادری سے تم اس گھر کی بہو بن کر آئی ہو، اسی رح ہمیشہ بارُعب رہنا۔'' پھر سونے کی چین بہو کے ہاتھوں میں دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔

جگت کے پتا بہو کی گھر میں آمد سے مسرت کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ اُن کے حلق سے واز نہیں نکل رہی تھی۔ اُن کے بمشکل ادا ہونے والے الفاظ لڑکھڑا رہے تھے۔ ''بھگوان تیرے ہاگ کو سلامت رکھے۔'' بچپن میں گود میں کھلائی ہوئی لڑکی آج اُن کی بہو بن کر اُن کے گھر میں ئی تھی، اُنہوں نے چندن کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ چندن کور کو اس لمس میں سسر اور پتا کا یار چھلکتا محسوس ہوا۔

بہو، جگت کی ماں کے چرن چھونے کے لئے جھکی تو اُنہوں نے بہو کو اپنے سینے میں چھپا لیا۔ اُن کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو موتی بن کر ٹپک رہے تھے۔ اُن کی دُعائیں ٹھنڈے پانی کے بہتے

ہوئے جھرنے کی طرح تھیں۔

چندن کور، ماموں ہزارہ سنگھ کے چرن چھونا بھی چاہتی تھی، اس طرح کی حرکت
ہزارہ سنگھ بری طرح بوکھلا گیا مگر اسی لمحے نانا اُس کی مدد کو پہنچے۔

"بہو بیٹی! یوں تو ہزارہ، جگت کا ماموں ہے مگر یہ تمہارے دیو اور کے برابر ہے۔"

انہی لمحات میں قریب کی رشتے دار عورتیں مسرت کا اظہار کرنے اور مبارکباد دینے آ
اُنہوں نے کہا۔

"ماں جی! جگت بھائی کی خاموشی سے شادی کر لی، مگر کم از کم مٹھائی تو کھلا دیتیں۔"

نانا جیسے اسی وقت کے انتظار میں تھے، فوراً بول اُٹھے۔ "کچھ صبر کرو لڑکیو! بیاہ خاموشی
ضروری تھا۔ باجے گاجے سے پورے گاؤں کا منہ میٹھا کریں گے۔ جاٹ کے ایک ایک گھر
دی جائے گی۔" پھر کچھ دیر رُک کر منہ ہی منہ میں بڑبڑائے۔ "سامنے والے ایک گھر کی با
کرتا۔"

سب لوگ سمجھ گئے کہ نانا کا اشارہ موہن سنگھ کے مکان کی جانب تھا۔ نانا نے اُس وقت
سنگھ کی جانب دیکھا۔ اُن کی بات میں ایک اشارہ تھا۔ "باقی بچے ایک دشمن کو زیادہ دن زن
رہنا چاہئے۔"

جب باپ بیٹے تنہا ملے تو اُس وقت نانا نے یہی بات کی۔ "ہزارہ! پانچ سات دن شا
خوشی ہو جائے، اس کے بعد اُسے ختم ہو جانا چاہئے۔ اُس کی زندگی میرے دل میں آگ بھڑ
ہے۔" نانا کی آواز میں عجیب سا تاثر تھا۔

"باپو! میں یہ بات جانتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کئی دنوں سے کھجلی ہو رہی ہے۔ اب
قتل کر کے فرار ہونے اور آسرا لینے کی ایک محفوظ جگہ بھی ہے۔ میرے دل میں بھی بھا
ساتھ ڈاکہ ڈالنے کے ارمان ہیں۔" ہزارہ رُکا، اُسی لمحے نانا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جان کر ا
گئے الفاظ میں ہزارہ کی نفرت جھلک رہی تھی۔ جو بات ہزارہ اطمینان سے کہنا چاہتا تھا، اُس
وقت اس بات کے لئے مناسب سمجھا۔ "جگت نے مجھے ایسا نہ کرنے کی قسم دی ہے۔"

"قسم......؟" نانا گرج کر بولے۔ "دشمن کو قتل نہ کرنے کی قسم، جگت کا دماغ تو خراب نہیں
گیا؟" اُن کا سرخ چہرہ دیکھ کر ہزارہ نے تفصیل میں جانا مناسب سمجھا۔

"باپو! بھانجے نے کہا ہے کہ موہن سنگھ کا قتل میرے ہی ہاتھوں ہوگا، مگر ابھی کچھ دیر ہے۔"

نانا کچھ ٹھنڈے ہوئے۔ جگت کی ڈھیل اُن کی سمجھ سے باہر تھی۔ "کس بات کا انتظار ہے
نجومی سے مہورت لینا ہے؟ دیر ہو گی تو بوڑھے کی جوان بیوی کی کوکھ سے لڑکا جنم لے گا۔ ا
خیال اُسے کیوں نہیں آتا؟" یہ الفاظ اُن کے منہ سے ادا ہوتے ہی بیٹے کی زبان بھی کھلی۔ وہ
بات کہنے لگا جس کو کہنا مجبوری تھی۔

"جگت بوڑھے کی جوان بیوی کی وجہ سے ہی اُسے زندہ رہنے کا موقع دے رہا ہے۔"

وہ کہہ گیا مگر اُسے محسوس ہوا کہ اس سے بڑی غلط فہمی پھیل جائے گی۔ مگر نانا فوراً سمجھ گئے
اُنہوں نے ہزارہ سے کہا۔ "مگر جگت نے اب شادی کر لی ہے۔ اُسے دوسرے کی بیوی سے

ہے؟"

ن کو جلانے اور گاؤں پر رُعب ڈالنے کے لئے نانا نے رات بھر جاگ کر جگت کی شادی کا
نانے کا انتظار کرنے کے سلسلے میں پروگرام تیار کر لیا۔ اس جشن کے لئے دُور دُور کے گاؤں
تے داروں کو بلانے کا انتظام بھی کرنا تھا۔ اس سلسلے میں وہ پورا ہفتہ بیٹی کے گھر رہنے کے
ر ہو گئے۔ اُن کی باتیں سنتی ہوئی چندن کور شادی کی پہلی رات برہا کی آگ میں جلتی ہوئی
گزار رہی تھی۔

لی رات اُس کے پہلو میں شوہر موجود نہیں تھا۔ ایسی شاید یہ پہلی دُلہن تھی۔ مگر جگت کی یاد اُس
وں میں تصویر بن کر اُبھر رہی تھی۔

ع نہار منہ مانگ میں سیندور لگا کر چندن کور طلوع ہوتے ہوئے سورج کو پرنام کرتی ہوئی
پ کھڑی تھی۔ سامنے والے مکان کے آنگن میں اُس نے ویرو کو بیٹھے دیکھا۔

ات کی شادی کی اطلاع پا کر اُسے بے پناہ مسرت ہوئی مگر اُس کی چاچی اور شوہر آگ بگولا
۔ "ایک عورت کو بیوہ بنانے کے لئے اُس نے شادی کی ہے۔ اس کی زندگی چند ماہ سے زیادہ
ہ۔ جیسے اُنہوں نے بہت بڑی فتح حاصل کر لی ہے۔ اس وقت اُنہیں کودنے دو۔ جب بہو کی
لوٹیں گی اس وقت سر پیٹ کر روئیں گے۔" سوہن سنگھ نے غصے میں بھر کر کہا۔

رو سے یہ نہ سنا گیا۔ مگر شوہر اور چاچی سے بحث کرنا بیکار تھا۔ لہٰذا وہ چپ رہی۔ اُن کا جی
ہو کہتی۔ "تمہارے جیسے نامرد کی دُلہن بننے سے بہتر تھا کہ مرد کے ساتھ شادی کر کے اُس کی
نے پر فخر کر سکتی۔"

ت کی دُلہن کو دیکھنے کی خاطر دوسری عورتوں کی طرح وہ وہاں نہیں جا سکتی تھی۔ یہ بات اُسے
ی تھی۔ اُسے صرف ایک بار جا کر جگت سنگھ کی دُلہن کا چہرہ دیکھنے کی آرزو تھی۔ وہ چاہتی تھی
ی اُسے دُعاؤں سے نوازے۔ دل اُسے جگت کے گھر کی جانب کھینچ رہا تھا۔ مگر شوہر اور
نظر بچا کر وہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ صبح کے وقت سورج کو پرنام کرتی ہوئی چندن کور کا
چہرہ ویرو نے دیکھا، اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پھر بھی وہ اُسے قریب سے دیکھنے کی
دل سے نہیں نکال سکتی تھی۔ چاچی نہا رہی تھی اور موہن سنگھ ابھی سویا ہوا تھا۔ اس کا فائدہ اُٹھا
ہت پر پہنچ گئی اور غور سے چندن کو دیکھنے لگی۔

رج کو پرنام کر کے چندن نے آنکھیں کھولیں اور اُس کی نظریں ویرو پر جا کر ٹھہر گئیں۔ اُس
ادہ عورت پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں، ویرو کے
پر پیار بھری مسکراہٹ تھی۔ چندن اُسے نہ پہچاننے کے باوجود مسکرانے لگی۔ ویرو نے
ن پر دو ہاتھ رکھ کر اُس کی بلائیں لیں۔

دن کور اس سے قبل کہ کچھ پوچھے ویرو نے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبی ہوئی کسی چیز کو چندن کور
ف اُچھال دیا۔ چندن کو اس قسم کی حرکت عجیب سی محسوس ہوئی مگر اس حرکت میں بھی اُسے
نظر آیا۔ چھت پر اُس کے قریب پڑیا نما کاغذ پڑا ہوا تھا جس میں شاید کوئی چیز بندھی ہوئی
ں نے وہ پڑیا اُٹھالی، اُس میں سے چاندی کا ایک روپیہ برآمد ہوا۔ روپے پر نظر ڈال کر

اُس نے سوالیہ نظروں سے ویرو کی جانب دیکھا۔ ویرو نے اُس کے ہاتھ میں موجود پڑیا والا پڑھنے کا اشارہ کیا۔ چندن کور پڑھنا جانتی تھی، پرچی میں لکھا ہوا تھا۔

''آپ کو کس طرح مخاطب کیا جائے؟ میں نہیں سوچ سکی۔ لہٰذا چندن لکھتی ہوں۔ شگون طور پر روپیہ بھیج رہی ہوں۔ آپ کے گھر کے قریب رہنے کے باوجود دُور سے روپیہ پھینک ہوں۔ اتنی بزرگ بھی نہیں کہ آپ کو دُعائیں دُوں، پھر بھی ایک بیاہی ہوئی عورت کی حیثیت آپ کے سہاگ کی سلامتی کی تمنا رکھتی ہوں۔ موقع ملنے پر آپ سے ضرور ملوں گی، یہ یقین ر گا۔ آپ سے بات کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ یقین رکھیے! آپ سے قریب آپ کے چاہنے والی ہے جو ہمیشہ آپ کے سکھ کے لئے بھگوان سے پرارتھنا کرتی رہے گی۔ صرف اتنا کافی ہے۔''
آپ کی سہیلی ویرو۔

ویرو کا نام پڑھتے ہی چندن کے ذہن پر سے راز کا پردہ ہٹ گیا۔ شادی سے پہلے اُس کے ش نے اس عورت کا نام لیا تھا۔ اس ویرو کو آج اُس نے دیکھ لیا۔ اتنے تھوڑے وقفے میں اُس عور نے دُور رہ کر بھی چندن کا دل جیت لیا۔ چندن کا سر آپ ہی آپ ویرو کے سامنے جھک گیا۔ لیے آواز سنائی دی۔

''بہو! کہاں گئی ابھی سے؟''

چاچی کی نفرت بھری آواز سن کر ویرو جلدی سے نیچے چلی گئی۔ چندن اُسے جاتے ہوئے دیکھ لگی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ویرو اپنے گھر کے افراد سے چھپ کر اُسے دیکھنے کے لئے چھت پر آئی تھ ویرو کا دیا ہوا روپیہ پڑیا میں لپیٹ کر اُس نے کرتے میں چھپا لیا۔ ساس کو یہ بات بتائے یا نہیں اسی سوچ میں وہ چھت سے نیچے اُتر آئی۔

○

جگت کی شادی کی خوشی میں پورا گاؤں شریک تھا۔ عام طور پر شادی سے پہلے جو دُھوم دھا ہوتی ہے، وہ شادی کے بعد ہو رہی تھی۔ دوسرے گاؤں سے ریڑھوں میں رشتہ دار آ رہے تھے۔ اُ کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا۔ روزانہ سو دوسو افراد کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ کی شادی کی باتیں کرتے ہوئے تھکتے نہیں تھے۔ سارے علاقے میں سنسنی پھیلانے والے ا پولیس کو ناکوں چنے چبوانے والا جگا ڈاکو اُن کے گاؤں کا ہے یہ اُن کے لئے فخر کی بات تھی۔ وہ کہ تھے۔

''ہمارے جگا کی شادی میں شہنائی نہ بجی تو کیا ہوا؟ رائفلوں کے دھماکوں سے خوشی پورا ہوئی۔ انسپکٹر سنہا نے جگا کی دُلہن کو اکھنڈ سوبھاگیہ وتی کا آشیرباد دیا۔ اس کے لئے بہت سے لوگ اُس کی انسانیت کی تعریف کر رہے تھے اور کوئی اس کا غلط مطلب نکال رہا تھا۔

''جس شخص نے چھ مہینے میں جگا کو ختم کرنے کی قسم کھائی ہے وہ ایسا رحم دل انسان کیسے ہو سکا ہے؟ ضرور اس میں بھی اُس کی چال ہے۔''

انسپکٹر سنہا پُراُمید تھا۔ جگت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، اس میں بھی اُس نے قسمت کا کھیل دیکھا۔ شادی کی پہلی رات منانے وہ ضرور اپنے گھر آئے گا، اس وقت اُس پر ہاتھ ڈالنے کا موقع

اُسی رات سے اُس نے گاؤں میں پولیس کا سخت پہرہ قائم کر دیا۔ گاؤں کے دونوں ناکوں پر ہوں کی چوکیاں تھیں۔ وہاں موجود اہل کاروں کے علاوہ سنہا نے سادے لباس میں اپنے دو دو ی وہاں روک لئے تھے کوئی شخص گاؤں میں داخل ہو، اُسے چیک کیا جائے مبادا جگا بھیس بدل کر ائے۔ لہٰذا سامان چیک کرنے کے بہانے ہر شخص کا پورا جائزہ لیا جائے۔ سنہا نے اس بار بڑا انتظام کیا تھا تاکہ پولیس کی سرگرمی کا کسی کو ذرا سا شک نہ گزرے اور جگا کو اُس کا پتہ چل ئے اور وہ اِدھر کا رُخ ہی نہ کرے۔

جگت کی ماں، باپو اور نانا اسی اُلجھن میں تھے۔ دُولہا اور دُلہن شادی کی رسم کے بعد ہی الگ ہو تھے۔ ان دونوں کے ملاپ کے بغیر شادی کی خوشیاں منانے میں اندرونی طور پر ان کے لئے پ سا محسوس ہو رہا تھا۔

ملاپ میں جس قدر وقت گزر رہا تھا، خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت کی شادی میں پولیس کو جو ائی ہوئی تھی، اس کا داغ دھونے کے لئے پولیس اپنا پورا زور صرف کرے گی۔ کسی قیمت پر جگت ر کرنے کی غرض سے پولیس زمین آسمان ایک کر دے گی۔ اس دوران اگر لڑکے کو کچھ ہو گیا تو ابھی کہے گی کہ ایک ارمان بھری کنواری لڑکی کی زندگی برباد کر دی۔ سہاگ رات نہ منائی تو نسل مانے کی اُمید بھی ختم ہو جائے گی...... جگت کے نانا سوچ رہے تھے۔

پانچویں دن جگت کا ایک ساتھی گاؤں میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اطلاع دی۔ ''جگت کا گھر آنا رے سے خالی نہیں۔ لہٰذا چندن کو باہر بھیجنا پڑے گا۔''

''مگر کہاں؟'' جگت کی ماں نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

''چندن کے میکے میں...... جگت اس سے وہاں ملے گا۔ سب کو چوکنا رہنا ہے۔ پولیس کو ذرا سا نہیں ہونا چاہیے۔''

چندن کور کو میکے پہنچانے کا کام ہزارہ سنگھ کے ذمہ ڈال دیا گیا۔ شادی کے بعد ساتویں شام ن کور مردانہ لباس میں گاؤں کے لوگوں کی آنکھوں سے بچ کر میکے پہنچ گئی۔ یہ بات گھر کے ف چار افراد جانتے تھے۔ آدھی رات کو چندن کور کے پتا کے مکان کا عقبی دروازہ کھلا۔ سب کچھ م ہو چکا تھا۔ اندھیری رات کی وجہ سے پورے گاؤں میں سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ گھر میں لالٹین کی م روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سہاگ رات کا لباس پہن کر چندن اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ی۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ اُس کے ذہن میں پیار کے دیپ جل اُٹھے۔ اُس کا انگ انگ کنے لگا...... کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اپنے محبوب کے قدموں کی آہٹ چندن کے دل کی دھڑکنیں تیز کئے دے رہی تھی۔ وہ دروازے کی جانب پشت کر کے جسم کو سمیٹے بیٹھی رہی...... جگت رے میں داخل ہوا اور چندن نے نہ چاہتے ہوئے بھی گردن گھما کر اپنے محبوب کی جانب بھا۔ جگت مسکرا رہا تھا۔ چندن کور نے سٹ کر منہ پھیر لیا۔

جگت نے اندر داخل ہو کر سر سے صافہ اُتارا، شانے پر لٹکی ہوئی بندوق بستر سے ٹکا کر کھڑی کر ، پھر بستر پر بیٹھ گیا۔

بچپن میں ساتھ کھیل کر شرارتیں کرنے والے اس وقت خاموش تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کیا بات کریں؟ ملن سے پہلے اُنہوں نے دل ہی دل میں بہت کچھ کہنے سننے کا تہیہ کر رکھا مگر تنہائی ملتے ہی جیسے اُن کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اُن کے ذہنوں سے تمام الفاظ محو ہوگئے۔

پانچ سات منٹ کے بعد جگت نے آہستگی سے چندن کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ پریتم کے اس لمس کی منتظر ہونے کے باوجود چندن شرما کر کچھ کھسک گئی۔

"ٹھہریئے...... میں آپ کے لئے کچھ لا رہی ہوں۔" یہ کہتی ہوئی وہ باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ تھالی میں چاندی کا پیالہ لے کر واپس مُڑی۔ جگت اُسے پیاسی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ حسن کا ایسا شاہکار تھی جس نے جگت کے دل کا سکون چھین لیا تھا۔ بستر پر بیٹھتے ہوئے چندن نے مدھم لہجے میں کہا۔

"زعفرانی دُودھ ہے۔" اُس کا نازک ہاتھ جگت کی جانب بڑھا۔

جگت نے ایک ہاتھ سے پیالہ تھام لیا اور دوسرے ہاتھ سے چندن کی کلائی تھام لی۔ شرم سے سمٹ کر ہاتھ کھینچتی ہوئی چندن سے اُس نے پیار سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"اسی طرح شرماتی رہو گی تو صبح ہو جائے گی...... مجھے صبح سے پہلے چلا جانا ہے۔"

اور اُس نے چندن کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ رات کی خاموشی کے درمیان دو دل ایک دوسرے میں سما جانا چاہتے تھے۔ چندن نے چھت کی جانب جلتی ہوئی لالٹین کو دیکھ کر اشارہ کیا۔ جگت نے لالٹین بجھا دی۔ چندن اپنے محبوب شوہر کے قدموں پر گر کر بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "میں آپ کے سکھ کی خاطر سب کچھ کروں گی۔"

اُس کے دونوں ہاتھ تھام کر جگت نے اُسے بستر پر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ "صرف میرے سکھ کی خاطر؟ میرے ماں باپ کے سکون کی خاطر نہیں......؟"

اب چندن کی زبان آزاد ہوئی۔ "آپ کے اور ماتا پتا کے سکھ الگ کب ہیں؟"

"نہیں چندن! یہ بات نہیں...... میں گھر میں نہیں رہ سکتا۔ میرے ماں باپ مجھ سے جو اُمید کرتے ہیں میں پوری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تمہاری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں...... اُن کے کسی حکم کو میں نہیں ٹھکراؤں گی۔ اس کا یقین رکھیں۔ اور کچھ؟" چندن نے شرما کر کہا۔

جگت چندن کی نازک پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا سوچ میں گم ہوگیا، پھر کچھ دیر بعد بولا۔

"اور ہاں! دوسری بات...... مجھے ناچ گانے سے سخت نفرت ہے۔ تم اس بات کا خیال کرنا۔"

جگت کے ان الفاظ کا چندن نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ اپنے جگت کی بانہوں کے گھیرے میں تھی۔ بانہوں کا گھیرا لحظہ لحظہ تنگ ہو رہا تھا۔ اور چندن کی چڑھتی ہوئی سانسوں کے ساتھ چوڑیوں کی جھنکار کا جلترنگ کمرے میں گونجنے لگا تھا۔ رات کا شباب اپنی منزل طے کر رہا تھا......!

O

چندن کور بھیس بدل کر جب گاؤں واپس لوٹی تب پولیس کو معلوم ہوا کہ چندن نے رات گاؤں سے باہر بسر کی تھی۔ سنہا آگ بگولا ہوگیا۔

"ایک عورت تمہاری آنکھوں میں دُھول جھونک کر چلی جائے، تم لوگوں کو شرم سے ڈوب مرنا ہے۔ تم سب بیوقوف مل کر مجھے پولیس کے محکمے سے نکلوا کر رہو گے۔"

سنہا کی گرج سے سب کپکپا رہے تھے۔

سنہا کی جانب سے اعلان کی گئی مدت کو تین ماہ گزر چکے تھے۔ اس دوران تین بار جگت پولیس کو ے کر نکل بھاگا تھا۔ اب جگا اپنے گاؤں میں کبھی واپس نہیں لوٹے گا اس کا اُسے یقین ہو ا۔ اگر اُسے قابو کرنا ہے تو صرف ایک راستہ تھا، اُس کی خفیہ جگہ تلاش کی جاتی جہاں اُس کا قیام ۔ جگا کے گروہ کے کسی فرد کو رشوت دے کر اس سلسلے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ اس صورت وہ اُس کی سرگرمیوں کے بارے میں باخبر رہ سکتا تھا۔ سنہا ہر ممکن ترکیب آزما کر جگت کے گروہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔

O

جگت جب صبح واپس ہوا تو اُس کے چاروں ساتھیوں نے شریر مسکراہٹوں سے اُس کا استقبال ا۔ سردار سہاگ رات منا کر آیا تھا اس خوشی کے باعث اُن کی آنکھوں میں شرارت جھانک رہی ی۔

"بھابھی کی بانہوں سے بہت جلد نکل آئے؟" ہنومان نے شرارت کا آغاز کیا۔ جگت شرما کر گے بڑھا اور اُس کی پشت پر ایک ہاتھ جڑتا ہوا بولا۔

"بیٹے! تمہاری بھی باری آئے گی۔"

ہنومان منہ بنا کر پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "جگت! تمہارا ہاتھ بڑا بھاری ہے۔ کہیں بھابھی پشت تو نہیں سہلائی؟ بیچاری چکرا گئی ہوگی۔"

"ارے نہیں۔ میں نے تو بہت آہستہ سے پشت سہلائی تھی۔" جگت نے کہا اور دو مزید ہاتھ ان کی پشت پر جڑ دیئے۔ بے چارہ بری طرح جھک گیا۔

جگت نے اب ہنومان کو چھیڑا۔ "چندن نے تیرے لئے بھی ایک لڑکی تلاش کی ہے۔"

"میرے لئے؟" ہنومان مار بھول کر متعجب نظروں سے دیکھتا ہوا جھومنے لگا۔ "بھابھی آتے میری فکر کرنے لگی ہیں۔ بتاؤ تو وہ لڑکی کیسی ہے؟"

جگت نے بچن، کرپال اور ہوشیار کو آنکھ مارتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "لڑکی کی وہ بڑی تعریف ی تھی۔ چندے آفتاب چندے ماہتاب ہے۔ ایک بار دیکھ کر بھول نہیں جا سکتی۔"

"مگر میرے جیسے اناڑی سے وہ شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی؟" ہنومان نے رت لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہیں کرے گی...... وہ تمہاری بھابھی کی ہر بات مانتی ہے۔ کسی طرح انکار نہیں کرے ۔" یہ کہہ کر جگت جان بوجھ کر دوسری باتوں میں لگ گیا۔

"اب کہاں ڈاکہ ڈالنا چاہئے اور اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟"

ے تینوں ساتھی بھی جگت کی شرارت سمجھ گئے اور ہنومان کو ستانے کے سلسلے میں جگت کا دیتے۔ ہنومان کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اُس کا دل جگت کی بات کا منتظر تھا۔

وہ بار بار پہلو بدلنے لگا۔ آخر صبر نہ ہونے پر منہ بنا کر بولا۔ "ابھی بھابھی سے ملاقات کر کے آئے ہو۔ کام کی بات بعد میں ہو سکتی ہے۔ کوئی دلچسپ بات کرو! جس سے کچھ لطف بھی آئے۔"

"کیا دلچسپ بات؟" جگت نے سوال کیا۔

"اُسی لڑکی کی بات...... وہ کیسی ہے؟ کچھ اُسی کی بات کرو!"

"اچھا تو سنو!" جگت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "وہ بہت زیادہ حسین ہے۔ صرف ایک کمزوری ہے، وہ کانی ہے۔ مگر یہ کوئی خاص برائی نہیں ہے۔" جگت نے تینوں ساتھیوں کو آنکھ مار کر کہا۔

"ہاں ہنومان...... کانی لڑکی تو اچھی رہے گی۔ ایک آنکھ سے تمہیں ہی دیکھے گی۔" کرپال نے سنجیدہ صورت بناتے ہوئے کہا۔

"پھر ایک اور بھی فائدہ ہے۔ وہ ہماری طرف یا کسی دوسرے کی جانب دیکھ ہی نہ سکے گی۔ بھئی ہنومان کے لئے تو وہی مناسب رہے گی۔" بچن نے درمیان میں ٹکڑا لگایا۔

ہنومان نے کچھ نہیں کہا، لہٰذا جگت نے مزید کہا۔ "اُس کی آواز کوئل کی کوک کی طرح ہے۔ تمہاری بھابھی تعریف کر رہی تھی۔ بس سنتے جاؤ، دل ہی نہ بھرے۔ مگر تمہاری بھابھی کہہ رہی تھی...... بس ذرا ہکلاتی ہے۔ وہ جب تک جملہ مکمل نہ کرے انتظار کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔" ہوشیار نے بات کو قائم رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ مرد خوش نصیب ہوتا ہے جس کی بیوی کی زبان دراز نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں ہنومان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ارے...... ایک اور بات بھی یاد آئی۔" جگت نے چونک کر کہا۔ "بھئی اُس کے دانت موتیوں ایسے سفید ہے مگر......"

تب ہنومان کا ضبط ٹوٹ گیا۔ "اس میں بھی کچھ ہے؟"

"ہاں یار...... اُس کے اگلے دانت تھوڑے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ پاؤں بڑے خوبصورت ہیں، مگر ذرا سی لنگڑاتی ہے۔ اور پشت پر چھوٹا سا کُبڑ ہے۔ ویسے لڑکی حسین ہے۔"

ہنومان غصے سے چیخ کر بولا۔ "بس بس...... بہت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اُس کے جسم کا کوئی بھی حصہ صحیح نہیں ہے اور میرے لئے بھابھی نے ایسی لڑکی پسند کی ہے۔"

ہنومان کا چہرہ دیکھ کر چاروں ساتھیوں نے لمبا قہقہہ لگایا۔ ابھی اُن کا قہقہہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ہنومان بول اُٹھا۔ "ایسی لنگور کو بیاہنے سے کل رات والی حسن بانو بہتر ہے۔ اُس سے کبھی کبھی ملاقات ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"کل رات والی حسن بانو؟" جگت نے آنکھیں چڑھا کر کہا۔ اُس کی پیشانی پر اُبھرنے والی لکیریں کسی خطرے کی علامت تھیں۔ ہنومان نہ کہنے والی بات بول گیا۔ یہ دیکھ کر تینوں ساتھی سنک اُٹھے۔ جگت خوفناک نظروں سے چاروں کی جانب دیکھنے لگا جیسے اُس کی تیز نظریں اُن کے دلوں میں اُترتی جاتی ہوں۔ "کل رات کہاں گئے تھے تم لوگ؟"

چاروں ایک دوسرے کو مجرموں کی طرح دیکھنے لگے، مگر خاموش رہے۔ جگت کو اُن کی خاموشی میں کسی اخلاقی جرم کی بو محسوس ہوئی۔ بازاری عورتوں سے اُنہیں دُور رہنے کی جگا کی سخت ہدایت تھی۔ اُس کی غیر حاضری میں وہ لوگ اُس کی ہدایت کو بھول گئے۔ اُن کے ساتھیوں نے اُس کا

...ل حکم نہ مانا ہو یہ پہلا موقع تھا۔ اور وہ بھی کافی سنجیدہ بات تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس ...ں رگڑتے ہوئے جگت دھاڑا۔

"تم لوگوں کو منع کیا تھا۔ اس کے باوجود تم لوگ اسی راستے پر......؟"

"ہم نے وہاں جا کر کوئی پاپ نہیں کیا۔" بچن نے دفاعی انداز میں کہا۔ "ناچ دیکھنا جرم تو نہیں ...ہ؟"

"ناچ......؟" جگا غصے میں بپھر کر بولا۔ "تم لوگ پاپ کی بات کر رہے ہو، مجھے ناچ سے سخت ...رت ہے۔ مگر یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ میں پاپ کو بھی درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔ سوال اس کا ہے ...ہ بازاری عورت کسی کی رشتے دار نہیں ہوتی۔ جو پیسے کی خاطر تمہیں دو گھڑی خوش رکھنے کے لئے ...نے جسم کو تھرکاتی ہے، وہی طوائف پیسے کے لالچ میں تمہیں گرفتار نہیں کرائے گی، اس کا کیا ثبوت ...ہ؟" جگت کی آواز غصے سے بلند ہو رہی تھی۔ اُس کے لہجے میں تختی تھی۔ "طوائف کا منہ را جال ...ا کر پولیس تمہیں دھر لے، اس سے زیادہ ایک ڈاکو کے لئے کوئی بے عزتی نہیں۔ مجھے ایسی ...اوں نہیں چاہئے۔ ناچنے والی طوائف کے پاؤں کی پائل سے گھائل ہونے سے بہتر ہے کہ ہم ...ولیوں کی بوچھاڑ کا راگ سنتے ہوئے موت کو گلے سے لگا لیں۔ آج ہمیں اس بات کا فیصلہ کرنا ...ہ کہ کون کیا چاہتا ہے؟"

چاروں شرمندہ ہو کر جگت کا غصہ برداشت کر رہے تھے۔ اُنہوں نے پہلے جگت کو اس قدر غصے ...ں نہیں دیکھا تھا۔ اُنہوں نے خاموشی بہتر سمجھی۔ جگت کچھ دیر بعد نرم ہو گیا۔ اُس نے دھیمے لہجے ...ں کہا۔ "مرد کی ہوس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ مگر اس کے لئے تمہیں شادی کر لینی چاہئے۔ ...ن جوکھوں میں ڈال کر میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔" اس کے باوجود جب وہ خاموش رہے تو وہ ...ٹ کر بولا۔ "میں ہی مسلسل بول رہا ہوں، تم لوگ بھی جواب میں کچھ بکو!"

"جگت! تمہاری بات صحیح ہے۔ اُس حسن بانو نے جھک جھک کر بڑے پیارے انداز میں ہمیں ...ر آنے کی دعوت دی ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے دوبارہ واپس آنے کے متعلق ہم سے تاریخ بھی ...علوم کی۔ شاید وہ ہمیں پہچان گئی ہے۔ ہماری اس غلطی کے لئے تم جس قدر چاہو ہمیں سزا دے ...تے ہو۔"

"سزا......" جگت نے ٹہلتے ہوئے کہا۔ اُس کے انداز میں سخت اضطراب تھا۔ اُس کے ذہن ...ں کوئی خیال چکر لگا رہا تھا۔ "سزا تو میں اپنے آپ کو دوں گا۔ میں اب کبھی اپنی عورت سے نہیں ...وں گا۔ یہی ہمارے لئے بہتر ہے۔"

جگت کے اس فیصلے پر سب سناٹے میں رہ گئے۔ بچن کو غصہ آ گیا۔ وہ جگت کی جانب دیکھتا ہوا ...ولا۔ "کیا کہتے ہو جگت؟ کیا تمہارے خیال میں ہم اتنے کم ظرف ہیں کہ اپنے دوست کے سکھ ...ے جلتے ہوں؟ لعنت ہے ایسی دوستی پر......" بچن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے طور پر بچن نے اپنے شانوں پر سے کارتوسوں کا بیلٹ اُتار کر جگت ...کے پیروں کے پاس پھینکا...... "سلام ہے ایسی دوستی کو۔"

بچن دروازے تک پہنچا، اسی لمحے جگت کی بلند آواز نے اُس کو متوجہ کیا۔ "بچن...... خبردار جو

ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔ تمہیں میری دوستی کی قسم ہے......" آواز میں ایک پیارے دوست کی التجا تھی۔ بچن کے قدم جیسے فرش نے تھام لئے۔ وہ رُک گیا۔ جگت کارتوسوں کا بیلٹ اُٹھا کر آگے بڑھا اور بچن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے بوجھل لہجے میں بولا۔ "یار! آخری لمحات تک ساتھ نبھانے کے قول وقرار کرنے کے بعد اس طرح چلے جاؤ گے؟ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ میں تمہاری بھابھی سے ملتا رہوں گا۔ مگر مہینے میں صرف ایک بار۔"

بچن کی آنکھوں سے پیار کے چشمے اُبل پڑے۔ وہ پلٹا اور دونوں بہادر دوست ایک دوسرے کے سینے سے لگ گئے۔ اسی خوشی اور جوش میں ہنومان، کرپال اور ہوشیار دوڑ کر اُن دونوں سے لپٹ گئے۔ اس مسرت کے دوران ہنومان نے دوستوں سے کہا۔ "چلو، میں اُس اونٹ مارکہ لڑکی سے شادی کرلوں گا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ حسن بانو جائے جہنم میں۔"

اور سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

○

دو ہفتے بغیر کسی سرگرمی کے گزر گئے۔ درمیان میں اس طرح آرام کرنا جگت کا اصول تھا۔ اس دوران وہ نئے اسلحہ کی خریداری اور نئے آدمیوں کی بھرتی کا کام انجام دیتا۔ ڈاکہ ڈالنے سے متعلق مخبروں کی اطلاعات کے مطابق تمام منصوبے بھی اُنہی دنوں میں تیار ہو جاتے۔ آدمی کتنے ہی اعتماد کے قابل ہوں، ڈاکو اچانک اپنے قیام کی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ دوپہر کے وقت اچانک حکم ملتا، سامان باندھ لو! اور ساتھی سمجھ جاتے کہ جگہ تبدیل کی جارہی ہے۔ جگت کو جگہ جگہ محفوظ مقامات پر آسرا مل جاتا تھا۔ وہ کبھی کبھی کسی جگہ دو ایک دن رُک بھی جاتا۔ اُس کے مقامی ساتھی اپنی جان کا خطرہ مول لے کر اُن کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں ہوشیار رہتے۔ رات کے کھانے کے بعد جگت اور اُس کے آٹھ دس آدمی الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے ہاتھ گرم کر رہے تھے، اسی لمحے ایک مخبر آپہنچا۔

"ایک بارات ریڑھے کے کچے راستے پر آرہی ہے۔ یہ کسی زمیندار کی بارات ہے۔ بڑا قافلہ ہے۔ اچھا مال ہاتھ آنے کی اُمید ہے۔"

سب لوگ ہوشیار ہو گئے۔ بارات کہاں سے روانہ ہوئی ہے کہاں جارہی ہے؟ اس کی تفصیل معلوم کی۔ بارات کے ساتھ کتنے مسلح افراد ہوں گے؟ یہ بھی معلومات حاصل کر لی گئیں۔ کچھ مخبر بارات کی سمت روانہ کئے گئے۔ کچھ دیر بعد ہی اُنہوں نے اندازہ کرلیا کہ بارات دو گھنٹے میں ایک مخصوص جگہ سے گزرے گی۔ لہٰذا بارات کو گھیرنے کا پروگرام بنا کر دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ جگت روانہ ہوا۔

دو بلند چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ریڑھے کے کچے راستے پر پہنچ کر جگت نے اپنا گروہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور راستے کے دونوں جانب اُونچائی پر اُنہوں نے مورچے بنا لئے۔ سردی کم کرنے کے لئے دو جگہ چھوٹے چھوٹے الاؤ جلائے گئے اور بارات کا انتظار ہونے لگا۔ ساتھ ہی تیل کی چار مشعلیں بھی تیار تھیں۔ ڈاکہ مارتے وقت اُنہیں جلانا تھا۔ بارات لوٹنے کے طریقے سے سب ہی واقف تھے، پھر بھی جگت نے اُنہیں سمجھایا۔

"دلہن کے جسم کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس کے علاوہ دوسری عورتوں کو پریشان کئے بغیر اُن

کے زیورات پر قبضہ کرنا ہے۔ مرد اگر مداخلت کریں، اس سلسلے میں اُن کی مرمت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرو گے۔ جیسے ہی میں آواز دوں، چار آدمی سامنے سے، چار عقب سے اور دو دو آدمی درمیان سے اُنہیں پوری طرح گھیر لیں گے۔" سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

آدھے گھنٹے کے بعد اُنہیں دور روشنیاں حرکت کرتی نظر آنے لگیں۔ روشنیوں کی لائن دیکھ کر اُنہوں نے اندازہ لگا لیا کہ بارات کے سجے ہوئے ریڑھے آرہے ہیں۔ جگت نے دھیمی آواز میں سب کو ہوشیار کیا۔ سب کی نظریں اندھیرے کے پار روشنیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اُونچے نیچے کچے راستے پر لڑھکتے ہوئے ریڑھے آہستگی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ریڑھوں میں لکڑی کی چھت سے لٹکتی ہوئی لالٹینیں ریڑھوں کی حرکت کے ساتھ ہلتی ہوئی عجیب سی معلوم ہو رہی تھیں جیسے اندھیری زمین پر ستارے ٹمٹما رہے ہوں۔ ڈاکوؤں کا خطرہ ہونے کے باوجود بارات رات کو کیوں آرہی تھی؟ اس کے لئے سب لوگوں کو تعجب تھا۔

رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیاں عجیب سا ساز بجا رہی تھیں۔ جگت نے ایک مشعل الاؤ پر رکھ کر جلائی۔ اُس نے گنا، سات سجے ہوئے ریڑھے تھے۔ دونوں چٹانوں کے درمیان والے راستے میں ریڑھے داخل ہو گئے۔ اسی لمحے ایک زوردار دھماکے سے فضا تھرا گئی۔ ایک گرجدار آواز گونج کر رہ گئی......

"رُکو......!"

ریڑھے والوں نے بیلوں کی لگامیں کھینچ لیں۔ سردی میں ریڑھوں میں سکڑ کر سوئے ہوئے باراتی جاگ اُٹھے۔ پورے ماحول پر خوف مسلط ہو گیا۔ ہر ایک اپنی جگہ سناٹے میں رہ گیا۔

"کون ہے؟ کون ہے؟" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

جگت، مشعل بلند کر کے زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ اُس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دنادن کی آواز کے ساتھ دو گولیاں سنسناتی ہوئیں مشعل کے قریب سے گزر گئیں۔ بیل بھڑکنے لگے۔ جگت کسی قسم کی حرکت کئے بغیر زمین پر چپک کر لیٹا رہا۔ اُس نے سوچا تھا شاید اور بھی فائرنگ ہو گی لیکن اس عرصے میں اُس کے ساتھیوں نے اندھیرے کی چادر سے نکل کر پوری بارات کو کامیابی کے ساتھ گھیرے میں لے لیا۔ رائفل برداروں کو اُنہوں نے قبضے میں لے لیا تھا۔

ہنومان کی گرجدار آواز گونجی۔ "خبردار...... اگر کسی نے ذرا سی بھی حرکت کی تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔"

سات ریڑھے ایک لائن میں کھڑے ہوئے تھے۔ اُن ریڑھوں میں سے تیسرے ریڑھے کے بیلوں کے درمیان ایک رائفل بردار چھپ گیا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اُس نے ہنومان کے سر کا نشانہ لے کر جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں بچن نے اُسے دیکھ لیا اور پھر چیتے کی طرح جست لگا کر اُس کی پشت سے جلتی ہوئی مشعل لگا دی۔ اُس شخص کے ہونٹوں سے دلخراش چیخ نکل کر فضا میں بکھر گئی۔ ساتھ ہی رائفل کی نال سے نکل کر سنسناتی ہوئی ایک گولی ایک بیل کی گردن کے آر پار ہو گئی۔ بیل نے لمبی چیخ ماری اور زور سے کودا، ساتھ ہی اُس ریڑھے سے بندھی ہوئی رسی بھی ٹوٹ گئی۔ ریڑھا ایک طرف اُلٹ گیا۔ اسی کے نیچے رائفل بردار شخص دب گیا۔ اندر بیٹھے ہوئے تین

آدمی باہر کی جانب گرے۔ ڈولہا اپنی تلوار کے ساتھ زمین پر چت گرا۔ ہنومان کی خوفناک آ
دیکھ کر وہ کپکپانے لگا۔

اسی عرصے میں جگت اُن کے درمیان پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے تڑپتے ہوئے بیل کو فائر کر کے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر زوردار آواز سے گرجا۔ ''تم لوگوں نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کی تو اس شخص کی لاش اس بیل کی لاش کے قریب بچھا دی جائے گی۔ قابو کیے ہوئے لوگوں پریشان نہیں کرتا اور مقابلہ کرنے والے کو بخشتا نہیں۔''

جگا کا نام سن کر ہی باراتی کپکپانے لگے۔ جگت نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔

عورتوں کے ناک، کان، گردنوں اور اُنگلیوں یا ہاتھوں پر سے سونے کے زیورات اُ لگے۔ سخت سردی میں ڈاکوؤں کے خوف سے کپکپاتے ہوئے باراتیوں میں سے ایک شخص نے جوڑ کر جگت سے کہا۔

''تمہارا نام ہم نے بہت سنا ہے۔ اور تمہاری پارٹی عورتوں کو نہیں لوٹتی یہ بھی سنا ہے۔''

''تم نے غلط سنا ہے میرے دوست!'' جگت نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''میں عو کی عزت نہیں لوٹتا۔ اکیلی ہو تو اُس کے زیورات پر ہاتھ بھی نہیں ڈالتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مرد، عورت کی آڑ لے کر جس قدر ہو سکے مال بچانے کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری یہ چال میں چکا ہوں۔ اس کے باوجود دُلہن کے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ وہ ہر طرح سے محفوظ رہے گی۔

''دُلہن......؟'' ایک شخص نے کہا۔

''اس بارات کے ساتھ دُلہن نہیں ہے۔ ڈولہا بغیر شادی کیے بارات واپس لے جا رہا ہے۔'' ڈولہا کے باپ نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

''جی ہاں حضور! ہم تو دو طرف سے لٹے ہیں۔ لڑکی کا باپ بے ایمان ثابت ہوا۔ اُس نے سے طے کیا ہوا جہیز نہیں دیا اور واپسی میں یہاں بھی لٹے۔ ہمیں جانے دیں۔''

جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ مشعل کی روشنی میں اُس کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی د زمیندار کو بچ جانے کی اُمید پیدا ہوئی۔ مگر جگا کے ذہن میں دوسرا طوفان کروٹیں بدل رہا تھا۔

''بارات منڈپ سے واپس لوٹی۔ باپ کی بے ایمانی کی سزا تم نے معصوم بچی کو دی۔ آ بیچاری کی زندگی کا تم لوگوں نے خیال نہیں کیا؟'' جگت نے دانت پیس کر کہا۔ اُس کی آنکھیں کی وجہ سے پھیل گئیں۔

ڈلہا کے باپ نے بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم لڑکے کو بیاہنے ہی تو گئے تھے۔ مگر طے کیا جہیز ملنا چاہئے تھا۔ آپ جہیز دلا دیں تو ہم منڈپ کی جانب لوٹنے کو تیار ہیں۔''

جگت نے دانت پیس کر آنکھیں پھیلاتے ہوئے ایک گھونسہ اُس کی پسلی پر جڑتے ہوئے تو لہجے میں کہا۔ ''احمق کے بچے! تو مجھ سے سودے بازی کر رہا ہے؟ مجھے لڑکی کا باپ سمجھتا ہے؟''

جگت غصے میں بپھر گیا۔ اُس نے ڈولہے کا کالر مضبوطی سے تھام کر اُس کا جسم ہلا دیا۔

''اُلو کے پٹھے! تجھ کو بھی اپنی ہونے والی معصوم بیوی پر رحم نہیں آیا جو تو شادی کیے بغیر ہیر لٹانے کی طرح پلٹ گیا؟''

ڈولہا کے پیر پہلے کپکپائے، پھر لرزنے لگے۔ ''کیا کروں...... میرے باپو نے حکم دیا، لہٰذا میں چلا آیا۔ ورنہ مجھے خود بھی وہ لڑکی پسند ہے۔''

جگت نے اُسے دھکا دے کر الگ ہٹا دیا۔ وہ اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کر چکا تھا۔ پہلو سے اپنا ستول نکال کر اُس نے آواز دی۔ ''ہنومان!...... بچن!''

دونوں حاضر ہو گئے۔

''میری گھوڑی اور اپنے گھوڑے یہاں لے آؤ!'' پھر کرپال اور ہوشیار سنگھ کو الگ بلا کر سرگوشیانہ لہجے میں کچھ کہنے لگا۔

جگا کیا کرنا چاہتا ہے؟ ڈولہا کا باپ نہ سمجھ سکا۔ وہ گھبرایا ہوا سا اُن کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا۔ ہنومان اور بچن سنگھ گھوڑے لے کر آ گئے۔ لہٰذا جگت نے زمیندار کو حکم دیا۔

''چل...... گھوڑے پر سوار ہو جا!'' پھر ہنومان سے کہا۔ ''تم اس کے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ! میں دولہے کو اپنے ساتھ سوار کراتا ہوں۔ ایک اور شخص ہمارے ساتھ چلے گا۔''

''مگر ہمیں آپ کہاں لے جا رہے ہیں؟'' ڈولہے کے باپ نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''منڈپ میں...... تمہارے بیٹے کی شادی کرائیں گے۔'' جگت نے زہریلی مسکراہٹ لبوں پر پھیلا کر کہا۔

ڈولہے کا باپ کچھ کہنا چاہتا تھا، اسی لمحے ہنومان نے اُس کی پشت پر ایک گھونسہ جڑتے ہوئے کہا۔ ''چپ رہو...... ہم جو کہتے ہیں اسی طرح کرو گے تم لوگ۔ تم خوش نصیب ہو جو جگا تمہارے بیٹے کی شادی میں شرکت کر رہا ہے۔''

جگت نے گھوڑی کی لگام کھینچ کر ایڑ لگائی اور گھوڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ اُس نے جانے سے پہلے ساتھیوں کو کہا۔ ''کوئی غریب بچی جہیز کی وجہ سے کنواری رہ جائے، یہ ناانصافی میں برداشت نہیں کروں گا۔''

○

منڈپ میں سناٹا چھایا ہوا تھا...... چار گھنٹے پہلے جہاں شہنائیوں کی گونج سے پورے گاؤں کی فضا میں موسیقی کی پیاری آواز گونج رہی تھی، وہاں اب ایک ارمان بھری کنواری کی ہچکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں...... اُس کا غریب کمزور باپ اپنے سر پر ہاتھ رکھے رو رہا تھا۔ لڑکی کی سوتیلی ماں کی زبان اس وقت قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

''اس لڑکی کے نصیب ہی خراب ہیں۔ منڈپ میں آیا ہوا ڈولہا بغیر شادی کیے لوٹ گیا، اب بھی رونے کی اداکاری کر رہی ہے؟ رونے کی بجائے اپنے آپ کو کسی کنوئیں میں گرا کر بوجھ ہلکا کر لے۔''

لڑکی کے نانا اور گھر کے لوگ لڑکی کی حمایت میں بولے۔ ''تم یتیم بچی کو تسلی دینے کی بجائے طعنے دے رہی ہو؟ بارات واپس لوٹ گئی، اس میں بچی کا کیا قصور؟ قصور تمہارے سگے بیٹے کا ہے جو سوتیلی بہن کی شادی کے زیورات لے کر فرار ہو گیا۔''

''خبردار! جو تم نے میرے بیٹے کا نام لیا۔'' لڑکی کی سوتیلی ماں بھڑک کر بولی۔ ''وہ بیچارہ تو

اپنے باپ کے ساتھ جھگڑا کر کے گھر سے چلا گیا۔ زیورات چرانے کا اُس پر الزام دھرتے ہو۔ لوگوں کو شرم نہیں آتی؟"

زبانی جھگڑا، مار دھاڑ میں تبدیل ہو رہا تھا، اسی لمحے چار گھوڑے منڈپ میں داخل ہو کر گئے۔ سب کی نظریں اس جانب متوجہ ہو گئیں۔ وہ آنکھیں پھیلائے اس طرح عجیب منظر دیکھنے لگے جیسے وہ کوئی خواب ہو۔ جگت گھوڑے سے جست لگا کر زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں پستول نظر آ رہا تھا۔ شانے پر رائفل لٹک رہی تھی۔ دُولہے کو بازو سے تھام کر گھوڑے سے اُتارتے ہوئے بولا۔ "احمق کے بچے! نیچے اُتر۔"

اُس کی تحکمانہ آواز سے سب چونک کر اُس کی جانب غور سے دیکھنے لگے۔ ہنومان نے دُولہے کے باپ کو بڑے رُعب سے نیچے کھینچ لیا۔

"لڑکی کا باپ کہاں ہے؟" جگت نے آواز دی۔ بوڑھا، جگت کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"فوراً دھرم گرو کو بلاؤ اور شادی کا انتظام کرو!"

یہ الفاظ سسکتی ہوئی لڑکی کے کانوں سے ٹکرائے۔ اُس نے پہلی بار اپنا سر اُٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے اُن کی جانب دیکھا۔ رو رو کر اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آنکھوں کا کاجل آنسوؤں کے ساتھ بہہ کر رُخساروں پر پھیل گیا تھا۔ اُس کی ایسی مظلوم حالت دیکھ کر جگت کا دل پسیج گیا۔ اُس نے لڑکی کے قریب جا کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"بہن! کھڑی ہو جاؤ...... میں تیرے دُولہے کو واپس لے کر آیا ہوں۔"

لڑکی کی آنکھوں سے مسرت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ اُس نے احسان مندانہ انداز میں سر جھکا کر پوچھا۔ "آپ کون ہیں......؟"

"میں کون ہوں، یہ جان کر تم کیا کرو گی؟ پھر بھی میں بتا رہا ہوں...... جگا ڈاکو کا نام تم نے سنا ہوگا۔ میں وہی ہوں۔" جگا نے مسکرا کر کہا۔

لڑکی نے جگت کی جانب دیکھا اور احسان مندانہ طور پر اُس کا سر جگت کے قدموں میں جھک گیا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ جگا نے اُسے دونوں شانے تھام کر اُٹھایا اور وہ بہن کی طرح اُس کے سینے میں سر چھپا کر رونے لگی۔ جگا پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ہر کوئی جگا کے رُوپ میں بھگوان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے، بھگوان بھی اسی طرح اپنے پجاریوں سے پیار کرتا ہے۔

لڑکی کے باپ نے محسوس کیا جیسے جگا کے رُوپ میں خود بھگوان اُس کی عزت بچانے آئے ہیں۔ نہیں تو وہ صبح لوگوں کے طعنے سننے سے پیشتر زہر پی کر اپنا خاتمہ کر لینے کا تہیہ کر چکا تھا۔

دھرم گرو آیا۔ جگت نے دُولہے کو گھورتے ہوئے دُلہن کے ساتھ مقدس گرنتھ کے قریب بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور دُولہا سدھائے ہوئے کتے کی طرح چپ چاپ دُلہن کے برابر بیٹھ گیا۔

لڑکی کا باپ دوزانو بیٹھ کر جگت کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوا بولا۔ "تم ڈاکو نہیں دیوتا ہو۔ اگر عین موقع پر میری مدد کو نہ آتے تو میری زندگی ختم ہو جاتی۔ اب اتنا اور احسان کرو کہ کھانا کھا کر جاؤ۔"

جگت نے اُسے آہستگی سے کھڑا کیا۔ "جب تک لڑکی ڈولی میں نہیں بیٹھ جاتی، ہم یہیں رہیں

بڑے میاں!" جگت نے مسکرا کر بوڑھے سے کہا۔ "اب وہ جگت کی بہن ہے۔ لہٰذا اُسے سسرال میں تکلیف نہ ہو، یہ دیکھنا میرا کام ہے۔ آپ فوراً ساری رسوم پوری کریں۔" پھر سب کی جانب گھوم کر بولا۔ "خبردار! کوئی منڈپ کے باہر نہیں جائے گا ورنہ گولی ماردی جائے گی۔"

سب چپ چاپ سن رہے تھے۔

دھرم گرو مقدس کتاب پڑھنے لگے۔ لڑکی کے خاندان والوں کے چہروں پر روشنی پھیل گئی۔ دُولہا کے باپ کا چہرہ اُتر گیا۔ جگت نے اپنے چوتھے ساتھی کو چوکیداری کی غرض سے مکان کے پچھلے حصے میں بھیج دیا اور خود ہنومان اور بچن کے ساتھ اُوپری منزل پر چلا گیا۔

دُلہن والوں نے اُن کے لئے مٹھائی کے تھال اُوپر بھیج دیئے۔ شادی کی رسم پوری ہونے کے بعد دُلہا اور دُلہن اپنے بزرگوں کے چرن چھونے لگے۔ اسی لمحے ایک سب انسپکٹر چند پولیس والوں کے ساتھ منڈپ میں داخل ہوا...... سب لوگ چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ شاید ڈاکوؤں کا تعاقب کرتے ہوئے پولیس والے یہاں تک پہنچے ہیں۔ ایسا سوچتے ہوئے لوگوں نے پولیس کے ساتھ دُولہا کے سوتیلے بھائی کو دیکھا جسے ہتھکڑی لگی ہوئی تھی اور پولیس سب انسپکٹر کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا صندوق نما ڈبہ تھا...... سب انسپکٹر نے دُلہن کے باپ سے کہا۔

"تمہارا یہ صاحبزادہ اچانک ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ ہم لوگ ڈاکوؤں کی تلاش میں گشت کر رہے تھے۔ یہ زیورات کا ڈبہ لے کر مشکوک انداز میں بھاگ رہا تھا۔ ہم نے اسے پکڑ کر پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا وہ یہاں سے زیورات چرا کر فرار ہوا ہے۔"

لڑکی کے باپ نے دانت پیس کر اپنے بیٹے کو دو چانٹے جڑ دیئے۔ "کتے! بہن کی امانت پر ڈاکہ ڈالا تو نے......"

دُولہے کا باپ مسرت سے جھومنے لگا۔ "شاباش سب انسپکٹر صاحب! آپ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے زیورات کا ڈبہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

سب انسپکٹر گرجا۔ "ابھی دیر ہے مسٹر! عدالت میں مقدمہ چلے گا، پھر یہ آپ کو ملیں گے۔ اُس وقت تک یہ سرکاری تحویل میں رہیں گے۔"

دُولہا کا باپ شرمسار ہو گیا۔ پولیس کی موجودگی میں اُس کی اصلیت واپس آ گئی۔ وہ سب انسپکٹر کو ایک جانب لے جا کر اُس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔ سب انسپکٹر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اُس کے چہرے کے تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ اُسے یہاں جگا کی موجودگی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

سب انسپکٹر نے پستول ہاتھ میں مضبوطی سے تھام لیا اور اُوپری منزل کی طرف بڑھا۔ اپنے ساتھی پولیس والوں سے اُس نے کہا۔ "مکان کے گرد گھیرا ڈال دو! خبردار ڈاکو فرار نہ ہونے پائیں۔"

سب انسپکٹر کو اُوپری منزل کی جانب بڑھتے دیکھ کر لڑکی کا باپ درمیان میں آ گیا۔

"صاحب! مٹھائی کھا کر پھر کچھ کیجئے گا۔"

سب انسپکٹر نے اُسے ایک طرف دھکیل دیا۔ دُولہے کا باپ سوچ رہا تھا۔ "ہمیں دوطرفہ فائدہ ہوگا، جہیز پورا ملے گا اور پانچ ہزار کا انعام بھی۔ بھولے نصیب والی ہے ابھی اس نے میرے چرن

چھوٹے اور یہ مسرت آمیز انقلاب آگیا۔ اب ہمیں کافی دولت ملے گی.....!''

ڈولہے کے باپ کے چہرے سے مسرت پھوٹی پڑ رہی تھی۔ سب انسپکٹر اُوپری منز
دروازے کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ پولیس والوں نے رائفلوں کی نالیں دروازے سے لگا
دروازے کو زور کا دھکا دیا۔ مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اُس نے پولیس کو تیار رہنے کا اشا
دروازہ تھپتھپایا۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ سب انسپکٹر دروازے کو زور سے دھکا دیتے
چیخا۔ ''تم لوگ چاروں سمت سے گھیرے جا چکے ہو...... جان پیاری ہے تو اپنے آپ کو
حوالے کردو۔ اپنے ہتھیار زمین پر پھینک دو۔''

مگر اندر سے جواب میں خاموشی رہی...... سب کے دل دھڑک رہے تھے۔ جان بچا
لئے لوگ بھاگنے لگے کہ شاید پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان فائرنگ ہو اور وہ بے گناہ
جائیں۔ سب انسپکٹر نے پولیس والوں کو حکم دیا۔ ''دروازہ توڑ دو......!''

پولیس والوں نے دھڑا دھڑ دروازے پر لاتیں مارنی شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں د
جھٹکے سے کھل گیا..... رائفلوں کا نشانہ کمرے کی جانب کرتے ہوئے سب انسپکٹر نے گرجدا
میں کہا۔ ''تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے، لہٰذا ہاتھ اُٹھا کر سامنے آجاؤ!''

پھر بھی اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ لہٰذا دو پولیس والوں کو اُس نے آگے دھکا دیا اور
سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ''ڈاکو اتنی آسانی سے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کریں
سب انسپکٹر نے سوچا۔ مگر اُسے ڈاکوؤں کی خاموشی سے مسرت تھی۔

آگے بڑھتے ہوئے پولیس والوں نے اپنے افسر سے کہا۔ ''جناب! یہاں تو کوئی نہیں ہے
سب انسپکٹر کا چہرہ لٹک گیا۔ اُس نے دیکھا کمرے کی چھت میں بڑا سا سوراخ نظر آرہا تھا
میں سے دکھائی دینے والے آسمان کے ستارے چمک چمک کر سب انسپکٹر کا مذاق اُڑا رہے تھے
جگت کو شک تھا یقیناً کوئی نہ کوئی پولیس کو کسی نہ کسی طرح مطلع کر دے گا لہٰذا وہ کمرے کو
سے بند کر کے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے چپ چاپ فرار ہو گیا۔

OOO

طلوع ہوتی ہوئی سحر کی ہلکی گلابی ٹھنڈی ہوا چندن کے رُخساروں پر تھپکیاں دے رہی تھی۔ وہ
اِل کر جاگ گئی جیسے اُس کا محبوب اپنے بھیگے لبوں سے اُس کے حسین رُخساروں کو چھو کر اُسے
ٹھی نیند سے جگا رہا ہو...... چندن نے ایسا حسین خیال محسوس کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے
الم میں میٹھی گدگدی سی ہونے لگی۔ شوہر کی جدائی میں کٹتی ہوئی راتیں اُسے بڑی طویل لگتیں۔
ات اکیلے میں جب وہ اپنے بستر پر لیٹتی تو جگت سنگھ کی یادیں اُسے گھیر لیتیں اور وہ حسین خیالوں
ں کھو جاتی۔ اور پھر کسی چھوٹے معصوم بچے کی طرح نیند اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی۔ پھر وہ
ہوں کی حسین وادیوں میں بھٹکتی ہوئی جگت کے پاس پہنچ جاتی۔ لیکن صبح جب آنکھ کھلتی تو دل بیٹھ
تا۔ چندن بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئی، آنکھیں مل کر دیکھا، اُجالا پھیل چکا تھا۔ اُس نے اپنے سڈول
م کو غور سے دیکھا اور اپنے جسم کے نشیب و فراز کو دیکھ کر وہ آپ ہی آپ شرما گئی۔ پھر اُسے خیال
یا کہ نیچے مکان میں لسی بنائی جا رہی ہے۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اُس نے دیکھا ماں جی نے
ں کے قدموں کی آہٹ نہیں سنی۔ شاید وہ بھی اُس کی طرح اپنے بیٹے کی یاد میں گم تھیں۔ چندن
نے جھک کر انہیں پرنام کیا۔ ساس نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا دی۔

''بہو بیٹی! آج تم جلدی اُٹھ گئیں؟''

''جلدی نہیں ماں! دیر سے اُٹھی ہوں۔'' چندن نے مسکرا کر کہا۔ ''بہو کو تو ساس سے پہلے اُٹھ
جانا چاہئے۔''

''تم سے یہ کس نے کہا؟''

''کہا کسی نے نہیں۔ مگر آپ ہی بتائیں جب آپ بیاہ کر اس گھر میں آئیں تو ساس سے پہلے
اُٹھ کر کام نہیں کرتی تھیں؟'' چندن نے مسکرا کر پوچھا۔

بہو کی بات سے ساس کو مسرت ہوئی۔ پھر بولیں۔ ''تم بہت ہوشیار ہو گئی ہو۔ اس طرح تم مجھ
سے پوچھنا چاہتی ہو کہ میں ساس سے پہلے اُٹھتی تھی یا نہیں؟''

چندن نے ماں جی کو کام کرنے سے روک دیا۔ ''آپ کھڑی ہو جائیں۔ میں کروں گی۔'' مگر
ماں جی اپنی جگہ سے نہیں ہلیں۔

''بہو! تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ گھر کے کام میں تمہیں ہاتھ نہیں لگانا۔ ابھی تو میری پیاری بہو کے
ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں سوکھی۔ اور تمہیں کام کرتے دیکھ کر لوگ مجھے طعنے دیں گے کہ یہ کیسی ساس
ہے، ابھی کل بہو لائی ہے اور آج اس سے کام کرا رہی ہے۔ تم مجھے طعنے سنواؤ گی؟''

''ماں! ایک مہینہ ہو چکا ہے میری شادی کو۔ مگر پھر بھی آپ کوئی بھی کام نہیں کرنے دیتیں۔''
ماں کے ہاتھ سے کام لیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ ''نئی بہو تو دن مگر مجھے تیس دن ہو گئے ہیں۔''

''تیس دن'' کے الفاظ پر چندن نے خاص وزن دیا۔ لہٰذا ماں سمجھ گئی۔ وہ آہ بھر کر بولیں۔

''چندن! میں جانتی ہوں۔ تیس دن میں ایک بار میرا لڑکا تم سے ملا ہے۔'' چندن کے ... کرتے ہوئے رُک گئے۔ پھر ساس کا خیال اس بات سے ہٹانے کی غرض سے بولی۔

''ماں جی! بہت دِنوں بعد کام ہاتھ لگا ہے لہٰذا مجھے مسرت ہو رہی ہے۔ کام نہ کرنے ... عرصے بعد کاہلی چھا جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے ماں......'' ساس خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد بولی۔ ''کس خیال میں گم ہو ماں؟''

''مجھے میری جوانی یاد آ گئی۔'' جگت کی ماں اس طرح بولیں جیسے جوانی کی تصویر اُن کی آ... کے سامنے ہو۔ وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولیں۔ ''جب میں تم سے بھی عمر میں چھوٹی تھی تو ... بچے کی ماں بن چکی تھی......!'' چندن یہ سن کر شرما گئی۔ مگر ماں جی کھوئے ہوئے انداز میں بو... رہی تھیں۔ ''میری ماں مجھے لسی بنانے کے لئے بٹھا لیتی اور کہتی بیٹی! عورت کی تربیت کا آغا... سے ہوتا ہے۔ جب زندگی کا بوجھ ذہن پر بڑھ جاتا ہے تو عورت اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے ... اپنے گھر کے کام کا بوجھ اُٹھا لیتی ہے اور اس وقت تک اپنے آپ کو مصروف رکھ سکتی ہے جب تک ... کوئی کرن اس کے گھر میں اُجالا نہ پھیلا دے۔ اپنی ماں کی یہ باتیں اس وقت میری سمجھ میں ... آتی تھیں مگر اب میں سمجھتی ہوں وہ سچ کہتی تھیں۔ بیٹے کی جدائی میں دُکھتے ہوئے دل کو قابو ... رکھنے کے لئے میں زیادہ سے زیادہ کام کرتی ہوں تاکہ اس کی یاد کو زیادہ سے زیادہ دُور رکھ سکوں ... مگر تمہیں دیکھ کر میرے دل میں ٹھنڈک ہوتی ہے جیسے میرا جگا میرے پاس ہو۔'' اُسی لمحے کم... کے اندر سے جگت کے باپو کی آواز سنائی دی۔

''صبح ہی صبح بہو کے کان میں کیا تقریر کر رہی ہو؟''

چندن کے اس گھر میں آنے کے بعد بیوی اور شوہر میں دلچسپ نوک جھونک ہوتی رہتی تھی ... کو کسی طرح تکلیف نہ ہو اس کا ساس اور سسر کو ہر وقت خیال رہتا۔ سوہن سنگھ کھنکارتے ہوئے ... آئے۔ اسی لمحے جگت کی ماں نے منہ بنا کر کہا۔

''میں تمہاری بہو کو کچھ پڑھا نہیں رہی تھی۔ ہم ساس بہو دُکھوں کی بات کر رہی تھیں۔ میری ... ایسی نہیں کہ اسے کام سکھانا پڑے۔ سمجھے آپ؟''

''یہ تو میری گود میں پل کر جوان ہوئی ہے، مجھے تم سے زیادہ خبر ہے۔ مگر تم ابھی کام کے ... میں میری بہو کو سبق دے رہی تھیں۔ بہو کی تعریف کر کے اس سے کام لینا تمہیں خوب آتا ہے۔''

چندن دونوں کی نوک جھونک دیکھ کر مسکرا دی۔ جواب میں ماں جی نے کہا۔

''دیکھا چندن! میں نہ کہتی تھی گاؤں کے لوگ تمہیں کام کرتے دیکھ کر مجھے طعنے دیں گے ... یہاں تو گھر سے شروعات ہو گئی۔'' پھر منہ دھونے کے لئے پانی کا برتن بھرتی ہوئی بولیں۔ ''جو ... لاڈلے سسر بنے ہو تو بیچاری بہو کو میکے چند دن رہنے کے لئے نہیں بھیجیں گے تاکہ اس کا دل ... ہو...... یا پھر اس کے لئے اچھا دن نجومی سے معلوم کریں گے؟''

''جگت کی ماں! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا جگت کا آدمی آئے گا تو اُس سے معلوم ... لیں گے کہ اُس کی کیا مرضی ہے؟'' ''سنا ہے بیاہ کئے بغیر واپس لوٹتی ہوئی برات لوٹنے گیا، وہاں ...

...آدھے راستے سے واپس منڈپ میں لے گیا اور اُس کی شادی کرا دی۔ پوری دنیا کی فکر ... مگر گھر کی طرف سے غافل ہے۔'' سوہن سنگھ چندن کی طرف دیکھتے ہوئے ماں جی سے ... ''الگ ہوتے ہوئے بہو کو کچھ کہہ گیا ہے؟'' پشت کی جانب کھڑے ہوئے سسر کے سوال ... میں چندن نے انکار میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ اندر چلی گئی۔ اس وقت سوہن سنگھ نے اپنی ... نے کہا۔

...بہو کو ابھی میکے نہیں بھیجا جا سکتا۔ کیونکہ مہینے بعد بڑے بھائی کی لڑکی کی شادی ہے۔ ...ل ہی کہہ رہی تھیں کہ چندن سے مجھے جی بھر کے شادی کے گیت کہلوانے ہیں۔''

...لمحے چندن واپس آ گئی۔ ''ہاں بہو! میں تمہیں کہنا بھول گئی۔ آج شام تمہیں ہمارے ساتھ ... کپڑے اور زیورات وغیرہ نکال کر رکھنا۔ رات کا کھانا بھی وہیں کھائیں گے۔''

...دوران ہزارہ سنگھ کھیتوں سے واپس آ گیا۔ سسر اور ماں کو چندن نے لسی کے دو پیالے بھر کر ... ہزارہ سنگھ صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا گھر پر کھاتا تھا، باقی وقت کھیت پر ہی رہتا۔ جب تک ...کے تمام دشمن ختم نہ ہو جائیں وہ گھر نہیں لوٹ سکتا تھا۔ جگت کی شادی کے بعد بھانجے کی غیر ...میں گھر بیٹھنا اُسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ چھوٹے بھائی کی اس اُلجھن سے جگت کی ماں اچھی ...واقف تھیں۔ وہ دو تین بار کہہ بھی چکی تھیں۔ ''ہزارہ! تم بھی شادی کر لو تاکہ چندن کو گھر میں ...محسوس نہ ہو۔ پھر تمہیں کھیت پر سونے نہ جانا پڑے گا۔'' آج پھر ماں جی نے یہی بات کی۔ ...گھ نے کہا۔

...بہن! مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر بیاہ کرنے سے زیادہ ڈاکو بننے کے ارمان ہیں۔ اور تم یہ سمجھتی ...چندن ساری زندگی گھر میں اکیلی کاٹے گی؟ بھانجا اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کتنی بار بہو ...لے آ سکے گا؟ اس کی بجائے وہ اسے ایک بار یہاں سے اُٹھا لے جائے گا۔ یہ دیکھ لینا۔''

...دن کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے ماں جی کو جھٹکا سا لگا۔ اُن کا ہاتھ رُک گیا۔ چندن ...ت پھیر کر ساس کی جانب دیکھا، اُن کے چہرے پر گہرا رنج نظر آنے لگا۔ بہو اُن کے دل کا ...ہو لے لہٰذا وہ مسکرا کر دوبارہ کنگھی کرنے لگیں۔ ''بہو بیٹی! بال بہت زیادہ اُلجھ گئے ہیں۔''

...ر چندن نے اُن کے دل کی اُلجھن دُور کرنے کے لئے جواب دیا۔ ''ماں جی! آپ کے ...نے اپنی غیر حاضری میں آپ کا اور میرے سسر کا خیال رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی ہے۔ ...رت میں وہ مجھے یہاں سے لے جانے کا خیال کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ اس سلسلے میں قطعی فکر ...ہوں۔'' سسر کا خیال کر کے چندن دانستہ بلند آواز میں بولی تھی۔

...ب سوہن سنگھ بولے۔ ''جو جہاں رہے، بھگوان اُسے سکھی رکھے۔''

...اس کے بعد سب خاموشی سے اپنے اپنے کام پر لگ گئے۔

O

...ت اپنے شباب کی منزل میں داخل ہو چکی تھی۔ رات کے گہرے اندھیرے کی چادر میں لپٹا ...ت اپنے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ گیارہ مہینے پہلے وہ اسی طرح رات کے اندھیرے میں ...ن فوجی ساتھیوں کے ساتھ چھپ کر اسلحہ سے لیس ہو کر اسی گاؤں میں داخل ہوا تھا، ایک

ساتھ تین دشمنوں کو نیند کے دوران ختم کر کے ڈاکو بن گیا۔ اس کے بعد پہلی بار وہ اپنے گھر آ رہا ماں اور بابو کو چہرہ دکھانے اور چندن کے ساتھ رات گزارنے کا یہ دوسرا موقع تھا۔

اس کی اچانک آمد پر گھر کے تمام لوگ متعجب ہو جائیں گے اسی لئے اُس نے اپنی آمد بارے میں پہلے سے مطلع نہیں کیا تھا۔ اُسے اطلاع ملی تھی کہ انسپکٹر سنہا نے مایوس ہو کر گاؤں پولیس کا گھیراؤ ہٹا لیا ہے۔

بیرونی دیوار پھاند کر وہ مکان کے کھلے حصے میں داخل ہوا۔ عقبی دروازہ کھول کر اُس نے گھوڑی بانک کو مکان میں داخل کیا۔ ڈاکو کو اپنے گھر میں چھپ کر داخل ہونا پڑتا ہے اس خیال اُس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُس نے نیچے کے کمرے کا دروازہ دھکیل کر دیکھا جو اندر سے تھا۔ ماں کو جگانے سے پہلے چندن کو چونکانا اُسے اچھا محسوس ہوا...... وہ بیرونی دیوار چڑھ کر چھ پر کود گیا۔ چھت پر بنے ہوئے کمرے کا دروازہ بھی بند تھا مگر اُسے فکر نہیں تھی۔ بچپن کی طرح اُ نے ہاتھ ڈال کر اندر کی زنجیر کھول دی۔ پھر دروازہ آہستگی سے کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا چھت پر سے سرد ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہو گیا۔ کھونٹی پر لٹکتا ہوا چندن کا دوپٹہ لہرانے لگ چھت پر لٹکتی ہوئی لالٹین کی مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ کمرے میں مکمل سناٹا تھا۔ جگا نے لالٹین کی لو کچھ اور بلند کی۔ چندن کا بستر خالی تھا۔ بستر بتا رہا تھا کہ چندن ابھی تک اس پر سوئی نہیں۔

''اتنی رات گئے چندن اُوپر سونے کے لئے کیوں نہیں آئی؟'' جگت سوچ میں ڈوبا ہوا اُترا۔ یہاں بھی سناٹا تھا۔ کمرے کے اندر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے جھانک کر دیکھا، ایک چارپائی پر کوئی سو رہا تھا۔ جگت جوتے اُتار کر اندر داخل ہوا۔ اُس نے سونے والے کے سر سے لحاف سرکایا مگر وہاں ایک لڑکا سویا ہوا تھا۔ اُس نے غور سے دیکھا۔ یہ تو بڑے چچا کا نانک تھا۔ اسے اکیلا گھر میں سلا کر سب کہاں گئے ہوں گے؟ جگت نے سوچا۔

وہ باورچی خانے میں چکر لگا کر واپس پلٹا۔ ٹارچ کی روشنی میں اُس نے مکان کا جائزہ لیا۔ دو سال پہلے جیسا گھر چھوڑ گیا تھا ویسے ہی دکھائی دیا۔ اُسے رات کی خاموشی میں سب کچھ سنسان نظر آیا۔ وہ زیادہ دیر ضبط نہ کر سکا۔ اُس نے نانک کو ہلایا۔

''نانک! او نانک! جاگ جا......'' پھر بھی وہ نہیں جاگا۔ جگا نے اُس کی چٹکی بھر لی۔ ''ابے ایسی نیند سوتا ہے۔ تجھے کوئی اُٹھا کر لے جائے گا۔'' جگت نے مسکرا کر کہا۔

آنکھیں ملتا ہوا نانک اُٹھ گیا۔ وہ چچا کے گھر میں سویا تھا، یہ بھول ہی گیا تھا۔ مگر سامنے جگت کو دیکھ کر نیند غائب ہو گئی۔ ''آپ آ گئے جگت بھائی......؟''

''ہاں...... مگر یہ سب کہاں گئے ہیں؟''

بارہ تیرہ سالہ نانک، جگت بھائی کے چہرے میں گم ہو گیا۔ جس سے سارا علاقہ کپکپاتا تھا، جس نے پولیس کو چکر میں ڈال رکھا تھا وہ جگا ڈاکو اُس کا چچا زاد بھائی ہے۔ یہ سمجھتا ہوا نانک گاؤں میں سینہ تان کر چلتا تھا۔ وہ جگت کی باتیں سنتا اور بڑھا چڑھا کر لوگوں سے کہتا۔ اپنی عمر کے لڑکوں کے سامنے اُس نے جگت کی بہادری کے جس طرح گیت گائے تھے مگر ان واقعات میں اور جگت میں کتنا فرق ہے؟ یہی وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اُسے کھویا ہوا دیکھ کر جگت نے اُس کا لحاف کھینچ کر کہا۔ ''ابے

مجھے پہچان کر بھی اس طرح غور سے کیا دیکھ رہا ہے؟''

کیا کہوں جگا بھائی...... آپ ڈاکو نظر نہیں آتے۔ آپ کو دیکھ کر ڈر نہیں محسوس ہوتا۔''

ت اُس کی پشت تھپتھپا کر زور سے ہنس دیا۔ مگر اُس نے سوچا اسے بھی تھوڑا کرشمہ دکھانا ۔ اچانک اُس نے چہرے پر سختی طاری کر لی۔ آنکھیں پھیلا کر چہرہ بھیانک بنا لیا، دانت پیس بیلٹ میں سے پستول نکال کر دہاڑا۔

ابے لڑکے بول! گھر کے سب لوگ کہاں گئے؟''

ک بے چارہ جگت کا یہ روپ دیکھ کر ڈر گیا اور ڈر کر روتا ہوا چیخنا چاہتا تھا کہ جگت نے اُس کا کر دیا۔ ''ارے پگلے ڈر گیا۔ تو ابھی بچہ ہے۔ اب بتا! میں ڈاکو جیسا محسوس ہوا یا نہیں؟''

ہچکیاں لیتا ہوا نانک ایک دم ہنسنے لگا اور جگت سے لپٹ گیا، پھر اُس کے چوڑے شانے پر ہاتھ ہوا بولا۔ ''بھائی جان! آپ آنے والے ہیں یہ چندن بھابھی کو پتہ تھا؟''

نہیں...... کسی کو خبر نہیں تھی۔'' جگت نے سوچا اگر چندن کو خبر ہوتی تو وہ آج باہر نہ جاتی۔ پھر نے پوچھا۔ ''سب لوگ کہاں گئے ہیں؟''

ہمارے گھر...... سندری بہن کی شادی ہونے والی ہے۔ لہٰذا اب روزانہ وہ ہمارے گھر جائیں گی۔ جگت بھائی! بابو کہہ رہے تھے کہ شادی کے دن بہت ساری پولیس آئے گی۔''

کیوں...... پولیس کا وہاں کیا کام؟'' جگت نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

تاکہ آپ بہن کی شادی میں آئیں تو آپ کو گرفتار کیا جا سکے۔ اس کے باوجود اگر آپ بھیس آئیں گے تو پولیس آپ کو پہچان نہیں سکے گی۔ ٹھیک ہے نا جگت بھائی؟''

ک مسرت سے جھومنے لگا تھا۔ جگت کو اُس کی بات پر ہنسی آ گئی۔ مگر اُس کا دل چندن کی یاد پ رہا تھا۔ وہ اُس سے ملنے کے لئے بیتاب تھا۔

نانک! سب تیرے گھر ہیں تو تم یہاں کیوں سوئے ہو، کیا گھر سنبھالنے کے لئے؟''

جی نہیں...... آپ کی وجہ سے۔ تاکہ آپ آئیں تو انہیں خبر دی جا سکے۔ اس کے لئے چندن نے مجھے چھپ کر ایک پیسہ دیا تھا اور آپ کے آنے کی اطلاع پہنچانے کا ایک روپیہ ملے نانک نے خوش ہو کر کہا۔

تب تو تم نفع میں رہے نانک!'' جگت نے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر اپنی جیب سے مٹھی بھر نکالے اور نانک کو دیتے ہوئے کہا۔ ''لو! یہ میری طرف سے انعام۔ جاؤ ماں جی سے کہو کہ گیا ہوں۔ مگر کان میں کہنا! کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔''

ہوں سے اُس کی مٹھی بھر گئی۔ وہ خوشی میں رقص کرتا ہوا دروازے کی جانب دوڑا۔ ''ارے پہلے خاموشی سے کھڑے رہنا۔ دیکھنا، تمہاری بھابھی کیا کر رہی ہے۔ پھر مجھے آ کر بتانا۔''

ک جلدی میں تھا، پھر بھی جاتا ہوا بولا۔ ''بھابھی ڈھولک بجا رہی ہوں گی یا گیت گا رہی ہوں گی۔ لباس پہن کر گئی ہیں۔''

جگت کا جی چاہا کہ نانک کے ساتھ وہ بھی دوڑ کر چندن کے پاس پہنچ جائے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ ں کا دل نانک کے ساتھ اپنی چندن کی جانب دوڑ گیا تھا۔ جگت سوچ رہا تھا، میں اچانک گھر

آؤں گا یہ بھی اُس نے سوچ رکھا ہے اسی وجہ سے نانک کو یہاں سلایا گیا۔ پھر اطلاع دینے کا آ روپیہ انعام۔ یہ سب باتیں سوچ کر جگت کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ رگوں میں دوڑتا ہوا لہو گ ہوگیا۔ رات کا گہرا اندھیرا اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ اُس کی محبت کو اپنی پناہ میں لے لینا چاہتا ہ جگت کو سردی زیادہ محسوس ہونے لگی۔ کھونٹی پر ہوا میں لہراتے ہوئے دوپٹے کو جگت نے پیار چھوا۔ "نانک اپنے گھر پہنچ گیا ہوگا۔" اُس نے سوچا۔ اُس کے ذہن میں نانک کے الفاظ گونج ر تھے۔

"بھابھی ڈھولک بجاتی ہوں گی یا گیت گا رہی ہوں گی۔" اور اُسے دھچکا سا لگا۔ اُس نے چ ملن میں گیتوں سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لہٰذا چندن ایسا نہیں کرے گی، اس پر اُسے یقین تھا۔

ہر لمحہ اُسے بے چین بنا رہا تھا۔ وقت تھکے ہوئے مریل بیل کی طرح گھسٹ رہا تھا۔ گاؤں کے چوکیدار نے ایک بجے کے نقارے پر چوٹ لگائی اور اُس کا دل دہل کر رہ گیا۔

نانک دروازہ کھول کر ہانپتا ہوا جگت کے قریب آ گیا۔ "چچا، چاچی اور بھابھی تینوں آ رہے ہیں......" اُس نے بمشکل کہا۔

"دوسرے کسی کو تو معلوم نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ چاچی نے کہا یہ گیت پورا ہوتے ہی ہم آتے ہیں۔"

"تمہاری بھابھی کیا کر رہی تھی؟"

بارہ تیرہ سال کے نانک کو کیا پتہ کہ اُس کا جواب طوفان جگا دے گا۔ "ارے بھابھی تو کاف رنگ میں تھیں۔ ناچ رہی تھیں۔" یہ سن کر جگت آگ بگولا ہوگیا۔ اُس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئی، آنکھیں چمکنے لگیں۔ ننھا نانک بول رہا تھا۔ "جگت بھائی کی بیوی ناچ رہی ہے یہ دیکھ کر پڑوس کی عورتوں نے گھر پر اچھا خاصا حملہ کر دیا۔ پیر دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔"

"بس بس......" جگت نے ہاتھ اُٹھا کر کہا، پھر تیزی سے اُوپری منزل کی جانب بڑھتے ہوئے نانک سے بولا۔ "میں اُوپر جا رہا ہوں۔ اپنی بھابھی سے کہنا۔"

اُوپری منزل پر جگت زخمی شیر کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے سینے میں الاؤ جل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر سردی کے باوجود پسینے کے قطرے دکھائی دے رہے تھے۔ ماتھے پر لاتعداد سلوٹیں اُس کے ذہن کی آگ کا پتہ دے رہی تھیں۔

صدر دروازے پر دستک ہوئی...... آنے والے افراد کے پیروں کی آہٹ سنائی دی، اُوپری منزل کی سیڑھیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی۔

کچھ دیر پہلے جس سے ملن کے لئے جگت تڑپ رہا تھا اس وقت اُسی کے لئے اُس کے دل میں آتش فشاں تھا۔ وہ چندن کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چندن سے کہے ہوئے ماں کے الفاظ جگت نے سنے جو کہہ رہی تھی۔ "بہو! کچھ دیر بعد میرے بیٹے کو نیچے بھیجنا۔"

"بہتر ماں......" چندن کی زبان میں پیار بھری مٹھاس تھی۔ مگر جگت اس وقت چندن کی تمام اچھائیاں بھول گیا تھا۔ وہ دل کو پتھر کی طرح مضبوط بنا کر تیار کھڑا تھا۔ چندن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس نے جلدی سے دروازے بند کر دیئے۔ بند ہوتے ہوئے دروازے میں انتظار کرتی

ماں کے ارمان مچل گئے...... دروازے بند ہوتے ہی چندن بول اُٹھی۔

"ارے اتنی جلدی کیا ہے؟ پہلے ماں اور باپو سے تو مل آئیں۔ اُنہیں محسوس ہوگا بیٹا شادی کر بہو کا ہوگیا۔" مگر جگت کو اس بات میں دلچسپی نہیں تھی۔ چندن نے دیکھا اُس کی پشت لرز رہی ا۔ کچھ سوچ کر چندن اُس کے قریب پہنچ کر اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "اِدھر کھڑے لرز کیوں رہے ہو؟ اِدھر آؤ!"

اسی لمحے جگت کی پسینے سے تر قمیص کو چندن کا ہاتھ چھو گیا اور تیز آواز سنائی دی۔

"دُور رہ مجھ سے۔"

چندن اس طرح پیچھے ہٹی جیسے اچانک بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ "آپ آئے اُس وقت میں گھر میں ں تھی۔ اس لئے ناراض ہوگئے ہیں؟ آپ نہیں جانتے ہر رات آپ کے قدموں کی آہٹ سننے لئے بیتاب رہتی تھی۔ مگر میری بدقسمتی کہ جب آپ آئے میں گھر میں نہیں تھی۔ بڑے چچا کے گھر ے بغیر چارہ نہیں تھا۔"

مگر آخری الفاظ اُس کی زبان پر جم کر رہ گئے۔ جگت زخمی شیر کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اُس کی لموں سے شعلے نکل رہے تھے۔ بھنچے ہوئے ہونٹوں سے عجیب سی ہیبت ٹپک رہی تھی۔ کسی ہوئی یوں میں خون کی پیاس تھی۔ شوہر کا یہ رُوپ دیکھ کر چندن کا دل ہل گیا۔ وہ کپکپانے لگی۔

"تم وہاں گئی تھیں، اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ مگر ناچی کیوں تھیں......؟ میں نے منع کیا تھا۔" ت کا ایک ایک لفظ تلوار کی طرح تیز تھا۔

چندن ہمت کر کے بولی۔ "میں نے بہت انکار کیا مگر ماں اور چاچی ضد کرنے لگیں۔ لہٰذا مجھے ں کا دل رکھنے کے لئے مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔"

"پہلی رات کیا ہوا عہد تم نے دوسری رات سے پہلے توڑ دیا......؟" جگت کی آواز میں گرج ں۔ چندن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"مگر اُس وقت آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ ماں باپ کا حکم نہ ٹالنا۔"

"تم میرے سامنے دلیل دے کر بچاؤ کر رہی ہو۔ الفاظ کا کھیل کھیل رہی ہو۔ اچھے گھر کی رت کے ناچ سے مجھے کس قدر نفرت ہے یہ میں بتاؤں تمہیں......؟"

جگت نے تیر کی طرح جست لگائی۔ اُس کے ذہن پر شیطان سوار تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں ، چندن کی گردن دبائی۔ اُس کے ہاتھ کی گرفت لحہ بہ لحہ سخت ہونے لگی۔ چندن کی آنکھوں میں ڑی تھی۔ مگر جگت کو یہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ چندن کے حلق سے عاجزانہ الفاظ باہر نکلنے کی ش کر رہے تھے مگر وہ آواز گھٹ کر رہ گئی۔ مجبوری کی بنا پر اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ جگت ، ہاتھ میکانکی طور پر پیچھے ہٹ گئے اور چندن نیچے گر گئی۔ اُوپری منزل کی سیڑھیوں پر آہٹ سنائی ۔ جگت کا جسم پسینے سے تر ہوگیا۔ نیچے پڑی ہوئی چندن کو زرد چہرے کو غور سے دیکھتا ہوا جگت گیا۔ اُس کے ذہن پر سوار شیطان غائب ہوگیا۔ مگر اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں کی ی درد بھری آواز سنائی دی، مگر اُنہوں نے احتیاط کی کہ آواز باہر نہ سنائی دے سکے۔ "جگت! کیا ؟ دروازہ کھول! جلدی۔"

جگت نے جھک کر چندن کی ناک پر اُنگلی رکھی۔ سانس چل رہی تھی۔ جگت یہ دیکھ کر دروا کھولنے کی بجائے پچھلی کھڑکی کھول کر باہر کود گیا۔ جگت کی ماں اور باپو نے گھوڑی کی ٹاپیں سنیں! کوئی خطرناک بات ہونے کی اُن کے ذہن نے گواہی دی۔

"جلدی سے کلہاڑی لا! مجھے دروازے توڑنے پڑیں گے۔ ڈاکو نے میری بہو کو کیا کر دیا؟"

سوہن سنگھ نے دروازہ توڑنے کے لئے کلہاڑی بلند کی۔ اُن کے ذہن میں جگت کے لئے غم کروٹیں بدل رہا تھا۔

"دیکھئے! ذرا آہستہ کھولیے۔ کہیں پڑوسیوں کو پتہ چل گیا تو پولیس کو اطلاع ہو جائے گی پولیس اُس کا تعاقب کرے گی۔" جگت کی ماں نے گھبرا کر کہا۔

دروازے پر دو وار کرتے ہوئے سوہن سنگھ دانت پیس کر بولے۔ "ابھی بیٹے کی فکر کر رہی ہو اندر بہو کی کیا حالت ہو گی یہ تو سوچو! اگر وہ ذلیل میری بہو کی جان سے کھیل گیا ہو گا تو میں بھی اِر کلہاڑی سے اُس کے ٹکڑے کر دوں گا۔"

کلہاڑی کے تیز وار دروازے کو چیر گئے۔ ہاتھ اندر جانے کے قابل سوراخ ہو گیا۔ جگت کے باپو نے اندر سے بند زنجیر کھول دی۔ دروازے کھلے اور دونوں جلدی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ مگر سامنے زمین پر چت لیٹی ہوئی چندن کو دیکھ کر ساس اور سسر کے قدم رُک گئے۔ بہو کی پھٹی پھٹی آنکھیں اور کھلا ہوا منہ دیکھ کر ساس سرتاپا لرز گئیں۔ اُنہیں چکر آنے لگے۔ مگر اُنہوں نے اپنے دل کو مضبوطی سے تھام کر خود پر قابو پا لیا۔ اُنہوں نے چندن کے برابر بیٹھ کر اُس کے سینے پر ہاتھ رکھا، سانس چل رہی تھی۔ وہ اُسے ہلاتی ہوئی بولیں۔

"چندن...... میری بہو بیٹی......!" مگر جواب نہیں ملا۔ نہ ہی جسم میں حرکت ہوئی۔

سوہن سنگھ غصے اور دُکھ سے دیوانے ہو رہے تھے۔ اُن کی نظریں چندن کی گردن پر ٹھہر گئیں۔ پنجوں کے سرخ نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ جو کچھ ہوا وہ اُن کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ غصے میں بل کھا کر ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔ "ظالم نے اس کی گردن دبا دی اور بھاگ گیا۔ اگر سامنے ہوتا تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔"

ماں جی رونے لگیں۔ اُن کا ہاتھ اپنی بہو کے سر پر حرکت کر رہا تھا۔ "بیٹے کو کوسنے کی بجائے جلدی سے بہو کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرو۔ اسے کچھ ہو گیا تو دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟"

اسی لمحے اُن کی نظریں دروازے کے قریب چھپے ہوئے نانک پر پڑیں۔ کلہاڑی کی آواز پر وہ اوپر دوڑ آیا تھا مگر دونوں میں سے کسی نے اُسے نہیں دیکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ڈر گیا تھا۔ اس موقع پر ہمدردی جتانے والے کسی اپنے کی ضرورت تھی۔ ماں نے کہا۔

"نانک! ابھی جا اور جلدی سے اپنے چا اور اماں کو بلا لا۔ اور دیکھ! صرف اتنا کہنا ضروری کام ہے۔ کسی کو کچھ نہ بتانا۔" نانک دوڑتا ہوا چلا گیا۔

پہلی بار جگت نے اُسے بھیجا تو اس وقت مسرت تھی۔ مگر اب عجیب سا دُکھ کا احساس تھا۔ ماں جی نے چندن کے منہ پر پانی کے چھینٹے لگائے، آنکھوں پر ہاتھ دبا کر پلکیں بند کیں، دو گھونٹ پانی اُس کے منہ میں پہنچایا۔ کچھ باہر نکل آیا، تھوڑا بہت حلق سے نیچے اُترا۔ ساکت جسم میں حرکت پیدا

لی، ہاتھ پیر حرکت کرنے لگے۔ چندن کو ہوش میں آتے دیکھ کر ماں جی اور سوہن سنگھ کی آنکھیں رت سے چمکنے لگیں۔ اُس کے ہاتھوں پر مالش کرتے ہوئے ماں جی نے پکارا۔

"چندن بیٹی...... چندن......!"

چندن نے ہنکار کے ساتھ جسم کو ہلایا۔ اُس کے چہرے پر دُکھ کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اُس نے ‍ے گلے پر ہاتھ پھیرا اور دُکھتے ہوئے حصے کو چھوتے ہی اُس نے سسکی لی اور ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ ی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے اُس نے لبوں کو حرکت دی مگر آواز حلق میں اٹک گئی۔

"چندن! تمہیں کیا ہوا بیٹی؟ کیا ہوا؟ آنکھیں کھول میری بچی......!"

آہستہ آہستہ چندن نے آنکھیں کھول دیں جیسے کسی بھیانک خواب سے جاگی ہو۔ اس طرح لا ذری نظروں سے اِردگرد دیکھنے لگی۔ ساس سسر کو دیکھنے کے بعد اُس کی نظریں کمرے میں کسی اِ تلاش کرنے لگیں۔ اُس کی آنکھوں کے کونے آنسو چھلکانے لگے۔ اور وہ ساس کی گود میں سر ار رونے لگی۔ مگر اُس کے حلق سے رونے کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"چندن! کیا ہوا؟ جگت کیوں واپس لوٹ گیا؟ تم نے چیخ کیوں ماری تھی؟" ساس نے اُس اکر سہلاتے ہوئے پوچھا۔

موہن سنگھ کا ذہن اب بھی غصے سے سلگ رہا تھا۔ "مجھے تو صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ چندن کا ہ کیا تھا جس سے اُس نے چندن پر ہاتھ اُٹھایا۔ تمہاری کون سی غلطی تھی جس پر وہ گردن دبانا ہا تھا؟" چندن کو تعجب ہوا، گردن دبانے کا انہیں کیسے پتہ چلا؟ سر انکار میں ہلانے لگی۔

"چندن! تم نہ کہو۔ ہم یہ نہیں مانیں گے۔ تمہاری گردن پر اس کے پنجوں کے نشان ہیں۔"

ماں جی نے چندن کو پانی پلایا، پھر آہستہ سے اُٹھا کر بستر پر لٹا دیا۔ ماں جی نے جو کچھ دیکھا اور ان کیا اس سے جگت کے خلاف اُن کی نفرت بڑھ گئی۔ جس کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں تھا، ایسے ے کون عورت پیار کرتی، شادی کرتی؟ شادی کی پہلی رات اُس نے اپنے شوہر کی جدائی ہنستے ے قبول کر لی۔ اُس کی قدر کرنے کی بجائے بیٹے نے اس کو یہ سزا دی۔ بہو کے ساتھ ایک رات ہ زیادہ رہا نہیں۔ اس میں کون سی کمی دیکھ کر وہ اس کی جان لینے پر تل گیا؟

اسی لمحے نیچے صدر دروازے پر دستک ہوئی اور سوہن سنگھ بڑے بھائی اور بھابھی کے لئے نیچے گئے۔ ماں جی نے چندن سے کہا۔ "تیرے سسر چچا اور چچی کو لینے نیچے گئے ہیں۔ انہوں نے ں بلایا ہے کیونکہ تمہاری بیہوشی سے وہ گھبرا گئے تھے۔ مگر اب دل کو ٹھنڈک ہوئی۔ خیر، اب ری طبیعت کیسی ہے؟"

چندن نے آنکھوں کے اشارے سے کہا۔ "اب کچھ ٹھیک ہے۔"

"بہو! اب کیوں نہیں بولتی ہو؟ تمہارے سسر بھی یہاں نہیں ہیں، مجھ سے بھی چھپاؤ گی؟"

چندن نے بولنے کے لئے لب کھولے مگر حلق پر ہاتھ پھیر کر اشارے سے بتایا کہ وہ بول نہیں ۔ ماں جی لرز کر رہ گئیں۔ پیشانی پر ہاتھ مارتی ہوئی چیخیں۔

"میرے نصیب کی خرابی جو میں نے اُس ظالم کو تیرے گلے باندھا۔ آج مجھے محسوس ہوتا ہے پیدا ہوتے ہی وہ کیوں نہ مر گیا......"

مگر آخری الفاظ چندن نے اُن کے منہ سے نہیں نکلنے دیئے۔ ساس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ چچا، چچی اور سوہن سنگھ اُوپر آ گئے۔ چندن نے مجرم کی طرح منہ پھیر لیا۔ خود کی ذراسی غفلت نے اتنا بڑا طوفان برپا کر دیا اس کا اُسے افسوس تھا۔ اس پر جو بیت گئی تھی اس سے زیادہ دُکھ دوسروں کو دُکھ دیکھ کر اُسے ہو رہا تھا۔ ماں جی اپنے شوہر کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''کیا ہوا؟ یہ تم پوچھ رہے تھے۔ مگر یہ بیچاری کس طرح بتا سکتی ہے؟ پتہ ہے تمہیں تمہارا بیٹا اس کی آواز چھین لے گیا ہے۔ آخر لٹیرا ہی ہے...... ماں باپ اور بیوی کا سکھ لوٹنے آیا تھا وہ تو......'' ماں جی پاگل کی طرح بول رہی تھیں۔ چچی نے اُنہیں ڈانٹا۔

''دیورانی! اب چپ نہیں رہوگی؟ کیا گاؤں اکٹھا کرنا ہے؟ بہو کو ذرا آرام کرنے دو۔ اس کا کچھ علاج کرو۔ جاؤ! نیچے جا کر راب بناؤ۔ حلق نرم ہوگا پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' چچی نے سب کچھ سمجھ لیا تھا لہٰذا اُنہوں نے صورتحال پر کنٹرول کر لیا۔ اُنہوں نے سب کو نیچے بھیج دیا۔

پھر کچھ دیر بعد چندن سو گئی۔ سب لوگ صبح تک جگت کے اس اقدام پر طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے رہے مگر کچھ تعین نہ کر سکے۔ البتہ اُنہوں نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ ہوا ہے اسے ہضم کرنا ہی بہتر ہے۔ چندن کو بھی فی الحال نیچے اُترنا نہیں۔ مگر اس تمام ڈرامے کے مرکزی کردار تک سے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔

صبح کھیت سے ناشتے کے لئے آنے والے ہزارہ کو بھی کسی قسم کا پتہ نہیں دینا تھا کہ کہیں اس نوجوان شخص کا خون گرم نہ ہو جائے۔ اس صورت میں بڑی پریشانی ہوتی۔ خلافِ معمول چندن کی بجائے بہن نے لسی کا گلاس دیا۔ یہ دیکھ کر ہزارہ کو تعجب ہوا، پھر اُس نے اپنی بڑی بہن کی سرخ آنکھیں دیکھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی روئی ہیں۔ گھر میں بھی خاصا سناٹا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارا گھر غم میں ڈوب گیا ہو۔

''بہن! کیا بات ہے؟ ایک رات میں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تم بدل گئی ہو۔''

''نہیں بھائی...... رات بھر چچا کے یہاں جاگنے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہوگا۔'' ماں جی نے منہ پھیر کر کہا۔

''ارے ہاں...... کل رات بھانجے کی دُلہن نے کمال کر دیا۔'' یہ سن کر ماں جی کا دل ہل گیا۔ ہزارہ کو کس نے وہ بات بتائی؟ جواب نہ دینا پڑے اس لئے وہ اندر جانے لگیں۔ مگر ہزارہ کہہ رہا تھا۔ ''کل رات چچا کے ہاں کہتے ہیں بہو نے رنگ میں آ کر رقص کیا تھا۔ برابر والے کھیت کا کسان کہہ رہا تھا تمہاری بہو نے گاؤں کی عورتوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔''

ماں کے دل کو اطمینان ہوا۔ سوہن سنگھ بھی ناشتے میں شامل ہو گئے۔ ہزارہ نے اُن کے چہروں پر دُکھ کی پرچھائیاں صاف دیکھ لیں۔ اُس نے پھر بات بڑھائی۔ ''بہن! یقیناً رات کوئی اہم بات ہوئی ہے۔'' اُس نے چندن کو دیکھنے کے لئے گھر میں نظریں گھمائیں۔ بہن بہنوئی خاموش رہے۔ اچانک وہ بولا۔ ''کل رات بھانجہ گھر آیا تھا؟''

ماں جی اور سوہن سنگھ کے چہرے لٹک گئے۔ دونوں خاموش رہے۔ ہزارہ بولا۔ ''میں جانتا تھا جگت ایک دن اچانک اپنی بیوی کو لے جائے گا۔'' پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ ''مگر وہ اتنی جلدی کرے گا

یہ اُمید نہیں تھی۔''

''ہزارہ! جگت گھر آیا تھا اس کے متعلق تمہیں کس نے بتایا؟'' سوہن سنگھ نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

ہزارہ نے کمرے کے باہر رکھے ہوئے جوتوں کی جانب اشارہ کیا۔ ''بھانجے کے جوتے گواہی دے رہے ہیں۔ مگر تمہیں اس بات کو مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''وہ کس طرح آیا تھا یہ چھپانا ضروری نہیں مگر وہ بھاگ گیا، یہ ایک راز ہے جو ہم بتانا نہیں چاہتے۔'' سوہن سنگھ نے منہ بنا کر کہا۔

''بھاگ گیا......؟'' ہزارہ کے لہجے میں تعجب تھا۔ ''تم لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر چندن کو اُٹھا لے گیا؟''

''ارے تم ایک ہی بات رٹ رہے ہو ہزارہ!'' سوہن سنگھ گرم ہو گئے۔ ''چندن کو لے جاتا تو اتنا دُکھ نہیں ہوتا۔ مگر......''

''مگر کیا؟'' ہزارہ کا تجسس بڑھ گیا۔

''وہ چندن کا گلا دبا کر فرار ہو گیا۔ نالائق کہیں کا۔'' دانت پیس کر سوہن سنگھ نے کہا۔ ''یہ تو کوئی نیکی کام آ گئی ورنہ......''

ہزارہ کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ زمین پر پیر پٹختا ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ ''بھانجے کی یہ ہمت...... وہ ڈاکو ہو گیا تو سمجھنے لگا کہ صرف وہی مرد ہے، ہم سب نے چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔''

ہزارہ کا خون جوش مارنے لگا۔ چندن سے وہ اپنی بھانجی بہو ہونے کے باوجود بھائی کی طرح محبت کرتا تھا۔ جگت اگر ڈاکو نہ ہوتا اور گھر رہتا تو وہ چندن کو بھابھی کی طرح لاڈ کرتا۔ مگر اس صورتِ حال میں لوک لاج کی وجہ سے وہ سسر بنا ہوا تھا۔ جگت کی حرکت پر اُس کا ذہن جل اُٹھا۔ ''مگر بہنوئی جی! بھابھی کا کون سا قصور تھا جس سے جگت نے ان پر ظلم کیا؟''

''یہی تو مصیبت ہے۔ وہ اپنا چہرہ دکھانے کے لئے بھی نہیں رُکا۔ چندن کی آواز بند ہو گئی ہے۔''

ہزارہ سمجھا کہ چندن، جگت کے خلاف کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ ''میں جا کر چندن کور سے پوچھوں گا۔ وہ مجھے بتا دے گی۔'' ہزارہ نے سخت لہجے میں کہا۔

''مگر ہزارہ! تم سمجھتے کیوں نہیں؟'' سوہن سنگھ اُلجھن زدہ ہو گئے۔ ''اُس کے حلق پر ظالم نے پنجے گاڑے ہیں اس لئے وہ بول نہیں سکتی۔ ہم پوچھ کر تھک گئے۔ رات بھائی اور بھابھی بھی آئے تھے۔ ابھی ہمیں خاموشی سے یہ برداشت کرنا ہے میرے بھائی!''

''میں یہ سب نہیں جانتا۔ جگت کے پاس جا کر اُس کا گریبان پکڑ کر اس کا جواب لوں گا۔ اگر اس بیچاری کی جان ہی چاہیئے تھی تو پھر جان جوکھوں میں ڈال کر شادی کیوں کی؟''

ہزارہ کہنے کو تو کہہ گیا مگر پھر اُسے محسوس ہوا کہ جگت کو کہاں تلاش کرے گا؟ اُس کے ٹھکانے سے واقفیت نہیں تھی۔ کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا تو اُس نے جگت کے باپ سے پوری تفصیل معلوم کی۔ ہزارہ سوچ میں ڈوب گیا......

''کوئی مرد، عورت کے خلاف تبھی اتنا خطرناک اقدام کرتا ہے جب اس کے چال چلن پر اُسے

شک ہو۔ مگر چندن کور کے متعلق کوئی غلط بات دشمن بھی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرا خیال اُسے چند آواز کے متعلق ہوا۔ کیا ہمیشہ کے لئے چندن کی آواز بند ہوگئی ہے......؟"

"بہنوئی جی! ہم کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دکھا کر دوا وغیرہ لیں؟"

"ہزارہ! یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ جسے دکھائیں گے اس سے بچی بات چھپا نہیں سکتے۔ اگر جگہ کارنامہ ظاہر ہوگیا تو ہمارے خاندان کو زبردست نقصان ہوگا۔ دو چار دن انتظار کریں شاید کھل جائے۔"

دو دن اس بات کو گزر گئے۔ چندن بستر میں پڑی گزرے حالات کو دل ہی دل میں یا ہوئی دُکھی ہو رہی تھی۔ اُس کے کان میں ساس کی آواز گونج رہی تھی۔ "بیٹی! عورت کا یہی حال ہے۔ جب دل میں آگ لگتی ہے اور دل مچلنے لگتا ہے تو وہ صبر کرتی ہے اور آنے والے سکھ کے میں سر جھکا کر کام میں لگ جاتی ہے۔" کبھی گلا دباتے وقت جگت کا خوفناک چہرہ نظروں کے سا آ جاتا۔ تب وہ بیقرار ہو جاتی۔ آنکھیں بند کر کے وہ شوہر کے ساتھ گزاری ہوئی پہلی رات کرنے لگی۔ مگر اُسے خبر نہیں تھی کہ محبوب کے غلط رویے کو بھلانے کے لئے لاکھ کوشش کی جا اس کی یاد دل میں گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ دل میں لگی ہوئی چوٹ باز بار ستاتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔

ماں جی سحر کے وقت دہی سے لسی بنا رہی تھیں کہ اچانک اُنہوں نے چندن کی خوفناک چیخ "کیا ہوا......؟" کہتی ہوئی وہ اُوپری منزل کی جانب دوڑیں۔ سوہن سنگھ بھی بستر چھوڑ کر پڑے۔ وہ بستر میں بیٹھی خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"کیا ہوا بہو...... کیا ہوا......؟" ماں جی نے چندن کور کے قریب جا کر پوچھا۔ اور اُس کی پ پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ چندن بری طرح رو رہی تھی۔ وہ ماں جی سے لپٹ گئی۔

"ماں جی! خواب میں کوئی میرا حلق دبا رہا تھا۔ لہٰذا میری چیخ نکل گئی۔"

پہلے تو ماں کو دھچکا محسوس ہوا، مگر پھر خوش ہوگئیں۔ "چندن بہو بولنے لگی۔" وہ شوہر کی جانب گھما کر بولیں۔ "ارے دیکھ رہے ہو، بہو کی زبان کھل گئی۔"

چندن کو یاد آیا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا کوئی بہت زور سے حلق دبا رہا ہے اور وہ ترپ رہی ہے۔ سانس بند ہو رہی ہے، جان نکل رہی ہے۔ اس احساس سے اُس کی چیخ نکل گئی۔ خوب کر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد چندن سے ماں جی نے آہستگی سے پوچھا۔

"چندن! اب بتا کیا بات ہوئی تھی اُس رات کو جس سے جگت نے یہ اقدام کیا؟ تجھ پر کسی قسم الزام تو نہیں لگایا؟"

"نہیں ماں......" چندن نے کہا۔ اُس کی آواز اب بھی عجیب سی ہو رہی تھی۔ "بات بہت چھو تھی مگر قصور میرا تھا۔"

"تیرا قصور؟" ماں جی متعجب لہجے میں بولی۔ "شاید وہ آیا اور تم گھر پر نہیں تھیں اس لئے اُس ک دماغ خراب ہوگیا ہوگا۔"

"نہیں ماں جی! چچا کے یہاں میں نے رقص کیا۔ لہٰذا اُنہیں غصہ آ گیا۔"

"اوہ...... میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" یہ وجہ سن کر ماں جی کو جھٹکا لگا۔ "مگر تم چچا کے گھر میں اپنی تھیں کہیں کوٹھے پر تو رقص نہیں کیا۔ ہمارے یہاں عورتیں ایسے موقعوں پر ناچتی ہی ہیں۔ کیا ے یہ بھی خیال نہیں کہ اس کی ماں بھی شادی کر کے اس گھر میں آنے کے بعد کئی بار ناچی ہے؟"

"مگر ماں جی! اُنہوں نے مجھے منع کیا تھا۔ پھر بھی میں نے رقص کیا۔ لہٰذا غصے ہوئے۔" چندن نے بچاؤ کی۔ ماں جی نے سرد آہ بھری۔

"تم تو بہت منع کر رہی تھیں مگر بجھ نصیبوں جلی نے تمہیں مجبور کیا۔ مجھے اگر اس بات کا پتہ ہوتا تو ں بھی ایسا نہ کرتی۔ میں سمجھ رہی تھی تم شرما رہی ہو، اس لئے ہچکچا رہی ہو۔"

"ماں جی! جو کچھ ہوگیا اس کے لئے دل جلانے سے کیا فائدہ؟ باپو! آپ بھی دل ہلکا نہ کریں۔" دن ساس سسر کا غم ہلکا کرنے کے لئے عاجزی کر رہی تھی۔ مگر ماں جی کو یہ ٹھیک نہیں لگا۔

"نہیں بہو! تم کچھ بھی کہو میں جگت کو معاف نہیں کروں گی۔ اب اس گھر میں قدم رکھنے سے بتر اُسے گھر کی بہو کا مان رکھنا سیکھنا پڑے گا۔" ماں جی کی آواز مضبوط تھی۔

سوہن سنگھ نے بھی کہا۔ "بہو! تمہاری ساس سچ کہتی ہے۔ باہر کی عورتوں کی حفاظت اور گھر کی رتوں پر ہاتھ اُٹھانا کہاں کی شرافت ہے؟"

چندن خاموش رہی۔ اُس کے دل نے جگت کو معاف کر دیا تھا۔

اُس رات کافی وقت گزرنے کے بعد کسی نے صدر دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے......؟" پوچھنے کے باوجود جواب نہیں ملا۔ سوہن سنگھ چوکنے ہو گئے۔ لالٹین کی تی کچھ بلند کی اور دروازے کھول دیئے۔ چہرے پر نقاب پہنے ہوئے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ ر آ کر اُس نے چہرے سے نقاب الگ کر دی۔

ہنومان کو دیکھ کر جگت کے باپو کو بڑا تعجب ہوا۔ ہنومان نے محسوس کیا کہ اس کی آمد پر کسی کو رت نہیں ہوئی۔ کچھ دیر تک اُن کے درمیان خاموشی رہی، پھر ہنومان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ یا۔ "آپ لوگ مجھ سے دریافت کریں میں کیوں آیا ہوں؟"

"تم خود ہی بتاؤ کہ کیوں آئے ہو؟" سوہن سنگھ نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کچھ کہنا نہیں، البتہ وجہ معلوم کرنی ہے۔ اُدھر جگت بھی بھاری چہرہ لے کر گھوم رہا ہے، ر آپ لوگ بھی کافی سنجیدہ نظر آتے ہیں۔"

اُسی لمحے چندن اُوپری منزل سے نیچے آئی۔ ہنومان نے اُسے دیکھ کر کہا۔ "آپ لوگ نہ یں...... میں بھابھی سے معلوم کر لیتا ہوں۔" ہنومان آگے بڑھا۔

"ہنومان ٹھہرو!" سوہن سنگھ نے درمیان میں کھڑے ہو کر کہا۔

ہنومان چپ چاپ اُنہیں دیکھنے لگا، پھر بولا۔ "آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میں زندگی خطرے میں ڈال کر یہاں آیا ہوں۔ اور وہ بھی جگت کو اطلاع کئے بغیر۔" پھر رُک کر ۔ "مجھے ایک گلاس پانی دینا۔"

پانی پینے کے بعد ہنومان نے مزید کہا۔ "جگت یہاں سے واپسی کے بعد بالکل بدل گیا ہے۔ ں سے بات نہیں کرتا۔ سارا دن اُداس رہتا ہے جیسے اُس کے دل میں آگ جل رہی ہو۔ میں

نے کئی بار وجہ پوچھی مگر وہ غصے میں چیخ کر ہمیں خاموش کر دیتا ہے یا منہ پھیر کر دور چلا جاتا ہے ہم سے بیزار ہو گیا ہو۔ اس طرح آج صبح کہیں اکیلا چلا گیا۔ جاتے ہوئے اُس نے کہا میں دن گھوم کر آؤں گا۔ کوئی میرے تعاقب میں آیا تو پھونک ڈوں گا کچھے۔ ایسا مزاج ہو گیا ہے کا۔ اس سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُس نے ایسی حرکت نہیں کی تھی اس لئے ہم محسو رہے ہیں کہ ضرور کوئی اَلیہ ہو گیا ہے ورنہ جگت ایسا نہیں ہے۔ کوئی بات اُس کے دل میں کھٹک ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

ہنومان کی زبانی یہ سن کر جگت کے ماں باپ ٹھنڈے ہو گئے۔ چندن شوہر کی اس حالت کا کر کے فکر مند ہو گئی۔ سوہن سنگھ نے تمام واقعات سے ہنومان کو آگاہ کیا۔ ہنومان سکتے کے عالم سب کچھ سنتا رہا۔ جگت کے اس عمل پر اُسے نفرت ہوئی، مگر یہ وقت اس کا اظہار کرنے کا نہیں اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "جگت نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اس بات کا ہمیں افسوس ہے۔ مگر وقت وہ پچھتا رہا ہے۔ اُسے اپنی وہ حرکت کھل رہی ہے۔ اگر ہم اس وقت اُس کو اس آگ سے نہیں نکالیں گے تو کوئی ایسی بات ہو جائے گی جس کے لئے ہمیں پچھتانے کا وقت بھی نہیں گا۔" ہنومان نے جگت کے پتا سے کہا، پھر خطرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا۔ " سنہا بھی جگت کو ختم کرنے کے لئے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا ہے۔ اور جگت اکیلا کہیں گھوم رہا ہو صورت میں......" ہنومان کی آواز بھرا گئی۔ چندن کی پلکیں بھی بوجھل ہو گئیں۔ کچھ دیر تک لوگ خاموش رہے۔

"ہنومان بھائی...... آپ کے بھائی جہاں بھی ہوں، اُن سے جا کر کہنا چندن نے آپ معافی مانگ لی ہے۔" پھر کچھ دیر رُک کر ساس، سسر کے سامنے دیکھ کر بولی۔ "اُن سے کہنا ماں پتا جی سے ملے بغیر چلے گئے اس کے لئے اُنہوں نے بھی آپ کو معاف کر دیا ہے۔ اگر اس طر گھر سے منہ پھیر لیں گے تو ہم کس کے سہارے زندہ رہیں گے؟"

چندن کے یہ الفاظ سب کے دلوں کے زخم پر مرہم کا کام کر گئے۔

○

سردی رُخصت ہونے سے پہلے آخری زور کے طور پر کچھ زیادہ چڑھ گئی۔ صبح کی دھوپ کی د سے ابر چھٹ گیا اس طرح سورج کی روشنی نے پوری کائنات پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ جگت کے گ میں سب لوگ ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔ سوہن سنگھ ہزارہ کے ساتھ کھیتوں پر جا چکے تھے۔ ما جی باورچی خانے میں چولہا پھونک رہی تھیں مگر چولہا جلنے کی بجائے دھوئیں کی وجہ سے پورا باور خانہ بھر چکا تھا۔ وہ بار بار اپنی بوڑھی آنکھیں خشک کر رہی تھیں۔

صدر دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھلنے کی آواز کے ساتھ کوئی گھر میں داخل ہوا مگر ماں جی نے اپنی مصروفیت کی بنا پر اُس کے داخلے کو محسوس نہیں کیا۔

"ماں جی...... گھر میں بہو آئی ہے اس کے باوجود آپ چولہا پھونک رہی ہیں؟"

اس آواز کو سن کر ماں جی کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس آواز کو سننے کے لئے ماں جی بیتاب تھیں۔ ویرو کے اس طرح اچانک آنے پر اُنہیں بے پناہ مسرت ہوئی وہ مسکرا کر سوچنے لگیں، مبار

ہوں مبارکباد دے گیا مگر ویرو نہیں آئی۔ ویرو کی غیر حاضری سے بہو لانے کی مسرت میں وہ کمی اس کر رہی تھیں۔

"آؤ ویرو!" ماں جی کی آواز نے استقبال کیا۔ مگر اُنہیں یاد آ گیا کہ پہلے ویرو سے جھگڑا کرنے اُنہوں نے عہد کیا تھا۔ لہٰذا آواز میں مصنوعی غصہ پیدا کر کے بولیں۔ "میرے بیٹے کی شادی کو مہینہ ہو گیا۔ تم آج منہ دکھا رہی ہو...... ورنہ روزانہ کہا کرتی تھیں کہ بہو کی صورت کب دکھاؤ گی جی۔" آخری الفاظ ماں جی نے ویرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔ ویرو اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"ہٹئے ماں جی! میں چولہا جلا دیتی ہوں۔" ویرو نے کہا، پھر لکڑیاں ٹھیک کر کے دو تین پھونکوں میں چولہا جلا دیا۔ ماں جی کے چہرے پر پھیلا ہوا مصنوعی غصہ جاتا رہا۔ ماں جی کی پیار بھری نظروں کو دیکھ کر ویرو بولی۔ "آپ کی بہو کی صورت تو میں بہت دن پہلے دیکھ چکی ہوں ماں جی! بلکہ منہ دکھائی کا انعام ایک روپیہ بھی دے چکی ہوں۔"

"مجھے اس بات کا پتہ ہے۔ مگر ویرو بیٹی! مجھے یہ بات جاننے کے باوجود بھی تم پر غصہ آیا۔" ماں جی نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں، کیا ایک روپیہ کم تھا جو آپ غصے ہو گئیں ماں جی؟" چولہے پر برتن رکھتی ہوئی ویرو بولی۔

"ارے پگلی! تیرا ایک روپیہ سوا لاکھ کے برابر ہے۔ مجھے تو اس لئے غصہ آیا کہ تم ایک لڑکی ہو جسے مجھے بہو دکھانے کے ارمان تھے اور تم نے چپ چاپ چندن کو دیکھ بھی لیا۔"

ماں جی کی طرح ویرو مسکرائی۔ "واہ...... بہو تو آپ کو فرمانبردار ملی ہے ماں جی! اُس نے آپ کو سب باتیں بتا دیں۔"

"یقیناً...... اپنی ساس سے کوئی بات چھپائے، ایسی میری چندن نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود ساس سے چولہا پھنکوا رہی ہے۔" وہ ماں جی کا دل بہلانے کے لئے کچھ مذاق کرتی ہوئی بولی۔ "دو چار دن نہیں پورا ایک ماہ گزر گیا پھر بھی بیگم صاحبہ باورچی خانے سے دور ہیں۔"

"میری بہو کو کچھ مت کہہ لڑکی!" ماں جی نے ہنس کر کہا۔ پھر اُس کے منہ میں لڈو رکھتی ہوئی بولیں۔ "منہ میٹھا کر۔ میں نے جشن کے بعد آٹھ دن تک مٹھائی رکھی تھی کہ تم آؤ گی۔ مگر تم نہیں آئیں۔"

ویرو کے چہرے پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ "کیا کروں ماں جی؟ میرا دل اِدھر رہتا ہے مگر گھر کے باہر قدم رکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ آج چاچی درشن کے لئے گئی ہوئی ہے لہٰذا چپ چاپ کھسک آئی ہوں۔" پھر کچھ یاد کر کے بولی۔ "میں تو آپ سے باتوں میں لگ گئی۔ بہو کہاں ہے؟ مجھے اُس سے دو گھڑی ملنا چاہیے۔"

"اُوپری منزل پر۔" ماں جی چندن کو بلانے کے لئے آواز دے رہی تھیں مگر ویرو نے اُنہیں روک دیا۔

"رہنے دیں۔ میں اُوپر جا رہی ہوں۔ آپ کی غیر موجودگی میں اُسے ذرا تنگ کر سکوں گی۔"

ویرو مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''اے لڑکی! میری بہو کو زیادہ تنگ نہ کرنا۔ سمجھیں؟'' ماں جی نے ویرو سے کہا، پھر مسکر ویرو ہنستی ہوئی اُوپر چلی گئی۔

ویرو نے بے آواز قدموں سے چلتے ہوئے دروازے کے قریب جا کر اندر جھانکا۔ چن پر کچھ لکھتی ہوئی دکھائی دی مگر کسی کے قدموں کی آہٹ پا کر اُس نے تختی اپنے پیروں کے دی۔ ویرو اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ شرما کر فرش پر دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی دوپٹہ سر پر رکھ کر رہی۔

''بھورانی آرام کر رہی ہیں شاید۔'' ویرو نے پُر مذاق لہجے میں کہا۔ ''اُس دن جھٹ پر دیکھے بغیر روپیہ انعام دیا لہٰذا آج جی چاہا کہ جا کر روپیہ وصول کر لوں۔'' ویرو نے ہنستے ہوئے

چندن شرمیلے انداز میں دوپٹے کی کنار دانتوں میں دبا کر مسکرانے لگی۔

''آج بھی غلط دن آ گئی ہوں۔ ماں جی نے ابھی بتایا لہٰذا دُور سے صورت دیکھ کر دل ٹھنڈ پڑے گا۔'' پھر بھی چندن کچھ نہیں بولی لہٰذا ویرو نے اُسے چھیڑا۔ ''سنا ہے جگت سنگھ گونگی بہو لائے ہیں۔ بیچاری بول نہیں سکتی۔''

چندن کا دل بیٹھ گیا۔ ویرو کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟ مگر جب ویرو دوبارہ بولی تو اُسے اطم ہو گیا۔ ''بھئی پہلی رات بھی زبان کھولنے میں اتنی دیر تو نہیں لگا دی؟''

چندن زور سے ہنس دی۔ اب اُس نے جواب دینا مناسب سمجھا۔ ''ویرو بہن! مجھے محسوس ہے کہ آپ صرف میرا منہ دیکھنے آئی ہیں۔ لہٰذا زبان بند کر کے بیٹھی تھی۔ مگر تم منہ میں اُنگلیاں کر بولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ بڑی شریر ہو۔''

''اچھا تو ہم شریر ہیں؟'' ویرو نے منہ پھلا کر کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے میرے متعلق بیگم صاحب کچھ جانتی ہیں۔''

''ماں جی نے تمہارے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ تمہاری تعریف کرتی ہیں۔''

''ماں جی بہت بھولی ہیں لہٰذا تعریف کریں گی۔ مگر لوگ میرے متعلق کیا کہتے ہیں وہ شاید نے نہیں سنا۔''

''وہ بھی سن چکی ہوں۔'' چندن نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''میرے میکے آ کر لوگ میرے میں سب کچھ کہہ گئے تھے۔'' چندن اتنا کہہ کر اپنی بات کا ردِ عمل ویرو کے چہرے پر تلاش کرن لگی۔ ویرو کے چہرے پر مخلصانہ تجسس جھلک رہا تھا۔ چندن نے کہا۔

''یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم مجھ سے ہنس کر باتیں کر رہی ہو، یہ تعجب کی بات ہے۔ اُنہ نے بھی تمہارے متعلق مجھے بتایا تھا۔'' چندن نے کہہ دیا۔

ویرو ''اُنہوں نے'' کے لفظ پر چونک گئی۔ اُس کا تجسس بڑھ گیا۔ ''کیا کہا تھا جگت نے؟''

''یہی کہ......'' چندن کچھ لمحے ٹھہر گئی۔ پہلی ملاقات میں وہ ویرو سے صاف بات کر رہی ہے اچھا بھی ہے یا نہیں اس اُلجھن کے درمیان وہ خاموش تھی۔ مگر ویرو نے اُسے مجبور کیا۔ لہٰذا اُس نے کہا۔ ''وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے ڈاکو بننے میں خاندانی دشمنی کے علاوہ تم بھی ایک سبب ہو۔''

چندن نے ویرو کے چہرے پر مسرت کی گہری لکیر محسوس کی۔ پھر بھی رو پڑی۔ غصے کا اظہار تی ہوئی ویرو بولی۔ ''اُنہوں نے یہ کہا؟ پھر ڈاکو بننے کے بعد سال بھر سے وہ مجھ سے کیوں نہیں ؟ نہ اُنہیں مجھے دیکھنے کی فرصت ہے۔'' ویرو کی آواز کپکپانے لگی۔ اُس کا دل بھر آیا مگر فوراً ہی احساس ہو گیا کہ وہ اسی شخص کی بیوی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کر رہی ہے۔ چندن شاید سوس کرنے لگے گی لہٰذا وہ جلدی سے بولی۔ ''نہیں بھئی! ایسی کوئی بات نہیں چندن۔ میں تو مذاق کر رہی ہوں۔ تم خیال نہ کرنا۔'' پھر اُس کی توجہ ہٹانے کی غرض سے بولی۔ ''میں جب آئی اُس وقت تم تختی پر کیا لکھ رہی تھیں؟''

چندن نے چونک کر تختی زیادہ چھپانے کی کوشش کی۔ لہٰذا ویرو نے کہا۔ ''بھئی میں تم سے کوئی نہیں چھپا رہی لیکن تم مجھے غیر سمجھ رہی ہو۔ سسرال آ کر بھی تم نے پڑھائی جاری رکھی ہے شاید۔ لئے سبق لکھ رہی تھیں۔''

''نہیں تو...... پڑھنا اب کہاں ویرو!'' چندن نے کہا۔ ''دو گھڑی وقت کاٹنے کے لئے تختی پر یں کھینچ رہی تھی۔'' چندن نے کہا۔ مگر ویرو اُس کی چوری پکڑ چکی تھی۔

''چندن! تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گی تو میں تم سے تختی چھین لوں گی۔ پھر مجھے تم کو چھونے کے لئے میں گھر جا کر نہانا پڑے گا۔''

ویرو کی معنی خیز دھمکی پر چندن نے تختی اُٹھا کر ویرو کے سامنے کر دی۔ ویرو نے تختی اُلٹ کر ا۔ تختی پر جگت کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ غور سے تصویر دیکھنے لگی۔ چندن حیا کی وجہ سے اُس کی ب نہیں دیکھ سکی۔

''ہوں......'' ویرو نے منہ بنا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''پجارن، دیوتا کی مورتی بنا رہی تھی۔ مگر را دیوتا تصویر میں ڈاکو دکھائی دے رہا ہے۔''

''ڈاکو......؟'' چندن بلند آواز میں بولی۔

''تم نے شاید نوٹ نہیں کیا چندن! ویسے تو پوری تصویر ٹھیک ہے۔ مگر اس کی آنکھیں بالکل ڈاکو نکھیں ہیں۔'' ویرو سنجیدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔ تصویر کی یہ کمزوری اُسے کھٹک گئی تھی۔ شاید اب ن نے بھی تصویر کو غور سے دیکھا۔ ہر بار جگت کی تصویر بناتے ہوئے دل میں کہتی، نہیں یہ ٹھیک ا ہے۔ پھر دوسری تصویر بناتی مگر پھر یہی غلطی کر بیٹھتی۔ ہر بار غلطی ٹھیک کرتے ہوئے نہ چاہتے ے بھی تصویر کی آنکھوں میں سختی رہ جاتی۔ جگت نے جس وقت اُس کی گردن دبائی تھی اس وقت کی آنکھوں میں جو سختی تھی وہی اُس کے ذہن میں بس گئی تھی۔ ویرو نے کمال ہوشیاری سے اُس طی پکڑ لی۔ ویرو نے برابر پڑا ہوا چین ہاتھ میں لیا۔

''میں نے ہمیشہ اس کی آنکھوں میں نرمی دیکھی ہے چندن! اس نے کبھی میری طرف ایسی سخت ں سے نہیں دیکھا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تصویر کی خامی دُور کروں؟''

چندن نے اشارے سے اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر میں ویرو نے تصویر کی آنکھوں کو ٹھیک کر دیا۔ یہ دیکھ کر چندن متعجب ہو گئی۔ اُس کے واطمینان ہو گیا۔ وہ ایسی ہی آنکھیں چاہتی تھی۔ اُس نے ویرو کی جانب احسان مندانہ نظروں

سے دیکھا۔ چندن یہی سوچ رہی تھی کہ وہ ویرو کا کس طرح شکریہ ادا کرے؟ دفعتہً ویرو نے اپنے گھر کی جانب اُس کی چاچی کو دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ لیا۔ چندن کی جانب مسکراتی نظروں سے دیکھ کر وہ چلنے لگی۔

"موقع ملنے پر پھر ملوں گی چندن! اس وقت تو ڈائن واپس لوٹ چکی ہے۔"

ویرو نے ڈرتے ڈرتے گھر میں قدم رکھا۔ چاچی کے درشن کر کے واپس لوٹنے سے پہلے لوٹ جائے گی یہ سوچ کر گھر سے چلی تھی۔ مگر چاچی پہلے آ چکی تھی۔

اب وہ شور کرے گی، گالیاں دے گی اور سوتے ہوئے اس کے شوہر کو جگا کر مار بھی لگوائے گی۔ ویرو اسی سوچ میں گم چپ چاپ باورچی خانے میں جا کر کام کرنے لگی۔ اگر چاچی کو غیر حاضری کا شک نہ ہوا ہو تو اس صورت میں بچنے کی اُمید تھی۔ مگر چاچی کی نظروں سے بچنا تھا۔ وہ باورچی خانے کے دروازے میں آ کر رُک گئی۔ وہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار تھی۔ کچھ دیر تک چاچی کچھ نہ بولی، پھر اُس نے پوچھا۔

"کہاں گئی تھی ویرو؟" آواز میں نرمی تھی۔ اُس نے حیرت سے چاچی کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔ "ویرو! کسی وقت باہر جانا ہو تو مجھے بتا دیا کر۔"

چاچی کا ایسا بولنا ویرو کے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ شاید گردوارے میں کسی سنت کے وعظ کے اثر میں ہو، جو کچھ دیر کے لئے ہوگا۔ چاچی کے دوسرے جملے نے اُسے حیرت میں غرق کر دیا۔ "جوان لڑکی کو کبھی کبھی باہر جانے کا دل ہوتا ہے۔ وہ اپنی عمر کی لڑکیوں سے بات کرنا چاہتی ہے مگر ویرو! تمہارا ایک دُکھ ہے۔ تم میری کوئی بات نہیں مانتیں۔ کچھ میرا بھی دل رکھنا چاہئے پھر مجھے تمہارے آنے جانے پر بالکل اعتراض نہیں ہوگا۔"

ویرو نے محسوس کیا کہیں چاچی کوئی سودا تو نہیں کر رہی؟ اپنی بات منوانے کے لئے ایسا کہہ رہی ہے۔ پھر بھی ویرو نے چاچی کا احسان قبول کرنا بہتر سمجھا۔ ویرو کی خاموشی رضامندی تصور کر کے چاچی بولی۔ "فی الحال میں روزانہ وعظ سننے جاؤں گی۔ تم گھوم پھر آنا۔ مگر اپنے شوہر کی نظروں سے بچنا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

چاچی چلی گئی اور ویرو سوچ میں ڈوب گئی..... اُس کی زندگی ویران بن گئی تھی۔ شوہر کا پیار اور اعتماد اُسے نہیں ملا۔ اس کے لئے سنسار کا سکھ خواب بن چکا تھا جس طرح چلتے ہوئے ریگستان میں پیاسا سراب کو دیکھ کر پانی سمجھتا ہوا پیاس بجھانے کے لئے دوڑتا ہے مگر قریب سے سراب کی حقیقت نظر آتی ہے۔ اسی طرح مایوس ویرو نے دیکھا وہ سنسار میں سکھ کی تلاش میں بھٹکتی رہی ہے مگر سکھ اُس کی قسمت میں نہیں تھا۔ جب جگت کی یاد اُس کے ذہن کے قریب ہوتی اُس کے دل کو اُمید کی ٹھنڈک محسوس ہوتی۔ لیکن اب جگت اتنا دُور جا چکا تھا جہاں صرف ویرو کے خیالات ہی جا سکتے تھے وہ خود نہیں۔ مشکوک شوہر اور چوکیدار چاچی نے اُس کی زندگی جہنم بنا کر رکھ دی تھی۔ اب اُس کے شوہر کی حرکتیں بھی عجیب رُخ اختیار کر رہی تھیں۔ پہلے موہن سنگھ دوستوں کو گھر میں بلا کر جوا کھیلتا تھا۔ اس سے بڑھ کر اب اُسے طوائفوں کے کوٹھے پر جا کر ناچ گانے کا شوق ہوا تھا۔ چودھری کے لڑکے رنبیر سنگھ نے جان بوجھ کر اُسے اُلٹے راستے پر ڈال دیا تھا۔ ہفتے میں ایک دو راتیں موہن سنگھ کوٹھے

اتھا۔ گھر میں شوہر کی حاضری یا غیر حاضری سے ویرو کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا مگر وہ رہی تھی کہ رنبیر سنگھ اُس کے شوہر کو گہرے پانی میں دھکیل رہا تھا۔ کھیت گروی رکھنے کے مکان کی باری تھی۔ چاچی کے من کی بات بھی اُلجھن بڑھانے والی ہو رہی تھی۔ وہ بھتیجے کی سرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ رنبیر کے ساتھ مل کر کوئی کھیل شروع کر چکی تھی۔

ایک بار پھر موہن سنگھ سے کہا۔

آپ جس راستے پر جا رہے ہیں، یہ تباہی کا راستہ ہے۔"

موہن سنگھ مونچھوں کو بل دے کر کہنے لگا۔ "میں رات باہر گزارتا ہوں لہٰذا تم جلتی ہو؟ مگر مردوں کے کام ہیں۔ گھر کی عورت کے جلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

اُس شخص کی مردانگی پر ہنس دی۔ اس کی نفرت موہن سنگھ کے لئے اور بڑھ گئی۔ اُس کا جی اُس سے کہے کہ جو شوہر بیوی کو ازدواجی مسرت نہیں دے سکتا، اُسے اپنی مردانگی دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟

نے ایک بار رنبیر سنگھ کے متعلق موہن سنگھ سے شکایت کی۔ "آپ نہیں ہوتے تو اُس وقت ہے اور مجھ سے گندی باتیں کرتا ہے۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

وقت اُس کے شوہر نے جو جواب دیا اُسے سن کر ویرو کا اُس پر تھوکنے کو جی چاہا۔ اُس نے کہا۔ "وہ میرا یار ہے۔ جگری جان دوست ہے۔ اگر کبھی تیرے پاس دل بہلانے آ جاتا ہے تو شکایت مجھ سے نہ کیا کر۔ سمجھی؟ میں جانتا ہوں وہ تجھے پسند نہیں۔ میں بھی تجھے پسند نہیں اتنا کہہ کر وہ قہقہہ مارنے لگا۔ غیرت جیسی کوئی چیز اُس کے پاس تھی ہی نہیں۔ ویرو کے لئے دوزخ تھی۔

لے پر جوش مارتی ہوئی دال کی طرح اُس کے ذہن میں خیالات کا دھارا بہہ رہا تھا۔ اُس یا۔ کیا اس طرح اس کی زندگی کی گاڑی چلے گی؟ اس جہنم سے اُسے کوئی نجات نہیں دلائے گا تو دو ایک بار پیغام بھیج چکی تھی مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا..... اور جگت..... ڈاکو بن گیا، رلی۔ اب اُس کی اُمید کرنے سے فائدہ بھی کیا؟

اُس نے طے کیا کہ وہ کل چندن سے ملے گی اور چندن سے جگت نے جو بات کی ہے اُس ل معلوم کرے گی۔ مگر چندن ہمارے رشتے کے متعلق کیا سوچ رہی ہوگی؟ یہ بھی معلوم کرنا تھا۔ چاچی کی جانب سے ملی ہوئی آزادی کا اُس نے بڑے اطمینان سے فائدہ اُٹھایا۔ دو تک چندن سے ملتی رہی اور کافی وقت اُس کے ساتھ صرف کیا۔

رے دن رات چاچی کی چالبازی سمجھ میں آ گئی۔ اُس رات موہن سنگھ گھر میں نہیں تھا۔ دس تھے۔ اُس وقت صدر دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولتے ہی سامنے رنبیر سنگھ کھڑا تھا۔ منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ ویرو دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ رنبیر سنگھ اندر داخل ہو گیا۔ چاچی منزل پر گئی تھی۔

یں کہنے کے لئے آیا ہوں کہ موہن سنگھ رات باہر گزاریں گے۔" لڑکھڑاتے قدموں سے عقب میں چلتا ہوا رنبیر بولا۔ "ویرو! تم محسوس کر رہی ہوگی کہ میں اسے غلط راستے پر لے جا

رہا ہوں۔ مگر وہ وہاں اور میں یہاں دکھائی دے رہا ہوں۔"

"تم اپنے گھر جانے کی بجائے دوسرے کے گھر آئے ہو۔" ویرو نے سخت لہجے میں کہا۔ جواب میں اُس کا ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔ "تم نے مجھ سے یہ بات کی اس سے مجھے م ہوئی۔" اتنا کہہ کر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھا مگر ویرو نے اُس کے رُخسار پر تھپڑ مار دیا۔

"یہ چانٹا بھی تمہیں پسند آئے گا رنبیر!"

اور اس سے پہلے کہ رنبیر کوئی اور حرکت کرے ویرو نے کمرے میں جا کر اندر سے دروازہ لیا۔ رنبیر نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسی لمحے چاچی نیچے آ گئی۔ ویرو ہانپتی ہوئی دروازے کان لگا کر کھڑی ہوئی تھی۔ اُسی نے سنا چاچی اور رنبیر سرگوشیاں کر رہے تھے۔ چاچی بھی سازش میں شریک تھی یہ سوچ کر ویرو کپکپانے لگی۔ وہ ساری رات دروازہ بند کر کے اپنے کم میں سوئی رہی۔ دوسرے دن صبح چپ چاپ گھر کے کام میں لگ گئی۔ اُسے اب اس گھر او والوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ چاچی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"بہو! رات تم نے رنبیر کو چانٹا مارا تھا؟"

ویرو خوفناک نظروں سے چاچی کو دیکھنے لگی۔ "صرف چانٹا ہی مارا ہے۔ اگر خنجر ہوتا تو یہ بھی اُس کتے کے پیٹ میں مار دیتی۔"

"ویرو......!" چاچی گرجی۔ مگر اس گرج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر وہ نرم لہجے میں ویرو سے بو

"آدمی نشے میں بکواس کرتا ہے۔ مگر اُسے چانٹا نہیں مارنا تھا۔"

"میں نے بھی اُس کا نشہ اُتارنے کے لئے چانٹا مارا تھا۔"

"ویرو بیٹی! ذرا سمجھ سے کام لے۔" چاچی مجسم محبت بنی ہوئی تھی۔ "تمہارا شوہر قرض ڈوب گیا ہے۔ گھر اور کھیت بھی اس کے پاس گروی ہیں۔ وہ چاہے تو سیل بھی لگا سکتا ہے۔ پھ بھکاری بن جائیں گے۔"

"اس کے لئے میں کیا کر سکتی ہوں؟ اپنے بھتیجے کو غلط راستے سے روکیے!" ویرو نے جواب دیا۔

"ویرو! تم چاہو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔ عورت کا اپنے شوہر کے لئے قربانی دینا پاپ نہیں چاچی آخری داؤ پھینکتی ہوئی بولی۔ مگر ویرو غصے سے سرخ ہو گئی۔

"چاچی! گھر بچانے کی خاطر تم گھر والی کی عزت لینے پر تلی ہوئی ہو۔ وہ گھر آئیں گے تو تمہارا دیا ہوا سبق اُنہیں بتاؤں گی۔"

"مجھے دھمکیاں دے رہی ہے؟" چاچی اپنے اصلی رُوپ میں آ گئی اور بولی۔ "تمہارے شو نے یہ سودا منظور کر لیا ہے۔ میں کہتی ہوں خاموشی سے یہ سودا قبول کر لے ورنہ میں تجھے بری طر بدنام کر دوں گی۔" پھر جاتے ہوئے آخری حربہ آزمایا۔ "تم چودھری کے لڑکے رنبیر سے لگی ہو ہو یہ اعلان کرنا میرے لئے مشکل نہیں۔ اور تیرا شوہر اس کا گواہ بنے گا۔ سمجھی؟"

ویرو کا دل زخمی ہو گیا۔ اُس کی حالت وحشی درندوں کے درمیان گھری ہوئی ہرنی جیسی تھی۔ سب اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ یہ سب جمع ہو کر اُسے برباد کرنے پر تلے ہوئے دکھائی دے تھے۔ ایک ہی راہ تھی اُس کے پاس اور وہ "خودکشی" مگر خودکشی کر کے ان درندوں کے حوالے اپ

نہیں کرنا چاہئے بلکہ جگت کی مدد لینی چاہئے۔ کیا وہ مدد کرے گا؟ اُس نے سوچا۔

چاچی درشن کے لئے گئی تھی اور باہر سے صدر دروازے کی کھڑکی کو بند کر گئی تھی۔ ویرو نے چیں لئے۔ اُس کا جی چاہا بڑھیا کی گردن دبا دے۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا، چندن کور پھت پر کھڑی تھی۔ ویرو نے اُسے انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔ ویرو کی اس حرکت پر چندن کو ن ہوئی۔

ویرو کے چہرے پر گھبراہٹ کے ساتھ جوش بھی تھا۔ وہ چٹھی پھینکنا چاہتی تھی۔ اُس نے آس نظر دوڑائی۔ ایک چھوٹا سا پتھر تلاش کر کے کاغذ پر رکھ دیا، پھر اُس میں کاغذ لپیٹا اور چندن کور انب پھینکا۔ چندن کو یہ سب پراسرار معلوم ہوا۔ اُس نے ویرو کی جانب دیکھا۔ ویرو نے پرچہ نے کا اشارہ کیا۔ چندن نے پرچہ پھیلا کر پڑھنا شروع کیا۔ مگر اُسی لمحے مخالف سمت سے ایک چیخ دی اور چندن وہ منظر دیکھ کر سہم گئی۔ موہن سنگھ ویرو کو بالوں سے پکڑ کر گالیاں دیتا ہوا اُسے ٹ کر لے جا رہا تھا۔ ویرو کے چہرے پر شدید دُکھ نظر آنے لگا۔

چندن لرز کر رہ گئی۔ اس سے پیشتر کہ چندن کچھ سوچے موہن سنگھ نے چھت کا کھلا ہوا دروازہ لے سے بند کر دیا۔ چندن نے ہاتھ میں تھاما ہوا پرچہ پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔

"جگت سنگھ...... مجبور ہو کر تمہیں خط لکھ رہی ہوں۔ زندگی کی بازی ہار چکی ہوں۔ اب ہمت اور ال ختم ہو چکا ہے۔ اگر تم آج سے تین دن کے اندر مجھے اس جہنم سے نہیں نکالو گے تو میں اپنی لختم کر لوں گی۔ اگر کسی وجہ سے ملنا نہ ہو تو میرا آخری سلام۔ چندن جیسی عورت کا بھی دل نہ ا یہ میری آخری گزارش ہے۔ جو کسی کی نہ ہو سکی اُس ویرو کا سلام۔"

پرچہ پڑھ کر کیا کرنا ہے......؟ اس کے متعلق سوچتی ہوئی چندن مخالف سمت والے مکان کی دیکھنے لگی۔ ویرو کے خط نے چندن کور کا چین چھین لیا۔ موہن سنگھ ویرو کے بال تھام کر جانور رح گھسیٹ لے گیا تھا وہ منظر اور ویرو کے چہرے پر نظر آنے والے دُکھ اور تکلیف کا احساس کے اُسے عورت کی مظلومیت کا اندازہ ہو گیا۔ ویرو کی طرف سے جگت کو لکھے ہوئے خط کے اُس کے سینے میں کانٹوں کی طرح کھٹک رہے تھے۔ "تین دن میں مجھے آزادی نہیں دلاؤ گے اپنے طور پر اپنی زندگی ختم کر لوں گی۔"

چندن کشمکش میں مبتلا تھی۔ کسی غیر کی اور خاص طور پر خاندانی دشمن کی بیاہتا کو اغوا کرنے کا پیغام تک پہنچانے کی ذمہ داری اُس پر ڈال دی گئی۔ ویرو نے اس پر زبردست اعتماد کیا اور تین دن لت تک خط نہ پہنچنے کی صورت میں اُس کا خودکشی کر لینا یقینی تھا، جس کے ساتھ ایک عورت کا ی عورت پر اعتماد کا جنازہ نکل جائے گا۔ ایک عورت کی بداعتمادی دوسری عورت کی موت بن ے گی۔

"نہیں نہیں...... میں اتنی مطلبی نہیں بنوں گی۔" چندن لرز کر بولی۔ مگر پھر اُسے احساس ہوا کہ نیا والوں کو یہ بات معلوم ہو گئی تو دنیا کیا کہے گی؟ کیا جانے گی؟ یہی کہ جگت سنگھ مجھ سے زیادہ سے پیار کرتا ہے۔ بیوی کو چھوڑ کر غیر کو اغوا کر کے لے گیا۔ اگر اس نے خط پھاڑ دیا تو اس ت میں ویرو ہمیشہ کے لئے ان کے درمیان سے ہٹ جائے گی۔ مگر ایسا خیال چندن کے ذہن

کو چھو کر گزر گیا۔ گاؤں میں پلی ہوئی لڑکی کو سیدھی سادھی بات پر اعتماد تھا کہ سچا پیار تو وہ ہے میں اپنا کچھ لٹ جانے کے متعلق ذرا سا شک نہ ہو۔ کسی قسم کی بد اعتمادی کا خیال نہ ہو۔ دنیا دا اسے کچھ بھی کہے مگر انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اسے خط کو جس کی امانت ہے اُس پہنچا دینا چاہئے۔ پھر باقی سب تقدیر پر چھوڑنا بہتر ہوگا۔ اُس نے مضبوط فیصلے کے بعد ویرو کا چھوٹی سی ڈبیہ میں رکھ لیا۔ وہ جس سرخی سے روزانہ اپنی پیشانی میں سہاگ کا نشان ثبت کرتی اُس سرخی کی ڈبیہ میں وہ اپنے امتحان کا نشان رکھ چکی تھی۔

چندن، ویرو کا پیغام جگت تک پہنچانے کی اُلجھن کا شکار ہوگئی۔ وہاں سے جگت کا کوئی پیغا آئے اس کا انتظار وہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور یہاں کسی کو جگت کے پتے کے متعلق کچھ معلوم نہیں تو سیاس کو یہ بات کس طرح کہے؟ شاید وہ اس کے اقدام کی مخالفت کریں۔ ماں جی کو ویرو سے مح تھی اس کے باوجود بہو کا سکھ لٹ جانے کے خطرے کے پیش نظر شاید وہ اس کی بات نہ مانیں۔ سسر اور ماموں کو اس بات کا پتہ لگے تو مصیبت ہو جائے گی۔

"بہو بیٹی! آج تم اُلجھن میں گرفتار نظر آ رہی ہو۔" ماں جی نے اچانک پوچھا۔ چندن خامو سے سر جھکائے سنتی رہی۔ ماں جی نے دوسرا سوال کیا۔ "کیا جگت کا خیال آ رہا ہے؟"

چندن کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اُس نے سوچا یہ موقع غنیمت ہے۔ "ماں جی......!" چند نے کہا، مگر زبان رُک گئی۔ پھر ہمت کر کے کہا۔ "مجھے اُنہیں ایک پیغام بھیجنا ہے...... ایک خا پیغام۔" آخری الفاظ پر چندن کا دباؤ ماں جی سے چھپ نہ سکا۔ اُنہوں نے کہا۔

"دو چار دن میں جگت کا پیغامبر آئے گا، تب بھیج دینا۔"

"مگر ماں جی! پیغام آج جانا چاہئے۔" چندن نے جلدی سے کہا۔

"آج؟" ماں جی نے متعجب لہجے میں کہا۔ "ایسا کیا پیغام ہے؟" پھر الفاظ کو سمیٹتی ہو بولیں۔ "ارے میں بھی کیسی جاہل ہوں کہ میاں بیوی کی باتوں میں دخل دینے لگی۔ اچھی با ہے۔ دوپہر ہزارہ سنگھ کھانا کھانے آئے گا تب کوئی صورت نکالیں گے۔"

دوپہر کے وقت ہزارہ، چندن کور کا کام کرنے کی غرض سے بڑے چچا کا گھوڑا لے کر گھر سے روانہ ہوا۔ تب ساس نے بہو سے پوچھا۔ "بہو! جگت سے تمہیں جو کچھ کہنا ہے، وہ میں ہزارہ سے کہہ دوں؟"

چندن نے کپڑے میں بندھی ہوئی ڈبیہ ساس کے ہاتھ میں تھما دی۔ "یہ اُن کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو میرا کام ہو جائے گا۔" ماں جی اور ہزارہ ایک دوسرے کو متعجب نظروں سے دیکھنے لگے۔ چندن کے چہرے پر فکر کی لکیریں اُبھر آئیں، اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "ماما جی کو میری وجہ سے تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے، اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔" پھر رُک کر کہا۔ "جب تک ماما صحیح سلامت واپس نہ لوٹیں میں کھانا پانی کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔"

چندن کے الفاظ تینوں کو عجیب سے دکھائی دیئے۔ ماں جی نے محسوس کیا کہ ضرور کوئی سنجیدہ بات ہے جو ظاہر نہیں کی جا سکتی اس لئے چندن چھپا رہی ہے۔ اور جو بات چندن کہنا نہیں چاہتی اسے پوچھ کر پریشان کرنے سے فائدہ بھی کیا۔ وہ ہزارہ کی جانب گھوم کر بولیں۔

"بھائی! کام ختم کر کے جلدی لوٹنا تا کہ بہو کے دل کو اطمینان ہو جائے۔"

"بہن! فکر نہ کرو...... میں بھانجے کو ڈھونڈ نکالوں گا۔" ہزارہ سنگھ نے جواب دیا اور گھوڑے کو ہنکا کر روانہ ہو گیا۔

آدمی پوچھتے پوچھتے لنکا تک پہنچ جاتا ہے، یہ بات صحیح ہونے کے باوجود کوئی تلاش کرنے پر بھی اوؤں تک نہیں پہنچ سکتا۔ بھانجی بہو کا سپرد کیا ہوا کام ختم کرنے کے لئے ہزارہ ہر مصیبت جھیلنے کو تھا۔ جگت تک پہنچنے کے لئے اُسے کسی پُر اعتماد مخبر کی ضرورت تھی۔ اس سے کہاں ملا جائے؟ مخبر تک یہ یقین نہ کر لے کہ وہ جگت کا ماموں ہے، اس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ پولیس کا مخبر جان کر لن ہے کوئی اُسے جگت کا پتہ نہ بتائے۔

ہزارہ کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ جگت جس گاؤں میں شادی کرنے آیا تھا وہاں اُسے مرا دینے والا ایک شخص یاد آیا۔ وہ اُسے جگت کے ماموں کی حیثیت سے پہچانتا تھا۔ اس سے جگت کے متعلق معلوم ہو سکتا تھا۔ ساری رات بھٹک کر اُسے چار آدمیوں کا سہارا لینا پڑا تب جگت کو اطلاع کہ ماموں اُس کے لئے کوئی پیغام لایا ہے۔ ہزارہ کو بہت سے گھروں کے چکر کاٹنے پڑے، تب کر اُسے خیال ہوا کہ بھانجے نے پولیس سے بچنے کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ پھر بھی پیغام لینے کے لئے جگت نہیں آیا۔ ساتھیوں نے اُسے آنے نہیں دیا۔ یہ کام ہنومان کے ذریعے ہوا۔ اُسے اکیلے دیکھ کر ہزارہ نے پوچھا۔ "جگت کیوں نہیں آیا ہنومان؟"

"ان کا آنا بہتر نہیں تھا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ پولیس ساری پارٹی کو گھیرنے کے لئے جال بچھا رہی ہے۔ لہٰذا دو ایک دن میں ہم ٹھکانا بدلنے والے ہیں۔ جگت ان تیاریوں میں لگا ہوا ہے۔" ہنومان نے بتایا۔ ہزارہ یہ سن کر ناراض ہوا۔ اس لئے ہنومان نرمی سے بولا۔ "ماما! تم ناراض نہ ہو۔ ہمیں محتاط رہنا پڑتا ہے۔ یقین رکھیں، مجھ سے کہا ہوا ایک ایک لفظ جگت تک پہنچ جائے گا۔ میں بھی آپ کا بھانجا ہوں۔"

"یہ بات نہیں ہنومان!" ہزارہ نے تفصیل سے کہا۔ "چندن کور نے خاص پیغام ایک ڈبیہ میں رکھ کے بھیجا ہے۔" اتنا کہہ کر اُس نے جیب سے ڈبیہ نکال کر اُسے دکھائی۔ "اور میرے واپس آنے تک وہ کھانا نہ چھونے کی قسم کھائے بیٹھی ہے۔ اس لئے سوچا اگر آیا ہوں تو جواب بھی لے کر جاؤں۔"

"ایسی کیا بات ہے؟" ہنومان نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

"ہوا تو کچھ نہیں۔ البتہ چندن کی اُلجھن اور گھبراہٹ کچھ ہونے کا پتہ دے رہی ہے۔ ہمیں اس نے نہیں بتایا۔" پھر ہزارہ نے اُسے یہاں تک پہنچنے کی تفصیل سنا دی۔ ہنومان نے ہزارہ کو جگت کی خبر سنائی۔

"جس دن بھابھی نے مجھ سے بات کی تھی، میں نے جگت سے کہا۔ اُس دن سے اُس کا دماغ خراب ہے۔ آپ ان سے جا کر کہنا کہ جگت آپ پر ناراض نہیں ہے۔ اور اگر اس پیغام کا جواب ضروری ہے تو میں خود گھر آ جاؤں گا۔ بھابھی سے کہنا فکر نہ کریں۔"

ہزارہ کو جگت کے اڈے تک جانے کی خواہش ہوئی مگر گھر جا کر چندن کو اُلجھن سے آزاد کرنے

کا خیال اپنی جگہ تھا۔ لہٰذا واپس ہو گیا۔

O

چندن کی معرفت جگت کو ملا ہوا پرچہ پڑھ کر جگت کو ذہنی جھٹکا لگا۔ اتنے لمبے عرصے تک اُس نے ویرو کی خبر نہیں لی اس کے متعلق اُس کا دل پچھتانے لگا۔

''تیرے لئے جس نے اپنے شوہر کے بے پناہ ظلم سہے، اس بیچاری کو تو نے اس حال کو پہنچا دیا کہ آج وہ خودکشی کرنے پر تیار ہو گئی۔'' جگت بڑبڑایا۔

ویرو زیادہ اُلجھن میں پھنس کر یہ قدم اُٹھا رہی ہے، اس کا جگت کو یقین تھا۔ اُسے تعجب تو اس بات کا تھا کہ چندن نے ضد کر کے یہ پیغام فوراً اُس تک پہنچایا تھا۔ اپنے سہاگ کو خطرے میں ڈال کر دوسری عورت کو بچانے کی کوشش کرنے والی چندن کا حلق دبانے کی حد تک اُس نے اقدام کیا تھا یہ سوچ کر اُسے اپنے آپ سے نفرت محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ویرو کے شوہر کی چمڑی اُتروا کر انتقام کی آگ بجھانے کے خیال سے اُس کے جسم میں لاوا اُبلنے لگا۔

مگر ویرو کی تین دن کی مہلت کب پوری ہوتی تھی؟ وہ سوچنے لگا۔ کیا اُسے پہنچنے میں دیر ہو جائے گی؟ ساری رات جگت نے بے چینی میں گزار دی۔ اُس کی دوسری اُلجھن ساتھیوں کو اس بات کی نزاکت سمجھانے کی تھی۔ ایک ہنومان کے علاوہ ویرو کے متعلق کوئی واقف نہیں تھا۔ اب اچانک ان کے ذہن میں یہ بات کس طرح آئے گی؟

صبح کے وقت اُس نے چاروں ساتھیوں کو نیند سے جگایا جیسے کوئی اچانک خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو۔ اس طرح چاروں ساتھی اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ آنکھیں مل کر جگت کو دیکھنے لگے۔ ہنومان نے کہا۔

''جگت! تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ اس وقت تم کیا چاہتے ہو؟''

مگر جگت مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔ سب کے سامنے اُس نے ویرو کا خط رکھ دیا۔ ہنومان صرف اتنا جانتا تھا کہ چندن نے ہزارہ کے ہاتھ خاص پیغام بھیجا ہے۔ مگر بھابھی کو مدد کی کیا ضرورت ہے؟ اُس نے ابتدا کرتے ہوئے کہا۔

''کس نے مدد مانگی ہے؟''

''ویرو نے۔'' جگت نے مختصراً کہا۔

''ویرو......؟'' ہنومان کو تعجب ہوا۔ مگر کرپال، بچن اور ہوشیار بیوقوفوں کی طرح جگت کی صورت دیکھنے لگے۔

''ہاں ویرو نے۔ اُس نے پرچے میں لکھا ہے کہ تین دن میں اگر میں نے اُسے اغوا نہ کیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔''

''مگر......'' ہنومان اُلجھن میں ڈوب گیا۔ ''یہ پیغام چندن بھابھی نے اپنے ہاتھ سے بھیجا ہے۔ ماما بھی کہہ رہے تھے۔''

''یہ صحیح ہے۔ مگر خط کا پیغام پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ ویرو نے اس کا دل جیت لیا ہے۔'' جگت نے کہا۔ ''شاید اس پیغام کے متعلق گھر میں بھی کسی کو نہیں معلوم۔ ورنہ ماما بھی اس پیغام کو یہاں نہ لاتے۔''

اب کرپال نے سوال کیا۔ ''یہ ویرو کون ہے جگت؟''

ہنومان جواب دینا چاہتا تھا مگر اُس کے لب لرز کر رہ گئے۔ جگت نے کہا۔ ''ڈاکو بنتے وقت ہم نے جن تین آدمیوں کو قتل کیا تھا، ہمارے اُن دشمنوں میں سے ایک کی بیوی۔''

یہ سن کر تینوں حیرت میں ڈوب گئے۔

''دشمن کی بیوی ہم سے مدد مانگ رہی ہے؟'' ہوشیار سنگھ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں...... کیونکہ مجھے اُس سے دشمنی نہیں۔'' جگت نے مختصراً ویرو کی داستان سنا دی۔ ویرو نے اُس کے لئے کیا کچھ برداشت نہیں کیا؟ عین موقع پر زیورات بھیج کر کس طرح مدد کی، دیور اُس پر کس طرح ظلم کرتے، جگت سے ملنے کے جرم میں شوہر کتنا مارتا۔ اُس نے جوش میں یہ تک کہا کہ اُس کے گلے میں جو تعویز ہے وہ ویرو نے ہی اُسے لا کر دیا تھا۔

''ڈاکو بننے سے پہلے ویرو کو میں نے مدد کی ضرورت پڑنے پر مدد دینے کا عہد کیا تھا۔''

کرپال اور ہوشیار ایک ساتھ بولے۔ ''پھر اس میں پوچھنا کس سے ہے ہمیں؟''

مگر بچن اس دوران خاموش بیٹھا تھا۔ جگت نے اُس کی جانب دیکھا۔ بچن کی خاموشی سب کے لئے تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ جگت نے ہی اُس کی محبوبہ کو اغوا کرنے کا وچن دیا تھا مگر وہ ایسا نہیں کر سکا تھا۔ شاید بچن اُس کا ساتھ نہیں دے گا۔

''بچن!'' جگت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''تیرے دل میں جو کچھ ہو، بتا دے۔ اُچلا اگر اُس دن تیار ہوتی تو میں اُسے اغوا کر لیتا۔ مگر دوست! میں مجبور تھا۔ عورت پر زبردستی کرنا گناہ ہے۔''

پھر بھی بچن خاموش رہا۔ جگت سے یہ برداشت نہیں ہوا۔ ''بچن! تیری خاموشی مجھے تیر کی طرح چبھ رہی ہے۔ کچھ بول!''

''جگت! تم غلط اندازہ لگا رہے ہو۔'' بچن نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''ابھی میں اُچلا کی بات یاد نہیں کر رہا تھا۔''

''پھر......؟''

''میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس پرچے کے پیچھے پولیس کا ہاتھ تو نہیں ہے؟ دشمن بدلہ لینے کے لئے پولیس کے آلۂ کار بن گئے ہوں اور ویرو کو اس کے لئے تیار کر لیا ہو۔''

''بچن......!'' جگت گرج کر بولا۔ ''تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ اندازہ نہیں الزام ہے۔ ویرو میری خاطر جان کی بازی لگا سکتی ہے۔ تم نہیں جانتے ہماری کیسی دوستی ہے۔ تم اُسے نہیں پہچانتے۔''

''تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ویرو سے زبردستی تمہارے نام خط لکھوایا گیا ہو۔''

بچن کی دلیلوں نے دوسروں کو خیالات میں گم کر دیا۔ مگر جگت اپنی بات پر جما رہا۔ وہ زور سے بولا۔ ''کبھی نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا...... اگر ایسا ہوتا تو چندن کور کی معرفت یہ پرچہ یہاں تک نہ آتا۔'' جگت کا سانس پھول گیا جیسے وہ ویرو کی تکلیف کا احساس کر رہا ہو۔ اسی طرح بھاری آواز میں بولا۔ ''بچن! تمہیں سمجھانے کے سلسلے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جائیں اور سب کچھ ختم ہو جائے اور وہاں ہمیں ویرو کی لاش دیکھنے کو ملے۔'' یہ کہہ کر جگت نے منہ پھیر لیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ چاروں ساتھیوں نے جگت کی کمزوری دیکھ لی۔

بچن کو بہت دُکھ ہوا۔ اُس نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھے منظور ہے..... مگر ایک شرط ہے۔"

"کہہ ڈال۔" جگت اُس کی جانب دیکھے بغیر بولا۔

"آخر تک تمہارا ساتھ دُوں گا۔ اور دغا ہونے کی صورت میں دو چار کو لے کر مروں گا۔"

"پیارے.....!" جگت نے بچن کے رُخسار چوم لئے۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "تیاری کرو!"

OOO

دو دن اور دو راتیں گزرنے کے باوجود جگت کی گھوڑی کی ٹاپیں سنائی نہیں دیں۔ لہٰذا ویرو کے دل میں جلتا ہوا اُمید کا چراغ بجھنے لگا۔ شاید چندن نے میرا پیغام ہی نہیں پہنچایا ہوگا۔ غیر عورت کو اغوا کرنے کے کام میں شوہر کا ساتھ کون بیوی دیتی ہے؟ اب اُس کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ اپنے آپ کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے سپرد کر دے۔

ویرو دو دن سے ایک کمرے میں بند کر دی گئی تھی۔ اُسے بھی یہ قید پسند آئی۔ وہ چاہتی تھی کہ تین دن تک کوئی اُسے نہ چھیڑے اور زندگی کے آخری لمحات میں کسی کے ساتھ جھگڑا فساد نہ ہو۔ وہ اطمینان سے مرنا چاہتی تھی۔ اُس کے بعد اس کے مردہ جسم کے ساتھ اُس کی چاچی، شوہر اور رنبیر سنگھ کیا کریں گے؟ اس کی اُسے مطلق پرواہ نہیں تھی۔ مگر جل مرنے کے لئے کمرے سے باہر نکل کر باورچی خانے تک پہنچنا ضروری تھا۔ تیسرے دن دوپہر کو دروازہ کھولا گیا اور چاچی کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"بہو! اس طرح ضد کر کے کیوں خوار ہو رہی ہے؟ دو دن سے میں کھانا دے جاتی ہوں مگر تم نے چھوتی تک نہیں ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں اسے مان لو۔ بھگوان نے تمہیں جو رُوپ دیا ہے، چھلکتا ہوا جوبن ہے۔ مگر تمہارے شوہر میں باپ بننے کی قوت نہیں ہے۔ اس صورت میں تم کیوں کھا اُٹھا رہی ہو؟ رنبیر سنگھ کے پاس گھر اور کھیت اور بہت سے مکان ہیں۔ وہ تمہارے نام ہو جائیں گے۔ مگر شرط یہی ہے کہ تم اپنے جوبن کے جال میں رنبیر سنگھ کو پھنسا کر اُسے دو گھڑی خوش کر دو۔"

ویرو کا ذہن جل اُٹھا۔ اُس نے سوچا خود جل مرنے سے پہلے چاچی کو جلا دے تا کہ دھرتی کا بوجھ ہلکا ہو۔ مگر ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کی بجائے اُس نے چاچی کو دھوکہ دینے کا پروگرام بنایا۔

"مگر چاچی! مجھے بند کر کے تم اپنی منوانا چاہتی ہو تو یہ ناممکن ہے۔"

"ایسی بات نہ کر بچی!" چاچی کی آواز میں دنیا بھر کی مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔ "اگر میری بات مانو میں تمہیں راستہ دکھا سکتی ہوں۔ موہن سنگھ رات گھر میں نہیں ہوگا۔ تم کہو تو میں رنبیر سنگھ کو اس کی خبر کر دوں۔ وہ دستاویز کے کاغذات لے کر رات کو آ جائے گا۔" پھر بھونڈی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "مرد ایسی ہی سزا کے مستحق ہیں۔ ان بھوکے درندوں کو محبت کے جال میں پھنسا کر ہم عورتوں کو خوش ہونا چاہئے۔"

روزانہ مندر جانے اور لمبی مالا جپنے والی ادھیڑ عمر کی بیوہ ایسی باتیں کرتی ہے۔ آدمی کا دل اندر سے کتنا گندا ہوتا ہے؟ مگر چونکہ ویرو کی زندگی چند گھنٹوں کے لئے تھی لہٰذا اُس نے اپنے ذہن سے چاچی کی برائی نکال دی۔ ویرو نے جواباً کہا۔

"ایسی بات ہے چاچی..... میں عورت کا اصلی رُوپ بتاؤں گی۔ آج آپ مجھے اپنے ہاتھ کا پکا

ہوا اچھا کھانا کھلائیں۔ اور صندوقوں میں سے میرا شادی کا جوڑا اور زیور نکال دیں۔ آج تو زندگی جوا کھیلنے کے ارمان میرے دل میں مچل رہے ہیں۔'' ویرو نے زندگی سے بھرپور مسکراہٹ لبوں پھیلا کر کہا۔

''شاباش ویرو! شاباش......'' چاچی نے پُرمسرت انداز میں ویرو کی پشت تھپتھپائی۔

چندن کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ ذہن میں ہونے والی جنگ وہ کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی ویرو کی خودکشی کا خیال ہر لمحے اُس کے ذہن پر چوکے لگا رہا تھا۔

''چندن! تم بار بار اُوپر کے چکر لگا رہی ہو۔ کیا بات ہے، تم کیوں پریشان ہو؟'' ماں جی نے دوپہر کو اچانک پوچھا۔

''ماں جی! دل کی شانتی کے لئے گردوارے جانے کو جی چاہتا ہے۔'' چندن نے دل کی بات زبان پر نہ آنے کے ڈر سے جلدی سے کہا۔

''میں دیکھ رہی ہوں۔ تین دن سے تم مجھ سے کوئی بات چھپا رہی ہو۔''

''ماں جی! گردوارے سے واپسی پر آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔'' چندن نے دُکھ کے ساتھ کہا۔

شام کو پانچ بجے ساس اور بہو گردوارے جانے کے لئے گھر سے باہر نکلیں۔ جگت سنگھ کے بابو بھی باہر گئے تھے لہٰذا صدر دروازے کی چھوٹی کھڑکی کا تالا بند کیا، پڑوس میں اُنہوں نے کہا، آدھے گھنٹے کے لئے مندر جا رہی ہیں۔ جگت کے بابو جب آئیں تو اُنہیں بتا دیں۔

دوسری جانب ویرو سہاگ کا سنگھار کر کے موت کی گود میں جانے کی تیاری کر چکی تھی...... چاچی کچھ دیر بعد جب رنبیر سنگھ کو پیغام دینے کے لئے جائے گی اُسی لمحے گھر کا بڑا دروازہ اندر سے بند کر کے سب کچھ نمٹانا تھا۔ مٹی کے تیل کا آدھا ڈبہ گھر میں تھا۔ زندگی ختم کرنے کے لئے اتنا سامان کافی تھا۔

''اچھا تو ویرو! میں بھی جا رہی ہوں۔ چولہے پر دال رکھی ہے، اس کا خیال رکھنا۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں صدر دروازے کو باہر سے تالا لگا کر چلی جاؤں؟''

چاچی کو شاید خوف تھا کہ ویرو دھوکہ دے کر فرار نہ ہو جائے۔ لہٰذا جانے سے پہلے وہ پکا کام کرنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اسی لمحے صدر دروازے کو کسی نے زور سے ٹھوکر ماری۔

''دروازہ کھولو......!'' گرجدار آواز سنائی دی۔

چاچی اور ویرو ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ اسی لمحے کسی کی گرجدار آواز پھر سنائی دی۔

''دروازہ کھولو......!'' آواز سن کر چاچی کپکپانے لگی۔ ویرو کو یہ گرج کسی کی پیار بھری صدا کی طرح معلوم ہو رہی تھی۔ جگت کی آواز وہ پہچان چکی تھی۔ دوڑ کر اُس نے دروازہ کھول دیا۔ گھوڑی پر سوار جگت رائفل کا نشانہ باندھے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سنگھار سجی ہوئی ویرو کو دیکھ کر اُس نے رائفل کی نال جھکا لی اور گھوڑی سے کود گیا۔

''جگا ڈاکو آیا ہے......'' کی آواز بھی جگت نے سنی۔ چاچی نے پہلی بار جگا کو دیکھا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر آواز حلق میں پھنس گئی۔ اُس کی نظر کے سامنے جگت نے ویرو کا ہاتھ تھام لیا اور چاچی

سے گرجدار آواز میں بولا۔

''میں اسے اغوا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ سمجھیں؟ کوئی مجھے روکنے والا گھر میں موجود ہے؟''

چاچی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ چپ چاپ جانا چاہتی تھی مگر جگت کی رائفل کی نال کو اپنے سامنے دیکھ کر اُس کے پیر زمین سے چپک گئے۔ وہ کپکپاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

''آپ اسے لے جائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی چاچی کا بھاری جسم زمین پر گرا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ ویرو نے اشاروں میں بتایا کہ مکان میں کوئی نہیں ہے۔ جگت نے ویرو کو گود میں اُٹھا کر گھوڑی پر بٹھا دیا اور بچن سے کہا۔

''تم آگے بڑھو...... میں آ رہا ہوں۔'' پھر مخالف سمت میں اپنے مکان کے دروازے کو دیکھا جہاں تالا پڑا ہوا تھا۔ چھت پر بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھوڑی کو ایڑ لگا کر اُس نے بلند آواز میں کہا۔ ''اس کے شوہر سے کہنا اگر مرد ہے تو اپنی بیوی کو آزاد کرا کے لے جائے۔''

گاؤں کے لوگوں کو ذہنی اُلجھن اور کشمکش میں چھوڑ کر جگت لمحے بھر میں گھوڑی دوڑاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ضرورت پڑنے پر مقابلہ کرنے کے لئے بیس مسلح آدمیوں نے دوپہر سے گاؤں کو گھیر لیا تھا۔ مگر جگت کو ویرو کے اغوا کے دوران ایک بھی دھماکہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

چندن اور ماں جی کو کسی نے گردوارے جا کر خبر دی کہ جگت تمہارے گھر کے قریب آ کر کھڑا ہوا ہے۔ دونوں ساس بہو تقریباً دوڑتی ہوئی مکان کی طرف آگئیں مگر وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ دُور گرد میں لپٹے گھوڑے دوڑتے ہوئے اُنہیں دکھائی دیئے۔ پڑوسی اب کھڑکیاں دروازے کھول کر ویرو کے مکان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

چندن نے دیکھا گلی میں ویرو کی چاچی چت لیٹی ہوئی تھی۔ اُس نے ماں جی کے کان میں کہا۔

'ماں جی! ہماری دُعا کام آگئی۔ ویرو بچ گئی۔''

ماں جی چندن کو غور سے دیکھنے لگیں۔ تب چندن نے کہا۔ ''میں نے اُنہیں یہ پیغام بھیجا تھا۔ بھگوان نے لاج رکھ لی۔'' پھر چندن ساس کو پوری تفصیل سمجھانے کے لئے گھر میں لے گئی۔

جگت ویرو کو لے کر اپنی پارٹی کے ساتھ آدھے راستے پر پہنچا، وہاں اُسے اُس کے ایک مخبر نے روک لیا۔

''ہمارے اڈے کو پولیس نے گھیر لیا ہے...... جلدی پہنچیں۔''

جگت نے ساتھیوں کو آواز دے کر کہا۔ ''منتشر ہو کر پولیس کو گھیر لو! اڈے میں موجود ہمارے ساتھیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ ہم پولیس سے آخر دم تک لڑیں گے۔''

سب لوگ ہوشیار ہو گئے......!

O

پولیس انسپکٹر سنہا تقریباً ایک ڈیڑھ مہینے سے پورے گروہ پر چھاپہ مار کر اُسے ختم کرنے کے ان بنا رہا تھا۔ چھوٹی موٹی معمولی کارگزاریوں کے ذریعے پورے گروہ کو ختم کرنا ناممکن تھا۔ جتنی رانہوں نے جگت کے گرد گھیرا ڈالنا چاہا جگت اُنہیں فریب دے کر اپنے تمام ساتھیوں کو نکال لے لیا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ بری طرح بدنام ہو گیا۔ اب شیر کے غار میں داخل ہو کر شکار کرنے کا خطرہ

مول لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

پولیس کی ناکامی پر لوگ خوش ہوتے تھے۔ جگا کی بہادری کے گیت پورے پنجاب میں گا جاتے تھے۔ کھلے عام کہا جانے لگا کہ جگا کے آگے پولیس بالکل لاچار ہے۔ مگر سنہا سمجھتا تھا پولیس بیچاری پیٹ کی خاطر یہ فرض انجام دے رہی ہے جبکہ ڈاکو سر پر کفن باندھ کر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ تعداد میں پولیس کے طاقتور ہونے کے باوجود وہ ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ڈاکو ان کے برعکس انہیں اپنی زندگی عزیز تھی۔ جبکہ ڈاکو ہتھیلی پر جان لئے پھرتے تھے۔

مسلح ڈاکو کسی طرح کم نہیں تھے۔ اس پارٹی کا ایک اصول تھا کہ ڈاکہ ڈالنے کے بعد ہتھیار کی خرید کی جاتی، پھر بقیہ رقم پارٹی کے تمام ساتھیوں میں تقسیم کر دی جاتی اور کچھ رقم اس میں سے کر ان کے خاندانوں کی پرورش کے لئے بھیج دی جاتی۔ عیش و آرام ان کے لئے حرام تھا۔ ایمانداری اور باہمی اعتماد کے جذبے نے جگا کے گروہ کو مضبوط تر بنا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سنہا نے ڈاکوؤں کی تلاش کے سلسلے میں نئی چال آزمائی۔ کسی ایسے شخص کی تلاش ہونے لگی جو انہیں ڈاکوؤں کے اڈے تک پہنچا سکتا۔ اخبار شور مچا رہے تھے کہ پولیس سو رہی ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ سنہا جاگ رہا تھا۔ بڑی محنت کے بعد اُسے ایک کلیہ ملا۔

پندرہ دن تک اپنے ساتھ رکھ کر اور بہلا پھسلا کر اُس نے پٹھان شیر خان کو اس کے لئے کیا۔ شیر خان خود ایک مجرم تھا جو اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لئے دہلی سے فرار ہو کر پنجاب میں چھپتا پھر رہا تھا۔ وہ جگا کے گروہ میں شامل ہو کر کچھ کرنا چاہتا تھا۔ چار مہینے تک باہر رہ کر وہ جگا کے لئے چھوٹے بڑے کام کرنے لگا۔ مگر ایک بار بھی جگا تک پہنچنے کا اُسے موقع نہیں ملا۔ وہ اس صورتِ حال سے اُکتا چکا تھا۔ وہ خود جگا سے مل کر اپنے لئے کوئی راہ نکالنا چاہتا تھا۔ اُس کا خون جوش مارنے لگا۔ پٹھان نے سوچا پنجابی اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ آدمی کو پوری طرح سمجھنے اور بھروسہ کرنے کے لئے اتنا لمبا عرصہ ضروری نہیں۔ جگا کا اصول یہ تھا کہ ایسے آدمی کی بھرتی کی جائے جس کی پشت پر خاندان ہو، رشتے دار ہوں۔ اُس کی نظر میں ایسا آدمی دغا بازی کی ہمت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ غداری کرنے والے کے پورے خاندان کو ختم کرنے کے متعلق ڈاکوؤں کا اصول مشہور تھا۔ لہٰذا اکیلے رہنے والے شخص کو پارٹی میں شامل کرنے کے سلسلے میں اُس کا دل نہیں مانتا تھا۔

"جناب! پٹھان بچہ کبھی بے وفائی نہیں کرتا۔ مگر جگا نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے میں آپ کا ساتھ دے رہا ہوں۔" شیر خان نے سنہا سے صاف صاف بات کہی۔ سنہا نے اس کے بدلے شیر خان کو اُس کے شہر پشاور تک پہنچانے کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

"شیر خان! سنہا اپنے وچن سے نہیں پھرے گا۔ دہلی کی حدود میں تم نے جو جرم کیے، ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ تمہاری مدد سے جگا کو ختم کر کے اور تمہیں انعام کی رقم دے کر پشاور پہنچا دوں گا۔" سنہا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

ساری رات پٹھان کو سامنے بٹھا کر سنہا نے جگا کے اڈے کا نقشہ تیار کیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسی جگہ ڈاکوؤں نے اپنا مقام بنایا تھا۔ گھنے اور ویران جنگل کے درمیان پہاڑی ٹیلے پر

پرانی کھنڈر نما بھوت حویلی میں دن میں بھی کسی کا داخل ہونا تو دور کی بات، قریب سے گزرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بات مشہور تھی کہ اس طرف جانے والا زندہ واپس نہیں لوٹتا۔

پچیس تیس سال پہلے اس حویلی کو ایک وقت کے بادشاہ نے درندوں اور حسینوں کے شکار کے لئے بنوایا تھا۔ جب اُس کے دل میں دونوں میں سے کسی ایک کے شکار کی خواہش پیدا ہوتی تو وہ حویلی میں مقیم ہوتا تھا۔ اُسے گھائل ہو کر تڑپتے ہوئے جانور اور اچھے خاندان کی دوشیزہ کو زخمی کرنے کے بعد تڑپنے کے منظر کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی تھی۔ ایک دوشیزہ اُس کے قابو میں نہیں آئی۔ اُس کے حکم سے مسلسل تین روز اُس کے جسم پر سے تمام لباس اُتار کر جسم کے مختلف حصوں کو جلتی ہوئی سلاخوں سے داغا گیا۔ اُس کی دل ہلا دینے والی چیخوں سے رات کا سناٹا درہم برہم ہو گیا۔ تڑپ تڑپ کر اُس عظیم اور مقدس دوشیزہ نے مرنا پسند کیا مگر اپنی عصمت محفوظ رکھی۔ اُس کے جسم کو حویلی کے نیچے سرنگ میں دفن کر دیا گیا۔ مگر اس کے بعد روزانہ رات کو حویلی میں اُس کی چیخیں گونجنے لگیں۔ بادشاہ پاگل ہو کر تڑپ تڑپ کر مر گیا اور اس کے بعد رُوپ بنگلہ بھوت بنگلہ بن گیا۔

اس ویران کھنڈر نما حویلی کی داستان سن کر سنہا زیر لب مسکرا دیا۔ جگا نے بڑی محفوظ جگہ پناہ لی تھی۔

"ڈاکوؤں نے بھوت کو بھگا دیا ہو گا۔" وہ سر کو جھٹک کر بڑبڑایا۔ "میں اس بھوت بنگلے میں انہیں دفن کر دوں گا۔" سنہا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ سحر کے وقت ٹیلے کو گھیر لیا جائے اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ڈاکوؤں کو چیلنج کر کے ریڈ شروع کر دیا جائے۔ بھوت بنگلے میں داخل ہونے کا راستہ بہت کٹھن تھا۔

چوٹی کی جانب سے تین اطراف میں ٹیلے کی سیدھی دیوار تھی۔ چوتھی جانب داخلے کے دروازے کے قریب ایک گہرا تالاب تھا جو برسات کے پانی سے چھلک رہا تھا۔

اُس وقت کے بادشاہ نے کشتی رانی کے لئے اسے خاص طور پر بنوایا تھا مگر برسوں سے استعمال نہ ہونے کے سبب اس تالاب میں کیچڑ بری طرح جمنے کے باعث دلدل بن گیا تھا۔ ڈاکو اس دلدل سے گزر کر کس طرح بھوت بنگلے تک جاتے ہوں گے؟ یہ بھی سوچنے کی بات تھی۔ مگر پٹھان نے سنہا کو جو کچھ بتایا اُسے سن کر سنہا سوچنے لگا یہ جاہل اور بے عقل لوگ کیسی کاریگری اور چالاکی دکھاتے ہیں۔ تالاب کے دونوں طرف کناروں پر بڑے درخت تھے جن کے ساتھ دو مضبوط اور موٹے رسے بندھے ہوئے تھے جن پر سے گزر کر ڈاکو بھوت بنگلے میں داخل ہوتے تھے۔ اسی طرح لوٹا ہوا مال بھی وہ اسی راستے سے اندر لے جاتے تھے۔ مگر اس طرح رسے پر چل کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے والے ڈاکو بھی یقیناً کسی سرکس کے کھلاڑی تھے۔ ایک بات سنہا سمجھ چکا تھا کہ جگا کا گروہ آسانی سے شکست تسلیم نہیں کرے گا۔ ممکن ہے دنوں، ہفتوں یا مہینوں تک مقابلہ ہوتا رہے؟ اُن کے پاس بارود ختم ہونے پر ان کی شکست ممکن ہوتی ورنہ وہ مقابلہ کرنے میں جواب نہیں رکھتے تھے۔

دوسرے دن سحر کے وقت پولیس پارٹی کو بھوت بنگلے والے ٹیلے تک پہنچانے کے سلسلے میں سوچتا ہوا انسپکٹر سنہا اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اپنے دو تین ماتحتوں کے علاوہ اس پروگرام کے متعلق اُس نے کسی کو پتہ نہیں ہونے دیا۔ پولیس پارٹی کو صرف یہ حکم تھا کہ اُنہیں تیار رہنا ہے۔

کہاں جانا ہے؟ اس کی تفصیل سے سب لاعلم تھے۔ مقام کا نام لینے پر ممکن تھا پولیس فورس کے لوگ روایتی داستان کی وجہ سے خوفزدہ ہو جاتے۔ مگر دوپہر کے وقت شیر خان اچانک دوڑتا ہوا کے قریب آ کر رُکا۔

"ڈاکو شاید اس منصوبے سے واقف ہو چکے ہیں جناب!" شیر خان نے مضطرب لہجے میں "وہ اپنا اڈا تبدیل کر رہے ہیں۔"

"کب......؟" سنہا نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"صحیح خبر نہیں ملی۔ مگر دوپہر اِن کے سامان کی تبدیلی نوٹ کی گئی ہے۔ مقام بدلنے سے پہلا اپنا سامان ہٹا دیتے ہیں۔"

انسپکٹر سنہا نے اپنا منصوبہ درہم برہم ہوتا محسوس کیا۔ وہ سوچ رہا تھا ڈاکو اس کے منصوبے کس طرح واقف ہوئے؟ لیکن اس کے باوجود ہر قیمت پر وہ یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چا تھا۔ فوراً ہی وہ پولیس پارٹی کے ساتھ شیر خان کے ہمراہ بھوت بنگلے کی جانب روانہ ہو گیا۔ مگر قسم کے کھیل نرالے ہیں۔ جگا اُس وقت اپنے آدھے گروہ کے ہمراہ ویرو کو اغوا کرنے گیا تھا۔ اُس صرف بیس آدمی اڈے میں چھوڑے تھے۔ سحر کے وقت ہی بھوت بنگلہ چھوڑ دینے کا پروگرام بن تھا۔ لہٰذا وہ لوگ تیاریاں کر رہے تھے۔ جگا، ویرو کو لے کر واپس لوٹا تو اس سے پیشتر بھوت بنا پولیس کے گھیرے میں آ چکا تھا۔ اگر جگت کا مخبر نصف راستے ہی میں اُنہیں اطلاع نہ کرتا تو انجا میں وہ پولیس سے جا ٹکراتا۔ مگر اب جگا پولیس کو گھیرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ جگت نے اپنی پار کے تین حصے کر دیئے۔ بچن، ہنومان اور خود وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ تین اطراف سے پولیس کے عقب میں پہنچ کر اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے۔

ویسے عقب سے پولیس کمک آنے کے اندیشے کے تحت باقی ساتھی دوسری جانب مورچہ بند دیئے گئے۔ ویرو کو محفوظ مقام پر پہنچانے کے متعلق جب جگت نے کہا تو ویرو نے ضد کی۔

"آپ لوگ مجھے الگ کیوں سمجھ رہے ہیں؟ رائفل نہیں چلا سکتی مگر گولیاں تو سینے پر کھا سکتی ہوں۔"

"مگر ویرو! عورت کا یہ کام نہیں۔ یہ مردوں کے کھیل ہیں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"ہم...... کیا کوئی عورت اپنے مرد کا گھر چھوڑ کر فرار ہوتی ہے؟ فرض کرو کہ میں بھی ڈاکو بن چکی ہوں، وہ بھی اسی وقت سے تو؟" ویرو نے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔

بحث کا موقع نہیں تھا۔ نصف میل کے فاصلے پر گھوڑوں سے اُتر کر چھپتے چھپاتے اُنہوں نے ٹیلے کے تینوں طرف سے ایک دم حملہ کر دیا۔ دُور سے رائفل کے پہلے دھماکے نے جگت کا اعلان کر دیا اور دھماکوں نے ویران جنگل میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ پنچھی چیختے ہوئے فضا میں چکر کاٹنے لگے۔ جنگل میں چاروں طرف جانور خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ خون کے سرخ رنگ میں ڈوبا ہوا سورج مغرب کی سمت جھک رہا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پیشتر سنہا اپنا زور آزمانا چاہتا تھا۔ چھ مہینے میں جگا کو ختم کرنے کا اُس نے چیلنج کیا تھا، وہ فتح اُسے قریب نظر آ رہی تھی۔

فتح اس بنگلے کی کھڑکیوں سے سر نکال کر سنہا کو قریب بلا رہی تھی۔ مگر ساتھ ہی بنگلے کی کھڑکیوں

ے دکھائی دیتی ہوئی رائفلوں کی نالیں آگ اُگل رہی تھیں۔ جواب میں پولیس والے بڑے قروں کی آڑ سے دنا دن گولیاں چلا رہے تھے۔

سنہا کی یہ چال تھی کہ ڈاکوؤں کو ہنگامے میں مصروف رکھ کر تین چار آدمی ٹیلے پر چڑھ جائیں۔ اکوؤں کی گولیاں بڑے پتھروں سے ٹکرا کر چنگاریاں بکھیر رہی تھیں اور پولیس کی گولیاں بنگلے کے کھنڈر میں ڈوب جاتی تھی۔ کوئی گولی صحیح نشانے پر نہ لگتی۔ خود سنہا کی جان بال بال بچ گئی جب ایک گولی اُس کے ہیٹ میں سوراخ بناتی ہوئی آر پار نکل گئی۔

جگت نے ہنومان اور بچن سے کہا تھا کہ عقب سے حملہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ موقع دیکھ کر حملہ کیا جائے۔ اس کے لئے میں پہلی گولی فائر کروں گا۔ تم لوگ اس موقع کا انتظار کرو گے۔

جگت سرکتا ہوا سنہا سے بیس پچیس گز کے فاصلے پر پہنچ گیا اور ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ ویرو ں کے عقب میں بیٹھ گئی۔ وہ پہلا نشانہ سنہا کا لینا چاہتا تھا۔ ویرو گولیوں کا بیلٹ تھامے سانس رک کر بیٹھی ہوئی تھی۔ بچپن میں کھیل کے دوران جگت اور چندن کور ایک ساتھ اسی طرح چھپتے تھے گر آج مدت کے بعد اس کھیل میں ویرو اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔

جگت نے سنہا کا نشانہ لیا۔ مگر اُس کے فائر کرنے سے پہلے ویرو نے جگت کا ہاتھ دبایا۔

"جگت! وہ ٹیلے پر دو آدمی چڑھ رہے ہیں۔"

جگت نے چونک کر دیکھا، دو پولیس والے پیٹ کے بل رینگتے ہوئے اُوپر پہنچ چکے تھے۔ اگر ہدر والے ساتھی غافل رہے تو اس صورت میں پولیس والے بنگلے میں داخل ہو جائیں گے۔ جگت کو طرہ محسوس ہوا۔ ویرو نے توجہ نہ دلائی ہوتی تو بہت نقصان ہوتا۔ جیسے ہی دونوں پولیس والے دوڑ کر ایک بڑے پتھر کے پیچھے چلنے لگے، جگت نے نشانہ لے کر فائر کئے۔ ایک پولیس والا گھٹنوں کو ہاتا ہوا ٹیلے سے نیچے گرا۔

"یہ دھماکہ کہاں سے ہوا؟ کس نے کیا؟ ڈاکو تو سب بنگلے میں موجود ہیں۔ پھر عقب سے کس نے پولیس پر فائر کیا؟" اُس نے بلند آواز میں کہا۔

"ہوشیار...... ڈاکو عقب میں بھی موجود ہیں۔"

سب لوگ خوفزدہ ہو کر محفوظ مقام کی فکر میں دوڑنے لگے۔ جگت کا دھماکہ سن کر ہنومان نے فائر کر کے ٹیلے تک پہنچنے والے دوسرے سپاہی کو بھی نشانہ بنا دیا۔

بچن نے نیچے کھڑے ہوئے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ بنگلے میں موجود ڈاکو پہلے گھبرا گئے تھے۔ مگر پولیس پر عقب سے فائرنگ ہوتے دیکھ کر سمجھ گئے کہ جگت اور دوسرے ساتھی مدد کے لئے آ گئے ہیں۔ اُن کا جوش بڑھ گیا۔ چند لمحوں میں پولیس والے گولیوں کی بارش میں گھر کر رہ گئے۔

پندرہ بیس منٹ کے بعد اچانک بھوت بنگلے کی جانب سے فائرنگ بند ہو گئی۔ پانچ منٹ تک سناٹا چھا گیا...... اس خاموشی میں سنہا سمجھ گیا کہ بنگلے والے ڈاکوؤں کے پاس اسلحہ ختم ہو گیا ہے۔ اُس نے مزید یقین کے لئے دو تین فائر کئے مگر جواب نہیں ملا۔ وہ پھر پُر جوش ہو گئے۔ اُنہوں نے پولیس پارٹی کی نئی کمک دو گھنٹے کے بعد بھیجنے کا پیغام دیا تھا۔ اُس وقت تک ڈاکوؤں کو روکنا تھا۔

اس صورت میں اندر اور باہر کے ڈاکوؤں کو قابو میں کیا جا سکتا تھا۔

اس طرف جگت بھی اُلجھن میں گھر گیا۔ وہ جانتا تھا دوپہر کو ہی اُس نے اسلحہ اور بارود ذخیرہ نئی جگہ پہنچا دیا تھا۔ تھوڑا بہت تھا وہ اُس کے ساتھیوں نے پھونک دیا۔ اب کیا ہوگا؟ گھ ہوئے ساتھیوں کو کس طرح بچایا جائے؟ اسی لمحے اُسے محسوس ہوا جیسے عقب میں پیٹ کے بل رینگتا ہوا آ رہا ہے۔ جگت نے چونک کر رائفل کے ٹرائیگر پر اُنگلی رکھ دی۔ مگر آنے والے نے مار کر جگت کو روک دیا۔ "میں ہنومان ہوں۔"

جگت گھبرا گیا۔ "کیا ہوا ہنومان! زخمی ہوگیا ہے؟" ویرو کو وہیں روک کر وہ پیٹ کے بل ہوا اُن کے قریب آ گیا۔ "کیا ہوا ہنومان؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔" ہنومان بغیر بلے کہا۔ جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"جلدی بتاؤ......!"

"میں سرنگ کے راستے بنگلے میں جا رہا ہوں اور سب کو وہاں سے لاتا ہوں۔ تم لوگ دشم آگے بڑھنے سے روکو۔"

"مگر ہنومان! ہمارے پاس مشعل نہیں ہے۔ اس اندھیرے میں سرنگ میں داخل خطرناک ہے۔ تم ایک بار دن کے وقت مشعل لے کر گئے تھے تو وہاں تم نے سانپ دیکھا تھا۔ ا علاوہ اُس طرف پولیس ہونے کی صورت میں دُگنا خطرہ ہوگا۔ اگر جانا ہی ہے تو دونوں ساتھ چل گے۔" جگت نے کہا۔

"تم ہمارے سردار ہو۔ مگر اس وقت بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ہم دونوں جائیں اس بہتر یہ ہے کہ تم دشمن کو دیکھو، میں تقدیر آزماتا ہوں۔" یہ کہہ کر ہنومان جگت کے جواب کا انتظار بغیر لوٹ گیا۔ ویرو کے پاس آ کر جگت نے سرد آہ بھری۔

"وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ سرنگ سالہا سال سے ویران ہے۔" پھر اُس نے مزید کہ "مگر اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔"

ٹیلے پر سے پتھر کے گرنے کی آواز سن کر جگت چونکا۔ کوئی ٹیلے پر چڑھ رہا تھا۔ اُس نے فوراً کیا اور اس کے ساتھ دوسری جانب سے ایک سپاہی ٹیلے سے لڑھکتا ہوا نیچے گرا۔ جواب میں سنہا جانب سے جگت پر گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ویرو جگت سے لپٹ گئی جیسے کوئی بیل اپنے سہا درخت سے لپٹ گئی ہو۔ اُس کے فولادی سینے پر اُس نے نازک ہاتھ پھیرا۔ شاید وہ جگت کے دل کی دھڑکن گن رہی تھی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ وہ گہرے اندھیرے اور سرد ہوا میں جگہ جیسے مرد کے پہلو میں گرمی محسوس کرنے لگی۔

ویرو جگت کے سینے سے لگ کر زندگی کی تمام سختیاں بھول گئی۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ کپکپاتی اُنگلیوں نے گلے میں پہنے ہوئے جگت کے تعویز کو چھو لیا۔ جگت کی محبت کی آگ اُس کے دل میں بھڑکنے لگی۔ تعویز جگت کی زندگی کی حفاظت کے لئے خود اُس نے بنا کر دیا تھا۔ کسی کے سہاگ کو قائم رکھنے کے لئے ہی شاید اُس نے جگت کے گلے میں تعویز پہنایا تھا۔ ویرو کو چندن کم

اُلی اور اس کے ساتھ ہی وہ جھٹکے سے الگ ہو کر بیٹھ گئی۔ جگت اس وقت ہنومان کی فکر میں تھا۔ بنگلے میں رہائش کے دوران ایک بار ہنومان نے اُس سرنگ کا پتہ لگایا تھا۔ ایک کمرے کے یان بڑے پتھر کے نیچے سرنگ کا راستہ تھا۔

"دیکھو! اس سرنگ میں اُس پاگل بادشاہ کا خزانہ ہے۔" ہنومان نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا اور سب ہنس دیئے تھے۔ اندھیری سرنگ جیسے کہہ رہی تھی کہ اندر کچھ ہے۔ ہنومان اندر جانے پر ہو گیا۔ "میں اندر جا رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ آئے گا خزانہ میں اُس کا آدھا حصہ۔" ہنومان چیلنج کیا۔

سب نے اُسے روکنا چاہا مگر وہ سرنگ میں داخل ہو گیا۔ اُس وقت جگت موجود نہیں تھا۔ ویران ل میں ہنومان غائب ہو گیا۔ مشعل کی روشنی بھی غائب ہو گئی جسے لے کر ہنومان اندر گیا تھا۔ ں گھنٹہ گزرنے کے بعد بھی ہنومان واپس نہیں لوٹا۔ سب لوگ فکرمند ہو گئے۔ اُسے آواز دی مگر ک سے جواب نہیں ملا۔ سب لوگ گھبرا گئے۔ ایک شخص کو اُن کے پیچھے بھیجا مگر وہ کچھ دُور جا کر ی طرح کھانستا ہوا واپس آ گیا۔

مزید ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد اچانک بنگلے کے دروازے میں ہنومان اُنہیں کھڑا نظر آیا۔ ے دیکھ کر سب کے چہرے مسرت سے کھل گئے۔ سارا لباس سیاہ ہو رہا تھا۔ بالوں میں جالا لگا ہوا ا۔ پورا چہرہ سیاہ ہو رہا تھا۔ سب تعجب سے اُسے دیکھنے لگے اور قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔

سب کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ سرنگ دراصل ایک راستہ ہے جو بنگلے سے آدھے فرلانگ باہر نکلتا ہے۔ پھر اُس نے بتایا کہ اُس نے سرنگ میں ایک خوفناک سیاہ ناگ دیکھا اور ایک ں کا ڈھانچہ بھی پڑا ہوا دیکھا۔ میں دو جگہ بال بال بچا ہوں۔ جگت سوچ رہا تھا۔ آج پھر ہنومان کر کے گیا ہے۔ اور اس کے بحفاظت لوٹنے کی دُعا کرنے لگا۔ اچانک ایک فائر نے اُسے چونکا ۔ اُس نے فوراً فائرنگ میں جواب دیا۔

"اب صرف چھ سیٹ بچے ہیں گولیوں کے۔" ویرو نے جگت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا۔

جگت نے فکرمندانہ نظروں سے بنگلے کی جانب دیکھا۔ وہاں کوئی حرکت نہیں تھی۔ وہ لوگ کیا کر ہے ہوں گے؟ جگت سوچ رہا تھا۔ وہ منتظر تھا کہ ہنومان کسی طرح بنگلے میں پہنچ جائے۔ اور دوسری ف سنہا دوسری کمک کا منتظر تھا۔ اور وقت گزارنے کے لئے وقفے وقفے سے فائر کرا رہا تھا۔ ت کی نظریں دُور مشعل کی روشنی کو تلاش کر رہی تھیں۔ مگر مشعل ابھی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔

نصف گھنٹے کے بعد بنگلے کی طرف سے ایک دھماکہ ہوا۔ سنہا چونک گیا۔ جگت کے چہرے پر رت جھلکنے لگی۔ ہنومان پہنچ چکا تھا۔ اس دھماکے کا یہی پیغام تھا۔ اُس نے دیکھا بنگلے میں تین علیں جلنے لگیں۔ ہنومان سب کو سرنگ کے راستے نکالنے کی تیاری کر رہا تھا۔ سنہا سب کچھ وشی سے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر کے بعد اچانک ایک دھماکے نے اُس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ وہ ے کوئی معنی نہ دے سکا۔ مشعل کی روشنی نے اُسے مزید بے چین کر دیا۔ اُس نے بنگلے کی جانب ن چار فائر کئے مگر جواب نہیں ملا۔ اب سناٹا چھا گیا۔ جنگل میں سے درندوں کی آوازیں سنائی نے لگیں۔ شاید ابھی کوئی لومڑی زور سے چیخی تھی۔ اس علاقے میں درندے بہت تھے۔ پولیس

والوں کے دل دھڑکنے لگے۔ کچھ وقفے کے بعد بنگلے کی جانب سے تین دھماکے سنائی دیئے۔ یہ فرار ہو جانے کا اشارہ تھا۔ مگر بنگلے میں مشعلیں اب بھی جل رہی تھیں اور کھڑکیوں میں صافے دکھائی دے رہے تھے۔

ویرو نے یہ دیکھ کر اس سلسلے میں جگت سے استفسار کیا۔ جگت اُس کی بات سن کر مسکرایا اور بولا "یہ پولیس کو چکر دینے کا ہمارا طریقہ ہے ویرو! وہ وہاں نشانہ لے کر بیٹھے رہیں گے اور ہم کھسک جائیں گے۔"

سنہا کی اُلجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ فائر اُس نے صافوں کا نشانہ لے کر کیے مگر شاید نشانے خالی جا رہے تھے۔ اِردگرد سے فائرنگ بند ہو گئی۔ اُس نے سوچا اِردگرد والے ڈاکوؤں کے پاس بھی شاید گولیاں ختم ہو گئی ہوں گی۔ اگر وہ اسلحہ ختم ہو جانے کی وجہ سے فرار بھی ہو گئے تو بنگلے والے ڈاکو بچ نہیں سکتے۔ اُسے بنگلے میں گھرے ہوئے ڈاکوؤں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کیونکہ نہ جانے کیوں اُسے یقین سا تھا کہ جگا اپنے خاص ساتھیوں کے ہمراہ بنگلے ہی میں ہو گا۔

چھپتے چھپاتے ہوئے انسپکٹر سنہا ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ کیونکہ خطرہ مول لئے بغیر کامیابی ناممکن تھی۔ مگر نصف ٹیلے پر پہنچ کر اُس نے گردن گھمائی۔ دُور سے مشعلوں کے جلوس کی شکل میں پولیس پارٹی آ رہی تھی۔ اُس نے ہوائی فائر کیا جس کا مطلب تھا۔ "دوڑ کر آ جاؤ۔"

چاروں سمت سے بنگلے کو گھیر کر سنہا اوپر پہنچ گیا۔ "اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو..... کھیل ختم ہو گیا۔" سنہا نے چیخ کر کہا۔ مگر جواب ندارد تھا۔ کھڑکی میں نظر آنے والے صافے گولیوں کی بوچھاڑ سے اُلٹ گئے۔ کسی قسم کی آواز نہیں ہوئی۔

"تم سب باہر آ جاؤ! ورنہ بنگلے کو آگ لگا دوں گا۔" سنہا نے پھر چیخ کر کہا۔ مگر اس مرتبہ بھی گہرا سکوت تھا۔ سارا بنگلہ چھان ڈالنے کے باوجود بھی ڈاکوؤں کا سراغ نہیں ملا۔ نہ ہی چند چھوٹی موٹی چیزوں کے علاوہ کچھ ہاتھ لگا۔ دُور جنگل سے لومڑیوں کے رونے کی آواز آنے لگی۔ سنہا کا دل بھی شکست کے سبب رو رہا تھا۔

ہنومان نے کمال کر دیا تھا.....!

پولیس کے شکنجے سے نکل کر فرار ہونے والے تمام لوگ جب نئے ٹھکانے پر جمع ہوئے تو ہنومان کی تعریف کرنے لگے۔ خزانے کی تلاش میں ہنومان سرنگ میں داخل ہوا اور بھوت بن کر واپس لوٹا تھا۔ اُس وقت اُس کا مذاق اُڑانے والے اور اُسے ڈانٹنے والے ساتھی آج کان پکڑ کر یہ بات کر رہے تھے کہ اس سرنگ اور ہنومان کی ہمت نے انہیں بچا لیا تھا۔

"مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ سنہا کو میں نہ مار سکا۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ورنہ میں اُسے اُڑا دیتا۔" ہنومان پیشانی کے زخم پر پٹی کسواتا ہوا بولا۔

سرنگ میں داخل ہوتے وقت ایک نوکدار پتھر نے اُس کی پیشانی زخمی کر دی تھی۔ گرم پانی سے صاف کر کے ویرو پٹی کس رہی تھی۔ پہلی بار ڈاکوؤں کے درمیان ایک عورت کے داخلے سے انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت دنوں سے وہ اُن کے ساتھ ہو۔ وہ سلجھے ہوئے انداز میں کام کرنے لگی تھی۔ ہنومان کی پیشانی پر پٹی کس کر ویرو بولی۔

"میرے قدموں کی وجہ سے سب پر آفت آئی۔"

"نہیں نہیں..... ایسا نہ کہیں ویرو بہن!" بچن نے درمیان میں دخل دیا۔ "ہم تو اس وقت کو دُعا دیتے ہیں جب آپ کو اغواء کرنے کے لئے نکلے اس وقت پولیس نے ہمارے ٹھکانے کو گھیرا۔ ورنہ جان بچانا مشکل تھا۔

"مگر ویرو بہن!" ہنومان نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کے اغوا کے سلسلے میں اچھی خاصی بحث ہوئی تھی۔ بچن سوچ رہا تھا کہ ہمیں گرفتار کرانے کے لئے پرچہ لکھ کر آپ نے سازش کی ہے۔"

ویرو بچن کی جانب دیکھ کر مسکرا دی۔ اس مسکراہٹ میں کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ جگت نے بات کا رُخ بدلنے کے لئے کہا۔ "فی الحال ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم میں سے غدار کون ہے؟ جس نے پولیس کو مخبری کی۔ پولیس کو بھوت بنگلے کی خبر کس نے پہنچائی؟" پھر آنکھیں نکالتا ہوا بولا۔ "اس غدار کو چوبیس گھنٹے کے اندر ختم ہونا چاہئے۔"

بچن قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ سب متعجب سے ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ ہنومان کو ہنسی ناگوار گزری۔ "بچن! تم اُس مخبر کو جانتے ہو شاید۔"

"بالکل..... میں یہ کہنا بھول گیا کہ پٹھان شیر خان نے مخبری کر دی۔"

"پٹھان.....؟" ہنومان نے دانت پیس لئے۔ "وہ شیر خان؟ میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ سب سے پہلے اُسے ختم کروں گا۔ ورنہ میرا نام ہنومان نہیں۔"

ہنومان کا یہ رُوپ دیکھ کر ویرو چونک گئی۔ ڈاکو جس پر اعتماد کرتے ہیں، اُس پر جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ مگر غدار کو گولی مارنے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔

"ہنومان! تم اُسے تلاش کرنے کہاں جاؤ گے؟ وہ تو پولیس کی حفاظت میں ہے۔" بچن نے لہجے میں بپھرے ہوئے ہنومان کو چھیڑا۔

"بچن! تم یہ کہہ کر مجھے روکنا چاہتے ہو؟" ہنومان گرجا۔ "میں سنہا کے گھر میں داخل ہو کر اُسے گولی ماروں گا۔ ساتھ ہی موقع دیکھ کر سنہا کو بھی لٹا دوں گا۔" ہنومان سنہا کے خون کا پیاسا سا تھا۔

"مگر شاید تمہیں اُس کی تلاش میں قبرستان جانا پڑے گا۔" بچن نے راز سے پردہ اُٹھانے کی ... سے کہا۔

"قبرستان؟" سب لوگ تعجب سے اُسے دیکھنے لگے۔

"ہاں قبرستان....." بچن نے زور سے سر ہلا کر کہا۔ "میں نے فرار ہونے سے پہلے اُسے ٹھکانے لگا دیا تھا۔ لہٰذا اُس کی لاش قبرستان میں ہی مل سکتی ہے۔" بچن نے سینہ تان کر کہا۔

سب خاموش ہو گئے۔ جگت نے بچن کی پشت شاباش کے طور پر تھپتھپائی۔

ویرو نے ہنومان کے ہاتھ سے رائفل لے کر ایک جگہ رکھ دی۔ بچن نے تفصیل بتائی۔

"پولیس سے الگ نظر آنے والے شخص کو میں نے غور سے دیکھا۔ اندھیرے میں بھی میں نے اُسے پہچان لیا کیونکہ اُس کا پٹھانی صافہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں موقع کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے اُس کی ذرا سی حرکت کا انتظار تھا۔ اور مجھے موقع مل گیا۔ میں نے تین گولیاں اُس کے سینے میں اُتار دیں۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ گرتے ہوئے اُس کا ہاتھ سینے پر تھا۔" پھر ہنومان سے بولا۔ "اب تو

اطمینان ہوا تمہیں؟"

ہنومان مسرت سے اُچھل کر بولا۔ "پھر تو آج اس خوشی میں محفل ہو جائے۔ غدار کی مو مسرت کی علامت ہے۔ لہٰذا بوتلیں نکالو......!"

سب جھومنے لگے۔ مگر جگت ویرو کی موجودگی نہیں بھولا تھا۔ اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"نہیں ہنومان! پھر کبھی...... آج ہمارے ہاں مہمان ہے۔"

سب کی نظریں ویرو کو دیکھنے لگیں۔ وہ نیچے دیکھنے لگی، جگت کا مطلب سمجھ گئی اور آہستہ آواز م بولی۔ "میری وجہ سے اپنی خوشی خراب نہ کریں۔ پھر میں اب مہمان نہیں رہی۔"

"ویرو! تمہیں خبر نہیں۔ ہنومان پینے کے بعد بے قابو ہو جاتا ہے۔"

جگت کے بعد ہنومان نے تائید کی۔ "سچ بات ہے ویرو بہن! اگر آپ مجھے اس حال م دیکھیں گی تو مجھ سے نفرت کریں گی۔ لہٰذا پروگرام ملتوی۔"

"مگر میں تو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

"نہیں ویرو! فی الحال ایک مہینے کے لئے میں نے دوسری جگہ تمہاری رہائش کا انتظام کر۔ کے متعلق سوچا ہے۔ کیونکہ سنہا اس پورے مہینے میں اودھم مچائے گا۔ ہمیں جگہیں بدلنی پڑیں گی۔ پھر جگت، بچن کی جانب متوجہ ہوا۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کل صبح ویرو کو اُچلا کے گھر چھوڑ آئیں گے۔" بچن نے آنکھ کے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔

ویرو نے فوراً پوچھا۔ "اُچلا کون ہے؟"

"یہ میں تمہیں جاتے ہوئے راستے میں بتاؤں گا۔" جگت نے مختصراً کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اُر سے علیحدگی ویرو کا دل دُکھائے گی۔

اُس رات جگت، ویرو اور بچن سو نہیں سکے۔ بچن کو اُچلا کی یاد ستا رہی تھی جبکہ ویرو اور جگت ایک دوسرے کے خیال میں مگن جاگ رہے تھے۔

چندن بھی اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی...... ویرو کو اغوا کرنے کا پیغام اُسی نے جگت تک پہنچایا تھا، یہ سن کر ماں جی بھی خوش ہوں گی۔ مگر ساس کو سکتے میں دیکھ کر چندن کو عجیب سا جھٹکا لگا۔ ساس کو خیالات کی وادی سے نکالنے کے لئے چندن نے اُنہیں ہلایا جلایا۔ "ماں...... میں نے غلط تو نہیں کیا؟"

ماں جی کچھ دیر تک اُسے دیکھتی رہیں، پھر بولیں۔ "بہو بیٹی! سچ جھوٹ کا پتہ ابھی کیسے لگ سکتا ہے؟ ویرو مجھے بھی پیاری تھی۔ مگر......"

"مگر کیا ماں جی؟" چندن کی آواز میں کپکپی تھی۔ ماں جی کہنا چاہتی تھیں کہ ویرو جگت کے ساتھ رہے گی تو شاید تم شوہر سے ہاتھ دھو بیٹھو گی اور ہم بیٹا گنوا دیں گے۔ مگر ایسی بات کر کے وہ چندن کا دل دُکھانا نہیں چاہتی تھیں۔ لہٰذا وہ بولیں۔

"چندن! تم اپنے سسر یا نانا کو مت بتانا۔ ورنہ وہ تم پر خفا ہوں گے۔ تم نے ایک عورت کی مدد کر کے نیک کام کیا ہے مگر مردوں کی نظر میں دشمنی کا زہر بھر جانے کے بعد اسے اُتارنا مشکل ہوتا ہے۔ تمہارے بڑے سسر ویرو کے نام پر تھوکتے ہیں۔" ماں جی کچھ دیر تک رُکیں۔ اُن کی آنکھوں

ں اُلجھن تھی۔ "چندن! جو کچھ ہوا اس کی اب فکر کرنے کی بجائے اس بات کو پیٹ میں رکھ لینا۔ یرو کو جگت کیوں اغوا کر کے لے گیا یہ ہم نہیں جانتے۔ سمجھیں؟"

رات کو سوہن سنگھ مکان میں داخل ہوئے۔ چندن کی جان آدھی ہو گئی۔ وہ یقیناً باہر سے کچھ سن کر آئے ہوں گے یہ اُن کے قدموں سے اظہار ہو رہا تھا۔ ہاتھ منہ دھو کر اُنہوں نے ماں جی سے پوچھا۔ "بہو کہاں ہے؟"

"باورچی خانے میں ہے۔" ماں جی سوال کا مطلب سمجھ کر بولیں۔

چندن کان لگا کر سن رہی تھی۔

"جب اُس کو جگت نے اغوا کیا تم لوگ کہاں گئی تھیں؟"

"گردوارے درشن کرنے گئی تھیں۔" ماں جی نے جواب دیا۔

"گاؤں میں سب کہہ رہے ہیں کہ ویرو ہنسی خوشی جگت کی گھوڑی پر بیٹھ گئی۔" ماں جی خاموش ہیں۔ سوہن سنگھ پھر بولے۔ "بہو کو یہ سب شاق گزرا ہوگا۔ اُسے دلاسہ دینا۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ یرو اور جگت کے درمیان پرانی دوستی ہے۔" سوہن سنگھ نے دروازے میں لالٹین کی روشنی میں ندن کی پرچھائیں دیکھی اور سمجھ گئے کہ چندن دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا بلند آواز میں بولے۔ "ڈاکوؤں کی چالبازی اپنے ذہن میں نہیں آئی۔ شوہر سے بدلہ لینے کے لئے بوی کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" پھر اُنہوں نے دیکھا کہ پرچھائیں غائب ہو گئی۔

ماں جی نے مدھم لہجے میں سوہن سنگھ سے کہا۔ "ہماری بہو ایسی کمزور دل کی نہیں۔ اس کا اعتماد پنی جگہ برقرار ہے۔"

چندن کو یہ اطمینان ہوا کہ جگت سنگھ اُس کے سسر کی ناراضگی سے بچ گیا۔ مگر اُسے نانا کی فکر تھی۔ اں جی نے کہا تھا کہ وہ خبر ملتے ہی صبح یہاں ہوں گے۔ لہٰذا چندن کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

رات کے سناٹے میں چندن نے برابر والے مکان کے صدر دروازے کی زنجیر کھٹکنے کی آواز نی۔ کسی کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ کھڑی ہو کر وہ کھڑکی کے پاس پہنچی۔ دو تین آدمی ویرو کے دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ شاید ویرو کا شوہر آیا تھا کیونکہ چھوٹی کھڑکی کھلتے ہی دو ادمی ایک آدمی کے بازو تھام کر اندر لے گئے۔ چندن نے کسی کو کہتے سنا۔

"میری غیر حاضری میں میری بیوی کو اغوا کر کے لے گیا کمبخت۔ میں بھی اُسے دیکھوں گا۔" ھر اُس شخص کے منہ سے نکلنے والی گندی گالیاں نہ سننے کی خاطر چندن نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ وشاید بہت زیادہ ہی نشے میں تھا۔

چاچی بھتیجے کو تسلی دے رہی تھی یا اُسے پرجوش بنا رہی تھی کیونکہ چندن نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔ "ایسی ذلیل عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی موہن سنگھ! بالکل بے شرم...... میری نظر کے سامنے ہنستے ہوئے وہ ڈاکو کا ہاتھ تھام کر گھوڑی پر چڑھ گئی۔ رنڈی......" پھر سسکی بھرتے ہوئے بولی۔ "وہ جہنم میں جائے مگر افسوس یہ ہے کہ اپنے زیورات بھی لے گئی کتیا۔"

یہ سن کر چندن سرد آہ بھرتی ہوئی کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اب وہ سونا چاہتی تھی کہ سامنے والے مکان کے دروازے کی جانب سے سرگوشیاں سنائی دیں۔ کھڑکی کے قریب جا کر وہ غور سے سننے

گئی۔ ایک شخص چاچی کے قریب کھڑا تھا۔ چاچی کہہ رہی تھی۔

"زنبیر سنگھ! ویرو کو تو میں راضی کر چکی تھی۔ سنگھار کر کے وہ تیار بھی ہوگئی۔ میں تم سے کہنے لئے آرہی تھی مگر وہ ڈاکو اچانک ٹپک پڑا اور آخری وقت میں تمہارا شکار چھین لے گیا۔"

"چاچی سچ کہنا!" مرد کی آواز سنائی دی۔ "زیورات ویرو پہنے تھی یا تم نے غائب کر دیئے؟ کیسی عورت ہو یہ میں جانتا ہوں۔"

"زنبیرا! مجھ پر الزام دھرتے ہو؟" چاچی کا لہجہ شکایت آمیز تھا۔ "بھتیجے کی بیوی کو تمہار معشوقہ بنانے کے لئے تیار ہوگئی پھر بھی اعتماد نہیں؟"

"یہی وجہ ہے بڑھیا! جس لئے تم پر اعتماد نہیں آتا۔" وہ شخص غصے میں بولا۔ "میرا کیا ہے؟ م قرض وصول کرنے کے لئے کھیت پر قبضہ لاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ چاچی زور سے کھڑکی بند کے اندر چلی گئی۔

یہ سن کر چندن کو اطمینان ہوا کہ اُس نے ویرو کو جہنم سے بچا کر نیک کام کیا ہے۔

پچھلے پہر اُسے نیند آگئی۔

صبح نانا آگئے۔ سوہن سنگھ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، بیٹھ گئے۔ ماں جی نے نانا کے چرا چھوئے۔ نانا پسینہ خشک کرتے ہوئے چارپائی پر بیٹھ گئے۔

"باپو! دھوپ میں اس وقت آئے ہو۔ اس سے دوپہر ڈھلے آتے تو بہتر تھا۔" ماں جی نے کہ شروع کیا۔

نانا کچھ دیر سانس درست کرنے کے بعد بولے۔ "تم دھوپ کی بعد کر رہی ہو؟ میں نے کل ج کچھ سنا اس سے میرا دماغ گرم ہوگیا۔ دشمن کو زندہ رکھ کر اُس کی بیوی جگت نے اغوا کر لی۔ اُسے کی ہوگیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔"

چندن کور اُوپری منزل کی سیڑھیوں پر کھڑی نانا کی باتیں سننے لگی۔ ماں جی خاموش رہیں۔

سوہن سنگھ نے سوچا اُنہیں کچھ کہنا چاہئے۔ "میں سوچتا ہوں وہ اُسے مارنے آیا ہوگا۔ وہ گھر نہیں تھا لہٰذا اُس کی بیوی اغوا کر لی۔ بلند آواز میں کہتا بھی گیا اگر مرد ہے تو اپنی بیوی مجھ سے چھڑا کر لے جائے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کے جیسا ڈاکو پوری اطلاع کے بغیر اس طرح بھری دوپہر دوڑا آئے گا؟" نانا غبار ہلکا کرنے لگے۔ "مجھے پہلے ہی شک تھا کہ جگت اُس کی بیوی کو بیوہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ لہٰذا اُسے زندہ رہنے دیا گیا ہے۔"

ماں جی نے محسوس کیا کہ باپو کچھ زیادہ کہہ دیں گے تو بہو کو برا لگے گا لہٰذا اُن کا دھیان بٹانے کی غرض سے کہا۔ "بہو...... بیٹا! نانا کے لئے لسی بنا کر لاؤ۔" چندن باورچی خانے میں چلی گئی۔

یہ دیکھ کر نانا دھیمے لہجے میں بولے۔ "تمہیں معلوم ہے۔ ہزارہ کو بھی اُس نے قسم دی ہے کہ تم دشمن کو نہیں مارو گے۔ مجھے تو جگت کی حرکات اچھی نظر نہیں آتیں۔"

کسی نے اُن کی بات کا جواب نہیں دیا۔ باورچی خانے سے لسی بنانے کی صاف آواز آرہی تھی۔ چندن لسی کے دو گلاس رکھ کر چلی گئی۔ پھر نانا نے کہا۔ "بہو کا بھی جگت نے خیال نہیں کیا۔

تو لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابھی شادی کو دو مہینے نہیں گزرے اور پرائی عورت کو اغواء کر کے لے ۔ پھر گھر والی کو بیوہ بنانے کے لئے شادی کر کے لایا ہے؟"

"باپو! باہر جو کچھ کہا جا رہا ہے اُسے گھر میں نہ دہرائیں۔ مہربانی ہوگی۔" جگت کی ماں نے ضگی سے کہا۔

"بیٹی! میں تو باہر کا نہیں ہوں۔ تجھے جس قدر بیٹے کے لئے جلن ہوتی ہے، بہو کے لئے خیال ں آتا؟ پرائی بیٹی کو گھر میں لا کر دُکھ پہنچانے سے تو بہتر ہے ہم لوگ اُسے اُس کے باپ کے سپرد ریں۔" نانا کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی چندن کی اُلجھن بھی بڑھ رہی تھی۔

مگر ماں جی سب کچھ سمجھنے کے باوجود کچھ سمجھا نہیں سکتی تھیں۔ اُنہوں نے اپنا غصہ نانا پر رتے ہوئے کہا۔ "میں تو پہلے سے کہتی تھی کہ جوان بچے کو دشمنی کی آگ میں مت جھونکو۔ اس میں ا فائدہ نہیں۔ مگر تب تو آپ اُسے جوش دلا رہے تھے کہ تمہیں نسلوں سے چلنے والی دشمنی کا بدلہ ہے۔" ماں جی کی آواز لرزنے لگی۔ "آج آپ کو پرائی بیٹی کا خیال آرہا ہے، اُس وقت اپنی بیٹی نیال نہیں کیا؟ میں اُس کی ماں ہوں مجھ پر کیا قیامت بیت رہی ہے یہ آپ نے کیوں نہیں ا؟ آپ نے ہی اُسے آگ میں جھونک دیا۔ آپ نے ایک ماں سے اُس کا بیٹا چھین لیا۔ ایک اسے اُس کا شوہر چھین لیا۔" ماں جی کی آنکھوں سے شعلوں کی طرح آنسو گر رہے تھے۔ پہلی بار ں نے اپنے باپ کے سامنے زبان کھولی تھی۔ اور پھر بری طرح رونے لگیں۔

"تم پرانی باتیں کر کے زخم پر نمک پاشی کیوں کر رہی ہو؟" سوہن سنگھ نے سسر کا خیال کر کے ۔ بیٹی کے آنسو دیکھ کر نانا دہل گئے۔ مگر وہ اسی طرح مضبوطی سے بیٹھے رہے۔

"بیٹی! جب تو نے کہا ہے تو سن...... تیرے سسرال کے خاندان کا انتقام لینے کے لئے میں دُور تماشہ نہیں دیکھتا رہا۔ میرا بھی ایک جوان بیٹا اس میں کام آگیا۔ دوسرا بیٹا ہزارہ زندہ ہے پھر بھی مر میں اُس کی جدائی برداشت کر رہا ہوں۔ میں نے اُسے قسم دی ہے کہ جب تک دشمن زندہ میرے گھر میں ہزارہ قدم نہیں رکھے گا۔ کیا مجھے بیٹے پیارے نہیں ہیں؟" آخری الفاظ نانا نے ی آواز میں ادا کئے۔ اس کے بعد ان کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ چندن کچھ کہنا چاہتی تھی مگر وں کا خیال کر کے خاموش رہی۔

شام کو واپس لوٹتے ہوئے نانا نے پھر بات شروع کی۔ "میں ہزارہ سے کھیت پر مل کر اُسے ۔ کے پاس بھیجوں گا اس پیغام کے ساتھ کہ تم جسے اُٹھا کر لے گئے ہو اُسے واپس چھوڑ جاؤ یا ختم ا نہیں تو اس گھر کے دروازے تم پر ہمیشہ کے لئے بند ہیں۔" نانا کی آواز میں مضبوطی تھی۔

ماں جی فوراً بول اُٹھیں۔ "مگر باپو! اتنی سختی کی کیا ضرورت ہے؟ ویسے بھی وہ مہینے دو مہینے میں بار آتا ہے۔ جب سے ڈاکو بنا ہے اُس کے لئے دروازہ بند ہی ہے۔ بیچارہ چور کی طرح ۔ے کی دیوار کود کر مکان میں داخل ہوتا ہے۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔" نانا گرج کر بولے۔ "دشمن کی بیوی سے اپنا پہلو گرم نے والے کے لئے اس گھر کے دروازے بند ہی رہیں گے۔ سمجھیں؟" یہ کہتے ہوئے نانا ۔ے کے اندر والی کنڈی کھولنے لگے۔ ماں جی اُنہیں روکنا چاہتی تھیں مگر باپو کی ضد کے

سامنے اُن کی ایک نہ چلے گی یہ سوچ کر وہ خاموش رہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کی جانب دیکھا مگر سوہن سنگھ بھی اس بات میں اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ سر جھکا کر بیٹھے رہے۔

''رُک جایئے بابا!'' کہتی ہوئی چندن کمرے سے باہر آ گئی۔ نانا کے پیر تھم گئے۔ چندن نہ جانے کیا کہہ دے گی......؟ ماں جی گھبرائی ہوئی نظروں سے چندن کو دیکھنے لگیں۔

''معاف کرنا...... آپ اپنے نواسے پر بہت بڑا الزام دھر رہے ہیں۔ دشمن کی بیوی کو اغوا کرنے کے متعلق آپ کی خفگی ٹھیک ہے۔ مگر اپنا پہلو گرم کرنے والی بات گھر کے لوگ دیکھے بھالے بغیر کہہ رہے ہیں تو مجھے کہنا پڑے گا کہ آپ کو اپنے خون پر اعتماد نہیں ہے۔'' چندن ایک لمحے کے لئے رُکی۔ اُس کے بولنے کے انداز سے تینوں بڑے سکتے میں رہ گئے۔ اُس نے مزید کہا۔ ''آپ اگر اُن کا گھر میں داخلہ بند کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو ہزارہ ماموں سے یہ بھی پیغام دینا کہ وہ مجھے آ کر لے جائیں۔'' چندن کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ نانا یہ بات سن کر اُلجھن میں پڑ گئے۔ چندن کمرے کے اندر جانے کے لئے آگے بڑھنے لگی لہٰذا اُنہوں نے کہا۔

''بہو بیٹی! میں گرم مزاج کی وجہ سے اگر کچھ غلط کہہ گیا ہوں تو تم اس کا خیال نہ کرنا۔ میں تو تمہاری بھلائی کی خاطر اُسے دھمکی دینا چاہتا تھا۔ مگر اب مجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں ہزارہ سے ملے بغیر دھرم پور جا رہا ہوں۔ تمہارے سہاگ کی حفاظت کرنے والا اُوپر موجود ہے۔ جیسی اُس کی مرضی۔'' نانا نے اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور چلے گئے۔

تین چار دن بعد...... دوپہر کے وقت ماں جی اور چندن برآمدے میں بیٹھی ہوئیں گھر کا کام کر رہی تھیں، دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں جی نے دروازہ کھول کر دیکھا ڈاکیہ کھڑا ہوا تھا۔ ''ڈاک!'' کہتے ہوئے اُس نے ایک بند لفافہ آگے بڑھا دیا۔ ماں لفافہ ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھنے لگی۔ پھر کھڑکی بند کر کے اندر آ گئیں۔ بہت عرصے بعد اُن کے آنگن میں ڈاکیہ داخل ہوا تھا۔

سوئے ہوئے سوہن سنگھ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ ماں جی نے لفافے پر نام پتہ پڑھا، پھر چندن کو دیتی ہوئی بولیں۔ ''بہو کا خط ہے...... شاید میکے سے آیا ہے۔''

چندن نے لفافہ پھاڑتے ہوئے پرچہ باہر نکال لیا۔ اُوپر لکھا ہوا تھا۔

''سوبھاگیہ وتی چندن بہن......!'' فوراً ہی اُس نے لکھنے والے کا نام دیکھنے کے لئے خط کے نیچے دیکھا۔ ''تمہاری ہمیشہ کی احسان مند ویرو......'' لکھا ہوا تھا۔ چندن کے چہرے پر گزرتے رنگ دیکھ کر ماں جی کا تجسس بڑھ گیا۔

''چندن! کس کا خط ہے؟''

چندن کچھ دیر تک ساس کو دیکھتی رہی، پھر مجبوراً بولی۔ ''ویرو کا۔'' جگت کی ماں نے جھٹکے سے گردن ہلا کر شوہر کی جانب دیکھا۔ سوہن سنگھ نے غصے سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

خط کی ابتداء میں ویرو نے چندن کا احسان مانا تھا۔ جگت کو پیغام بھیجنے پر اُسے بچا لینے کے متعلق اُس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ چندن ان الفاظ کو چھوڑ کر آگے پڑھنے لگی۔

''بہن! میں تمہیں اتنا یقین دلاتی ہوں کہ تمہارے سہاگ میں حصہ بٹانے کا برا خیال تک دل میں نہیں لاؤں گی۔ ایک عورت کی طرح تم سے کہتی ہوں کہ مجھ پر اعتماد کرنا۔''

چندن نے اُوپر دیکھا، ماں جی مسکرا رہی تھیں۔ سوہن سنگھ بھی غور سے سن رہے تھے۔ چندن نے خط کا آخری جملہ پڑھا۔ ''محبت کرنے والی اپنی ساس کو میری طرف سے بہت سارے سلام۔''
چندن نے خاموشی سے خط دو تین بار اور پڑھا پھر بولی۔

''پتہ وغیرہ تحریر نہیں ہے۔''

اسی لمحے سامنے والے مکان میں ایک خط دیا گیا۔ موہن سنگھ غصے میں بھرا ہوا اپنی چاچی کو سنا رہا تھا۔

''میں اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر جا چکی ہوں۔ پولیس میں جب رپورٹ لکھوائیں تو میری طرف سے تحریر کرا دینا کہ گھر کا قرض چکانے کی خاطر اپنی بیوی کی عزت نیلام کرنے والے شوہر سے تنگ آ کر بیوی خودکشی کرتی ہے یا راہِ فرار اختیار کرتی ہے۔ اس اغوا کے سلسلے میں دوسروں پر الزام دھرتے ہوئے شاید تم لوگ اس دنیا میں بچ جاؤ گے مگر اُوپر والے مالک کو کیا جواب دو گے؟ مذہب نے جسے شادی کے بندھن میں جکڑ کر تمہاری عزت بنایا تھا، اُسی بیاہتا سے تم بدکام کرانا چاہتے تھے۔ اب اپنے گناہ کی سزا کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ مجھے تمہارے پاپ میں حصہ دار نہیں بنا......'' نیچے صرف ''ویرو'' لکھا ہوا تھا۔

موہن سنگھ دانت پیستا ہوا بولا۔ ''مغرور عورت...... گناہ اور نیکی کی باتیں کر رہی ہے۔ اُسے خبر نہیں کہ ایک دن میں اسے اپنے قبضے میں لے کر ایسی سخت سزا دوں گا کہ......'' موہن سنگھ بری طرح کھانسنے لگا۔ اور اس کے آخری الفاظ حلق ہی میں رہ گئے۔



بھوت بنگلے سے دھوکہ دے کر جب ڈاکو فرار ہو گئے تو سنہا نے محسوس کیا کہ جگا کو ختم کرنے کی لکیر اُس کے ہاتھ میں نہیں ہے ورنہ دو بار تقریباً ہاتھ میں آیا ہوا مجرم بحفاظت نکل جانے میں کامیاب نہ ہوتا......

لوگ کہتے تھے جگا کو کسی فقیر کی دُعا ہے کہ تیری موت پولیس کی گولی سے نہیں ہو گی۔ سنہا اس بات پر ہنس دیتا۔ وہ اس کا یہ مطلب نکالتا کہ پولیس کی گولی سے نہیں تو پھانسی کے تختے پر موت ہو گی۔ جگا زندہ گرفتار ہو گا۔ اس سے انہیں خاصا انعام ملے گا۔

بھوت بنگلے سے خالی ہاتھ لوٹتے ہوئے سنہا سوچ رہا تھا...... ڈاکوؤں کے گھر جانے کے بعد عقب سے اُن کی مدد کو کون لوگ آئے تھے؟ پٹھان نے تو یہ اطلاع دی تھی کہ پورا گروہ بھوت بنگلے میں موجود ہے۔ پھر ایسا کیسے ہوا؟...... ڈاکوؤں کو گھیرنے کا منصوبہ اُس نے آخر تک کسی کو نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ذرا سی غفلت سے ڈاکو ہوشیار ہو سکتے ہیں۔ پٹھان کو اندھیرے میں پہچان کر ڈاکوؤں نے اُسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔ سنہا متعجب تھا۔

جگا کو ختم کرنے کے چھ ماہ کے چیلنج کو اب صرف پینتیس دن باقی تھے۔ کیا نصیب میں بدنامی کے ساتھ ریٹائرمنٹ لکھا ہوا ہے؟ کیا اُس نے جگا کی دُلہن کو ''تمہارا سہاگ سلامت رہے'' کی جو دُعا دی تھی وہ قبول ہو گئی؟ کسے پتہ قسمت کو کیا منظور ہے؟

گھر پہنچنے پر رتیا گاؤں سے آیا ہوا فوجدار اُن کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے اطلاع دی۔

"صاحب! غضب ہوگیا۔ جگا موہن سنگھ کی بیوی کو اغوا کر کے لے گیا۔"

"کیا؟......کب؟......" اس نئی آفت نے اُسے چکرا کر رکھ دیا۔

"شام کے وقت......" فوجدار نے مختصراً کہا۔ اور یہ سوچ کر سر جھکا لیا کہ ابھی اُسے سنہا کی پھٹکار سنی پڑے گی۔ مگر سنہا کچھ اور سوچ رہا تھا۔ وہ جگا کو گرفتار کرنے کے لئے جب اُس کے ٹھکانے پر ریڈ کر رہا تھا اُس وقت جگا رتیا میں عورت کو اغوا کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ تو کیا داقعات اس کے خلاف جا رہے ہیں؟ سنہا کی خاموشی فوجدار کو کھٹک رہی تھی۔ وہ بولا۔

"میں اس وقت برابر والے گاؤں میں چوری کے سلسلے میں تفتیش کر رہا تھا۔ جب رتیا پہنچا ڈاکو اس کی بیوی کو اغوا کر چکے تھے۔"

"کتنے ڈاکو آئے تھے وہاں؟" سنہا نے سوال کیا۔

"صاحب! پندرہ سے بیس کے قریب ہوں گے۔ لیکن موہن سنگھ کے مکان کے قریب صرف تین ڈاکو نظر آئے۔ مگر کچھ کسانوں نے پندرہ یا بیس گھوڑ سوار گاؤں کے اردگرد دیکھے تھے۔"

"جب عورت کو ڈاکو اغوا کر رہے تھے اُس وقت گاؤں کے کسی شخص نے مداخلت نہیں کی؟" سنہا نے فوجدار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاحب! لوگ کہتے ہیں عورت ویر دا اپنی مرضی سے ہنستی مسکراتی اُس کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوگئی۔" پھر اپنی چالاکی بتاتے ہوئے کہا۔ "مگر صاحب! میں نے رپورٹ میں درج کیا ہے کہ جگا نے اُسے زبردستی اغوا کیا ہے۔"

مگر سنہا پر اس بات کا اثر نہ دیکھ کر وہ کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔ "صاحب! آج آپ تھک گئے ہیں شاید۔"

"صرف تھکا ہوا نہیں، ہارا ہوا بھی ہوں۔" سنہا کا دل بات کرنے کو نہیں چاہتا تھا، اس کے باوجود مختصراً بھوت بنگلے والا واقعہ فوجدار کو بتایا۔ فوجدار نے افسردہ انداز میں کہا۔

"صاحب! مجھے ساتھ لے جاتے......"

اب سنہا گرم ہوگیا۔ "کیوں؟...... کیا تمہاری رائفل میں کوئی جادو کی گولی ہے جو اندھیرے میں جگا کو تلاش کر کے اُس کے سینے میں سوراخ کر دیتی؟" فوجدار شرمندہ ہوگیا۔ سنہا نے سرد آہ بھری۔ "جگا دشمن کی بیوی کے ساتھ پولیس ڈیپارٹمنٹ کی عزت بھی لے گیا۔"

اُس رات سنہا نے فیصلہ کیا کہ پینتیس دن وہ جگا کے تعاقب میں دن رات ایک کر دے گا۔ اُس کا خیال تھا کہ جب انجام قریب ہو تو آدمی کا ضبط کم ہو جاتا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ وہ آخری لمحات تک جدوجہد جاری رکھے گا۔

پچیس تیس سپاہیوں کے قافلے کے ساتھ روز صبح سنہا ڈاکوؤں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ گاؤں، کھیت، جنگل ہر جگہ بھٹکتے ہوئے مشکوک شخص سے پوچھ گچھ کرتا، اُسے دھمکاتا۔ رات کو جہاں موقع ہوتا پڑاؤ ڈالتا۔ اس طرح پانچ چھ دن گھوم کر آرام کے لئے گھر واپس لوٹتا۔ پھر سپاہی بدل کر دوسری سمت میں تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ ڈاکوؤں کے متعلق معلومات جمع کرتا۔ کہاں جاتا ہے اس کے متعلق کسی کو نہیں بتایا جاتا۔

"اس ڈاکو نے آپ کا سکھ چین چھین لیا ہے۔" اس کی بیوی پربھاوتی دیوی اُسے کہتی۔ "فرض اپنی جگہ ہے مگر ہمارا بھی خیال کریں۔ ڈاکو کی گرفتاری پر آپ کو انعام ملے گا، ترقی ہوگی۔ لیکن اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو ہمارا کون ہے؟ ہمارا بڑا خاندان نہیں ہے، ایک بچی ہے۔ اُسے پڑھا لکھا کر بڑی ہونے پر بیاہ دیں، پھر ہمیں سکون ہوگا۔ پھر آپ کیوں رات دن جان خطرے میں ڈال کر بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں؟ بیٹھے بیٹھے کھا سکتے ہیں، اتنا بھگوان نے دیا ہے یہی بہت ہے۔"

بیوی کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسو دیکھ کر سنہا خاموش ہو جاتا۔ وہ بیوی کی حالت سمجھتا تھا۔ "پربھا! تم بہت زیادہ فکر کرتی ہو۔ نصیب پر اعتماد ہے تو سب کچھ اس پر چھوڑ دو۔ اب زیادہ دن نہیں۔ یہ مہینہ ختم ہوگا اور فیصلہ ہو جائے گا۔ انسان کو بہادری سے مرنا جینا چاہئے۔"

اس وقت اُس کی چھ سالہ بیٹی رانی، سنہا سے سوال کرتی۔ "بابو! کیا جگا ڈاکو ہار قبول نہیں کرتا؟"

"میں سمجھا نہیں بیٹی! ڈاکو کو پولیس سے چھپنا چاہئے۔" سنہا نے متعجب لہجے میں جواب دیا۔

"مگر بابو! ہم گلی میں چور پولیس کھیلتے ہیں اس وقت چور نہیں پکڑا جاتا اور پولیس تھک جاتی ہے۔ اس وقت چور خود کہتا ہے چلو میں خود کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ مگر جگا تو آپ کے ہاتھ نہیں آتا۔" رانی نے معصوم لہجے میں کہا۔

"میری پیاری رانی! بچوں کے کھیل میں ایسا ہوتا ہے۔ پھر بیٹی! میں تھک نہیں گیا اس لئے جگا کو اپنے آپ گرفتار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سنہا نے ہنستے ہوئے کہا۔

جگا کے لئے اب ایک جگہ ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا۔ پولیس بری طرح اُس کا تعاقب کر رہی تھی۔ سے خبر ملتی کہ پولیس پارٹی نے چند میل دور کسی گاؤں کے قریب پڑاؤ ڈالا ہے اس لئے اُسے رات رمیں جگہ تبدیل کرنا پڑتی۔ چالیس آدمیوں کا قافلہ، اسلحہ، مال اور دوسری چھوٹی بڑی چیزوں کی موشی اور تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیلی بہت مشکل ہو جاتی، اس لئے جگا نے پنے گروہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے اپنے ساتھ ہنومان اور بچن کے علاوہ پندرہ مسلح افراد لے۔ اور دوسرے حصے کے لئے ہوشیار اور کرپال کو سرداری کے لئے منتخب کیا۔ بقیہ افراد اس سرے حصے میں تھے۔ گروہ کے دونوں حصے الگ الگ علاقوں میں رہتے تھے، پھر بھی ایک سرے سے رابطہ بدستور تھا۔ پولیس کے متعلق اطلاع ایک دوسرے کو دے دی جاتی تھی۔ سنہا کو یشان کرنے کے لئے جگا جلدی جلدی ڈاکے ڈالنے لگا۔ گاؤں لوٹنے لگا۔ کئی بار تو ایک ہی رات دو مختلف سمتوں کے گاؤں میں ڈاکے ڈال کر ڈاکو سنہا کو اُلجھن میں ڈال دیتے۔

اس سکیم کے جواب میں انسپکٹر سنہا نے بھی دو دستے تیار کر لئے۔ اپنے اسسٹنٹ ارجن سنگھ کو سرے دستے کی ذمہ داری سپرد کی۔ ارجن سنگھ اور سنہا کے ایک ساتھ کام کرتے ہوئے بھی اُن کام کے طریقے میں فرق تھا۔ ایک بہاری شخص اُس کا آفیسر یہ بات ارجن سنگھ کو کھٹکتی تھی۔ وہ ہتا۔

"پنجابی ڈاکو کو پنجابی ہی ختم کر سکتا ہے۔ یہ کام بہاری کا نہیں۔ ڈاکوؤں کے مقابلے میں اقت سے کام لینے کی بجائے انہیں دھوکے سے پھنسانا چاہئے۔ چالاک ارجن سنگھ دل میں یہ

چاہتا تھا کہ سنہا جگا کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے۔ اس صورت میں اس کا عہدہ اُسے ملے۔ وہ ڈاکوؤں کو اپنی قوت بتائے گا۔ سنہا کو کسی قسم کا انعام نہ ملے، یہی وجہ تھی کہ ارجن سنگھ دل سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنی پارٹی کے ساتھ کسی گاؤں میں قیام کرتا اور گاؤں کے لوگوں کو اپنی خدمت پر مامور کرتا، کبھی کسی طوائف کے کوٹھے پر رات بسر کرتا۔

جگا کو ایک رات پتہ چلا کہ برابر والے گاؤں میں ارجن سنگھ کا قیام ہے اور وہاں کی مشہور رقاصہ رادھیکا کے گھر پر روزانہ اس کی محفل جمتی ہے۔ ارجن سنگھ دوسروں کے سامنے بڑ ہانکتا۔

"اگر اکیلا مجھ سے ٹکرا جائے تو میں اس کا پانی ناپ لوں گا۔ مگر وہ مجھ سے ڈر کر فرار ہو جاتا ہے"

○

جگا نے ہنومان سے کہا۔ "آج ہم اس بے ایمان ارجن کو ٹھیک کریں گے۔"

"چلو...... پھر بندہ تیار ہے۔" ہنومان نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اُسے ایسی باتوں سے دلچسپی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا۔ سنہا کے ساتھی ارجن کو ٹھیک کرنے کا موقع ملا تو اُسے جوش آ گیا۔ سب لوگ جگت کو دیکھنے لگے۔

"مگر جگت! ہمیں اُسے پکڑنے کے لئے ناچنے والی کے گھر جانا پڑے گا۔" بچن نے اُسے دلایا۔ "ناچنے والی کے کوٹھے پر قدم رکھو گے تم؟"

جگت سمجھ گیا کہ بچن اُسے طعنہ دے رہا ہے۔ اُس نے کہا۔ "ہم ناچنے والی کے گھر عیش کرنے نہیں جا رہے، دشمن کو نچانے کے لئے جا رہے ہیں۔"

جگت، بچن اور ہنومان جب کوٹھے پر پہنچے، طبلے پر تھاپ پڑ رہی تھی۔ سارنگی کے سُر چیخ رہے تھے اور پائل کی جھنکار کے ساتھ گیت گونج رہا تھا۔ تینوں ڈاکو بھیس بدل کر کوٹھے پر آ گئے۔ سب سے پہلے ہنومان اندر داخل ہوا۔ انجانے شخص کو بے دھڑک محفل میں داخل ہوتے دیکھ کر ناچتی ہوئی رادھیکا کے پیر تھم گئے۔ ہنومان اُس کے قریب گیا اُس نے رادھیکا کے کان میں کچھ کہا اور رادھیکا کپکپا کر رہ گئی۔ ناچ رُک گیا۔ نشے میں جھومتا ہوا ارجن سنگھ چیخا۔

"کون ہے بدتمیز ہماری محفل میں دخل دینے والا......؟"

رادھیکا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہنومان نے اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ ارجن سنگھ کے برابر پر بیٹھتے ہوئے اُس نے کہا۔ "آپ نے شاید زیادہ نشہ کر لیا ہے۔"

"تم مجھ سے پوچھنے والے کون ہو......؟"

"میں گوبند پور کے راجکمار کا خادم ہوں۔" ہنومان نے کہا۔ اُسی لمحے جگت اور بچن راجکمار کے ٹھاٹھ سے کمرے میں داخل ہوئے۔ سب سکتے کے عالم میں اُنہیں دیکھنے لگے۔ ارجن سنگھ کی آنکھیں اُن کا جائزہ لینے لگیں۔

"آیئے آیئے......!" ارجن سنگھ نے استقبالیہ لہجے میں کہا۔ بچن اور جگت کچھ دُور بیٹھ گئے جگت نے ارجن کو سنانے کے لئے ہنومان سے کہا۔

"اجنبی لوگوں سے ہم راجکمار دُور بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔"

یہ ارجن سنگھ کی توہین تھی مگر وہ جواب میں خاموش رہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "رادھیکا! رقص

شروع کرو۔ اب رنگ جمے گا۔"

"نہیں......" جگت نے رُعب سے کہا۔ "ابھی رقص دیکھنے کا ہمارا مزاج نہیں ہے۔"

رادھیکا بیٹھی رہی۔ ارجن کو غصہ آ گیا۔ اُس نے کہا۔ "راجکمار! اگر رقص دیکھنا نہیں تھا تو آپ نے یہاں تشریف لانے کی تکلیف کیوں کی؟ ناچنے والی کا حسن دیکھنے؟"

جگت بھی غصہ میں آ گیا۔ "اے خاکی لباس والے! اپنی حیثیت سمجھ کر بات کر۔ ہمیں عورت کا حسن دیکھنے میں لطف نہیں آتا۔"

"راجکمار صاحب!" قہقہہ لگا کر ارجن نے کہا۔ "آپ بھی عجیب بات کرتے ہیں۔ پینے سے پہلے بکواس کر رہے ہیں۔ ناچ عورت کا نہیں تو مرد کا دیکھتے ہیں؟"

"ہاں...... ہم تمہارے جیسے مردوں کو نچانا چاہتے ہیں۔" جگت نے سرد لہجے میں کہا۔

"برداشت کی حد ہو گئی۔" ارجن نے پستول نکال کر کہا۔

جگت کا ہاتھ بھی پستول کے دستے پر جم گیا۔ "اس کھلونے سے کسی اور کو ڈرانا، مجھے نہیں۔ سمجھے؟" جگت نے مذاق اُڑانے والے انداز میں کہا، پھر مسکرا دیا۔ "نشے میں نشانہ خطا کر جاؤ گے۔"

جگت نے ہنومان کو آنکھ ماری۔ ہنومان درمیان میں آتا ہوا بولا۔ "ارے خاکی لباس والے! تم نشانہ بازی میں ہار جاؤ گے۔"

"مجھے خاکی لباس والا کہتا ہے؟" ارجن سنگھ غصے میں پاگل ہو گیا۔ "میں پولیس آفیسر ارجن سنگھ ہوں۔ جگا مجھ سے میلوں دُور بھاگتا ہے۔"

"اچھا......؟" ہنومان نے اُسے پانی پر چڑھایا۔ "جو جگا کی گرفتاری کے لئے میدان میں آئے تھے، وہ ارجن سنگھ آپ ہیں۔ پھر آپ طوائف کے کوٹھے پر کیوں بیٹھے ہیں؟"

"میں تو سنہا صاحب کے یہاں سے جانے کا انتظار کرنے کی غرض سے عیش کر رہا ہوں۔" ارجن نشے میں بول رہا تھا۔ "جب میرا نمبر آئے گا پھر جگا کو بتاؤں گا۔"

رادھیکا ارجن کی باتیں سن کر مضطرب ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جگا سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ جگت اب بے قابو ہو گیا۔ اُس نے ایک اور چال چلی۔

"ارجن سنگھ! تمہیں نشانے بازی کا بہت گمان ہے تو ہم آزما لیں؟" پھر پستول چھت پر لٹکتے ہوئے فانوس کی جانب کرتا ہوا بولا۔ "اس کے اُوپری حصے میں موم بتی جل رہی ہے، اُسے بجھانے والا جیتا ہوا تصور کیا جائے گا۔ اور جیتنے والا جو کچھ کہے گا، ہارنے والے کو کرنا پڑے گا۔"

"منظور......!" ارجن سنگھ نے چیخ کر کہا۔

"ٹھہرو......!" ہنومان نے مداخلت کی۔ "پستول کے دھماکے سن کر تمہارے سپاہی یہاں دوڑ آئیں، اس لئے کسی اور کو نہ آنے دیا جائے اس کی ہدایت کر دو۔ پھر ہم آزمائش کریں گے۔"

جب تمام معاملہ طے ہو گیا تو ابتدا ارجن سنگھ نے کی۔ آئینے میں دیکھ کر ارجن سنگھ نے موم بتی کا نشانہ لیا، گولی چلی اور دھماکے سے کمرہ ہل گیا۔ جگت قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ ارجن سنگھ کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس نے بہانہ بنایا۔ "میں اس وقت نشے میں ہوں اس لئے ایسا ہو گیا۔"

"بس...... ابھی سے ہار مان لی؟" جگت نے طنز کیا۔ "یہ تو کچھ نہیں...... میں آنکھوں پر باندھ کر نشانہ لوں گا۔ پھر تو تمہیں اعتراض نہیں ہے؟"

"ہاں...... یہ کچھ ٹھیک بات ہے۔" ارجن سنگھ پھیکی سی ہنسی ہنسا۔

جگت نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر نشانہ لیا، گولی چلی اور شمع بجھ گئی۔ ہنومان چیخ اُٹھا۔

"شاباش!...... پھر خیال آیا، لہٰذا جلدی سے بولا۔ "گستاخی معاف حضور...... شاباش راجکمار!"

ارجن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ جگت نے حکم دیا۔

"چلو کھڑے ہو جاؤ! اب جو میں کہوں تم وہی کرو گے۔"

ارجن سنگھ چڑ گیا۔ بولا۔ "میں بیٹھا سن رہا ہوں۔"

"مجھے مرد کا ناچ دیکھنے کا شوق ہے اور وہ بھی عورت کے لباس میں۔" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔ ارجن سنگھ کو سخت ناگوار گزرا۔ اُس کا ہاتھ پستول کی جانب بڑھا۔ جگت گرجا۔ "خبردار! پستو پر ہاتھ نہ رکھنا!"

"ہارنے کے بعد بدمعاشی کر رہا ہے......" ہنومان نے پستول چھین لیا۔

جگت نے سازندوں کو ساز بجانے کا اشارہ کیا۔ پستول کے ٹرائیگر پر اُنگلی رکھ کر ارجن سنگھ کھڑا کیا اور رادھیکا سے بولا۔ "اپنا دوپٹہ اسے اوڑھا دو!"

ارجن سنگھ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، مگر مجبوری تھی۔ اسلحہ لے لیا گیا تھا، سپاہی مدد کے لئے آ نہ سکتے تھے۔

"جب تک سنگیت جاری رہے گا، بغیر رُکے اگر رقص نہیں کیا تو پھونک ڈوں گا۔" جگت نے دانت پیس کر کہا۔

ارجن سنگھ لڑکھڑاتا ہوا بری طرح ناچنے لگا۔ دیکھنے والے بڑی مشکل سے ہنسی دبا کر دیکھ رہے تھے۔ رقص کرتے ہوئے تھک کر چور ہونے کے بعد ارجن سنگھ فرش پر گرا۔ جگت نے کھڑے ہو ارجن کے چہرے پر شراب چھڑکی۔ اُس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے سامنے پستول کا نشانہ لے کر جگت کھڑا تھا۔ ارجن نے رحم طلب انداز میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں ہار گیا کنور صاحب! آپ کسی سے نہ کہیں۔ میری عزت جائے گی اور میری ترقی رُک جائے گی۔"

جگت کا قہقہہ گونج اُٹھا۔ "تمہیں طوائف کے کوٹھے پر بیٹھ کر ترقی حاصل کرنی ہے؟" زوردار لات مار کر بولا۔ "جگا ڈاکو تم سے دُور بھاگتا ہے...... کیوں ایسا نہیں ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو! کہ وہ تم جیسوں کو نچانے کے لئے خود چل کر آتا ہے۔"

"اوہ......!" کہتے ہوئے ارجن سنگھ کے ہوش اُڑ گئے۔ جگت اور اُس کے ساتھی سب کو حیرا زدہ چھوڑ کر چلے گئے......!

OOO

سنہا کی جانب سے فوری بلاوا آیا، اس کی وجہ ارجن سنگھ سمجھ گیا۔ جگا نے اُس کی جو بے عزتی ،اس بات کا اُسے پتہ چل گیا ہے۔ اگر سنہا نے کچھ غلط رپورٹ لکھ دی تو بڑا افسر بننے کی اُس کی یہ ختم ہو جائے گی۔ اس بار کسی طرح اُسے سنہا کو راضی کرنا تھا۔ یہی اُمید لئے وہ سنہا کے پاس ہ گیا۔

"کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ......!" سنہا نے ارجن سنگھ سے کہا۔ پھر کاغذ پر کوئی نقشہ ترتیب نے لگا۔

"بہتر جناب......!" کہتا ہوا ارجن سنگھ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد پنسل ایک طرف رکھ کر انسپکٹر سنہا نے اُس کی جانب دیکھا۔ "جگا کی کیا خبر ہے؟" اس طرح پوچھ رہا تھا جیسے کسی رشتے دار کی خبر معلوم کر رہا ہو۔ مگر ارجن سنگھ اُس سے نظریں نہیں ملا ا سر جھکا کر بولا۔

"صاحب! وہ کھسک گیا۔"

سنہا کو اس شخص پر رحم آ گیا۔ انسان جب جرم کر لیتا ہے تو اس سے کوئی بات پوچھی جائے، اُس مجرم ذہن وہی بات تصور کر لیتا ہے جس کا اُسے خوف ہوتا ہے۔ اُس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ارجن سنگھ! میں طوائف کے کوٹھے والی بات نہیں پوچھ رہا۔"

"پھر بھی میں غلطی قبول کرتا ہوں۔" ارجن نے اپنا دفاع کیا۔

"سچ پوچھو تو وہ تمہاری بھول نہیں، لاپرواہی تھی۔" سنہا نے آخرکار کہا۔ ارجن سکتے میں آ گیا۔ نہا نے مزید کہا۔ "یہ تو اچھا ہوا کہ جگا نے تمہیں صرف نچا کر چھوڑ دیا، ورنہ......"

سنہا کے جملے کو ارجن سنگھ نے اپنے ذہن میں پورا کر لیا۔ 'ورنہ تم اس وقت میرے سامنے زندہ ہوتے۔"

موقع دیکھ کر ارجن نے ایک جھوٹ گھڑا۔ "صاحب! مجھے اطلاع ملی تھی کہ رات کو جگا طوائف کے کوٹھے پر آئے گا لہٰذا میں نے رسک لینا مناسب سمجھا۔"

اب سنہا ناراض ہو گیا۔ غلطی قبول کرنے کی بجائے یہ شخص بڑ ہانک رہا تھا۔ اُس نے سختی سے کہا۔ "آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہو گی۔ جگا کبھی طوائف کے گھر نہیں جاتا اس لئے اُس نے پنی ساتھیوں کو بھی منع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک سلامت ہے۔"

"صاحب! جگا کوئی مہاتما تھوڑی......"

مگر سنہا نے ہاتھ اُٹھا کر ارجن سنگھ کو آگے بولنے سے روک دیا۔

"اب یہ بحث ختم کرو...... دیکھو! میں نے ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ اس تین میل کے اندر جگا کی

دونوں پارٹیاں مقیم ہیں۔ وہ لوگ ایک رات سے زیادہ کہیں نہیں رُکتے۔ اُنہیں پھانسنے کے ہمیں دن رات بھٹکنا پڑے گا۔ درمیان میں گھنے جنگل، جھاڑیاں اور کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔ کھیتوں میں چھ فٹ کے قریب فصل کھڑی ہے جس میں چھپنا ان کے لئے آسان ہے۔ ہمیں دونوں جانب سے اُن پر دباؤ ڈالنا پڑے گا۔ ساتھ میں پورا اسلحہ اور بارود ہونا چاہئے۔ آٹھ دن مسلسل ہمیں جنگل اور کھیت پار کر کے آگے بڑھنا ہے۔ آپ مغرب سے آئیں، میں مشرق سے آؤں گا۔ درمیان اگر کہیں وہ لوگ مل گئے اور ہنگامہ شروع ہو گیا تو رائفل کے دھماکے سن کر ایک دوسرے کی مدد کے لئے پہنچ جانا پڑے گا۔''

''اور صاحب! اگر اُس کو ہم پا نہیں سکے پھر؟'' ارجن نے شک کا اظہار کیا۔

''پھر آج سے گیارہویں دن تم میری سیٹ پر بیٹھ جانا! میں اپنے گھر میں بیٹھ جاؤں گا۔'' سنہا کو ارجن سنگھ کے سوال کرنے سے نفرت ہو گئی۔

''نہیں صاحب...... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اُسے ہر حال میں گرفتار کر لوں گا۔'' ارجن نے سینہ پھلا کر کہا۔ جبکہ اُس کی نظر سنہا کے عہدے پر تھی۔

''ٹھیک ہے...... پھر ہم کل صبح روانہ ہو جائیں گے۔ کسی اور کو آپ یہ منصوبہ نہ بتائیں۔ بارود پورا اسٹاک ہونا ضروری ہے۔'' سنہا نے کہا اور دونوں مصافحہ کر کے الگ ہو گئے۔

سنہا اُس رات سو نہ سکا۔ ماضی کے کئی واقعات فلم کی طرح اُس کی نظروں سے گزرنے لگے اُس کا ذہن گہرے خیالات میں غرق ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ میز پر سے اُٹھا کر خط لکھنے لگا۔ خط پورا کر کے ایک لفافے میں بند کرتے ہوئے لفافے پر اکھنڈ سوبھاگیہ پربھا وتی...... اکھنڈ سوبھاگیہ وتی لکھتے ہوئے اُس کے ہاتھ لرز گئے۔ شاید وہ اس مہم سے نہ لوٹ سکے؟ اُس نے اسی سبب وہ خط اپنی بیوی کے نام لکھا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اُس نے دوسرا خط تیزی سے لکھا جس کے لفافے پر اکھنڈ سوبھاگیہ وتی چندن کور تحریر کیا۔ اُسے یاد آ گیا کہ اُس نے ہی چندن کور کو ''اکھنڈ سوبھاگیہ وتی'' دُعا دی تھی۔ دو میں سے کس عورت کا سہاگ اُجڑ جائے گا، کسے معلوم؟...... ''شاید دونوں کے ماتھے کا سیندور مٹ جائے؟'' اُس نے سوچا۔

دونوں لفافوں کو آنکھوں سے لگا کر سنہا نے اُنہیں الماری میں رکھ دیا، پھر اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے رائفل صاف کرنے لگا۔

O

سوتے جاگتے دن رات جگت کے ذہن پر سنہا کے خیالات کا قبضہ ہو رہا تھا۔ بار بار سنہا کا چہرہ اُس کی نظروں کے سامنے آ جاتا۔ اُس نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ اُسے یقین تھا کہ ایسا کسی ڈر کی وجہ سے نہیں ہو رہا، بلکہ یہ شاید کسی قسم کا ذہنی اشارہ ہے۔ کسی خطرے کے احساس کے طور پر اُس کا ذہن اُسے پہلے سے خبردار کر دیتا تھا اس لئے اُس نے اپنی چھٹی حس کے اشارے پر غفلت نہیں برتی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا۔

''بچن...... ہنومان! کچھ ہونے والا ہے۔ ہوشیار اور کرپال کو خبردار کر دو۔ وہ چوکنے رہیں

اری دونوں پارٹیاں پندرہ بیس میل کے فاصلے پر ہونی چاہئیں تاکہ خطرہ محسوس ہونے پر ایک دوسرے کو خبر کر دی جائے یا مدد کے لئے پہنچا جا سکے۔''

''کیوں...... سنہا کی دی ہوئی مہلت ختم ہو رہی ہے، اس وجہ سے کہہ رہے ہو؟'' ہنومان نے مونچھیں ملتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہمارے سامنے آئے تو پھر ہم بتائیں کہ اُس کی بیوی کی چوڑیاں ٹوٹتی ہیں یا نہیں؟'' ہنومان بہت زیادہ جوش میں نظر آ رہا تھا۔

''ہنومان......!'' جگت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''ایسا تمہیں نہیں بولنا چاہئے۔ مرد کسی کی عورت کو بیوہ بنانے کے لئے جنگ نہیں کرتے اور مرنے والے بہادر کی بیوہ کو دیکھ کر بہادری سے سر جھکا دیتے ہیں، رحم یا نفرت نہیں جتاتے۔''

''جگت سچ کہتا ہے ہنومان!'' بچن نے ہنومان کو سمجھایا۔ ''اُسی سنہا نے چندن بھابھی کو اکھنڈ سوبھاگیہ وتی کی دُعا دی تھی۔ ایسی بات چھوٹے ذہن اور دل کے آدمی نہیں کر سکتے۔''

''سمجھا...... مگر کیا سنہا کی ہمیں آرتی اُتارنی چاہئے؟'' ہنومان چڑ گیا۔ ''وہ ہم پر گولیوں کی بارش کرے اور ہم ہنستے ہوئے اُس کا استقبال کریں؟''

اسی لمحے دُور سے گھوڑ سوار آتا دکھائی دیا۔ ہنومان خوش ہو کر بولا۔ ''میرا یار کھانے کا سامان لے کر جلدی آ گیا۔ ورنہ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ سنہا کا نام لیا ہے لہٰذا بھوکا مرنا پڑے گا۔''

مگر آنے والے کے چہرے پر گھبراہٹ کے تاثرات تھے۔ اُس نے خبر دی۔ ''پولیس نے آگے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ میں نے شمشان میں مُردہ لے جانے والے لوگوں کو آپس میں باتیں کرتے سنا ہے اور وہیں سے لوٹ آیا۔''

جگت خیالات میں گم ہو گیا۔ سنہا سے مقابلے کا وقت آن پہنچا تھا......!

''پولیس کتنے فاصلے پر ہے؟'' جگت نے سوال کیا۔

''چار پانچ میل پر...... شاید اس سے بھی قریب۔'' آنے والے نے جواب دیا۔

جگت نے سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ سورج نصف آسمان پر چمک رہا تھا۔ دوپہر کی دُھوپ جسم سے پسینے کی بوندیں ٹپکا رہی تھی۔

نصف دن باقی رہ گیا ہے۔ پولیس پارٹی کا اس جانب آ جانے کا امکان زیادہ تھا۔ مقابلہ کے لئے یہ جگہ درست نہیں تھی۔ جگت ذہن میں کوئی سکیم ترتیب دے رہا تھا۔ ہنومان اور بچن، جگت کے حکم کے منتظر تھے۔

آخر کار جگا کچھ سوچ کر بولا۔ ''پولیس ہمیں تلاش کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچ جائے گی۔ اس سے پیشتر ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے اور جھاڑیوں کے درمیان اپنے آپ کو چھپا لینا مفید ہو گا۔ دشمنوں کی تعداد اور چال سے ناواقف ہونے کی صورت میں مقابلہ خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔''

''مگر پولیس پارٹی یہاں آئے گی، اس بات کا کیا ثبوت ہے؟'' ہنومان نے مشکوک لہجے میں کہا۔

''شمشان جانے والوں نے ہمارے آدمی کو دیکھ لیا ہے۔ جب یہ لوگ مُردہ جلا کر واپس لوٹیں گے تو پولیس ان سے پوچھ گچھ کرے گی۔ ہو سکتا ہے ان میں کوئی اس جانب اشارہ کر دے۔ اس

صورت میں پولیس اس جانب آئے گی۔ پھر گھوڑے کے قدموں کے نشانات بھی انہیں را۔ دکھائیں گے۔" جگت نے اُنہیں سمجھایا۔

"ہمیں ہوشیار سنگھ اور کرپال سنگھ کو بھی ہوشیار کر دینا چاہئے۔ تاکہ اس جانب سے پولیس آ۔ تو وہ اس سے نمٹنے کے لئے تیار رہیں۔" بچن نے تجویز پیش کی۔

"ہاں...... اس کا مجھے خیال ہے۔ مگر میں ایک دوسری ہی سکیم بنا رہا ہوں۔" اتنا کہہ کر جگت۔ گھوڑ سوار کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ "مغرب کی جانب کرپال کے اڈے پر جاؤ۔ اُس سے کہو شمال کی جانب جا رہے ہیں۔ وہ لوگ سیدھے آنے کی بجائے لمبا چکر کاٹ کر شمشان کے پا ہمارے ساتھ ہو جائیں۔ اگر دشمن زیادہ ہوئے تو ہم سب مل کر مقابلہ کریں گے۔ شام سے پہ راستہ کاٹ کر پہنچنا ضروری ہے۔"

گھوڑ سوار نے کہا۔ "اچھا سردار...... میں جا رہا ہوں۔" اور گھوڑا اپنی منزل کی طرف دوڑا۔ لگا۔ اُس کے جانے کے بعد جگت نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"چلو! سامان جمع کرو...... ہمیں بھی یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ چلو ہنومان! تم میری مانک کو۔ کر آگے جاؤ۔ ہم تمہارے پیچھے پیدل آ رہے ہیں۔ خطرہ نظر آنے پر چھپ جانا اور گھوڑی کو واپ لوٹا دینا۔ ہم سمجھ جائیں گے۔ رائفل کا دھماکہ کسی صورت میں نہ کرنا۔" جگت جانتا تھا کہ انسپکٹر ایک طرف سے حملہ کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ ممکن ہو سکا تو دو یا تین طرف سے گھیرنے کوشش کرے گا۔ شام تک مقابلہ ہونے کے امکانات تھے۔ ممکن ہے رات ہی ٹکراؤ ہو جائے۔ جگ ایک جھاڑی میں داخل ہوتے ہوئے بچن سے بولا۔

"یاد ہے تمہیں ایک سال پہلے جب ہم فوج میں تھے اور اسی طرح فرار کی تیاری کر رہے تھے ہمیں ڈاکو بنے ٹھیک ایک سال ہو گیا۔ یہی موسم تھا نا؟ مگر اس ایک سال میں کیا کچھ نہیں ہو گیا۔"

"ہاں جگت......!" بچن نے آہستگی سے جواب دیا۔ "مگر ماضی کی طرف دیکھنے کی بجائے ہمیں مستقبل پر نظر رکھنی چاہئے۔"

جگت خاموش رہا۔ وہ اپنی جگہ رُک گیا۔ اُسے دیکھ کر سب تھم گئے۔ وہ ایک بڑے درخت کو دیکھنے لگا۔ اُس نے ایک ساتھی سے کہا۔ "درخت پر چڑھ کر دیکھو ارد گرد کیا نظر آتا ہے؟"

فوراً ہی وہ شخص بندر کی سی پھرتی سے اُوپر پہنچ گیا۔ چاروں سمت نظریں گھما کر اُس نے دیکھا۔ ایک طرف لہلہاتے ہوئے کھیت تھے اور دوسری جانب کھلی زمین، تیسری سمت جنگل نظر آ رہا تھا اور چوتھی جانب شمشان میں چتا جل رہی تھی۔ وہ شخص نیچے آ گیا۔

"سردار! یہ جگہ مناسب ہے۔ درخت پر سے بہت دُور تک دکھائی دیتا ہے۔ شمشان کی جانب سے ہنومان گھوڑے پر واپس لوٹ رہا ہے۔ چتا جلانے والے بھی واپس لوٹ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے...... یہیں پڑاؤ ڈالو!" جگت نے حکم دیا۔

کچھ دیر بعد ہنومان واپس لوٹا۔ اُس نے کہا۔ "جگت! اس جانب چڑیا کا بچہ بھی نظر نہیں آتا۔ اس جانب سے پولیس کا خطرہ نہیں ہے۔"

"مگر مُردے کو لانے والے لوگ سلگتی ہوئی چتا چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں؟" جگت نے

اچھا۔ ہنومان چونک پڑا۔ پھر اُس نے پوچھا۔

"تمہیں یہاں سے کیسے پتہ چلا؟"

جگت نے درخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہماری چوکی ہے۔ یہاں سے ہم آس اس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔"

"واہ......" کہتا ہوا ہنومان درخت پر چڑھنے لگا۔ وہ چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد نیچے ترنے کی بجائے اُوپر ہی جم گیا۔ جگت نے اُسے آواز دی۔

"زیادہ دیر بیٹھنے سے کسی کی نظر میں آ جاؤ گے۔ پولیس والوں کے پاس دُوربین ہوتی ہے۔"

ہنومان نیچے آ گیا۔ "جگت! بہت زیادہ بھوک لگی ہے۔ خالی پیٹ سے لڑائی میں مزہ نہیں آئے ا۔ کچھ انتظام کرنا پڑے گا۔"

"تو کیا ایک وقت بھوکا نہیں رہا جا سکتا؟" جگت نے مسکرا کر کہا۔

ہنومان نے منہ بنا لیا۔ "یار! بھوکے پیٹ تقریر اچھی نہیں لگتی۔ راستے میں کچھ خرگوش ملے تھے مگر رائفل کا فائر منع تھا لہٰذا صبر کرنا پڑا۔"

"مگر پیارے! شکار ملنے پر بھی اسے پکایا کس طرح جاتا؟ ہم یہاں آگ تو جلا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ آگ کے ساتھ دُھواں بھی لازمی ہے۔ اور دُھواں پولیس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس لئے تم کھانے کا خیال چھوڑ دو۔" جگت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں فی الحال وعظ سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں انتظام کر لوں گا بڑا بھائی! تم اجازت دو۔" ہنومان بھوک سے دیوانہ ہو رہا تھا۔

"مگر پکاؤ گے کہاں؟" جگت کے لہجے میں اُلجھن تھی۔

آدمی منظوری مل گئی یہ سمجھ کر ہنومان گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ "اس کی فکر مت کرو...... مجھے ترکیب سوجھ گئی ہے۔" ہنومان نے ہاتھ اُٹھا کر کہا اور روانہ ہو گیا۔ سب کو بھوک لگی تھی لہٰذا ہنومان کا جوش اُنہیں پسند آیا۔ جگت نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر اپنی مرضی پوری نہ کرے تو اسے ہنومان کون کہے گا؟"

ڈیڑھ گھنٹے بعد پسینے سے تر ہنومان واپس لوٹا۔ اُس کے لباس پر خون کے دھبے تھے۔ گھوڑی پر سے بنڈل اُتار کر سب کے درمیان رکھا۔ "لو! جنگل میں منگل مناؤ یارو......!" پکا ہوا بکرا دیکھ کر سب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ جگت نے حیرت سے پوچھا۔

"ہنومان! تم کہاں سے پکا لائے؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے پیٹ بھر لو!" ہنومان نے ہاتھ اُٹھا کر کہا اور سب آم کے بڑے پتوں کو توڑ کر ان پر گوشت رکھ کر کھانے لگے۔ پانی کی مشکیں اُن کے پاس موجود تھیں۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ڈکار لیتے ہوئے ہنومان بولا۔ "آج مجھے قصائی اور باورچی دونوں بننا پڑا۔ شمشان کی چتا پر بکرا پکایا تھا۔ کھاتے ہوئے دل خراب نہ ہوں اس لئے میں نے پہلے نہیں کہا۔ پھر منہ پھلا کر کہا۔ "اب سنہا کو آنے دو...... دو دو ہاتھ کر لیں گے۔"

سورج مغرب کی جانب جھک رہا تھا۔ جگت اور اُس کے ساتھی لیٹ گئے۔ دو آدمی چوکیداری

کے فرائض انجام دینے لگے۔ ایک ہر آدھے گھنٹے بعد درخت کے اُوپر چڑھ کر ہر طرف کا جائزہ ضرور لے لیتا تھا۔ چار بجے کے قریب درخت پر سے آواز سنائی دی۔

''پولیس والے نظر آ رہے ہیں۔ ہوشیار!''

جگت خود درخت پر چڑھ گیا۔ سب کے ہاتھ ایک دم اپنی اپنی رائفلوں پر پہنچ گئے۔ تقریباً دو میل دور کھیتوں کے درمیان اُسے خاکی لباس والے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ جگت نے اُوپر سے آواز دی۔ ''میرے اندازے کے مطابق یہ بارہ آدمی ہیں۔ مگر سنہا صرف اتنے آدمی نہیں لایا ہو گا۔'' پھر اُس نے گہری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ مغرب کی سمت بھی اُسے مشکوک قسم کی سرگرمی نظر آئی۔ اُس نے نیچے اُتر کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''تین طرفہ حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں تیار رہنا ہے۔'' اس کے بعد جگا نے جلدی جلدی اپنے تمام ساتھیوں کو مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ اُس نے ایسا کرتے ہوئے سمتوں کا خیال رکھا تھا۔

انسپکٹر سنہا بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی پارٹی تین حصوں میں تقسیم کر دی تھی۔ گھنٹے بھر تک دور بین کے ذریعے اُس نے اچھی طرح جائزہ لیا تھا کہ مخالف سمت والی جھاڑیوں سے بار بار کسی کا سر دکھائی دے رہا ہے۔ سادے لباس والوں کو اُس نے مختلف سمتوں میں دوڑایا۔ گھوڑے کے قدموں کے نشانات سے اُس نے اندازہ لگایا کہ ڈاکو کہیں قریب ہی چھپے ہوئے ہیں، شام تک اُنہیں گھیر لینا چاہئے۔ ارجن سنگھ کی پارٹی یہاں پہنچ جائے اس صورت میں چاروں سمتوں سے گھیرا ڈالا جا سکتا تھا۔ مگر سنہا کو ارجن سے اُمید نہیں تھی۔ اس لئے تین اطراف سے حملہ کرنے کا پلان تیار کیا گیا۔ اگر ڈاکو چوتھی سمت فرار ہو گئے تو اس صورت میں ارجن سنگھ کے ہاتھ لگیں گے۔

پہلا دھماکہ ہوا اور جنگل پرندوں کے شور سے گونجنے لگا..... شمشان کی جانب سے ایک ساتھی دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ جگت اور اُس کے ساتھیوں نے رائفلیں سیدھی کر لیں۔

''پولیس.....!''

''کتنے ہیں؟'' جگت نے پوچھا۔

''آٹھ سے نو یا..... اُنہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ مگر میں فائر سے بچ کر یہاں آ گیا ہوں۔''

وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ جگت فوراً گھوڑی پر سوار ہوا اور آدھے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ دوسرے آدھے ساتھیوں کو آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ایک جگہ چھپا دیا۔ اُن سے کہا گیا تھا ضرورت پڑنے پر موقع دیکھ کر انہیں اچانک ٹوٹ پڑنا ہے۔

پولیس پارٹی کے ایک آدمی نے جگا کے ساتھی پر فائر کیا۔ اس سے سنہا غصے میں بھر گیا۔ ''تجھے اتنی کیا جلدی تھی بیوقوف؟ اب دوڑو! ورنہ ڈاکو فرار ہو جائیں گے۔''

جھاڑی میں داخل ہونے کے بعد سنہا چوکنا ہو گیا۔ راستہ بہت گھنا تھا۔ بڑے گھنے درختوں کے درمیان ڈاکو آسانی سے چھپ سکتے تھے۔ عقب سے حملہ ہونا ممکن تھا۔ ہر قدم پر موت اُن سے قریب ہو رہی تھی۔ صورتِ حال خاصی نازک تھی۔ سورج غروب ہونے میں ابھی دیر تھی مگر روشنی

گھنی جھاڑیوں میں داخل نہیں ہو رہی تھی۔ وزنی جوتوں کے نیچے آ کر سوکھے پتے کچلنے کی وجہ سے آواز پیدا کر رہے تھے۔ اس لئے پولیس کو بہت زیادہ احتیاط سے آگے بڑھنا پڑ رہا تھا۔ درختوں کے نیچے چھپتے چھپاتے سنہا تیس چالیس گز جھاڑیوں میں اندر پہنچ گیا۔ اچانک سن کی آواز کرتی ہوئی گولی اُس کے شانے کے بالکل قریب سے نکل گئی..... یکے بعد دیگرے چار فائر ہوئے اور ایک پولیس مین گرا۔ فائر ہنومان نے کیا تھا۔ وہ سنہا کو نشانہ بنانا چاہتا تھا مگر اُس کا نشانہ خطا ہو گیا اور ہنگامہ شروع ہو گیا..... اُن کے درمیان پچیس تیس گز کا فاصلہ تھا۔ ڈاکو اور پولیس تقریباً ایک دوسرے سے قریب تھے۔ سنہا نے پستول کے فائر سے جواب دیا۔ مقابلے میں تین فائر ہوئے۔ اس طرح باقاعدہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ سنہا ایک موٹے تنے کے پیچھے سے چھپ کر فائرنگ کر رہا تھا۔ اُسے جگت کی آواز سنائی دی۔

''جان پیاری ہے تو واپس لوٹ جاؤ.....!''

مگر سنہا کی گولی نے اُس کا چیلنج قبول کر لیا۔ پھر وہ کچھ دیر رُک گئے۔ اُنہیں جلدی نہیں تھی کیونکہ اندھا دُھند فائرنگ سے سوائے کارتوس ضائع ہونے کے اور کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پولیس کو اس وقت تک انتظار کرنا تھا یا ڈاکوؤں کو اُلجھائے رکھنا تھا جب تک کہ اُن کی پارٹی کے بقیہ افراد دائیں بائیں سے ڈاکوؤں کو گھیر نہ لیں۔ پولیس کی جانب سے فائرنگ کی کمی محسوس کر کے جگت چونک پڑا اور ہنومان کو مخاطب کر کے بولا۔

''پولیس کی فائرنگ کم ہونے میں یقیناً سنہا کی کوئی سوچی سمجھی سکیم کارفرما ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہوں اس لئے تم کچھ ساتھیوں کو اُدھر متعین کر دو!''

اس دوران اُس طرف سے بھی فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں جدھر ڈاکوؤں کا دوسرا گروہ چھپا ہوا تھا۔ جگت سمجھ گیا کہ اُدھر بھی مقابلہ شروع ہو چکا ہے۔

سنہا بھی سمجھ گیا کہ ڈاکوؤں نے بھی الگ الگ مورچے قائم کر لئے ہیں۔ ہنومان، سنہا کو ختم کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔ اُس کی نظریں اُس درخت کے تنے پر جمی ہوئی تھیں جس درخت کے پیچھے سنہا چھپا ہوا فائرنگ کر رہا تھا۔ سنہا کی ذرا سی بھی حرکت یا غفلت کا ہنومان پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ اسی لمحے تیسری سمت سے اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور ہنومان کے بازو کو چھیلتی ہوئی نکل گئی۔ جگت اور بچن نے فوراً اُس سمت فائر کیا۔ جگت کی گولی ایک پولیس والے کی پنڈلی کے پار نکل گئی۔ ہنومان کا لمبا چوغا بھیگ گیا۔ مگر اُس نے بہتے ہوئے خون کی پرواہ نہیں کی۔

''ہنومان! تم زخمی ہو؟'' جگت نے پوچھا۔

''یہ بہت معمولی زخم ہے۔'' کہہ کر ہنومان نے سنہا کا نشانہ لیا۔ ''میں آج سنہا کے بچے کو نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے میری لاش ہی کیوں نہ گر جائے۔''

''ہنومان! تم جلد بازی مت کرو۔ ہمیں پہلے دشمن کی طاقت کا اندازہ کرنا ہے۔'' جگت نے ہنومان کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ کچھ دیر کے لئے جگت اور سنہا کی پارٹیوں کے درمیان مکمل خاموشی رہی۔

مگر سنہا موقعے کی تلاش میں تھا اور جگت حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

''بچن، ہنومان! ہم ایک ایک کر کے پیچھے سرک جائیں۔ ہمیں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے پیچھے ہے۔''

اس کے ساتھی بحفاظت پیچھے ہٹ جائیں اس غرض سے جگت نے سنہا والی سمت فائرنگ شر کر دی۔ پھر وہ فائرنگ کرتا ہوا خود پیچھے ہٹنا چاہتا تھا کہ اسی لمحے سنہا نے اُس پر فائر جھونک د ہنومان نے تقریباً چیختے ہوئے جگا کو متوجہ کیا۔ ''سنبھلو جگت......!''

اور اس کے ساتھ جگت پہلو کے بل گھوم گیا۔ گولی اُس کی پشت پر سے گزر گئی۔ بچن نے سنہا پر فائر کیا۔ اسی دوران جگت ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ سنہا نے سوچا ڈاکو فرار ہونا چا ہیں۔ اس لئے اُس نے فوراً حکم دیا۔

''آہستگی سے آگے بڑھو......!''

جگت اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی پولیس والے درختوں کے پیچھے سے باہر آئے ا نے فائر کیا۔ ایک دشمن لیٹ گیا۔ ہنومان تنے پر چڑھ کر سنہا کو ٹھکانے لگانے کے لئے نشانہ لینے مگر اس سے پہلے سنہا کی گولی اُس کی پنڈلی کے آر پار ہو گئی۔ اُس نے زخم کی پرواہ کئے بغیر سنہا فائر کیا مگر گولی سنہا والے درخت کے تنے میں گھس گئی۔

اُسی وقت دُور سے رائفلوں کے تین فائر ہوئے۔ تین ہوائی فائر...... فوراً ہی جگت سمجھ گیا کرپال اور ہوشیار کی پارٹی مدد کے لئے آ پہنچی ہے۔ مگر سنہا سمجھا کہ ارجن کا دستہ آ گیا ہے۔ ہنوما جوش میں آ گیا۔ سنہا نے سر باہر نکالا اور ہنومان نے فائر کیا۔ اسی لمحے سنہا کی پستول گرجی ا ہنومان کی پسلی میں سوراخ ہو گیا...... وہ قلابازی کھاتا ہوا نیچے گرا۔ جگت نے محسوس کیا کہ ا ہنومان بے حد زخمی ہونے کی صورت میں مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اُس نے ہنومان کو ا طرف کھینچا لیکن اُس نے جگت کو دھکیل دیا۔ پھر اُس نے سنہا پر فائر کیا۔ اس مرتبہ ہنومان کی گو کام کر گئی...... گولی سنہا کے گھٹنے میں اُتر چکی تھی۔ وہ بھی لڑکھڑا کر گرا۔ ہنومان دوسرا فائر کرنا چا تھا مگر جگت نے اُسے پیچھے کھینچ لیا۔ زمین پر خون کی لکیر بن گئی۔ پسلی پر ہاتھ دبا کر ہنومان چیخا ''جگت! میری فکر مت کرو۔ تم سنہا کو ٹھکانے لگاؤ۔ ورنہ...... میں خود کھڑا ہو کر اُس سے مقابلا کروں گا۔''

سورج ڈوب رہا تھا اور آہستہ آہستہ ہر طرف اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ جار تھی۔ سخت زخمی ہونے کے باوجود سنہا کے اوسان ابھی بجا تھے۔ اُس نے حکم دیا۔

''خبردار...... کوئی پیچھے نہیں ہٹے گا۔''

اور اس کے ساتھ ہی وہ زخمی پیر کے باوجود ایک دم تن کر کھڑا ہو گیا۔

دوسری جانب ہوشیار اور کرپال اُلجھن میں گرفتار تھے۔ دشمنوں اور ساتھیوں کا اندھیرے میں اندازہ لگانا مشکل تھا۔ کرپال نے ایک ترکیب آزمائی۔ تلوار سے درخت کاٹ کر اُس پر صافے کپڑا رکھ کر مشعل جلائی۔ اسی لمحے ایک سنسناتی ہوئی گولی مشعل کی روشنی میں سے گزر گئی۔ مشعل کی روشنی میں خاکی لباس والا صاف نظر آ گیا۔ کرپال سنگھ نے ہوشیار سنگھ سے کہا۔

''دشمن سامنے کی سمت ہیں۔'' یہ کہہ کر اُس نے اپنی بتائی ہوئی سمت فائرنگ شروع کر دی۔

جگت اندھیرے کا فائدہ اُٹھا کر ہنومان کو گھسیٹنے لگا۔ اُس نے بچن سے کہا۔ ''میں ہنومان کو پیچھے یک کھیت میں چھوڑ آتا ہوں۔''

ہنومان نیم بیہوش ہو گیا تھا۔ اب تک اُس کی پنڈلی اور پسلی سے بے تحاشہ خون بہہ چکا تھا۔ جگت کو ہار جیت کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنے پیارے ساتھی ہنومان کو گنوا کر جیت قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد جگت ہنومان کو جھاڑی کے پیچھے لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ بری طرح ہانپنے لگا۔ خون سے اُس کا تمام لباس بھیگ گیا۔

وہ سانس لینے کے لئے رُکا، اُسی وقت اُس نے اندھیرے میں چمکتی ہوئی سفید گھوڑی دیکھی۔ اس نے فوراً آواز دی۔ ''مانک......!'' گھوڑی فوراً قریب آ گئی۔ اُس نے گھوڑی کی پشت تھپتھپا کر کھیت کی طرف اشارہ کیا، پھر ساتھیوں کو فرار ہونے کے لئے ہوائی فائر کر کے اشارہ دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس پر ڈاکوؤں کی دھاک بٹھانے کے لئے یہ جھڑپ ضروری تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ دو چار پولیس والوں کے مرنے سے دشمن کی قوت کم نہیں ہوتی۔ جگت گھوڑی کے پیچھے چلتا ہوا کھیت میں داخل ہوا۔ چھ فٹ اُونچے دھان کے کھیت میں پولیس کی نظر میں آنے کا خطرہ نہیں تھا۔ کچھ دُور روشنی دکھائی دیتے ہی جگت اُس جانب بڑھا۔ وہاں کسی کسان کا چھوٹا سا جھونپڑا نظر آ رہا تھا۔ جگت نے گھوڑی کو رُکنے کا اشارہ کیا، پھر اپنی پشت پر لدے ہوئے ہنومان کو زمین پر لٹا کر اُس نے جھونپڑی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''اندر کون ہے......؟'' جگت نے آواز دی۔

کچھ دیر بعد ایک عورت کی دبی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''میں ہوں بھائی! تم جو بھی ہو اندر آ جاؤ۔ مجھے آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔''

جگت دروازے کو کھول کر اندر پہنچا۔ ایک بڑھیا چارپائی پر پڑی ہوئی تھی۔

''ماں جی! زخم پر لگانے کی کوئی دوا ہے گھر میں؟''

''ہاں...... سامنے جھلی میں پڑی ہوئی ہے۔'' بڑھیا نے کہا۔ ''کیا گولی لگی ہے؟''

''ہاں ماں جی......!'' یہ کہہ کر جگت نے دیسی جڑی بوٹی لی اور جھونپڑے سے باہر آ گیا۔ پھر اُس نے وہ دوا ہنومان کے زخموں سے لگائی اور صافے کی دھجیاں بنا کر زخموں پر مضبوطی سے باندھ دیں۔ نیم بے ہوش ہنومان درد سے کراہ رہا تھا۔ اس مختصر عرصے میں خون کافی نکل کر زمین پر پھیل گیا تھا۔ پسلی کا زخم خطرناک تھا۔ ہنومان کی یہ حالت دیکھ کر جگت کا دل بھر آیا۔ ہر لمحہ ہنومان کو موت سے قریب لے جا رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اُس نے دُور ٹارچ کی روشنی حرکت کرتے دیکھی۔ وہ چونکا۔

''پولیس تعاقب کر رہی ہے......'' جگت بڑبڑایا۔ ''شاید وہ یہاں تک خون کے نشانات دیکھتے ہوئے پہنچے ہیں۔''

اُس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مگر اُس کی کوئی بھی حرکت ہنومان کی زندگی ختم کر سکتی تھی۔ اس لئے اُس نے ضبط سے کام لیا۔ وہ فرار ہونے کے متعلق سوچنے لگا۔ اُس کی نظر ایک چارپائی پر پڑی۔ اُس نے چارپائی کے چاروں پائے کاٹ دیئے۔ اس طرح چارپائی کو اسٹریچر کی طرح بنا کر

اُس نے جلدی سے ہنومان کو اس پر لٹا دیا۔ جھونپڑی سے ایک مضبوط رسّی لا کر اُس نے ہنوما چارپائی سے باندھا، پھر اُسی رسّی کے دوسرے اُس نے کس کر گھوڑی سے باندھ دیئے، پھ جست لگا کر گھوڑی کی پشت پر سوار ہو گیا۔

''مانک......!'' اُس نے گھوڑی کو ایڑ لگائی اور مانک بندوق کی گولی کی طرح روانہ ہو گ تھوڑے تھوڑے وقفے سے جگت ہنومان پر نظر ڈال لیتا تھا۔ دو فرلانگ کے فاصلے پر پہنچے اچانک پیچھے سے فائر ہوا...... پھر تو جیسے گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ جگت دوڑتی ہوئی گھوڑی پشت پر بیٹھے ہوئے ہی جوابی فائرنگ کرنے لگا۔ جگت کا تعاقب کرتے ہوئے جھونپڑی تک پ پہنچتے سنہا کے پیر کا زخم شدت اختیار کر گیا اور وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ قلا بازی کھا کر گرا۔ ا کے باوجود اُس کا پستول دنا دن فائرنگ کرنے لگا۔ مگر اب اُس کی آنکھوں میں اندھیرے دائرے رقص کر رہے تھے۔ جگت کو فرار ہوتے دیکھ کر اُس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ اور اُس وقت جگ دانت پیس کر یہ عہد کر رہا تھا کہ اگر ہنومان مر گیا تو وہ اُس وقت تک اپنے دوست کی چتا نہیں جلا۔ گا جب تک سنہا کو تڑپا تڑپا کر نہ مار دے۔

چاند کے ہلکے اُجالے میں جگت تیزی سے راستہ طے کر رہا تھا۔ پانچ سات میل آگے نکل کر اُ نے گھوڑی روک لی۔ پولیس اب تعاقب نہیں کر رہی یہ یقین کرنے کے بعد وہ گھوڑی سے کودا۔ گھوڑی کے پیچھے اسٹریچر نما چارپائی پر گھسٹتا ہوا ہنومان اب بھی بیہوش تھا۔ اُس کی سانس چ رہی تھی۔ مگر جگت نے محسوس کیا کہ سانس کی رفتار بہت سست ہے۔ ہنومان کے چہرے سے اُس۔ گرد صاف کی، پھر اپنے سر کا پھٹا ہوا صافہ کھول کر اُس میں سے مزید تین چار پٹیاں بنائیں۔ ہنوما کی پسلی کا خون اب بھی بند نہیں ہوا تھا۔ اُس نے یہ پٹیاں بھی اُس کے زخم پر کس کر باندھ دیں۔ ز کی تکلیف سے ہنومان تڑپنے لگا۔ اُس کے چہرے پر شدید تکلیف صاف جھلک رہی تھی۔ جگت آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''دوست! کچھ دیر ضبط کر لے۔ ابھی میں تیرا علاج کراتا ہوں۔'' اُس کے حلق میں الفاظ اٹک رہے تھے۔ پھر وہ گھوڑی پر سوار ہوا اور مانک دوڑنے لگی۔

ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ راستہ سنسان ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بے فکر تھا۔ کچے راستے گھسٹتے ہوئے اسٹریچر کی عجیب سی آواز کی دھمک وہ اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا۔ کبھی قریب درخت سے کسی پرندے کی چیخ یا پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے سخت دل والا ڈاکو کپکپا جاتا۔ بار بار وہ مڑ کر دیکھ لیتا تھا جیسے وہ دیکھ رہا ہو کہ موت کا فرشتہ اُس کے دوست کی جان لینے تو نہیں آ رہا؟ دُو روشنی نظر آنے لگی۔ جگت کے دل میں اُمیدوں کا چراغ روشن ہو گیا۔ اُس نے ذہن پر زور دیا کہ کون سا گاؤں ہے؟ مگر کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ پہلے اس طرف نہیں آیا۔

''جو بھی ہو......'' وہ بڑبڑایا۔ ہنومان کی جان بچانے کی خاطر وہ بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کو تیار تھا۔

روشنیاں قریب آ گئیں۔ دو ایک کتے اُسے دیکھ کر بھونکنے لگے مگر وہ پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ ایک جھونپڑے کے قریب پہنچ کر اُس نے آواز دی۔ ''کوئی ہے؟''

فوراً ہی دروازے میں ایک عورت نظر آئی۔ مگر رائفل بردار کو دیکھ کر واپس لوٹ گئی۔ جگت نے وڑی کو اور قریب لے جا کر پھر آواز دی۔ ''یہ کون سا گاؤں ہے؟''

اس مرتبہ ایک مرد باہر آیا۔ جھونپڑے کے اندر سے باہر کی طرف آتی ہوئی مدھم روشنی میں اُس نے جگت کا چہرہ دیکھا اور بولا۔ ''شاید آپ لوگ شکاری ہیں۔ کیا تمہارا ساتھی زندہ ہے؟'' اُس نے ی خیز لہجے میں کہا۔ جگت کو اُس کے لہجے پر غصہ آ گیا مگر اُس نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''میں پوچھ رہا ہوں یہ کون سا گاؤں ہے؟ یہاں کوئی ڈاکٹر ملے گا؟''

''ڈاکٹر......!'' کہتے ہوئے وہ شخص سوچ میں گم ہو گیا۔ جگت کا دل چاہا کہ اُسے گولی مار دے۔ لص پھر بولا۔ ''اس کا مطلب ہے آپ کا ساتھی زندہ ہے۔ اس شیطان کے پنجے سے کوئی واپس یں ہوتا۔''

جگت مزید ضبط نہ کر سکا۔ وہ رائفل سے اُس شخص کا نشانہ لے کر بولا۔ ''میں جو پوچھ رہا ہوں ں بات کا جواب دو!'' اُس کے لہجے میں ایک دم درندگی آ گئی۔ ''ورنہ گولی مار دوں گا۔ سمجھے؟''

''بھائی صاحب! میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ مگر آپ جلد باز ہیں...... ہمارے پچیس گاؤں کے میان ایک ہی ڈاکٹر ہے۔ دوسری جانب چرچ کے قریب جاؤ! وہاں کرسچین ڈاکٹر ہے۔ وہ بغیر یے علاج کرتا ہے۔ بہت رحمدل آدمی ہے۔''

جگت نے مزید رُکنا مناسب نہیں سمجھا۔ بھونکتے ہوئے کتوں کے درمیان سے گزر کر وہ آگے ھنے لگا۔ کئی جھونپڑوں کے دروازوں میں سے لوگ جھانکتے ہوئے نظر آئے مگر جگت کو اُن کی انب دیکھنے کی فرصت نہیں تھی اُس کی نظر چھوٹے سے چرچ پر بنے ہوئے کراس پر جمی ہوئی تھی۔ اندنی کے ٹھنڈے اُجالے میں اُس کراس کو دیکھ کر اُس کے دل میں ٹھنڈک ہو رہی تھی۔ چرچ کے س ایک کوارٹر بنا ہوا تھا۔ جگت نے سوچا کرسچین ڈاکٹر کا یہی مکان ہے۔ اندر چراغ جل رہا تھا۔ ھوڑی پر سے جست لگا کر وہ ہنومان کے قریب آ گیا۔ اُس نے ہنومان کی ناک پر اُنگلی رکھی۔ انس ابھی چل رہی تھی۔ اُس نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر ایک ہاتھ میں رائفل تھامے ہوئے ں نے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد اندر سے آواز آئی۔

''کون ہے......؟''

''مسافر ہوں...... جلدی دروازہ کھولو!'' جگت نے بے چین لہجے میں کہا۔

دروازہ کھلا، ہاتھ میں لیمپ تھامے ہوئے ایک بوڑھا شخص سامنے کھڑا تھا جس کی داڑھی مونچھ اور بھنویں تک سفید تھیں۔ اُس کی بوڑھی آنکھوں میں چمک تھی۔ اُس کے چہرے کی جھریاں اُس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کا ساتھ دے رہی تھیں۔ جگت کے ہاتھ میں رائفل دیکھنے کے باوجود ڈھے کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر جگت نے رائفل شانے پر لٹکالی۔

''ڈاکٹر صاحب! میرا ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔'' اُس نے یہ کہتے ہوئے ہنومان کی جانب ڈاکٹر کی توجہ مبذول کرائی۔

''پھر یہاں کھڑے میرا چہرہ کیا دیکھ رہے ہو بھائی؟ پہلے اسے اندر لے آؤ!'' ڈاکٹر کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ پھر وہ خود باہر آ گیا۔ جگت نے گھوڑی کے ساتھ بندھی ہوئی رسّی کھولی۔ ڈاکٹر نے

لیمپ رکھ دیا۔ پھر دونوں چار پائیوں کے اسٹریچر کو اُٹھا کر ہنومان کو اندر لے آئے۔ اسی وقت ڈ کی بیوی اندر آ گئی۔ اُس نے ہنومان کو اندر لانے میں اُن کا ساتھ دیا۔

"میری! تم پانی گرم کرو۔" یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے ہنومان کو ٹیبل پر لٹا دیا۔ پھر جگت کی جا دیکھے بغیر پوچھا۔ "جنگلی درندے نے اسے زخمی کیا ہے؟"

"نہیں ڈاکٹر! اسے گولی لگی ہے۔" جگت نے جواب دیا۔ ڈاکٹر کے ہاتھ برابر کام کر ر تھے۔ پسلی کی پٹی کھولتے ہی خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ ڈاکٹر نے پھر جلدی سے پٹی کس دی۔ اتنی میں میری آپریشن کا سامان اور دوائیں لے کر آ گئی۔ ڈاکٹر سر جھکائے کام کر رہا تھا۔ وہ درمیان جگت سے بات بھی کرتا جا رہا تھا۔

"گہرا زخم ہے...... کس نے گولی ماری اسے؟"

جگت جواب دیتے ہوئے ہچکچایا، پھر بولا۔ "میں نے گولی ماری۔" ڈاکٹر نے جھٹکے سے سر اُ کر اُس کی جانب دیکھا۔ جگت نے نظریں جھکا لیں تاکہ اُس کا جھوٹ چھپا رہے۔

"تم نے اسے زخمی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔ عجیب سی بات ہے۔" ڈاکٹر نے اُ ہوئے کہا۔

جگت نے تفصیل بتائی۔ "یوں تو ہم دونوں گہرے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا میں غصے میں آ گیا اور یہ غلطی ہو گئی۔ مگر اب میں پچھتا رہا ہوں ڈاکٹر! اسے بچا لو۔ میں زندگی بھ تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔ ورنہ زندگی بھر......"

"جیل میں سڑ جاؤ گے۔ کیوں؟" ڈاکٹر نے اُس کا جملہ مکمل کر دیا۔ اس بار آواز میں کچھ تھی۔ "جرم کے بعد پچھتانا اچھی بات ہے۔ مگر یہ پچھتاوا کچھ دیر قائم رہتا ہے مسٹر! انسان کو جر سے سبق لینا چاہئے۔" جگت خاموش رہا۔ ڈاکٹر گرم پانی سے زخم صاف کر رہا تھا۔ اُس نے کہا "لیمپ تھام کر کھڑے رہو!"

جگت نے فوراً ڈاکٹر کے کہنے پر عمل کیا۔ ہنومان آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹ متحرک تھے۔ اچانک وہ چیخا اور جگت کانپ گیا۔ ہاتھوں میں تھما ہوا لیمپ گرتے گرتے بچا۔

"میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مگر بچنا بہت مشکل ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر...! اسے بچا لو۔ کسی قیمت پر اس کی جان بچا لو!" جگت گڑگڑانے لگا۔ "آپ طلب کریں گے دُوں گا۔" جگت کی بات سن کر ڈاکٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اگر میں نے اس لئے ڈاکٹری پڑھی ہوتی تو پھر مجھے اس جنگل میں بھٹکنے کی کیا ضرورت تھی ان پھٹے ہوئے کپڑوں والے مفلس لوگوں سے مجھے کیا ملتا ہے؟"

ہنومان ایک مرتبہ پھر زور سے چیخا۔ ڈاکٹر نے اپنی بیوی کو ہدایت کی۔ "بے ہوشی کی دوا لے آؤ! بے ہوش کرنا پڑے گا۔ گولی کافی گہرائی میں ہے۔"

ہنومان کو بیہوش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اُس کی پسلی سے گولی نکال لی۔ ڈاکٹر کے ماتھے پ پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور ہاتھ خون سے بھیگ گئے تھے۔ ڈاکٹر کی نظر گولی پر ٹھہر گئی۔ اُ نے جگت کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا پستول کہاں ہے؟"

"ڈاکٹر صاحب! میرے پاس رائفل ہے پستول نہیں۔" جگت نے جواب دیا۔

"مگر اس کی پسلی سے تو پستول کی گولی نکلی ہے۔" ڈاکٹر کا سوال اور اُس کی نظروں کی تاب نہ لا جگت نے سر جھکا لیا۔ وہ چونک گیا۔ اُس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔

"کیا ایسے سچے آدمی سے بہانہ بازی چل سکتی ہے؟" جگت نے سوچا۔

"جو سچ نہیں بول سکتا وہ مجھے کیا دے گا؟" ڈاکٹر نے زخم میں دوا بھرتے ہوئے کہا۔ جگت کے ا کو ڈاکٹر کی بات لگ گئی۔

"ڈاکٹر صاحب! میں نے جھوٹ بولا تھا۔ مگر آپ کا احسان چکانے میں بے ایمانی نہیں کروں ۔ میں شکاری نہیں، ڈاکو ہوں۔ اسے میری گولی نہیں لگی، بلکہ پولیس کی گولی سے زخمی ہوا ہے۔" ت سب کچھ ایک سانس میں کہہ گیا۔

"تمہارا نام؟" ڈاکٹر نے کسی تاثر کے بغیر کہا۔

"جگت سنگھ...... مجھے سب جگا ڈاکو کے نام سے پکارتے ہیں۔" ڈاکٹر ایک جانب ہٹ گیا۔ ر کی دراز کھول کر کچھ نکالنے لگا۔ جگت نے بڑھ کر رائفل کی نال اُس کی پشت سے لگا دی اور رجا۔ "خبردار اگر کوئی ہتھیار تلاش کرنے کی کوشش کی۔"

مگر ڈاکٹر کے چہرے پر گھبراہٹ کا تاثر نہیں تھا۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہتھیار تو مجھے لینا ے گا جگا! مگر تم جو سمجھ رہے ہو ایسا نہیں......" پھر اُس نے چھوٹی سوئی دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ غبار میں کسی کے زخم بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ سینے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔" ڈاکٹر کے رے پر پھیلا ہوا نور اور بے خوفی کے ساتھ اُن کی آواز میں چھلکتی ہوئی مٹھاس دیکھ کر جگت ایک بار شرمندہ ہو گیا۔ رائفل وہ دوسری چارپائی پر پھینکتا ہوا تعریفی لہجے میں بولا۔

"ڈاکٹر! آپ کو بھی ہماری طرح موت کا ڈر محسوس نہیں ہوتا۔"

"پھر بھی ڈاکو اور ڈاکٹر میں فرق ہے دوست!" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "ڈاکٹر زخم سی رہا تھا۔ ری دُودھ کا گلاس لے کر آ گئی۔ اُس کے دوسرے ہاتھ میں ڈبل روٹی کا سلائس نظر آ رہا تھا۔

"بیٹے! تھوڑا کھا لے۔" یہ کہہ کر اس نے جگت کے ہاتھ سے لیمپ لے لیا اور دُودھ کا گلاس ھا دیا۔ میری کی آواز میں گھلی ہوئی مٹھاس نے جگت کو ماں کی یاد دلا دی۔

"میری! یہ کون ہے، تم جانتی ہو؟" ڈاکٹر نے اُوپر دیکھے بغیر کہا۔ "جگا ڈاکو ہے۔ جس کے سر پر نچ ہزار انعام رکھا گیا ہے حکومت کی جانب سے۔"

جگا نے کن انکھیوں سے دیکھا، یہ سن کر بڑھیا کے چہرے پر گھبراہٹ نہیں تھی۔ اُس نے اسی رح ممتا بھرے لہجے میں کہا۔ "بیٹا! دُودھ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پی لے!"

جگت کو یہ سب عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خونی ڈاکو ہے یہ جاننے کے باوجود دونوں میں ے کسی کو اس سے ڈر نہیں لگتا، نہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ کیسے لوگ ہیں؟ جگت کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ "شاید ان دونوں کی یہ بھی کوئی چال ہو......؟" جگت نے سوچا۔ مگر جب بڑھیا نے تیسری ؎ اُسے دُودھ ڈبل روٹی کھانے کی ہدایت کی تو اُس نے کہا۔

"نہیں ماں جی...... مجھے بھوک نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب جب تک یقین نہ دلا دیں کہ میرا

ساتھی بچ جائے گا، میرا ہاتھ، منہ کی جانب نہیں بڑھ سکتا۔"

"ڈاکٹر خدا نہیں ہوتا جو ایسا یقین دلا سکے۔" ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یقین دلانے والی شخصیت کی تصویر تمہارے سامنے ہے۔ اُس کے سامنے دستِ سوال دراز کرو!"

جگت نے اُس طرف دیکھا، یسوع مسیح کی تصویر پر اُس کی نظریں جم گئیں۔ دو قدم آگے بڑھ وہ قریب گیا۔ اُس نے غور سے تصویر کو دیکھا۔ یسوع مسیح کے چہرے پر نور تھا۔ اُن کے چہرے سے رحم اور محبت کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جگت کے ہاتھ خود بخود اُٹھ گئے۔

"یسوع مسیح! میری زندگی لے لو مگر میرے دوست کو بچا لو۔ تم عظیم ہو اور مسیحا بھی۔"

اسی دوران باہر کھڑی ہوئی گھوڑی ہنہنائی۔ جگت چونک گیا۔ تیزی سے رائفل اُٹھائی اور ڈا[کٹر] کی طرف دیکھا۔ وہ اب ہنومان کے دوسرے زخم کو دیکھ رہے تھے۔ جگت کی حفاظت خود اختیار کے لئے پھرتی دیکھ کر ڈاکٹر مسکرایا۔ جگت پھر ڈاکٹر پر شک کرنے لگا۔ اُس نے ہوشیاری سے دروازہ کھولا، پھر باہر جھانکنے لگا۔ ہلکے قدموں سے وہ آگے بڑھا۔ مگر اسی لمحے ڈاکٹر کی آواز آئی۔

"ذرا سنبھلنا بھائی! اکثر وہ شیطان بستی میں آجاتا ہے۔ گھوڑی کو پچھلے باڑے میں باندھ دو!"

باہر چاندنی کا جوبن شباب پر تھا۔ وفادار گھوڑی نے ہنہنا کر اُسے کچھ اشارہ دیا تھا۔ وہ پور[ی] طرح تیار تھا۔ گھوڑی کی گردن سہلاتے ہوئے اُس نے آس پاس کا غور سے جائزہ لیا اور کچھ دُ[ور] درخت کی موٹی شاخ پر اُسے کوئی پرچھائیں نظر آگئی۔ رائفل کا نشانہ لے کر وہ گھوڑی کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ پرچھائیں نے حرکت کی اور وہ پہچان گیا۔ "یہ تو چیتا ہے......!" وہ بڑبڑایا۔ پھر اُس نے نشانہ لیا۔ مگر اُس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوند گیا۔ رائفل کا دھماکہ سن کر لوگ یہاں دوڑ آئیں گے۔ اُسے ہنومان کی حفاظت کی خاطر ایسا خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔ گھوڑی کی لگا[م] تھام کر اُس نے گردن گھمائی، میری دروازے میں کھڑی تھی۔ اُس نے کہا۔

"بیٹے! میں نے باڑے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ جاؤ! گھوڑی وہاں باندھ دو۔"

مانک کو باڑے میں چھوڑ کر وہ لوٹ آیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا شیطان نظر آیا؟" اب جگت کو خیال آیا کہ جھونپڑی والے شخص نے بھی شیطان کا نام لیا تھا۔ شاید یہ لوگ چیتے کو شیطان کہتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "وہ شیطان پہلے جانوروں کو بستی سے اُٹھا کر لے جاتا تھا مگر ایک بار اُس نے انسان کا خون چکھ لیا، تب سے اُس نے بستی والوں کو پریشان کر دیا ہے۔ جھونپڑی میں داخل ہو کر سوتے ہوئے آدمی پر حملہ کرتا ہے۔"

جگت، ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ اُسے گولی کیوں نہیں مار دیتے؟" جگت نے پوچھا۔

ڈاکٹر کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "بھائی! میری آنکھوں کی روشنی کمزور ہو گئی ہے۔ اب نشانہ نہیں لگتا کیونکہ ہاتھ بھی کپکپاتے ہیں۔ سنا ہے گھائل درندہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔" ڈاکٹر نے جگت کی بات کا جواب دیا۔ پھر بولا۔ "تم جیسا کوئی شخص یہ کام کر سکتا ہے۔ بیچارے بستی والوں کی جان میں جان آجائے گی۔"

"میں ابھی اس کا فیصلہ کر دیتا۔ مگر پھر کبھی اسے نبٹا دوں گا۔ کیونکہ دھماکہ کر کے میں پولیس کو

اپنی طرف مبذول کرانا نہیں چاہتا۔" جگت نے ڈاکٹر کو سچ بات بتا دی۔

"تم نے مجھے منہ مانگا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے جگت......!" ڈاکٹر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

جگت ہوشیار ہو گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر کی نیت میں گڑبڑ ضرور ہے۔ کیونکہ کچھ دیر [پہلے] اُس نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ "یہ جگا ڈاکو ہے اور اس کے سر پر پانچ ہزار کا انعام ہے۔" [جگ]ت نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کو پیسے کی ضرورت ہے؟"

"بالکل...... یہاں ہسپتال بنانا ہے۔ کچھ میں نے جمع کئے ہیں۔ پھر بھی پانچ ہزار میں کام ہو [جائ]ے گا۔" ڈاکٹر، جگت کا امتحان لے رہا تھا۔ جگت کی اُلجھن بڑھ گئی۔ پانچ ہزار کا ہندسہ اُسے مزید [اُلجھن]ں میں گرفتار کر رہا تھا۔

"میں آپ کو روپے لا دوں گا۔ یہ وعدہ کرتا ہوں۔" جگت نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"نہیں نہیں...... لوٹ کے پیسے سے ہسپتال نہیں بناؤں گا۔" ڈاکٹر نے سر ہلا کر کہا۔

"اس دنیا میں کون نہیں لوٹتا ڈاکٹر صاحب؟" جگت نے مٹھیاں کس کر کہا۔ "سرمایہ دار غریب [کو ل]وٹتے ہیں، زمیندار کسانوں کو لوٹتے ہیں، کارخانے دار مزدوروں کو لوٹتے ہیں، بیوپاری گاہک کی [جی]ب خالی کر لیتے ہیں۔ میں ان سفید لباس لٹیروں کو لوٹ کر اور خطروں سے جنگ کرتا ہوا پیسے لاتا [ہوں تو] آپ اسے حرام کی کمائی سمجھتے ہیں؟" جگت کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ اُسے اس [سر]مایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے نظام سے نفرت تھی۔ محنت کشوں کا خون چوس کر دولت جمع کرنے والا [اور] حویلیاں بنانے والا سرمایہ دار جب انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے کسی بہادر محنت کش کو مسلح ہو کر [حم]لہ کرتے دیکھتا ہے تو چلا اُٹھتا ہے، ظلم ہو رہا ہے...... بچاؤ...... مگر جب وہ لاکھوں انسانوں کے [منہ] سے نوالہ چھین کر اپنی تجوری کا وزن بڑھاتا ہے، اُس وقت ان کی آہ و فریاد سننے کے لئے اس [کے] کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ جگت پڑھا لکھا نہ ہو کر بھی یہ سب کچھ جانتا تھا اور اُس کے سینے میں [انتق]ام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

"جگت سنگھ! تم بہت زیادہ جوش میں آگئے ہو۔" پہلی بار ڈاکٹر نے اُسے پورے نام سے پکارا۔ اگر ڈاکو بننا گناہ نہ ہوتا تو ساری دنیا محنت مزدوری کر کے پسینہ کمانے کی بجائے ڈاکے ڈالتی۔"

"یہ سچ ہے ڈاکٹر! مگر آدمی کو ڈاکو کون بناتا ہے، آپ نے کبھی یہ بھی سوچا ہے؟" جگت پہلی بار [دل] کی بھڑاس نکال رہا تھا۔ "باپ دادا کی زمین کے سلسلے میں ناانصافی ہوئی۔ دشمنی شروع ہو گئی۔ [میں]نے اپنی آنکھوں سے اپنے دو جوان بھائیوں کی لاشیں دیکھیں۔ یہ سب یاد آتا ہے تو میرا خون [کھ]ول اُٹھتا ہے۔ ڈاکٹر! مجھے اس طرح جنگلوں میں بھٹکنے اور مارے مارے پھرنے کا شوق نہیں ہے۔ میرے بھی ماں باپ ہیں، بیوی ہے جس کے ساتھ میں نے اپنی زندگی کی صرف ایک رات [گ]زاری ہے۔ میں نے اب تک اُس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نہیں کھایا۔ سر پر کفن باندھ کر اس [ط]رح دن رات بھٹکتا رہتا ہوں۔"

ڈاکٹر اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "یہ حقیقت ہے کہ جب ظلم حد سے گزر [ج]اتا ہے تو انسان کے ذہن میں انقلاب جنم لیتا ہے۔ اور جب انقلاب جنم لیتا ہے تو اس کے ہاتھوں

کی مٹھیاں کس جاتی ہیں اور بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں۔ مگر......"

ڈاکٹر اپنے گلے میں پڑے ہوئے کراس پر اُنگلیاں پھیرنے لگا۔ ہنومان کے ہونٹ ایک بار متحرک نظر آرہے تھے۔ ڈاکٹر اور جگا دونوں اُس کے قریب آگئے۔ ڈاکٹر نے اُس کی نبض دیکھ پھر سر پر ہاتھ رکھا۔ "دوا کا نشہ ٹوٹ رہا ہے اور بخار چڑھ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہ اُس کی بیوی آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو چکی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر نے خود پانی میں کپڑا بھگو کر ہنوما کی پیشانی پر رکھا۔ جگت نے ڈاکٹر سے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ کام مجھے بھی آتا ہے۔ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔"

ڈاکٹر مسکرا دیا۔ "آرام نہیں ہو سکتا بیٹے!" ڈاکٹر کی آواز میں فکر جھلک رہی تھی۔ "ابھی خطرے میں ہے۔" جگت کا دل کانپ گیا۔ اُس کے ہاتھ کی مٹھیاں کس گئیں۔

"اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں انسپکٹر سنہا کو ختم کر دوں گا۔"

"کسی کو ختم کرنے کے خیال سے تم اسے زندگی نہیں دے سکتے جگت!" ڈاکٹر نے ٹھہری ہو آواز میں کہا۔ "مگر میں اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تم مجھے پورا معاوضہ دو گے۔" ڈاکٹر ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔ جگت نے محسوس کیا ڈاکٹر یہی ایک بات بار بار دُہرا رہا ہے مجھ سے کیا بدلہ چاہتا ہے؟ آخر اُس نے مشکوک انداز میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! اگر آپ مجھے گرفتار کرا کر پانچ ہزار روپے وصول کرنا چاہتے ہیں تو......" کہہ کر وہ رُک گیا، پھر چارپائی پر پڑی ہوئی رائفل اُٹھا کر بولا۔ "پولیس میری لاش کا بھی اتنا انعام دے گی۔ اس لئے مجھے زندہ سپرد کرنے کی بجائے آپ مجھے گولی مار دیں۔" جگت کے لہ میں ہارے ہوئے جواری کا سا دُکھ تھا۔

"تو تم میرے ہاتھ سے قتل ہونا چاہتے ہو؟" ڈاکٹر نے عجیب سا سوال کیا۔

"ایسا نہیں تو پھر میں خود کو گولی مار کر ختم کر لوں گا۔" جگت نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"خودکشی کرنے سے رُوح کو نقصان ہوتا ہے بیٹے! خدا ناراض ہوتا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟"

جگت سوچ رہا تھا کہ وہ ہر بات میں شکست کھا رہا ہے۔ اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ و کیا جواب دے؟ مگر ڈاکٹر اسی طرح پُرسکون تھا۔ "تم بہت زیادہ جلد باز مت بنو! پہلے اپنے ساتھ کو ٹھیک ہونے دو۔"

کچھ دیر بعد جگا کو بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ اُسے کچھ احساس نہیں رہا۔ ڈاکٹر نے اُس کے شانے ہلائے تو وہ چونک کر جاگ گیا اور اُس کا ہاتھ رائفل کے دستے پر جم گیا۔ مگر مسکراتے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ "اب تمہارا ساتھی خطرے سے باہر ہے۔ لہٰذا تم بستر پر جا کر لیٹ جاؤ!" ڈاکٹر نے کہا۔

مگر جواب میں جگت کھڑا ہو گیا اور ہنومان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "میں نے اسے نیند کی گولی دے کر سلایا ہے۔ کیونکہ تکلیف سے یہ ہاتھ پیر پٹخ رہا تھا۔"

"ڈاکٹر صاحب! آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے جگت نے دیوار کی جانب دیکھا مگر گھڑی نہیں تھی۔ لہٰذا ڈاکٹر سے پوچھا۔ "کیا وقت ہوا ہے؟"

جیب سے پاکٹ واچ نکال کر ڈاکٹر نے کہا۔ "تین بجے ہیں۔"

"پھر میں اسے لے جاتا ہوں ڈاکٹر!" جگت نے عاجزانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"کیوں......اتنی کیا جلدی ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"صبح سے پہلے مجھے بحفاظت اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہئے۔"

"میں اسے لے جانے کا مشورہ نہیں دُوں گا۔ تم جا سکتے ہو۔" ڈاکٹر نے جواب میں کہا۔

"اور صبح پولیس یہاں آگئی پھر؟" اُس نے ڈاکٹر کو آزمانے کے لئے کہا۔ "یہاں تک پہنچنے کے لئے انہیں نشانیاں مل جائیں گی۔ اور آپ ہنومان کو پولیس کے سپرد کر دیں گے۔"

ڈاکٹر سوچ میں ڈوب گیا۔ "تمہاری بات سچی ہے۔ کیونکہ موت کے پنجے سے بچانا میرا فرض ہے۔ مگر قانون کے پنجے سے نہیں بچا سکتا۔ جاؤ، اسے لے جاؤ! یسوع مسیح اس کی حفاظت کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے گردن میں لٹکتے ہوئے کراس کو آنکھوں سے لگایا، پھر بستر بنانے کے د جگت اور ڈاکٹر نے ہنومان کو چارپائی پر لٹا دیا۔ کچھ دیر تک جگت ڈاکٹر کو دیکھتا رہا پھر کچھ یاد کر کے اندر والے کمرے میں گیا، کرسی پر سوئی ہوئی میری کے سامنے اُس نے سر جھکایا پھر میز پر پڑے ہوئے دودھ کے گلاس کو پی گیا اور ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے جیب میں رکھ لئے۔

"ماں جی سے کہنا دودھ بہت میٹھا تھا۔" یہ کہتے ہوئے جگت کی آواز بھرا گئی۔ ڈاکٹر نے اُس کے ہاتھ میں دو پڑیاں تھما دیں۔

"یہ مرہم زخم پر چار چار گھنٹے بعد لگانا اور دوا جب اسے درد محسوس ہو پانی میں ڈال کر پلا دینا۔"

ڈاکٹر نے اُسے دوا کے استعمال کا طریقہ بتایا۔ جگت نے جھک کر ڈاکٹر کے پیر چھوئے۔

"میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا ڈاکٹر!" جگت نے بھیگی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں کے کونے بھیگ گئے اور اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے وہ جلدی سے پشت پھیر کر باہر کی جانب بڑھا۔ فوراً ہی ڈاکٹر کی آواز نے اُس کے قدم روک لئے۔

"ٹھہرو......تم نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا بھول گئے؟"

آنکھیں خشک کر کے جگت ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے اس کو تہہ کر کے جگت کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"کیا اس میں دوا لکھی ہے آپ نے؟" جگت نے پوچھا۔

"ہاں......مگر تمہارے لئے۔ صبح اُٹھ کر اور شام سونے سے پہلے اسے پڑھ لینا۔ سمجھ لینا مجھے معاوضہ مل گیا۔" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ جگت کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔ اُسے ڈاکٹر بالکل یسوع مسیح دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھے معاف کرنا ڈاکٹر صاحب! میں نے آپ پر غلط شک کیا تھا۔ آپ عظیم ہیں۔" وہ زیادہ نہ بول سکا۔ کیونکہ آواز حلق میں اٹک گئی تھی۔ پھر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔

جگت اور ہنومان کو بحفاظت واپس آتے دیکھ کر ساتھی مسرت سے چیخ اُٹھے۔ جگت نے سب سے پہلے پوچھا۔ "ہم میں سے اور کتنے زخمی ہوئے؟"

سب لوگ چپ ہو گئے۔ بچن نے کہا۔ "چھ زخمی ہوئے اور چار کام آگئے۔"

جگت غم میں ڈوب گیا۔ پہلی بار اُس کی پارٹی کو اتنا نقصان ہوا تھا۔ اُسے انسپکٹر سنہا پر غصہ آ گیا۔ ہنومان کو کمرے میں لٹا کر وہ واپس آیا اور اپنے صافے کے سرے میں سے ڈاکٹر کا دیا ہوا پرچہ کھول کر پڑھنے لگا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لکھا تھا......

"انتقام لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اسے اپنے دل میں ہی سما لینا چاہئے۔ یسوع مسیح تمہاری ہا کریں!"

O

جہاں ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان جھڑپ ہوئی تھی وہ جگہ ارجن سنگھ کی پارٹی کے پڑاؤ سے پانچ میل دُور تھی۔ زخمی اور بے ہوش سنہا کو لے کر پولیس اُس جگہ تک پہنچی۔ اُس وقت ارجن سنگھ لو کر کے جوا کھیل رہا تھا۔ ایک شخص نے آ کر اطلاع دی۔

"صاحب! سنہا صاحب جھڑپ میں......"

اس وقت چونکتے ہوئے ارجن سنگھ نے کہا۔ "ختم ہو گئے؟"

"نہیں...... بری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔" جواب میں کہا گیا۔

ارجن سنگھ نے انسپکٹر سنہا کے دو انجام سوچ لئے تھے۔ ڈاکوؤں کی گولی سے خاتمہ یا بدنامی کے ساتھ استعفیٰ۔ زخمی سنہا کی جیت نہ ہوئی پھر بھی وہ شکست خوردہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بے ہوش سنہا کے چہرے پر ارجن سنگھ نے جنون دیکھا۔ زخموں سے چور سنہا بڑبڑا رہا تھا۔

"اُس کا تعاقب کرو...... اُسے فرار نہ ہونے دینا۔"

ارجن سمجھ گیا کہ جگا فرار ہو گیا ہے۔ اُس نے آنے والے لوگوں سے پوچھا۔ "ڈاکوؤں کا سردار زخمی ہوا یا صحیح سلامت نکل بھاگا؟"

"ہم تو جگا کو نہیں پہچانتے جناب! مگر انسپکٹر سنہا اُس کا تعاقب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "وہ جگا ہے۔" مگر وہ اپنے زخمی ساتھی کو اُٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ سنہا صاحب زخم کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔"

"ڈاکوؤں میں سے کتنے مارے گئے؟" ارجن نے پوچھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ سنہا صاحب کو کتنا فائدہ ہوا؟

"تین یا چار مارے گئے ہوں گے جناب! اُن کی لاشوں کے لئے بھی سخت جھڑپ ہوئی۔ ڈاکو اپنے ساتھیوں کے ہاتھ اور گردنیں کاٹ کر لے گئے۔" اُس شخص نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"بہت سے لوگ اپنے ہاتھ پر اپنا نام لکھواتے ہیں۔ مرنے والے کو ہاتھ پر لکھے ہوئے نام یا چہرے سے پہچان نہ لیا جائے اس لئے ڈاکو اپنے جس ساتھی کی لاش نہیں لے جا سکتے اُس کے ہاتھ اور گردن لے جاتے ہیں۔ اس بات سے ارجن سنگھ واقف تھا۔ وہ کسی خیال میں غرق تھا۔ اس وقت ایک پولیس کانسٹیبل نے مشورہ دیا۔

"صاحب! اگر آپ پارٹی کے ساتھ ڈاکوؤں کا تعاقب کریں تو ہم اُنہیں گھیر سکتے ہیں۔ منتشر ڈاکوؤں میں سے کوئی ضرور ہاتھ لگے گا۔ جگا بھی اپنا زخمی ساتھی لے کر زیادہ دُور نہیں گیا ہو گا۔"

ارجن یہ بات سمجھتا تھا۔ سپاہی کا حساب ٹھیک تھا۔ مگر ارجن کی نیت خراب تھی۔ اُس نے بہانا

مصنوعی غصے سے بولا۔ "ہمارے صاحب اس حالت میں ہیں۔ اس وقت ہمارا فرض ان کا فوری ج کرانا ہے۔ صاحب کو کچھ ہو گیا تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کی عزت کو زبردست نقصان ہو گا۔"

ارجن سنگھ اگر پیچھا کرتا تو ڈاکوؤں کی پارٹی ختم ہو جاتی۔ جگا ضرور ہاتھ آ جاتا کیونکہ وہ دس میل ہر کر چین ڈاکٹر کے گھر میں اُنہیں مل جاتا۔ مگر ارجن سنگھ کو ترقی چاہئے تھی۔ وہ اپنے افسر کے نچنے کا منتظر تھا۔ سحر کے وقت ہی ارجن سنگھ نے سنہا کی بیوی کو جگایا۔ ارجن سنگھ کے چہرے پر غم یکھ کر وہ لرز گئی۔ بری خبر سننے کے خطرے کی وجہ سے اُن کا دل دھڑکنے لگا۔

"صاحب زخمی ہیں اور ہسپتال میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں آپ کو بلانے آیا ہوں۔" ارجن گھ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ارجن سنگھ سے پربھاوتی دیوی کو پہلے سے نفرت تھی۔ جس شخص سے رت ہو، وہی شخص بری خبر لے کر آئے اس صورت میں وہ اور برا دکھائی دیتا ہے۔ ایک سرد آہ بھر کر وہ اپنی سوئی ہوئی بچی پر نظر ڈالتی ہوئی تیزی سے باہر آ گئی۔ اُس کا دل بھگوان سے پرارتھنا کر رہا ا......

"مجھے اور میری معصوم بچی کو بے سہارا نہ کر دینا بھگوان! ہم نے کبھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

پھر کچھ دیر بعد وہ بے ہوش شوہر کے سینے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگی۔ دل ہلکا ہونے کے د سنہا کی بیوی سے ڈاکٹر نے کہا۔

"ہم سخت اُلجھن میں ہیں شریمتی جی! گولی گھٹنے میں کافی گہری اُتر گئی ہے۔ انہیں بچانے کا رف ایک علاج ہے۔" اتنا کہہ کر وہ رُک گیا۔

"وہ کیا......؟" پربھاوتی نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"ان کا پیر کاٹنا پڑے گا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"اوہ......!" کہتے ہوئے پربھاوتی کی آواز بیٹھ گئی اور پیر کپکپانے لگے۔

"بہن! اس وقت آپ ہمت ہار گئیں تو ہماری اُلجھن بڑھ جائے گی۔" ڈاکٹر نے تسلی دیتے وئے کہا۔ "کبھی انسان کو بچانے کی خاطر کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس وقت ہر لمحہ انہیں خطرے کی انب دھکیل رہا ہے۔"

"ہم جن پیروں پر کھڑے ہیں آپ وہی پیر کاٹ دینا چاہتے ہیں ڈاکٹر؟" پربھاوتی کہنا چاہتی تی مگر اُس نے صرف اتنا کہا۔ "جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔"

پھر ڈاکٹر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ شام کو جب سنہا کو ہوش آیا تو وہ یہی دہرا رہا تھا۔

"اُس کا تعاقب کرو...... دیکھنا! نکل کر جانے نہ پائے۔"

پھر آنکھیں کھول کر اُس نے کمرے میں نظریں گھمائیں، سامنے ڈاکٹر اور نرس کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے برابر اُس کی بیوی اور ارجن سنگھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پربھاوتی نے سنہا کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟"

وہ سمجھ گیا کہ وہ کہاں ہے؟ چہرے پر سے جنون ختم ہو گیا اور اس کی جگہ شدید تکلیف کے آثار نمایاں ہو گئے۔ آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ حلق خشک ہونے لگا۔

"آخر میں ہار گیا اور وہ جیت گیا......!" پھر پانی کا پیالہ پی کر بولا۔ "پولیس کی کوشش ناکام

ہوئی۔ برہمن کی دُعا بر آئی۔ جیسی بھگوان کی مرضی۔''

کچھ دیر بعد اُس کے پیر میں تکلیف شروع ہوئی۔ ران پر ہاتھ دبا کر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹر نے فوراً انجکشن لگایا۔ پھر اُس نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھول دیں اور ڈاکٹر سے پوچھا۔

''ڈاکٹر! کتنے دن بستر پر رہنا پڑے گا؟ اگر جلدی کھڑا کر دو تو آخری بار جگا کا تعاقب کروں گا۔ صرف آخری بار۔'' سنہا کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔ ڈاکٹر کے لئے سنہا کی بات کا جواب دینا اُلجھن والی بات تھی۔ مریض کو پتہ نہیں تھا کہ اُس کا پیر کاٹ دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے سب سے کہا تھا کہ ایسی خوفناک خبر دینے میں جلدی نہ کرنا۔ شاید مریض برداشت نہ کر سکے۔

اچانک خود بخود سنہا کی نظر پیر کی جانب گئی۔ اوڑھی ہوئی چادر کے نیچے کی جانب جگہ خالی نظر آنے لگی۔ وہ چونک گیا۔ درد بھری نظروں سے اُس نے ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔ ڈاکٹر نے نظریں جھکا لیں۔ بیوی اُس کی جانب آنسو بھری آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا۔ اُس نے بائیں پاؤں کی ران کو ہلانے کی کوشش کی مگر پھر سیدھا ہو گیا۔ مریض نے یہ صدمہ برداشت کر لیا ہے اس کا یقین کر لینے کے بعد ڈاکٹر نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''انسپکٹر! آئی ایم ویری سوری۔ ہمارے پاس دوسرا کوئی علاج نہیں تھا۔ اور آپ سے اجازت لینے کا وقت بھی ہمارے پاس نہیں تھا کہ آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر سکتے۔ لہٰذا بہن سے اجازت لے کر ہمیں آپریشن کرنا پڑا۔''

''تھینک یو ڈاکٹر!'' سنہا نے بھاری لہجے میں کہا۔ مگر اب اُس کی بیوی بری طرح رونے لگی۔ سنہا اُسے تسلی دینے لگا۔ ''اری پگلی! اس طرح رونے سے کیا فائدہ؟ اب تمہیں مجھے سہارا دینا ہے۔ ہم بیوی کو شوہر کا آدھا جسم کہتے ہیں۔ اگر میرا بایاں پیر کٹ گیا تو کیا ہوا؟''

ارجن سنگھ نے بھی ساتھ دیا۔ ''ہاں بہن! فرض پورا کرنے کے سلسلے میں صاحب آخری لمحے تک لڑتے رہے۔ ہمارے جیسوں کو تو ان کی بہادری سے سبق لینا چاہئے۔''

سنہا نے ارجن سنگھ سے کہا۔ ''قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ جگا کو ختم نہ کر سکا تو میں پولیس ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیاں اُتر جاؤں گا یہ میرا عہد تھا۔ جب مدت پوری ہونے کا وقت آیا اس وقت پیر کٹ گیا۔ اب سیڑھیاں نہیں چڑھ سکوں گا۔'' سنہا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ارجن سنگھ آگے کچھ سننے کا منتظر تھا۔ سنہا نے اُسے مخاطب کیا۔ ''اب ساری ذمہ داری تم پر آئے گی۔ میں اپنے استعفے میں تمہاری سفارش کروں گا۔''

ارجن کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ سنہا کی بیوی کو اُس کی خوشی ناگوار گزری۔

O

پولیس انسپکٹر بننے کے بعد پہلی بار جب ارجن سنگھ اپنے سابق انسپکٹر سنہا سے ملنے گیا تو اُس کی چال سے غرور جھلک رہا تھا۔ اُس کے منہ سے بدبو آ رہی تھی۔ سنہا نے اُس سے مصافحہ کیا۔

''مبارکباد دیتا ہوں تمہیں ارجن سنگھ! جس ڈاکو کو میں نہ پکڑ سکا میری دُعا ہے کہ اُسے پکڑنے میں تم کامیاب ہو۔''

''صاحب!'' ارجن سنگھ کے لئے صاحب کا لفظ ادا کرنا اچھا محسوس نہیں ہوا مگر مجبوراً وہ بولا۔

ب مجھے اپنی قوت دکھانے کا موقع ملا ہے۔ میں جگا کو دیکھ لوں گا۔''

''نشہ کر کے آئے ہو غالباً......'' سنہا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ارجن کو سنہا کی بات ناگوار گزری۔ ''جی ہاں صاحب! آج خوشی کا دن ہے۔ لہٰذا ذرا......'' مگر ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ اب صفائی دینے کی ضرورت کیا ہے؟ وہ اکڑ کر بولا۔ ''مگر میں آپ کا ...ظ سننے نہیں آیا۔'' سنہا ہنس دیا جیسے کہہ رہا ہو۔ ''انسپکٹر بننے کے لئے میری سفارش اچھی لگی۔ مگر ...پ مشورہ بھی اچھا نہیں لگے گا۔''

سنہا کی ہنسی سے ارجن سنگھ مشتعل ہو گیا اور اُس کے دل کی بات زبان پر آ گئی۔ ''تمہارے اور ...رے کام کا طریقہ مختلف ہے۔ زندگی گزارنے اور کام کرنے کے سلسلے میں ہمارے راستے مختلف ...ں۔ تم نے ڈاکو پکڑنے کا عہد بھی کیا اور اُس کے بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر سدا سہاگن رہنے کی ...ا بھی دی۔ اسی وقت میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کام تمہارے ہاتھوں انجام نہیں پائے گا۔ ڈاکو کے رشتے ...روں سے بھلائی کیسی؟ اب تم دیکھنا! میں اُن کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہوں۔'' ارجن سنگھ نے جوش انداز میں کہا اور چل دیا۔ سنہا نے صرف اتنا کہا۔

''تم جس طرح مناسب سمجھتے ہو کرو۔ مگر صرف اتنا یاد رکھنا! پولیس انسپکٹر اور ڈاکوؤں کا سردار ...خر دونوں ہی انسان ہیں۔''...... مگر ارجن سنگھ سنی اَن سنی کرتا ہوا باہر چلا گیا۔

OOO

ہولی منانے کے لئے میکے گئی ہوئی چندن گھبرائی ہوئی سسرال لوٹی۔ اُس نے پولیس کے ساتھ جگا کے کئی معرکوں کی خبریں سنی تھیں۔ وہ بری طرح بے چین تھی۔ اخبارات میں بھی یہ خبریں شائع ہوئی تھیں کہ پولیس سے تصادم کے دوران چار ڈاکو مارے گئے اور کچھ سخت زخمی ہوئے۔ جگا فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی شدید زخمی ہے۔ چندن اس لئے فکرمند تھی کہ اگر واقعی جگا زخمی ہے تو اُس کی نگہداشت کے لئے اُسے جگا کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ ویسے اُس نے بھی دوسرا خط نہیں لکھا تھا اور نہ ہی کافی دن سے جگا کا کوئی آدمی آیا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اُس نے دریافت کیا۔ ''ماں جی! اُن کی کوئی خبر ملی؟''

ماں جی بھی متفکر لہجے میں بولیں۔ ''بیٹی! ابھی تک کوئی اطلاع نہیں کہ وہ کیسا ہے۔''

''آپ نے سنا سنہا کا پیر کاٹ دیا گیا؟'' چندن نے ماں جی سے کہا۔

''ہاں...... اب اُنہوں نے نوکری بھی چھوڑ دی ہے۔ اُن کی جگہ ارجن سنگھ کو مقرر کیا گیا ہے۔ بیچارے سنہا کو اپاہج بنا کر جگا کو کیا ملا؟'' ماں جی نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ پھر اپنے آپ کو تسلی دینے والے لہجے میں بولیں۔ ''یہ اچھا ہوا کہ اُس کی جان بچ گئی۔ نہیں تو برہم ہتیا کا پاپ ہو جاتا۔''

''میں ایک بات سوچ رہی ہوں کہ......'' چندن کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔

''کیا سوچ رہی ہو چندن؟'' ماں جی نے پوچھا۔

''ہمیں اُن کی عیادت کے لئے جانا چاہئے۔'' چندن کور نے بمشکل کہا۔ شاید ماں جی کو اُس کی یہ بات پسند نہ آئی، یہ سوچ کر اُس نے بات کا رُخ موڑ دیا۔ ''سنہا صاحب سے ہی اُن کے بارے میں صحیح خبر مل سکتی ہے۔''

ماں جی اپنی بہو کی آنکھوں میں دیکھنے لگیں۔ سنہا اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا تھا اس لئے ماں جی کے خیال میں اُس کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس کے علاوہ یہ کہ جب وہ پولیس انسپکٹر بھی تھا تو اُس نے اپنے دشمن جگا کی بیوی کو دغا دینے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا تھا۔ اس لئے بہو کی بات ماں جی کے دل کو لگی۔

''مگر تمہارے سسر شاید ہماری بات سے اختلاف کریں گے۔'' ماں جی نے شک کا اظہار کیا۔

''باپو کو میں منالوں گی۔ اپنے بیٹے کے متعلق اطلاع کے لئے وہ بھی بے چین ہوں گے۔''

رات کھانا ختم کرنے کے بعد سوہن سنگھ کے سامنے پروگرام پیش کیا گیا۔ پہلے تو اُنہوں نے انکار کیا۔ ''جگت نے جسے زخمی کر کے اپاہج بنا دیا وہ شخص تم لوگوں کو اپنے گھر میں داخل ہونے دے گا؟ بے عزتی ہونے سے نہ جانا بہتر ہے۔'' سوہن سنگھ بولے۔

''مگر باپو! وہ ایسے آدمی نہیں ہیں۔ پولیس انسپکٹر تھے تب بھی اُنہوں نے ہم سے غلط بات نہیں

ا۔'' چندن کور نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں جانا ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں۔'' سوہن سنگھ نے نیم رضامندی کا اظہار کیا۔ ''مگر تمہیں اکی ڈانٹ ضرور سننی پڑے گی۔''

''اُن سے بھی سمجھ لیں گے۔'' ماں جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

○

''رتیا گاؤں سے دو عورتیں آپ سے ملنے آئی ہیں۔'' سنہا کی بیوی نے کمرے میں داخل ہو کر ہا سے کہا۔ ''میں اُنہیں اندر بلا لوں؟''

''رتیا سے کون آیا ہے؟'' سنہا نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''اُنہیں بلاؤ!''

چندن کور اور اُس کی ساس کو دیکھ کر سنہا متعجب ہوگیا۔

''ارے آپ لوگ آئی ہیں...... تشریف رکھیں!'' سنہا نے جلدی سے کہا۔ پھر اپنی بیوی سے لا۔ ''پربھا! تم اُنہیں پہچانتی ہو؟ یہ جگا کی ماں اور بیوی ہیں۔''

پربھاوتی نے اُنہیں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا مگر اُس کی آنکھوں میں عجیب سی اُلجھن تھی۔ جس ڈاکو نے اُس کے شوہر کو جان سے مارنے کی کوشش کی، اپاہج بنا کر اُس کی زندگی تباہ کر دی، اُس کے شتے داروں کا یہاں کیا کام؟...... چندن کور سے آنکھیں ملتے ہی پربھا نے سر جھکا لیا۔

''آپ لوگ بخیریت ہیں ماں جی؟'' سنہا نے ماحول کی کشیدگی محسوس کرتے ہوئے کہا۔

ماں جی نے بھی سانس لے کر کہا۔ ''ہاں صاحب! ہم تو خیریت سے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا نسوس ہے۔'' ماں جی کا اشارہ سنہا کے زخمی پیر کی طرف تھا۔

''ماں جی! ایسا بھی ہوتا ہے۔'' سنہا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''جنگ لڑنے کے لئے میدان یں جانے والوں کو ایسے حالات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔''

چندن کے چہرے پر اُداسی تھی۔ ''صاحب! سنا ہے آپ کا پیر کاٹ دیا گیا ہے۔'' چندن نے کچھ دیر بعد دھیمے لہجے میں کہا۔

''ہاں بہن! اس کے علاوہ جان بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔'' پھر سنہا نے چادر ہٹا کر پیر دکھایا۔ ''گولی بہت گہری اُتر گئی تھی۔''

کٹا ہوا پیر دیکھ کر چندن کور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ پربھاوتی نے دیکھا کہ اُس نے کچھ چھپانے کے لئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر بھی چہرہ چغلی کھا رہا تھا کہ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ساس بہو کے متعلق پربھا کے دل میں جو برائی پیدا ہوئی تھی، ختم ہوگئی۔

''پربھا! ان کے لئے کچھ لے آؤ۔'' سنہا نے کہا۔ پھر ماں جی سے پوچھا۔ ''لسی پئیں گی آپ لوگ؟''

''نہیں صاحب! آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں؟''

''اس میں تکلیف کی کیا بات ہے؟ آپ لوگ اتنی دُور سے میری عیادت کرنے آئی ہیں۔''

پربھاوتی کمرے میں چلی گئی تو ماں جی نے کہا۔ ''صاحب! آپ ہماری نظر میں بہت نیک آدمی ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ ہم صرف عیادت کرنے نہیں آئے۔''

جگت کی ماں نے سر جھکا کر شرمندہ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ پر پھر کوئی نئی مصیبت آ گئی؟" سنہا متفکر لہجے میں بولا۔

"صاحب! ہم جگت کی خیریت بھی معلوم کرنے آئے ہیں۔ پولیس سے تصادم کے بعد اُس کی اب تک کوئی خبر نہیں ملی۔ اخبارات میں پڑھا کہ وہ زخمی ہو گیا ہے اس لئے ہماری جان آدھی ہو رہی ہے۔" ماں جی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"ارے آپ لوگ بیکار فکر کر رہی ہیں۔ اگر وہ زخمی ہوتا تو اتنی آسانی سے فرار نہ ہو جاتا۔ مجھے یاد ہے آخر تک میں نے اُس پر اندھا دُھند گولیاں برسائیں مگر بھگوان نے اُسے بچا لیا۔" سنہا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اُس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ ماں جی اور چندن کور کو اطمینان ہو گیا۔ پھر بھی چندن نے محسوس کیا شاید سنہا اُنہیں خوش کرنے کے لئے ایسا کہہ رہا ہو، اس لئے اُس نے پھر کہا۔

"صاحب! آپ پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔ تبھی تو ہم یہاں آئے ہیں۔ کیا آپ کو صحیح معلوم ہے کہ......"

"ارے چندن کور! جگا میرے ہاتھ سے زخمی ہوتا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گا؟" سنہا نے مسکرا کر کہا۔ اسی لمحے پربھاوتی لسی کے گلاس لے کر آ گئی۔ سنہا نے کہا۔ "آپ لوگ لسی پئیں! دل ٹھنڈا ہو گا۔" سنہا کی چھوٹی بیٹی رانی کو پتہ چلا کہ جگا ڈاکو کی ماں اور بیوی اُس کی عیادت کرنے آئی ہیں تو وہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔ مگر اُن دونوں کو دیکھ کر اپنی ماں کی پشت پر اس طرح چھپ گئی جیسے ڈر گئی ہو۔ سنہا ہنس دیا۔

"ارے رانی بیٹی!" سنہا نے اُس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ "دیکھو! اپنے گھر مہمان آئے ہیں۔ انہیں نمستے کرو۔"

مگر رانی دونوں ساس بہو کو ناخوشگوار نظروں سے گھورنے لگی۔ چندن نے محبت سے اُسے قریب بلایا۔ "بیٹی! آپ کا نام کیا ہے؟" پھر بھی رانی خاموش رہی۔ چندن نے دوبارہ کہا۔ "کیا تم ہم سے خفا ہو؟"

رانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ سب چونک گئے۔ وہ فرش کی جانب دیکھ کر بولی۔ "میرے باپو کو جگا نے گولی کیوں ماری؟"

"ارے اتنی بات میں ان سے ناراض ہو گئی میری بیٹی؟" سنہا نے اُس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے جگا کی گولی نہیں لگی بلکہ اُس کے ساتھی کی گولی سے زخمی ہوا ہوں۔" سنہا کی باتیں سن کر جیسے رانی مطمئن ہو گئی۔ وہ چندن کی جانب دیکھنے لگی مگر کچھ سوچ کر اُس نے اپنے باپو کے کان میں کچھ کہا۔ سنہا قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ پھر رانی کا رُخسار تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

"یہ کہہ رہی ہے ان دونوں کو ہمارے کمرے میں بند کر دیں باپو! اس طرح جگا بھی پکڑا جائے گا۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو چھڑانے ضرور آئے گا۔" لڑکی کی چالاکی پر سب ہنس پڑے۔ رانی شرما کر کمرے سے بھاگ گئی۔ کچھ دیر بعد چندن نے کہا۔

"ہم جانے کی اجازت چاہتے ہیں صاحب!"

"ابھی بیٹھئے نا!" سنہا کی بیوی نے پہلی بار کہا۔ مگر وہ کھڑی ہو گئیں۔

"کچھ بھی کام میرے لائق ہو، آپ بے کھٹکے آ جائیں۔ میں اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا۔" سنہا نے مسکرا کر کہا۔

پربھاوتی اُنہیں دروازے تک رُخصت کرنے کے لئے آئی۔ باہر ہزارہ سنگھ کھڑا تھا۔ ماں جی نے اُس کا تعارف کرایا۔ "یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ ہم نے آپ کا مکان نہیں دیکھا تھا اس لئے اسے ساتھ لے آئے۔"

"آپ اندر کیوں نہیں آئے بھائی؟" پربھاوتی نے ہزارہ سے پوچھا۔

ماں جی نے جھٹ کہا۔ "سنہا صاحب نے اسے جیل بھیجا تھا۔ شاید اس لئے ناراض ہے۔ مرد لدی دشمنی نہیں بھولتے بہن!" پھر تینوں پربھاوتی کو نمستے کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ پربھاوتی اُنہیں جاتے دیکھتی رہی۔

جب وہ لوگ گھر پہنچے کھڑکی باہر سے بند تھی۔ پڑوسی اُن کی جانب دیکھ رہے تھے، اس لئے وہ سمجھ گئیں کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ اُسی وقت جگت کے بڑے تایا بھی دوڑتے ہوئے آئے۔

"کیا ہوا؟" اُنہوں نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تو ابھی باہر سے آئے ہیں۔" ہزارہ نے جواب دیا۔

"مجھے کسی نے بتایا کہ پولیس سوہن سنگھ کو لے گئی۔" تایا نے بتایا۔

"مگر کس جرم میں؟" جگت کی ماں نے پوچھا۔

"چلو...... گھر میں چلیں۔"

اندر جا کر اُنہوں نے پورا مکان اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ سارا سامان بکھرا ہوا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے مکان کی تلاشی بھی لی ہے۔" ماں جی کا دل بھر آیا۔ ہزارہ سنگھ ماں جی کے ہمراہ سنہا کے یہاں گیا تھا، وہ بھی اس وقت ساتھ تھا۔ وہ ایک دم بپھر گیا۔

"میں سمجھتا ہوں...... یہ نئے پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ کا کام ہے۔ میں فوجدار کے پاس جا رہا ہوں۔ یہ سمجھتے کیا ہیں؟" ہزارہ نے دانت پیس کر کہا۔

"ہزارہ! تایا کو ساتھ لے جا...... جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس سے دشمنی مول نہیں لینی چاہئے۔" ماں جی نے اُسے سمجھایا۔

تایا اور ہزارہ کو دیکھ کر فوجدار سمجھ گیا۔ اُس نے صرف اتنا بتایا۔ "انسپکٹر صاحب خود آ کر سوہن سنگھ کو پکڑ لے گئے تھے۔ کہتے تھے اُوپر سے حکم ہوا ہے۔ لوگوں کو ڈاکو ستائیں اور ان کے رشتے دار امن سے رہیں یہ اچھی بات نہیں۔"

یہ سن کر ہزارہ گرم ہو گیا۔ "جگت کو پکڑ نہیں سکے تو غصہ ہم نہتے اور پُرامن شہریوں پر اُتار رہے ہیں؟" ہزارہ نے بلند آواز میں کہا۔ مگر تایا نے بات سنبھالی۔

"ہزارہ! اس میں فوجدار صاحب کا کیا قصور ہے؟"

"قصور کسی کا بھی ہو، جب جگت کو پتہ چلے گا تو پنجاب میں طوفان آ جائے گا۔" اتنا کہہ کر ہزارہ غصے سے بل کھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہزارہ کا جی چاہتا تھا کہ اگر اُسے کہیں سے بندوق مل جائے تو وہ ارجن سنگھ کو گولی مار دے۔

○

ہنومان نے ہوش میں آ کر سب سے پہلا سوال یہی کیا۔ ''کیا سنہا ختم ہو گیا؟''

جگت اُس کی صورت دیکھنے لگا۔ دشمنی اور انتقام انسان کو کس قدر پاگل بنا دیتا ہے۔ موت کے قریب ہو کر بھی انسان اپنے دشمن کی موت کی خواہش کرتا ہے۔ کیا انتقام کا زہر انسان کی رگ رگ میں اُتر جاتا ہے جو قریب المرگ ہو کر بھی چین نہیں لینے دیتا؟

''ہنومان!'' جگت نے نرمی سے کہا۔ ''ہم سب اس وقت تمہاری زندگی کی فکر کر رہے ہیں! تمہیں سنہا یاد آ رہا ہے۔''

ہنومان نے جگت کی نظروں سے بچنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ بیہوشی میں بھی وہ سنہا کی موت کی خبر معلوم کرنے کا خواہشمند تھا مگر ہوش میں آنے کے بعد اُسے مایوسی ہوئی۔ جسم کی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر اُس نے کہا۔ ''جگت! تم خواہ مخواہ عین وقت پر درمیان میں آ گئے اور مجھے گھسیٹ کر دور لے گئے۔'' پھر کچھ دیر رُک کر بولا۔ ''اگر دو ایک فائر اور جھونک دیتا تو پولیس کو اُس کی لاش ملتی۔'' ہنومان ہانپنے لگا۔ وہ خود کس قدر زخمی ہے اُسے اب اس کا احساس ہو چکا تھا۔ جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''فی الحال بحث بند کرو۔ سنہا بھی تمہاری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ ہمارے ساتھی نے اپنی آنکھوں سے اُسے تڑپتے دیکھا ہے۔ پولیس والے اُسے زخمی حالت میں اُٹھا لے گئے ہیں۔''

ہنومان نے سرد آہ بھری۔ ''پھر تو وہ بچ جائے گا۔ مرنے سے پہلے میرے دل میں صرف یہ خواہش رہ جائے گی۔ اگر مجھے اُس کے مرنے کی خبر مل جاتی تو میں کتنے سکون سے مر سکتا تھا۔ ڈاکٹر اُسے بچا لیں گے جگت!''

''ہنومان! تو ایسی باتیں مت سوچا کر......'' جگت نے کچھ سختی سے کہا۔ ''اُس کا جو کچھ ہوتا ہے اس کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ تم بچ گئے میرے لئے یہی بہت بڑی بات ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ مکمل آرام کرنے سے تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

''ڈاکٹر......؟'' ہنومان نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ ''کون سا ڈاکٹر؟''

''کرسچین ڈاکٹر۔ اُس نے ساری رات تمہارا علاج کیا۔ تمہارے سینے سے گولی نکالی۔'' یہ کہہ کر جگت نے پولیس سے تصادم کے بعد کی تمام رُوداد سنا دی۔ ہنومان دلچسپی سے سنتا رہا۔ اس طرح اُس کے درد کا احساس کم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جگت کو اطمینان ہوا مگر ہنومان کو شک ہوا، ایک ڈاکو کی جان بچانے کے لئے ڈاکٹر نے اتنی جانفشانی کیوں کی؟

''جگت......! شاید ڈاکٹر کو یہ پتہ نہیں چلا ہوگا کہ ہم لوگ ڈاکو ہیں اور تمہارے سر پر پانچ ہزار انعام ہے۔''

''پہلے تو میں نے یہ بات چھپائی۔ مگر وہ بہت زیادہ چالاک تھا۔ آخر میں نے مان لیا کہ میں ڈاکو ہوں۔''

ہنومان کے چہرے پر حیرت اُبھر آئی۔ ''پھر بھی اُس نے میرا علاج کیا؟ شاید تم نے اُسے کسی بڑی رقم کا وعدہ کیا ہوگا۔''

''نہیں ہنومان! وہ لالچی شخص نہیں ہے۔ تجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے سے تھے تو فرشتوں کی [کہا]نی سنتے تھے جو سب انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان انسانوں کے لئے دُعائیں بھی کرتے [ہیں]۔ مجھے ڈاکٹر ایسا ہی کوئی فرشتہ نظر آیا۔''

ہنومان نے سوچا جگت اُس کا دل بہلانے کے لئے کہہ رہا ہے۔

''کیا تم سچ بول رہے ہو کہ اُس نے مفت علاج کیا؟''

''میں نے اُس سے کہا تھا کہ اگر اُس نے تمہاری جان بچا لی تو میں اُسے منہ مانگا انعام دوں [گ]ا۔ مگر اُس نے مجھ سے کچھ طلب نہیں کیا بلکہ اُس نے مجھے کچھ دیا ہے۔'' یہ کہہ کر جگت نے اپنی جیب [س]ے ایک کاغذ نکال کر پڑھا۔ ''انتقام لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس جذبے کو اپنے دل سے نکال دینا [چا]ہئے۔ کوشش کرو! یسوع مسیح تمہاری مدد کریں گے۔''

ہنومان چونک گیا۔ پھر اُس کا مطلب سمجھنے کے لئے کچھ دیر تک اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ [پھ]ر وہ اچانک زور سے چیخا۔ ''اس کاغذ کو پھاڑ دو جگت! پھینک دو اسے۔ بھول جاؤ اس نصیحت کو۔'' [ہن]ومان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں باہر نکل آئی تھیں۔ پُر جوش انداز میں اُس نے مٹھیاں کس [لی]ں مگر زخم میں ٹیس اُٹھنے لگی اور جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ جگت بری طرح گھبرا گیا۔ اُس نے [ہن]ومان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر اُس کا سینہ آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔ اُسے کچھ یاد آ گیا اور ڈاکٹر کی [دی] ہوئی پڑیا میں سے دوا نکال کر اُس نے پانی منگوایا اور کہا۔

''ہنومان! تم جذبات میں مت آؤ۔ ابھی تمہاری جان خطرے میں ہے۔ دوا پی لو۔'' جگت کا [لہج]ہ بہت نرم تھا۔

ہنومان نے جگت کی جانب دیکھا۔ ''نہیں...... پہلے تم ڈاکٹر کی لکھی ہوئی نصیحت کو پھینک دو۔ [و]رنہ میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔'' ہنومان کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

''ہنومان! تم سمجھتے کیوں نہیں؟ اس کاغذ کو پھاڑ دینے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ابھی تک میں اسے کئی [ب]ار پڑھ چکا ہوں۔ اس پر لکھا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے عہد کیا تھا کہ اس کا دیا ہوا کاغذ صبح شام ضرور پڑھوں گا۔''

ہنومان خاموش رہا۔ اُس نے دیکھا جگت کی آواز میں بھاری پن آ گیا ہے۔ اُس کی آنکھوں [م]یں آنسو تیرنے لگے۔ جس شخص نے اُسے بچانے کی خاطر اتنی محنت کی تھی اس سے صرف ایک ذرا [س]ی بات پر ضد کرنا اچھی بات نہیں تھی۔ اُس نے سعادت مندانہ انداز میں دوا پی لی۔ کچھ دیر بعد ہنومان نے اپنے اردگرد دیکھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کا جائزہ لیا، پھر چونک کر بولا۔

''بچن کہاں ہے؟ تصادم کے دوران کہیں وہ......'' ہنومان کی آواز سے خوف جھلک رہا تھا۔

''نہیں نہیں...... ہنومان! وہ بالکل سلامت ہے۔'' جگت نے اُسے اطمینان دلایا۔ ''میں نے اُسے ویرو کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔''

ہنومان نے آنکھوں کو سوالیہ انداز میں حرکت دی۔ ''مگر کیوں؟''

''تمہاری تیمارداری کرنے کے لئے۔ کیا خبر تمہیں کب تک بستر پر رہنا پڑے؟ وہ تمہارا اچھی طرح خیال رکھے گی۔'' جگت نے کہا۔

ہنومان سوچ رہا تھا، جگت اس کے لئے کتنا فکر مند ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُس کی پلکیں بوجھل ہو گئیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ٹھیک ہونے کے باوجود بھی شاید اُس کی زندگی بے مصرف رہے۔ سارا زندگی اُسے کسی کے سہارے کی ضرورت ہوگی۔ اس سے تو بہتر ہے کہ...... اس سے آگے وہ نہ سکا۔ پھر اُس نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ”جگت! میرے لئے یہ سب کچھ کرنے سے بہتر ہے میرے سینے میں گولی مار دو! تاکہ اس حالت سے چھٹکارہ مل جائے۔“

اس کے الفاظ ختم ہوتے ہی جگت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”بکواس بند کر...... تو...... تو...... ایسی کم ہمتی کی باتیں کرتا ہے۔“ جگا کی آواز میں ایک عجیب سا دُکھ تھا، ایک عجیب سی محبت تھی۔ وہ جھٹکے سے کھڑا ہوگیا اور ہنومان کو غصیلی نظروں سے دیکھتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

شام تک سب خاموش رہے۔ سب کے دل پر کسی قسم کا بار تھا۔ جگا ڈاکو کی بغاوت کسی نئے موڑ پر پہنچتی نظر آنے لگی۔ منہا سے مقابلے میں مرنے والے ساتھیوں کا غم بھی اُنہیں ستا رہا تھا۔

مرے ہوئے ساتھیوں کے گھر والوں کی مدد کے لئے خاصی رقم پہنچا دی گئی تھی۔ جگت نے فوراً یہ انتظام کیا تھا۔ اس کے باوجود جب بھی ایسے کٹھن حالات پیدا ہوتے اس وقت ہر کسی کے ذہن میں یہ سوال گونجتا۔ ”کیا ڈاکو کی زندگی ایک ایسا راستہ ہے جس سے لوٹنا ممکن نہیں؟“

رات کو بچن، ویرو کو لے کر آ گیا۔ اُس نے ہنومان کے بارے میں سن کر ایک خوشخبری سنائی۔

”منہا کا پیر کٹ گیا۔“

ہنومان تو اُس کی موت کی اطلاع سننے کا خواہشمند تھا، پھر بھی اُس کے دل کو اطمینان ہوا۔ ”اب وہ کسی بیوہ کی طرح گھر میں بیٹھا رہے گا۔“ پھر دانت پیس کر کہا۔ ”جگت کو چھ ماہ میں ختم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔“

جگت ویرو کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے دیکھے ایک ماہ گزر چکا تھا۔ ویرو نے شرما کر سر جھکا لیا۔ جگت نے پوچھا۔ ”تم اتنی کمزور کیوں ہوگئی ہو ویرو! کیا وہاں کا ماحول تمہیں موافق نہیں آیا؟“

ویرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی تمہاری جدائی نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا۔ مگر اُس نے کہا۔ ”یہ تو آپ نے مجھے کافی دن بعد دیکھا ہے اس لئے ایسا محسوس کر رہے ہیں۔ باقی اُچلا بہن کے یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ مجھے اُن کا بچہ بہت پیارا لگتا ہے۔“ آخری الفاظ میں ویرو کے ماں بننے کی خواہش جھلک رہی تھی۔

جگت کا جی چاہا کہ ویرو کو اپنی باہنوں کے حلقے میں سمیٹ لے۔ ویرو اُس سے قریب ہو کر بھی اُس کے لئے دُور تھی۔ مگر اُس نے اپنی خواہش پر قابو پا لیا۔ چندن اور ویرو جیسے دو میٹھے جھرنوں کے درمیان ہونے کے باوجود خود وہ پیاسا سا تھا۔ جوانی کی یہ پیاس شاید اب بغاوت کرنا چاہتی تھی۔

”دیکھا جائے گا......“ اُس نے دل میں کہا۔ اب وہ نئے شکار کے متعلق پروگرام مرتب کرنے کے متعلق سوچ میں ڈوب گیا۔ جگت اور اُس کے ساتھیوں نے ہولی کا تہوار نہیں منایا کیونکہ وہ ابھی اپنے مارے جانے والے ساتھیوں کا سوگ منا رہے تھے۔ دوسرے دن جگت نے ایک دل دہلا دینے والی خبر سنی۔

”تمہارے باپو کو پولیس لے گئی۔“ مخبر نے یہ کہہ کر سر جھکا لیا۔

”کیا......؟“ جگت نے چونک کر پوچھا۔ اُس نے کبھی اس کے متعلق سوچا تک نہیں تھا۔ ”مگر ب......؟“

”کل شام نیا پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ خود گھر آ کر اُنہیں گرفتار کر کے لے گیا۔“ مخبر نے کہا۔

جگت کی آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے۔ بچن نے مخبر سے پوچھا۔ ”مگر کون سے جرم کے تحت بس نے اُنہیں گرفتار کیا ہے، اور اُنہیں کہاں لے گئے ہیں؟“

”مجھے یہ نہیں معلوم ہوا جناب! مگر تھانے میں نہیں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں جگا کو بے بس کرنے کے لئے ارجن سنگھ نے یہ چال چلی ہے۔“

سب لوگ اس خبر سے سخت بے چین ہوگئے۔ ہنومان جواب تک خاموش تھا، دانت پیس کر ا۔ ”اُس ارجن سنگھ کو میں موت کے گھاٹ اُتار دُوں گا۔“ مگر پھر اُسے اپنی حالت کا خیال آیا اور کھری آواز میں بولا۔ ”اگر میں ٹھیک ہوتا تو پھر......“

”ہنومان! تم اس کی فکر مت کرو۔“ جگت نے کہا۔ ”اپنے باپو کی عزت سے کھیلنے والے کو میں ٹلی کا دُودھ یاد کرا دُوں گا۔“ پھر مخبر کی جانب گھوم کر بولا۔ ”تم میرے گھر جا کر کہو! کسی قسم کی فکر کریں۔ اور باپو کو کہاں رکھا گیا ہے، اس کے متعلق مکمل اطلاع جمع کر کے جلدی سے واپس آؤ۔“ ار وہ خود ہی بڑبڑایا۔ ”اُس ارجن سنگھ کو میں نے طوائف کے کوٹھے پر نچایا تھا۔ شاید وہ پہلا سبق ول گیا ہے بدمعاش۔“

جگت کا جنون دیکھ کر ہنومان خوش ہوگیا۔ ہنومان کو خوشی تھی کہ اب ڈاکٹر کی نصیحت جگا کے ذہن ے نکل جائے گی۔

O

غصے میں بل کھاتے ہوئے نانا ارجن سنگھ سے ملنے پہنچ گئے۔

”آیئے...... آیئے نانا!“ ارجن سنگھ نے عیارانہ لہجے میں کہا اور کھڑے ہو کر نانا کا استقبال کیا۔ ا کے چہرے سے غصے کے آثار چھٹ گئے۔ ارجن سنگھ کی سسرال دھرم پور تھی، اُسی رشتے سے اُس نے ”نانا“ کہا تھا۔ ارجن نانا کے گرم دماغ سے واقف تھا اس لئے وہ اُن کے سامنے چالاکی سے ام لے رہا تھا۔

”مجھے یقین تھا کہ آپ آئیں گے نانا!“ اُس نے نرم لہجے میں کہا۔

”تم میرے داماد کو بغیر جرم اُٹھا کر لے گئے ظاہر ہے مجھے آنا ہی تھا۔“ نانا سنبھل کر بولے۔ وہ جانتے تھے کہ اُنہیں سارے علاقے کی پولیس کے چیف سے کام نکالنا تھا۔

”کیا کریں نانا! ہمیں بھی اُوپر کے حکم پر عمل کرنا پڑتا ہے۔“ ارجن سنگھ نے مختصراً کہا۔

”مگر جب تمہاری جگہ منہا تھا تو اُس نے کبھی جگت کے گھر والوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا۔ ر تو ہمارے آدمی ہو، تم بھی سکھ ہو اور ہم بھی۔ بیٹا باغی ہو جائے تو اس کی سزا باپ کو دو گے؟“ نانا نے وکیل کی طرح پوچھا۔

”ڈاکو ہونا تو کوئی خاص بات نہیں۔ مگر کسی کی بہو بیٹی کو اغوا کرنا کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے؟“ ارجن سنگھ نے نانا کے چہرے پر بدلتے تاثرات دیکھے۔ پھر مزید کہا۔ ”موہن سنگھ آپ کا

خاندانی دشمن ہے پھر بھی اُس کی بیوی کو اغوا کرنا بہادری نہیں ہے۔ لوگوں کو ہم کیا جواب دیں گے؟"

نانا کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ارجن سنگھ یہ کہے گا۔ ویرو کے اغوا پر نانا بھی جگت سے لم تھے۔ پھر بھی دفاع کرنے کی غرض سے بولے۔ "وہ عورت تو خود جگت کے ساتھ گئی ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

"لوگ کہتے ہیں...... یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ عورت نے کوئی احتجاج کیا تھا۔"

"نانا! آپ بھی کہاں لوگوں کی باتوں میں آ گئے۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ویرو اور جگت کے درمیان ناجائز رشتہ تھا۔ مگر ہم اس پر کس طرح یقین کر لیں؟" نانا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مشتعل ہو جائیں، ارجن سنگھ نے کہا۔ "آپ جیسا شخص یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے اُس عورت کے بدلے میں آپ میرے داماد کو بند کر رہے ہیں۔" نانا نے سخت لہجے میں کہا۔

"جیل میں کیسے بند کر سکتے ہیں نانا؟ ہم نے اُنہیں بڑی حفاظت سے رکھا ہے۔ جب کوا اپنے آدمی کو اٹھا لے جائے اس صورت میں کیا گزرتی ہے جگا کے لئے یہ سبق ضروری تھا۔" ارجن سنگھ نے آخری جملہ سخت لہجے میں کہا۔

"مگر تم کب تک اُسے نظر بند رکھو گے؟"

"یہ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ اپنے نواسے کو کہلوا دیں کہ وہ ویرو کو واپس بھیج دے۔" ارجن سنگھ نے چال چلی۔

"تو تم سودے بازی کرنا چاہتے ہو؟" نانا کا ذہن زنانے میں آ گیا۔

"آپ اس طرح جلد بازی نہ کریں نانا! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ اگر ویرو اپنے گھر نہیں آنا چاہتی تو یہ ممکن ہے کہ وہ پولیس تھانے میں آ کر کہہ دے کہ میں اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر آئی ہوں۔" ارجن سنگھ اپنی بات کا رِدّعمل نانا کے چہرے پر دیکھنے لگا۔ نانا خاموش رہے۔ ارجن نے پھر کہا۔ "اُوپر سے کئی حکم ہوئے ہیں۔ جلد یا بدیر سوہن سنگھ کی زمین ضبط کر لی جائے گی۔ مگر میں نے آپ کی وجہ سے اس حکم پر فوراً عمل نہیں کیا۔"

نانا کھڑے ہو گئے۔ اب وہ شدید اُلجھن میں تھے۔ ابھی کچھ ایسی ویسی بات کہہ کر وہ پولیس چیف سے بگاڑنا نہیں چاہتے تھے۔ شاید بات خراب ہو جائے۔ اُنہوں نے جاتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ کر کوئی راہ نکالوں گا۔"

اس جواب سے ارجن سنگھ کا ذہن بھی اُلجھ گیا۔ وہ نانا کو جاتے دیکھتا رہا۔

نانا، جگت کے گھر آ گئے۔ ماں جی، چندن اور ہزارہ سخت غصے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہزارہ نے کمر سے تلوار کھینچ لی، دل میں کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ ماں جی اور چندن اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ نانا کو دیکھ کر ماں جی کو اطمینان ہوا۔

"شکر ہے باپو آ گئے۔" پھر نانا کو دیکھ کر بولیں۔ "باپو! اسے سمجھائیے۔ کل رات سے ضد کر رہا ہے کہ میں ارجن سنگھ کو قتل کر کے جگت کے ساتھ ڈاکو بن جاؤں گا۔"

نانا کے ذہن میں کھولتا ہوا غصہ اب باہر آ گیا۔ "لڑکے! تلوار کو کھونٹی پر لٹکا دے۔ میں ارجن

...ے مل کر آ رہا ہوں۔" ہزارہ نے اُن کی بات پر عمل نہیں کیا مگر اُس کا جوش ٹھنڈا ہونے لگا۔ ماں ...اور چندن نانا کی بات سننے کے لئے بے تاب تھیں۔

"کیا ہوا؟"

"وہ کہتا ہے جگت دشمن کی بیوی کو واپس کر دے تو وہ جگت کے باپو کو گھر بھیج دے گا۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟" چندن کی زبان سے نکل گیا۔ نانا کو یہ بات کھٹک گئی مگر اُنہوں نے ...اہر نہیں کیا۔

"ایسا حکم اُسے اُوپر سے دیا گیا ہے۔ دشمن کی عورت کو ساتھ رکھنے سے بہتر ہے کہ اُسے قتل کر ...۔ جان چھوٹ جائے گی۔" چندن کا دل بیٹھ گیا۔ ماں جی خاموش رہیں۔ ہزارہ سنگھ تینوں کے ...ں کے تاثرات پڑھ رہا تھا۔ "ارجن سنگھ کہتا ہے کہ عورت خود آ کر پولیس تھانے میں درج کرا ...ے کہ میں راضی خوشی گھر چھوڑ کر گئی ہوں، پھر اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔" نانا نے اُن لوگوں ...کہا۔

چندن کو اس بات میں پولیس کی چال نظر آ رہی تھی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ ویرو صرف راضی خوشی ...نہیں بلکہ شوہر کے ظلم سے تنگ آ کر بھاگ گئی ہے۔ اس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے مگر اُس ...خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ یہ بات نانا سے کہنا بالکل مناسب نہیں تھا۔ نانا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ...ں اُسے پیغام بھیجتا ہوں کہ اگر وہ اپنے باپ کو چاہتا ہے تو ویرو کو واپس بھیج دے۔"

چندن کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نانا نے اُس سے کہا۔ "بہو! تم اس بار مجھے نہیں روکو گی۔ اُس نے جو ...کیا ہے وہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔" چندن چپ رہی۔ اُس نے محسوس کیا گھر میں جھگڑا شروع ہو ...ئے گا۔ ہزارہ نے تلوار کھونٹی پر ٹانگ دی تھی۔

O

مخبر نے آ کر جگت کو مطلع کیا کہ پولیس کیا چاہتی ہے۔ جگت کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"کیا ویرو کو میں واپس بھیج دوں؟ اُس درندے کے ہاتھوں میں؟...... نہیں ایسا کسی طرح نہیں ...۔" جگت کی مٹھیاں کس گئیں۔

"مگر نانا نے یہ حکم بھیجا ہے۔" مخبر نے کہا۔

جگت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ "نانا......" جگت نے سخت غصے میں کہا۔ "ویرو! نہیں ہمیشہ ...لگتی ہے۔ مگر اس سلسلے میں، میں اُن کی بھی نہیں سنوں گا۔" جگت نے صاف بات کہہ دی۔

"میری وجہ سے مصیبت آ گئی ہے جگت!" ویرو کچھ کہنا چاہتی تھی مگر جگت نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے ...دیا۔

"ویرو! تجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں ان سب کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ویرو کو ساتھ رکھ کر میں باپو جی کو ...ن کے ہاتھوں سے چھڑا سکتا ہوں۔ اس قدر قوت میرے بازو میں ہے۔" پھر بولا۔ "باپو کو کہاں ...کیا ہے؟"

"...تیا گاؤں کے برابر والے سکول میں۔ چھٹیوں کے دن ہیں اس لئے سکول بند ہیں۔ چار چھ ...والوں کا پہرہ ہے۔"

"بس تو تیاری کرو! ارجن سنگھ کا میں دماغ درست کر دوں گا۔" جگت نے دانت پیس کر کہ
ہنومان یہ سب چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔ انتقام کو بھول جانے کے متعلق دیا ہوا ڈاکٹر کے
اثر جگت کے ذہن سے نکل گیا، ہنومان کو یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہونے لگی۔



تانا، ماں جی اور چندن کو متعجب چھوڑ کر دھرم پور چلے گئے۔ ساس بہو کے دل گھبرا رہے
ویرو کی واپسی کی بات پر جگت کس قدر جوش میں آئے گا یا پھر گاؤں کا جھگڑا گھر میں آگ لگا
پھر پولیس کی نظر بندی میں جگت کے باپو کے کیا حال ہوں گے؟ ماں جی کو یہی فکر تھی۔ انہیں
ہو رہا تھا شاید اُن کی زندگی ختم ہو جائے مگر اپنے شوہر کا چہرہ وہ نہیں دیکھ سکیں گی۔

جگت کے تایا جب گھر آئے، ماں جی چپکے چپکے رو رہی تھیں۔ چندن باورچی خانے میں
رہی تھی۔ تایا کے قدموں کی آہٹ سن کر ماں جی نے جلدی سے آنسو خشک کر لئے مگر وہ اُت
دیکھ چکے تھے۔ "یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ جگت جیسے بہادر کی ماں آنسو بہا رہی ہے۔"

پانی کا لوٹا رکھتے ہوئے ماں جی نے کہا۔ "یہ جگت کی ماں نہیں رو رہی بلکہ تمہارے بھ
بیوی رو رہی ہے۔"

پانی پیتے ہوئے تایا رُک گئے۔ گھونٹ حلق کے نیچے اُتارتے ہوئے بولے۔ "میں
مطلب سمجھ گیا ہوں۔ چھوٹا بھائی پولیس کی حراست میں ہے اور ہم عورتوں کی طرح بیٹھے
ہیں۔ یہی کہنا چاہتی ہو؟"

"نہیں جیٹھ جی! آپ ایسا نہ سمجھیں۔ میں تو کہہ رہی تھی اُن کے خیال سے دل بیٹھنے لگتا ہے"

"تم مجھے مطمئن کرنے کے لئے کچھ کہو، مگر میں جاٹ کا بیٹا ہوں۔ جگت کا تایا اور سوہن
بھائی۔ سوہن اگر دو دن میں گھر نہیں آیا تو میں زندگی بھر منہ نہیں دکھاؤں گا۔ سمجھیں؟" تایا نے
میں پانی لے کر عہد کیا۔ ماں جی لرز گئیں۔ چندن لسی کا پیالہ رکھ کر دروازے کی آڑ میں کھڑی
تایا کہہ رہے تھے۔ "ابھی میں نے اپنے گھر اپنی ذات کے پانچ سات بڑے آدمی بلائے
بیٹے کے گناہ کی سزا باپ کو ملے ایسا ظلم برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کل وہ کسی اور کو پریشان کر
ہیں۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ارجن سنگھ نہیں مانا تو اس صورت میں اُوپر والے آفیسر
بات کی جائے گی جس کے لئے شیخوپورہ کے وکیل شوبھا سنگھ کو ساتھ لے جائیں گے۔ ضر
پڑنے پر عدالتی کارروائی کی جائے گی۔ کیا ارجن سنگھ کے باپ کا راج ہے کہ وہ جسے چاہے حرا
میں لے لے؟"

"مگر جیٹھ جی! پولیس چیف کا سامنا کر کے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" ماں جی نے فکر
لہجے میں کہا۔

"تم صرف دیکھتی رہو۔ سب قانونی طور پر ہوگا۔ اس طرح کسی سے دبنا ضروری نہیں
نے کہا، پھر جاتے ہوئے وہ گھوم کر بولے۔ "میں رات تمہاری جٹھانی کو سونے کے لئے بھیجوں
تم لوگ کسی بات کا فکر نہ کرو۔" جیٹھ کے ان الفاظ سے ساس بہو کو اطمینان ہو گیا۔ تانا نے
راستہ انہیں بہتر دکھائی دیا۔

دوسری شام کو پانچ بڑے آدمی شوبھا سنگھ وکیل کو ساتھ لے کر ارجن سنگھ کے پاس پہنچ گئے۔ دو
ہو گئے مگر جگا کے باپ کو کوئی چھڑانے نہیں آیا اس کی وجہ سے وہ سخت اُلجھن میں تھا۔ سات
آدمیوں کو متحد ہو کر آتے دیکھتے ہی ارجن سنگھ نے انہیں ٹھنڈا کرتے یا ڈانٹ کر روانہ کرنے کا
میں فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر بحث ہوئی، دلیلیں دی جانے لگیں۔ مگر وکیل نے قانون کی رو سے سوہن
کے حراست میں لے جانے کو چیلنج کر دیا۔

"اگر تم ہماری بات نہیں سنو گے تو ہم اُوپر فریاد کریں گے۔" یہ بھی کہہ دیا گیا۔

ویرو کے خلاف بھڑکا کر اس نے نانا کو واپس کیا تھا مگر ان لوگوں نے ذرا ڈھیل نہیں دی۔

"ویرو کو جگت نے اغوا کر لیا تو پولیس اُس سے نمٹے۔ سوہن سنگھ کو درمیان میں لانے کی کیا
الت ہے؟"

طاقت اور وسکی کے بل پر چلنے والے ارجن سنگھ نے اپنی ذمہ داری پر سوہن سنگھ کو حراست میں
تھا۔ اگر بات اُوپر گئی تو اس صورت میں جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ جگت کے باپ کو حراست
لینے کے بعد لوگ یہی کہتے کہ سنبھا اُن سے اچھا تھا۔ ارجن سنگھ سکھ ہے پھر بھی اپنی ذات کے
ں کو پریشان کرتا ہے۔ اچھا کہلانے کی ارجن کی آرزو پر لوگوں نے پانی پھیر دیا۔ پھر بھی جلدی
لنے کی خاطر اُس نے سب سے کہا۔

"آپ لوگ جگت کو کیوں نہیں سمجھاتے کہ وہ ویرو کو چھوڑ دے۔"

"مگر ویرو اپنی مرضی سے جگت کے ساتھ نہیں گئی اس کا ثبوت کیا ہے؟" وکیل نے دلیل دی۔

"میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔" ارجن سنگھ نے جلدی سے کہا۔ "ایک بار سامنے آ کر ویرو کہہ دے
اپنی مرضی سے گھر چھوڑ گئی ہے، اس صورت میں جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

"اس کا ثبوت ہمارے پاس ہے۔" تایا نے جوش میں آ کر کہا۔ "اُس کی جانب سے لکھے گئے
میں اُس نے بتایا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے گھر چھوڑ گئی ہے۔ اُسے کسی نے اغوا نہیں کیا۔"

"کس پتے پر اُس نے خط لکھا ہے؟" ارجن نے گھبرا کر پوچھا۔ "کہاں ہے وہ خط؟"

تایا شاید کہہ دیں گے کہ ویرو نے چندن کو خط لکھا ہے، اس ڈر سے وکیل نے جلدی سے کہا۔

"ابھی ہمارے پاس نہیں۔ ضرورت پڑنے پر اُسے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

ارجن ہونٹ کاٹنے لگا۔ بازی ہاتھ سے نکلتی ہوئی نظر آنے لگی۔ اُسے معلوم تھا کہ ویرو نے اپنے
سوہن سنگھ کو بھی اس طرح کا خط لکھا ہے۔

کیا وہ خط ان لوگوں کے ہتھے لگ گیا ہوگا؟ ارجن سنگھ کا سر گھومنے لگا۔ "میں ابھی آ رہا ہوں۔"
کہہ کر ارجن اندر والے کمرے میں چلا گیا۔ تایا وکیل کے سامنے مسکرا دیئے۔

"اب ڈھیلا ہوا۔" وہ بڑبڑایا۔

ارجن سنگھ نے الماری کھول کر بوتل نکالی اور دو چار گھونٹ لے کر کوئی راستہ نکالنے کی اُلجھن
پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد اُس کا ایک اردلی کمرے میں آ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"سر! ایک شخص پیغام لایا ہے۔"

ارجن سنگھ نے جلدی سے لفافہ کھولا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ پھر پڑھنے لگا۔

اُس کے چہرے پر مسرت جھلکنے لگی۔

''یہ کون دے گیا ہے؟ اُسے مت جانے دو۔'' یہ کہہ کر اُس نے اردلی دوڑایا، لفافہ جیب رکھ کر ہنستا ہوا باہر آ گیا۔

''میں آپ کی مدد کر سکوں گا مگر مجھے ایک دن کی مہلت اور چاہئے۔ مجھے اپنے چیف کو پڑے گا۔ کل سورج غروب ہوتے ہی سوہن سنگھ اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔'' ارجن سنگھ نے نرم میں کہا۔

''بس صاحب! آپ کی مہربانی۔'' تایا نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہمیں معلوم تھا کہ آپ ہماری سنیں گے۔'' سب جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ارجن سنگھ نے کہا۔ ''مگر ایک شرط ہے۔ یہ بات کل شام تک کسی کو بتائی نہیں جائے گی۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس کا بڑے آفیسر کو پتہ چل گیا تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔''

''ہم اس کا یقین دلاتے ہیں جناب!'' تایا نے ارجن سنگھ سے کہا۔ ''ہم سات کے آٹھویں شخص کو پتہ نہیں چلے گا۔'' وہ گئے تو دروازہ بند کر کے ارجن سنگھ نے جیب سے لفافہ نکا تیسری بار پڑھا۔ لکھا تھا۔

''پولیس چیف ارجن سنگھ!

جگا ڈاکو تحریر کرتا ہے کہ ویرو اگر تمہارے پاس آ کر یقین دلا دے کہ وہ اپنی مرضی سے گھر کر گئی ہے تو اس صورت میں تم نے میرے باپ کو چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے۔ تم اس شرط پر عمل گے۔ اس اعتماد کے ساتھ ہم کل شام پانچ بجے گاؤں کے باہر بڑے پیپل کے درخت کے قر ویرو کو بھیج دیں گے۔ اس کے ساتھ ہماری صرف ایک شرط ہے۔ ویرو تمہارے علاوہ کسی کو چہرہ دکھائے گی۔ وہ برقعہ پہن کر ریڑھے میں آئے گی۔ تمہارا کوئی آدمی اُسے ہاتھ نہ لگائے یہ تم دیکھنا ہے۔ تمہیں اطمینان دلانے کے بعد وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ تم اُسے روکو گے نہیں۔ ا کے پاس ایک پستول بھی ہوگا۔ اگر تم اس شرط پر عمل نہیں کرو گے تو وہ کسی کو بھی بھون دے گی۔ ا کی ذمہ داری تم پر ہوگی...... کل شام پانچ بجے۔''

ارجن سنگھ خط پڑھ کر زور سے ہنس دیا۔ پھر یاد آنے پر دروازہ کھول کر اپنے اردلی کو بلایا۔ دور سے ہانپتا ہوا آ رہا تھا۔

''جناب! پیغام دینے والا شخص غائب ہو گیا۔'' اُس نے اٹک کر کہا۔

ارجن سنگھ کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ ''اب میں سب سے نمٹ لوں گا۔'' وہ خط پڑھ کر ہی ا نے تایا سے چوبیس گھنٹے کا وعدہ کیا تھا۔ ویرو کے قابو میں آنے کے بعد سوہن سنگھ کو حراست میں ر بیکار تھا۔ اسی وجہ سے تو اُس نے یہ بات ظاہر نہ کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اُس۔ سوچا، یہ خط اُسے بیوقوف بنانے کے لئے تو نہیں لکھا گیا ہے؟

مگر اس میں لکھی گئی شرائط کو دیکھ کر اُسے اطمینان ہوا۔ جگا یہ سمجھتا ہوگا کہ ویرو اُسے اطمینا دلانے کے بعد واپس لوٹے گی۔ مگر شاید وہ ارجن سنگھ سے اچھی طرح واقف نہیں۔

گھر میں داخل ہو کر اُس نے ایک بوتل حلق سے نیچے اُتاری۔ ویرو کو اُس نے دو ایک بار د

اں کا حسین چہرہ اُس کی نظروں میں گھومنے لگا۔ وہ نشے میں بڑبڑایا۔

"بیوقوف موہن سنگھ ایسی خوبصورت عورت کے لائق نہیں ہے۔" پھر مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا "کل کی رات رنگین ہو جائے گی۔" پھر لفافے کو بوسہ دے کر جیب میں رکھ لیا۔

ہ پہر تین بجے سے پیپل کے درخت کے نیچے سادہ لباس میں پولیس موجود تھی۔ پیپل کی گھنی ں میں مسافروں کے آرام کا قدرت نے انتظام کر دیا تھا۔ کافی پرانا درخت تھا۔ ارجن سنگھ سے بے تاب تھا۔ چار بجے ہی اُس نے ٹہلنا شروع کر دیا۔ گھنے درخت کی شاخوں پر کچھ ہدار پولیس والے چھپے ہوئے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑے تصادم کی تیاری کی گئی ہ۔ برقعہ میں پستول لے کر آنے والی تھی اس وجہ سے وہ چوکنے تھے۔ ساڑھے چار بجے ارجن نے سب کو آڑ میں چھپ جانے کا حکم دیا۔ ہر پانچ منٹ بعد وہ جیب سے پاکٹ واچ نکال کر دیکھ لیتا تھا۔ مگر گھڑی کی سوئی کسی مریل بیل کی طرح گھسٹتی نظر آ رہی تھی۔

نچ بجے اور پیشانی پر ہتھیلی کی آڑ کر کے اُس نے دور دور تک نظر دوڑائی مگر کوئی ریڑھا دکھائی دیا۔ پھر وقت گزرنے لگا اور مزید پینتالیس منٹ گزرنے پر اُسے وقت مذاق اُڑاتا محسوس لگا۔ اُس نے سوچا کہ جیپ لے کر وہ سامنے جائے مگر یہ بھی ممکن تھا کہ جگا نے اُسے بیوقوف کی کوشش کی ہو۔ تقریباً چھ بجتے ہی دور سے ایک ریڑھا آتا ہوا دکھائی دیا۔

"ہوشیار! جب تک ریڑھا آ کر رُکے، چھپے رہو۔" ارجن سنگھ نے کہا۔ پھر جب ریڑھا آدھے ۔ دور تھا وہ پیپل کے تنے کے عقب میں چھپ گیا۔ یہ امکان بھی تھا کہ جگا اس طرح اُس کی نا چاہتا ہو۔

پیپل کے درخت کے نیچے آ کر ریڑھے والے نے لگام کھینچ لی اور ریڑھا رُک گیا۔

"جناب! آپ کا مال آ گیا۔"

ل کا لفظ سن کر ارجن سنگھ کو خوشی ہوئی۔ ہاتھ میں پستول تھام کر اُس نے آواز دی۔ "مال کو اس بھیج دو!" ریڑھے والے نے منہ اندر کر کے کچھ کہا اور فوراً ہی برقعے والی عورت ریڑھے سے ا۔ برقعہ اتنا لمبا تھا کہ اُس کی کناری زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ پھر بھی چلتے ہوئے اُس کے پیر نے۔ ارجن سنگھ کو اُس کے پیروں سے پھول جھڑتے نظر آ رہے تھے۔

"نزدیک آ جاؤ!" اُس نے سخت مگر پیار بھرے لہجے میں کہا۔ وہ چھ قدم دور ہوگی جب اُس یب سے رُومال نکالا اور چار رائفل برداروں نے برقعے والی کو گھیرا ڈال دیا۔ پانچ آدمیوں ڑھے کو گھیر لیا۔ ریڑھے والے کے ہوش غائب ہو گئے۔ اُس سے تو یہ کہا گیا تھا کہ یہ خاتون چیف کی خاص مہمان ہیں۔ مگر اس کی بجائے یہاں بندوق کی نال سے اُس کا استقبال ہوا رجن سنگھ نے پستول کی لبلبی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تمہارے پاس پستول ہے تو اُسے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔ جس طرح کہوں اُسی طرح میری بات لو! سمجھیں؟" ارجن سنگھ نے گرجدار آواز میں کہا۔ برقعہ لرز رہا تھا۔ ارجن سنگھ خوش ہو گیا۔ "جیپ میں بیٹھ جاؤ۔" ارجن سنگھ نے کہا۔ "میرے کہنے پر عمل کرو گی تو میں تمہیں کسی قسم کی نہیں پہنچاؤں گا۔" برقعے والی کو جیپ میں سوار ہونے میں دقت ہوئی لہٰذا ارجن سنگھ نے

اُسے سہارا دیا۔ اُس نے بازو دبا کر دیکھا، مگر دوسری طرف سے کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ ارجن سنگھ خوش ہو گیا۔

وہ شیخوپورہ تھانے پہنچ گئے۔ ارجن سنگھ کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ رہا تھا کہ برقعے میں کون ہے! پھر بھی اتنا انتظام کیا گیا تھا یہ دیکھ کر پولیس والوں کو یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ برقعے میں جگا ڈاکو نے اپنے آپ کو سپرد کیا ہے کیونکہ ارجن سنگھ کے چہرے پر مسرت تھی۔

جیپ سے اُتر کر ارجن سنگھ برقعے والی شخصیت کو لے کر اندر والے آفس میں چلا گیا۔ پھر دو باعتماد پولیس والوں کو اپنے ساتھ رکھ کر اُس نے اندر کے دروازے بند کر دیئے۔ اُس کی خواہش تو ویرو کو اکیلے میں دیکھنے کی تھی مگر اُس نے خطرے کا احساس کر کے یہ قدم اُٹھایا تھا۔ پسینہ صاف کر کے اُس نے کہا۔ ''اب برقعہ اُتار دو۔

برقعے والی نے سر ہلا دیا۔ ارجن سنگھ کو تعجب ہوا، پھر سمجھ گیا۔

''شاید ان دو پولیس کانسٹیبلوں کی وجہ سے تمہیں اعتراض ہے؟'' پھر اُس نے دونوں پولیس والوں کو عقب میں کھڑا کر دیا۔

''ویرو...... اب سوائے میرے کوئی تمہارا چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔'' پھر بھی برقعے والی شخصیت نے سر ہلایا، شانے اچھالے تو ارجن سنگھ کو غصہ آ گیا۔ ''اب نخرے چھوڑ اور برقعہ اُتار دے۔'' ارجن سنگھ نے کہا۔ پھر آگے بڑھ کر برقعہ چھین لیا۔ مگر چہرہ دیکھ کر ارجن سنگھ کے پیروں تلے سے زمین کھسکنے لگی۔ اُس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ پیشانی پر گہری لکیریں نظر آنے لگیں۔ کیونکہ برقعے میں ویرو کی بجائے اُسے ایک شخص کا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ شخص بری طرح کپکپا رہا تھا۔ اُس کے منہ پر کپڑا کس کر باندھ دیا گیا تھا۔ پسینے سے اُس کا جسم گیلا ہو گیا تھا۔ رونی صورت بنا کر وہ ارجن کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ لباس سے وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کا آدمی نظر آ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ پیچھے سے باندھ دیئے گئے تھے۔

''اس کا منہ کھول دو......!'' ارجن سنگھ نے گرجدار آواز میں کہا۔

پولیس والوں نے فوراً تعمیل کی۔ فوراً ہی ارجن سنگھ نے زور سے ایک چانٹا اُس کے رُخسار پر جڑ دیا۔ اُسے چکر آ گئے۔ وہ نیچے بیٹھ گیا۔ پولیس چیف نے زور سے زمین پر پیر پٹخا، ہتھیلیاں مسلیں جیسے وہ اپنی ناکامی پر تڑپ رہا ہو۔ دراصل وہ چانٹا خود اُس کے منہ پر پڑا تھا۔ شکست کا بھرپور چانٹا...... پھر جنون میں آ کر اُس کا کالر پکڑتا ہوا بولا۔ ''بتا! یہ سب کیسے ہو گیا؟ وہ ریڑھے والا کون تھا......؟''

بولتے ہوئے اُس شخص کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ ''تین چار ڈاکو مجھے دوپہر راستے سے اُٹھا لے گئے۔ شام کو ہاتھ پیر باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا، پھر لمبا برقعہ پہنا کر ریڑھے میں بٹھاتے ہوئے مجھے دھمکی دی کہ شور کرنے کی ذرا سی کوشش پر ریڑھے والا تمہیں پھونک دے گا۔'' اُس نے بتایا۔

ارجن سنگھ کچھ لمحے خاموش رہا، پھر دانت پیس کر بولا۔

''جگا ڈاکو نے مجھ سے فراڈ کیا...... مجھے دغا دیا۔''

مگر وہ اس چال کی وجہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اُسے سوہن سنگھ یاد آ گیا۔ ''کیا جگا نے اپنے باپ

...رانے کے لئے یہ چکر چلایا ہے؟'' ارجن سنگھ کے ذہن میں یہ سوال گونج رہا تھا۔

مگر جیسے ہی وہ جیپ سٹارٹ کر کے تھانے سے باہر نکل رہا تھا، ایک حوالدار دوڑتا ہوا اُس کے پاس آ گیا۔ ''صاحب! جلدی کیجئے۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''کیوں، کیا بات ہے؟''

''صاحب! ویرو نے اپنے آپ کو پولیس کے سپرد کر دیا ہے۔ آپ کو بلایا ہے۔''

''اچھا......؟'' ارجن سنگھ کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ ''کہاں ہے؟''

''اُسی جگہ جہاں سوہن سنگھ زیرِ حراست ہیں۔ اُس نے کہا ہے اپنے چیف کو بلاؤ میں جگا سے ...کر کے پولیس کی حفاظت میں آئی ہوں۔'' حوالدار جلدی جلدی بتا رہا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' ارجن سنگھ نے پرجوش لہجے میں کہا۔ ''اُسے تم یہاں کیوں نہیں لائے؟''

''اُس نے آنے سے انکار کر دیا۔ کہہ رہی تھی ڈاکو اُسے دیکھ لیں گے تو جان سے مار دیں گے۔ ...ب! جلدی کریں۔'' حوالدار کے لہجے میں عاجزی تھی۔

''چلو! تم بھی جیپ میں بیٹھ جاؤ۔'' ارجن سنگھ نے کہا اور مزید چھ مسلح پولیس مین ساتھ لے کر ...دوڑا دی۔ راستے میں بار بار پوچھ کر اُس نے اطمینان کر لیا کہ ویرو یقیناً وہاں آئی ہوئی ہے اور ...پولیس کا سخت پہرہ ہے۔ حوالدار سے تمام یقین دہانی ہونے کے بعد ارجن سنگھ مسکرایا اور ...رل کو تاؤ دینے لگا۔

○

...مت کے بابو جس جگہ زیرِ حراست تھے وہ سکول گراؤنڈ فلور کے چھت والے مکان میں تھا۔ ...ڈیپارٹمنٹ کے کوئی مہمان آنے والے ہیں اور وہ سکول میں ٹھہرائے جائیں گے۔ اس طرح ...پیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ گاؤں کا ایک حوالدار اور چھ مسلح پولیس کانسٹیبل سوہن سنگھ کی نگرانی پر ...تھے۔ آخری ہنگامے کے بعد آٹھ دس دن تک جگا کی جانب سے بھی خاموشی رہی تھی۔ اس ...ارجن سنگھ کو شک تھا کہ جگا زخمی ہے۔ سوہن سنگھ کو حراست میں لینے کے لئے بھی سوچ کر اُس ...جلدی سے قدم اُٹھایا تھا۔ زخمی جگا باپ کو چھڑانے کے سلسلے میں ویرو کو سپرد کر دے گا۔ اُس نے ...رہا تھا۔

سوہن سنگھ کو جب گھر سے لایا گیا تھا تو اُنہوں نے سخت ناراضگی اور غصے کا اظہار کیا۔ چویشن ...گئی تھی۔ ''میں بھی ایک وقت میں صوبیدار تھا۔ تم میرے ساتھ ایسی حرکت کیسے کر سکتے ...'' وہ گرم ہو کر بولے تھے۔

مگر جب سکول میں لا کر پولیس نے مہمان نوازی کا رول ادا کیا تو اُن کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ دو ...ن بعد جب ارجن سنگھ اُن سے ملنے آیا تو اُنہوں نے پوچھا۔

''مجھے یہاں رُکوا کر تمہیں کیا ملے گا؟''

ارجن سنگھ نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ ''محترم! یہاں آپ کو کیا دُکھ ہے؟ کچھ دن ہمارے ساتھ آرام کرنا ہے۔ یہ سمجھ کر خاموش رہیں۔''

''مگر گھر والے فکر مند ہوں گے۔'' سوہن سنگھ نے کہا تھا۔

''وہ فکر مند نہیں ہوں گے۔'' ارجن سنگھ نے کہا۔ ''آپ کے سسر کے ساتھ میری تفصیلی بات چکی ہے جس کی رو سے جگت ویرو کو ہمارے سپرد کر دے گا۔ اس بارے میں وہ بھی راضی ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے اُس عورت کی وجہ سے مجھے قید کیا گیا ہے۔'' سوہن سنگھ ویرو کا نام سن سرخ ہو گئے۔

''آپ اس طرح گرم نہ ہوں محترم!'' ارجن نے اُنہیں ٹھنڈا کیا۔ ''نانا خود کہہ رہے تھے دشمن کی عورت کو جگت اپنے ساتھ رکھے اس بات سے اُنہیں سخت اختلاف ہے۔ جگت نے ا کیوں کیا؟ میری سمجھ سے باہر ہے۔ گھر میں بیوی ہونے کے باوجود غیر عورت کو اغوا کرنے۔ آپ کے خاندان کی بدنامی ہوتی ہے۔'' پھر آہستہ سے کہا۔ ''پولیس ڈیپارٹمنٹ کو بھی اس اغوا کیس کو انجام تک پہنچانا ہے۔''

سوہن سنگھ پر ارجن کی بات سے کافی اثر ہوا۔ جگت کے نانا نے پولیس کا ساتھ دیا تھا پھر اُنہی کیا کہنا تھا؟ پھر بھی اُنہوں نے پوچھا۔ ''پھر تم نے گھر کی تلاشی کیوں لی؟''

ارجن نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''ہمیں یہی ظاہر کرنا تھا......'' پھر جاتے ہو بولا۔ ''کسی طرح آپ کو تکلیف نہ ہو، حوالدار کو میں نے تاکید کر دی ہے۔'' پھر اُن کے ہاتھ م ایک کتاب دیتے ہوئے کہا۔ ''گرو گرنتھ لایا ہوں۔ فالتو بیٹھے ہوئے بھگوان کا نام لیں۔''

سوہن سنگھ کو پولیس چیف شریف آدمی دکھائی دیا۔ حکومت کی ملازمت میں ایسا بھی کرنا پڑتا۔ اس بات کا اُنہیں بھی تجربہ تھا۔ دشمن کی بیوی کو اغوا کر کے جگت نے مفت کا جھگڑا مول لیا تھا یو محسوس کرنے لگے۔

چوتھے دن دوپہر اُن کے برآمدے میں حوالدار چارپائی پر بیٹھا تھا کہ بڑے پھاٹک کے قریب کسی عورت کو پولیس والوں سے بات کرنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں کے درمیان کچھ بحث ہو رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد اُس عورت کو وہیں روک کر ایک سپاہی حوالدار کے پاس آیا۔

''صاحب! ایک عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔''

''کون ہے؟ مجھ سے اُسے کیا کام ہے؟'' حوالدار نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

''صاحب! وہ اپنا نام نہیں بتاتی۔ کہتی ہے صاحب کا خاص کام ہے۔ جلدی ملنا ہے۔'' سپاہی نے بتایا۔

''جاؤ! اُسے بھیج دو۔ مگر تم پھاٹک پر رہو گے۔ اور گہری نگرانی کرو!''

حوالدار نے اپنی پگڑی ٹھیک کر کے کمر پر پستول کا پٹہ درست کیا، پھر آنے والی عورت کا تصو کرنے لگا۔ وہ دوپٹے سے چہرے کا پسینہ خشک کرتی ہوئی حوالدار کے قریب آ گئی۔ جوان خوبصورت اور اچھے گھر کی عورت نظر آ رہی تھی۔ حوالدار نے سوچا کہیں جگا کی بیوی تو نہیں ہے؟ مگر وہ کس سلسلے میں آئی ہو گی؟ جگا کے باپ کی یہاں موجودگی کے متعلق اُس نے کسی کو نہیں بتایا۔ پھر بھی وہ چوکس ہو کر بیٹھا رہا۔ وہ اُس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ دھوپ کی وجہ سے اُس کا حسین چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ہانپنے کی وجہ سے اُس کے سینے کا اُبھار نظر کو روک رہا تھا۔ تھوڑے وقفے سے وہ گھبراہٹ کی وجہ سے پیچھے دیکھ لیتی تھی۔

''تم کون ہو؟ کس سے کام ہے؟'' حوالدار نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''صاحب...... صاحب......!'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہچکچا کر رک گئی۔ پھر اندر کی جانب دیکھ ر پوچھا۔ ''کوئی اندر ہے؟''

''کیا مطلب؟'' حوالدار مشکوک ہو گیا۔ اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم کون ہو؟ یہ کہو! یہاں س کام سے آئی ہو؟''

وہ بہت زیادہ گھبرا گئی۔ ''صاحب! پولیس انسپکٹر اندر ہیں؟ مجھے اُن سے کام ہے۔'' اُس عورت نے کہا۔

''پہلے تم اپنا نام اور کام بتاؤ! پھر میں جواب دوں گا۔'' حوالدار کی آنکھوں سے تجسس جھلک رہا ا۔

''میرا نام ویرو ہے۔'' اُس عورت نے کہا۔ ''میں جگا ڈاکو کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہوں۔'' ن کر حوالدار سن ہو گیا۔ اُس نے پہلے ویرو کو کبھی دیکھا نہیں تھا مگر اب اُس کا نام سننے کے بعد اُس و دیکھنے سے زیادہ ضروری اُس کی بات سننا تھا۔ پستول ہاتھ میں لے کر وہ جلدی سے بولا۔

''یہاں بیٹھو! اور آرام سے بات کرو۔'' حوالدار نے اُسے چارپائی کے برابر زمین پر بیٹھنے کو ہا۔ مگر وہ کھڑی رہی۔

''کیا آپ پولیس انسپکٹر ہیں؟''

''نہیں میں حوالدار رکوار سنگھ ہوں۔'' وہ اکڑ کر بولا۔ ''مگر جب تک تم مجھے پوری بات نہیں بتاؤ ی اُس وقت تک پولیس انسپکٹر کی تم سے ملاقات نہیں ہو گی۔'' حوالدار سوچ رہا تھا کہ ویرو اُس کے ہ لگ گئی ہے لہٰذا اس قصے کو اُسے ممکن حد تک اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔

''آپ کے ساتھ اکیلے میں بات کرنی پڑے گی۔'' ویرو نے نظریں جھکا کر کہا۔ پھر آس پاس واس نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اگر ڈاکو میرا تعاقب کرتے ہوئے ادھر آ گئے اور میں ائی دے گئی، پھر......''

حوالدار کھڑا ہو گیا۔ ڈاکو اگر اُس کے تعاقب میں ہوں تو اس صورت میں انعام و اکرام سے او خطرے کی توقع تھی۔ ''چلو! ہم اندر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔'' ویرو کے آگے چلتے ہوئے لدار نے کہا۔ پہرے پر موجود چار مسلح پولیس والے حوالدار صاحب کے ساتھ ایک عورت کو تے ہوئے متعجب نظروں سے دیکھنے لگے۔ حوالدار نے ایک شخص کو قریب بلایا پھر اُن کے کان ں کہا۔ ''شاید ڈاکو اس طرف آئیں گے، اس لئے چوکنے رہو!''

حوالدار ویرو کو کمرے میں لے جا رہا تھا مگر اُس کے قدم رک گئے۔ وہ شرما کر بولی۔ ''ہم ں کو اکیلے سمجھ کر شاید وہ لوگ کچھ اور سمجھ رہے ہوں گے۔''

حوالدار نے محسوس کیا یہ حسین عورت کافی چالاک ہے۔ ویرو، حوالدار کا چہرہ دیکھتی ہوئی اُس ہ چہرے کے تاثرات پڑھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔ ''آج صبح کے وقت جگا کی پارٹی کے ساتھ ہی تھی۔ بہت دن سے فرار کا موقع تلاش کر رہی تھی۔ صبح حاجت کے بہانے کچھ دور ہٹ گئی اور ہ ریڑھا جا رہا تھا، اُس میں چپکے سے سوار ہو گئی۔ جہاں ریڑھے کا راستہ دوسری طرف جاتا تھا

وہاں سے اُتر کر چھ سات میل چھپتی چھپاتی اس طرف آئی تو مجھے پتہ چلا کہ اس سکول میں کوئی بڑے مہمان آنے والے ہیں اور یہاں پولیس کا کیمپ پڑا ہوا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ میں گھر تک پہنچ نہیں سکوں گی۔ ڈاکو کے کسی مخبر کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے جان سے مار دے گا اس لئے پولیس کی حفاظت میں آئی ہوں۔"

ویرو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں تفصیل سنا دی۔ حوالدار گہری نظروں سے اُس کے چہرے کا جائزہ لیتا ہوا اُس کی باتیں سننے لگا، پھر پوچھا۔ "پھر تم گھر چھوڑ کر جگا کے ساتھ کیوں فرار ہو گئی تھیں؟"

"میرے خاندان سے جگا کی پرانی دشمنی ہے یہ آپ جانتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جگا کا اعتماد حاصل کر کے اُسے کھانے میں زہر دے دوں گی یا دوسرے طریقے سے......" ویرو کچھ دیر رُک گئی۔ اُس کی آنکھیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ "مگر جگا کسی کا اعتماد نہیں کرتا اس لئے اُسے ختم نہ کر سکی بلکہ اُلٹی پھنس گئی۔" ویرو کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"اس کا مطلب ہے تم ڈاکوؤں کے ساتھ بھٹک رہی تھیں؟" حوالدار نے پوچھا۔

"جی ہاں...... وہ مجھے ذرا دیر الگ نہیں کرتے تھے۔" ویرو نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"پھر تو تم ان کے متعلق تمام واقفیت رکھتی ہو گی؟" حوالدار نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں؟ میں پولیس کا ساتھ دے کر اُسے ختم کرا دوں گی۔" ویرو نے خوش ہو کر کہا۔ "پانچ ہزار کا انعام مجھے ملے گا۔"

"اچھا تو پھر یہ بتا دے کہ ڈاکوؤں کا اڈا کہاں ہے؟ وہ لوگ کتنے آدمی ہیں؟" حوالدار نے جلدی سے پوچھا۔ ویرو مسکرا دی۔

"پہلے تم مجھے انسپکٹر صاحب سے ملا دو پھر میں اپنے شوہر کے سامنے سب کچھ بتا دوں گی۔"

حوالدار ہونٹ کاٹنے لگا مگر اس وقت ویرو کو ناخوش کرنا مناسب نہیں تھا اس لئے اُس نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ پھر میرے ساتھ شیخوپورہ پولیس ہیڈ آفس چلو! صاحب وہاں ملیں گے۔" حوالدار نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

ویرو بری طرح گھبرا گئی۔ "نہیں نہیں......" اُس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ڈاکو دیکھ لیں گے تو مجھے پھونک دیں گے۔ تم صاحب کو یہیں لے آؤ۔ اُس وقت تک میں اسی جگہ چھپی رہوں گی۔" ویرو کے ان الفاظ نے حوالدار کو اُلجھن میں ڈال دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اُسے خود جانا چاہئے یا کسی کے ہاتھ انسپکٹر صاحب کو پیغام بھیج دے؟ مگر نہیں۔ وہ ایسی خوشخبری خود لے کر جائے گا۔ دوسرے کو فائدہ کیوں پہنچایا جائے؟" حوالدار نے سوچا، پھر وہ تیار ہو گیا۔ "میں تمہاری بات پر یقین کرتے ہوئے صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ تم نے بھی کوئی غلط حرکت کی تو یہ سپاہی تمہیں گولی مار دیں گے۔ سمجھیں؟" حوالدار نے ویرو کو ڈرایا۔

"صاحب! آپ بھی دھمکی دے رہے ہیں؟ میں تو سوچ رہی تھی کہ ڈاکو ہی ایسے ہوتے ہیں۔" ویرو نے ایک ادا کے ساتھ کہا۔

"تم سمجھتی نہیں ہو۔ سپاہی حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ انہیں شک ہو، ایسا کوئی کام نہ کرنا۔"

الدار نے اُسے سمجھایا۔

"اچھی بات ہے۔ مگر تم اُنہیں نہ بتانا کہ میں کون ہوں۔" ویرو نے ہنستے ہوئے کہا۔ گھوڑا تیار دا کے حوالدار باہر آیا۔ جاتے ہوئے اُس نے پہریداروں سے کہا۔

"یہ عورت خاص اطلاع لے کر آئی ہے۔ اسے اِدھر اُدھر نہ ہونے دینا، نہ اسے پریشان کرنا۔ مجھے؟ میں ابھی صاحب کو لے کر آتا ہوں۔"

ایک میل کے فاصلے پر جا کر اُس نے محسوس کیا کہ وہ ویرو کو کمرے میں بند کر آتا تو اچھا تھا۔ مگر پ واپس لوٹنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔ اگر وہ لوٹتا تو شاید بازی اُلٹ جاتی۔

ویرو چوکنی نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔ اُس نے سمجھ لیا کہ پولیس جس کمرے کے چکر لگا ی ہے وہیں جگت کے باپو کو رکھا گیا ہے۔ کچھ دیر تک وہ برآمدے میں بیٹھ کر کچھ کنکریاں ہاتھ میں لے کر کھیلنے لگی۔ پولیس والوں کو اُس کا کھیل دیکھ کر دلچسپی ہوئی۔ اتنی بڑی عورت کو ایک چھوٹی سی ی کی طرح کنکری کا کھیل کھیلتے دیکھ کر ایک سپاہی قریب آ گیا۔ اُسے اپنی جانب متوجہ پا کر وہ مسکرا ا۔ وہ بالکل قریب آ گیا۔ ویرو نے ترچھی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"کنکری کھیلو گے؟" سپاہی ہنس دیا۔ ویرو نے التجا کی۔ "مجھے پیاس لگی ہے۔ پانی ملے گا؟"

پیاس کا لفظ سپاہی کو اچھا لگا۔ اُس نے پیاسی نظروں سے اُسے دیکھ کر کہا۔ "منگوا دیتا ہوں۔"

"نہیں، مجھے بتاؤ! میں لے آؤں گی۔" ویرو کھڑی ہو کر بولی۔

"مٹکا اندر والے کمرے میں ہے۔ مگر تم وہاں جا نہیں سکتیں۔" سپاہی نے صاف صاف کہا۔

"اچھا...... کیا کوئی مہمان اندر ہے؟" ویرو نے معصوم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں......" سپاہی نے مختصر سا جواب دیا اور پانی کا پیالہ منگوا دیا۔ ویرو کو اُلجھن ہوئی۔ وہ جگت ہ باپو کو اشارہ کرنا چاہتی تھی کہ تیار رہنا وہ لوگ آ رہے ہیں۔ پھر پانی پی کر اُس نے ہاتھ میں تھامی کریاں زور سے ایک کے بعد ایک سکول کی عقبی دیوار پر پھینکیں۔ اس طرح کھیلتے ہوئے دو ٹے پتھر سکول کی دیوار پار کر کے پیچھے کھیت میں گرے۔ یہ کھیت سکول کی عقبی دیوار کے پاس پہلے سے طے کئے گئے پروگرام کے مطابق جگت، بچن اور دوسرے چار ساتھی وہیں چھپے ہوئے ۔ ویرو کا اشارہ ملتے ہی گیٹ والی سمت سے دو آدمیوں کے آپس میں جھگڑا کرنے کی آواز آنے ا۔ شور بلند ہوا۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ گالیاں سنائی دینے لگیں۔ ایک سپاہی اور دو پہریدار دیوار پر چڑھ ہ دیکھنے جھکے کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ مگر اسی لمحے نیچے لڑنے والے دو آدمیوں نے مٹھیاں بھر کر ں اُن کے منہ پر پھینکیں، وہ آنکھیں ملتے ہوئے تینوں زمین پر گرے۔ اُن کی مدد کے لئے ید دو سپاہی آ گئے۔ اتنی دیر میں دوسری جانب سے جگت اور بچن دیوار کود کر اندر آ گئے۔ جگت نے از دی۔

"خبردار! اگر کسی نے حرکت کی تو ہم پھونک دیں گے۔" اسی لمحے دوسرے دو ساتھی اندر کود ۔ مرچوں نے پولیس والوں کو گھبرا دیا۔ وہ چھینکتے اور آنکھیں ملتے رہے۔ اتنی دیر میں ڈاکو انہیں ر چکے تھے۔ مگر ابھی پھاٹک والوں کو گھیرنا باقی تھا۔ گھرے ہوئے سپاہیوں نے ہتھیار ڈال یے۔ جگت اور ویرو کمرے میں گئے۔ سوہن سنگھ شور سن کر چونک گئے تھے مگر اُنہیں معلوم نہ تھا کہ

جگت انہیں آزاد کرانے آیا ہے۔ باپ بیٹا گلے ملے۔ مگر جیسے ہی سوہن سنگھ کی نظر ویرو پر پڑی اُن کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ جگت سے دُور ہٹ گئے۔

"باپو! آپ یہیں رہئے گا، میں سپاہیوں کو ٹھکانے لگا کر آتا ہوں۔" جگت نے کہا۔

پھر بھی وہ کچھ نہیں بولے۔ جگت سمجھ گیا کہ ویرو کو دیکھ کر باپو ناراض ہیں۔ ویرو کو ساتھ لے کر وہ باہر آیا۔ اتنی دیر میں بچن کہیں سے ڈور حاصل کر کے تین پولیس والوں کو مضبوطی سے باندھ چکا تھا۔ چوتھے کو جگت نے دھمکایا۔ "جو میں کہتا ہوں وہ کرو! ورنہ جان سے مار دُوں گا۔ سمجھے؟" جگت رائفل تانے اور بچن موٹا ڈنڈا پکڑے کھڑے رہے۔ سپاہی کپکپانے لگا۔ جگت نے حکم دیا۔ "باہر پہرے پر موجود شخص کو یہاں بلاؤ۔ اُسے ذرا سا اشارہ کیا تو میں تمہیں گولی مار دُوں گا۔"

پولیس نے پہرے دار کو آواز دے کر ہاتھ کا اشارہ کیا۔ جگت اور بچن دیوار کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ دوڑ کر آتے ہوئے پہریدار کے جوتے کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ پہریدار اندر داخل ہوا اور ابھی کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے بچن نے عقب سے اُس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ وہ چیخ اُٹھا۔ بچن نے اُس کی پشت پر ڈنڈے کی نوک لگا کر کہا۔ "بندوق پھینک دو!" اُس نے رائفل پھینک دی۔ فوراً ہی دو آدمی دوڑ کر جلدی سے گھوڑی اندر لے آئے۔ جگت نے اندر جا کر تین سپاہیوں کو کمرے میں دھکیل دیا اور اپنے باپو کو باہر لے آیا۔ بچن نے دو کو کھمبے سے باندھ دیا اور اُن کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ سوہن سنگھ کو گھوڑے پر بٹھا کر جگت نے چیلنج کیا۔

"اپنے انسپکٹر سے کہہ دینا جگا اپنے باپو کو آزاد کرا کر لے گیا ہے۔ اب جو تم نے میرے کسی رشتے دار کو ہاتھ لگایا تو میں اُس کے پورے خاندان کو ختم کر دُوں گا۔" پھر مزید کہا۔ "اُسے یہ بھی بتا دینا کہ ویرو یہاں اس لئے آئی تھی کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ بھی ہماری پارٹی کی ممبر بن گئی ہے۔" پھر باہر آ کر بچن سے بولا۔ "تم سب لوگ ویرو کو لے کر اپنے اڈے پر پہنچ جاؤ! میں باپو کو کسی ریڑھے میں بٹھا کر آتا ہوں۔" اور یہ سب کچھ ایک گزرتے ہوئے طوفان کی طرح ہو گیا۔

بیٹے نے خطرہ مول لے کر انہیں آزاد کرایا یہ اُن کے لئے مسرت کی بات تھی مگر اُن کے چہرے پر سنجیدگی نظر آنے لگی۔ جگت نے اُن سے بات کرنے کی غرض سے کہا۔ "باپو! آپ کو پولیس والے تنگ تو نہیں کرتے تھے؟"

"بالکل نہیں......" سوہن سنگھ نے مختصر سا جواب دیا۔ جگت کو یہ اچھا محسوس نہیں ہوا مگر اُس نے بھی چپ سادھ لی۔ رتیا کی سمت جاتے ہوئے ریڑھے میں بٹھا کر اُس نے باپو سے کہا۔

"باپو! کیا اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟" جگت کا محبت بھرا لہجہ دیکھ کر باپ کا دل پگھل گیا۔ مگر ویرو کا خیال کرتے ہوئے پھر اُن کے چہرے پر سختی آ گئی۔

"تم نے مجھے آزاد کرایا اس سے خوشی ہوئی۔ مگر تم دشمن کی مفرور عورت کو ساتھ کیوں لائے؟"

جگت کے دل کو باپو کے الفاظ سن کر دُکھ ہوا مگر وہ نرم لہجے میں بولا۔ "اب وہ دشمن کی عورت نہیں رہی۔"

"تو کیا وہ تمہاری ہو گئی ہے؟" باپو کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ غصے میں وہ کہہ دینا چاہتا تھا کہ "ہاں! میری ہو گئی ہے۔" مگر کچھ بولے بغیر ہونٹ کاٹتا ہوا گھوڑی پر

...ھ گیا۔ پھر پیچھے مُڑ کر دیکھے بغیر اُس نے گھوڑی دوڑا دی۔ سوہن سنگھ اُسے نظروں سے اوجھل ...ونے تک دیکھتے رہے۔

○

حوالدار کے ساتھ جیپ میں آتے ہوئے ارجن سنگھ نے راستے سے موہن سنگھ کو ساتھ لینا ...روری سمجھا۔ کیونکہ اُس نے کہا تھا کہ اپنے شوہر کی حاضری ملیں ویرو ڈاکوؤں کے متعلق اطلاع ...ے گی۔ یہ بات اُسے حوالدار نے بتائی تھی۔ پھر رتیا گاؤں بھی راستے میں پڑتا تھا اس لئے وقت ...ائع کرنے کا سوال نہیں تھا۔ گھر سے روانہ ہوتے ہوئے موہن سنگھ چاچی کو خوشخبری دینے سے خود ...و نہ روک سکا۔

"چاچی! ویرو پولیس کی حراست میں ہے۔ ڈاکوؤں کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہے۔ میں ...ے لے کر ابھی آتا ہوں۔" اُس کے کہنے پر چاچی مسرت سے دیوانی ہو گئی۔ شکار ہاتھ آ رہا تھا۔

رتیا سے آدھے میل کے فاصلے پر آتے ہوئے ریڑھے کو کراس کر کے ارجن کی جیپ تیز رفتاری ...ے دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ ارجن سنگھ یا حوالدار نے پیچھے مُڑ کر لمحہ بھر بھی دیکھ لیا ہوتا تو اُنہیں ...ریڑھے میں سوہن سنگھ بیٹھے نظر آتے مگر کامیابی کا نشہ جب چڑھ جاتا ہے تو آدمی کو کسی جانب دیکھنے ...ا ہوش نہیں رہتا۔

...سکول کے پھاٹک کے قریب آ کر جیپ کھڑی ہو گئی۔ حوالدار کو تعجب ہوا۔ پہرے دار کیوں ...اہر نہیں؟ ارجن سنگھ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "عورت کی خدمت میں اندر چلا گیا ہے کیا؟"

پھر جیپ رُکتے ہی وہ لوگ زمین پر کود گئے۔ ارجن سنگھ دوڑتا ہوا پھاٹک میں داخل ہو گیا۔ ...وہن سنگھ اور حوالدار اُس کے عقب میں دوڑ رہے تھے مگر اندر داخل ہوتے ہی ارجن سنگھ کے ...یروں کو جیسے زمین نے پکڑ لیا۔ کھمبے سے دو پولیس والے بندھے ہوئے تھے جن کے منہ میں کپڑا ...ٹھنسا ہوا تھا۔ وہ تھرا کر رہ گیا۔ حوالدار کے سامنے اُس نے آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔ اُس کی آنکھیں ...غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ ارجن سنگھ نے بایاں پیر اُٹھا کر اور حوالدار کے پیٹ میں ٹھوکر ماری ...ی۔ مگر پھر وہ گرجدار آواز میں بولا۔ "بڑے ٹھاٹھ سے مجھے خوشخبری سنانے دوڑ آیا تھا۔ یہاں ...ری عزت کا نیلام کرا دیا۔" حوالدار کے پیر کانپ رہے تھے۔ ارجن سنگھ نے پھر چیخ کر کہا۔ "اب ...ن کے منہ کھولو تاکہ تمہاری اور میری ناموس کی داستان سننے کو ملے۔"

موہن سنگھ کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر آیا تھا کہ ویرو کو گھر لاتے ہی سخت ترین سزا دے ...ا۔ پولیس والوں کو رسیوں کی قید سے آزاد کیا گیا تو اُنہوں نے سارا واقعہ بتایا۔

"ہاں...... اب تم بھی گھر جا کر چوڑیاں پہن لو!" ارجن سنگھ کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

"دوسرے تین سپاہی کہاں گئے؟" حوالدار نے پوچھا۔

"اُس کمرے میں...... ڈاکو اُنہیں باندھ کر بند کر گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے جگا نے اپنے باپ کو چھڑانے کے لئے یہ چال کھیلی تھی۔" ارجن سنگھ ...اپتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں جناب...... آدھے گھنٹے پہلے جگا اُسے لے گیا۔" ایک پولیس والے نے بتایا، پھر اُسی

نے ارجن سنگھ کو جگا کا پیغام سنایا۔ ارجن سنگھ کا رُکا ہوا ہاتھ سپاہی پر اُٹھ گیا اور ایک زوردار چانٹا سپاہی کے منہ پر پڑا۔

"بزدل..... تم اس طرح تذکرہ کر رہے ہو جیسے بہادری کی بات ہو۔"

ارجن سنگھ فوراً جیپ میں بیٹھ گیا، ڈاکوؤں کا تعاقب کرنے کے لئے حوالدار اور دو پولیس والے ساتھ لئے۔ موہن سنگھ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے دیکھ رہا تھا۔ گھر پہنچنے کے لئے اُس کے پیروں میں جان نہیں تھی۔

OOO

چاچی نے پندرہ منٹ میں پورے گاؤں کو بتا دیا کہ ویرو ڈاکوؤں کے پاس سے فرار ہو کر پولیس کی حفاظت میں آ گئی ہے۔ اُس وقت جگت کے گھر پر اُس کے تایا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ارجن سنگھ نے وعدہ کیا تھا لہٰذا سورج غروب ہونے سے پہلے سوہن سنگھ یقیناً گھر آ جائیں گے اسی اطمینان پر تایا گھر آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر شام ڈھلنے کے باوجود جب سوہن سنگھ کی آمد کا پتہ نہیں چلا تو وہ کافی بے چین ہو گئے۔ اسی دوران ویرو والی بات سنائی دی اس لئے سبھی اُلجھن میں گرفتار ہو گئے۔ تایا نے سوچا، یقیناً ارجن سنگھ کو پتہ تھا کہ ویرو پولیس کی حفاظت میں آ جائے گی تبھی اُس نے چوبیس گھنٹے میں سوہن سنگھ کو رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ ارجن سنگھ کے پاس تھے اُس وقت ایک پیغامبر خاص پیغام لے کر آیا تھا۔ یہ بات کرنے پر پوری کڑی مل گئی۔ مگر چندن بے چین ہو گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ویرو نے ایسا کیوں کیا؟ جگت سے الگ ہو کر وہ بھاگ آئی ہو گی۔ ماں جی کا دماغ تو اس چکر کو سمجھنے میں ناکام رہا تھا مگر چندن نے جیسے ہی لالٹین جلا کر دروازے کے درمیان لٹکائی تو اُس کے اُجالے میں سوہن سنگھ برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ چندن کے چہرے پر مسرت چھا گئی۔

"لو..... وہ آ گئے۔" تایا نے ہنس کر کہا۔ ماں جی جگت کے باپو کو نظر بھر کر دیکھنے لگیں۔ اُن کا خیال تھا کہ سوہن سنگھ کا جسم سوکھ گیا ہو گا۔ مگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ اُنہوں نے فوراً پانی کا لوٹا سوہن سنگھ کے قریب رکھا۔ سوہن سنگھ نے ہاتھ منہ دھو کر دو گھونٹ پانی پیا۔ پگڑی کھونٹی پر رکھ دی اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔

"ارجن سنگھ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔" تایا نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"کون سا وعدہ؟" سوہن سنگھ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"تم کو رہا کرنے کا۔"

"مگر مجھے اُس نے رہا نہیں کیا، بلکہ جگت نے آ کر رہا کرایا ہے۔"

"اچھا.....؟" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔ جگت کی ماں، بیٹے کی بہادری پر واری ہو گئی۔ چندن کا دل مسرت سے ڈولنے لگا۔

"یہاں تو ہم نے یہ سنا تھا کہ دشمن کی بیوی پولیس کی حفاظت میں آ گئی ہے؟" تایا نے پرتعیش لہجے میں سوال کیا۔

"تم نے غلط سنا ہے۔" سوہن سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وہ جگت کے ساتھ مجھے رہا کرانے آئی تھی۔" چندن کے لئے یہ دُگنی مسرت تھی۔ مگر سسر کے الفاظ سن کر اس کے دل کو دھچکا سا لگا۔ "اب جگت اُسے دشمن کی بیوی نہیں مانتا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا کہ وہ دشمن کی نہیں تو کیا تیری

ہوئی ہے؟"

تایا کو دوسری فکر لگ گئی۔ "اب کیا ہوگا؟" یہی سوال چندن کے دل میں کھٹک رہا تھا۔

O

سب ساتھی خوش تھے۔ ارجن سنگھ کو دوہری شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چال کامیاب ہو تھی۔ پھر ویرو نے ہمت کر کے جس طرح حوالدار کو بیوقوف بنا کر جگت کے باپو کو چھڑانے میں کردار حسن و خوبی سے ادا کیا اس سے جگا کو اپنے کام میں آسانی ہوئی تھی۔ مگر جگت خود اس خو میں شامل نہیں تھا۔ ویرو کے متعلق باپو کے کہے ہوئے الفاظ اُس کے لئے سوہانِ رُوح بن تھے۔ پہلے باپ دادا کے دشمنوں سے عداوت، پھر پولیس سے جنگ، اب کیا گھر والوں سے بھی ل پڑے گا؟ کیا ویرو کو آسرا دینا گناہ تھا؟ وہ ایک عورت کی مجبوری کیوں نہیں سمجھتے؟

لشکر کے تمام ساتھی بھنگڑا ناچ میں مشغول تھے جب ویرو اور جگت ہنومان کے بستر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ہنومان کا دل بھی خوشی سے لبریز تھا مگر اپنی حالت دیکھ کر اُس کا چہرہ اُتر گیا۔ ا وہ ڈاکے ڈالنے میں اُن کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا یہ خیال بار بار اُسے پریشان کر رہا تھا۔ کیا ا ساری زندگی دوسروں کے سہارے زندہ رہنا پڑے گا؟ کسی قسم کی دوڑ بھاگ نہیں۔ پولیس مقابلے میں گولیوں کی سنسناہٹ، ڈاکے ڈالنے کے لئے چھاپے ڈالنا یہ سب کچھ اب صرف ایک خواب بن گیا تھا۔ گولی کے زخم بھر گئے تھے مگر کمر اکڑ گئی تھی۔ وہ بمشکل بیٹھ سکتا تھا۔ ساتھیوں کو مس ہو کر رقص کرتے ہوئے دیکھ کر اُس کے پیر بھی حرکت کر رہے تھے مگر اب وہ کبھی اس طرح رقص نہیں کر سکے گا۔ یہ سوچ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ویرو نے پوچھا۔ "ہنومان بھائی! آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں؟"

ہنومان کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "ویرو بہن! یہ تو مسرت کے آنسو ہیں۔ میرے دوست جگت کا نام مشہور ہو، یہ دیکھ کر میں اطمینان سے مر سکوں گا۔" ہنومان نے کہا۔

"بہادر کی زبان پر مرنے کی بات اچھی نہیں لگتی ہنومان بھائی!" ویرو نے ہمدردانہ لہجے میں کہا "دیکھنا، مہینے دس دن میں تم کھڑے ہو جاؤ گے۔"

سامنے بھنگڑا ناچ ہو رہا تھا۔ برابر میں ویرو اور ہنومان باتیں کر رہے تھے مگر جگت کسی دوسری دنیا میں تھا۔ وہ چپ بیٹھا ہوا تھا۔ ویرو جانتی تھی کہ جگت کے باپو نے اُسے دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا۔ اُس وقت سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر گئی تھی۔ اُس نے جگت کا غمگین چہرہ دیکھ کر اندازہ کیا تھا کہ یقیناً باپ بیٹے میں اِن کے سبب تلخ گفتگو ہوئی ہوگی۔ لیکن جگت سے اِس کی تصدیق کرنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ موسم گرما کی رات نصف منزل سے گزر چکی تھی۔ اب رات میں کچھ خنکی آ چکی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کی دھیمی دھیمی لہریں سونے والوں کو تھپکیاں دے رہی تھیں۔ مگر جگت بستر پر تڑپ رہا تھا۔ وہ بار بار پہلو بدل کر سونے کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔ اچانک اُسے محسوس ہوا کوئی اُس کی چارپائی پر بیٹھا ہے۔

"ویرو! تم اس وقت یہاں؟" چاند کے ہلکے اُجالے میں ویرو کو دیکھ کر جگت چونکا۔ "کیا نیند نہیں آئی؟"

"میں بھی آپ سے یہی پوچھنے آئی ہوں۔ میں دُور کھڑی ہو کر دیکھ رہی تھی کہ آپ بار بار پہلو بدل کر سونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شام کو بھی میں نے آپ کو اُداس دیکھا تھا۔ کیا بات ہے؟" ویرو نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

جگت غور سے ویرو کو دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اُس کی آنکھوں سے درد اور پیار جھلک رہا تھا۔ جگت خاموش رہا۔ لہٰذا ویرو پھر بولی۔ "دیکھیں، آپ کو کتنا پسینہ آ رہا ہے۔" ویرو نے دوپٹے کے پلو سے جگت کا چہرہ خشک کرتے ہوئے کہا۔ "ارے! آپ کا جسم تو دہک رہا ہے۔ اتنا تیز بخار ہونے کے باوجود بھی آپ خاموش ہیں۔ مجھے کیوں نہیں بتایا؟" یہ کہہ کر جگت کے سر کے قریب بیٹھ کر اُس کا سر دبانے لگی۔ ویرو کے ہاتھوں کی چوڑیوں کی جھنکار سنائی دینے لگی۔ اس آہنگ میں ایک عجیب سا جادو تھا۔ عورت کے لمس نے اُس پر عجیب کیفیت طاری کر دی تھی۔ وہ ویرو کو پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ ویرو نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟ پلکیں بند کر کے لیٹ جائیں۔ ابھی نیند آ جائے گی۔"

سعادت مند بچے کی طرح جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن کچھ دیر بعد خود بخود آنکھیں کھل گئیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی تم ہی نظر آتی ہو تو تمہیں کھلی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھوں؟" جگت کی آواز میں شرارت تھی۔

ویرو نے اُس کا دھیان بٹانے کے لئے کہا۔ "آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ شام سے اُداس کیوں ہیں؟ کیا باپو سے کوئی بات ہو گئی؟"

"جب تم سمجھ ہی گئی ہو تو کیوں پوچھتی ہو؟"

"مجھے آپ کی زبانی معلوم کرنا ہے۔" ویرو نے کہا۔ "باپو مجھے جن نظروں سے دیکھ رہے تھے کیا میں اتنی ہی خراب ہوں جگت؟"

"تم کیوں دل میلا کرتی ہو ویرو؟" جگت کا ہاتھ ویرو کی کلائی کی جانب بڑھ گیا۔ اُس کے ہاتھ رک گئے۔ چوڑیوں کی جھنکار خاموش ہو گئی۔ جگت کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ "ساتھ رہ کر جدائی کیوں ویرو......؟" جگت نے ویرو کی ہتھیلی کو اپنے پنجے کے درمیان دبایا۔ جگت کے جسم میں برقی رو دوڑنے لگی۔ ویرو اپنا ہاتھ نہ کھینچ سکی۔ "وہ لوگ تمہیں دشمن کی عورت کہتے ہیں۔ تم کو الگ کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ سب فاصلے ختم کرنا چاہتا ہوں ویرو!" دونوں جذبات کی رو میں بہہ رہے تھے۔ اُنہیں بات کرنا بھی اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"جگت سنگھ......!" ویرو کے ہونٹ شدتِ جذبات سے کپکپائے۔ "فاصلے کتنے ہی کم ہوں مگر ظلم کی آگ کم نہیں ہوتی۔" اس کے بعد وہ یہی سوچتے رہ گئے کہ اُنہیں کیا کرنا چاہئے؟ ویرو گھبرائے ہوئے لہجے میں صرف اتنا کہہ سکی۔ "میں جب سے پیدا ہوئی ہوں نحوست میرے گرد منڈلا رہی ہے۔ میرے جنم کے فوراً بعد ایک بھائی چیچک سے مر گیا۔ باپ کا کھیت ضبط ہو گیا۔ جس گھر میں بیاہ کر آئی وہ گھر برباد ہو گیا۔ اب میری پرچھائیں آپ پر......"

جگت نے جلدی سے دوسرا ہاتھ ویرو کے سرخ ہونٹوں پر رکھ دیا۔ "ویرو! تم اپنے آپ کو احساسِ کمتری میں کیوں مبتلا کر رہی ہو؟ مجھے یہ باتیں نہیں سننی مجھیں؟" جگت کے ہاتھوں کے نیچے ویرو کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اس کپکپاہٹ میں بڑی پیاس تھی۔ محبت کی پیاس...... جگت کا ہاتھ شانے تک پہنچ گیا۔ اُن کی رگوں میں کسی برقی رو کی طرح خون دوڑنے لگا۔ جگت نے ویرو کا شانہ دبایا، پھر جذبات سے مغلوب ہو کر اُسے جھٹکے سے اپنے قریب کر لیا۔ جگت کا چہرہ قریب ہوتے ہی ویرو کی آنکھیں برسنے لگیں۔ گرم آنسوؤں کے قطرے جگت کے رُخسار پر بہنے لگے۔ جگت کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔

"ویرو! تم رو رہی ہو؟"

جگت کے ہاتھ کے جھٹکے سے جیسے ہی وہ اُس کے سینے سے ٹکرائی اُس کی چوڑی چھناکے سے ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ایک ٹکڑا فرش پر گرتے ہی عجیب سا شور ہوا اور اُس کی آواز جگت اور ویرو کے دلوں کو چیر گئی۔

"ویرو! جا سو جا۔" جگت نے کہا اور پہلو بدل کر لیٹ گیا۔ اُس کی آواز میں دُکھ جھلک رہا تھا۔ ویرو کھڑی ہو گئی اور جگت کے دونوں پیروں کو چھوتی ہوئی بھاری قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ باقی رات جگت اور ویرو نے جاگ کر گزار دی۔ صبح کے وقت دونوں کے دلوں اور پلکوں پر بوجھ تھا۔

○

کرپال اور ہوشیار کو ڈاکے سے متعلق خبر فراہم کرنے کے لئے صبح سے بھیجا گیا تھا، کافی رات تک وہ واپس نہیں لوٹے تو جگت اور بچن کا دل گھبرانے لگا۔ دونوں بھیس بدل کر گئے تھے پھر بھی انہیں خوف محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں پولیس کے چکر میں نہ آ جائیں۔ خان ڈوگرا کے ایک زمیندار کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ وہ بڑی آسامی تھی لہٰذا کافی مال ہاتھ لگنے کی اُمید تھی۔ ساتھ ہی ہوشیاری کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ زمیندار نے دو شکاری کتے پالے ہوئے تھے جو چار چوکیداروں سے زیادہ تھے۔ خود زمیندار اچھا نشانے باز تھا۔ کرپال اور ہوشیار کو مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ تقریباً صبح چار بجے دونوں واپس لوٹے۔ اُن کے پیر لڑکھڑا رہے تھے لہٰذا یہ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی کہ دونوں نشے میں ہیں۔ جگت اس حرکت کے ہمیشہ خلاف تھا۔ باہر جا کر پارٹی کے کسی بھی شخص کے لئے نشہ کرنا منع تھا تا کہ وہ نشے کی حالت میں گروہ کا ٹھکانہ نہ بتا دے یا کسی دوسری مشکل میں نہ پھنس جائے۔ کرپال اور ہوشیار نے نہ صرف اس حکم کو توڑا تھا بلکہ اُن کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کسی موتی بائی کے کوٹھے پر بھی رہے تھے۔ وہ نشے میں کہہ رہے تھے۔ "موتی بائی حسن کی دیوی تھی۔ کیا اُس کا جوبن تھا...... شباب اُس کے جسم سے پھوٹ رہا تھا۔"

جگت کا دماغ گھوم گیا۔ اُس نے آنکھیں نکالتے ہوئے دونوں کو گھورا۔ کرپال اور ہوشیار اُس کے غصے سے آگاہ ہو گئے لیکن پھر بھی نشے میں اس کی پرواہ کئے بغیر بکواس جاری رکھی۔ جگت کے ہاتھ حرکت میں آ گئے۔ اُس کا جی چاہا کہ وہ اُنہیں ایک ایک چانٹا جڑ دے۔ مگر بچن نے معاملہ سنبھال لیا۔

"جگت! یہ اس وقت نشے میں ہیں۔ کچھ کہنا مناسب نہیں۔ صبح تمام حساب چکا لیں گے۔"

آخری الفاظ سن کر کرپال لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔ "حساب لینا ہے تو دینا بھی پڑے گا۔ کیوں ہوشیار! ہم تمام اطلاع جمع کر کے لائے ہیں۔ کام ختم کر کے ذرا عیش کر لیا تو کیا ہو گیا؟"

بچن خاموش رہا۔ جگت منہ پھیر کر چلا گیا۔ بچن نے دونوں کو سلا کر اطمینان کی سانس لی۔ مگر صبح کچھ ہونے والا ہے، یہ سوچ کر بے چین ہو گیا۔ ہنومان رات والی بات سے بے خبر تھا۔ اُس نے جب صبح بچن سے تمام واقعہ سنا تو وہ بھی بے چین ہو گیا۔ "ایسی گستاخی؟...... مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہماری پارٹی کے ٹکڑے کر دیں گے۔ بستر میں پڑے ہوئے میں کئی بار انہیں باتیں کرتے سن چکا ہوں۔ کچھ اور ساتھیوں کو بھی انہوں نے ساتھ ملا لیا ہے۔" ہنومان نے بتایا۔

بچن یہ سن کر دہل گیا۔ پھر بھی اُس نے جگت سے بات نہیں کی۔ کل رات والی غفلت کے متعلق ہوشیار اور کرپال بات صاف نہ کریں اس وقت تک وہ خاموش رہنا چاہتا تھا۔ دوسرے ساتھیوں کو اِدھر اُدھر کر کے جگت نے کرپال اور ہوشیار کو بلایا۔ ہنومان کے بستر کے پاس چاروں بیٹھے ہوئے تھے۔ ویرو کو جگت نے باورچی خانے میں بھیج دیا تھا۔ کرپال اور ہوشیار کے چہروں پر تناؤ تھا۔ بچن نے شروعات کی۔ "تم لوگ کیا خبر لائے ہو......؟"

کرپال نے تمام تفصیل بتا دی۔ جگت کو اس بات میں دلچسپی نہیں تھی لہٰذا وہ منہ پھیر کر بیٹھا رہا۔ پیشانی پر تنی ہوئی لکیریں غصے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ ہوشیار ترچھی نظروں سے جگت کو دیکھ رہا تھا۔ کرپال کی بات ختم ہوتے ہی جگت نے کہا۔ "پھر پینے کے لئے کیوں گئے تھے؟"

"کام پورا ہو گیا اس لئے خوشی منانے کو جی چاہا۔" ہوشیار نے جواب دیا۔ دونوں میں سے کسی کے چہرے پر شرمندگی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"اور موتی بائی کے کوٹھے پر بھی خوشی منانے گئے تھے؟" جگت نے پوچھا۔

"یہی سمجھ لو......" کرپال نے بے دھڑک کہا۔

جگت نے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔ "تمہارے جواب میں بڑائی اور بے ادبی کی بو آ رہی ہے کرپال! ایک بار جو اصول بن چکا ہے اس کو توڑنا مجھے کسی طرح پسند نہیں ہے۔"

کرپال اور ہوشیار خاموش رہے۔ اُن کی یہ خاموشی جگت کو کھلنے لگی۔ بچن چاہتا تھا کہ بات بگڑ نہ جائے لہٰذا اُس نے آہستگی سے کہا۔

"ایک بار جگت سے میری بحث ہوئی تھی، تمہیں یاد ہو گا۔ اُس وقت میں جذبات میں الگ ہونے کے لئے تیار ہو گیا تھا مگر مجھے جگت کی بات صحیح محسوس ہوتی ہے۔ طوائف کے چکر میں پھنسے ہوئے ڈاکوؤں کو کوٹھے سے گرفتار کرنے کی پولیس کی مثالیں موجود ہیں۔" پھر مضبوط لہجے میں کہا۔ "ہم ایسا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"سچ کہتے ہو بچن! مگر اصول کی پابندی سب کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ ہماری جوانی بھی کبھی کبھی عورت کا شباب دیکھنے کے لئے ترستی ہے۔" کرپال نے غصے میں بل کھا کر کہا۔

"کیا مطلب...... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کس نے اصول کو توڑا ہے؟" بچن نے پوچھا۔

"اپنی ٹولی میں عورت کو کیوں رکھا جائے؟" کرپال نے کہا۔

جگت کی آنکھیں جل اُٹھیں۔ مگر بچن نے کہا۔ "تم ویرو کی بات کرتے ہو؟ اُسے یہاں لا کے متعلق ہم سب نے فیصلہ کیا تھا۔"

"کرپال! زبان سنبھال کر بات کرو......" جگت گرجا۔

"تم دھمکی نہ دو جگت! میں تم پر غلط الزام نہیں دھرتا۔ یہ رہا اس کا ثبوت......" یہ کہہ کر کر نے جیب سے چوڑی کا ٹکڑا نکال کر سب کو دکھایا۔ "میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جگت کے میں ویرو کی چوڑی کا یہ ٹکڑا ملا ہے۔"

ویرو جلدی سے باہر چلی گئی۔ کشیدہ صورتِ حال نے اُسے گھبرا دیا تھا۔ اُس کے جانے کے جگت نے کرپال سے کہا۔ "کرپال! تم نے بہت غلط اندازہ لگایا ہے۔ میں دوستی کی قسم کھا کر ہوں کہ میں نے ویرو سے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔" جگت کی آواز بھاری تھی۔

"پھر پولیس کا خطرہ مول لے کر ہمیں اُسے یہاں رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟" کرپال، کی نرمی دیکھ کر اوپر چڑھ گیا۔

جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "کرپال......!" اُس نے چیخ کر کہا۔ "پولیس سے ڈرتے ہو تو ا بننے کی ضرورت کیا تھی؟"

"ڈاکو بنے تھے تمہارا ساتھ دینے کے لئے۔ مگر اب زیادہ نہیں بنے گی۔"

"یعنی......؟" ہنومان نے دانت پیس لئے۔

"یعنی یہ کہ میں نے اور ہوشیار نے الگ ہونے کا پروگرام بنا لیا ہے۔" ہوشیار بولا۔ "ہم جھگڑا کر کے الگ نہیں ہونا چاہتے۔ دوستی قائم رہے گی اور ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی کرنے کے عہد کے ساتھ الگ ہوں گے۔"

"مگر کرپال کی بات سے یہ محسوس نہیں ہوتا۔" جگت نے کہا۔

اب بچن نے بولنا ضروری سمجھا۔ "کرپال! تم نے کل جو کچھ کیا اس کی معافی مانگتے تو وہ بات ہوتی۔"

"میں سوچوں گا......" کرپال نے مختصر سا جواب دیا۔

"پھر تم بھی سن لو! جب تک اس پارٹی میں ہو اصول نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ سمجھے؟" جگت گرجا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر جسے ہمارا ساتھ دینا ہو اُسے پوری چھوٹ ملنی چاہئے۔" کرپال نے شرط رکھ جگت کے جواب دینے سے پیشتر ویرو کمرے میں داخل ہوئی اور بھاری لہجے میں بولی۔ "م وجہ سے تم لوگوں کو الگ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔ میرا جو کچھ ہونا ہے رہے گا۔ مگر تم مل جل کر رہو۔"

ویرو نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔ اُس کے چہرے پر عاجزی آنے لگی۔ جگت کھڑا ہوا اور اُس کے ہاتھ سے کپڑے کا بنڈل چھین لیا۔ "ویرو! تمہیں جا ضرورت نہیں۔ جب دل الگ ہو چکے ہیں تو تمہارے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" م نے ویرو سے کہا۔

"سچ بات ہے ویرو بہن! تمہارا تو کرپال نے بہانہ بنایا ہے۔ باقی الگ ہونے کے متعلق،

ے سے پروگرام بنایا جا رہا تھا۔" ہنومان نے کہا۔

ہنومان کی بات سے ہوشیار اور کرپال چونک گئے۔ ویرو کچھ فیصلہ نہیں کر سکی۔ اُس کی آنکھوں آنسو جاری ہو گئے اور جگت نے چاہا کہ اُس کے رُخساروں سے آنسو پونچھ دے مگر وہ ایسا نہیں سکا۔

O

پنجاب کے گورے پولیس آفیسر نے شیخوپورہ کے پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ کو سخت سست لکھا۔ "ڈاکو کو قبضے میں کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جگا کی پریشانی اب بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سنہا سفارش پر میں نے تمہیں پولیس انسپکٹر بنایا تھا مگر تمہارے اعتماد پر رہ کر میں اپنی بدنامی نہیں ا۔ موسم برسات قریب ہے۔ اس سے پیشتر جگا کی ٹولی کو ختم کرنے کی تمام تر ترکیبیں آزما لو! ہما بر رپورٹ بھیجتے رہو۔ ڈاکو کوئی جنگلی جانور نہیں کہ تم جال بچھاؤ اور وہ سامنے آ کر پھنس نا۔ اُن کا تعاقب جاری رکھو جس سے وہ کسی ایک جگہ جم نہ سکیں۔ لوگوں کے دلوں میں سے اُن کا خوف دُور کرو۔ اُنہیں یقین دلاؤ کہ پولیس ان کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ موجود "! خط کے آخر میں گورے آفیسر نے مزید تحریر کیا تھا جسے پڑھ کر ارجن سنگھ کا دل ڈوب گیا۔ تین ماہ میں تم اپنے کام سے مطمئن نہیں کرو گے تو چارج مجھے کسی دوسرے کو دینا پڑے گا۔"

ارجن سنگھ کو اپنی کرسی ڈولتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ سابق پولیس انسپکٹر سنہا اُس سے اچھے کہے ا گے۔ نہیں نہیں...... میں جگا اور گورے آفیسر کو بتا دُوں گا چاہے پچیس پچاس سپاہیوں کی ا دینی پڑے۔ مگر ہنگامے ریکارڈ میں چڑھانا ضروری ہیں۔ یہ کوئی فوج نہیں کہ کمانڈر کو آگے چاہئے۔ میں سنہا کی طرح ڈاکوؤں کی گولی سے اپاہج نہیں بننا چاہتا۔ ڈاکو ختم ہو جائیں اور بندہ ت رہے ایسی ترکیبیں آزماؤں گا۔ شہید ہو کر مجھے میڈل حاصل نہیں کرنے بلکہ زندہ رہ کر ل لینے ہیں۔ زندگی کا عیش اُٹھانا ہے اور......

مگر اُس کی خواہش کو ختم کرتا ہوا اسی طرح جگا اُوپر تلے ڈاکے ڈالنے لگا۔ خان ڈوگرا کے ار کا گھر لٹا، اُس وقت سارے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ دو شکاری کتوں اور ازوں کی پرواہ کئے بغیر جگا کی ٹولی قیمتی جواہرات لے گئی۔ جگا نے خان ڈوگرا جیسے زمیندار کو لیا یہ سن کر سب سکتے میں رہ گئے اور یہ سوچنے لگے کہ جگا کو مارنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا۔

ارجن سنگھ کی مونچھ کا بل اُترنے لگا۔ آسمان پر سیاہ بادل چھانے لگے۔ پھر پہلی بارش نے دھرتی دو دیا۔ بھیگی ہوئی ندیاں شور مچانے لگیں اور دھرتی نے اپنے سینے پر ہریالی کا فرش بچھا دیا۔ سب سات سے خوش تھے مگر ارجن سنگھ محسوس کر رہا تھا کہ ندی نالوں سے اُبلتا ہوا پانی اُس کی تمام ئوں کو بہا کر لے جا رہا ہے۔ گورے آفیسر کی طرف سے وارننگ مل چکی تھی۔ اب اُس کی ادگی پر بھی برسات کا پانی پھرتا نظر آ رہا تھا۔ چھتوں پر سے ٹپ ٹپ ٹپکتے ہوئے پانی کے قطرے کے دل پر دستک دے رہے تھے۔ وہ دستک شکست کی دستک تھی۔ پھر بھی اُس نے اپنی ٹ میں سخت قدم اُٹھانے کی منظوری طلب کر لی بلکہ دوسری طرف سے اُس نے مزید چار ماہ کی د طلب کی۔ اُس نے سوچا آخری کوشش کر لی جائے۔

ارجن سنگھ اپنی عقل کو داد دینے لگا...... ''عقل کے سامنے تو بہادری بھی پانی بھرتی ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ اور دل کو مضبوط کرنے کی غرض سے مونچھوں پر تاؤ دینے لگا۔

O

پہلی بارش کی خوشی میں چندن راب تیار کر رہی تھی۔ باورچی خانے کی کھڑکی سے وہ چھتوں سے بہتی ہوئی برسات کو دیکھ رہی تھی۔ اور زمین سے اُٹھتی ہوئی سوندھی خوشبو سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ برسات کے موسم نے اُس کے دل کو جذبات سے لبریز کر دیا تھا۔ اُس کے دل میں رہ رہ کر وہ آرزوئیں مچل رہی تھیں جو ایک گاؤں کی کسی نوبیاہتا کے دل میں مچلتی ہیں۔ اُس کا جسم ہجر کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اور اس آگ کو برسات کا پانی اور تیز کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کاش اُس کا شوہر بھی گاؤں کی دوسری لڑکیوں کے شوہروں کی طرح کسان ہوتا تو وہ آج اُس کے پاس ہوتا اور وہ اپنے شوہر کے ہمراہ اس موسم کی بہاروں میں جھولا جھولتی اور پھر وہ سب کچھ ہوتا جو ایسے موسموں میں ہوتا ہے۔

''بہو! راب جل تو نہیں گئی...... ذرا دیکھنا!'' برآمدے میں بیٹھی ہوئی ماں جی کی آواز پر چندن چونک اُٹھی۔ اپنی آنکھوں میں سنہرے دنوں کے خواب سجائے وہ شرمیلے انداز میں مسکرا دی۔ جلدی سے اُس نے پتیلی چولہے پر سے اُتار لی۔ ماں جی کے آنے سے پہلے دوپٹے سے بھیگی آنکھیں خشک کر لیں۔ اسی لمحے صدر دروازے پر دستک ہوئی اور دو تین آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر قدموں کی آہٹ کے ساتھ تایا جی کسی سے کہتے سنائی دیئے۔

''آیئے بابا جی......!'' پھر بولے۔ ''جگت کی ماں! ہمالیہ سے سادھو بابا آئے ہیں۔''

''سکھی رہو ماں جی......!'' سادھو بابا کی آشیرباد سنائی دی۔ چندن نے اندازہ کیا کہ ماں جی نے اُن کے چرن چھوئے ہوں گے۔ پھر وہ بھی سر پر دوپٹہ اوڑھ کر باہر آ گئی۔

چمکدار چہرہ، سفید داڑھی، جسم پر پیلے کپڑے، ہاتھ میں لمبی مالا۔ سادھو کو دیکھ کر چندن نے سر جھکا لیا۔ سوہن سنگھ بہو کا یہ ادب دیکھ کر خوش ہو گئے۔ سادھو نے فوراً دعا دی۔

''بیٹا! دھیرج دھرو۔ کبھی کبھی سکھ پانے کے لئے کشٹ بھی اُٹھانے پڑتے ہیں۔'' بابا جی نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ سوہن سنگھ اور تایا حیرت میں ڈوب گئے۔ بہو کے من کی بات سادھو بابا دیکھتے ہی سمجھ گئے۔ یہ دیکھ کر سادھو پر اُن کا یقین اور مضبوط ہو گیا۔

انسان جب چاروں طرف سے مصیبت میں گھر جاتا ہے تو اُسے اپنے مستقبل میں جھانکنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ شاید آگے اچھے حالات کی اُمید ہو تو آدمی بیتنے والے دُکھ آسانی سے سہہ لیتا ہے۔ اسی لئے سادھو سے تایا نے کہا تھا۔ ''اگر ہماری بہو کے نصیب میں کچھ سکھ نہ ہو تب بھی یہ بات اس کے سامنے نہ کہہ دینا۔ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔''

سادھو نے کچھ نہیں کہا، جیسے اُس نے سنا ہی نہ ہو۔

''آپ پرشاد میں کیا لیں گے بابا جی؟'' سوہن سنگھ نے پوچھا۔ مگر سادھو آسن جمائے مگن بیٹھا

رہا۔ ہوا کی ہلکی سی حرکت سے اُس کی سفید داڑھی ہل رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر عجیب طرح کا سکون نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے آنکھیں کھول دیں اور سب کے چہروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اب کہو! کیا جاننا چاہتے ہو تم لوگ؟''

''ہم اپنے بیٹے کی بیوی کا مستقبل جاننا چاہتے ہیں مہاراج!'' تایا نے جلدی سے جواب دیا۔

''مستقبل جاننے کے لئے دل بڑا ہونا چاہئے۔ اچھی، بری سب باتیں انسان کی زندگی میں آتی ہیں۔ اس لئے کہتا ہوں مجھ سے وہی پوچھو جس کی ضرورت ہو۔ جس سوال کا جواب تم برداشت کر سکو، وہی سوال کرو۔'' بابا جی نے بھاری آواز میں کہا۔

''اچھا مہاراج......!'' تایا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''مگر آپ پرشاد میں کیا لیں گے؟ پہلے یہ بتائیں۔''

''ہو سکے تو ایک کٹورا دودھ پلا دو۔ اناج میں بارہ سال سے نہیں لیتا۔'' بابا جی نے کہا۔

چندن کور چاندی کے کٹورے میں دودھ لے آئی۔ تایا نے چندن کور سے بابا جی کے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ ''سادھو بابا جی تمہارا ہاتھ دیکھیں گے۔ لہٰذا تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو ان سے پوچھ لو۔'' تایا نے چندن سے کہا۔

بابا جی نے تھیلے میں سے ایک کتاب نکالی اور پوچھا۔ ''کیا اس کی جنم کنڈلی ملے گی؟''

تایا سوہن سنگھ کی طرف دیکھنے لگے۔ جگت کے باپو سوچ میں ڈوب گئے، چندن کور کی جنم کنڈلی کہاں سے ملے گی؟ شادی کے وقت جنم کنڈلی نکالنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ مگر اچانک اُن کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''ہاں ہاں...... شاید ہو گی۔'' اُنہوں نے کہا۔ ''چندن کور چھوٹی تھی جب جگت سے اس کی سگائی کرنے کے سلسلے میں ہم نے کنڈلی بنائی تھی۔ شاید بڑے صندوق میں ہو گی۔ اسی میں جگت کی کنڈلی بھی ہو گی۔'' سوہن سنگھ پُرجوش انداز میں کھڑے ہوئے اور کہا۔ ''بابا جی! آپ ٹھہریئے میں ابھی تلاش کر کے لاتا ہوں۔''

اب بارش تھم گئی تھی۔ سادھو نے تھیلے میں سے کسی قسم کی جڑی بوٹی نکالی اور دودھ میں گھول لی۔ ''ہمالیہ کی جڑی بوٹی ہے۔ بس یہی میرا بھوجن ہے۔'' سادھو نے اُن سب سے کہا۔

سادھو دودھ پی کر پگڑی کے کنارے سے مونچھوں پر لگا ہوا دودھ صاف کرنے لگے، پھر چندن سے بولے۔ ''ہاں بیٹی! اب دکھا اپنے ہاتھ کی لکیریں۔'' چندن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ سادھو نے اُس کے ہاتھ کو چھوا نہیں بلکہ ذرا دور بیٹھے بیٹھے غور سے دیکھنے لگا۔ تایا اور ماں جی متجسس نظروں سے سادھو کا چہرہ دیکھنے لگے۔ چندن نے نظریں جھکا لیں۔

''تیرا بھاگیہ تو بڑا روشن ہے بیٹی!'' سادھو نے خوش ہو کر کہا۔ ''لیکن......''

لیکن کے لفظ نے سب کے سانس روک دیئے۔ اسی دوران سوہن سنگھ اوپر سے آ گئے۔ اُن کے ہاتھ میں چار جنم کنڈلیاں تھیں۔ ''لیجئے مہاراج! چندن کور اور ہمارے بچوں کی جنم کنڈلیاں مل گئیں۔''

مہاراج جنم کنڈلیاں ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگے، پھر اُن میں سے دو واپس لوٹاتے ہوئے کہا۔ ''ان کی تو زندگی ختم ہو چکی ہے۔'' اُن کے منہ سے آہ نکل گئی۔

وجہ سوہن سنگھ متعجب ہو گئے۔ یہ ان کے دونوں مرے ہوئے بیٹوں کی جنم کنڈلیاں تھیں۔ چندن کور کی جنم کنڈلی دیکھتے ہوئے وہ سوچ میں گم ہو گئے، پھر ہاتھ کی لکیریں ملائیں۔ تایا صبر نہ کر سکے۔ وہ بولے۔ "مہاراج! ابھی آپ نے کہا ہے کہ ان کا بھاگیہ روشن ہے لیکن...... یہ لیکن کیا ہے؟"

سادھو بابا نے تایا کی جانب دیکھا۔ "لیکن جیون میں بڑی کٹھنائی ہے۔ قدم قدم پر کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔" سادھو بابا نے بتایا۔

ماں جی نے سرد آہ بھری۔ "ان سے پوچھو کہ بہو کی گود کب بھرے گی؟ گھر میں جھولا کب آئے گا؟" ماں جی کی بات سادھو جی سمجھ گئے۔ وہ کنڈلی دیکھنے لگے، پھر بلند کئے بغیر کہا۔

"سنتان سکھ پورا ملے گا۔" سادھو نے کہا اور اُنگلی کی پوروں پر کچھ گننے لگے۔ پھر چندن کی جانب دیکھا۔ اُس کی جھکی ہوئی پلکوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ سادھو نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "ماں بننے کے لئے دھیرج رکھنی پڑے گی۔" ماں جی نے محسوس کیا جیسے وہ بلندی سے ایک دم نیچے گر پڑی ہوں۔ وہ بولیں۔

"کتنی دھیرج رکھنی پڑے گی؟ کب تک؟"

مگر تایا نے من کی بات کہی۔ "مہاراج! اب ہمارے بیٹے کا یعنی ان کے پتی کی زندگی کے متعلق بتایئے۔"

سادھو اُنہیں گھورتے ہوئے بولے۔ "جو میرے سامنے بیٹھا ہے میں اُس کے متعلق بتا سکتا ہوں۔ اور ایک گھر کے ایک ہی آدمی کی فال نکالتا ہوں۔"

تایا مایوس ہو گئے۔ سوہن سنگھ نے یہی بات دوسرے طریقے سے پوچھ لی۔ "ہم تو بہو کے سوبھاگیہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے مہاراج۔"

سادھو ہنس دیئے اور اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "بہو کے سوبھاگیہ پر بہت سے کٹھن لمحے آئیں گے۔ بار بار ان کی اگنی پریکھیا ہوگی۔ میں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں۔"

ماں جی مایوس ہو گئیں۔ سوہن سنگھ کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ پھر بھی چندن کور کے چہرے پر شانتی دیکھ کر سادھو بولے۔ "بیٹی! ان سبھی نے سوال کئے، تم نے کچھ بھی نہیں پوچھا۔ کیوں؟ معلوم ہوتا ہے تمہیں بھگوان پر پورا بھروسہ ہے۔ بھگوان نے تمہارے مستقبل میں جو بھی لکھا ہے وہ تمہیں منظور ہے۔ زندگی پر اتنا بڑا اعتماد میں نے کم انسانوں میں دیکھا ہے۔ تم چاہو تو آخری سوال کر سکتی ہو بیٹی!" سادھو کی آواز میں ہمدردی تھی۔ اسی لمحے اُس کے سسر نے اشارہ کر کے اُ ے روک دیا۔ جو چندن کو پوچھنا یا جاننا نہیں تھا وہ اُنہوں نے پوچھ لیا۔

"مہاراج! میرا باغی بیٹا دشمن کی عورت کو اُٹھا کر لے گیا۔ دل میں ڈر ہے کہ کہیں وہ اُس سے شادی نہ کر لے۔ بہو آپ سے یہ بات پوچھتے ہوئے شرماتی ہے۔ ہم سب اس اُلجھن میں دن رات بے چین ہیں۔ کرپا کر کے آپ اتنا دلاسہ دیجئے تاکہ من کو شانتی ہو۔" چندن نے جھٹکے سے سر جھکا لیا۔ جو بات اُس کے دل میں کبھی نہیں آئی اُسے یہ لوگ کیوں کھود نکالنا چاہتے ہیں؟ اُس نے سوچا، سادھو سے کہہ دے کہ مجھے ایسا کچھ نہیں جاننا۔ میرا سوبھاگیہ اکھنڈ ہے اس سے زیادہ میری کوئی خواہش نہیں ہے۔ اس سوبھاگیہ کی کوئی حصے دار آ جائے پھر بھی جو میرے نصیب میں ہے وہ کم

نہیں ہوگا۔ مگر بزرگوں کی وجہ سے خاموش رہی۔ پہلی بار سادھو نے جگت کی جنم کنڈلی ہاتھ میں لے کر دیکھی، پھر چندن سے کہا۔

"بیٹی! اپنا ہاتھ دکھانا۔"

چندن نے دائیں ہتھیلی اُس کے آگے بڑھا دی۔ سادھو کبھی کتاب، کبھی جنم کنڈلی اور کبھی چندن کی ہتھیلی دیکھنے لگا۔ سب سانس روکے بیٹھے تھے۔

"جب پوچھ ہی لیا ہے تو کہنا پڑے گا۔" سادھو جی اتنا کہہ کر رُک گئے، پھر کچھ حساب لگانے لگے۔ سب لوگ خاموش تھے۔ آخر سادھو بولے۔ "یہ لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔"

سادھو کے یہ الفاظ سن کر سب اس طرح لرز گئے جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو، زمین ہل گئی ہو۔ ایک چندن ہی تھی جو اپنی جگہ خاموش تھی، پُرسکون تھی۔ سوہن سنگھ چارپائی پر سے کھڑے ہو گئے۔ وہ منت پیں کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس میں ملنے لگے۔ مگر سادھو نے حالات کی پرواہ کئے بغیر اپنے الفاظ مکمل کر دیئے۔ "لیکن تمہاری خواہش کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے سادھو کھڑے ہو گیا۔ چندن نے سر جھکا لیا۔ پھر سادھو نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "بیٹی! میں نے جو دیکھا بتا دیا۔ مگر بھگوان پر اعتماد قائم رکھنا تیرا کلیان ہوگا۔" تایا سادھو کو کچھ دینا چاہتے تھے مگر اُنہوں نے انکار کر دیا۔ "کسی غریب کو دینا۔" اُنہوں نے کہا، پھر تایا کے ساتھ باہر چلے گئے۔ اُن کی کھڑاؤں کی کھٹ کھٹ گھر کی دیواروں سے ٹکرائی اور ختم ہو گئی۔ مگر سادھو نے جو مستقبل بتایا تھا اس کا شور سوہن سنگھ کے دل کی دیواروں سے بار بار ٹکرا رہا تھا۔ "لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔"

جگت کی ماں کے کانوں میں بھی سادھو کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔ "لیکن تمہاری خواہش کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔" تو کیا چندن، ویرو کو اپنی سوکن بنا لے گی؟ یا پھر اُس نے پہلے سے سب پروگرام بنا لیا ہے......؟"

O

دو سال پیشتر جگت اسی موسم میں ویرو کے دیور لکھن سنگھ کو قتل کرنے کے بعد گھر سے فرار ہوا تھا۔ میگھ راج نے چار پانچ دن طوفانی رتھ پر بیٹھ کر خوب رقص کیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب کچھ دیر آرام کر رہا ہو۔ دریا پاگل ہو رہے تھے۔ دونوں کناروں سے چھلکتا ہوا پانی دھرتی کو جل تھل بنا رہا تھا۔ چار پانچ دن کے بعد سورج کو چمکتا دیکھ کر لوگ خوش تھے۔ چھت اور برآمدوں میں لٹکتے ہوئے کپڑے گھر گھر انقلابی جھنڈوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کھلا آسمان دیکھ کر وہ بھی مسرت سے جھوم رہے ہوں۔

کھانا کھا کر سوہن سنگھ مکان کے پچھلے حصے میں بندھی ہوئی بھینس کو چارہ کھلا رہے تھے۔ اچانک صدر دروازے پر آواز سنائی دی۔ وہ پولیس کا آدمی تھا۔ انسپکٹر صاحب نے اُنہیں گھر بلایا تھا۔ دوپہر کے وقت انسپکٹر کہیں جانے والا تھا اس لئے جلدی آنے کی تاکید کر کے پولیس والا چلا گیا۔ سوہن سنگھ نے اُسے جلدی واپس ہوتے دیکھا مگر کچھ پوچھا نہیں کہ اُنہیں کیوں یاد کیا گیا ہے؟ پولیس کا بلاوا کسی نئی آفت کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو، یہ سوچ کر ماں جی فکر مند ہو گئیں۔ چندن اُوپر کا کام نمٹا کر آئی۔ اُس نے بھی سنا مگر وہ خاموشی سے باورچی خانے میں جا کر کام میں مشغول ہو

گئی۔ جب سے سادھو فال نکال کر گیا تھا، اُس وقت سے ساس اور سسر کبھی کبھی آپس میں سرگوشیاں کرتے نظر آتے تھے۔ چندن کو سادھو کی بات سے اطمینان ہوا تھا۔ جب سب ٹھیک ہونا ہے تو پھر ہمت کیوں ہاری جائے؟

سوہن سنگھ نے پگڑی سر پر رکھ کر جاتے ہوئے ماں جی سے کہا۔ ''میں بڑے بھائی کو لے کر ارجن سنگھ کے پاس جا رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرنا۔''

اُن کے جانے کے بعد ماں جی نے صدر دروازے کی کھڑکی بند کر لی اور باورچی خانے کی جانب بڑھیں۔ ''بہو بیٹی! تم سے ایک بات پوچھنے کو جی چاہتا ہے۔'' ماں جی نے کہا۔

''ضرور پوچھیں ماں جی!'' چندن کے محبت بھرے الفاظ ماں جی کو اُلجھن میں ڈال رہے تھے۔ کوئی غلط بات کہہ کر اُس کے دل کو کیوں دُکھایا جائے؟ وہ اس خیال سے خاموش ہو گئیں۔

''کچھ نہیں...... کوئی خاص بات نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ لوٹنے لگیں مگر چندن نے انہیں روک لیا۔

''ماں جی! کہہ دو گی تو من کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تین چار دن سے آپ مجھے دیکھ کر اُلجھن محسوس کر رہی ہیں مگر مجھ سے آپ کچھ بھی نہیں کہتیں۔ آپ تو مجھے ڈانٹنے کا حق بھی رکھتی ہیں۔'' چندن نے مسکرا کر میٹھے لہجے میں کہا۔

''ارے میری بھولی بہو!'' ماں جی ہنس دیں۔ ''کس نے کہا کہ میں تمہیں ڈانٹنے آئی ہوں؟''

''گھر میں کوئی ڈانٹنے والا نہ ہو تو ایسا سکھ بھی کھلتا ہے۔'' چندن نے کام کرتے ہوئے کہا۔ ''بتائیں کیا پوچھنا ہے؟''

''چندن! تم کتنی سکھی ہو، یہ میں جانتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے۔'' ماں جی بھاری آواز میں بولیں۔

''دُکھ سکھ میں ہم سب ساتھ ہیں ماں جی!'' چندن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''بیٹی! جگت دوسری شادی کر لے تو کیا ہوگا؟'' ماں جی نے بڑی ہمت کر کے پوچھا۔

''کیا ہوگا؟ گھر میں دوسری بہو آئے گی۔ ہم دونوں مل کر آپ کی خدمت کریں گی۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آپ کچھ اور پوچھیں گی۔'' چندن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اُس کے موتیوں جیسے دانت چمکنے لگے۔

''چندن......!'' ماں جی بولیں۔ ''گھر میں ناگن اچھی ہوتی ہے مگر سوکن بری ہوتی ہے۔ تم میرا خیال کرتی ہو مگر اپنے متعلق بھی سوچا؟''

''سب عورتیں ایک نہیں ہوتیں۔'' چندن کا قدرت پر اعتماد کافی مضبوط تھا۔ ماں جی اُلجھن آمیز نظروں سے چندن کو دیکھنے لگیں۔

''یہ تو ہم کس طرح بتا سکتے ہیں بیٹی! کہ ویرو...... اس گھر میں آنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک روا رکھے گی، مگر......''

''ویرو......؟'' چندن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''آپ سے یہ کس نے کہا کہ......''

''کہے گا کون...... میں جانتی ہوں کہ ویرو کو سکھی کرنے کی خاطر جگت ہم سب سے لاپرواہ ہو کر یہی کرے گا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے پناہ پیار ہے۔'' ماں جی کی آنکھیں بھیگ گئیں اور

آواز بھرا گئی۔ ''ویرو مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ ایک بار کہہ بھی چکی تھی کہ تمہارے جیسی ساس مجھے ملی ہوتی تو...... اُس وقت مجھے اُس کی بات اچھی لگی تھی۔ مگر تیرے اُوپر میں اُسے اس گھر میں نہیں آنے دوں گی۔ میں یہ کہے دیتی ہوں۔'' ماں جی نے غصے میں کہا اور باورچی خانے سے باہر چلی گئیں۔

چندن دل ہی دل میں بولی۔ ''اپنے بیٹے سے زیادہ انہیں میری فکر ہے۔ ایسی ساس کو پانے کے لئے دوسری بھی آ جائے تو مجھے کوئی فکر نہیں کرنی چاہئے۔''

O

اُوپر سے بڑے صاحب کا حکم آیا ہے، اس لئے میں نے تمہیں بلایا ہے۔'' ارجن سنگھ نے سوہن سنگھ کو بڑا لفافہ دکھا کر کہا۔ پھر تایا کی جانب دیکھ کر بولا۔ ''اچھا ہوا تم بھی ساتھ آ گئے۔''

دونوں بھائی خاموش رہے۔

''گورے صاحب بہت خفا ہیں۔ بھگت سنگھ جیسے شخص کو پھانسی پر لٹکا دینے والی حکومت جگا کو کب تک برداشت کرے گی؟'' ارجن سنگھ نے دونوں کی جانب باری باری دیکھ کر کہا۔ وہ خاموش رہے۔ ''اب مجھے سختی سے کام لینے کا حکم ملا ہے۔'' ارجن سنگھ کو دونوں کی خاموشی کھٹک رہی تھی۔ اُس نے مزید کہا۔ ''میں تمہارا سگا بھائی ہوں، یہ سمجھ کر رحم کر سکتا ہوں۔ مگر مجھ پر جو افسر ہے اُسے اس بات سے کوئی غرض نہیں۔ وہ تو ہر حال میں جگا کو گرفتار دیکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ مجھے ہٹا کر دوسرے کو لے آئے گا۔ آخر میں بھی اُوپر والوں کو جواب دہ ہوں۔''

''سچ بات ہے۔'' تایا جی نے کہا۔

''انہوں نے لکھا ہے کہ جگا کے کھیت ضبط کر لو۔ راجستھان میں تمہاری بڑی زمین ہے اس پر بھی اُن کی نظر ہے۔ سب ضبط کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔'' ارجن سنگھ نے کہا۔

سوہن سنگھ کے ماتھے کی لکیریں تن گئیں۔ تایا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس کا مطلب ہے سرکار بھی لوٹ چلا رہی ہے۔''

''جیسا بھی سمجھو۔ مگر تم تباہ ہو جاؤ گے۔'' ارجن سنگھ نے مزید کہا۔ ''اگر اُس نے ویرو کو ہمارے سپرد کر دیا ہوتا تو اس حد تک بات نہ بگڑتی۔ اس کی بجائے اُس نے مجھے دھمکی دی اور اُس عورت کے ذریعے مجھے دھوکہ دیا۔''

''مگر بیٹے کے جرم کی سزا باپ کو کس طرح مل سکتی ہے؟ یہ کون سا قانون ہے؟'' تایا مضبوط لہجے میں بولے۔ ''یہ زمین جائیداد تو ابھی سوہن کی ہے۔ وہ زندہ ہے، جب تک جگت کا اس پر کوئی حق نہیں۔''

''راجستھان میں تمہاری جو زمین ہے اس کے بارے میں، میں نہیں چاہتا تھا کہ کچھ کہوں۔ لیکن تم سننا چاہتے ہو تو سنو! کہ تمہارے باپ نے انورڈا کو کی مدد کی تھی اور حکومت کو تاریکی میں رکھ کر ایک طرف انہوں نے انورڈا کو سے ساز باز کر لی تھی، دوسری طرف حکومت سے یہ طے کیا تھا کہ انورڈا کو حکومت کو پریشان نہیں کرے گا۔ اس کے صلے میں حکومت سے وہ زمین تم لوگوں کو بخشش میں ملی تھی۔ مگر اب حکومت اُس زمین کو واپس بھی لے سکتی ہے۔'' ارجن سنگھ نے گرم لوہے پر ضرب لگائی۔

''پھر کیا کرنا چاہیے؟'' سوہن سنگھ نے گھبرا کر پوچھا۔

کچھ دیر تک ارجن سنگھ اُنہیں گہری نظروں سے دیکھتا رہا، پھر آہستہ سے بولا۔ ''جگت سے کہو کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کر دے۔''

''مگر کیا کوئی باپ بیٹے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ پھانسی پر چڑھ جا؟'' تایا نے پوچھا۔

''میں پھانسی پر چڑھنے کے لئے نہیں کہہ رہا بلکہ قانون کا احترام کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔'' ارجن سنگھ نے جواب دیا۔

''ہم سمجھے نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''جگت حکومت سے معافی مانگ لے۔'' ارجن سنگھ اب آہستہ آہستہ اصل بات پر آ رہا تھا۔

''اگر حکومت معاف نہ کرے پھر؟'' تایا اندھا اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

''اندرونی طور پر سب سمجھ لیا جائے گا۔ حکومت جگت کو بالکل تو خیر معاف نہیں کر سکتی البتہ چار پانچ سال کی جیل بھگت کر زندگی بھر کا سکھ ہو جائے گا۔''

''اور آپ کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔'' تایا کے ذہن میں یہ فقرہ آیا مگر وہ ادا نہ کر سکے۔

''جگت کو منانا مشکل ہے۔'' سوہن سنگھ نے سر ہلا کر کہا۔

''پھر اس کے عوض زمین جائیداد اور آخر میں اپنا بیٹا بھی گنواؤ گے۔ یہ حکم ٹالا نہیں جا سکتا۔ ابھی وقت ہے مگر بعد میں پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔''

سوہن سنگھ اور تایا ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے جیسے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ اب کیا، کیا جائے؟ یہ جاننا مشکل تھا کہ ارجن سنگھ کے دل میں کیا ہے؟ کیا خبر ارجن سنگھ اپنی بات سے مکر جائے یا حکومت جگا کو معاف نہ کرے اور پھانسی پر چڑھا دے اس صورت میں بیٹے کا ہاتھ کس طرح ارجن سنگھ کے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے؟

''تم لوگ اگر میری بات پر سوچنا چاہتے ہو تو میں تمہیں کچھ وقت اور دے سکتا ہوں۔'' ارجن سنگھ نے جواب طلب کرنے والے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم گھر جا کر سوچیں گے۔ مگر اس سلسلے میں جگت سے کس طرح ملا جائے یہ ایک سوال ہے۔'' تایا نے کہا۔ ارجن سنگھ ہنس دیا۔

''تم لوگ جگا سے نہیں ملتے، میں یہ نہیں مان سکتا۔ پیغام کا تبادلہ تو ہوتا ہو گا؟''

اب تایا جواب ٹال نہیں سکتے تھے۔ ''جب سے گھر چھوڑ کر گیا ہے اس کے بعد سے میں نے اُس کا چہرہ نہیں دیکھا۔''

''تو پھر میری بات اُسے سمجھاؤ۔ پھر ساری زندگی وہ تمہاری نظروں کے سامنے رہے گا۔''

''جیسی بھگوان کی مرضی۔'' یہ کہہ کر دونوں نے ارجن سنگھ سے اجازت لی اور آگے بڑھنے لگے۔ ارجن سنگھ اُنہیں جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اُس کا تیر نشانے پر لگے گا یا نہیں؟

باہر آ کر سوہن سنگھ نے کہا۔ ''ہمیں جگت کے نانا سے بات کرنی چاہئے۔ اگر وہ یہ کام ہاتھ میں لے لیں تو جگت کو منایا جا سکتا ہے۔ مگر اس سے پہلے ارجن سنگھ کی چال سمجھ لینی چاہئے، کہیں وہ ہمیں پھنسا ہی نہ دے۔'' تایا گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آسمان پر سورج بادلوں سے گھر گیا

تھا۔ کسی بھی وقت بارش کے ٹوٹ پڑنے کا اندیشہ موجود تھا اس لئے وہ تیز تیز قدموں سے گھر کی جانب بڑھنے لگے۔

سوچتے سوچتے سوہن سنگھ کی آنکھ نہ جانے کب لگ گئی۔ چار دن سے وہ سخت اُلجھن میں گرفتار تھے۔ بارہا اُن کے ذہن میں ارجن سنگھ کے ادا کئے ہوئے الفاظ گونج جاتے جن میں دھمکی بھی تھی اور دلاسہ بھی۔

دھرم پور جا کر اُنہوں نے سسر کو سادھو کی فال اور ارجن سنگھ کی پیشکش کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ نانا جیسے ہوشیار آدمی بھی یہ باتیں سن کر اُلجھن میں پڑ گئے تھے۔

جاٹ کا بیٹا ایک بار بغاوت کر کے پولیس کا تابع ہو جائے یہ ناممکن تھا۔ پھر دشمن کی عورت کو گھر میں بٹھائے بھی کس طرح؟ جگت اگر ویرو سے شادی کر لے اس صورت میں اُن کے لئے اُن کا نواسہ مرنے کے برابر تھا۔ پھر ارجن سنگھ کے کہنے کے مطابق جگت کو بغاوت سے روک دینا کس طرح ممکن تھا؟ جبکہ اُنہوں نے خود اُس کے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑکائی تھی۔ اب یہ آگ کس طرح بجھائی جا سکتی تھی؟ نانا نے داماد سے صرف اتنا کہا۔

''دیکھتا ہوں، شاید کوئی راستہ سوجھ جائے۔ دو تین دن تک میں خود تمہارے پاس آؤں گا۔''

مگر آج چوتھے دن بھی نانا نہیں آئے تھے اس لئے آج سوہن سنگھ بڑی مشکل سے سوئے تھے۔ چانک برآمدے میں دھماکہ ہوا اور وہ چونک کر بیٹھ گئے۔ ''کون ہے......؟''

''میں ہوں باپو......!'' جگت کی آواز سنائی دی۔

سوہن سنگھ برآمدے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اُس وقت نے اُنہیں پرنام (سلام) کیا۔ چانک اُن کے منہ سے نکلا۔ ''سکھی رہو بیٹا!'' پھر اُنہیں یاد آیا کہ جگت جب اُنہیں پولیس کی راست سے چھڑانے آیا تھا تو وہ اُس سے ناراض ہو گئے تھے۔ جگت نے منہ سے نقاب الگ کر کے جوتے اُتارے اور آہستہ سے پوچھا۔

''سب ٹھیک تو ہیں؟'' سوہن سنگھ نے سر جھکا کر اثبات میں جواب دیا اور لالٹین کی لو کچھ اور بڑھا دی۔ اُجالا ذرا اور پھیل گیا۔ اُجالے میں بیٹے کا چہرہ دیکھ کر اُنہیں مسرت ہو رہی تھی۔ اُنہوں نے جگت کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''بیٹا! تم ہمیشہ ایسے ہی مدھم اُجالے میں آتے ہو۔ اور ابھی تمہیں جی بھر کے ہم دیکھ بھی نہیں تے کہ تم آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہو۔''

ماں جی دروازے میں کھڑی باپ بیٹے کا ملن دیکھ رہی تھیں۔ جگت نے اُنہیں دیکھا اور فوراً ؤں چھونے کے لئے اُن کی طرف بڑھا۔ ''ماں......!'' اُس نے پکارا اور ماں کے سینے سے سر لگا کر خاموش ہو گیا۔ ماں اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''ارے بھیگتا ہوا آیا ہے۔ پہلے کپڑے تبدیل کر لے! میں گرما گرم پراٹھے پکا کر لاتی ہوں۔'' ں نے پیار بھری آواز میں کہا۔ جگت مسکرا دیا۔

''ماں! آدھی رات تک کوئی بھوکا رہتا ہے؟''

''بیٹا! میری دانست میں تو تم جب سے گھر چھوڑ کر گئے ہو بھوکے ہی ہو۔ میرے ہاتھ سے

صرف ایک بار پیٹ بھر کر کھانا کھالو! پھر دل کو ٹھنڈک ہوگی۔'' ماں نے کہا۔

''اچھی بات ہے ماں! پھر میں گرم دودھ پیوں گا۔'' جگت بولا۔''اور سنو ماں! زیادہ شور نہ ہو۔''

''پہلے میں بہو کو جگاتی ہوں۔'' ماں جی نے کہا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھیں۔

''نہیں نہیں...... '' جگت نے ناک پر اُنگلی رکھی۔''میں اُسے جگاؤں گا۔''

بیٹے کی شرارت سمجھ کر ماں مسکرادی۔ دودھ پی کر جگت بے آواز قدموں سے اُوپر گیا۔ اُوپری منزل کے کمرے کا دروازہ ایسے ہی اٹکا ہوا تھا اس لئے تھوڑا سا دھکا دینے پر کھل گیا۔

چندن گہری نیند سو رہی تھی۔ ہوا کی ہلکی لہر بار بار اُس کے کھلے ہوئے بالوں کو اُڑا رہی تھی۔ ایک دو لٹیں اُس کے چہرے پر بھی کھیل رہی تھیں۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ جگت اُس کے سرہانے پہنچ کر غور سے اُس کی حسین صورت دیکھنے لگا پھر اُس نے چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کی لو تیز کی۔ اُس کے قدموں کی آہٹ اور بڑھتے ہوئے اُجالے سے چندن جاگ گئی۔ دیوار پر کسی کی پرچھائیں دیکھ کر وہ چونک پڑی اور چادر کھینچ کر سینے پر اوڑھ لی۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو جسے وہ خواب میں دیکھ رہی تھی وہی صورت دکھائی دی...... جگت خاموش کھڑا تھا۔ صرف اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ چندن نے سوچا کہیں یہ خواب تو نہیں؟ اُس نے آنکھیں مل کر دیکھا مگر وہ خواب نہیں تھا۔ جگت نے ہاتھ بڑھایا اور وہ جلدی سے اُٹھ گئی۔ اُس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

''آپ......؟'' جگت کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر اُس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جب ہاتھ دبایا گیا تو اُسے یقین ہوگیا۔''آپ کب آئے؟ میں تو سو رہی تھی...... خبر بھی نہیں ہو سکی۔''

''میں جان بوجھ کر بہت آہستگی سے آیا تھا تاکہ تمہیں سوتے ہوئے دیکھ سکوں کہ کیسی لگتی ہو۔'' جگت اُس کے برابر بیٹھ کر بولا۔

چندن کچھ دور کھسکنے لگی۔ مگر اُس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑا گیا۔ دھڑکتے سینے پر سے چادر ہٹ گئی۔ جگت کی آنکھوں میں طوفان جاگ اُٹھا۔ چندن ہاتھ کھینچنے کی کوشش کرنے لگی مگر دل میں جو خواہش تھی، وہی ہوا۔ ہاتھ اور زور سے دبائے گئے۔ پھر وہ جگت کے سینے سے لگ گئی۔ دونوں کے درمیان فاصلہ مٹ گیا......!

''ارے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور...... اور لالٹین بھی جل رہی ہے۔ اور سنو......''

مگر اُس کا فقرہ ادھورا ہی رہ گیا۔ جگت کے ہونٹ اُس کے ہونٹوں تک پہنچ چکے تھے۔ جدائی برداشت کرتے ہوئے دو دلوں کا ملاپ دیکھ کر مسرت سے جھومتی ہوئی برکھا دھرتی کو چومنے لگی۔ ہوا کے دوش پر پانی کی بوندیں کھڑکی کے راستے اندر آتی ہوئی بھلی معلوم ہونے لگیں۔ کچھ قطرے لالٹین کے شیشے سے ٹکرائے مگر دونوں کو اس کا ہوش نہیں تھا۔ پھر دوسری بار پانی کے چھینٹے لگنے سے جیسے شرما کر لالٹین بجھ گئی......!

گاؤں کے چوکیدار نے جب دو کا گھنٹہ بجایا تو اندھیرے میں لپٹے ہوئے دو ہاتھ لرز گئے۔ ب بارش ختم چکی تھی اور ہوا کا شور بھی کم ہو گیا تھا۔ جگت کا دھیان چندن کے گلے کی جانب گیا۔

''ابھی داغ نہیں گیا؟'' اُس کی آواز میں عجیب سا دکھ تھا۔ پچھلی بار جب وہ چندن سے ملنے آیا

تھا تو اُس نے چندن کے حلق کو دبا دیا تھا۔ اُس وقت کی چیخ اب تک اُس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔ اُس کا چہرہ بجھ گیا۔

''کیوں، پھر گلا دبانے کو جی چاہتا ہے؟'' چندن نے جگت کا دوسرا ہاتھ اپنے گلے پر رکھ کر شرارتی لہجے میں کہا۔

جگت نے ہاتھ واپس کھینچ لئے پھر دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر بولا۔''اس حرکت کے بعد جی چاہا تھا کہ ان خونی ہاتھوں کو آگ میں جلا دوں۔''

چندن چونک کر جگت کے چہرے کو دیکھنے لگی، پھر مسکرا کر اُس نے جگت کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور غور سے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے لگی۔ جگت تعجب سے چندن کو دیکھنے لگا۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' جگت نے پوچھا۔

''دیکھ رہی ہوں کہ آپ دوسرا کارنامہ کب انجام دیں گے؟''

''کون سا اور کیسا کارنامہ؟''

''ویسا ہی جیسا آپ نے مجھے بیاہ کر کیا تھا۔'' چندن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

جگت نے اُس کا کان مروڑتے ہوئے کہا۔''ایک ہے اُس پر بھی ظلم کرتا ہوں۔ دوسری کون آئے گی؟''

''سادھو بابا تو کہہ رہے تھے کہ ضرور آئے گی۔'' چندن نے کہا۔ پھر ساری بات سنا دی اور آخر میں بولی۔''ماں جی اور باپو کی نیند حرام ہو گئی ہے۔''

''اور تمہاری نیند؟'' جگت اپنے سوال کا جواب سننے کے لئے غور سے چندن کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''میں تو مزے سے سوتی ہوں۔ آپ نے ابھی چپ چاپ آکر دیکھ بھی لیا۔ ویسے کیا کوئی تلاش کرلی؟'' چندن کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

''ہم......'' جگت کافی سنجیدہ نظر آنے لگا۔ چندن محسوس کر رہی تھی کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اسی لمحے چوکیدار کی آواز گونجی۔''ہوشیار!'' اور گشت پر نکلے ہوئے چوکیدار کے قدموں کی چاپ رات کے سناٹے میں سنائی دینے لگی۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ چوکیدار آگے نکل گیا اس کے باوجود ندن کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

جگت کھڑا ہو گیا۔ چندن بے چین نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔ اُسے جاتا دیکھ کر اُس کی نکھیں کہہ رہی تھیں۔''بس......'' مگر چندن نے کچھ بھی نہ کہا۔ جگت دروازہ کھول کر نیچے چلا گیا۔ ں جی اور باپو اُسے دیکھ کر چوکنے ہو گئے۔ بیٹے سے بہت کچھ کہنا سننا تھا مگر گزرتے ہوئے وقت لگام نے اُن کے ذہن میں مچلتے ہوئے الفاظ کو روک دیا۔

''کہیں چوکیدار کو کچھ شک نہ ہو جائے اس لئے مجھے اب چل دینا چاہئے۔'' جگا نے کہا اور ھے کی دیوار کی جانب بڑھ گیا۔

''اچھا بیٹے! جاؤ۔ مگر......'' اُس کے باپو نے کہا، پھر رک گئے۔

جگت اُن کی جانب دیکھنے لگا۔''مگر کیا باپو......؟''

''ہو سکے تو دو ایک دن میں اپنے نانا سے مل آنا۔ بہت اہم کام ہے۔ وہی تمہیں بتائیں گے۔''

باپو نے اپنا ادھورا جملہ مکمل کر دیا۔

"بہتر ہے۔" ہاں جی، باپو اور چندن پر نظر ڈالتا ہوا جگت بولا۔

چندن بھی اُوپری کمرے سے نیچے آ گئی تھی۔ وہ تینوں جگت کو جاتے دیکھتے رہے۔ چند ہی لمحو بعد جگت کی گھوڑی کی ٹاپیں دُور ہوتی ہوئی سنائی دینے لگیں......!

○

بیس آدمی، تیس رائفلیں اور تقریباً چار جھڑپوں کے لئے کافی رہنے والے کارتوس اور د گھوڑے اور حصے میں آئی ہوئی رقم اور زیورات لے کر کرپال اور ہوشیار جگا کے گروہ سے الگ گئے۔ جب حصے بٹ رہے تھے اس وقت ہنومان اُداس نظروں سے اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ د بھی یہ سب کچھ ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اس سب کی وہ ذمہ دار ہو۔

"ہم تم سے جدا ہو رہے ہیں۔ مگر ہمارے دل جدا نہیں ہوں گے۔ بھائی جائیداد میں ح بانٹیں یا حصے دار آپس میں بٹوارہ کریں ان کے درمیان عداوت نہیں ہوتی۔ ساتھ رہنے سے اگ دوسرے کے دل خراب ہوں اور کوئی غلط بات ہو جائے اس سے الگ ہو جانا بہتر ہے۔ ہمار درمیان اتحاد قائم رہے گا۔" حصے بٹنے کے بعد آخری کھانے پر ہوشیار اور کرپال بار بار اس طرح یقین دہانی کرا رہے تھے۔

"یہ تو سب موقع پر پتہ چلے گا۔" بچن نے آخر میں کہا۔ "ہم اپنے طریقے سے ڈاکے ڈا گے، تم لوگ اپنے طریقے سے کام کرو۔ مگر ہمیں یہ خیال رکھنا ہے کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہمار درمیان ٹکراؤ نہ ہو جائے۔"

"ارے...... یہ کیا بات کر رہے ہو؟" کرپال نے وزن دار لہجے میں کہا۔ "ہماری ایسی د دوستی کے بعد آپس میں ٹکراؤ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ہم دوست ہیں۔ جبکہ پولیس ہم دونوں کی د ہے۔"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد کو ہم لوگ دوڑ پڑیں گے۔" ہوشیار یقین دلایا۔

"مگر پولیس ہمارے درمیان اختلافات کا فائدہ اُٹھانے کی خاطر ہمیں آپس میں لڑانے کوشش کرے گی۔ یہ یاد رکھنا!" بچن نے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

اس دوران سب کو یاد آیا کہ جگت نے ابھی تک کوئی بات نہیں کی تھی۔ اُس کی خاموشی کرپا کھٹکنے لگی۔ "کیوں جگت! تمہیں کچھ نہیں کہنا؟"

جگت نے کرپال اور ہوشیار کو گہری نظروں سے دیکھا، پھر بجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا۔" پھر پراٹھے کا ٹکڑا چباتا ہوا بولا۔ "اتنا یاد رکھنا جب بھی ڈاکہ ڈالو میر نام کا استعمال نہ کرنا اور نہ ہی ہمارے پیغامبر کو چھیڑنا۔ تم اپنے راستے پر چلنا ہم اپنے راستے پر گے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کرپال اور ہوشیار نے محسوس کیا کہ جگت ناراض ہے۔ ویر بارے میں اُس نے جو طریقہ اپنایا تھا وہ جگت کو کھٹک گیا۔

"جگت! ہم راضی خوشی سے الگ ہو رہے ہیں تو تم ایسی بات کیوں کر رہے ہو؟" کرپال نے کہا۔

"دوست! الگ ہونے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" جگت نے جواب دیا۔ "مگر ویرو کا نام رمیان میں لا کر تم نے یہ ڈرامہ کھیلا ہے یہ بات میں نہیں بھول سکتا۔ ویرو کو تم کیا سمجھ بیٹھے ہو؟ مگر کچھ نہیں۔ اس وقت جب ہم جدا ہو رہے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ آپس میں تلخی پیدا ہو اس لئے اس بات کو یہیں تک رہنے دو۔" جگت کی آواز میں ناراضگی صاف جھلک رہی تھی۔

نصف شب کو ہوشیار کو کرپال اپنے ساتھی اور سامان لے کر روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جگت نے بچن سے کہا۔ "ہم دو گھنٹے کے اندر یہ جگہ تبدیل کر دیں گے۔ کرپال اور ہوشیار پر مجھے مکمل اعتماد ہے لیکن اُن کے ایک دو ساتھی قابل اعتبار نہیں ہیں۔ وہ الگ ہونے کے بعد سب سے پہلے ہمارے متعلق پولیس سے مخبری کریں گے اس لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔"

○

نئی جگہ پہنچ کر اور تمام انتظامات سے فارغ ہو کر جگت نانا سے ملنے کے لئے جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ بچن نے اُسے اکیلا جانے سے منع کیا مگر وہ نہیں مانا۔

"تم فکر نہ کرو...... کل دوپہر تک لوٹ آؤں گا۔"

بچن وہاں سے فوراً چلا گیا۔ اب جگت اور ویرو کو تنہائی مل گئی۔ ویرو نے کہا۔ "یہ نہیں بتاؤ گے نانا نے تمہیں کس لئے بلایا ہے؟"

"ویرو! میں نے کبھی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی۔ باپو نے صرف اتنا کہا تھا کہ جلدی نانا سے مل آنا۔" ویرو گہری سوچ میں غرق ہو گئی۔ "کیوں، میری بات پر تمہیں اعتماد نہیں ویرو؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہو جگت؟" ویرو نے اپنی چمکدار آنکھیں جگت کی آنکھوں میں ڈال کر کہا۔ آپ کی ہر بات پر مجھے اعتماد ہے۔ مگر میں محسوس کر رہی ہوں کہ نانا ضرور میری بات کریں گے۔" جگت کچھ نہیں بولا۔ ویرو نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "آپ مجھ سے الگ نہ ہونے کے لئے اتنی ضد کیوں کرتے ہیں؟"

"انتقام اور محبت ان دونوں پر میرا اصول چٹان کی طرح ہے۔" جگت نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"محبت؟" ویرو دھیمے لہجے میں بولی۔

"ہاں ویرو! تم پہلی عورت ہو جس سے میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی بار محبت کی۔ تمہیں محبت پر اعتراض تو نہیں؟"

ویرو نے درد بھری ایک نظر جگت کے چہرے پر ڈال کر سر جھکا لیا۔ اُس کے سرخ ہونٹ کپکپانے لگے اور ریشمی پلکوں پر موتی لرزنے لگے۔ "جو میرے نصیب میں نہیں، اس کے لئے حاصل کر کے آپ کو اور دوسروں کو پریشان کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔" وہ کچھ دیر رُک کر پھر بولی "آپ کے پیار کی جو حق دار ہے اس میں، میں کس طرح حصے دار بن سکتی ہوں؟" ویرو کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"ویرو! کیا پیار بھی کسی کے حق یا حصے کی چیز ہے؟" جگت نے سوال کیا۔

"عورت اپنے شوہر پر پیار کا حق رکھتی ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں۔"

"مگر سب عورتیں ایسی نہیں ہوتیں ویرو! اور چندن بھی ایسی نہیں ہے۔"

ویرو جگت کو غور سے دیکھنے لگی۔ "یہ کس نے کہا؟"

"چندن نے۔" جگت بولا۔ پھر دل کی بات کہہ دی۔ "اگر تم نصیب کی بات کرتی ہو تو م، نصیب میں دوسری عورت ہے۔ یہ بھی چندن نے ہی مجھے بتایا اور وہ بھی ہنستے ہوئے۔"

"وہ شاید آپ سے مذاق کر رہی ہوگی۔ آپ کو آزمانا چاہتی ہوگی۔"

"نہیں ویرو! کسی سنیاسی نے فال دیکھ کر کہا ہے کہ میرے نصیب میں دو عورتیں ہیں۔ یہی ہے کہ چندن کے علاوہ گھر والے بھی ابھی سے پریشان ہیں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔ ویرو خام ہوگئی۔ اس کی وجہ سے جگت کے گھر میں جھگڑا شروع ہو جائے گا اس خیال سے اُس کا دل لرز گیا۔

"آپ کو نانا نے شاید اسی لئے بلایا ہوگا۔"

جگت ویرو کی بات پر مسکرا دیا۔ "میں نانا سے کہہ دوں گا کہ ہاتھوں کی لکیروں میں جو کچھ ہے اُسے مٹانے کے لئے وہ کیوں بضد ہیں؟"

"ایسا کہہ کر گھر والوں سے بغاوت کریں گے؟"

"وہ تو کر چکا ہوں۔ عورت اگر گھر چھوڑ کر فرار ہو جائے تو اُسے لوگ ڈاکو سے زیادہ خطرنا سمجھتے ہیں۔"

"اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی تھی۔" ویرو کی آنکھیں بھر آئیں۔ "کاش اس بجائے میں جل مری ہوتی تو آج آپ کی زندگی میں شعلے نہ بھڑکتے۔ جس چندن نے مجھے بچا کی خاطر آپ کو پیغام بھجوایا میں اُس سے غداری کس طرح کر سکتی ہوں؟" ویرو بلک بلک کر رو لگی۔ وہ زبان سے کچھ نہ کہنے کے باوجود جگت کے پیار کی پیاسی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے آ کو قابو میں رکھتی شاید اُس کے کسی غلط قدم سے جگت کی زندگی آندھیوں کی نذر ہو جائے۔ سب ختم ہو جائے۔ وہ اس ڈر سے اپنے آپ کو روک رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔

"اچھا ویرو...... میں جا رہا ہوں۔" جگت نے کہا۔ ویرو کی سسکیاں رُک گئیں۔

"مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ ابھی آپ نے کہا تھا کہ انتقام اور پیار میں آپ اس سے نہیں ہٹتے۔" ویرو نے جگت سے کہا۔

"ہاں ویرو......!" جگت، ویرو کی بات سننے کو بے تاب ہوگیا۔

"اگر انتقام اور پیار آمنے سامنے ہوں اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟" ویرو نے س کیا۔ اب جواب سننے کی باری ویرو کی تھی۔

"میں تمہاری بات نہیں سمجھا ویرو؟" جگت نے اُلجھن آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ سمجھیں کہ پیار کی خاطر اگر آپ کو انتقام موقوف رکھنا پڑے تو کیا آپ انتقام لینا چھوڑ د گے؟"

"کس کے خلاف انتقام کی بات کر رہی ہو؟" جگت بڑبڑایا۔ وہ سوچ رہا تھا شاید ویرو اُس شوہر کے خلاف انتقام بھول جانے کی بات کر رہی ہے۔

"آپ سوچنے لگے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ انتقام کی خاطر اپنے پیار کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔" ویرو نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"نہیں ویرو! میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم کس سے انتقام کی بات کر رہی ہو؟" جگت نے کہا۔

"سب کے خلاف انتقام کی بات کر رہی ہوں میں۔" ویرو نے مضبوطی سے کہا۔ پھر وہ اس طرح بولی جیسے پرانی یادیں سنا رہی ہوں۔ "آپ اپنے نانا کے ساتھ جب گھر آئے، ہمارے گھر میں لوگ کہہ رہے تھے دشمن کا بیٹا آ گیا ہے۔ گاؤں کے لوگ کہہ رہے تھے پرانی انتقام کی آگ پھر بھڑک اُٹھے گی۔ جب میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا تھا تو اُسی وقت دل میں عہد کر لیا تھا کہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" ویرو سانس لینے کے لئے رُکی، پھر بولی۔ "آپ کے دو بھائی اسی انتقام کی آگ میں جل گئے۔ آپ کی ماں سے مجھے محبت تھی۔ اب تیسرا بیٹا بھی اگر دشمنی کی بھینٹ چڑھ گیا تو اس صورت میں اُن کا دل پھٹ جائے گا میں یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ آپ کو سمجھانے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ مگر اس سے پہلے آگ بھڑک اُٹھی۔ میرے گھر کے لوگوں نے میری راہ روک لی۔ پہلے چنگاریاں بکھیریں پھر آپ کے ہاتھوں لکھن کا قتل۔ میرے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔" اتنا کہہ کر ویرو جگت کو دیکھنے لگی۔

"مجھے لکھن کو کس لئے قتل کرنا پڑا؟" جگت نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اُس نالائق نے میری حرمت پامال کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کو پتہ چل گیا۔ آپ مجھے سچے دل سے پیار کرتے ہیں یہ مجھے پتہ تھا۔ پیار میں سچائی ہونا پاپ نہیں جگت! مگر افسوس وہ پیار انتقام کی آگ بھڑکانے میں کام آیا۔ اسی لئے میں آج پوچھ رہی ہوں کہ کیا پیار کی خاطر آپ انتقام کو چھوڑ سکیں گے؟"

"تم تو اُس کرسچین ڈاکٹر جیسی بات کرتی ہو۔" جگت نے ہنس کر کہا۔ "مگر مخالف لوگ جب دشمنی بڑھانا چاہتے ہوں تو میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ اکیلے نہیں ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور رہوں گی۔" ویرو نے مضبوط لہجے میں کہا، پھر آہستگی سے بولی۔ "نانا سے میری وجہ سے جھگڑا نہ کریں یہی کہنے کے لئے میں نے آج اتنی بات کی ہے۔"

"اچھا، پھر میں چلا۔" یہ کہہ کر جگت نے ویرو کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ "میری فکر نہ کرنا۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ کی واپسی کے بعد فکر نہیں کروں گی۔" ویرو نے مسکرا کر کہا۔



گھوڑی کی پشت پر کھڑے ہو کر وہ برآمدے کی دیوار پر چڑھ گیا اور اندر جست لگا دی۔ آسمان صاف تھا۔ برآمدے میں ہی چارپائی بچھا کر نانا گہری نیند سو رہے تھے۔ دُور ایک کتا بھونک کر خاموش ہوگیا۔ دُور تک رات کا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ جگت نے آگے بڑھ کر صدر دروازے کو کھولا اور گھوڑی برآمدے میں داخل کر دی۔ پھر دروازہ بند کر دیا۔ دروازے کی آواز سے نانا جاگ اُٹھے۔ چند نانا کی آنکھوں کی روشنی ماند پڑ چکی تھی پھر بھی گھوڑی کو دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ کون آیا ہے۔ پھر

خود ہی دھیمے لہجے میں بولے۔

"آؤ نواسے! سو برس جیو۔ تمہیں ہی یاد کرتا ہوا سویا تھا۔" جگت نانا کے قدموں پر جھکا تو نانا نے اُسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پھر ساتھ ہی چارپائی پر بٹھا دیا۔ "آج بارش نہیں۔ یہ اچھا ہوا ورنہ تم بھیگتے ہوئے آتے۔" نانا نے جگت سے کہا۔

"نانا! برسات ہمارے لئے مفید ہوتی ہے کیونکہ گھوڑی کی ٹاپیں سنائی نہیں دیتیں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

نانا نے اب گھوڑی کی جانب دیکھا۔ "ارے ہاں..... مانک کو تھپتھپانے کا خیال ہی نہیں رہا۔ دیکھو! اس طرف آنے کے لئے کتنا زور لگا رہی ہے۔" نانا نے کہا اور چل کر مانک کے پاس گئے۔ پھر اُس کی پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ مانک خوش ہو کر نانا کے جسم سے گردن رگڑنے لگی۔ اُنہوں نے لاڈ سے کہا۔

"مانکی! بہت دنوں بعد ملی ہے۔ کیوں؟ جگت کا پورا خیال رکھنا۔" پھر وہ جگت کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ "میں چنے لاتا ہوں، بھوکی ہو گی۔" نانا نے جگت سے کہا۔ جگت جب چھوٹا سا تھا اُس وقت سے دیکھ رہا تھا کہ نانا کو گھوڑی سے بہت محبت تھی۔ ایک بار وہ دوسرے گاؤں جا رہے تھے اُس وقت کسی نے اُن کی گھوڑی کو چھیڑ دیا۔ وہ فوراً نیچے اُتر آئے اور اُس شخص کو چانٹا رسید کرتے ہوئے بولے۔ "جانور ہے اس لئے اس پر ظلم کر رہے ہو؟" پھر جگت کو گھوڑی سپرد کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اس گونگے جانور کو اپنے ساتھی کی طرح سنبھالنا۔ اگر یہ شدید زخمی ہو جائے تو اس صورت میں اسے تڑپانا نہیں بلکہ فوراً گولی مار دینا۔ سمجھے؟"

گھوڑی کے لئے چنے لاتے ہوئے نانا سوچ رہے تھے کہ جگت سے بات کس طرح شروع کی جائے؟ آٹھ دن سے ایک ہی اُلجھا ہوا مسئلہ اُن کے ذہن میں گرہیں ڈالتا جا رہا تھا۔ وہ کچھ فیصلہ نہیں کر سکے جگت کو بغاوت کے راستے سے کس طرح واپس لائیں؟ اور یہ اُس کی بھلائی میں بھی ہے یا نہیں؟ "خیریت پوچھ کر پھر بات کروں گا۔" اُنہوں نے سوچا۔

"پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ ہم پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تیرے باپو کو اُس نے بلایا تھا۔ اُن کے ساتھ تیرے تایا بھی گئے تھے۔ پتہ چلا ہے کہ اُسے انگریز افسر نے سختی کے اقدامات کرنے کا حکم دیا ہے۔"

"اُس کی سختی سے کون ڈرتا ہے نانا؟" جگت نے رُعب سے کہا۔ "موت کا ڈر ہوتا تو بغاوت نہ کرتا۔"

"مگر جگت! اس میں اب تجھ اکیلے کی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ تیرے سارے خاندان کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔"

"یعنی؟..... جب تک میں زندہ ہوں وہ کس طرح میرے لوگوں کو کسی پریشانی میں مبتلا کر سکتے ہیں؟ میں اُن کے خاندانوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔"

"جگت! تم ذرا سکون سے میری بات سنو۔ اس طرح جلد بازی سے کام نہیں چلے گا۔" وہ

جوشیلے لہجے میں بولے۔ "وہ تمہاری زمین و جائیداد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمہارے دادا کی زمین پر بھی اُن کی نظر ہے۔ کہتے ہیں انور ڈاکو کے زور پر وہ زمین اُنہیں ملی تھی۔ جگا ڈاکو کے بہانے چھین لیں گے۔" نانا کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اسی کے ساتھ باہر سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ خاموش ہو گئے پھر جگت کا بازو تھام کر بولے۔ "چلو! اندر چل کر بات کریں گے۔ یہاں کسی کو شک گزرے گا۔" پھر اندر جا کر بیٹھ گئے۔ جگت نے کوئی بات نہیں کی۔ نانا ہی کو بولنا پڑا۔ "وہ تمہارے باپ کا مکان بھی ضبط کرنے کی بات کر رہے ہیں۔"

"اُن کے باپ کا مال ہے جو ضبط کر لیں گے؟" جگت غصے میں بھڑک کر بولا۔ "ضبطی لانے والا زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔" جگت محسوس کر رہا تھا نانا جیسے باہمت آدمی پولیس کی دھمکیاں دُہرا رہے تھے۔ یہ بات جگت کی برداشت سے باہر تھی۔ "نانا! آپ بھی ایسی دھمکیوں سے گھبرا گئے؟"

"جگت! یہ گھبرانے یا نہ گھبرانے کی بات نہیں۔ گھر کی ضبطی لانے والے کو اگر تم قتل کر دو گے تو اس طرح پولیس تمہارے باپو کو قتل کے جرم میں ملوث کر لے گی۔ ایسی حرکت کرنے کے لئے اُن کے ہاتھ میں قوت اور قانون دونوں ہیں۔ اس کے بعد تمہارے باپو کو ہتھکڑی پہنانا اُن کے لئے مشکل بات نہیں ہے۔" نانا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یعنی آپ کہنا چاہتے ہیں کہ....." جگت نے تنگ آ کر کہنا چاہا مگر وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔ پھر بولا۔ "باپو! نے جب آپ سے بات کرنے کا حوالہ دیا تھا اُسی وقت میں سمجھ گیا تھا کہ یقیناً کوئی خاص بات ہے۔ بتائیں! مجھے کیا کرنا ہے؟" جگت نے سوال کیا۔

کسی بات کو کہتے ہوئے نہ گھبرانے والے نانا کچھ دیر خاموش ہو گئے، پھر آہستہ سے کہنا شروع کیا۔ "جگت! ارجن سنگھ اور پولیس ڈیپارٹمنٹ تم سے تنگ آ گیا ہے۔ تم نے اُن کی ساری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ اس دھمکی کے پیچھے یہی راز ہے کہ وہ تھک گئے ہیں۔ اپنی عزت رکھنے کے لئے وہ سب کچھ کر گزریں گے۔" نانا نے کہا۔

"پھر بھی میں اپنی تمام تر طاقت کام میں لاؤں گا۔ سارا پنجاب کہہ اُٹھے گا جگا جیسا کوئی ڈاکو نہیں ہے۔"

اب نانا اصل بات پر آ گئے۔ "ارجن سنگھ نے دوسری بات بھی کہی ہے۔" مگر جگت نے اُن سے نہیں پوچھا کہ ارجن سنگھ کیا چاہتا ہے؟ نانا نے کہا۔ "وہ کہہ رہا ہے کہ جگت کو بغاوت سے روک کر بس دو چار سال کی قید کرا کے اُس کی جان چھڑا لوں گا۔ باقی ساری زندگی آرام سے گزار سکے گا۔"

"نانا.....!" جگت غصے میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اُس کی مٹھیاں کس گئیں۔ نانا سمجھ گئے کہ شیر بپھر گیا ہے۔ وہ خاموش رہے۔

"آپ کی جگہ اور کوئی ہوتا تو میں اُس کی زبان پر بندوق کی نال رکھ کر لبلبی دبا دیتا۔" جگت نے چیخ کر کہا۔ اُس کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلک رہے تھے جیسے اندر بھڑکتی ہوئی آگ بھاپ بنا کر باہر نکال رہی ہو۔ اُس نے سوچا وہ طیش میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا ہے۔ چاہتے تو اُسے چانٹا بھی مار سکتے تھے۔ مگر نانا نے اپنی آستین سے چہرے کا پسینہ خشک کیا۔

"جگت! اچھا ہوا تمہارے دل میں جو تھا تم نے کہہ دیا۔ تمہاری عمر میں اگر میرے باپو بھی یہ کہتے تو میں بھی یہی جواب دیتا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا خون ٹھنڈا ہوتا جا رہا ہے ورنہ میں تم سے ایسی بات نہ کرتا۔" نانا کی آواز بھرا گئی۔ جگت نے انہیں چارپائی پر بٹھا دیا۔ کچھ دیر نظریں جھکا کر بیٹھا رہا، پھر نرم لہجے میں بولا۔

"نانا! آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہہ دیں۔"

"نواسے بیٹا! اس وقت مجھے تمہاری ماں اور اپنی بیٹی کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جب ایک بار وہ دُکھ کے بوجھ سے کہہ اُٹھی تھی کہ میں نے ہی اُس کے بیٹے کو انتقام کے راستے پر لگایا ہے۔ اپنے جگر کے ٹکڑے کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی ماں کہنے والا نہیں۔ اُس کے دل کا دُکھ اب میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے تمہاری بیاہتا کی زندگی بھی ویران کر دی۔ شوہر ہونے کے باوجود اُس کا بستر سونا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے جگت! اس کے بجائے میں اکیلا تمام دشمنوں کو ختم کر کے ہنستے ہوئے پھانسی پالیتا تو ٹھیک تھا۔" نانا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نانا! آپ مجھے حکم تو دیں...... آپ کہیں گے تو میں پھانسی کے تختے پر بھی چڑھ جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹے...... میں تم کو پھانسی پر چڑھانے والے کے ٹکڑے اُڑا دوں گا۔ جگت! ہم تو تمہیں صحیح سلامت گھر واپس لانے کے لئے ہی دل جلا رہے ہیں۔" نانا نے جگت کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نانا! جاٹ کے بیٹے کو عزت پیاری ہوتی ہے یا جان؟" جگت نے پوچھا۔

"میرا سکھایا ہوا سبق مجھے ہی بتا رہا ہے؟"

"نہیں...... میں آپ سے نیا سبق لے رہا ہوں۔"

"جگت! یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں جو سبق سکھایا تھا وہ سبق تم پڑھ چکے ہو دشمن کی عورت کو اغوا کر کے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کو یہی بات کھٹک رہی تھی۔" جگت پھر گرم ہو گیا۔

"تم نے جب اُس عورت کے شوہر کو زندہ چھوڑ دیا تو میں تبھی سمجھ گیا تھا ورنہ جب قانون سے بغاوت ہی کرنی تھی تو تین کے ساتھ چوتھے کو بھی ختم کر دیتے۔" نانا نے منہ بنا کر کہا۔

"وقت آنے پر اُسے بھی ختم کر دوں گا۔" جگت نے دانت پیس کر کہا۔

"وہ وقت کب آئے گا؟ میں جانتا ہوں۔ جب تمہیں اُس کی بیوی سے شادی کی ضرورت محسوس ہوگی۔"

"آپ نے مجھے غصہ دلانے بلایا ہے نانا؟" جگت کھڑا ہو کر بولا۔ "اگر یہی بات ہے تو میں چلا۔ مجھے یقین تھا کہ آپ آخر یہی بات کریں گے۔"

"میں تمہیں نہیں روکتا بیٹے! مگر میری بات پر سوچنا ضرور۔ اپنی زندگی سدھارنے کے لئے نہیں تو میرے سفید بالوں کا خیال کر کے۔" نانا کی آواز میں التجا تھی۔

اُن جیسے گرم دماغ شخص نے کبھی اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ جگت نے محسوس کیا کہ اس طرح گستاخانہ طور پر چلے جانے سے ان کے دل کو ٹھیس لگے گی۔ اُس نے یہی سوچ کر کہا۔

"نانا! میں ضرور سوچوں گا۔ مگر ارجن سنگھ جیسے بے ایمان شخص پر اعتماد کرو گے تو مجھے اپنے موت کے منہ میں دھکیل دو گے۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ پولیس سے لڑتا ہوا بہادری سے مروں۔ آپ مجھ سے سوچنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں بھی آپ سے سوچنے کی التجا کر رہا ہوں۔ ڈاکو کو معاف کرنے والے پولیس آفیسر میں نے نہیں دیکھے۔ ہاں، ایسا بہانہ بنا کر دغا دیتے ضرور دیکھتے ہیں۔" جگت نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔



گاؤں کے پہریدار نے تین کے گھنٹے بجائے، اس وقت جگت دھرم پور کی حد پار کر کے گھوڑی کو تیزی سے جنگل میں دوڑا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اُس سے ٹکرا رہے تھے پھر بھی اُس کے چہرے پر پسینے کے قطرے تیر رہے تھے۔ مانک اُڑی چلی جا رہی تھی۔ ہمیشہ چاق و چوبند ہو کر اُس کی پشت پر بیٹھنے والا سوار آج صرف لگام تھامے اُس کی پشت پر بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ ورنہ عموماً یہ ہوتا تھا کہ وہ کبھی اُس کی پیٹھ تھپتھپاتا، کبھی ایڑ لگاتا۔ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر اُلٹے سیدھے راستے بدلتا۔ کبھی مانک کو پیار بھری آواز میں جوش دلاتا۔ ''شاباش مانک شاباش......'' مگر آج وہ کسی پتھر کے تراشے ہوئے بے حس مجسمے کی طرح بیٹھا تھا جیسے اُس کے دل میں بہت بڑا الاؤ دہک رہا ہو۔ نانا نے اُسے قانون کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا تھا۔ پھانسی سے بچ کر صحیح سلامت گھر لوٹنے کے لئے۔ پھر اُنہوں نے مجھے اس خطرناک راہ پر کیوں لگایا...... لوٹ، قتل، ہنگامے، دوڑ بھاگ ان سب کا مطلب کیا؟ میرے ساتھی کیا کہیں گے؟ یہ راہ اختیار کرنا آسان کھیل تو نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جگا کے نام پر آج سرمایہ دار لرز جاتے ہیں اور غریب فخر کرتے ہیں۔ خود کو پولیس کے سپرد کرنے والے جگا پر یہ سب لوگ کیا پھٹکار نہیں برسائیں گے؟ کیا اُس کا مذاق نہیں اُڑائیں گے؟ پھر وہ شرم سے سر جھکا کر گھر میں چھپا رہے گا۔ نانا کو یہ کیا سوجھا؟...... اُس نے اُسی وقت نانا سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ وہ ان کے مشورے پر قطعی عمل نہیں کر سکتا۔ جس بات پر وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا وہی بات اُس کے ذہن میں چکرا رہی تھی۔

اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ چونک پڑا۔ گھنٹے بھر میں صبح ہونے والی تھی۔ اُس کا اس طرح کھلے عام جانا خطرے کی بات تھی۔ اُس نے لگام کھینچ کر گھوڑی کھیت میں ڈال دی۔ ابھی کافی راستہ باقی تھا۔ وہ ابھی آدھا میل ہی چلا تھا کہ بارش کا زور بڑھ گیا۔ ساتھ ہی ٹھنڈی ہوا زور سے چلنے لگی۔ گھوڑی کی رفتار کم ہو گئی۔ جگت نے لگام کو جھٹکا دے کر کہا۔ ''مانک! کچھ راستہ اور پار کر لے۔ پھر ہم کہیں آرام کریں گے۔'' گھوڑی رنگ میں آ گئی۔ گردن جھکا کر وہ برسات اور ہوا کا مقابلہ کرتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ صحیح معنوں میں اُسے دن طلوع ہونے سے پہلے اپنے مقام پر پہنچ جانا چاہئے تھا مگر باہر کی ٹھنڈک اور اندر کی گرمی نے جگت کی نشے کی خواہش بیدار کر دی۔ راستے میں درشن سنگھ کا کھیت آتا تھا۔ اُس سے جگت نے ایک بار بیٹھ کر پینے کا وعدہ کیا تھا۔ اُسے آج اس وعدے کو پورا کرنے کا خیال آیا۔ ایک مرتبہ جب وہ ڈاکہ ڈال کر فرار ہو رہا تھا اُس وقت درشن سنگھ نے اُسے آسرا دیا تھا۔ جگت کا اصول تھا کہ ڈاکہ ڈالنے کے بعد اپنے ٹھکانے تک پہنچنے سے پہلے نشہ نہیں کرنا چاہئے۔ درشن سنگھ نے اصرار کیا تو اُس نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایک بار سب کی

ائے وہ خود آ کر جی بھر کے اُس کے ساتھ پیئے گا۔ آج وہ وعدہ پورا کرنے کا وقت تھا۔ جگت نے ام کھینچ کر گھوڑی روک لی۔ درشن سنگھ کے کھیت کے درمیان ایک آم کا گھنا درخت تھا جو مختلف توں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخوں کے درمیان درشن سنگھ نے چھوٹی سی جھگی بنالی تھی۔ ل کے وقت وہاں بیٹھ کر چوکیداری بھی ہو سکتی تھی اور وہاں مہمانوں کو بھی ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ لت نے دیکھا جھگی میں دیا جل رہا تھا۔ وہ گھوڑی سے اُتر گیا۔ کھیت میں داخل ہوتے ہی ایک کتا ونکنے لگا۔ اس کی پرواہ کئے بغیر وہ گھوڑی کو پیڑ کی سمت لے جا رہا تھا۔ دوسرے کتے بھی بھونکنے لگے۔ برسات اسی طرح جاری تھی۔ جگت نے ایک ڈھیلا اُٹھا کر کتوں کی جانب پھینکا، وہ پیچھے ٹ گئے مگر زور زور سے بھونکنے لگے۔ گھوڑی بھڑک کر کتوں پر حملہ کرنے کے لئے زور کرنے ی۔ مگر جگت نے اُسے قابو میں رکھا۔ اُسی لمحے ایک کونے سے کسی نے ہانک لگائی۔

''کون کھیت میں گھسا ہے اس وقت......؟'' یہ درشن سنگھ کی آواز تھی۔

''مہمان ہوں......'' جگت نے جواب دیا۔ سر پر تھیلا اوڑھ کر ایک نوجوان لالٹین ہاتھ میں ے دوڑ کر قریب آ گیا۔ اُس نے لالٹین اُونچی کر کے جگت کا چہرہ دیکھا۔ اُس کے چہرے سے بنیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر جگت نے پوچھا۔ ''درشن سنگھ ہیں؟''

''جی ہاں...... مگر آپ کون ہیں؟''

جگت اپنا نام نہیں بتانا چاہتا تھا۔ مشکوک جواب دینے سے کہیں نوجوان کو شک نہ گزرے اس ے بولا۔ ''اُن کا دوست ہوں۔ راستے میں بارش نے آ گھیرا اس لئے سر چھپانے کے لئے ادھر ا آیا۔''

''چاچا آم والی جھگی میں سو رہے ہیں۔ مگر ابھی اُٹھے نہیں ہوں گے۔'' نوجوان جگت کو گہری روں سے دیکھ کر بولا۔

''چلو...... ہم اُنہیں جگائیں گے۔'' جگت بولا۔

''نہیں نہیں...... چاچا کو نیند سے نہیں جگایا جا سکتا۔ غصے ہو کر چانٹا مار دیتے ہیں۔''

جگت ہنس دیا۔ وہ گھوڑی کو ساتھ لے کر آم والی جھگی کی جانب بڑھا۔ ''چلو! میں ساتھ ہوں۔ لئے تمہارے چاچا کچھ نہیں کہیں گے۔'' جگت نے کہا۔ نوجوان کو یقین آ گیا کہ یہ مہمان چاچا خاص دوست ہے۔ مگر اس نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟ پھر اُس کے شانے پر رائفل لٹک رہی تھی کو برسات کے پانی سے بچانے کی خاطر چمڑے کے کور سے ڈھک دیا گیا تھا۔ بھیگے ہوئے تے کے نیچے کارتوس کا بیلٹ صاف نظر آ رہا تھا۔ نوجوان کو رائفل بردار کا نام پوچھنے کی خواہش ہوئی۔

''مہمان! آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔'' نوجوان نے پوچھا۔

''تمہارا کیا نام ہے بھتیجے؟'' جگت نے اُلٹا سوال کر ڈالا۔

''جھرنام سنگھ۔'' اُس نے کہا۔ پھر مزید کہا۔ ''آپ نے مجھے بھتیجا کہا ہے اس لئے مجھے اپنے کا نام جاننا چاہئے۔''

جگت سمجھ گیا لڑکا ذہین ہے۔ نام چھپانے سے اُس کا تجسس اور بڑھنے لگا تھا۔ اس لئے اُس

نے کہا۔ ”جگت سنگھ۔“

گرنام سنگھ اُس کی طرف دیکھنے لگا، پھر اُس نے نظر پھیر لی۔ پیڑ کے نزدیک آ کر اُس نے کہا۔ ”آپ نیچے رہیں، میں چاچا کو جگاتا ہوں۔“ گرنام نے کہا اور درخت پر چڑھ گیا۔ جگت نے گھوڑی درخت کے تنے سے باندھ دی۔ جھونپڑی تک پہنچنے کے لئے ایک سیڑھی تھی۔ برابر میں ایک ڈور لٹک رہی تھی۔ بارش اب دھیمی پڑ گئی تھی۔ جگت نے گرنام کی آواز سنی۔

”چاچا اُٹھو..... کوئی مہمان آئے ہیں۔“

”کون ہے......؟“ درشن سنگھ نے بگڑتے ہوئے لہجے میں کہا، پھر پہلو بدل کر نوجوان کی بات سننے لگا۔

”جگت سنگھ۔“

گرنام کی زبان سے نام سنتے ہی چاچا تیزی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ بھتیجے کو بڑا تعجب ہوا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھلا، جگت گردن بلند کر کے اُس کا انتظار کرنے لگا۔ درشن سنگھ سے اُس کی نظر ٹکرائی، دوسرے لمحے درشن سنگھ اپنے بھاری جسم سمیت ڈور پکڑ کر سرکتا ہوا نیچے کود گیا اور ”جگا“ کہہ کر لپٹ گیا۔ دونوں ہاتھوں کے ذریعے اُس نے جگا کو سینے سے دبا لیا، پھر رُخسار پر زوردار بوسہ دیا۔ جگت نے درشن کے کان میں کہا۔ ”اپنے بھتیجے کے سامنے ذرا احتاط رہو!“

گرنام اتنی دیر میں نیچے آ گیا۔ درشن سنگھ کو بھتیجے کا خیال آیا۔ اُس نے گرنام کو ڈانٹا۔ ”اے لڑکے! یہاں کھڑا ہوا کیا دیکھ رہا ہے؟ جا مہمان کے لئے گرما گرم مکئی کی روٹیاں لے آ۔“

گرنام دوڑ گیا۔ جاتے ہوئے اُس نے دوبارہ پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ چاچا اور مہمان پیڑ پر چڑھ کر جھونپڑی میں جا رہے تھے۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کچھ دیر تک گرنام سنگھ جھونپڑی اور نیچے کھڑی ہوئی گھوڑی کو غور سے دیکھتا رہا۔

”آؤ دوست جگا! آج تم نے وعدہ پورا کیا۔“ درشن سنگھ نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ مگر جگا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ درشن نے پھر کہا۔ ”یار! تیرا دھیان کدھر ہے؟“

جگت چونک کر مسکرا دیا، پھر بولا۔ ”درشن سنگھ! کیا تمہارے بھتیجے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟“

”ارے ابھی یہی سوچ رہا ہے؟ بھئی یہ بچہ ہے۔ ابھی نا سمجھ ہے۔“ درشن سنگھ نے کہا۔ پھر شراب کے دو مٹکے جگت کے سامنے رکھ کر مزید بولا۔ ”بھائی بھابھی دونوں پلیگ کی بیماری میں مر گئے۔ یہ میرے پاس ہی بڑا ہوا۔ دونوں بھائیوں کے خاندان کا ایک ہی وارث ہے۔ پھر بھی گاؤں کے لوگ اسے اُلٹا سیدھا سبق دیتے رہتے ہیں کہ تیرا چچا زمین میں حصہ نہیں دے گا۔ مگر میرا رُعب ایسا ہے کہ میرے سامنے بول نہیں سکتا۔ آخر میری جائیداد کا بھی یہی مالک ہوگا۔ خیر چھوڑو اس قصے کو۔ اب پینا شروع کرو۔“ درشن سنگھ نے بے تکلف لہجے میں کہا۔ درشن سنگھ کو پانی کی جگہ شراب پینے کی عادت تھی۔ بھاری جسم، بڑی بڑی سرخ آنکھیں، گرم دماغ اور چرب زبان۔ گاؤں کا صوبیدار بھی درشن سنگھ کی عزت کرتا تھا۔ اس سے کوئی غلط بات کرتا تو لکڑی میں چھپی ہوئی گپتی فوراً باہر آ جاتی۔

گرنام سنگھ مکئی کی روٹی اور اچار رکھ کر چلا گیا۔ پھر دونوں کھانے بیٹھے۔ درشن سنگھ نے بھتیجے سے

پہر کے کھانے کی فرمائش بھی کر دی۔ ”مہمان کے لئے مزے دار مرغی پکانا۔“ گرنام کے جانے بعد جگت نے کہا۔

”دوست! کھانے کے وقت تک مجھے نہ روکو۔ میرے وہاں ساتھی بے چین ہوں گے۔ سورج اوجھل ہونے سے پہلے واپس آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔“

”شام سے پہلے جانے کی بات نہ کرنا۔ سمجھے؟ ہر بار ایسا موقع کہاں ملتا ہے؟“ درشن سنگھ کے میں خلوص تھا۔

دوپہر کو کھانا کھا کر جگت پہلو کے بل لیٹ گیا۔ اب دن چھپنے کے بعد آگے بڑھنے میں تھی۔ اس لئے تھوڑی نیند لینا ضروری تھا۔ گرنام کچھ کام کا پوچھنے آیا تو درشن سنگھ نے کہا۔

”ہاں۔ گاؤں جا کر ولایتی شراب کی چار بوتلیں لے آ۔ دُکاندار سے کہنا چیز اچھی دے۔ ان کو دیسی بہت پلائی۔ اب ولایتی بھی پلانی چاہئے۔“

بھتیجا نیچے اُتر رہا تھا۔ درشن سنگھ پھر بولا۔ ”اور دیکھو! ہم گہری نیند بھی سو جائیں، پھر بھی شام پہلے اُٹھا دینا۔“

”بہتر چاچا......!“ گرنام نے کہا اور چلا گیا۔ درشن سنگھ بھی جگت کے برابر لیٹ گیا۔

کھا پی کر گرنام گاؤں چلا گیا۔ چاچا جب بھی ولایتی شراب اُس سے منگواتا وہ خوش خوش دوڑ ایک تو دُکاندار پر رُعب جما کر خریداری کرنے کو ملتی، پھر مہمان کے جانے کے بعد تھوڑی بچی شراب اُسے بھی چکھنے کو مل جاتی۔ گرنام دُکان میں داخل ہوا۔ اُسی لمحے ایک سپاہی بھی دُکان داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ گرنام آرڈر دیتا، سپاہی نے دُکاندار کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ صوبیدار صاحب نے بہترین شراب منگوائی ہے۔ انسپکٹر صاحب آئے ہوئے ہیں۔“ سپاہی نے گرنام سنگھ کے ذہن میں صبح سے یہ بات گھوم رہی تھی کہ کہیں چچا کا مہمان جگا ڈاکو تو نہیں گاؤں کے لوگوں نے چچا کے خلاف اُس کے کافی کان بھرے تھے۔ لوگوں نے تو اُس سے تک کہا تھا کہ تمہارے باپ اور ماں کو پلیگ کے بہانے درشن سنگھ نے ختم کیا ہے تاکہ باپ کی زمین کا کوئی اور حصے دار نہ بن جائے۔ اس لئے بڑے ہو کر اس کا انجام بھی یہی ہونا ہے۔ لئے گرنام سنگھ دل ہی دل میں چچا سے نفرت کرتا تھا۔ اگر یہی مہمان جگا ڈاکو ہے تو پھر چاچا بدلہ لینے کا یہ سنہری موقع ہے۔ اُس کا دل صبح سے بغاوت پر آمادہ تھا اس طرح جگا بھی ختم ہو اور چاچا بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ جاتا اور جگا کے سر پر پانچ ہزار بھی اُسے مل جائیں اگر اُس نے یہ موقع کھو دیا تو وہ کبھی چاچا کے خلاف سر نہیں اُٹھا سکے گا۔ ممکن ہے چاچا کے وہ مارا ہی جائے۔

سپاہی شراب کی بوتلیں لے کر چلا گیا۔ گرنام اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ دُکاندار کی آواز نے چونکا دیا۔ ”بول گرنام! تجھے کیا چاہئے؟“

”ہوں.....“ گرنام نے چونک کر کہا۔ ”چاچا نے ولایتی شراب کی چار بوتلیں منگوائی ہیں۔“

دُکاندار نے مال نکال دیا۔ اس دوران گرنام نے ذہن میں فیصلہ کر لیا۔ اُس نے کہا۔ ”ابھی رکھیں۔ گاؤں سے دو چار چیزیں لینی ہیں، وہ لے کر واپس آ رہا ہوں۔“

پھر وہ صوبیدار کے گھر گیا۔ اس وقت اُس کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ مگر واپسی میں اُس کے جسم میں پھرتی تھی۔ ارجن سنگھ نے اُس کی بات سن کر اُسے ولایتی شراب کے دو گھونٹ پلائے۔ گرنام نے عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ کو اطلاع کر دی ہے اس کا پتہ چاچا کو نہیں چلنا چاہئے صاحب!"

پولیس انسپکٹر نے اُسے یقین دلایا۔ "جوان! مت گھبرا۔ تیرا چاچا اب تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اُسے ہتھکڑی ڈال دی جائے گی۔" پھر اُسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔ "جب تک ہم وہاں پہنچ نہ جائیں تم کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے اُنہیں شک ہو جائے۔ اسی طرح مشغول رہنا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔"

O

اچانک گھوڑی ہنہنائی اور جگت نیند سے چونک پڑا۔ جھونپڑی کا دروازہ کھول کر اُوپر سے دیکھا، مانک اپنے دونوں پیروں پر الف کھڑی ہو کر گرنام پر حملہ کرتی نظر آئی۔ گرنام کے ایک ہاتھ میں ٹیڑھے پھل والا کوئی ہتھیار تھا اور گھوڑی کی گردن کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ جگت آواز دے کر مانک کو روکتا، گھوڑی کے پیر گرنام کے سینے سے ٹکرائے۔ گرنام کی چیخ دُور تک گونج گئی۔ جگت فوراً کود پڑا اور گھوڑی کی لگام پکڑ لی۔ مگر گھوڑی گرنام پر حملہ کرنے کے لئے زور کر رہی تھی۔ بھتیجے کی چیخ سن کر درشن سنگھ بھی جاگ اُٹھا۔ جگت نے دیکھا گھوڑی کو تنے سے باندھنے والی ڈوری درمیان سے کٹی ہوئی تھی۔ گرنام کپکپا رہا تھا۔ پل بھر میں جگت سب کچھ سمجھ گیا۔ اُس نے کہا۔ "لڑکے! تم گھوڑی کو کیوں چھیڑ رہے تھے؟"

گرنام کے ہونٹ ہلے، مگر آواز نہیں نکلی۔ گھوڑی ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ جگت چونک گیا، ضرور کوئی خطرہ ہے۔ اتنی دیر میں درشن سنگھ بھی نیچے آ گیا۔ زمین پر چت پڑے ہوئے بھتیجے کے سینے پر پیر رکھ کر بولا۔ "بول! کیا کر رہا تھا؟"

مگر جواب دینے کی بجائے گرنام سنگھ کھیت کے کنارے کی جانب دیکھنے لگا۔ چاچا کا غصہ جاگ اُٹھا۔ اُس نے گرنام کے جبڑے پر لات ماری۔ "بیوقوف! وہاں کیا دیکھ رہا ہے؟"

جگت کے تیز کانوں نے جیپ کے انجن کی آواز سن لی۔ وہ فوراً گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ "درشن سنگھ! تیرے بھتیجے نے غداری کی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر زندہ رہا تو اس کا حساب لینے واپس آؤں گا۔" جگت نے کہا اور گھوڑی کو ایڑ لگا دی۔ ارجن سنگھ نے جیپ سے اُترتے ہی دیکھ لیا کہ جگت فرار ہو رہا ہے۔ اُس نے فوراً دو فائر کئے مگر نشانہ خطا گیا۔ زخمی گھوڑی کھیت پار کر کے تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ ارجن سنگھ جیپ میں بیٹھ کر گرجا۔

"اُس کا تعاقب کرو! آج اُسے زندہ نہیں جانے دُوں گا۔" جیپ جھٹکے سے روانہ ہو گئی۔

"مانک! میری لاج تیرے حوالے ہے۔" جگت نے تعاقب میں آتی ہوئی جیپ کو دیکھ کر گھوڑی سے کہا۔ پھر کمر سے پستول کھینچ کر آنے والی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ گاڑھے کیچڑ کو روندتی ہوئی گھوڑی طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ جگت کی منزل تین چار فرلانگ کے فاصلے پر بہتی ہوئی نہر تھی۔ اگر وہ وہاں تک سلامت پہنچ جاتا تو ارجن سنگھ کو ڈاج دے سکتا تھا۔

نہر کے بعد چٹانوں کا سلسلہ تھا اور جیپ کے لئے وہ راستہ بیکار تھا۔ اس تین فرلانگ کے فاصلے پر زندگی اور موت کا فیصلہ ہونا تھا۔ دو فرلانگ جگت نے پار کر لئے مگر اب جیپ اور گھوڑی کا درمیانی فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ ارجن سنگھ اب برابر فائرنگ کر رہا تھا۔ جگت نے ایک ترکیب آزمائی۔ نہر قریب آ رہی تھی۔ دونوں کنارے چھلک رہے تھے۔ نہر پر ایک پل تھا۔ جگت نے حساب لگایا، ہار جیت کی بازی اسی جگہ ہے۔ اُس نے گھوڑی کے پہلو میں ایڑ لگائی۔ "مانک! اپنی پوری طاقت آزماؤ......" اور مانک تیر کی طرح بڑھی۔

ارجن سنگھ پریشان ہو گیا۔ جگت نہر پار کرنے کی فکر میں تھا۔ جیپ کے لئے وہ راستہ بیکار تھا۔ ارجن سنگھ نے سوچا جگت نہر پار کرتے ہوئے سیلاب میں بہہ جائے گا اس لئے اُسے پل پر سے نشانہ بنانا بہتر رہے گا۔ اُس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔ "جیپ کو پل کی طرف موڑ دو!"

گھوڑی جست لگا کر نہر میں کود گئی۔ جگت توازن برقرار رکھنے کی خاطر گھوڑی کی گردن پر جھک گیا۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کی پگڑی پانی میں گر گئی۔ گھوڑی سیلاب کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ وفادار جانور اپنے مالک کے خطرے کو محسوس کر چکا تھا۔ اُس نے جان کی بازی لگا دی۔ ایک دو بار جگت گھوڑی کی پیٹھ سے گرتے گرتے بچا۔ ارجن سنگھ موقع کا منتظر جیپ میں دوڑا آ رہا تھا۔ مگر پھر آخری پانچ منٹ میں جادو سا ہو گیا۔ گھوڑی نہر پار کر کے چٹانوں کے پیچھے غائب ہو گئی اور ارجن سنگھ آنکھیں ملتا رہ گیا...... پھر بھی جگت کے لئے فرار مشکل تھا۔ آدھے گھنٹے ہی میں ارجن سنگھ کی بلائی ہوئی پولیس نے آس پاس گھیرا ڈال دیا۔ اُنہیں اتنا تو یقین تھا کہ جگا کو یہاں سے باہر جاتے کسی نے نہیں دیکھا۔

جگت اس وقت ایک غار میں ہانپتی ہوئی گھوڑی کے عقب میں چھپ کر کھڑا تھا۔ غار کے آس پاس چٹانوں پر گونجتے ہوئے بھاری جوتوں کی آواز اُسے بتا رہی تھی کہ اُسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ وہ چٹانوں کے درمیان والے غار میں سانس روک کر چھپا ہوا تھا۔ اُس کی رائفل اور پستول تیار تھی۔

چٹانوں کے درمیان غار میں پھنسا جگت دو تین گھنٹے تک سانس روکے چھپا رہا۔ غار سے باہر گونجتے ہوئے پولیس کے بھاری جوتوں کی آوازیں اُسے چونکا رہی تھیں۔

پتھروں والے راستے پر گھوڑی کے قدموں کے نشان پولیس والوں کو نہیں مل سکے تھے اس لئے ارجن سنگھ کا شک مضبوط ہو گیا کہ جگا فرار نہیں ہو سکا۔ وہ اسی جگہ کہیں چھپا ہوا ہے۔ پھر اکیلا ہے اس لئے مسلح پولیس کے گھیرے سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ پولیس انسپکٹر کے دل میں جگا کو ختم کرنے کی خواہش زور کرنے لگی۔ آخر میں جب وہ اس پر قابو نہ پا سکا تو اُس نے جگا کو تابع ہونے پیغام بھیجا تھا۔ جگا جیسے خطرناک ڈاکو کو چاہے وہ پکڑ نہ سکا لیکن تابع کر لیا یہی اُس کے لئے بڑی بات تھی۔ عزت بھی بچ جائے اور سیٹ بھی سلامت رہے اُس نے یہی سوچا تھا۔ مگر آج جگا اچانک اُس کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ ایسا اچھا موقع پھر کب ملنا تھا؟ تلاش میں ناکام ہونے کے بعد شام ڈھلے ارجن سنگھ اُلجھن میں گرفتار ہو گیا۔ اُس نے آدھی پولیس کی جمعیت کو گاؤں گھیر لینے کی ہدایت دی تا کہ اگر جگا گاؤں میں کہیں چھپا ہو تو باہر نہ نکل سکے۔ مگر سوال یہ تھا کہ جگا سورج کی روشنی میں نظر بچا کر گاؤں میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ اُس کی گھوڑی کہاں چھپائی جا سکتی ہے؟

ارجن سنگھ اس اُلجھن میں پڑا ہوا تھا، اُس وقت ایک سپاہی نے آکر اطلاع دی۔

"صاحب! جگا کی پگڑی ہاتھ لگی ہے۔ وہ نہر کے کنارے ایک چٹان میں پھنس گئی تھی۔"

ارجن پھر اُلجھن میں پڑ گیا۔ "کیا جگا گھوڑی کے ساتھ نہر میں بہہ گیا؟ مگر یہ کیسے ہوسکتا۔" پھر بھی پولیس کی تقریباً آدھی تعداد کو اُس نے نہر کے راستے پر دوڑا دیا۔ "تلاش کرو! شاید اُس کی گھوڑی کی لاش مل جائے۔" ارجن سنگھ نے ہدایت دی۔ "راستے میں جو بھی نظر آئے اُس سے پوچھ گچھ کرو! ایک گھنٹے کے اندر اندر خبر دو۔"

پھر ارجن سنگھ کچھ پولیس والوں کے ساتھ اُس جگہ کی جانب بڑھ گیا جہاں سے جگت کا صاف تھا۔ مشعل کے اُجالے میں وہ ہر جگہ تلاش کر چکے تھے مگر کہیں انسان یا گھوڑی کے قدموں کے نشا نہیں ملے۔

"اندھیری رات جگا کو فرار ہونے کے لئے کافی تھی۔" ارجن سنگھ ذہن میں سوچتا ہوا خطرہ محسوس کرنے لگا۔ آس پاس کے گاؤں سے جس قدر پولیس مل سکی اُس نے بلالی تھی۔ اس علاقے کے دس میل کے اطراف میں اُس نے پولیس پھیلا کر ناکہ بندی کردی۔ اُس کا حکم تھا کہ کوئی انجان شخص مشکوک حالت میں نظر آئے تو اُسے حراست میں لے لیا جائے۔ اور جو فرار ہونے کوشش کرے اُسے گولی مار دی جائے۔ اگر اس طرح دو چار بے گناہ بھی مارے جائیں تو پرا نہیں۔ ارجن سنگھ دوہرا جوا کھیلنے کے موڈ میں تھا۔

یہ محسوس کر کے کہ پولیس کو اب چٹانوں کی نگرانی سے ہٹا دیا گیا ہے جگت غار سے نکلنے لئے بے تاب ہوگیا۔ وہ سینے کے بل سرکتا ہوا غار کے دھانے پر آگیا اور گردن باہر نکال کر دیکھ لگا۔ جس قدر غار میں اندھیرا تھا اسی طرح برسات کی راتوں کی وجہ سے باہر بھی اندھیرا تھا۔ اندھیرا اُس کے لئے پناہ بنا ہوا تھا۔ کھلی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے اُس کی گھبرائی ہوئی سانسوں زندگی بخش رہے تھے۔ تازہ ہوا کے جھونکوں نے اُس میں تازگی بھر دی۔ وہ بہت دیر تک اسی طرح پڑا رہا۔ وہ زمین پر کان لگا کر سن گن لے رہا تھا تاکہ اگر آس پاس پولیس چھپی بیٹھی ہو تو اس صورت میں خطرہ مول لینا اچھی بات نہیں تھی۔ نہر میں پانی کے تیزی سے بہنے کی آواز فضا میں عجیب سا جلترنگ بجا رہی تھی۔ گھوڑی کو ساتھ لے کر باہر جانا مناسب نہیں تھا۔ اس طرح فرار ہو مشکل تھا۔ پولیس کس جگہ اور کہاں موجود ہوگی؟ اس کا اُسے اندازہ نہیں تھا۔ پھر کیا کرنا چاہئے کیا اُسے گاؤں میں داخل ہوجانا چاہئے؟

جگت جب زیادہ اُلجھن میں پھنس جاتا تو اس صورت میں ہر معاملے کو وہ قدرت کے سپرد کر دیتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ چاہے جتنی ہوشیاری سے کام لے اگر قدرت اُس کی مدد نہ کرے تو وہ کبھی پولیس کی دسترس سے نہ بچ پائے۔ اگر قدرت نے اُس کا ساتھ دیا تو اس صورت میں، پولیس کے برابر سے بھی گزر جائے، پھر بھی اُس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ کچھ دیر تک وہ پتھر پر سر رکھ کر سوچ میں ڈوبا رہا۔ اُس کی نظریں سیاہ آسمان کو گھور رہی تھیں۔ وہ یاد کر رہا تھا کہ اس گاؤں میں اُس کا جاننے والا کون ہے؟ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا۔ کیونکہ اب برسات کی بدلیاں بکھر گئی تھیں اور آسمان پر تارے نظر آنے لگے تھے۔ جگت تارے کے ٹوٹنے سے چونک گیا۔ کیا یہ قدرت کا اشارہ

تھا؟ ٹوٹتے ہوئے تارے کو نیک شگون سمجھتا تھا۔ ایک بار اُسے اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ پھر تارا گاؤں کی طرف ٹوٹ کر گرتا دکھائی دیا تھا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا۔ وہ غار میں لوٹ گیا۔ مانک کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا، گردن تھپتھپائی، پھر محبت سے بولا۔

"مانک! تجھے اکیلی چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مجھے جانا پڑ رہا ہے۔ مگر میں جلد تجھے لینے آؤں گا۔ اُس وقت تک تم یہیں رہو گی۔" مانک جگت کا ہاتھ چاٹنے لگی اور اُس کے جسم سے گردن رگڑنے لگی۔ جگت نے اندھیرے میں چمکتی مانک کی آنکھوں میں پیار دیکھا۔ یہ بے زبان جانور اُسے کس قدر پیار کرتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اُس نے مانک کو ساتھ لے جانے کے متعلق سوچا، پھر دل مضبوط کر کے گھوڑی کی پشت تھپتھپائی اور باہر نکل آیا۔ رائفل کو کرتے اور لنگی کے نیچے چھپا کر اُس نے ہاتھ میں پستول تھام لی، پھر پہلو کے بل سرکتا ہوا ایک کے بعد ایک چٹانیں پار کرنے لگا۔ ہر طرف سناٹا تھا، پھر بھی وہ پوری طرح چوکنا تھا۔ آہستگی سے وہ کنارے کے قریب پہنچ گیا۔ گاؤں میں داخلے کے لئے اُسے کسی محفوظ راستے کی تلاش تھی۔ وہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اُسے نہر کے کنارے پر کچھ انسانی سائے حرکت کرتے نظر آئے۔ دو ایک لالٹینیں بھی جلتی نظر آ رہی تھیں۔ جگت رُک گیا۔ پہلے تو وہ بھڑک گیا۔ سوچنے لگا شاید پولیس گشت کر رہی ہے۔ پھر یقین کرنے کی خاطر زمین پر لیٹ کر اُس نے زمین سے کان لگا دیئے۔ وہ اُن کی باتیں سننے لگا۔ آواز سنائی دی مگر الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ پھر اُن کی حرکات دیکھنے لگا۔ اُس نے دیکھا کچھ لوگ نہا رہے تھے، کچھ نہا کر کھلے بالوں کو باندھ رہے تھے۔ اس غلط وقت نہانا کچھ عجیب سی بات تھی مگر اچانک کسی کی سسکی سنائی دی اور جگت کے ذہن میں روشنی ہوگئی۔ وہ مُردے کے ساتھ آنے والے لوگ تھے جو اپنے مُردے کو جلا کر نہر میں نہا رہے تھے۔ قدرت نے یہ بہترین موقع فراہم کیا تھا۔ اگر وہ ان میں مل جائے تو گاؤں میں داخل ہونا آسان تھا۔ مگر رائفل ساتھ رکھنا ممکن نہیں تھا۔ میت میں جانے والوں کے پاس رائفلیں نہیں ہوتیں۔ اُس نے رائفل اور کارتوس کا پٹہ ایک بڑے پتھر کے نیچے جگہ بنا کر رکھ دیا، پھر آہستہ آہستہ نہانے والوں کی جانب بڑھا۔ سر کے بال کھول دیئے۔ نزدیک پہنچا، نہر کے پانی میں سر ڈبویا تاکہ نہانے کا بہانہ کیا جاسکے۔ اُن کی آپس کی باتوں سے پتہ چلا کہ کوئی نوجوان مر گیا تھا۔ یہ موت چیچک کے مرض سے ہوئی تھی۔ مرنے والے کا باپ اب بھی سسک رہا تھا۔ جگت کو یقین ہوگیا کہ اُس کی موجودگی کو کسی نے محسوس نہیں کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب جانے کی تیاری کرنے لگے۔ لالٹین کے ہلکے اُجالے میں جگت ترچھی نظروں سے اُن کے درمیان اپنی جان پہچان والے کسی چہرے کی تلاش میں تھا۔ آنکھوں کو ناکامی ہوئی۔ مگر ایک لفظ سن کر کان چوکنے ہوگئے، وہ لفظ تھا "سنت سنگھ" جگت نے دماغ پر زور دیا۔ نہر کے قریبی گاؤں کے مکھیا کا نام بھی سنت سنگھ ہی تھا۔ دوسرے اُس سے پوچھ رہے تھے۔ "اب چلیں مکھیا جی......؟"

اس سے اُس نے اندازہ لگایا کہ یقیناً وہی شخص مکھیا ہے۔ سنت سنگھ نے سال بھر پہلے جگت کو پیغام بھیجا تھا کہ ہم تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ تم ہمارے گاؤں کو نہیں لوٹو گے۔ اس کے بدلے میں ہم تمہارے گروہ کو بوقت ضرورت مدد دیں گے اور ہماری دوستی پولیس پر ظاہر نہ ہو

تھی۔ جگت کو یاد آ گیا۔ حالانکہ جگت نے اس بات پر قہقہہ لگایا تھا۔ مگر اس گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے کا موقع نہیں آیا تھا۔ اب اس صورتِ حال میں اُسے سنت سنگھ سے فائدہ اُٹھانا تھا۔ گاؤں کی طرف بڑھتے سوگواروں کے ساتھ وہ بھی چلنے لگا۔ اُس نے بھیگے بالوں سے چہرہ ممکن حد تک چھپا لیا تھا اور اب پستول بھی اُس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ پہلے جگت درمیان میں چل رہا تھا مگر آہستہ آہستہ سرکتا ہوا وہ گاؤں کے مکھیا کے برابر پہنچ گیا۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی مسلح پولیس نظر آنے لگی۔ جگت سر جھکا کر چلنے لگا۔ اس سے پہلے کہ مرنے والے کا گھر قریب آئے اور سب منتشر ہو جائیں وہ اپنا مقصد پورا کر لینا چاہتا تھا۔ جگت نے سنت سنگھ کے پہلو میں ہلکا سا ٹھوکا دیا۔ سنت سنگھ نے اُس کی طرف دیکھا۔ اُسے یہ شخص اجنبی دکھائی دیا۔ جگت نے ناک پر اُنگلی رکھ کر اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ مکھیا ہوشیار ہو گیا۔ جگت نے دھیمی مگر سخت آواز میں کہا۔

"میں جگا ہوں اور آج تمہارا مہمان بننے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

مکھیا سوچ میں ڈوب گیا۔ عجیب کشمکش کی گھڑی تھی۔ سارا گاؤں پولیس نے گھیرا ہوا تھا اور گاؤں کے مکھیا کی حیثیت سے پولیس کا ساتھ دینا اُس کا فرض تھا۔ لیکن دوسری طرف ڈاکو اُس سے پناہ مانگ رہا تھا۔ اس گاؤں والوں کو جگا نے کبھی نہیں ستایا تھا۔ اس احسان کا بدلہ گاؤں کی جانب سے چکانے کی ذمہ داری اب مکھیا پر آ گئی تھی۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اُس نے صرف اتنا کہا۔

"بے دھڑک میرے ساتھ چلو۔" اور جگت کسی کی نظروں میں آئے بغیر مکھیا کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی مکھیا کی عورت نے کہا۔

"پولیس انسپکٹر صاحب آئے ہیں۔ وہ آج رات اسی گاؤں میں ٹھہریں گے۔ کہتے ہیں جگا ڈاکو گاؤں میں داخل ہو گیا ہے اس لئے آپ کو کھانا کھا کر اُن سے ملاقات کے لئے جانا ہے۔"

سنت سنگھ نے جگا کی جانب دیکھا، جگت نے مکھیا کی نظروں سے جھلکتا ہوا اعتماد پہچان لیا۔

مکھیا نے لباس تبدیل کر کے بیوی سے کہا۔ "ان مہمان کو میں گندم دکھاؤں۔ سودا کر کے پھر کھانا کھاؤں گا۔ نہر پر ان سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

"پھر میں مہمان کا کھانا بھی تیار کرتی ہوں۔" یہ کہتی ہوئی وہ باورچی خانے میں چلی گئی۔ مکھیا کے گھر کے عقب میں گائے بھینس باندھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اُس کے برابر گندم اور اناج بھرنے کا لکڑی کا بنا ہوا گودام تھا۔ سنت سنگھ جگا کو وہاں لے گیا۔ وہاں گندم کی لاتعداد بوریاں چنی ہوئی تھیں۔

"آپ یہاں چھپ جائیں! گرو گوبند کی کرپا سے آپ کو آنچ نہیں آئے گی اور ہمارے گاؤں کی لاج رہ جائے گی۔" پھر جاتے ہوئے مزید کہا۔ "آپ کی مہمان نوازی کرنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر مجبوری ہے۔"

"ایسی فکر نہ کریں۔ مجھے تو اپنی ذات کا تحفظ مل جائے یہی سب سے بڑی مہمان نوازی ہے اس وقت۔ ورنہ جان جوکھوں میں ڈال کر ایسے کٹھن وقت میں کون ڈاکو کی مدد کرتا ہے؟"

اندر سے عورت کی آواز سنائی دی۔ مکھیا گودام کے دروازے بند کر کے جلدی سے اندر چلا گیا۔ گھر والی کو سمجھا دیا کہ بیوپاری جلدی میں تھا اس لئے کھانے کے لئے نہیں آیا۔ پھر اُسے

سمجھایا۔ "مگر تم کسی سے سودے کی بات نہیں کرو گی۔ گاؤں میں جوان لڑکے کی موت ہو اور ہم بیوپار کریں، لوگوں کو پتہ چلا تو برا مانیں گے۔" پھر مکھیا انسپکٹر سے ملنے تھانے چلا گیا۔

آدھی رات تک مکھیا ارجن سنگھ کی خدمت میں رہا۔ ارجن سنگھ پُر یقین لہجے میں بار بار کہہ رہا تھا۔ "جگا گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ کل صبح میں ایک ایک گھر کی تلاشی لوں گا۔ آپ کو کسی پر شک ہو تو اشارہ کر دینا۔ جگت کے آدمی تو ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔"

"صاحب! ہمارے گاؤں میں اُس کا کوئی مخبر نہیں ملے گا۔ یہاں وہ کبھی ڈاکہ ڈالنے نہیں آیا۔ پھر بھی آپ کہتے ہیں تو ہم ہر گھر کی تلاشی دیں گے۔" مکھیا نے ارجن سنگھ سے کہا۔

رخصت ہوتے وقت ارجن سنگھ نے کہا۔ "کل صبح میں خود تمہارے گھر آؤں گا۔ پھر ہم تلاشی شروع کریں گے۔"

سنت سنگھ کا دل دھڑکنے لگا۔ کہیں پولیس انسپکٹر کو شک تو نہیں کہ جگا اس کے گھر میں ہے؟

O

نانا سے ملاقات کے لئے جاتے ہوئے جگت نے وعدہ کیا تھا کہ صبح لوٹ آؤں گا۔ مگر دوپہر تک اُس کی واپسی نہیں ہوئی تو بچن اور ویرو فکر مند ہو گئے۔ ہنومان بھی بے چین ہو گیا کہ کہیں کوئی غلط بات تو نہیں ہو گئی؟ شام تک ضبط کر کے انتظار کیا، پھر سب کے دل دھڑکنے لگے۔ ویرو کے علاوہ ہنومان بھی بار بار بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔

"تم نے اُسے اکیلا کیوں جانے دیا؟ میں اپاہج ہوں اس لئے وہ میری بات نہیں سنتا۔ میں نے کبھی اُسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔"

"جگت کو کچھ ہوا تو چھپ نہیں سکتا۔ دن کے وقت نکل نہیں سکا ہوگا تو رات کو لوٹ آئے گا۔" بچن نے کہا۔

ویرو دن بھر بھوکی رہی۔ وہ آئیں گے تو میں کھانے کو ہاتھ لگاؤں گی۔ یہ عہد اس نے دل میں کیا تھا۔

رات خبر ملی۔ "پولیس نے جگت کا تعاقب کیا ہے۔ نہر گاؤں گھیر لیا گیا ہے۔ دو سو سے ڈھائی سو پولیس والوں کا وہاں پڑاؤ ہے۔" پیغامبر نے بتایا۔ ہنومان غصے میں بپھر گیا۔

"میں نہ کہتا تھا تم لوگوں کی لاپرواہی کبھی اُس کی جان لے جائے گی۔"

بچن گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ویرو اُس کے پاس آ کر کہنے لگی۔ "بچن بھائی! جس طرح ممکن ہو اُسے پولیس کے پنجے سے چھڑائیں۔ بھگوان چندن کور کا سہاگ برقرار رکھے۔" یہ کہہ کر ویرو رونے لگی۔ بچن نے سب ساتھیوں کو اکٹھا کیا۔ صورتِ حال سمجھائی۔

"آج ہمارا امتحان ہے۔ جگت کو چھڑانے کے سلسلے میں ضرورت پڑنے پر ہم میں سے ہر ایک جان پر کھیل جائے گا۔ سب لوگ بھیس بدل لیں۔ رائفل چھپا کر نہر گاؤں میں منتشر ہو کر گھومنا ہے۔ جگت کہاں چھپا ہوا ہے؟ اس کی اطلاع حاصل کر کے ایک دوسرے تک پہنچانی ہے۔ پھر سب مل کر اُسے وہاں سے نکال لائیں گے۔" آخر میں کہا۔ "اور اگر جگت پولیس کے چنگل میں پھنس جائے تو اس صورت میں اندھا دھند فائرنگ کر کے اُسے نکل جانے کا موقع فراہم کریں

گے۔"

نصف شب تک جگت کے تمام ساتھی نہر گاؤں میں داخل ہو چکے تھے۔ گاؤں کے حالات کافی خراب تھے۔ گاؤں کے لوگ ساری رات سو نہیں سکے۔ گاؤں میں اتنی ساری پولیس کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ گھر گھر جگا کی باتیں ہو رہی تھیں۔

صبح اُٹھ کر کھیا خود بھینس دوہنے بیٹھ گیا۔ گھر والی سے کہا۔ "پولیس انسپکٹر صاحب ناشتہ یہاں کریں گے لہٰذا جلدی جلدی دو چار اچھی چیزیں بنا دو۔" پھر بڑبڑایا۔ "ڈاکو کو پکڑنے کے لئے پولیس بیچارے گاؤں والوں کو پریشان کرے گی۔" پھر نجانے کیوں اپنی بھینس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بھگوی! تجھے معلوم ہے اُس درشن سنگھ نے اپنے بھتیجے کو قتل کر دیا۔ بھتیجا جگا ڈاکو کے متعلق پولیس کو خبر دے آیا تھا۔ پھر درشن سنگھ اُسے کس طرح زندہ رہنے دیتا؟ یہ حقیقت ہے۔"

بھگوی بھینس کے بہانے وہ جگت تک یہ پیغام پہنچا رہا تھا۔ "قتل کر کے بیچارہ فرار نہ ہو سکا۔ اب ساری زندگی جیل میں گزرے گی۔ پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ مگر کچھ بھی ہو، سکھ بچہ مہمان کی خاطر جان دے رہا ہے۔" آخری جملہ اُس نے جگت کو اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا۔

وہ مزید کہہ رہا تھا۔ "آج گاؤں کے تمام گھروں کی تلاشی ہو گی۔ مگر جگا گاؤں میں ہو تو انہیں ملے۔" یہ سن کر گندم کی بوریوں کے پیچھے چھپا ہوا جگا مسکرا دیا۔ اچھا ہوا اس نے کھیا کے گھر میں پناہ لے لی۔ اچانک کھیا نے گودام کا دروازہ کھول کر آدھا پتیلا دودھ اندر سرکا دیا۔ "کل رات کے بھوکے ہو۔ پی جانا۔"

اسی لمحے دروازے پر ارجن سنگھ کی آواز سنائی دی۔ "کھیا کہاں ہیں؟" پھر ارجن سنگھ سیدھا باڑے میں آ گیا۔ "کیا حال ہے کھیا جی..... کس سے باتیں کر رہے ہو؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

کھیا ہوشیار ہو گیا۔ وہ ہنس کر بولا۔ "آیئے آیئے صاحب! کس سے باتیں کروں گا یہاں! ہماری بھگوی کی یہ عادت ہے کہ کچھ بولتے رہیں، تبھی ٹھیک طرح دودھ دیتی ہے۔" پھر آدھی بھری ہوئی بالٹی اُٹھا کر ارجن سنگھ کو گھر میں لے آیا۔ "آیئے بیٹھئے!" کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ کھیا کی گھر والی نے دودھ کی بالٹی دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں..... بھگوی نے آج صرف اتنا سا دودھ دیا؟"

"کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ جانور کبھی کم دودھ بھی دیتا ہے۔ کیا ہوا؟" کھیا نے اپنی بیوی کو گھورتے ہوئے کہا۔

سارا دن تلاشی ہوتی رہی۔ کئی مشکوک لوگوں کو دھمکایا گیا۔ کسی کو انعام کا لالچ دیا گیا۔ "دیکھو اگر جگا تمہارے گاؤں سے پکڑا گیا تو اس گاؤں کا نام پورے پنجاب میں مشہور ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر اُس نے لوگوں کو جوش دلانے کی کوشش کی۔ مگر اُس کی تمام ترکیبیں بیکار ثابت ہوئیں۔ کھیا سوچ رہا تھا پولیس انسپکٹر تھک کر لوٹ جائے گا مگر ارجن سنگھ نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

"جگا اسی گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ میں اُس کا پتہ نکالے بغیر نہیں جاؤں گا۔ دیکھوں گا کتنے دن تک چھپا رہے گا؟" کھیا پولیس انسپکٹر سے الگ ہو کر گھر جانے کی فکر میں تھا مگر اُسے ارجن سنگھ الگ نہیں ہونے دے رہا تھا۔ "تم فی الحال میرا ساتھ دو! میرے ساتھ کھانا پینا رہے گا۔ دونوں

باتیں کریں گے۔" ارجن سنگھ نے کہا۔

کھیا نے سر ہلا دیا۔ مگر اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ گودام کی چابی تو اُس کے پاس تھی اس لئے اُسے اس بات کی فکر نہیں تھی۔ مگر جگا وہاں بھوکا پیاسا پڑا رہے گا اُسے یہ بے چینی ضرور تھی۔ ارجن سنگھ یہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

بچن نے نہر سے پانچ میل دُور پڑاؤ ڈالا تھا۔ ہر دو چار گھنٹے بعد پیغامبر آ کر اطلاع دے رہا تھا۔ مگر جگت کہاں چھپا ہوا ہے؟ اس کی اطلاع اُنہیں ابھی نہیں ملی تھی۔ بچن نے اندازہ لگایا جگت گاؤں ہی میں ہے۔ ورنہ وہ ضرور ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوتا۔ دو دن بیت گئے۔ پولیس ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ جگت باہر نکل نہیں سکتا تھا۔ بچن بھی بے بس تھا۔ جب تک جگا کے بارے میں علم نہ ہو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے دن گاؤں کے تمام گھروں کی تلاشی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ارجن سنگھ نے کہا۔ "سنت سنگھ! اب تمہارا گھر باقی ہے۔"

کھیا بھڑک گیا، مگر فوراً اُس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ "صاحب! میرا گھر بھی آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ ابھی چلیں۔"

ارجن سنگھ زیرِ لب مسکراتا رہا۔ اتنی دیر تک سنت سنگھ کا دل تڑپتا رہا۔ آخر ارجن سنگھ بولا۔ "کھیا! تمہارے گھر کی تلاشی ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہو تو پورے گاؤں کا ناک کٹ جائے گا۔" ارجن سنگھ کی بات پر کھیا نے اطمینان کی سانس لی۔

"صاحب! یہ آپ کی مہربانی ہے۔ ویسے جگا گاؤں میں ہو تو خالی ہاتھ آپ کو واپس نہ لوٹاؤں۔" کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ پھر دوسری باتوں میں مشغول ہو گیا۔

بچن نے تیسری رات ایک ترکیب آزمائی۔ نہر گاؤں سے گیارہ میل دُور کے گاؤں پر ڈاکہ ڈالا۔ لوٹ کا مال لے کر جاتے ہوئے گاؤں والوں کو اُس نے چیلنج کیا۔ "اپنے پولیس انسپکٹر سے کہنا کہ جگا کو پکڑنے کے لئے اُسے دوسرا جنم لینا پڑے گا۔"

ڈاکے کی اطلاع ملتے ہی ارجن سنگھ غصے سے پاگل ہو گیا۔ کیا جگا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا؟ وہ تین دن سے دو سو پولیس والوں کا پڑاؤ ڈالے یہاں پڑا ہوا تھا اور وہاں سے صرف دس میل دُور جگا گاؤں کو لوٹ کر چلتا بنا۔ چوتھے دن بجھے ہوئے دل سے ارجن سنگھ نے کھیا سے کہا۔ "تمہاری بات صحیح تھی۔ جگا گاؤں میں نہیں تھا۔" پھر پولیس وہاں سے ہٹا لی گئی۔ رات جگت کو گندم کی بوریوں کے پیچھے سے نکالا تو اُس کا جسم جل رہا تھا۔ بھوک پیاس اور جاگتے رہنے سے اُس کی حالت خراب تھی۔ جگت کھیا سے لپٹ گیا۔

"سنت سنگھ! تمہاری مہمان نوازی زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ تم نے جان کی بازی لگا کر میری حفاظت کی اس کا احسان موقع ملنے پر چکاتا نہیں بھولوں گا۔" جگت نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں نے تو صرف گاؤں کی عزت بچانے کی کوشش کی تھی۔ جگا جیسا دلیر ڈاکو ہمارے گاؤں سے گرفتار ہو تو ہمیں ڈوب مرنا چاہئے۔" سنت سنگھ نے پُرخلوص آواز میں کہا۔ پھر ہاتھ میں تھامی ہوئی بڑی سی پوٹلی جگت کو تھماتا ہوا بولا۔ "اس میں کھانا ہے۔ راستے میں پیٹ بھر لینا! بھوکے پیٹ مہمان کو رخصت نہیں کرنا چاہئے۔ میں اس صورتحال میں تمہیں روکوں گا نہیں۔" کھیا نے کہا۔

جگت رات کے اندھیرے میں لپٹا گاؤں سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اُس کا دل دھڑکنے لگا..... گھوڑی کا کیا ہوگا؟ تین دن سے وہ اُس کی خبر نہیں لے سکا تھا۔ چٹانوں کے درمیان غار میں نظر پڑتے ہی اُس کے پیر زمین سے چپک گئے..... گھوڑی چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے اگلے پیر مُڑ گئے تھے، منہ پھٹا ہوا تھا..... آنکھیں بجھ چکی تھیں..... جگت لرز گیا۔

"مانک! تجھے کیا ہوا.....؟" جگت نے چیخ کر کہا اور گھوڑی سے لپٹ کر بلک بلک کر رونے لگا۔ گھوڑی اُس کے حکم کے مطابق وہاں سے نہیں ہٹی تھی، بھوکی پیاسی تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ مالک کو بچا کر خود ختم ہوگئی۔ یہ جانور کی وفاداری اور قربانی کی ایک روشن مثال تھی۔ اس وفادار جانور نے مرتے ہوئے کتنی تکلیف اُٹھائی ہوگی؟ جگت کو اپنی ذات سے نفرت ہوگئی۔ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر وہ کیوں اتنے طویل عرصے چھپا رہا؟ مانک کی لاش پر مٹھی بھر دھول چڑھاتا ہوا وہ بھرائی ہوئی آواز میں صرف اتنا بولا۔

"مانک! مجھے معاف کرنا۔ میں صرف اتنی دُعا کرتا ہوں کہ بھگوان اگلے جنم میں مجھے تیرا غلام بنائے تاکہ میں اس جنم کا بدلہ اُتار سکوں۔"

جگت صحیح سلامت اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا مگر اُس کا دل اپنی پیاری گھوڑی مانک کی موت سے سخت غمگین تھا۔ پلک جھپکتے ہی گولی مار کر کسی کی بھی جان لے لینے والا سخت دل جگا ڈاکو ایک جانور کی موت پر اتنا اُداس ہو جائے گا یہ بظاہر سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔ مگر حقیقت یہی تھی۔ اُسے اس بات پر زیادہ افسوس تھا کہ مانک کی موت اُس کی لاپرواہی کا نتیجہ تھی۔ جگا نے مانک پر سوار ہو کر بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ حالانکہ بے زبان جانور بول کر اُس کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا مگر ہر آفت کے وقت مانک نے اُس کی پوری حفاظت کی تھی۔ وہ گھوڑی بھوکی پیاسی مرگئی؟ جگا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے اتنے سارے جرائم کا بھگوان کیا بدلہ دے گا؟ مگر گھوڑی کی موت نے اُس کی رُوح کو بے چین کر دیا۔ اپنی جاں نثار گھوڑی کی جدائی کے جھٹکے نے پہلی بار بغاوت کے خلاف اُس کے دل میں نفرت پیدا کی۔ اُس کا جی چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ دے "آج سے بغاوت ختم" مگر اُسے دیکھ کر اُس کے ساتھی مسرت سے ناچنے لگے۔ بچن دوڑ کر اُس سے لپٹ گیا۔

"یہ چار دن ہم نے سسکتے ہوئے گزارے ہیں۔" اتنا کہتے ہوئے اُس کی آواز بھرا گئی۔ ہنومان نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر بستر پر گر پڑا۔ جگت نے دوڑ کر اُسے سنبھال لیا۔ ویرو دوڑ کر کمرے میں آگئی۔ جگت سے آنکھیں ملتے ہی اُس کی بڑی بڑی آنکھیں برسنے لگیں۔ جگت کو اُس کے آنسو خشک کرنے کی خواہش ہوئی، اُسے بانہوں میں لے کر پیار کرنے کو جی چاہا مگر سب کی موجودگی کے سبب وہ ایسا نہ کر سکا۔

"چار دن سے بغیر کچھ کھائے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" ہنومان نے بتایا۔ "اس کی حالت ہم سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔" پھر ویرو کو سمجھانے لگا۔ "اب کیوں رو رہی ہو ویرو بہن! یہ صحیح سلامت لوٹا ہے۔ اس خوشی میں کوئی اچھی چیز پکالو!"

ویرو نے آنسو پونچھ لئے۔ "میں پہلے دیوی کے درشن کر آؤں۔ میں نے بکرے کی قربانی کی

منت مانی ہے۔ اس کا پرساد ہم سب کھائیں گے۔"

مگر جگت کے چہرے پر مسرت نظر نہیں آرہی تھی۔ اُس نے بھاری آواز میں کہا۔ "تم ضرور دیوی کی منت کرو۔ مگر میں کھاؤں گا نہیں۔"

سب اُس کے اُداس چہرے کو دیکھنے لگے۔ پھر اُس نے بتایا۔ "آج خوشی کا دن نہیں، سوگ کا دن ہے۔ مانک مرگئی۔ میری حماقت کی وجہ سے....." فقرہ ادھورا چھوڑ کر اُس نے مجرم کی طرح سر جھکا لیا۔

مانک ساتھ کیوں نہیں آئی؟ یہ بات سب لوگ خوشی میں بھول گئے تھے۔ یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ سر جھکا کر بیٹھے جگت کی آنکھوں کے آنسو ہنومان نے دیکھ لئے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جگت کو مانک سے کتنا پیار تھا۔ ایک بار جگت نے کہا تھا۔ "ہنومان! ایک تم، دوسری مانک۔ تم دونوں کے بغیر میں قانون سے زیادہ دن بغاوت نہیں کر سکتا۔" ہنومان سوچنے لگا، وہ اپاہج بن گیا اور مانک مرگئی..... اس مایوسی میں جگت ہمت تو نہیں ہار جائے گا؟ اُس نے جگت کا دُکھ ہلکا کرنے کے لئے کہا۔

"یہ تو بتاؤ کہ تم کس طرح پھنس گئے؟"

جگت نے پوری تفصیل سنا دی۔ "نہر گاؤں کے کھیا نے ہمت نہ دکھائی ہوتی تو میں تمہارے سامنے موجود نہ ہوتا۔"

"مگر ہمارے بچن نے بھی ذہانت کا کم مظاہرہ نہیں کیا۔ تمہارے نام سے برابر والے گاؤں میں ڈاکہ ڈال کر ارجن کو چکمہ دے دیا۔ وہ ہاتھ ملتا رہ گیا ہوگا نالائق۔" ہنومان نے ارجن سنگھ پر غصہ نکالا۔

مگر ویرو اُن سب سے الگ کچھ اور بات ہی سننے کا انتظار کر رہی تھی کہ نانا نے اُسے کیوں بلایا تھا؟ جگت ویرو کی فکر سمجھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "نانا نے کہا ہے کہ مجھے بغاوت ختم کر دینی چاہئے۔" پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "ارجن سنگھ سودے بازی کرنے پر تیار ہو گیا ہے۔"

"کیا.....؟" بچن بھڑک اُٹھا۔ اُس نے غصے بھری آواز میں کہا۔ "پولیس سے ہاتھ ملائے جائیں؟"

"نانا کو ڈر ہے کہ پولیس گھر والوں کو بہت زیادہ پریشان کرے گی۔ زمین اور جائیداد ضبط کر کے سب کو تباہ کر دے گی۔" جگت نے اسی طرح کہا جیسے بچن کی بات سنی ہی نہ ہو۔ جگت ساتھیوں کے خیالات جاننا چاہتا تھا۔ اُس نے دیکھا ویرو کا چہرہ بجھ گیا۔ ہنومان نے منہ بنا لیا اور بچن دانت پیسنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے وہ دھونس دھمکی کے ذریعے تم پر قابو پانا چاہتا ہے۔" بچن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"قابو؟....." جگت آنکھیں پھیلا کر بولا۔ "قابو کرنے کی بات کرنے والے کو میں تباہ کر دوں گا۔" پھر دھیمے لہجے میں بولا۔ "وہ سودا کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بچا کر اپنی کرسی کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔"

''نانا کو کیا جواب دیا؟'' بچن نے جلدی سے سوال کیا۔

جگت مسکرایا۔ ''نانا نے جواب نہیں مانگا بلکہ سوچنے کی بات کی ہے۔ لومڑی جیسے بدمعاش، چیتے جیسے چالاک اور بھیڑیئے جیسے دغاباز ارجن سنگھ پر اعتماد کرنے کے متعلق میں کبھی سوچ بھی سکتا ہوں؟'' جگت کے اس جواب پر بچن نے اطمینان کی سانس لی مگر ویرو بے چین ہوگئی۔

''پھر تو نانا ناراض ہوگئے ہوں گے۔'' ویرو نے کہا۔

''ہاں..... مگر ارجن سنگھ نے جس طرح چار دن ہر طرف گھیرا ڈالا تھا یہ سن کر نانا کو خیال آ جائے گا کہ وہ مجھے زندہ یا مُردہ پکڑنے کا خواہشمند ہے۔'' جگت نے مسکرا کر کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نانا جیسے مغرور شخص تمہیں ایسا مشورہ کیسے دے سکتے ہیں؟'' وہ کسی کی دھونس، دھمکی میں آنے والے نہیں ہیں۔'' ہنومان کب سے یہ سوچ رہا تھا مگر اُسے سوال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک پیغامبر ہانپتا ہوا داخل ہوا۔

اُس نے پولیس کے تازہ اعلان کے بارے میں بتایا کہ پولیس نے نئے احکامات دیئے ہیں کہ جگا کو جہاں دیکھا جائے شوٹ کر دیا جائے۔ یہ سن کر جگا نے مٹھیاں کس لیں، پھر وہ گرجا۔

''ارجن سنگھ نے اپنی دھمکی پر عمل کیا ہے۔ لیکن میں بھی اُسے برابر کا جواب دُوں گا۔ آج سے ہر دو دن میں ایک ڈاکہ ڈالا جائے گا۔ دیکھتا ہوں مجھے کون شوٹ کرتا ہے۔''

ویرو جگت کے الفاظ سن کر لرز گئی۔ جگت اور ارجن سنگھ ایک دوسرے کے خلاف ضد پکڑ گئے تھے۔ اُن کی کارروائیوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔

پھر وہی ہوا جو کچھ جگا نے کہا تھا۔ دو دن نہ گزرتے کہ کسی گاؤں کے لوٹے جانے کی خبریں آنے لگتیں۔ انسپکٹر ارجن سنگھ نے جوابی کارروائی کے طور پر جگا کے رشتے داروں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ہفتے میں دو ایک بار پولیس جگت کے گھر پر چھاپہ مارتی اور گھر کی ہر چیز اُلٹ پلٹ کر ڈالتی۔ اس کارروائی کا جواز ارجن سنگھ یہ دیتا کہ جگا نے ڈاکے کا مال یہاں چھپایا ہے اس لئے تلاشی ضروری ہے۔ اُس کے پاس یہ بہانہ موجود تھا اس لئے اُسے اعلیٰ حکام کا خوف بھی نہیں تھا۔ اسی دوران اُس نے ایک مرتبہ ایک صندوق سے چندن کور کی شادی کا جوڑا نکلوا کر جلوا دیا۔ اُس نے الزام لگایا کہ یہ لوٹ کا مال ہے۔ گھر کے سبھی لوگ مجبور و بے بس ہو کر اس شیطانی عمل کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ پھر اُس نے ایک رات سوہن سنگھ کے کھیت میں آگ لگوا دی۔ تمام فصل جل گئی۔ پولیس خود ظلم کر رہی تھی اس لئے فریاد کون سنتا؟

ہزارہ سنگھ کو نانا نے راجستھان کی زمین کی دیکھ بھال کے لئے بھیج دیا تھا۔ پولیس کی اس پر بھی نظر تھی۔ بار بار کی تلاشی سے تنگ آ کر چندن اور ماں جی نانا کے گھر چلی گئی تھیں۔ سوہن سنگھ کو گاؤں سے باہر نہ جانے کی پولیس کو ہدایت تھی لہٰذا وہ اپنے کھیت پر پڑے رہتے تھے۔ مگر ارجن سنگھ کے پاس بہت راستے تھے۔ اُس نے کرائے کے آدمیوں سے نصف شب کو اُن کے گھر کو آگ لگوا دی۔ اچھا ہوا کہ محلے والے دوڑ آئے ورنہ سب کچھ ختم ہو جاتا۔ آگ کی خبر دھرم پور پہنچی، اُس وقت جگت کی ماں کے طویل عرصہ سے رُکے ہوئے آنسو تمام بندھن توڑ کر بہنے لگے۔

''پولیس والے ہمیں برباد کئے بغیر اطمینان کی سانس نہیں لیں گے۔ باپو! یہ سب کب تک ہو

گا؟'' چندن جب جانوروں کے باڑے میں جھاڑو نکال رہی تھی، رونے کی آواز سن کر دوڑتی ہوئی آئی۔ نانا کہہ رہے تھے۔

''بیٹی! میں نے جگت کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تم خیال تو کرو! تمہارے باپ کا دل کتنا مضبوط ہے۔ اس نے آج تک اپنی مونچھ تک نیچی نہیں ہونے دی۔ تیرا خیال کر کے اور بہو کا سوہاگ سلامت رہے اسی کے لئے میں نے جگت کو لوٹانے کے لئے سر جھکایا۔ جگت کے سخت جملے بھی سنے۔ اب بھی اگر وہ لوٹ آئے تو آسمان زمین ایک کرنے کو تیار ہوں۔'' نانا نے سرد آہ بھر کر کہا۔

''باپو! مجھے آسمان زمین ایک نہیں کرنے۔'' ماں روتے ہوئے بولیں۔ ''بیٹا اور بہو ایک ہوں تو سمجھوں گی سب کچھ پا لیا۔ ورنہ بھگوان کے گھر کی گناہگار بنوں گی۔''

نانا بہت دیر تک خیالوں میں گم رہے۔ اُن کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس اُلجھی ہوئی گتھی کو سلجھانا چاہتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے وہ بولے۔ ''میں کھانا کھا کر شیخوپورہ جانا چاہتا ہوں۔'' نانا نے ماں جی سے کہا۔

''شیخوپورہ کس کے یہاں؟'' ماں جی نے پوچھا۔

''گورے سرجن صاحب کے پاس۔ پولیس پر اُن کا بہت اثر ہے۔ جگت پولیس کی بات پر اعتماد نہیں کرے گا مگر ایسے بڑے آدمی کو درمیان میں رکھنے سے کچھ ہو سکے تو بہتر ہے۔'' نانا ہاتھ دھوتے ہوئے بولے۔

''میری ایک التجا ہے.....'' چندن کور جو پیٹھ پھیرے کھڑی تھی، بولی۔ ''ایک بار اپنے نواسے سے میری ملاقات کا انتظام کر دیں۔ میں اُنہیں سمجھاؤں گی۔ شاید مان جائیں۔''

پانی کا لوٹا رکھ کر نانا بولے۔ ''بہو! تیری بات ماننے سے زیادہ وہ دشمن کی عورت کی بات سنے گا۔'' پھر بولے۔ ''ضرورت پڑنے پر میں اُس عورت کے سامنے بھی ہاتھ پھیلانے کو تیار ہوں۔'' نانا جاتے ہوئے کھڑکی بند کرنے لگے۔ اُن کی جھکی ہوئی کمر کہہ رہی تھی ہمیشہ سینہ تان کر اکڑ کر چلنے والا یہ شخص آج حالات کے سامنے جھک گیا ہے۔

○

''کون؟ نارائن سنگھ..... آیئے آیئے!'' گورے سرجن نے نانا کا استقبال کیا۔ ''بہت دنوں بعد ادھر کا خیال آیا آپ کو۔'' اُس کے لہجے میں گرمجوشی تھی۔

سلام کر کے نانا کرسی پر بیٹھ گئے۔ تیسری شخصیت کو دیکھ کر وہ کچھ اُلجھن میں پڑ گئے تھے۔

''آج شیخوپورہ آنا ہوا تو میں نے سوچا صاحب سے مل لوں۔'' نانا نے کہا۔

ملازم کو بلا کر صاحب نے لسی منگوائی، پھر بیٹھی ہوئی شخصیت سے انگریزی میں کہا۔ ''ڈاکٹر! یہ نارائن سنگھ ہمارے ساتھ فوج میں تھے۔ بہت بہادر مگر دماغ کے گرم آدمی ہیں۔ وفاداری میں شک نہیں کیا جا سکتا۔''

لسی پی کر بہت دیر تک نانا نے انتظار کیا کہ وہ شخص وہاں سے جائے تو وہ صاحب سے بات کریں۔ مگر اُن کا یہ خیال بیکار ثابت ہوا۔ یہ دیکھ کر اُنہیں کہنا پڑا۔

''سرجن صاحب! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔''
صاحب مسکرائے۔ ''میں محسوس کر رہا تھا کہ آپ کسی خاص کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔ بولیں! کیا کام ہے؟'' سرجن نے کہا مگر نانا انجانے شخص کی جانب دیکھ کر خاموش رہے۔ سرجن سمجھ گیا۔ ''ان کی آپ فکر نہ کریں۔ یہ بھلے آدمی ہیں۔'' سرجن نے اطمینان دلایا۔
نانا کچھ سوچ کر بولے۔ ''میں اپنی بیٹی کے بیٹے جگت کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔''
''اوہ! اُس نے تو خوف اور سنسنی پھیلا رکھی ہے پورے علاقے میں۔ پھر آپ نے اُس کی شادی بھی کرادی۔ اُس کی بیوی کا کیا ہوگا؟ اُس کا کیا خیال ہے؟'' ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
''صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کے دماغ پر خون سوار ہو تو کچھ نہیں سوچتے۔'' نانا نے کہا۔
سول سرجن نے اُس شخصیت سے کہا۔ ''وہ مشہور ڈاکو جگا اِن کا نواسہ ہے۔''
یہ سنتے ہی اُس شخص کے چہرے پر ایک دم عجیب سے تاثرات اُبھرے۔ نانا چونک پڑے۔ شاید انجان شخص بات بگاڑ دے گا مگر اُنہوں نے دوسری بات سنی۔
''یہ بات ہے۔ وہ تو میرے یہاں بھی ایک رات گزار چکا ہے۔'' اُس شخص نے کہا جس کا نام جوزف تھا۔ دونوں حیرت زدہ سے اُسے دیکھنے لگے۔ اُس نے مزید کہا۔ ''ایک بار اُس کا ساتھی پولیس سے ٹکراؤ کے دوران زخمی ہو گیا تھا تو وہ اُسے میرے گھر لایا تھا۔ اور میں نے علاج کیا تھا۔''
''اوہ، نارائن سنگھ! پھر تو یہ تمہارے جگت کی جان پہچان والے شخص ہیں۔'' سرجن نے کہا، پھر ڈاکٹر جوزف سے بولا۔ ''آپ نے اُسے گرفتار نہیں کرایا؟''
کرسچین ڈاکٹر کے چہرے پر رحم کے جذبات اُبھر آئے۔ ''یسوع مسیح نے سکھایا ہے کہ انسان کو معاف کر کے ہی اُس کی رُوح کو جگایا جا سکتا ہے۔ میں نے اُسے ایسی ہی سبق آموز سزا دی ہے۔'' نانا کو یہ سب باتیں عجیب ہی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ یہاں جو اُمید لے کر آئے تھے، اس سے اُن کے دل کو ڈھارس بندھی۔
''آپ نے اُسے کیا سزا دی؟'' سرجن نے پوچھا۔
''اُس کے ساتھی کے علاج کے بدلے میں، میں نے اُسے انتقام کا خیال بھلا کر انسانیت کی راہ اختیار کرنے کا سبق دیا۔'' ڈاکٹر نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔
''مگر اس نے اس سبق کو بھلا دیا۔ ورنہ اُس کی سرگرمیاں اتنی تیزی سے نہ بڑھ جاتیں۔''
''نہیں سرجن صاحب! بیج بوتے ہی پھل نہیں آتے۔'' ڈاکٹر کی آواز میں یقین کی جھلک تھی۔ ''بیج کو روز پانی دینا چاہئے۔ مگر مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے اُسے پہلے سے انتقام کا زہر پلا رکھا ہے۔'' یہ سن کر نانا نے سر جھکا لیا۔ سرجن نے اُن سے کہا۔
''ہاں! پھر اب آپ کے جگت کی کیا بات ہے؟ کسی آفت میں گھرا ہے یا زخمی ہو گیا ہے؟ دیکھتے ہی گولی مار دینے کے حکم کے بعد وہ زیادہ دیر نہیں ٹک سکے گا۔''
''صاحب! پگڑی کے کنارے پر بل پھنس گیا ہے۔ ارجن سنگھ نے جگت سے مصالحت پر رضامندی کا اظہار کیا مگر اُس کو ارجن کی بات پر اعتماد نہیں۔ اب پولیس گھر والوں کو تنگ کر رہی

ہے۔ باقی کسر پولیس کے تازہ حکم نے پوری کر دی ہے۔'' نانا نے موقع دیکھ کر تفصیل سے بتایا۔
''ارجن سنگھ نے کیا شرط لگائی ہے؟'' سرجن صاحب نے نانا سے پوچھا۔ ڈاکٹر جوزف بھی یہ سننے کے لئے متجسس نظر آ رہے تھے۔ وہ کان اس جانب کر کے سننے لگے کیونکہ اُنہیں اب کم سنائی دیتا تھا۔
''شرط یہی ہے کہ جگت تابع ہو جائے۔ اس صورت میں کیس کمزور کر کے پانچ سال کی قید میں نمٹا دیا جائے گا۔ وہ یہی کہہ رہا ہے۔'' نانا نے بتایا۔
سرجن صاحب نے سگار جلایا۔ اس کا دُھواں کمرے میں تمباکو کی بو پھیلانے لگا۔
''آفر اچھی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر جوزف؟'' سرجن نے پوچھا۔
''سرجن صاحب! ایسی شرطیں زبانی ہوتی ہیں۔ اگر بعد میں پولیس زبان پلٹ جائے تو اس صورت میں جگا کے لئے پھانسی کا پھندا لٹکتا نظر آئے گا۔'' ڈاکٹر جوزف نے کہا۔
''ہم بھی اسی وجہ سے ڈرتے ہیں۔'' نانا نے اُن کا ساتھ دیا۔ ''ہمارے ساتھ دھوکہ بھی ہو سکتا ہے۔ جگت کو پھانسی ہو جائے اور اس کا انتقام لینے کی خاطر اس عمر میں مجھے بغاوت کرنی پڑ جائے۔'' پھر اپنی سفید پگڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''آپ جیسے لوگ درمیان میں ہوں تو کچھ سوچا جائے۔''
''ہوں.....'' سرجن گہری سوچ میں غرق تھا۔ نارائن سنگھ سے اُسے محبت تھی۔ ملٹری کی سروس کے دوران نانا نے کبھی اُس کی بات رد نہیں کی تھی۔ آج جب اُنہیں اُس کی ضرورت پڑی ہے تو کوئی راہ ضرور تلاش کرنی چاہئے۔ ''اچھی بات ہے۔ میں ارجن سنگھ سے مل کر دیکھتا ہوں۔ اُس کے دل میں پاپ ہوگا تو چھپ نہیں سکے گا۔ آپ آج کی رات یہاں رُک جائیں۔ رات ہسپتال جاؤں گا، وہاں ارجن سنگھ کو بلا کر بات کروں گا۔ پھر ڈاکٹر جوزف بھی آج میرے مہمان ہیں۔ آپ دونوں ساتھ ہوں گے تو اکیلے پن کا احساس نہیں ہوگا۔'' سرجن نے مسکرا کر کہا۔
رات کا کھانا کھا کر سرجن صاحب سول ہسپتال چلے گئے۔ پھر نانا اور ڈاکٹر باتیں کرنے لگے۔ ڈاکٹر جوزف کو یہ جاننے کی بڑی تمنا تھی کہ جگت کیوں باغی ہوا ہے؟ سب کچھ سن کر اُس نے کہا۔ ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس کے دل میں انتقام کی آگ آپ نے بھڑکائی اور برائی کے راستے پر لوٹانے بھی آپ ہی آئے ہیں۔'' نانا شرمندہ ہو گئے۔
''ہاں ڈاکٹر صاحب! اُس وقت مجھے اُس کی ماں یا بیوی کا خیال نہیں تھا۔ اب اُن دونوں کی بے چینی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ پھر جگت دشمن کی عورت کو اغوا کر کے لے گیا، اب وہ باغی میری بات بھی سننے کو تیار نہیں۔''
''نارائن سنگھ!'' ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''تم لوگ خون کا بدلہ خون کی روایت سے باہر آ کر کب یہ دیکھو گے کہ انسان نے کس قدر ترقی کی ہے۔ پہلے جیسی ناانصافی اور ظلم ختم ہو چکے ہیں۔ تم دوسروں کو لوٹنا اور قتل کرنا خاندانی بہادری سمجھ بیٹھے ہو۔ اس صورت میں تم نئی نسل کو کیا سکھاؤ گے؟''
''صاحب! آپ نے ہماری طرح دُکھ جھیلے ہوں تو پتہ چلے جوان کنوارے لڑکے مارے گئے ہیں، اُس وقت کیسا خون سوار ہوتا ہے۔ اگر ہم ہاتھ باندھ کر بیٹھ رہیں تو مرنے والے کی آتما کو

کس طرح چین ملے گا؟" یہ کہتے ہوئے نانا جوش میں آ گئے۔

"اس عمر میں بھی آپ کا خون جلدی گرم ہو جاتا ہے نارائن سنگھ!" ڈاکٹر پُراطمینان انداز میں بولا۔

"ہاں! میں اپنے دل کے زخم تم کو دکھانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں اس کا عادی نہیں۔ مگر جب تم وعظ کہنے لگے تو مجھے بھی جواباً کچھ کہنا پڑا۔"

کچھ دیر تک ڈاکٹر جوزف خاموش رہے۔ اُن کے چہرے پر دُکھ کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ پھر وہ مدھم لہجے میں بولے۔ "جنگِ عظیم میں جس طرح آپ فوج میں تھے اسی طرح میرا 22 سالہ جوان بیٹا بھی ملٹری میں تھا۔ ہمارا لاڈلا بیٹا اُس وقت بالکل جگت کی عمر اور قد کا تھا۔ وہ ولایت میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں اور اُس کی ماں میری، ہندوستان میں تھے۔ میری پریکٹس اچھی چل رہی تھی۔ راجہ مہاراجہ میرے پاس علاج کی غرض سے آتے تھے۔ منہ مانگی دولت ملتی۔ میں سرمایہ دار بن کر ولایت جانے کے خیال سے دن رات کام میں مگن رہا۔" ڈاکٹر جوزف نے ٹھنڈی سانس لی، پھر بولے۔ اُس وقت اُن کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ "خبر ملی کہ ایک مورچے پر جارج مارا گیا۔ اُس کے جسم کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ اُس کا چہرہ پہچاننے کے قابل نہیں رہا۔ اُس کی ماں صدمے سے نڈھال ہو گئی اور اُس کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی۔ میں پیسے کے پیچھے پاگل تھا۔ اب مجھے بھی ہوش آ گیا۔ یہ سب کس کے لئے؟ زندگی میں ہمارا لگایا ہوا حساب کس کام کا؟ پہلے تو بیٹے کو مارنے والے دشمنوں کو گالیاں دیں۔ میرا بس چلتا تو اُنہیں ختم کر دیتا۔ مگر آخر یسوع مسیح نے راستہ بتایا۔ انسان کا سب سے بڑا سرمایہ انسانیت کی خدمت ہے۔ اُس وقت سے اپنی تعلیم میں نے ایسے لوگوں کے لئے استعمال جو جاہل ہیں، جن کے پاس سرمایہ نہیں، گھر نہیں، پہننے کے لئے پورے کپڑے نہیں۔" کرسچین ڈاکٹر رُک گئے۔ یہ محسوس کرتے ہی نانا چونک کر اُنہیں دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں دُکھ کا سمندر کروٹیں بدل رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی انسانی ہمدردی اور رحم کے چشمے بھی پھوٹ رہے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب! معاف کرنا۔ آپ کے دُکھ سے میں ناواقف تھا۔ اس لئے اُلٹا سیدھا بک گیا۔" نانا نے افسوس کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب ابھی کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ وہ بولے۔

"بھائی! میں نے تمہارے جگت کو دیکھا اور مجھے اپنا بیٹا جارج یاد آ گیا۔ وہ اپنے زخمی ساتھی کو لے کر لوٹ گیا۔ پھر میری بیوی میری نے کہا۔ اُسے جانے کیوں دیا؟ یسوع مسیح نے مجھے خواب میں بشارت دی کہ اسے میری تصویر کے سامنے لے آ۔ میری کو یقین ہے یسوع مسیح کے کرم سے اُس کی زندگی بربادی سے بچ جائے گی۔" ڈاکٹر کی آواز میں جگت کے لئے محبت تھی۔

ساری رات نانا کے ذہن میں کرسچین ڈاکٹر کے الفاظ کچوکے لگاتے رہے۔ پہلی بار اپنے کئے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔ نسلوں سے جلتی ہوئی انتقام کی آگ میں جوان بیٹے اور نواسوں کو جھونک دینے کے باوجود اُنہیں سکون نہیں ملا تھا۔ "ڈاکٹر سچ کہتا ہے۔ انسانیت کے علاوہ کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔" اُنہوں نے سوچا۔

صبح کے وقت سول سرجن آ گئے۔ اس وقت بھی وہ جاگ رہے تھے۔ اُن کے قدموں کی آہٹ

ن کر وہ بستر سے اُٹھ گئے۔ سرجن صاحب اُن کی صورت دیکھ کر مسکرا دیئے۔ "نارائن سنگھ! آپ کا ام ہو گیا۔ اب جگت سے کہہ دو مصالحت کر لے۔ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا۔" سرجن نے نانا سے لہا۔ نانا خوش ہو گئے۔ اُنہیں تفصیل کا انتظار تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب بولے۔ "ناشتے کے بعد تفصیل اؤں گا۔" اور نانا سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

O

بہت دیر تک ویرو اور جگت ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ ہونٹ خاموش تھے مگر لوں کی آنکھیں باتیں کر رہی تھیں۔ بارش ابھی بند نہیں ہوئی تھی مگر ہواؤں میں برسات کی نمی اب بھی ی تھی۔ آسمان پر بدلیوں کے چھوٹے بڑے ٹکڑے تیرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ستارے بھی ب آسمان کی بلندی پر موتیوں کی طرح چمکنے لگے تھے۔ بھیگے ہوئے درختوں کے پتوں پر سے گرتی ری پانی کی بوندیں جلترنگ بجا رہی تھیں۔ جگت کی نظر ویرو کے حسین چہرے سے ہٹ کر آسمان کی نب اُٹھ گئی۔ اُس نے سرد آہ بھری۔

"کیوں؟ کچھ بولئے نا! خاموش کیوں ہیں؟" ویرو نے کہا۔

"تم بھی تو خاموش بیٹھی ہو۔ لیکن بعض اوقات خاموشی میں بھی لطف آتا ہے۔" جگت نے یرو کی چوڑیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ویرو نے نظریں جھکا لیں، پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ نے سرد آہ کیوں بھری؟"

"ویرو......!" جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر کہا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ایک بار میں ہارے گھر آیا تھا تمہیں سونے کے کنگن پہنانے۔" پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "مگر تمہارا شوہر آ گیا اور ں تمہیں کنگن نہ پہنا سکا۔" اب بھی ویرو خاموش رہی۔ مگر اب وہ زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ جگت نے ہا۔ "تم نے وہ کنگن مقدمہ لڑنے کے لئے لوٹا دیئے۔ مگر اب تمہاری خواہش پوری کرنے کو جی ہتا ہے۔"

"عورتیں زیوروں کی بھوکی ہوتی ہیں۔ مگر مجھے سونے کے کنگن کی کوئی خواہش نہیں۔ آپ کے بوں پہنائی ہوئی کانچ کی چوڑیاں میرے لئے سونے کے کنگن سے زیادہ قیمتی ہیں۔" ویرو کے ہ سے پیار جھلک رہا تھا۔

"مگر کانچ کے کنگن تو ٹوٹ جاتے ہیں ویرو! ہمارا پیار ایسا کمزور نہیں۔" جگت نے ویرو کا ہاتھ ٹوں تک لے جا کر چومتے ہوئے کہا۔ ہوا کے ایک شریر سے جھونکے نے ویرو کے سینے سے پٹہ اُڑا دیا۔ اُس کا سینہ سانس کے ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ اُس کے دل میں طوفان کروٹیں بدل رہے تھے۔ سینے کے زیر و بم سے پتہ چل رہا تھا کہ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ہے۔ اب جگت کا برا ہاتھ ویرو کی پشت پر رینگ گیا۔ جگت کا ہاتھ اب اُس کی چکنی پشت پر پھسل رہا تھا۔ ویرو سمٹ بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی ٹھوڑی پر جگت کا ہاتھ پہنچ گیا۔ جگت نے ویرو کی طرف دیکھ کر جذبات بوجھل آواز میں کہا۔ "ویرو! اب یہ شرم کب تک آئے گی؟"

ویرو کے دل میں جگت کے چوڑے سینے میں سر چھپا لینے کی خواہش بیدار ہو گئی۔ مگر اپنے لپاتے ہوئے جسم کو اُس کے حوالے کرنے سے پہلے اُس نے خود پر قابو پا لیا۔ جگت نے اسے

ایک عورت کی حیا سمجھ کر اپنے پہلو میں گھسیٹ لیا۔ ویرو کے جسم میں برقی رو دوڑنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کسمسائے، جگت کے ہونٹ اُس کے گلابی رُخساروں کو چومنے لگے۔ دو جوان جسم ایک ہو گئے...... ضبط کے کناروں سے جذبات کی لہریں ٹکرانے لگیں۔ اب ان دونوں کناروں کو توڑنے کے لئے صرف ایک موج تند و تیز کی ضرورت تھی۔ مگر ویرو نے خود کو سنبھال لیا۔ اُس نے اپنا جسم کھینچ لیا۔ مگر جگت بے قابو ہو رہا تھا۔ "ویرو! زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ پھر پیاسے رہ کر کب تک اس طرح تڑپتے رہیں گے؟ تمہیں کس کا خوف ہے؟ تم مجھ سے الگ کیوں رہتی ہو؟"

"جگت! میں نے اگر کسی کو چاہا ہے تو وہ تم ہو۔" ویرو دوپٹے کو سینے پر رکھتی ہوئی بولی۔ "میں بھی اسی آگ میں جل رہی ہوں مگر......"

مگر اس سے جگت کے جذبات اور بھڑک گئے۔ اُس نے ویرو کو پھر قریب کر لیا۔ وہ ویرو کے ادھورے جملے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "پھر ہمارے درمیان کون سی دیوار ہے؟ کیا تمہارا بزدل شوہر؟ تم کہو تو میں اُسے آج ہی پھونک دُوں۔" جگت نے ویرو کو سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا۔

ویرو نے اپنا گورا ہاتھ جگت کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ "ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے درمیان وہ وچن آ رہا ہے جو میں نے چندن کو دیا تھا۔"

"کون سا وچن؟" جگت نے بے تاب ہو کر پوچھا۔ جسم میں بھڑکتے ہوئے الاؤ سے اُس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ چندن کور اُس کے اور ویرو کے درمیان نہیں آئے گی۔ شادی سے پہلے چندن کو اُس نے ویرو کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔

"جب تم نے مجھے اُچلا کے گھر بھیج دیا تھا تو میں نے وہاں سے چندن کو ایک خط لکھا تھا جس میں، میں نے اُسے یقین دلایا تھا کہ اُس کے سہاگ میں حصے دار نہیں بنوں گی۔ اُس نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے میں اُسے کیسے بھول سکتی ہوں جگت؟" ویرو نے جگت کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر چندن نے مجھے ایسی کوئی بات نہیں بتائی ویرو! ہمارا ملاپ اُسے کبھی نہیں کھٹکے گا۔"

"اسی لئے میں جلدی نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمہاری ہو چکی ہوں۔ مگر پیار میں صبر بھی کرنا پڑتا ہے۔" ویرو نے سرد آہ بھر کر کہا۔ جگت کا جوش ابھی کم نہیں ہوا تھا۔

"کہاں تک صبر کیا جائے ویرو؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری لاش کے ساتھ......"

"ہم ہم...... ایسا لفظ نہ بولیں جگت!" ویرو نے لرز کر جگت کی بات کاٹ دی۔ "دل کی ایک خواہش ہے۔ بھگوان یہ خواہش کب پوری کرے گا، کسے خبر؟" ویرو رونے لگی۔

"ویرو! تم رو رہی ہو...... میں تمہارا کوئی ارمان ادھورا نہیں رہنے دُوں گا۔ تم ایک بار مجھ سے کہہ دو...... صرف ایک بار بتا دو! کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"تمہارے مزاج سے ڈر لگتا ہے۔ شاید تم میری بات سن ہی نہ سکو اور میرا پیار غلط فہمی کی نذر ہو جائے، اس ڈر سے کچھ نہیں کہتی۔"

"پھر تو تمہیں بتانا پڑے گا۔" جگت نے ویرو کا سر اُٹھا کر کہا۔ "آپ کب تک بغاوت جاری رکھیں گے؟" ویرو نے عجیب سا سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" جگت کے ابرو کشیدہ ہو گئے۔ اس سوال کا مطلب وہ سمجھ چکا تھا۔ اُس نے

جلدی اپنے مزاج پر قابو پا لیا۔ "ویرو! تم چاہتی ہو کہ میں بغاوت ختم کر دُوں؟"

ویرو نے سر ہلا کر "ہاں" کہا۔

"اس سے کیا ملے گا؟" جگت کی آواز میں نرمی دیکھ کر ویرو کی ہمت بڑھ گئی۔

وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "تم پوچھتے ہو اس سے کیا ملے گا، کسی ماں کو اُس کا کھویا ہوا بیٹا اور کسی بیوی کو اپنا شوہر مل جائے گا۔"

"اور کسی کو مفرور بیوی مل جائے گی۔" اب جگت کے الفاظ میں طنز تھا۔

"جگت! آخر تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔" ویرو نے قاتل نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم سمجھتے ہو کہ میں اُس گھر میں واپس جاؤں گی، پھر فرار ہو کر کیوں آئی، صرف بدنام ہونے کیلئے؟"

"میں یہی معلوم کر رہا ہوں کہ تم کہاں جاؤ گی؟ وہ جانور تمہیں تڑپائے گا۔ وہ تمہارے جسم کو روند ڈالے گا۔" جگت نے دانت پیس کر کہا۔

"مگر میں اُس کے ہاتھوں میں واپس نہیں جاؤں گی۔" ویرو نے اپنی سوچ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ جیل میں رہوں گی۔ میں نے بھی بغاوت کی ہے، اس لئے مجھے بھی سزا ہو گی۔"

جگت قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ "پگلی! جیل کاٹنا عورت کا کام نہیں۔ پھر وہ تمہیں میرے ساتھ بھی نہیں رکھیں گے۔ کسے خبر کہ وہ عورت پر رحم کھا کر چھوڑ دیں۔ اُس وقت تم کہاں جاؤ گی؟" جگت نے کہا۔

"میں اپنے میکے چلی جاؤں گی۔ اور تمہاری رہائی کا انتظار کروں گی۔ چندن بہن سے کہوں گی، تمہاری سوت نہیں، بلکہ بہن بنا کر دونوں ساتھ رہیں گے۔" ویرو نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ جگت کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے سب حساب کتاب بنا کر رکھا ہے۔"

"ہاں!" ویرو نے ترچھی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم مجھے جیل بھیج کر ہی دم لو گی۔" جگت خوش مزاجی سے بولا۔

"پھر جیل سے واپس آنے کے بعد یہ دوڑ دھوپ، قتل، لوٹ کچھ ساتھ نہیں ہو گا۔ اس کا خیال کرتی ہوں تو دل میں ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔" جگت چپ رہا۔ ویرو پھر بولی۔ "اس وقت ایک ایک لمحہ ہم خطرے سے دوچار ہیں۔ میں یہ سب دیکھ کر لرز جاتی ہوں۔ آپ کو جب تک صحیح سلامت واپس آتے نہیں دیکھتی، دل کو دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔ طرح طرح کے وہم گھیرے رہتے ہیں۔" جگت پھر بھی خاموش رہا، پھر اُس نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کیوں، خاموش ہو گئے؟ میرا کہنا اچھا نہیں لگا؟" ویرو نے پوچھا۔ جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"نہیں ویرو! میں اُلجھن میں پڑ جاتا ہوں۔ اس راستے سے لوٹنے کو جی نہیں چاہتا۔ باغی بننے کے بعد کوئی بھی شریف شہری نہیں بن سکتا۔ مجھے تو اس بات میں بزدلی نظر آ رہی تھی۔ پھر بھی سب یار اس بات کو چھیڑتے ہیں۔" جگت کی حالت دیکھ کر ویرو کا دل بھر آیا۔

"تم اسے بزدلی کہتے ہو؟ میں کبھی ایسی بات نہیں کروں گی جس سے تمہارے دل کو ٹھیس

لگے۔ سامنے جا کر خود کو سپرد کر دینا بزدل آدمی کا کام نہیں ہے۔" ویرو نے کہا۔

"مگر ویرو! میرے ساتھیوں کا کیا ہوگا؟" جگت نے پوچھا۔

ویرو کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ اُس کی آنکھیں اب نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اُس نے جماہی لی، پھر جگت کی رانوں پر سر رکھ کر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر کے بڑبڑائی جیسے خود کلامی کر رہی ہو۔ "ہر ایک اپنا اپنا نصیب لے کر دنیا میں آتا ہے۔" جگت اُس کے ریشمی گھنیرے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اُسے گھر یاد آ گیا۔ اُس نے سوچا کھلی چھت پر بغیر کسی فکر کے عورت کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھے ہوئے پیار کی باتیں کرنے میں کتنا مزہ آتا ہوگا؟ وہ تو اس سے بھی زیادہ سکھ اُٹھا سکتا ہے۔ ایک ران پر چندن کا سر اور دوسری پر ویرو کا...... دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار کی گفتگو میں کیسا لطف آئے گا؟ جگت یہ نہیں سمجھ سکا کہ بغاوت کے خلاف اُس کے ذہن میں جو نفرت پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ سے دنیا کے لئے اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی ہے یا ویرو نے اُس کی خواہش کو بیدار کیا ہے؟ ویرو نیند میں مسکرا رہی تھی۔ شاید وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی تھی۔ ویرو اور چندن کے سکھ کی خاطر وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا؟

جگت نے سوچا، پھر آہستگی سے سوتی ہوئی ویرو کا سر ران پر سے ہٹا کر اُس نے چارپائی پر رکھ دیا اور اُس کے برابر لیٹ گیا۔ پھر ہوا کے جھونکے اُسے کہیں دُور لے گئے۔ اُسے چندن نظر آئی جو کھڑکی کی سلاخیں تھام کر کھڑی کسی کی راہ دیکھ رہی تھی۔ آنسو بہاتی سسکیاں لیتی۔ نہ جانے کتنی راتوں کی جاگی ہوئی وہ تھک جائے گی۔ اُس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جائیں گے۔ اس کی مانگ کا سیندور ڈھل جائے گا، پھر وہ کس کی راہ تکے گی؟ جگت کا دل اب پیار کی حرارت پا کر نیا رُوپ اختیار کر رہا تھا۔ تین چار دن سے اُس کا دل کسی بات میں نہیں لگتا تھا۔ ڈاکہ ڈالنے جاتا، اُس وقت بھی ساتھیوں کی موجودگی کے باوجود خود کو اکیلا تصور کرتا۔ ذہن میں زبردست کشمکش اور جنگ جاری تھی۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ زیادہ اُلجھن ہوتی تو وہ اپنے دل کو بہلاتا، اب مصالحت کا سوال کہاں؟ ارجن سنگھ ہمارے خلاف ضد پر آ گیا ہے۔ نانا کو میں نے جواب نہیں بھیجا، دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ پھر مصالحت کیسی؟ سب نے اس بات کو بھلا دیا ہے، پھر میں کیوں اس خیال کو ذہن میں جگہ دُوں؟ پھر اُسی شام ایک پیغامبر آیا۔

"تمہارے نانا یہاں آ کر تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ تین دن سے گھر سے روانہ ہوئے ہیں، خان ڈوگرا کے میاں کے گھر پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔" پیغامبر نے بتایا۔

"کیا کام ہے، یہ کہلوایا ہے؟" جگت نے پوچھا۔ ہنومان اور بچن پُرتجسس انداز میں جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

"یہ نہیں بتایا۔ صرف اتنا کہا ہے کہ خاص کام ہے۔ مشورہ کرنا ہے۔ اُن کے ساتھ کوئی ڈاکٹر بھی ہے۔"

"ڈاکٹر؟" جگت سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ کر کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، میں خود جا کر دیکھوں کیا بات ہے۔"

"دوسروں سے پہلے پیغامبر بولا۔ "وہ یہیں آنے کا کہہ رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ وہ

سب سے ملیں گے۔"

جگت کا ذہن بری طرح اُلجھ گیا۔ "سب سے ملیں گے؟" پھر اُس نے اندازہ لگایا کہ مصالحت کے علاوہ نانا کسی اور کام سے خود نہیں آ سکتے۔ پہلے تو سوچا انکار کر دُوں۔ مگر اُن کے ساتھ ڈاکٹر کون ہوگا؟ کیا کام ہوگا......؟

"تمہیں نانا پھر سمجھانے آئے ہوں گے۔" ہنومان نے کہا۔ "مگر ڈاکٹر کا یہاں کیا کام پڑ گیا؟"

"آنے دو...... وہ آئیں گے تو پتہ چل جائے گا۔" ویرو نے کہا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ ان کی باتوں میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ بچن خاموش تھا۔ جگت نے اُسے دیکھا۔

"تمہارے نانا کے متعلق بہت سنا ہے۔ ایک بار اُنہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" بچن مسکرا کر بولا۔

"دیکھنا چاہتا ہوں" کا فقرہ اُسے برا محسوس ہوا مگر بحث کا موقع نہیں تھا۔ اُس نے پیغامبر کے ساتھ چار ساتھی بھیجے اور کہا۔ "ہوشیار رہنا! ممکن ہے پولیس ان کے تعاقب میں یہاں تک پہنچ جائے۔" جگت کی ہدایت سن کر وہ چلے گئے۔ باقی لوگ سوچ میں گم ہو گئے اور ویرو جلدی سے مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرنے لگی۔ نانا کے ساتھ آنے والی شخصیت کے متعلق جگت نے اندازہ لگا لیا تھا۔ مگر کرسچین ڈاکٹر نانا کو کیسے مل گیا؟ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہ تھے۔ مگر نانا کی آمد کے بعد یہ اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ اُن کے ساتھ وہی ڈاکٹر تھا۔ اُن کا استقبال کرنے والوں کی آنکھوں میں مسرت کے ساتھ حیرت بھی تھی جو ڈاکٹر کی نظر سے چھپ نہ سکی۔ جگت اُن کی بات ٹھکرا نہ دے، اس ڈر کی وجہ سے نانا ڈاکٹر کو ساتھ لائے تھے۔ ویرو کو دیکھ کر دل میں جاگتی ہوئی نفرت کو چہرے پر نہ لانے کا نانا نے فیصلہ کر لیا تھا لہٰذا اُن کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر بیدار نہیں ہوا۔ ویرو کو دیکھ کر نانا نے نظر نہ بدلی، یہ دیکھ کر جگت کو تعجب ہوا۔ کیا ڈاکٹر نے اُن کے دل سے نفرت نکال دی ہوگی؟ بچن کسی تاثر کے بغیر دونوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔ وہ نانا کے چہرے پر اُن کی آمد کا مقصد تلاش کر رہا تھا۔ انجانے لوگوں سے ملاقات کے بعد کچھ دیر سب خاموش رہے۔ آخر ڈاکٹر نے ہنومان کو دیکھا۔ "یہ میرا مریض ہے۔"

ہنومان کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ یہ وہی ڈاکٹر ہے جس نے اُس کا علاج کیا تھا۔ اسی نے جگت کو انتقام بھول جانے کا سبق دیا تھا۔ اب وہ نانا کے ساتھ اُس کے آنے کا مطلب سمجھ چکا تھا کہ یہ لوگ جگت کو ہم سے جدا کر کے رہیں گے۔ مگر وہ خاموش رہا۔

"ڈاکٹر صاحب! مریض ابھی تک بستر میں ہی ہے۔ ذرا دیکھ کر بتائیے! کس علاج سے اسے ٹھیک کیا جا سکتا ہے؟" جگت نے کہا، پھر دُکھ بھرے لہجے میں بولا۔ "اس جیسے پھرتیلے شخص کا اس طرح پڑے رہنا تکلیف دہ ہے۔"

ہنومان کرسچین ڈاکٹر کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے دل میں اس شخص کے متعلق کوئی بری بات نہیں تھی مگر اُسے دیکھ کر نہ جانے کیوں اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے ہنومان کو اچھی طرح دیکھا، پھر کچھ دیر کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے اُسی کو دیکھنے یہ لوگ آئے ہوں۔

ڈاکٹر جوزف نے کہا۔ "زخم اُوپر سے بھر گیا ہے مگر اندر ابھی تک اسی طرح ہے۔ اسے علاج کی ضرورت ہے۔ دیر کرنے پر......" وہ رُک گئے۔ مگر جگت کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر جملہ مکمل کر دیا۔

''اگر صحیح علاج نہیں ملا تو اس صورت میں زندگی بھر اسے اسی طرح بستر پر پڑے رہنا پڑے گا۔''

جگت نے آہ بھری، مگر ہنومان گرم ہو گیا۔ ''میں...... میں اپنی زندگی ختم کر لوں گا۔'' ہنومان نے کہا۔

''ارے جوان! یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' ڈاکٹر نے اُسے ٹھنڈا کیا۔ ''اپنی یا دوسرے کی زندگی ختم کرنا یسوع مسیح کے ہاتھ ہے جو انہیں تم کو ختم کرنا ہوتا تو پولیس کی گولی پہلو میں گھس جانے کے بعد تم زندہ نہ رہتے۔''

نانا خاموش تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بات کس طرح شروع کریں؟ ویرو نے آ کر اطلاع دی۔ ''کھانا تیار ہے۔'' اُس نے جلدی کھانے کا انتظام اس لئے کیا تھا تاکہ اگر بحث میں گرمی آ جائے تو اس صورت میں پکایا ہوا سب کچھ بیکار نہ جائے۔ جگت نے نانا سے کہا۔

''کھانا کھائیں گے نانا؟''

جگت کے سوال کرنے کا مقصد نانا سمجھ گئے۔ ویرو کے ہاتھوں کا کھانا سن کر دوسرے موقعے پر وہ اُچھل جاتے۔ مگر آج نانا غصے کو پی رہے تھے۔ وہ نرم دکھائی دینے لگے۔ اُنہوں نے صرف اتنا کہا۔ ''کھانے کے درمیان باتیں ہوں گی۔''

کھانا شروع ہونے کے بعد بہت دیر تک خاموشی رہی۔ پھر نانا نے ڈاکٹر کو ہلکا سا ٹھوکا دے کر بات شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ بوڑھا ڈاکٹر زیر لب مسکرایا۔ ''جگت! میں تم سے ہنومان کے علاج کا بل وصول کرنے آیا ہوں۔'' ڈاکٹر جوزف نے بات کی ابتدا کی۔

جگت سمجھ گیا، پھر بھی بولا۔ ''وہ میں آپ کو گھر بیٹھے بھیج دیتا۔ یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ کتنی رقم ہے؟''

ڈاکٹر ہنس دیا۔ ''بل کی رقم تو میں نے پہلے ہی لکھ دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم ادائیگی کر دو گے۔''

ہنومان سمجھ گیا، ڈاکٹر کون سا بل مانگ رہا ہے۔ وہ درمیان میں بولا۔ ''آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ میری جان کے بدلے آپ جگت کی آن خریدنے آئے ہیں۔''

''لڑکے! تم ذرا صبر کرو۔ جگت کی آن کے لئے مجھے تم سے زیادہ فکر ہے۔'' نانا نے ہنومان کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہنومان خاموش ہو گیا۔ ایک بار بات شروع کرنے کے بعد نانا صبر کرنے کے عادی نہیں تھے۔ اُنہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ ''جگت! ارجن سنگھ بھی اب مصالحت کرنے کو تیار ہے۔ ہم تمہارا جواب لینے آئے ہیں۔'' جگت سوچ رہا تھا، اس دوران نانا نے جگت کو وہ تمام باتیں بتائیں کہ پولیس والے گھر کے افراد کو کس طرح پریشان کرتے ہیں؟ وہاں کی کیسی خراب حالت ہے۔ بچن یہ سن کر غصے سے بل کھانے لگا۔ ویرو رونے لگی۔ جگت نے صرف اتنا کہا۔

''میں ارجن سنگھ کو ختم کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔''

بات کا اُلٹا اثر دیکھ کر ڈاکٹر بولے۔ ''ارجن سنگھ کو ختم کرنے سے پولیس ختم نہیں ہو جائے گی۔ اُس کی جگہ دوسرا آ جائے گا۔ اس طرح بات ختم نہیں ہو گی جگت!'' ڈاکٹر کی آواز میں نرمی تھی۔ پھر اُنہوں نے جگت کو انگریز سول سرجن سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اور کہا۔ ''ان جیسے آدمی

کے درمیان میں ہونے کے بعد بے ایمانی کا امکان نہیں۔ کیونکہ وہ خود انگریز ہیں۔'' ڈاکٹر نے سمجھانے والے لہجے میں کہا۔ نانا نے اُن کا ساتھ دیا۔

''گھر سے نکلتے وقت تمہاری ماں اور چندن نے آنسو بھری آنکھوں سے التجا کی ہے کہ اب تم یہ راہ چھوڑ دو!'' ...... پھر دلیلیں ہونے لگیں۔ کچھ گرما گرمی بھی ہوئی۔ نانا کبھی کبھی غصے میں آ جاتے مگر ڈاکٹر جیسے ٹھنڈے دماغ والے شخص کی موجودگی کے باعث اُن کی ذہنی صلاحیت نے بہت کام کیا۔ جب بھی جگت، ویرو کی جانب دیکھتا تو اُس کی آنکھیں جگت سے التجا کرتیں، مان جاؤ! ہم سب کی خاطر مان جاؤ......!

گرم لوہے پر ضربیں لگ رہی تھیں۔ ہنومان جیسا شخص بھی پگھلنے لگا۔ شاید جگت کے لئے یہ سب اچھا ہو، پھر وہ کیوں بات بگاڑ کر سب کی زندگیاں برباد کر دے؟ مگر بچن اب بھی مضبوط تھا اس لئے اُس کی مرضی معلوم کئے بغیر جگت ہاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بات ختم کرنے کے لئے اُس نے کہا۔ ''یہ فیصلہ میں اپنے ساتھیوں پر چھوڑتا ہوں۔ آپ لوگوں کو آٹھ دن میں جواب مل جائے گا۔ مگر ویرو کا کیا ہو گا؟''

''ہم نے اس کے متعلق سوچ رکھا ہے۔'' نانا فوراً بول اُٹھے۔ ''اس کی سلامتی کی ذمہ داری ہم پر ہے۔'' جگت نانا پر اعتماد کرتے ہوئے ہچکچایا تو ڈاکٹر نے کہا۔

''اسے ہم کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ مجھ پر یقین رکھو!''

پھر جگت نے آخری شرط کے طور پر کہا۔ ''اس مصالحت میں میرے علاوہ کوئی پولیس کے سامنے حاضر نہیں ہو گا۔ یہ میری شرط ہے۔''

''نہیں...... میں تو تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' ہنومان نے چیخ کر کہا۔ ''میری بھی یہی شرط ہے۔ ورنہ تمہارے یہاں سے باہر جاتے ہی میں اپنی زندگی ختم کر لوں گا۔''

ڈاکٹر نے موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ ''جگت! ہنومان کو علاج کی ضرورت ہے جو اسے جیل کے ہسپتال میں میسر آ جائے گا۔ اسے پکڑ کر پولیس سزا نہیں دلا سکے گی۔''

بچن نے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا یہ دیکھ کر جگت کو حیرت ہوئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اپاہج ہنومان بچن کی ٹولی کے لئے بوجھ بن جائے گا اور ویرو کے بغیر کوئی اُسے نہیں سنبھالے گا۔

''مجھے سات دن کی مہلت دو ڈاکٹر صاحب! آج سے ساتویں دن اگر ویرو کو لے کر میں آپ کے گھر نہ آؤں تو سمجھ لینا کہ مجھے مصالحت منظور نہیں۔''

نانا اور ڈاکٹر بغیر کسی فیصلے کے واپس جا رہے تھے۔ وہ کچھ مایوس بھی تھے۔ جگت نے تو اُسی لمحے دل میں فیصلہ کر لیا تھا مگر جب تک اُس کے ساتھی فیصلہ نہ دیں اُس وقت تک وہ اپنا ارادہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

OOO

بچن بہت زیادہ اُلجھن میں تھا۔ فیصلہ کرنے کے لئے اُس کا ذہن گھڑی کے پنڈولم کی طرح ڈول رہا تھا۔ جگت نے آخری فیصلہ اُس پر چھوڑا تھا اس وجہ سے اس فیصلے کی ذمہ داری کے سلسلے میں وہ اپنے سر پر بہت زیادہ بوجھ محسوس کرنے لگا۔ جگت کی دی ہوئی سات دن کی مہلت میں سے تین دن گزر چکے تھے۔ اُس نے جگت سے بات نہیں کی۔ اُسے اُچلا یاد آنے لگی۔ اگر زندگی میں اُس کا ساتھ مل جاتا تو آج وہ ڈاکو کی زندگی نہ گزارتا۔ اُچلا کے ساتھ پُر امن اور سکھی زندگی گزارنے کے علاوہ اُسے کوئی تمنا نہیں تھی۔ کسی سے اُسے دشمنی نہیں تھی۔ مگر اُچلا نہ ملی۔ وہ کسی اور کی ہوگئی اس لئے بچن غلط راستے پر چل نکلا۔ جگت کی دوستی میں اُسے اطمینان نصیب ہوا۔ رات دن کی دوڑ دھوپ اور خطروں سے کھیلنے میں اُسے مزہ آتا تھا۔ وہ اس طرح دل کے غم کو بھلا رہا تھا۔ پہلے اُچلا کو اس کے شوہر سے چھین لینے کی اُمید تھی، وہ بھی ختم ہوگئی۔ شاید اب وہ زندگی میں کبھی اُچلا کو نہ پا سکے گا۔ مگر اب جگت بھی اُسے چھوڑ جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ماں اور بیوی کے پاس واپس لوٹنا چاہتا تھا۔ پھر وہ اکیلا ہو جائے گا۔ وہ جگت کے بغیر اتنے ساتھی ہونے کے باوجود اکیلا ہو جائے گا۔ مگر جگت کو کیوں لوٹنا چاہیے؟ اُس کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے تو وہ فوج سے فرار ہوئے تھے۔ پولیس سے دشمنی مول لی تھی۔ اسی کے لئے تو یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اور اب وہی ہٹ جانا چاہتا ہے، مگر ایسا کیوں؟ نہیں، جگت بزدل نہیں ہے کہ دوست کو دغا دے۔ ایسا بھی نہیں کہ موت سے ڈرتا ہو۔ وہ دوستی کے لئے جان پر کھیل جانے والا ہے۔ وہ اگر نہیں کہہ دے گا تو اس صورت میں جگت لحہ بھر سوچے بغیر اُس کا فیصلہ قبول کر لے گا۔ اُسے اس بات کا پورا یقین تھا۔ بچن بہت زیادہ اُلجھن میں گھر گیا تھا۔ اس دوران ویرو بھی دو ایک بار بچن کے پاس آئی تھی۔ ایک مرتبہ وہ بولی۔ ”بچن بھائی! آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟“

بچن نے جواب دیا۔ ”مجھے کیا فیصلہ کرنا ہے؟ میں باغی ہوں اور باغی رہوں گا۔ مگر کسی دوسرے کی راہ نہیں روکوں گا۔“

”مگر جگت سنگھ کو آپ دوسرے کیوں گنتے ہیں؟“ بچن نے ویرو کو تیز نظروں سے دیکھا، ویرو کی آنکھوں میں اُسے دُکھ نظر آیا۔ اُچلا سے ویرو نے بچن کے متعلق معلوم کر لیا تھا کہ اُچلا اُسے کتنا چاہتی تھی۔ پھر بھی وہ اُس کے لئے اپنے مجبور و بے بس شوہر اور اپنے بچوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ لوگوں کے غلط فیصلے دوسروں کی زندگی کی کشتی کو طوفان میں پھنسا دیتے ہیں۔ ویرو سوچنے لگی۔ بچن کو اُچلا سے کتنا پیار ہے اور اُس نے کبھی دوسری عورت کا خیال تک نہیں کیا۔ اور جو کبھی اُس کی نہیں ہو سکے گی اس کی یاد میں زندگی گزارنے کی ضد کر رہا ہے۔ یہی اس کی زندگی ہے۔

”کیا سوچ رہے ہو بچن بھائی! خاموش کیوں ہوگئے؟“ ویرو نے اُسے خیالات سے باہر نکالتے

ہوئے کہا۔

”ویرو بہن! آپ بغیر سوچے مجھ سے جو سوال کر رہی ہیں، اس کا کیا جواب دُوں یہی سوچ رہا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ میں جگت کو ”دوسرا“ کیوں گنتا ہوں؟ یہ پوچھ کر آپ میرے جواب کا انتظار کر رہی ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا؟“ بچن پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”جی ہاں...... مگر میں نے ہمیشہ آپ کی آنکھوں میں دُکھ دیکھا ہے۔“ ویرو نے آہ بھر کر کہا۔

بچن پھیکی سی ہنسی کے ساتھ اُسے دیکھنے لگا۔ ”مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ قدرت کو یہی منظور ہے۔ جن کو میں اپنا سمجھنے لگتا ہوں وہ بہت جلد جدا ہو جاتے ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے بچن نے ٹھنڈی سانس لی۔ ویرو اُس کی اُداسی سے بہت متاثر ہوئی۔ ”اُچلا اور جگت میری زندگی تھے۔ اُچلا کو تو کھو ہی چکا، اب جگت بھی......“ بچن کا گلا رندھ گیا اور اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

”بچن بھائی! میں تمہارا دُکھ محسوس کر رہی ہوں کیونکہ میں بھی اسی کشتی کی مسافر ہوں۔“ ویرو نے ہمت کر کے کہا۔ ”جگت سے جدا ہو کر کیا مجھے دُکھ نہیں ہوگا؟ یہ آپ بھی جانتے ہیں۔ کسے پتہ میں پھر اُن سے مل سکوں گی بھی یا نہیں۔ مگر میں صرف اپنا خیال نہیں کرتی۔ مجھے چندن کور اور جگت کی ماں کا خیال ستاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے کھونے کا ہمیں کم دُکھ ہوگا۔“ پھر دھیمے لہجے میں خود کلامی کے انداز میں بولی۔ ”ہم جیسوں کی تقدیر میں ملنے سے پہلے جدا ہونا لکھا ہے۔“ پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

ویرو نے ہنومان کو سمجھانے کی بھی کوشش کی۔ ”آپ اُن کے ساتھ پولیس میں جانے کی ضد کیوں کر رہے ہیں ہنومان بھائی؟ آپ کی اس ضد سے شاید وہ اپنا ارادہ بدل دیں۔“ ویرو نے ہنومان سے کہا۔

”ویرو بہن! میں جانتا ہوں کہ تم میرا فیصلہ بدلنے کے لئے دوسرے طریقے سے کوشش کر رہی ہو۔ مگر جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔“ ہنومان کسی قدر خفگی سے بولا۔ ”میری اور جگت کی دوستی زندگی بھر کی ہے۔ تم لوگ ہمیں جدا نہیں کر سکتے۔“

”مگر پولیس والے آپ کو ساتھ نہیں رہنے دیں گے۔ آپ سے ہسپتال میں جیل کی زندگی نہیں گزاری جائے گی۔“ ویرو سمجھاتی ہوئی بولی۔

”تم اسے زندگی کہہ رہی ہو ویرو؟ میں تو ایک لاش کی طرح بستر میں پڑا ہوں سڑا ہوا جسم لئے۔ میری تم لوگ کیوں اتنی فکر کرتے ہو؟ میں جگت کے تمام جرائم اپنے سر لینا چاہتا ہوں۔ یہ اپاہج جسم اس کے اور کسی کام نہیں آئے گا۔ اس لاش کو پولیس چاہے پھانسی چڑھا دے۔ اگر تم لوگوں نے مجھے اس کے ساتھ جانے سے روکا تو اس صورت میں، میں خودکشی کر لوں گا۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔“ ہنومان کی آنکھیں بہنے لگیں۔ ویرو آنکھوں کی پلکوں سے آنسو روکنے کی کوشش کرنے لگی مگر آنسو پلکوں کی دیوار توڑ کر بہہ نکلے۔ پیار اور چاہت کے بندھن کسی کی کوشش سے نہیں ٹوٹتے وہ یہ خود بھی جانتی تھی، جنہیں پولیس مجرم کہتی اور لوگ پتھر دل ڈاکو کہتے ہیں ان لوگوں کے دل میں کتنی نرمی تھی؟

جگت نے چھٹے دن کی نصف رات کو تمام ساتھی جمع کئے۔ باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی مگر اندر سب کے دلوں میں آگ بھڑک رہی تھی۔ ہنومان کے بستر کے ارد گرد سب لوگ گول دائرے میں بیٹھ

گئے۔ ایک کونے میں ٹھنڈ ختم کرنے کے لئے جلائے گئے الاؤ میں ویرو لکڑیاں ڈال رہی تھی جس سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس الاؤ کی سرخ پیلی روشنی پر نظر جما کر جگت گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہت دیر خاموشی کے بعد بولا۔ ''میں آپ لوگوں کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں ساتھیو!''

مگر سب خاموش رہے۔ کچھ نے سر جھکا لیا اور کچھ لوگ جگت کا چہرہ دیکھنے لگے۔ بچن حلق صاف کرنے کے لئے کھنکارا۔ اس وقت سب کی نظریں اُس کی جانب گھوم گئیں۔ جگت کے کان بچن کی بات سننے کے لئے تیز ہو گئے۔ ویرو بھی قریب آ گئی۔ مگر بچن خاموش تھا۔

''تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا بچن؟'' جگت نے پھر پوچھا۔

''ہم نے فیصلہ کیا ہے......'' بچن اتنا کہہ کر رُک گیا۔ اُس نے تمام ساتھیوں کی جانب دیکھا پھر مزید کہا۔ ''جگت! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرا فیصلہ ہم منظور کر لیں گے۔''

''کیا مطلب......؟'' جگت کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ ''میرا فیصلہ کیا ہے یہ میں خود نہیں جانتا۔ میں نے تو سب کچھ تم لوگوں پر چھوڑا ہے۔''

فوراً ہی ہنومان بولا۔ ''اور ان سب نے تم پر فیصلہ چھوڑ دیا۔'' سب لوگ سر ہلانے لگے۔

''مگر ہمارا اصول ہے کہ ایسے فیصلے سب مل کر کریں گے۔'' جگت نے جلدی سے کہا۔ ''تم لوگ بغیر جھجکے جو بہتر سمجھتے ہو کہہ دو! وہی فیصلہ میرا فیصلہ ہوگا۔''

''مگر جب ہم کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو اس صورت میں سردار کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی تمہاری ذمہ داری ہے۔'' بچن نے صاف لہجے میں کہا۔

''سردار......'' جگت نے آہ بھری۔ ''میں تمہارا سردار نہیں رہا۔ جب میں نے مصالحت کی بات پر سوچنا قبول کیا، اُس وقت میری سرداری ختم ہو گئی۔'' جگت نے دھیمے مگر مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اس وقت سے بچن تم لوگوں کا سردار ہے اور تم لوگوں کی جانب سے اس کا فیصلہ ماننا مجھ پر فرض ہے۔'' سب لوگ بچن کو دیکھنے لگے۔ اُس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرانے لگی۔

''جگت! پھر ہم سب تمہیں ہنستے چہروں سے وداع کریں گے۔ مگر ہمارا ایک مطالبہ ہے۔'' بچن نے فیصلہ سنا دیا۔

جگت چونک گیا۔ ''مطالبہ......؟'' اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں...... تمہارے جانے کے بعد بھی یہ ٹولی جگا ڈاکو کی ٹولی کے نام سے پہچانی جائے گی۔''

جگت کا دل اُچھل کر حلق میں اٹک گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر دل بھر آیا۔ الفاظ رُک گئے۔ پھر بچن نے کہا۔ ''تم ہم سے جدا ہو جاؤ، اس کی پرواہ نہیں۔ مگر ہم تمہارا نام اپنے سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔'' بچن کی آواز میں پختگی تھی۔

''میں تم لوگوں کی محبت سمجھتا ہوں بچن! تم اسے مطالبہ کہہ رہے ہو؟ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں جہاں جا رہا ہوں وہاں سے مجھے لوٹ کر تم لوگوں کے پاس آنا پڑے۔ ٹھیک ہے، تم لوگ میرے نام کو جدا نہ کرنا۔ میں اپنے اُوپر نہیں، بلکہ تم لوگوں کی محبت پر فخر محسوس کروں گا۔'' جگت نے ساتھیوں سے کہا۔ پھر اُن کے درمیان سناٹا چھا گیا۔ یہ فیصلہ سن کر ویرو کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ بچن کی جانب

اُس نے احسان مند نظروں سے دیکھا۔ جواب میں بچن کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ہنومان نے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ ویرو نے بچن کو منا لیا ہے۔ ہنومان بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ آخر اُس نے خاموشی توڑی۔

''تم لوگ میری ہستی بھول گئے ہو شاید۔ مجھ سے تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔''

جگت اُس کی بات سن کر ہنس دیا۔ ''ہنومان! تم کہاں کسی کی سنتے ہو کہ کوئی تم سے کچھ پوچھے؟''

''اس کا مطلب ہے میں تم لوگوں پر بوجھ ہوں۔'' ہنومان نے ناراضگی سے کہا۔

''تم سمجھو ہنومان۔ پولیس تم پر ظلم کرے گی، یہ خیال میرے لئے بوجھ ہے۔'' جگت نے سخت لہجے میں کہا۔

''مجھے ساتھ نہ لے جانے کا بہانہ مت بناؤ جگت!'' ہنومان جوش سے چیخ اُٹھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔

جگت نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''دوست ہنومان! میں تجھے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں، اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ تیرا اچھا علاج ہو۔'' پھر فضا کی کشیدگی دُور کرنے کی غرض سے ہنس کر بولا۔ ''تم اچھے ہو جاؤ اور ہم جیل سے چھوٹیں اس کے بعد مجھے تمہارے لئے دُلہن بھی تو تلاش کرنی ہے۔''

''اور اگر تم بلاؤ گے تو تمہاری بارات میں ہماری پوری ٹولی شریک ہوگی۔'' بچن نے مذاق کیا۔

''اور تمہارے بچے کا نام پھوپھی کی حیثیت سے میں رکھوں گی۔ سمجھے؟'' ویرو ہنس کر بولی۔

ہنومان نے دانت پیس کر ویرو کی چٹکی بھر لی۔ بظاہر وہ سب خوش نظر آ رہے تھے مگر اندر سے وہ سب جدائی کے خیال سے تڑپ رہے تھے۔ صرف تین آدمی ٹولی سے کم ہوئے تھے۔ جگت، ویرو اور ہنومان...!

○

ساتویں دن کی شام کو جگت ویرو کو چھوڑنے کے لئے جا رہا تھا اُس وقت ہنومان نے کہا۔ ''تم کل دوپہر تک واپس تو لوٹ آؤ گے نا جگت؟''

''کیوں، میری ایک دن کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تم سے؟ یا پھر اعتماد نہیں مجھ پر کہ شاید میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔'' جگت نے مسکرا کر کہا۔

''یہ بات نہیں جگت! بلکہ جانے سے پیشتر ہم سب ساتھ بیٹھ کر رات کو پئیں گے۔ نہ جانے پھر کب پینے کو ملے؟'' اسی لمحے کپڑے کا بنڈل بغل میں دبا کر ویرو آ گئی۔

''بچن بھائی! ہنومان بھائی! میں جا رہی ہوں۔ اگر زندگی میں کبھی ملاقات ہو تو مجھے پہچان ضرور جانا۔'' یہ کہتے ہوئے ویرو بری طرح رونے لگی۔ سب لوگوں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''تم پہچان کی بات کرتی ہو؟'' ہنومان نے مصنوعی غصے سے کہا۔ ''تم نے جس طرح میری خدمت کی ہے ایسی میری ماں کے علاوہ کوئی نہ کرتا۔'' ہنومان کی آواز بھرا گئی۔ ''وہ بوڑھی اماں جہاں ہوں گی، تمہیں آشیرباد دے رہی ہوں گی۔''

مگر بچن خاموش تھا۔ ''کیوں بچن بھائی! آپ بھی مجھ سے خفا ہیں؟ میں نے آپ کو جگت سے جدا

کر دیا۔"

"ویرو! ایسی بات دل میں نہ لانا بہن۔ ہمیں جدا کر کے تم کسی کو ملانا چاہتی ہو، یہ میں بھی جانتا ہوں۔ جگت گھر جائے گا تو ماں جی اور چندن بھابھی کا دل ٹھنڈا ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے بچن نے قمیض کی جیب سے سونے کا ہار نکال کر ویرو کو دیتے ہوئے کہا۔ "لو! یہ اپنے بدنصیب بھائی کا تحفہ رکھ لو!" ویرو ڈبڈبائی آنکھوں سے بچن کی طرف دیکھنے لگی۔ آج ہر دن سے زیادہ اُس کی آنکھوں میں دُکھ تھا۔ ویرو ہار لیتے ہوئے ہچکچا رہی تھی، لیکن انکار کر کے وہ اُس کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لمحے جگت نے کہا۔

"بچن! تم جانتے ہو کہ ویرو کو عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ اس وقت اس کے پاس سے لوٹ کا مال ہاتھ لگا تو اس صورت میں پولیس کو اسے پریشان کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

بچن، جگت کی بات سمجھ گیا۔ وہ ہار کی جانب غم زدہ نظروں سے دیکھنے لگا تو ویرو نے کہا۔ "ایسا کرو یہ ہار تم اُچلا بہن کو بھیج دینا۔ وہ سنبھال کر رکھے گی۔ میں جب جی چاہے گا اُن کے پاس سے لے آؤں گی اور تمہاری یاد کی طرح زندگی بھر اس کی حفاظت کروں گی۔"

"بہتر......" کہہ کر بچن نے ہار جیب میں رکھ لیا۔ ویرو نے دیکھا اُچلا کے نام سے بچن کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ جاتے ہوئے ویرو نے ہنومان سے کہا۔

"بھائی! تم سے یہ التجا ہے کہ جہاں بھی رہو، صحت کا خیال رکھنا۔ بھگوان تمہیں جلدی ٹھیک کر دیں گے۔" پھر وہاں سے ہٹنے کے لئے وہ اپنے جسم کو تقریباً دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ویرو کے جانے کے بعد ہنومان تکیے میں منہ چھپا کر جی بھر کر رو دیا۔ بچن دونوں کو چھوڑنے کے لئے دُور تک اُن کے ساتھ گیا۔ جگت، ویرو کو گھوڑے پر بٹھا کر خود بھی گھوڑے پر بیٹھ گیا۔

"میں کل دوپہر تک واپس لوٹ آؤں گا۔" جگت نے کہا اور ڈوبتی ہوئی شام کے ہلکے اندھیرے کی چادر میں اُس کا گھوڑا غائب ہو گیا۔ بچن اُنہیں جاتے دیکھتا رہا۔ "کسے خبر کس کی زندگی کس موڑ پر پہنچتی ہے؟" وہ بڑبڑایا۔

○

"کون ہے......؟" ڈاکٹر جوزف نے گہری نیند سے جاگ کر بستر میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ہر بار آہٹیں سنائی دیتی ہیں۔" ڈاکٹر کی بوڑھی بیوی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "باہر زور کی ہوا چل رہی ہے اس کی وجہ سے دروازے ہل رہے ہیں۔ سو جاؤ! جگت آ گیا تو دروازے بند دیکھ کر لوٹ نہیں جائے گا۔"

"میری! مجھے نیند نہیں آئے گی۔ شاید وہ دروازہ کھٹکھٹائے اور ہم بیدار نہ ہوں، اس صورت میں وہ لوٹ جائے گا۔" ڈاکٹر نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سو رہی ہوں؟ میرے دل میں بھی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" میری نے رضائی ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ "اُس کی آہٹ سننے کے لئے کان لگا کر بیٹھی ہوں۔"

"مگر آج ساتواں روز ہے۔ ممکن ہے وہ نہ آئے۔ کیا وہ جوان اپنی ساری زندگی لوٹ مار ہی میں

ضائع کر دے گا؟" ڈاکٹر نے ٹھنڈی سانس بھری۔ باہر زور کی بارش کی آواز سن کر میری دُکھ بھرے لہجے میں بولی۔

"میں نے تو دونوں کے لئے رات کا کھانا بھی تیار کر لیا ہے۔ بے چارے بُری طرح بھیگ جائیں گے۔"...... بوڑھے، بڑھیا نے پہلو بدلتے ہوئے مزید ایک گھنٹہ گزار دیا۔ اس وقت نصف رات گزر چکی تھی اس ایک گھنٹے میں بوڑھے ڈاکٹر نے ٹارچ کی روشنی میں پاکٹ واچ میں سات مرتبہ وقت دیکھا۔ اگر جگت نہ آیا تو وہ بھی ایک دن ان کے جوان بیٹے جارج کی طرح گولیوں سے چھلنی ہو جائے گا۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا۔ کب تک پولیس کا مقابلہ کرتا رہے گا؟ آخر ایک دن گرفتار ہو جائے گا اور اُس کا حلق پھانسی کی ڈور میں اٹک جائے گا۔ نہیں نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا۔ "یسوع مسیح...... خداوند کے مقدس بیٹے! اُسے نیکی کی راہ پر لا! اُس پر اپنا رحم کر۔" ڈاکٹر خاموشی سے دُعا مانگ رہا تھا۔ صبح ہونے میں چار پانچ گھنٹے باقی تھے۔ باہر زور زور سے چلنے والی ہوا کے جھونکے جب درختوں سے ٹکراتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بہت ساری بدروحیں مل کر قہقہہ لگا رہی ہوں۔ جیسے وقت کا دیو ڈاکٹر کی بے بسی کا مذاق اُڑا رہا ہو۔ بار بار ہوا کے زور سے دروازے ہلنے کی وجہ سے ڈاکٹر کا دل دھڑک رہا تھا جیسے کوئی اُس کے کان میں کہہ رہا ہو۔

"بوڑھے! جگت کے دل سے نیکی ختم ہو گئی ہے۔ بغاوت کی آزادی کا مزہ چھوڑ کر جیل کی کوٹھڑی میں بند ہونے کے لئے وہ کیوں آنے لگا؟ وہ نہیں آئے گا...... وہ نہیں آئے گا......" اور بوڑھے ڈاکٹر نے اپنے کانوں پر دونوں ہتھیلیاں اس طرح رکھ لیں جیسے ذہن میں گونجنے والی اندیشے کی گمنام آواز کو دبا رہا ہو۔ اور پھر اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

بوڑھی میری جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہیں اس کا وہم تو نہیں اس کا یقین کرنے کے لئے کچھ لمحے تک کان لگا کر سننے لگی۔ پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔

"کھول رہی ہوں۔" وہ کھڑی ہو گئی مگر ڈاکٹر نے شاید سنا نہیں تھا۔ اُس نے مسرت بھرے لہجے میں پکارا۔ "ڈاکٹر...... ڈاکٹر! سنتے ہو......" پھر نزدیک جا کر بولی۔ "دروازے پر دستک ہوئی ہے۔ یقیناً وہی لوگ ہوں گے۔"

"اچھا......؟" کہتا ہوا ڈاکٹر جلدی سے جست لگا کر دروازے کی جانب دوڑا۔ میری نے لیمپ کی روشنی بلند کر دی۔ دروازے کی زنجیر کھول گئی۔ ہوا کے زور سے دونوں دروازے ایک دم کھل گئے۔ سامنے جگت اور ویرو کھڑے تھے۔ ڈاکٹر کے چہرے پر مقدس روشنی پھیل گئی۔ اُن دونوں کو دیکھ کر میری بھی برابر میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

"ارے! اس طرح کیا کھڑے ہو؟ انہیں اندر آنے دو۔ دیکھتے نہیں کتنے بھیگ گئے ہیں۔" میری نے کہا۔ ڈاکٹر اب بھی اُنہیں محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولا۔

"ہاں...... میں یہی دیکھ رہا ہوں...... یسوع مسیح کی رحمت نے انہیں بھگو دیا ہے۔ میرا خدا کتنا رحیم ہے۔" ڈاکٹر کی آواز جذبات کی شدت سے کانپ رہی تھی۔

"بیٹے! اچھا ہوا تم آ گئے۔" میری نے جگت سے کہا۔ "یہ دو دن سے اس طرح تمہارا انتظار کر رہے ہیں جیسے ان کا بیٹا جنگ سے لوٹ کر آنے والا ہو۔" اُن کے جذبات سے وہ دونوں ہی متاثر

ہوئے۔

"جگت کتنا نصیب والا ہے۔ اس سے کتنے لوگ پیار کرتے ہیں.....!" ویرو سوچنے لگی۔

ویرو کو کپڑے تبدیل کرنے کے لئے میری نے اپنا لباس دیا۔ "آپ لوگ کچھ دیر آرام کریں میں اتنی دیر میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔" میری نے کہا اور باورچی خانے میں جانے لگی۔

"نہیں ماں جی۔ ہم دونوں ساتھ کام کریں گے۔" یہ کہہ کر ویرو پارٹیشن کے پیچھے جا کر کپڑے تبدیل کرنے لگی۔ ڈاکٹر جس بات کو کہنے کے لئے بے تاب تھا، وہ بات اُس نے شروع کی۔

"نارائن سنگھ تمہارے نانا دو دن پہلے آئے تھے۔ اُنہوں نے پولیس سے مل کر پورا انتظام کر لیا ہے۔ تم جس دن پولیس تھانے میں حاضر ہو گے۔ وہ بھی سول سرجن کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے۔ تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"ڈاکٹر صاحب! مجھے اپنی پرواہ نہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ مگر ویرو کو اگر کسی نے تنگ کیا تو میں اس صورت میں آپ لوگوں کا خیال بھی نہیں کروں گا۔" جگت سر کے بھیگے ہوئے بالوں کو کھولتا ہوا بولا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں نے اُن سے وچن لیا ہے کہ وہ خود اُسے عدالت میں پیش کریں گے۔"

ڈاکٹر نے پُرجوش جگت کو ٹھنڈا کیا۔ کھانا ختم ہونے کے بعد جب ڈاکٹر نے پاکٹ واچ دیکھی، ڈھائی بج چکے تھے۔ صبح ہونے سے پہلے جگت کو لوٹنا تھا۔ ویرو کا دل دھڑک رہا تھا۔ جدائی کی گھڑیاں قریب آنے لگیں۔ وہ ایک ٹک جگت کو دیکھے جا رہی تھی۔ جگت اور ڈاکٹر کے درمیان ہونے والی بات چیت کی طرف اُس کا دھیان نہیں تھا۔ چار بجے جگت کھڑا ہو گیا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔" اُس نے ڈاکٹر سے کہا۔ مگر اُس کی نظریں ویرو پر تھیں۔ ویرو نے سر جھکا لیا۔ اُس کی پلکیں کپکپانے لگیں۔

"نہیں بیٹے! جانے سے پہلے تمہیں ایک بات ماننی ہے۔ تمہیں چرچ میں جا کر یسوع مسیح کے حضور سر جھکانا ہے۔" میری بول اُٹھی۔ اُس نے میز پر پڑی ہوئی شمعیں اُس کی جانب بڑھائیں۔ "انہیں جلا کر یسوع مسیح کے قدموں میں رکھنا ہے۔"

جگت نے ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔

"ہاں جگت...... نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

چرچ میں جا کر پہلے ڈاکٹر جوزف اور میری نے شمعیں جلا کر سولی پر چڑھے ہوئے یسوع مسیح کے مجسمے کے دونوں جانب رکھیں پھر ایک شمع جگت اور دوسری ویرو کے ہاتھ میں تھما دی۔ میری نے کہا۔

"انہیں جلا کر رکھنے سے پہلے تم جو خواہش کرو گے، تمہاری وہ خواہش پوری ہوگی۔"

لرزتے ہاتھوں سے جگت اور ویرو نے شمعیں جلائیں۔ یسوع مسیح کے مجسمے کو عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے شمعیں جلا کر مجسمے کے قدموں میں رکھ دیں، پھر آنکھیں بند کر کے گردن جھکائے وہ کافی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ ویرو کی بند پلکیں بھیگ چکی تھیں۔ پھر اُس کی نظر فرش پر اپنے اور جگت کے سائے دیکھنے پر پڑیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔

جگت نے دل میں عہد کیا۔ "میں جہاں بھی رہوں گا، ویرو کا سایہ میرے ساتھ رہے گا۔"

ویرو کے ہونٹ بھی ہل رہے تھے۔

بھاری قدموں سے دونوں باہر آ گئے۔ جگت نے بندھے ہوئے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لی۔ اُس نے چلنے سے پہلے ویرو کو دیکھا۔ ویرو کے منہ سے دبی ہی سسکی نکل گئی۔ جگت اُس کے قریب گیا، اُس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ "کیا روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے وداع کرو گی ویرو؟" پھر ٹھوڑی تھام کر اُوپر اُٹھاتا ہوا بولا۔ "ایک بار ہنس دے۔"

ویرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مگر اس مسکراہٹ میں دُکھ بھی شامل تھا۔ اُس نے آنکھیں صاف کر کے کہا۔ "اپنے آپ کو سنبھالنا۔"

"ڈاکٹر صاحب! میں ویرو کو آپ کے اور ماں جی کے سپرد کر رہا ہوں۔ اس پر کوئی آنچ نہ آنے دیجئے گا۔" جگت نے ڈاکٹر سے کہا۔

"بیٹا! بھگوان سب کا بھلا کرے گا۔" میری بھاری آواز میں بولی۔

"ڈاکٹر صاحب! میں پرسوں دوپہر خان ڈوگرا پولیس تھانے پر ہنومان کے ساتھ حاضر ہو جاؤں گا۔ نانا کو اطلاع کر دینا۔ اُن کے علاوہ کسی کو پتہ نہ چلے، یہ یاد رکھیں۔"

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ بول نہیں سکتے تھے مگر اُن کی آنکھیں اُسے دُعائیں دے رہی تھیں۔ جگت نے لگام کھینچی، گھوڑی کے قدم اُٹھ گئے۔ جگت نے پیچھے دیکھ کر ویرو سے کہا۔ "ہم پھر جلدی ملیں گے۔"

ویرو نے ہاتھ اُٹھا کر الوداع کیا۔ جگت جب تک اُسے نظر آتا رہا وہ وہیں کھڑی رہی۔

○

دھرم پور گاؤں کی بھیگی مٹی سورج کی تپش سے سوکھنے لگی تھی۔ چند دن سے مسلسل برستی ہوئی برسات گزشتہ رات ہی بند ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے گاؤں کے لوگ دُھوپ لینے کی خاطر گلیوں اور چوک پر نکل آئے تھے۔ چارپائی پر بیٹھے جگت کے نانا جھونک میں اکثر گردن جھکا لیتے مگر پھر جلدی سے آنکھیں کھول کر اس طرح دیکھنے لگتے جیسے کسی چیز کو تلاش کر رہے ہوں۔ جگت کی دی ہوئی سات دن کی مہلت گزر چکنے کے باوجود کرچین ڈاکٹر کی جانب سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی جس کی وجہ سے پورا گھر اُداس ہو گیا تھا۔ آخری دو راتوں سے تو گویا نیند بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ اس کے علاوہ بارش تھمنے کے بعد گلی کے کتے رات بھر روئے تھے۔ جگت کی ماں اور چندن کو کتوں کے رونے کی آواز کسی آفت کا پیش خیمہ نظر آنے لگی۔ نانا کا دل ڈر گیا۔ اُنہوں نے ڈانگ اُٹھا کر کتے کو ہشکارتے ہوئے کہا۔ "گندے جانور! اب تو کچھ دیر سونے دے۔"

مگر جگت کی ماں نانا کی طرح کتے کو ہشکار نہیں سکتی تھی۔ حالانکہ دونوں ساس بہو کو کتوں پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اس وقت کتوں کا رونا اُنہیں بہت برا لگ رہا تھا۔ صبح کا سورج بھی اُنہیں بھونکتے ہوئے کتے کی طرح نظر آنے لگا۔

"نانا جی! اگر سونا چاہتے ہیں تو بستر بچھا دوں؟" نانا کو جھونکے کھاتے دیکھ کر برآمدے میں اُپلے بناتی چندن بولی۔ "کتوں نے رات بھر آپ کو سونے نہیں دیا۔"

نانا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ داڑھی کے سفید بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

بولے۔ ''بہو بیٹی! نیند اُچٹ گئی اس کا افسوس نہیں......'' پھر سرد آہ بھرتے ہوئے بولے۔ ''زندگی سے ڈر محسوس ہونے لگا ہے۔ جگت نے میری عزت داؤ پر لگا دی ہے۔''

چندن کے ہاتھ رُک گئے۔ جگت کے متعلق اگر کوئی غلط بات کہتا تو اُس وقت وہ سنانے میں ڈوب جاتی۔ پھر گھر کے افراد اگر ایسی باتیں کرتے تو اُسے اور خیال ہوتا۔ وہ سمجھتی تھی نانا سب کی بھلائی کی خاطر یہ دُکھ جھیل رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بار بار بڑبڑاتے ہوئے کہتے۔ ''میں نے اپنے ہاتھوں سے اُسے بغاوت کی جانب دھکیلا ہے۔ اب یہی خیال میری زندگی کو ڈس رہا ہے۔ مگر اب اس کی فریاد کس سے جا کر کروں؟''

چندن کے رُکے ہوئے ہاتھوں پر نانا کا دھیان گیا۔ ''بہو بیٹی! بڑھاپے میں یہ زبان اُلٹی سیدھی بات بک جاتی ہے۔ تم دل میلا نہ کرنا۔'' نانا اُس کی بات سمجھ گئے، یہ جان کر چندن کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ اُپلے بن جانے کے بعد خالی ٹوکری اُٹھا کر وہ اندر چلی گئی۔ ہاتھ دھو کر نانا کے لئے کھانا لے آئی۔ کھانا چارپائی پر رکھ کر جاتے ہوئے بولی۔ ''نانا جی! تھوڑا بہت کھا لیں۔ جب تک نصیب میں برائی لکھی ہے، برداشت کرنی پڑے گی۔ اُوپر والا کبھی ضرور رحم کی نظر کرے گا۔'' نانا چندن کی جانب دیکھنے لگے، پھر آہستہ سے بولے۔

''یہ دیکھنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گا۔'' اسی لمحے پوجا کے بعد برآمدے میں لوٹتی ماں جی نے نانا کے الفاظ سن لئے۔ نزدیک آ کر بولیں۔

''کیوں باپو...... صبح کے وقت موت کو یاد کر رہے ہیں؟ سحر کے وقت کتے روئے تھے کہیں یہی وجہ تو نہیں؟''

''بیٹی! موت خوشی سے آئے، مگر میری جگت کے شانے پر سوار ہو کر جانے کی خواہش ادھوری رہ جائے گی۔'' ابھی اُنہوں نے اپنے الفاظ پورے نہیں کئے تھے کہ صدر دروازے کی کھڑکی کھلی، سامنے کرچین ڈاکٹر کھڑے ہوئے تھے، جیسے کوئی فرشتہ آ گیا ہو۔ نانا چونک کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی کمر میں درد کا جھٹکا محسوس ہوا مگر اس کی پرواہ کئے بغیر دروازے کی جانب دوڑے۔

''آیئے آیئے......'' نانا کی پُرجوش آواز سن کر چندن باورچی خانے سے دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پہلے ڈاکٹر، پھر ماں جی کی جانب اُس کی نظر گئی۔ ساس بہو ایک دوسرے کو اس انداز میں دیکھ رہی تھیں جیسے ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گی۔ مگر اس مسرت کا اظہار کرنے سے پہلے اُنہیں ڈاکٹر کی بات سننی تھی۔

''کیسی ہو مایا کور؟...... چندن کور!...... تم سب لوگ ٹھیک ٹھاک تو ہو؟'' ڈاکٹر نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ کے قدم اس گھر میں آتے ہی ہم ٹھیک ہو گئے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا خبر لائے ہیں؟'' ماں جی کی آواز میں کافی بے چینی جھلک رہی تھی۔

ڈاکٹر خاموش رہے، وہ شاید کچھ سوچ رہے تھے۔ تینوں خوفزدہ ہو گئے۔

''تم شادی وغیرہ میں کیا پکاتی ہو بیٹی چندن..؟ بھئی میں اس کھانے کا نام بھول گیا ہوں۔''

''شیرہ حلوہ......!'' چندن جلدی سے بولی۔

''ہاں بھئی، یہی پکاؤ آج۔'' ڈاکٹر نے ہنس کر کہا۔

چندن مسرت سے بے قابو ہو کر تقریباً جست لگاتی ہوئی ڈاکٹر کے قدموں میں جا گری۔ نیچے جھکی ہوئی چندن کے سر پر بوڑھے ڈاکٹر نے کپکپاتا ہوا ہاتھ رکھ کر بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''گاڈ بلیس یو!'' پھر کچھ سوچ کر چندن سے بولے۔ ''بیٹی! میں نے عادت کے مطابق انگریزی میں دُعا دے دی۔ تم کیا سمجھیں؟''

چندن نے نظر اُوپر اُٹھا کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔ ''ڈاکٹر بابو! آپ کی زبان نہیں سمجھ سکی مگر آپ کے ہاتھ میں جو پیار کی مہک ہے اس نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔''

چندن کی مسکراہٹ دیکھ کر ڈاکٹر نے پُرشفقت لہجے میں کہا۔ ''کتنی سمجھدار ہے میری بیٹی۔ بھگوان اب تمہیں زیادہ نہیں ستائیں گے۔''

○

جدائی کی کٹھن گھڑی آ گئی...... جگت اور بچن ایک دوسرے کو دیر تک بانہوں میں لئے کھڑے رہے۔ ''نئی زندگی مبارک ہو دوست!'' بچن کی آواز میں درد جھلک رہا تھا۔ ''پھر کون جانے کب ملاقات ہو؟''

اُس کا دل ہلکا کرنے کے لئے جگت کو مذاق سوجھا۔ ''ڈاکو بچن سنگھ جب میرے گھر ڈاکہ ڈالنے آئے گا تو اُسے میرے ہاں سے کوئی مال ہاتھ نہیں لگے گا۔'' جگت نے قہقہہ لگا کر کہا مگر اُس کی آنکھوں کے کونے بھیگ گئے۔

''تم غریب کیوں ہو جگت؟'' بچن نے پیروں کے نیچے والا پتھر اُٹھا کر کہا۔ ''تمہارے حصے کا مال ہم نے الگ کر رکھا ہے۔ کم از کم پچیس ہزار کا ہوگا۔ تمہارے جیسا سرمایہ دار گاؤں کا زمیندار بھی نہیں ہوگا۔'' جگت خاموش رہا۔ وہ بچن کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔ بچن کو جگت کے اس طرح دیکھنے پر تعجب ہوا۔ ''تمہارے یہاں سے جانے کے بعد ہم یہ مال تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔'' بچن نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں دوست!'' جگت نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''یہ تم سب لوگ آپس میں تقسیم کر لینا۔ ڈاکو گری ایسا جوا ہے جس میں سب کچھ جیت کر بھی جیت کا مال زندہ رہ کر نہیں لیا جاتا۔''

''یعنی...... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں اسی لئے خالی ہاتھ جا رہا ہوں کہ جب رائفل چھوڑ دی تو رائفل کی نال کے بل پر لوٹی ہوئی دولت کس طرح ساتھ لے جا سکتا ہوں؟'' جگا کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ ''پھر بھی خالی ہاتھ نہیں جا رہا ہوں۔ تم لوگوں کی دوستی کی بے پناہ دولت میرے ساتھ ہے۔''

کافی بحث کے باوجود جگت نے مال لینے سے انکار کر دیا۔ ہنومان نے بھی جگت کا ساتھ دیا۔

''میرا ابھی کوئی کھانے والا نہیں دوستو! رشتے دار، بھائی سب کچھ تم لوگ ہو میرے لئے۔'' سب لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ صرف آنکھیں بول رہی تھیں۔

''وریڑھا آ گیا ہے۔'' ایک ساتھی نے آ کر خبر دی۔

جگت اور بچن ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ "ہنومان کو ریڑھے میں لٹا دو۔ بچن! تم میری لاٹھی اور رائفل موقع ملنے پر گھر پہنچا دینا۔" جگت نے کہا۔

"بہتر......!" بچن نے کہا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ہنومان کے رُخسار چوم لئے۔ ہنومان دل کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے بار بار ہونٹ چبا رہا تھا۔ دو آدمیوں نے اُسے اُٹھا کر ریڑھے میں بچھائے ہوئے بستر پر لٹا دیا۔

"دو میل کے بعد اس ریڑھے کو چلانے والا کھڑا ہوگا۔ وہاں تک ہمارا ساتھی ریڑھے کے ساتھ جائے گا۔" ایک ساتھی نے بتایا۔

"پھر بھی بچن! تم یہ جگہ بدل دینا۔ ممکن ہے اس کی اطلاع پولیس کو مل جائے۔" جگت نے ہدایت دی۔

"تم ہماری فکر نہ کرو...... خود کو سنبھالو! تم نے میرا کہنا نہیں مانا۔ دو آدمی پولیس چوکی تک ریڑھے کا تعاقب کریں گے۔ بغیر اسلحہ کے جانا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔" بچن کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ جگت مسکرا دیا۔

"نہیں...... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت پڑنے پر پولیس سے پنجہ لڑانے کا ان بانہوں میں پورا زور ہے۔" پھر بچن کے قریب جا کر کان میں سرگوشی کی۔ "دیرو کا تمہیں خیال رکھنا ہوگا۔ نانا اُسے عدالت میں پیش کریں گے اس کے بعد دشمن اُسے پریشان نہ کریں۔ یہ دیکھنا تمہارا کام ہے۔" جگت نے کہا، بچن نے سر ہلایا۔

پھر دونوں آخری بار گلے ملے اور جگت ریڑھے میں بیٹھ گیا۔ بیلوں کے گلوں میں جھولتی چھوٹی گھنٹیاں بجنے لگیں اور ریڑھا روانہ ہوا۔ نئی منزل کی جانب بڑھتی ہوئی جگت کی سواری کو بچن اور اُس کے ساتھیوں نے آنسو بھری آنکھوں سے وداع کیا۔ ریڑھے کے نشان مٹاتا ہوا ایک ساتھی ایک فرلانگ سے واپس لوٹ آیا مگر زندگی کے راستے پر پڑے ہوئے نشان اتنی جلدی نہیں مٹائے جا سکتے......!

O

منزل پر آ کر ریڑھا کھڑا ہو گیا۔ اُس وقت آسمان کے درمیان سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جگت ریڑھے سے باہر کود گیا۔ سامنے کوارٹر نما مکان پر بورڈ لگا ہوا تھا "خان ڈوگرا پولیس چوکی" پگڑی کے کونے سے چہرے کا پسینہ پونچھتے ہوئے جگت نے پگڑی ٹھیک کی۔

"ہنومان! میں اندر جا رہا ہوں۔ وہ لوگ تجھے آ کر لے جائیں گے۔ نانا اور سول سرجن صاحب اندر بیٹھے ملیں گے۔" اُس نے ہنومان سے کہا۔ ہنومان نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ایک خطرناک ڈاکو اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔ جگت نے پولیس چوکی کی جانب قدم بڑھائے۔ اس وقت اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ دل کو مضبوط کر کے وہ آگے بڑھا، پھر داخلی دروازے کے قریب آ کر رُک گیا۔ اُس کی نظر درخت کی چھاؤں میں کھڑے سنتری پر جم گئی۔ مگر وہ اس طرح لاتعلقی سے کھڑا تھا جیسے آنے والے سے ناواقف ہو۔ دھڑکتے دل کو قابو میں کر کے جگت آگے بڑھا۔ سنتری اب بھی اُسی طرح کھڑا رہا۔ جگت کو تعجب ہوا۔ "میری تلاش میں زمین آسمان ایک کرنے والی پولیس مجھے نہیں جانتی؟" وہ بڑبڑایا۔ جگت نے راستے پر کھڑے ریڑھے کی جانب دیکھا۔ شاید اُس کی چھٹی حس اُسے لوٹنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ "ابھی دیر نہیں ہوئی...... لوٹ جا!" جیسے کوئی اُس کے اندر سے کہہ رہا تھا۔ اُسی وقت سنتری نے اُس سے پوچھا۔

"کیوں...... کیا کسی زخمی کو ریڑھے میں لایا ہے؟" جگت کو اُس کی گفتگو ناگوار گزری۔ دانت پیس کر وہ غصہ پی گیا۔

"تیرے صاحب اندر ہیں؟" جگت نے پوچھا۔ سنتری کو بات کرنے کا انداز کھٹک گیا۔

"اس طرح گفتگو کر رہا ہے مجھ سے؟ کون ہے تو؟" سنتری نے بھڑک کر کہا۔ جگت چند لمحے اُسے گھورتا رہا، پھر اُس کی زبان بے قابو ہو گئی۔

"جگت سنگھ" جگت نے اپنا نام بتایا۔ مگر وہ پھر بھی نہیں سمجھا تو اُس نے کہا۔ "جگا ڈاکو......!"

"ہیں......؟" پہریدار نے گھبرا کر کہا اور اُس کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ گئی۔ جگت زور سے ہنس دیا۔ شرمندہ سنتری نے رائفل اُٹھالی، پھر چہرے پر سختی لا کر کہا۔ "پولیس تھانے میں مذاق نہیں ہوتا۔ سمجھے؟ تمہارا چہرہ جگا ڈاکو جیسا نہیں ہے۔" پھر آہستہ سے بولا۔ "اگر اس وقت صاحب سے ملنا ہے تو چونی دینی پڑے گی۔"

جگت نے جیکٹ کی جیب میں دایاں ہاتھ ڈالا۔ سنتری کی لالچی نظریں چمکنے لگیں۔ مگر وہ شاید یہ نہیں جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے کی خواہش دبانے کے لئے اُس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔ خاکی لباس میں سامنے کھڑے چور جیسے سنتری سے اُسے نفرت ہو گئی اور اُسے گولی مار کر واپس جانے کو جی چاہا۔ اسی لمحے آواز آئی۔

"سنتری...... کون ہے؟ اسے کیا کام ہے؟" صوبیدار کو دیکھ کر سنتری اٹین شین ہو گیا۔ جگت صوبیدار کے قریب پہنچ گیا۔ صوبیدار اُس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا جیسے یقین کر رہا ہو کہ یہ وہی ہے؟ ٹھگنے قد، لانبے سر اور سخت جبڑے والے صوبیدار کے چہرے کی جانب دیکھتا ہوا جگت سمجھ گیا کہ وہ اُسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ ارجن سنگھ نے اس علاقے کی پانچ چوکیوں کو تاکید کی تھی کہ جگا کسی بھی جگہ حاضر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تیار رہو۔

"تمہارے ساتھ ریڑھے میں کون آیا ہے؟" صوبیدار کی آواز نے جگت کو چونکا دیا۔

"پہلے یہ بتائیں کہ نارائن سنگھ اور سول سرجن یہاں آئے ہیں؟" جگت کے سوال کی بے چینی سے صوبیدار سمجھ گیا۔ ارجن سنگھ کی ہدایت تھی کہ جگا جب پولیس چوکی پر آئے گا، اُس کے نانا اور سول سرجن صاحب بھی وہاں آئیں گے۔ صوبیدار کو یقین ہو گیا کہ جگا اسی جگہ حاضر ہوگا۔ مگر وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہی شخص جگا ہے؟ یہ جوان کتنا چاق و چوبند نظر آ رہا ہے؟ شاید جگا کا ساتھی ہوگا۔ جگا ریڑھے میں بیٹھا ہوگا۔ اُسے بڑی چالاکی اور صفائی سے کام لینا تھا۔

"وہ لوگ آ جائیں گے۔ اگر آپ اُن سے ملنے آئے ہیں تو اندر بیٹھیں۔" صوبیدار نے اچھے انداز سے بات کی۔

جگت صوبیدار کے عقب میں چلتا آفس میں داخل ہو گیا۔ دو تین کمروں کے بعد وہ ایک چھوٹی کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ صوبیدار کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے میز کی مخالف سمت بچھے ہوئے بنچ پر

جگت کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

"تمہارے ساتھ ریڑھے میں جو بھی ہیں، اندر بلالو!" صوبیدار نے کہا۔

جگت مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ صوبیدار اب بھی اُلجھن میں ہے۔ "ریڑھے میں میرا اپاہج ساتھی ہے۔ دو آدمی بھیج کر اُسے اُٹھا کر لانا پڑے گا۔"

صوبیدار ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ اب اُسے یقین ہو گیا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص جگا ہے۔ اور ریڑھے میں اُس کا ساتھی ہنومان ہے۔

"میں ابھی آدمی بھیج کر اُسے اندر بلانے کا انتظام کرتا ہوں۔" صوبیدار نے کہا۔ اُس کے چہرے پر جوش جھلک رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اس وقت تھانے میں چار پولیس والے نظر آ رہے تھے۔ شاید دوسرے کھانے کے لئے گئے ہوں گے۔ جگت نے سوچا۔ صوبیدار جب واپس لوٹا اُس کے قدموں میں تیزی تھی۔ چپڑاسی کو بلا کر دو گلاس پانی منگوایا۔ جگت نے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ صوبیدار دونوں گلاس پی گیا۔ نتیجے میں اُس کے ہونٹوں کے کناروں سے پانی بہہ کر اُس کی یونیفارم پر گرا۔ اسی لمحے ایک کانسٹیبل داخل ہوا۔ صوبیدار کے کان کے قریب منہ لے جا کر اُس نے سرگوشی کی۔ صوبیدار کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر پولیس والے کو باہر بھیج دیا۔ وہ بدحواس انداز میں جگت کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"نارائن سنگھ اور سرجن صاحب مسٹر بھلوج پولیس تھانے پر ہیں۔ اس لئے ہمیں جلدی وہاں چلنا ہے۔" پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ جگا کو شک ہو گیا لہٰذا وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔

"مگر میرے ساتھی کا کیا ہو گا؟ ہم نے یہیں پیش ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"جگا ڈاکو! یہ بات پولیس چیف کی مرضی پر ہے۔" صوبیدار نے سخت لہجے میں کہا اور جگا جھپٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور بھنویں تن گئیں۔

"زبان سنبھال کر بات کرو! مجھے جگت سنگھ جگا کہتے ہیں۔" مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ حرکت کرے، صوبیدار کے اشارے پر دو پولیس والے اندر جھپٹ پڑے اور جگت کے سر پر لاٹھی کی پہلی ضرب لگائی۔ پلک جھپکتے ہی یہ سب ہو گیا۔ جگت کا سر چکرا گیا۔ سر پر سے پگڑی اُڑ کر دور جا گری۔ پھر بھی گرنے سے پہلے اُس نے صوبیدار کے پہلو میں گھونسہ جڑ دیا۔

"بے ایمان..." اُس نے چیخ کر کہا۔ مگر اسی لمحے پشت پر لاٹھی کی ضرب لگی۔ وہ فرش پر گرا۔ نیچے گر کر زور آزمایا، لاٹھی مارنے والے پولیس مین کا پیر مروڑ دیا اور پولیس مین منہ کے بل فرش پر گرا۔ مگر لاٹھی کی تیسری شدید ضرب نے جگت کے ہوش غائب کر دیئے۔ اُسے بیہوشی میں ہلکا سا محسوس ہوا جیسے کچھ آدمیوں نے اُسے اُٹھا کر جیپ میں ڈالا اور انجن کی آواز گونجنے لگی۔

○

آنکھوں پر پانی چھڑک کر جگت کو ہوش میں لایا گیا۔ آنکھ کھولنے پر اُسے سب کچھ چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ چار پولیس والے رائفلیں تانے کھڑے تھے۔ جگت کو ایک آواز سنائی دی۔

"صوبیدار! اسے اس قدر زخمی کرنے کی کس نے ہدایت دی تھی؟"

"صاحب! یہ پھر فرار ہو جاتا۔" صوبیدار نے بچاؤ کیا۔

جگت کا ذہن صاف ہو گیا۔ اُسے بٹھایا گیا تو اُسے پتہ چلا اُس کے سامنے بڑا آفیسر کھڑا تھا۔

"جگا! تمہارا استقبال کرنے میں کچھ جلدی ہو گئی۔ زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔ دو پولیس والوں نے سہارا دے کر اُسے کھڑا کیا۔

"تم کون ہو؟" جگت نے پوچھا۔

"میں مسٹر بھلوج تھانے کا انچارج کھنہ ہوں۔" وہ مونچھ پر تاؤ دیتا ہوا بولا۔

"پہلے اس بات کو نوٹ کیا جائے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ پیش ہوا ہوں۔ پھر آپ میرے نانا اور سرجن صاحب کو بلائیں! اُن کے بغیر میں کوئی بات نہیں کروں گا۔"

کھنہ کی ہنسی گونج گئی۔ اُس کی ہنسی میں عجیب سا تاثر تھا۔ "بہت جلدی ہے تمہیں۔ سب کچھ آہستگی سے ہو جائے گا۔ پہلے تمہارا استقبال کر لیں اور خان ڈوگرا کے صوبیدار کی غلطی کا سدباب کر لیں، پھر سب ہو جائے گا۔"

جگت کو اب خیال آیا کہ اُس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ اُس نے کھنہ کی جانب دیکھا۔ "مجھے کیوں باندھا گیا ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"یہ تو صوبیدار کی گستاخی ہے۔" جگت کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کھنہ نے حکم دیا۔ "اسے پیچھے لے جاؤ! میں آ رہا ہوں۔" جگت صوبیدار کو گھورتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

وہاں تین پولیس والے اور موجود تھے۔ سامنے میز نظر آ رہی تھی۔ اس میز پر اُسے بٹھا دیا گیا۔ جگا متجسس نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ "یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" جگا نے سوچا۔

"میز پر دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھ جاؤ!" ایک سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

جگا کو غصہ آ گیا۔ "میرے ساتھ سیدھی طرح بات کرو! ورنہ لات مار دوں گا۔" جگا نے سخت لہجے میں کہا۔ مگر جواب میں اُس کے پیٹ پر مُکا پڑا...... وہ جھک گیا۔ فوراً ہی پشت اور پہلو میں دو آدمیوں نے گھونسے مارے۔ ہاتھ بندھے ہوئے تھے لہٰذا اُس نے پیر اُٹھانے چاہے مگر پیر پہلے سے جکڑ لئے گئے تھے اور رسّی کے دو طرفہ سروں میں باندھ دیئے گئے۔

"حرام خور تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟" جگت چیخا۔ "ایک ایک کو فنا کر دوں گا۔"

اُس کی آواز سن کر کھنہ اندر دوڑ آیا۔ "کسے ختم کرنے کی بات کی ہے؟"

"میں نے یقین دہانی پر اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔" جگا نے کہا۔

کھنہ قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ "پولیس تھانے کا یہی رواج ہے۔ تمہیں خبر نہیں؟"

"دغا باز......!" جگت نے ہاتھ چھڑانے کے لئے زور لگایا۔ کھنہ گھبرا گیا، شاید رسّی نہ ٹوٹ جائے۔ اُس نے حکم دیا۔

"پیر کو بل دو!"

جگت سمجھ گیا کہ پولیس اُسے ایسی سزا دینا چاہتی ہے جس کے نشان نہ ملیں، زخم تک نہ ہوں اور آدمی کے جوڑ الگ ہو جائیں۔ پولیس کی یہ ڈگری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ میز پر پھیلائے گئے پیروں کی پنڈلیوں پر بندھے ہوئے رسّی کے کنارے میز کے عقب میں بیٹھے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں تھے۔ اُس نے ایک فٹ لمبی لکڑی سے رسّی کو بل دینا شروع کیا۔ بل چڑھنے کے ساتھ گھٹنے اور

جوڑ میں سخت درد شروع ہوگیا۔ دونوں پیر مخالف سمتوں سے کھینچے جا رہے تھے جس کے ساتھ گھٹنے کے جوڑوں پر پورا زور پڑ رہا تھا۔ میز کے کنارے پر پیر دینے لگے۔ رانوں کی نسیں کھنچنے لگیں۔ جگت کے چہرے پر درد کی گھٹا چھا گئی۔ تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ اُس نے سر اُٹھا لیا مگر نہ چیخنے کا فیصلہ اپنی جگہ اٹل تھا۔ مگر درد کی لہریں اُس کے سارے وجود کو ہلائے دے رہی تھیں۔ پیر کی نسیں کھنچ کر ٹوٹتی محسوس ہونے لگیں۔ یہ شیطان اسے یہیں ختم کر دیں گے۔ وہ کیوں سچائی کی راہ پر چلنے کو تیار ہوگیا؟ نانا، کرپچین ڈاکٹر اور سرجن بڑی بڑی باتیں کر کے کہاں غائب ہو گئے؟ تکلیف کی شدت سے اُس کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔ اُسے پیاس محسوس ہونے لگی اور دل گھبرانے لگا۔ جگت ضبط نہ کر سکا اور گالیاں بکنے لگا۔ اُس کے ذہن پر اندھیرے کی چادر چھا رہی تھی۔ اُس کے نام سے لرزنے والے آج اس کی یہ حالت کر رہے ہیں۔ اُسے محسوس ہوا جیسے وہ بیہوش ہو جائے گا۔ اُس نے کھنہ کے منہ پر تھوکا۔ "سالے...... کتے......!" اور عقب میں کھڑے ہوئے پولیس مین نے ڈنڈا اُٹھا کر ضربیں لگائیں۔ ایک، دو، تین...... کھنہ کا قہقہہ اُس کے کانوں میں گونج گیا۔

"تیری گندی زبان کا بھی میرے پاس علاج موجود ہے بیوقوف!" کھنہ نے سرخ ہو کر کہا۔

"اس کے چہرے پر پٹی باندھ دو!"

جگت لرز گیا۔ خاکی وردی پہننے والے اس قدر نیچ اور بدمعاش ہو سکتے ہیں؟ پاخانے کے ڈبے سے ایک شخص گندا کپڑا لے آیا۔ اسے دیکھ کر جگت کو اُلٹیاں سی آنے لگیں۔

"باندھ دو اس کے منہ پر......!" دوسرا حکم ہوا۔ بندھے ہوئے شیر کے سامنے مچھر جیسا آدمی بھی بہادر بن جاتا ہے۔ دو آدمیوں نے جگت کے شانے تھام لئے اور ایک آدمی نے گندا کپڑا اُس کے منہ پر باندھ دیا...... ناک بدبو سے سڑنے لگی۔ اُسے اُبکائیاں آنے لگیں۔ ساتھ ہی اُس کے جوڑ ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے۔ ہڈیوں کی کڑیاں ٹوٹنے لگیں اور ایک جھٹکے سے سر شانے پر گرا۔ اُسی لمحے ایک پولیس والا دوڑتا ہوا آیا۔

"کھنہ صاحب! خان ڈوگرا سے اطلاع آئی ہے کہ نارائن سنگھ اور سول سرجن اسی طرف آ رہے ہیں۔" کھنہ کے ماتھے پر لکیریں اُبھر آئیں، پھر وہ بولا۔

"جلدی کرو...... اسے جیپ میں ڈال کر یہاں سے لے جاؤ!"

اس طرح وہ تین چار تھانے گھوما۔ اور اب وہ لب دم ہو چکا تھا۔ دور بیٹھا ارجن سنگھ ہدایات بھیج رہا تھا جن پر پوری طرح عمل ہو رہا تھا۔ گاؤں کے چوکیدار علی بخش کے گھر میں چار پولیس والے ہانپتے ہوئے داخل ہوئے۔ سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی لمبی سی چیز انہوں نے زمین پر رکھی۔ علی بخش اُن کی پراسرار حرکت سے متعجب ہو گیا۔ "یہ کیا لائے ہو؟"

"ایک لاش۔" پولیس والے نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "ایک رات اسے چھپانا ہے۔ یہ بڑے صاحب کا حکم ہے۔" پھر چاروں غائب ہو گئے۔ علی بخش لرز گیا۔ پولیس کو جب کسی کی لاش غائب کرنی ہوتی ہے تو ایسا کیا جاتا ہے۔ اُس نے صدر دروازہ بند کر دیا۔

"کون کم نصیب ہے؟" علی بخش تجسس کو نہ دبا سکا۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس نے لاش پر سے کپڑا ہٹایا۔ دل کو سخت جھٹکا لگا...... "جگا......؟" اُس کے سارے جسم سے پسینہ چھوٹ گیا۔ "یہ تو

نارائن سنگھ کا نواسہ جگا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ پھر اُس نے لاش کی ناک پر ہاتھ رکھا۔ سانس بہت دھیمی دھیمی اب بھی باقی تھی۔ نارائن سنگھ نے اُس پر بھی کوئی احسان کیا تھا۔ وہ احسان اُسے یاد آ گیا۔ اُس کے جبڑے کھنچ گئے۔ وہ جست لگا کر باہر آ گیا۔ عقب کے باڑے میں سے گھوڑے پر سوار ہو کر برق رفتاری سے روانہ ہو گیا۔ گھوڑا دوڑانے میں اُس نے اپنا تمام زور صرف کر دیا تھا۔ دو میل دور جانے کے بعد ایک کار گرد اُڑاتی اسی طرف آتی نظر آئی۔ علی بخش کو اس پر غصہ آ گیا۔ اُس نے گھوڑے کی رفتار کم کر کے راستہ دے دیا۔ کار تیزی کے ساتھ اُس کے قریب سے گزر گئی۔ مگر اندر بیٹھے ہوئے شخص پر اُس کی نظر جم گئی۔ وہ چیخا۔

"نارائن سنگھ! ٹھہر جاؤ...... ٹھہر و جاؤ!"

بریک کی طویل چیخ کے ساتھ کار رُک گئی۔ علی بخش کار کی طرف جھپٹا۔ "نارائن سنگھ! جلدی کرو۔ تمہارا جگت میرے گھر میں ہے۔ وہ دم توڑ رہا ہے۔ شاید اس کی لاش ملے گی۔ جلدی کرو! خدا کے لئے جلدی کرو۔" علی بخش نے ہانپتے ہوئے اُنہیں جگا کے بارے میں بتایا۔ نانا کا چہرہ آگ ہو گیا۔ برابر بیٹھے ہوئے سول سرجن کا چہرہ اُتر گیا۔ علی بخش گرد اُڑاتی برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی کار کو گھوڑے پر بیٹھا ساکت انداز میں دیکھنے لگا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین کی گردش رُک گئی ہے...... جگت کے ساکت جسم کی طرح۔

علی بخش کے مکان کے صدر دروازے کی کنڈی کھول کر نانا اور سول سرجن اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت دونوں کے پیر کانپ رہے تھے۔ اُن کے چہرے مٹی اور پسینے سے بگڑ گئے تھے۔ نسوں میں گرم خون جوش مارتا ہوا گردش کرنے لگا۔ دل دھڑکنے لگے۔ بھیانک صدمے سے نانا کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ وہ جگت کی لاش دیکھ کر چندن کور اور مایا کور کا سامنا کس طرح کر سکیں گے؟ ذہن سے خیالات طوفان کی طرح ٹکرا رہے تھے۔ سرجن نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر جگت کے جسم پر سے چادر ہٹا دی۔ اُن کے چہرے پر سختی آ گئی۔ جگت کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا اور ہونٹوں پر خون جم گیا تھا، آنکھوں کی پلکیں بند تھیں۔ منہ آدھا کھلا ہوا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے موت اُس کے جسم میں داخل ہو چکی ہے۔ نانا چیخے۔

"میرا جگت......" اور عاجزی بھری نظروں سے سرجن کو دیکھنے لگے۔ مگر سرجن نانا کی موجودگی بھلا کر اپنے کام میں لگ گیا۔ اُس نے جگت کی نبض دیکھی۔ اُن کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔ نبض کی رفتار ہچکیاں سی لے رہی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھا، سانس بھی شاید رُک گیا تھا۔ جب اُس کے ہاتھ جگت کے پیروں پر گردش کرنے لگے تو اُس کے دل کو چوٹ سی لگی۔ پیروں میں جان نہیں تھی۔

"سرجن صاحب! آپ خاموش کیوں ہیں؟ کچھ تو بولیں۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔" نانا سسکتے ہوئے بولے۔

"نارائن! جلدی کرو۔ تم سر کے پاس سے اسے اُٹھا لو میں پیر سے تھامتا ہوں۔" سرجن کی آواز بدلی ہوئی تھی۔ "اسے کار تک لے جانا ہے۔ جلدی کرو!"

شانے کے پاس سے جگت کو اُٹھاتے ہوئے نانا کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اُنہیں صبح کے وقت روتا ہوا کتا یاد آ گیا۔ اُن کے ہاتھوں میں طاقت نہیں رہی۔

"نارائن سنگھ! خود کو سنبھالو۔ اگر اس کا سر نیچے ٹکرا گیا تو کھیل ختم ہو جائے گا۔" گورے سرجن نے اُنہیں ہوشیار کیا۔

محلے کے لوگ کسی زخمی کو لے جاتے ہوئے دو آدمیوں کو تعجب سے دیکھنے لگے۔ اُن میں سے کوئی نہیں جان سکا کہ پنجاب میں جس کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے اُس جگا ڈاکو کو وہ لوگ اُٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ "کیا ہوا؟ کس کو قتل کیا گیا؟ کیا علی بخش نے خون کیا ہے؟ اُسے گھوڑے پر فرار ہوتے میں نے دیکھا ہے۔" اُنہیں سرگوشیاں کرتے چھوڑ کر سرجن نے کار دوڑا دی۔ پچھلی نشست پر نانا جگت کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر سرجن صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے بیٹھے رہے۔ ڈاکٹر کی خاموشی اُن کا دل چیرے دے رہی تھی۔ اُن کے بھنچے ہوئے جبڑے اور پسے ہوئے دانتوں کے درمیان سے آواز سنائی دی۔

"میرے جگت کو کچھ ہو گیا تو میں پنجاب کے ایک ایک پولیس والے کو چن چن کر قتل کر دُوں گا..... ان کے خون سے دھرتی کا رنگ بدل دُوں گا۔" نانا کی آواز میں طوفان کی گرج تھی۔ وہ کبھی کبھی جگت کے سر پر ہاتھ پھیر کر بڑبڑاتے۔ "نواسے! تم نے میرا کہنا کیوں مانا؟ مجھ سے بغاوت کا راستہ چھڑانے کی بجائے میں تیرے ساتھ شامل کیوں نہ ہو گیا؟" پھر وہ خود کو کوسنے لگے۔

"بزدل..... جاٹ ذاتی کا نام ڈبویا۔"

کار گرد والے راستے پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ "سرجن صاحب! آپ کچھ تو بولیں۔ یہ خاموشی اب مجھ سے سہی نہیں جاتی۔" نانا کے لہجے میں التجا تھی۔

"پہلے مجھے جگت کو بلوانا ہے۔" سامنے سے آتے ہوئے ریڑھے کو بچا کر کار نکالتے ہوئے سرجن نے کہا۔ "پھر اس کے بعد زبان دے کر قلابازی کھانے والی تمام ہندوستانی پولیس کی خبر لوں گا۔ ان کی رگوں میں خون نہیں، زہر بھرا ہوا ہے۔"

سول ہسپتال میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ ہسپتال کے انچارج کو آج تک کسی نے اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ خطرناک ترین کیس کے دوران بھی وہ اطمینان سے کام کرتے تھے۔ اُن کے چہرے کے تاثرات میں کبھی فرق نہیں آتا۔ وہ کافی سخت اعصاب واقع ہوئے تھے۔ سارے پنجاب میں اُن کی ڈاکٹری، تعلیم اور تجربے کی دھاک تھی۔ گورنر تک اُن کی عزت کرتے تھے۔ سرجن صاحب ایک سکھ کے علاج کے لئے کتنے پریشان نظر آ رہے تھے؟ یہ دیکھ کر ہسپتال کے ڈاکٹر اور نرسوں کو بڑا تعجب تھا۔ علاج کے لئے فوراً کام شروع کر دیا گیا۔ موت کا جال جگت کے جسم کے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے اس جال سے نکالنا مشکل تھا۔ اگر وہ آدھا گھنٹہ بھی لیٹ ہو جاتے تو اس صورت میں رُوح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دیتی۔ ڈاکٹر اب بھی مشکوک تھے کہ اسے بچایا جا سکے گا یا نہیں؟ ابھی اُنہیں یقین نہیں تھا کہ جگت بچ جائے گا۔ اگر جگت کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ہوش نہ آ سکا تو اس صورت میں کھیل ختم تھا۔ دوسرے دن شام کا سورج غروب ہونے سے پیشتر اُس کی زندگی ختم ہو جانی تھی.....!

O

شام ہو گئی مگر نانا کی واپسی نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر ماں جی اور چندن کی جان آدھی ہو گئی۔

"چندن! باپو کو آنے میں دیر کیوں ہو گئی؟ وہ تو کہہ کر گئے تھے کہ شام سے پہلے تمام کام نمٹ

جائے گا۔ کیا جگت آیا نہیں ہوگا؟" ماں کی آواز میں شک جھلک رہا تھا۔

چندن، ماں جی کی صورت دیکھنے لگی۔ "وہ زبان دے کر پلٹنے والے شخص نہیں ماں جی!" چندن نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ پھر آہ بھر کر بولی۔ "ممکن ہے پولیس نے قلابازی کھائی ہو۔"

"نہیں، نہیں چندن بیٹی! ایسی بات منہ سے نہ نکالو۔" ماں جی نے اُسے مزید بولنے سے روک کر کہا۔ "اتنے بڑے سرجن صاحب درمیان میں ہیں، اس صورت میں پولیس اپنی زبان سے ہٹ نہیں سکتی۔" ماں جی نے فانوس جلاتے ہوئے کہا۔ حقیقتاً ماں جی کو بھی یہی خیالات ستا رہے تھے۔ مگر وہ چندن کو دلاسہ دے رہی تھیں۔ اسی لمحے دستک ہوئی۔ ساس بہو کے چہرے دمک اُٹھے۔ "دیکھو بہو! باپو آ گئے ہیں شاید۔"

مگر کھلی کھڑکی میں کوئی انجانا شخص کھڑا نظر آیا۔ اُسے گھر دکھانے کے لئے لانے والے شخص نے کہا۔ "یہ شیخوپورہ سے آئے ہیں۔ نارائن چاچا کا گھر تلاش کر رہے تھے۔"

"آیئے..... اندر تشریف لایئے!" چندن نے استقبالیہ لہجے میں کہا۔ "مگر نانا گھر میں نہیں ہیں۔" وہ اندر آ گیا۔

"اُنہوں نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ آپ دونوں کو فوراً بلایا ہے۔" اُس نے کہا۔ اُس کی جلدی سے ساس بہو چونک گئیں۔

"کہاں بلایا ہے؟" ماں جی نے پوچھا۔

"شیخوپورہ ہسپتال میں۔" وہ ہچکچاتا ہوا بولا۔ "کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"کس کا؟" چندن کی آواز پھٹ گئی۔

"ایک شخص کا۔ آپ لوگ جلدی کریں۔ میں ریڑھا لے آیا ہوں۔" جوان آدمی کے حادثے کی خبر سن کر ساس بہو لرز گئیں۔ وہ انجانا شخص جس کو حادثہ پیش آیا، اُس شخص نے اُس کا نام نہیں بتایا۔ اِن کے ساتھ اکیلے کیسے جائیں؟ دونوں سوچ میں ڈوب گئیں۔

"تم لوگ ایک دوسرے کا چہرہ کیا دیکھ رہی ہو؟" آنے والے نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "یہاں سے شیخوپورہ پہنچنے میں دو گھنٹے صرف ہوں گے وہاں تک۔" وہ رُک گیا۔ پھر بات بدل کر بولا۔ "کسی مرد کو ساتھ لینا ہو تو کوئی حرج نہیں۔" مگر چندن نے فیصلہ کر لیا۔

"چلو ماں جی..... نصیب میں ابھی کیا کیا دیکھنا باقی ہے یہ بھگوان جانے۔" اُس نے آنسو روک کر ماں جی کا بازو تھامتے ہوئے کہا۔ پھر وہ روانہ ہو گئیں۔ شک و شبہ میں گھری دونوں شیخوپورہ کے ہسپتال میں پہنچ گئیں۔ رات کے نو بج چکے تھے۔ کسی آشنا چہرے کی تلاش میں اُن کی نظریں گردش کرنے لگیں۔ اُن کے دل لرز رہے تھے۔ پھر ایک بنچ پر سر جھکا کر بیٹھے نانا اُنہیں نظر آ گئے۔ مگر وہاں تک پہنچنے میں ماں جی کے پیر بھاری ہو گئے۔ دونوں قریب جا کر کھڑی ہو گئیں مگر نانا نے سر نہیں اٹھایا۔ "کیا نانا رو رہے ہیں؟" چندن نے ماں جی کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ یہ ہمت نہ ہارنے کا اشارہ تھا۔

"باپو!" جگت کی ماں کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔ نانا چونک پڑے۔ اُنہوں نے ہلکی سی ہچکی کے ساتھ سر اُٹھایا۔ اُن کی پھیلی ہوئی آنکھیں بھیگی ہوئی نہیں بلکہ جلتے ہوئے صحرا کی طرح ویران اور

اُجاڑ تھیں۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے لمبی سانس لی۔

''آ گئیں تم لوگ؟ میں تم لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔'' اُن کی آواز بھاری ہو گئی۔ وہ کھنکارتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

ماں جی نے پوچھا۔ ''کون زخمی ہو گیا؟''

''تم پہلے بیٹھو...... سب کچھ اچانک ہو گیا۔ سرجن صاحب کو ایک ضروری آپریشن کرنا تھا لہٰذا پولیس چوکی جانے میں لیٹ ہو گئے۔'' وہ رُک گئے۔ ماں جی اور چندن اُن کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو گھور رہی تھیں۔ چندن کا دایاں ہاتھ سینے پر تھا جیسے اُس کے دل میں درد ہو رہا ہو۔ ''مگر پھر عین وقت پر پہنچ گئے۔'' نانا نے اِردگرد نظر گھما کر دھیمے لہجے میں کہا۔ ''ظالم پولیس والوں نے اُسے بہت مارا ہے۔'' ماں جی زیادہ ضبط نہ کر سکیں۔ اُن کا جسم کپکپانے لگا۔

''مایا بیٹی! دھیرج رکھو۔ جگت کو کچھ نہیں ہو گا۔ سرجن صاحب اُس کا علاج کر رہے ہیں۔'' نانا نے اُسے دلاسا دیا۔ ماں جی چندن کی گود میں گر گئیں۔ بہو نے ٹوٹتے ہوئے دل کو مضبوط کیا مگر آنکھوں پر قابو نہ رہا۔ نانا اُس کے آنسو دیکھ نہیں سکے۔ نظر جھکا کر بولے۔

''بہو بیٹی! میں تمہارا مجرم ہوں۔ مگر ہمت نہ ہارنا۔ اُوپر والا میری بات ضرور سنے گا۔ میری باقی زندگی لے لے مگر اُسے زندگی بخش دے۔''

''مگر وہ کہاں ہیں؟'' چندن بمشکل بول سکی۔

نانا نے عقب کی جانب اشارہ کیا۔ ''آپریشن تھیٹر میں۔ ڈاکٹر ہمیں بلائے گا۔'' نانا بولے۔ چندن سر جھکا کر ماں جی کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

O

رات گیارہ بجے پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ جھپٹنے والے انداز میں سول ہسپتال میں داخل ہوا۔ جگت کے نانا، ماں اور چندن کور کو سخت نظروں سے گھورتا ہوا سرجن صاحب کے کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ جگت کے نانا نے دانت پیس لئے اور دل میں دو چار گالیاں بکیں مگر خاموشی بہتر سمجھ کر چپ ہو رہے۔ ارجن کی چال میں پولیس کا رُعب دکھائی دے رہا تھا۔ اردلی نے سلام کر کے کیبن کا دروازہ کھول دیا مگر سرجن کی کرسی خالی تھی۔ ''بڑے صاحب نہیں ہیں؟'' کیبن میں داخل ہو کر اُس نے اردلی سے پوچھا۔ ''کہاں گئے ہیں؟''

''مریض کو دیکھنے۔ کیس سیریس معلوم ہوتا ہے۔'' اردلی نے بتایا۔

''کیا آج شام آیا ہے؟'' ارجن نے جلدی سے پوچھا۔ ''کتنے گھنٹے لگا لے گا؟''

اردلی کے لب بولنے کے لئے کھلے مگر سرجن کی آواز سن کر وہ چپ ہو گیا۔ ''کیوں...... مریض کی بہت فکر ہے؟'' سرجن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ارجن سنگھ سمجھ گیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر سرجن نے اُس کی جانب توجہ نہیں دی۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ شرمندہ سا ارجن سنگھ تھوک نگلتا ہوا یہ بتنگ سہہ گیا۔ ''مجھے معلوم تھا کہ تم آؤ گے۔'' سگار کا پیکٹ کھولتے ہوئے سرجن بولے۔ ارجن کو سگار پیش کرنے کا تکلف کئے بغیر اُنہوں نے پیکٹ بند کر کے رکھ دیا۔ سناٹے میں آیا ہوا ارجن سنگھ خاموش رہا۔ وہ سگار جلاتے ہوئے سرجن کے غصے کا اندازہ لگا رہا تھا۔

''میں آپ سے ملاقات کے لئے گھر گیا تھا۔ مگر مجھے پتہ چلا کہ ایک خاص کیس کے سلسلے میں آپ ہسپتال میں رُک گئے ہیں۔'' ارجن سنگھ نے خاموشی کی مہر توڑی۔

''یہ تمہارے پولیس ڈیپارٹمنٹ کا کارنامہ ہے۔'' سرجن نے ارجن سنگھ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مگر پولیس انسپکٹر! تم نے یہاں تک آنے کے سلسلے میں تکلیف کیوں اُٹھائی؟''

''میں جگا کا قبضہ لینے آیا ہوں۔'' ارجن سنگھ کو کہنا پڑا۔

اب سرجن غصے سے بے قابو ہو گئے۔ ''زندہ کہ مرے ہوئے جگا کا قبضہ؟''

''میں سمجھا نہیں سرجن صاحب؟''

''تم سب سمجھتے ہو۔ باقی جگا کے ہوش میں آنے کے بعد سمجھ جاؤ گے۔ اُس وقت تک میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔'' سرجن نے سگار کا دُھواں ارجن سنگھ کی طرف اُچھال دیا اور ارجن سنگھ دُھواں ہٹانے کے لئے ہاتھ ہلانے لگا۔

''مگر صاحب! وہ خطرناک شخص ہے۔ ہوش میں آتے ہی فرار ہو جائے گا۔''

سرجن قہقہہ مار کر ہنس دیئے۔ ''تمہارا تجربہ ہونے کے بعد اُسے یہی کرنا چاہیئے۔'' ارجن سنگھ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر سرجن نے اُسے موقع نہیں دیا۔ ''ابھی وہ میرا مریض ہے۔ ٹھیک ہونے کے بعد سپرد کروں گا۔ مگر تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔''

''پھر کس کے سپرد کریں گے؟'' ارجن سنگھ آنکھیں پھیلا کر بولا۔

''پولیس کمشنر کے سپرد کروں گا۔ اُنہیں میں نے فوراً بلایا ہے۔ کل دوپہر تک وہ آ جائیں گے۔''

پولیس کمشنر کا نام سن کر ارجن سنگھ کا چہرہ اُتر گیا۔ سرجن اُس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے، پھر وہ دھیمے لہجے میں بولے۔ ''اُس وقت تک تم شیخوپورہ پولیس کے انسپکٹر ہو۔''

ارجن سنگھ کو کرسی ڈولتی دکھائی دینے لگی۔ اچھے اچھوں کو لرزا دینے والا ارجن سنگھ خود لرزنے لگا۔

''صاحب! یہ میری لاعلمی میں ہوا ہے۔ میرا کوئی قصور نہیں۔''

سرجن صاحب کا دل چاہا کہ جلتا ہوا سگار اُس کی جھوٹی زبان پر رکھ دیں، مگر اُن کی شرافت نفس آڑے آ گئی۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، جیسے وہ اُس کا چہرہ زیادہ دیر تک نہ دیکھنا چاہتے ہوں۔

''میں راؤنڈ پر جا رہا ہوں۔ تمہارا کام ہو گیا؟'' سرجن نے کہا۔ ارجن سنگھ بادلِ نخواستہ کھڑا ہو گیا۔

''صاحب! اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو دو مسلح پولیس مین نگرانی کے لئے بھیج دوں؟'' ارجن سنگھ کے لہجے میں عاجزی تھی۔ سرجن نے اُس کی جانب دیکھا، لہٰذا وہ سر جھکا کر بولا۔ ''اُس کی نگرانی کرنا میری ذمہ داری ہے۔''

سول سرجن کچھ نہیں بولے مگر ذمہ داری کے لفظ پر طنزیہ انداز میں مسکرا دیئے۔ رُعب سے آیا ہوا ارجن سنگھ مایوس قدموں سے لوٹ گیا۔ سیڑھیاں اُترتے ہوئے اُس نے محسوس کیا کہ وہ پولیس چیف کے عہدے سے ہٹایا جا رہا ہے۔ ''لیکن...... اگر بے ہوش جگا کی زبان پر تالا لگ جائے تو......؟'' اُس نے سوچا۔

O

دوسرے دن دوپہر کے بعد جگت کے جسم میں حرکت شروع ہوگئی۔ چندن، ماں جی، نانا، سوہن سنگھ سب اُس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ "یہ ہوش میں آ رہے ہیں۔" کہتی ہوئی نرس ڈاکٹر کو خبر کرنے دوڑی۔ چاروں کی مایوس آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔ بزرگوں کی موجودگی کی شرم کئے بغیر چندن نے شوہر کے سر پر ہاتھ رکھا۔ جگت کے بند ہونٹ کپکپائے۔ ہنکارہ سنائی دیا۔ اسی لمحے سرجن صاحب آ گئے۔ چندن دُور ہٹ گئی۔ ڈاکٹر نے جگت کے پیروں پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا دبایا۔

"ہوہ......اوہ!" مریض کی چیخ نکل گئی اور کمرے میں موجود لوگوں کے دلوں میں اُتر گئی۔ ڈاکٹر کے چہرے پر اطمینان اُبھر آیا۔

"تھینکس گاڈ! اس کے پیر بچ گئے۔" پھر نرس کو دوا لانے کی ہدایت کی اور مریض کی نبض دیکھنے لگے۔ دل کی دھڑکن دیکھ کر وہ بولے۔ "نارائن سنگھ! تمہارا نواسہ بچ گیا۔ زندہ ہو گیا۔"

چاروں دلوں میں اطمینان دوڑ گیا۔

"تمہارا بہت بڑا احسان ہے ڈاکٹر صاحب! تم نے اسے نئی زندگی بخشی ہے۔" رندھی ہوئی آواز میں نانا نے شکریہ ادا کیا۔ ماں جی کے ہونٹ کچھ کہنے کے لئے ہلے مگر آواز نہیں نکل سکی۔ اُن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ چندن کورا آنکھیں بند کر کے بھگوان کا شکر ادا کر رہی تھی۔

دس منٹ کی خاموشی کے بعد کراہتے ہوئے جگا نے آنکھیں کھول دیں۔ دُھندلی نظر پہلے تو کسی کو نہ پہچان سکی۔ مگر پھر آہستہ آہستہ روشنی صاف ہو گئی اور سب سے پہلے اُسے چندن کا حسین چہرہ نظر آیا۔ اُس کے ہونٹ مسکرانے کے لئے حرکت کرنے لگے مگر شدتِ درد سے اُس نے "اوہ" کہا اور اُس کا سر تکیے پر تڑپ کر رہ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ بکنے لگا۔ "سالے......سور! میں تیری کھال ادھیڑ دوں گا۔ دغاباز......بے ایمان!" اُس کے چہرے پر خون سوار ہو گیا۔ دانت بری طرح ایک دوسرے پر جم گئے۔ جبڑے سخت ہو گئے۔ پھر وہ ہانپنے لگا۔ سرجن صاحب اُسے ٹھنڈا کرنے کے لئے پشت پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

"جگت! خاموش رہو بیٹے۔ دیکھو تو تمہارے سامنے کون کون بیٹھا ہے۔" سرجن نے نرم لہجے میں کہا۔ جگت نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ اب ماں جی کھڑی ہو گئیں۔ نزدیک جا کر اپنا لرزتا ہوا ہاتھ جگت کے رُخسار پر پھیرا۔

"بیٹے! اب کیسی طبیعت ہے؟" اُن کے آنسو بہنے لگے۔

"ماں......تم رو رہی ہو؟" جگت ماں کا روتا ہوا چہرہ دیکھ کر تڑپ گیا۔

"بیٹا! بہت دنوں بعد تمہیں دیکھ کر دل بھر آیا۔"

اسی لمحے اردلی کمرے میں داخل ہوا۔ "صاحب! پولیس کمشنر صاحب آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے اردلی سے کہا۔ پھر نانا سے بولے۔ "آپ لوگ کچھ دیر باہر بیٹھیں۔ جگا کا بیان لینا ہے۔" پھر وہ باہر چلا گیا۔

پولیس کمشنر ولیم کی پنجاب میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی ہمت اور بہادری کا جواب نہیں تھا۔ انقلابیوں کو دبانے کے سلسلے میں اُس نے جس طرح کام لیا تھا اس کی وجہ سے انگریز سرکار اُس سے خوش تھی مگر محبِ وطن عوام اُس سے ناراض رہتے تھے۔ پھر بھی اُس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ بڑے

دل گردے والا افسر ہے۔ قانون کو ہاتھ میں لینے والوں کو وہ جاہل سمجھتا تھا۔

"تم لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت آ گئی تو اس صورت میں تم لوگ قانون کی پابندی نہیں کرا سکو گے، حکومت سنبھالنا تو بڑی بات ہے۔ جو قوم قانون کی پابندی نہیں کر سکتی وہ حکومت زیادہ دن نہیں چلا سکتی۔" وہ اکثر کہتا۔ اس لئے جگت نے جب قانون کے ہاتھ میں اپنے آپ کو سپرد کرنے کا فیصلہ کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ "اب میں اسے بہادر کہوں گا۔" سرجن نے کمشنر سے کچھ گفتگو کی۔ ارجن سنگھ کو باہر بیٹھنا پڑا۔ وہ بہت زیادہ بے چین اور گھبرایا ہوا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہوں، اس سے بہتر ہے کہ آپ خود اسی سے سب واقعات سن لیں۔" سرجن نے کھڑے ہو کر کہا۔ پھر دونوں جگت کے بستر کے قریب آ گئے۔ ارجن سنگھ کو بھی بلایا گیا۔ پہلی بار جگت اور ارجن سنگھ کی نظریں ٹکرائیں۔ ارجن سنگھ افسردہ تھا۔ وہ رنجیدہ اس بات پر نہیں تھا کہ جگت پر اتنا ظلم ہوا بلکہ اُسے جگا کے زندہ بچ جانے کا ملال تھا۔ ولیم صاحب جگت کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔

"ہی اِز سوئنگ۔" اُنہوں نے سرجن صاحب سے کہا۔ ارجن سنگھ کو یہ بات کھٹک گئی۔

"جگت! صاحب تمہارا بیان لینا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی تھی۔" سرجن صاحب نے ارجن سنگھ کو ایک نظر دیکھ کر کہا۔ "جو کچھ تم پر بیتی ہے انہیں سناؤ!"

جگت ولیم صاحب کی جانب دیکھنے لگا، پھر ارجن سنگھ کی جانب نظریں گھما کر بولا۔ "کیوں؟" ارجن نے کچھ نہیں بتایا۔ اُس کی آواز میں نفرت تھی۔ سرجن صاحب نے سوچا جگت بپھر کر کوئی غلط بات نہ کر دے اس لئے اُنہوں نے جلدی سے کہا۔

"صاحب تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ جلدی کہو! انہیں دیر ہو رہی ہے۔"

جگت واقعات کی کڑیاں ذہن میں ترتیب دینے لگا۔ جوں جوں وہ کہتا تھا، یہ بات اُس کے ذہن سے نکل گئی کہ وہ بیان دے رہا ہے۔ کبھی جوش میں آ کر مٹھیاں کس لیتا، کبھی ہونٹ چبانے لگتا۔ کچھ دیر رُک جاتا۔ اُس کی آواز کے جوش میں ولیم کو سچائی نظر آ رہی تھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اس شخص نے سب کچھ سچ کہا ہے۔ جگت نے جب مسٹر بھلوج تھانے میں کھنہ کی حیوانیت بیان کی اور جب اُس کے منہ پر پٹی باندھی گئی تھی تو پولیس کمشنر ولیم کے ہاتھ کی مٹھیاں سخت ہو گئیں۔ ارجن سنگھ کو اُنہوں نے سخت نظروں سے گھورا اور ارجن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ بیان ختم ہونے کے بعد جگت کا جوش ٹھنڈا پڑنے میں کچھ دیر لگ گئی۔ سرجن نے اُسے پانی پلایا۔

"جگت! تمہیں اور کچھ کہنا ہے؟" سرجن نے پوچھا۔

"صاحب! کہنا تو نہیں، پوچھنا ہے۔" جگت نے کہا۔ ارجن سنگھ چونک گیا۔ "میرے ساتھ آنے والا ہنومان کہاں ہے؟" سرجن اور کمشنر نے ارجن کی جانب دیکھا۔

اُس کے ہونٹ ہلے۔ "خان ڈوگرا میں رکھا گیا ہے۔"

"زندہ یا مُردہ؟" سرجن نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جیسی حالت میں لایا گیا تھا، ویسا ہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" پولیس کمشنر کو غصہ آ گیا۔ "کس حالت میں آیا تھا؟"

"اپاہج اور ادھ موا۔"

''غلط......'' جگت گرجا۔ ''وہ اپاہج تھا مگر ادھ موا نہیں۔''

''تم زیادہ تکلیف مت اُٹھاؤ جگت!'' سرجن صاحب نے اُسے ٹوکا۔

''صاحب! آپ میری فکر نہ کریں۔ جلدی جا کر ہنومان کو دیکھیں۔'' پھر دانت پیس کر بولا۔ ''اس کا اعتماد نہ کرنا۔ میں اعتماد کر کے پچھتا رہا ہوں۔''

پولیس کمشنر کھڑے ہو گئے۔ ''چلو خان ڈوگرا پولیس تھانہ۔'' اور ارجن سنگھ کے چہرے کی روشنی بجھ گئی۔

OOO

جب نانا نے ارجن سنگھ کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ جگت اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ پیش ہو گا تو اُسی وقت اُس کے عیار ذہن نے پورا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ مشکل صرف ایک تھی کہ جگت کس پولیس تھانے میں حاضر ہو گا؟ یہ نانا نے نہیں بتایا۔ گھما پھرا کر تین چار بار اُس نے پوچھا مگر نانا کے ذہن سے بات نہ نکال سکا۔ نانا نے بڑی عمدگی سے بات ٹال دی۔ ''مجھے بھی جگت یہ بات آخری وقت میں بتائے گا۔ میں سرجن صاحب کو لے کر وہاں حاضر ہوں گا۔''

ارجن سنگھ کو یہی کانٹا کھٹک رہا تھا۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے درمیان سرجن صاحب کی حاضری اُسے بری لگ رہی تھی۔ جگت جہاں پیش ہو وہاں نانا اور سرجن صاحب کو دیر سے پہنچنا چاہئے، اُسے ایسی ترکیب کرنی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ اُس نے شیخوپورہ علاقے کی پانچ بڑی چوکیوں کے انچارج بلائے اور کہا۔ ''جگا کا ایسا استقبال کرو کہ اُسے زندگی بھر یاد رہے۔ ایک چوکی میں اُسے آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں رہنا چاہئے۔ اور چار چھ گھنٹے میں معاملہ ختم ہو جانا چاہئے۔'' اُس نے اُنہیں ہدایات دیں۔

نانا اور سرجن ایک چوکی سے دوسری چوکی تک دوڑ لگاتے رہیں گے مگر جگا اُنہیں زندہ نہیں ملے گا۔ دوسرے دن صبح جگا ڈاکو کی لاش کہیں سے مل جائے گی اور پولیس مرے ہوئے ڈاکو کا قبضہ لے گی۔ کسے خبر کس نے اُسے قتل کر دیا؟ ارجن سنگھ نے سوچا، وہ کہہ دے گا کہ پیش ہی نہیں ہوا۔ اُس کے ساتھی کا کیا کرنا تھا؟ اُس نے یہ بھی سوچ رکھا تھا۔ اُس سے تڑپا تڑپا کر معلومات حاصل کرنا تھیں کہ جگا کی ٹولی کہاں چھپی ہوئی ہے؟ پولیس کا ظلم وہ زیادہ دیر سہہ نہیں سکے گا۔ بس پھر پوری ٹولی پکڑی جائے گی۔ دو سال سے پولیس جس کی تلاش کے لئے بھٹک رہی تھی، وہ کام ایک ہفتے میں ختم ہو جائے گا اور اس کی تمام شہرت ارجن سنگھ کو ملے گی۔ پھر خود ہز ایکسی لینسی گورنر صاحب اُسے اعزاز دینے کے لئے بلائیں گے۔ ایسا موقع زندگی میں کبھی کبھی آتا ہے، اسے کیوں جانے دیا جائے؟ مگر یہ سب اُسی وقت ہو سکتا تھا کہ سرجن صاحب اُس جگہ دیر سے پہنچتے۔ اُنہیں روکنے کے لئے ارجن سنگھ نے ایک خطرناک داؤ کھیلا۔ اُس نے شیخوپورہ کے ایک بدمعاش کے سپرد وہ خاص کام کیا۔ ٹھیک گیارہ بجے اُسے دوسرے بدمعاش کو خون میں نہلانے کی حد تک جھگڑا کرنا تھا۔ رامپوری چاقو کے پانچ سات وار کرنے تھے۔ اتنا خیال رکھنا ضروری تھا کہ وہ مرے نہیں مگر شدید زخمی ہو جائے۔ پیٹ کی انتڑیاں بھی باہر نکل آئیں تو پرواہ نہیں۔ یہ سب ہونے کے بعد پولیس جائے وقوع پر پہنچ جائے۔ زخمی کو سرکاری ہسپتال میں بھیجا جائے۔ اس طرح سرجن کو مصروف رکھا جائے۔ فرض اور انسانی ہمدردی کے مطابق انگریز سرجن اس خطرناک کیس سے منہ نہیں موڑ سکتا تھا۔ کم از کم ایک گھنٹہ خراب ہونا تھا۔ اور ایک گھنٹے میں وہ بہت کچھ اُوپر نیچے کر سکتا تھا۔

شام تک سب کچھ اُس کی توقع کے مطابق ہوتا رہا۔ جب اُسے یہ اطلاع ملی کہ جگا آخری سانسیں لے رہا ہے اور صرف گھنٹے دو گھنٹے کا مہمان ہے اور اُسے کہاں چھپایا گیا ہے تو ارجن کو اپنی خاکی قمیض پر اعزاز کا تمغہ نظر آنے لگا۔ اُسے گورنر صاحب نظر آئے۔ اُن کی آنکھوں میں ارجن سنگھ کے لئے محبت تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''ارجن سنگھ! تم جیسے پولیس افسر پولیس کے لئے صرف پنجاب نہیں بلکہ پورا ہندوستان فخر کر سکتا ہے۔'' وہ کہہ رہے تھے۔ ''تمہاری بہادری اور چالاکی پورے ملک کے پولیس افسران کے لئے مثال ہے۔'' مگر گاؤں کے دو ٹکے کے چوکیدار نے ساری بازی اُلٹ دی۔ گورنر کا تمغہ، تعریف اور ترقی سب کچھ ریت کے محل کی طرح ہوا میں اُڑ گیا۔ اس کی وجہ علی بخش کی حماقت تھی۔ وہ بیوقوف جگا کے نانا کا شناسا کیسے نکلا؟ علی بخش کا سرجن صاحب کی کار سے سامنا کیسے ہوا؟ اگر گھنٹے دو گھنٹے اور یہ نہ ہوتا پھر سالے علی بخش کو ہی جگا کے قتل میں گرفتار کیا جاتا یا پانچ ہزار کا انعام اُس کی زبان بند کر دیتا۔ یہ سب ہو جاتا۔ مگر ہائے نصیب، جگا ہسپتال پہنچ گیا اور ساری بازی بگڑ کر اُلٹ گئی۔ پھر بھی ہنومان ہاتھ میں تھا۔ جگا کا جو کچھ ہونا ہے اس کی پرواہ کئے بغیر ہنومان کے ذریعے بازی جیتی جا سکتی تھی۔ ارجن سنگھ نے دوسرا داؤ لگا دیا۔

اس سے پہلے کہ پولیس کمشنر صاحب امرتسر سے پہنچیں، ہنومان کا منہ کھل جانا چاہئے۔

''اسے کسی طرح راضی کرو...... جرم معاف کر دینے کا لالچ دو اگر معلومات حاصل کرو۔ اگر اس طرح کامیابی نہ ہو تو مارو پیٹو۔ ظلم کرو۔ ہر طریقہ آزماؤ......!'' اُس کا حکم تھا۔

○

''مان جا ہنومان! تیرے تمام جرائم معاف کر دیئے جائیں گے۔'' خان ڈوگرا کا صوبیدار اُسے سمجھانے لگا۔

''معاف کرنے والا اُوپر موجود ہے۔ اس کے انصاف پر مجھے اعتماد ہے۔ باقی تم لوگ زبان دے کر پھر جانے والے ہو۔'' ہنومان بولا۔

''تم کہو تو میں ابھی لکھ دیتا ہوں، تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ نئی زندگی شروع کرنے کے لئے ہم تمہاری روپے پیسے سے مدد کریں گے۔'' پولیس افسر کہہ رہا تھا۔

ہنومان نے زور سے قہقہہ لگایا۔ ''صوبیدار صاحب! تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ تم بھول گئے ہو کہ میں جگا ڈاکو کا دایاں ہاتھ ہنومان ہوں۔ چمڑی گرا دو گے پھر بھی تمہارے جال میں نہیں پھنسوں گا۔''...... پھر ہنومان کے منہ پر ایک چانٹا پڑا۔ صوبیدار گرم ہو گیا۔

''مجھے پتہ تھا جب تمہاری زبان تھک جائے گی تو ہاتھ اُٹھاؤ گے۔ اور ہاتھ تھکنے کے بعد......''

مگر اسی لمحے ہنومان کے پیٹ میں گھونسہ لگا۔ اُس کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی۔ گھونسہ کسی نازک جگہ پر لگا تھا۔

''بس...... ایک گھونسے میں جھک گیا؟'' صوبیدار نے اُسے غصہ دلایا۔ ''جگا کے دائیں ہاتھ میں اتنی ہی طاقت ہے؟''

مگر ہنومان درد کم ہونے تک خاموش رہا۔ پھر تیز نظروں سے صوبیدار کو دیکھتا ہوا بولا۔

''طاقت آزمائی تھی تو مقابلے پر آنا تھا۔ تمہارے سنہا کا پیر چھیدنے والا میں ہوں اسی لئے

ار پائی پر پڑا ہوں۔''

سلگتی ہوئی انگیٹھی لے کر ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اُس کے عقب میں لوہے کی سلاخ لئے ب اور آدمی داخل ہوا۔ انگیٹھی میں سلگتے ہوئے انگارے پر ہنومان کی نظر جم گئی۔ صوبیدار نے بان چلائی۔ ''ابھی تو یہ شروعات ہے ہنومان! دہکتی ہوئی سلاخیں لگیں گی تو اس وقت تم خود بول ہو گے۔''

''فکر نہ کرو صوبیدار صاحب! میں اپنی ماں کے دُودھ کی لاج رکھوں گا۔'' ہنومان بولا۔

لوہے کی سلاخیں انگیٹھی کے انگارے پر رکھی تھیں۔ اُنہیں سرخ ہوتے ہنومان دیکھنے لگا۔ پھر ں مضبوط کرنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

''آنکھیں کھول کر دیکھو ہنومان! ابھی وقت ہے۔ سرخ سلاخ تیری رشتے دار ثابت نہیں ہو ں۔'' ہنومان کی آنکھیں کھل گئیں۔ چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

''یہ کہنا پڑے گا کہ انسان کو تڑپا تڑپا کر مارنے کا طریقہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ تم سے م ڈاکو اچھے ہیں۔ جس کو مارنا ہو، ایک گولی اور کھیل ختم۔''

دہکتی ہوئی سلاخ قریب لائی گئی مگر ہنومان چٹان کی طرح اٹل تھا۔ کھلے ہوئے سینے کے قریب لاخ دیکھ کر اُس نے سلاخ تھامنے والے شخص کو دیکھا۔ اُس کی نظریں کہہ رہی تھیں۔

''دیکھ کیا رہا ہے؟ لگا دے......!''

''لگاؤ......!'' صوبیدار گرجا۔ اس گرج کے ساتھ ہی کمرے میں ایک طویل چیخ گونج کر رہ ئی۔ ابھی چیخ ختم نہیں ہوئی تھی کہ اُوپر تلے تین چیخیں گونج گئیں۔ ہنومان کی آنکھوں کے کونے لک گئے۔ جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ منہ سے رال ٹپکنے لگی۔ صوبیدار کے ماتھے کی لکیریں تن ئیں۔ کپڑے کے ٹکڑے سے چہرے پر پھیلا ہوا پسینہ خشک کیا۔ اُسے اپنے چیف کے حکم کے لابق دو پہر سے پہلے تمام معلومات حاصل کرنا تھیں اور یہ کمبخت ایک انچ نہیں ہلا تھا۔

''اسے اُلٹے سر پانی میں لٹکا دو اور ڈبکیاں لگاؤ۔'' صوبیدار نے حکم دیا۔ اور باہر کھلی ہوا لینے کی ظر کمرے سے چلا گیا۔ اسی لمحے اُس کے کان میں آواز سنائی دی۔

''جو آگ سے نہیں ہوا وہ پانی سے کیا ہو گا؟'' ہنومان کی آواز میں پہاڑوں کی سی مضبوطی تھی۔

ہنومان کے پیر باندھ کر اُلٹا لٹکا دیا گیا۔ صوبیدار پھر کمرے میں داخل ہوا۔ ہنومان کو اُلٹا لٹکنے ے جو تکلیف ہو رہی تھی، وہ اُس کے چہرے پر صاف نظر آنے لگی۔ زخمی ہونے کے بعد وہ کبھی لٹا نہیں ہو سکا تھا اُس کے لئے یہ تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ پیروں سے بندھی ہوئی رسّی کا برا سرا چھت کے کنڈل سے گزار کر لکڑی کے چکر میں اُلجھا دیا گیا تھا۔ چکر گھمانے کے فولادی ۂ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا پہلوان نما آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے چہرے پر وحشت ناک کراہت تھی۔ اُس کی بڑی بڑی خوفناک آنکھوں میں چیلنج تھا۔

''بچہ! دو ڈبکی لگاتے ہی تجھے نانی یاد آ جائے گی۔''

پھیلی ہوئی آنکھوں سے ہنومان نے نیچے پڑے ہوئے ڈرم کو دیکھا۔ پانی سے بدبو آ رہی تھی۔ ے اُبکائیاں آنے لگیں۔ ''پولیس کے لباس میں شیطان جمع ہوئے ہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔

"ہنومان......!" صوبیدار نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "اگر معلومات فراہم کرنے کی تمہاری خواہش ہو تو اپنی خواہش کا اظہار کردو۔"

ہنومان نے دانت پیس لئے۔ "آخری خواہش تو یہ ہو رہی ہے کہ تمہارا پولیس کا لباس اُتار کر تمہیں اس ڈرم میں ڈبو دوں۔ مگر تم یہ خواہش پوری نہیں کرو گے۔" ہنومان نے کہا۔

صوبیدار کا غصہ بھڑک اُٹھا۔ اُس نے لٹکتے ہوئے ہنومان کو زور سے لات ماری اور ہنومان کا سر سخت آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرایا۔ اُسے چکر آ گئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ ہنومان کو دُکھتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ اپنے دونوں ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے بے بس تھا۔ اچانک اُسے کچھ یاد آیا۔ "ایک خواہش ہے۔" ہنومان نے کہا۔

"بول......!"

"بتانے کی نہیں، بلکہ کچھ جاننے کی...... جگت کہاں ہے؟" صوبیدار پہلے غصے ہو گیا، پھر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ ہنومان کو اُس کا قہقہہ برا لگا۔ "کیا تم نے اُس کی بھی میرے جیسی حالت کی ہے؟" وہ گرجا۔

"تیری جیسی نہیں، تجھ سے بدتر......" صوبیدار بڑ ہانکنے لگا۔ پھر اُس نے داؤ پھینکا۔ "مگر وہ تیرے جیسا ضدی نہیں ہے۔ اُس نے سرکاری ہسپتال میں کمشنر کے پاس تمام معلومات لکھوا دی ہیں۔ اُس نے ساری قتل و غارت گری کا تمہیں ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔"

"کتے! جھوٹ بول کر مجھے غلط راہ پر ڈال رہا ہے۔" ہنومان نے صوبیدار پر تھوک دیا۔ "مگر مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کر لیا۔ جگت زندہ ہے۔ اب تم سے جو کچھ ہوتا ہے، کر گزرو۔"

ایک سپاہی نے صوبیدار کے لباس سے تھوک صاف کیا۔ صوبیدار کے جبڑے سخت ہو گئے۔

"سالے کو ڈبکی لگاؤ!" صوبیدار نے حکم دیا۔

سیاہ موٹے آدمی نے فوراً رسّی ڈھیلی کی اور لٹکتے ہوئے ہنومان کا سر پانی میں ڈوب گیا۔ رسّی پھر کھینچ گئی اور ڈھیل کے ساتھ ہنومان نے پھر ڈبکی کھائی۔ اس طرح ہنومان کا سر بار بار پانی کے ڈرم میں ڈبویا جا رہا تھا۔ ایک طرف سر پانی میں جاتا، سانس اٹکنے لگتی، گھبراہٹ ہوتی اور دوسری جانب دونوں پیروں کے جوڑ بری طرح کھنچ رہے تھے۔ وہ درد سے بری طرح کراہنے لگا۔ اُسے لگا جیسے پسلیاں اور کمر کی ہڈی ٹوٹ جائیں گی۔ تین چار بار اُسے ڈبویا گیا، پھر ہنومان اُلٹیاں کرنے لگا۔ ناک اور منہ سے سڑاند مارتا ہوا پانی اندر جانے لگا جس سے اُس کا جی متلا گیا، حلق کی نسیں کھنچنے لگیں اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"روکو!" صوبیدار نے حکم دیا۔ "اسے تھوڑی دیر نیچے اُتار لو۔ اسے بیہوش نہیں ہونا چاہئے۔"

دوزخ کی بو سے چھٹکارا ملا تو ہنومان کا سینہ پھولنے پچکنے لگا۔ اُس نے سکون کی سانس لی۔ اسی لمحے صوبیدار نیچے جھکا، آنکھیں بند کر کے اُس نے ہنومان کے بڑے بڑے بالوں کو بری طرح بل دیئے اور ہنومان کی چیخ نکل گئی۔ وہ کمر کے بل اُٹھتا چلا گیا۔

"کیا ارادہ ہے تمہارا ہنومان؟" صوبیدار نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔ ہنومان خاموش رہا۔ سانس اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ آواز نہیں نکل سکتی تھی۔ صوبیدار کی آس بندھی شاید کچھ ڈھیلا ہوا

ہے۔ "بول! نہیں تو پھر ڈوبنے اُبھرنے والا کھیل شروع ہو جائے گا۔" صوبیدار نے اُسے دھمکی دی۔ "مگر اس بار تیری لاش ہی نیچے اُترے گی۔ آخری موقع ہے۔"

ہنومان بمشکل بولا۔ "تم سے جیل والے اچھے جو پھانسی پر لٹکا دیتے ہیں۔" وہ کچھ دیر کے لئے رُکا۔ "جان لینی ہے تو دیر کس بات کی؟ جلدی ختم کرو!"

صوبیدار نے دانت پیس لئے۔ "حرامی! تم رحم کے لائق نہیں۔" صوبیدار فرش پر پیر پٹختا ہوا بولا۔ "پھر لٹکاؤ اور اسے اسی طرح ختم کر دو۔" پہلوان نما شخص نے ڈور کھینچی اور ہنومان لٹک گیا۔

"ماں......!" وہ تقریباً روہانسے لہجے میں کراہا۔ "اب کچھ دیر بعد تیرے پاس آ رہا ہوں میری ماں!"

ہر ڈبکی اُسے موت سے قریب کر رہی تھی۔ ایک...... دو...... تین......!

O

پولیس کمشنر اور ارجن سنگھ کو لئے جیپ خان ڈگرا کی جانب پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ راستے میں ارجن سنگھ کو بچاؤ کرنے کا موقع مل گیا۔ "صاحب! جگا کے پیش ہونے سے ہمارا کام ختم نہیں ہو جاتا۔ اُس کی باقی ٹولی ہمیں تنگ کرتی رہے گی۔ ہمیں اُسے بھی ختم کرنا پڑے گا۔" کمشنر خاموش رہے۔ "سر! جگا کے ساتھی سے معلومات حاصل کرنے کے لئے تھوڑا زور ظلم کرنے کی ہدایت دی ہے۔"

"کوئی نتیجہ نکلا؟" کمشنر نے پوچھا۔

"شاید جب تک ہم پہنچیں گے اُس وقت تک صوبیدار نے معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔" ارجن سنگھ نے کہا۔ اسی لمحے راستے کی گرد کمشنر صاحب کی ناک میں پڑ گئی۔ اُنہیں چھینک آئی اور ارجن سنگھ کا منہ بگڑ گیا۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو مسٹر ارجن! کہ جگا نے اپنے ساتھ ایسے کمزور شخص کو پیش کیا ہوگا جو تمہارے ظلم سے گھبرا کر زبان کھول دے؟" کمشنر نے کہا۔ اسی لمحے جیپ خان ڈگرا پولیس چوکی کے قریب رُکی۔ پہلے کمشنر صاحب، پھر ارجن سنگھ نیچے اُتر آئے۔ دروازے پر سلیوٹ کرنے کے لئے ایک پولیس والا بھی نظر نہ آیا۔ ارجن سنگھ نے دانت پیس لئے۔ "بڑے صاحب آئے ہیں اور اسی وقت وہ کہیں گپ لگانے چلے گئے گدھے۔" ارجن سنگھ جیسے خود پر غصہ اُتار رہا تھا۔ کمشنر صاحب نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔ وہ اُس کا مطلب سمجھ گئے۔

"سر...... شاید اس کا استقبال کرنے کے سلسلے میں سب لوگ اندر ہوں گے۔" ارجن نے پھر بچاؤ کیا۔ اندر داخل ہونے پر بھی کوئی نظر نہیں آیا۔ تب ارجن سنگھ کا غصہ طوفانی بن گیا۔ "کوئی موجود ہے یا سب مر گئے؟"

اندر دروازے پر آہٹ ہوئی۔ دونوں آگے بڑھے۔ دیکھا تو دروازہ باہر سے بند تھا۔ سنسان چوکی دیکھ کر ولیم صاحب کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئی تھیں۔ ارجن سنگھ نے دروازہ باہر سے کھولا مگر اندر کا منظر دیکھ کر وہ لرز گیا...... صوبیدار اُلٹا لٹک رہا تھا۔ رسّی کے دوسرے سرے پر موٹے آدمی کے پیر بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے سر پر خالی ڈرم اُلٹا کر کمر میں ایسا فٹ کر دیا گیا تھا کہ وہ بے

ہوش ہو گیا تھا۔ لٹکتے ہوئے صوبیدار نے اُلٹے سر سے صاحب کو سلیوٹ کیا۔ یہ دیکھ کر ایسی حالت میں بھی کمشنر صاحب ہنسی نہ روک سکے۔ صوبیدار کے منہ پر کپڑا باندھ دیا گیا تھا۔ ارجن سنگھ نے اُسے آزاد کیا۔ تب وہ ہانپتا ہوا روتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ڈاکوؤں نے چھاپہ مارا اور اپنے ساتھی کو اُٹھا لے گئے۔'' ارجن سنگھ کے پیر فرش سے چپک گئے۔ کمشنر کا غصہ بھڑک اُٹھا۔

''اور تمہیں یوں نمائش کے طور پر لٹکا گئے۔ شرم...... شرم......!''

برابر کے کمرے سے پانچ پولیس والے بے ہوش نکالے گئے۔ صوبیدار نے بھرائے ہوئے لہجے میں تفصیل بتائی۔ ''اُن لوگوں کے پاس بے ہوش کر دینے والی دوا تھی۔ سونگھتے ہی ہوش غائب ہو گئے۔''

''پانی چھڑک کر انہیں ہوش میں لاؤ! ورنہ یہ مر جائیں گے۔'' کمشنر نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر طنزیہ لہجے میں بولے۔ ''اور یہ اپنے پہلوان کا سر ڈرم سے باہر نکالو!'' صوبیدار اپنے افسروں کو تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔ اچانک اُسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ چونک کر بولا۔

''صاحب! وہ مجھے بے ہوش کر کے لٹکا رہے تھے تو میں نے اُن کی گفتگو سنی تھی۔''

''اپنی یہ بہادری بھی سنا دو......!'' کمشنر صاحب جل کر بولے۔

''ہنومان کسی سے کہہ رہا تھا کہ جگت کو سرکاری ہسپتال میں رکھا گیا ہے، اس کی تمہیں خبر ہے؟ تو دوسرے نے کہا تھا کہ ہاں! بچن کچھ ساتھیوں کے ساتھ اُسے چھڑانے کے لئے وہاں پہنچ چکا ہے۔''

ارجن سنگھ نے فرش پر پیر پٹخا۔ ''تم اتنی دیر بعد یہ بات بتا رہے ہو؟'' اُس نے صوبیدار سے کہا، پھر کمشنر صاحب سے بولا۔ ''صاحب! جلدی ہسپتال چلیں۔ ورنہ جگا کے ساتھی اُسے اُٹھا کر لے جائیں گے۔'' پھر جیپ گرد اُڑاتی واپس دوڑنے لگی۔ کمشنر صاحب ارجن سنگھ کو ڈانٹ رہے تھے۔ ''تمہارے پاس اتنا اندھیر ہے۔ حراست میں رکھے گئے شخص کو ڈاکو چھڑا لے گئے، وہ بھی پولیس چوکی سے؟'' پھر بڑبڑائے۔ ''تو پھر ہسپتال سے جگا کو لے جانے سے انہیں کون روکے گا؟''

ارجن سنگھ بمشکل بولا۔ ''میں نے بیس مسلح سپاہی ہسپتال کے گرد پہرے پر مقرر کر دیئے تھے۔''

''تمہیں اب بھی اپنے آدمیوں پر اعتماد ہے؟'' کمشنر صاحب طنزیہ لہجے میں بولے۔ کچھ دم بعد افسردہ لہجے میں بولے۔ ''ارجن! تم اپنی چال میں خود پھنس رہے ہو۔ اور ساتھ ہی مجھے بھی اپنی بے عزتی میں حصے دار بنا رہے ہو۔'' سول ہسپتال تک جیپ پہنچنے تک ارجن سنگھ کو منہ بند رکھنا تھا۔ اُس کی پوری بازی اُلٹ چکی تھی۔

O

شیخوپورہ کے سول ہسپتال میں جگت کا بیان لینے کے بعد پولیس کمشنر اور ارجن سنگھ خان ڈوگرا تھانے پر ہنومان کی تلاش میں گئے۔ پھر سرجن اور جگت اکیلے رہ گئے۔ ''جگت! پولیس نے تمہاری جو حالت کی ہے اس کے لئے مجھے افسوس ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ اس طرح

میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائیں گے۔'' سرجن کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

''صاحب! اس میں آپ کا کیا قصور؟'' جگت سرجن کے گلے میں جھولتے ہوئے اسٹیتھو سکوپ کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔ ''میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔'' کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے۔ سرجن صاحب کو جو کہنا تھا وہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ جگت اُن کی اُلجھن سمجھ گیا۔

''کس خیال میں گم ہو گئے سرجن صاحب؟'' جگت نے مسکرا کر پوچھا۔ سرجن صاحب نے اُس کی جانب دیکھا۔

''تم کو صحت مند ہونے میں تین مہینے لگیں گے۔ اس وقت تک تمہیں یہاں رہنا ہے۔ میری دیکھ بھال رہے گی۔'' سرجن صاحب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے جیل جانے کی جلدی ہے؟'' جگت نے مسکرا کر کہا۔

''یہ بات نہیں جگت! بلکہ مجھے ڈر ہے کہ......'' سرجن کچھ کہتے کہتے رُک گئے۔

اُنہیں دیکھ کر جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''آپ کو ڈر ہے کہ میں فرار ہو جاؤں گا۔ آپ یہی سوچ رہے ہیں نا؟''

سرجن مسکرا دیئے۔ ''تمہارے ساتھ بدسلوکی، بدعہدی اور زیادتی کی گئی ہے اس لئے میرا یہ سوچنا کسی حد تک صحیح بھی ہو سکتا ہے۔'' سرجن نے کھنکار کر کہا۔ ''مگر تم جب تک یہاں ہو تمہاری ذمہ داری مجھ پر ہے۔ تم اگر واقعی یہی سوچ رہے ہو تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ تمہیں اگر نئی زندگی ملی ہے تو اس سے فائدہ اُٹھاؤ! بدلہ لینے کی خواہش کو کچل دو۔''

جگت کچھ دیر تک خاموش رہا۔ کیونکہ واقعی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اُسے فرار ہونے کا موقع مل جائے تو وہ اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھائے گا۔ سرجن نے اُس کے دل کی بات جان لی تھی۔ یہ سوچ کر اُسے حیرت تھی۔ کچھ سوچ کر بولا۔ ''اگر مجھے فرار ہی ہونا ہوگا تو میں یہاں سے فرار نہیں ہوں گا۔ آپ بے فکر رہیں سرجن صاحب! اگر فرار ہی ہونا ہے تو جیل بھی توڑی جا سکتی ہے۔ مگر یہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت تو مجھے ہنومان کی فکر ستا رہی ہے۔ پولیس نے اُسے بھی نہیں بخشا ہوگا۔ اور اگر اُسے کچھ ہو گیا تو......'' اتنا کہہ کر جگت کی مٹھیاں کس گئیں۔

اسی لمحے ایک میٹرن دوڑتی ہوئی آئی۔ ''صاحب! زنانہ وارڈ کی ایک مریضہ کی حالت خاصی نازک ہے۔ جلدی چلیں!'' میٹرن نے کہا اور سرجن باہر چلے گئے۔

چندن اندر آ گئی۔ وہ کبھی سے تنہائی کی منتظر تھی۔ وہ سٹول کو بستر کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ پھر شوہر کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ ''اب کیسی طبیعت ہے؟''

جگت اُس کے چہرے کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنس دیا۔ ''تمہارے ہاتھ کے لمس سے ٹھیک ہو گیا۔'' اُس کے لہجے میں محبت کی مٹھاس تھی۔

چندن سے رہا نہ گیا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ لمبی جدائی کے بعد پہلا ملن دن کی روشنی میں ہوا تھا۔ اُس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

''میں نے تمہیں بہت دُکھی کیا چندن!'' جگت نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''مجھ سے

بیاہ کر کے تم نے سکھ دیکھا تک نہیں۔"

چندن نے اپنا نازک ہاتھ جگت کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ "اس وقت یہ بات نہ کریں۔ میں سب کچھ جانتی ہوں کہ آپ نے جان خطرے میں ڈال کر خود کو کیوں پولیس کے حوالے کیا۔ صرف ہم سب کے سکھ کی خاطر۔" ہونٹوں پر رکھے ہوئے ہاتھ کو چوم کر جگت مسکرا دیا۔

"سکھ تو نہ جانے کب آئے گا۔ ابھی تو لمبی جیل کاٹنی ہے۔ باغی تھا تو جب جی چاہتا تھا گھر آ جاتا تھا۔ مگر اب جیل کی دیواریں ہمارے درمیان رہیں گی۔" جگت نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "نہ جانے کتنے سالوں کی جدائی ہوگی۔"

"ایک دن آپ ہنستے کھیلتے گھر آ جائیں گے۔ اس اُمید پر ہم کئی سال کاٹ لیں گے۔" چندن نے جواب دیا۔ "جیل میں آپ صحیح سلامت ہوں گے یہ اطمینان تو رہے گا۔ باہر تھے تو ہر رات خوف کی پرچھائیاں گھیرے رہتی تھیں۔" چندن کچھ دیر خاموشی سے جگت کا سر دباتی رہی۔ ویرو کے متعلق پوچھنے کو بھی اُس کا جی چاہتا مگر کس طرح پوچھا جائے؟ کیا پوچھا جائے؟ اسی دوران ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ جگت کے جسم کو گرم پانی سے بھیگے ہوئے تولیے سے صاف کرنے آئی تھی۔ چندن نے خود یہ خدمت انجام دینے کے لئے کہا مگر نرس نے کہا کہ یہ اس کا فرض ہے۔ نرس جگت کے جسم پر کپڑا پھیرنے لگی تو چندن کھڑی ہو کر بولی۔ "آپ یہ کام نمٹائیں۔ اُس وقت تک میں پھل لے کر آتی ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد چندن پھل کی ٹوکری لے کر اندر داخل ہوئی۔ نرس جا چکی تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی آس پاس دیکھ کر اُس نے جگت کے کان میں کچھ کہا۔ جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ پھرتی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "وہ کہاں ہے؟" جگت نے بے چینی سے پوچھا۔

"دروازے کے پاس پھلوں کی ٹوکری اُٹھا کر آیا ہے۔ میں نے اُسے اس بہانے کھڑا کر رکھا ہے کہ مزدوری کے پیسے لے کر ابھی آتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے چندن کی آواز بھرا گئی۔ وہ جگت کے شانے کو دبا کر بولی۔ "تمہیں میری قسم! واپسی کی بات نہ کرنا۔"

جگت نے لمبی سانس لی اور آنکھوں کی پتلیوں کو گردش دینے لگا پھر تکیے کے سہارے ٹک کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اُسے میری خوشخبری دینا۔ کہنا تم نے آخر تک دوستی نبھائی، مگر میں ساتھ نہ دے سکا۔"

چہرے کا پسینہ خشک کرتی ہوئی چندن تیز قدموں سے باہر چلی گئی۔ جگت آنکھیں بند کر کے سوچ میں ڈوب گیا۔ اچانک کچھ یاد کر کے اُس نے پھلوں کی ٹوکری کھولی، دو چار پھل نکالے۔ اسی لمحے اُس کے ہاتھ کسی سخت چیز سے ٹکرائے۔ اُس نے تیزی سے وہ چیز تکیے کے نیچے چھپالی اور ٹوکری چارپائی کے نیچے سرکا دی۔ چھت پر آنکھیں گاڑ کر وہ گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ اُس کے کان چندن کے قدموں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔

○

کمشنر ولیم اور ارجن سنگھ پورے زور سے کمرے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ بستر پر لیٹے سنگترے کی پھانک کھاتے جگت کو دیکھ کر اُن کے چہرے پر روشنی آ گئی۔ کمشنر نے سکون

کی سانس لی۔ چندن کھڑی ہو کر تیزی سے باہر چلی گئی۔ سرجن نے جگت کے قریب جا کر کہا۔ "صاحب ہنومان کی خبر لائے ہیں۔"

"ہنومان کیسا ہے؟" جگت نے کہنی کے بل بیٹھ کر کہا۔ مگر دونوں میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔ اُس نے پھر دُہرایا۔ "ہنومان کی طبیعت کیسی ہے؟"

"اُس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔" سرجن نے کہا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتے جگت گرجا۔

"اس کا مطلب ہے ان لوگوں نے اُسے ختم کر دیا؟"

"نہیں جگت! ہنومان پولیس چوکی سے فرار ہو گیا۔ اُس کے ساتھی اُسے اُٹھا لے گئے۔" اُسے خبر دی گئی۔

"اوہ......!" جگت نے کہا اور اُس کے چہرے کی کرختگی دور ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر خوشی کی چمک آ گئی۔

"جگت! صاحب کو ڈر تھا کہ وہ لوگ تمہیں بھی یہاں سے فرار کرا چکے ہوں گے۔" سرجن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ مگر مجھے یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔" اب ارجن سنگھ خاموش نہ رہ سکا۔

"جگت فرار نہ ہو سکے اسی غرض سے میں نے ہسپتال کے گرد پولیس کا جال بچھا دیا تھا۔

جگت کے چہرے پر نفرت انگیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "اب بھی تمہارا غرور کم نہیں ہوا ارجن؟ اپنے انتظام پر تمہیں بڑا اعتماد ہے۔" جگا کے چہرے پر نفرت بھری مسکراہٹ دوڑتی دیکھ کر ارجن سنگھ بھڑک گیا۔

"جگا! تم ابھی تک یہاں موجود ہو، یہ اس بات کا ثبوت ہے۔" اپنے چیف کی موجودگی فراموش کر کے ارجن سنگھ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اُس کی اس حرکت سے جگت کا ذہن جل اُٹھا۔ اُس کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اُس نے تکیے کے نیچے سے پستول نکال لیا۔ ولیم دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ قہقہہ لگاتے ہوئے ارجن سنگھ کا منہ کھلا رہ گیا۔ جگت کے ہاتھ میں تھامے ہوئے پستول کا نشانہ اُن کی جانب تھا۔ جگت کی اُنگلی لبلبی پر تھی۔ سرجن بھڑک اُٹھے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے جگت دانت پیس کر بولا۔

"یہ پستول کس بات کا ثبوت ہے ارجن؟"

سرجن بے چین ہو کر بولے۔ "بھئی! یہ کیا پاگل پن ہے جگت؟"

جگت نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ "سرجن صاحب! پانچ منٹ صبر کریں۔ آپ سے اپنا کیا ہوا عہد مجھے یاد ہے۔" پھر جگت نے پستول والا ہاتھ بلند کیا۔ "ولیم صاحب! آپ قطعی جلد بازی نہ کریں اور اپنا پستول نکالنے کی کوشش نہ کریں۔ مجھے ارجن سنگھ سے حساب چکانا ہے۔"

ارجن سنگھ سر تا پا لرز کر رہ گیا۔ پھر بھی چہرے پر لاپرواہی کے آثار پیدا کر کے اُس نے اپنے دائیں پیر کو حرکت دی۔ اُس کی اس حرکت پر جگت نے پستول کی نالی سے اُس کے سینے کا نشانہ لیتے ہوئے سختی سے کہا۔ "چالاکی رہنے دے...... ورنہ جان سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔" جگت کی گرجتی آواز سن کر ارجن سنگھ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ولیم صاحب اُسے تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

جگت کا یہ رُوپ دیکھ کر وہ سمجھ چکے تھے کہ ذرا سی غلطی اس ڈاکو کو طیش دلا سکتی ہے۔ سرجن بھی اس صورتِ حال سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ اُنہیں خدشہ تھا کہ اگر جگا کو مزید غصہ آ گیا تو کمرے میں لاشیں نظر آئیں گی۔

"ارجن سنگھ! تو سکھ کا بچہ ہو کر اتنا بزدل نکلا۔ تو اپنا سر اور داڑھی منڈا دے۔ سکھ کو بہادری سیکھنی چاہئے، بے ایمانی نہیں۔" جگت کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔ "میں تجھے تیری چالبازیوں کے اقرار کے لئے صرف پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ اگر تو جھوٹ بولا تو اس صورت میں میرا پستول بھی خاموش نہیں رہے گا۔" جگت کا لہجہ سرد تھا۔

ارجن سنگھ ڈھیلا پڑ گیا۔ "کس قسم کی چالبازی؟" اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"مجھے ختم کرنے اور ہنومان پر ظلم کر کے اُس کی زبان کھلوانے کی چالبازی......"

"مجھے کچھ خبر......" ارجن سنگھ کے کپکپاتے ہوئے ہونٹ رُک گئے۔ کیونکہ جگت کی سرخ آنکھیں اُسے گھور رہی تھیں۔ "مجھے ایک گلاس پانی چاہئے۔" اُس نے کمشنر کی جانب ملتجیانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"ارجن!" جگت گرج اُٹھا۔ "پانچ منٹ پورے ہونے کے بعد تو کسی کو اپنی آواز سنانے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔ جلدی بتا! پولیس چوکی میں حاضر ہونے کی صورت میں مار پیٹ کرنے کا تو نے حکم دیا تھا؟" ارجن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ "مجھے تیری زبان سے سننا ہے۔ کمشنر صاحب کو بھی سننا ہے...... جلدی زبان کھول!" جوش میں آ کر جگت نے گالی بک دی۔ جگت نے دانتوں کے درمیان زبان دبا کر سرجن صاحب سے کہا۔ "گستاخی معاف کرنا! اگر وہ نہیں بولا تو اس صورت میں مجبوراً میرے پستول کو بولنا پڑے گا۔"

"ارجن سنگھ! تمہیں جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔" کمشنر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"صاحب......" ارجن سنگھ نے روہانسے لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنی غلطی تسلیم ہے۔ میں قصوروار ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ میرے ہی حکم پر ہوا ہے۔"

"لیکن اے بزدل شخص! تو نے تو مجھ سے راستے میں کچھ اور کہا تھا کہ اس میں تیرا کوئی ہاتھ نہیں۔" کمشنر ولیم نے دانت پیس کر کہا۔

"جگت! اب پستول رکھ دو۔ سرجن نے جگا کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ جگا نے پلٹ کر ایک لمحے کے لئے سرجن کی طرف دیکھا اور بولا۔

"نہیں صاحب! ابھی دیر ہے۔ آپ کو اس شخص کی خباثت کا اندازہ نہیں۔ ابھی کچھ دیر صبر کریں۔" جگت کے ہونٹوں پر خشک سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پھر اُس نے کمشنر کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ صرف اتنا ہی سن کر اپنے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کم ظرفی سے گھبرا گئے، ابھی تو آپ کو بہت کچھ سننا ہے۔" ارجن سنگھ گھبرا گیا۔ وہ رحم طلب نظروں سے جگا کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو خدا کے لئے اسے مزید بے آبرو نہ کیا جائے۔

"سرجن صاحب! آپ پولیس چوکی پر دیر سے پہنچے اور اس کا سبب ایک خطرناک کیس تھا۔ ہے نا یہی بات؟" جگت نے دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے سرجن کی طرف دیکھا۔ سرجن

کی آنکھیں جگت کی بات سن کر حیرت سے پھیل گئیں۔ جگت اُن کے جواب کا انتظار کئے بغیر پھر بولا۔ "یقیناً میری بات سن کر آپ کو تعجب ہوا ہوگا۔ مگر یہ شخص جس کو آپ لوگوں نے چیف کا عہدہ دیا ہے کس حد تک نیچ ہے اس کا اگر ثبوت چاہئے تو خود اسی سے پوچھ لیں کہ ایک غنڈے نے اُس کے حکم پر اپنے دوسرے ساتھی کو چاقو سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔ پھر پروگرام کے مطابق اسے ہسپتال بھیج دیا گیا تاکہ آپ کو عین وقت پر مصروف رکھا جا سکے۔ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو آپ خود اس کتے سے پوچھ لیں!" جگت کے الفاظ میں حقارت تھی۔

جگت کی بات سن کر سرجن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کمشنر کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ مگر کسی کے کچھ کہنے سے پہلے جگت کی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجی۔

"مجھے تسلیم ہے میں مجرم ہوں۔ آپ مجھے میرے جرائم کی فہرست بھی سنا سکتے ہیں مگر پولیس کی خاکی وردی پہن کر طاقت کے نشے میں قانون کے ساتھ غداری کرنے والے اپنے ان ظالموں کے ظلم اور جرائم کی کوئی سزا ہے آپ کے پاس؟" ارجن سنگھ کی خاموشی اس بات کا کھلا ثبوت تھی کہ واقعی وہ مجرم ہے۔ جگت کے الفاظ نے اُس پر جیسے سکتہ سا کر دیا تھا۔ اچانک اُس کے رُخساروں پر موٹے موٹے آنسو ڈھلک آئے۔

"ارجن! رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔" کمشنر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں ابھی اور اسی وقت ملازمت سے سبکدوش کرتا ہوں۔ اپنی کمر سے بیلٹ اور پستول کھول کر مجھے دے دو۔"

جگت نے اطمینان کی سانس لی۔ اب اُس کی اُنگلی ریوالور کے ٹرائیگر سے ہٹ چکی تھی۔ اُس نے کمشنر کو مخاطب کیا۔

"صاحب! میرا پستول بھی اپنے پاس رکھ لیں۔" کمشنر ولیم نے ایک ہاتھ سے ارجن اور دوسرے ہاتھ سے جگت کا پستول لے لیا۔ "معاف کیجئے گا مجھے زبردستی کرنی پڑی۔" جگت نے ہنس کر کہا۔ "حالانکہ میرے پستول میں ایک بھی گولی نہیں تھی۔ آپ خود کھول کر دیکھ لیں!" جگت کی بات سن کر کمرے میں موجود تینوں افراد چونک پڑے۔ جگت نے اپنے لباس سے چھ گولیاں نکال کر سرجن کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ "لیجئے! میں نے آپ سے عہد کیا تھا اس لئے پستول خالی کر دی۔" جگت نے مسکرا کر کہا، پھر ارجن سنگھ کی طرف نفرت بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "ایسے بزدل دشمن کے لئے بھرے ہوئے پستول کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

ارجن سنگھ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا جیسے اُس کے جسم میں خون نہ ہو۔ سرجن جگت کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"جگا! اب مجھے یہ بتاؤ کہ یہ پستول تم تک کیسے پہنچا؟" کمشنر نے سوال کیا۔ اُن کے ذہن میں کافی دیر سے یہ سوال گردش کر رہا تھا۔

"صاحب! آپ پھر قانون کا جال پھیلا رہے ہیں۔" جگت نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر نیم دراز ہوتے ہوئے بولا۔ "جو لوگ ہنومان کو آزاد کرا سکتے ہیں کیا وہ مجھ تک پستول نہیں پہنچا سکتے؟"

جگت کی بات سن کر کمشنر کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے جنہیں دیکھ کر جگت نے کہا۔ "آپ یہی بات جاننا چاہتے ہیں کہ پستول کہاں سے آیا؟"

کمشنر نے اثبات میں سر ہلایا۔ جگت نے بستر پر بیٹھ کر عقب والی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بات بہت آسان تھی۔ جگت کی بات سن کر وہ تینوں کھڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔ "آنے والا مجھے فرار کرانا چاہتا تھا مگر میں سرجن صاحب سے عہد کر چکا تھا۔" جگت مسکرا کر بولا۔

"پھر پستول اپنے پاس رکھنے کا جرم تم نے کیوں کیا؟" کمشنر نے پوچھا۔

"آپ مجھے پھر میرے جرائم گنوانے لگے ہیں صاحب! میں فرار ہونا نہیں چاہتا تھا تو میں نے اپنے پاس پستول کیوں رکھ لیا؟ آپ مجھ سے یہی پوچھنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ پولیس نے ہنومان کو بھی نہ بخشا ہوگا اور اس پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی ہوگی۔ اگر آپ اُس کی موت کی خبر لاتے تو اس صورت میں ارجن سنگھ یہاں سے زندہ نہ لوٹتا۔" جگت نے کہا۔

"مگر تمہارا پستول تو خالی تھا۔" کمشنر نے برجستہ نہایت ذہانت سے سوال کیا۔

"یہ صحیح ہے۔" جگت نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس کا سبب یہ تھا کہ مجھے آپ کے اس قدر جلد لوٹنے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ممکن ہے عارضی طور پر اس شخص کی زندگی بچ جاتی لیکن دوسری بار جب یہ میرے پاس آتا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔"

ایسی بے لاگ اور سچی گفتگو سن کر ولیم جگا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ جگا کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ راز آج اُن کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ جگا ڈاکو لوگوں میں کیوں مقبول ہے؟ کیونکہ وہ عہد کر کے کبھی اس سے منحرف نہیں ہوتا چاہے اس طرح اس کی زندگی ہی کیوں نہ خطرے میں پڑ جائے۔ چند لمحے کے لئے کمشنر اپنے عہدے کو بھول گئے۔ اُنہوں نے آگے بڑھ کر جگا سے ہاتھ ملایا اور اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری سچائی کی قدر کرتا ہوں نوجوان!"

"شکریہ......!" جگا نے سر جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

کمشنر باہر جانے کے لئے دروازے کی جانب بڑھے، پھر دروازے کے قریب پہنچ کر وہ اچانک رُک کے جیسے اُنہیں کچھ یاد آ گیا ہو۔ وہ مُڑ کر دوبارہ جگا کے بستر کے قریب آ گئے۔

"مگر ویرو کا کیا ہوا؟ وہ کہاں ہے؟"

جگا سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کے چہرے پر فکر کی پرچھائیں سی نظر آئیں۔ "میں سمجھتا ہوں وہ عدالت میں پیش ہو گی۔" اُس نے جواب دیا پھر اپنے گلے کے تعویذ پر ہاتھ پھیر کر بولا۔ "دیکھئے کہیں آپ کے پولیس چیف نے اُس کے خلاف بھی کوئی سازش نہ کی ہو اور آپ اُس کی سلامتی کا یقین دلائیں تو اس صورت میں......"

"میں اُس کی سلامتی کا یقین دلاتا ہوں۔ میں خود اُسے لے کر آؤں گا۔" کمشنر نے جگا کی بات کاٹ کر اُسے یقین دلایا۔ جگا کمشنر کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا۔

"نہیں صاحب! آپ کو زحمت اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے آپ پر مکمل یقین اور بھروسہ ہے۔"

کمشنر ہنس دیا۔ اور پھر وہ کچھ بولے بغیر کمرے سے نکل گیا۔ اُس کے پیچھے ارجن سنگھ بھی

گردن جھکائے باہر نکل گیا۔ مگر جاتے جاتے اُس نے گردن گھما کر جگت کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں توہین کے انتقام کی چنگاری سلگ رہی تھی۔

○

بچن سنگھ ساتھیوں کے ساتھ رات کو جنگل والے اڈے پر واپس لوٹ آیا۔ اس وقت ہنومان نیم بے ہوشی میں درد سے کراہ رہا تھا۔ اُس کی گرم پیشانی پر بھیگا ہوا کپڑا بار بار رکھا جا رہا تھا۔ کرپال سنگھ کے ہاتھ بچن سنگھ کو دیکھ کر تھم گئے۔ ہوشیار سنگھ ہنومان کے چہرے پر کوئی دوا لگا رہا تھا۔

"کیوں بچن! خالی ہاتھ؟" کرپال سنگھ کی آواز سن کر ہوشیار چونکا اور ہنومان کی آنکھیں تھوڑی سی کھل گئیں۔ وہ بخار میں ہذیان بک رہا تھا۔ "جگت آ گیا؟ بچن اُسے لے کر آیا؟"

مگر بچن کا چہرہ کہہ رہا تھا کہ جگت نہیں آیا، یا پھر وہ لا نہیں سکا۔ بچن نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔ "ہنومان کی حالت کیسی ہے؟ مجھے راستے میں اطلاع ملی کہ تم لوگ بڑی صفائی سے اسے چھڑا لائے ہو۔" بچن نے ہنومان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور چونک گیا۔ "ارے اس کی پیشانی تو جل رہی ہے۔"

ہنومان بے ہوشی میں بڑبڑایا۔ "جگت! تم آ گئے؟ مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔ کتے، سالے! نالائق!" یہ کہتے ہوئے اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ اُس نے بچن کا ہاتھ تھام لیا۔ "جگت! تم بولتے کیوں نہیں؟ کیا ناراض ہو؟"

"میں بچن ہوں ہنومان!" بچن نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جگت نہیں آیا۔ شاید وہ کبھی نہیں آئے گا۔"

کرپال اور ہوشیار سن ہو گئے۔ بے ہوشی میں بھی ہنومان جیسے لرز کر رہ گیا۔ اُس کی بند آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس کے کپکپاتے ہاتھ کی مٹھیاں کس گئیں۔

"کیا اُن کتوں نے اُسے ختم......"

"نہیں نہیں ہنومان! جگت اچھا خاصا ہے۔ مگر میں اُسے لا نہیں سکا۔"

"کیا پولیس کا انتظام بہت سخت تھا جس کے سبب تم ناکام رہے؟" کرپال نے پوچھا۔

بچن کو اس سوال سے ہتک محسوس ہوئی مگر وہ کچھ نہیں بولا۔ وہ شیخوپورہ سے چلتے ہی تمام راستے پیچ و تاب کھاتا رہا تھا۔ جگت کو ہسپتال سے فرار کرانا مشکل اور خطرناک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ کام اُس نے اپنے ذمے لیا تھا۔ کرپال اور ہوشیار نے اپنی طرف سے ہنومان اور جگت کو پولیس کے قبضے سے چھڑانے کے لئے بچن سے ہاتھ ملائے تھے تو بچن کو بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس کے پرانے ساتھی پھر آپس میں ایک ہو جائیں۔ یہ ایسا ہی موقع تھا۔ اُس نے خان ڈوگرا پولیس اسٹیشن سے ہنومان کو چھڑانے کے لئے ہوشیار اور کرپال کو مقرر کیا تھا اور خود اُس نے جگت کو چھڑانے کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی۔ دونوں گروہوں کو تقریباً ایک ہی وقت میں چھاپہ مارنے کا کام کرنا تھا چاہے دو چار آدمی زخمی ہو جائیں یا جان سے چلے جائیں، اُنہیں بہرحال پولیس کو ایک سبق دینا تھا کہ ڈاکوؤں سے بے ایمانی کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ مگر بچن کو قوت آزمانے کا موقع نہیں مل سکا۔ کرپال نے سوال کر کے اُس کی مایوسی کو چھیڑ دیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہ کر

غصیلے لہجے میں بولا۔

''میں پولیس کے انتظامات کو خاک میں ملانے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرتا۔ مگر اس سے پہلے میرے دل کو ایک عورت کے آنسوؤں نے پگھلا دیا۔

''عورت؟'' کرپال چونک کر بولا۔ ''ہمیں جدا کرنے کا سبب بھی ایک عورت تھی۔ اب یہاں پھر عورت؟'' کرپال، ویرو کے متعلق کہہ رہا تھا۔ بچن سمجھ گیا۔ اُسے کرپال کی اس بات سے اختلاف تھا کیونکہ وہ بات سننے سے پہلے مداخلت کر دیتا تھا۔

''کرپال! میں چندن کور کی بات کر رہا ہوں۔ بھابھی کو پہلی بار دیکھا، کیسے حالات میں ملاقات ہوئی؟'' بچن دوپہر کے واقعات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہوا بولا۔ ''ہمارے پچیس آدمی بھیس بدل کر سرکاری ہسپتال کے اِردگرد چکر لگا رہے تھے۔ میں ہسپتال کے دروازے کی نگرانی کرتا ہوا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا اور موقع ملنے پر اندر داخل ہونے کے چکر میں تھا۔ چاروں جانب مسلح پولیس گھوم رہی تھی۔ کچھ سادہ لباس والے ہر صورت کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہسپتال کے پیچھے اپنا ایک ساتھی گھوڑا لئے تیار کھڑا تھا۔ پولیس کمشنر اور انسپکٹر اندر گئے ہوئے تھے اُن سب کے باہر نکل جانے کے بعد میرا اِرادہ آگے قدم بڑھانے کا تھا۔ اپنا ساتھی لکھن سنگھ کسی مریض کی عیادت کے بہانے اندر چکر لگا آیا تھا۔ اُس نے آ کر مجھے اندر کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد میں نے جگت کے فرار کی ترکیب سوچ لی۔'' بچن سنگھ چپ ہو گیا۔ کیونکہ ہنومان بے ہوشی میں بڑبڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا۔

''پولیس کمشنر اور انسپکٹر جیپ میں بیٹھ کر چلے گئے تو میں کھڑا ہونے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسی لمحے دو پولیس والے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ کسی کو شک نہ گزرے اسی لئے میں نے چائے منگوالی اور اخبار کے پیچھے منہ چھپا کر اُن کی باتیں سننے لگا۔ ابتدا میں کوئی مطلب کی بات نہیں ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ چائے کی رکابی ہونٹوں پر رکھ کر پہلا گھونٹ گلے سے اُتارا تو مطلب کی بات سنائی دی۔

''میں سمجھتا ہوں کہ اُسے پھانسی ہوگی۔'' ایک سپاہی نے زور دے کر کہا۔

دوسرا اُسے ڈانٹ کر بولا۔ ''اُسے ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ یہ بات ہم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ مگر اُسے پھانسی نہیں ہوگی۔ ورنہ وہ خود پولیس کے سپرد کیوں ہوتا؟''

''تم ابھی بچے ہو یار! پولیس کا کام شکاری جیسا ہوتا ہے۔ چالاک جانور گولی سے نہیں مرتا تو اس صورت میں جال پھیلا کر قابو میں کیا جاتا ہے۔''

''ہاں یہ صحیح ہے۔ وہ زندہ رہا ہے یہ اُس کی عورت کا نصیب ہے۔ نہیں تو ہسپتال کی بجائے شمشان میں ہوتا۔'' درمیان میں چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کچھ الفاظ دب جاتے تھے۔ میں اُس وقت چونک پڑا جب ایک سپاہی نے کہا۔

''اُس کی عورت کو تم نے دیکھا ہے کیسی جوان ہے۔ میری تو حالت خراب ہونے لگی۔'' پھر وہ آگے بولا۔ ''اس عمر میں بیچاری بیوہ ہو جائے گی۔'' اُسی لمحے دوسرے نے کہا۔

''دیکھو...... وہ باہر آ رہی ہے۔''

میں چونک پڑا۔ ہسپتال کے دروازے سے ایک عورت باہر نکل رہی تھی۔ چائے تھوڑی باقی تھی اُسے چھوڑ کر میں نے کاؤنٹر پر پیسے چکائے اور خاموشی سے باہر آ گیا۔ بھابھی کے موڑ پر جانے کے بعد میں نے تیزی سے قدم بڑھا دیئے۔ دل دھڑک رہا تھا۔ جگت کی بیوی سے ملنے کی جلدی کے ساتھ دل میں یہ ڈر بھی تھا کیا وہ مجھے پہچان لیں گی؟ میری بات سنیں گی؟ انجانے آدمی سے بات کریں گی؟ دوسری جانب پولیس کا خطرہ تھا۔ چندن کور پر خفیہ پولیس کی نظر رہے گی۔ کوئی ضرور ان کی حرکات نوٹ کر رہا ہوگا۔ پھر میں انجانا شخص اُن سے بات کروں تو اس صورت میں پولیس کی نظروں میں آ جانا لازمی تھا۔ پولیس کو یہ شک ضرور ہوگا کہ جگت کو فرار کیا جائے گا یا جگت خود فرار ہونے کی کوشش کرے گا ورنہ اتنے سخت انتظام کی ضرورت نہیں تھی۔ میری قمیض کے نیچے چھ بور کا پستول تھا۔ پولیس کو شک نہ ہو اس لئے ایک چونی دے کر ایک دُکان سے ٹوکرا خریدا تا کہ بغل میں ٹوکرا دبا دیکھ کر لوگ مجھے مزدور سمجھیں۔ چندن بھابھی نے سبزی مارکیٹ کے قریب چال سست کر لی۔ میں سوچ رہا تھا وہ خریداری کے لئے جا رہی ہیں، لہٰذا میرے بھی قدم سست پڑنے لگے۔ اُسی لمحے کسی کی آواز سنائی دی۔ ''اے ٹوکرے والے!'' میں بھڑک گیا۔ گردن گھما کر دیکھا، آواز دینے والا سپاہی نہیں تھا بلکہ وہ کوئی بیوپاری دکھائی دیتا تھا کیونکہ اُس کے پاس زمین پر کپڑے کا چھوٹا سا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ وہ بنڈل کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ ''اسے اُٹھا کر ساتھ چلو! دو پیسے ملیں گے۔'' یہ عجیب سی کشمکش والی بات تھی۔ مزدور کی اداکاری ضروری تھی۔ نفرت بھری نظروں سے دیکھ کر میں نے کہا۔ ''دو پیسے میں اتنا وزن؟ سیٹھ! تم خود ہی اُٹھا لو، پیسے بچیں گے۔''

اُسے غصہ آ گیا۔ ''میرے بیٹے! کرتے ہیں مزدوری اور مزاج نوابوں کا ہے۔'' جی چاہا اُسے چانٹا مار دوں مگر ایسا کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں سنی ان سنی کر کے آگے بڑھ گیا۔ چندن بھابھی فروٹ والے کی دُکان پر کھڑی ہو کر پھلوں کے بھاؤ پوچھنے لگیں۔ اُن سے کچھ دُور شانے پر ٹوکرا رکھ کر میں کھڑا ہو گیا مارکیٹ کے دو مزدور میری جانب کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کی نظریں کہہ رہی تھیں یہ باہر کا آدمی اپنی روزی چھیننے کے لئے کہاں سے آ گیا؟ آنکھیں پھیلا کر مجھے ڈرانے والے انداز میں ایک مزدور میری جانب بڑھا۔ جھگڑا ہونے کا امکان تھا مگر اس نازک موقع پر قوت آزمانا درست نہیں تھا۔ چندن کور کی جانب اشارہ کر کے میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اُن کے ساتھ ہوں۔'' دُکاندار پھل تول رہا تھا۔ میں نے ٹوکرا اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''اس میں ڈال دو!'' چندن کور چونک پڑیں۔ ''مجھے مزدور کی ضرورت نہیں ہے۔'' اُنہوں نے کہا۔ بڑی نازک صورت تھی۔ میں نے ہمت کر کے کہا۔ ''میں مزدور نہیں ہوں۔ مجھے نہیں پہچانا بھابھی؟'' وہ غور سے میری صورت دیکھنے لگیں۔ اُلجھن بڑھ رہی تھی۔ میں نے مزید کہا۔ ''مجھے بھول گئیں؟ میں ہنومان کا بھائی بچن ہوں۔'' آخری الفاظ میں نے سرگوشی میں ادا کئے تھے۔ شاید بچن کے نام سے وہ مجھے پہچان نہ سکیں لہٰذا ہنومان کا نام استعمال کیا۔ ان الفاظ کا فوری اثر ہوا۔ وہ مجھے پہچان گئیں مگر میں اُنہیں اُلجھن میں دیکھ رہا تھا کیونکہ اُن کے چہرے پر گھبراہٹ کے اثرات اُبھر آئے تھے۔ دُکاندار سے اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لئے اُنہوں نے جلدی سے پھل تلوائے، مجھے بھی اپنا کام جلدی نمٹانا تھا۔ میں نے کہا۔ ''ہسپتال تک پھل پہنچا دوں گا۔'' پھر مزید کہا۔

"میرے بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟" اُنہوں نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہیں۔" مجھے اطمینان ہو گیا۔ "ڈاکٹر نے خوراک کے لئے منع کیا ہے اس لئے پھل لینے آئی ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ دوسرے پھل دیکھتے ہوئے بولیں۔ "مگر آپ......؟" جواب دینے سے پیشتر میں نے دُکاندار کی جانب دیکھا۔ "ارے بھائی! اتنے بہت سارے پھل لئے، پھر کیا ٹوکری نہیں دو گے؟" میں نے کہا۔ وہ منہ بگاڑ کر ٹوکری تلاش کرنے لگا۔ اتنی دیر میں چندن بھابھی سے میں نے کہا۔ "میں تین گھنٹے سے چکر لگا رہا ہوں۔ میرے ساتھ بیس آدمی ہیں۔" چندن بھابھی کچھ بوکھلا گئیں۔ اُن کے چہرے پر خوف جھلکنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہیں۔ اس دوران ٹوکری میں پھل رکھ کر اپنے سر پر اُٹھاتے ہوئے میں نے چندن بھابھی کی جانب دیکھا۔ "چلئے......اب ہم چلیں۔"

ہجوم سے باہر نکلتے ہی ہم ہسپتال کی جانب بڑھنے لگے۔ "یہ ٹوکری رکھنے کے بہانے میں اندر آتا ہوں۔ سب تیاری مکمل ہے۔ کسی کو اطلاع ہونے سے پیشتر ہم اُنہیں نکال لے جائیں گے۔" میں نے بھابھی سے کہا۔ اُن کے قدم رُک گئے۔ میرے سامنے اُنہوں نے درد بھری نظروں سے دیکھا۔ اُن کی لرزتی ہوئی پلکوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ابھی رو دیں گی۔ "کیوں لے جا رہے ہو اُنہیں؟" وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔ "وہ لوگ اُنہیں زندہ نہیں رہنے دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ ہم لوگ اس طرح سرگوشیاں کر رہے تھے کہ کسی کو شک نہ گزرے۔ "ظلم سے وہ بچ گئے مگر قانون کے ہاتھ اُنہیں پھانسی کے پھندے تک دھکیل دیں گے بھابھی! اُنہیں پھنسانے کے لئے یہ جال بچھایا گیا ہے۔" مگر اُن کا جواب سن کر میں سن ہو گیا۔ میری جانب دیکھے بغیر وہ بولیں۔ "وہ زندہ رہے، یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے بچھائے ہوئے جال کو اُوپر والا آسانی سے کاٹ دیتا ہے۔ یہ سوال انسان کے تجربے یا بہادری کا نہیں بلکہ قدرت کی دی ہوئی زندگی کا ہے بچن بھائی!" بھابھی کی آواز بھاری تھی۔ راستہ کٹ چکا تھا۔ بحث کرنے کا موقع نہیں تھا پھر بھی مجھے کہنا پڑا۔ "بھابھی! ایسی زندگی سے کیا فائدہ؟ آدمی زندہ تو رہے مگر ساری زندگی جیل میں گزارنی پڑے۔" وہ کچھ خاموش رہیں، پھر ایک گلی میں مُڑتے ہوئے میری جانب دیکھا۔ "زندگی کا کیا کرنا چاہئے اس کا فیصلہ زندگی دینے والے پر چھوڑ دیں۔" بھابھی نے کہا۔ اُن کے لہجے میں التجا تھی۔ "کیا ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جائیں؟" میں نے پُرجوش لہجے میں پوچھا۔ میرے اس سوال پر اُن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ وہ دوپٹے کے پلو سے آنکھیں خشک کرنے لگیں۔ "آج پہلی بار ہم گھر کے لوگوں کو سکھ کی اُمید بندھی ہے۔ پانچ سات سال بعد وہ گھر آئیں گے، اس خیال سے ہمارے دل ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ چھین لینا چاہتے ہیں تو آپ اُنہیں لے جا سکتے ہیں۔" بھابھی کی آواز میں عاجزی تھی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے میرے جسم سے کسی نے ساری طاقت چھین لی ہو۔ جگت میری خاطر اُچلا کو اُس کے شوہر سے چھین کر اغوا کرنے گیا تھا تو اُس نے بھی جگت کو خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا۔ اب میرے پاس صرف ایک راستہ تھا اس سے پہلے کہ ختم ہو جائے اور ہسپتال نظر آنے لگے مجھے وہ کام کرنا تھا۔ "آپ آگے بڑھیں! میں ٹوکرے کی ڈوری مضبوط باندھ کر آتا ہوں۔" میں نے کہا۔ وہ آگے بڑھنے لگیں۔ میں نے ایک کونے میں جا کر ٹوکرا کھولا، لباس کے نیچے چھپا ہوا پستول پھلوں کے درمیان رکھ دیا، پھر اُوپر کچھ پھل رکھ کر ڈوری مضبوط کرنے

کے بعد جلدی سے ٹوکرا سر پر اُٹھا کر اُن کے ساتھ ہو گیا۔ "اب آخری بات......آپ ایک بار اُنہیں اطلاع دے دیں کہ ہم یہاں آ چکے ہیں۔ اس کا جواب ملنے کے بعد میں چپ چاپ لوٹ جاؤں گا۔" پھر مزید کہا۔ "ان پھلوں میں ایک چیز میں نے رکھ دی ہے۔ اُن سے کہنا سنبھال لیں۔" میں نے بھابھی کو سمجھایا۔ بھابھی نے انکار کرنا چاہا مگر میں نے اُنہیں روک دیا۔ "اب، زیادہ گفتگو کریں گی تو سادہ لباس والوں کو شک ہو جائے گا اور میں گھیر لیا جاؤں گا۔ میرے پاس حفاظت کے لئے بھی اب کچھ نہیں ہے۔" میں نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ ہسپتال کے دروازے پر بھابھی نے ٹوکرا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ "تم ٹھہرو! میں کھلے پیسے لے کر آتی ہوں۔" اُنہوں نے کہا اور تیز قدموں سے اندر چلی گئیں۔ گیٹ پر موجود دو سادہ لباس والے مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں بڑبڑایا۔ "یہاں تک بوجھ لانے کے صرف اتنے پیسے اور اس کے لئے وقت ضائع کرنا۔" ان چند لمحوں میں بہت سی نظریں مجھے گھیرنے لگیں۔ پولیس کے درمیان میں اکیلا اور غیر مسلح تھا۔ دو تین ساتھی دُور کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے شاید وہ میرے اشارے کے انتظار میں چوکنے کھڑے ہوئے تھے۔ کسی بھی لمحے صورتِ حال بگڑ سکتی تھی۔ مگر چندن بھابھی ہانپتی ہوئی میرے پاس آئیں اور میری ہتھیلی پر دو بڑے پیسے رکھ کر بولیں۔ "جا خوش ہو جا! ایک کی بجائے دو پیسے دیئے ہیں۔" "جا" لفظ کہتے ہوئے اُن کے چہرے پر مسرت جھلک رہی تھی اور وہی لفظ میرے دل میں کھٹک رہا تھا۔ پھر بھی میں نے مسکرا کر اور ہاتھ پیشانی تک لے جا کر دُعا دی۔ "بھگوان تمہارے مریض کو جلد اچھا کر دے بہن!" بس پھر میں چلا آیا۔ پیچھے مُڑ کر دیکھے بغیر بوجھل قدموں سے چلتا ہوا۔"...... بچن سے پوری تفصیل سن کر سب پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ کرپال اور ہوشیار بچن کی صورت دیکھ رہے تھے۔ ہنومان اب سو چکا تھا۔ کرپال خیالات سے چونک کر بولا۔

"مگر یہ بھی ممکن ہے کہ جگت پستول کا استعمال کر کے فرار ہو جائے۔"

بچن نے سرد آہ بھری۔ "وہ فرار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کے پیر حرکت نہیں کر سکتے۔" بچن نے جواب دیا۔

"پھر پستول کا کیا استعمال ہو گا؟" ہوشیار نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" کرپال نے جواب دیا۔

بچن نے محسوس کیا کہ وہ دونوں مغرور ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ میل ممکن نہیں۔ اُس نے فوراً بات گھمائی۔ "کرپال، ہوشیار! عین موقع پر آپ لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا اس کے لئے اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو میں احسان مند ہوں۔ ہنومان بچ گیا، اس کے لئے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔"

"مگر اب بھی اس کی جان کو خطرہ ہے۔" کرپال نے کہا۔

"اسے میں دیکھ لوں گا۔ صبح تک کسی ڈاکٹر کو پکڑ لاؤں گا۔ دوا لگوا لوں گا۔" بچن نے نرم لہجے میں کہا۔ کرپال اور ہوشیار کے جانے کے بعد بچن سوچنے لگا، جگت واپس لوٹ آتا تو ممکن تھا سب ایک ہو جاتے۔

○

دوسرے دن شیخوپورہ کی عدالت میں ناتا نے ویرو کو پیش کیا تو پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔

مجسٹریٹ نے ویرو کی درخواست کو غور سے پڑھنے کے بعد مجرم کے کٹہرے میں کھڑی ہوئی ویرو کی جانب دیکھا۔ ویرو نے سر جھکا لیا۔

"بہن! کیا یہ درخواست تم نے پڑھی ہے؟"

"نہیں صاحب! میں نے لکھائی ہے۔"

"انگریزی میں لکھوائی ہے؟"

"جی ہاں حضور...... آپ جلدی سمجھ سکیں اس لئے۔"

مجسٹریٹ کو عورت چالاک نظر آئی۔ پھر بھی اُنہوں نے یقین کرنے کی خاطر سوال کیا۔ "یہ درخواست تم نے اپنی خوشی سے لکھوائی ہے؟ یا پھر کسی نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے اور تم سے دستخط کرائے ہیں؟"

"حضور! جو کچھ لکھا ہے، میری مرضی کے مطابق ہے۔" ویرو کو کرچین ڈاکٹر نے سمجھا دیا تھا کہ عدالت میں مختصر جواب دینے چاہئیں۔ مجسٹریٹ نے پنجابی میں درخواست پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ کارکن فوراً درخواست کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے لگا۔

شوہر کے ظلم سے تنگ آ کر گھر چھوڑ گئی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً خودکشی کر لیتی۔" عدالت میں موجود لوگ گہری نظروں سے ویرو کو دیکھنے لگے۔ مگر اُن کے لئے مزید حیرت آگے موجود تھی۔

"حضور والا کے گرد مزید یہ عرض کرتی ہوں کہ میں اپنی مرضی سے ڈاکوؤں کے ساتھ رہی ہوں۔ اُنہوں نے میرے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا مگر میرے گھر میں شریف کہے جانے والے میرے رشتے داروں نے مجھ پر ظلم کیا۔"

اس لمحے ویرو نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ عدالت میں ہلکا سا شور بلند ہوا۔ مجسٹریٹ نے لکڑی کا ہتھوڑا میز پر مار کر آرڈر، آرڈر کہا اور ہال میں سناٹا پھیل گیا۔

"مجھے حضور والا سے کہنا ہے کہ گھر چھوڑ کر جانے اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہنے کی سزا دینا چاہیں تو مجھے اختلاف نہیں مگر اس وقت تک پولیس اور میرے شوہر کی دخل اندازی سے میری حفاظت کی جائے۔"

مجسٹریٹ اُلجھن میں پڑ گئے۔ ایسا عجیب کیس اُن کے پاس پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اُنہوں نے شام تک کسی فیصلے پر پہنچنے کی خاطر ویرو کے شوہر اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ویرو کے باپ کو بھی بلایا گیا۔ ویرو شام تک عدالت کی بنچ پر بیٹھی رہی۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے مقدمہ تیار کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ لہٰذا مجسٹریٹ نے ویرو کو ایک مہر زر کی ضمانت پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ موہن سنگھ اور ویرو کے باپ کے سر جھک گئے۔ ایک وکیل نے کھڑے ہو کر کہا۔ "ویرو کا شوہر ضمانت دینا چاہتا ہے۔" ویرو چونکی۔ اُس نے کن انکھیوں سے اپنے شوہر کی جانب دیکھا، پھر بولی۔

"حضور والا! میں اپنے شوہر کے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔"

"ضمانت پر چھوٹنے کے بعد تم جہاں جی چاہے جا سکتی ہو۔ مگر جب کیس شروع ہو، عدالت میں حاضر کرنے کی ذمہ داری ضمانت دینے والے پر ہوگی۔"

ویرو سوچ میں ڈوب گئی۔ موہن سنگھ نے اپنے وکیل کے کان میں کچھ کہا۔

"صاحب! خاتون اپنے والد کے گھر جا سکتی ہیں۔" مجسٹریٹ نے ویرو کی سمت دیکھا۔ ویرو اپنے باپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کی آنکھوں سے اُس کے ذہن کو پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ کچھ دیر سوچ کر بولی۔

"حضور! مجھے منظور ہے۔ میں اپنے والد کے گھر جانے کو راضی ہوں۔"

بیس دن بعد عدالت میں ویرو حاضر ہوئی۔ اُس کے خلاف کوئی مقدمہ تیار نہیں کیا گیا تھا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ نے کہا کہ ویرو کا ڈاکوؤں کے ساتھ جرم میں شراکت کے متعلق ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ موہن سنگھ نے عدالت سے کہا۔ "جو عورت ڈاکوؤں کے ساتھ رہ کر خراب ہو چکی ہے اُس کی پرچھائیں بھی میں اپنے گھر میں پسند نہیں کرتا۔"

مجسٹریٹ کو موہن سنگھ کی بات پر تعجب ہوا، پھر اُس نے اپنی بیوی کو ضمانت پر رہا کیوں کرایا؟ ویرو بھی شوہر کی اس عجیب سی بات پر اُلجھن میں پڑ گئی۔ عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔

"ویرو پر کسی قسم کا جرم نہیں ہے۔ لہٰذا وہ آزاد ہے اور جہاں چاہے جا سکتی ہے۔"

ویرو کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی، جہاں مجھے جانا ہے وہاں کون جانے دے گا؟ باپ نے ان بیس دنوں کے درمیان طعنے دے دے کر اُس کا ذہن اُلٹ دیا تھا۔ اس کے لئے دو ہی راستے تھے۔ ایک جیل، دوسرا گھر۔ مگر جیل کے دروازے نہیں کھلے اور جگت کے گھر کے دروازے؟ فی الحال تو وہ بھی بند تھے جب تک کہ جگت آزاد نہ کر دیا جائے۔

○

پولیس چیف ارجن سنگھ کو برطرف کرنے سے پیشتر چھٹی پر بھیج دیا گیا۔ اُس کی جگہ مضبوط ہاتھ پیر والے پٹھان دلاور خان کا تقرر کیا گیا۔ لمبا قد، بھرا ہوا جسم اور بڑی بڑی آنکھوں والا دلاور خان پولیس کمشنر کا خاص آدمی تھا۔ توڑ پھوڑ کر کے انڈر گراؤنڈ چلے جانے والے انقلابیوں کو کچلنے کے سلسلے میں دلاور خان نے اہم کردار ادا کیا گیا۔ بھگت سنگھ کو پھانسی دینے کے بعد انقلابیوں کی مہم سرد ہو گئی تھی۔ اسی لئے کمشنر صاحب کی مہربانی سے دلاور خان کو شیخوپورہ کے پولیس چیف کا عہدہ ملا۔ جس جس پولیس چوکی میں جگت پر ظلم کئے گئے اُن چوکیوں کے صوبیداروں کے عہدے کم کر دیئے گئے۔ اُن کا تبادلہ چھوٹے دیہاتوں میں کر دیا گیا۔ ایک دن کے قیام کے دوران یہ سب کام نمٹانے کے بعد لاہور واپس لوٹتے ہوئے کمشنر ولیم، سرجن صاحب کے ساتھ رات گئے تک بیٹھے رہے۔ جگت کے ماضی سے واقف ہونے کے بعد اس علاقے سے کمشنر کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔

"پھر بھی سرجن! اُس کے نام پر جو قتل و غارت، ڈاکے اور لوٹ مار ہوئی ہے وہ کچھ کم نہیں ہے۔" وہسکی کا گھونٹ حلق سے اُتارتے ہوئے پولیس کمشنر نے کہا۔ "چار چھ دن میں عدالت میں کیس داخل کرنا ضروری ہے۔"

سرجن صاحب تشدد کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا تشدد کے ذریعے کسی شخص کو راہِ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ غیر قانونی تشدد کرنے والے مجرموں پر انصاف کے نام پر تشدد کرنے کا طریقہ اُنہیں اچھا محسوس نہیں ہوا۔ سگار کے دھوئیں کو ہوا میں منتشر کرتے ہوئے وہ کمشنر

کی جانب دیکھنے لگے۔

"قانون ہاتھ میں لینے والا مجرم جب قانون کے جال میں پھنس جاتا ہے تو اُس سے انتقام لیا جاتا ہے یہ بات ہم بہت عرصے سے محسوس کر رہے ہیں۔" سرجن نے کہا۔

"مگر مجرم کو سزا نہ ملے تو ہر شخص جرم کی جانب راغب ہو جائے گا۔ یہ آپ کیوں بھول رہے ہیں سرجن؟" کمشنر نے مسکرا کر کہا۔

"سزا پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سرجن نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر سزا ملنے سے انسان کو راہِ راست پر آ جانا چاہئے۔ تشدد پر کمر باندھنے والے انسان کو اچھا شہری بنانا انصاف دینے والوں کا فرض ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ بھی تسلیم کریں گے کمشنر صاحب!"

"صرف میرے قبول کرنے سے سب کچھ بدل نہیں سکتا۔ یہ میں سمجھ رہا ہوں۔ اگر آپ بیچ میں نہ پڑتے تو اس صورت میں خطرناک جگا ڈاکو زندہ پولیس کے ہاتھ کبھی نہ آتا۔ پولیس نے اُس کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے، وہ غلط تھا لیکن......" سرجن، کمشنر کی بات غور سے سن رہے تھے۔ "لیکن" کے لفظ پر کمشنر رُک گئے۔ سرجن نے کمشنر کو تیز نظروں سے گھورا مگر کچھ نہیں بولے۔

"ہمیں تو اب اُسے انصاف کے حوالے کرنا ہوگا۔ اُس کے خلاف قتل کے چار مقدمات درج ہیں اُنہیں نہیں بھلایا جا سکتا۔"

سرجن کی بھنویں تن گئیں۔ ہونٹوں کے درمیان دبا ہوا سگار گرنے کی حد تک لٹکنے لگا۔ اس کی راکھ سرجن نے جلدی سے ایش ٹرے میں جھاڑی۔ "پھر پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے دلائی گئی یقین دہانی؟ کیس کمزور کر کے سزا دلانے کی ضمانت کا کیا ہوگا؟ میرے درمیان میں آنے کا مطلب کیا ہوا؟" سرجن صاحب نے کہا۔

"بس یہی غلط ہو گیا ہے۔" اپنے گلاس میں وہسکی اُنڈیلتے ہوئے کمشنر کہنے لگا۔ "ارجن سنگھ دراصل ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے تو کسی بہانے اپنے راستے کا کانٹا دور کرنا تھا۔"

"ارجن سنگھ کا ذکر کر کے ہمیں آج کی شام کا لطف غارت نہیں کرنا چاہئے۔" سرجن نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر مجھے عدالت کی کارروائی میں دخل دینا ہوگا۔" ولیم بڑبڑایا۔

"میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے۔ مگر میں آپ سے انصاف کا طالب ہوں۔" اب سرجن خاص نکتے پر آ گیا۔ "مجھے یہ انصاف قانون کی کتابوں سے نہیں چاہئے، ایک انسان کے دل سے چاہئے۔" کمشنر اُس انسانیت دوست ڈاکٹر کی باتیں سننے لگا۔ "آپ کی پولیس نے بہادری کا مظاہرہ کر کے جگا کو گرفتار کیا ہوتا تو رحم کا سوال ہی نہیں تھا۔ مگر وہ خود آپ کے پاس آیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نہ جانے ابھی اُس کے ہاتھوں کتنے لوگ مرتے اور اُسے گرفتار کرنے کے چکر میں آپ کے کتنے آدمی اپنی جانیں گنواتے؟ ان سب خطروں سے ہم بچ گئے۔ اس کے بدلے میں اسے بچا لینا ہی صحیح انصاف ہوگا۔"

ولیم صاحب نے اُوپر تلے تین گھونٹ حلق کے نیچے اُتار لئے۔ "تمہاری بات میرے دل کو لگتی ہے۔ کل ہسپتال میں ہاتھ میں پستول ہونے کے باوجود اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا۔ یہ بات

ثابت کرتی ہے کہ وہ دلیر جوان ہے۔" کمشنر نے جواب دیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "نہیں نہیں...... قانون کو اس طرح جامد نہیں ہونا چاہئے۔" سرجن کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "عدالت میں کیس چلنے دو۔ میں گورنر صاحب کو اس سلسلے میں سمجھاؤں گا۔ اگلے ماہ اُن سے ملاقات ہوگی۔" کمشنر نے مضبوط لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور کھڑا ہو گیا۔

"ویری کائنڈ آف یو کمشنر......!" سرجن نے ولیم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "حضور والا! گورنر کی خدمت میں میری طرف سے بھی عرض کیجئے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی بات ٹھکرائیں گے نہیں۔" کمشنر مسکرا دیا۔

اس کے بعد کمشنر باہر کی جانب بڑھا۔ سرجن اُسے گیٹ تک چھوڑنے گئے۔ دونوں نے ایک بار پھر گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ انجن کے شور کے ساتھ جیپ سٹارٹ ہوئی اور پھر دوڑنے لگی۔ سرجن جاتی ہوئی جیپ کی سرخ بتی کو دیکھنے لگے۔ مگر شاید دونوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ قدرت کے کھیل نیارے ہوتے ہیں اور یہ ان کی آخری ملاقات ہے......!

OOO

عدالت میں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ باہر بھی اژدہام تھا۔ مسلح پولیس کا سخت پہرہ لگا ہوا تھا۔ صرف شیخوپورہ کے ہی نہیں بلکہ اطراف کے دیہاتوں سے بھی لوگ جگا ڈاکو کو دیکھنے آئے تھے۔
''جگا ڈاکو پولیس کے حوالے ہوا ہے۔'' یہ خبر اخبارات میں شہ سرخیوں میں چھپی تھی۔ اس خبر سے پورے پنجاب میں ہلچل مچ گئی۔ بہت سے لوگ یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ زمینداروں، ساہوکاروں اور سرمایہ داروں نے اطمینان کی سانس لی مگر انہیں بھی پورا یقین نہیں تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ضرور اس میں ڈاکوؤں کی کوئی چال ہے کیونکہ اُس کی پارٹی اب بھی ڈاکے ڈال رہی تھی۔ جگا کسی وجہ کے بغیر اکیلا اپنے آپ کو پولیس کے سپرد کرنے سے رہا۔ جگا ڈاکو کا نام احترام سے لینے والے لوگ بھی اس واقعے کو پُراسرار سمجھ رہے تھے۔ طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔
بہت سے لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ویرو نے اُس کا ذہن پلٹ دیا ہے۔ کوئی یہ بھی کہہ رہا تھا جگا اپنے شاگردوں سے لڑ کر پولیس کے حوالے ہوا ہے۔ پولیس اُس سے تنگ ہو گئی تھی لہٰذا اُسے معافی کا بہانہ کر کے اپنے جال میں پھنسا لیا۔ باقی کیس وغیرہ سب دکھاوا ہے۔
عدالت کے ہال میں داخلے کے لئے خاص اجازت لینی ضروری تھی۔ جن لوگوں کا کیس سے کوئی تعلق نہ تھا وہ بھی اس ہال میں نظر آ رہے تھے۔ بہت ساری عورتیں بھی ہال میں موجود تھیں۔ عدالت میں عورتوں کی اتنی بڑی حاضری کا یہ پہلا موقع تھا۔ ہر آنکھ میں تجسس جھلک رہا تھا، دیکھتے جگا کیسا دکھائی دیتا ہے؟ ہر دل میں جگا کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ سینکڑوں آنکھیں پھیل گئیں جب پولیس وین میں سے ایک جوان پیروں میں بیڑیاں ہونے کے باوجود کودا۔ بیڑیوں کی کھنکھناہٹ سے ماحول میں سناٹا چھا گیا۔ ہر زبان پر ایک ہی لفظ تھا..... ''جگا۔''
سب کے ذہنوں میں ڈاکو کی جو تصویر تھی اُس کے مطابق جگا کو بھرے ہوئے قد اور خوفناک چہرے، سرخ آنکھوں اور بڑی بڑی مونچھوں والا خوفناک انسان ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہ تو اس سے مختلف حسین اور خوبرو لڑکا تھا۔ کیا اس نے سارے پنجاب کو دہلایا تھا؟ پولیس کو جس نے دو سال تک ناکوں چنے چبوائے تھے، یہ وہی جگا ڈاکو ہے؟ ہر ذہن یہی سوچ رہا تھا۔ مگر اس کے متعلق جو کچھ سنا تھا، اسے دیکھ کر سچ دکھائی دینے لگا۔ کتنی شرافت ہے اس کی رفتار میں۔ معصوم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ سب کو کیسا دیکھ رہا ہے؟ اسے مسلح پولیس کی پرواہ نہیں۔ نہ عدالت میں ہونے والی سزا کا خوف ہے۔
نیا پولیس چیف دلاور خان وین کے اگلے دروازے سے باہر آیا۔ جگت اُن کے عقب میں عدالت کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ بیڑیاں ایک مخصوص آہنگ کے ساتھ بجنے لگیں۔
جگت کو جاتے دیکھ کر بچن کی آنکھیں بھر آئیں۔ اُس کے منہ سے آہ نکلی۔ ہتھکڑی اور بیڑی کی زنجیر میں جکڑے ہوئے جگت کو دیکھ کر اُس کا خون گرم ہوگیا۔ ''اُس دن اگر چندن بھابھی درمیان میں نہ آ جاتیں تو اپنے دوست کا یہ حال نہ ہونے دیتا۔ کسے پتہ اب وہ کب ان زنجیروں سے چھٹکارا پائے گا؟ نہیں نہیں یہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔'' وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ ''میں موقع ملنے پر اسے ہتھکڑی اور بیڑی سمیت اُٹھا لے جاؤں گا۔ اگر نہیں مانے گا تو بے ہوش کر کے لے جاؤں گا۔ چاہے کوئی مداخلت کرے، مجھے اس کی پرواہ نہیں۔'' بچن کی آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔
عدالت ہال میں ہلکا سا شور بلند ہوا اور خاموشی چھا گئی۔ بڑے گھر کی عورتیں جگا کو دیکھ کر ایک دوسرے سے دُکھ بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ ''ارے یہ تو بالکل نوجوان ہے۔ کیا اس نے قتل کئے ہوں گے؟ دن دیہاڑے ڈاکے ڈال کر ساہوکاروں کی تجوریاں خالی کرنے والا یہی جگا ہے؟''
مجسٹریٹ، ہال میں داخل ہوا۔ سب نے کھڑے ہو کر اُس کا احترام کیا۔ بھری ہوئی عدالت میں ایک نظر ڈال کر اُس کی نظریں مجرم پر جم گئیں۔ وہ بھی آج صبح سے ایسے خطرناک مجرم کو دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ جگت اُس کی جانب دیکھ کر صرف مسکرا دیا۔ اُس نے نہ تو سلام کیا، نہ ہی اپنا سر جھکایا۔ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے جگت نے پہلی بار عدالت میں موجود لوگوں کو دیکھا۔ پہلی بنچ پر نانا، باپو، ماما ہزارہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ مگر دوسری جانب ویرو کے شوہر موہن سنگھ کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ موہن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ الزامات پڑھ کر سنائے جانے لگے۔
''جگت سنگھ عرف جگا ڈاکو ولد سوہن سنگھ قوم جاٹ رہائش رتیا گاؤں عمر اکیس سال۔ تین سال پہلے پڑوس میں رہائش پذیر موہن کے بھائی کو قتل کر کے فرار ہو گیا اور زور آور سنگھ کا نقلی نام اختیار کر کے فوج میں شامل ہوا۔ رائفل کی ٹریننگ حاصل کر کے تین فوجی ساتھیوں کے ساتھ فوجی جیپ میں فرار ہوا۔ اپنے گاؤں آ کر آدھی رات کو گھپ اندھیرے میں چھت پر سوئے ہوئے موہن سنگھ کے دو بھائیوں اور بھتیجے کو گولی مار دی۔ اس کے بعد باقاعدہ قانون شکنی کی راہ اختیار کر لی۔''
سب لوگ غور سے ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔ ہر ایک کی آنکھیں جگت کے چہرے پر اُبھرنے والے تاثرات تلاش کر رہی تھیں مگر انہیں جگت کے چہرے پر لاپرواہی کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ان سب باتوں کے لئے تیار ہو کر کٹہرے میں کھڑا ہوا تھا۔ پُرسکون اور لاپرواہ۔ پھر سرکاری وکیل نے اُس کے ڈاکوں کا حوالہ دینا شروع کیا۔ اُس کے ڈالے ہوئے ڈاکوں کی تفصیل بتانی شروع کی اور لٹے ہوئے مال کی رقم بتائی جانے لگی۔ پولیس کے ساتھ جھڑپوں کی تفصیل بتائی گئی۔ اور پولیس کے مطابق اُس کے ہاتھوں کئے گئے قتل کی تفصیل بتائی گئی تو اُس وقت جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جگا کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ اُس کے ہونٹ بھنچ گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ کٹہرے پر اُس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ سوالیہ نظروں سے اُس نے وکیل صفائی کی جانب دیکھا۔ اُسے نظر سے ہی جواب دیا گیا۔ ''مشتعل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے بعد جگت نے پہلے کی طرح چہرے پر لاپرواہی طاری کر لی۔

اس کے بعد ثبوت پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ وکیل صفائی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مجسٹریٹ نے ایک ہفتے کی تاریخ دی۔ کٹہرے سے ہٹ کر باہر جانے سے پہلے جگت نے نانا کی جانب ایک بار دیکھا۔ اُن کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ نانا جگت سے آنکھیں چار نہ کر سکے۔

عدالت سے نانا سیدھے سرکاری اسپتال پہنچے۔ سرجن سے ملاقات کے لئے اُنہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑا۔ جگت کو تو جیل میں رکھا جا رہا تھا۔

''مجھے یقین تھا کہ آپ آئیں گے۔ کیا عدالت میں کیس شروع ہو گیا؟'' سرجن نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اُنہوں نے نانا کا سرخ چہرہ دیکھ لیا تھا۔ پھر بھی لاپرواہی کے اظہار کے طور پر سگار جلانے لگے۔

''صاحب! اُنہوں نے سب الزامات جگت کے سر رکھے ہیں۔'' نانا ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے۔ مگر وہ زیادہ دیر ضبط نہ کر سکے۔ ''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ پولیس ڈبل چال چل رہی ہے۔ ہمیں اندھیرے میں رکھ کر وہ اپنا کام کر گزریں گے۔''

''آپ جگت پر لگائے ہوئے الزامات سن کر مشتعل ہو گئے ہیں شاید۔'' سرجن سگار کا دھواں فضا میں بکھیرتے ہوئے بولے۔ ''مگر اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟'' نانا نے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''مطلب یہ کہ تمہارے نواسے کے کارنامے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ پولیس آفس میں اور اخبارات کے صفحوں پر اس کے علاوہ لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے جرائم کو اس طرح چھپانا ممکن نہیں ہو سکتا۔'' سرجن نے اُنہیں سمجھایا۔

''میں سمجھا نہیں صاحب..... جب پولیس یہ الزامات لگا چکی ہے تو سزا کیسے کم ہو گی؟''

''الزام لگانا تو آسان ہے مگر انہیں ثابت کرنا بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ پھر گواہوں کی موجودگی بھی ضروری ہوتی ہے۔ قانون اندازوں کو نہیں مانتا بلکہ اُسے ثبوت چاہئیں۔''

پھر بھی نانا خاموش رہے۔ اُنہیں اس بات سے تسلی نہیں ہوئی۔ سرجن نے مزید کہا۔ ''ہمارے وکیل کو مخالف پارٹی کے کمزور پوائنٹ حاصل کر کے صفائی پیش کرنا ضروری ہے۔''

''اس کے باوجود پولیس کے پاس طاقت، دولت اور اثر سب کچھ ہے۔ شاید فیصلہ ہمارے خلاف ہو جائے......'' نانا جملہ پورا نہیں کر سکے اور اُن کا جسم انجانے خوف سے لرز گیا۔

''اس کے لئے انتظام کیا جا چکا ہے۔'' سرجن نے کہا۔ پھر اِرد گرد نظریں گھما کر بولے۔ ''بات دل میں رکھنا..... پولیس کمشنر بذاتِ خود گورنر صاحب کو اس سلسلے میں سمجھائیں گے۔ پھر کیس اتنی حد تک آگے نہیں بڑھے گا۔'' سرجن کے آخری الفاظ پر نانا کی تسکین ہو گئی۔

''پھر تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میری تو جان نکل گئی تھی۔'' نانا کے بوڑھے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ایسی سنجیدہ بات میں اس طرح کی جلد بازی ٹھیک نہیں۔ ہفتہ باقی ہے۔ میری یہ آخری کوشش ہو گی۔ چاہے مجھے اس کے لئے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگا دینی پڑے۔''

O

دوسری بار جگت عدالت کے کٹہرے میں حاضر ہوا۔ آج بھی ہجوم تھا۔ ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ نا معلوم آج کیا ہو گا؟ جگت کے نانا اور باپو بھی آئے تھے۔ ویرو کا شوہر بھی حاضر تھا۔ وہی اس کیس کا اہم گواہ تھا۔ مجسٹریٹ کے ہال میں داخل ہونے سے پیشتر دلاور خان سرکاری وکیل سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد مجسٹریٹ آ گیا۔ اُس نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائل کھولی، پھر اُس کی نظریں عدالت کے ہال کا جائزہ لینے لگیں۔ اُس نے مجرم کی جانب دیکھا مگر جگت کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر دکھائی نہ دیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ سرکاری وکیل نے گواہوں کے نام لئے۔ موہن سنگھ، سابق پولیس چیف سنہا، ارجن سنگھ، رتیا گاؤں کا صوبیدار اس کے علاوہ کچھ انجانے نام لئے گئے۔ ''پندرہ بیس منٹ بعد جگت کو سمجھا دینا وہ کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائے جس سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کھٹک جائے۔ جو ہو رہا ہے اسے خاموشی سے دیکھتا رہے۔'' سرجن نے نانا سے کہا۔ نانا سر ہلانے لگے۔

O

''نہیں ہنومان..... یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میری جگہ تم ہوتے اور جگت کو اس حالت میں دیکھتے تو وہاں لاشیں بچھا دیتے۔'' بچن انتہائی غصے میں کہہ رہا تھا۔

ہنومان نے اُسے جگت کو دیکھنے بھیجا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔ ''ایک بار تم جگت کو دیکھ آؤ! میں تمہاری آنکھوں سے اُسے دیکھنے کی تسکین حاصل کر لوں گا۔ کون جانے قسمت میں اُسے دیکھنا لکھا بھی ہے یا نہیں؟''

بچن بپھرا ہوا واپس لوٹا اور ضد کرنے لگا۔ ''میں اُسے پولیس کے پنجے سے چھڑا کر ہی دم لوں گا۔''

''اس طرح جلد بازی نہ کرو بچن!'' ہنومان نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے ہم سب مشکل میں پھنس جائیں۔ پولیس یہ سمجھ رہی ہو گی کہ جگت کے ساتھی اُسے آزاد کرانے کی بھرپور کوشش کریں گے اس لئے ظاہر ہے اُنہوں نے تمام انتظامات کئے ہوں گے۔ اور جگت کو اس صورت میں چھڑا کر لانا بچوں کا کھیل نہیں۔''

''تم مجھے اشتعال دلانا چھوڑ دو ہنومان! ایک بار میں بھی اپنی غلطی کا خمیازہ بھگت چکا ہوں۔ چندن بھابھی نے درمیان ہی سے مجھے واپس کر دیا۔ اب جگت دوسری بار عدالت سے سیدھا یہاں آئے گا۔

O

ایک سپاہی ہانپتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ اُس نے دلاور کے کان میں کچھ کہا۔ پولیس چیف فوراً چونک کر سیدھا ہو گیا۔ سرکاری وکیل کو قریب بلا کر اُس سے بھی دلاور نے کچھ کہا۔ اُس کا چہرہ اُتر گیا۔ وہاں سے بات مجسٹریٹ کے کانوں تک جا پہنچی۔ وہ بھی چونک گیا۔

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ کچھ انہونی بات ہو گئی ہے شاید۔ وکیل اور عدالت میں موجود لوگ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ ''کیا ہوا؟ کیا ہوا؟'' اندر اندر سرگوشیاں ہونے لگیں۔ مجسٹریٹ نے میز پر لکڑی کا ہتھوڑا بجا کر ''خاموش خاموش'' کی آواز لگائی۔ سب چپ ہو گئے۔

پھر مجسٹریٹ کی آواز سنائی دی۔

"آج عدالت کی کارروائی جاری نہ رہ سکے گی۔" پھر کچھ دیر رُک کر بولا۔ "پنجاب کے پولیس کمشنر پر کسی نے بم پھینک کر اُن کی جان لے لی۔"

"اوہ......اوہ......!" کی آوازیں ہال میں سنائی دیں۔ نانا کو اس اطلاع سے سخت دھچکا لگا۔ وکیل سے اُنہیں مزید معلومات ملیں۔

"کمشنر صاحب گورنر صاحب سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے کہ کسی انقلابی جوان نے اُن پر گرنیڈ پھینکا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ وہ جوان فرار نہ ہو سکا۔ اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔" وکیل نے بتایا۔ یہ سن کر نانا کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُنہیں محسوس ہوا جیسے کشتی ڈوب گئی ہے۔ جگت کو بچانے کے سلسلے میں جس کا سہارا تھا اب وہ سہارا ہی ختم ہو چکا تھا۔

جگت کو فوراً عدالت سے باہر لے جایا گیا۔ پولیس جیل لوٹنے سے پہلے اُس نے ایک نام سنا۔ وہ یہ سن کر چونک پڑا۔ "پولیس کمشنر کو ہلاک کرنیوالا شخص گروبخش سنگھ تھا۔" جگت پر لرزہ سا طاری ہو گیا اور پھر جگت کی آنکھوں میں گروبخش کا چہرہ گھوم گیا۔ گروبخش سنگھ سے جگت کی ملاقات فوج میں تربیت کے دوران ہوئی تھی۔ گروبخش سنگھ سکھ رجمنٹ میں تھا۔ بھگت سنگھ کے شاگرد نے آزادی کی جنگ جاری رکھی تھی۔ انقلابیوں کو کچلنے والے پولیس کمشنر سے اُس نے انتقام لے لیا تھا۔ اچانک جگت کے ہونٹ ہلے۔

"شاباش گروبخش!" مگر اسی کے ساتھ اُسے اپنے تصور میں منہ پر سیاہ کپڑا بندھا ہوا اور پھانسی کے پھندے سے لٹکتا ہوا گروبخش نظر آیا تو اُس کے ہونٹوں سے سرد آہ نکل گئی۔ "بے چارہ گروبخش......" وہ بڑبڑایا۔

لاہور کی شارع عام پر کار میں بیٹھ کر گورنر سے ملاقات کے لئے جانے والے پولیس کمشنر پر پھینکے گئے گرنیڈ نے صرف پنجاب میں ہی نہیں پورے ہندوستان میں ہلچل مچا دی۔ اس دھماکے نے بہت سے غلام ذہنوں کو چونکا دیا، وہیں کچھ ذہنوں میں گڑبڑ پیدا کر دی۔ جگت پر چلنے والا مقدمہ، بچن کا جگت کو چھڑانے کا پلان، جگت چھوٹ کر جلدی گھر آ جائے گا۔ اُس کے گھر والوں کی یہ اُمیدیں اور ویرو کے دل میں مچلنے والے ارمان سب کچھ اس بم کے دھماکے سے لرز اُٹھے۔ سب کچھ گڈمڈ ہو گیا۔

پولیس کمشنر ولیم کے قتل کی خبر نے سول سرجن کو کچھ گھنٹوں کے لئے ساکت کر دیا۔ دل کو مضبوط کرنے کے لئے اُنہوں نے ایک اہم آپریشن ہاتھ میں لیا مگر مریض کے پیٹ کو چاک کر کے جیسے ہی اُنہوں نے دوسرے ہتھیاروں کی جانب ہاتھ بڑھائے اُن کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ نرس اور ڈاکٹروں نے سرجن کو آپریشن ٹیبل پر کبھی اتنا نروس نہیں دیکھا تھا۔ اسسٹنٹ سرجن کے سپرد کیس کر کے وہ آپریشن روم سے باہر نکل گئے۔ بے چین دل سے وہ گھر لوٹ گئے۔ میز پر پڑی ہوئی ڈاک پر نظر گئی۔ تین چار لفافوں کے ساتھ ایئر میل والا لفافہ الگ نظر آ رہا تھا۔ آسٹریلیا میں تعلیم حاصل کرنے والے پوتے کا خط پڑھنے کی خوشی دل میں جاگی، مگر پھر دل بھر آیا۔ وہ جس کرسی پر بیٹھے تھے اسی جگہ ایک ماہ پہلے ولیم نے اُن کے ساتھ بیٹھ کر شام گزاری تھی۔ آخری ملاقات کی یاد

تازہ ہو گئی۔ بحث اور دلیلیں یاد آ گئیں۔ دل اور بے چین ہو گیا۔ غم بھلانے کے لئے وسکی لینے کی خواہش ہوئی مگر کمشنر کی موت کے احترام کے خیال سے اُنہوں نے اپنی خواہش دبا دی۔ دل بہلانے کے لئے آخر اُنہوں نے ڈاک پر توجہ مرکوز کی۔ لفافوں پر بھیجنے والوں کے نام پڑھ کر وہ کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ اسی لمحے ذہن میں روشنی سی ہو گئی۔ اُنہوں نے جلدی سے آخری والا لفافہ اُٹھا کر غور سے دیکھا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ہاتھ لرزنے لگے۔ بائیں طرف کے کونے پر لکھا تھا۔ "فرام جیک ولیم پولیس کمشنر پنجاب (لاہور) ایک جھٹکے کے ساتھ سرجن کرسی پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر الفاظ کی جانب دیکھتے رہے، پھر آہستہ سے لفافے کا کنارہ پھاڑ دیا۔ جلدی سے اندر کا خط نکالا، تہہ کھول کر اُوپر کے حصے پر تاریخ دیکھی جو اگلے دن کی تھی۔ خط پڑھتے ہوئے اُن کا دل دھڑکنے لگا۔

"پیارے اینڈرسن......" صاحب نہیں لکھتا کیونکہ یہ میرا خاص خط ہے۔ آخری ملاقات میں ہمارے تمہارے درمیان سے "صاحب" کا لفظ ہٹ گیا تھا وہ تو یاد ہو گا...... جدا ہونے کے بعد خط لکھنے کی کئی بار خواہش اُبھری۔ دل میں خیالات کا طوفان زور کر رہا تھا اُسے ٹھنڈا ہونے کا مجھے انتظار کرنا تھا۔ خیالات کا دھارا تھم جائے اور ذہن پُرسکون ہو جائے تو خط لکھنا بہتر تھا۔

پندرہ سال کی کارکردگی کے بعد پیچھے مُڑ کر ماضی میں جھانکنے کی خواہش ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں پولیس کی تعلیم حاصل کر کے حکومت برطانیہ کی خدمت کے سلسلے میں ہندوستان آیا۔ تب میں جوشیلا نوجوان تھا۔ ہندوستان میں بڑھتے ہوئے جرائم کو ختم کر کے لوگوں کا دل جیت لینے کی آرزو دل میں تھی۔ میرے خیال میں اُنہی دنوں ایک ادھیڑ عمر کا شخص موہن داس کرم چند گاندھی مشرقی افریقہ سے وطن کی خدمت کرنے کے لئے ہندوستان آیا تو مجھے اُس کے اصولوں پر ہنسی آئی تھی۔ لیکن پندرہ سال بعد مجھے اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے۔ اتنے کم عرصے میں وہ اپنے ملک کا مہاتما گاندھی بن گیا اور میں اس ملک کے ایک صوبے کا معمولی سا پولیس کمشنر بن سکا۔ اُسے اس کے ملک کے کروڑہا انسانوں کا پیار ملا۔ مگر مجھے کیا ملا؟ حکومت برطانیہ کے خطابات، لوگوں کی ظاہری خوشامد اور باطن میں نفرت۔ شاید یہ پڑھ کر تمہیں ہنسی آئے گی کہ وہسکی پی کر یہ خط تحریر کر رہا ہوں۔ مگر یہ اس کا اثر نہیں۔ تمہارے ساتھ کی اُس شام کی بحث کے بعد میرے اصول جیسے انگڑائیاں لے کر میرے سامنے آ گئے ہیں۔ مگر افسوس! گئی ہوئی جوانی انگڑائی لے کر واپس نہیں آئے گی اس لئے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے سنبھالنے کی خواہش جاگ اُٹھی ہے۔ آخری پانچ سالوں کی کارکردگی نے مجھے بڑے انعامات دلائے ہیں۔ اب وہ پانچ سال مجھ سے جواب طلب کر رہے ہیں۔ ملک میں حکومت برطانیہ کا تختہ اُلٹنے کی جدوجہد کرنے والے ہر باغی کو میں نے اپنا دشمن مان لیا۔ میں اُنہیں کچلنے کے کام میں لگ گیا۔ اس میں کچھ ایسے نوجوان بھی تھے جن کی مسیں بھی ابھی نہیں بھیگی تھیں۔ ایک باغی آج بھی میرے ذہن کے دریچے میں موجود ہے جو سخت تشدد کے باوجود بھی نہیں مانا اس لئے اُس کے لمبے بالوں کو باندھ کر اُسے چھت سے لٹکا دیا گیا۔ اُس کے جسم کا سارا بوجھ اُس کے بالوں پر تھا۔ پھر نیچے آگ جلائی گئی، اُس کی پشت پر ہنٹر مارے گئے مگر وہ آخر تک کہتا رہا۔ "انقلاب زندہ باد...... آزاد وطن زندہ باد۔" نہ اُس نے اپنے ساتھیوں کے

نام بتائے نہ ہی اُس کا پتہ بتایا۔ اُس بلکتے اور سسکتے ہوئے نوجوان کا آخری نعرہ بھی آزادی تھا۔

پولیس چیف ارجن سنگھ کی ہدایت پر جگا ڈاکو اور اُس کے ساتھی پر جو مظالم ہوئے یہ سن کر میں نے اُسے جنگلی کہا تھا۔ مگر یہ خط پڑھ کر تمہارے ذہن میں بھی میرے لئے یہی لفظ آئے گا۔ میرا ضمیر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ اپنے ملک کی آزادی کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ وطن کی آزادی حاصل کرنے کے لئے موت کو گلے سے لگا رہے ہیں مگر انہیں کچل کر تو کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ کچھ نئے القابات، اُونچی کرسی یا اور کچھ؟ اپنے ضمیر کے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ کئی بار گورنر صاحب کے نام استعفیٰ لکھ کر میں پھاڑ چکا ہوں۔ پتہ نہیں کل جب میں اُن سے ملنے جاؤں گا تو میرے کوٹ کی جیب میں استعفیٰ ہوگا بھی یا نہیں؟ اگر استعفیٰ نہ دوں تو سمجھ لینا کہ میں نے یہ سب کچھ جذبات میں ڈوب کر لکھا تھا۔ ہاں، تمہارا سپرد کیا ہوا کام ضرور کروں گا۔ جگا نے اب تک درحقیقت کتنے قتل کئے ہیں؟ یہ میں نہیں جانتا۔ مگر فرض کے نام پر میں نے جو قتل کئے ہیں اُن کا حساب شاید جگا سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جگا کی سزا میں کمی کے وعدے کے بعد ہی میں گورنر صاحب کو اپنا استعفیٰ پیش کروں گا۔ آپ قطعی فکر نہ کریں۔ اگر استعفیٰ منظور ہو گیا تو کچھ دن کے لئے تمہارے ہاں آرام کی غرض سے آؤں گا، پھر میں اپنے وطن لوٹ جاؤں گا۔ مجھے وطن کی یاد بہت ستا رہی ہے۔ تمہارا ولیم۔"

خط پورا کرتے ہی سرجن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ دوپہر سے روکا ہوا آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ ایک موڑ پر آ کر پولیس کمشنر کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ کمشنر کی موت سے سرجن کے دل پر بہت اثر ہوا تھا۔ اُس نے بڑی احتیاط سے خط تہہ کر کے میز کی دراز میں رکھ دیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ولیم کی بیوہ سے تعزیت کے سلسلے میں لاہور روانہ ہو گیا۔

O

دوسرے دن نانا وکیل کو لے کر پولیس جیل میں جگت سے ملاقات کے لئے گئے۔ وکیل صفائی کو کیس کی تیاری کے سلسلے میں جگت سے ملنے کی اجازت مل گئی تھی۔ دونوں کو ملاقات کے کمرے میں لے جایا گیا۔ چھوٹے سے کمرے کے درمیان دونوں دیواروں کے حصے کرتی ہوئی لوہے کی جالی تنی ہوئی تھی۔ لوہے کی جالی اس طرح لگی ہوئی تھی کہ ملاقاتی اور قیدی کے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ رہے۔ نانا کی نظریں جالی کے پار دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ جگت کچھ دیر بعد آ گیا۔

ہاتھ پیروں میں بھاری زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں بازوؤں پر رسی کس کر باندھی گئی تھی جس کا سرا تھام کر ایک سنتری دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ لوہے کی جالی پر دونوں ہاتھ رکھ کر جگت مسکراتا ہوا کھڑا رہا۔

"گھر پر سب ٹھیک تو ہیں؟" اُس نے گھر کے حالات پوچھے، پھر گلے میں بندھے ہوئے تعویذ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "ماں کو ہمت دلانا۔ کہنا تمہارے بیٹے کو کچھ نہیں ہوگا۔"

"یہی سوچ کر ہم نے ہمت کر لی ہے۔" نانا بولے۔ "مگر کمبخت گردبخش کو عین موقع پر بم پھینکنا سوجھا۔" جگت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر اُن میں غصہ جھلکنے لگا۔

"نانا! اُس کے خلاف بات کرنے کے لئے آپ کی زبان نے کیوں حرکت کی؟ سارا دیش

اُس کے نام پر فخر کر رہا ہے۔"

"جگت! تمہیں پتہ ہے؟ کمشنر صاحب گورنر صاحب سے مل کر تمہارے لئے سفارش کرنے جا رہے تھے۔ اس وقت......"

"مجھے کچھ نہیں سننا نانا!" جگت نے منہ بنا کر کہا۔ "گردبخش کے متعلق اگر کچھ کہنے آئے ہیں تو میں لوٹ جاتا ہوں۔" نانا حیرت سے جگت کو دیکھے جا رہے تھے۔

"مطلب یہ کہ تم ہمیں بولنے بھی نہیں دو گے؟" نانا غصے میں بولے۔ "ہم تمہارے بچاؤ کے لئے خون کا پانی کر رہے ہیں اور تم ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اُٹھتے ہو۔"

"آپ کو یہ بات ذرا سی لگتی ہوگی۔" جگت نے لمبی سانس لے کر کہا۔ "مگر نانا! گردبخش کے بھی آپ کی طرح ایک نانا ہیں۔ میری طرح اُس کے بھی ماں باپ ہیں۔ مجھ سے صرف دو یا تین سال بڑا ہوگا۔" جگت رُک گیا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "مگر میری طرح باپ دادا کی دشمنی کا انتقام لینے کے لئے وہ باغی نہیں ہوا بلکہ اپنے وطن کی آزادی کی خاطر برطانیہ جیسی عظیم حکومت سے ٹکر لی ہے۔ آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں؟"

ایک خطرناک ڈاکو کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر پولیس والا چونک گیا۔ اُس نے رسی کے کنارے کو کھینچ کر کہا۔ "جگا! آہستہ بول۔"

"اب دوسری باتیں چھوڑ کر ہم کام کی باتیں کریں۔" وکیل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "صفائی کے لئے ہماری جانب دو مضبوط گواہ ہوں تو کام آسان ہو جائے گا۔"

جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ وکیل نے اُسے سمجھایا۔ "موہن سنگھ کے تین بھائیوں اور بھتیجے کے قتل کا کیس خطرناک ہے۔ ان کی دشمنی مشہور ہو رہی ہے۔ پہلے بھی مار دھاڑ ہو چکی تھی۔ چاہے تمہارے ہاتھوں اُنہیں قتل ہوتے کسی نے دیکھا نہ ہو مگر حالات اور واقعات ہمارے خلاف جاتے ہیں۔"

"اس سلسلے میں آپ ہی کوئی راہ نکالیں۔ قانون کی گتھیوں کے متعلق ہم بالکل انجان ہیں۔" جگت نے کہا۔

وکیل کو تعجب ہوا یہ شخص اتنا لاپرواہ اور پُرسکون کیوں ہے؟ اُس نے پھر دھیمے لہجے میں سمجھایا۔ "مثال کے طور پر پہلے قتل کے وقت تم گاؤں میں موجود نہیں تھے، تم اپنے نانا کے گھر تھے قتل ہوا اس لئے موہن سنگھ نے تمہاری عداوت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے تم پر الزام تراشا۔ تمہیں پتہ چلا، تم ڈر کے نانا کے گھر سے فرار ہو کر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ نانا بھی گواہی میں یہی کہیں گے۔" وکیل کہہ رہا تھا۔

جگت ہنس دیا۔ "واقعی بڑی اچھا پوائنٹ تلاش کیا ہے۔"

وکیل نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر کہا۔ "آہستہ بولو!" پھر وکیل نے کہا۔ "اب رہی دوسرے تین قتلوں کی بات۔ اس میں تم اکیلے نہیں تھے۔" وکیل آنکھ مار کر بولا۔ "تمہارے تین ساتھیوں نے قتل کیا تھا۔ اُن کے نام بتلا دو۔ اس طرح صفائی مکمل ہو جائے گی۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" جگت نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"مگر وہ تینوں تمہارے ساتھ تھے یہ بات سب جانتے ہیں۔ پولیس بھی جانتی ہے۔ پھر نام لینے میں کیا اعتراض ہے؟"

"اعتراض ہے وکیل صاحب!" جگت نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "جن لوگوں نے ساتھ دیا، میں اُن پر الزام رکھ کر کس طرح فرار حاصل کر سکتا ہوں؟"

"مگر جگت! اُنہیں اُن کے جرائم کی سزا ملنے کا فی الحال سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" نانا نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"پھر بھی میں اُن سے غداری نہیں کر سکتا۔" جگت نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

وکیل پریشان ہو گیا۔ "ایسا کرو گے تو تمہارا دفاع کس طرح ہو سکے گا؟ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تمہیں عمر قید یا پھانسی کا ڈر نہیں۔" وکیل نے سخت لہجے میں کہا۔

"ایسا کہہ کر آپ مجھے پگھلا نہیں سکیں گے وکیل صاحب! میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ میرے لئے کتنی محبت کر رہے ہیں۔ پھر بھی زندہ رہنے کی خاطر بے ایمانی نہیں کروں گا۔"

"تو پھر ہم کیا کریں؟" نانا نے پوچھا۔

"آپ پولیس سے کہیں کہ انہوں نے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کریں۔"

ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ وکیل نے جاتے ہوئے کہا۔ "پھر بھی جگت سنگھ! تم سوچنا۔ شاید میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے۔" وہ لوگ چلے گئے۔

گھر جا کر نانا نے داماد اور بیٹی پر اپنا غصہ اُتارا۔ "اُس لڑکے کا دماغ گھوم گیا ہے۔ اپنے مفاد کو نہیں سمجھتا اور ہر بات پر ضد کرنے لگتا ہے۔" چندن دھڑکتے ہوئے دل سے اندر والے کمرے میں باتیں سن رہی تھی۔ ان حالات میں گھر کے لوگ دھڑکتے دل سے دن گزار رہے تھے۔ سب کے سر پر فیصلے کی تلوار لٹک رہی تھی۔ نانا کو سب سے زیادہ بے چینی تھی کیونکہ اُن کے ہی ایماء پر جگت نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کیا تھا۔

"کس بات کی ضد کر رہا ہے میرا جگت؟" ماں جی نے اپنے باپو سے پوچھا۔ نانا نے پوری تفصیل بتائی۔ کرو بخش کی بات بھی بتائی۔

"کرو بخش کا نام لیا تو وہ تقریر کرنے لگا۔" کچھ دیر تک مٹھیاں کستے ہوئے نانا ٹہلتے رہے۔ "صفائی کے لئے گواہ کھڑے کرنے ہیں۔ ابھی تک تو میں ایک ہی ہوں۔ اور وکیل کہتا ہے کہ میں اس کا رشتے دار ہوں لہٰذا عدالت میری گواہی کو اتنا وزن نہیں دے گی۔ گواہی کے لئے رشتے دار نہیں تو کیا دشمن آئیں گے؟" نانا بڑبڑاتے ہوئے اچانک کھڑے ہو گئے۔ اُن کے چہرے پر اچانک مسرت جھلکنے لگی۔ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر دھیمے لہجے میں بولے۔ "بابا کو ہماری ایک ایسی دشمن بھی ہے جو ہماری طرف سے گواہی دینے آئے گی۔"

"کون؟" ماں جی اور سوہن سنگھ نے ایک ساتھ پوچھا۔

"ویرو......!" نانا نے جواب دیا۔ ویرو...... جس کا نام لیتے ہوئے ہمیشہ نانا کو غصہ آ جاتا تھا اب وہ نام اُنہیں اچھا لگ رہا تھا۔ اُن کی بات سن کر سب چونک گئے۔

"ویرو؟" سوہن سنگھ نے کہا۔ "وہ کیا گواہی دے گی؟"

"گواہی کے متعلق تو اُسے وکیل صاحب سمجھائیں گے۔" نانا پُرمسرت لہجے میں کہہ رہے تھے۔ "پہلے اُس سے معلوم کر لو، وہ عدالت میں گواہی دے گی؟"

نانا، ماں جی اور سوہن سنگھ کی نظریں چندن کور پر جم گئیں۔ اُن کی بات کا اشارہ وہ سمجھ گئی۔ ابھی دو دن پہلے چندن نے ویرو سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو اُس کی ساس نے کہا تھا۔ "تمہارے سسر اور میرے باپو یہ پسند نہیں کریں گے۔ اس کا نام سنتے ہی وہ گرم ہو جائیں گے۔ اور اس وقت وہ تینوں ویرو کے پاس جا کر گواہی دینے کے لئے سمجھانے کے سلسلے میں عاجزی کر رہے تھے۔

"بہو! تم ویرو کو سمجھا سکو گی...... ایک چکر لگا آؤ!" ماں جی نے کہا۔

"اُن کے بھلے کے لئے مجھے جہاں بھی جانا پڑے ضرور جاؤں گی۔ اُسے سمجھاؤں گی ماں جی!" چندن نے نظریں جھکا کر کہا۔ "کل صبح ہو آؤں گی۔"

"کل کیوں...... آج ہی چلی جاؤ! ابھی دوپہر ہے۔ شام سے پہلے لوٹ آؤ گی۔" نانا جلد باز ہو رہے تھے۔ "ویسے بھی میں دھرم پور جا رہا ہوں۔ تمہیں چھوڑتا جاؤں گا۔"

"بہتر......" کہتی ہوئی چندن باورچی خانے میں چلی گئی۔

O

"ویرو بہن! آپ کے یہاں کوئی مہمان آئی ہیں۔" پڑوسی کی لڑکی نے باڑے میں آ کر کہا۔

اس وقت ویرو باڑے میں برتن صاف کر رہی تھی۔ فوراً ہاتھ دھو کر گھر میں آ گئی۔ چندن کور کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر مسرت رقص کرنے لگی۔

"آؤ چندن! آؤ بیٹھو" چندن نے اُسے اپنا نام لیتے سن کر ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے ہوئے اُس لڑکی کی جانب اشارہ کیا۔ ویرو سمجھ گئی۔ یہ جان کر کہ کون آیا ہے، سارا گاؤں چونک اُٹھے گا۔ "اری لڑکی! تو اب جا۔ میرے سسر کی رشتہ دار آئی ہے۔ آرام سے گپ لگائیں گے۔"

ویرو کی ذہانت پر چندن خوش ہو گئی۔ اتنی دیر میں اُس کے لئے چارپائی پر رضائی پھیلاتے ہوئے ویرو نے کہا۔ "یہاں بیٹھ جاؤ! بہت دن سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میں تو سمجھی تھی کہ تم ناراض ہو گی۔ نہیں تو صورت دکھانے ضرور آتیں۔"

"ویرو بہن! تم سے میں ناراض نہیں ہو سکتی۔" چندن نے ویرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ویرو پہلے سے زیادہ کمزور نظر آ رہی تھی۔ اُس نے پانی پی کر کہا۔ "سردار جی کو میں ڈانٹ پلاؤں گی۔ اتنا عرصہ ساتھ رکھا اور پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھلایا۔ دیکھو تو تم کتنی کمزور ہو رہی ہو۔" چندن نے ویرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ویرو نے محسوس کیا کہ چندن یہ الفاظ ایسے ہی ادا کر رہی تھی کیونکہ اُس کی آواز میں طنز نہیں تھا۔ وہ ہنس دی۔ "ڈاکوؤں کے ساتھ کھانے کی کیا کمی؟ کمزور تو باپ کے گھر آ کر ہو گئی ہوں۔" ویرو کی مسکراہٹ کے پیچھے چندن کو اُس کا دُکھ جھلکتا نظر آیا۔

"میں تمہارا دُکھ سمجھتی ہوں بہن! ہم عورتوں کا یہی مقدر ہے کہ دُکھ جھیل کر سکھ پانے کے لئے [illegible]

"میں تو اپنی کہانی سنانے بیٹھ گئی۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جگت سنگھ کے کیا حال ہیں؟"
جواب دینے سے پیشتر چندن نے گھر میں چاروں طرف دیکھا۔ "کیا اور کوئی گھر میں نہیں ہے؟"
"نہیں...... باپو کھیت پر گئے ہیں۔ چھوٹی بہن ماموں کے پاس رہتی ہے۔ کیونکہ میری بدنامی کی وجہ سے کوئی اُس کا ہاتھ نہیں تھامتا۔ اس لئے ماموں نے رشتہ تلاش کرنے کا کام اپنے ذمے لے لیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ رُک گئی، پھر بولی۔ "مگر اُن کے کیا حال ہیں؟"
چندن نے دیکھا ویرو کو جگت کے متعلق بڑی فکر تھی۔ "وہ ٹھیک ہیں۔ میں ہسپتال میں اُن کے ساتھ رہی۔ مگر اب وہ جیل میں ہیں۔" چندن نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔
"مگر یہ تو کچھ دن کی بات ہے چندن!" ویرو نے اُس کی ہمت بندھائی۔ "فیصلہ ہونے کے بعد وہ گھر آ ہی جائیں گے۔"
"کسے معلوم؟" چندن نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "تم اُن کے متعلق بے چین ہو اسی طرح انہیں تمہاری فکر ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم ہسپتال آؤ گی......" چندن آگے کچھ کہتے ہوئے رُک گئی۔
ویرو نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ مگر اُس نے جب نظریں اُٹھائیں تو اُسے چندن کی آنکھوں میں یہی سوال نظر آیا۔ اُس نے کہا۔
"عدالت نے مجھے رہا کیا۔ وہاں سے سیدھی خیریت معلوم کرنے کے لئے آنا چاہتی تھی مگر..."
"مگر کیا؟" وہ چپ ہو گئی تو چندن نے سوال کیا۔
"تمہارے نانا نے انکار کر دیا۔ کہنے لگے تمہارا اُس سے کیا رشتہ ہے؟" یہ کہتے ہوئے ویرو رونے لگی۔
"نانا نے ایسا کہا؟" چندن بڑبڑائی۔ پھر دل میں سوچا۔ "اب میں اس سے کس منہ سے گواہی دینے کے لئے کہوں؟"
"کیا سوچ رہی ہو چندن؟" ویرو نے اُس کے ذہن کو بیدار کیا۔ "نانا کی بات کا میں نے برا نہیں مانا۔ میری وجہ سے تمہارے گھر میں کافی جھگڑا ہوا۔ اب اس جھگڑے کو بڑھانا ٹھیک نہیں تھا۔" چندن کافی دیر تک خاموش رہی۔ ویرو اُس کے لئے لسی لے آئی۔ "رات کا کھانا کھا کر ہی جاؤ گی۔" ویرو نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔
"نہیں ویرو بہن!" لسی کے دو چار گھونٹ لے کر چندن نے کہا۔ "تمہارے باپو کے آنے سے پہلے ہی میں چلی جاؤں تو بہتر ہے۔ میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ میں تمہارے پاس ایک کام کے سلسلے میں آئی ہوں۔"
"میں پرائی ضرور ہوں مگر دشمن نہیں۔ جو کچھ کہنا ہے بلا کھٹکے کہو چندن! کہیں غلطی ہو گئی ہو گی تو معافی مانگ لوں گی۔"
"نہیں بھئی! معافی کی کوئی بات نہیں۔" چندن نے جلدی سے کہا۔ "میں تمہارے پاس کچھ مانگنے آئی ہوں۔"
"میرے پاس مانگنے والی بات نہیں، بلکہ مجھ سے تو بغیر پوچھے لے لینے کا تمہیں حق ہے۔"
اب چندن کو اطمینان ہوا۔ "ویرو بہن! تم جانتی ہی ہو کہ عدالت میں اُن پر تمہارے ویروں

کے قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اُن کی صفائی کے لئے گواہوں کی ضرورت پڑے گی۔" چندن رُک گئی۔ ویرو دھڑکتے دل سے سن رہی تھی۔ "نانا اور باپو کی گواہی کا وزن نہیں پڑے گا۔ تمہارے جیسی کوئی باہر کی......"
"کیوں ہچکچا رہی ہو چندن؟" ویرو نے کہا۔ "میں گواہی دینے ضرور آؤں گی۔"
"مگر تمہارے شوہر اور باپو وغیرہ......"
"مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ شوہر کا گھر چھوڑ چکی ہوں۔ ضرورت پڑنے پر باپ کا گھر بھی چھوڑ دوں گی۔" ویرو پُرجوش لہجے میں بولی۔ "انہوں نے پہلا قتل میری وجہ سے کیا ہے۔" ویرو سسکیاں لے کر رونے لگی۔
چندن اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "بہن! میں سب کچھ جانتی ہوں۔" ویرو چونک پڑی۔ وہ آنکھیں خشک کرتی ہوئی چندن کو غور سے دیکھنے لگی۔ چندن نے پھر کہا۔ "ہاں ویرو بہن! میں سب کچھ جانتی ہوں۔ تم دونوں کے درمیان کتنی محبت ہے وہ بھی میں جانتی ہوں۔" چندن کے الفاظ میں ٹھہراؤ تھا۔
ویرو لرز گئی۔ کیسی محبت ہے یہ جاننے کے باوجود چندن کے لہجے میں کسی قسم کی کڑواہٹ نہیں تھی۔ جو بات اُس کے دل میں مچل رہی تھی وہ ہونٹوں پر آ گئی۔ "چندن! اپنے شوہر کے ساتھ کوئی پرائی عورت بھاگے، اُس کے ساتھ طویل عرصے رہے پھر بھی......" ویرو کی زبان رُک گئی۔
"پھر بھی مجھے کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ کہنا چاہتی ہو تم ویرو؟" چندن نے ہنس کر کہا۔
"اثر ہوا بھی ہو گا تو بھی تم غالباً اُسے برداشت کر گئی ہو گی۔"
"تم بھول رہی ہو ویرو بہن! تمہارا پیغام میں نے ہی پہنچایا تھا اُنہیں۔" چندن نے کہا۔ پھر جلدی سے بولی۔ "مگر یہ سب باتیں فرصت میں ہوں گی۔ آج تو صرف اتنا پوچھنے آئی ہوں کہ ضرورت پڑنے پر گواہی دینے آؤ گی؟"
"چندن! تم گواہی دینے کی بات کرتی ہو؟" ویرو نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "ضرورت پڑے پر میں اُن کے لئے جان دینے سے بھی نہیں ہچکچاؤں گی۔"
"بہن! ایسا وقت بھگوان کرے نہ آئے۔" چندن کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "فی الحال یہ خیال رہے کہ بات باہر نہ جائے۔ کسی کو پتہ چلا کہ تم گواہی دینے جا رہی ہو تو پریشانی بڑھ جائے گی۔"
"تم بے فکر رہو! میں سب مصیبتوں کا مقابلہ کر کے عدالت میں آؤں گی۔" ویرو نے مضبوط لہجے میں کہا۔ چندن جانے سے پہلے اُس سے لپٹ گئی۔
"بھگوان ہم سب کی مصیبتوں کا جلدی خاتمہ کرے۔"
چندن کور کے جانے کے بعد ویرو بہت دیر تک بیتی ہوئی یادوں کے سیلاب میں بہتی رہی۔

O

تین ماہ کے طویل انتظار کے بعد فیصلے کا دن آ پہنچا۔ بار بار پڑتی ہوئی تاریخیں جیسے فیصلے کے دن کو دُور کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔ مگر یقیناً ہر تاریخ فیصلے کے قریب تر ہو رہی تھی۔ گواہیاں، دلیلیں، قانونی گتھیاں، ثبوت ان سب نے جگا کی قسمت کو ڈانواں ڈول کر دیا تھا۔ گاؤں گاؤں، گھر

گھر اُس کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا یہی اندازہ تھا کہ پھانسی یا عمر قید ہوگی۔ کچھ پُر اُمید نظر آ رہے تھے۔ عدالت میں پہلی بار قدم رکھنے والی ماں جی اور چندن کور عورتوں کی علیحدہ بنچ پر جسم سکیڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں جیسے پتھر کی دو تراشی ہوئی مورتیاں ہوں۔ جگت کو بڑی سزا ہوئی پھر؟ اس خوف کے زیرِ اثر اُنہوں نے تین ماہ تڑپ کر گزارے تھے۔ وہ عرصہ عمر قید سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ دن رات اُٹھتے بیٹھتے یہی بھیانک خیال اُن کے ذہن کو ڈس رہا تھا۔ بڑی منتیں مانیں، لاکھ کوشش کرنے کے باوجود دل انہی خیالات میں غلطاں رہتا تھا۔ دونوں کو عدالت میں نہ آنے کے لئے نانا نے بہت سمجھایا۔ ”وہاں عورتوں کا کام نہیں۔ اگر غلط فیصلہ ہوا تو برداشت نہیں ہوگا۔“ نانا نے دونوں سے کہا تھا۔

”باپو! اگر غلط فیصلہ ہوا تو گھر بیٹھے بھی دل ڈوب جائے گا۔ آنکھیں بند ہو جائیں گی۔“ ماں جی نے بھرائی ہوئی آواز میں دلیل دی۔ ”اس سے بہتر ہے کہ جگت کی صورت دیکھ کر مر جاؤں تو رُوح کو ٹھنڈک ہوگی۔“

چندن نے دوسرے طریقے سے دلیل دی۔ ”نانا جی! شاید وہ رہا ہو جائیں گے۔ اس صورت میں ہمیں دیر سے خبر ہوگی اور ہماری جان آدھی رہ جائے گی۔ لہٰذا ہمارا وہاں جانا ضروری ہے۔“

”بہتر ہے۔ تم لوگ آ جاؤ!“ نانا نے تنگ آ کر کہا۔ ”مگر دل کو مضبوط رکھنا ہوگا۔“

یہی وجہ تھی کہ دونوں پتھر کی مورتیوں کی طرح بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ گیارہ بجے سے پہلے عدالت پوری طرح بھر گئی۔ نانا کے برابر سوہن سنگھ اور ہزارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کرپین ڈاکٹر جگت کے وکیل سے کوئی مشورہ کر رہے تھے۔ پولیس چیف ارجن سنگھ اور ویرو کا شوہر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ درمیان میں ہنس دیتے۔ پولیس کی جانب سے سب سے مضبوط گواہی اُنہی دونوں کی تھی۔ ارجن سنگھ اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ کمشنر ولیم کے قتل کے بعد وہ جوش میں آ گیا۔ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے جگا کو اُس نے خونی، حیوان، ڈاکو ٹھہرایا۔ اُس کے ہاتھوں لوگوں پر کئے گئے ظلم اور تشدد کے علاوہ پولیس کے افسروں پر کئے گئے ظلم کا بیان اُس نے ڈرامائی انداز میں کیا کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بغیر پوچھے جب اُس نے کہا کہ پولیس کی گولی سے بچ جانے والے اس راکشش کو قانون کے شکنجے سے نہیں بچنا چاہئے تب مجسٹریٹ نے اُس کو ڈانٹ دیا۔ ”ارجن سنگھ! تم گواہ ہو، وکیل نہیں۔ پولیس چیف کی حیثیت سے تم جو نہ کر سکے اس کا جلاپہ مت کرو۔“

مجسٹریٹ کے ان الفاظ سے عدالت میں موجود لوگ ہنسنے لگے۔ اس طرح ارجن سنگھ کی زوردار گواہی کا اثر آدھا رہ گیا...... ویرو کے شوہر نے رونی صورت بنا کر بیان دیا۔ ”میرے تین بھائی اور بھتیجے کا قتل جگا کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ میری بیوی پر بھی اس کی بری نظر تھی۔ میری غیر حاضری میں میرے گھر آ کر وہ اسے بہکاتا تھا، جھوٹا لالچ دے کر وہ میری بیوی کو گھر سے اغواء کر کے لے گیا۔ اب بھی اس کی دھمکیوں کی وجہ سے ویرو سچی بات کسی سے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے عدالت میں گواہی دینے سے روکنے کے لئے اس کے ڈاکو ساتھیوں نے موت کی دھمکی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے پولیس کی حفاظت مانگی ہے۔ ویرو کو اس شخص نے یہی سکھایا

تھا کہ میرے کھانے میں زہر دے۔ مجھے اس کا پتہ چلا، لہٰذا میں نے ویرو کو سزا دی اور اس پر گہری نظر رکھتا تھا۔“ شوہر کی ایسی جھوٹی گواہی سن کر ویرو شیرنی کی طرح بپھر گئی۔ اُس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ گرنتھ صاحب پر ہاتھ رکھ کر سچ بولنے کی قسم کھا کر بھی تھوڑا جھوٹ بولوں گی۔ ویرو کی گواہی عدالت کے ہال کی بجائے مجسٹریٹ کے چیمبر میں لی گئی۔ جگت کے گھر سے اپنے اچھے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے وہ بولی۔ ”جگت کی ماں نے میرے ساتھ جس محبت کا اظہار کیا تھا ایسی محبت مجھے میرے گھر والوں سے نہیں ملی۔ جگت نے دھرم پور سے واپس آنے کے بعد بھی کبھی ہم سے دشمنی نہیں رکھی۔ میرا شوہر مجھ پر ظلم کرتا تب وہ مداخلت کرتے، اس کی وجہ سے میرے شوہر کو اس پر غصہ تھا۔ میرا شوہر اس حد تک شکی مزاج تھا کہ مجھے میرے دیوروں کے ساتھ بھی گھر میں اکیلا نہیں رہنے دیتا تھا۔ میرے گھر میں شرابی دوست جوا کھیلنے آتے۔ اُن کی مجھ پر بری نظر تھی۔ اس کی میں جب شکایت کرتی، وہ مجھے جانوروں کی طرح مارتا۔ گروی رکھے گئے مکان اور کھیت چھڑانے کی خاطر میری عصمت کا سودا کرتے ہوئے بھی میرا شوہر نہیں ہچکچایا۔ وہ اور اُس کی چاچی مجھے برباد کرنے پر تیار ہو گئے۔ تب مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔“

”مگر برسات کی رات کو تمہارے دیور کا قتل جگت سنگھ ہی نے کیا تھا؟“ سرکاری وکیل نے سوال کیا تو ویرو چند لمحے کو خاموش ہو گئی۔ پھر گہرا سانس لے کر بولی۔

”نہیں...... وہ قتل میرے شوہر کے ہاتھوں ہوا تھا۔“

سننے والے چونک گئے۔ مجسٹریٹ اور دوسرے حاضر لوگوں کے علاوہ خود جگت لرز گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مجسٹریٹ نے اُسے روک دیا۔ ویرو نے جان بوجھ کر جگت کی طرف نہیں دیکھا۔

”ایک ڈاکو کو بچانے کی خاطر تم اپنے شوہر پر اُس کے سگے بھائی کے قتل کا الزام لگا رہی ہو۔“ سرکاری وکیل نے سخت لہجے میں کہا۔ پھر مجسٹریٹ سے مخاطب ہوا۔ ”حضورِ والا! عدالت کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔ لہٰذا اس کی بات کا نوٹس نہ لیا جائے۔“

”نہیں حضورِ والا!“ جگت کا وکیل فوراً بولا۔ ”اس کی پوری بات سنے بغیر ایسا اندازہ قائم نہیں کرنا چاہئے۔ میں کچھ اور سوالات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

مجسٹریٹ نے منظوری دے دی۔ پہلے قتل کی صفائی کے لئے ملنے والے اتنے مضبوط پوائنٹ کے متعلق وکیل صفائی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ جوش میں آ گیا۔ اُس نے ویرو سے سوال کیا۔

”ہم...... تو اُس رات تمہارے دیور کا قتل تمہارے شوہر نے کس طرح کیا تھا؟“

سرکاری وکیل نے پھر قانونی پوائنٹ آف آرڈر اُٹھایا۔ ”جناب والا! ویرو کے شوہر نے کس طرح قتل کیا تھا اس طرح کا سوال نہیں کرنا چاہئے۔“ مجسٹریٹ نے یہ پوائنٹ منظور کر لیا۔ تب جگت کے وکیل نے سوال دوسری طرح کیا۔

”اُس رات تمہارے دیور لکھن کا قتل کن حالات میں ہوا تھا؟“

سرکاری وکیل ہتھیلیاں مسلنے لگا۔ ویرو نے کسی جانب دیکھے بغیر کہا۔ ”لکھن اُس شام پیٹ دُکھنے کا بہانہ کر کے کھیت سے گھر آ گیا تھا۔ میرا شوہر موسم کی پہلی بارش کا نشہ کرنے گیا ہوا تھا۔ جب میرے دو دیور جیل میں تھے، لکھن نے مجھے برسات میں نہانے کی غرض سے چھت پر بھیج دیا۔

اتنی دیر میں صدر دروازہ اندر سے مضبوطی سے بند کر دیا، پیچھے آ کر کمرے میں کپڑے تبدیل کر رہی تھی، تب عقب سے آ کر اُس نے میرے منہ پر دوپٹہ باندھ دیا اور ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی لے کر مجھے اپنا جسم اُس نے اپنے سپرد کر دینے کا مطالبہ کیا تھا۔"

دیرو رُک گئی۔ سب بڑے غور سے اُس کا بیان سن رہے تھے۔ سب لوگ چونک گئے۔ جگت کے ادھیڑ عمر کے وکیل نے پُر تجسس انداز میں پوچھا۔ "پھر کیا ہوا بہن؟ ہچکچائے بغیر جو کچھ کہنا ہے کہہ دو! سچائی جاننے کے لئے ہم سب بے چین ہیں۔"

دیرو نے سرد آہ بھری۔ "لکھن کی آنکھوں میں ہوس کی آگ بھڑک رہی تھی۔ میں لرز گئی۔ اُس سے بچنے کے لئے میں نے بھرپور کوشش کی اور اُس کے پیٹ پر زور سے لات ماری۔ وہ اُلٹ گیا۔ اتنی دیر میں جلدی سے میں نے دوپٹہ کھول لیا اور مدد کے لئے چلانا چاہتی تھی کہ اسی لمحے صدر دروازے کی زنجیر کھڑکائی گئی۔ دوڑ کر میں نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے انہیں باہر کھڑے دیکھا۔ لکھن کے ساتھ مجھے اکیلی پا کر وہ غصہ ہو گئے۔ پھر میں نے سچی بات بتائی تو اس لئے دونوں بھائیوں کے درمیان گرم باتیں ہوئیں۔" دیرو پھر رُک گئی۔

سرکاری وکیل پُرجوش انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "جناب والا! یہ جھوٹی کہانی اسی جگہ روک دی جائے۔ یہ عورت کسی کہانی کا پڑھا ہوا باب دُہرا کر عدالت کا وقت برباد کر رہی ہے۔" مگر مجسٹریٹ نے اُس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ جگت کے وکیل نے دیرو سے سوال کیا۔

"اور سوہن سنگھ نے اپنے بھائی کا قتل کر کے اُسے سزا دی؟"

دیرو نے ایک بار پھر جگت کی جانب دیکھ کر نظر پھیر لی۔ "جی ہاں..... پیٹ میں لاتیں پڑنے سے لکھن کے پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی تھی۔ رات دو تین بار وہ ضروریات سے فراغت پانے گیا۔ چوتھی بار آدھی رات کے وقت میرا شوہر ہتھیار لے کر اُس کے پیچھے جانے کو تیار ہو گیا۔ میں نے اُسے بہت روکا۔ ایسا کر کے پکڑے جاؤ گے۔ تمہارے بغیر میں کس کے سہارے زندہ رہوں گی؟"

دیرو کا بیان جاری تھا۔

"پھر بھی موہن سنگھ لکھن کے پیچھے گیا؟" وکیل صفائی نے پوچھا۔

"جی ہاں..... مجھ سے کہا کہ وہ قتل کا الزام جگت کے سر ڈال دے گا۔ پرانی دشمنی کی وجہ سے سب مان لیں گے۔ اس بہانے دشمن بھی کیفر کردار تک پہنچ جائے گا۔ یہ سن کر میں لرز گئی۔ میں انہیں روک نہیں سکی۔ کچھ دیر بعد کام ختم کر کے وہ واپس لوٹا تب اُس کے ہاتھ میں ہتھیار نہیں تھا البتہ اُس کے کپڑوں پر خون کے داغ تھے۔ تیزی سے لباس تبدیل کر کے کچھ دیر وہ ستانے لگا، پھر پڑوسیوں کو بیدار کر کے ساتھ لیا اور لکھن کی تلاش میں نکل گیا۔" دیرو سسکیاں لے کر رونے لگی۔ سب یہ سمجھنے لگے کہ عرصے تک دل میں چھپائی ہوئی بات اور اس کے شوہر کے ہاتھوں کئے گئے قتل کی بات ظاہر کرتے ہوئے اسے دُکھ ہو رہا ہے۔ مگر جگت سمجھ گیا کہ دیرو کیوں رو رہی ہے۔ اس کی صفائی کی خاطر گرنتھ صاحب کی قسم کھا کر جھوٹ بولتے ہوئے اس کی رُوح کو صدمہ پہنچا تھا۔ جگت کا جی چاہا کہ وہ ظاہر کر دے کہ دیرو جھوٹ بول رہی ہے۔ لکھن کو میں نے قتل کیا ہے مگر ایسا کہہ کر دیرو کو جھوٹی ثابت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ خاموش رہا۔ احسان مند

نظروں سے اُس نے دیرو کی جانب دیکھا۔

اس کے بعد سابق پولیس چیف سنہا کی گواہی تھی۔ بیساکھیوں کے سہارے چلتے ہوئے وہ گواہ کے کٹہرے میں آ کر رُک گیا۔ بیٹھنے کے لئے اُسے سٹول دیا گیا۔ مجرم کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے جگت کی جانب ہمدردی سے پُر مسکراہٹ پھینک کر وہ بیٹھ گیا۔

"میں شیخوپورہ کا پولیس چیف تھا۔ اُس وقت جگت لکھن سنگھ کو قتل کر کے رات ہی فرار ہو گیا تھا۔ ہم نے اسے بہت تلاش کیا مگر اس کا پتہ نہیں ملا کیونکہ وہ نقلی نام سے فوج میں بھرتی ہو گیا تھا۔ گاؤں میں آنے والی ڈاک پر ہماری گہری نظریں تھیں جس کی وجہ سے ہمیں اس کا پتہ مل گیا۔ فوج میں اس نے اپنا نام زورآور سنگھ رکھا تھا۔ اس نام سے اس کے دوست ہنومان کے پاس ایک خط آیا۔ یہ خط امرتسر کی سکھ رجمنٹ کی چھاؤنی سے لکھا گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی گرفتاری کا منصوبہ بنایا مگر بدقسمتی سے جب تک میں اسے گرفتار کرنے کے لئے امرتسر پہنچا اس عرصے میں وہ اپنے تین فوجی ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے جیپ میں فرار ہو گیا۔ میں شیخوپورہ واپس لوٹا۔ اُس وقت اطلاع ملی کہ موہن سنگھ کے دو بھائیوں اور بھتیجے کو چھت پر سوتے ہوئے گولی مار دی گئی ہے۔ رائفلوں کے دھماکے سن کر گاؤں کے لوگ جاگ گئے۔ افسروں کے لباس میں شکار کے لئے جیپ میں بیٹھ کر آئے ہوئے چار افراد کو لوگوں نے دیکھا مگر....."

"اس کا مطلب ہے فوج سے فرار ہو کر جگت سنگھ ساتھیوں کے ساتھ گاؤں آیا اور چھت پر سوئے ہوئے تینوں افراد کو قتل کر کے بھاگ گیا۔ یہی کہنا چاہتے ہیں آپ؟" سرکاری وکیل نے پُر مسرت انداز میں سوال کیا۔ مگر اُس نے جس طرح سوچا تھا سنہا صاحب کی جانب سے اس کے برخلاف جواب ملا۔

"جگت سنگھ فوج سے فرار ہو کر اپنے گاؤں دشمنوں کو قتل کرنے آیا تھا یا ماں باپ کو ملنے یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ موہن سنگھ کے دونوں بھائیوں کو سوا برس کی قید کی سزا ہوئی تھی لہٰذا وہ جیل سے رہا ہو چکے ہوں گے اس کا پتہ شاید جگت سنگھ کو بھی نہیں ہو گا۔ پھر بھی جب یہ تین ساتھیوں کے ساتھ گاؤں میں آیا، اسی دوران موہن سنگھ کے بھائی اور بھتیجا شوٹ ہوئے تھے۔ یہی بات ثابت کرتی ہے کہ قتل اس کے ہاتھوں ہوا تھا۔ مگر....." سنہا رُک گئے۔

"مگر کیا.....؟" مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"رائفلوں کے جو دھماکے ہوئے تھے....." سنہا نے بات جاری رکھی۔ "انہیں ایک ساتھ سنا گیا۔ یہ گاؤں کے لوگوں نے میری تحقیقات کے دوران بیان میں لکھوایا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تین آدمیوں کے ہاتھوں تین قتل ہوئے ہیں۔"

"تم بھول رہے ہو سنہا!" سرکاری وکیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ جگت سنگھ کے ساتھیوں کو موہن سنگھ کے بھائیوں سے عداوت نہیں تھی بلکہ وہ انہیں پہچانتے بھی نہیں تھے۔ پھر ان کے ہاتھوں قتل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں یہ نہیں کہتا کہ قتل اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہوا ہے۔" سنہا نے کہا۔ "مجھے تو صرف اتنا کہنا تھا کہ تین قتل ایک وقت میں ہوئے ہیں جن کی وجہ سے رائفل کا دھماکہ سن کر دوسرے دو کو

بیدار ہونے کا موقع نہ مل سکا۔" اس پوائنٹ کے وزن پر جگت کے وکیل نے سوال کیا۔

"سنہا جی! پولیس چیف کی حیثیت سے آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے کہ بغاوت شروع کرنے سے پہلے عام طور پر ایک شخص کے لئے ایک خطرناک جرم کرنا ضروری ہوتا ہے؟ کیا یہ ڈاکوؤں کا اصول ہے؟"

"اصول تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ سلامتی کی خاطر وہ لوگ ایسی شرط ضرور رکھتے ہیں جس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ساتھی پھوٹ نہ جائے یا پولیس سے مل کر اطلاع دینے کی ہمت نہ کر سکے۔" سنہا نے بتایا۔

"جناب والا! اس پوائنٹ کو نوٹ کیا جائے۔" کہہ کر وکیل صفائی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

لوٹ اور ڈاکے کے کیس میں گواہی دینے والے منکر ہو گئے تھے۔ جن لوگوں کے نام دیئے گئے تھے اُن سب کو بچن کی جانب سے دھمکی ملی تھی کہ اگر جگا کے خلاف گواہی دی تو تم لوگوں کی خیر نہیں۔ نئے پولیس چیف دلاور خان نے سب کو ہمت دلائی۔ "تمہارا بال بیکا نہیں ہونے دوں گا۔" پھر بھی بات آگے نہیں بڑھی۔ لہٰذا پولیس ڈیپارٹمنٹ کو اپنے آدمیوں کو گواہی پر آگے بڑھانا پڑا۔ آخری دن دونوں جانب کے وکیلوں نے اپنے اپنے پوائنٹ پر زوردار دلیلیں دیں۔ سرکاری وکیل نے آخر میں عدالت سے عرض کرتے ہوئے کہا۔ "جگت سنگھ عرف جگا کے جرائم ناقابل معافی ہیں۔ ان کے ہاتھوں ہونے والے قتل اور ڈاکے انسانیت کے قانون کی نظر میں قابل نفرت ہیں۔"

جگت کے وکیل نے لمبی دلیلوں کے آخر میں اس بات پر زور دیا کہ "ملزم پر جن چار قتل کا الزام ہے، یہ ثابت نہیں ہو سکا۔ پہلے قتل کے متعلق ویرو کی گواہی دوسری بات بتا رہی ہے جبکہ دوسرے قتل اکیلے آدمی نے نہیں کئے۔ لہٰذا میرے مؤکل کو شک کا فائدہ ملنا چاہئے۔ انسانیت کی نظر میں بھی جگت اپنے طور پر پولیس کے حوالے ہوا ہے۔ غلط راہ پر چلنے والا شخص اگر صحیح راستے پر آنے کی کوشش کرے تو اُسے اس کا فائدہ ضرور ملنا چاہئے۔ اس پر رحم کیا جائے۔"

آخر میں مجسٹریٹ نے جگت سے پوچھا۔ "تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟"

سب کی نظریں اُس پر جم گئیں۔ اُس نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔ "نہیں جناب والا! مجھے کچھ نہیں کہنا۔" اُس کے وکیل کو جگت پر غصہ آ گیا۔ کم از کم اُسے رحم کے لئے درخواست کرنی چاہئے تھی۔

"مقدمے کی کارروائی یہاں ختم ہوتی ہے......" مجسٹریٹ نے اعلان کیا۔ "آج سے گیارہویں دن فیصلہ سنا دیا جائے گا۔"

اور گیارہواں دن آ پہنچا...... گیارہ بجتے ہی مجسٹریٹ عدالت کے ہال میں داخل ہوا۔ عدالت میں موجود لوگ احترام میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں کی رسم سے انجان چندن کور چونکی۔ اُس نے آس پاس گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ماماہزارہ نے آنکھیں دکھائیں، ماں جی کی جانب اشارہ کیا، وہ اب تک سر جھکائے بت بنی بیٹھی تھیں۔ چندن نے شانے ہلا کر اُنہیں بیدار کیا۔ ماں جی خوفزدہ ہو گئیں۔ سر اُٹھا کر اُنہوں نے دیکھا کہ سب کھڑے ہو کر پھر بیٹھ رہے تھے۔ مجرم کا کٹہرہ خالی تھا۔ ماں جی نے پھر سر جھکا لیا۔

جگت سنگھ عرف جگا کا نام پکارا گیا تب ماں جی اور چندن کور کے جسموں میں حرکت ہوئی۔

بیڑیاں کھنکنائیں...... سب چونک گئے۔ ماں جی کا دل دھڑکنے لگا۔ تین ماہ سے بیٹے کی صورت دیکھنے کے لئے ترستی ہوئی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ جگت ہلکے قدموں سے چلتا ہوا کٹہرے میں داخل ہوا۔ ماں جی کو دیکھ کر اُس کے لب مسکرائے۔ پلکیں جھپکنے لگیں۔ ماں جی تڑپ گئیں۔ اُن کے لب کپکپائے اور آنکھیں برسنے لگیں۔ جگت نے سر ہلا کر اشارتاً کہا۔

"ماں! رو نہیں۔ تم جگا کی ماں ہو۔"

مجسٹریٹ، وکیل اور دوسرے لوگوں کی نظریں محسوس کرتے ہوئے ماں جی نے سر جھکا لیا۔

"یہ لوگ اس کے جگر کے ٹکڑے کو جی بھر کر دیکھنے بھی نہیں دیتے۔" ماں جی کا دل رو رہا تھا۔

مجسٹریٹ نے فیصلے کے کاغذات میز پر پھیلائے۔ سب لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے...... ماں جی بھیگی آنکھوں سے بار بار جگت کی جانب دیکھ رہی تھی۔ چندن نے دھڑکتے دل سے مجسٹریٹ کیا پڑھ رہے ہیں یہ سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ اُس کی سمجھ سے باہر کی بات تھی کیونکہ وہ انگریزی زبان میں فیصلہ پڑھ رہے تھے۔ درمیان میں کبھی کبھی جگا کا نام بھی آتا رہا۔ سننے والے چونک اُٹھتے۔ قانونی پیچیدگیاں شروع ہونے پر وہ پھر اس طرح بیٹھ جاتے۔

کرپچین ڈاکٹر غور سے ٹھہرے ہوئے انداز میں فیصلے کا ایک ایک لفظ سن رہے تھے مگر وہ بھی اندازہ نہیں کر سکے کہ آخر میں مجسٹریٹ اپنے طور پر کیا فیصلہ دیں گے؟ ایک کے بعد ایک ورق اُلٹا جا رہا تھا۔ ویرو کی گواہی کا جب ذکر آیا تو موہن سنگھ لرز گیا۔ مگر مجسٹریٹ نے اُس کی گواہی کو زیادہ اہمیت نہ دینے کے متعلق کہا، لہٰذا اُسے اطمینان ہو گیا۔ ویرو کی گواہی کے مطابق لکھن کا قتل موہن سنگھ نے کیا ہے یہ بات مانی نہیں جا سکتی۔ گواہ کے اِس کے شوہر سے تعلقات اب بگڑ چکے ہیں یہ صورت حال عدالت کے درمیان میں ہے۔ لکھن کا قتل تین سال پہلے ہوا تھا پھر ویرو نے اب تک اس بات کو پوشیدہ کیوں رکھا؟ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں۔

سنہا کی گواہی کی تعریف کرنے کے بعد اُنہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ممکن ہے ایک وقت میں مختلف رائفلوں سے قتل کئے گئے ہوں۔ لیکن اس کے لئے بھی جگا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ مرنے والوں کے ساتھ اُسے عداوت تھی۔ فیصلے کا آخری صفحہ آ گیا۔ تب عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ مجسٹریٹ نے گہرا سانس لے کر پڑھنا شروع کیا۔

"جگت سنگھ جگا کے جرائم خطرناک ہیں۔ اسے شک کا فائدہ دے کر رہا کرنا ممکن نہیں۔ قانون میں ایسے مجرموں کے لئے سزا کی گنجائش ہے۔ ایک ساتھ اتنے قتل اور ڈاکے ڈالنے والے کے لئے موت یا عمر قید کی سزا ہونی چاہئے مگر......" مجسٹریٹ لمحے بھر رُک گئے۔ سننے والوں کے دل حلق میں آ گئے۔ "مگر یہ سب ہونے کے باوجود ثبوت مکمل نہ ہوں تو انصاف کرنا کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی جو گواہیاں دی گئی ہیں ان کو غور سے دیکھتے ہوئے پینل کوڈ کی کالم 302 کی رو سے مجرم جگت سنگھ عرف جگا کو میں چاروں قتل کا مجرم ٹھہراتا ہوں اور انہیں چار قتل کے جرم میں ہر قتل کے پانچ سال کے حساب سے کل بیس سال سخت قید کی سزا کا حکم کرتا ہوں۔"

عدالت کا ہال کانپ اُٹھا۔ "اوہ...... اوہ......" کی آوازیں اُبھریں۔ ماں جی چیخ مار کر چندن سے لپٹ گئیں۔ بہو ساس کے شانے پر سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگی۔ دوات پر سے قلم اُٹھا کر

مجسٹریٹ نے فیصلے کے کاغذات پر دستخط کرنے کے بعد زور دے کر پن توڑ دی۔ یہ دیکھ کر چندن کا دل بیٹھنے لگا۔ مجسٹریٹ نے مجرم کی جانب دیکھا۔ سزا سن کر جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا جو آہستہ آہستہ اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ پھر وہ مجسٹریٹ کی جانب دیکھ کر پُر نفرت انداز میں مسکرایا۔ کٹہرے سے اُس کا ہاتھ بلند ہوا۔ تب سب نے سمجھا کہ وہ مجسٹریٹ کو سلام کرے گا، مگر وہ اپنی پتلی مونچھ کے کنارے کو بل دیتے ہوئے دانت پیس کر مجسٹریٹ کو گھورنے لگا۔ کرچین ڈاکٹر جلدی سے کھڑے ہو گئے اور جگت کے وکیل کو لے کر مجرم کے کٹہرے کے پاس گئے۔

''افسوس جگت! ہمارا اندازہ جھوٹا ثابت ہوا۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ''مگر تم ہمت نہ ہارنا۔ ہم ہائی کورٹ میں اپیل دائر کریں گے۔''

جگت پھیکے انداز میں مسکرایا، مگر کچھ بولا نہیں۔ دلاور خان تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ باہر عدالت کے میدان میں شور مچ گیا تھا لہٰذا اُسے فکر ہو رہی تھی۔ جگت لکڑی کے کٹہرے سے باہر آ کر مسلح سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا وہاں سے باہر جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ماں جی بے تاب ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ پھیلا کر روتی ہوئی اُس کی جانب جھپٹیں۔ کرچین ڈاکٹر اور چندن نے اُنہیں بازوؤں سے تھام لیا تب وہ زمین پر گر پڑیں۔ موہن سنگھ کے علاوہ سب کی آنکھیں ماں کی تڑپ دیکھ کر بھیگ گئیں۔

دوسرے دن لاہور کی جیل کا دیوہیکل دروازہ کھلا، بیڑیوں سے جکڑے ہوئے جگت ڈاکو کو دیکھنے کے لئے جیل کے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ تب سب کو یقین تھا کہ بیس سال سے پہلے جگت یہ دروازہ کھلتا نہیں دیکھ سکے گا۔

جگت کو پتہ نہیں تھا کہ کچھ دن پیشتر کمشنر کے قتل کے مجرم گروبخش کو پھانسی کی سزا سنا کر اسی جیل میں رکھا گیا ہے۔

''جگت سنگھ جگا'' کی یہ سچی داستان
ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات کے لئے
جلد دوئم کا مطالعہ کریں......

دوستوں کو جگت سنگھ جگا کی دوستی پہ ناز تھا
اور ویروا اس کے پیار پہ قربان تھی!

جگت سنگھ جگا

شمیم نوید

2

ناشر:۔
مکتبہ القریش ◎ سرکلر روڈ
اردو بازار۔ لاہور۲۔ فون:۷۶۶۸۹۵۸

5

بیس سال..... مجسٹریٹ کے یہ الفاظ چندن کور کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ فیصلہ سنے دو دن بیت گئے تھے پھر بھی اُسے معلوم ہوتا جیسے کچھ لمحات پہلے سنا ہو۔ عدالت ایک فرد کو سزا دیتی ہے مگر اس فرد کے ساتھ بندھے ہوئے دوسرے افراد کو بھی ایک یا دوسری طرح وہ سزا بھگتنی ہوتی ہے، اس کا کوئی خیال کرتا ہے؟ دو دن سے گھر میں چولہا نہیں جلا تھا۔ ماں جی کی آنکھوں سے آنسو خشک نہیں ہوئے۔ ہر بات میں سرد آہ بھر کر کہتی ہیں۔ "بھگوان! اب تم مجھے کب تک زندہ رکھنا چاہتے ہو؟ ابھی مجھے کیا کیا دیکھنا باقی ہے؟" جیسے جوان بیٹا مر گیا ہو اس طرح گاؤں کی عورتیں ماں جی کے پاس تعزیت کرنے آ رہی تھیں۔ چندن کور جھنجھلا گئی۔ وہ سب اُس کی جانب ہمدردانہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ وہ نظریں جیسے اس سے کہہ رہی ہیں۔ "بہن! تیری زندگی خراب ہو گئی۔ تیرا جوبن ویران ہو گیا۔ خالی گود اب کبھی نہیں بھرے گی۔ بیس سال کے بعد تم ماں بننے کے قابل نہیں رہو گی۔"

دن کو آنسو پی کر چندن رات کی خاموشی میں کھلے دل سے رو دیتی۔ کبھی مکان کے باہر نظریں جمائے گھنٹوں کھڑی رہتی۔ کھڑکی کی سلاخیں اُسے جیل کی یاد دلاتی تھیں۔ اُس نے کبھی جیل دیکھی نہیں تھی پھر بھی سنی ہوئی باتوں کے انداز سے پر جیل اُس کی نظروں کے سامنے آ جاتی۔ سیاہ پتھر کی بلند دیواریں، بڑے بڑے دیو ہیکل دروازے، چھوٹی کوٹھڑیاں، لوہے کی سلاخوں کے دروازے، اندر بند کیا ہوا قیدی لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا، بندھے ہوئے ہاتھوں سے سلاخیں تھامے کھڑا ہو گا۔ جیل کے گھبرا دینے والے اندھیرے میں گھر والوں کو یاد کر رہا ہو گا۔ مگر نہیں...... کہتے ہیں جیل میں سخت مزدوری کرائی جاتی ہے۔ سارا دن چکی پیس کر، پتھر توڑ کر تھکا ہوا شخص کسی کی یاد میں کس طرح جاگ سکتا ہے؟......

سردی میں بھی چندن کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں تیرنے لگیں۔ کھڑکی کی سلاخوں میں سے اُس نے اپنا سر اُٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا، بے شمار ستارے لرزتے ہوئے نظر آئے۔ چندن محسوس کرنے لگی جیسے آسمان ایک بڑی جیل ہے اور ستارے اس میں بند کئے ہوئے قیدی۔ چاند

ان سب کی چوکیداری کرتا ہوا آسمان میں چکر لگا رہا ہے۔ بے چارے ستاروں سے وہ سخت مزدوری کرا رہا ہے۔ دور ایک تارا ٹوٹا اور چندن لرز گئی۔ ٹوٹتا ستارا تڑپا، پھر اچانک بجھ گیا۔ آسمان کی جیل والوں نے اسے پھانسی دی ہو گی۔ چندن یہ خیال برداشت نہیں کر سکی۔ گھبرا کر اُس نے کھڑکی بند کر دی۔ سر تا پا چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔ تب اُس کے کانوں میں کسی کے بگڑے ہوئے الفاظ سنائی دیئے۔ موہن سنگھ کی جھگڑالو چاچی چھت پر کھڑی بلند آواز میں کسی سے کہہ رہی تھی۔

"ہائی کورٹ میں جانے سے اُس کی سزا کم ہو جائے یہ کس نے کہا؟ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی سزا کم کرانے کی لالچ میں ہائی کورٹ میں گیا، وہ بیچارہ مارا گیا۔ سزا بڑھ گئی اور پھانسی پر چڑھ گیا۔"

ایسے زہریلے الفاظ چندن کے دل میں زخم کر گئے۔ اُس نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اکنوں پر دبا لیں۔ مگر اس وقت اُس کے ذہن سے وہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح ٹکرا رہے تھے۔ کان دبانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اسے یہ سب برداشت کرنا پڑے گا ورنہ بیس سال بعد گھر کا آدمی چھوٹ کر جب واپس لوٹے گا تب تک گھر کے افراد زندہ لاشیں بن چکے ہوں گے۔ جس گھر کا سکھ پانے کی خاطر وہ اپنے آپ پولیس کے سپرد ہوئے اور سزا بھگت رہے ہیں وہ گھر شمشان جیسا بن جائے گا۔ اس صورت میں اسے سکھ کیسے ملے گا؟...... کرسچین ڈاکٹر فیصلے کے دن گھر آئے تھے۔ تب ماں جی سے اُنہوں نے کہا تھا۔

"جگت کی ماں! تم سب بھگوان پر اعتماد کرو۔ سب اس پر چھوڑ دو۔ اس کی سزا کم کرانے کے لئے ہم جو کچھ ہو سکتا ہے کریں گے۔ انسان جرم کرے تو اس کا بدلہ ملنا چاہئے۔ یہاں کی عدالت میں نہیں تو آسمان کی عدالت میں یہ بدلہ ضرور ملتا ہے۔" پھر جاتے ہوئے اُنہوں نے کہا۔ "جگت سنگھ جب رہا ہو کر آئے گا تو اس کے سارے جرم ڈھل چکے ہوں گے۔ وہ ایک صحت مند انسان بن کر گھر لوٹے گا۔ کیا یہ کم مسرت کی بات ہے؟"

یہ سن کر ماں جی بڑبڑا اُٹھیں۔ "مگر یہ دیکھنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گی ڈاکٹر صاحب!"

"نہیں نہیں مایا کور......!" کرسچین ڈاکٹر اپنی جھریوں دار ہتھیلیاں ماں جی کے سر پر رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ بھی بھگوان کے ہاتھ کی بات ہے۔ انسان نہیں، بلکہ اعتماد مضبوط ہے۔"

صبح جب بیدار ہوئی تو چندن کور کا جسم تھکا ہوا تھا مگر دل میں نامعلوم پھرتی محسوس ہونے لگی۔

رات کو جیل جیسا دکھائی دینے والا آسمان صبح حسین نظر آنے لگا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی سنہری کرنیں ایسے کہہ رہی تھیں کہ انسان نہیں، یقین مضبوط ہے۔ جسم کی سستی اور دل کی مایوسی جھٹک کر وہ نیچے آ گئی۔

لسی کے مٹکے میں گولا گھومنے کی آواز سن کر ماں جی چونک گئیں۔ مگر خاموشی سے بستر میں پڑی رہیں۔ کچھ دیر بعد باورچی خانے میں برتن کھڑکنے لگے۔ چولہا جلایا گیا تو اُپلے کے دھوئیں کی بدبو آنے لگی۔ آنکھیں بند کیے لیٹے ہوئے ماں جی سوچ رہی تھیں۔ "اچانک گھر میں زندگی کہاں سے آ گئی؟" اُسی لمحے چندن کور پیالہ لے کر آ گئی۔ "ماں جی! اُٹھئے۔ راب پی لیجئے۔" چندن کی آواز میں انوکھی بات تھی۔ ماں جی انکار نہیں کر سکیں۔

شانے تھام کر چندن نے ماں جی کو بٹھایا اور جلدی سے پانی کا لوٹا اور بڑی سی پلیٹ لائی۔

"لیجئے! منہ صاف کر لیجئے۔" جیسے ماں بچے کو پیار سے ڈانٹ رہی ہو، اس طرح چندن کہہ رہی تھی۔ ماں جی مگر...... مگر...... کہتی رہیں مگر چندن نے زبردستی اُنہیں راب پلا دی۔

سوہن سنگھ کو لسی کا پیالہ دھر کر اسی طرح سے کہا۔ "میں پراٹھے بنا لاتی ہوں۔ بغیر کھائے آپ باہر نہیں جائیں گے۔"

گردوارے سے واپس لوٹ کر چندن نے ساس سسر کو ناشتہ کرایا، تب ماں جی بول اُٹھیں۔

"بہو بیٹی! تم بھی ساتھ کھا لو!"

"نہیں ماں جی! میرے لئے الگ ناشتہ بنا ہے۔"

سوہن سنگھ اور ماں جی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بہو کی حرکت اُنہیں آج پراسرار نظر آنے لگی۔ مگر بیچاری بہو کا دل نہ دُکھے اس لئے وہ کچھ بولے نہیں۔ چندن ناشتہ کرنے بیٹھی تب ماں جی باورچی خانے میں جا کر دیکھنے کا تجسس روک نہیں سکیں۔ بہو کی تھالی میں دو پراٹھے، پیاز کے دو ٹکڑے اور تھوڑا سا نمک دیکھ کر وہ بوکھلا گئیں۔ "چندن! سبزی اور دال کم پکائی تھی جو اس طرح رُوکھے پراٹھے کھانے لگی ہو؟" پھر ڈانٹ کر بولیں۔ "اور لسی صبح ہی بنائی ہے۔ پراٹھے پر مکھن لگانا بھول گئی کیا......؟"

جیسے چوری پکڑی گئی ہو اس طرح چندن نے گردن جھکا لی۔ مگر خاموش رہنا مناسب نہیں تھا۔

"ماں جی! سبزی اور دال بہت ہے۔ مکھن بھی ہے۔" چندن نے کہا۔

"پھر......؟" ماں جی نے متعجب لہجے میں کہا۔

"آپ ناراض نہ ہوں!" چندن دھیمے لہجے میں بولی۔ "آج سے میری یہی خوراک رہے گی۔"

"مگر کیوں......؟" ماں جی نے بلند لہجے میں پوچھا۔ "ہم بوڑھوں کو اچھا کھلا کر تم رُوکھا کھانا چاہتی ہو تو یہ نہیں چلے گا۔ سمجھیں؟ ہاں ایک آدھ چیز کی منت لینے کی ممانعت نہیں ہے۔"

چندن رُوکھا پراٹھا چباتی ہوئی بولی۔ "اس میں منت کی بات نہیں ماں جی! جیل میں آپ کے بیٹے کو ایسا ہی کھانا ملتا ہے۔"

اب ماں جی کو خیال آیا کہ اپنی خوراک الگ پکانے کا چندن نے کیوں کہا تھا۔ پانی کے گھونٹ سے نوالہ حلق میں اُتارتی ہوئی چندن سے اُنہوں نے پوچھا۔ "تمہیں کس نے کہا جیل میں ایسا کھانا ملتا ہے؟"

"میں پوچھ آئی ہوں۔" چندن نے سر جھکا کر کہا۔ ماں جی دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔

"کس سے پوچھ کر آئی ہو؟"

"گردوارے سے واپس لوٹتے ہوئے سکینہ چاچی کے گھر گئی تھی۔"

"سکینہ...... مگر اُسے کیا خبر؟"

"اُن کا بیٹا محمود سات سال کی جیل کاٹ کر آیا ہے۔ جیل والے روٹی اور پیاز کے دو ٹکڑے

کھانے میں دیتے ہیں۔ کہتا تھا کہ آٹے میں سیمنٹ ملا کر روٹی پکائی جاتی ہے۔" چندن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ پھر اُس نے مزید کہا۔ "ماں جی! آپ کے ڈر کی وجہ سے میں نے اس میں سیمنٹ نہیں ملائی۔"

"اچھی بات ہے۔ پھر مجھے بھی ایسا ہی کھانا دینا۔" ماں جی کھڑی ہو کر بولیں۔ "وہ تمہارا شوہر ہے۔ مگر میرا بیٹا بھی ہے۔" چندن کیا بولتی؟

لاہور کی جیل میں کھانے کی گھنٹی بجنے لگی اور بھوکے قیدیوں کے چہروں پر روشنی پھیل گئی۔ جگت کان تیز رکھ کر کوٹھڑی کے دروازے کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے دو دن تو اُس نے کھانے کی پرواہ نہیں کی۔ دس بائی بارہ کی کوٹھڑی میں اُس کا دل گھبراتا تھا۔ ایک کونے میں پتھر کی بڑی چکی تھی۔ گھنٹوں کھڑے رہ کر اس وزن دار چکی کو گھماتے ہوئے اُس کے پیر ٹوٹنے لگتے۔ بازو شل ہو جاتے۔ رائفل تھامنے والے ہاتھوں میں چکی کا ڈنڈا تھامنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ دوڑنے والے پیر کھڑے کھڑے سن ہو جاتے تھے۔ پتھر کی دیوار پر ہاتھ مار کر وہ چیخ اُٹھتا۔ "بیس سال تو کیا میں بیس دن بھی یہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔" کرچین ڈاکٹر نے نصیحت کی تھی۔ "جگت! دھیرج دھرنا۔ ہمت نہ ہارنا..... مگر بیس سال اس جہنم میں رہنے کی ہمت کیسے رہ سکے گی؟ اس بات کا یقین دو دنوں میں اُسے ہو گیا۔ پہلے دن اُس نے "میٹ" سے کہا۔ "مجھے حاجت ہو رہی ہے۔ دروازہ کھولو!"

تب وہ "میٹ" اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ جگا ڈاکو کی جگہ دوسرا قیدی ہوتا تو وہ قہقہہ مار کر ہنس دیتا۔ پھر بھی وہ مسکرایا۔ "نمبر نو سو ساٹھ! حاجت کے لئے اندر ہی انتظام ہے۔ کونے میں ڈبہ پڑا ہوا ہے۔ وہ اسی کے لئے ہے۔"

جگت کو ابکائی سی آنے لگی۔ کونے میں پڑے ہوئے ڈبے کو زور سے لات ماری۔ دیوار سے ٹکرا کر ڈبہ مڑ گیا۔ دانت پیستا ہوا وہ بڑبڑایا۔ "سالا..... یہ کیسا انتظام ہے۔ جہاں کھانا سونا، وہیں حاجت....." ڈپٹی جیلر نے شام کو آ کر اُسے سمجھایا۔ "نو سو ساٹھ! اس قدر جلد باز مت بنو۔ کچھ دن برداشت کر لو۔ شیخوپورہ سول ہسپتال کے سرجن صاحب نے سپر صاحب سے تمہارے لئے خاص سفارش کی ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے علیحدہ انتظام کیا جائے گا۔" پھر اُسے وارننگ بھی دی۔ "تب تک تم کسی قسم کی گڑبڑ نہیں کرو گے۔ جیل کے رجسٹر میں تمہارے نام کے نیچے سرخ روشنائی سے لکیر ڈالی گئی ہے وہ خطرناک قیدی کی نشانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں پھانسی والی کوٹھڑی میں رکھا گیا ہے۔"

تب جگت سمجھ گیا۔ اس کے اندر آنے کے بعد بھی باہر والے ہاتھ باندھ کر بیٹھے نہیں رہے۔ اُس کے انتظام کے متعلق سفارش چل رہی ہے۔ یہ جان کر اُسے اطمینان ہوا۔ ویسے تو ڈاکو کی زندگی میں کہاں دُکھ نہیں اُٹھایا؟ کئی بار بھوکا رہنا پڑا۔ ایک بار مُردے کی چتا پر بکرا پکا کر کھایا۔ کوئی سنے تو اُسے اُلٹی آ جائے۔ اُسے جیل کی زندگی برداشت کرنی پڑے گی۔ نہیں تو فرار کا راستہ تلاش کرنا پڑے گا.....!

باہر کے دروازے کا تالا کھڑکا۔ کھانا دینے والا میٹ بغل میں روٹی کا ڈبہ دبائے سامنے کھڑا تھا۔ سنتری نے تالا کھولا۔ ہر کوٹھڑی کے باہر کھلا چوک جیسا حصہ ہوتا ہے جس کے اُوپر مضبوط سلاخوں کی چھت ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹے بند قیدی کو صبح و شام آدھا آدھا گھنٹہ اس چوک میں ٹہلنے کی

چھوٹ دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کوٹھڑی کا تالا کبھی نہیں کھلتا۔ روٹی، پانی وغیرہ بھی چوک میں کھڑے رہ کر اندر کی کوٹھڑی کی سلاخوں میں دی جاتی ہے۔ جگت نے سلاخوں سے ہاتھ باہر نکال کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلا دیں۔ پسند کی چیز چھین لینے کی قوت رکھنے والا جگا ڈاکو روٹی کے ٹکڑے کے لئے ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہوا تھا یہ دیکھ کر اُس میٹ کو اپنی ذات پر جہاں فخر محسوس ہوا، وہاں شرم بھی آئی۔ بھوک بڑے بڑے طاقتوروں کو بزدل بنا دیتی ہے۔ یہ اُس نے کئی بار دیکھا تھا مگر ایسا حسرت ناک منظر بھی اُسے آج دیکھنے کو ملا تھا۔ چوک کا فولادی دروازہ بند ہوا، تالا لگایا گیا اور سنتری کے عقب میں چلتا ہوا میٹ دوسری کوٹھڑی کی جانب بڑھ گیا۔ جگت نے پراٹھے کا پہلا ٹکڑا منہ میں رکھا۔ اُسی لمحے کسی کی گرج سنائی دی۔

"نہیں چاہئے تمہارا یہ کھانا۔ جا کر کتے کو کھلا دو! اور اپنے صاحب کو کہہ دو کہ میں چور ڈاکو نہیں ہوں!"

جگت فوراً کھڑا ہو گیا۔ ان دو دنوں کے دوران اُس نے سوچا تک نہیں تھا کہ برابر والی کوٹھڑی میں کون ہے؟ دروازے کی سلاخوں پر زنجیر مار کر وہ بھی گرجا۔ "ارے میٹ! یہ کون بکتا ہے؟ روٹی نہیں کھاتا ہے تو بھوکا مر جا۔ لیکن کمبخت چور، ڈاکو کو کیوں گالیاں دیتا ہے؟"

برابر والی کوٹھڑی سے وہی آواز سنائی دی۔ "تو کون ہے درمیان میں دخل دینے والا؟ سالا! جیل والوں کو مسکہ لگاتا ہے؟"

جگا کی مٹھیاں کس گئیں۔ "زبان سنبھال بیوقوف!" جگا غصے میں گرجا۔ "میں ہوں تیرا باپ جگا ڈاکو۔"

اور اس کے بعد دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ سنتری اور میٹ چکرا گئے۔ جگا ڈاکو کا نام سنتے ہی جیسے اُس قیدی کے لبوں پر تالا لگ گیا۔ جگت کو بھی حیرت ہوئی۔ وہ شخص اچانک چپ کیوں ہو گیا؟ وہ کون ہے؟ پھانسی کی کوٹھڑی کا قیدی ایسا بزدل نہیں ہوتا۔ کیا وہ اُسے پہچانتا ہوگا؟ پندرہ منٹ میں جیل میں بات پھیل گئی۔ قیدی نمبر 958 بھوک ہڑتال پر ہے۔ جیلر صاحب دوڑتے ہوئے آئے۔ جگت کو یہ ہنگامہ دیکھنے کا لطف آیا۔ جیلر سے وہ قیدی کہہ رہا تھا۔ "میں سیاسی قیدی ہوں۔ مجھے اچھا کھانا ملنا چاہئے۔ رہنے کے لئے اچھی جگہ ملنی چاہئے۔ میں بھوکا مر جاؤں گا مگر یہ ظلم برداشت نہیں کروں گا۔"

جیلر اُسے سمجھانے لگا۔ دونوں کے درمیان انگریزی میں دلیلیں ہونے لگیں۔ اُس وقت جگت چونکا۔ وہ کوئی تعلیم یافتہ قیدی تھا۔ جیلر نے بہت کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ جگت سے رہا نہ گیا لہٰذا اُس نے پوچھا۔ "جیلر صاحب! یہ کون نواب کا بچہ جیل میں آیا ہے؟"

"ارے بھائی مصیبت ہے۔ پھانسی پر لٹکنے سے پہلے ہماری ناک میں دم کر دے گا۔" جیلر نے مایوس لہجے میں کہا۔ "پولیس کمشنر کو قتل کرنے والا انقلابی ہمارے نصیب میں کہاں لکھا تھا۔"

یہ سن کر جگت حیرت زدہ رہ گیا۔ برابر والی کوٹھڑی میں گروبخش بند ہے؟ جیلر کو جگت کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ یہ اچھا ہوا۔ ورنہ ایک دوسرے کی جان پہچاننے والے خطرناک قیدیوں کو برابر میں رکھنے کا خطرہ وہ کبھی مول نہ لیتا۔ جگت کو اب خیال آیا کہ اُس کا نام سن کر برابر والا کیوں

چپ ہو گیا تھا۔ دو دن سے پرانے دوست پڑوسی ہونے کے باوجود دونوں میں سے کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ گرو بخش کی صورت دیکھنے کی اُسے خواہش ہوئی۔ مگر وہ کیوں بھوک ہڑتال کر رہا ہے؟ اسے پھانسی دینے کا دن مقرر ہو گیا ہے۔ یہ سب جاننا پڑے گا۔ اس کے باوجود کسی کو یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ گرو بخش سے اس کی گہری دوستی ہے۔ اب یہ کوٹھڑی چھوڑ کر اس سے دُور بھی نہیں جانا...... کچھ دیر بعد ماحول پُرسکون ہو گیا۔ لہٰذا جگت اپنی اور گرو بخش کی کوٹھڑی کی درمیانی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے اس طرح دیوار کو تھپتھپایا جیسے وطن کی محبت میں اُس کی پیش کی ہوئی قربانی کی داد دے رہا ہو، ساتھ ہی ہتھکڑی کی زنجیر کھنکھنائی۔ اُسے فوراً دوسری جانب سے اسی طرح کا جواب ملا۔ جگت کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ اُس نے پھر دیوار پر زوردار ہاتھ مارا۔ پڑوس سے جواب ملا۔ وہ اس طرح دیوار سے سینہ ٹکا کر کھڑا ہو گیا جیسے لمبے عرصے کے بعد اپنے پیارے دوست سے مل رہا ہو۔ پُرمسرت انداز میں اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ شام کو جیل سپرنٹنڈنٹ میکلین صاحب آئے۔ انہوں نے گرو بخش کو بہت سمجھایا۔ سیاسی قیدی کی حیثیت سے انتظام کے مطالبے کے لئے درخواست لکھنے کی تجویز بتائی۔ چار چھ دن میں اُوپر سے جواب آئے، اس صورت میں ممکن حد تک چھوٹ چھاٹ دینے کی تیاری بتائی۔ مگر گرو بخش اپنی ضد پر اٹل رہا۔ "میں درخواست نہیں لکھنا چاہتا۔ تم گورے ہمارے دیش کے مالک بن بیٹھے ہو مگر میں تمہارے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ جب تک میرا مطالبہ منظور نہیں ہو گا اُس وقت تک بھوک ہڑتال جاری رہے گی۔"

سپرنٹنڈنٹ صاحب سر جھکائے ہوئے چلے گئے۔ جیل کا معمولی قیدی ہنگر اسٹرائیک کا ہتھیار اُٹھا لے تو جیل والے بوکھلا جاتے ہیں جبکہ وہ تو انقلابی قیدی تھا۔ پھر وہ بھی پھانسی والا۔ موپر صاحب کی نیند حرام ہو گئی۔ اُنہوں نے وارننگ دے دی۔ "بات باہر نہیں جانی چاہئے ورنہ اخبار والے رائی کا پربت کر دیں گے۔" روٹی کے وقت جیل کا ڈاکٹر عجیب قسم کے ہتھیار لے کر آ پہنچا۔ کمپاؤنڈر کے ہاتھ میں دُودھ کی بوتل تھی۔ دوسرے ہاتھ میں جالی دار کٹوری تھی۔ ان کے ساتھ ڈپٹی جیلر اور ایک میٹ تھا۔ گرو بخش کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ اُسے باہر چوک میں لایا گیا۔ فرش پر اُسے لٹایا، شانے کے نیچے ٹیک کے لئے باردانے کا تھیلا تہہ کر کے لگایا۔ میٹ نے اُس کے پیر تھام لئے۔ گرو بخش نے پیر اُچھال کر اُسے دُور دھکیلنے کی کوشش کی مگر اُس کے دونوں ہاتھ بھی بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ جیل کے ڈاکٹر نے اپنا ایک گھٹنا اُس کے ایک شانے پر رکھ کر اُسے دبایا۔ گرو بخش شور کرنے لگا۔

"نہیں نہیں...... میں ایک قطرہ بھی منہ میں نہیں جانے دُوں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے دانت بند کر لئے۔ جگت اپنی کوٹھڑی کی سلاخیں تھام کر دھڑکتے دل سے سن رہا تھا۔ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا، نہ ہی کچھ کر سکتا تھا۔ اُسے افسوس ہونے لگا۔ گرو بخش نے دانت بند کر لئے مگر جیل کے ڈاکٹر کو اس سے ذرا تکلیف نہیں ہوئی۔ اُنہیں تو ناک کے راستے خوراک پیٹ میں روانہ کرنا تھی۔ جالی دار کٹوری کے ساتھ جڑی ہوئی ربڑ کی نلکی دوسرے کنارے پر دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ گرو بخش کے ناک پر اُنہیں جما کر اُس نے ڈپٹی جیلر کو کہا۔ "اب کٹوری میں آبجیکٹ ڈالنا شروع کریں۔" انڈے اور مسمی کے رس والا دُودھ نلکی میں بہنے لگا۔ ناک میں آبجیکٹ گیا تو گرو بخش بوکھلا اُٹھا۔ اُس نے زور

کر کے ناک پر سے نلکی ہٹانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس طرح کی حرکت کرنے سے دُودھ کی دھار اُس کے رُخسار پر بہنے لگی۔ جگت سنگھ جیسی اُس کی مونچھ بھیگ گئی۔ داڑھی تو اُس نے بم پھینکنے سے پہلے ہی صاف کرا دی تھی۔

آدھا پیالہ دُودھ اُس کے پیٹ میں گیا ہو گا کہ گرو بخش بری طرح مشتعل ہو گیا۔ اُس نے ہاتھ پیروں کا ایک ساتھ زور لگا کر ڈاکٹر کو دُور دھکیل دیا۔ اُس کے دھکے سے ڈپٹی جیلر کے برابر پڑی ہوئی بالٹی اُلٹ گئی۔ سارا دُودھ فرش پر پھیل گیا۔ گرو بخش کے چہرے پر فتح مندانہ مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ ڈاکٹر نے پیشانی کا پسینہ خشک کیا۔

"جوان! اگر تم ہنگامہ کرو گے تو ہمیں ہاتھ پیر باندھ کر تمہیں خوراک دینا پڑے گی۔" ڈاکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"اگر ایسی زبردستی کرو گے تو میں زبان دانتوں میں کچل کر مر جاؤں گا۔" گرو بخش نے جوابی دھمکی دی۔ ڈاکٹر اور ڈپٹی اُترے ہوئے چہروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں سوال تھا "اب کیا کریں؟......"

شام کے وقت جگت کو اُس کے سیل سے ٹہلنے کی خاطر باہر نکالا گیا۔ سلاخوں کی چھت سے اُس نے آسمان پر پھیلی ہوئی شفق کی سرخی دیکھی جیسے آسمان پر گلابی رنگ بکھیر دیا گیا ہو۔ دن میں دو بار اُسے آسمان دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ پنجرے میں بند شیر کی طرح وہ اس چھوٹے سے بارہ فٹ کے چوک میں ٹہلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ برابر والی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور جگت کے کان چمک گئے۔ سنتری دوسری کوٹھڑیاں کھولنے لگے۔ اتنی دیر میں اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"گرو بخش......!"

"بول جگت......!" اُس نے دیوار کے قریب آ کر کہا۔

"یہ بھوک ہڑتال کا کیا ڈرامہ ہے؟" جگت نے بے چینی سے مگر دھیمے لہجے میں پوچھا۔ کچھ دیر تک جواب نہیں ملا۔ سنتری اب آخری کوٹھڑی کھول رہے تھے۔ جگت نے پھر سوال کیا۔ "جلدی بتا! یہ کیا ڈرامہ ہے؟"

"جگت! یہ ڈرامہ نہیں، ترکیب ہے۔ فرار ہونے کی ترکیب۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو! تمہارے بھی کام آئے گی۔" گرو بخش نے کہا۔ اُسی لمحے سنتری کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"کمبخت! بھوکا مر جائے گا۔ چھوڑ دے یہ بھوک ہڑتال۔" جگت، گرو بخش کو ڈانٹنے والے لہجے میں بولا۔ گرو بخش بغیر جواب دیئے خاموشی سے ٹہلنے لگا۔

گرو بخش کی ہڑتال نے جیل میں ہلچل پیدا کر دی۔ چوری، لوٹ، خون جیسے جرائم کی سزا بھگتنے والے جیل کے قیدی انقلابی کی بہادری سے پگھل گئے۔ اندر ہی اندر سرگوشیاں ہونے لگیں۔ "اپنا دیس بند ہو، اس طرح بھوک سے تڑپے، اس حالت میں ہم کو کھانا کس طرح بھاتا ہے؟ ایسا کہنے والوں کے جواب میں کچھ لوگ نکتہ چینی بھی کرتے کہ "اسے پھانسی کی سزا مل چکی ہے۔ مہینے دو مہینے میں پھانسی لگ جائے گی۔ پھر اتنے تھوڑے عرصے کے لئے کھانے پینے کی یہ لڑکا کیوں شکایت کر رہا ہے؟"

''گروبخش کی ہمدردی میں ہم بھی بھوک ہڑتال شروع کر دیں۔'' اس پر اشارہ بھی ہوا، اس پر اختلاف بھی ہوا۔ سارا دن سخت محنت مزدوری کر رہے ہیں اور بھوکے کس طرح رہ سکتے ہیں؟ آدھا گھنٹہ روٹی لیٹ ہو جائے اس صورت میں جمعدار کے نام سے گالیوں کا طوفان مچانے والے بھوک ہڑتال کس طرح کر سکتے ہیں؟

سب سے بڑا ڈر تھا انجام کا۔ جیل کے قانون کے مطابق ہڑتال کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔ جن قیدیوں کے اچھے چال چلن سے ان کی سزا میں تھوڑی بہت راحت ملی ہو اُن پر کراس کا نشان لگ جاتا ہے۔ دو مہینے رشتہ داروں کا منہ دیکھنے اور ان سے دو باتیں کرنے کا راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ جیلر کی آنکھوں میں آ جاتے ہیں۔ اس صورت میں چوری چھپے بیڑی یا دوسرے نشے کی عادت ہونے پر پکڑے جانے پر سخت سزا بھگتنے کی باری آ جاتی ہے۔ گروبخش جیسے پھانسی کے قیدیوں کو چاہے نقصان نہ ہو مگر جو جیل کے دن کسی گڑبڑ کے بغیر کاٹ رہے تھے اور واپس لوٹنے کی خواہش میں زندہ تھے ان کے لئے یہ ناقابل برداشت بات تھی جیسے راستہ چلتے ہوئے سانپ کو ہاتھ میں پکڑ لیا جائے۔

اس طرح قیدیوں کی متحدہ بھوک ہڑتال کی بات ہوا میں رہ گئی۔ مگر اس سے ایک فائدہ ہوا۔ ایسی ہلچل نے جیل کی فضا میں سنسنی پھیلا دی۔ جیل افسران کی ناک قیدیوں میں بغاوت کی بو پا کر پھولنے پچکنے لگی۔ ''گروبخش کی ضد کے سامنے کچھ نرمی اختیار کرنے میں ہمارا کیا بگڑتا ہے؟'' ایسی دلیلیں دی جانے لگیں۔ انگریز سوپر صاحب کی نیند اور بھوک حرام ہو گئی تھی۔ کیونکہ اخبار اُن کے پیچھے پڑ چکے تھے۔ ''لاہور جیل میں محب وطن گروبخش پر تشدد ہو رہا ہے۔'' ...... ''ڈیڑھ آنکھ والے جیل سپرنٹنڈنٹ میکلین کی حاکیت......'' ایسی خبریں صبح شام سوپر صاحب کے دل پر چرکے لگانے لگیں۔ اس کے باوجود گورنر نرمی اختیار کرنے کو راضی نہیں تھا۔ پولیس کمشنر ولیم کے قاتل سے نرم برتاؤ کیسا؟ گروبخش کی ضد کے جواب میں اُس نے پھانسی کا دن جلدی مقرر کر دیا اور حکم نامہ شائع کر دیا۔ ''آج سے بارہویں دن اسے پھانسی دی جائے۔''

جیل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب کے لئے اس حکم سے مشکلات بڑھ گئیں نیم جان قیدی کو پھانسی کس طرح دی جائے؟ ممکن ہے پھانسی کے دن سے پہلے ہی گروبخش کا دم ٹوٹ جائے؟ اس صورت میں سخت آفت آ جائے۔ جیل کوڈ کا اصول ہے کہ جسے گلے میں رسّی ڈال کر پھانسی دی جانی ہو اُسے کسی اور طریقے سے نہیں مرنا چاہئے۔ اسی لئے تو اس پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ پھانسی کا قیدی قدرتی یا غیر قدرتی موت سے پہلے مر جائے اس صورت میں قانون کا شکار چھن جاتا۔ دو سال پہلے قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا پائے ہوئے ایک قیدی نے نہ جانے کس طرح رسّی کا انتظام کر لیا۔ وہ جیل میں ہی لٹک گیا تھا۔ مگر سوپر صاحب کے نصیب اچھے تھے کہ اُس کی جان بچ گئی۔ سنتری نے اسے دیکھ لیا۔ فوراً ہی اُس کا میڈیکل ٹریٹمنٹ کیا گیا۔ اُسے صحت یاب کرنے کے لئے میکلین صاحب بوکھلا گئے تھے جیسے وہ اپنے سگے بیٹے کو موت کے منہ سے بچانا چاہتے ہوں۔ ایک ہفتے بعد اُسے پھانسی دے کر اُن کی فرض ادا کرنے والی روح نے فتح کا فخر محسوس کیا۔

یہی وجہ تھی سپرنٹنڈنٹ صاحب کو گروبخش کی فکر ستا رہی تھی۔ بارہویں دن پھانسی دینے کا حکم

سنانے کے لئے وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا گروبخش کی کوٹھڑی پر پہنچ گیا۔ پہرے پر موجود دو سنتریوں نے زوردار سلیوٹ دے کر سوپر صاحب کا استقبال کیا۔ اپنی کوٹھڑی میں چکی پیستے ہوئے جگت کے ہاتھ رُک گئے۔ جوتوں کی آہٹ سے اُسے پتہ چل گیا کہ بڑے صاحب آ رہے ہیں۔ گروبخش کی کوٹھڑی کی جانب چھوٹے بڑے صاحبوں کی بار بار آمد ہو رہی تھی۔ وہ لوگوں کی بات چیت اور چہروں کے تاثرات سے حالات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ آج سپرنٹنڈنٹ صاحب کے ہاتھوں میں سرکاری کاغذات دیکھ کر اُس کا تجسس بڑھ گیا۔ پھر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اشارہ کیا۔ اُسی لمحے ایک سنتری نے آگے بڑھ کر گروبخش کے سیل کا دروازہ کھول دیا۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب کے جوتے کی آہٹ چوک کے فرش پر ہوئی مگر کمبل اوڑھے سوئے ہوئے گروبخش کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ سپرنٹنڈنٹ نے آواز دی۔ ''قیدی نمبر نو سو اٹھاون! آرڈر آ گیا ہے۔''

مگر اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اُسے خوف محسوس ہوا۔ اشارہ کر کے اُس نے سنتری کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ سیل میں داخل ہو کر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے گروبخش کے چہرے پر سے کمبل اُتار دیا۔ ''شکر ہے سانس چل رہی ہے۔'' سوپر بڑبڑایا۔ پیشانی پر ہاتھ رکھا، وہ بری طرح جل رہی تھی۔ پانچ دن کی بھوک ہڑتال سے اُس کے چہرے کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ اُسے ہلایا جلایا۔ جب وہ ہلکی آواز میں کراہا، سوپر صاحب کہنے لگا۔

''تمہاری پھانسی کا حکم آ چکا ہے۔ آج سے بارہویں دن..... سمجھے؟ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔'' ...... مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ''بارہویں دن اس کی لاش کو ہی پھانسی دینی پڑے گی۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ آگے پیچھے چلتے ہوئے جمعدار کو اُس نے حکم دیا۔ ''جاؤ! جلدی سے ڈاکٹر سین کو بلاؤ......'' جگت چونک گیا۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب کا چہرہ بتا رہا تھا کہ معاملہ کافی سنجیدہ ہے۔

''صاحب! اُس کی حالت کیسی ہے؟'' یہ الفاظ اُس کے لبوں پر آ کر واپس لوٹ گئے۔ اُسے گروبخش کی فکر ہے اس بات کا سوپر صاحب کو پتہ نہیں چلنا چاہئے۔ لہٰذا اُس نے دوسرے طریقے سے کہا۔ ''بس صاحب...... پانچویں دن انقلابی ٹھنڈا پڑ گیا۔ سالا پھانسی سے ڈر گیا۔ لہٰذا بھوک ہڑتال کا فراڈ کرنے لگا۔'' سوپر کو اُس کی بات سننے یا جواب دینے سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا...... پھانسی کا اُسے ڈر تھا تو پھر اس نے تاج کو رحم کی اپیل کیوں نہیں کی؟ عمر قید مل جاتی۔ اس صورت میں زندہ تو رہتا...... ڈاکٹر سین کو آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اُسے دھوتی کرتے میں دیکھ کر سوپر سمجھ گیا کہ دوپہر کی نیند چھوڑ کر دوڑا آیا ہے۔ دوسری صورت میں ڈاکٹر کا یہ دیسی لباس میکلین صاحب کو کھٹکتا۔ سین کے ''گڈ آفٹرنون'' کے جواب میں سوپر نے کہا۔

''اچھا ہوا آپ نے کپڑے تبدیل کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔'' پھر ہاتھ میں تھامے ہوئے کاغذات دکھاتے ہوئے بولا۔ ''قیدی کو پھانسی کا حکم نامہ سنانے آیا تھا مگر......''

ڈاکٹر سین زیادہ بات سننے کی بجائے سیل میں داخل ہو گیا۔ جمعدار کے ہاتھ سے بیگ لے کر اُس میں سے اسٹیتھو اسکوپ نکال کر جلدی سے مریض کو دیکھنے لگا۔ گروبخش کا جسم گرم ہو رہا تھا۔ سانس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ نبض کی رفتار کم ہو چکی تھی۔ سوپر بے چین نظروں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''سر! میں سمجھتا ہوں اسے فوری طور پر ہسپتال میں ٹرانسفر کرنا پڑے گا۔ کیس سیریس ہونے سے پیشتر اسے طبّی امداد دینی ضروری ہے۔'' ڈاکٹر سین بیگ کو بند کرنے لگا۔

سوپر کا چہرہ اُتر گیا۔ پھانسی کا حکم سنانے کے سلسلے میں ہونے والی دیر اُسے کھٹک رہی تھی۔

''آل رائٹ ڈاکٹر...... اپنی رپورٹ اور اسٹریچر بھیج دیں۔''

''اوکے سر!'' کہہ کر ڈاکٹر جانے لگا۔ میکلین صاحب کی ہدایت اُس کی پشت سے ٹکرائی۔ ''ڈاکٹر! میں قیدی کی چوکیداری کا سخت انتظام کرتا ہوں۔ مگر آپ بھی چوکنے رہیں۔ کوئی ایسی دوا اس کے ہاتھ نہ لگے جس سے......''

ڈاکٹر نے سر گھما کر اثبات میں گردن ہلائی۔ ''ڈونٹ وری سر......!''

جگت کام کرنے کے بہانے کوٹھڑی میں سے سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ سوپر اور ڈاکٹر کی انگریزی بات چیت سے وہ صرف اتنا سمجھ سکا تھا کہ گروبخش کو پھانسی دیئے جانے کا دن مقرر ہو چکا ہے۔ مگر اس وقت کی بھاگ دوڑ کسی نئے موقع کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ جگت کو گروبخش پر غصہ آ رہا تھا۔ فرار ہونے کی ترکیب کے سلسلے میں بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اور اب وہ خود اپنے جال میں پھنس گیا۔

جیل کا اسٹریچر لے کر دو سفید پوش وارڈر آئے۔ جگت کو خوف سا محسوس ہوا۔ کیا گروبخش کو یہاں سے لے جا رہے ہیں؟ گھبرا دینے والی اس کالی کوٹھڑی میں چند دنوں کا ساتھ ملا تھا وہ بھی چھن گیا۔ مگر وہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟

''ذرا سنبھل کے۔'' سوپر وارڈروں سے کہہ رہا تھا۔ اب جگت سے رہا نہیں گیا۔ چکی پیسنا بند کر کے دروازے کی سلاخیں دونوں ہاتھوں سے تھام کر فکرمندانہ نظروں سے باہر کی جانب دیکھنے لگا۔ اسٹریچر کا وزن اُٹھا کر ایک وارڈر باہر نکلتا نظر آیا۔ جگت کی ہتھیلی پسینے سے بھیگ گئی۔ اُس نے آنکھیں پھیلا کر دیکھا۔ گروبخش کو کمبل اوڑھایا ہوا تھا۔

''کیا ایک بار اس کا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملے گا؟'' جگت کا دل ایک بار بھڑک اُٹھا۔ اسٹریچر میں پڑا ہوا جسم شانے تک کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔ اُسی لمحے گروبخش کا چہرہ نظر آیا۔ اُسے دیکھ کر جگت کے دل میں درد ہونے لگا۔ پچکے ہوئے جبڑے، اندر دھنسی ہوئی آنکھیں، لبوں سے ٹپکتی ہوئی چکناہٹ...... جگت کو چیخنے کی خواہش ہوئی مگر اسی لمحے اسٹریچر کو لئے ہوئے وارڈر آگے بڑھ گئے اور اس ایک پل میں گروبخش نے ایک آنکھ کھول کر جگت کی جانب دیکھا، پھر آنکھ بند کر لی۔ جگت نے یہ بھی دیکھا کہ گروبخش کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اسٹریچر کے پیچھے چلتے ہوئے سوپر کے جوتوں کی آواز بند ہوئی۔ اُسی لمحے اُس کے ذہن میں چمک سی پیدا ہوئی۔ کیا گروبخش بیہوش بن گیا تھا؟ اُس کی ترکیب کا پہلا حصہ پورا ہونے پر اُس کے لبوں پر نظر آنے والی مسکراہٹ فتح کی خوشی تھی......؟ جگت کے ذہن پر اُلجھن سوار ہو گئی۔ گروبخش کو یہاں سے لے گئے۔ اس کا غم کیا جائے یا خوشی منائی جائے......؟

O

جیل کی تیس فٹ بلند دیوار کے پیچھے ہی ہسپتال تھا۔ ویسے تو جیل کے صدر دروازے سے

ہسپتال میں آنے جانے کا راستہ تھا مگر ایمرجنسی کے لئے دیوار میں ایک دروازہ رکھا گیا تھا۔ گروبخش کو اُس دروازے سے لے جایا گیا۔ سوپر میکلین، گروبخش کی بگڑی ہوئی حالت کو ممکن حد تک پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا حالانکہ بھوک ہڑتال پر اُترے ہوئے قیدی کو ہسپتال میں لے جانے کا یہ نیا واقعہ نہیں تھا۔ پھر بھی سوپر صاحب اتنی رازداری برت رہا تھا۔ کیا کچھ اچانک ہونے والا ہے؟ یہ سوال اُس کے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ ڈاکٹر سین نے اس خاص مریض کے لئے ہسپتال میں کونے والا کمرہ خالی کرا لیا تھا۔ ہوا اور روشنی کے لئے ایک سلاخوں والی کھڑکی بھی اسی کمرے میں تھی اور اس پر نظر رکھنے کے لئے شیشے کا دروازہ تھا۔ ڈاکٹر سین نے فوراً مریض کا علاج شروع کر دیا۔

گلوکوز چڑھانے کے لئے گروبخش کی ہتھکڑی نکال دی گئی۔ حرکت نہ کر سکے، اس لئے انجکشن دیا گیا۔ مریض کے بیڈ کے برابر ایک نرس بٹھائی گئی اور دروازے کے باہر دو مسلح سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ گلوکوز کے پانی کی دوسری بوتل خالی ہونے تک شام ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر سین نے نرس کو ہدایت دی تھی کہ دو بوتلیں خالی ہونے کے بعد مجھے مطلع کرنا۔ نرس نے رسٹ واچ میں دیکھا، ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ نصف گھنٹے بعد اُس کی ڈیوٹی ختم ہونی تھی۔ کلائی کی نبض سے سوئی نکال لی گئی۔ اُس وقت مریض کے لبوں سے کراہ نکل گئی۔ نرس کی پشت دروازے کی سمت تھی۔ نرس مریض کے سر کی جانب کھڑی ہو کر اُس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگی۔ پھر نرم لہجے میں بولی۔ ''گرو......!''

مریض کی پلکیں حرکت کرنے لگیں۔ لہٰذا وہ سر جھکا کر اُس کے کان میں بولی۔ ''طوفان۔''

جادوئی اثر ہوا۔ گروبخش کی آنکھیں فوراً کھل گئیں۔ دو چار بار اُس نے آنکھیں جھپک کر دیکھا۔ نرس کا دُھندلا چہرہ اب صاف نظر آنے لگا۔ پھولوں کی پتیوں کی طرح گروبخش کے لب کھلے۔ ''سونیا!'' چار آنکھیں ملیں۔ نظروں کے تار بن گئے۔ دل کی ٹک ٹک زور کرنے لگی۔ پانچ سات لمحوں کی خاموشی نے بہت کچھ کہہ دیا۔ تب گروبخش نے سونیا کی زلفوں کی طرف دیکھا اور اُس کی نظریں سونیا کے اُبھرے ہوئے سینے پر لٹکتے ہوئے کراس پر جم گئیں۔ سونیا، گروبخش کا مطلب سمجھ کر مسکرائی۔ ''میں ماریا بن گئی ہوں۔ یہاں تک پہنچنا ضروری تھا۔'' نرس ایک لمحہ کے لئے رُک گئی۔ پھر عقب میں دیکھ کر اُس نے مزید کہا۔ ''تم ہوش میں آ گئے، اس کی اطلاع کرنے جا رہی ہوں۔ پھر میری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔''

ہلکے ہاتھوں سے گروبخش کی پلکیں بند کر کے نرس باہر چلی گئی۔ پھر پہرہ دیتے ہوئے سپاہیوں کو سنانے کے لئے بڑبڑائی۔ ''مریض ہوش میں آ رہا ہے۔ میں ڈاکٹر کو اطلاع دینے جا رہی ہوں۔''

سپاہی اٹینشن ہو گئے۔ ڈاکٹر سین کے آنے کے بعد گروبخش نے آنکھیں کھول دیں۔ ''میں کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا؟'' وہ بڑبڑایا۔

ڈاکٹر نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھا، پھر اسٹیتھو اسکوپ سے اُس کو جانچنے لگا۔ ''جوان! یہ جیل کا ہسپتال ہے۔ اب تم ہماری نگرانی میں ہو۔'' پھر نبض پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''مجھے اُمید ہے کہ یہاں تم اپنی ضد جاری نہیں رکھ سکو گے۔''

گروبخش نے ڈاکٹر کے برابر کھڑی ہوئی نرس کی جانب دیکھا مگر وہ نظر بنا کر کام میں لگ گئی۔ گروبخش نے کمزور آواز میں کہا۔ ''ڈاکٹر! اگر دوبارہ مجھے اُس کوٹھڑی میں لے جاؤ گے تو اس

صورت میں میری ضد جاری رہے گی۔" ڈاکٹر کے پاس اُس کی بات کا جواب نہیں تھا۔ یہ اُس کے بس سے باہر کی بات تھی۔ اسی لمحے سوپر کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اُس کے ہاتھ میں کاغذات نظر آرہے تھے۔ گروبخش کو ہوش میں دیکھ کر اُسے اطمینان ہوا۔

"ویل..... میں اپنا فرض پورا کرنے آیا ہوں۔" اُس نے کہا۔ مگر گروبخش کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ سوپر نے کاغذ پھیلا کر پھانسی کا آرڈر سنایا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر سنجیدگی چھاگئی۔ نرس کے پیر لرزنے لگے۔ اُس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ مگر اُس نے چہرے پر لاپرواہی کا نقاب ڈالے رکھا۔ سوپر نے سوچا تھا کہ پھانسی کا حکم سنتے ہی قیدی چیخ مارے گا، ہاتھ پیر اُچھالے گا۔ کم از کم آہ ضرور بھرے گا۔ مگر اس کی بجائے گروبخش کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ تب سوپر کو سخت دھچکا لگا۔ حب الوطنی کے مضبوط جذبے نے اس جوان کو موت کے مقابلے میں کتنا بے خوف بنا دیا تھا۔

سات بج گئے۔ رات کی ڈیوٹی والی نرس کمرے میں داخل ہوئی، تب ڈاکٹر سین نے سونیا سے کہا۔ "مس ماریا! تم اب جا سکتی ہو۔"

تھینک یو ڈاکٹر!" کہہ کر ماریا نے قدم بڑھائے۔ جاتے وقت ایک نظر گروبخش پر ڈالی۔ گروبخش نے آنکھیں بند کرلیں اور سونیا کے سینڈلوں کی دُور ہوتی ہوئی آواز سننے لگا۔ پھانسی کی خبر سے سونیا کے معصوم دل میں محسوس کیے گئے صدمے کی لرزتی ہوئی آواز وہ سینڈل کی آہٹ میں محسوس کر رہا تھا۔ محبت انسان کو کیسی کیسی قربانیاں دینے کا عزم بخشتی ہے؟ چار سال پہلے سونیا لاہور کے کالج میں انٹر سائنس کی طالبہ تھی۔ اُس وقت اُس نے پہلی بار گروبخش کو دیکھا۔ دُبلا سا، اُونچا قد، آنکھوں میں بے چینی، آواز میں درد بھری مٹھاس۔ سونیا کے دل میں گروبخش نے مقام حاصل کرلیا۔

گروبخش نے پوچھا۔ "سونی! میں سکھ تم ہندو۔ بزرگ ہمارے پیار کو نہیں مانیں گے۔"

تب سونیا کے چہرے پر عزم جھلکنے لگا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میری ڈاکٹر بننے کی خواہش ہے۔ تب تک ہمیں صبر کرنا پڑے گا۔" اُس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

چھ ماہ کے دوران ہی اچانک ایک نیا موڑ آگیا۔ گرو نے کالج آنا بند کر دیا۔ وہ انقلابیوں کی ٹولی میں شامل ہوگیا۔ "سونی! میری راہ بدل گئی ہے۔ اب دیش کی آزادی تک ہمیں ملن کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

چار سال بیت گئے۔ سونیا میڈیکل کالج کے تیسرے سال میں پہنچ گئی۔ سرمایہ دار باپ نے اُسے دہلی سے لاہور تعلیم کی غرض سے بھیجا تھا اور وہ ہاسٹل میں رہتی تھی۔ لہٰذا گروبخش کی انڈرگراؤنڈ سرگرمیوں میں ساتھ دینے لگی۔ انقلابی زخمی ہوتے یا بیمار ہوتے اُن کا علاج کرتی۔ اس کی وجہ سے دوسری چار لڑکیاں بھی اسی خطرناک مہم میں شامل ہوگئی تھیں۔ مگر پولیس کمشنر پر بم پھینکتے ہوئے گروبخش گرفتار ہوگیا۔ تب سونیا نے محسوس کیا کہ اُس کے پیار کے سپنے چور چور ہوگئے۔ اُس نے فیصلہ کرلیا کہ گرو کو دی جانے والی پھانسی دیکھنے کے لئے وہ زندہ نہیں رہے گی۔ جب مرنا ہی ہے تو ایک بار آخری کوشش کیوں نہ کرلی جائے؟ جس دن گروبخش جیل میں داخل کیا گیا سونیا بھی اُسی دن مس ماریا بن کر جیل کے ہسپتال میں داخل ہوگئی۔ کرسچین نرس بننے کی غرض سے گروبخش کے من پسند لمبے سیاہ ریشمی بالوں کو کاٹ دیا۔ گلے میں کراس پہن لیا۔ گروبخش کے ساتھیوں نے لاہور کے

کرسچین چرچ کے بڑے پادری کا سفارشی خط جعلی دستخطوں کے ذریعے بنایا۔ چرچ کی جانب سے جیل کے ہسپتال میں خدمت کی غرض سے اکثر لڑکیاں بھیجی جاتی تھیں۔ سازش پر عمل کرنے کا پیغام گروبخش تک اُس کے سیل میں کس طرح پہنچایا گیا یہ بات اب تک راز میں رہی ہے مگر تیسرے دن گروبخش نے منصوبے کے تحت بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اُس وقت سے سونیا جیل کے ہسپتال میں اُس کی آمد کی منتظر تھی۔ چار پانچ دن سے اُس کے کام کو دیکھ کر ڈاکٹر سین خوش ہوگیا۔ "مس ماریا! تم نرس سے زیادہ ڈاکٹر بننے کے لائق ہو۔" سین نے کہا۔ سونیا کو ڈر لگا کہ کہیں یہ ادھیڑ عمر ڈاکٹر اُس سے محبت شروع نہ کر دے۔

O

سمجھ میں نہ آنے والی بے چینی نے جگت کو گھیر لیا۔ گروبخش کے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے اُس نے دوپہر سے شام تک تین چار بار مختلف طریقوں سے کوشش کی۔ اُسے گردو پیش کی فکر ستا رہی تھی، یہ کسی کو محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ "وہ انقلابی بچہ ابھی زندہ ہے؟" اُس نے سنتری سے پوچھا مگر سنتری نے لاپرواہی سے کہا۔ "بھوک ہڑتال پر اُترے ہوئے قیدیوں کی بیس پچیس دن تک زندہ رہنے کی مثالیں موجود ہیں۔ تو سوا ٹھاون کو تو ابھی پانچواں دن ہے۔" روٹی دینے کے لئے آئے ہوئے میٹ سے جگت نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اب تو باورچی کو ایک قیدی کے لئے کم پکانا پڑتا ہوگا اُس کی بھوک ہڑتال کی وجہ سے۔" جیل میں بیٹھا ہوا یہ ڈاکو کیسے عجیب خیالات رکھتا ہے یہ سوچ کر میٹ مسکرایا۔ "ارے بھائی! یہاں تو روز پانچ دس بھرتی ہو کر آتے ہیں۔ ایک قیدی کی بھوک ہڑتال سے کھانا کم نہیں ہو جاتا۔"

"مگر تمہارا کیا خیال ہے وہ زندہ رہے گا؟" جگت سے پوچھے بغیر نہ رہا گیا۔ اُسے عجیب سا جواب ملا۔ "زندہ کتنے دن رہے گا؟ بارہویں دن اُسے مرنا ہے۔ کھا پی کر پھانسی چڑھا ہوتا تو رُوح کو تسکین ملتی۔" یہ سن کر جگت کا دل بیٹھنے لگا۔ کھانے کی روٹی اُس نے ایک کونے میں رکھ دی۔ گروبخش کا ایک جملہ اندھیری کوٹھڑی میں گونجنے لگا..... "یہ تو فرار ہونے کی ترکیب ہے۔ تمہارے بھی کام آئے گی....." "نہیں نہیں..... گروبخش! تم نے جلدی کر دی۔ مجھے اشارہ کرتے تو میں تمہیں راستہ بتاتا۔ دوست! تم اکیلے جیل کے سخت انتظام سے کیسے فرار ہوسکو گے.....؟

جیل کے برابر ہی آفیسروں کے کوارٹر تھے۔ ڈاکٹر سین برآمدے میں آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا۔ مس ماریا اُس کے ذہن سے محو نہیں ہو رہی تھی۔ پانچ چھ دن کے ساتھ نے اس خوبصورت لڑکی کی تصویر بیس سال سے خالی پڑے ہوئے دل پر نقش کر دی تھی۔ اُس پر محبت کی بارش کرنے کو ڈاکٹر کا دل چاہنے لگا۔ حسین ہونے کے باوجود غرور نہ ہو، الفاظ میں امرت ٹپک رہا ہو، کرسچین ہونے کے باوجود حرکات ہندوستانی ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر کے دل میں اُس نے گھر کرلیا تھا۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا۔ "شاید اُس کی ماں ہندوستانی ہوگی اور وہ یتیم ہونے کے باعث کرسچین بنائی گئی ہوگی۔" ڈاکٹر کا تجسس بڑھ گیا..... اس لڑکی کے ماں باپ کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ چرچ کے پادری سے مل کر اس کے متعلق اطلاعات فراہم کی جائیں۔ پھر..... پھر..... ماریا کے رشتے کی بات۔"

ماریا کے متعلق خواب دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سین آرام کرسی ہی پر سو گئے۔

جیل سے تین میل کے فاصلے پر لاہور کی گھنی آبادی والی گلی میں چار منزلہ ایک بلڈنگ۔ کمرے میں شمع کے اُجالے میں انقلابیوں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ سونیا کی رپورٹ سن کر سب چہروں پر اُمید کا اُجالا پھیل گیا۔ گروبخش کا سب سے قریبی ساتھی مہرا بول اُٹھا۔

"پھانسی کو بارہ دن باقی ہیں۔ ہم اُسے چار دن میں فرار کرا دیں۔ کیوں بشن؟"

بشن کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ "آج چوتھ ہے۔ ساتم آٹھم کے بعد آسمان کا اندھیرا منہ ثابت ہوگا۔"

"مگر سونیا کی نائٹ ڈیوٹی اتوار کو ہوگی۔" گوپال نے یاد دلایا۔ "اتوار کی صبح کرسچنوں چرچ جانا ہوتا ہے۔ لہٰذا نائٹ مل نہ سکے تو......"

"یہ اچھا ہے۔ ہم ایک ساتھ دو دھماکے کریں گے۔" مہرا پُرمسرت لہجے میں بولا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ پیر کو سحر کے وقت گورنر ٹرین میں دہلی جائیں گے۔"

سب کی آنکھیں جوش سے چمکنے لگیں۔ مہرا نے پلان سمجھایا۔ "گروبخش کو ایک اور دو کے درمیان ہسپتال سے فرار کرا کر جیپ میں لے جانا ہے۔ لاہور سٹیشن سے چار میل دُور ایک بڑا نالہ ہے۔ وہاں گورنر کی ٹرین کو اُلٹ دینا ہے۔"

دو چار لمحوں کے لئے سب کے سانس رُک گئے۔ مہرا بولا۔ "سونیا! کل صبح گروبخش کو پلان سمجھا دینا...... چار دن میں اُسے کھا پی کر طاقت جمع کرنی ہوگی۔ اتوار کو رات ایک بجے......"

اُسی لمحے ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہوگیا اور شمع بجھ گئی۔ اس تیرہ اندھیرے نے سب خاموش کر دیا۔ سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ کیا وہ کسی اچانک انجام کا اشارہ تھا......؟

تیز قدموں سے چلتی ہوئی سونیا ہسپتال کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ چوکیدار اب اُسے پہچاننے لگا تھا، لہٰذا پاس دکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ شب بیداری اور تڑپ کے باعث تھکی ہوئی آنکھیں گروبخش کا جائزہ لینے کے لئے ترس رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سات کی ڈیوٹی ہونے کے باوجود پونے سات بجے آگئی تھی۔ بلند دیوار والے بڑے گیٹ میں داخلے کے بعد لان والا میدان آتا تھا۔ میدان کے درمیان گول چھوٹا سا باغیچہ بنا ہوا تھا۔ قیدیوں کے اُگائے ہوئے پھولوں کی نرم پتیوں پر ابھی شبنم کے قطرے جھلک رہے تھے۔ صبح کی بادِ نسیم کے جھونکے سے پھولوں کو جھومتے دیکھ کر وہ رُک گئی۔ جھک کر اُس نے موگرے کے پھولوں کا ایک گچھا توڑ لیا۔ موگرے کی تازہ کنواری خوشبو اپنے سانس میں سموتی ہوئی وہ آگے بڑھنے لگی۔ برسوں کی عادت کے مطابق اُس کا ہاتھ موگرے کے پھولوں کو بالوں میں لہرانے کے لئے بڑھا مگر اُنگلیاں کٹی ہوئی لٹوں کو چھو گئیں۔ اس وقت دل کو دھچکا سا محسوس ہوا۔ وہ سونیا کی جگہ ماریا بن گئی ہے یہ حقیقت وہ لمحہ بھر کے لئے بھول گئی تھی۔ اب اُسے خیال آیا کہ اندر جلدی پہنچ جانے میں اُس کی جلد بازی ظاہر ہو جائے گی۔ اُس نے جلدی سے رسٹ واچ کے کانٹے کو پندرہ منٹ آگے بڑھا دیا۔ دوسرا دروازہ طے کر کے وہ ہسپتال کی سیڑھیاں طے کرنے لگی۔ اسی لمحے ڈاکٹر کی استقبالیہ آواز سنائی دی۔ "گڈ مارننگ ماریا......!" اور ماریا سناٹے میں آگئی۔ روز آٹھ بجے آنے والا ڈاکٹر سین آج جلدی آگیا تھا اور مس ماریا کے نام سے پکارنے کی بجائے آج صرف ماریا کہا تھا۔

اُس نے اپنی حیرت کو جلدی سے سمیٹ کر مسکرا کر جواب دیا۔ "گڈ مارننگ ڈاکٹر!" وہ پھولوں کے گچھے کو پشت پر چھپاتی ہوئی بولی۔ "آج آپ جلدی آگئے ہیں؟" ڈاکٹر کی نظریں سونیا کے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس کے ہاتھ میں تھامے ہوئے پھول پر نظریں ٹھہر گئیں۔ نرم مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا۔

"ماریا! آج کچھ زیادہ خوش نظر آرہی ہو۔ پھول لے آئیں۔"

"اوہ......!" سونیا نے بے نیازی سے کہا۔ "میں تو بھول گئی تھی۔ آپ کے لئے یہاں کے باغیچے سے توڑ کر لا رہی تھی۔" یہ کہہ کر اُس نے پھولوں والا ہاتھ بڑھایا۔

ڈاکٹر نے تھینکس کہہ کر سونیا کی مرمریں اُنگلیاں دباتے ہوئے پھولوں کا گچھا لے لیا۔ شباب کی تازگی اور جوش بھرے لمس سے ڈاکٹر کی نسوں کا ٹھنڈا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ سونیا نے خفت سے ہاتھ کھینچ کر نظریں جھکا لیں۔ ڈاکٹر کو اس حرکت میں کنواری شرم دکھائی دی۔ اُس نے لمبی سانس لے کر پھولوں کو سونگھا۔ "آہاہا...... کیسی میٹھی خوشبو ہے۔ جیسے تیرا دل سونگھ رہا ہوں، ایسا محسوس ہو رہا ہے۔" وہ کسی اناڑی شاعر کی طرح بڑبڑایا۔ سونیا نے کھسکنے کے لئے رسٹ واچ کی طرف دیکھا۔

"اچھا سر! میں جا رہی ہوں۔ وقت ہوگیا۔ مس گارائی کو فارغ کروں۔" اور وہ تیزی سے اندر جانے لگی۔

"ڈونٹ بی فارمل ماریا!" اُس کے کانوں سے ڈاکٹر کا جملہ ٹکرایا۔ "سر نہیں، سین کہو مجھے۔"

ڈاکٹر کی بات کو سنی ان سنی کرتی ہوئی وہ جلدی سے غائب ہوگئی۔ گروبخش کے کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ باہر بیٹھے ہوئے پہریدار جمائیاں لے رہے تھے۔ سونیا کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کی چمک تیز ہوگئی۔ فراک پہنے ہوئے لڑکی کے ڈھلے ہوئے پیروں کی گول اور حسین پنڈلیاں دیکھتے ہوئے دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ سونیا سر سراتی ہوئی اندر چلی گئی۔

گروبخش کے بیڈ سے کچھ دُور دیوار کے سہارے سٹول پر بیٹھی ہوئی مس گارائی نے سونیا کے قدموں کی آہٹ سن کر سر اُٹھایا۔ "اوہ...... آگئیں؟" کتاب بند کرتی ہوئی وہ کھڑی ہوگئی۔ سونیا کی بے چین نظریں گروبخش پر جم گئیں مگر فوراً ہی گارائی کے خیال سے وہ ہوشیار ہوگئی۔

"مریض کیسا ہے؟" اُس نے عام انداز میں پوچھا۔

"ذرا بھی تکلیف نہیں دی۔ ساری رات سوتا رہا ہے۔" یہ کہہ کر گارائی نے کتاب دکھائی۔ "لہٰذا یہ جاسوسی کہانی پڑھ کر وقت پاس کر رہی تھی۔ بدمعاشوں کی قید میں پھنسا ہوا جاسوس فرار کے لئے پلان بنا رہا تھا۔ یہ پڑھ رہی تھی کہ تم آگئیں۔" کتاب کو بغل میں دباتی ہوئی وہ بولی۔ "اب گھر جا کر پڑھوں گی تب تسلی ہوگی۔ دیکھیں جاسوس کس طرح فرار ہوتا ہے؟" یہ سن کر سونیا کا چہرہ اُتر گیا۔

"اچھی بات ہے پڑھ کر کل بتانا کہ آخر میں کیا ہوا؟" اُس نے ایسے ہی کہا۔

"نہیں بھئی......! جاسوسی کہانی کا انجام کہہ دینا اچھا نہیں۔ تمہیں دلچسپی ہو تو کل کتاب لا دوں گی۔ تم پڑھ لینا۔"

"ارے باپ رے......" سونیا خوفزدہ انداز میں بولی۔ "مجھے ایسی کہانیاں پڑھتے ہوئے خوف

محسوس ہوتا ہے۔"

"ڈرپوک لڑکی۔" کا خطاب دے کر گارائی روانہ ہو گئی۔ سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ دروازے پر بیٹھے ہوئے پہریداروں کو دیکھا، پھر گردبخش کے بیڈ کے قریب سرک آئی۔ موگرے کے پھولوں سے گردبخش کے رُخسار تھپتھپا کر اُسے جگانے کا منصوبہ بنایا تھا وہ تو ڈاکٹر مین نے خراب کر دیا لہٰذا یہ کام اُنگلیوں کے سپرد کیا۔ نرم لمس سے گردبخش کے لب مسکرا دیئے۔ پھولوں کی پتیوں پر چمکتی ہوئی شبنم کی طرح اُس کے پتلے لب روشن تھے۔ سونیا کو وہ لب چوم لینے کی خواہش ہوئی مگر ماریا کے تجسس نے اُسے روک لیا۔ ایک غلط قدم سارا پلان ختم کر دے گا۔ اُس کو خوف محسوس ہوا۔

"ڈرپوک لڑکی آ گئی؟" گردبخش نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ سونیا چہک اُٹھی۔ وہ لاڈ کرتی ہوئی بولی۔

"اچھا..... سونے کی اداکاری کرتے ہوئے جاسوس کی طرح مس گارائی کے ساتھ میری بات چیت سن رہے تھے؟"

"گارائی نے تم سے غلط کہا کہ میں ساری رات گہری نیند سویا تھا۔"

"پھر.....؟" اُس نے اطراف میں نظریں گھماتے ہوئے پوچھا۔

"نصف شب سوچ کر اور باقی نصف شب پیار کرتے ہوئے گزار دی۔" گردبخش نے ہنستے ہوئے کہا۔ "گارائی کے ساتھ نہیں، بلکہ خواب میں تمہارے ساتھ رات بسر کر دی۔"

یوں تو سونیا نے بھی اسی حالت میں رات گزاری تھی، پھر بھی گردبخش کی بات نے اُسے کپکپا دیا۔ حالات آخری چار سالوں سے اُن کے درمیان دیوار بنا رہے تھے۔ دن بدن فرض کی دیوار بلند تر ہو رہی تھی۔ جیل کی دیواروں سے بھی زیادہ بلند اور مضبوط۔

"چپ کیوں ہو گئیں سونیا.....؟" گردبخش نے اُسے خیالات سے بیدار کر دیا۔ سونیا نے چونک کر گھڑی دیکھی۔ ڈاکٹر کے راؤنڈ کا وقت ہو گیا تھا۔ "وہ اچانک آ جائے گا۔ لہٰذا ہم اشارے سے بات کریں گے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔" اُس نے کہا، پھر کام کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "اتوار تک سب ٹھیک کر لینا ہے۔"

"پلان مکمل ہو گیا ہے؟" گردبخش کی آواز بدل گئی۔ نرمی کی جگہ سختی آ گئی۔ "مجھے مختصر بتا دے۔ تاکہ میں سوچ سکوں۔"

"ابھی نہیں....." سونیا نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "پہریداروں کی ڈیوٹی بدلنے کے بعد پھر بات کریں گے۔ اُنہیں شک ہو جائے گا۔" اور سونیا مریض کو چیک کرنے کے لئے سامان لینے کمرے سے باہر چلی گئی۔ ڈاکٹر مین اُسی کا انتظار کر رہے تھے۔ صبح سے ایک سنجیدہ بات پوچھنے کے متعلق اُن کے ذہن میں کشمکش سی ہو رہی تھی۔ دل مضبوط کر کے وہ کہنا چاہتا تھا اسی لمحے جیل سپرنٹنڈنٹ میکلین اپنے خاص قیدی گردبخش کی حالت معلوم کرنے آ گیا اور ڈاکٹر کے ذہن میں گھومتی ہوئی بات ذہن میں رہ گئی۔

"ڈاکٹر اس کا پروگریس کیسا ہے؟" سوپر نے سوال کیا۔

"ویری فائن.....!" ڈاکٹر مین اپنے علاج کی تعریف کرتا ہوا بولا۔ "چوبیس گھنٹے میں تمہارا قیدی بیٹھنے لگے گا۔"

"اسے کب خوراک دیا جائے گا؟" سوپر نے دوسرا سوال کیا۔

"فی الحال تو اسے انجیکٹ دیا جا رہا ہے۔" ڈاکٹر لمحہ بھر رُک کر بولا۔ "ہاں صاحب! یہ بار بار کہہ رہا ہے کہ اگر مجھے پھر اُسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا تو اس صورت میں خوراک نہیں لوں گا۔ اس کا یقین ہو جانے پر وہ خوراک لے گا، ضد کر رہا ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا۔

"اسے صحت مند ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟"

"اگر اسے خوراک ملے تو چار پانچ دن میں چلنے لگے گا۔" پھر بغیر پوچھے پُرمسرت لہجہ میں ڈاکٹر نے کہا۔ "سر آپ فکر نہ کریں۔ پھانسی کے دن سے پہلے میں اسے "میڈیکل فٹ" کا سرٹیفکیٹ دے سکوں گا۔"

ڈاکٹر کی یہ ہوشیاری میکلین کو کھٹکی مگر انگریزوں کی تہذیب کے زیرِ اثر مسکرا کر اُس نے کہا۔ "ڈاکٹر! تم میری طرف سے اسے یقین دلاؤ کہ اسے آخر تک ہسپتال میں رکھا جائے گا۔ تمام سہولتیں دیں گے۔" اتنا کہہ کر وہ واپس لوٹ گیا۔

سوپر کی پُراسرار بات اور حرکت نے ڈاکٹر کے ذہن کو سوچ اور اُلجھن میں گرفتار کر لیا۔ ایسا سخت آدمی اچانک اتنی نرمی اختیار کرے ضرور اس میں کوئی اسرار ہے۔

اُسی لمحے میکلین اپنے جیل کے آفس میں بیٹھا اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "وہ انقلابی ہسپتال میں رہنے کی ضد کیوں کر رہا ہے؟ ضرور اس کی کوئی چال ہو گی۔" وہ سوچنے لگا۔ پھر اپنی عقلمندی پر خوش ہوتا ہوا بڑبڑایا۔ "مگر کوئی فکر نہیں۔ ڈاکٹر کے یقین دلانے پر وہ جلد اچھا ہو جائے گا۔ اس کے فوراً بعد اچانک ہی اسے جیل میں ٹرانسفر کر دوں گا۔ پھانسی کا قیدی زیادہ تر آخری دن نروس ہوتا ہے۔ اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ انہی لمحات میں خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ مگر میں اس انقلابی بچے کو ایسا موقع ہی نہیں دوں گا۔ بیٹے! ہم انگریز ایسے احمق نہیں۔ ورنہ تم لوگوں پر اتنا عرصہ حکومت کس طرح کر سکتے تھے؟

○

جگت بھی چکی پیستا ہوا گردبخش کے خیالات میں گم تھا۔ آج صبح گیہوں لانے والے جمعدار نے کہا تھا۔ "اب تمہارا کام آدھا کر دیا گیا ہے۔ صاحب تم سے بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے اس انقلابی سے ڈاکو اچھا جو ذرا بھی گڑبڑ نہیں کرتا۔" مگر جگت کو سوپر صاحب کی بات سن کر خوشی نہیں ہوئی۔ وقت آنے پر وہ بھی اپنا چمتکار بتانا نہیں بھولے گا۔ تب اُس کی سمجھ میں آئے گا کہ ڈاکو کی گڑبڑ تمہارے جیسے انگریز کو پسینہ لا سکتی ہے۔ فی الحال اُسے گردبخش کی فکر ستا رہی تھی۔ جیل ہسپتال کے متعلق کچھ معلومات فراہم ہونے پر وہ گردبخش کے فرار کی ترکیب سمجھ سکتا تھا۔ مگر کس سے پوچھا جائے؟ کس طرح پوچھا جائے؟ بہت زیادہ تجسس کی صورت میں مشکوک ہو جانے کا اندیشہ تھا کہ گردبخش نے ہسپتال سے فرار ہونے کے لئے یہ داؤ لگایا ہے۔ گردبخش کی فکر اُس کے ذہن کو سکون نہیں دے رہی تھی۔ چکی پیسنے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

سنتری اودھم سنگھ باہر کھڑا قیدی کی بے چینی دیکھ رہا تھا۔ "ارے تو ہو سا ٹھ! چکی میں دانے ڈالے بغیر چلا رہے ہو۔ ذہن کہاں لگا ہوا ہے؟" جگت چونک گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ اودھم سنگھ کے بزرگ چہرے کی جھریاں مسکرا رہی تھیں۔ "کیوں...... گھر یاد آ رہا ہے جگا؟" قیدی کو نام سے پکارنے پر پابندی کے باوجود سنتری کے لہجے میں اپنائیت تھی۔ پیشانی کا پسینہ خشک کرتا ہوا جگا سیل کے دروازے پر آ گیا۔

"چاچا! تمہارے جیل خانے نے پیسنے کی ایسی عادت ڈال دی ہے کہ دانے ختم ہونے کے باوجود ہوش نہیں رہا۔"

"ارے ہاں...... مجھے پتہ چلا کہ تمہارا کام نصف کر دیا گیا ہے جو تم نے فوراً ختم کر لیا۔"

"یہی تو مصیبت ہے چاچا......" جگت نے سنتری کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔ "اب وقت کس طرح کٹے گا؟ البتہ تم دو گھڑی باتیں کرنے میں میرا ساتھ دو تو وقت بھی کٹ جائے گا۔"

اودھم سنگھ بھی جیسے اس وقت کا منتظر تھا۔ بولا۔ "جگا! سچ بات تو یہ ہے کہ دو تین دن سے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔" جگت کا دل دھڑکنے لگا...... وہ کیا پوچھے گا؟......

"گھر پر لڑکا روز کہتا ہے کہ بابو! آپ جگا ڈاکو کا پہرہ دیتے ہیں پھر مجھے اُس کی بہادری کی کہانی کیوں نہیں سناتے؟ لڑکا اپنے سکول کے بچوں سے فخریہ کہتا ہے کہ میرے باپو جیل میں جگا کا پہرا دیتے ہیں۔"

جگت خوش ہو گیا۔ جیل کے سنتری کا لڑکا اُس کے نام پر فخر کرتا ہے کیسا عجیب لیکن اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ اودھم سنگھ جگا کی کہانی سننے کے لئے متجسس تھا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا۔ لہٰذا جگا بولا۔ "چاچا! میں اکیلا بولتا رہوں اس میں لطف نہیں۔ آپ نے بھی بیس سال جیل میں چوکیداری کی ہے۔ آپ کے پاس بھی بہت کہانیاں ہوں گی۔"

"مگر بھائی! میری باتوں میں مار دھاڑ کی گرمی نہیں ہو گی۔"

"کیوں نہ ہو گی؟ یہاں ہر قسم کے قیدی آتے ہیں۔" جگا نے کہا۔ پھر کچھ دیر رُک کر بولا۔ "سب لوگوں نے جیل پوری نہیں کاٹی ہو گی۔ کوئی ضرور جیل توڑ کر بھاگنے کی کوشش کر چکا ہو گا۔"

دوسری سچویشن میں قیدی کا یہ تجسس اودھم سنگھ کو چونکا دیتا مگر جگا کے کارنامے سننے کی ہوس میں اُسے شک محسوس نہیں ہوا۔ وہ یاد کرتا ہوا بولا۔ "ہاں...... کچھ ایسے واقعے ہوئے ہیں۔ ابھی چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ چار سال کی قید پر آیا ہوا جوان جیل کے باغیچے میں کام کرتا ہوا فرار ہو گیا، ساتھ ہی بیچارے ہسپتال کے چوکیدار کی ملازمت بھی لیتا گیا۔"

"مگر ایسا کیسے ہو گیا؟" جگا کا تجسس بڑھ گیا۔ "ہسپتال میں بھی جیل جیسا سخت انتظام ہو گا۔ وہاں سے کس طرح فرار ہو سکا؟" پھر جگت نے محسوس کیا کہ اُس نے جلد بازی کی ہے کیونکہ اودھم سنگھ ہچکچایا تھا۔ جواب کے لئے جگت کو انتظار کرنا پڑا۔

"ہسپتال سے فرار اس وقت آسان تھا اور قیدی نے بہترین ترکیب آزمائی۔ باغیچے کی گھاس لے جانے والی گاڑی میں چھپ گیا۔" سنتری کہہ رہا تھا۔ "مگر اب وہاں انتظام سخت کر دیا گیا ہے۔ دیواریں بلند کر دی ہیں۔ چھٹکارے کا ایک راستہ ہے جو ابھی آزمایا جا سکتا ہے۔"

"ہو نہیں سکتا؟" جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اگلے ماہ ایسا ہوا تھا۔" سنتری زیرِ لب مسکراتا ہوا بولا۔ "جیل کی طرح اُس نے دنیا سے بھی چھٹکارا پا لیا۔ بے چارے نے زہر پی لیا۔"

"اوہ......!" جگت نے آہ بھری۔ چھٹکارے کا اُس نے کیا مطلب لیا تھا؟ اُسی لمحے جیل کا ڈپٹی جیلر راؤنڈ پر آ گیا لہٰذا سنتری اٹین شن ہو کر دروازے پر ٹہلنے لگا۔

O

"جوان! تمہارا مطالبہ سپر صاحب نے منظور کر لیا ہے۔" ڈاکٹر سین نے راؤنڈ لگاتے ہوئے گروبخش کے بیڈ کے قریب جا کر کہا۔ "تمہیں آخر وقت تک اسی جگہ رکھا جائے گا۔ اب تو تم بھوک ہڑتال چھوڑ دو گے؟"

گروبخش سوچ میں ڈوب گیا۔ مگر ڈاکٹر کے عقب میں مریض کا چارٹ لے کر کھڑی ہوئی سونیا نے اشارہ کیا، لہٰذا گروبخش نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں بھوک ہڑتال ختم کر دوں گا۔"

وہ اتنی آسانی سے مان جائے گا اس کی ڈاکٹر کو اُمید نہیں تھی۔ "گڈ بوائے!" اُس نے گروبخش کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔ "ماریا! مریض کے لئے فروٹ جوس بنانے کا آرڈر دے دو۔ شام چاول دیئے جائیں۔" فتح کی مسکراہٹ لبوں پر پھیلاتا ہوا سین چلا گیا۔ پھر اُس کے الفاظ دُہراتی ہوئی سونیا بولی۔ "گڈ بوائے! ڈاکٹر صاحب تم پر بہت خوش ہے۔ جنوائی کی طرح مہمان نوازی کر رہا ہے۔" پھر آنکھیں نچاتی ہوئی بولی۔ "کیا خیال ہے، جنوائی ہو گے؟"

"سونی...... یہ قصائی کی مہمان نوازی ہے۔" پھر دانت پیس کر بولا۔ "قتل کرنے سے پہلے بکرے کو کھلا پلا کر تازہ کیا جاتا ہے۔"

"مگر اتوار کو بکرا قصائی خانے سے فرار ہو جائے گا۔ پھر بیچارے سر پکڑ کر رو دیں گے۔"

پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سونیا کو یاد آیا، اسپنج کرنے کا پانی ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ بیڈ کی آڑ میں پارٹیشن رکھ کر پانی میں ٹیسکپن بھگو کر اسپنج کرنے میں مشغول ہو گئی۔ بھیگا ہوا کپڑا گروبخش کے جسم پر گردش کر رہا تھا مگر اس لمس سے سونیا کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔ اپنے محبوب کی خدمت کرنے کا پہلی بار موقع ملا تھا۔ انقلابی گروپ میں شامل ہونے کے بعد گروبخش سے بہت کم ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی سونیا مایوس ہو جاتی۔ انگریز دیش چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور وہ اس جنم میں گروبخش سے نہیں مل سکے گی۔ پھر دل ہی دل میں بھگوان سے کہتی۔ "بھگوان! اگر ایسا ہو تو دوسرے جنم میں ادھورے ارمان پورے کرنا۔" چار سال کے بعد گروبخش کے ساتھ رہ کر چار دن کے لئے اُس کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہتی تھی۔ یہاں سے فرار کے بعد نہ جانے کب گروبخش سے ملاقات ہو گی؟ پنجاب پولیس اُس کی گرفتاری کے لئے زمین آسمان ایک کر دے گی۔ پہلے کمشنر کا قتل اور اب گورنر کے قتل کے لئے۔ سونیا کے ہاتھ رُک گئے۔ گروبخش اُسے نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو سونی؟" پوچھنے کے باوجود وہ خاموش رہی تو کھلے سینے پر گردش کرتے ہوئے سونیا کے ہاتھ کو دبا کر کہا۔ "تمہیں محسوس نہیں ہو رہا کہ تم بہت زیادہ خطرے میں ہو؟ فرض

کرو اگر تمہاری اصلیت کا پتہ چل جائے پھر کیا ہوگا؟''

''گرو! مجھے اپنی فکر نہیں۔ میں نے مہرا سے کہہ کر خود یہ کام اپنے سر لیا ہے۔ شاید اس میں بھی قسمت کا کوئی اشارہ ہو۔ دیکھو! تمہاری خدمت کا اسی بہانے موقع مل گیا۔'' سونیا کے الفاظ میں محبت کی چاشنی تھی۔ گرو بخش محبت کے جوش کو نہیں روک سکا۔ اُس نے سونیا کا ہاتھ لبوں پر رکھ کر اُس کی اُنگلیاں چوم لیں۔ سونیا کا دل دفورِ جذبات سے دھڑکنے لگا۔ پیار کی بے خودی میں ڈوب جانے کا اُسے ڈر محسوس ہوا۔ اُس نے پھرتی سے اپنے ہاتھ ہٹا کر انجکشن شروع کر دیا۔ پارٹیشن کی آڑ میں اُسے اس سے زیادہ کام کرنا تھا۔ گرو بخش کو اتوار کی رات کا پلان سمجھا دینا تھا۔

''غور سے سننا.....'' سونیا نے کہا۔ ''میں مس ماریا کرسچین ہونے کی وجہ سے اتوار کو چرچ جاتی ہوں۔ مجھے نائٹ ڈیوٹی ملے گی۔ سردی کی اندھیری رات ہوگی۔ رات کو بارہ بجے جیلر راؤنڈ پر نکلے گا۔ چوکیدار اُس وقت تک اٹین شن رہیں گے۔ ایک بجے ہسپتال کے پہریداروں کا چائے کا وقفہ ہوتا ہے۔ تب وہ باری باری سرے والے باورچی خانے میں چائے پینے جائیں گے۔ ہم نائٹ ڈیوٹی والوں کو بھی وہیں چائے پینی ہوتی ہے۔ اتوار کی رات کی چائے روز کی طرح نہیں ہوگی۔'' سونیا سانس لینے کے لئے رُکی۔ گرو بخش غور سے سن رہا تھا۔ ''بارہ بجتے ہی میں تمہارے کمرے سے چلی جاؤں گی۔ اُس رات چائے بنانے میں تھوڑی دلچسپی لوں گی۔ مجھے چائے میں نیند لانے والا پاؤڈر ملانا ہے۔ پینے والوں پر اس کا اثر آدھے گھنٹے میں ہوگا۔ لہٰذا ڈیڑھ بجے تمہارا کام شروع ہوگا۔''

''بہت اچھے.....'' گرو بخش تحسین آمیز نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ انقلابیوں کے ساتھ رہ کر مضبوط دل والی بن چکی تھی۔ یہ سب کہتے ہوئے اُس کی آواز میں لرزش نہیں تھی۔ ''مگر سونی! کمرے سے باہر جانے کا راستہ اس کھڑکی کے ذریعے ہوگا؟ اس کی سلاخیں مجھے کھٹک رہی ہیں۔''

''یہ کام آسان ہوگا۔ کمرے میں کھلی ہوا دینے کے لئے روز صبح شام آدھا گھنٹہ کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ کل سے میں کھڑکی بند کرتے وقت سلاخوں کے سرے میں تھوڑا تھوڑا ایسڈ چھڑکتی رہوں گی۔ درمیان کی تین سلاخیں ڈھیلی کرنی پڑیں گی۔ اتنی جگہ کافی ہوگی؟''

سونیا سنجیدہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ مگر گرو بخش نے مذاق میں کہا۔ ''بالکل..... میں زیادہ موٹا نہیں ہوں بھئی۔ ویسے میرا خیال ہے یہ ترکیب مہرا کے دماغ کی پیداوار ہوگی۔ اُس نے تم سے سلاخوں کے درمیان فاصلہ بھی پوچھا ہوگا؟''

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا لہٰذا گرو بخش نے مزید کہا۔ ''میں بھی یہاں پڑا یہی اندازہ لگا رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا دو سلاخیں کافی رہیں گی۔ اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ سلامتی کی خاطر بڑا سوراخ ہونا چاہئے۔ مگر ایسڈ روز تھوڑا کیوں ڈالنا چاہئے؟''

''مہرا سے میں نے یہی سوال کیا تھا، تب پتہ چلا کہ اُس کا حساب کتنا صحیح تھا۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا کہ سلاخیں اتنی ڈھیلی نہیں ہونی چاہئیں کہ جیل کے آدمیوں کو شک ہو جائے۔ پھر جیل کے پہریدار بھی دُور سے کھڑکی کی سلاخیں دیکھتے رہتے ہیں۔ اُنہیں آخر تک سلاخیں بھی نظر آنی چاہئیں۔ مہرا کو اندر کے متعلق اس قدر ایک ایک چپے کی خبر ہے کہ مجھے تعجب ہوتا ہے۔ میں روز یہاں آتی ہوں پھر بھی اندر کیا ہو رہا ہے اس کی اُسے مجھ سے زیادہ خبر ہے۔'' سونیا نے بتایا۔

''ہم.....'' گرو بخش پُر خیال لہجے میں بولا۔ ''باہر نکلنے کے بعد مجھے کسی پہریدار کی رائفل چھین لینی پڑے گی۔ جس کے سہارے سیدھا باہر جا سکوں گا۔''

''نہیں..... صبح ہونے تک کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ تم فرار ہو چکے ہو۔'' سونیا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ گرو بخش تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔ سونیا کام کے بہانے پارٹیشن کے پیچھے دیکھ آئی۔ باہر پہریدار گپیں ہانک رہے تھے۔ پھر گرو بخش کے قریب آ کر سرگوشیانہ لہجے میں بولی۔

''پیر کو سحر کے وقت گورنر سپیشل ٹرین سے دہلی جا رہا ہے۔ وہاں دھماکہ کر کے ہمیں پورے ہندوستان کو نیند سے بیدار کرنا ہے۔''

گرو بخش بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں شعلے دہکنے لگے۔ گورنر کو ختم کرنے کی خواہش اُسے پوری ہوتی نظر آئی۔ ''شاباش مہرا! تم نے غضب کا پلان بنایا ہے۔''

مگر سونیا کو بنیادی بات کہنی باقی تھی۔ ''یہی وجہ ہے کہ تمہارے لئے جیل کی دیوار پھاندنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کا پورا نقشہ تمہیں سنیچر کی صبح ایک لفافے میں میرے پاس سے مل جائے گا۔ اسے ذہن میں بٹھا کر کاغذ پانی میں ڈبو کر اسے صاف کر دو گے۔''

''اس کی فکر نہ کرو..... ضرورت پڑنے پر میں کاغذ کھا بھی سکتا ہوں۔'' گرو بخش کے جسم میں پھرتی آ گئی۔ مگر سونیا نے اُس کا شانہ دبا کر لٹا دیا۔ ''اور گرو بخش! تمہیں اتوار تک جسم میں کمزوری کی اداکاری جاری رکھنی چاہئے۔''

''دوسرا کوئی حکم.....؟'' گرو بخش نے مزاحاً پوچھا۔

''ہاں..... جیل کی دیوار کے اُوپر پہنچ کر تم نیچے اُترنے سے پہلے شمالی سمت میں ساتھیوں کے سگنل پر نظر رکھنا نہ بھولنا۔'' سونیا نے کہا۔

''سگنل؟ کس بات کا سگنل؟''

''نصف شب میں روشنی کی چمک..... نصف فرلانگ کے فاصلے پر گھنے درخت پر سے سبز روشنی چمکے گی۔ یہ سلامتی کا اشارہ ہوگا۔ وہ لوگ وہاں جیپ میں تمہارا انتظار کریں گے۔ جیپ وہاں سے ریلوے لائن کی سڑک پر غائب ہو جائے گی۔'' سونیا ایک ہی سانس میں بولی۔

''اور پھر بم کا دھماکہ.....!'' گرو بخش بولا۔ ''اب میں اتوار کی نصف شب کا انتظار کروں گا۔''

سونیا پھیکے انداز میں مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔

○

بدھ کو ڈاکٹر سین نے سونیا سے کچھ کہنے کی ہمت پیدا کر لی۔ ''ماریا! اتوار کو تم کیا کرو گی؟'' تب سونیا لرز گئی۔ کیا اُسے اتوار کے پلان کا پتہ چل گیا ہے؟ ڈاکٹر نے تفصیل سے کہا۔ ''میں یہ کہہ رہا تھا کہ اتوار کو اگر تم فری ہو تو میرے ہاں کھانے کا پروگرام رکھا جائے۔ چھٹی کا دن اکیلے بور کرتا ہے۔ تم مجھے کمپنی دو گی؟''

سونیا کو فرار حاصل کرنے کے لئے کہنا پڑا۔ ''تھینکس ڈاکٹر! مگر اتوار کا پورا دن مجھے چرچ میں گزارنا پڑے گا۔ بائبل پڑھتی ہوں۔'' یہ سن کر ڈاکٹر کی مسرت بجھ گئی۔ لہٰذا سونیا نے جلدی سے کہا۔ ''مگر صاحب! پیر کو شام اگر کہیں تو ضرور آؤں گی۔ ہسپتال سے فارغ ہو کر فری رہتی ہوں۔''

"شام۔۔۔" ڈاکٹر پھر خوش ہو گیا۔ شام کا وقت ہی ایسی گفتگو کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اس کی اُس نے کیوں خیال نہیں کیا؟ یہ لڑکی کافی سمجھدار ہے۔ وہ بولا۔ "عمدہ...... پھر پیر کی شام کی بات پکی......"

"اوکے......" سونیا نے لہک کر کہا اور ڈاکٹر کا ذہن چار دن پہلے پیر کی شام کا متلاشی ہو گیا۔

جمعرات کو ستار ہسپتال کے کھڑکی دروازے چیک کرنے آ پہنچا۔ کمرے کی کھڑکی پر اُس نے ہتھوڑے سے دو ضربیں لگائیں، تب گروبخش کے دل پر چوٹ لگی۔ مگر ستار کے لئے یہ روز کا معمول تھا۔ اُسے کوئی غلط بات محسوس نہیں ہوئی۔

جمعہ کو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ مگر سنیچر کو صبح سونیا نے آ کر گروبخش کے تکیے کے نیچے نقشے کا کاغذ سرکا دیا۔ تب فرار ہونے کے پلان کا پہلا حصہ مکمل ہو گیا۔ سونیا کا دل دھڑکنے لگا مگر اُس نے گروبخش کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ شام جدا ہونے سے پیشتر آنکھوں کے اشاروں میں دونوں نے بات کر لی۔ "اب کل شام ہماری آخری ملاقات ہوگی۔"

اتوار کا دن گروبخش کو کافی لمبا محسوس ہونے لگا۔ بار بار وہ نقشے کو ذہن میں دُہرانے لگا۔ اب اُسے بیڈ کاٹ رہا تھا۔ کھڑکی کی سلاخیں کھٹک رہی تھیں۔ پیر کو سحر کے وقت گورنر کی ٹرین کو اُلٹ دینے کا دھماکہ ذہن میں گونجنے لگا۔

اتوار کی رات آ گئی...... سونیا نے سارا دن اُلجھن میں گزارا تھا۔ یہ بات اُس کے چہرے سے نظر آ رہی تھی۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہے؟" گروبخش نے جلدی سے پوچھا۔

سونیا آج کم بولنے کا فیصلہ کر کے آئی تھی۔ ممکن ہے آخری لمحے کسی کو شک ہو جائے اس صورت میں بازی پلٹ جانے کا ڈر تھا۔ اکثر آخری لمحے گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مسکرا کر اشارہ کیا۔ "بالکل ٹھیک ہے۔" آدھے گھنٹے بعد گروبخش کے پاس اُسے چکر لگا جانا تھا کیونکہ اب مریض اچھا ہو چکا تھا۔

نو۔۔۔ دس...... گیارہ...... بارہ...... جیل کا گھنٹہ سردی کی رات میں گرج اُٹھا۔ سونیا آخری بار گروبخش سے ملنے کے لئے آ گئی۔ تھرمامیٹر کا پارہ گرا کر وہ گروبخش کے منہ میں رکھنے کے لئے قدرے جھکی۔ گروبخش نے ہاتھ بڑھا کر اُس کی گردن تھام لی۔ پھر آہستہ سے نیچے کھینچ لیا۔ سونیا نے گروبخش کی پیشانی پر تپتے ہوئے لب رکھ دیئے۔ آنکھ پر سے سرکتا ہوا آنسو گروبخش کے رُخسار پر گرا۔ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ وہ بولی...... "گروبخش! سنبھلنا۔"

"تم بھی سنبھلنا سونی......!" گروبخش بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ جدا ہونے کے لمحات دونوں کو جلانے لگے۔

"میں جا رہی ہوں۔" کہتی ہوئی سونیا دُور ہٹ گئی...... گروبخش کے کانوں میں اُس کے الفاظ گونجنے لگے۔

"مریض سو گیا ہے...... دروازہ بند کر دینا۔" سونیا نے جاتے ہوئے پہریداروں سے کہا۔ تھوڑی دُور جانے پر اُسے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے اطمینان کی سانس لی۔

ایک کا گھنٹہ بجنے پر باہر پہریداروں کی ہلچل سنائی دی۔ لہٰذا گروبخش بستر میں بیٹھ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اُسے اپنا سانس سنائی دے رہا تھا ایسی خاموشی تھی۔ وہ آہستہ سے کھڑا ہو گیا۔ کھڑکی آہستہ سے کھول دی اور سلاخوں کے باہر دیکھنے لگا۔ گہرا اندھیرا، ٹھنڈی ہوا اور سناٹا دیکھ کر گروبخش کپکپا کر رہ گیا۔ درمیان کی سلاخ پکڑ کر زور لگایا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ سلاخ الگ ہو گئی۔ گروبخش کچھ دیر سانس لینے کے لئے رُکا، پھر پہریدار کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ چائے پی کر آ چکے تھے۔ پندرہ منٹ کے بعد گروبخش نے سلاخیں نکال دیں۔ پھر باہر سے آہٹ سنائی دی۔ اُسی لمحے ہوا سے مٹی اندر آ گئی اور اُس نے اچانک آتی ہوئی چھینک کو روکا۔ ڈیڑھ بجے وہ کھڑکی سے باہر کود گیا...... کھڑکی زمین سے دس فٹ بلند تھی۔ پیر زمین سے لگتے ہی اُس کی قمیض عقب سے کھنچ گئی۔ کپڑا اٹک گیا جس سے ہلکی آواز ہوئی۔ اُس نے زور سے جھٹکا مارا اور کپڑا کھڑکی سے الگ ہو گیا۔ اُس نے اطمینان کی سانس لی۔ خوف انسان کو کتنا نروس بنا دیتا ہے؟ پیر کی زنجیر ہلکی آواز میں کھڑکی۔ وہ سانس روک کر کھڑا رہا، پھر نیچے لیٹ کر گھاس میں پیٹ کے بل سرکنے لگا۔

سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا۔ لہٰذا گروبخش کی ہمت بڑھ گئی۔ دُور ایک دیوار کے ساتھ گٹھڑی بن کر بیٹھے ہوئے چوکیدار کا سایہ نظر آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ چائے کا نشہ چڑھ رہا تھا۔ درمیان کی ایک دیوار چڑھ کر پار کرنے میں تکلیف ہوئی۔ زنجیر کی ہلکی سی آواز ہوئی، پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اب صرف بیس فٹ کے فاصلے پر دیوار نظر آ رہی تھی۔ گھاس پر سرکتا ہوا وہ اُس کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ ٹھنڈی گھاس کے لمس سے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ دس فٹ کا فاصلہ ایک میل کے برابر محسوس ہونے لگا۔ دو قدم سرک کر وہ رُک جاتا تھا۔ اطراف میں نظریں گھما کر دیکھ لیتا تھا۔ اندھیرے آسمان میں چمکتے ہوئے ستارے جیسے اُس کی چالاکی پر مسکرا رہے تھے۔ پندرہ فٹ کا فاصلہ طے کیا، اسی لمحے گھاس میں سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی زوردار پھنکار سنائی دی۔ گروبخش کا جسم پسینے میں بھیگ گیا۔ آنکھوں کے سامنے چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں والا ناگ پھنکار رہا تھا جیسے گورا میکلین راستہ روکے کھڑا ہو۔ ناگ پر جھپٹ کر اُس کا منہ کچل دینے کی خواہش ہوئی مگر یہ آسان کام نہیں تھا۔ وہ سانس روکے، گھاس میں سر رکھ کر آنکھیں بند کئے لیٹ گیا جیسے وہ ناگ دیوتا کو پرنام کر کے راستہ چھوڑ دینے کی التجا کر رہا ہو۔ کچھ دیر بعد گھاس میں پھر سرسراہٹ ہوئی۔ اُس نے آہستگی سے سر اُٹھایا۔ راستہ صاف تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ اُسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ اس یقین کے بل پر وہ مزید پانچ فٹ پار کر گیا۔ سردی میں ٹھنڈی دیوار کو چھوتے ہی اُسے قدرے سکون ملا۔ پھر وہ سانس لینے کے لئے رُکا۔ اطراف میں نظریں گھمائیں، پھر پتھر کی دیوار پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ کچھ دیر ہاتھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُسے خوف محسوس ہونے لگا۔ کیا میرا ڈور لٹکا نہیں سکا ہوگا؟ اگر ایسا ہے تو اُسے پہریدار کی رائفل چھین کر جان پر کھیلنا پڑے گا۔ مگر اُسی لمحے ہوا کے جھونکے سے دیوار سے لگی ہوئی کوئی چیز حرکت کرنے لگی۔ مسرت سے اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ آہستہ سے سرک کر وہ اُس جگہ پہنچ گیا۔ ڈور کو چھوتے ہوئے اُسے محسوس ہوا جیسے وہ جنت کی سیڑھی ہو۔ اب اسے خیال آیا کہ اُس نے ڈور سیاہ رنگ سے رنگی ہوئی تھی لہٰذا اندھیرے میں نظر نہیں آئی۔ گروبخش کی ناک سے تارکول کی بو ٹکرائی۔ مہرا کی چالاکی پر وہ خوش ہو گیا۔ اُس کی آسانی کے لئے رسّی میں

ہر دو فٹ پر ایک گانٹھ لگائی گئی تھی۔ جگت سنگھ کا نام لے کر گروبخش گانٹھ میں پیر کا انگوٹھا لگا کر بڑی ہوشیاری سے تیس فٹ بلند دیوار چڑھنے لگا۔

اُدھر جیل سپرنٹنڈنٹ میکلین کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اچانک کچھ ہونے کے خطرے کے پیش نظر شام سے اُس کا ذہن گھوم رہا تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ گیا۔ کئی بار وہ بستر چھوڑ کر باہر نکل جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ جیل کے پہریدار نیند چرانے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک ہاتھ میں اپنا پستول اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ تھام کر وہ باہر آ گیا۔ دُور ایک پہریدار کو اونگھتا دیکھ کر اُسے غصہ آ گیا۔ ٹارچ جلانے کے لئے اُس نے ٹارچ کے سوئچ پر اُنگلی رکھی۔ اُسی لمحے پتھر سے ٹکرا کر زنجیر کی کھنکتی آواز سنائی دی۔ وہ چونک گیا۔ دیوار کی بلندی پر سفید لباس کا ہیولا نظر آیا۔ گروبخش نے بلندی پر پہنچ کر دیکھا اُسے باہر شمال کی جانب نصف فرلانگ کے فاصلے پر سبز روشنی نظر آئی۔ ساتھی اُسے سگنل دینے کے لئے حاضر تھے۔ اب اُسے ڈور کھینچ کر دوسری جانب لٹکانی تھی۔ پھر وہ نیچے جا سکتا تھا۔ ڈور کھینچنے کے لئے وہ قدرے جھکا مگر......

اُسی لمحے رات کی سیاہ چادر کو چیرتی ہوئی سفید روشنی کی لکیر اُس پر چھا گئی...... گروبخش لڑکھڑا گیا۔ نیچے کودنے کے لئے وہ تیار ہو گیا۔ اُسی لمحے میکلین کے پستول سے سنسناتی ہوئی گولی نکلی...... گروبخش کے پیر لڑکھڑائے مگر مضبوطی سے اُس نے سنبھالا لیا اور جیل کے اندر گرتے ہوئے جسم کو زور کر کے باہر کی جانب پھینک دیا۔ میکلین کی پستول سے نکلی ہوئی دوسری گولی خالی گئی۔ زمین پر وزن دار چیز گرنے کا دھماکہ سنائی دیا...... سنسان جیل پہلے دھماکے سے، پھر الارم سے گونجنے لگی۔ جیسے زلزلہ آیا ہو اسی طرح دوڑ بھاگ اور شور مچ گیا۔ پہریداروں نے صدر دروازہ سنبھال لیا۔ قیدی آنکھیں ملتے ہوئے "کیا ہوا؟ کون فرار ہوا؟" کی پوچھ گچھ کرنے لگے۔ جاگتے ہوئے جگت کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ "گروبخش......"

گروبخش کو گرتا دیکھ کر میکلین نے کچھ سوچے بغیر باہر کی جانب دوڑ لگائی۔ فرار ہوتے ہوئے قیدی کو گولی مارنے کے لئے پستول اُس کے ہاتھ میں تیار تھا۔ ٹارچ اسی طرح جل رہی تھی۔ مگر دیوار کے عقب میں پہنچتے ہی اُس کے پیر تھم گئے۔ ٹارچ کی روشنی میں اُس نے گروبخش کو پہچان لیا۔ خون میں لت پت تڑپتے ہوئے جوان کو دیکھ کر انگریز میکلین کا کلیجہ ہل گیا۔ سر پتھر سے ٹکرانے کی وجہ سے نصف کھوپڑی ٹوٹ چکی تھی۔ نیچے جھک کر میکلین نے اُس کی نبض دیکھی۔ گروبخش کی مٹھی میں دبی ہوئی ڈھول آہستہ آہستہ نکل رہی تھی۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ "انقلاب......" اتنا لفظ اُس انقلابی کے منہ سے باہر آ رہا تھا مگر زندہ باد کہنے تک وہ زندہ نہیں رہا۔ ایک ہچکی آئی، جسم سکڑ گیا اور گردن ڈھلک گئی اور رُوح نکل گئی......

میکلین نے اُس کا بے جان ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ صرف اتنا بولا۔

"فرار ہو گیا۔"

دوڑ کر آتے ہوئے چوکیداروں نے لاش کو قبضہ میں لے لیا تو میکلین دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ ہسپتال میں سنسنی پھیل گئی۔ ڈاکٹر سین دوڑا ہوا آ گیا۔

"ہر ایک کی تلاشی لو! کوئی باہر نہ جائے۔" سوپر گرجا۔ سب لرز گئے۔ میکلین، گروبخش والے

کمرے میں داخل ہوا۔ پہریداروں کو انگریزی میں گالی دے کر بولا۔ "آخر میں اس کمرے سے کون باہر گیا تھا......؟"

"نرس...... کرسچین نرس۔" ایک پہریدار کپکپاتا ہوا بولا۔

"کہاں ہے وہ......؟" سوپر نے حکم دیا۔ "اُسے پکڑو!"

سارا ہسپتال کھنگال ڈالا گیا مگر سونیا نظر نہیں آئی۔ ڈاکٹر سین کا چہرہ اُتر گیا۔ اُسی لمحے ایک پہریدار دوڑتا ہوا آیا۔ "صاحب! باتھ رُوم کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ کھڑکایا، مگر کوئی جواب نہیں دے رہا۔ نہ ہی دروازہ کھولتا ہے۔"

"دروازہ توڑ دو......!" میکلین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "جلدی۔"

دروازہ توڑ کر دیکھا۔ سنگ مرمر کی سفید زمین پر سفید لباس والی نرس گھٹنوں میں سر دیئے پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے اُس کی ناک کے پاس اُنگلی رکھی۔ سانس ابھی کچھ باقی تھی۔ چہرے پر موت کے سائے منڈلا رہے تھے۔ برابر میں ایک بوتل پڑی ہوئی تھی۔ اُس پر "زہر" کا لیبل لگا ہوا تھا۔ ڈاکٹر سین کا دل بھر آیا۔ بھرائے ہوئے لہجے میں وہ بمشکل بولا۔

"اسے اُٹھا کر اندر لے آؤ۔ جلدی۔"

میکلین کے جبڑے اُبھر آئے۔ دوسرا شکار بھی ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ نرس کے بے حس جسم سے نظریں ہٹا کر وہ بولا۔ "ڈاکٹر! اسے مرنے نہ دینا۔ ہر طریقے سے اسے بچا لو!" اُس کے آخری جملے میں ایسی عاجزی تھی جیسے ایک باپ اپنی اکلوتی بچی کی زندگی بچانے کی التجا کر رہا ہو۔ مگر ڈاکٹر اس کا مطلب سمجھ گیا۔ ماریا کے پاس سے انقلابی گروپ کی اطلاع حاصل کرنی تھی۔ اس سازش میں اور کون شامل ہے؟ اس کی کڑی ملانا تھی۔ ڈاکٹر سین خاموش رہا۔ ماریا کے اس اقدام سے اُسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔ بار بار ماریا کے ماضی کو جاننے کی خواہش اگر اُس نے دبا نہ رکھی ہوتی تو یہ وقت نہ آتا۔ پھر بھی اسے بچایا جا سکے تو...... اُس نے زہر کی پوری شیشی حلق میں انڈیل لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلدی اثر ہوا تھا۔ اُس کے گلابی چہرے پر موت کی سیاہی چھاتی جا رہی تھی۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ چہرے پر زندگی کی جھلک نہیں تھی۔ اُس کے چہرے پر درد کی لکیر تک نہیں تھی۔ کیا زہر کی تکلیف کا اسے احساس نہیں ہو رہا تھا؟ کتنے مضبوط دل والی لڑکی...... کیسا بھیانک اقدام کر بیٹھی تھی۔ مگر اس نے خودکشی کیوں کی؟ گرفتاری کے ڈر سے......؟ ماریا کو موت کے پنجے سے چھڑانے کے لئے ڈاکٹر تیزی سے علاج کرنے لگا۔ پیٹ میں سے زہر نکالنے کے لئے اُلٹیاں کرائیں۔ انجکشن لگایا جس کے لمس نے ڈاکٹر کے جسم میں مسرت بھر دی۔ اسی ماریا کے ٹھنڈے جسم پر اچانک ہاتھ چھو جاتا تو ڈاکٹر کا جسم کپکپانے لگتا تھا۔ سونیا نے کچھ حرکت کی۔ برابر میں مٹھیاں کس کر کھڑے ہوئے میکلین کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

اُسی لمحے گروبخش کا مُردہ جسم خون سے لت پت اسٹریچر پر ڈال کر لایا گیا۔ ڈاکٹر کی توجہ ادھر ہو گئی۔ ابھی شام ہی جاتے ہوئے اُس نے مسکرا کر گروبخش سے کہا تھا۔ "ینگ مین! یو آر پروگریسنگ ویری ویل۔" (نوجوان! تم تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہو) تب مریض کس طرح نرمی سے مسکرایا تھا۔

ڈاکٹر! دِس کریڈٹ گوز ٹو یو۔" (جی ہاں ڈاکٹر! اس کا سب آپ کا علاج ہے)

مگر اس گروبخش کا مُردہ جسم، خون سے لت پت چہرے کو دیکھ کر ڈاکٹر لرز گیا۔ انگریز سوپر کی موجودگی کے باوجود وہ بڑبڑایا۔

"شہید ہو گیا۔"

"ڈاکٹر دیکھو! وہ ہوش میں آ رہی ہے۔" سوپر نے اُس کی توجہ نرس کی جانب مرکوز کی۔ سونیا کی پلکیں حرکت کر کے کچھ اُوپر اُٹھیں۔ سوپر اور ڈاکٹر بے چین ہو گئے۔ آنکھیں کسی کو تلاش کرنے والے انداز میں گردش کرنے لگیں۔ شاید اُسے دُھندلا نظر آ رہا تھا۔

مگر زمین پر رکھے ہوئے اسٹریچر پر پڑے ہوئے گروبخش پر نظریں ٹھہر گئیں۔ اُس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک آ گئی۔ زور کر کے اُس نے گردن اُٹھائی۔ ڈاکٹر کہنا چاہتا تھا "مار یا! بار یا!" مگر اُس کی گردن کی رگیں کھنچ گئیں اور وہ بستر پر گر پڑی۔ جسم میں جھٹکا سا لگا۔ دھڑکتے ہوئے سینے پر رکھا ہوا کر اس لرز کر ٹھہر گیا...... سونیا کی رُوح چلی گئی۔ مگر آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ آنکھ کے کونے سے سرکتے ہوئے دو آنسو رُخسار پر بہتے ہوئے بستر پر گرے۔

"اوہ گاڈ......!" میکلین ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "ہم نے اسے بھی کھو دیا۔"

ڈاکٹر سینے میں زور کر کے اُٹھتے ہوئے درد کو دبانے کے لئے ہونٹ بند کئے کھڑا رہا۔ اُس کی نظر سونیا کی بند مٹھی پر جم گئی۔ وہ چونک گیا۔ دائیں ہاتھ کی مٹھی میں سے کوئی سفید چیز نظر آ رہی تھی۔ میکانکی طور پر اُس نے مٹھی کھول دی۔ اندر سے تہہ کیا ہوا اور مرجھایا ہوا کاغذ باہر نکل آیا۔ میکلین بھی چونک گیا۔ لرزتے ہوئے ہاتھ سے ڈاکٹر نے تہہ کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

"اگر انگریز کے دل میں انسان کی آخری خواہش کا احترام ہو تو میرے آخری سنسکار ہند طریقے سے کرنا۔" نیچے دستخط تھے۔ "گروبخش کی سونیا۔"

ہندو طریقہ...... گروبخش...... سونیا......" ڈاکٹر بڑبڑایا۔ دل میں بٹھائی ہوئی ماریا جیسے ابھی لے دم توڑ گئی ہو۔ ڈاکٹر کے دل میں سناٹا چھا گیا۔ میکلین نے دیکھا پہریدار اور ہسپتال کے لوگ اپنے چہروں پر پھیلا ہوا سوگ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ وہاں کھڑا نہ رہ سکا۔ گورنر کو اس بچویشن سے آگاہ کرنے کے لئے جانا ضروری تھا۔ اُس کے قدم تیزی سے اُٹھنے لگے۔ گورنر صاحب کو سحر کے وقت دہلی جانا تھا اس سے پیشتر اُنہیں اطلاع کرنی چاہئے۔ گروبخش کے شوٹ ہونے کی خبر عوام میں گڑبڑ مچا دے گی۔ طوفان ہوں گے۔ مگر اس وقت میکلین کو گروبخش کے پھانسی کے پھندے سے نکل جانے کا افسوس تھا۔ پھر اُسے دوسرا بھیانک خیال آیا۔ تب وہ گھبرا گیا۔ گروبخش کو گولی مارنے والے کا انتقام لینے کی خاطر کوئی انقلابی حلف لے گا لہٰذا اسے ہوشیار رہنا چاہئے۔ مگر گورنر صاحب اُس کے کام سے خوش ہوں گے یا پھر اس سازش کی اُسے آخر تک یونہیں آئی اس کے لئے اُسے ڈانٹیں گے۔ جاتے ہوئے میکلین مختلف قسم کے خیالات میں غرق تھا۔ کرسچین نرس کا اسرار اُسے زیادہ بے چین بنا رہا تھا......!

○○○

جس طرح اچانک آیا ہوا طوفان تباہی لانے کے بعد گزر جائے، اسی طرح جیل کا شور ختم گیا۔ جیلر، ڈپٹی جیلر، سنتری، جمعدار، میٹ سب اچانک آئی ہوئی آفت کی وجہ سے ہوشیار ہو گئے۔ وہ اب سب سلامتی کا سانس لیتے ہوئے گزرے ہوئے حالات کے تانے بانے ملا رہے تھے۔ ہر ایک کو ہسپتال کے پہریداروں پر رحم آ رہا تھا۔ فرض سے غافل رہنے پر اُنہیں سزا ہوتی تھی۔ قیدی اپنے میٹ کے پاس سے اطلاع حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔ "انقلابی قیدی فرار ہوتے ہوئے شوٹ کر دیا گیا۔" اس خبر نے سب کے دل دہلا دیئے۔ تب اندھیرے میں ایک چیخ سنائی دی۔

"کس نے مارا گروبخش کو؟ میں اُسے ختم کر دوں گا۔" سناٹا چھا گیا۔ ساری جیل خاموش ہو گئی۔ "یہ دھمکی کس نے دی تھی؟ سوپر صاحب اُس کی کھال اُتار دیں گے۔" خطرناک قیدیوں کے سیل کی جانب سے آنے والی آواز "جگا ڈاکو" کی تھی۔ سنتری اودھم سنگھ دوڑتا ہوا آیا۔ جگت کے سیل میں ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ ہاتھ کی مٹھیوں میں سلاخیں تھامے کھڑے ہوئے جگت کا چہرہ دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ روشنی نے جگت کی آنکھیں بند کر دیں۔ اودھم سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"جگا! یہ کیا پاگل پن ہے؟ ایسی دھمکی دی جاتی ہے؟"

دوسرا سنتری بھی آ گیا۔ "کمال ہے...... یہ روز اُس انقلابی کو گالیاں دیتا تھا۔ اب اُس کی موت سے بپھر اُٹھا ہے۔"

"تم سب غدار ہو۔ دیش کے دشمن ہو۔" جگت کا خون شعلے برسا رہا تھا۔ "ایک جوان دیش کی خاطر قربانی دے کر شہید ہو گیا اور تمہارے خون میں گرمی نہیں آئی؟ چوڑیاں پہن لو تم لوگ۔"

"جوان نے ہی نہیں، لڑکی نے بھی قربانی دی ہے۔" سنتری بول اُٹھا۔ "کہتے ہیں انقلابی کو چھڑانے کے لئے وہ لڑکی کرسچین نرس بن کر ہسپتال میں داخل ہو گئی تھی۔" کچھ دیر رُک کر بولا۔ "اُس بے چاری نے زہر پی کر خودکشی کر لی۔" اودھم سنگھ نے دیکھا یہ سن کر جگت سکتے میں آ گیا۔ اُس کے چہرے کا کھنچاؤ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔ سلاخوں پر سر رکھ کر وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ اچانک ایک سسکی سنائی دی۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ جگت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ متعجب ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ یہ ڈاکو، انقلابی کی موت پر چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

ڈپٹی جیلر آ گیا۔ "کون چیخ رہا ہے......؟" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ سنتری اودھم سنگھ نے اٹین شن ہو کر اُسے سلیوٹ کیا۔ ڈپٹی کچھ کہے، اس سے پیشتر اُس نے اشارے سے نو سو ساٹھ نمبر کے قیدی کے سیل کی جانب اسے متوجہ کیا۔ کسی کے رونے کی مدھم آواز آ رہی تھی۔ اُسے بھی حیرت ہوئی۔ پھر جیسے یہ عام بات ہو اس طرح بولا۔ "ایسے پتھر دل کے لوگ رو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم

جو پیٹ کی خاطر یہاں ملازمت کر رہے ہیں، شہید کی موت پر دو آنسو بھی نہیں بہا سکتے۔"

انقلاب ادھورا رہا۔ سحر کے وقت گورنر دہلی نہیں جا سکا۔ دھماکہ نہیں ہوا۔ گروبخش کو سبز روشنی سگنل دے کر مہرا گروبخش کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسی لمحے فائر ہوا۔ ساتھیوں نے گروبخش کو نیچے گرتے دیکھا۔ مہرا جیل کی دیوار کی جانب جھپٹنا چاہتا تھا مگر ساتھیوں نے اُسے تھام لیا۔ پتھر پر جیسے ناریل ٹوٹے اس طرح گروبخش کی کھوپڑی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ بشن نے مہرا کو تھامتے ہوئے کہا "مہرا! کھیل ختم ہو گیا ہے۔ اب گروبخش کی لاش ہی ملے گی۔" مگر مہرا نکلنے کے لئے زور کرنے لگا اُسی لمحے میکلین جیل سے باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ بشن کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا لہٰذا اُس نے مہرا کے سر پر ٹارچ کی ضرب لگائی۔ مہرا بے ہوش ہو گیا۔ گوپال اور بشن نے اُسے اُٹھا کر جیپ میں ڈالا اور انقلابی اندھیرے کی چادر میں غائب ہو گئے۔ انہیں سونیا کی فکر تھی۔ اتوار کی شام ہسپتال سے جانے سے پیشتر سونیا صرف اتنا بولی تھی۔ "گروبخش زندہ باہر آئے گا تب ہی ہم ملیں گے۔" پیر کی صبح پتہ چلا کہ سونیا نے موت کے سفر میں بھی گروبخش کا ساتھ دیا تھا۔ بھگت کی روشن کی ہوئی انقلاب کی مشعل گروبخش کے آخری سانس کے ساتھ جیسے بجھ کر رہ گئی۔

جگت نے باقی رات بیٹھے بیٹھے گزار دی۔ رو رو کر اُس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ کرچین ز کی قربانی نے اُس کا دل دہلا دیا تھا۔ بار بار اُسے ویرو یاد آ رہی تھی۔ "نہیں نہیں...... بیس سال تک اس جیل میں نہیں رہا جائے گا۔ کچھ کرنا پڑے گا۔" پچھلے پہر کی رات کی بیداری میں اپنے جسم میں چھپے ہوئے ڈاکو کو وہ جھنجھوڑ کر بیدار کرتا رہا۔ "جاگ جگا! پولیس کے ہاتھ لگنے کی اچھائی دکھا کر تجھے کیا ملا؟ لوہے کی زنجیریں...... یہ بلند دیواریں...... دانے پیسنے کی چکی اور بیس سال کی قید مصیبت۔ گھر آباد کرنے کی بجائے جیل آباد کی۔ ویرو کے ساتھ کے بجائے لمبی جدائی ملی۔ اب موقع ہے۔ اچھے کام کر کے جیل کے افسران کا اعتماد حاصل کر لے۔ پھر......"

جیل کا دروازہ کھلنے کے باوجود جگت کھڑا نہیں ہوا تب سنتری اودھم سنگھ نے پوچھا۔ "کیوں بے جگا؟ تمہیں آج عدالت میں جانا ہے۔ تمہاری اپیل کے فیصلے کا دن ہے۔" پھر بھی جگت خاموش رہا۔ "صاحب تمہیں دس بجے لینے آئیں گے۔ تیار رہنا۔"

جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو اس طرح جگت سوجی ہوئی آنکھوں سے اودھم سنگھ کو دیکھنے لگا۔ دانے کے ڈبے اندر رکھ کر میٹ چلا گیا۔ پھر سنتری دروازہ بند کر رہا تھا اُس وقت جگت کو خواہش ہوئی کہ سلاخوں سے ہاتھ نکال کر اس کی گردن دبا دے۔ اُس کی رائفل چھین لے۔ مگر اودھم سنگھ کے چہرے پر پھیلی ہوئی ہمدردی نے اُسے روکا۔ تالا بند کر کے جاتے ہوئے وہ بولا۔ "جگا! اپیل میں بری ہو جاؤ اس کے لئے گھر کے افراد نے منت مانی ہے۔"

اودھم سنگھ کے لہجے کی اپنائیت اور محبت نے جگت کو بے خود کر دیا۔ ایسے نیک شخص کی ملازمت چھین کر فرار ہونا شرافت اور انسانیت نہیں۔ دوسرا کوئی طریقہ سوچنا پڑے گا۔

جگت دس بجے کا انتظار کرنے لگا۔

○

پیر کی رات کسی تھکے ہوئے بوڑھے بیل کی طرح گھسٹ رہی تھی۔ چندن کور محسوس کر رہی تھی

یہ لمبی رات کبھی ختم نہیں ہوگی۔ بڑے بار دانے کے بچھونے پر پہلو بدلتی ہوئی وہ رات کو طعنے دے رہی تھی۔ "اے تم اتنی دھیمی کیوں بیت رہی ہو؟ آج ذرا جلدی سے صبح کر دے۔ ورنہ میں مر جاؤں گی۔" اور رات جیسے چندن کی بات پر مسکرا دی ہو۔

کھلی کھڑکی سے ہوا کا تیز جھونکا کمرے میں داخل ہو کر چندن کی گھنیری زلفوں کو بکھیر گیا۔ انتہائی قاتل سردی ہونے کے باوجود چندن مشرقی سمت کی کھڑکی کھول کر لیٹی ہوئی تھی۔ کیونکہ لاہور اُسی جانب تھا اور لاہور کی جانب سے آتی ہوئی ہوا کے جھونکے اُسے جگت سنگھ کے لمس کا لطف دے رہے تھے۔ ٹھنڈی ہونے کے باوجود اس میں پریت کی گرمی تھی۔ ہوا کے جھونکے سے لٹکتا ہوا فانوس ہلنے لگا جس کی وجہ سے دیوار پر پڑنے والا سایہ لرز کر رہ گیا۔ چندن کور کی نظر سفید دیوار پر پڑی ہوئی سیاہ لکیروں پر جم گئی۔ اُس نے اُن کی گنتی کی۔ گیارہ لکیریں تھیں۔ بس......؟ انہیں جیل گئے ہوئے صرف گیارہ دن ہوئے ہیں؟ سال کے تین سو پینسٹھ دن کے اس سال میں کتنے بہت سارے دن ہوئے؟ اتنی لکیریں بنانے کے لئے پورے مکان کی دیواریں بھی شاید کم پڑ جائیں گی۔ کل ہی ماں جی نے انہیں دیکھ کر کہا تھا۔ "ارے بہو! دیوار پر کوئلے سے لکیریں کس نے ڈالی ہیں؟ لاؤ! میں گیلے کپڑے سے صاف کر دوں۔"

تب چندن کا دل دھڑک اُٹھا۔ "نہیں ماں جی...... میں نے دنوں کا حساب لگانے کے لئے دیوار خراب کی ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے سر جھکا لیا تھا۔ اُس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر ماں جی نے سرد آہ بھری۔

"مگر بیٹی! دن گننے سے کم نہیں ہوتے بلکہ کافی لمبے ہو جاتے ہیں۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے دیکھو! ایک سورج غروب ہوتے ہی دل پر لکیر پڑ جاتی ہے۔ پھر دیوار کو سیاہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ماں جی! آپ ہمت نہ ہاریں۔" چندن ساس کو دلاسا دیتی ہوئی بولی۔ "اُوپر والے کے بھروسے پر برے دن بھی گزر ہی جائیں گے۔ سسر جی کہہ رہے تھے کہ اپیل میں ضرور ہماری طرف فیصلہ ہوگا۔ سرجن صاحب کی سفارش پر بڑے وکیل کو روکا گیا ہے۔ روزانہ گن گن کر روپے دے رہے ہیں۔ وہ بیکار نہیں جائیں گے۔"

ایسا دلاسا بھی ماں کے دل میں ٹھنڈک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب تو اُوپر والے مالک پر سے بھی اُن کا اعتماد ڈگمگا رہا تھا۔ وہ بڑبڑائیں۔ "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اتنے بہت سارے نیچے والے اکیلے اُوپر والے کو کچھ نہیں کرنے دیں گے۔"

یہی وجہ تھی کہ چندن کو منگل کی صبح کا انتظار بے چین بنا رہا تھا۔ سسر جی صبح کی پہلی گاڑی میں لاہور سے واپس لوٹنے والے تھے۔ عدالت میں کیا ہوا؟ یہ جاننے کا تجسس زور کر رہا تھا۔ لاہور جانے کے لئے گھر سے نکلتے ہوئے سسر سے اُس نے کہا تھا۔ "باپو! آپ انہیں غور سے دیکھیں۔ وہ دُبلے تو نہیں ہو گئے؟ جیل والے اُن سے سخت مزدوری کراتے ہوں گے۔ اُن کو کھانا برابر ملتا بھی ہے یا نہیں؟ یہ پوچھ لینا۔ ہماری فکر نہ کرنے کے متعلق انہیں کہنا۔"

چندن نے بہت کچھ کہہ ڈالا اور سوہن سنگھ "ہاں ہاں" کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عدالت

میں جگت سے بات نہیں کر سکیں گے۔ مگر یہ کہہ کر بہو کا دل کیوں دُکھایا جائے؟ جاتے ہوئے اُنہوں نے دل سے فیصلہ کر لیا کہ واپس لوٹنے کے بعد جگت کے متعلق صرف اچھی باتیں بتائیں گے۔ البتہ اُنہوں نے اتنا کہا۔ ''بہو! اپیل کا فیصلہ ایک دن میں نہیں ہو جاتا۔ مدتیں لگیں گی۔ اور اس بہانے بار بار جگت کا چہرہ دیکھنے کو ملے گا۔''

دیوار کی لکیریں نظر نہ آئیں اس کے لئے چندن نے سر پر سیاہ کمبل اوڑھ لیا۔ آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کی۔ شاید آدھے گھنٹے میں سو جاتی مگر اچانک راستے پر کسی کی آہٹ سنائی دی۔ وہ کمبل چہرے سے ہٹا کر سننے کی کوشش کرنے لگی۔ ''نہیں..... یہ گاؤں کا چوکیدار نہیں تھا۔ اگر وہ ہوتا تو بار بار زمین پر لاٹھی مارتا چلتا۔ پھر کون ہوگا؟'' پھر بھی اطمینان کرنے کے لئے اُٹھ گئی۔ فانوس کی روشنی بڑھانے کے لئے ہاتھ بلند کیا مگر پھر رُک گئی۔ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر اُس نے راستے پر نظر کی۔ ہلکے اُجالے میں ایک سایہ حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔ وہ چونکی ہوگئی۔ ضرور کوئی ہے۔ اُس نے ذہن میں سوچا۔ کیا وہ تو نہیں ہوں گے؟ نہیں اب وہ فرار ہو کر گھر نہیں آئیں گے۔ کوئی چور ہوگا..... مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس گھر میں چوری کرنے کی کوئی ہمت نہیں کر سکتا۔ پھر.....؟ عجیب طرح کی بے چینی دل میں ہلچل مچانے لگی۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ سسر گھر پر نہیں ہیں۔ ہم ساس بہو دو عورتیں ہیں۔ اس پچویشن کا فائدہ اُٹھا کر کوئی دشمن گھر کو بدنام کرنے کی چال تو نہیں کھیل رہا؟ چندن کا سینہ دھڑکنے لگا۔ نیچے جا کر ساس کو جگانے کا خیال آیا۔ مگر ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ پہلے یقین کر لینا چاہئے۔ ممکن ہے بجن بھائی چھپ کر ملنے آئے ہوں۔ چھت کے دروازے کی زنجیر کھول کر وہ باہر نکل آئی۔ پیر میں لڑکھڑاہٹ کے ساتھ عجیب سی حالت میں وہ چھت کی گگر کے قریب پہنچ گئی۔ آس پاس نظر ڈالی مگر کچھ سمجھ نہ سکی۔ شکی من کو سمجھاتی ہوئی وہ واپس لوٹنے لگی۔ اسی لمحے ایک سایہ نظر آیا۔ باڑے کی دیوار سے چپکا ہوا کوئی کھڑا تھا۔ مگر اُس کا سایہ چھپ نہیں سکا۔ مگر وہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ چندن نے دھیمے لہجے میں پکارا۔ ''کون ہے؟'' پھر بھی جواب نہیں ملا۔ سایہ وہیں جما رہا۔ چندن نے سامنے والے گھر کے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں تالا تھا۔ ان کے گھر کا اکیلا دشمن موہن سنگھ چاچی کے ساتھ کچھ دن پیشتر یاترا کے لئے امرتسر گیا ہوا تھا۔

چندن اُلجھن میں پڑ گئی۔ کیا کرنا چاہئے؟ شور کر کے سب کو جگائے؟ مگر نہیں۔ اس سے فائدے سے زیادہ نقصان کی توقع تھی۔ ''کوئی بھی ہو.....'' چندن بڑبڑاتی کمرے میں واپس لوٹ گئی۔ چھت کے دروازے کی زنجیر مضبوطی سے بند کر دی۔ فانوس کی روشنی کچھ تیز کر دی اور بستر پر کروٹ کے بل لیٹ گئی۔ ''جاگتے ہوئے صبح کر دوں گی۔'' اسی ارادہ سے وہ آنکھیں کھلی اور کان تیز رکھ کر پڑی رہی۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد باڑے کی گھاس پر کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ چندن چونک کر بیٹھ گئی۔ کسی کے چھلانگ لگانے کا دھماکہ تھا۔ اُسی لمحے چھت کے برابر کھڑے ہوئے درخت کے پتے کھڑکھڑائے۔ اب اُسے یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی گھر میں گھس رہا ہے۔ اُٹھ کر وہ کھڑکی بند کرنے کے لئے تیزی سے جھپٹی۔ اسی لمحے کوئی چھت پر چڑھ آیا..... کھڑکی بند کر کے پوچھا۔ ''کون ہے.....؟'' مگر جواب میں کوئی دبے قدموں سے دروازے کی چھت کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہوا۔ چندن کا جسم پسینے سے بھیگ گیا۔ اُس نے پھر پوچھا۔ ''کون ہے؟'' دروازے کے

قریب آ کر باہر والے نے جواب دیا۔

''میں... میں... میں ہوں...'' زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ باہر سے دروازہ کھینچنے کی کوشش کی گئی۔

چندن لرز گئی۔ اُس نے ہمت مجتمع کر کے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

''میں جگا ہوں۔ جلدی کھول!'' اُس نے جلدی سے کہا۔ پھر پوری قوت سے دروازہ کھینچا گیا۔

چندن نے آواز پہچان لی۔ لمحہ بھر کے لئے اُسے نیچے جا کر ماں جی کو جگانے کا خیال آیا مگر اس میں خطرہ تھا۔ سوچنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ زنجیر پر تالا مارنے کا خیال پیدا ہوا مگر اُسی لمحے دروازے کے اوپر سلاخوں اور انٹی لیٹر میں سے کسی کا ہاتھ اندر آتا ہوا نظر آیا۔ وہ ہاتھ زنجیر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ چندن پھرتی سے برابر والے کمرے میں دوڑ گئی۔ بڑا صندوق کھول کر اندر سے تلوار اُٹھا لائی۔ میان میں سے چمکتی ہوئی تلوار باہر نکالی۔ اس دوران اُس شخص کا انگوٹھا زنجیر کو چھو رہا تھا۔ چندن کا ہاتھ لرزنے لگا۔ تلوار ہاتھ سے گر تو نہیں جائے گی۔ مگر لمحے بھر میں اُس کا روپ بدل گیا۔ ہونٹ مضبوطی سے بند کر کے اُس نے تلوار بلند کی۔ زنجیر گرانے کے لئے زور کرتے ہوئے انگوٹھے پر زور سے تلوار مارتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ ''کھڑانگ......'' کی آواز ہوئی اور ایک ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فرار ہوتے ہوئے شخص کے قدموں کی آہٹیں، درخت کی شاخوں کی کھڑکھڑاہٹ اور باڑے کی دیوار سے نیچے کودتے ہوئے ہونے والا دھماکہ سب کچھ چندن نے بند آنکھوں سے سنا۔ جب ہمت کر کے آنکھیں کھولیں تو تلوار پر خون کے دھبے دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی۔ پیشانی پر پھیلے ہوئے پسینے کو صاف کرنے کے لئے ہاتھ پھیرا مگر ہتھیلی میں خون کی سرخی مل گئی۔ زنجیر پر نظر ڈالی وہاں بھی خون نظر آ رہا تھا۔ فرش میں سرخ چھینٹے پڑے ہوئے تھے مگر کچھ دُور کیا پڑا ہوا تھا؟ قریب جا کر دیکھا وہ کسی کے ہاتھ کا کٹا ہوا انگوٹھا تھا..... اُس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا۔ دماغ گھومنے لگا۔ پاگل کی طرح دوڑتی ہوئی اُوپری منزل کی سیڑھیاں طے کر کے نیچے پہنچ گئی۔

''ماں..... ماں جی......!'' اُس نے ماں جی کو پکارا۔ اُس کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر ماں جی جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئیں۔ ہاتھ پر جمی ہوئی تلوار تھامے کھڑی ہوئی چندن کو دیکھ کر ڈر سی گئیں۔

''کیا ہوا چندن..... کیا ہوا؟'' اُن کی نظر تلوار پر جمی ہوئی تھی۔ اب چندن کو خیال آیا۔ تلوار کو فرش پر پھینک کر وہ ماں جی سے چمٹ گئی اور اُن کے سینے میں منہ چھپا کر بلک بلک کر رونے لگی۔ ماں جی کا دل دہل گیا۔ ''کیا ہوا؟ بتا تو سہی مجھے......!'' ماں جی نے کہا۔ مگر کچھ دیر تک چندن بول نہ سکی۔ آنسوؤں سے ماں جی کا دوپٹہ بھیگ گیا۔ وہ ضبط نہ کر سکیں۔ ''ارے پگلی! مجھے بھی تو بتا۔ میری جان آدھی ہو رہی ہے۔'' ان الفاظ کا فوری اثر ہوا۔

چندن نے سر اُٹھا کر بمشکل کہا۔ ''ماں جی! کوئی ہمارے مکان میں گھس آیا تھا۔''

ماں جی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔ ''ہمارے مکان میں......؟''

''جی ہاں... چھت پر آ کر کوئی دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔'' چندن کی گھبراہٹ ابھی باقی تھی۔

ماں جی نے دانت پیس لئے۔ پھرتی سے نیچے پڑی ہوئی تلوار اُٹھا کر گرجیں۔ ''اس مکان میں داخل ہونے کی ہمت کرنے والا کون ہے؟'' یہ کہہ کر وہ اوپری منزل کے زینے چڑھنے لگیں۔ اُن کی

بیماری اور بڑھاپا جیسے غائب ہوگیا تھا۔ چندن ابھی کچھ کہنا چاہتی تھی اسی لیے وہ اُوپر پہنچ گئیں۔ چندن بھی پیچھے دوڑ گئی۔ وہ ساس کی بہادری دیکھ کر حیرت زدہ تھی۔ ذرا بھی ہچکچاہٹ کے بغیر ماں جی نے چھت کے دروازے کھول دیئے۔ اُن کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ تلوار تھامے ہوئے بوڑھی کلائیوں کی نسیں تن گئی تھیں۔ وہ کسی کو چیلنج کرنا چاہتی تھیں کہ چندن اُن کے پاس پہنچ گئی۔

''نہیں ماں جی..... وہ فرار ہوگیا۔'' چندن نے جلدی سے کہا۔ پھر ماں جی کے ہاتھ سے تلوار لے کر کہا۔ ''وہ اپنی نشانی چھوڑ گیا ہے۔ دیکھئے!'' چندن نے فرش پر پڑے ہوئے انگوٹھے پر تلوار کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔

ماں جی کبھی خون بھرے انگوٹھے اور کبھی چندن کو متعجب نظروں سے دیکھنے لگیں۔ اب اُن کی نظر زمین پر خون کے چھینٹوں پر پڑی۔ آہستہ آہستہ اُن کی سمجھ میں بات آ گئی۔ بہو نے تلوار کا وار کرد تھا۔ چندن کی ہمت اور پھرتی پر وہ واری گئیں۔ ''عجیب بات ہے..... اتنا کچھ ہوگیا پھر بھی میں سوتی رہی۔ چندن! تم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کر دیا؟''

''مجھے بھی محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کو جگاتی تو بہتر تھا۔ مگر اتنا وقت نہیں تھا۔ وہ شخص زنجیر کھول کر اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔'' چندن نے جواب دیا۔

ماں جی چھت پر چکر لگا کر لوٹ آئیں۔ ''مگر وہ کون تھا؟ کس لئے آیا تھا؟''

چندن کو اس سوال نے اُلجھن میں ڈال دیا۔ ''کون تھا یہ تو پتہ نہیں چلا۔ کیوں آیا تھا؟ یہ اندازہ لگانا باقی تھا۔''

''ممکن ہے چوری کرنے آیا ہو۔'' ماں جی نے اندازہ لگایا۔

''نہیں..... چوری کی نیت سے نہیں آیا تھا۔'' چندن نے یقینی لہجے میں کہا۔ ''چوری کی نیت سے آنے والا شخص گھر کے لوگوں کو دیکھ کر فرار ہو جاتا ہے۔ مگر میں نے اُسے آواز دی تھی۔''

''اُسے آواز دی تھی؟'' ماں جی نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں..... میں نے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا، میں ہوں۔ میں نے پھر پوچھا تم کون ہو؟ اُس نے جواب میں کہا میں جگا ہوں۔ جلدی کھول!''

یہ سن کر ماں جی لرز گئیں۔ ''ارے دیکھے بغیر تلوار مار دی۔ ممکن ہے جگت جیل سے فرار ہو کر.....'' ماں جی کچھ اور کہنا چاہتی تھیں مگر چندن نے اُنہیں روک دیا۔

''نہیں..... ماں..... نہیں۔'' چندن پُر جوش لہجے میں بولی۔ ''وہ نہیں تھے۔ میں اُن کی آواز بھی نہیں پہچانتی کیا؟ اور وہ کبھی بھی گھر کے لوگوں سے اپنے آپ کو جگا کہہ کر بتاتے نہیں تھے۔ آواز اور بولنے میں صاف بناوٹ جھلک رہی تھی۔'' چندن کچھ دیر رُک کر بولی۔ ''وہ سمجھ رہا ہوگا کہ میں احمق بن جاؤں گی مگر جس مرد کا جسم چھو چکی ہو اُس مرد کا سانس تک عورت پہچان لیتی ہے۔'' چندن سر جھکا کر بول رہی تھی۔

ماں جی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہیں کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ وہ اُلجھن میں پڑ گئیں۔ ''جگت نہ ہو اور ممکن ہے اُس کا کوئی ساتھی ہو۔ کسی کام کے سلسلے میں چھپ کر آ گیا ہو۔ پھر تو بیچارے کی حالت بری ہوگی۔''

''نہیں..... وہ بیچارہ نہیں تھا ماں جی! میں نے سب سوچ لیا تھا۔ وہ شخص ہر صورت میرے کمرے میں گھسنے آیا تھا۔ وہ جاننے والا ہوگا۔ یقیناً اُسے پتہ ہوگا کہ گھر میں سسر موجود نہیں ہیں۔'' وہ نظریں جھکا کر بولی۔ ''اور اُوپری منزل پر میں اکیلی ہوتی ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' کہتے ہوئے ماں جی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''دشمن اس گھر کی عورت پر ہاتھ ڈالنے آیا تھا؟'' غصے میں اُن کے لب کپکپانے لگا۔ ''بہو! اگر میں بیدار ہوتی تو انگوٹھے سے اُسے چھٹکارا نہ ملتا۔ گردن اُتار لیتی اُس حرام زادے کی۔'' پھر کچھ دیر میں پُر سکون ہو کر چندن کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ ''تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ اب وہ سمجھ گیا ہوگا کہ جاٹ کے گھر کی عورتیں بھی ہتھیار اُٹھانا جانتی ہیں۔ تمہارے سسر سنیں گے تو اُس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ بغیر انگوٹھے کے مجرم کو کہیں سے تلاش کر لیں گے۔''

''نہیں ماں جی..... سسر جی یہ بات نہیں سنیں گے۔'' چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''ان کا بیٹا قتل کی سزا بھگت رہا ہے۔ اب باپو کو کیسے مجرم بنائیں؟ بہتر ہے کہ یہ بات ہم دونوں کے علاوہ تیسرا نہ جانے۔''

''مگر.....'' ماں جی کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر اُنہیں الفاظ نہیں سوجھ رہے تھے۔ پھر بھی کہہ ڈالا۔ ''ایسی بات گھر کے آدمی سے پوشیدہ کس طرح رکھی جا سکتی ہے؟''

''یہ میں جانتی ہوں۔ پوشیدہ رکھ کر پاپ میں پڑ جاؤں گی ماں جی! مگر یہ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ ایسی بات سن کر مردوں کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔ پھر وہ ضبط نہیں کر سکتے۔'' چندن کچھ دیر رُک گئی۔ اُسے جو کچھ کہنا تھا وہ کہنے کا موقع تھا۔ ''تمہارے بیٹے کو پتہ چل گیا تو وہ جیل توڑ کر انتقام لینے آ جائیں گے اور.....'' پھر وہ بول نہیں سکی۔ ماں جی سب کچھ سمجھ گئیں۔ چندن بہت دُور کی سوچ سکتی تھی اس سے اُنہیں مسرت ہوئی۔ اس واقعے کو دبا دینا بہتر تھا۔ رائی کا پربت ہو گیا تو اس کے وزن سے پورا خاندان کچل جائے گا۔

چندن نے فرش پر پڑا ہوا انگوٹھا اُٹھایا۔ تب اُس کی آنکھوں سے نفرت برس رہی تھی۔ ایک اِنچ جتنا مُردہ ٹکڑا ہونے کے باوجود چندن کے جسم میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اُسے ابکائی ہونے لگی۔

''بہو! اسے کیا دیکھ رہی ہو بھئی؟ لاؤ میں اسے باہر پھینک دوں۔'' ماں جی نے کہا۔

چندن غور سے انگوٹھا دیکھ رہی تھی۔ ''دیکھا ماں جی! ناخن پر مہندی لگی ہوئی ہے۔ سکھ یا ہندو ناخن نہیں رنگتے..... کیا آنے والا مسلمان ہوگا؟'' چندن نے کہا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' ماں جی بھی اب دلچسپی لینے لگیں۔ ''ہمارا ایک ہی دشمن ہے وہ سامنے رہتا ہے۔'' وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر اندازہ لگاتی ہوئی بولیں۔ ''ممکن ہے ہمیں گاؤں میں بدنام کرنے کے لئے کوئی کرائے کا آدمی بھیجا ہو۔ اس کی بیوی ویرو جگت کے ساتھ فرار ہوگئی تھی اس کا انتقام لینے کے لئے ایسی اوچھی حرکت کی ہو۔''

''کچھ بھی ہو..... میں کٹا ہوا انگوٹھا سنبھال کر رکھوں گی۔ ڈبیہ میں رکھ دوں گی۔'' چندن نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ماں جی چندن کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔ مگر وہ کہہ رہی تھی۔ ''ممکن ہے کبھی یہ

بات اُنہیں بتانی پڑے۔ تب یہ نشانی دکھاؤں گی۔" ماں جی کے جواب کا انتظار کیے بغیر چندن نے کٹا ہوا انگوٹھا ڈبیہ میں رکھ کر ڈبیہ صندوق کی تہہ میں چھپا کر رکھ دی پھر اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "اب میں جلدی جلدی خون کے داغ دھو دیتی ہوں۔ آپ فانوس تھام رکھیں۔ چھت پر بھی اور نیچے باڑے میں بھی دیکھ لیں۔"

ماں جی چندن کی بے چینی سمجھ گئیں۔ جب جگت کے باپو آئیں اس وقت جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اس طرح کرنا ضروری تھا۔ ساس اور بہو کام پر لگ گئیں۔ باڑے میں گھاس کے ڈھیر پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ دونوں نے مل کر گھاس کو اُوپر نیچے کر دیا۔ انجانے میں کوئی جرم ہو گیا ہو جسے چھپانے کی کوشش کر رہی ہوں ایسی پراسرار حرکتیں کرتی نظر آتی تھیں۔ ماں جی نے ایک بار کہا بھی۔ "چندن! میں کہہ رہی ہوں کہ یہ سب کچھ کرنے سے جگت کے باپو کو بتا دینا بہتر رہے گا۔ ہم عورتیں لمبا عرصہ بات کو پیٹ میں نہیں رکھ سکیں گی۔"

"نہیں ماں جی...... میں آپ کے پیر پکڑتی ہوں۔" چندن گڑگڑائی۔ "اس کام کا انجام ایسا برا ہوگا کہ ہمیں زندگی بھر پچھتانا پڑے گا۔"

ساس اور بہو صبح تک جاگتی رہیں۔ دونوں کے ذہنوں میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

"وہ انجانا شخص کون تھا......؟"

O

گلی کے مرغے نے بانگ دی جس کے کافی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ جگت کی ماں کھڑکی کھولنے کے لئے اُٹھ رہی تھیں تب چندن کور نے اُنہیں روکا۔ "ماں جی! آپ رہنے دیں۔ میں کھڑکی کھولتی ہوں۔" سر اور سینے پر دوپٹہ ڈال کر چندن کھڑکی کھول رہی تھی۔ اُس وقت سسر سے بہت کچھ جان لینے کا تجسس زور کر رہا تھا مگر اُس کو ضبط کرنا پڑا۔ کھڑکی کی زنجیر کھولتے ہوئے اُسے اپنا انگوٹھا ساکت محسوس ہونے لگا۔ چندن ایک جانب ہٹ گئی۔ سسر کے اندر داخل ہوتے ہی اُس نے کھڑکی بند کر کے زنجیر چڑھا دی۔ ماں جی برآمدے میں کھڑی تھیں۔ سوہن سنگھ کو تعجب ہوا۔

"ساس بہو اس وقت جاگ رہی ہیں؟"

اسی لمحے چندن پھرتی سے پانی کا لوٹا بھر کر لے آئی۔ اُس نے ساس کا جواب غور سے سنا۔

"آپ آنے کو تھے۔ لہٰذا نیند اُڑ گئی۔" پھر مزید بولیں۔ "بہو تو ساری رات نہیں سوئی۔"

چندن کو ڈر محسوس ہوا ماں جی شاید رات کی بات کر دیں گی۔ مگر سوہن سنگھ نے اس کا دوسرا مطلب نکالا۔ "میں جانتا ہوں۔ بہو کو خبر سننے کا انتظار ہے۔" تب چندن کو اطمینان ہوا۔

ہاتھ منہ دھو کر پگڑی کھونٹی پر رکھ کر جگت کے باپو چارپائی پر لیٹ گئے۔ ایک بڑی جماہی لی۔ ساری رات ٹرین میں جاگ کر کاٹی تھی۔ چندن کور دروازے میں کھڑی اور ماں جی چارپائی کے برابر بیٹھی تھیں۔ سوہن سنگھ نے راستے بھر ذہن میں بات جما لی تھی پھر بھی شروعات کرتے دیر ہو گئی۔ ماں جی کا ضبط چھوٹ گیا۔ وہ بولیں۔ "جگت اچھا تو ہے؟"

"بالکل......" سوہن سنگھ نے شروع کیا۔ "ہم نے اُسے جیسا چھوڑا تھا ویسا ہی ہے۔ بلکہ مجھے کچھ اور صحت مند نظر آیا۔ سرجن صاحب کی سفارش سے اُسے جیل میں زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا۔

ارے اُس کا پہریدار بھی اُس کی فکر رکھتا ہے۔"

"اور کیا بات ہوئی؟" چندن کے دل کی بات ماں جی کے لبوں سے نکل آئی۔

"کورٹ میں ہم اُس سے بات نہیں کر سکتے۔" سوہن سنگھ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ "بہو مجھ سے پوچھنے کے متعلق کہہ رہی تھی تب بھی مجھے معلوم تھا۔ مگر پیٹ میں پاپ رکھ کر میں ہاں کرتا رہا۔ یہ اچھا ہوا کہ اس کی جیل کا پہریدار بھی کیس سننے آیا تھا اُس سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ نہیں تو مجھے جھوٹ بولنا پڑتا۔"

چندن کی آہ نکل گئی۔ دوسرے کا دل رکھنے کے لئے انسان کو اکثر جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ رات والے انجانے شخص کی بات دل میں رکھنے کے لئے اُس کا ذہن کھٹکنے لگا۔ ماں جی نے دوسرا سوال کیا۔ "جیل کے پہریدار نے جگت کی کیا بات بتائی؟"

"وہ کہہ رہا تھا آپ کسی بات کی فکر نہ کریں۔ میں بیٹے کی طرح اُس کا خیال رکھتا ہوں۔ کھانے کو زیادہ دیتا ہوں۔ کچھ دن بعد کوٹھڑی کی بجائے بیرک میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ رہنے لگے گا۔ وہ بیچارہ یہ بھی کہہ گیا کہ جگت کی رہائی کے لئے اُس نے منت مانی ہے۔ وہ ضرور رہا ہو جائے گا۔"

کورٹ والے کیا کہتے ہیں؟" چندن نے سوال کیا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا بہو بیٹی!" سوہن سنگھ کی آواز نرم ہو گئی۔ پھر فوراً ہی پُرجوش لہجے میں بولے۔ "ہمارے وکیل نے زوردار دلیلیں کی ہیں۔ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا مگر کرسچین ڈاکٹر ساتھ تھے اُنہوں نے بتایا کہ شروعات اچھی ہوئی ہے فیصلہ ہماری فیور میں آنا چاہئے۔" پھر درمیان میں جماہی لے کر بولے۔ "کرسچین ڈاکٹر نے جگت کو ہمت بھی دلائی تھی کہ بیٹا! میں تجھے رہا کرا کر دم لوں گا۔"

تینوں خاموش ہو گئے۔ چندن کور سوچنے لگی۔ "صرف اتنی بات؟ سسر سے بہت کچھ پوچھ لینے کا جی چاہا مگر کس طرح پوچھتی؟ ابھی وہ تھکے ہارے آئے تھے زیادہ پریشان کرنا بہتر نہ تھا۔ پھر بھی اُس نے ایک بات پوچھ لی۔

"باپو! جیل میں رشتے داروں کو ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ سنا ہے؟"

سوال ادھورا تھا مگر سوہن سنگھ اس کا مطلب سمجھ گئے۔ جگت سے ملنے کی خواہش نے یہ بات اُگل دی تھی۔ "ہاں...... میں نے معلوم کیا تھا۔ دو ماہ میں ایک بار ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے۔" سوہن سنگھ نے کہا۔ چندن کی آہ نکل گئی مگر سوہن سنگھ کی جماہیوں کے درمیان دب کر رہ گئی۔ "نو دن کے بعد تاریخ ملی ہے۔" بات کو ختم کرنے والے انداز میں بڑبڑا کر آنکھیں بند کر کے سوہن سنگھ لیٹ گئے۔ جگت کی ماں اور بہو سے اُنہوں نے بہت کچھ چھپایا تھا۔ یہ بات اُن کی بند پلکوں میں کنکر کی طرح چبھ رہی تھی۔

جگت جب عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہوا اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ اور نانا بھڑک اُٹھے تھے۔ جگت اُن کی جانب دیکھ کر مسکرایا تھا مگر اُن کی مسکراہٹ میں غمگینی تھی۔ عدالت کی کارروائی کے دوران وہ پہلے کی نسبت زیادہ لاپرواہ نظر آ رہا تھا جیسے اُسے فیصلے کی بالکل پرواہ نہ ہو۔

سوہن سنگھ کو تھوڑا سا غصہ آ گیا۔ اپیل لڑنے کے لئے اتنے پیسے خرچ ہو رہے تھے۔ فیصلہ آئے گا اُس وقت وہ قرض دار بن چکے ہوں گے۔ مگر جگت کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں تھیں؟ اُنہوں نے عدالت میں نظریں گھمائیں اور ایک شخص کو دیکھا جو ان کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر تو جب وہ اُس جانب دیکھتے اُس شخص سے نگاہیں ٹکراتی تھیں۔ اُس کی سفید داڑھی مونچھ اور جھریوں والا چہرہ، سر پر راجستھانی پگڑی۔ اس شخص کو کبھی دیکھا ہے؟ ایسا اُنہیں یاد نہیں آ رہا تھا۔ دوپہر کو لنچ ٹائم کے دوران کورٹ کے میدان میں درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ نانا کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تب وہ شخص شرماتا ہوا اُن کے قریب آ گیا۔ سوہن سنگھ نے اُس کی جانب دیکھا تب وہ ہلکا سا مسکرایا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا۔

''کیا آپ جگت کے باپو ہیں؟'' نانا بھی یہ سن کر بھڑک گئے۔ دونوں کو اس سوال میں اُلجھن نظر آئی۔ اُس انجانے شخص نے کہا۔ ''میں جیل کا پہریدار ہوں۔ جگا کی کوٹھڑی پر میرا پہرہ ہوتا ہے۔''

سوہن سنگھ کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ''یہاں آیئے...... ہم ساتھ کھانا کھائیں گے۔'' سوہن سنگھ نے کہا۔ نانا کو جنوائی کی بات کھٹکی مگر وہ شخص اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

''میرا نام اودھم سنگھ ہے۔ تمہارے بیٹے نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔'' اُس شخص نے کہا۔ مگر دونوں نے اُس کی بات کا نوٹس نہیں لیا۔ تب اودھم سنگھ قدرے جھینپ گیا۔ ''یہ بزرگ بھی جگا کے رشتے دار ہوں گے۔''

''ہاں...... میں جگت کا نانا ہوں۔'' نانا نے اپنی پہچان خشک لہجے میں کرائی۔ سوہن سنگھ کی زبان کچھ کہنا چاہتی تھی۔

''بھائی! آپ عدالت میں کس سلسلے میں آئے ہیں؟''

اودھم سنگھ نے پراٹھا چباتے ہوئے کہا۔ ''جگا کا کیس سننے آیا تھا۔'' پھر اُس نے محسوس کیا کہ اُنہیں تعجب ہوا ہے۔ لہٰذا بولا۔ ''اُس کی رہائی کے لئے میں نے منت مانی ہے۔'' جیل کے پہریدار کے منہ سے یہ بات سن کر دونوں سناٹے میں آ گئے۔ یہ شخص انہیں احمق تو نہیں بنا رہا؟ مگر اودھم سنگھ پوچھے بغیر کہہ رہا تھا۔ ''ابھی میری رات کی شفٹ چل رہی ہے لہٰذا یہاں آنا ممکن ہوا۔ کچھ دن جگا کو تکلیف کا احساس رہا مگر اب سب ٹھیک ہے۔ کام بھی آدھا کر دیا گیا ہے۔''

سوہن سنگھ نے دیکھا کہ وہ شخص خود سب باتیں بتا رہا تھا تو اسی سے کیوں نہ کچھ معلوم کیا جائے؟ سسر پسند نہیں کریں گے پھر بھی پوچھا۔ ''بھائی! اُس کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟'' پوچھتے ہوئے باپو کی آواز بھرا گئی۔

''کل رات وہ بہت روئے۔'' اودھم سنگھ نے کہا۔ اسی لمحے نانا کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا۔ سوہن سنگھ آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگے۔

''روئے تھے؟ مگر کیوں؟'' اُن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ جگت جیسا شخص رو نہیں سکتا تھا۔ ''اُسے کیا دُکھ ہوگا؟''

''وہ انقلابی قیدی شوٹ کر دیا گیا اس کی وجہ سے جگا کو دُکھ پہنچا۔'' اودھم سنگھ نے بتایا۔

''اس میں اُس کے باپ کا کیا گیا؟'' نانا گرجے مگر انجانے آدمی کے سامنے بولنے کی غلطی اُنہیں محسوس ہو گئی۔ ''جیل سے فرار ہونے کی صورت میں جیل والے اُس کی آرتی تو نہیں اُتاریں گے۔''

''میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتا تھا۔'' وہ اِردگرد دیکھ کر بولا۔ ''جگا کے ذہن میں فرار ہونے کے خیالات گردش کر رہے ہیں۔ اُس نے مجھے نہیں بتایا۔ مگر اتنے سالوں سے جیل میں کام کرتا ہوں۔ لہٰذا......''

''لہٰذا تمہیں شک ہو گیا ہے۔'' نانا گرم ہو گئے۔

اودھم سنگھ کو یہ بات کھٹکی مگر سوہن سنگھ کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر اُس نے برا نہیں مانا۔ ''بھگوان کرے میرا شک ہی ہو۔ یہ تو آپ کو خبردار کر دیا۔ مجھے اُس سے بیٹے جیسی محبت ہے۔'' کہتے ہوئے اودھم سنگھ کی آواز بھیگ گئی۔

نانا ٹھنڈے پڑ گئے۔ سوہن سنگھ کو کھانا نہیں بھایا۔ نانا پانی پینے کی خاطر کنویں پر گئے تب موقع غنیمت جان کر جگت کے باپو نے اودھم سنگھ سے کہا۔ ''میرے سسر کا مزاج ذرا تیز ہے۔ ان کے بولنے کا برا نہ ماننا۔'' پھر جیب سے ایک روپیہ نکال کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ''بچوں کی مٹھائی کے لئے دے رہا ہوں۔ جیل میں بھی میرے بیٹے کا خیال رکھنے والا کوئی ہے یہ جان کر مجھے راحت ہوئی۔''

اودھم سنگھ نے روپیہ لینے سے انکار کیا۔ ''مجھے بخشش نہیں چاہئے بزرگ!'' مگر سوہن سنگھ کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر وہ انکار نہیں کر سکا۔ ''بہتر ہے...... میں آپ کا احترام کرتے ہوئے لے رہا ہوں۔ مگر میں نے آپ کو ہوشیار کر دیا ہے۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں کیونکہ میری ملازمت چلی جائے گی۔ کچھ برسوں بعد پنشن پر جانا ہے۔ وہ بھی گنوا دوں گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔'' سوہن سنگھ اُس سے گھر کے آدمی کی طرح بات کر رہے تھے۔ ''جگت کو ایسا کچھ سوچنے کا موقع نہیں آئے گا۔ اپیل کا فیصلہ ہماری فیور میں آئے گا۔''

عدالت برخواست ہونے کے بعد اودھم سنگھ رخصتی سلام کرنے کے لئے اُن کے پاس آ گیا۔ سوہن سنگھ کو وہ شخص بھلا آدمی دکھائی دیا مگر اُس کی بات سننے کے بعد اُن کے دل میں فکر پیدا ہو گئی۔ مگر وہ کسی سے کہہ نہیں سکتے تھے۔ پھر بھی کرچین ڈاکٹر کو اشارہ کرنا پڑا تھا۔ ''آپ جگت کے کان میں کہہ دیں کہ فیصلہ ہماری فیور میں آئے گا۔ ہمت نہ ہارے۔''

اگر یہ باتیں جگت کی ماں اور چندن کور کو معلوم ہوئیں تو وہ تڑپ اُٹھیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ اُنہوں نے سفر کی تھکن کے بہانے عدالت کی بات مختصر کر کے ساس بہو کے مزید سوالات سے نجات حاصل کر لی تھی ناشتہ کر کے اُنہوں نے کہا۔ ''میں اُوپر کی منزل پر سونے جا رہا ہوں۔ مجھے دوپہر ڈھلے اُٹھا دینا۔''

چندن بجھ کر رہ گئی۔ رات والے واقعے کی کوئی نشانی اُن کے ہاتھ تو نہیں لگ جائے گی؟

چندن کور دل بہلانے کی خاطر گھر کے کام میں لگ گئی۔ صبح کی دھوپ ہر طرف پھیل چکی تھی۔ اچانک دروازے کی زنجیر کھڑکی۔ ماں جی پوجا میں بیٹھی ہوئی تھیں لہٰذا چندن دروازہ کھولنے گئی

لئے باورچی خانے سے باہر آ گئی۔ اُس نے سوچا شاید تاؤ سسر ملنے آئے ہوں گے۔ دروازہ کھولتے ہی وہ ججھک گئی۔ ایک سیاہ برقعے والے عورت کھڑی تھی۔ چندن سے کچھ پوچھنے سے پیشتر ہی وہ سیدھی مکان میں داخل ہو گئی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے چندن کور کے ذہن میں ایک خیال گزرا اور وہ لرز کر رہ گئی۔ رات گھر میں گھسنے والا شخص مسلمان تھا۔ وہی تو برقعے میں نہیں آیا ہوگا؟ چیخنے کو دل چاہا مگر دن دہاڑے ایسا کرنا بیہودگی تھی۔ اب تو سسر بھی گھر میں تھے۔ ہمت کر کے برقعہ پوش عورت کے پیچھے برآمدے کی طرف جھپٹی۔ ماں جی نے آہٹ سنی لہٰذا مالا پھیرتا ہوا اُن کا ہاتھ تھم گیا۔ بیٹھے بیٹھے انہوں نے آواز دی۔ ''کون ہے؟''

آنے والی نے تیزی سے چہرے سے نقاب ہٹا لیا۔ ماں جی سن ہو گئیں۔ ''ارے ویرو تم......؟'' ماں جی کے حیرت سے کھلے ہوئے منہ سے نکل گیا۔

چندن کا خوف خوشی میں بدل گیا۔ وہ ویرو سے لپٹ گئی۔ ''تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔ اچھا ہوا چیخی نہیں۔''

''بہت اچھا ہوا......'' برقعہ اُتارتی ہوئی ویرو بولی۔ ''لوگ جمع ہو جاتے اور میری پول کھل جاتی۔'' ویرو ماں جی کی جانب متوجہ ہوئی۔ اُس کے پیر نہیں اُٹھ رہے تھے کیونکہ ماں جی کے چہرے پر پہلے جیسی مسرت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ برقعہ پہن کر خاموشی سے آئی اس وجہ سے ناراض ہوں گی۔ ویرو نے سوچا اور ماں جی کے پیر میں جھک گئی۔

ماں جی نے لرزتی ہوئی آواز میں دُعا دی۔ ''تمہارا سوبھاگیہ......!'' ماں جی لمحہ بھر رُک گئیں۔ ''سلامت رہے۔'' انہوں نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

چویشن ایسی نازک تھی اس میں سوبھاگیہ کی سلامتی کی دُعا کچھ عجیب سی معلوم ہو رہی تھی۔ پھر ماں جی کی آواز میں وہ گرمجوشی نہیں تھی جو ویرو چاہتی تھی۔ ماں جی نے پہلے اُسے ماں کی محبت دی تھی۔ اُسی ماں جی کی جانب سے ایسے خشک برتاؤ سے اُس کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ ''شاید جوان بیٹے کی بیس سال کی قید کے صدمے کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے؟''

''کیا سوچ رہی ہو ویرو بہن؟'' کہہ کر چندن نے اُسے سوچ سے چونکا دیا۔ وہ کچھ شرمندہ سی ہوئی پھر پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر لا کر بولی۔

''بیتے ہوئے دن یاد آ گئے تھے۔'' پھر مکان میں چاروں جانب دیکھتی ہوئی بولی۔ ''تب یہاں صرف ماں جی اور باپو تھے۔ تم دونوں نہیں تھے۔ میں روز گھر کا کام ختم کر کے یہاں آ جاتی۔ کچھ کام کر جاتی، کچھ دل کا بوجھ ہلکا کرتی، کچھ دلاسا لے جاتی۔'' ویرو کے لب حرکت کر رہے تھے۔ مگر اُس کی آنکھیں ماضی کی یاد کو ذہن کے پردے پر اُبھرتے دیکھ رہی تھیں۔ ''اب ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سب کچھ بدل گیا ہے۔ سامنے والا مکان ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا بلکہ میں نے خود بند کر دیا۔ اب صرف یہی میرا گھر کھلا ہے۔ اگر استقبال ملے گا تو آؤں گی۔''

ماں جی چونک گئیں۔ کیا ویرو آسرا حاصل کرنے آئی تھی؟ چندن کو ویرو کی بات میں کوئی اسرار نظر نہیں آیا۔

''یہ تمہارا گھر ہے ویرو بہن! یہاں آپ کو ہمیشہ عزت ملے گی۔'' چندن نے کہا۔ ماں جی ویرو کو

تکتی رہیں۔ چندن نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔ ''مگر آج کی طرح برقعہ اوڑھ کر نہ آنا۔ کیونکہ چہرہ دیکھے بغیر استقبال نہیں ہوگا۔'' چندن ہنسنے لگی مگر ماں جی کے چہرے پر سنجیدگی چھائی رہی۔

ویرو بھی سنجیدہ ہو گئی۔ ''اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ کھلے عام آتی تو اس صورت میں سارے گاؤں کی آنکھیں پھیل جاتیں۔ زبان دراز ہو جاتی۔ میرا نام تو بدنام ہو ہی چکا ہے۔ میں اس مکان کی طرف نکتہ چینی کرنے کا کسی کو موقع دینا نہیں چاہتی۔'' ویرو گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''خالہ کے گھر کا باپو سے بہانہ کر کے آئی ہوں۔ پڑوسی مسلمان خاتون سے برقعہ مانگ لیا۔''

''ویرو بہن! یہ سب کرنے سے بہتر تھا کہ مجھے بلا لیتیں۔ میں فوراً آ جاتی۔'' چندن کہہ رہی تھی۔ اسی لمحے ماں جی پوجا پاٹ کر کے اُن کے قریب آ گئیں۔ ویرو اُن کی جانب دیکھنے لگی۔ اُن کی آنکھوں کے کونوں میں اُسے ناخوشی نظر آئی۔

''سب لوگ ٹھیک تو ہو؟ باپو جی گھر میں نہیں ہیں؟'' ویرو نے پوچھا۔

چندن پانی کا لوٹا بھر کر لائی۔ ماں جی، ویرو کی آنکھوں سے اُس کے دل کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''سسر جی ہیں۔ وہ اُوپر کے کمرے میں سوئے ہیں۔ سفر کی تھکن اور بیداری کی وجہ سے اُنہیں نیند آ گئی ہے۔'' لوٹا رکھ کر چندن نے جواب دیا۔

''ارے ہاں...... میں پوچھنا ہی بھول گئی۔'' ویرو نے آواز میں تجسس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''کل عدالت میں کیا ہوا؟'' اُس کے سوال نے دونوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ چندن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ماں جی کے لب بند ہو گئے۔ عدالت میں کیس کی تاریخ کے متعلق بھی ویرو کو معلومات تھیں۔ ویرو نے نظریں جھکا لیں مگر اس سے پیشتر ماں جی اُس کا ارادہ سمجھ گئیں۔ وہ یہ خبر معلوم کرنے کے لئے دوڑی آئی تھی۔ باپ سے بھی پوشیدہ رکھ کر۔

''تم باتیں ہی کرو گی یا پکانے میں میری مدد بھی کرو گی؟'' چندن ویرو کا ہاتھ تھام کر باورچی خانے میں لے گئی۔

ماں جی چارپائی پر لیٹ گئیں۔ اُن کی نظریں دروازے پر لٹکتے ہوئے ویرو کے برقعے پر جم گئیں جبکہ کان باورچی خانے کی جانب لگے تھے۔ اب اُنہیں ویرو پہلے کی طرح بھولی نظر نہیں آئی اور چندن میں چالاکی کی کمی نظر آ رہی تھی۔ وہ سالوں سے بچھڑی ہوئی دو سہیلیوں کی طرح پیار محبت سے باتیں کر رہی تھیں۔ گھر کی دو بہوؤں کی طرح مل جل کر کام کر رہی تھیں۔ دو بہوئیں؟ ماں جی نے دل کو ڈانٹ دیا۔ نہیں نہیں...... وہ خواہ مخواہ ویرو پر شک کر رہی تھیں۔ وہ ایسا نہیں کرے گی نہ ہی ایسا ہونے دے گی۔ کسی بھی طرح نہیں......

کافی دیر بعد ویرو کمرے میں آ گئی۔ دروازے پر سے برقعہ اُتار کر ماں جی کی چارپائی کی کنارے پر بیٹھ گئی۔ ''آج آپ بالکل خاموش ہیں ماں جی! مجھے دیکھ کر فکرمند ہو گئیں؟'' ویرو نے مسکرا کر کہا۔

ماں جی کچھ جھینپ گئیں۔ وہ ویرو کی اس عادت سے واقف تھیں کہ وہ جو کچھ محسوس کرتی ہے کہہ ڈالتی ہے مگر دل اس کا صاف ہوتا ہے۔

مجھے تو تیری فکر ہو رہی ہے لڑکی! ماں جی نے سوچا۔ "جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈوں۔" "تم اس طرح بے آسرا کب تک رہو گی؟"

ویرو کے چہرے پر درد جھلکنے لگا۔ ماں جی کی محبت سے اُس کا دل بھر آیا مگر جگت کی ماں کچھ اور ہی کہنا چاہتی تھی۔ "عورت کو سسرال کے بغیر کہیں سکون نہیں ملتا ویرو! ضد چھوڑ کر سامنے والے مکان میں واپس لوٹ جا۔" ویرو کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ سب کچھ جانتے ہوئے ماں جی یہ کہہ رہی تھیں۔

وہ کڑوے گھونٹ کی طرح تھوک نگل کر بولی۔ "یہ اب کس طرح ہو ماں جی؟ میرا اب اس دنیا میں کوئی نہیں ..... " پھر آواز میں مضبوطی پیدا کرتی ہوئی بولی۔ "میں نے طلاق حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"طلاق.....؟" ماں جی کا جسم لرز اُٹھا۔ طلاق کو کیا کرے گی؟ یہ پوچھنا چاہتی تھیں۔ اس گھر میں آنے کی خواہش ہے تو وہ خواہش مار دو! یہ کہنا چاہتی تھیں مگر ماں جی اتنی سنگدل نہ ہو سکیں۔ افسوس کے ساتھ صرف اتنا بولیں۔ "ویرو! بغیر سوچے بڑھایا ہوا قدم اکثر بہت سے لوگوں کی بربادی کی وجہ بن جاتا ہے اتنا یاد رکھنا!"

پھر ویرو کی واپسی تک ماں جی خاموش رہیں۔ چندن ویرو کو وداع کرنے دروازے تک آئی۔ کھڑکی کھلنے سے پیشتر برقعے کے پردے کے عقب سے ویرو بولی۔

"اُن کو جیل میں ملنے سے پیشتر مجھ سے ضرور ملاقات کرنا چندن!"

چندن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم نہ کہتیں تب بھی میں آنے والی تھی۔ وہ مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کریں گے۔" برقعے کی نقاب سے ویرو نے دیکھا چندن کے چہرے پر خلوص جھلک رہا تھا۔

"بہتر....." کہتی ہوئی ویرو باہر چلی گئی۔ گلی کے کونے پر مڑنے تک چندن اُس کی پشت کی جانب دیکھتی رہی۔ ویرو کے لئے ہمدردی سے اُس کا دل بھر گیا۔

O

پولیس چیف ولاور خان کو ساڑھے تین مہینے کی محنت کا پھل قریب نظر آنے لگا۔ بچن اور ہوشیار سنگھ کی پارٹیاں اُسے تنگ کر رہی تھیں۔ اُس نے چھ ماہ کے اندر اندر اُن پر قابو پانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن پچھلے ایک مہینے سے ہوشیار کی پارٹی کی سرگرمیوں میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ سرِعام ڈاکہ ڈالتے اور اس کے بعد نزدیک ہی کسی جگہ اپنی کامیابی کا جشن برپا کرتے۔ کرپال غرور سے کہتا۔

"پولیس جھک مارتی ہے۔ یہاں موت کی پرواہ ہی کون کرتا ہے؟"

علاقے کے لوگ بھی کرپال کا نام سن کر کانپ اُٹھتے تھے۔ وہ بہت خطرناک بنتا جا رہا تھا۔ اخبارات میں پولیس کے خلاف آوازیں اُٹھنے لگیں تھیں۔ پھر بھی ولاور خان نے لاپرواہی کا مظاہرہ جاری رکھا۔ لوگوں کی تنقید یا اُوپر والوں کی ڈانٹ کا اُس کے پاس ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا......

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اُسے یقین تھا کہ کرپال کا غرور اُسے یقیناً لاپرواہ بنا دے گا۔ تب وہ اُس پر بھرپور وار کر سکے گا اور وہ دن قریب آ گیا۔

کرپال نے ایک طوائف کے کوٹھے پر آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ دو چار دن میں جب تک وہ وہاں کا ایک چکر نہ لگا لیتا اُسے چین نہ آتا۔ آخر پولیس طوائف مینکا کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئی۔ ایک دن جب اُسے اطلاع ملی کہ آج رات کرپال ضرور آئے گا تو اُس نے پولیس کو مطلع کر دیا اور ولاور خان چھاپہ مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ اُس نے سارنگی نواز اور طبلچی کی جگہ اپنے آدمیوں کا انتظام کر لیا......!

O

شام کی سرخی سمیٹ کر سورج مغرب میں غروب ہو چکا تھا۔ طوائف مینکا کے مکان کا جھومر روشنی سے جگمگانے لگا۔ مکان مینکا کا تھا مگر اُس میں جانکی کی جوانی رقص کرتی تھی۔ ادھیڑ عمر کی مینکا بائی کوٹھے کا کاروبار سنبھالتی تھی۔ کوئی کہتا جانکی کو مینکا نے گود لیا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ اسے خریدا گیا ہے۔ ممکن ہے دونوں باتیں سچی ہوں۔ مالک کی طرح مینکا حکم دیتی اور جانکی کے پیر تھرکنے لگتے۔ آواز کے سُر جاگ اُٹھتے۔ مینکا اُسے ماں کی طرح سبق دیتی۔ "جانکی! گا بجا کر دوسرے مرد کو بہلانے کا ہمارا کاروبار ہے۔ غلطی سے بھی کسی کو قریب نہ آنے دینا۔" جانکی اس سبق کا مطلب سمجھتی تھی۔ طوائف کے لئے ماں بننا بہتر نہیں۔ جس قدر جوبن کی حفاظت کی جائے اسی قدر زیادہ ملتا ہے۔

آخری دو ماہ سے کرپال نے اس در پر آنا شروع کیا تھا۔ گاؤں کے سرے پر الگ جگہ چھوٹی سی کوٹھری میں آنے جانے کی اُسے سہولت تھی۔ مینکا کو پہلے کرپال سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ مگر لمبی رقم خرچ کرنے والا یہ ڈاکو اُسے سودمند نظر آیا۔ البتہ اُس کی ایک ضد کا خیال رکھا جاتا۔ "میں محفل میں آؤں اُس وقت دوسرا گاہک نہیں ہونا چاہئے۔" وہ اس حد تک کہتا کہ "دوسرے گاہک کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تم ماں بیٹی کا خرچ میں پورا کروں گا۔ مجھے تو ایک ہاتھ سے چھین کر دوسرے ہاتھ سے دینا ہے۔" ڈاکو کی زندگی کا بھروسہ کیا؟ مینکا سوچتی۔ پولیس کی نظر میں آ جائیں تو کاروبار خراب ہو جائے۔ بہرحال اُس نے کرپال کو سنبھال لیا۔

"جوان! تم اپنی آمد کی پہلے سے اطلاع بھجوایا کرو تو دوسرا کوئی اس مکان میں نظر نہیں آئے گا۔"

پھر جانکی کرپال کی جانب جھکنے لگی۔ ایک دن بھی وہ نہ آتا تو وہ بے چین ہو جاتی۔ دوسروں کے سامنے رقص کرنے اور گانے میں اُسے پہلے کی طرح دلچسپی نہیں رہی تھی۔ ایک دو بار ٹوکنے پر بھی مینکا کی بات کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تب مینکا بائی کو فکر ہونے لگی۔ لڑکی ہاتھ سے گئی تو کمائی کا وسیلہ بھی ختم ہو جائے گا۔

گزشتہ شام جانکی نے ایک اور جھٹکا دیا۔ اُس نے چپ چاپ دو ایک اُلٹیاں کر لیں۔ مینکا دہل گئی۔ کیا وہ کرپال سے اس قدر قریب ہو گئی تھی؟ اس سے پوشیدہ رکھ کر..... " جانکی سے پوچھا۔

اُس نے بڑی صفائی سے بہانہ بنایا۔ "ماں! مجھے کچھ نہیں۔ تم خوامخواہ شک کر رہی ہو۔ پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی ہے اس لئے ایسا ہوا۔"

مینکا نے ذہن پر بہت زور دیا۔ اُس نے کرپال کے ساتھ جانکی کو تنہائی میں رہنے نہیں دیا تھا۔ پھر.....؟ اور وہ لرز گئی۔ ہاں ایک ماہ پہلے۔ اُس کا سر درد کر رہا تھا لہٰذا محفل ادھوری چھوڑ کر وہ سو گئی

تھی۔ یقیناً کرپال اور جانکی نے اس وقفے سے فائدہ اُٹھایا ہوگا۔ تو کیا جانکی کی کوکھ میں ڈاکو کا بیج بویا جاچکا ہے؟ اُس نے یقین کرنے کی غرض سے کہا۔

"جانکی! اب کرپال کا آنا جانا بند کرنا پڑے گا۔"

"کیوں ماں......؟" وہ بھڑک کر بولی۔

"خوامخواہ پولیس کے چکر میں کیوں پڑا جائے؟ انسپکٹر صاحب کو بول چکی ہے کہ کرپال کبھی کبھو ہمارے ہاں آتا ہے۔" مینکا، جانکی کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگی۔ "کل وہ آئے گا۔ مگر میں اُسے نیچے سے لوٹا دوں گی۔"

"نہیں، نہیں ماں...... اُسے کل آنے دو۔" جانکی عاجزانہ لہجے میں بولی۔ "آخری بار اُسے آنے دو۔ میں اُسے سمجھا دوں گی۔"

مگر مینکا سمجھ گئی کہ جانکی کے پیٹ میں پاپ ہے۔ وہ یقیناً کرپال کو بتائے گی کہ اس کی کوکھ میں کرپال کا بچہ ہے اور یہ جاننے کے بعد کرپال اُسے ختم کردے گا یا اغوا کرلے گا، ہمیشہ کے لئے۔ مینکا کو دونوں میں سے کوئی انجام منظور نہیں تھا۔

اُس نے درمیان والا راستہ سوچا۔ کرپال ضرور آئے مگر اُسے زندہ واپس نہیں لوٹنا چاہئے۔ اس طرح وہ پولیس کو خوش کرسکے گی اور کرپال کا کانٹا نکل جائے گا۔

جانکی شام ڈھلنے کا انتظار کرنے لگی۔ آج اُس نے معمول سے کچھ زیادہ سنگھار کیا تھا آج کی محفل آخری تھی۔ کرپال نے اُس رات سے فائدہ اُٹھانے کی جب ضد کی تھی تب اُس نے پوچھا تھا۔ "اس کا غلط نتیجہ نکلا تب......؟"

مگر مرد کی لاپرواہی سے اُس نے جانکی کو بانہوں میں سمیٹ کر کہا تھا۔ "اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟ کیا میرا بچہ طوائف کے کوٹھے پر پیدا ہوگا؟ تم جس دن ایسی خوشخبری سناؤ گی اُسی دن تمہیں یہاں سے اغوا کرلوں گا۔" پھر جانکی کے جسم کو زور سے دبا کر بولا۔ "مگر دیکھنا! کسی اور کا بچہ میرے گلے مت لگانا۔ اگر ایسا کیا تو......"

جانکی نے کرپال کے لبوں پر احمریں ہاتھ رکھ دیا۔ "نہیں، نہیں کرپال سنگھ! تم پہلے شخص ہو۔"

"پھر میں ہی آخری مرد ہوں گا میری جانکی!" کرپال نے کہا اور جانکی اُس کی ہوگئی۔ یہی وجہ تھی کہ آج وہ سہاگ کا سنگھار سجا کر بیٹھی ہوئی تھی۔

دلاور خان کو آخری لمحے چال بدلنی پڑی۔ صوبیدار صاحب کے گھر مینکا خود خبر کرنے آئی تھی۔ "آپ لوگ ایسی حرکت نہیں کریں گے کہ جانکی کو خبر ہوجائے۔ وہ بھولی ہے۔ گھبرا گئی تو ڈاکو چونک جائے گا۔" پھر بولی۔ "سارنگی، طبلے والوں کو اسی طرح رہنے دیں۔ آپ لوگ محفل کا رنگ جم جانے کے بعد ہی چھاپہ ماریں گے۔"

"اُس کے ساتھ کتنے لوگ آتے ہیں؟" دلاور خان نے مینکا سے پوچھا۔

"چار یا پانچ۔ مگر وہ لوگ نیچے شراب پیتے یا تاش کھیلتے رہتے ہیں۔" مینکا نے آنکھیں ادھ کھلی رکھ کر کہا۔ "رائفلیں ساتھ رکھتے ہیں، یہ خیال رہے۔"

"اچھی بات ہے...... تم جاؤ! ہم دیکھ لیں گے۔"

"مگر صاحب! ایک بات کا خیال رکھیں!" مینکا نے ہلکی گھبراہٹ سے کہا۔ "ہم اس میں ملوث ہیں اس کی کسی کو خبر نہیں ہونی چاہئے۔ نہیں تو اس کے ساتھی ہم ماں بیٹی کو مار دیں گے۔"

○

کرپال! میں اب بھی کہہ رہا ہوں کہ ساتھ چلو۔ تم ہوگے تو کام جلدی نبٹ جائے گا۔" ہوشیار نے پشت پر کارتوس کا پٹہ ٹائٹ کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یار...... آج تم اکیلے کام کرو! میرا دل بے چین ہے۔"

"مگر تم اپنی بے چینی مٹانے کہاں جارہے ہو یہ میں جانتا ہوں کرپال!" ہوشیار مسکرا کر بولا۔ مگر اس میں ہلکی سی ناراضگی بھی تھی۔ "اُس کوٹھے کی کشش تمہیں اب بہت ستاتی ہے۔ مگر دوست! ایک جگہ بار بار جانے میں خطرہ ہے۔"

"تم فکر نہ کرو ہوشیار! تھوڑے عرصے میں اس چکر کا خاتمہ ہوجائے گا۔ میں جانکی کو یہاں اُٹھا لاؤں گا۔ آہستہ آہستہ اس کا دل میری جانب رجوع کررہا ہے۔"

ہوشیار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "کیا وہ ڈاکو سے شادی کرنے پر راضی ہوگی؟"

کرپال قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ "طوائف اور ڈاکو...... کیسا میل ہے؟ دونوں سماج کے دشمن۔"

ہوشیار نے زیادہ بحث نہیں کی۔ اسی نقطے پر دونوں حجت کی پارٹی سے الگ ہوئے تھے۔ اب اس جھگڑے کو وجہ بنا کر پھوٹ ڈالنا بہتر نہیں تھا۔ ہوشیار بیس ساتھیوں کے ساتھ سادھو پور کے زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالنے روانہ ہوا۔ بادلوں بھرے آسمان کا اندھیرا۔ کرپال کو جنسی دیوانہ بنا رہا تھا۔ چار با اعتماد ساتھی اور اپنے وفادار کتے شیر کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جانکی کے جوبن کا رس چوسنے کی خواہش اُس کے جسم میں آگ بھڑکا رہی تھی......!

طبلے پر تھاپ پڑی...... سارنگی کے سُر کمرے میں میٹھی آواز پیدا کرنے لگے۔ تکیے سے ٹیک کر بیٹھے ہوئے کرپال کی نظریں اندر والے کمرے کے دروازے پر بھٹک رہی تھیں۔ جانکی کی آمد کی گواہی دیتی ہوئی چھم چھم پائل چھلکنے لگی۔ کرپال اکڑ کر بیٹھ گیا۔ برابر پڑے ہوئے شیشے سے شراب انڈیل رہا تھا۔ اسی لمحے جانکی نظر آئی۔ سولہ سنگھار اور ستر ہویں حیا کا وزن اُٹھا کر ٹھمک ٹھمک کر چلتی ہوئی جانکی اُسے بے حد خوبصورت نظر آرہی تھی۔ کرپال کی آنکھوں میں شعلے بھڑک اُٹھے۔ اُسی لمحے اُس نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ آج وہ اسے اغوا کرلے گا۔

سلام کرنے کے بعد جانکی قالین پر بیٹھ گئی۔ گھور کر دیکھتا ہوا کرپال ہنس دیا۔ آنکھ کے اشارے پر کرپال نے چونک کر دیکھا جام چھلک اُٹھا تھا۔ مگر وہ برابر شراب بہا رہا تھا۔ شراب کا ریلا قالین پر بہنے لگا۔ جانکی کے حلق سے تیر چلنے لگے۔ "پیا بن نا ہی آوے چین......"

ٹھمری کے ساتھ غزل کی آواز نے کرپال کو تڑپا دیا۔ جانکی آج دل سے گا رہی تھی۔ جیسے اُسے بھی پیا بن چین نہیں آرہا تھا۔ مینکا بائی پان بناتے ہوئے ترچھی نظروں سے کرپال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نشے میں چور ہوتا جارہا تھا۔ رائفل شانے سے اُتار کر دیوار سے ٹکا دی۔ ٹھمری ختم ہوتے ہی مکان میں لمحہ بھر کو سناٹا چھا گیا۔

پھر جانکی کی پائل کی جھنکار کے ساتھ محفل کا رنگ جمنے لگا۔ دلاور خان اسی لمحے کا انتظار کررہا

تھا۔ پائل کی جھنکار میں آسانی سے کام انجام دیا جا سکے گا۔ ایسا اُس کا حساب تھا۔ آٹھ سپاہی ساتھ لے کر مخالف سمت والی جھاڑی سے باہر آ گیا۔ ”خبردار! میرے حکم کے بغیر کوئی وار نہیں کرے گا میں اُسے زندہ گرفتار کروں گا۔“ اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

کرپال کے چار ساتھی آمنے سامنے بیٹھے ہوئے فانوس کے اُجالے میں چارپائی پر تاش کھیل رہے تھے۔ شیر چارپائی کے نیچے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ کرپال کو اس کتے پر فخر تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے کتے کا نام شیر رکھا تھا۔ وہ جب بپھرتا تو شیر کی طرح مقابلے پر جم جاتا تھا۔

دلاور خان کے عقب میں سیر کرتے ہوئے سپاہی مکان کی عقبی سمت میں آ گئے۔ مکان کی پچھلی کھڑکی کی طرف دلاور خان دیکھنے لگا۔ وہاں سے مکان میں داخل ہو کر سیدھا اُوپری منزل پر چھاپہ مارنے کو جی چاہا مگر جلد بازی بہتر نہیں تھی۔ پہلے نیچے بیٹھے ہوئے لوگوں پر قابو پانا ضروری تھا۔ کرپال کے چاروں ساتھیوں کے شانوں پر ایک ساتھ رائفلوں کا دباؤ دیا گیا۔ وہ بھڑک گئے۔ اُن کے منہ کھل گئے مگر رائفل اُٹھا کر مقابلہ کرنے کا موقع نہیں تھا۔ دلاور خان پستول کا نشانہ لے سامنے کھڑا تھا۔ اُس کی پٹھانی آنکھوں سے خون چھلک رہا تھا۔ ”خبردار! اگر آواز کی۔ اس صورت میں......“ دلاور خان نے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا۔ ”چاروں کو پھونک ڈوں گا۔“

آٹھ سپاہیوں میں گھرے ہوئے چاروں کے ہوش گم ہو گئے۔ رائفلیں چھن جانے کے بعد مجبور ہو گئے۔ مگر اُسی لمحے چارپائی کے نیچے سے اچانک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ جھپٹ کر باہر آتے ہوئے کتے کو دیکھ کر دلاور خان دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ایک سپاہی نے موقع کی نزاکت سمجھ کر کتے کے سر پر رائفل کا کندہ مارا اور کتا لڑکھڑا کر گرا۔ اُس کی درد میں ڈوبی ہوئی چیخ نکل گئی۔ کرپال کے ہاتھ سے شراب کا شیشہ چھلک گیا۔ نشے میں ڈوبی آنکھوں میں غصہ بھڑک اُٹھا۔ جھپٹ کر رائفل اُٹھالی۔ اسی لمحے گیت سنگیت تھم گیا۔ جانکی کے پیروں کے گھنگھرو اچانک تھم گئے۔ کرپال مکان کے بند دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ اسی لمحے دھماکے سے دروازے کھل گئے اور شیر جھپٹ کر اندر آ گیا۔ اُس کے عقب میں کوئی اُوپری منزل کی سیڑھیاں تیزی سے طے کر رہا تھا۔ کرپال ہوشیار ہو گیا۔ جانکی اور مینکا کی جانب دیکھ کر دانت پیستا ہوا وہ کھلی کھڑکی کی جانب جھپٹا۔ مینکا ہلکی سی مسکرائی مگر جانکی لرز گئی۔ اُس کے پیروں کی پائل اُس کی کپکپاہٹ کی چغلی کھانے لگی۔ کرپال نے کھڑکی سے جست لگانے کے لئے جیسے ہی جسم کو بلند کیا، اُسی لمحے دلاور خان دروازے میں نظر آیا۔ اُس نے فرار ہوتے ہوئے شکار کو روکنے کے لئے پستول کا ٹرائیگر دبایا۔ سن کی آواز کرتی ہوئی گولی کرپال کی ران میں گھس گئی۔ کرپال کے عقب میں جاتا ہوا کتا پستول کی آواز سے پلٹا۔ کتے کا ایسا خوفناک تڑپ دلاور خان نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سر میں سے خون بہہ رہا تھا پھر بھی اُس نے خونخوار بن کر دلاور پر جست لگائی۔ پولیس چیف نے کھڑکی سے جست لگاتے ہوئے کرپال پر ایک اور فائر جھونک دیا مگر کتے کی جھپٹ نے نشانہ خطا کر دیا۔ پٹھان کا غصہ بھڑک گیا۔ تیسری گولی اُس نے کتے کے کھلے ہوئے منہ میں اُتار دی۔ شیر اُچھل کر کمرے کی دیوار سے ٹکرایا۔ سارنگی اور طبلہ بجانے والے پسینے سے بھیگ گئے اور کپکپانے لگے۔ جانکی، مینکا کے سینے سے لگ گئی۔ دلاور خان نے کرپال کے گرنے کا دھماکہ سنا۔ اُس نے سوچا نیچے گرتے ہی وہ ڈھیر ہو جا

ئے۔ مگر جب کھڑکی میں جا کر دیکھا تو کرپال تیزی سے اندھیرے میں دوڑ رہا تھا۔ دُور ایک درخت کے نیچے پانچ گھوڑے کھڑے نظر آئے۔ تب دلاور خان آگ بگولا ہو گیا۔ انہیں پہلے سے گھوڑوں کا خیال کیوں نہیں آیا؟ اندھیرے میں گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کرپال پر اُس نے فائر کیا مگر گولی خطا ہو گئی۔ پستول میں اب صرف ایک گولی باقی تھی۔ نشانہ لے کر وہ فائر کرنا چاہتا تھا مگر جانکی اچانک عقب سے جھپٹی اور اُس سے لپٹ گئی۔

”صاحب! اُسے نہ مارنا......وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ”میرے پیٹ میں اُس کا بچہ ہے۔“

دلاور خان اُس کی مداخلت پر بپھر گیا۔ مُڑے بغیر اُسے دھکا دیا اور جانکی دُور جا گری۔ دلاور خان نے فائر کیا تب تک کرپال دُور نکل چکا تھا۔ اُس کا تعاقب کرتے ہوئے پولیس چیف تیزی سے دوڑا۔ ایک ہاتھ میں رائفل اور دوسرے میں لگام تھامے کرپال گھوڑا بھگا رہا تھا۔ سامنے نظر آنے والی جھاڑی میں داخل ہونے کے لئے زور لگاتا تھا۔ پھر اُسے کوئی پریشان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر جھاڑی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اندھیرے میں چار مشعلیں جلتی نظر آنے لگیں۔ اُس نے گھوڑے کو روک لیا۔ ”کیا پولیس جھاڑی میں بھی چھپ کر بیٹھی ہوئی ہے؟“ ہوا میں معلق مشعلیں اُس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ کرپال نے دانت پیس لئے۔ ”رنڈی بے وفا نکلی۔“ گھوڑے کو پلٹا کر وہ دوسری سمت دوڑانے لگا۔ لمحہ بھر تو اُس نے سوچا کہ مکان پر واپس جا کر مینکا اور جانکی کو پھونک دے مگر اس وقت حساب وصول کرنے کا موقع نہیں تھا۔ عقب سے فائرنگ ہوئی اور کرپال نے جھڑپ بڑھائی۔ گھوڑا دیوانہ وار دوڑ رہا تھا۔ اُس کی پشت کرپال کے خون سے بھیگ گئی تھی۔ مگر نصف فرلانگ طے کرتے ہی مخالف سمت سے مشعلیں نظر آئیں۔ تیسری سمت جھپٹنے لگا مگر اچانک سن کرتی ہوئی گولی آئی اور کرپال سمجھ گیا کہ پولیس نے چاروں اطراف سے اُسے گھیر لیا ہے۔ کرپال دُور جا گرا۔ مزید دو فائر نے گھوڑے کو ڈھیر کر دیا۔ زمین پر گرتے ہوئے کرپال نے آڑ لینے کے لئے اطراف میں نظر دوڑائی۔ چاروں جانب جلتی ہوئی مشعلوں کا گھیرا دیکھ کر اُس نے محسوس کیا کہ موت کا فرشتہ اُس کے قریب ہو رہا ہے۔ بایاں پیر سن ہو گیا تھا۔ زمین پر گھسٹتا ہوا وہ دس گز دُور والے درخت کی جانب بڑھا۔ مشعلیں نزدیک آ رہی تھیں۔ اُس نے سوچا اگر وہ ان کی نظروں سے باہر نکل جائے تو بچ سکتا ہے۔ پولیس شاید یہی مان رہی ہو گی کہ میں گھوڑے کے قریب پڑا ہوا ہوں۔ یہی ایک اُمید تھی جس کے بل پر کرپال نے پھر ہمت کی۔

بڑی مشکل سے درخت پر چڑھ سکا۔ زخمی پیر تیزی سے فرار ہونے میں مدد نہیں دے سکتا تھا لہٰذا پولیس کی نظروں سے بچنے کے لئے ایسا کیا۔ پھر اُسے یہ بھی خیال ہوا کہ وہ اُوپر رہ کر آسانی سے نشانے پر فائر کر سکتا ہے حالانکہ اس ارادے میں وہ زیادہ دیر جم نہیں سکتا تھا۔ وہ اکیلا تھا اور مقابلے پر بہت ساری پولیس تھی۔ درخت پر چڑھتے ہوئے شاخیں کھڑکھڑائیں اور سنسنی کرتی ہوئی گولی چھوٹی۔ اب مقابلہ ضروری تھا۔ اُس نے فوراً فائرنگ شروع کر دی۔ مگر اچانک پولیس کی رائفلیں خاموش ہو گئیں۔ کرپال کو حیرت ہوئی مگر اُسی لمحے دلاور خان کی گرج سنائی دی۔ ”کرپال! اب ضد بیکار ہے۔ تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔ لہٰذا اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو۔“

مگر وہ خاموش رہا۔ پھر دلاور خان نے کہا۔ ”تابع ہو جاؤ! ورنہ فائرنگ کرتا ہوں۔“

''ایک شرط سے تابع ہوتا ہوں۔ مجھے ایک قتل کی اجازت دی جائے۔ میں اُس رنڈی کی جان لینا چاہتا ہوں۔''

دلاور خان کو ایسی اُمید نہیں تھی۔ وہ ہر قیمت پر کرپال کو زندہ پکڑنا چاہتا تھا۔ فوراً جواب دیا:

''پاگل نہ بن! اُس کی کوکھ میں تیرا بچہ ہے۔''

کرپال کے سر پر برق گری۔ جانکی اُس کے بچے کی ماں بننے والی ہے اس خیال سے اُس کا دل دہل گیا۔ قدرت نے اس سے بڑا غلط مذاق کیا تھا۔ موت کے سائے میں اُسے یہ خبر ملی تھی۔

''بول کرپال! دو منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔'' دلاور خان کی چیخ سے کرپال کپکپا کر رہ گیا۔ اُسے پہلی بار موت کا ڈر محسوس ہوا۔

''اگر زندہ رہے تو کبھی بچے کی صورت دیکھنے کو ملے گی۔'' پولیس چیف نے لالچ دیا۔ مگر کرپال کا دل نہیں مانتا تھا۔ ممکن ہے اُسے پھنسانے کے لئے یہ جال ہو۔ زندہ پکڑ کر چیف تمغہ لینا چاہتا ہے۔ دلاور خان کی آواز کی سمت اُس نے فائر کیا مگر بہت سے فائر سے جواب ملا۔ آخری چیخ کے ساتھ اُس کا جسم گرا۔ مگر روح قبض ہونے سے پیشتر اُس کی زبان نے کہا۔

''دوست جگت! تم سچ کہتے تھے۔ مگر میں طوائف کے کوٹھے پر نہیں مرا۔ یہ سن کر تمہیں اطمینان ہوگا۔ تمہاری طرح پولیس کے تابع نہیں ہوا.....'' اور اُس کی پلکیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں۔

O

ہائی کورٹ کا فیصلہ سن کر لاہور سے شام کے پانچ بجے سوہن سنگھ روانہ ہوئے اور صبح کے پانچ بجے رتیا گاؤں پہنچے۔ اس وقت تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ کورٹ کا جو فیصلہ لے کر گھر رہے تھے وہ خوشی کا پیغام تھا یا مایوسی کی خبر؟ راستہ چلتے ہوئے شخص کو اچانک اگر کوئی چیز مل جائے اور اُس کا ذہن اُلجھن میں پڑ جائے کہ یہ کانچ کا ٹکڑا ہے یا ہیرے کا پتھر؟ بالکل یہی حالت اُن کی تھی۔ کھڑکی کے دروازے پر دستک دی۔ اس وقت وہ فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ اُنہیں چہرے پر مسکراہٹ رکھنی چاہئے یا اُداسی؟

جگت کی ماں اور چندن کور بے چینی سے برآمدے میں بیٹھی اُن کا انتظار کر رہی تھیں۔ جس گھڑی کا انتظار ہو وہ گھڑی سامنے آ جائے اُس وقت انسان جس طرح گڑبڑا جاتا ہے اسی طرح دروازہ کھولنے کے لئے ساس اور بہو ایک ساتھ جھپٹیں۔ مگر کھڑکی کے قریب پہنچتے ہی اُن کے پیر تھم گئے۔ ہاتھ لرزنے لگے۔ دونوں کو محسوس ہوتا تھا جیسے گھر کا نہیں اُن کی قسمت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ ماں جی کی ممتا اس قدر پُر اُمید تھی کہ وہ سمجھ رہی تھی گھر کے آنگن میں دو نہیں تین افراد داخل ہوں گے۔ جگت کے باپو، نانا اور جگت خود۔

چندن نے دروازہ کھولا۔ سامنے سوہن سنگھ اکیلے کھڑے تھے۔ بڑائی کی شرم کا خیال رکھے بغیر چندن اُن کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔ سسر کے لب مسکرا رہے تھے۔ مگر ان پر مسرت کی جھلک مفقود تھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں مگر ان میں بیداری کا وزن لدا ہوا تھا۔ چندن ہچکچا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ماں جی کی بوڑھی آنکھیں جگت کے باپو کے چہرے پر فیصلہ پڑھنے کی غرض سے گھورنے لگیں مگر وہ اندھیرے میں کچھ سمجھ نہ سکیں۔ ماں جی پوچھنا چاہتی تھیں کہ فیصلہ آ گیا؟ اس کی بجائے

پوچھا: ''آپ آ گئے؟'' پھر اُنہیں خیال آیا کہ یہ سوال بیکار تھا۔

ساری رات ساس اور بہو نے اُمید و بیم کے درمیان ہچکولے کھا کر گزار دی تھی۔ اُمید زور کر رہی تھی کہ فیصلہ ضرور حق میں ہوگا۔ جبکہ خوف جھپٹ پڑتا تھا ممکن ہے سزا کم نہ ہو۔ پھر؟ چوہے کو پکڑنے کے لئے بلی جھپٹا مارے اور اُسے دبا لے اسی طرح خوف دونوں عورتوں کے دل کا شکار رہا تھا۔ مگر اب جگت کا فیصلہ سن کر آنے والے باپو کو دیکھ کر ساس اور بہو کی ایک آنکھ میں اُمید کا دیا جل رہا تھا تو دوسری آنکھ میں خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔ اُن دونوں کی بے چینی کا مقابلہ کرتے ہوئے سوہن سنگھ مکان میں خاموشی سے داخل ہوئے، ہاتھ منہ دھو کر پانی پیا اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ماں جی اور چندن کور کی آنکھیں اُنہی پر لگی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک ہی انداز میں سوچ رہی تھیں کہ تلوار کی تیز دھار کی طرح خاموشی جب ٹوٹے گی اُس وقت کہیں دل کے ٹکڑے تو نہیں ہو جائیں گے؟ سوہن سنگھ کھنکارے پھر ہلکے سے انداز میں مسکرا کر کہا: ''فیصلہ آ گیا۔''

ماں جی کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔ ''کیا......؟''

''سزا کم ہو گئی۔'' سوہن سنگھ نے زبردستی مسرت کا اظہار کیا۔ ''آدھی ہو گئی۔ بیس میں سے دس سال کم ہو گئی۔'' اتنا کہہ کر جگت کے باپو دونوں کو دیکھنے لگے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ ساس بہو اُلجھن میں پڑ گئی ہیں۔

پھر چندن نے پہل کی۔ ''بھگوان نے اتنی تو مہربانی کی.....'' یہ کہہ کر وہ ماں جی کے تاثرات جاننے کے لئے اُن کے قریب گئی۔

جگت کی ماں نے سسکی لی۔ خود بخود آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ دونوں میں سے کسی کی جانب دیکھے بغیر بولیں۔ ''بھگوان! تم نے رحم کیا مگر آدھا۔ خیرات دی مگر ایک ہاتھ سے۔''

اب سوہن سنگھ کو دلاسہ دینے جتنی ہمت آ گئی۔ ''جگت کی ماں! بھگوان دوسری مٹھی اب کھولیں گے۔ ہم سپریم کورٹ میں درخواست دے رہے ہیں۔''

ماں جی کچھ دیر خاموش رہ کر بڑبڑا اُٹھیں۔ ''یعنی ہمیں دوسرے فیصلے کا انتظار کرنا پڑے گا؟''

چندن کو ڈر محسوس ہونے لگا کہ کہیں ساس کی ہمت نہ ٹوٹ جائے۔ وہ بولی۔ ''ماں جی! بھگوان جس قدر چاہے امتحان لے۔ دیکھیں تو سہی کہ وہ ہم سے کتنا ضبط چاہتا ہے؟''

''شاباش بہو بیٹی!'' سوہن سنگھ جیسے اسی ہمت کے منتظر تھے۔ ''سپریم کورٹ میں کیس لڑنے کے لئے مکان اور کھیت فروخت کرنے پڑے، تب بھی میں نہیں ہچکچاؤں گا۔''

ماں جی کو اس بات سے اطمینان نہیں ہوا۔ وہ دل کھول کر رونا چاہتی تھیں۔ ابھی جگت کے نانا آئے ہوتے تو اُن سے لپٹ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتیں۔ اس خیال سے اُنہیں پوچھنا یاد آیا: ''باپو ساتھ کیوں نہیں آئے؟''

''وہ شیخوپورہ گئے ہیں۔ سرجن صاحب کو فیصلے کی خبر کرنے۔'' سوہن سنگھ چارپائی پر لیٹ گئے۔ ''سپریم کورٹ کے لئے کسی بڑے وکیل کو روکنا پڑے گا۔ یہ سب کام نمٹا کر جگت کے نانا یہاں آئیں گے۔''

''جگت پر اس فیصلے کا کیا اثر ہوا؟'' ماں جی نے پوچھا۔

''اُمید کے خلاف۔'' سوہن سنگھ بولے۔ ''اُسے سزا کم ہونے کی اُمید نہیں تھی۔''

''تب وہ خوش ہوا ہوگا۔'' ماں جی کی ممتا متجسس ہو رہی تھی۔

''ہاں...... خوش ہوا تھا۔'' سوہن سنگھ نصف سچ بولے۔ ''وہ ہماری طرح ہمت ہارنے والا تھ ہے۔'' وہ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ ''اور ہاں بہو...... تمہیں اُسے کل ملاقات کے لئے جانا ہے۔ میں انتظام کر کے آیا ہوں۔''

چندن کو مسرت ہوئی۔ ''ماں جی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔''

''نہیں...... جیل والے ایک شخص کو ملاقات کرنے دیتے ہیں۔'' سوہن سنگھ نے کہا۔ ''اور تمہاری ساس کو لاہور تک کے سفر میں مشکل ہوگی۔ تمہارے لئے میں نے ساتھ تلاش کر لیا۔ ہمارے وکیل کو کاپی لینے کورٹ جانا ہے۔ اُس کے ساتھ ہو آنا۔''

''پھر تو آج میں ویرو سے مل آؤں۔'' چندن بول اُٹھی۔

ماں جی کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ جبکہ سسر نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ ''کیوں؟''

چندن کچھ ہچکچائی۔ ماں کی جانب ایک نظر دیکھ کر بولی۔ ''فیصلے کی خبر دے آؤں۔ بے چا بے چین ہوگی۔''

دونوں میں سے کوئی کچھ کہے اس سے پیشتر وہ تیزی سے کمرے میں چلی گئی۔ سوہن سنگھ جماہی لی اور ماں جی کی آہ نکل گئی۔

○

''جگا! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ سزا کم ہوئی اس کی مسرت کا اظہار کیا۔ مگر جواب نہ دیا۔ جیل افسران متعجب ہو گئے۔ قیدی خوش ہو گئے۔ مگر تم خاموش ہو۔'' اودھم سنگھ جیل کی کوٹھڑی میں ٹہ ہوئے جگت کو منا رہا تھا۔ عدالت سے لوٹنے کے بعد دو دن سے وہ آتش فشاں کی طرح اُوپر پُرسکون مگر اندر سے جوش مار رہا تھا۔ اُس کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے اودھم سنگھ نے کوشش جاری رکھی۔ ''جگا! تم قسمت والے ہو۔ سزا بیس سال سے کم ہو کر دس سال ہو گئی۔''

ٹہلتا ہوا جگا رُک گیا۔ اودھم سنگھ اُسے بلائے بغیر نہیں مانے گا یہ سوچ کر تیز نظروں سے اُس جانب دیکھا پھر منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ ''تمہیں مسرت ہو رہی ہوگی۔ اس کوٹھڑی میں دس سا دبے رہنے کے بعد بوڑھا ہو کر باہر آؤں گا۔ جب میرے بازوؤں میں طاقت نہیں ہوگی۔ زندگ جوش ٹھنڈا پڑ چکا ہوگا۔ پھر اُس نے دانت پیس کر کہا۔ ''دس سال میں تم جیل والے میری پچا سال کی طاقت چھین لوگے۔ یہ میں جانتا ہوں۔''

''میں بھی جانتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں کیا ہلچل ہو رہی ہے جگا!'' اودھم سنگھ بلند آواز بولا۔ پھر آس پاس نظر گھما کر بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بیٹا! فرار ہونے کی کوشش کرنے وا سو میں سے ایک آدھ زندہ نکل بھاگے۔ بقایا لوگوں کے نصیبوں میں جہنم کی تکلیف اور برا انجام آ ہوتا ہے۔ فرار ہوتے ہوئے جو پکڑا جاتا ہے اُسے کیسی سزا دی جاتی ہے اس کی شاید تمہیں خبر نہیں گی۔ کمر کے گوشت کے لوتھڑے نکل آئیں اس حد تک نمک بھیگے ہوئے کوڑے مارے جاتے ہیں پھر اندھیری کوٹھڑی میں بند کر کے رکھا جاتا ہے جہاں بڑی مشکل سے سانس لی جا سکتی ہے۔ سو

ی روشنی کا وہاں گزر نہیں ہوتا۔ قیدی کو باہر کے کسی فرد کا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ دروازے کے نیچے سے روٹی پانی دیا جاتا ہے۔ کچھ دن میں ہی آدمی گھبرا کر پاگل ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے ہمت والے قیدیوں کو دیوار سے سر ٹکرا کر ادھ موئے ہوتے دیکھ چکا ہوں۔'' ایک ہی سانس میں مگر دھیمے لہجے میں اودھم سنگھ سب کچھ کہہ گیا۔

جگت پیشانی پر بل ڈالے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ بھولے بھالے چوکیدار کو کیسے پتہ چلا کہ وہ فرار ہونے کی فکر میں ہے؟ ممکن ہے وہ جس قدر سمجھ رہا ہے اودھم اتنا بھولا نہ ہو؟ ''مگر چاچا...... یہ سب آپ مجھے کیوں سنا رہے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں میں ڈر جاؤں گا؟''

''نہیں...... تم پچھتاؤ گے، ایسا میں مانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں۔ گرو بخش کا نتیجہ تمہیں معلوم ہے۔''

''مجھے خبردار کرنے کی بجائے جیلر کو ہوشیار کیوں نہیں کرتے؟'' جگت نے اودھم کو سمجھنے کے لئے پوچھا۔ مگر چوکیدار خاموش رہا۔ ''کیوں...... میرے سوال کا جواب نہیں دیا آپ نے چاچا؟''

''تمہارے سوال کا جواب......'' اودھم سنگھ نے آہ بھر کر کہا۔ ''تم مجھے چاچا کہتے ہو اور میں تمہیں بیٹا کہتا ہوں اسی میں آ جاتا ہے۔'' چوکیدار کے بھرائے ہوئے لہجہ میں محبت کی جھلک تھی۔

جگت جھینپ گیا۔ جو شخص اُس کی رہائی کے لئے منت مانے، کیس سننے کے لئے عدالت میں آٹھ گھنٹے پہلے ہی آ بیٹھے اور یہ کہ میں فرار ہونا چاہتا ہوں یہ بات جانتے ہوئے بات دل میں دبائے رکھے ایسے شخص کی محبت نہ سمجھ سکنے پر جگت پچھتایا مگر وہ کچھ بول نہیں سکا۔ کیونکہ ڈپٹی جیلر راؤنڈ پر آ نکلا تھا۔ اودھم سنگھ اٹین شن ہو گیا۔

جگت کے سیل کے پاس آ کر ڈپٹی جیلر نے کہا۔ ''نو سو ساٹھ! تمہاری بیوی کا نام چندن کور ہے؟''

جگت کو حیرت ہوئی، پھر بھی سر جھکا کر ''ہاں'' کہا۔

تب دوسرا سوال پھینکا گیا۔ ''تم اُس سے ملنا چاہتے ہو؟''

جگت احمقوں کی طرح اُس کی صورت دیکھنے لگا۔ ڈھائی سو میل کا سفر کر کے عورت ملاقات کے لئے آئے اور کیا مرد ملاقات کرنے سے انکار کر دے؟

ڈپٹی نے اُسے سمجھایا۔ ''میں نے اُسے ملاقات کی منظوری دے دی ہے۔ مگر جیل کا قانون ہے کہ تمہاری مرضی معلوم کرنی ہے۔ بہت سے اپنی بیوی سے ملنے سے انکار کر دیتے ہیں۔''

''صاحب! میں انکار نہیں، بلکہ انتظار کر رہا ہوں۔'' جگت نے ہنس کر کہا۔

ڈپٹی چلا گیا تو اودھم مسکراتا ہوا قریب آیا۔ ''جگا! اب میری ایک بات کا مان رکھنا۔ گھر والی سے تب مسکرا کر اُس سے بات کرنا۔ تمہارا ہنستا چہرہ دو ماہ تک اُسے سکون سے جینے دے گا۔''

جگت ہنس دیا۔ اسی لمحے ملاقات کا وقفہ ہوا۔ عام طور پر ملاقات کے لئے جیل میں الگ جگہ ہوتی ہے جہاں قیدی کو لے جاتے ہیں۔ مگر جگت کو باہر نکالے بغیر کوٹھڑی میں ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ پہلی بار جیل کی دنیا میں قدم رکھتی چندن کور کو جگت سے ملاقات کی مسرت ہونے کے باوجود انجانی سچویشن میں وہ گھبرا گئی تھی۔ ایک سنتری کے عقب میں نظریں جھکا کر چلتی ہوئی چندن کوٹھری

کی جانب بڑھنے لگی۔ سنتری رُک گیا تب اُس کی نظر بلند ہوئی۔ سامنے سلاخوں کے پیچھے کھڑا ہوا جگت نظر آیا۔ سارے جسم میں مسرت بھری کپکپاہٹ دوڑ گئی۔ آنکھیں ملیں، جگت کے لبوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ چندن کے دل پر لگی مگر اُسے خیال ہوا کہ چوکیدار اُسے غور سے دیکھ رہا ہے تب اُس نے نظریں جھکا لیں۔ سنتری نے اودھم سنگھ سے کہا۔

"صاحب نے ملاقاتی پر کڑی نظر رکھنے کا کہا ہے۔" پھر سنتری لوٹ گیا۔

جگت نے اشارہ کر کے چندن کو دروازے کے قریب بلایا۔ چندن شرماتی، ہچکچاتی ہوئی قریب ہوگئی۔ اُس نے ملاقات کے دوران بہت سی باتیں کرنے کے متعلق سوچا تھا۔ باریک باریک نقطے تک یاد کر لئے تھے مگر جب سامنا ہوا تو لب چپک کر رہ گئے۔

"چندن! ملنے آئی ہو اور سر جھکا کر خاموش کھڑی ہوئی ہو؟" جگت اُسے سر تا پا دیکھ کر بولا۔ "کچھ دیر بعد وہ سنتری تمہیں واپس لے جائے گا۔"

چندن نے جھٹکے سے سر اُٹھایا۔ اُس کی پلکوں پر آنسو چمک رہے تھے۔ دونوں ہاتھ سلاخوں پر جما کر کھڑے ہوئے جگت کی جانب اُس نے لرزتا ہوا ہاتھ بڑھایا مگر چوکیدار کا خوف محسوس کر کے ہاتھ ہٹا دیا۔ اودھم سنگھ سمجھ گیا۔ وہ پشت پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹی! میں نے اب نظر پھیر لی ہے۔" وہ بولا۔ چندن چونک گئی۔ جیل میں کبھی اُسے بیٹی کہنے والا کوئی ہوگا اس کا اُسے گمان بھی نہیں تھا۔ اُس کی ہچکچاہٹ ختم ہو گئی۔ اُس نے جگت کے ہاتھوں پر اپنے مرمریں ہاتھ رکھ دیئے۔ اس لمس سے دونوں کے دل دھڑک اُٹھے۔

چندن نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"بہت مزے میں۔" جگت نے کہا اور اس کا یقین کرنے کے لئے اُس نے جگت کی آنکھوں میں دیکھا۔ نہیں...... وہ مذاق نہیں کر رہا تھا۔ تھوڑی بہت باتیں ہوئیں۔ جگت نے سب کے متعلق پوچھا۔ چندن نے دیکھا کہ اُس کا دھیان جواب سننے میں نہیں تھا۔

"ویرو کی کیا خبر ہے؟"

"مزے میں ہے۔ میں اُسے مل کر آ رہی ہوں۔ تمہارے لئے پرچی لکھ کر دی ہے۔" چندن نے دوپٹے کے کونے میں بندھی ہوئی پرچی کھولی۔ اُسی لمحے آواز آئی۔

"ملاقات میں کسی چیز کا لین دین کرنا منع ہے۔" اودھم سنگھ نے پشت پھیرے بغیر کہا۔

چندن ڈر گئی مگر جگت نے اشارے سے کہا۔ "لاؤ! مجھے دو۔" چندن نے ترچھی نظروں سے اودھم سنگھ کی پشت پر دیکھ کر کپکپاتے ہوئے ہاتھ سے پرچی جگت کے ہاتھ میں سرکا دی۔ پھر بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ کچھ دیر بعد سنتری آ گیا۔ چندن کو وہ موت کا فرشتہ نظر آیا۔ تڑپتی ہوئی ایک نظر سے اُس نے جگا کو دیکھا۔ "سنبھل کر رہنا! ہماری فکر نہ کرنا۔" اس قدر کہنے کے بعد چلی گئی۔ اودھم سنگھ اٹین شن کھڑا ہو گیا۔ چندکور سنتری کے عقب میں چلی گئی، تب جگت اور اودھم سنگھ خاموش رہے۔ پھر اودھم سنگھ نے چوک کا دروازہ کھولا، پھر بند کیا اور اندر جا کر کوٹھڑی کا تالا لگایا۔

جگت کے اندر جانے کے بعد اُس کی پشت پر اودھم سنگھ کی آواز سنائی دی۔

"پرچی پڑھ کر پھاڑ دینا۔ کسی کو پتہ چلا تو میری ملازمت جائے گی۔"

جگت کچھ کہے بغیر کونے میں جا کر جلدی سے پرچی پڑھنے لگا۔

"جگت سنگھ...... جیل والے رشتے داروں کے علاوہ کسی کو ملنے نہیں دیتے۔ اور میں تمہاری رشتے دار نہیں ہوں۔ لہٰذا الفاظ کی آنکھوں سے مل رہی ہوں۔ دوسرے کے سکھ کی خاطر تم ذُکھ جھیل رہے ہو اس میں حصہ دار نہیں بن سکتی اس کا مجھے افسوس ہے...... میری فکر نہ کرنا۔ ہاں ایک بات میں تمہاری اجازت چاہیئے۔ میں نے طلاق لینے کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ تمہارا جواب ملنے کے بعد عمل کروں گی۔ ایک التجا بھی ہے جو قدم بڑھایا ہے اس سے واپس نہ لوٹنا۔ سب کا امتحان ہے اس پر پورا اُترنا پڑے گا۔ کوئی تمہیں نہیں کہے گا مگر میں کہے بغیر نہیں رہ سکتی اگر جیل توڑ کر باہر آئے تو میری صورت نہیں دیکھو گے۔ اور رہا ہو کر آئے تو مجھے آپ کے پاس آنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔ دل کا قول ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں۔"
ویرو......"

جگت نے پھر پرچی پڑھی۔ اُس نے سوچا چندن نے بھی یہ پرچی پڑھی ہوگی۔ ممکن ہے اُس نے چندن سے ہی لکھوائی ہوگی۔ جگت نے محسوس کیا کہ جیل کی پتھر کی دیواروں فولادی دروازوں اور ہاتھ پیر کی بیڑیوں سے زیادہ مضبوط بندھن میں وہ جکڑا گیا ہے۔ دوسرے بندھن توڑنے کی طاقت ہونے کے باوجود اس نئے بندھن نے اُسے ایسا جکڑ لیا تھا کہ جیل کی سزا بھگتے بغیر نہیں چھوٹ سکتا تھا۔

"پرچی پڑھ لی جگت......؟" اودھم سنگھ اُس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "کیا لکھا ہے؟"

جگت دروازے کے قریب آیا۔ آنکھ مار کر بولا۔ "چاچا! تمہاری جیت ہو گئی۔ اب دس سال تک تمہاری نظر میں جکڑا رہوں گا۔ اسی کوٹھڑی میں......"

وہ غیر یقینی انداز میں آنکھیں پھیلا کر جگت کو دیکھنے لگا پھر مسکرا کر سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "میرے ان سفید بالوں سے زیادہ ان سیاہ بالوں کا تم پر اثر ہوا۔"

اُسی لمحے شام کی گنتی کا گھنٹہ بجا۔ سورج چھپنے سے پہلے آسمان کے کناروں پر شفق کی سرخی نے آسمان پر گلابی رنگ کھول دیئے تھے۔ ایک پنچھی پنکھ پھیلا کر آسمان کی بلندی پر اُڑ رہا تھا۔ جگت کو فولادی سلاخوں کے پیچھے سے دکھائی دیتی ہوئی شفق کی سرخی بھی نظر آ رہی تھی......!

OOO

سپریم کورٹ میں کیس لڑنے کی خاطر مکان اور کھیت گروی رکھ دیئے گئے۔ گھر کے زیورات فروخت ہوئے۔ جہاں سے اُدھار مل سکا رُوپیہ خرچ کیا۔ آخری داؤ جیت لینے کی کوشش شروع ہو گئی۔ سرجن صاحب نے گورنر صاحب کی سفارش لگائی۔ کرچین ڈاکٹر نے تین ججوں کو انسانی نظریئے سے فیصلے دینے کی گزارش کی۔ ماں جی اور چندن نے بڑی منتیں مانیں اور بھگوان کی دوسرے ہاتھ کی مٹھی سے خیرات حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہو گئیں۔

پہلی کورٹ نے چار قتل کی سزا کے طور پر بیس سال قید سنائی۔ ہائی کورٹ نے دو قتل ثابت ہونے پر سزا آدھی کر دی۔ سپریم کورٹ کسی صورت میں اس سزا کو رد نہیں کر سکتی تھی۔ دو قتل ثابت ہو چکے تھے اس سے ہٹ کر فیصلہ دینا انصاف کا مذاق اُڑانے کے مترادف تھا۔ اس کے مقابلے میں گورنر کے سامنے مضبوط دلیل پیش ہوئی۔ ''پولیس ڈیپارٹمنٹ کے قول پر وہ تائب ہوا تھا اگر اسے رحم نہ ملے تو ناانصافی سمجھی جائے گی۔'' جگت کی تقدیر دلیل کے دونوں پلڑوں میں جھول رہی تھی اور اس تقدیر پر دوسروں کی آرزوئیں لٹک رہی تھیں۔

آخری ڈیڑھ مہینے کی تنگدلی کے بعد سپریم کورٹ نے انصاف اور انسانیت کے پلڑوں کو برابر کر کے فیصلہ سنایا۔ ''دونوں قتل کی سزا قائم رہے گی......'' یہ سن کر سب کے دل بیٹھ گئے۔ مگر پھر آگے کہا گیا۔ ''دونوں سزاؤں پر ایک ساتھ عمل ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟'' جگت کے نانا، باپو اور ماما نے ایک ساتھ کرچین ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔ اُس نے مسکرا کر سمجھایا۔ ''ہماری محنت کامیاب ہوئی۔ سزا پانچ سال کی رہ گئی۔''

بھگوان نے دوسری مٹھی کھول کر دان دے دیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کا سب نے ہنسی خوشی استقبال کیا۔ رتیا گاؤں کے لوگوں اور لاہور جیل کے قیدیوں نے جشن منایا۔ جگت کے قرض دار خاندان نے گاؤں اور جیل کو ایک وقت کا کھانا کھلایا۔ جگت نے پہلی بار اطمینان کی سانس لی۔ پانچ سال کی سزا کے لئے وہ پہلے سے تیار تھا۔ پانچ سال میں چھ ماہ تو وہ جیل میں گزار چکا تھا۔ ساڑھے چار سال باقی تھے اس میں اچھے برتاؤ کی وجہ سے چھ ماہ کی مزید معافی مل سکتی تھی۔ چار سال...... چٹکی بجاتے میں چار سال گزر جائیں گے۔ پھر جگت ڈاکو کی جگہ اچھا شہری بن کر گھر جائے گا۔ ماں جی اور چندن کور مسرت سے پاگل ہو رہی تھیں۔ دُکھ کے دن اب ختم ہو جائیں گے۔ سکھ کا سورج پھر طلوع ہوگا۔ صرف چار سال بعد......

مگر چار سال بعد کیا ہونا تھا؟ اس کی کس کو خبر ہوتی ہے......؟ انسان کی بنائی ہوئی سپریم کورٹ کا فیصلہ آ گیا۔ مگر ایشور کی عدالت کا فیصلہ چار سال بعد آنا تھا......!!

○

''ڈاک......'' آواز لگاتا ہوا ڈاکیہ آنگن میں داخل ہوا۔ اور ماں جی کے ساتھ ناشتے پر بیٹھی ہوئی چندن کور اُٹھ کر تیزی سے اُس کی جانب جھپٹیں۔ اس دروازے پر ڈاک لانے پر ڈاکیے کو بھی مسرت ہوتی تھی۔ چندن کور کبھی لسی کا پیالہ، کبھی شربت، کبھی پراٹھے پر مکھن لگا کر اچار کے ساتھ ناشتہ کراتی تھی۔ ایک بار کھانے کے وقت ڈاک دینے آیا تھا اُسے کھانا کھلا کر بھیجا۔ پہلی بار جب جگت کا خط چندن کے ہاتھ میں آیا اُس نے فوراً چاندی کی چوّنی ڈاکئے کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ہر پندرھواڑے جیل میں خط لکھنے کی چھوٹ ملتی ہے یہ حساب ڈاکیے کو اچھی طرح یاد ہو گیا تھا۔ لہٰذا اگر اٹھارویں دن بھی خط نہ آئے تو چندن کور کی طرح ڈاکیہ بھی پریشان ہو جاتا تھا۔

''دیال چاچا! بیٹھئے...... میں ناشتہ لاتی ہوں۔'' لفافہ ہاتھ میں لے کر چندن جلدی سے اندر دوڑ گئی۔ ماں جی محبت بھری آواز میں ڈانٹتی ہوئی بولیں۔

''دیال! آج لیٹ کیوں آئے ہو بھئی؟ بہو بھی کی انتظار کر رہی ہے۔''

''کیا کروں ماں جی! آج ٹرین لیٹ تھی۔'' دیال جانتا تھا کہ یہ سوال ہوگا۔ ''ورنہ جس دن آپ کے گھر کی ڈاک ہو میں سب سے پہلے یہاں آ جاتا ہوں۔''

لفافہ چاک کر کے چندن کور اُسے پڑھنے کو بے چین ہو گئی۔ دیال ناشتہ کر کے جائے اس کا انتظار کرنے لگی۔ کسی غیر مرد کی موجودگی میں اپنے شوہر کا خط پڑھتے ہوئے اُس کو حیا آ رہی تھی۔

ایک بار ڈاکیہ خط لے کر لسی پینے کے بعد کچھ زیادہ دیر رُک گیا تب چندن نے بڑی منت سے اُسے یاد دلایا۔ ''چاچا! آپ کو دوسری جگہ خط پہنچانے جانا ہے لہٰذا لیٹ ہو جائیں گے۔'' تب دیال سمجھ گیا کہ چندن کور اور اُس کے شوہر کے خط کے درمیان وہ آڑ بنا ہوا ہے۔ لہٰذا آج جلدی ناشتہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ جاتے ہوئے ایک آہ بھر کر بولا۔ ''بہن! اب تو ایک آدھ چکر اس مکان کا ہوگا۔ پھر تو خط لکھنے والا خود ہی گھر آ جائے گا۔'' چندن متعجب ہو گئی۔

''دیال چاچا! آپ کو بھی یاد ہے کہ ان کی رہائی کا وقت قریب ہے؟''

''کیوں یاد نہ ہو بہن! سارا گاؤں باتیں کر رہا ہے کہ جگا جیل سے گھر آنے والا ہے۔'' دیال نے دروازے کے چوکھٹے پر پیر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس کے متعلق بہت ساری باتیں سنی ہیں مگر دیکھا کبھی نہیں۔''

دیال کے جاتے ہی چندن نے جلدی سے کھڑکی بند کر لی۔ ماں جی بھی بیٹے کا خط سننے کے لئے بے تاب تھیں۔ جیسے شوہر کے رُخسار پر چٹکی لے رہی ہو اس طرح اُس نے لفافے کی کنار پھاڑ دی اور اندر سے خط نکالا۔ بہو کے چہرے پر پھوٹتی ہوئی مسرت دیکھ کر ماں جی مسکرا رہی تھیں۔ خط کے اوپری حصے پر چندن کی نظر جم گئی۔ ''پیاری چندن!'' دوپٹے کی کنار دانتوں تلے دبا کر اُس نے کئی بار دل میں یہ لفظ رٹ ڈالا۔ پھر زور سے خط پڑھنے لگی۔

''ملتان ڈسٹرکٹ جیل سے جگت سنگھ کی یاد پڑھنا۔ میرے خط برابر مل رہے ہوں گے۔ اس میں الفاظ بھی برابر پڑھے جا رہے ہوں گے۔ ہمارے ساتھ جیل میں پرھودان نامی پڑھا لکھا جوان ہے وہی سب قیدیوں کے خط لکھ دیتا ہے۔ الفاظ بہت عمدہ بنا لیتا ہے۔ اس بے چارے کا کوئی نہیں جس کو خط لکھے لہٰذا دوسروں کے خط لکھ کر مسرور ہو جاتا ہے۔

ملتان جیل سے میرا آخری خط ہے۔ آنے والے مہینے میں مجھے لاہور بھیجا جائے گا۔ بس پھر وہا صرف ایک ماہ رہوں گا۔ سوا مہینے بعد میری رہائی کا حکم آ گیا ہے۔ پھر بھی کافی بوریت ہوتی ہے جلدی سے گھر لوٹنے کے لئے دل بے چین ہو رہا ہے۔ ہزارہ ماما اگلے ماہ یہاں ملاقات کے لئے آئے تھے تب کہہ رہے تھے کہ باپو قرض ادا کرنے کے لئے دن رات مشقت کر رہے ہیں۔ ابھی نصف قرض باقی ہے اس کی اُنہیں بہت فکر ہے۔ مگر اب باپو کو معلوم ہو کہ میں گھر آ کر اُنہیں کھیت نہیں جانے دوں گا۔ دو فصلیں اچھی ہوئیں تو قرض کا بوجھ ختم ہو جائے گا۔ مجھے اس کے علاوہ ابھی کرنا بھی کیا ہے۔

نانا بھی اب ٹھیک نہیں رہتے یہ سن کر افسوس ہوا۔ اُنہیں کچھ دن اپنے گھر لا کر رکھیں پھر طبیعت سنبھل جائے گی۔ تم لوگوں نے میرے لئے بہت تکلیف اُٹھائی ہے یہ میں جانتا ہوں۔ مگر اب و برے دن ختم ہو رہے ہیں۔ سب ساتھ رہ کر کام کریں گے تو قرض کا بوجھ بھی محسوس نہیں ہوگا۔ ماں سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ اُنہیں اب رات کو نیند آ جاتی ہوگی۔ ہزارہ ماما کے لئے لڑکی تلاش کر لیں پھر آنے والی سردیوں میں ماما کی شادی کی خوشی منائیں گے۔ لاہور جیل میں ایک بار ملاقات کی اجازت ہوگی تو چندن! تم ہی ملنے آ جانا۔ میرے لئے نیا لباس بنا کر لانا پرانی جوڑ تنگ ہو گئی ہے۔ چار سال جیل کا اناج کھا کر جسم بھر گیا ہے۔ اور دوسری ایک خاص بات......" اچانک چندن رُک گئی۔

ماں جی مسرت سے دیکھ رہی تھیں۔ "بہو بیٹی رُک کیوں گئی؟ کیا خاص بات لکھی ہے؟ وہ پڑھ ڈال!" چندن نے دل ہی دل میں پڑھ لیا تھا اسی وجہ سے رُک گئی تھی۔ ساس کو پسند نہیں آئے گی ایک بات لکھی ہوئی تھی۔ ماں جی نے پھر کہا۔ "خط پورا کر چندن!" اور چندن کو مجبوراً پڑھنے لگی۔

"آخری تین چار ماہ سے ویرو کی اطلاع نہیں ملی۔ اُسے یہاں سے خط لکھ رہا ہوں وہ مل بھی رہے ہوں گے یا نہیں، یہ بھی نہیں جانتا۔ چندن! تم لاہور آنے سے پیشتر ویرو کی خبر ضرور لے آنا۔"

دنیا میں جنگ زوروں پر ہو رہی ہے، ایسی خبریں مل رہی ہیں مگر سب کہہ رہے ہیں کہ ہمیں لڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماں، باپو، نانا، ماما اور تایا کے گھر سب خوش ہوں گے۔ سب کو جے گرو نانک۔ جب لاہور آؤ میرا بتایا ہوا کام نہ بھولنا...... تیرا اپنا...... جگت سنگھ۔"

خط پڑھ کر چندن نے سر اُٹھایا۔ ماں جی کے چہرے کے تاثرات تنگ نظر آ رہے تھے۔ وہ سمجھ گئی کہ جگت نے ویرو کی خبر منگوائی تھی لہٰذا انہیں یہ بات پسند نہیں آئی۔ پہلے دو تین بار ساس بہو کے درمیان کافی جھک جھک ہو چکی تھی۔ ماں جی کہہ رہی تھیں۔ "اب ویرو کی مصیبت کیوں مول لے رہی ہے؟" چندن کو تعجب ہو رہا تھا۔ "ماں جی! آپ ہی اُسے بیٹی کی طرح پیار کرتی تھیں اب اُسے مصیبت کہہ رہی ہیں؟" مگر ماں جی کو چندن کا سوال پسند نہیں تھا۔ "بہو! تم میری بات نہیں سمجھتیں مگر عمر بھر پچھتاؤ گی۔ شوہر کو دوسری عورت سے محبت ہو جائے یہ کوئی بدنصیب عورت ہی برداشت کر سکتی ہے۔" چندن اس وقت خاموش ہو گئی مگر ساس بڑبڑائی۔ "اس دن اُس نے طلاق لینے کی بات کی تھی تب ہی میں سمجھ گئی کہ تیرے گھر میں وہ ہولی جلائے گی۔ جگت نہ مانے مگر تمہیں کہے دیتی ہوں کہ تم اُسے اپنے پہلو سے نہیں لگاؤ گی۔"

ماں جی کے چہرے کے تاثرات چندن سے کچھ کہہ رہے تھے پھر بھی اُس نے کہا۔ "ماں جی! میں لاہور جانے سے پہلے ایک بار ویرو سے ملاقات کر آؤں گی۔" ساس خاموش رہیں۔ اُن کی خاموشی میں انکار جھلک رہا تھا۔ چندن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "آخری بار جیل میں ملاقات کے لئے جا رہی ہوں لہٰذا اُن کا دل دُکھانا اچھی بات نہیں ہوگی۔ خط میں اُنہوں نے پورے وزن سے کہا ہے کہ ویرو سے ملاقات کر آنا نہ بھولنا۔"

"اچھی بات ہے۔ تمہیں بھگوان جو راستہ دکھائے کر......" ماں جی نے آہ بھر کر کہا۔ "ویرو سے کہنا کہ جگت رہا ہو کر آئے اُسی لمحے یہاں دوڑ کر نہ آنا۔" ساس کے اس حکم کا چندن فوراً جواب نہ دے سکی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ مگر وہ ویرو سے یہ بات نہیں کہہ سکے گی اس کا اُسے یقین تھا۔

O

دس دن کے بعد جب چندن میکے کا چکر لگا کر آئی، تب ویرو سے ملنے بھی گئی۔ دوپہر ماں جی چندن کے لئے ٹفن تیار کر رہی تھیں جب وہ واپس لوٹی۔ رات کی ٹرین سے چندن کو لاہور روانہ ہونا تھا۔ ساتھ میں جگت کا ماما ہزارہ سنگھ جا رہا تھا۔

"آ گئی چندن...... تیرے باپو کیسے ہیں؟" ماں جی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں۔" چندن نے مختصر سا جواب دیا۔ ماں جی نے دیکھا چندن کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ گھر سے جب گئی، بڑی خوش تھی۔ جگت سے ملاقات کے لئے لاہور جانے کو بے چین ہو رہی تھی۔ پھر اسے اچانک کیا ہو گیا؟ ماں جی سوچ رہی تھیں۔ اسی لمحے چندن کی سسکی سنائی دی اور وہ چونک گئیں۔ ماں جی ہاتھ خشک کرتی ہوئی باہر آ گئیں۔ زمین پر چارپائی کے کنارے سر ٹکا کر چندن رو رہی تھی۔

"کیا ہوا چندن......؟" اُنہوں نے پوچھا۔ مگر جواب نہیں ملا۔ تب اُنہیں یاد آیا کہ وہ ویرو کے گھر جانے والی تھی۔ شاید اُس سے جھگڑا ہوا ہوگا۔ "ویرو سے جھگڑا ہوا؟" ماں جی نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ روتے ہوئے چندن نے انکار میں سر ہلا دیا، پھر رُک کر بولی۔

"ویرو بہن ملی نہیں۔"

"اس میں رونے کی کیا بات ہے بہو؟" ماں جی کچھ سختی سے بولیں۔ "ویرو نہیں ملی تو آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا تم پر۔ جگت سے کہنا میں اس کے گھر گئی مگر وہ نہیں تھی۔" اب تک چندن نے سر اُٹھا کر ساس کو نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی سسکیاں اچانک رُک گئیں۔

"آسمان ٹوٹ چکا ہے ماں جی!" پھر کچھ دیر رُک کر بہتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان بولی۔ "ویرو گھر سے بھاگ گئی......!" اور پھر چارپائی پر سر رکھ کر دل کھول کر رونے لگی۔

ماں جی دہل گئیں۔ ویرو بھاگ گئی یہ بات نہ ماننے والی تھی۔ ویرو ایسا نہیں کرے گی۔ یہ دلیل دل میں بیدار ہوئی مگر اُنہوں نے دل کو منا لیا۔ وہ کیوں ایسا نہیں کر سکتی؟ ایک بار جگت کے ساتھ بھاگ چکی ہے۔ ایک بار عورت کا پیر دروازے سے باہر نکل جائے پھر وہ کہاں رُکے گا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ انہیں اس کے لئے بے چین نہیں ہونا چاہئے۔ چندن کو اس طرح رونے کی کیا ضرورت ہے؟ بھگوان نے اس کے راستے کے ایک پتھر کو ہٹا دیا ہے یہ تو خوش ہونے والی بات ہے۔ مگر یہ سب چندن سے کہنے کی اُن میں ہمت نہیں تھی۔ اُنہوں نے اتنا ہی پوچھا۔ "کیوں بھاگی؟ کس کے ساتھ بھاگ گئی؟ رونا بند کر کے مجھے بتاؤ تو سہی!" ماں جی پانی کا پیالہ بھر کر لے آئیں۔

چندن کا رونا تھم گیا۔ اُس نے اُٹھ کر منہ دھویا پھر ایک گھونٹ پانی پیا۔ ماں جی متجسس نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ نظر جھکا کر چندن بولی۔ ”دیرو بہن کے باپو سے میں نے پوچھا کہ وہ گھر چھوڑ کر کیوں چلی گئی تو اُنہوں نے بے رُخی سے جواب دیا۔ ”وہ اُسی سے جا کر پوچھ لو!“ میں نے عاجزانہ لہجے میں اُن سے معلوم کرنے کی کوشش کی تو مجھے برے الفاظ میں سُنا دیا۔“

”کیا بولا ویرو کا باپ؟“ ماں جی بلند آواز میں بولیں۔ چندن اب اُن کے سامنے دیکھ کر بولی۔

”دیرو بہن کے باپو نے کہا۔ ”وہ تمہارے شوہر جیسے ڈاکو کے ساتھ بھاگ گئی“ اور میرے سامنے دروازہ زور سے بند کر دیا۔“

”اُس نے تمہیں ایسا کہا......؟“ ماں جی کو جوش آ گیا۔ مگر سارا جوش اُنہوں نے ویرو پر ڈالا ”تمہیں کہہ رہی تھی کہ اس کی حرکات اچھی نہیں ہیں۔ دیکھا آخر بھاگ گئی کسی ڈاکو کے ساتھ۔“ ماں جی کا غصہ حد سے بڑھ چکا تھا۔

”مگر ماں جی! میں اُنہیں کیا کہوں؟ یہ سن کر وہ ایک دن بھی جیل میں نہیں رہ سکیں گے۔“ چندن کی آواز دب گئی۔ ”ہے بھگوان! کنارے آئی ہوئی کشتی ڈوب جائے گی۔“

”نہیں نہیں چندن...... ایسا نہ بول۔“ ماں جی چیخیں۔ ”ویرو کا جو کچھ بھی ہو جگت پر اس کا اثر نہیں پڑنے دوں گی۔ میں راستہ کر لوں گی۔ تم لاہور جانے کی تیاری کرو!“ ماں جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔ جگت معلوم کرے تو کہنا ویرو مزے میں ہے۔“

چندن آنکھیں پھیلا کر ساس کو دیکھنے لگی۔ وہ اُلجھن میں پڑ گئی۔ اب مضبوط بنے بغیر چھٹکارا پانا مشکل تھا۔ ”میں جی! میں اُن سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔“

”شوہر کے سکھ کی خاطر عورت کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے بہو!“ ماں جی بولیں۔ ”آج تک میں نے تمہیں بیٹی سمجھ کر رکھا ہے مگر آج ساس بن کر کہہ رہی ہوں کہ تمہیں جگت کو سچ بات کسی قیمت پر نہیں بتانی۔“

”پھر میں اُن سے ملاقات کے لئے نہیں جاؤں گی۔“ چندن نے ہچکچائے بغیر کہا۔ ساس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ چندن کور کے چہرے پر مضبوطی نظر آ رہی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ چندن جگت سے جھوٹ نہیں بولے گی، اسی لئے جگت سے ملنے سے انکار کر رہی تھی۔

”اگر تم نہیں گئیں تو جگت کسی بھی جانے والے سے ضرور پوچھے گا کہ چندن کیوں نہیں آئی؟ تو کیا جواب دوں؟“

”جس طرح مناسب سمجھو......!“ چندن نرم آواز میں بولی۔ ”کہہ دینا بیمار ہو گئی ہے۔“

”وہ بھی جھوٹ ہی ہو گا۔“ ساس کی آواز کا طنز چندن سمجھ گئی۔ وہ تڑپ کر روتی ہوئی بولی۔

”پھر کیا کروں ماں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”میں جاؤں گی چندن......!“ ماں جی نے تیزی سے فیصلہ کیا۔ ”چاہے مجھے دو آدمیوں کے منہ پر جھوٹ بولنا پڑے۔“

”دو کون ماں جی؟“ چندن سناٹے میں آ گئی۔

”ہاں...... ایک تیرے سسر جو مجھ سے پوچھیں گے کہ آخری لمحے بہو کیوں نہیں جا رہی؟ اُنہیں

کہوں گی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی بجائے میں جا رہی ہوں۔ یہی جھوٹ مجھے جگت سے بھی بولنا پڑے گا۔“ ماں جی سانس لینے کے لئے رُکیں۔ ”مگر کوئی پرواہ نہیں۔ بیٹے کی بھلائی کی خاطر میں لاکھ بار جھوٹ بولتے نہیں ہچکچاؤں گی۔“

اُن کا اٹل فیصلہ سن کر چندن خاموش ہو گئی۔ ماں جی لاہور جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

○

”جگت سنگھ! یقیناً تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے۔“ نئے ڈپٹی سوپر کیدار ناتھ نے جگت کو آفس میں لا کر پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے پوچھا۔ جگت مسکراتا ہوا سامنے کھڑا تھا۔ ہفتے میں چوتھی بار ڈپٹی جیلر نے اُس سے یہی سوال کیا تھا۔ کیدار ناتھ کو مجرموں کی نفسیات معلوم کرنے کا شوق تھا۔ اصل بہار کے رہنے والے تھے مگر آخری ایک سال سے لاہور جیل میں اُن کا تبادلہ ہوا تھا۔ ملتان جیل سے ڈاکو اپنی سزا کا آخری مہینہ گزارنے کے لئے اُن کی جیل میں آنے والا تھا یہ جانتے ہی اُنہوں نے جیل کی فائل سے اُس کا ریکارڈ نکال کر چیک کیا۔ جیل کے پرانے قیدی اور چوکیدار سے بھی اس وقت کے ڈاکو کے متعلق معلومات پوچھنے لگے۔ اُنہیں دو سوال ستا رہے تھے۔ ”جگت کیوں ڈاکو بنا؟ کون سی وجہ تھی جس سے کہ وہ پولیس کے تابع ہوا؟“

”جگت سنگھ! تمہارے متعلق مجھے کافی معلومات ملی ہیں۔“ کیدار ناتھ نے پائپ کا کش لے کر دھواں منتشر کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے وقت کے شیخوپورہ کے انسپکٹر سنہا سے بھی مل آیا۔“ کیدار ناتھ نے دیکھا یہ سن کر جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُنہوں نے مزید کہا۔ ”سنہا صاحب بھی بہار کے ہیں۔ باپ دادا کی دشمنی کی وجہ سے تم ڈاکو بنے یہ بات سنہا صاحب نے بتائی۔ مگر تم پولیس کے سپرد کیوں ہوئے؟ یہ اسرار میں حل نہیں کر سکا۔“

”سنہا صاحب پنجاب میں ہیں؟“ جگت نے پوچھا۔ ”میں سمجھ رہا تھا کہ اپاہج ہو کر وہ اپنے وطن لوٹ گئے ہوں گے۔“ کیدار ناتھ نے دیکھا جگت سنہا کے لئے نفرت کی بجائے ہمدردانہ لہجے میں بات کر رہا تھا۔ ڈپٹی جیلر نے ایک آہ بھری۔

”سنہا صاحب ایک پیر سے اپاہج تھے۔ اب اُن کا نصف جسم بھی فالج سے سن ہو گیا۔ دو سال پہلے اُن کی بیوی مر گئی۔“ جگت کے ہاتھ کی زنجیر کھنکنائی۔ کیدار ناتھ کہہ رہے تھے۔ ”اب وہ بھی پنجاب نہیں چھوڑیں گے۔ بیچارے کہہ رہے تھے کہ اس دھرتی پر اپاہج ہوا۔ بیوی کی جدائی بھی ہوئی۔ اب زندگی یہیں گزار دوں گا۔ بارہ تیرہ سال کی لڑکی ہے اُسے بیاہ کر بیچارے اکیلے پڑ جائیں گے۔“

جگت نے گہری آہ بھری۔ ”سنہا صاحب کے ساتھ آخری لڑائی تھی۔ مگر وہ بدنصیب تھے۔ اُن کی طرح میرا جگری ساتھی بھی ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو گیا۔“ جگت کو ہنومان یاد آ گیا۔ ”کرسچین ڈاکٹر مدد نہ کرتا تو اُس کی جان نہیں بچ سکتی تھی۔“ جگت رو میں بول گیا مگر پھر ہوشیار ہو گیا۔ ”خیر جانے دو بابو جی...... ابھی یہ سب یاد کرنے سے فائدہ بھی کیا؟“

”نہیں جگت سنگھ! تمہیں بتانا پڑے گا۔“ کیدار ناتھ پائپ کو ایش ٹرے میں اُلٹتے ہوئے بولے۔ ”مجھے یہ سب معلوم کرنا ہے۔“

”معلوم کر کے آپ کو کیا کرنا ہے؟“ جگت بھول گیا کہ وہ جیل کے ڈپٹی سے بات کر رہا ہے۔

''میری مدد کرنے والوں کو پریشان کرنا ہے کیا؟''

کیدار ناتھ کی گردن تن گئی۔ جگت کے چہرے کے سخت تاثرات دیکھ کر وہ اُس کا مزاج سمجھ گئے۔

''ارے...... یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ تم ڈاکو سے اب پُر امن شہری اور اچھے انسان بن جاؤ گے یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔ مجھے تم سے یہ اطلاع نہیں چاہئے، وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' کچھ دیر رُک کر پھر پوچھا۔ ''کیا تم موت کے ڈر سے پولیس کے طابع ہوئے؟''

''کیا کہا......؟'' جگت کا جوش بڑھ گیا۔ ''موت کے ڈر کی بات کرتے ہو بابو جی......؟'' پھر دل کا غصہ نکالتا ہوا قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ ''میں اب تک زندہ ہوں اسی بات کا مجھے تعجب ہے۔''

مگر کیدار ناتھ اس طرح چھوڑنے والے نہیں تھے۔ ''پھر تمہیں زندگی سے محبت پولیس کے طابع لے آئی۔''

جگت کچھ دیر تک ڈپٹی جیلر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ وہ مسکراہٹ نہیں روک سکا۔ ''بابو جی! پڑھے لکھے لوگ بات کا بتنگڑ بنانے بیٹھ جاتے ہو۔ میں کیوں طابع ہوا اس کی مجھے خود خبر نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کبھی یہ سوال نہیں پوچھا۔''

''سچ بتاؤ جگت سنگھ! پولیس سے معاہدہ کرتے ہوئے تمہارے ذہن میں کس کے خیالات تھے؟'' کیدار ناتھ کی ضد بھی جاری تھی۔

''ڈپٹی بابو! آپ بھی کمال ہیں۔'' جگت اتنا کہہ کر رُک گیا، پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''اُس وقت میرے ذہن میں تین عورتوں کے خیالات تھے۔''

کیدار ناتھ کی آنکھیں سوالیہ انداز میں پوچھنے لگیں۔ ''کون سی......؟''

''ایک تو میرے لئے تڑپتی ہوئی ماں، دوسری مجھ سے بیاہ کر جدائی برداشت کرتی ہوئی میری بیوی اور تیسری......'' جگت رُک گیا۔ لہٰذا کیدار ناتھ نے فوراً پوچھا۔

''اور تیسری کون......؟''

جگت نظر جھکا کر بولا۔ ''میرے دشمن کی بیوی...... جو میرے ساتھ بھاگ آئی تھی۔ ویرو ضد نہ کرتی تو آج بھی میرے ہاتھ میں زنجیر کی جگہ رائفل ہوتی۔'' پھر مذاق میں بولا۔ ''اور آپ مجھ سے کچھ معلوم کرنے کی ہمت نہ کر سکتے۔''

''عجیب بات ہے۔'' میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کیدار ناتھ بولے۔ ''دشمن کی عورت نے تمہیں ٹھیک کر دیا......''

''میں بگڑا ہوا بھی نہیں تھا۔'' اُنہیں درمیان میں روک کر جگت بولا۔ ''اور سدھرا ہوا بھی نہیں ہوں۔ جیسا تھا ویسا ہی ہوں۔'' پراسرار نظروں سے ڈپٹی اُسے دیکھنے لگے۔ اسی لمحے اردلی اندر آ گیا۔

''صاحب! قیدیوں سے ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں کی درخواستوں پر دستخط کر دیں۔'' اُنہیں یہ دخل اندازی پسند نہیں آئی۔ مگر دیوار گیر کلاک نے چار بجائے لہٰذا وہ جلدی سے دستخط کرنے لگے۔ جگت کو یاد آ گیا کہ اُس سے کوئی ملاقات کرنے آیا ہوگا۔

''نمبر نو سو ساٹھ......!'' صاحب ایک خط پر دستخط کرتے ہوئے رُک گئے۔ ''اچھا ہوا تین عورتوں

میں سے ایک سے ملاقات کا مجھے موقع ملے گا۔'' پھر سر اُٹھا کر بولے۔ ''تمہاری ماں ملنے آئی ہیں۔''

''ماں ملنے آئی ہیں؟'' جگت چونک گیا۔ پھر دل میں بڑبڑایا۔ ''مگر چندن آنے والی تھی۔''

کیدار ناتھ نے ملاقاتی لوگوں کے کاغذات پر دستخط کر کے ایک درخواست اپنے پاس رکھ لی، باقی کاغذات اردلی کو لوٹا دیئے۔ ''نو سو ساٹھ کے ملاقاتی کو یہاں لے آؤ!''

جگت کو تعجب ہوا۔ ''مگر بابو جی اماں کو یہاں کیوں بلا رہے ہیں؟''

کیدار ناتھ مسکرائے مگر کچھ بولے نہیں۔ جگت دروازے کی جانب ایک ٹک گھورنے لگا۔ چندن آتی تو بہتر تھا۔ ویرو کے متعلق ماں سے معلوم کرتے ہوئے ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔ ماں جی دروازے میں کھڑی نظر آئیں۔ اُن کے پیچھے جیل کا میٹ تھا۔ جگت کو دیکھ کر پل بھر کے لئے اُن کے پیر تھم گئے۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے صاحب کو دیکھ کر ماں جی نے آنکھوں سے چھلکنے والے آنسوؤں کو بڑی مشکل سے روکا۔ قریب آ کر نظر بھر کر بیٹے کو دیکھا۔ ''بیٹا......!'' اُن کے لب کپکپائے اور جگت نے بانہیں پھیلا دیں اور ماں جی نے اُسے سینے سے لگا لیا۔ کیدار ناتھ بیٹھے ماں بیٹے کا ملن دیکھ رہے تھے۔ بیٹے کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ماں نے محسوس کیا کہ بیٹے کا جسم کافی پھیل گیا ہے۔ اُن کی ہچکیوں میں نہیں آ رہا تھا۔ رُکے ہوئے آنسو جگت کے شانے پر بہہ رہے تھے۔ بیٹے کی جدائی میں وقت سے پہلے بوڑھی بنی ماں کے آنسوؤں کی آنچ جگت نے محسوس کی۔ ''ماں! گھر تو سب مزے میں ہیں؟'' ڈپٹی سپر کی موجودگی محسوس کر کے اُس نے ماں کو اپنے سے الگ کر لیا۔

''ہاں بیٹے! ہم سب مزے میں ہیں۔ تم ٹھیک تو ہو؟''

''تم ہی کہو میں کیسا نظر آتا ہوں؟'' جگت نے ماں کے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔''

''چل پاگل کہیں کا...... ماں اندھی ہو کر بھی بیٹے کو بغیر دیکھے پہچان لیتی ہے۔'' ماں جی نے لاڈ میں جگت کے رخسار پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں اکثر بیٹا آنکھیں ہونے کے باوجود ماں کو پہچان نہیں سکتا۔'' پھر فوراً ہی بولی۔ ''مگر جگت! تم ایسے نہیں ہو۔''

جگت پوچھنا چاہتا تھا کہ چندن کیوں نہیں آئی؟ مگر ایسا پوچھنا مناسب نہیں تھا کیونکہ جیل میں ملاقات کے لئے ایک رشتے دار کی چھوٹ ہوتی ہے۔ چندن آتی تو ماں سے ملاقات نہ ہوتی۔ ''ماں! چندن کور ٹھیک تو ہے؟'' اُس نے دوسرے طریقے سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... وہی آنے والی تھی۔ اس عمر میں ٹرین کا سفر مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مگر آخری لمحے وہ رُک گئی۔''

''رُک کیوں گئی؟'' جگت نے پریشان آواز میں پوچھا۔

''ہاں...... تین دن کے لئے باہر نہیں آ سکتی تھی۔'' ماں نے نظر جھکا کر کہا۔ جگت سمجھ گیا۔ وہ بار بار ایک ایک کی خبر پوچھ رہا تھا مگر ویرو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اُس کی زبان نہیں اُٹھ رہی تھی۔ ماں جی کو بھی اس سوال کا ڈر تھا۔

اُنہوں نے بات کو گھمانے کے لئے کہا۔ ''جگت! تمہارے لئے کپڑے لائی ہوں۔ مگر جیل والوں نے دروازے پر رکھ لئے۔''

"آپ فکر نہ کریں ماں جی......!" کیدار ناتھ پہلی بار بولے۔ "کپڑے ہم سنبھال کر رکھیں گے۔ رہائی کے دن اس کے سپرد کر دیں گے۔"

ماں جی صاحب کی جانب دیکھنے لگیں۔ جگت نے کہا۔ "ماں! یہ ڈپٹی صاحب ہیں۔ اچھے آدمی ہیں۔ میرا بڑا خیال رکھتے ہیں۔"

ماں جی نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے والے لہجے میں کہا۔ "آپ کا احسان صاحب! ننھے کپڑے سنبھال کر رکھیں۔ کہیں چوہے کاٹ نہ ڈالیں۔"

کیدار ناتھ مسکرا دیئے۔ جگت کو چڑ سی ہو رہی تھی۔ وہ ماں کو ایک جانب لے جا کر بولا۔ "ماں! و... کی کیا خبر ہے؟" تب ماں کا دل دھڑک اُٹھا مگر چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کہے بغیر چارہ نہیں تھا۔

"ویرو مزے میں ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ جیل سے چھوٹ کر آؤ گے تو وہ خود ملنے آ جائے گی۔"

جگت نے اطمینان کی سانس لی۔ اُس کے دوسرے سوال سے بچنے کی خاطر ہتھکڑی پر اُنگلیاں پھیرتی ہوئی بولیں۔ "بیٹے! تم جلدی سے گھر آ جاؤ اس وقت کا ہم سب انتظار کر رہے ہیں۔ تمہارے آ... کے بعد ہزارہ کی شادی کرنی ہے۔ وہ بے چارہ میرے ساتھ آیا ہے۔ مگر تمہیں مل نہیں سکتا۔"

"مگر اب سب آرام سے ملیں گے۔ مہینہ یوں بیت جائے گا۔" جگت نے چٹکی بجا کر کہا۔ ملاقات کا وقت پورا ہو گیا۔ ماں بیٹا الگ ہوئے۔ کیدار ناتھ جگت کی ماں کو دروازے تک چھوڑ آئے۔ جاتے ہوئے اُنہوں نے کہا۔

"ماں جی! آپ کا بیٹا گھر آ جائے تو میں ایک دن ملاقات کے لئے آؤں گا۔ ہاں......"

"ضرور تشریف لایئے صاحب!" جگت کی ماں نے کہا۔ "آپ جیسے مہمان ہمارے بھاگ! کہاں؟"

O

جیل سے رہا ہو کر آنے والے جگت کے استقبال کی مہینہ بھر پہلے سے تیاریاں ہونے لگیں۔ ماں جی اور چندن کور کی مسرت کا ٹھکانا نہیں تھا۔ مگر کبھی کبھی چندن اُداس ہو جاتی تھی۔ وہ ساس سے پوچھتی۔ "ماں جی! اگر وہ ویرو کے متعلق پوچھیں گے پھر......؟" مگر ماں جی اُس کی بات سنی ان سنی کر دیتیں۔ مگر جگت کی آمد میں جب چار پانچ دن باقی تھے تو چندن نے پھر یہی سوال کیا اور ماں جی کو غصہ آ گیا۔

"بہو! تم بھی اپنے ذہن سے ویرو کو نہیں نکال سکتیں؟ پھر یہ بات پوچھی تو میں تمہیں سخت سنا دوں گی۔ سمجھیں؟" وہ ہانپتی ہوئی بلند آواز میں بولیں۔ "اگر تم نے جگت کو سچ بات بتائی تو تمہیں اپنی ساس کی قسم ہے......" چندن سر تا پا لرز گئی۔

O

پیشانی پر سزا کی مہر لگا کر عدالت روز نئے مجرم کو جیل بھیجتی ہے۔ پھر اسے نمبر سے پہچانا جاتا ہے۔ سزا ختم کر کے جانے والوں کو کارکن اُن کے پرانے کپڑے اور چیزیں، سزا کے دوران مزدوری کی ہوئی رقم لوٹاتے ہیں جس کے ساتھ قیدی کو اپنا نام بھی واپس لوٹایا جاتا ہے۔ بدنامی کے اس داغ کو لے کر باہر جانے والا شخص کہاں جائے گا؟ اس کی جیل والوں کو فکر نہیں ہوتی۔ ممکن ہے وہ پھر جیل واپس لوٹ آئے اس صورت میں اُنہیں حیرت نہیں ہوتی۔ صرف دو تین سوال پوچھے جاتے ہیں۔

"پھر کیوں آنا ہوا؟ کتنی سزا لکھوا کر آیا ہے؟" وہ جواب دے، اس دوران جیل کے رجسٹر میں اُس کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور اس نام کی جگہ اُسے نمبر دیا جاتا ہے۔ یہ چکر صدیوں سے چل رہا ہے اور نہ جانے کب تک چلتا رہے گا......؟

آج جگت کو اُس کا نام واپس ملنا تھا۔ صبح کے وقت ہی چوکیدار خوشخبری سنانے آ گیا۔ "نمبر نو سو ساٹھ! لوہار تمہاری ہتھکڑی اور بیڑیاں توڑنے ابھی آئے گا۔ تم تیار ہو؟" جگت کی نظریں بیڑی اور ہتھکڑی پر جم گئیں۔ سوا چار سال سے وہ ان کا وزن اُٹھا رہا تھا۔ اُسے چوکیدار کے سوال پر ہنسی آ گئی۔

"بیڑیاں تڑوانے کو کون تیار نہیں ہوگا؟"

ڈپٹی جیلر کیدار ناتھ کے عقب میں جیل کا لوہار اوزار کی تھیلی اُٹھا کر آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کے چہرے پر لہراتی مسرت قیدی کی رہائی کے لئے نہیں بلکہ قیدی سے ملنے والی بخشش کی وجہ سے تھی۔ صاحب کو سلام کر کے چوکیدار نے سیل کا دروازہ کھولا۔ کیدار ناتھ نے اندر داخل ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "نو سو ساٹھ! تمہارے باپو آ گئے ہیں تمہیں لے جانے کے لئے۔ اُنہیں میں نے آفس میں بٹھایا ہے۔"

جیل میں آنے اور جانے والوں کے بندھن اور رہائی کا پیامبر لوہار اوزار لے کر کھڑا ہوا تھا۔ صاحب کے حکم کا انتظار تھا۔ سیل کے اندر کا دروازہ کھلا اور جگت باہر آ گیا۔ کیدار ناتھ نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "کیوں...... گھر جانا ہے؟"

جگت کو بھی مذاق کرنے کا جی چاہا۔ "بابو جی! گھر نہ جانا ہو تو آپ مجھے یہاں رہنے بھی دیں گے؟"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" کیدار ناتھ نرمی سے بولے۔ "مدت ختم ہونے کے بعد ہم ایک لمحہ نہیں روک سکتے۔" پھر پائپ کا کش لگا کر ناک سے دھواں نکالتے ہوئے مزید کہا۔ "ہاں...... اگر کوئی واپس لوٹنا چاہے تو ہم اُسے روک نہیں سکتے۔"

پھر صاحب کا اشارہ پا کر لوہار قیدی کے ہاتھ پیروں کی بیڑیاں توڑنے لگا۔ جگت سنجیدہ انداز میں اُس کا کام دیکھ رہا تھا۔ لوہے کی زنجیر پر پڑنے والی ہتھوڑے کی ہر ضرب پکار رہی تھی۔ "رہائی...... رہائی......" آخری کڑی ٹوٹ گئی۔ لہٰذا جگت نے جلدی سے زنجیر اپنے جسم سے الگ کر لی۔ زنجیر لوہار کے سپرد کرنے سے پیشتر چند لمحے اُسے دیکھتا رہا، پھر سوا چار سال تک جکڑے ہوئے ہاتھ پیر پہلی بار اُوپر نیچے ہلانے لگا۔ رہائی کی مسرت اُس کے جسم کے ہر حصے سے پھوٹ رہی تھی۔ اُس کی خوشی دیکھ کر مسکراتے ہوئے کیدار ناتھ نے چوکیدار سے کہا۔

"اسے نہانے کے لئے لے جاؤ۔ اور دیکھو! آفس میں کارکن کے پاس نئے لباس کا بنڈل ہے وہ لا کر اسے دینا۔" پھر جگت سے بولے۔ "اچھی بات ہے نو سو ساٹھ...... تیار ہو کر آفس میں آ جانا۔ میں تمہارے کاغذات تیار کرتا ہوں۔"

ڈپٹی صاحب کے جانے کے بعد لوہار کی زبان چل پڑی۔ "اس فولادی زنجیر کو واپس لوٹاتے ہوئے بخشش بھی دینی ہوتی ہے۔"

جگت ہنس دیا۔ "مگر اس وقت میرے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے۔"

"یہ بھی جانتا ہوں۔ رقم تو جاتے ہوئے دینی ہوتی ہے۔ لہٰذا ابھی بتا دو! کتنی دو گے؟"

"جاؤ...... پانچ چونی دوں گا۔ بس......"

یہ سن کر خوش ہوتا ہوا وہ چلا گیا۔ سوا روپے کی بخشش سے اُس کا دن اچھا ہو گیا تھا۔

جیل کے ڈپٹی میز پر سر جھکائے کچھ لکھ رہے تھے جب جگت اُن کے آفس میں داخل ہوا۔ کر جگت کو دیکھتے ہی وہ حیرت میں ڈوب گئے جیسے اُن کی آنکھیں یہ ماننے کو تیار نہیں تھیں کہ چ دیر پہلے قیدی کے لباس میں دیکھا تھا یہ وہی نوجوان ہے۔ دودھ جیسی سفید لنگی، کھلا ہوا چوغا بھری ہوئی جاکٹ، سر پر سفید صافہ، پتلی مونچھوں کے کناروں کو بل دے کر اُوپر کی طرف چڑ گیا تھا۔ داڑھی کے بال چمک رہے تھے۔

"واہ نو سو ساٹھ! تمہارا تو رُوپ ہی بدل گیا ہے۔" کیدار ناتھ کی حیرت کم نہیں ہوئی تھی۔

"بابو جی! اب نو سو ساٹھ نہیں......" جگت نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "جگت سنگھ جگا کہیں۔"

"ہات تیرے کی......" کیدار ناتھ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "تم تو باہر نکلنے سے پہلے ہی بدل گ"

جگت کے لب مسکرائے۔ "صاحب! میں جیل میں تھا مگر میرا دل باہر بھٹکتا تھا۔" کیدار پوچھنے کو جی چاہا کہ باہر کیوں بھٹک رہا تھا؟ کس کے فراق میں بھٹکتا تھا؟ مگر وہ سوال مناسب تھا۔ لہٰذا خاموش رہے۔ تب جگت نے پوچھا۔ "بابو جی...... میرے باپو کہاں ہیں؟"

"وہ ابھی آتے ہیں۔" کیدار ناتھ نے جگت کے کھلے ہوئے پیروں کی جانب دیکھ کر کہا۔ "رہے تھے کہ ہم جگت کے جوتے لانا بھول گئے ہیں۔ لہٰذا جوتے خریدنے گئے ہیں۔"

"جوتے خریدنے......؟" جگت کو عجیب سا لگا۔ "اتنے سے کام کی خاطر اس وقت باز دھکے کھانے کی ضرورت کیا تھی؟"

"ہاں بھئی...... جیسے تمہاری بارات لے جانی ہو، ایسے جوش اور مسرت سے تمہارے باپو آئے ہیں۔" جگت نے ہلکی سی آہ بھری۔

"جب میری شادی ہوئی تو بارات لے جانے کی اُنہیں حسرت رہ گئی تھی۔"

اُسی لمحے سوہن سنگھ اور ہزارہ آ گئے۔ بن ٹھن کر کھڑے ہوئے جوان بیٹے کو دیکھ کر باپ پیار سے بھر گیا۔ پردیس گیا ہوا بیٹا کبھی واپس نہ لوٹنے والا ہو اور اچانک آ جائے ویسی اُنہیں مس ہو رہی تھی۔ جگت آگے بڑھ کر باپو کے چرنوں میں بیٹھ گیا۔ چار سال بعد جگت کے جوان ہا اُنہوں نے ہاتھ پھیرا اور بھرائے ہوئے لہجے میں صرف اتنا بول سکے۔ "بیٹا......!"

جگت ہزارہ کے چرن چھونا چاہتا تھا مگر اُس نے اُسے باہوں میں لے لیا۔ دونوں جوان تک ایک دوسرے سے مل گئے۔ ہزارہ نے جگت کے رُخسار چوم لئے۔ ڈپٹی سوپر کرسی سے کھڑے گئے۔ "چلو...... اپنا حساب لے آؤ! پھر میں تمہیں دروازے تک چھوڑنے آؤں گا۔"

"کیوں بابو جی! مجھے بھگانے کی اتنی جلدی ہے؟" جگت بھی اب دل کھول کر مذاق کر رہا تھا

"ارے ہاں جگت سنگھ......!" اُنہوں نے اچانک یاد کرتے ہوئے کہا۔ "بھئی جاتے ہ سوپر صاحب کو سلام کرنا نہ بھولنا۔" جگت کے چہرے پر اچانک سختی آ گئی۔ کیدار ناتھ نے ابھی

جانب دیکھا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "رہا ہونے پر ہر قیدی اُنہیں سلام کرنے جاتا ہے۔ صاحب نصف گھنٹے میں آ جائیں گے۔ اُنہیں اچھا محسوس ہو گا۔"

جگت کے جبڑے مزید سخت ہو گئے۔ گربخش کو شوٹ کرنے والے میکلین کو وہ سلام کرنے جائے۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سوہن سنگھ سمجھ گئے اُنہوں نے معاملہ سنبھال لیا۔ "صاحب! ہمیں ٹرین پکڑنی ہے۔ آدھا گھنٹہ رُکنے کا موقع نہیں ہے۔" سوہن سنگھ کی آواز میں عاجزی تھی۔ "پھر کبھی جگت بڑے صاحب کو مل جائے گا۔" پھر جگت کا دھیان ہٹانے کے لئے کاغذ میں لپٹے ہوئے جوتے نکال کر کہا۔ "جگت انہیں پہن کر دیکھو! پیروں میں برابر تو آ رہے ہیں؟"

جیل کے حساب دان نے نو سو ساٹھ نمبر قیدی کے حساب کی رقم تیار کر رکھی تھی۔ "تمہارے کھاتے میں ایک سو پچیس روپے سات آنے اور تین پائی جمع ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے کاغذ اور قلم بڑھائی۔

"اس پر دستخط کر دو!"

جگت نے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بڑھایا۔ حساب دان سمجھ گیا۔ لہٰذا انگوٹھے کا نشان لگا کر رقم ہاتھ میں لیتے ہوئے جگت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ لوٹ میں ہزاروں روپے کی ہیر پھیر کرنے والے کی سخت مزدوری کی یہ پہلی کمائی تھی۔

"برابر گن لو!" حساب دان نے کہا۔ تب وہ مسکرایا۔

"گنتی کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر کچھ روپے میز پر رکھ کر بولا۔ "میری جانب سے یہ روپے سب کو تقسیم کر دینا۔ اِن میں سے سوا روپیہ لوہار کو دینا نہ بھولنا۔"

جیل کے بڑے دروازے کی کھڑکی کھلی۔ جگت کے باپو اور ماما پہلے باہر نکلے۔ ڈپٹی سوپر جگت کو رخصت کرنے دروازے تک آئے۔ جگت نے ہاتھ جوڑے تب اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔ "جگت سنگھ! گھر جا رہے ہو تو گھر والوں کے ہو کر رہنا۔ پرانی دشمنی کو بھول جانا۔" پھر پیار سے پشت تھپتھپا کر بولے۔ "جاؤ! تمہیں دیر ہو گی۔"

گیٹ کی کھڑکی سے باہر نکلنے کے لئے جگت کو جھکنا پڑا۔ باہر کی کھلی ہوا میں تازگی نظر آئی۔ بلند گیٹ پر نظر ڈال کر اُس نے منہ پھیر لیا۔ اِس کے نتھنے پھول گئے مگر سامنے کھلا آسمان دیکھا اور چہرے پر روشنی آ گئی۔ بیڑی یا رائفل کے بغیر ہاتھ اُسے کچھ ہلکے معلوم ہونے لگے۔ دُور کھڑے ہوئے ہزارہ اور باپو کو انتظار کرتا دیکھ کر وہ تیزی سے اُن ہی کی جانب بڑھ گیا......!

○

رتیا گاؤں میں جگہ جگہ یہی بحث جاری تھی۔ کوئی کہتا۔ "شام کو جگا رہا ہو کر آ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔ مایا کور اور چندن کور کے لئے سونے کا سورج طلوع ہو گا۔ بے چاری دونوں عورتوں نے بڑے دُکھ اُٹھائے ہیں۔ بہو نے تو اطمینان سے اپنے شوہر کا پہلو بھی گرم نہیں کیا۔ آخر بھگوان نے اُن کی جانب دیکھا۔"

کوئی پرانی دشمنی کو یاد کر کے بول اُٹھتا۔ "بھگوان کسی کو ایسی دشمنی کے چکر میں نہ ڈالے۔ دونوں خاندانوں نے کیسی خواری اُٹھائی۔ موہن سنگھ کے تو نصیب ہی پھوٹ گئے۔ تین جوان بھائی مارے گئے اور بیوی نے طلاق لے لی۔ جگت کی نظر میں نہ آنے کی خاطر بے چارہ گھر اور کھیت فروخت کر

کے چاچی کے ساتھ دوسری جگہ چلا گیا۔"

"مگر اُس کی بیوی کا کیا ہوا؟" کسی غیبت خور عورت نے زبان چلائی۔ "وہ عورت بھی بڑی زبردست نکلی۔ اب شوہر کے بغیر ساری زندگی کیسے گزارے گی؟"

"اُس نے موہن سنگھ کو مرد ہی نہیں مانا تھا۔" دوسری نے آنکھ مار کر کہا۔ "اُسے تو اب مزے آ جائیں گے۔ جگا کے جیل سے رہا ہونے کے بعد وہ چندن کور کی سوت نہ بنے تو مجھے کہنا۔"

"نہیں رے...... مایا بڑھیا ایسی نہیں بچی۔" ایک بوڑھی عورت نے کہا۔ "اُن کی زندگی میں کسی کی طاقت نہیں کہ وہ دوسری عورت کو گھر میں لا سکے۔"

اسی بحث میں شام ہو گئی۔ جگت کے مکان میں صبح سے مسرت کی شہنائیاں بج رہی تھیں۔ دوسرے گاؤں سے رشتے دار براتیوں کی طرح مہمان بلائے گئے تھے۔ ماں جی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ بار بار کہتیں۔ "آج میرا جگت آنے والا ہے بھئی...... کسی بات کی کمی نہ رکھنا۔ سب کو پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا۔ شکر پیڑے تقسیم کرنا......" پھر چندن کور سے کہنے لگتیں۔ "بہو! فوراً تیار ہو جاؤ۔ شادی والی اوڑھنی پہننا۔ ارے کوئی چندن کور کے بال بنا دو! سہاگ رات جیسا اس کا سنگھار کرو......!" چندن حیا سے سمٹ جاتی۔ آج تک برداشت کئے گئے دُکھوں کا بھگوان نے ایک دن میں بدلہ اُتار دیا تھا۔ ایسی مسرت میں وہ ڈول رہی تھی۔

ڈھلتے ہوئے سورج نے مغرب میں غروب ہونے سے پہلے آسمان کے کناروں پر گلال چھڑک دیا اور چمکتے ہوئے سرخ رنگ نے پورے آسمان پر رنگین لہریئے پھیلا دیئے تھے۔ جگت کو لے کر آنے والے ریڑھے کے بیل کے گلے کی گھنٹیوں کی جھنکار اُس کے ارمان بھرے دل میں گدگدیاں کرنے لگی۔ "آ گیا...... آ گیا......" کا شور سن کر چندن کور نے سہاگ رات کو کمرے میں داخل ہونے ہوئے شوہر کی آمد کی گھڑی جیسی مسرت محسوس کی۔ گلی کے راستے، کھڑکیاں، دروازے، چھتیں سب انسانی سروں سے بھری ہوئی تھیں۔ سب لوگ جگا کو دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ کچھ لوگ احترام سے، کچھ تجسس سے، کچھ لوگ ناراضگی سے۔ جگا کو دیکھنے کا لالچ نہ روک سکے۔ گاؤں کے بچے شور کرتے ہوئے ریڑھے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

اور ریڑھا دروازے کے قریب جا کر رُکا۔ پہلے سوہن سنگھ، پھر ہزارہ اور آخر میں جگت ریڑھے سے نیچے کودا۔ لکھن کا قتل کر کے گاؤں سے فرار ہونے کے بعد جگا کو سات آٹھ سالوں کے بعد لوگ دیکھ رہے تھے۔ بہت سے اُسے پہچان نہیں سکے۔ اب وہ ایک قد آور شخص بن گیا تھا۔

وہ چوکھٹ پر آ کر ٹھہر گیا۔ اس وقت بہت سی عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی اور ہاتھ میں تھال لے کر استقبال کرنے کے لئے بے چین ماں جی نظر آئیں۔

"بیٹا کچھ دیر ٹھہر جا! میں تیری آرتی اُتاروں گی۔" جگت ارد گرد دیکھنے لگا اور چندن پر نظر جما کر کھڑا ہو گیا۔ ماں جی آنسو بھری آنکھوں سے جگت کی آرتی اُتار رہی تھیں۔ ایک بار اُس کی نظر سامنے والے مکان پر بھی چکر لگا کر لوٹ گئی۔ وہاں تالا لٹکتا دیکھ کر اُسے حیرت ہوئی۔ فوراً ہی ویرو یاد آ گئی اور ویرو کی تلاش میں اُس کی نظریں ایک ایک عورت کے چہرے کو دیکھنے لگیں۔ مگر وہ نظر نہ آئی۔ ہلکی سی آہ نکل گئی۔ اندر آنگن میں چارپائی پر لیٹے ہوئے نانا کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ بیٹے کو کسی کی بری نظر نہ لگے

اس ارادے سے ماں نے جگت کے رُخسار پر کاجل کا نشان لگا دیا پھر اُسے اندر آنے دیا۔ بیٹے کو سینے سے لگانے کے لئے ماں نے بانہیں پھیلا دیں مگر جگت کو کچھ ایسا جوش آ گیا کہ اُس نے ماں کو دونوں ہاتھوں سے بلند کر کے گول گول گھومنا شروع کر دیا۔ ماں مسرت کی ماری چیخی۔ "ارے پاگل! مجھے مار ڈالے گا۔ سب کے درمیان اس طرح۔" اور اُس نے مسکرا کر ماں جی کو زمین پر ٹکا دیا اور اُن کے پلّو میں منہ چھپا دیا۔ اُس کا جی چاہا کہ وہ چندن کو بھی اسی طرح ہاتھ پر اُٹھا کر گھمائے مگر لوک لاج کے مارے ضبط کر گیا۔ نانا کے پاس جا کر اُن کے چرن چھوئے اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اُس نے نانا سے پوچھا۔

نانا نے جواب دینے کی بجائے جگت کی ماں سے کہا۔ "مایا کور! تمہیں آج تمہارا بیٹا لوٹا دیا۔ میری زندگی کا سب سے بڑا طعنہ آج ختم ہو گیا۔" پھر جگت سے بولے۔ "نواسے! اب بھگوان مجھے اوپر بلا لے تو کوئی بات نہیں۔ میں یہی دن دیکھنے کے لئے زندہ رہا تھا۔"



چار دن گھر میں شور بپا رہا جیسے میلہ بھرا ہوا ہو۔ چھوٹے بڑے سب اُسے گھیر کر بیٹھتے۔ جیل میں گزارے ہوئے دنوں کی داستان تفصیل سے سنانے کے لئے مجبور کرتے۔ جیل میں کیسا کھانا ملتا ہے؟ کس طرح کام کیا جاتا ہے؟ کام نہ کرنے کی صورت میں کیا سزا ملتی ہے؟ اس طرح عجیب عجیب سے سوالات کی بوچھاڑ ہوتی۔ یہ سب دیکھ کر ماں جی خوش ہوتیں۔

تایا کے تیرہ سال کے لڑکے کو جگت سے اُس کی بغاوت کے کارناموں کو سننے کی بے چینی تھی۔ "پاپا جی...... جیل کی بات پھر کرنا۔ پہلے ہمیں ہنگامے اور ڈاکے کے قصے سنائیں۔"

تب ماں جی کے کان چونک جاتے۔ اُنہیں ڈر لگتا کہ پرانی باتیں یاد کرنے سے اُس کے ذہن پر بُرا اثر ہو گا۔ وہ بول اُٹھیں۔ "بھئی اس مکان میں لوٹ، ڈاکہ، قتل کے قصے سنانے کی کوئی بات نہ کرنا۔ گزرے ہوئے ماضی کی کوئی بات مت چھیڑو۔"

رشتے داروں اور مہمانوں کی بھیڑ میں جگت اور چندن کو تنہائی نہیں ملتی تھی۔ دونوں کی نظریں ٹکراتیں اُن میں ملن کی پیاس بھڑکتی نظر آتی۔ مگر اُسی لمحے کوئی آ جاتا اور دونوں نظریں چرا لیتے۔ ماں جی نے ایک بار چندن کے کان میں کہا بھی۔ "بہو! اتنے سالوں بعد شوہر گھر آیا ہے اور تو پگلی دور دور رہتی ہے؟ کبھی اُوپری منزل پر تنہائی میں مل لیا کر......"

چندن بار حیا سے سمٹ کر رہ گئی۔ وہ بمشکل کہہ سکی۔ "ماں جی! ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ مہمان دو دن نہیں رہیں گے۔ پھر ساری زندگی ساتھ ہی ہیں۔"

حیا کی وجہ سے چندن ایسا کہہ رہی ہے یہ ماں جی سمجھ رہی تھیں کیونکہ اُس کی آنکھوں میں فراق کی پیاس صاف نظر آ رہی تھی۔ جگت کے دل میں چندن سے زیادہ پیاس تھی۔ پہلے پہل اُسے رشتے داروں کی بھیڑ اور شور اچھے محسوس نہیں ہوئے۔ اُن سب کی موجودگی میں وہ اپنے آپ کو پرایا محسوس کرنے لگا۔ وہ چندن سے تنہائی میں مل نہیں سکتا تھا۔ پھر ویرو کے متعلق بھی معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ سب لوگ ملاقات کر گئے مگر ویرو اب تک نظر نہیں آئی۔ رات اچانک نیند سے بیدار ہو کر چھت پر کھڑا ہوا۔ سنسان رات میں ویرو کا خالی مکان ہیبت ناک نظر آ رہا تھا۔ اُس نے اس جگہ کھڑے ہو کر پہلی

یار ویرو کو دیکھا تھا۔ کپڑے سکھاتی ہوئی گیت گنگناتی ہوئی اُس کی کلائیوں کی چوڑیاں کھنک رہی تھیں۔ جگت کو خالی چھت پر کسی کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔ ماضی کی یادوں سے اُس کا ذہن بھر گیا اور وہ بری طرح بے چین ہو گیا۔ "ویرو کیوں نہیں آئی؟ کہاں ہو گی؟ موہن سنگھ گھر خالی کر کے کیوں چلا گیا؟" سوالات ہتھوڑے کی طرح اُس کے دماغ پر ضربیں لگا رہے تھے۔

پانچویں دن مہمان رُخصت ہو گئے......

پہلی بارش کو دھرتی نے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ پیاسی دھرتی کھل اُٹھی اور سوہنی دھرتی کی مٹی کی مہک نے دھرتی کے بیٹوں کے ذہنوں میں خوشبو کے خزانے بھر دیئے۔ شام ڈھلے بارش جی بھر کے برسی اور دھرتی جل تھل ہو گئی۔ رات گھر کی اُوپری منزل پر جگت اور چندن پہلی بار تنہائی میں ملے۔ پیار کی پیاس دونوں کو پاگل بنا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہو جانا چاہتے تھے۔ پیاسے دلوں کی پیاس بجھ رہی تھی مگر اس پر مسرت گھڑی میں جگت کے ذہن میں ایک خیال مسلسل گردش کر رہا تھا۔ وہ ویرو کے متعلق معلوم کرنے کو بے چین تھا۔ اُس کی خبر معلوم کرنے کی خواہش زور کرنے لگی۔ مگر بات لبوں تک آ کر واپس لوٹ گئی۔ تنہائی کے اس نازک لمحہ میں چندن سے ویرو کے متعلق معلوم کرنا مناسب نہیں تھا۔ اپنے شوہر کے ملاپ کے وقت وہ کسی دوسری عورت کو یاد کرے یہ کون سی بیوی برداشت کر سکتی ہے؟ جگت کو ضبط کرنا تھا۔

صبح کی دھوپ نے دھرتی کی گیلاہٹ چوس لی۔ جگت نے کھڑے ہو کر چھت پر سے راستے کی جانب دیکھا۔ کسان ہل لے کر کھیتوں کی سمت جا رہے تھے۔ وہ تیزی سے نیچے آیا۔ چندن باورچی خانے میں تھی لہٰذا ماں جی سے بولا۔ "مجھے ناشتہ دے دیں۔ مجھے باہر جانا ہے۔"

ماں جی چونک اُٹھیں۔ وہ باہر کہاں جانا چاہتا تھا؟ ویرو کے پاس......؟ اُنہوں نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بیٹے! اس وقت کہاں جا رہے ہو؟"

"پہلے مجھے ناشتہ دو! پھر بتاؤں گا۔" جگت پراسرار انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ماں جی کو خوف محسوس ہوا۔ چندن ناشتہ لے کر مسکراتی ہوئی آ گئی۔

"ہاتھ منہ دھو لیں! ناشتہ حاضر ہے۔" اُس کے جسم کے ہر عضو سے خوشی چھلک رہی تھی۔ مگر ماں جی کا چہرہ بجھ گیا تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے جگت سے اُنہوں نے دو ایک بار پوچھا۔

"بیٹے! بہت جلدی ہے باہر جانے کی؟ ایسا کوئی خاص کام ہے؟"

تب جگت نے اڑاؤ جواب دیا۔ "ہاں ماں! گئے بغیر کام نہیں چلے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ چار پانچ دن سے مجھے کیوں یاد نہیں آیا؟"

ماں جی خوف زدہ نظروں سے جگت کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ پھر دھیمے لہجے میں بولیں۔ "تمہارے باپو سوئے ہوئے ہیں۔ وہ بیدار ہوں، پھر جانا۔"

"نہیں ماں...... وہ بیدار ہوں اس سے پیشتر مجھے جانا ہے۔ ورنہ وہ روک لیں گے۔" اور ماں جی کو یقین ہو گیا کہ وہ آج تک جس گھڑی کو ٹال رہی تھیں وہ آ گئی ہے۔ جگت ناشتہ ختم کر کے پانی پی رہا تھا تب اُنہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے جانے نہیں دیں گی۔ اُنہوں نے شوہر کو بیدار کرنے کے لئے قدم بڑھائے مگر یہ کیا؟ جگت کا دوسرا ہی ارادہ نکلا۔ اُس نے برآمدے میں سے ہل

...کر شانے پر رکھا تب ماں جی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ خوف کی جگہ مسرت نے لے لی۔

"اے چندن! دیکھنا تو...... جلدی سے یہاں آؤ......!" چندن باہر دوڑ آئی۔ جگت کو دیکھ کر اُس ...ہیں تھم گئے۔ نظر ناچ اُٹھی۔ ہل شانے پر رکھ کر کھڑے ہوئے جگت میں اُسے پہلی بار کسان نظر آیا۔ ماں جی جگت کے پاس دوڑ گئیں۔ "ارے ابھی اس کی جلدی کیا ہے؟ کچھ دیر آرام کرو...... کھیتی ساری زندگی کرنی ہے۔"

"نہیں ماں...... اب بیٹھے بیٹھے سستی ہو رہی ہے۔ باپو سے کب تک محنت کرائی جائے؟" پھر ...کر بولا۔ "ہل نہیں اُٹھایا تو رائفل اُٹھانے کو دل چاہے گا۔"

ماں لرز گئی۔ "نہیں نہیں جگت! تمہیں ہل کے ساتھ دیکھ کر میں خوش ہو گئی ہوں۔ کسان کے بیٹے کی ماں تو دھرتی ہوتی ہے۔ آج مجھے یقین ہو گیا کہ میرا بیٹا ہمیشہ کے لئے گھر لوٹ آیا ہے۔ جاؤ ...! تمہارے ہاتھوں دھرتی سے اُگائے گئے سنہری دانے مجھے امرت سے زیادہ میٹھے لگیں گے۔"

جگت دروازے کے قریب گیا۔ اُسی لمحے عقب سے چندن کوئل کی طرح چہکی۔ "میں کھیت پر ...لے آؤں کیا؟" جگت نے سر گھما کر دیکھا۔ چندن کی آنکھوں میں مدبھری مستی چھلک رہی تھی۔ صبح کی دھوپ کی طرح روشن مسکراہٹ لبوں پر پھیلا کر جگت نے "ہاں" میں جواب دیا اور دروازے سے ...رہا گیا۔ بدلتی زندگی کا یہ پہلا موڑ تھا......!!

○

شانے پر ہل رکھے جگت کو آتے دیکھ کر ارد گرد کے کھیتوں والے کسان کام چھوڑ کر دوڑ آئے۔ اُن کی آنکھوں میں تجسس دکھائی دے رہا تھا۔ ایک بوڑھے نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے جگت! تمہیں ہل چلانا آتا ہے......؟" اس پر جگت نے اُلٹا اُسی سے سوال کیا۔

"چاچا! آپ کو رائفل چلانی آتی ہے؟" یہ سن کر سب ہنس دیئے۔

بہت چھوٹا تھا ان دنوں جگت سکول سے بھاگ کر کھیت پر آ جاتا۔ باپو پوچھتے تو کہتا۔ "ماسٹر صاحب کے پیٹ میں تکلیف تھی لہٰذا چھٹی ہو گئی۔" جگت کا پہلے یہی خیال تھا کہ باپو کے سامنے جھوٹ بولنا پاپ نہیں، مگر ماں سے جھوٹ بولنا بہت بڑا پاپ ہے۔ کھیت میں باپو کے ساتھ ہل چلانے کی ضد کرتا تب سوہن سنگھ کہتے۔ "پہلے الف لکھنا سیکھ! کھیتی تو ساری زندگی کرنی ہے۔" پھر کچھ ...میں کہتے۔ "جگت! تمہارے ماسٹر جب ملتے ہیں تمہاری شکایت کرتے ہیں کہ تعلیم میں بالکل صفر ہو۔" جگت ہونٹ سکوڑ کر پوچھتا۔ "باپو! صفر کیا ہے؟"

تب باپو بیل کی دُم مروڑتے ہوئے کہتے۔ "ایک کے بعد کا چھوٹا ہندسہ...... یہ بھی تمہیں نہیں ...؟"

"نہیں باپو......" بھولے جگت نے جواب دیا۔ "میں تو ابھی تین کا ہندسہ لکھ رہا ہوں۔"

وہ بے فکرا بچپن جگت کو یاد آ گیا۔ اُسے افسوس ہوا کہ وہ نہ تو لکھنا پڑھنا ہی سیکھا نہ کھیتی کرنا۔ جو ...سیکھا تھا وہ چھوڑنا پڑ گیا۔

دوپہر کو چندن کھانا دینے آئی۔ کھیت پر کام کرتے ہوئے شوہر کو کھانا پہنچانے کے لئے آنے کا ...میں پہلا واقعہ تھا۔ چال میں پھرتی اور چہرے پر حیا کی سرخی لئے وہ جگت کو ہل چلاتے ہوئے

پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر اردگرد دیکھ کر جب اُس نے یقین کرلیا کہ کوئی نہیں ہے تو آوا
دی۔ ''ارے چلئے! روٹی کھا لیجئے۔''

لنگی سے ہاتھ اور چہرے کا پسینہ خشک کرتا ہوا جگت آ گیا۔ ''اری! تم کہاں سوگئی تھیں؟ یہاں د
گھنٹے سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ ایسی تیز بھوک لگی تھی کہ دل میں دو چار گالیاں بک دیں۔''

''اچھا......؟'' وہ آنکھیں نچاتی ہوئی بولی۔ ''پھر تو آپ کی گالیاں مجھ تک پہنچ گئیں۔ کیونکہ د
گھنٹے سے مجھے ہچکی آ رہی تھی۔'' چندن نے کھانا نکالتے ہوئے مزید کہا۔ ''میں تو کھانا لانے کے لئے
بے چین تھی مگر ماں نے روک لیا۔ کہنے لگیں۔ ''اری! ابھی سورج سر پر آنے دے پھر کھانا دینے
جانا۔ ابھی کھیت کی طرف چل دی تو دیکھنے والے مذاق اُڑائیں گے۔''

جگت کچھ دیر تک کھانے میں مشغول رہا، پھر پیٹ میں کچھ جانے کے بعد بولا۔ ''چندن
تمہارے ہاتھ کے پراٹھے بڑے میٹھے معلوم ہو رہے ہیں۔''

چندن کور جگت کو کھاتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ شادی کے اتنے سالوں بعد اس طرح کھلے عا
اپنے شوہر کو کھانا کھلا رہی تھی۔ ''میرے ہاتھ کے پراٹھے تو چار دن سے کھا رہے ہو مگر مٹھاس آج
محسوس ہوئی؟'' چندن نے ہنس کر کہا۔

''بھئی تم کھلانے بیٹھی ہو لہٰذا میٹھے لگ رہے ہیں۔''

''نہیں بھئی۔ آپ نے آج ہل چلانے کی مشقت کی ہے۔ یہی وجہ ہوگی۔'' چندن نے لاڈ سے
کہا اور دو پراٹھے اور تھالی میں رکھ دیئے۔ پانی پیتے ہوئے جگت نے اچانک پوچھا۔

''چندن! اپنے پڑوسی کا کھیت آج کل کون سنبھال رہا ہے؟''

چندن خوفزدہ ہوگئی۔ اُس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ جیسے کھیت میں کام کرنے والے کو
پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو، اس طرح پیشانی پر ہاتھ کا چھجا کر کے بولی۔ ''ہوگا کوئی...... ہمیں کیا لینا
ہے......؟''

''گھر اور کھیت سب کچھ چھوڑ کر کہاں چلا گیا؟'' جگت نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

تب چندن اُلجھن میں پڑ گئی۔ پھر مجبوراً جواب دیتی ہوئی بولی۔ ''ایسے لوگوں کو یاد کرنے سے
فائدہ کیا؟ جہاں بھی گیا ہو؟ جان چھوٹی ہماری۔''

''مگر چندن! ویرو کے متعلق تم نے کوئی خبر نہیں دی۔'' چندن جس سوال کو ٹالنا چاہتی تھی وہی اُس
کے دل پر نشتر کی طرح لگا۔ ہنستا چہرہ بنائے بغیر چھٹکارا نہیں تھا۔ جگت نے بے چینی کا اظہار کیا۔ ''تم
اُس سے ملنے جاتی تھیں یا نہیں؟ وہ مزے میں تو ہے ناں......؟''

''ہم...... ہاں ہاں......'' چندن اُلجھن میں پڑ گئی۔ ''آخری بار اُس کے گھر گئی تب وہ نہیں ملی۔''
پھر زیادہ جھوٹ نہ بولنا پڑے لہٰذا بولی۔ ''ارے ہاں...... ایک بار تو برقعہ اوڑھ کر ہمارے ہاں آئی تھی
بڑی عدالت کا فیصلہ معلوم کرنے۔'' یہ سن کر جگت خوش ہوا۔ مگر یہ خوشی عارضی رہی۔

''پھر اتنے دنوں سے ملنے کیوں نہیں آئی؟ مجھے فکر ہو رہی ہے۔''

''کیوں...... ویرو بہن سے ملنے کی بہت جلدی ہے؟'' وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ مگر پھر وہ سنبھل
گئی۔ ''وہ بہت سمجھدار ہے۔ جانتی ہوگی کہ گھر رشتے داروں سے بھرا ہوگا اُس نے سب کے درمیان

...ا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔

یہ دلیل جگت نے قبول کرلی۔ اُسے اطمینان ہوگیا۔ چندن گھر جانے کو دیر ہوگی کا بہانہ کر کے
...ہاں سے سرک گئی۔ اسی وقت سے وہ جگت سے تنہائی میں ملاقات ٹالتی رہی۔ ایک جانب جگت سے
...نہائی پانے کے لئے دل تڑپتا، دوسری جانب ہلکا سا خوف اُس پر غالب رہتا۔ ویرو کی بات ہوگی
...ھر......؟ وہ بار بار جھوٹ بول کر لمبا خطرہ مول لے رہی تھی۔ ایک بار خیال آیا کہ اُنہیں سچ کہہ دیا
...ائے کہ اب مجھے ویرو کے متعلق نہ پوچھنا، مجھے اچھا نہیں لگتا۔ مگر ایسا کہہ کر وہ جگت کا دل دُکھانا نہیں
...ا ہتی تھی۔

وہ سچ نہیں کہہ سکتی تھی۔ جھوٹ سہہ نہیں سکتی تھی۔ دو ہفتے سلامت گزر گئے۔ جگت اب گھر کی ذمہ
...دار یوں میں دلچسپی لینے لگا۔ قرض کتنا بھرا جانا ہے؟ اس کا حساب بھی باپو کے پاس بیٹھ کر سمجھ لیا۔
...برا...و کی شادی کے سلسلے میں ایک مانگ آئی تھی اس کے متعلق بھی ایک بار گھر والوں سے بات چیت
...لی۔ ماں جی کو دل میں یقین ہوگیا کہ جگت اب ٹھیک ہوگیا ہے۔ اُن کا بیٹا کبھی گھر چھوڑ کر جانے کا
...ام نہیں لے گا۔ ویرو کو شاید وہ بھول چکا ہے۔ اتنے عرصے میں اُس نے ایک بار بھی نہیں پوچھا تھا۔
...گھر پر آخر سکھ کا سایہ ہوا۔

اُسی رات جگت چندن سے جیل کے دنوں کی باتیں کر رہا تھا۔ اچانک اُسے کچھ یاد آیا، اسی طرح
...ا۔ ''چندن! تمہیں یاد ہے ایک بار جب تم لاہور جیل میں مجھ سے ملنے آئیں تب ویرو کی پرچی لائی
...تھیں؟'' چندن پر جیسے برق گری ہو۔ وہ بھڑک گئی۔

''کون سی پرچی؟ کتنے سال پہلے کی بات کر رہے ہو؟ آپ کی جدائی میں تو میں بہت کچھ بھول
...گئی ہوں۔''

''تم نے اگر وہ پرچی پڑھی ہوتی تو کبھی نہ بھولتیں۔'' جگت پُرمسرت انداز میں بولا۔ ''تمہیں
معلوم ہے اُس میں کیا لکھا تھا؟'' چندن نے انکار میں سر ہلایا۔

''تمہیں ویرو نے بھی نہیں بتایا؟'' جگت چندن کے جواب کا انتظار کئے بغیر بولا۔ وہ بڑی
...خطرناک عورت ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ میں نے اُس کی پرچی پڑھنے کے بعد جیل سے فرار ہونے کا
ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔'' اور جگت پرچی کے الفاظ یاد کرنے لگا۔ چندن کو اُس کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔
مگر زبان اُلٹی چل جانے کے بعد انجان بننے کی اداکاری کرتی تھی۔

''ٹھہرو...... میں تمہیں بھی پرچی پڑھاتا ہوں۔ میں نے اُسے حفاظت سے رکھا ہے۔'' یہ کہتا ہوا
...وہ بستر سے کھڑا ہوگیا۔ برابر والے کمرے میں جا کر بڑا صندوق کھولتے ہوئے دوسرے کمرے
میں بیٹھی ہوئی چندن سے پوچھا۔ ''ارے چندن...... صندوق میں ایک پیتل کی ڈبیہ رکھی تھی وہ کہاں
...گئی؟'' چندن سر تا پا لرز گئی۔ پیتل کی ڈبیہ ان کے ہاتھ کہاں سے لگ گئی؟ اُس میں تو اُس نے
...اپنے شخص کا انگوٹھا چھپا کر رکھا تھا۔ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہوگا؟ چندن کے کپکپاتے ہوئے ہاتھ
...جڑ گئے۔ ''بھگوان! دو ہاتھوں سے دیا ہوا سکھ اب چار ہاتھ سے چھین نہ لینا۔''

''چندن! ڈبیہ مل گئی۔'' جگت کے ان الفاظ کو سنتے ہی وہ اُس کے پاس دوڑ گئی۔

''لائیے...... میں وہ چٹھی پڑھ کر سناتی ہوں۔'' ایسا کہہ کر ڈبیہ اُس سے لینا چاہتی تھی مگر اُس سے

پیشتر جگت ڈبیہ کا ڈھکن اُٹھا چکا تھا۔

گھر آ کر سب سے پہلا کام اُس نے اُوپر آتے ہوئے صندوق کھول کر پرچی سنبھال کر رکھنے کا کیا تھا۔ چار سال سے اُس نے جان کی طرح اس پرچی کی حفاظت کی تھی۔ کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے اُس نے پرچی چھپانے کے لئے صندوق پسند کیا۔ صندوق کی تہہ میں وہ پرچی دبانا چاہتا تھا مگر اُس کے ہاتھ ڈبیہ لگ گئی۔ لہٰذا اندھیرے میں جلدی سے پرچی ڈبیہ میں رکھ کر صندوق کی تہہ میں رکھی اور تیزی سے نیچے چلا آیا۔ اُس کو یہ خیال نہیں ہوا کہ ڈبیہ میں کچھ اور بھی ہے۔ مگر اس وقت ڈبیہ کھول کر دیرو کی پرچی ہاتھ میں لی کہ اُس کے نیچے پڑی ہوئی چیز پر جگت کی نظریں جم گئیں۔

"ارے..... اس میں کیا ہے؟" یہ سن کر چندن کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ جگت کی حیرت بڑھ گئی۔

"ارے..... یہ تو کسی کا ناخن ہے۔ انگوٹھے کا ناخن معلوم ہوتا ہے....." اُس نے سر گھما کر چندن کی جانب دیکھا۔ چندن کا چہرہ پسینے سے بھیگ گیا تھا جیسے ابھی رو دے گی۔ ٹوٹ جائے گی۔ وہ لرز رہی تھی۔ تب جگت نے محسوس کیا کہ کوئی غلط بات ہو گئی ہے جو اس سے چھپائی گئی ہے۔ "چندن! تم اتنی گھبرا کیوں گئی ہو؟" جگت نے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ "ارے پسینے سے تمہاری پشت بھیگ گئی ہے۔" پھر ڈبیہ میں دیکھنے لگا۔ ناخن کے ساتھ ہی سوکھے ہوئے گوشت کے ذرّے بھی نظر آئے۔ اُس نے یاد کیا مگر گھر میں کسی کا انگوٹھا کٹا ہوا نہیں تھا۔ پھر یہ کس کا انگوٹھا تھا؟ کیوں حفاظت سے رکھا گیا تھا؟

چندن نے محسوس کیا کہ جگت بھڑ جائے گا۔ اس صورت میں غلط فہمی پیدا ہو گی۔ اس خطرے سے پیشتر کہہ دینا چاہئے۔ ہمت کرتی ہوئی بولی۔ "چلئے! میں آپ کو سب بتاتی ہوں۔ یہ انجانے شخص کا انگوٹھا ہے۔"

"انجانے آدمی کا انگوٹھا ہے.....؟" جگت کی حیرت بڑھ رہی تھی۔ مگر انجانے شخص کا انگوٹھا ہے اتنا جاننے کے بعد اُسے اطمینان ہوا کہ دیرو کا نہیں ہے۔

"اُوپر والی کورٹ کا فیصلہ سننے باپو جی لاہور گئے ہوئے تھے۔ اُس رات میں اور ماں جی گھر میں اکیلی تھیں۔" چندن نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "پھر نصف شب کے بعد کوئی شخص چھت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے کی زنجیر کھول رہا تھا۔ پہلے تو میں گھبرا گئی پھر نہ جانے کس طرح مجھ میں ہمت آ گئی اور صندوق سے تلوار نکال کر میں نے زنجیر پر وار کیا اور انگوٹھے کا ٹکڑا اُڑ گیا۔ وہ فرار ہو گیا مگر نشانی چھوڑ گیا۔"

جیسے ماننے کی بات نہ ہو اس طرح وہ تحسین اور حیرت کے ملے جلے انداز میں چندن کو دیکھنے لگا۔

"ہم..... تو آپ نے اُس وقت بہادری دکھائی اور اب اُس کا سوچ کر لرز رہی تھیں چندن؟" اُس کی پشت پر چپت جھاڑ کر وہ بولا۔ "مجھے تمہیں شاباش دینی پڑے گی۔"

جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو اسی طرح چندن ہنسی۔ "مجھے آپ سے شاباش نہیں ایک قول چاہئے۔"

"قول.....؟" جگت نے متعجب لہجے میں کہا۔ "آج تم بڑی پُراسرار بن گئی ہو۔"

"اب یہ اسرار نہیں رہا۔ آپ سے بات چھپائی تھی کیونکہ مجھے ڈر تھا....." پھر کچھ ٹھہر کر بولی۔ "یہ واقعہ سننے کے بعد آپ اُس شخص کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ پھر انتقام کے لئے میدان میں

لم پی گے۔ قول دیں آپ ایسا نہیں کریں گے۔" چندن کی پلکیں بھیگ گئیں۔

جگت نے اُسے پیار بھرے انداز میں پہلو میں دبا لیا۔ "اپنے دل سے ڈر نکال دو چندن! مگر سمجھ ل نہیں آتا کہ ایسا کرنے کی ہمت کس نے کی؟ ہمارے دشمن نے.....؟"

"نہیں، نہیں....." چندن نے اُسے درمیان میں روک لیا۔ "وہ مسلمان تھا۔ اس کے ناخن پر ہ دی لگی ہوئی تھی۔ ممکن ہے چوری کرنے آیا ہو بیچارہ۔"

"بے چارہ.....!" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔ "ڈاکو کے گھر میں گھسنے کی تم نے سزا دے دی چندن.....!"

"گھر میں نہیں، صرف چھت پر چڑھنے کی سزا ہے۔ کسے معلوم اندر آ کر واپس لوٹتا بھی یا نہیں؟" کہہ کر چندن چونک گئی۔ "مگر دیکھو! باپو سے نہ کہنا۔ میں نے اور ماں جی نے اُن سے چھپایا ہے۔"

"تم ساس بہو نے اور کیا کیا چھپایا ہے؟" جگت نے مذاق میں کہا۔ مگر چندن تڑپ گئی اور جو چھپایا تھا کہہ دینے کی خواہش زور کرنے لگی۔ مگر ساس کی قسم نے اُس کی زبان روک دی۔ چندن نے بات ٹالنے کی غرض سے جگت کے ہاتھ سے ڈبیہ لیتے ہوئے کہا۔

"لائیے! میں اسے پھینک دوں۔ میں نے آپ کو بتانے کے لئے اسے حفاظت سے رکھا تھا۔"

مگر جگت نے ڈبیہ نہیں دی۔ "اس کی کیا جلدی ہے بھئی! یہ تو تمہاری بہادری کی نشانی ہے۔ ہم سے حفاظت سے رکھیں گے۔"

"مجھے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں بتانا۔" چندن نے ضد کی۔

مگر جگت نہ مانا۔ "مجھے ایک شخصیت کو بتانے کے لئے اسے رکھنا ہے۔" چندن چونکی۔ دیرو کو انے کی بات ہو رہی تھی۔

"سے بتانے کے لئے.....؟" چندن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

جگت نے اُس کے رُخسار پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔ "ہمارے بیٹے کو..... بڑا ہو کر وہ کہہ سکے گا کہ راباپ ڈاکو تھا تو ماں بھی کم نہیں تھی۔"

یہ سن کر چندن نے شرما کر جگت کی گود میں منہ چھپا لیا۔ جگت نے آج پہلی بار باپ ہونے کی نہ دی تھی۔ جس کی خوشی کے طور پر چندن کی آنکھیں مسرت کے آنسو بہانے لگیں۔

O

ہوائی کے لئے بیچ لیتا تھا۔ لہٰذا سوہن سنگھ سحر کے وقت ہی بیدار ہو گئے۔ سسر ناشتہ کر کے جائیں پ کا چندن انتظار کرنے لگی۔ جگت بیدار ہونے کے بعد نیچے اُتر آئے اس سے پیشتر وہ ماں جی سے کچھ کہہ دینا چاہتی تھی۔ سوہن سنگھ دروازے کی کھڑکی بند کر کے گئے تب ماں جی پوجا کرنے بیٹھ لی تھیں۔ چندن اُن کے قریب آ گئی۔

"ماں جی! آپ پوجا میں بیٹھیں، اس سے پیشتر میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" سرگوشیانہ کا میں کہتی ہوئی چندن کو ماں جی دیکھنے لگیں۔

"کہہ ڈالو..... کیا بات ہے؟"

"میں نے رات انہیں وہ بات بتادی۔"

"کون سی بات......؟" ماں جی کی بھنویں تن گئیں۔ "ویرو کی بات؟"

"نہیں...... انگوٹھے والی بات۔ مجھے کہنی پڑی۔ اُن کے ہاتھ میں ڈبیہ آگئی تھی۔" چندن بچا کے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"سن کر جگت پر کیا اثر ہوا......؟" ماں جی کا تجسس بڑھ گیا۔

"جیسا میں نے سوچا تھا ویسے غصے نہیں ہوئے، بلکہ خوش ہوئے۔"

ماں جی کو اطمینان ہو گیا۔ "جگت اب بدل گیا ہے۔ بات بات پر بپھرے گا نہیں۔" یہ کہہ کر وہ مالا گھمانے لگیں۔

"مگر ماں جی! میں کہہ رہی ہوں کہ اب ویرو والی بات بھی کہہ دو تو بہتر ہوگا......" چندن کا جملہ پورا ہونے سے پیشتر ماں جی کے چہرے کے تاثرات تنگ ہو گئے۔ چندن کور کچھ ہچکچائی پھر بولی: "مجھے وہ بار بار پوچھتے ہیں۔ تب مجھے بات اڑانی پڑتی ہے۔ دیر ہو اس سے بہتر ہے بتا دینا چاہیے۔" چندن کی آواز میں عاجزی تھی۔

"دیر یا جلدی جو ہو اس میں اب فرق نہیں آئے گا۔" ماں جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "میں تم سے زیادہ مردوں کے مزاج پہچانتی ہوں بہو...... ویرو کی فکر کرنے کی بجائے تم میرے بیٹے کو اس طرح اپنی محبت کا اسیر کر لو کہ پھر کسی کی فکر نہ کرنی پڑے۔"

چندن کو یہ بات کچھ کڑوی لگی۔ اُس نے پُرجوش انداز میں دلیل دی۔ "مگر ماں! باہر سے انہیں معلوم ہو گیا کہ ویرو لاپتہ ہے اس سے ہم انہیں سمجھا دیں تو انہیں کم دھچکا محسوس ہوگا۔"

جب چندن یہ کہہ رہی تھی جگت اُوپری منزل سے نیچے آنے کے لئے پہلی سیڑھی پر پیر رکھ رہا تھا۔ وہ وہیں جم گیا۔ ویرو لاپتہ ہے؟ اُس کے جسم میں آگ بھڑک اُٹھی۔ ماں جی نے چندن کو جو جواب دیا وہ غور سے سننے لگا۔ "بہو! تمہیں میری قسم سے بڑھ کر کہنا ہے تو کہہ سکتی ہو۔"

اور جگت نے دانت پیس لئے۔ "میری سگی ماں نے مجھے اندھیرے میں رکھنے کے لئے چندن کو قسم دی تھی؟ کس کے لئے؟ جس ویرو نے میری خاطر گھر چھوڑ دیا، جھوٹی گواہی دی، طلاق لی، سماج میں بدنامی مول لی۔ ویرو کی مدد کرنے کی بجائے اُس کے کم نصیب پر چھوڑ دیا۔"

اُوپری منزل سے کودنے کو جگت کا دل چاہا مگر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اندر کے کمرے میں جا کر صندوق کھولا، صافہ باندھ لیا، تلوار لینی چاہئے یا نہیں؟ یہ سوچا۔ اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر کوئی اُسے روکے گا؟ اور اُسے جہاں جانا ہے وہاں نہیں جانے دیں گے۔ اُس نانا والی لاٹھی یاد آئی۔ فولادی خول والی لاٹھی اُٹھائی اسی لمحے پانچ سال سے ذہن میں سویا ہوا شیطان پھر جگت کے ذہن پر سوار ہو گیا۔ صندوق بند کر کے اُس کی نظر ڈبیہ پر گئی جس میں ویرو کی پرچی اور انگوٹھے کا ناخن حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔ ڈبیہ کو چوغے کی جیب میں رکھ کر وہ دھڑ دھڑ...... اُوپری منزل کی سیڑھیاں اُتر گیا۔ اُس کا ہیبت ناک رُوپ دیکھ کر ماں جی لرز گئیں۔ جگت ماں جی کو سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے نتھنے پھول گئے۔ جیسے آتش فشاں پھٹنے والا ہو ایسے دبدبے سے وہ کھڑا ہوا تھا...... "جگت! اس وقت کہاں جا رہے ہو؟" ماں جی نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں تم لوگ مجھے جانے نہیں دینا چاہتے۔" جگت نے دانت پیس کر کہا۔ "ویرو سے ملنے۔"

ماں جی کے پیروں تلے سے دھرتی کھسکتی نظر آنے لگی۔ چندن کے دل پر نشتر لگا۔

"پرائی عورت کو ملنے کی جلدی اچھی نہیں۔" ماں جی نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔ "میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"جس کو تم پرائی عورت کہہ رہی ہو ماں! اُس نے ہمیں اپنا سمجھ کر قربانی دی ہے۔ یہ کیوں بھول رہی ہو؟" جگت نے بلند آواز میں کہا۔ "تم یا چندن نے جو کچھ میرے لئے کیا ہے، ویرو نے بھی اس سے کم نہیں کیا۔"

"اس کا مطلب ہے تم اُسے اپنی ماں اور بیوی کے برابر درجہ دے رہے ہو؟" ماں جی گرجیں۔

جگت پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ "ماں! تم گاؤں کو جگاؤ گی تب بھی میرا ارادہ متزلزل نہیں ہوگا۔"

ماں جی پھرتی سے دروازے کے قریب دوڑ گئیں اور ہاتھ پھیلا کر بولیں۔ "میرے جسم پر سے جانا ہے تو جاؤ......!"

"تم میرا راستہ نہ روکو ماں!" جگت نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھ سے سچ بات چھپا کر تم نے میرے دل کو صدمہ دیا ہے۔ میں یہ کبھی بھول نہیں سکوں گا۔" کہتا ہوا جگت آگے بڑھا۔ ماں اُس سے لپٹ گئی۔ غصے کے جوش میں جگت کی لاٹھی بلند ہوئی مگر سامنے ماں کھڑی ہوئی ہے، لاٹھی رُک گئی۔ کیونکہ ماں نے کہا تھا۔

"بیٹا! میرا کہنا مان جا...... میں تمہیں سب باتیں بتاتی ہوں۔ تم جس عورت کی خاطر ماں کا سامنا کر رہے ہو وہ ہلکی عورت نکلی ہے جگت......"

وہ بری طرح بپھر گیا۔ "ویرو کے بارے میں ایک غلط لفظ میں برداشت نہیں کر سکتا میں تمہیں بتا رہا ہوں ماں!"

"نہیں بیٹا! میں تمہارے بھلے کی خاطر کہہ رہی ہوں۔ میں جو جانتی ہوں، تم نہیں جانتے جگت!" بیٹے کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر ماں رو رہی تھی۔ "وہ گھر سے بھاگ گئی۔ تم رہا ہوئے اس سے پیشتر بھاگ گئی۔"

جگت کا غصہ اور بھڑک گیا۔ "اور یہ بات تم نے مجھ سے کیوں چھپائی ماں؟" جگت ماں کو الگ کرنے کے لئے زور آزماتا ہوا بولا۔ "میں ویرو کو جانتا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں اُسے کوئی پہچان نہیں ماں...... مجھے جانے دو! اگر اُسے کچھ ہو گیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

جگت کھڑکی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ماں جی اُسے پوری قوت سے روک رہی تھیں۔ وہ بھی جگت کے ساتھ گھسٹ رہی تھیں۔ چندن ایک طرف کھڑی بری طرح رو رہی تھی۔ نہ تو ساس کو سمجھا سکتی تھی اور نہ جگت کو لوٹا سکتی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا بھگوان ایک بار پھر اُس کا سکھ لوٹ رہا ہے۔

"جگت! خبردار جو تم نے گھر کی چوکھٹ پار کی۔" ماں جی حلق پھاڑ کر گرجیں۔ مگر جگت کے سر پر سوار ہونے والے شیطان نے اُس کی پرواہ نہیں کی۔ آنکھ سے سیلاب کی طرح بہتے آنسوؤں کے ساتھ روتے ہوئے ماں نے آخری کوشش کی۔

"اس گھر کی چوکھٹ پار کرو گے تو اس صورت میں تم ماں کی لاش پر واپس لوٹو گے......!"

"تم کہتی ہو تو میں کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔" کہتے ہوئے جگت نے جھٹکے سے چھڑایا اور ایک ہی جست میں چوکھٹ پار کر گیا اور ایک جھٹکے سے باہر کی زنجیر لگا دی۔ جاتے اُس نے سنا...... ماں بند کھڑکی پر سر پٹخ رہی تھی۔ مگر جگت طوفان کی طرح فرار ہو گیا......!!

O

تاؤ کے کھیت پر سے لی ہوئی گھوڑی پر بیٹھ کر وہ ویرو کے گھر پہنچا۔ وہاں تالا تھا۔ گلی کے ساتھ لے کر جہاں ویرو کا باپ کھیت میں کام کر رہا تھا، وہاں چلا گیا۔ اُس کا نام سن کر ویرو کے با دل بیٹھ گیا۔ "ویرو کہاں ہے......؟" اُس نے جاتے ہی سوال کیا۔ جواب کے انتظار میں اُس لاٹھی کی برچھی سے اُس کا نشانہ لیا۔ ویرو کے باپ نے لرزتے ہوئے کہا۔

"آپ ابھی آ رہے ہیں۔ بیٹھیں! پانی وغیرہ پئیں پھر بتاتا ہوں۔"

"مجھے ابھی جواب چاہئے اور سچا جواب چاہئے۔" اُس نے دانت پیس کر کہا۔

"سچ ہی بتاؤں گا بھائی!" ویرو کا باپ رونی صورت بنا کر بولا۔ "وہ غلط عورت تھی۔ چار بمشکل حفاظت کر سکا مگر تین ماہ پہلے نظر بچا کر بھاگ گئی۔"

"بھاگ گئی یا کوئی اغواء کر کے لے گیا؟" جگت گرجا۔

"دونوں باتیں سچ ہیں میرے باپ...... میرے نصیب پھوٹ گئے۔"

"نصیب پر پھر رونا پہلے بھونک! کہ کون اغواء کر کے لے گیا؟" جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا جب اغواء کرنے والے کا نام سنا تو اُس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"بچن اغواء کر کے لے گیا...... تمہارا ساتھی......!"

"بچن......؟" جگت نے ہونٹ کاٹے۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ "تم رہے ہو؟"

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ......؟" وہ چار آنسو گراتا ہوا بولا۔ "جاتے ہوئے کہتا گ جگت جیل سے رہا ہو اس سے پیشتر ویرو میری ہو جائے گی۔"

جگت نے گھوڑی کو ایڑ لگائی۔ مگر پھر رُک کر بولا۔ "اگر تیری بات جھوٹ ثابت ہوئی تو و لوٹ کر تیری کھال اُتار دوں گا۔"

OOO

بھوک پیاس کی پرواہ کئے بغیر...... آرام کے لئے رُکے بغیر جگت دہکتی ہوئی گرمی میں بچن کی تلاش میں بھٹکنے لگا۔ نفرت کا زہر اُس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ ہاتھ پیر میں فولادی زنجیر پہن کر جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں پانچ سال تک وہ کیوں پھنسا رہا تھا؟ یا جس گھر کی عداوت کی خاطر وہ ڈاکو بنا اُس گھر کے سکون کی خاطر پولیس کے حوالے ہوا۔ اسی گھر میں اُس کی ماں نے قدم رکھنے کی ممانعت کی...... کیوں؟ ویرو سے میں ملنے جاؤں کیا یہ پاپ تھا؟ کیوں اُس نے مجھ سے یہ بات چھپائی؟ چندن کو قسم دے کر ماں نے اُس کے لب سی دیئے...... ویرو لاپتہ ہے یہ جاننے کے باوجود اتنے دن گھر میں بند رکھا؟ میں رہا ہو کر آیا اس کی خوشی منائی، سارے گاؤں کو کھانا کھلایا، شکر تقسیم کی۔ سب نے موج اُڑائی۔ اور ویرو کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ اس کا خیال کسی نے نہ کیا۔ سب مفاد کے رشتے دار ہیں۔ ماں، باپو، عورت۔ نہیں...... چندن کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ اب یاد آ رہا ہے کہ جب میں ویرو کے متعلق معلوم کرتا وہ اُداس ہو جاتی۔ گھر سے نکل رہا تھا تب ماں نے روکا مگر وہ بیچاری ایک لفظ نہیں بولی۔

"اور بچن......؟" جگت نے گھوڑی کے پہلو میں زور سے ایڑ لگائی۔ پھر دانت پیس کر بڑبڑایا۔ "بچن...... میرا جگر جان دوست...... جسے میں نے ویرو کی دیکھ بھال کے لئے کہا تھا وہی ویرو کو اغواء کر کے لے گیا؟ نہیں نہیں...... دل نہیں مانتا۔ ویرو کا باپ اس قدر جھوٹ کس لئے بولے گا؟ ممکن ہے بچن کو میں نے اُس کی محبوبہ اُچلا سے الگ رکھا اس کا اُس نے انتقام لیا ہو؟ مگر میں اُسے نہیں چھوڑوں گا۔ بے ایمانی کا حساب سود سمیت وصول کروں گا چاہے پھانسی چڑھ جاؤں۔"

ویرو کیا ہنسی خوشی بچن کے ساتھ فرار ہو گئی؟ نہیں ویرو...... تمہاری خاطر...... تمہاری پرچی کے اعتماد پر میں نے جیل کے بُرے دن سہہ لئے۔ میں شان سے تمہارے پاس آنا چاہتا تھا۔ دنیا نے جسے ٹھکرایا، سماج نے جسے بدنام کیا اُس عورت کا ہاتھ تھام کر میں گھر لانا چاہتا تھا۔ اب بھی پاتال میں سے تمہارا پتہ لگا کر تمہیں حاصل کر کے دم لوں گا۔" خیالات کا ہجوم اُس کے ذہن کو گھیر رہا تھا۔ دل کے نرم احساسات کے درخت زمین بوس ہوتے جا رہے تھے۔ بچن کی تلاش میں اُسے بہت بھٹکنا پڑا۔ پرانے انفار مروں سے اُس کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ جگت کو دیکھ کر سب خوش ہوئے۔ مگر بچن کہاں ہے؟ اس کی اطلاع اُنہیں بھی نہیں تھی۔ اُس نے دو چار کی زبانی بھی سنا کہ بچن اب غروب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھی ٹوٹ چکے ہیں۔ چھپنے کے لئے روز نئی جگہ بدلنی پڑتی ہے۔ پولیس بری طرح تعاقب کر رہی ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس کے پاس اسلحہ اور کارتوس تک نہیں ہوتے۔ اب وہ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکے گا۔

سورج ڈھل رہا تھا۔ تب جگت کی ایک پرانے انفارمر سے ملاقات ہو گئی جسے بچن کا پتہ تھا۔

"مگر جگت سنگھ! ہم رات کے اندھیرے میں جائیں یہ بہتر رہے گا۔ آج کل پولیس نگاہ رکھتی ہے۔ آپ کو دیکھ کر شک کرے گی۔ اس صورت میں پوری پارٹی پکڑی جائے گی۔" اُس نے جگت کو سمجھایا۔ مگر جگت ایک لمحہ کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"پولیس کی ایسی کی تیسی۔ مجھے اسی لمحے پہنچنا ہے۔" جگت کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔

"چل بیٹھ جا گھوڑی پر......!"

انفارمر ڈر گیا۔ "کیا جگا پھر ڈاکو گیری شروع کرے گا؟" مگر جگت کا مزاج دیکھ کر وہ پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا نہ ہی جگت نے بچن کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ گھوڑی کے منہ سے جھاگ بہنے لگا تب انفارمر نے توجہ دلائی۔ "اب یہ گر پڑے گی...... اسے تھوڑا آرام دو......" مگر جگت نے اُس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ دن ڈوبتے وقت وہ پڑاؤ پر آ گئے۔

جگت اس پرانے کھنڈر میں داخل ہوا اس سے پیشتر پہرہ دیتے ہوئے بچن کے ساتھی نے مسرت کا اظہار کیا۔ "سردار جی جیل سے رہا ہو کر آ گئے۔ ٹھیک وقت پر آئے ہیں......" کہہ کر اُس نے جگت کی گھوڑی کی لگام تھام لی۔ "ہمارے تو اب آخری دن گنے جا رہے ہیں۔"

مگر جگت کی آنکھوں میں پھنکارتے ہوئے غضب کو دیکھ کر اُس کی مسرت ہوا میں اُڑ گئی۔ جگت کے ساتھ آئے ہوئے انفارمر نے اُسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "معاملہ بڑا سنجیدہ ہے۔ میں دو گھنٹے سے ساتھ ہوں مگر جگت نے ایک لفظ نہیں بولا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کسی سے لڑائی ہوگی۔"

جگت کو کھنڈر میں داخل ہوتے دیکھ کر بچن کے نئے پرانے ساتھی حیرت میں پڑ گئے۔ مشعل کی روشنی میں رائفل صاف کرتے ہوئے دو آدمیوں کے ہاتھ رُک گئے۔ جگت کی پہچان والے مسرت بھرے انداز میں چیخ اُٹھے۔ "جگت سنگھ......!"

جگت اُن میں سے ہر ایک کے چہرے کو دیکھ کر ہاتھ میں تھامی ہوئی لاٹھی فرش پر مارتا ہوا بولا۔ "کہاں ہے بچن......؟" پانچ سال بعد واپس لوٹے ہوئے جگت کا غضب ناک رُوپ دیکھ کر سب لرز گئے۔ کھنڈر میں سناٹا پھیل گیا۔ جگت پھر سوال پھینکنا چاہتا تھا اسی لمحے برابر والے کمرے سے کھٹ کھٹ کی آواز قریب آنے لگی۔ جگت چار قدم آگے بڑھا۔ اب اُس نے لاٹھی بلند کر لی تھی۔ نزدیک آتی ہوئی آواز نے اُس کے ذہن کو پُر جوش بنا دیا تھا۔ اُس کے سینے میں طوفان کروٹیں لے رہا ہو اس طرح وہ ہانپ رہا تھا۔ وہ کیسی آواز ہے اس کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ کمرے کے دروازے پر جمی ہوئی نظر میں زہر بھرا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اُس کے جبڑے سخت ہو گئے۔

سامنے ہنومان نظر آیا...... دونوں بغلوں میں لکڑی کی گھوڑی دبائے وہ اس کے سہارے آ رہا تھا۔ جگت کو دیکھتے ہی ہنومان کی آنکھوں سے پیار کے چشمے پھوٹ پڑے۔ "ارے...... ج...... گ...... ت......" کسی سرنگ سے آواز آ رہی ہو ایسا محسوس ہوا۔ وہ جوش میں یہ بھول گیا کہ وہ اپاہج ہے۔ جگت سے لپٹنے کے لئے اُس نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اُس کے ساتھ لکڑی کی گھوڑیاں بغلوں سے سرک کر گر گئیں۔ ہاتھ میں پھرتی اُبھر رہی تھی۔ مگر اُسے یہ خیال بھی نہیں رہا کہ ساکت ہیں۔ اس کا اُسے جب خیال آیا تو وہ توازن کھو کر لڑکھڑاتا ہوا گرا۔ اسی لمحے جگت لاٹھی

پھینک کر جھپٹا اور ہنومان کو بازوؤں میں تھام لیا۔

"ارے...... ارے...... سنبھل ہنومان!"

جگت کے شانے پر لٹک کر ہنومان اُس سے بغل گیر ہو گیا۔ پوری قوت سے ہاتھوں کا دباؤ دیا۔ "جگت یار! تم آ گئے۔" بولتے ہوئے اُس کی آواز بھیگ گئی۔ "جیل سے رہا ہونے کی خبر ملی اُس دن سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ میں سمجھنے لگا کہ گھر کی محبت میں دوست کو بھول گیا ہوگا۔" ہنومان آنسو نہ روک سکا۔ جگت کے سینے پر اُس کے گرم گرم آنسو بہنے لگے۔ "دوست! تمہارے ساتھ جیل آیا تھا۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہیں تھا......" پھر دو ایک سسکیاں لیتا ہوا بولا۔ "یہاں بچن پر بوجھ بن کر پڑا ہوا ہوں۔"

بچن کا نام آتے ہی جگت کا خون جوش میں آ گیا۔ "ہنومان! بچن کہاں ہے؟" جگت کی آواز کی لرزاہٹ ہنومان سمجھ گیا۔ اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا جگت کا چہرہ غضب ناک ہو رہا تھا۔ اتنے سال بعد یار ملا اس کے باوجود جگت کے چہرے پر خوشی نہیں تھی۔ ہنومان چونک گیا۔ اُس کی آنکھ کے آنسو بھاپ بن کر اُڑ گئے۔

"جگت! کیا بات ہے؟ تم کس مصیبت میں ہو؟ تم اتنے غضبناک کیوں ہو رہے ہو؟"

"میں بچن سے حساب لینے آیا ہوں۔" دانت پیس کر جگت بولا۔ تب ہنومان ہوشیار ہو گیا۔ لیکن...... جگت صرف اُسے ملنے نہیں آیا تھا۔

آس پاس کھڑے ہوئے ساتھیوں کی موجودگی کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ "جگت! چلو ہم اندر جائیں گے۔ بچن کچھ دیر میں آ جائے گا۔" نیچے پڑی ہوئی ہنومان کی گھوڑی لینے کے لئے جگت جھکا مگر ہنومان نے اُسے روک دیا۔ "نہیں...... آج تو جگت! تمہارے شانوں کے سہارے چلنے کو جی چاہتا ہے۔ جیل کی خوراک کھا کر تم تگڑے ہو رہے ہو۔"

جگت کے سہارے چلتا ہوا ہنومان اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جگت کے شانے پر رکھا ہوا ہاتھ زور سے دبا لہٰذا اُسے خیال آ گیا۔ "ارے جگت! تمہارا جسم گرم ہے۔"

"جسم نہیں ہنومان! میرا خون گرم ہے۔ جب تک بچن سے حساب نہیں لوں گا، ٹھنڈا نہیں ہوگا۔"

کمرے میں داخل ہو کر ہنومان نے کہا۔ "جگت تم کو دیر ہو گئی۔ بچن تمہارا حساب نہیں دے سکے گا۔" پھر اُس نے دیکھا یہ سن کر جگت کی بھنویں تن گئی تھیں۔ پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔ ہنومان نے مزید کہا۔ "تم دو مہینے لیٹ ہو گئے جگت! تمہاری امانت ہم سنبھال نہیں سکے۔"

"ہنومان! تم ایسا بدل رہے ہو؟" جگت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ "تمہارے اعتماد پر میں نے جیل میں پانچ سال مزدوری کی اور باہر آ کر دیکھتا ہوں جسے دوست سمجھا تھا وہی بے ایمان نکلا۔"

اب ہنومان برداشت نہیں کر سکا۔ "جگت! تم حد سے باہر جا رہے ہو۔ یہاں سے گئے، ویسے جگت تم نہیں ہو۔" ہنومان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ "جاتے وقت تمہارے حصے کی رقم ہم نے تمہارے سپرد کی تب تم نے خود کہا تھا کہ مجھے لوٹ کی کمائی نہیں چاہئے۔" اتنا سن کر جگت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اُسے روک کر ہنومان بولا۔ "پھر بھی ہم نے آج تک تمہاری رقم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ تم نے ہماری حالت جاننے کی پرواہ کی ہوتی تو تمہیں معلوم ہوتا کہ آخری چار چھ ماہ سے کس مصیبت میں

جی رہے ہیں۔ پولیس ساری پارٹی کو صاف کرنے پر تل گئی ہے۔ ڈاکہ ڈالنا اب کافی مشکل ہے۔ کھانے کی بات چھوڑو کارتوس بھی قرض سے لے رہے ہیں۔ مجبوراً تمہارے حصے استعمال کی اور وہ بھی میں نے اُسے بہت سمجھایا تب بچن مانا۔ بولو جگت! اب تمہیں دوستی سے پیارا لگا ہے کہ اس طرح حساب لینے دوڑے آئے؟" ہنومان ایک سانس میں بول گیا۔

جگت کے چہرے کی سرخی ختم ہو گئی۔ پھر بھی وہ غصے کو قابو میں نہ رکھ سکا اور ہنومان کے جبڑے پر چانٹا مار دیا۔ "بے وقوف! تم یہ سمجھتے ہو کہ میں پیسے کا حساب لینے آیا ہوں؟ مجھے ایسا کم ظرف لیا ہے؟ پھر پیارے دوست کو چانٹا مارتے ہوئے پچھتایا اور اس طرح گھبرائے ہوئے لہجے بولا۔ "ہنومان! میں پیسے کا حساب لینے نہیں آیا۔ ویرو کی تلاش میں آیا ہوں۔ پوری بات سے اُلٹی سیدھی ہانکنے لگتے ہو پھر مجھے کہتے ہو کہ میں پہلے جیسا نہیں رہا۔"

چانٹے کے جواب میں ہنومان نے شاید جگت کے جبڑے پر گھونسا مار دیا ہوتا۔ مگر ویرو کی آئی تب اُس کے ہاتھ کی مٹھی کھل گئی۔ "جگت...... ویرو کی تلاش؟ یہاں؟ کیا ہوا ویرو کو؟" اُس جلدی سے پوچھا۔ تب جگت نے ایک آہ بھری۔

"معلوم ہوتا ہے بچن نے تمہیں خبر نہیں ہونے دی۔" پھر آپ ہی آپ اُس کے دانت بجنے۔ "ہنومان! بچن ویرو کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ میرے ساتھ اُس نے غداری کی۔ دوست تھا اور دغاباز نکلا۔"

"جگت! تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارے دماغ میں شیطان داخل ہو گیا ہے شاید۔" ہنو پھر ہوشیار ہو گیا۔ "تم بچن پر ایسا الزام دھر رہے ہو جس نے ویرو کی سلامتی کی خاطر رات کی حرام کی اور اس کی قدر اس طرح کر رہے ہو؟"

"ہنومان! تم کچھ نہیں جانتے اس وقت میرے دل پر کیا بیت رہی ہے۔ تین ماہ سے ویرو لا ہے۔ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ بچن اُس کی سلامتی کی خاطر نیند حرام کر رہا ہے؟ بولو! تمہیں خبر ہے ویرو کو کوئی اغواء کر کے لے گیا ہے؟"

سچویشن کافی گرم ہو گئی۔ ہنومان پاگلوں کی طرح سن رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا بھاری لہجے میں اُس نے کہا۔ "جگت! ویرو لاپتہ ہے، یہ تمہیں کس نے کہا؟"

"میں خود اُس کے گھر سے ہو آیا ہوں۔ اور میری ماں کو رہائی سے پہلے یہ معلوم تھا۔" جگت دانت پیس لئے۔ "مگر ماں نے مجھ سے چھپایا۔ کسی کو اُس عورت کی مجبوری کا خیال نہیں آیا۔ کے لئے میری محبت کا خیال نہیں کیا۔" جگت کی آواز بھیگ گئی۔

"جگت! تمہاری یہ بات سچ ہے کہ تین ماہ سے ہم نے اُس کی خبر نہیں لی۔" ہنومان پچھتا والے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اس میں بے چارے بچن کا قصور نہیں ہے۔ پولیس کو پتہ چل گیا کہ ہر ماہ ویرو کے باپ کو کچھ رقم دینے آتا ہے لہٰذا بچن کو پھنسانے کے لئے جال بچھایا گیا۔ بچن بمشکل جان بچا سکا۔ وہ تو جان کی بازی لگا کر جانے کو تیار تھا مگر میں نے اُسے روک لیا۔ تمہاری رہائی وقت ہو گیا تھا لہٰذا میں نے اُسے خطرے میں نہیں پڑنے دیا۔"

جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سچ کیا ہے؟ ہنومان جھوٹ بولے

نہیں سکتا تھا اور خود وہ جو جانتا تھا وہ بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا تھا...... "ہنومان! بچن، ویرو کو اغواء رے یہ بات میں کبھی نہ مانتا۔ مگر خود ویرو کے باپ نے کہا کہ تمہاری رہائی سے پہلے بچن خود اسے اٹھا لے گیا۔"

"اور تم نے مان لیا؟" ہنومان غصے سے بولا۔ "ویرو کا باپ لالچی ہے۔ پولیس نے اُسے لالچ دے کر گانٹھ لیا ہوگا اور اُسے یہ بات پڑھائی۔ یہ اس طرح ہمیں آپس میں لڑانے کی ایک چال ہے جگت!"

"ویرو کو اغواء کرنے کی اور کوئی شخص ہمت نہیں کر سکتا یہ تمہیں ماننا پڑے گا ہنومان! میری رہائی کی خبر سن کر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔" جگت رُک گیا۔ اب اُسے جو کچھ کہنا تھا وہ کہتے ہوئے زبان اٹک رہی تھی۔ ہچکچاتے ہوئے آخر اُس نے کہا۔ "ممکن ہے ہنومان! کہ بچن نے اپنی بے ایمانی تم سے چھپائی ہو۔" ہنومان سوچ میں ڈوب گیا۔ لہٰذا جگت نے دوسرا سوال کیا۔ "تمہیں بچن کے برتاؤ میں کچھ فرق محسوس ہوا آخری تین ماہ کے دوران؟"

ہنومان لرز گیا۔ خالی نظروں سے وہ جگت کو دیکھتا رہا۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس کی عقل گم ہو گئی ہے۔ جگت جواب کے انتظار میں تھا۔ لہٰذا کہنا پڑا۔ "ہاں...... ابھی یہ کچھ بے چین نظر آتا ہے۔ کبھی بھی رات کو نہیں لوٹتا۔" پھر ہنومان نے جلدی سے کہا۔ "مگر دو تو پیسے، ہتھیار اور پولیس سے بچاؤ کی فکر کی وجہ ہے۔"

"نہیں ہنومان......!" جگت نے اُسے روک لیا۔ "پھر تو ضرور اُس نے ویرو کو کسی جگہ رکھا ہو گا۔ اجلا کی محبت نہ مل سکی اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتا ہو گا۔ ویرو کی عزت لے کر پیاس بجھا رہا ہو گا۔" جگت کا جوش بڑھتا جا رہا تھا۔ آخری الفاظ اُس نے دانت پیس کر ادا کئے تھے۔ "مگر میں بچن کو چھوڑوں گا نہیں۔ اُس کی جان لے کر اطمینان ہو گا۔ بے ایمان...... دغاباز۔"

یہ الفاظ جگت کی زبان سے ادا ہو رہے تھے کہ عقب سے پھینکی ہوئی رائفل اُس کے قدموں کے پاس آ گری۔ دونوں چونک گئے۔ بچن دروازے کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے چہرے پر درد اُبھر آیا تھا۔ آنکھوں سے غم جھلک رہا تھا......

"لو جگت! اُٹھاؤ رائفل...... اپنی خواہش پوری کرو ظالم! تم نے قاتل الفاظ سے میرا دل چیر دیا ہے۔ اب جسم بھی چیر ڈالو......!"

بچن کی اچانک آمد اور مضبوطی کے لئے جگت تیار نہیں تھا۔ وہ سناٹے میں کبھی بچن کو کبھی قریب پڑی ہوئی بندوق کو دیکھنے لگا۔ پھر رائفل ہاتھ میں لے کر برق سی پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ ہنومان کی سانس اُوپر ہو گئی۔ مگر بچن نڈر کھڑا رہا۔ دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں...... جگت کو بچن کی آنکھوں میں سچائی نظر آئی۔ جرم کا ایک بھی نشان اُس کی آنکھوں میں نہیں تھا۔ جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ کیا کہنا؟ کیا کرنا؟ جوش ختم ہو گیا۔ اس سے پہلے پوچھا۔

"بچن! میں نے ہنومان سے جو کچھ کہا، تم نے سنا؟" بچن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اُس کا اطمینان جگت کو بے چین کرنے لگا۔ "پھر بتاؤ! تمہارا کیا جواب ہے؟ میرا شک سچ ہے یا جھوٹ؟"

"جواب تو جگت! تمہیں دینا ہے۔" بچن ذرا بھی حرکت کئے بغیر بولا۔ "اگر تمہیں اب بھی یہ

یقین ہو کہ میں نے ویرو کو اغواء کیا ہے تو اس کا جواب رائفل کی گولی سے دو۔ ورنہ.....'' وہ رُک گیا۔

جگت نے جلدی سے پوچھا۔ ''ورنہ کیا.....؟''

''اور اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو پانچ سال بعد ملتے ہوئے یار کے جوش سے مجھے بانہوں میں بھر لے.....!''

''نہیں نہیں.....'' جگت نے پریشانی سے کہا۔ ''میں بیوقوف ہوں..... میرا دماغ گھوم گیا ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے رائفل پھینک دی۔ ''بچن! میں دشمنوں کی چال میں پھنس گیا تھا۔ غلط اثر کے لئے مجھے معاف کر دینا دوست!'' کہتا ہوا جگت دوڑ کر بچن سے لپٹ گیا۔ بہت دیر تک دونوں لپٹے رہے۔ ہنومان نے توجہ دلائی۔

''جگت! تمہارے برابر ہوشیار بھی کھڑا ہے۔''

تب جگت کو خیال آیا کہ تیسرا دوست بھی حاضر ہے۔ وہ ہوشیار سے بھی گلے ملا۔ ''ہوشیار! ہوا تم سب ایک ہو گئے۔'' پھر افسوس کرتے ہوئے بولا۔ ''مجھے کرپال کی موت کی خبر جیل میں ملی تھی۔ بیچارہ بری طرح مارا گیا۔'' پھر فوراً ہی بولا۔ ''پھر بھی آخر تک ہمارے دوست نے بہادری سے مقابلہ کیا۔''

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پرانے ساتھیوں کے ملاپ کی خوشی جگت کو نہیں ہو سکی۔ ویرو کے خیال نے اُسے پھر غمگین بنا دیا۔ بچن اُس کی اُداسی سمجھ گیا۔ ''جگت! ویرو کی تلاش میں، میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ سب سے پہلے ہمیں اُس کے باپ کو پکڑنا پڑے گا۔'' پھر بچن دانت پیس کر بولا۔ ''اُس حرام زادے کی ہڈیاں میں توڑوں گا۔ بدمعاش نے میرا نام لیا ہے۔''

''مگر بچن.....!'' ہنومان نے لکڑی کی گھوڑی کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔ ''اس میں فائدہ ہی ہوا اگر تیرا نام نہ لیا جاتا تو جگت ہمیں منہ دکھانے اتنی جلدی نہ آتا۔''

جگت نے واپس لوٹنے کے لئے جلدی کی مگر تینوں ساتھیوں نے اُسے کھانا کھا کر جانے پر زور دیا۔ ''جگت! ویرو کے باپ کے پاس جانے میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ ذرا اندھیرا ہونے دو پھر ہم چلیں گے۔''

''میں بھی ساتھ چلوں گا۔'' ہوشیار نے کہا۔ تب بچن نے اُسے روکا۔

''نہیں..... یہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔ آج رات ہمیں جگہ بدلنی پڑے گی۔ اس جگہ پولیس کو بو آ چکی ہے۔''

نصف شب کو جگت اور بچن ویرو کے میکے میں داخل ہوئے۔ جگت نے بچن کو بہت سمجھایا کہ گاؤں سے باہر رہو! میں جا کر اس کے پیٹ سے سچ بات اُگلواتا ہوں۔ تمہارے لئے پولیس خطرہ ہے۔ مگر بچن نہیں مانا۔

''جگت! تم جوش میں آ کر اُسے ختم کر دو گے تو تمہاری آزادی چھن جائے گی۔ میں ساتھ رہا تو وہ کام مجھ سے ہو گا۔''

جگت نے دروازے کی زنجیر بڑی آہستگی سے کھڑکائی، پھر بچن کو اشارے سے سمجھایا کہ تم وا

نے میں جلد بازی نہ کرنا۔ پہلے مجھے اُس سے بات اُگلوانی ہے۔ یہ یاد رکھنا۔''

''بہتر.....'' بچن نے کہا ضرور لیکن اُس کے ہاتھ ویرو کے باپ کو ختم کرنے کے لئے مچل رہے تھے۔ دو تین بار زنجیر کھڑکانے پر اندر سے جواب ملا۔

''کھولتا ہوں..... کون ہے اس وقت؟''..... جگت نے بچن کو آنکھ ماری۔ دونوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد کسی کی آہٹ سنائی دی۔

دروازے کے تھوڑے سے کھلے ہوئے حصے سے فانوس کی روشنی دکھائی دی۔ دونوں چپ چاپ کھڑے رہے۔ دروازہ کھلتے ہی دونوں چپ چاپ اندر داخل ہونے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ دروازے کے پاس آ کر آہٹ رُک گئی۔ دونوں نے سانس روک لئے۔ مگر اچانک کھلے ہوئے حصے سے روشنی باہر آئی اور بچن نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ اس حصے سے دو آنکھیں نظر آنے لگیں۔ ویرو کے باپ کی آنکھیں تھیں۔ مگر وہ دونوں کو دیکھ کر ایسا خوفزدہ ہو گیا کہ اُس کے ہاتھ سے فانوس گرنے کی آواز سنائی دی۔

''وہ ہمیں دیکھ گیا ہے..... اب دروازہ نہیں کھولے گا۔'' بچن نے دانت پیس کر کہا۔ اُس کی بات سچ تھی۔ اندھیرے میں اندر جانے کی کھڑکھڑاہٹ دونوں نے سنی۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم عقب سے دیوار کود کر اندر داخل ہوں گے۔'' جگت نے کہا اور بچن اُس کے عقب میں سرکنے لگا۔ دونوں کو ڈر تھا کہ بوڑھا شور مچائے گا تو لوگ بیدار ہو جائیں گے۔ ہوشیاری سے دونوں دیوار پھاند کر اندر کودے۔ ایک دھماکے نے کمرے کے اندر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ بچن کا غصہ بڑھ گیا۔

''بیوقوف ہمارے سامنے آتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔''

جگت نے کمرے کا دروازہ ہلاتے ہوئے دھمکی دی۔ ''بوڑھے! دروازہ کھول۔ ورنہ مکان کو آگ لگا دوں گا اور تو زندہ جل مرے گا۔'' دونوں نے بہت کوشش کی مگر دروازہ نہیں کھلا۔ جگت نے آواز میں نقلی رحم لا کر کہا۔ ''اگر تم ہمیں سچ بتا دو گے تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔'' اس کا جواب بھی نہیں ملا۔ تب بچن کا ضبط چھوٹ گیا۔

''وہ بدمعاش کھسک جانے کی فکر کر رہا ہو گا۔'' یہ کہہ کر وہ دروازے پر زور سے لات مارنے لگا۔ اب جگت نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ دونوں کی مار سے پرانے دروازے دھماکے سے کھل گئے۔ دونوں اندھیرے کمرے میں جھپٹے۔ بچن نے ٹارچ کی روشنی میں سب کونے دیکھ لئے۔ چارپائی خالی تھی۔ روشنی کی لکیر گھومتی ہوئی ایک جگہ رُک گئی۔ دونوں کے لبوں سے ''اوہ.....!'' نکل گیا۔ ویرو کا باپ چھت سے لٹک رہا تھا۔ اُس کے حلق میں پگڑی کا پھندہ پھنسا ہوا تھا۔ چہرے پر روشنی ڈالی۔ ویرو کے باپ کی لمبی زبان نکل پڑی تھی۔ جگت نے آہ بھری۔

''اب یہ زبان بھی ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی... بیکار گیا۔ موت سے ڈر کر نالائق نے خودکشی کر لی۔''

لاش کو اسی حالت میں چھوڑ کر دونوں باہر نکل گئے۔ جگت کے ذہن میں لاش کی طرح ایک سوال لٹک رہا تھا۔ ''اب.....؟''

گاؤں سے باہر آنے تک دونوں خاموش رہے۔ پھر اچانک جگت بولا۔ ''اب ایک جگہ تلاش

کرتا ہے۔ سوہن سنگھ کے گھر......!"

O

"جگت کی ماں! نصف شب ہونے کو آئی۔ دروازے کی طرف نظریں جما کر کب تک بیٹھی رہو گی؟ اُٹھو! ذرا جسم کو آرام لینے لیٹ جاؤ۔" سوہن سنگھ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر ماں حرکت کئے بغیر بیٹھی رہیں۔ ان کی کھلی ہوئی آنکھیں دروازے پر جمی رہیں۔ رو رو کر دھلی ہوئی آنکھوں کی پتلیاں بھی سفید نظر آ رہی تھیں۔ سوہن سنگھ کا دل رو دیا۔ بیٹے کے غم میں کہیں وہ پاگل ہو جائے اُنہوں نے جگت کے نانا کی جانب لاچار نظروں سے دیکھا جیسے سسر سے التجا کر رہے ہوں کہ وہ بیٹی کو سمجھائیں...... منائیں۔

نانا گہری سوچ میں غرق سناٹے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سوہن سنگھ نے شانہ ہلایا تب چونک کر بولے۔ "ہاں......؟"

جگت کے باپو نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ "اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے؟ ان کے دل کو سب سے زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ شاید برداشت نہیں کر سکیں گی۔"

نانا نے کھنکارا، چارپائی سے کھڑے ہو کر جگت کی ماں کے قریب گئے اور اُن کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ "بیٹی مایا...... تم ذرا بہو کا خیال کرو۔ اُس کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی اس کا کچھ خیال ہے؟ تمہیں تو اُسے ہمت دینی چاہئے بیٹی!"

ماں جی کے شانے کپکپائے، ہونٹ لرز گئے۔ آنکھیں چکرانے لگیں اور حلق سے ایک سسکی نکل گئی۔ آنسو نہیں دکھائی دیئے۔ پیشانی پر بندھی ہوئی پٹی پر ہاتھ مار کر وہ بڑبڑائیں۔ "کس منہ سے ہمت دُوں؟ سگی ماں نے بیٹے کے گھر میں قدم رکھنے کی ممانعت کر دی۔ میری زبان اُس وقت کیوں نہ کٹ گئی؟"

نانا نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ "اب افسوس کرنے سے فائدہ کیا؟ غصے میں آدمی اُلٹا سیدھا بول دے تو کیا اس سے بیٹا منہ پھیر لے گا؟" پھر بیٹی کا سر سینے میں دبا کر بولے۔ "گھر میں آنے سے ممانعت کر دی پھر بھی وہ آئے اس انتظار میں تم جاگ رہی ہو کیونکہ تمہیں یقین ہے کہ جگت واپس لوٹے گا۔"

"نہیں باپو نہیں......!" ماں جی کی آواز سسکی کی وجہ سے رُک گئی۔ پھر بمشکل آگے بولیں۔ "جیسا آپ کا ہزارہ ویسا میرا جگت۔ آپ نے ہزارہ کو ممانعت کر دی یہ تو یاد ہو گا کہ جب تک آخر دشمن زندہ ہے اُس وقت تک گھر کی چوکھٹ پر قدم نہ رکھنا۔ کتنے سال بیت گئے اس بات کو پھر بھی اب تک ہزارہ کے قدم دھرم پور کی جانب نہیں بڑھے ہیں۔" نانا کا دل چھلنی ہو گیا۔ پرانا زخم کھل گیا ہو ایسا دل میں درد ہونے لگا۔ ماں جی سانس لے کر بولیں۔ "بس...... اسی طرح میرا جگت بھی آخر جاٹ کا بچہ ہے، ضد نہیں چھوڑے گا۔ چاہے ماں کی جان چلی جائے۔" بولتے ہوئے ماں کی آنکھیں برسنے لگیں۔

کمرے میں بیٹھی ہوئی چندن نے جلدی سے دوپٹے سے آنکھیں خشک کیں اور پانی کا پیالہ لائی۔ ساس کے پیر کے قریب پیالہ رکھ کر خاموش کھڑی رہی۔ نانا نے پیالہ اُٹھا کر ماں جی کے ہونٹوں سے لگایا۔ "لو... دو گھونٹ پی لو۔ بہو کا مان رکھ لو! ورنہ یہ بے چاری دل ہی دل میں بجھ جائے گی۔"

ماں جی نے آنکھیں اُٹھا کر چندن کی جانب دیکھا۔ چندن نے آنکھوں پر پلکیں گرا لیں۔ اُس کے تاثرات سے عاری چہرے پر نہ ہی سوگ کا پتہ چلتا تھا نہ شکایت کا۔ ماں جی نے تھوڑا سا پانی پی کر حلق تر کیا۔ "بہو! تمہاری بات مان کر اگر جگت سے صاف کہہ دیا ہوتا تو بیٹا اس طرح منہ پھیر کر نہ جاتا۔" پھر آہ بھر کر بولیں۔ "بیٹی! میں نے تمہاری بھلائی کی خاطر ایسا کیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میری حرکت تم پر برے دن لائے گی۔"

چندن کور نے بمشکل آنسو روکے۔ بزرگوں کے مان کی وجہ سے دل کھول کر رو بھی نہیں سکتی تھی۔ ساس کی ہمت بندھاتی ہوئی بولی۔ "اس میں تمہارا کیا قصور ماں جی؟ جہاں نصیب ہی اُلٹے ہوں وہاں سب اُلٹا ہوتا ہے۔"

"تم ساس بہو ضبط سے کام لو! میں سب ٹھیک کر لوں گا۔" نانا بولے۔ "دوپہر سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے جگت کے پیچھے جانے دو! ہاتھ تھام کر اُسے یہاں لے آتا ہوں۔"

"اس گھر میں تو اب وہ مر کر بھی نہیں آئے گا باپو جی! ایک بار تم نے اسے میرے سپرد کیا، اب ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اس گھر میں نہ آتا ہو تو میں اُسے اپنے گھر لے جاؤں گا۔ میرا ہزارہ تمہارے گھر رہتا ہے تو تمہارا جگت میرے گھر رہے گا۔ اس میں اتنی بے چینی کس کام کی؟" نانا نے کچھ غصے میں کہا۔

ماں جی چپ ہو گئیں۔ پھر کچھ سوچ کر آہ بھرتی ہوئی بولیں۔ "یہ بھی ناممکن ہے باپو جی!"

"مایا! تم اپنے باپ کو سمجھ کر بھی ایسی بات کر رہی ہو؟"

"میں آپ کو سمجھتی ہوں تب ہی کہہ رہی ہوں کہ یہ آپ سے نہیں ہو سکے گا۔" ماں جی مضبوط لہجے میں کہنے لگیں۔ نانا ہاتھ پھیلا کر کچھ کہنا چاہتے تھے اسی لمحے ماں جی نے کہا۔ "جگت ویرو کو لینے گیا ہے۔ جہاں ہوئی وہاں سے لے آئے گا۔ کیا آپ اُسے ویرو کے ساتھ گھر میں آنے کی اجازت دیں گے؟ آپ سے ایسا ہو سکے گا؟"

نانا کا منہ کھل گیا۔ ذہن جلنے لگا۔ زبان پر الفاظ سوکھ گئے۔ چندن بھی جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ماں جی نے ایسی بات کہہ دی تھی کہ نانا کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ تڑپ گئے۔ اور خاموشی چھا گئی۔ ماں جی کا سوال نانا کے دل میں نشتر کی طرح چبھ گیا۔ "بولیں...... ایسا ہو سکتا ہے؟" پھر دانت پیس کر کہنا چاہتی تھیں کہ "نہیں...... ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔ دشمن کی بیاہتا، چندن کی سوت بن کر گھر میں قدم رکھے تو میرا بڑھاپا شرما جائے گا۔" مگر وہ الفاظ لبوں تک آنے سے پہلے حلق میں لوٹ گئے۔ ہاتھ کی مٹھیاں کس کر اُنہوں نے جنون کو مسل دیا۔ کڑوا گھونٹ حلق سے اُتر گئیں۔ وقت کو نبھانا تھا، بات بدلنی تھی۔

"مگر یہ سوال تو وہ عورت آئے تبھی ہی ہو گا۔" نانا کو خیال نہیں تھا کہ جگت کی ماں پر اُلٹا اثر ہو گا۔

ماں جی آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگیں۔ اُن کی نظروں میں شک جھلکنے لگا۔ "کیا مطلب...... آپ نے ویرو کو......" اس سے آگے ماں جی بول نہ سکیں۔

نانا درمیان میں گرجے۔ "کیا کہتی ہو؟ مجھے اور اُسے کیا؟" پھر بگڑتی ہوئی بازی سنبھالنے کی غرض سے بولے۔ "میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ ویرو کو کس نے اغواء کیا؟ کہاں گئی؟ وہ واپس لوٹے گی یا نہیں کون جانتا ہے؟" پہلی بار نانا کی زبان پھسل گئی۔ دشمن کی عورت کا نام لے لیا۔ مگر جوش میں ہوش نہیں رہا۔ "ابھی ہمیں اُس کی بحث کیوں کرنی چاہیے؟ جگت کو میں کہیں سے پکڑ لاؤں گا۔ تلاش کر کے گھر لے جاؤں گا۔"

چندن چپ نہ رہ سکی۔ "نانا! وہ جہاں گئے ہیں، وہاں آپ نہ جائیں!" نانا چونک گئے۔ ماں جی اور موہن سنگھ بھی اُس کی بات سے خوفزدہ ہو گئے۔ مگر چندن بولتی رہی۔ "ویرو کے باپ یا اُس کے شوہر کے گھر آپ کس طرح جائیں گے؟"

"کس طرح سے کیا مطلب؟" نانا نے پوچھا۔ مگر چندن کا مطلب سمجھ گئے۔ "آج تم لوگ من چاہے سوال کر کے مجھے کیوں اُلجھن میں ڈال رہے ہو بھئی؟ سب مجھ پر چھوڑ دو......!"

اب بہت زیادہ غصے میں تھے۔ اس خیال سے ماں جی اور چندن خاموش ہو گئیں۔ نانا بات کرنے کے لئے چارپائی پر لیٹ کر بولے۔ "صبح میں جاؤں گا۔ مگر اس سے پہلے تم لوگ ناشتہ کر لو گے۔ بھوکے رہنے سے جگت واپس نہیں لوٹے گا۔ سمجھے؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ماں جی کا ہاتھ تھام کر چندن اُنہیں اندر والے کمرے میں لے گئی۔ چارپائی پر لٹا دیا۔ پھر خود اُوپری منزل پر چلی گئی، دل کھول کر رونے کے لئے......!

○

نصف شب سے سحر ہونے تک جگت اور بچن موہن سنگھ کا پتہ معلوم کرنے کے لئے بھٹکتے پھرے۔ ایسے وقت خاص بااعتماد لوگوں کے سوا کسی اور سے بات کرنی مناسب نہیں تھی۔ لہٰذا سب بیکار گیا۔ جگت تلاش موقوف رکھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ویرو کے علاوہ دوسرا کوئی خیال اُس کے ذہن میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ویرو کو غائب کر کے کسی نے اُس سے زبردست انتقام لیا تھا۔ مگر کون ہو سکتا ہے......؟

"بچن! تمہارا کیا خیال ہے؟ ویرو کو کس نے اغواء کیا ہو گا؟" گھوڑے روک کر اچانک جگت نے سوال کیا۔

بچن کے دل میں جگت کی اس حالت پر ہمدردی جاگی۔ اُس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر بھی بولا۔ "پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اُس کا شوہر بھگا کر لے گیا ہو گا۔ مگر اُس شخص میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ اور موہن سنگھ اُسے لے جا کر کہاں رکھے گا؟ جس عورت نے اُسے بدنام کیا، اُسے گھر میں لا کر مزید بدنامی کیوں اپنے سر لے؟"

"ہمارے ساتھ پرانی دشمنی کا انتقام لینے۔" جگت بولا۔ "اس کے علاوہ ویرو کا باپ مجھے اُس راستے پر نہ چلاتا۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ ہم آپس میں لڑ مریں گے اور وہ بچ جائیں گے۔"

مگر بچن کی سمجھ میں بات نہیں آئی۔ اُسے جو خوف تھا اس کا اظہار کیا۔ "ممکن ہے جگت! ویرو کا پتہ نہ ملے۔ پھر......؟"

جگت کی آنکھیں جل اُٹھیں۔ "بچن! ایسا کہہ کر تم مجھے مایوس نہ کرو۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔

اس کی آواز اچانک بھیگ گئی۔ "ویرو کے بغیر زندہ رہنے کی خواہش کسے ہے بچن؟ اُس کے تصور میں، میں نے پانچ سال کی سخت سزا کاٹی ہے۔ نہیں تو بہت پہلے چھوٹ کر تم سے مل گیا ہوتا۔ میں کہیں سے بھی اُس کا پتہ حاصل کر کے رہوں گا۔"

بچن کو یقین ہو گیا کہ جگت کو اس راستے سے واپس لوٹایا نہیں جا سکتا۔ "اچھا دوست! جب تک تمہیں اطمینان نہیں ہو گا، میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔"

جگت نے محبت بھری نظروں سے بچن کو دیکھا۔ مگر دوسرے لمحے چہرہ بدل گیا۔ "نہیں بچن! یہ نہیں ہو گا۔ میں کھلے عام ہر جگہ گھوم سکتا ہوں۔ کوئی میری طرف اُنگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ جبکہ تمہیں پولیس سے بچتے رہنا ہے۔ اب یہ کام تم مجھے میرے طریقے سے کرنے دو۔" پھر بچن کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر جگت نے کہا۔ "میں تیری محبت سمجھتا ہوں دوست...... مگر یہ ایک دن کا سوال نہیں۔ کیا معلوم ویرو کا پتہ لینے میں کتنا وقت خراب ہو؟ اور اگر تم ساتھ ہوئے تو ہمیں پولیس سے چھپنا پڑے گا۔"

جگت کی بات سچ تھی۔ بچن نے بھی محسوس کیا کہ اگر جگت اُس کے ساتھ ہو گا تو اُس کا نام بھی پولیس کی ڈائری میں چڑھ جائے گا۔

"اچھا جگت! میں تمہارے ساتھ رہنے کی ضد نہیں کرتا۔ مگر ایک عہد کرو! کہ جذبات میں تم کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھاؤ گے کہ تمہیں بمشکل ملی ہوئی آزادی پھر چھن جائے۔"

جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ بچن نے اُس کا ہاتھ دبا کر کہا۔ "جگت! تمہارا گھر ہے، ماں باپو ہیں اور چندن بھابھی جیسے رشتے کے لوگ ہیں۔ کوئی قدم اُٹھانے سے پیشتر اُن کا خیال کرنا۔"

جگت نہ کہہ سکا کہ ہمیشہ کے لئے اُس نے گھر چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے بچن کو پتہ چل گیا تو بازی بگڑ جائے گی۔ بچن سے لپٹ کر اُس نے اتنا ہی کہا۔ "دوست! ضد نہ کرو! یا اطمینان نہ دلاؤں تو برا نہ ماننا۔ میں ویرو کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ وہ مل گئی تو اسلحہ سنبھالنے کا وقت نہیں آئے گا۔" پھر صبح کی کرن پھوٹتے ہی دونوں اپنے اپنے راستے ہو لئے۔ جاتے ہوئے بچن نے کہا۔

"ضرورت محسوس کرو تو بے دھڑک کہلوا دینا۔ ابھی کچھ دن ہمارا مقام ناتک نگر میں قبرستان کے عقب میں ہے۔"

"بہتر۔" کہتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے جگت نے اُسے رخصت کیا اور گھوڑی آگے بڑھا دی۔ اکیلا پڑنے پر اُس کے ذہن میں خون گردش کرنے لگا۔ موہن سنگھ نے گاؤں اور مکان چھوڑا اس میں ضرور کوئی اسرار ہے۔ اُس نے دانت پیس لئے۔ مگر وہ بیوقوف مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا؟

آخر ڈھلتی دوپہر کو موہن سنگھ کے گھر کا پتہ مل گیا۔ وہ اپنی چاچی کے گاؤں میں ہی رہتا تھا۔ گاؤں کے سرے پر کوارٹر ٹائپ کا مکان تھا۔ مکان میں کون کون رہتا ہے یہ جان کر جگت مایوس ہو گیا۔ چاچی بھتیجا اکیلے رہتے ہیں۔ پھر ویرو کہاں ہو گی؟ کچھ بھی ہو، موہن سنگھ سے بات نکالنی ہے گی۔

وہ دروازے سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک درخت سے گھوڑی باندھ رہا تھا۔ اسی لمحے موہن سنگھ کے مکان سے اُس نے کسی عورت کو نکلتے دیکھا۔ وہ چاچی کو پہچان گیا لہٰذا درخت کے تنے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا کیونکہ بڑھیا اگر دیکھ لیتی تو شور مچا دیتی۔ بڑھیا نے دروازے کو باہر سے

تالا نہیں لگایا تو اُسے یقین ہوگیا کہ موہن سنگھ اندر ہی ہے۔ چابی ڈور نکل گئی۔ پھر جگت نے آ سے دروازہ دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ موہن سنگھ برآمدے میں بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ کے ایک ہاتھ میں بوتل تھی۔ اُسے دیکھتے ہی جگت کی آنکھوں سے نفرت برسنے لگی مگر ضبط سے لینا تھا اس خیال سے وہ پرسکون ہوگیا۔ تھوڑی شراب اُس کے پیٹ میں جائے پھر اندر داخل ہو نشے کی وجہ سے کام جلدی ہو جائے گا۔ اُس نے بمشکل ضبط کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد لات ما دوسرا دروازہ بھی کھول دیا۔

سامنے جگت کو کھڑا دیکھ کر موہن سنگھ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہاتھ میں تھاما ہوا شراب کا لرزنے لگا۔ لنگی تھام کر وہ چارپائی سے اُٹھنا چاہتا تھا مگر جگت کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر پھر گیا۔ دروازہ بند کر کے جگت آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آگیا۔ موہن سنگھ کا خوف دُور کرنے لئے اُس نے لاٹھی دیوار سے ٹکا دی۔ کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کو بیوقوفوں کی طرح د رہے۔ موہن سنگھ جگت کے ذہن کو سمجھنے کے لئے اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جگت بمشکل دل کی آ چھپائے ہوئے تھا۔ موہن سنگھ بے چین ہوگیا۔ جگت جیل سے رہا ہو کر اتنی جلدی سامنے آئے اُس نے سوچا نہیں تھا۔ مگر وہ کیوں آیا؟ پہلے جیسا خوف ناک نہیں معلوم ہوتا۔ سب کہتے ہیں کہ سے رہا ہو کر وہ ٹھیک ہوگیا ہے۔

"موہن سنگھ! میں ویرو کی خبر معلوم کرنے آیا ہوں۔" آخر جگت نے شروعات کی۔

ویرو کا نام سن کر موہن سنگھ خوفزدہ ہوگیا۔ مگر پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ "آؤ آؤ......!" کہہ کر اُس نے چارپائی پر برابر بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ دل میں چاہتا تھا کہ جگت رہے اس میں ہی سلامتی ہے۔ جگت بیٹھا نہیں تب اُسے اطمینان ہوا۔ "لو! ذرا تازے ہو جاؤ!" کہہ کر اُس نے شراب کی بوتل بڑھائی مگر اُس کا ہاتھ کپکپا رہا تھا۔ جگت نے ہاتھ نہیں بڑھایا، صر سر انکار میں ہلا دیا۔ جسم سنبھالنے کی خاطر موہن سنگھ ایک سانس میں جام پی گیا۔ "تم جیل میں ج ٹھیک ہو گئے، یہ بات سچ ہے۔" پھر شراب سے بھیگی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "یہ اچھا باپ دادا کی دشمنی میں ہم خوامخواہ زندگی ختم کر لیتے۔" یہ کہہ کر اُس نے کن انکھیوں سے جگت کی چا اور چہرے کے تاثرات دیکھے۔ جگت سمجھ گیا کہ وہ ویرو کی بات ٹال رہا ہے۔ مگر جذبات میں آ بغیر بولا۔

"میں ویرو کی خبر معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"ہا......ہا......ہا......" موہن سنگھ نے پھیکا سا قہقہہ لگایا۔ "تم بھول گئے جگت سنگھ! تمہیں نہیں کہ تمہارے ساتھ بھاگ جانے کے بعد وہ کبھی میرے گھر نہیں آئی۔ بڑی ضدی عورت ہے یہ کہہ کر وہ رُکا، پھر نظر جھکا کر بولا۔ "اُس کے باپ کے گھر جاتا تھا۔"

"وہاں معلوم کر آیا۔" اُس کی آواز میں ہلکا سا غصہ تھا۔ "اُسے کسی نے اغواء کر لیا۔ یہ اُس باپ کہہ رہا تھا۔"

"پھر مجھے اس کی کہاں سے خبر ہوگی......؟" موہن سنگھ نے لاپرواہی دکھائی۔ شراب کا اثر ہو تھا۔ سر ہلا کر بولا۔ "جس کے ساتھ رشتہ نہ رہا ہو اس کی فکر میں کیوں کروں؟"

ویرو کہاں ہے اس کا تمہیں پتہ معلوم ہے موہن سنگھ!" جگت نے پُرجوش آواز میں کہا۔ "ویرو باپ نے مجھ سے کہا تھا، تم جانتے ہو۔"

موہن سنگھ سناٹے میں آگیا۔ اُس کا دل لرز رہا تھا مگر اُس نے محسوس نہیں ہونے دیا۔ اب ے جگت سے ڈر لگ رہا تھا۔ کھسکنے کا موقع سوچتے ہوئے بولا۔ "ویرو کے باپ نے کہا؟ سالا بھ!......اُس لالچی نے ہی کسی کے ساتھ بیٹی کا سودا کر دیا ہوگا۔"

جگت آگے بڑھا تو موہن سنگھ ہوشیار ہوگیا۔ وہ کھڑکی کی جانب جھپٹا مگر جگت نے لاٹھی آڑے اڑا دی۔ لہٰذا وہ لڑکھڑا کر گرا۔

"فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا بوڑھے! اگر تم زبان نہیں چلاؤ گے تو میرے ہاتھ چلنے لگیں گے۔" موہن سنگھ منہ سے جھاگ نکالتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ جگت نے اُس کے دونوں راستے روک لئے۔ لٹھ کی ضرب سے بچنے کی خاطر اُس نے کھمبے کی آڑ لی۔ جگت کا غضب ناک چہرہ دیکھ کر اُس کا دماغ گھوم گیا اور وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ جگت کا غصہ اور تیز ہوگیا۔ وہ آگے بڑھا۔ موہن سنگھ قہقہہ لگاتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔

"بول......ویرو کہاں ہے؟" جگت دونوں ہاتھ پھیلا کر گرجا۔ "تمہیں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ نہیں تو مارے جاؤ گے۔"......موہن سنگھ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اُس کا بگڑا ہوا چہرہ اور پاگل پن کی ہنسی دیکھ کر جگت جوشِ غضب سے بھر گیا۔ اُس نے دانت پیس لئے اور اُس کی کلائی کی نسیں تن گئیں۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ موہن سنگھ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔

"نہیں نہیں......تم مجھے نہیں مار سکو گے۔ میں جانتا ہوں ویرو کا کیا ہوا۔" موہن سنگھ زور سے چلایا۔

"پھر بول......جلدی بول بیوقوف! ورنہ تیرا خون پی جاؤں گا۔" جگت کی آنکھوں میں خون کی سرخی تیرنے لگی۔ موہن سنگھ پھر چلایا۔

"میں اکیلا ہی جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کہہ دینے کے بعد تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔" وہ ہانپنے لگا۔ "یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ تم مجھے مار نہیں سکو گے۔ نہیں مار سکو گے۔" پاگلوں کی طرح چیختا ہوا وہ دیوار سے ٹِک گیا۔ دیوار پر لکڑی کی چار کھونٹیاں تھیں۔ اُن میں سے دو کھونٹیوں کے درمیان اُس کا سر پھنس گیا۔ جگت کی رگ رگ میں آگ برس رہی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھ موہن سنگھ کی گردن پر جم گئے۔ موہن سنگھ نے پیر اُٹھایا۔ اس سے پہلے جگت نے اُس کے پیٹ میں گھٹنا مارا۔ موہن سنگھ کے منہ سے بدبودار شراب کی کلی نکل گئی۔ جگت کی اُنگلیاں گردن میں دب گئیں۔

"بول......جلدی بول دے! ویرو کہاں ہے؟" موہن سنگھ نے سر ہلانے کی کوشش کی لہٰذا جگت نے اُس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ "بتا! ویرو کہاں ہے؟" آہستہ آہستہ جگت کی اُنگلیاں گردن پر تنگ ہونے لگیں۔ پھر دونوں انگوٹھے موہن سنگھ کے حلق کی شاہ رگ پر دب گئے۔ آخری وقت میں کہہ دے گا، اس اندازے پر اُس نے انگوٹھوں کا دباؤ بڑھا دیا۔ موہن سنگھ کا منہ پھٹ گیا۔ زبان نکل لٹکنے لگی۔ جگت کا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ موہن سنگھ نے دونوں کھونٹیاں پکڑنے کے ...... جگت نے دباؤ اور بڑھایا۔ آنکھیں بند کر کے پیر کے پنجوں کے بل کھڑے رہ کر

جگت نے آخری زور آزمایا۔ موہن سنگھ کا پورا جسم اکڑ گیا اور دوسرے لمحے موہن سنگھ کی روح ساتھ چھوڑ گئی...... جگت نے آنکھیں کھول کر دیکھا، موہن سنگھ کا بگڑا ہوا چہرہ کھونٹی پر ڈھلک گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ دوسری دو کھونٹیوں پر جم گئے تھے۔ کھلے ہوئے منہ میں زبان بل کھا گئی۔ دیوار سے لگ کر کھڑی ہوئی موہن سنگھ کی لاش دیکھ کر جگت پیچھے ہٹ گیا پھر اپنے ہاتھوں، ہتھیلیوں، اُنگلیوں اور انگوٹھوں کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ جیسے خون سے بھر گئے ہوں اس طرح جھٹک دیے۔ موہن سنگھ کے مُردہ چہرے کی جانب نظر ڈالی تب اُسے لگا جیسے ابھی تک وہ قہقہہ کہہ رہا ہو...... میں اکیلا جانتا ہوں۔ لہٰذا تم مجھے نہیں مار سکو گے...... اُس کے قہقہے اب بھی گو محسوس ہو رہے تھے۔ جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔

شراب کی نصف بھری ہوئی بوتل پر اُس کی توجہ گئی۔ بوتل اُس نے ہاتھ میں اُٹھالی۔ مگر مو سنگھ کی شراب کو منہ سے چھوتے کے لئے اُسے نفرت جاگی۔ دانت پیس کر بوتل کی شراب موہن کے چہرے پر انڈیل دی۔ پھر زور سے دیوار پر بوتل پھینک کر لاٹھی اُٹھائی اور باہر نکل گیا۔

گھوڑی پر سوار ہونے کے بعد اُسے پوری طرح ہوش آیا کہ اُس کے ہاتھوں ایک قتل ہو ہے...... اب سوائے ڈاکوگری کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ مگر ویرو کی تلاش کا کیا ہوگا؟

اس کا اُس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

○

جنون میں آ کر اُس نے موہن سنگھ کی گردن دبا کر اُسے مار ڈالا۔ مگر اس حرکت سے وی تلاش کا کام مشکل بن گیا۔ یہ بعد میں جگت کی سمجھ میں آیا۔ ویرو کے متعلق میں اکیلا جانتا ہوں۔ موہن سنگھ بک رہا تھا۔ تب کیوں اُس نے حلق کا دباؤ کم نہ کیا؟ کیا وہ جان بچانے کے لئے اُ رہا تھا؟ تو پھر اُس نے یہ کیوں کہا کہ "جگت! میں کہہ دوں گا تو تم مجھے زندہ نہیں رہنے دو گے" شاید موہن سنگھ نے ویرو سے انتقام لینے کے لئے اُس کی دُرگت بنا دی ہوگی۔

غروب ہوتے ہوئے سورج کی سمت گھوڑی دوڑی جا رہی تھی۔ پھر بھی شفق اُس سے دُور ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ کیا ویرو بھی اس سے اتنی ہی دُور نکل گئی ہوگی جہاں وہ کبھی نہیں پہنچ سکے اور ممکن ہے وہ پہنچ جائے۔ اس صورت میں ویرو اُس سے منہ نہیں پھیرے گی؟ ویرو تو اُسے راستے پر لانا چاہتی تھی۔ مگر وہ مجرم بن گیا۔ کون جانے قسمت اُسے کس طرف لے جا رہی تھی؟

چھ میل دُور پہنچنے کے بعد درمیان میں روپا دریا آتا تھا۔ جگت نے گھوڑی روک دی۔ سو مغرب میں ڈوب چکا تھا۔ بہتا ہوا پانی دیکھ کر جگت کو پیاس ستانے لگی۔ دریا پار کر کے وہ نیچے اُ گھوڑی اُس نے چرنے کے لئے چھوڑ دی اور خود کنارے پر پانی میں پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈ پانی کے پیروں کو چھونے سے دماغ کو تھوڑی ٹھنڈک ملی اور تازگی محسوس ہونے لگی۔ اب اُسے سکون انداز میں سوچتا تھا۔ دریا کا پاٹ ختم ہو جانے کے بعد دو راستے نکلتے تھے۔ ایک راستہ نانا گاؤں کی جانب جبکہ دوسرا ٹانک نگر کی جانب جا رہا تھا جہاں بچپن کا مقام تھا۔ اسے کہاں چاہئے؟ موہن سنگھ کو قتل کرنے والے ہاتھ کہنی تک اُس نے پانی میں دھوئے مگر ہاتھ دھونے سے کئے گئے کرم نہیں ڈھلتے یہ جانتے ہوئے بھی اُسے تھوڑا اطمینان ہوا۔ پھر پانی کے چھینٹے

ے چہرہ بھگویا۔ چہرہ صاف کرتے ہوئے اُس کا ہاتھ گردن میں پہنے ہوئے تعویز پر گیا۔ تب ویرو کی نے اُسے بے چین کر دیا۔ اُس نے پیٹ بھر کر پانی پیا، پھر وہ بہتے ہوئے پانی کو دیکھتا ہوا زندگی ے گزرے ہوئے لمحات کے خیال میں گم ہونے لگا۔

اندھیرا گہرا ہو رہا تھا مگر اُسے ہوش نہیں تھا۔ چھوڑی ہوئی گھوڑی دریا کے کنارے زمین پر لوٹ ٹ کر جسم کی ریت کرا رہی تھی۔ اچانک دوڑتی ہوئی جیپ کے انجن کی آواز پر گھوڑی کے کان ڑے ہو گئے...... مگر جگت کے خیالات کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ جیپ کنارے پر آ کر رُکی، تب اُس ے بریک نے جگت کو چونکا دیا۔ گردن گھما کر عقب میں دیکھنے لگا۔ اُسی لمحے اُس کے چہرے سے ج کی روشنی ٹکرائی۔ تیز روشنی میں وہ آنکھیں ملتا ہوا دیکھنے لگا۔ پھر دو قدم آگے بڑھ کر لاٹھی انے جھکا، اسی لمحے آواز سنائی دی۔ "کون...... جگا......؟" آواز جانی پہچانی تھی۔ مگر کس کی تھی؟ لدی سمجھ میں نہیں آئی۔ دماغ پر چھائے ہوئے خیالات کے ہجوم کو ہٹانے کے لئے اُس نے سر کو ٹکا دیا، تب آواز والی شخصیت سامنے آ گئی اور جگت چونک گیا...... ارجن سنگھ...... پولیس چیف جن سنگھ...... اُس کے دماغ کی رگیں تن گئیں۔ خون پوری تیزی سے دوڑنے لگا۔

"ارے! تم اندھیرے میں اکیلے بیٹھے کیا کر رہے ہو؟" ار ن سنگھ اُس کے چہرے کے اثرات جانچتا ہوا بولا۔ جگت نے تیزی سے جیپ کی جانب نظر گھمائی۔ دو پولیس والے جیپ سے تر رہے تھے۔ دو پل کے لئے جگت کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ بیوقوف موہن سنگھ کی گردن دبا کر ندھیرے میں غائب ہونے کی بجائے دریا کنارے بیٹھا رہا...... جگت نے ہونٹ چبا کر اپنے آپ سے کہا...... شیر ہو کر ارجن کے ہاتھ میں خرگوش کی طرح پھنس گیا۔ جگت کانپ گیا۔ لاٹھی لانے کا موقع تھا، مگر اُس میں چھپی ہوئی برچھی کا خول اُتا وقت نہیں تھا۔ گھوڑی نظر کے امنے تھی مگر ارجن سنگھ درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔ ختم...... اب ہاتھ اٹھا، اپنے آپ کو سپرد کرنے یا ار کی کوشش کر کے شوٹ ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

"کیوں جگا! کیا سوچ رہا ہے؟ پرانا حساب صاف کرنا ہے؟" ارجن سنگھ گھبرائے بغیر بولا۔ ت نے پھر ہونٹ کاٹے۔ لاٹھی پر گرفت مضبوط کی۔ دماغ نے ہاتھ کو حکم دیا۔ "وار کر!" ی لمحے جن سنگھ قریب آیا، اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ابھی جیل سے رہا ہو کر آئے ہو۔ ب ال کرنے کی جلدی کیا ہے؟" پھر کچھ رُک کر بولا۔ "مگر بتا تو سہی! کس کا انتظار کر رہا تھا؟"

جگت کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ ارے احمق! موقع سنبھال لے۔ اس شخص کو تمہارے جرم ی پتہ نہیں ہے۔ دماغ کو قابو کرتے ہوئے دو چار منٹ لگے۔ پھر لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں نے سمجھا تمہیں حساب صاف کرنے کی جلدی ہے۔" پھر ارجن سنگھ کے چہرے کے تاثرات ہ کر بولا۔ "مجھے ابھی دھرم پور پہنچنے کی جلدی ہے۔ نانا کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے۔ لہٰذا گھوڑی لا سے دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ جانور کو کچھ آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود یہاں بیٹھ گیا۔" پھر ول پر جمے ہوئے ارجن سنگھ کے ہاتھ پر نظر کرتے ہوئے اُس نے سیٹی بجا کر گھوڑی کو قریب یا۔ وہ قریب آئی تو اُس کی لگام تھام لی، پھر اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "دیکھو! جلدی ں اس پر زین رکھنا بھی بھول گیا۔"

اب اُس کے اور ارجن سنگھ کے درمیان گھوڑی کی آڑ تھی۔ اب ارجن سنگھ کیا کرتا ہے؟ ا مدار تھا۔ ارجن سنگھ نے ٹارچ اُس کی چانپ میں دبائی، گھوڑی سرہلاتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ جگت اُس کے ساتھ ہی ذور ہٹ گیا۔ "ٹھیک ہے...... نانا کو کچھ ہو، اس سے پیشتر اُن سے ملاپ کر، ہم تو جلدی یا بدیر پھر ملیں گے۔" آخر الفاظ میں چھپا ہوا ڈنک جگت کو کھٹک گیا مگر اُس کے خیال کئے بغیر اُس نے گھوڑی کی پیٹھ پر جست لگائی۔ لگام کھینچنے سے پہلے ایک بار پھر اُس نے ارجن سنگھ کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نہیں...... ابھی موہن سنگھ کے قتل کے متعلق اسے معلوم نہیں ہے...... اُس کو یقین ہو گیا اور اُس نے گھوڑی کے پہلو میں ایڑ لگائی۔ گھوڑی دھرم راہ پر روانہ ہو گئی۔

آٹھ دس قدم آگے بڑھ کر اُس نے چونکنے انداز میں سر گھما کر دیکھا، ارجن سنگھ ابھی وہیں کھڑا ہوا تھا۔ لگام کو زور سے جھٹکا دیا اور گھوڑی دوڑنے لگی۔ ایک فرلانگ کا فاصلہ اُس نے سانس روک کر طے کیا۔ پیٹھ پر سے پسینے کا ریلا اُترنے لگا۔ ارجن سنگھ کے پستول کی گولی بروقت اُس کی پیٹھ میں سوراخ کر سکتی تھی۔ دریا کو پار کرنے کے بعد اُس نے نظر گھما کر دیکھا، ارجن سنگھ جیپ میں بیٹھ رہا تھا۔ اب بھی جگت کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا معجزہ ہوا ہے؟ پہلی بار اُسے محسوس ہوا کہ کوئی طاقت اُس کی مدد کر رہی ہے۔ ویرو کے دیئے ہوئے تعویذ کا یہ کارنامہ ہو گا؟ پھر نظر گھما کر پولیس جیپ دریا پار کر کے مخالف سمت میں دوڑ رہی تھی۔ وہ جب تک نظر آتی رہی، جگت گھوڑی روک کر کھڑا رہا۔ پھر اطمینان کی سانس لی۔ اُس نے نانا کے گھر کا راستہ تو دلاور خان کی توجہ ہٹانے کے لئے پکڑا تھا۔ ارجن سنگھ کو قتل کے متعلق ابھی پتہ چلے گا، وہ اُس کا تعاقب کرے گا اس سے پہلے اُسے فرار ہو جانا چاہئے۔ آج کی رات اس کے لئے امتحان کی رات تھی۔ اُس نے گھوڑی لوٹا کر دوسرے راستے پر تانک نگر کی جانب دوڑا دی۔ ہوا کی طرح دوڑتی ہوئی گھوڑی پر بیٹھے ہوئے جگت کے ذہن میں پولیس سے نفرت زور کرنے لگی۔ ارجن سنگھ کے الفاظ اُس کے کان میں ہتھوڑے کی طرح ضرب لگا رہے تھے۔ "جلدی یا بدیر ہماری ملاقات ہو گی۔" جگت نے دانت پیس لئے۔

"اچھا بیٹے...... ملاقات ہو گی تو چھٹی کا دودھ یاد کرا دوں گا......!"

ارجن سنگھ کو جگت کی حرکت عجیب سی لگی۔ ممکن ہے اپنے نانا کی بیماری کی وجہ سے وہ اتنا گھبرایا ہوا ہو۔ مگر اُس نے جگت کو صحیح سلامت واپس کیوں جانے دیا؟ ایک آدھ چانٹا ہی مار دیتا تو ہاتھ کی کھجلی کم ہو جاتی۔ ایسا محسوس کرتا ہوا ارجن سنگھ کافی دیر بعد شیخ پور کے پولیس تھانے پر پہنچ گیا۔ موہن سنگھ کے قتل کی خبر نے اُس کا استقبال کیا۔

"صاحب! وڑیا کے ایک شخص کا قتل ہو گیا۔ کسی نے اُس کی گردن دبا دی۔" ارجن سنگھ نے کسی قسم کی بے چینی نہیں دکھائی۔ پولیس تھانے میں قتل، چوری اور ڈاکے کے کیس نہ آئیں تو تعجب کی بات تھی۔ ارجن سنگھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کا ماتحت قتل کی تفصیل بتانے لگا۔ "پرانی دشمنی کا بدلہ لیا گیا ہے شاید۔ قاتل فرار ہو گیا۔"

"مگر تم نے کسی کو وہاں بھیجا ہے؟" ارجن سنگھ میز پر پڑی ہوئی رپورٹ کو ایک نظر دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں صاحب! دو آدمی بھیجے ہیں۔ مگر صوبیدار صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔" ماتحت نے

اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اُنہیں جگا پر شک ہے۔"

"جگا......؟" نام سن کر ارجن سنگھ کھڑا ہو گیا۔ اُس کے پیر میں جھٹکا سا محسوس ہوا۔ "پہلے بھونکنا لڑ موہن سنگھ کا قتل ہوا ہے۔" کرسی زور سے ہٹا کر وہ باہر آ گیا۔ ماتحت اُس کے پیچھے دوڑا۔

"قتل ہوتے کسی نے دیکھا ہے؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

"نہیں صاحب! مقتول کی چاچی گردوارے گئی تھی، تب کسی نے مکان میں داخل ہو کر جلدی سے کام ختم کر لیا۔"

"پھر صوبیدار کو جگا پر کیوں شک ہے؟"

"جگا جیسا کوئی شخص گاؤں میں آیا تھا اس کی خبر ملی۔ پھر اُسے گھوڑی پر تیزی سے جاتے ہوئے دو تین آدمیوں نے دیکھا۔" جیپ اسٹارٹ ہو گئی۔ لہٰذا ماتحت نے ڈرائیور سے کہا۔ "وڑیا کی جانب چلاؤ!"

"نہیں...... دھرم پور کی جانب چلو!" ارجن سنگھ چیخا۔ وہ اپنے آپ کو کوسنے لگا۔ ہاتھ سے کیسا موقع سرک گیا۔ اُسے دیکھ کر جگا اسی وجہ سے گھبرا گیا ہو گیا۔ میں نے اُسے جانے دیا...... اُسے رخسار پر چانٹے مارنے کو جی چاہا مگر دوسروں کی موجودگی حائل تھی۔ ماتحت اپنے چیف کی بے چینی کا اسرار سمجھ نہیں سکا۔ مگر ڈرائیور کے ساتھ والے دونوں پولیس مین سمجھ گئے کہ صاحب سوتے میں بک گئے۔

دھرم پور پہنچنے تک ارجن سنگھ نے بمشکل مایوسی کو دبائے رکھا۔ مگر جگت کے نانا کی کھڑکی کو تالا لگا دیکھ کر ایسا غصہ آیا کہ دروازے پر زور سے لات ماری۔ "نصیب کو تالا لگ گیا......" وہ بڑبڑایا۔

پڑوسی سے معلوم ہوا۔ "نارائن سنگھ دو دن سے بیٹی کے پاس رتیا میں ہیں۔"

ایک غلیظ گالی اُس کی زبان سے نکل گئی۔ "حرام خور کہہ رہا تھا کہ نانا بیمار ہو گئے ہیں۔ پہنچنے کی جلدی ہے۔" بند کھڑکی کی جانب دو چار گالیاں اُچھال کر وہ جیپ میں جا بیٹھا۔ "اب رتیا کی جانب چلو!" ارجن سنگھ کو یقین تھا کہ جگت وہاں نہیں ہو گا۔ مگر بھٹکنے کے علاوہ کیا علاج تھا؟

جگت کی وجہ سے اُس کی ملازمت جانے والی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ پولیس کمشنر پر بم گرا اور اُس کے گلے پر چلتی ہوئی چھری رُک گئی۔ چار سال کی سفارش کے بعد بمشکل شیخو پورہ کے پولیس چیف کو ملازمت واپس ملی تھی۔ اب اُسے اپنا پرانا حساب چکانا تھا۔ بچن کی ٹولی کو پھنسانے کا جال بچھایا ہوا ہے، اس میں جگت بھی پھنس جائے تو اُس کی کارکردگی کو چار چاند لگ جائیں گے۔ تباہ کئے ہوئے پانچ سال سود سمیت واپس مل جائیں گے۔

○

"جگت! تم نے ارجن کو خوب چکر دیا۔" بچن اُس کی پیٹھ تھپتھپاتا ہوا بولا۔ جگت ہمیشہ کے لئے واپس لوٹا ہے یہ سن کر سب خوش ہو گئے تھے۔

"اب پھر پہلے جیسا کھیل شروع کریں گے۔" ہوشیار نے کہا۔

"سنو ساتھیو!" بچن نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔ "ابھی اور اسی وقت سے جگت ہمارا سردار ہے۔"

مگر جگت نے اُسے روک لیا۔ "بچن! نہیں، اس کی کیا جلدی ہے؟ مجھے کچھ کہنا ہے۔" پھر جگت

سب کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔ ''موہن سنگھ کو قتل میں نے پرانی دشمنی کی وجہ سے نہیں کیا۔ اگر ویرو کے متعلق مجھے بتا دیا ہوتا تو میں شاید اُس کی گردن دبانے کے لئے وہاں نہ ٹھہرتا۔ گھریلو زندگی بسر کرنے کے لئے میں نے ڈاکوگری چھوڑ دی تھی۔ ویرو مل جاتی تو موہن سنگھ زندہ ہے یا مر گیا! مجھے پرواہ نہیں تھی۔'' وہ کچھ دیر رُک گیا، پھر بولا۔ ''ابھی ویرو کی تلاش باقی ہے۔'' آخری جملہ لہجے میں کہا۔

''اس میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔'' بچن اور ہوشیار نے ایک آواز میں کہا۔

''مگر ہوشیار! تم بھول رہے ہو۔'' جگت نے اُس کی جانب دیکھ کر کہا۔ ''ویرو کی وجہ سے بار ہماری ٹولی میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ پھر اس بار......''

''اس کا انجام ہم نے دیکھ لیا۔'' ہوشیار نظر اُٹھائے بغیر بولا۔ ''اسی پھوٹ نے کرپال کی جان لی۔ اب ایسی غلطی نہیں ہوگی جگت!''

''تمہارے دل میں یقین ہوگیا۔'' کہتے ہوئے بچن نے بلند آواز میں کہا۔ ''پھر آج سے ہمارا سردار...... منظور......؟''

سب نے منظور کی صدا لگائی۔ مگر یہ آوازیں بند ہوں، اس سے پیشتر ایک آواز آئی۔

''مجھے منظور نہیں......!''

سب ہنومان کی جانب کڑی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اب تک وہ خاموش رہا تھا۔

''تمہیں کیا اعتراض ہے ہنومان؟'' بچن نے تیکھے لہجے میں کہا۔ ''جگت نہیں تھا تب دن اُس کا نام جپتا تھا۔ اب واپس لوٹا تو نا منظور کہتا ہے؟''

ہنومان نے بچن کو جواب دینا تھا، مگر وہ جگت کی جانب دیکھ کر بولا۔ ''جگت پر ہمارا اکیلے کا حق نہیں۔ اس کے ماں، باپو، چندن، بھابھی، نانا اُن سب کی منظوری ضروری ہے بچن!'' درمیان میں نہ بولے اس وجہ سے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''جگت کو واپس حاصل کرنے کے لئے گھر والوں نے کیا کم دُکھ جھیلے ہیں؟ اُن کے پاس سے جگت کو چھین لینے میں کون سی بہادری سب لوگ کر رہے ہو؟'' ہنومان اگر بھرائے ہوئے لہجے میں نہ بولتا تو بچن اُس کی بات جس کر دیتا۔ ایسی سنجیدہ بات کہنے کی اُس کی عادت نہیں تھی۔ جگت کو بھی محسوس ہوا کہ اپاہج ہونے سے اُس کا دل نرم ہوگیا ہے۔

''ہنومان! اس میں چھین لینے کی بات کہاں ہے؟ میں نے خود اس سے کہا تھا کہ جوش میں ہتھیار مت اُٹھانا۔ اب قتل کر کے آیا تو گھر جانے کی بات ہی کہاں رہتی ہے؟''

''موہن سنگھ کو جگت نے قتل کیا ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟'' ہنومان نے پراسرار انداز میں دی۔ ''اسے کسی نے دیکھا نہیں۔ ہو سکتا ہے قتل کا الزام کسی اور شخص پر آئے۔ تو پھر جگت کو کیوں چھوڑنا چاہئے؟'' بچن کے حلق سے یہ بات نہیں اُتری۔ وہ جواب دینا چاہتا تھا مگر جگت بول اُٹھا۔

''ہنومان! بچن! تم لوگ خوامخواہ بحث کر رہے ہو۔ موہن سنگھ کو قتل کرنے سے پہلے میں ہمیشہ کے لئے گھر چھوڑ دیا ہے۔'' ...... سب کے منہ کھل گئے۔ جگت نے یہ بات کیوں چھپائی ایک کی آنکھیں سوال کر رہی تھیں۔ ''کیوں گھر چھوڑا جگت؟''

اب بات نکلی لہٰذا کہے بغیر چارہ نہ تھا۔ ''ماں نے ویرو کی بات مجھ سے چھپائی یہ جانتے ہی مجھے غصہ آ گیا۔ مجھے نہ جانے دینے کے لئے اُنہوں نے زبردستی کی۔ یہ بھی کہا کہ چوکھٹ پار کر جاؤ پھر گھر واپس نہ لوٹنا۔'' جگت رُک گیا، پھر آہ بھر کر بولا۔ ''پھر بھی میں چوکھٹ پار کر کے گھر سے باہر نکل آیا اور کہتا آیا کہ پھر کبھی واپس نہیں آؤں گا۔''

سب سے زیادہ صدمہ ہنومان کو ہوا۔ ''تم کیا کر بیٹھے جگت؟ ماں کا دل دُکھایا......؟'' اُس کی آواز میں لرزش تھی۔ ''مجھے رہ رہ کر اب ممتا کی قیمت سمجھ آئی ہے۔ میں نے بھی بے چاری کا دل دُکھایا اور آج میں تڑپ رہا ہوں۔ لاش کی طرح جی رہا ہوں۔'' ہنومان کی آنکھوں میں کبھی اتنے آنسو نظر نہیں آئے تھے۔ سب کے درمیان سناٹا مسلط ہوگیا۔ جگت کو بہت بے چینی ہونے لگی۔ گھر کی یاد تازہ ہوگئی۔ اُسے روکنے کی کوشش کرتی ہوئی ماں کی غمگین صورت نظر میں گھومنے لگی۔ سسکیاں لیتی ہوئی چندن کا بجھا ہوا چہرہ جیسے اُس سے پوچھ رہا تھا، ابھی جی بھر کے ملے بھی نہ تھے ہم چھوڑ کر چلے گئے......؟

''بچن! میں پھر ڈاکو بن چکا ہوں۔'' جگت نے سب کو چونکا دیا۔ ''ڈاکہ ڈالنے کا کوئی نیا ٹھکانہ ہے؟'' ہنومان کے علاوہ سب خوش ہو گئے۔ بچن بولا۔

''سب انتظام کر لیا ہے۔ تیسرے دن گوندگڑھ کے زمیندار کی تجوری صاف کرنی ہے۔ بہت دنوں سے اتنا لمبا ہاتھ نہیں مارا۔''

''خطرہ کتنا ہے......؟'' جگت اپنے اصلی مزاج میں آ گیا۔ ''جگہ کے متعلق پہلے سے چیکنگ کر لی ہے؟''

''خطرہ معمولی سا ہے۔ ایک قابل شخص ہمیں مل گیا ہے۔ وہ زمیندار کا باورچی تھا۔ ملازمت سے نکال دیا لہٰذا انتقام لینے کے لئے تیار ہوگیا۔ زمیندار کی حویلی سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔'' بچن پُرمسرت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کہاں ہے وہ قابل شخص......؟''

''ہم نے اُسے ڈاکہ ڈالنے والے دن ملنے کو کہا ہے، پولیس کو شک نہ ہو جائے اس لئے۔''

''اُس کا نام کیا ہے؟''

''قادر میاں۔ ہم نے اُس کو چیک کر لیا ہے۔ بہت اچھا نشانہ باز ہے۔ ضرورت پڑنے پر ایک دو کو شوٹ کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی ہے۔''

''بہتر ہے...... تیاری کرو!'' جگت نے سبز جھنڈی لہرا دی......!

شام سات بجے روانہ ہونا تھا۔ جگت مسرت سے جھوم رہا تھا۔ وہ ڈاکو بن گیا ہے اس بات کا اعلان زمیندار کے اس ڈاکے سے ہونے والا تھا۔ ارجن سنگھ کی نیند حرام کرنے کی یہ اچھی شروعات ہے۔ پانچ سال سے رائفل چھوٹ گئی تھی اس پر دو دن میں اُس کا ہاتھ جما۔ کسے پتہ پہلی گولی کا کون نشانہ بنے گا......؟؟

جگت، ہنومان سے باتیں کر رہا تھا اسی لمحے بچن اور ہوشیار آ گئے۔ ''قادر میاں آ گیا ہے جگت! تمہارا نام سن کر خوش ہوگیا۔ کہتا ہے ایسے اُستاد کا ساتھ ملے پھر مداخلت کرنے کی کس کی طاقت

ہے۔"

"السلام علیکم۔" کہتا ہوا گیم شحیم قادر باادب انداز میں سامنے آ گیا۔ "وعلیکم السلام" جگت غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ انسان کو سمجھ لینے کی جگت کو قدرتی بخشش تھی۔ بہت دیر تک وہ غور سے دیکھتا رہا۔ اُس پر قادر مہندی لگی داڑھی کھجانے لگا۔ اُس کے بائیں شانے پر بندوق دائیں پہلو میں تلوار لٹک رہی تھی۔ سرخ لنگی، سفید کرتہ اور سر پر ترکی ٹوپی اُس کے رنگیلے مزاج کی چغلی کھا رہی تھی۔ پان کھانے کی عادت کی وجہ سے اُس کے دانت سیاہ پڑ گئے تھے۔ تیز نظروں سے وہ جگت کے دل کا جائزہ لے رہا تھا۔

"سب تیار ہے؟" جگت نے اُسے چونکا دیا۔ "پولیس کو اس کی خبر تو نہیں لگے گی؟"

"ارے اس طرف پولیس کا سایہ بھی نہیں آئے گا۔" قادر میاں نے دونوں ہاتھ سے بجائی۔ اور جگت کی نظر اُس کے بائیں ہاتھ پر جم گئی مگر چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"میاں! آپ دائیں ہاتھ سے نشانہ لیتے ہیں یا بائیں ہاتھ سے؟" جیسے اُس کے مطلب نہ سمجھا ہو اس طرح قادر اُلجھن میں پڑ گیا۔ جگت نے صاف بات کی۔ "بایاں انگوٹھا ہے، اس لئے پوچھا۔"

بچن درمیان میں بولا۔ "ہاں...... یہ کہنا بھول گیا۔ باورچی کی ملازمت کے دوران ایک سبزی کاٹتے ہوئے اس کا انگوٹھا کٹ گیا تھا۔ مگر یہ دائیں ہاتھ کا استعمال کرتا ہے لہٰذا اسے تکلیف نہیں ہوتی۔" جگت کی نظر قادر کے دائیں انگوٹھے کی طرف گئی۔ ناخن پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ دیر تک وہ دیکھتا رہا، تب قادر کا دایاں انگوٹھا کپکپایا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے جگت؟" بچن نے جلدی سے کہا۔ "اب ہماری روانگی کا وقت ہے۔" مگر جگت نے پرواہ نہیں کی۔ "میاں! سبزی کاٹنے کی چھری بہت تیز تھی؟ انگوٹھا ٹھیک ہو ایسا نہیں لگتا؟"

"اس کی پرواہ کون کرے......؟" قادر نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں نے کٹا ہوا انگوٹھا سے باہر پھینک دیا۔" جگت کی پیشانی پر لکیریں تن گئیں۔ اُس نے چوغے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈبیہ نکالی، تیزی سے کھول کر اندر سے انگوٹھے کا ناخن نکال کر قادر کے سامنے کر دیا۔

"یہ ناخن دیکھو...... شاید تمہارا ہے۔" دانت پیس کر جگت بولا۔ "چار سال سے میری بیوی سنبھال کر رکھا ہے۔"

بچن، ہنومان یا ہوشیار کچھ سمجھ نہیں سکے ایسے وقت میں جگت بے مطلب کی بات کیوں کر رہا تھا؟ مگر قادر میاں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جگت کے جبڑے تن گئے۔ "کیوں! پہچان گئے قادر؟"

جواب میں قادر کا دایاں ہاتھ تلوار کے ہتھے پر گیا، پلک جھپکتے میں میان سے تلوار نکال کر جگت پر جھپٹا۔ ہنومان اسی تیزی سے ہوشیار ہو گیا اُس نے لکڑی کی گھوڑی بلند کر کے درمیان میں رکھ دی۔ اس سے قادر کی تلوار ٹکرائی اور دُور جا گری۔ قادر کو پل بھر کے لئے رائفل استعمال کرنے کی خواہش ہوئی مگر ہوشیار اور بچن دونوں اُس کی جانب جھپٹے۔ وہ جست لگا کر کمرے سے باہر جانے لگا مگر چوکھٹ تک پہنچا تھا کہ بچن نے رائفل کی لبلبی دبا دی۔ گولی پسلی توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ "آہ" کہتا ہوا

قلابازیاں کھاتا ہوا قادر دُور جا گرا۔ جگت، بچن اور ہوشیار وہاں دوڑ گئے۔ اُلٹے پڑے ہوئے قادر کو جگت نے ٹھوکر مار کر سیدھا کیا۔ اُس کی پسلی سے خون کی دھار نکل رہی اور آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اُس کے ہانپتے ہوئے سینے پر جگت نے پیر رکھا۔ "بول! تجھے گھر میں داخل ہونے کے لئے کس نے بھیجا تھا؟" جواب نہ ملا تو سینے پر زور سے پیر پٹکا۔ قادر چیخا مگر زبان نہیں چلائی۔ جگت جوش میں آ گیا۔ "کہہ دے...... ورنہ تیری آنکھیں نکال لوں گا۔ تجھے مرنے نہیں دوں گا بلکہ تڑپاؤں گا۔ بول! ارجن سنگھ نے بھیجا تھا؟" قادر کی زبان باہر لٹک گئی۔ مگر اُس میں بات کرنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ آنکھیں اور گردن سے اقرار کیا۔ جگت اور بپھر گیا۔ "کیوں آیا تھا؟...... میری بیوی کو چھیڑنے......؟" قادر نے پھر اقرار کیا۔ بچن سے یہ برداشت نہ ہوا۔ جگت کچھ کہے اس سے پیشتر رائفل کی نال اس کی پیشانی پر رکھ کر اس نے لبلبی دبا دی۔ دھماکے سے اُس کی کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ گئے۔

"یہ تم نے کیا کر دیا بچن......؟" جگت دانت پیس کر بولا۔ "اس سے اور معلومات اُگلوانی تھیں۔ کچھ دیر اور رُک جانا تھا۔"

بچن کا غصہ ابھی سرد نہیں ہوا تھا۔ "جگت! یہ چندن بھابھی کی عزت لینے گھر میں گھسا تھا یہ سن کر ہمارے ہاتھ کس طرح رُک سکتے تھے؟ اس ذلیل کے ذرّے ذرّے کرنے کو جی چاہتا ہے۔" اس نے قادر میاں کی لاش پر تھوکا۔

"جگت! تم نے عین موقع پر اسے پکڑ لیا۔" ہوشیار کہنے لگا۔ "نہیں تو آج ہم سب پھنس گئے تھے۔"

"یہ تو سب ٹھیک ہے۔ مگر اس انگوٹھے کی بات تم نے ہم سے نہیں کہی؟" ہنومان نے پوچھا۔

"ایسا موقع ہی کہاں ملا تھا؟" جگت نے ہاتھ میں تھامی ہوئی ڈبیہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "ساڑھے چار سال پہلے یہ بدتمیز نصف شب کو میرے گھر کی چھت پر آ کر دروازے کی زنجیر اندر سے کھول رہا تھا، تب چندن نے تلوار سے اس کا انگوٹھا کاٹ لیا تھا۔"

"واہ...... کیسی بہادر ہے ہماری بھابھی......" ہنومان نے مسرت کا اظہار کیا۔

مگر جگت فوراً بولا۔ "بچن! اس شخص نے ہمارے مقام کا پتہ ارجن سنگھ کو بتا دیا ہوگا۔"

"نہیں... آج پہلی بار اسے یہ مقام بتایا جگت! ہم نے اس سلسلے میں کافی ہوشیاری برتی ہے۔ ہم اسے آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں لایا تھا۔ ابھی تک ہم اسے باہر ہی ملتے رہے ہیں۔"

"پھر تو بچن! ہم ارجن سنگھ کو اس کی لاش پہنچائیں۔ اسے پتہ چلے کہ سیر پر سوا سیر بھی موجود ہے۔"

"یہ کام میں کروں گا۔" ہوشیار نے کہا۔ "قادر کی لاش کو اس کے گھوڑے پر باندھ کر زمیندار کے گھر تک پہنچا دوں گا۔"

"ایسا کرتے ہوئے پھنس نہ جانا، یہ خیال رہے...... اور لاش کے ساتھ ایک پرچی بھی بھیج دینا، اس پر لکھنا۔ "ارجن سنگھ! جگا پھرڈاکو بن گیا۔ اس خوشی میں یہ تحفہ حاضر ہے......!"

OOO

چندن سسر کے لئے بستر بچھا رہی تھی، اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ چندن کے ہاتھ رک گئے۔ ''کون آیا ہوگا؟'' اُس نے کمرے میں بیٹھے ہوئے ساس سسر کی جانب دیکھا، وہ بھی چونک گئے تھے۔ زنجیر پھر کھڑکی۔ چندن دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اُسے یقین تھا کہ جگت نہیں ہوگا۔ پھر بھی اُس کے دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔ دروازہ کھولا تو سامنے نانا کھڑے ہوئے تھے۔ کبھی آس نہیں ٹوٹی۔ اُس نے نانا کے عقب میں نظر دوڑائی، نانا سمجھ گئے۔

''بہو! میں اکیلا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اندر آ گئے۔

ماں جی اور سوہن سنگھ برآمدے میں کھڑے تھے۔ چندن دروازہ بند کر کے ساس کے پاس کھڑی ہوگئی۔ نانا کا بجھا ہوا چہرہ چغلی کھا رہا تھا کہ کچھ کام نہیں ہوا۔ پھر بھی ماں جی نے پوچھا:

''کیا ہوا......؟''

نانا خاموش رہے۔ چندن نے پانی کا لوٹا دیا۔ پانی پی کر وہ چارپائی پر لیٹ گئے۔ پھر بولے۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ زیادہ نہیں بولے۔

''مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔ کسی حالت میں بھی وہ گھر واپس نہیں آئے گا۔'' ماں جی بڑبڑائیں۔

نانا نے آہ بھری۔ ''اب آنا ہوگا تو بھی نہیں آ سکے گا۔''

یہ سن کر سوہن سنگھ بے چین ہوگئے۔ ''کیا مطلب؟''

ماں جی تڑپ اُٹھیں۔ ''کیا اُس نے ویرو کو اغواء کرلیا؟'' ......صرف ایک چندن خاموش تھی، وہ خود میں نانا کی بات سننے کی ہمت پیدا کر رہی تھی۔

''صبح یہاں سے گیا تو مجھے پتہ چلا کہ ویرو کے باپ نے گلے میں پھانسی لگا کر خودکشی کر لی ہے۔ پھر ایک جگہ اور جانا تھا، اپنے واحد دشمن کے گھر......'' نانا کچھ رُکے، پھر لڑکھڑاتی زبان میں بولے۔ ''شام اُس کے گاؤں گیا مگر وہاں سے بھی ناکام واپس آنا پڑا۔ مجھ سے پہلے جگت وہاں جا چکا تھا۔'' نانا نے باری باری تینوں کی جانب دیکھا۔ بیٹی کی حالت پر اُس کا دل دہل گیا۔ کیا یہ اس بات کا صدمہ جھیل سکے گی جو وہ کہنے جا رہے ہیں؟ مگر نہ کہنے سے بات چھپ نہیں سکے گی۔ کل تک پورا گاؤں جان لے گا۔ یہی کہنے کے لئے اپنے گھر کی بجائے سیدھے یہاں آئے تھے۔ ممکن تھا پانچ سال پہلے ایسا ہوا ہوتا تو وہ گاؤں بھر میں شکر تقسیم کرتے۔ جگت کی پیٹھ ٹھونکتے۔ مگر آج خبر دیتے ہوئے وہ گھبرا رہے تھے۔ ''شام کو دشمن کا قتل ہوگیا...... اب جگت واپس نہیں لوٹ سکے گا۔''

یہ سن کر ماں جی سناٹے میں آ گئیں...... چندن کا منہ کھل گیا اور سوہن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ پورا ماحول ٹھہر گیا......!

O

سب کی آنکھوں سے نیند جیسے کوسوں دور تھی۔ آدھی رات گزر چکی تھی اور اب تک چاروں اپنے اپنے بستر پر پڑے کروٹیں بدل رہے تھے کہ اچانک دروازہ پر کھٹکا ہوا۔ آہنی دھڑکے باز ہوئی۔ چاروں یہ سوچ کر اُٹھ بیٹھے کہ جگت آیا ہوگا۔ چندن تیزی سے اوپری منزل کی سیڑھیاں اُتر کر برآمدے میں جلتے ہوئے فانوس کی روشنی بلند کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی، اسی لمحے سوہن سنگھ بولے۔ ''تم رہنے دو...... میں دروازہ کھولتا ہوں۔''

دروازے میں ارجن سنگھ کھڑا تھا۔ وہ استقبال کا انتظار کئے بغیر اندر گھس آیا۔ ''سب جاگ رہے ہو؟'' وہ ہنس کر بولا۔ پھر آس پاس نظر ڈالی۔ ''کیوں آیا ہوں یہ تو سمجھ چکے ہوگے۔'' پھر نانا کی جانب حیرت سے دیکھ کر بولا۔ ''ارے تمہاری طبیعت پوچھنا بھول گیا۔ اب کیسی طبیعت ہے؟''

نانا کو اُس کا ڈرامائی انداز پسند نہیں آیا مگر ضبط کر گئے۔ ''میری طبیعت خراب کب ہوئی تھی؟ تم سے کس نے کہا؟''

''تمہارے جگت نے۔'' پولیس چیف طنزیہ لہجے میں بولا۔ اور چاروں پر خوف چھا گیا...... کیا جگت گرفتار ہوگیا؟...... مگر نانا نے سوچا اگر ایسا ہے تو ارجن سنگھ یہاں کیوں آیا؟

''مجھے بیوقوف بنا گیا......'' ارجن سنگھ دانت پیس کر بولا۔ ''مگر اس وقت یہ خبر نہیں تھی کہ وہ موہن سنگھ کا قتل کر کے ہی آ رہا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا کہ اچانک نانا کی طبیعت خراب ہوگئی ہے اس لئے جلدی پہنچنا ہے۔''

چاروں کے چہرے کھل اُٹھے۔ ارجن سنگھ نے دروازے پر کھڑے ہوئے سپاہیوں کو آواز دی۔ ''جلدی چلو...... گھر کی تلاشی لو!'' پھر نانا سے بولا۔ ''میں جانتا ہوں وہ یہاں نہیں آیا ہوگا۔ مگر تلاشی لینے میں کیا حرج ہے؟''

اعتراض کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ پھر بھی نانا نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ ''موہن سنگھ کا قتل ہونے کے بعد جگت پر شک جانا عین ممکن ہے۔'' نانا کی بات سن کر ارجن سنگھ خاموش رہا۔ موہن سنگھ کے قتل کی خبر سن کر کوئی نہیں چونکا تھا اسی وقت وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ خبر پہلے ہی یہاں پہنچ چکی ہے۔ ممکن ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے اس لئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اس میں شک کا سوال نہیں۔ جگت کو گاؤں میں آتے اور پھر فرار ہوتے ہوئے بہت سوں نے دیکھا ہے۔ اگر وہ مجرم نہ ہوتا تو مجھ سے جھوٹ بول کر فرار نہ ہوتا۔'' پھر لہجے میں ہمدردی شامل کر کے بولا۔ ''مجھے تم لوگوں پر رحم آتا ہے۔ تم لوگوں نے کتنا برداشت کیا مگر وہ صحیح راستے پر نہیں آیا۔ پانچ سال کی قید بھگتنے کے باوجود پرانی دشمنی کا جنون کم نہیں ہوا۔''

پانچ سال پہلے کی بات یاد دلا کر ارجن سنگھ نے نانا کے دل میں سوئی ہوئی نفرت جگا دی۔ اُن کا جی چاہا کہ کہہ دیں۔ ''دشمنی تو تجھ سے ہونی چاہئے تھی۔ قتل تو تیرا کرنا تھا۔ تو نے ہم نے دھوکہ کیا۔ اس کا بدلہ لیتا تو میں سمجھتا۔ دھوکہ دے کر پولیس کے حوالے کیا اور پھر قلابازی کھا گیا۔ بدمعاش نے مار مار کر اُسے ختم کرنے کی ذلیل حرکت کی۔ اور آج رحم دکھانے کا ڈرامہ کرتا ہے؟'' مگر پولیس چیف کو چھیڑنا آفت سر لینے کے برابر تھا لہٰذا وہ خاموش ہی رہے۔ تلاشی لے کر ہاتھ جھٹکتے

ہوئے سپاہی باہر آ گئے۔ ارجن سنگھ اُلجھن میں پڑ گیا آخر سب کیوں خاموش ہیں؟ اُس نے ماں کی جانب غور سے دیکھا تو اُن کے لرزتے ہوئے لب کپکپا اُٹھے۔

"بھائی! وہ ہمارا دشمن تو تھا۔ مگر اُس کی بیوہ سے ہماری طرف سے تعزیت کرنا۔"

نانا چونک گئے۔ پھر سمجھ گئے کہ لڑکی نے بالکل ٹھیک بات کی تھی۔ ارجن سنگھ نے متعجب ہو کر کہا۔ "موہن سنگھ کی بیوہ کیسی؟ وہ تو کب کی طلاق لے کر الگ ہو گئی ہے۔" پھر جیسے اُسے یاد آ گیا، وہ بولا۔ "اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا۔ مجھے اُس عورت کو تلاش کرنا پڑے گا۔" پھر دروازے کی جانب تیزی کے قدم بڑھائے، پھر جاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولا۔ "جگت اُس سے ملے بغیر نہیں رہے گا۔ پرانا رشتہ جو ہے!" اُس کی بیہودہ بات نے چندن کے دل میں چٹکی بھر لی۔

O

رات کے گیارہ کا گھنٹہ بجا اور ارجن سنگھ چونک پڑا۔ وہ گوند گڑھ کے زمیندار کی حویلی کی گیلری میں چھپا ہوا تھا۔ اس خیال سے اُس کا ذہن ہوا میں تیر رہا تھا کہ بچن کی ساری پارٹی آج پکڑی جائے گی۔ پچھتر مسلح پولیس والے اُس نے آس پاس اس طرح چھپا دیئے تھے کہ کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔ قادر میاں اندازے سے زیادہ چالاک نکلا۔ تھوڑے دنوں میں اُس نے بچن جیسے ڈاکو کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ قادر کی کامیابی کا سہرا اُس کی میٹھی زبان کے سر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرا بیٹا عورتوں پر جادو کر جاتا ہے۔ جب وہ جگت کے گھر سے انگوٹھا کٹوا کر واپس لوٹا تھا تو اُسے چانٹا مار دیا تھا۔ ارجن کو اس بات کا افسوس ہوا۔ کوئی پرواہ نہیں۔ آج وہ اُس سے وہ بدلہ چکا دے گا۔ ایک گھنٹہ گزر گیا مگر گھوڑوں کی ٹاپیں نہیں سنائی دیں تو ارجن پہلو بدلنے لگا۔ نصف شب پہلے آنے کی بات تھی، پھر اتنی دیر کیوں؟ بچن اتنا پکا تھا کہ اُس نے مقام کے متعلق قادر میاں کو ہوا نہیں دی تھی۔ "کچھ آواز سنائی دے رہی ہے غالباً...... یہ آواز گاؤں کی جانب سے آ رہی ہے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز۔" ارجن سنگھ نے بیلٹ میں سے پستول نکالتے ہوئے کہا۔ پھر پولیس والوں کو تاکید کر دی کہ کوئی جلد بازی نہیں کرے گا۔ ممکن ہے بچن گروہ ساتھ نہ آئے دو تین آدمی پہلے چیک کر جائیں، اس کے بعد باقی لوگ آئیں۔ سب کے آنے کے بعد اُنہیں چاروں سمت سے گھیرنا تھا۔ اس گھیرے سے نکلنے کی کوشش کرنے والوں کو ارجن سنگھ نے شوٹ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز قریب آ گئی۔ اُس کا اندازہ درست تھا۔ وہ دو سے زیادہ آدمی نہیں تھے۔ اُس نے گیلری سے جھانک کر دیکھا، قادر کا سفید گھوڑا دور سے صاف نظر آ رہا تھا۔ مگر وہ اُس کی پیٹھ پر سوار کیوں نہیں تھا؟ دو منٹ خاموشی رہی۔ گیلری کے نیچے سے گھوڑا گزر گیا تو اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ گھوڑے کے پیچھے کوئی آدمی گھسٹتا ہوا آ رہا تھا..... گھوڑا حویلی کے پاس آ کر رُک گیا۔

ارجن سنگھ اُلجھن زدہ انداز میں کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا، مگر عقب میں کوئی آتا نظر نہ آیا تو اُس نے ٹارچ روشن کر دی۔ روشنی کا دائرہ گھومتا ہوا گھوڑے سے بندھے ہوئے شخص کے چہرے پر مرکوز ہو گیا اور پولیس چیف کے کپکپاتے ہوئے ہاتھ سے ٹارچ چھوٹ گئی۔ "قادر میاں..؟" وہ بڑبڑایا اور دوڑ کر اُس کے قریب پہنچا۔ دوسرے سپاہی بھی ساتھ تھے۔ قادر میاں کے سر میں گولی کا سوراخ نظر آ رہا تھا جس پر خون جم گیا تھا۔ اُسے چت کر کے دیکھا تو راستے پر گھسٹنے کی وجہ سے اُس کی ناک، ہونٹ، شانے، سینہ اور گھٹنے سب جگہ سے گوشت اُدھڑا ہوا تھا۔

"صاحب! اس کی گردن میں کچھ بندھا ہوا ہے۔" ایک سپاہی نے چیف کی توجہ مبذول کرائی۔ پرچہ کھول کر پڑھتے ہی ارجن سنگھ کے جسم میں آگ لگ گئی۔ "کمبخت جگا وہاں پہنچ گیا۔ عین وقت پر ٹپک پڑا۔ مگر وہ قادر کو کس طرح پہچان گیا؟" وہ بڑبڑایا۔ تین چار بار پرچہ پڑھ کر اُس کی نظر قادر کے دائیں ہاتھ پر گئی، دوسرا انگوٹھا کٹا ہوا دکھائی دیا۔ "پھر تو جگا سب کچھ جان گیا۔ اس نے قادر میاں سے دوسری اطلاع بھی اُگلوالی ہو گی۔ وہ ڈاکو بن گیا ہے۔ اسی خوشی میں مجھے لاش کا تحفہ بھیجا ہے۔"

ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ جگا نے قادر کا انگوٹھا نہیں بلکہ اُس کی ناک کاٹ دی تھی۔

"اُسے بڑھنے سے پہلے ہی دبا دینا پڑے گا۔" اُس نے دانت پیسے۔ "جگا! تمہاری موت میرے ہاتھ سے ہو گی۔ تم پھر بازی کھیلنے کو تیار رہو! مگر یاد رکھنا حکم کا یکہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اب مجھے ویرو کو استعمال کرنا پڑے گا۔" ارجن سنگھ بڑبڑایا تھا۔

O

ویرو کی تلاش سے دن بدن جگت مایوس ہو رہا تھا۔ موہن سنگھ کو قتل کرنے کی حماقت اب اُس کی سمجھ میں آئی تھی۔ ممکن ہے وہ سچ کہتا ہو۔ ویرو کے متعلق صرف وہی جانتا ہو۔ جرم سرزد ہو جانے کے بعد وہ کھلے عام نہیں گھوم سکتا تھا۔ ویرو کے باپ کے علاوہ دوسرے رشتے داروں کا اُسے پتہ نہیں تھا۔ کہاں جا کر...... کس سے پوچھا جائے؟ گھر ہوتا تو چندن اُس کی مدد کرتی۔ خیالات کے ہجوم میں اچانک ایک خیال سے جگت دہل گیا۔

"ممکن ہے ویرو کو کچھ ہو گیا ہو؟ وہ زندہ ہی نہ ہو......؟" اس خیال کے تحت جگت کا جسم پسینے سے تر ہو گیا جیسے اُس کی ساری طاقت سلب ہو گئی ہو۔ اُس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ بچن، ہنومان اور ہوشیار جگت کی اس حالت پر پریشان ہو گئے۔ جگت جیسا بہادر انسان ویرو کے لئے کیسا پاگل بن گیا ہے؟ رات کو سکون سے نہیں سو پاتا، سوتے ہوئے چونک کر بیدار ہو جاتا، پھر دُکھ بھلانے کے لئے شراب میں ڈوب جاتا ہے۔ ایک بار پشت پھیر کر راستے میں کھڑی ہوئی عورت کو دیکھ کر کس طرح مسرت میں ڈوب کر دوڑا تھا مگر ویرو کی جگہ دوسری عورت کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا تھا اور بجھے ہوئے چہرے سے واپس لوٹ آیا تھا۔ یا تو ویرو کا پتہ چلنا چاہئے یا پھر اُسے دل سے نکال دینا چاہئے۔ اگر ان دو باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ بچن کو ایک مرتبہ خیال آیا کہ وہ کہہ دے۔ "جگت! تم جس ویرو کو دن رات تلاش کر رہے ہو وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اُسے بھول جاؤ!" مگر یہ جھوٹ بولنے کی اُس میں ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ کئی بار کہہ چکا تھا۔ "جس نے ویرو کو ہاتھ لگایا ہو گا اُس کی میں چمڑی گرا دوں گا۔" ایسے کہتے وقت اُس کا چہرہ کتنا ہیبت ناک ہو جاتا تھا۔

"بچن! ہم ایک ٹھکانہ بھول گئے۔" ایک دن کھانا کھاتے ہوئے اچانک جگت بولا۔ "کرچین ڈاکٹر کے ہاں تلاش نہیں کیا۔ ہم دونوں آخری بار وہیں سے الگ ہوئے تھے۔ ممکن ہے وہاں اُس

نے پناہ لی ہو۔" سب جگت کی جانب دیکھنے لگے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ جگت کو کبھی کبھی وقت ایسی دھن سوار ہو جاتی تھی۔ "یہاں تلاش باقی رہ گئی ہے۔ لہٰذا چکر لگا لیں؟" اُس کا دل، کی خاطر بچن یا ہوشیار اُس کے ساتھ جاتے اور دھکے کھا کر واپس آ جاتے۔ اس وقت کسی جواب نہیں دیا تو جگت جھینپ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں میری وجہ سے تم لوگو پریشان ہونا پڑتا ہے۔ مگر میں کیا کروں؟" اُس کی آواز بھرا گئی۔ پھر کھنکار کر بولا۔ "ویسے بھی ہنومان کے پیر کے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔ بچن! چلو ہم ابھی چلیں۔" میں لیا ہوا نوالہ اُس نے تھالی میں واپس رکھ دیا اور ہاتھ دھونے لگا۔ بچن کو بھی اسی طرح اُٹھنا جگت کے دل کا شک دُور کرنا ضروری تھا۔

تین گھنٹے بعد وہ گاؤں میں داخل ہو گئے۔ جنگل سے گزرنے کے بعد اُنہیں چرچ نظر آیا۔ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس چرچ میں دونوں نے یسوع مسیح کی تصویر کے سامنے شمع کرا کے اپنے دل کی مراد مانگی تھی کہ ویرو کا پیار ہمیشہ اُس کی زندگی میں سائے کی طرح ساتھ گا۔ اور ویرو کی یاد سائے کی طرح اُس کے ساتھ رہے گی۔ ڈاکٹر کا گھر آ گیا۔ گھوڑے پر دونوں نیچے اُتر گئے۔

"بچن! تم باہر رہنا۔" یہ کہہ کر جگت آگے بڑھا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ فوراً ہی اندر سے آواز آئی

"کون ہے......؟" ڈاکٹر صاحب کی آواز پہچان کر جگت نے زنجیر کھٹکھٹائی۔ اندر سے لاٹھی کھٹ کھٹ سنائی دی۔ دو چار لمحے جگت کو بہت طویل محسوس ہوئے۔ دروازہ کھولتے ہی بڑبڑائے۔ "بھائی! اس وقت کون ہے؟"

"مجھے نہیں پہچانا ڈاکٹر صاحب؟" جگت اندر چلا گیا۔

"آواز پہچانی ہوئی ہے۔ مگر یادداشت ساتھ نہیں دے رہی۔" ڈاکٹر کی آواز سے بڑھاپا جھلک رہا تھا۔ جگت نے فانوس کی روشنی بڑھائی، پھر ڈاکٹر کے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"اب روشنی میں دیکھیں!"

"اندھیرا یا اُجالا سب برابر ہے بھائی!" ڈاکٹر ہنسا۔ اُس کی آواز میں درد کی جھلک تھی۔ جگت کا دل رو دیا۔ "آنکھیں ہیں مگر روشنی گنوا دی ہے بیٹا!"

جگت پیچھے ہٹ گیا۔ "ڈاکٹر صاحب...... آپ...... آپ......"

"ہاں بیٹا! اندھا ہو گیا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ جگت کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں پہچان لیا۔ جگت یاد آیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جیل سے رہا ہو کر تم مجھ سے ملنے آؤ گے۔ ابھی تمہارا نام دُہرا رہی تھی۔" ڈاکٹر کا ہاتھ جگت کے شانے پر پڑا تو وہ پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "تم تو بہت بڑے ہو گئے۔"

"مگر ماں کہاں ہے ڈاکٹر صاحب؟" گھر میں نظریں گھما کر جگت نے پوچھا۔ اس سوال پر ڈاکٹر کے چہرے پر پھیلتا ہوا غم دیکھ کر جگت کانپ گیا۔

"وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی...... اپنے بیٹے کے پاس......!" اتنا کہہ کر گلے میں لٹکتے ہوئے کراس کو اُنہوں نے بوسہ دیا۔ شدت جذبات سے جگت، ڈاکٹر سے لپٹ گیا۔ ڈاکٹر کے بوڑھے شانے

گرم آنسو گرنے لگے۔ "تین ہفتے پہلے وہ ہم سے بچھڑ گئی۔ ورنہ آج تجھے دیکھ کر اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔"

آنسوؤں اور ہچکیوں سے دل کا غبار دھونے کے بعد جگت ڈاکٹر سے جدا ہوا۔ ہاتھ تھام کر ڈاکٹر کو کرسی پر بٹھایا۔ "میری ماں چل بسیں، آپ کو نظر نہیں آتا۔ پھر دیکھ بھال کون کرتا ہے؟"

"اس کا انتظام یسوع مسیح نے کر دیا ہے۔ ایک جوان عورت بیٹی کی طرح میرا خیال رکھتی ہے۔ وہ چرچ میں پڑی رہتی ہے، بیچاری دُکھیاری ہے۔"

"عورت؟" جگت بڑبڑایا۔ "کہیں وہ ویرو تو نہیں؟" اُس نے سوچا۔

"مگر بیٹے! تم اس وقت کیوں آئے ہو؟" ڈاکٹر نے پھر اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ "گھر میں سب لوگ ٹھیک تو ہیں؟ یا پھر رات کو بھٹکنے کی عادت نہیں گئی؟"

"ڈاکٹر صاحب! آپ جس عورت کی بات کر رہے ہیں وہ ویرو تو نہیں؟"

"ویرو......؟" ڈاکٹر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ "ہاں...... وہ تمہارے ساتھ آئی تھی۔ وہ ہو؟ نہیں نہیں...... وہ تو برابر والے گاؤں کی ہے۔ شوہر نے بدچلن کہہ کر گھر سے نکال دیا تو بیچاری نے چرچ میں پناہ لے لی۔" جگت نے آہ بھری۔ مگر ڈاکٹر نے سن لی۔ "ویرو یہاں کہاں سے آئے گی؟"

"میں اُس کی تلاش میں آیا ہوں۔ وہ چار ماہ سے لاپتہ ہے۔" جگت نے آہ بھر کر ساری بات ڈاکٹر کو بتا دی۔ مگر اس کی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر کو یہ بتا دیتا کہ وہ گھر چھوڑ آیا ہے اور موہن کو قتل کر کے ڈاکو بن گیا ہے۔

پھر کراس آنکھوں سے لگا کر ڈاکٹر بولے۔ "جہاں ہوں گی وہاں بھگوان اُس کی حفاظت کریں گے۔ مگر تمہارے گھر سب کیسے ہیں؟ تم یہاں اکیلے آئے ہو؟"

پہلا سوال نظر انداز کرتے ہوئے جگت نے کہا۔ "میرے ساتھ میرا دوست ہے۔ اُسے باہر کھڑا کیا ہے۔"

"مطلب یہ کہ تم پھر ڈاکو بن گئے؟" ڈاکٹر کی آواز میں لرزش تھی۔ جگت خاموش رہا۔ ڈاکٹر کے چہرے کی جھریوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ اُن کا سر ہلنے لگا۔ "تم...... تم......" الفاظ زبان سے چپک گئے۔

"جی ہاں...... میں پہلے جیسے ہو گیا......!"

جگت کے بولنے سے پہلے ڈاکٹر چیخے۔ "نہیں...... نہیں......" بہت دیر تک اُن کا جسم کپکپاتا رہا۔ جگت اُن کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اُسے ڈر محسوس ہوا کہ ڈاکٹر یہ صدمہ نہیں جھیل سکیں گے۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر پُرسکون ہو گئے تو اُسے حیرت ہوئی۔ "بھگوان معاف کرے...... میں غصے پر قابو نہیں رکھ سکا۔" تیسری بار اُنہوں نے کراس کو آنکھوں سے لگایا۔ پھر جو کچھ کہا وہ جگت کے دل پر نقش ہو گیا...... "اچھا ہوا کہ تم میری کے مرنے سے پہلے نہیں آئے۔ اُس کو پتہ چلتا تو وہ کبھی تمہیں معاف نہ کرتی۔"

اس نیک انسان کی رُوح کا صدمہ دیکھ کر جگت کو پہلی بار محسوس ہوا کہ اُس نے ایسا جرم کیا ہے

جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں آ کر اُس نے ڈاکٹر کے دل پر ضرب نہ لگائی ہوتی تو اچھا زیادہ دیر رُکنے میں اُسے شرم محسوس ہوئی۔ میری کی قبر پر جانے کی خواہش کا بھی اُس نے اظہار کیا۔ اُس نے اُس عورت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی جو چرچ میں پڑی تھی۔ خاموشی سے کے پاؤں چھو کر کچھ کہے بغیر جگت بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔

بچن نے دیکھا کہ جگت کے چہرے پر مایوسی کی جگہ پچھتاوا تھا۔ ڈاکٹر سے ملنے کے بعد جگا دماغ سن ہو گیا تھا۔ بچن اور ہوشیار نے اُسے مایوسی سے بچانے کی خاطر ویرو کی تلاش اپنے لے لی۔ جگت کی اُمید ٹوٹ جانے پر تھی تو پانچویں دن ہوشیار ہانپتا ہوا آیا۔

''جگت...... جگت!'' وہ پُرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''ویرو کا پتہ مل گیا۔'' یہ سن کر جگت کھڑا ہو گیا۔ اُس کی رگوں میں تیزی سے خون گردش کرنے لگا۔ آنکھیں جوش سے چمکنے لگیں۔

''ہوشیار! تم سچ کہہ رہے ہو؟'' جگت نے یہ سوچ کر پھر پوچھا کہ کہیں اُس کے سننے میں غلطی تو نہیں ہوئی؟

''بالکل سچ کہہ رہا ہوں جگت!'' ہوشیار ہانپتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''وہ اپنی خالہ کے گھر رہتی ہے۔''

''دیکھا...... ہمیں یہی ٹھکانہ یاد نہیں آیا۔'' جگت خوشی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ''میں کہہ رہا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ بھاگ نہیں سکتی۔ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ مگر ہوشیار! تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ تم اُس سے ملے؟''

''نہیں جگت......!'' ہوشیار ٹھنڈا پڑ گیا۔ ''مگر تین چار جگہوں سے پکی اطلاع لینے کے بعد یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں۔ میں دیکھنے جاتا تو شاید رشتے دار ہوشیار ہو جاتے۔''

''ارے رشتے داروں کی ایسی تیسی...... چل میرے ساتھ۔ میں ابھی اُسے بھی اُٹھا لاتا ہوں۔'' جگت کی مسرت اور جوش قابو میں نہیں تھا۔

''مگر جگت! میں نے دوسری بات سنی ہے۔'' ہوشیار بجھ گیا۔ ''آج سے پانچویں دن ویرو کی شادی ہو رہی ہے۔''

جگت پر بجلی گر گئی۔ صورت بدل گئی۔ چہرہ سرخ ہونے لگا۔ ''نہیں، نہیں... ہوشیار! یہ غلط ویرو کبھی شادی کرنے کو تیار نہیں ہوگی۔'' اُس کا ہیبت ناک رُوپ دیکھ کر ہوشیار اور ہنومان خوفزدہ ہو گئے۔ شانے پر بندوق رکھ کر جگت نے ہوشیار کا بازو تھام لیا۔ ''چلو! ہم ابھی وہاں چلیں گے۔''

ہوشیار اُلجھن میں پڑ گیا۔ مگر ہنومان درمیان میں آ گیا۔ ''جگت! اس طرح پاگل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بچن بھی اُس کی اطلاع حاصل کرنے گیا ہے۔ اُسے آنے دو! شاید کچھ اور پتہ مل جائے۔'' جگت کا دل مچل رہا تھا مگر اُسے رُک جانا پڑا۔ ''ویرو...... شادی'' یہ دو الفاظ اُس کے ذہن میں بار بار گردش کر رہے تھے۔ ارجن سنگھ حکم کا یکہ چل چکا تھا......!

○

''بچن! ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔'' جگت نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''ہوشیار نے پتہ حاصل کر لیا ہے۔'' مگر بچن پر اُس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تاثرات سے عاری انداز میں ہلکی سی ہنسی ہنس دیا۔ ویرو کے پاس پہنچ جانے کی جلدی میں جگت نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔

''وہ خالہ کے گھر رہتی ہے...... میں ہوشیار کو لے کر ابھی روانہ ہوتا ہوں۔'' وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

''اب جا کر کیا کرو گے؟'' بچن نے مایوس لہجے میں کہا۔ ''ہوشیار نے تمہیں یہ بتایا ہوگا کہ ویرو کی شادی ہونے والی ہے۔''

''ہاں...... یہی وجہ ہے کہ میں اُس کے پاس پہنچ جانا چاہتا ہوں۔'' جگت کا لہجہ سخت تھا۔ ''میں اسے بھگا لاؤں گا۔''

بچن آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے سخت حیرت تھی۔ اس کا تجربہ ہونے کے باوجود کہ عورت کا پیار انسان کو کیسا پاگل بنا دیتا ہے بچن کو جگت کی حرکت بیہودہ معلوم ہوئی۔ ''کسی کو بیاہنے والی عورت کو اُٹھانے کی بات کر رہا ہے؟'' بچن سختی سے بولا۔

ہنومان اور ہوشیار چونک گئے۔ اس طرح بات بڑھنے کا سب کو ڈر محسوس ہوا۔ مگر جگت اپنی بات پر قائم رہا۔ ''میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں۔ ویرو کسی سے شادی نہیں کرے گی۔ اُس کی شادی زبردستی کی جا رہی ہے۔ اور میں یہ جاننے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔''

''اور اگر ویرو راضی خوشی شادی کرنا چاہتی ہو پھر؟'' بچن سر جھکا کر بولا۔ مگر یہ سن کر جگت کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ اُلجھن میں پڑ گیا۔

''یہ نہیں ہو سکتا بچن! تم خوامخواہ بحث کر رہے ہو۔ میں ویرو کو جانتا ہوں۔''

''میں بھی اُچلا کو جانتا تھا جگت!'' بچن نے جگت سے نظر ملا کر کہا۔ ''عورت کی مجبوری اکثر اُس سے ناممکن کام کرا دیتی ہے۔''

''ویرو سے زبردستی کرنے والے کو میں شوٹ کر دوں گا بچن! مجھے تجھ سے بحث نہیں کرنی۔ میں جا رہا ہوں۔'' جگت نے ہوشیار کو بھی کھینچا۔ ہنومان ٹھنڈی سانس بھر کر بچن کو دیکھنے لگا۔ بچن نے ہونٹ کاٹے، پھر بلند آواز میں بولا۔

''کھڑے رہو جگت! تم اس طرح نہیں جا سکتے۔'' پھر بھی جگت آگے بڑھا۔ بچن گرجا۔ ''میں کہتا ہوں ٹھہر جاؤ......!'' جگت کے قدم فرش پر جم گئے۔ وہ پیچھے مُڑے بغیر بولا۔

''کیا ہے؟'' اُس کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی۔ بچن گھبرا ہو کر اُس کے قریب گیا۔

''پہلے ہمیں یقین کرنا ہے کہ ویرو وہاں ہے بھی یا نہیں؟''

''یہ یقین کرنے کے لئے ہی میں وہاں جا رہا ہوں۔''

''اور فرض کرو! ویرو وہاں ہو اور راضی خوشی سے شادی کر رہی ہو۔ پھر تم کیا کرو گے؟''

جگت کا ہاتھ رائفل پر گیا مگر جواب دینے سے پہلے ہچکچایا۔ بچن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''مجھے یاد ہے جگت! اُچلا کو حاصل کرنے کے لئے میں بھی اسی طرح جوش میں آ گیا تھا۔ تم میرے ساتھ گئے تھے۔ اور مجھے گھر کے باہر کھڑا رکھا تھا، اور تم اُچلا سے مل کر لوٹ آئے تھے۔''

''مگر وہ تو میں اُس کی مرضی معلوم کرنے گیا تھا۔ ایک بیاہی ہوئی عورت اپنا گھر چھوڑ کر نہ آنا چاہتی تو مجھے اُسے زبردستی نہیں لانا تھا۔''

''یہ بھی بات ہے جگت! اگر میں ساتھ گیا ہوتا تو اُچلا کا انکار سن کر پاگل ہو جاتا اور نہ جانے کر بیٹھتا۔'' پھر اُس کا لہجہ بھیگ گیا۔ ''جسے بہت زیادہ چاہتے ہو وہ ہمارا ہاتھ جھٹک دے تو مر۔ کی خواہش ہوتی ہے۔''

''جو بھی ہو، مگر آج ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جائے گا۔''

''جگت! تمہیں میری بات ماننی پڑے گی۔ مجھے ابھی شک ہے کہ اس میں کوئی چال ہے۔ اتنے عرصے سے تلاش کر رہے تھے، پھر بھی ویرو کا نام ونشان نہیں ملتا تھا، وہ اس طرح اچانک کیے ظاہر ہو گئی؟''

''مجھے بچن کی بات میں وزن نظر آتا ہے۔'' ہنومان بیساکھی کے سہارے اُچھلتا ہوا اُس کے قریب آ گیا۔ ''تم ویرو کی تلاش میں ہو۔ ممکن ہے ارجن سنگھ بھی یہ بات جانتا ہو۔ تمہیں پھنسانے کے لئے اُس نے یہ جال پھیلایا ہو، اس بات کا بھی امکان ہے۔''

اب جگت اُلجھن میں گرفتار ہو گیا۔ ''تم سب لوگ بات کا بتنگڑ کیوں بنا رہے ہو؟ میں جان خطرے میں ڈال کر بھی وہاں جاؤں گا۔ ویرو سے زیادہ پیاری مجھے زندگی بھی نہیں ہے۔''

کچھ دیر تک کوئی بھی نہ بولا۔ جگت سچ مچ پاگل ہو رہا تھا۔ پھر بھی بچن اُسے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ ''ایک کام کریں...... پہلے ہم یقین کر لیں کہ ویرو وہاں ہے یا نہیں؟ پھر سب ساتھ جا کر اُسے اُٹھا لائیں گے۔''

''ہاں... یہ ٹھیک ہے۔'' ہنومان اور ہوشیار ایک ساتھ بولے۔ مگر جگت کی ضد جاری رہی۔

''مگر جو شخص چیک کرنے جائے گا اُس کے لئے بھی تو خطرہ ہے، پھر میں ہی کیوں نہ جاؤں؟''

''مجھے ایک ترکیب سوجھی ہے۔'' بچن بولا۔ ''ہم میں سے کوئی نہ جائے، بلکہ یہ کام اُچلا کے سپرد کر دیا جائے۔'' پھر اُس نے جگت کو ایک نظر دیکھ کر کہا۔ ''اُچلا، ویرو کو پہچانتی ہے۔ ویرو اُس سے سچ بات کہتے ہوئے نہیں ہچکچائے گی۔ اُچلا عورت ہے لہٰذا وہاں جانے میں رُکاوٹ بھی نہیں ہو گی۔ وہ اُس کی سہیلی بن کر وہاں جا سکتی ہے۔''

اب جگت کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔ بچن نے اچھی ترکیب بتائی تھی۔ مگر ذہن پر سوار ہونے والی ''جلدی'' نے پھر بہانہ ڈھونڈا۔ ''اس میں وقت ضائع ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ زبردستی اُس کی شادی کر دیں گے۔''

''وقت ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔'' بچن پُرمسرت لہجے میں بولا۔ ''میں بھی اُچلا کے ساتھ جا رہا ہوں جگت! میں اُس کے گھر دو چار مرتبہ ہو آیا ہوں۔ لہٰذا تم کوئی فکر نہ کرو۔ کل صبح اُچلا، ویرو سے ملنے اُس کی خالہ کے گھر روانہ ہو جائے گی اور شام تک جواب لے آئے گی۔''

جگت کی اجازت کا انتظار کئے بغیر بچن روانہ ہو گیا۔ ہوشیار اور ہنومان کو بھی یہ ترکیب پسند آئی۔ جگت جوش کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک دن اُسے بہت طویل دکھائی دیا۔ کسی سے کچھ کہے بغیر وہ اندر جا کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ ویرو کا خیال جگت کو سونے نہیں دے رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ویرو کسی سے شادی پر تیار نہیں ہو گی۔ اُس نے طلاق اس لئے حاصل کی تھی کہ جیل سے رہا ہونے کے بعد میرے ساتھ زندگی گزار سکے۔ وہ زبردستی پر خودکشی کو ترجیح دے گی۔ پھر بھی ایک غم

لف اُسے ستا رہا تھا۔ وہ موہن سنگھ کو قتل کر کے پھر ڈاکو بن گیا یہ جاننے کے بعد ممکن ہے کہ ویرو اُس سے ناراض ہو گئی ہو اور شادی کے لئے تیار ہو گئی ہو۔ پھر اُچلا اُسے منا نہیں سکے گی۔ میں ہی اسے سمجھاؤں گا۔ موہن سنگھ کا قتل کس حالت میں اچانک ہوا؟ یہ جاننے کے بعد اُسے مجھ سے نفرت نہیں رہے گی۔ میں اس کی تلاش میں کتنا بے چین رہا ہوں یہ جان کر اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کی خاطر میں نے گھر چھوڑ دیا، ویرو شادی کا ارادہ ترک کر دے گی اور میرے ساتھ آنے کو تیار ہو جائے گی۔ سوچتے سوچتے جگت کے سر میں سخت درد ہونے لگا۔ بچن خواہ مخواہ درمیان میں کود پڑا۔ مجھے اُس کی بات نہیں سننی چاہئے تھی۔ ایک دن میں تو سب کچھ اُلٹ پھیر ہو جائے گا...... جگت فوراً اُٹھ گیا۔ ہنومان اور ہوشیار گہری نیند سو رہے تھے۔ چارپائی پر سے کھڑے ہو کر اس نے لٹکتی ہوئی رائفل اُٹھا لی، پھر خیال آیا کہ رائفل کسی کی نظر میں آ جائے گی۔ ہوشیار کے بیلٹ میں پستول تھی اُس پر نظر گئی، مگر اُسے بیدار نہیں کرنا تھا۔ وہ کسی سے کچھ کہے بغیر جانا چاہتا تھا۔ صبح تک وہ واپس لوٹ آئے گا ویرو کو ساتھ لے کر۔ گھر سے باہر جھانک کر اُس نے دیکھا، کوئی بھی نہیں جاگ رہا تھا۔ مگر باہر پہرہ دیتے ہوئے ساتھی کا کیا ہو گا؟ اُسے کسی طرح سمجھا لوں گا۔ کہوں گا نیند نہیں آ رہی، اس لئے شراب پینے جا رہا ہوں۔ اُس نے آہستگی سے سوئے ہوئے ہوشیار کے بیلٹ سے پستول سرکا لی۔ ہوشیار نے حرکت کی، جگت کچھ ہچکچایا۔ مگر سارے دن کی دوڑ دھوپ کی وجہ سے تھکا ہوا ہوشیار پھر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ پستول اندر کی بیلٹ میں چھپا کر جگت بڑھ گیا۔

''نیند نہیں آ رہی۔ لہٰذا نشہ کر کے آتا ہوں۔ گھنٹے بھر میں لوٹ آؤں گا۔'' باہر پہرہ دیتے ہوئے ساتھی سے یہ کہہ کر اُس نے گھوڑی دوڑا دی......!

پوری رفتار سے گھوڑی دوڑانے کے باوجود اسمٰعیل آباد پہنچتے ہوئے پورے تین گھنٹے صرف ہو گئے۔ ستائے بغیر یا کوئی دیکھ نہ لے اس کی پرواہ کئے بغیر جگت گھوڑی دوڑا رہا تھا۔ وہ ویرو کی خالہ کے گھر سے لاعلم تھا۔ اس گاؤں میں دو انفارمر رہتے تھے۔ ''اُن سے معلوم کر لوں گا'' اس یقین کے ساتھ وہ روانہ ہوا تھا۔

''مجھے یقین تھا کہ آپ آئیں گے۔'' انفارمر نے آنکھوں سے نیند بھگانے کی خاطر جماہی لیتے ہوئے کہا۔ ''مگر شادی کے دن آنے کا امکان نہیں تھا۔''

''میں ابھی پہنچنا چاہتا ہوں۔ تمہیں مجھے گھر بتانا پڑے گا۔'' اُس کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر جگت نے کہا۔ ''ساتھ نہیں آنا، صرف نقشہ سمجھا دو! میں خود سمجھ لوں گا۔''

''ایسے چھوٹے گاؤں میں مکان تلاش کرنے میں کون سی دیر لگے گی؟'' انفارمر نے اپنا بچاؤ کیا۔ ''گاؤں کے اس کنارے میرا مکان اور دوسرے کنارے اُس تیلی کا گھر ہے۔ ویرو کا خالو تیل کا کولہو چلاتا ہے۔ لہٰذا لوگ اُسے تیلی کہتے ہیں۔ دروازے کے قریب کولہو کا بیل بندھا ہوا ہو گا۔ ایک لائن میں مکان آتے ہیں۔ گردوارے کا جھنڈا ابھی دکھائی دے گا۔ اس سے کچھ آگے جاؤ گے تو ساتھ والا مکان اُس کا ہے۔''

''مکان میں داخلے کا عقبی راستہ تو ہو گا؟''

''ہاں...... راستہ ہے۔ مکان کے پیچھے چھوٹا سا میدان ہے۔ وہی تیلی کا باڑہ ہے۔ گھوڑی پر

کھڑے ہوکر آسانی سے دیوار پر چڑھ سکتے ہیں۔"

"گھر میں کتنے آدمی رہتے ہیں؟"

"خالہ، خالو کے بچے نہیں ہیں۔ دو بھانجیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"دو بھانجیاں ہیں؟"

"ہاں...... ویرو کی چھوٹی بہن بھی بہت دنوں سے خالہ کے گھر میں رہتی تھی۔ اب ویرو بھی آ گ
ہے۔"

"ابھی یعنی کتنے عرصے سے؟" جانے کی جلدی کے باوجود جگت معلومات حاصل کرنے کے تجسس کو روک نہیں سکا۔

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ اچانک اُن کی شادی کی بات آئی۔ کہتے ہیں اس طرح وہ لوگ اُس کی شادی کرا دیں گے۔ مگر بات کھل گئی۔"

"کس سے شادی ہو رہی ہے؟"

"یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔" انقارمر کچھ دیر رُک گیا، پھر مسکرا کر بولا۔ "بیاہ
والا اس گاؤں کا نہیں۔ اور پھر وہ بیچارہ تمہارے نام سے ڈرتا ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے دم
سے شادی کی شرط یہ رکھی ہے کہ شادی سے پہلے اُس کا نام ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ نہیں تو جگا اُ
زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"بے وقوف......" جگت کے جبڑے سخت ہو گئے۔ "برات سے پہلے اُس کا جنازہ اُٹھے گا۔"

سارا گاؤں پچھلے پہر کی نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ چوک میں پہرہ دیتا ہوا چوکیدار بھی جھونکے ل
رہا تھا۔ جگت کو راستہ صاف نظر آیا۔ گردوارے کے جھنڈے پر نظریں جمائے ہوئے اُس نے
گھوڑی کو آگے بڑھا دیا۔ ایک مکان کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا بیل اونگھ رہا تھا۔ وہیں جگت
نے گھوڑی روک لی۔ سامنے والے کسی گھر میں بچہ رو رہا تھا۔ جگت پھرتی سے تیلی کے مکان ک
عقب میں روپوش ہو گیا۔ سنسان رات میں ذرا سی آہٹ بھی کافی بلند سنائی دے رہی تھی۔ جگت
نے آہستہ سے باڑے کے دروازے کو دھکیلا مگر وہ کھلا نہیں۔ تقریباً سات فٹ اُونچی دیوار پر نظ
گئی۔ جگت گھوڑی کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ دیوار پر جما کر اُس نے جست لگائی۔ دیوا
کے کنارے پر ہاتھ پڑتے ہی ایک چھوٹا سا پتھر آواز کے ساتھ باڑے میں گرا اور چارپائی پر سویا
جسم حرکت کرنے لگا۔ جگت ہچکچایا نہیں۔ وہ باڑے میں کود گیا۔ وہ شخص چارپائی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا

"کون...... کون ہے......؟"

جگت نے تیزی دکھائی۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص چیخ مارنے کے لئے منہ کھولے، جگت جھپ
کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ جگا اُس کے کھلے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفناک آواز میں بولا
"خبردار اگر شور کیا۔" پھر دوسرے ہاتھ سے پستول نکال کر اُس کے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا۔ جگت
نے اندازہ لگایا کہ وہ ویرو کا خالو ہی ہوگا۔ اُس کے چہرے پر فانوس کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اُوپر
ہونٹ درمیان سے کٹا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں کبھی پستول کو اور کبھی جگت کی جانب دیکھ رہی تھیں جن
میں خوف دکھائی دے رہا تھا۔ جگت کو یقین تھا کہ اُس میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

"بول...... ویرو کہاں ہے؟" یہ سن کر اُس کے شانے جھٹکے سے حرکت کرنے لگے۔ پیشانی پر
پسینے کے قطرے اُبھر آئے۔ بولنے کے لئے ہونٹ پھڑپھڑائے مگر آواز نہیں نکل سکی تو اُس نے
اُوپری منزل کی جانب اشارہ کیا۔ پھر بھی جگت نے آنکھیں دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "اُوپر ہے؟"
اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جگت نے اُوپری منزل کی جانب بڑھنے کے لئے قدم اُٹھائے، مگر جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔ اگر وہ
اُوپر جائے گا تو اس صورت میں تیلی شور مچا دے گا۔ اُس کی نظر کھونٹی پر لٹکتے ہوئے صافے پر گئی۔

"چارپائی پر لیٹ جاؤ!" جگت نے حکم دیا۔ ویرو کا خالو خوف سے کپکپانے لگا۔ جگت نے
دھکا مار کر اُسے لٹا دیا۔ تیزی سے سینے پر صافے کا کپڑا لپیٹ کر چارپائی کے نیچے گانٹھ لگا دی۔
ایک ٹکڑا اُس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ "ذرا بھی شور کیا تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" یہ کہتا ہوا وہ اُوپری
منزل کی طرف بڑھا۔ ویرو سے ملاقات کے خیال سے اُس کی رگوں میں خون تیزی سے گردش کر
رہا تھا۔ سینہ جذبات سے دھڑک رہا تھا۔ اُوپر ایک ہی کمرہ تھا جو باہر سے بند کیا ہوا تھا۔ زنجیر چڑھی
دیکھ کر پہلے تو وہ گھبرا گیا۔ نیچے جا کر بوڑھے کا جبڑا توڑ دینے کی خواہش ہوئی۔ مگر ایک بار کمرہ کھول
کر دیکھ لیا جائے...... یہ تجسس زور کر گیا اور اُس نے زنجیر گرا دی۔ جلدی میں اُس نے دروازے کو
زور سے دھکیلا۔ اندر کسی عورت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ ایک کونے میں جلتے ہوئے چراغ کے ہلکے
اُجالے میں جگت نے غور سے دیکھا، ایک عورت بستر سے اُٹھ کر دیوار کی جانب دوڑی۔ جگت نے
اُس روک کر آہستہ سے کہا۔

"ویرو......!" اچانک وہ رُک گئی۔ وہ دوپٹے کی بجائے سینے پر ہاتھ باندھ کر جگت کی جانب
پشت پھیرے کھڑی تھی۔ جگت دبے قدموں سے آگے بڑھا۔ "ویرو...... ویرو......!" اُس کی آواز میں
لرزش تھی۔ مگر اُسے قریب آتا دیکھ کر وہ دیوار کے قریب سرک گئی۔ وہ سرتاپا لرز رہی تھی۔

"آپ یہاں کیوں آئے؟" وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔ جگت کا دل خوشی سے دھڑک اُٹھا مگر
اس سوال کی اُسے توقع نہیں تھی جیسے اُس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا گیا ہو۔ دل میں چبھن
سی ہوئی۔

"ویرو! میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو دبا کر جگت بولا۔
دوسری جانب سے سسکیاں سنائی دیں۔ دیوار سے سر لگا کر وہ رو رہی تھی۔ جگت کا دل رونے
لگا۔ دونوں کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ جگت نے قریب جا کر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا،
اُس نے کو جھٹکا دے کر وہ ہٹ گئی۔

"میں ویرو نہیں......" اور جگت کا بڑھا ہوا ہاتھ سن ہو گیا۔ جیسے کسی نے اُس کا دل مٹھی میں لے
لیا ہو۔ "ویرو نہیں......" یہ لفظ اُس کی زبان پر جم گئے۔ دو چار لمحے اُس کا ذہن ساکت رہا۔
دروازے سے گھسنے والی ہوا کے جھونکے سے تھرتھرانے والی چراغ کی لو پر اُس کی نظر گئی۔ وہ دوڑا
اور تیزی سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر اطمینان کی سانس لے کر وہ اُس کے قریب گیا۔ ایک ہاتھ سے
چراغ اُٹھایا۔ اُسے قریب آتا دیکھ کر وہ دیوار سے پشت لگا کر نیچے بیٹھ گئی اور دونوں گھٹنوں میں سر
دے کر سسکیاں بھرتی ہوئی رونے لگی۔

"تم ویرو نہیں تو کون ہو......؟" اُس کی آواز پھٹ گئی۔ جواب نہ ملا تو وہ اُس کے قریب غصے سے بولا۔ "تم کون ہو......؟" دھیرے دھیرے سر اُٹھا۔ ویرو کو دیکھنے کے لئے ترستی آنکھیں متجسس انداز میں اُسے دیکھنے لگیں۔ اُسے آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ با ویرو جیسی تھی مگر ویرو نہیں تھی...... جگت کے ہاتھ سے چراغ چھوٹ گیا اور کمرہ تاریک ہو گیا...... کا خون جوش مارنے لگا۔ بیلٹ میں لگی ہوئی پستول کی جانب ہاتھ بڑھا تو وہ بولی۔

"میں ویرو کی بہن دھنو ہوں۔" ابھی اُس کا رونا جاری تھا۔

"پھر ویرو کہاں ہے؟"

"کسے معلوم؟" وہ بولی۔ اور یہ سن کر جگت کی مٹھیاں کھنچنے لگیں۔ اُس کے ذہن پر شیطان ہو گیا تھا۔ "مجھے نہیں معلوم......" اندھیرے میں اُس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ "میں کچھ نہیں جانتی"

"کسے ویرو کا پتہ ہے؟ کون جانتا ہے؟" جگت غصے میں کپکپا رہا تھا۔ اگر اُس کے سا عورت کی بجائے مرد ہوتا تو اُس کے ہاتھ نہ رُک سکتے۔"

"میرے باپو کو پتہ تھا۔ مگر انہوں نے کسی کو نہیں بتایا۔" یہ کہہ کر دھنو پھر رونے لگی۔

"اب رونا بند بھی کرو گی؟" جگت غصے میں بولا۔ "ویرو کی شادی کی بات غلط ہے؟"

اُس کا رونا ختم گیا۔ "بناوٹ ہے...... سب غلط ہے۔ تم یہاں کیوں آئے؟" اس سے پہلے پوری بات کرتا، گھوڑی ہنہنائی۔ جگت چونک گیا۔ نیچے یقیناً کوئی تھا۔ کوئی اُوپری منزل چڑھ رہا جگت نے پستول ہاتھ میں تھام لیا۔ دھنو گھبراہٹ میں بولی۔ "پولیس...... تم بھاگ جاؤ......"

جگت بپھر گیا۔ "ویرو کے نام سے مجھے پھنسایا گیا ہے۔" وہ دروازے کی جانب جھپٹنا چاہ مگر دھنو نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"وہاں سے نہیں...... یہ کھڑکی کھول کر چھت پر......"

کمرے کا بند دروازہ کسی نے دھکیلا، مگر کھلا نہیں۔ جگت پل بھر خاموش رہا۔ پستول میں راؤنڈ تھے۔ مقابلہ کرنے میں جان کا خطرہ تھا۔ ممکن ہے جس طرح دھنو کہتی ہے اس طرح فر موقع مل جائے۔ دروازے پر ضربیں پڑنے لگیں۔ دھنو نے جواب دیا۔ "کھولتی ہوں......" کھ کھول کر جگت چھت پر چڑھ گیا۔ سن کرتی ہوئی گولی اُس کے قریب سے گزر کر دیوار سے ٹکرا جگت کا دل دھڑک اُٹھا۔ باہر راستے پر پولیس اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر......؟ نیچے جانا خطر سے خالی نہیں تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل سرکتا ہوا چھت کے سرے کے قریب گیا۔ رائفل کے دھ سے پورا محلّہ جاگ اُٹھا تھا۔ شور ہونے لگا۔ جگت نے دیکھا برابر والے مکان کی چھت قریب وہاں ایک دو آدمی بھاگتے نظر آئے۔ یہ اچھا موقع ہے...... پولیس کو فائر کا موقع نہ دینا ہو تو لو میں شامل ہو جانا چاہئے۔ بجلی کی سی تیزی سے اُس نے دوسری چھت پر جست لگائی۔ اس با پولیس کا فائر خالی گیا۔ شور اور بڑھ گیا۔ اب ارجن سنگھ برابر والی چھت پر آ گیا تھا۔ اُس نے جگ تیسرے مکان کی چھت پر جست لگاتے دیکھا۔ اندھیرے میں نشانہ لیا، گولی جگت کی بائیں ٹانگ ران کو چھوتی ہوئی نکل گئی۔ جگت لڑکھڑا کر چھت پر گرا۔ ران سے گرم گرم خون اُبل پڑا۔ مگر وہ کے بغیر اُٹھ کر دوڑا۔ یہ اچھا تھا کہ مکان برابر برابر تھے۔ جگت پانچویں مکان کی چھت تک پہنچ

اتنی دیر میں سارا محلّہ شور سے گونج اُٹھا۔ "جگا ڈاکو...... جگا ڈاکو......" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پولیس وارننگ دے رہی تھی۔ "کوئی راستے یا چھت پر نظر نہیں آئے گا۔ ورنہ گولی مار دی جائے گی۔" سامنے گردوارے کا جھنڈا نظر آ رہا تھا۔ درمیان میں ایک مکان کی آڑ تھی۔ مگر پیر میں شدید درد تھا۔ سر پر بندھا ہوا کپڑا اُس نے زخم پر مضبوطی سے کس دیا۔ اس عرصے میں دو فضائی فائر ہوئے۔ جگت سمجھ گیا کہ پولیس اُلجھ گئی ہے۔ اندھیرا اُس کی موافقت میں تھا۔ اب اگر ہمت کر کے نکل جائے تو فرار کا موقع تھا۔ وہ پھر ایک چھت پر کودا۔ گردوارہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ وہاں کود جانے کے بعد راستہ ملنے کی اُمید تھی۔ اُس نے آس پاس دیکھا، پولیس نظر نہیں آئی۔ "کہاں گیا...... کہاں گیا؟" کا شور سنائی دے رہا تھا۔ چھت کے کنارے کھڑے ہو کر اُس نے جست لگائی مگر گردوارے کی چھت کو پیروں نے چھوا ہی تھا کہ نیچے پھسل گیا۔ وہ کس پر گرا تھا؟ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر اُس کے گرنے کی آواز نہیں ہوئی۔ پھر کوئی اُس پر گرا...... اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ بےچینی محسوس کرنے لگا اور بیہوش ہو گیا......!

O

"جگا فرار ہو گیا......"

"نہیں وہ گاؤں میں چھپ گیا ہے۔ جائے گا کہاں؟"

"ہاں بھئی...... فرار ہونے کا اُسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ سارا محلّہ پولیس نے گھیر لیا تھا۔ اور سارا گاؤں جاگ اُٹھا تھا۔ کسی نے اُسے فرار ہوتے نہیں دیکھا......"

"مگر چھپنے کی جگہ تو ہو؟ پولیس محلّے کے ایک ایک مکان کی تلاشی لے رہی ہے۔ کہتے ہیں اُس کے پیر میں گولی لگی اور گھوڑی بھاگ گئی۔"

"بھئی جو بھی ہو، بہر حال ہم لوگوں کی جان بچ گئی۔ گولیاں ایسے چل رہی تھیں کہ ان کی جھپٹ میں آنے والا ڈھیر ہو جاتا۔"

"ڈاکو کو پکڑنے کے لئے پولیس بستیوں میں کیوں مورچے جماتی ہے؟ وہ سردار جی کی عورت پیٹ سے تھی۔ بیچاری فوراً بیہوش ہو گئی۔ آٹھویں ماہ بچہ ہو گیا۔"

"جگا یہاں کیوں آیا تھا؟ کیا ویرو کا اغواء کرنے کے لئے؟ ہم بیوقوف بن گئے۔ شادی کی بات صرف دھوکہ تھا۔"

اسمٰعیل آباد میں صبح ہونے تک یہی باتیں ہوتی رہیں۔ ارجن سنگھ پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہاں غائب ہو گیا؟ اُسے کس نے چھپایا؟ اُس کے دماغ کی عجیب حالت تھی۔ اتنی احتیاط کے باوجود اُس کے ہاتھ سے ترپ کا پتہ نکل گیا تھا۔ یہ اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ محلے محلے پولیس تلاشی لے رہی تھی۔ وہ خود بار بار اُن چار پانچ مکانوں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ جس جس چھت سے جگا کودا تھا اُن چھتوں کو چیک کیا گیا۔ خون کے نشان بھی درمیان میں رُک گئے تھے۔ گردوارے میں جگا کا داخلہ ممکن نہیں تھا۔ وہاں پولیس کی چھاؤنی بنی ہوئی تھی۔ کہیں گاؤں کے لوگوں کو شک نہ ہو اس لئے پولیس پجاریوں کے قافلے کی شکل میں وہاں ٹھہری تھی۔ گردوارے میں چھپنے کی کوشش کرنے کا مطلب پھنس جانا تھا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں ارجن سنگھ نے گردوارے کی چھت

کے کنارے پر کسی کے پیر کا نشان دیکھا۔ کچھ دور خون کا ایک قطرہ بھی نظر آیا۔ رات فانوس یا
کی روشنی میں اُنہیں یہ کیوں نظر نہ آیا؟ وہ ضرور گردوارے تک آیا تھا۔ مگر آگے کوئی نشان نہیں
وہ پھر مایوس ہو گیا۔ "کمال ہے...... کمبخت نہ جانے کہاں غائب ہو گیا؟" وہ بڑبڑایا۔ گردوار
پشت پر دو مکانوں کے آنگن تھے۔ ایک گاؤں کے ہندو جج کا مکان تھا اور دوسرے مکان میں
سکھ گرنکھ سنگھ رہتا تھا۔ دونوں کی ایک چھت تھی۔ دونوں مکانوں کے درمیان دیوار بھی ایک
دونوں سرکاری ملازم تھے۔ ایک قانون کا، دوسرا فوجی ڈیپارٹمنٹ کا ملازم تھا۔ ان مکانوں میں
کو چھپنے کا موقع مل ہی نہیں سکتا تھا۔ جج ڈسٹرکٹ کورٹ میں حاضری کی غرض سے ہفتے میں پانچ
گاؤں سے باہر رہتا تھا۔ گرنکھ سنگھ فوج سے چھٹی ملتی تو چھ ماہ میں ایک ہفتہ یا پندرہ دن کے لئے
آتا۔ جج کے گھر میں اُس کی بیوی کے علاوہ تین بچے تھے۔ گرنکھ سنگھ کی بیوی اکیلی تھی۔

"بھائی جان! وہاں کھڑے کیا سوچ رہے ہیں؟" دائیں جانب کے برآمدے میں سے
سنگھ کی بیوی نے پکارا۔ "نصف شب سے دوڑ بھاگ اور خون پانی کر رہے ہیں۔ تھوڑا آرام کر
تازی لسی تیار ہے۔ دو پیالے پی لیں! کچھ تازگی محسوس ہوگی۔"

اُوپر کھڑا ہوا ارجن سنگھ اُس جوان صورت کو متجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔ گاؤں کے ا
پولیس کو بدنام کر رہے تھے اور یہ عورت ہمدردی دکھا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اُسے خیال آیا کہ وہ
کے سامنے احمقوں کی طرح کھڑا ہوا ہے۔

"بھابھی جی! لسی نہیں، مگر چائے پینی ہے۔ آپ چولہا جلائیں، میں ابھی آتا ہوں۔"

ارجن سنگھ گیا تو دروازہ کھلا ہوا تھا اور آنگن میں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ عورت
ہے۔ اپنے شوہر کی غیر حاضری میں پرایا مرد گھر میں ہو، اس صورت میں دروازے بند نہیں ہو
چاہئیں۔ اور اُسے ممکن حد تک آنگن سے آگے بڑھنے نہیں دینا چاہئے۔

وہ چارپائی پر بیٹھا اسی لمحے وہ اندر سے چائے لے کر آ گئی۔ "لیں بھائی جان! چینی کم
کہنا۔ اُن کے فوج میں داخلے کے بعد اب چائے بنانا سیکھی ہوں۔"

"گرنکھ سنگھ کی کیا خبر ہے بھابھی؟" ارجن سنگھ نے کپ لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ مگر
چائے سے زبان جل گئی اس لئے جھٹکے سے کپ کھینچ لیا۔ اُس نے آنگن کا جائزہ لیا۔ ایک کونے
گھاس کے ڈھیر پر اُس کی نظریں جم گئیں۔

"کیا دیکھ رہے ہو بھائی جان؟" گرنکھ کی بیوی نے اُسے چونکایا۔ "کیا آپ یہ سوچ رہے
کہ گھاس کے ڈھیر میں آپ کا ڈاکو چھپا ہوگا؟"

"ارے ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ارجن سنگھ نے چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے اُس کو کن انکھیو
سے دیکھا۔ "ایسا سمجھتا تو آپ کے گھر کی بھی تلاشی لیتا۔"

"آپ تلاشی لینے نہیں آئے۔ مگر میں نے تو بلا لیا۔" یہ کہہ کر وہ مسکرائی۔ "محلے کی عورتیں کنو
پر بحث کر رہی تھیں کہ پولیس نے سب کے گھر کی تلاشیاں لیں مگر کلدیپ یا چھمی کے گھر
دروازے تک نہیں ہلائے۔"

"یہ تو عورتوں کی عادت ہے۔" پھر وہ کپ نیچے رکھتا ہوا بولا۔ "سرکاری ملازمین کے مکان

ا لینے سے خود ہماری سبکی ہوتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے ارجن سنگھ کی نظر پھر گھاس پر گئی۔ "میں
ل، ہاتھا گھر میں ایک بھینس ہے پھر اتنا بڑا گھاس کا ڈھیر کیوں؟"

"یہ بھی کوئی بات ہوئی؟" کلدیپ نے ایک ادا سے کہا۔ "جنگ ہو رہی ہے اس لئے سال بھر
اکو گھر میں رکھا ہے۔ ہر ماہ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔" پھر کونے کی کوٹھڑی کی جانب اشارہ کر کے
لی۔ "اُس میں اناج اور لکڑی بھی بھر رکھی ہے۔"

ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ ایسی فالتو باتوں کی بجائے کوئی میٹھی بات سننے کو ملے تو مزہ آ
ئے۔ "آپ گھر میں تنہائی محسوس کرتی ہوں گی؟ مگر گرنکھ تو جنگ ختم ہونے سے پہلے واپس نہیں
ئیں گے۔"

کلدیپ نے محسوس کیا کہ اب وہ اُٹھ جائے تو بہتر ہے۔ گرنکھ کی یاد آتے ہی اُسے خوف کی
سا محسوس ہوئی مگر اُسے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ دروازے پر گاؤں کا
چیدار نظر آیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ "صاحب! جگا کی گھوڑی مل گئی ہے۔"

ارجن سنگھ "اچھا؟" کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو گیا۔

"برابر والے گاؤں میں پکڑی گئی ہے۔"

"پھر تو زخمی جگا وہیں چھپا ہوا ہے۔" یہ کہتا ہوا ارجن سنگھ باہر نکل گیا۔ پیر کی ٹھوکر سے چائے کا
کپ دور گر کر ٹوٹ گیا۔

"صاحب! برابر والی چھمی بہن کے گھر بھی چکر لگا آنا! تاکہ ہمیں گاؤں کی عورتوں کے طعنے نہ
نے پڑیں۔" کلدیپ نے بلند آواز میں کہا جس سے پڑوسنوں کے کان تک اُس کی آواز پہنچ
ئے۔ ارجن سنگھ کے جانے کے بعد اُس نے بلند آواز میں دروازہ بند کر دیا۔

O

درد کی شدت سے ہنکارہ بھرتے ہوئے جگت نے پہلو بدلنے کے لئے سر اُٹھایا مگر سخت تکلیف
وجہ سے ہلکی سی چیخ مار کر پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر پلکیں جیسے من من بھر کی محسوس
ئیں۔ ذہن میں کچھ حرکت ہوئی، جسم کو جھٹکا سا لگا۔ نیم بے ہوشی میں اُسے محسوس ہوا کہ وہ کودتے
ئے گرا اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ یہ سب یاد آنے کے بعد آنکھیں کھولنے کی خواہش زور کر
لی۔ پھر بھی ہمت نہ ہوئی۔ آنکھوں کے سامنے جیل کی کوٹھڑی یا پولیس چوکی نظر آئے گی۔ اس بات
اُسے یقین ہو چکا تھا۔ آخر ارجن سنگھ کا منحوس چہرہ دیکھنے کی جلدی کیا ہے؟...... اسی لمحے سر پر کسی
تو گھومنے لگا۔ بڑا نرم ہاتھ تھا۔ ہلکی سی کھنکھار بھی سنائی دی۔ اگر یہ تو کسی عورت کے کنگن کی آواز
لی۔ جلدی سے پلکیں کھل گئیں۔ پہلے سب دھندلا نظر آیا۔

"تم کون ہو......؟" وہ بمشکل بولا۔

"شکر ہے......" عورت کی اطمینان بھری آواز سنائی دی۔ "ہوش آنے میں کتنی دیر ہو گئی۔ میں
گھبرا گئی تھی۔" پھر شانے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "میرے ویر کیسے ہیں؟"

جگت اب بھی اُسے پہچان نہیں سکا تھا۔ اُسے کہاں دیکھا تھا؟ یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

"آپ...... آپ کون ہیں؟"

"چھوٹی بہن کو "آپ، آپ" کہہ رہے ہیں؟" کلدیپ نے لاڈ سے کہا۔ "پہچانے تم
ہے میری شادی میں آپ نے جہیز بھیجا تھا۔ جب آپ ہمارے گھر ڈاکہ ڈالنے آئے تھے تو
آپ کو بھائی بنایا تھا۔" جگت کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کلدیپ
گئی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ اُس کے چہرے پر خوف پھیلا ہوا تھا۔ خوف جگت سے
سکا۔ وہ بیٹھ گیا۔ مگر کلدیپ نے اُسے روکا۔ "آپ چپ چاپ لیٹے رہیں۔ میں خود ہی سنبھا
گی۔"

وہ کھڑی ہو گئی۔ کوٹھڑی کا دروازہ اُس نے باہر سے بند کر دیا۔ جگت اُس عورت کی
رشک کرنے لگا۔ اتنے سال پہلے کن حالات میں اُس نے کلدیپ کو دیکھا تھا، اُس کے دا
کو دھمکی دے کر اور گھر کی دیوار توڑ کر زیورات نکلوائے مگر واپس لوٹنے سے پہلے اس لڑکی
بھائی بنا کر مٹھائی کا تھال آگے کیا اور مہندی لگے ہاتھ دیکھ کر اُسے خیال آیا کہ لڑکی کی شادی
والی ہے۔ اگر زیورات لے گیا تو بارات منڈپ سے واپس لوٹ جائے گی۔ پھر کوئی اس کا ہا
تھامے گا۔ اُس نے زیورات لوٹا دیئے تھے اور چار دن بعد بھائی کی طرح شادی میں جہیز
تھا۔ چھ سات سال بعد اُسی کے گھر میں سہارا ملا۔ قدرت کے بھی عجیب کھیل ہیں۔

جگت کا ذہن ماضی کے ورق اُلٹ رہا تھا اور کان کھلتے ہوئے دروازے پر لگے ہوئے
کلدیپ سے کوئی عورت بات کر رہی تھی۔ پھر وہ بولتی ہوئی اندر آنے لگی۔

کلدیپ نے اسے کس طرح چھپایا ہوگا؟ گھر میں کوئی نہیں، پولیس کو اس کی بو کیوں
اگر پولیس کو پتہ چل گیا تو اس مظلوم عورت کا کیا حال ہوگا؟ اس خیال سے جگا بے چین ہو گیا
کی نظر کوٹھڑی کے بند دروازے پر جمی ہوئی تھی۔ کمر پر ہاتھ پھیرا تو پستول نہیں تھا۔ پیر اُونچا
کی کوشش کی تو سارے جسم میں درد کی لہر دوڑ گئی اور وہ بمشکل چیخ کو دبا سکا۔ کچھ دیر بعد دروا
ہونے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے اطمینان کا سانس لیا۔ کوٹھڑی کھول کر کلدیپ اندر آئی۔ جگ
سے اُسے دیکھنے لگا۔ کلدیپ کو حیرت ہوئی۔ "غور سے کیا دیکھ رہے ہیں؟"

پھر بھی جگت کچھ نہ بولا، نہ ہی اُس نے نظر گھمائی۔ کلدیپ اُس کے سر کے قریب بیٹھ گئی۔
پڑوسن تھی...... آٹا مانگنے آئی تھی۔" جگت اب بھی غور سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"کلدیپ! میں تمہارے گھر میں ہوں۔" وہ ہنس دی۔

"کیوں...... بہن کے گھر بن بلائے مہمان ہونا پڑا، اس کا افسوس ہو رہا ہے؟"

"مہمان نہیں آفت بن کر آیا ہوں۔" جگت پُر جوش لہجے میں بولا۔ "میں یہاں کس طرح
گھر میں کون کون ہے؟ میں یہاں چھپا ہوا ہوں یہ کون کون جانتا ہے؟"

"جگا بھائی! آپ بے چین نہ ہوں۔" کلدیپ نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "گھر
میں اکیلی ہوں۔ میرے سوا کوئی آپ کے بارے میں نہیں جانتا۔" جگت کچھ پوچھنا چاہتا
کلدیپ بولی۔ "پہلے آپ کچھ پیٹ میں ڈالیں۔ میں نے آپ کے لئے راب تیار کی ہے۔"

جگت کو راب پلاتی ہوئی کلدیپ کہنے لگی۔ "بندوق کا دھماکہ ہوا اور میں جاگ گئی۔ پہلے
کر کمرے کے دروازے بند کر لئے، مگر پھر 'جگا ڈاکو، جگا ڈاکو' کی آواز سنی ... اوا لرز

آنگن میں لرزتی ہوئی کھڑی رہی۔ ہر فائر میرے دل پر زخم لگا رہا تھا۔ بڑا شور ہو رہا تھا۔ میں
کانوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کئے کھڑی رہی۔ پھر زبردست دھماکہ سا ہوا۔ گھاس کا ڈھیر
گیا۔ میں چند لمحے آنکھیں پھاڑے کھڑی رہی، گھاس کے نیچے سے آپ کا تڑپتا ہوا ہاتھ بلند
بھی میں بے حس و حرکت کھڑی دیکھتی رہی۔ مگر جب خون کی دھار پر نظر گئی تو نہ جانے کس
مجھ میں ہمت پیدا ہوئی۔ میں پولیس کی پرواہ کئے بغیر آپ کو بچانے کے لئے دوڑی۔"
سانس لینے کے لئے رُکی، پھر بولی۔ "باہر دوڑ دھوپ اور شور ہو رہا تھا۔ پھر اس کے بعد جو
وہ کس طرح ہوا یہ اب بھی سوچ کر اُلجھن میں پڑ جاتی ہوں۔"

"کیا ہوا......؟" جگت نے پوچھا۔

"میں نے فانوس کی روشنی کم کر کے اندھیرے میں گھاس کو آپ کے اُوپر سے ہٹا دیا۔ آپ کو
بار بار ہلایا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تب میری اُلجھن بڑھ گئی۔ پولیس کی آمد سے پیشتر مجھے آپ کو
کے اندر کر لینا چاہئے تھا۔ مگر میں اکیلی تھی۔ آپ کو کس طرح اُٹھا سکتی تھی؟"

"میں بھی اُلجھن میں ہوں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے اُٹھانے کے لئے تمہارے جیسی دو
عورتیں چاہئیں۔"

"میں نے بمشکل آپ کو چارپائی تک لے جا کر لٹا دیا۔ مگر چارپائی کو ہلانے میں مجھے پسینے
چھوٹ گئے۔ بہت زور آزمایا، پھر بھی نہ کھسکی۔ میں پریشان ہو گئی۔ درمیان میں ٹارچ کی روشنیاں
رہی تھیں۔ چھتوں پر دوڑ دھوپ ہو رہی تھی۔ اسی لمحے مجھے بھینس کا خیال آیا۔ فوراً ہی چارپائی
پائنتی سے رسّی باندھی اور دوسرا سرا بھینس کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر آنگن سے برآمدے میں
برآمدے سے کوٹھڑی میں بھینس چارپائی کھینچ لائی۔ تب میں نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر
بھی آ گئی۔ بھینس کو دوبارہ باندھ کر کمرے کے دروازے بند کر کے آپ کو بمشکل کوٹھڑی میں لٹا
میرا ناک میں دم آ گیا۔" کلدیپ کی ہنسی میں پیار تھا۔

جگت کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ پیشانی پر پھرتا ہوا کلدیپ کا ہاتھ پیار سے دبایا اور آنسو روکنے
لئے پلکیں بند کر لیں۔ "بہن! تمہارا احسان میں اس دنیا میں ادا نہیں کر سکوں گا۔" جگت کی
بھیگ گئی۔ "پتہ نہیں ہر آفت سے بچانے میں قدرت کی کیا مرضی ہے؟"

"جب تک آپ صحت مند نہ ہو جائیں تب تک آپ کو اس قید سے رہائی نہیں ملے گی۔ سمجھے؟"
کھڑی ہو کر بولی۔ "میں نے آپ کے زخم پر جڑی بوٹی لگائی ہے۔ بہت گہرا زخم ہے۔"

"مگر کلدیپ! تم اپنے گھر میں اکیلی کس طرح رہتی ہو؟ تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"وہ فوج میں ہیں۔ آپ نے تو کبھی اُنہیں دیکھا نہیں۔ ٹھہریں...... میں اُن کی تصویر لاتی ہوں۔"
فوجی لباس میں شانے پر رائفل رکھ کر کھڑے ہوئے جوان کی تصویر دیکھ کر جگت کی آنکھوں میں
ک ہوئی۔ "کیسے رعب سے کھڑا ہوا ہے...... کلدیپ! اس کا نام کیا ہے؟"

کلدیپ شرما گئی۔ "فوٹو کے پیچھے پڑھ لیں۔"
گرمکھی زبان میں بگڑے ہوئے الفاظ سے لکھا ہوا تھا۔ "گرمکھ سنگھ۔ میجر سکھ بٹالین۔" جگت
فوٹو اُٹھا کر مذاق میں کہا۔ "سلام میجر صاحب......" کلدیپ کی مسرت پھولی پڑ رہی تھی۔ فوٹو

لوٹاتے ہوئے جگت اچانک غمگین ہوگیا۔

"مگر کلدیپ! تم نے یہ کیا، کیا؟ گرمکھ فوج کا میجر ہے۔ اور اس کے گھر میں ڈاکو کو آسرا د
تم نے کتنا بڑا جرم کیا ہے...... اس کا تمہیں احساس نہیں۔ بھائی کی جان بچانے کی خاطر تم نے
شوہر کی ملازمت بھی داؤ پر لگا دی۔ تمہارا یہ جرم جب اُسے پتہ چلے گا تو وہ تمہیں کبھی معاف
کرے گا۔"

"تو کیا میں اپنی نظر کے سامنے آپ کو گرفتار ہونے دوں؟ آپ کو کچھ ہو جاتا تو بھگوان
کبھی معاف نہ کرتے۔" کلدیپ پُرجوش لہجے میں بولی۔ "پھر آپ کو یہاں چھپایا ہے یہ کیسے
ہوگا؟"

"کلدیپ! تم ارجن سنگھ کو نہیں جانتیں۔ وہ زہریلا شخص مجھے گرفتار کرنے کے لئے زمین آ
ایک کردے گا۔ تم کتنے دن چھپائے رکھو گی؟"

"میں نے ارجن سنگھ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے۔ صبح ہی اُسے آنگن میں بلا کر چ
پلا چکی ہوں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ سرکاری ملازم اور پھر فوج کے عہدے دار کے گھر کی تلاشی
وہ نہیں آئے گا، اُس کے دل سے شک دُور کرنے کی غرض سے میں نے خود اُسے گھر کی تلاشی
کے لئے کہا۔ اُس وقت تک آپ ہوش میں نہیں آئے تھے۔"

جگت نے اُسے بہت سمجھایا کہ آج رات وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ مگر اُس نے قسم د
اُسے مجبور کردیا۔ "جب تک آپ ٹھیک نہ ہو جائیں میں آپ کو یہیں رکھوں گی۔ باہر نکل کر آپ
فاصلے تک بھاگ سکیں گے؟ پولیس کی دسترس سے بچ نہیں سکیں گے۔"

کلدیپ کی بات بھی سچ تھی۔ اس حالت میں وہ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا پھر بھاگنے کا سوال
کہاں رہ جاتا تھا؟ پولیس کو چکر دینے کے لئے جسم کا ساتھ چاہئے۔ پھر بھی اُس نے دل میں ف
کرلیا کہ وہ یہاں زیادہ دیر نہیں رُکے گا اور موقع ملتے ہی بھاگ جائے گا۔

"ارے ہاں...... میرا پستول کہاں گیا؟"

کلدیپ مسکرائی۔ "اب یاد آیا آپ کو؟ مگر آپ بھول گئے، وہ آپ کی بیلٹ میں نہیں تھا۔
نے اناج کے دو تھیلوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ یہاں محفوظ کردیا تھا۔"

پستول ہاتھ میں آتے ہی جگت کا خیال اور مضبوط ہوگیا۔ اب فرار ہونے میں خطرہ کم ہوگا۔
اُسے بار بار کلدیپ کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار نظر آ رہی تھی۔ خطرے کی تلوار...... اُسے یقین تھا کہ
کو شک نہیں ہوا۔ "میں نے جہیز میں تحفہ بھجوایا تھا اس کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ ممکن
کسی کو پرانی بات یاد آ جائے۔" یہ الفاظ جگت کی زبان پر بھی آ گئے۔

"ایسا ممکن نہیں......" کلدیپ پورے اعتماد سے کہہ رہی تھی۔ "ارے یہاں اس گاؤں میں
سال بھر سے رہنے آئے ہیں۔ یہاں کوئی یہ بات نہیں جانتا۔"

قدرت ہر طرح موافقت کر رہی تھی اس کا یقین ہونے کے بعد جگت فرار ہونے کے را
تلاش کرنے لگا۔ بچن یا دوسرے ساتھی اُسے یہاں بچانے نہیں آ سکتے تھے۔ کلدیپ صبح و شام اُ
کے زخم پر مرہم پٹی کر دیتی۔ تین وقت کھلاتی اور دن کا بڑا عرصہ گھر کے باہر گزارتی۔ برابر وا

،دارے میں جا کر پوجا پاٹھ کرتی۔ پڑوسن کے ہاں بیٹھ کر گپ لگاتی، تاکہ اُس کے گھر میں باہر
اس کی حاضری نہ ہو اور کسی کو شک نہ گزرے۔ اُس کی غیر حاضری میں جگت کمرے میں لاٹھی کے
ارے چلتا۔ چوتھے دن اُس کی نظر قینچی پر گئی۔ اُس کے ذہن میں روشنی ہوگئی۔ حالانکہ وہ اپنے
لے کچھ دیر تک کپکپاتا رہا لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اگر زندگی کو خطرہ درپیش ہو تو
ان مذہبی حد بندیوں کو فراموش کرسکتا ہے۔ جگت نے دل کو سمجھایا شہید بھگت سنگھ کو بھی ایسا ہی کرنا
تھا...... وہ کھانا کھا کر کلدیپ کے سونے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر فانوس کی روشنی بڑھا کر سامنے
ا آئینہ رکھ کر ہاتھ میں قینچی اُٹھائی۔ پہلے ہاتھ لرز گیا۔ قینچی ہرے تک لے جاتے ہوئے وہ پسینے
نہا گیا۔ اُس نے دل میں گرو گوبند سنگھ کا نام لے کر بزرگوں کی معافی چاہی، پھر تیزی سے
ی پر قینچی چلانے لگا...... کچھ دیر میں نیچے بالوں کا ڈھیر ہوگیا۔ پیٹھ پر پہنچتے ہوئے بال اب
ن تک آ گئے تھے۔ اُس کا چہرہ بدلا ہوا نظر آنے لگا۔ کسی کام میں اُس نے اتنی تھکن محسوس نہیں
ی۔ گرے ہوئے بال جمع کر کے اُس نے گٹھڑی باندھ لی۔ پھر نصف گھنٹے تک خاموش رہا۔

○

صبح کے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرن نے ابھی زمین کو چوما تھا کہ ارجن سنگھ کے
ت نے اُسے بیدار کردیا۔ اُسے صرف دو گھنٹے پہلے سونا نصیب ہوا تھا پھر یہ کون سی آفت آ گئی؟
نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا ہے؟ تھوڑی دیر سونے دو کمبخت جگا نے نیند حرام کردی
"

"نہیں صاحب...... اب اُس کی موت قریب ہے۔" اُس کے ماتحت نے کہا۔ "جگا گرمکھ سنگھ
مکان میں چھپا ہوا ہے...... ہمیں شک ہے۔"

ارجن سنگھ کا تجسس کم ہونے لگا۔ "لعنت ہے...... اتنا کہنے کے لئے میری نیند خراب کی تھی؟"
نے لمبی جماہی لی۔ "گاؤں کی عورتیں سرکاری ملازمین کے گھر کی تلاشی لینے کے لئے کہہ رہی
اس لئے تم لوگ سنک گئے ہو۔ گرمکھ کی بیوی نے خود مجھے گھر بلایا تھا۔"

"صاحب! یہ میرا اندازہ نہیں بلکہ گاؤں کے ڈاکٹر نے مجھے اشارہ دیا ہے۔"

اب ارجن سنگھ ہوشیار ہوگیا۔ "ڈاکٹر نے؟ مگر کس طرح شک ہوا؟"

"وہ کہہ رہے تھے کہ کلدیپ اُن کے گھر آئی تھی تو پوچھ رہی تھی کہ ڈاکٹر صاحب! گولی کے زخم
کا علاج کیا جاتا ہے؟" یہ سن کر ارجن سنگھ چارپائی سے کود پڑا۔

"فوراً اُس کے مکان کے گرد گھیرا ڈال دو......!"

کلدیپ جگت کے لئے پراٹھے بنا رہی تھی۔ ارجن سنگھ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا مہمان کے
ناشتہ تیار ہو رہا ہے؟" کلدیپ کے ہاتھ سے پراٹھا چھوٹ گیا اور چہرہ اُتر گیا۔ ارجن سنگھ تیز
اس سے گھر کے کونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ کلدیپ بمشکل کہہ سکی۔

"آیئے...... آپ مہمان کیسے؟...... میں ابھی پراٹھے لاتی ہوں۔"

"میں دوسرے مہمان کی بات کر رہا ہوں بھابھی!" ارجن سنگھ طنزیہ انداز میں ہنس کر بولا۔ پھر
ی کے دروازے کی جانب بڑھا۔ کلدیپ کا دل بیٹھ گیا وہ اُسے روکنے کھڑی ہوئی مگر عقب

میں دو رائفل بردار پولیس والوں کو آتے دیکھ کر اُس کے پیر فرش سے چپک گئے۔ کوٹھڑی دروازے پر لات مار کر ارجن سنگھ ایک طرف ہٹ گیا۔ "جگا! اگر جان پیاری ہے تو ہتھیار پھینک دے۔"

کلدیپ کی پیشانی کی رگیں اُبھر آئیں۔ "تم کیسی بے ہودہ بات کر رہے ہو؟" کلدیپ کہا۔ مگر ارجن سنگھ نے اُس کی جانب دھیان نہیں دیا۔ اُس نے ایک رائفل بردار پولیس والے آگے بڑھایا۔

"جاؤ...... اندر جا کر اُسے شوٹ کر دو!" وہ پہلے لمحہ بھر تک کھڑا لرزتا رہا۔ مگر جب چیف گرج کر کہا۔ "جا رہے ہو یا نہیں؟" تو پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کوٹھڑی کی جانب بڑھا۔ ار سنگھ رائفل یا پستول کے دھماکے کے انتظار میں تھا مگر چند لمحے بعد پولیس والا واپس پلٹا۔

"صاحب...... اندر کوئی نہیں۔"

ارجن سنگھ نے خود کوٹھڑی میں جا کر چیک کر لیا تو کلدیپ کو اطمینان ہوا۔ اُس نے دل بھگوان کا شکر ادا کیا۔ مگر ارجن سنگھ کو دکھانے کی خاطر غصے میں بولی۔

"اب ہو گیا اطمینان؟ تلاشی لے لی؟"

ارجن سنگھ اپنے ماتحت کو گالیاں بکتا ہوا باہر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی کلدیپ نے کوٹھڑی جھانکا، اندر کوئی نہیں تھا۔ اناج کی بوریوں کے پیچھے دیکھا، وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ کونے میں ہوئی پوٹلی پر نظر گئی۔ وہ تیزی سے وہاں گئی، کھول کر دیکھا تو اندر بال تھے...... وہ سمجھ گئی۔ اُس آنکھوں سے مسرت بھرے آنسو گرنے لگے۔ مگر پھر دل میں خوف محسوس ہوا۔

"کیا وہ صحیح سلامت نکل گیا ہوگا......؟"

O

کلدیپ کے گھر سے جگت باہر تو نکل گیا مگر اُسے پولیس کے جال سے نکلنے کے لئے بہت چ رہنا پڑا۔ لاٹھی کے سہارے ایک پیر سے لنگڑاتا ہوا کمر جھکا کر سر نیچے کئے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ سی بھی آواز کے لئے اُس نے کان چوکنے کر رکھے تھے۔ دایاں ہاتھ کمر پر لگے ہوئے پستول پر تھ وہ باہر نکلنے سے پہلے چونے اور لنگی کو دو چار جگہ سے پھاڑ چکا تھا اور سر پر کپڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا لپ لیا تھا جس سے وہ فقیر نظر آئے۔ "اندھے فقیر کو راستہ دکھاؤ!" یہ کہتا ہوا لاٹھی ٹیکتا وہ آگے بڑھ تھا۔ اندھیرے میں خاموشی سے آگے بڑھنے پر کسی کو شک ہو سکتا تھا۔

ارجن سنگھ نے محلے پر سے پولیس کا گھیرا ہٹا کر گاؤں کے گرد لگا دیا تھا۔ جگا گاؤں سے باہر نہ گیا، اس کا اُسے یقین تھا۔ وہ دو تین بجے تک چکر لگاتا رہا تھا تاکہ پولیس مستعد رہے۔ جگت سب سوچ رکھا تھا۔ سالوں سے پولیس کے ساتھ اُس کا واسطہ رہا تھا لہٰذا اُن کی کمزوریوں واقف تھا۔ رات کے آخری حصے میں چوکیدار جھونکے کھانے لگتا ہے۔ پلکوں پر نیند کا بوجھ بڑھ ہے اور جھونکے آنے لگتے ہیں۔ اس انتظار میں جگت نے نصف شب گزار دی۔ شام سے وہ چین ہو رہا تھا۔ اپنے سگے بھائی کی طرح پیار کرنے والی اور جان جوکھوں میں ڈال کر آسرا د والی بہن سے کہے بغیر خاموشی سے جانے میں اُسے جرم نظر آ رہا تھا۔ صبح بیدار ہو کر کلدیپ اُ

لی دیکھے گی اس صورت میں اسے کیسا جھٹکا محسوس ہوگا؟ پھر بھی اُسے دل مضبوط کر کے نکل جانا ۔ اندر سے ایک خیال اُسے چونکا رہا تھا۔ "بھاگ جا... بھاگ جا!"

کوئی غیبی قوت سائے کی طرح اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ اُس کی حفاظت کر رہی تھی۔ جگت کے اشارے کے خلاف کچھ نہیں کرتا تھا۔ البتہ ذہن پر شیطان مسلط ہو جائے اس صورت میں لط فیصلہ کر بیٹھتا تھا۔ ویرو کی تلاش میں ساتھیوں سے پوشیدہ رہ کر یہاں دوڑ آنے پر اُسے پچھتاوا ہ رہا تھا۔

اکیلی عورت کے گھر میں چار دن چھپ کر رہا تھا اگر اس بات کا دنیا کو پتہ چل گیا تو کلدیپ کی گی برباد ہو جائے گی۔ ممکن ہے اس کا شوہر بھی اسے گھر میں نہ رکھے۔ سماج میں بیچاری بدنام ہو ئے گی۔ تین بجنے کے بعد بھاری دل اور بھاری قدموں سے چلتا ہوا وہ گھر سے باہر آ گیا۔ دیپ گہری نیند سو رہی تھی۔ اُس کے حسین چہرے پر پیار بھری نظر ڈالتا ہوا وہ کمرے کے باہر آ ۔ ابھی چوکھٹ پار کی تھی کہ اسی لمحے اُس کے دل سے آواز آئی۔

"نہیں...... نہیں......" اُس کو ڈر لگا۔ وہ دروازے کی آڑ میں چھپ گیا۔ کلدیپ اسے دیکھ لے ، وہ سانس روک کر مجرم کی طرح کھڑا رہا۔ اُس نے آنکھ کے گوشوں سے دیکھا، کلدیپ پہلو ل کر بڑبڑائی۔ "میرے گھر میں کوئی نہیں چھپا۔"

جگت نے گہری سانس لی۔ اس میں آہ بھی شامل تھی۔ باہر سے لاپرواہ نظر آنے والی عورت نیند ں بھی تڑپ رہی تھی۔ اُس نے یہاں رہ کر کلدیپ کے دل پر کیسا ظلم کیا تھا۔ "اب چاہے پولیس ے ہاتھ لگ جاؤں مگر اس پر اب زیادہ ستم نہیں ہوگا۔ بہن! سکھی رہو۔ سلامت رہو۔ زندہ رہوں گا پھر ملنے کا وچن دیتا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔

کلدیپ کے گھر کا عقبی میدان تو وہ آسانی سے پار کر گیا۔ دو چار کتوں نے بھونک کر اُسے نے دیا۔ مگر گاؤں کی حد پار کرنا بہت کٹھن تھا۔ اُسے اس بات کا اندازہ تھا کہ پولیس والے و نگے کھا رہے ہوں گے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ ایک پولیس والا شانے پر رائفل رکھ کر راؤنڈ لے رہا ۔ پندرہ گز دور سے اُسے پولیس والا نظر آیا تو اُسے دوسرا راستہ بدلنے کی خواہش ہوئی۔ مگر پولیس ا اُسے دیکھ چکا تھا لہٰذا اُس کے سامنے جانے میں ہی سلامتی تھی۔ ایک ہلکی کپکپاہٹ ضبط کر کے ا گے بڑھا۔ اُس نے دیکھا پولیس والے نے جھٹکے سے رائفل ہاتھ میں تھام لی ہے۔ کمر کو اور جھکا لاٹھی زور سے زمین پر مار کر اُس نے آواز لگائی۔ "اندھے فقیر کو راستہ دکھاؤ......!"

ایک ایک قدم اُسے موت کی جانب لے جا رہا تھا۔ خطرہ ہونے کے باوجود اُس نے سر اُٹھا کر س والے کو دیکھنے کی جلدی نہیں کی۔ دیکھے بھالے بغیر وہ فائر نہیں کرے گا اس بات کا جگت کو ن تھا۔ اور پستول میں بچی ہوئی دو گولیاں ضرورت پڑنے پر فائر کرنے کے لئے کافی تھیں۔ پانچ ز کا فاصلہ رہ گیا تو جگت جان کر پتھر سے ٹھوکر کھاتا ہوا نیچے گرا۔ "یا خدا......" کی آواز سے ہاتھ کی لی دور جا گری۔ گھٹنا دباتا ہوا وہ بیٹھ گیا۔ پولیس والے کے جوتوں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ ہ اک لمحہ قریب آ رہا تھا۔

"ارے بابا! اس اندھیرے میں کہاں جا رہے ہو؟" پولیس والے نے لاٹھی اُٹھا کر اُسے کھڑا

کرنے کے لئے سہارا دیا۔

"خدا تمہیں خوش رکھے بیٹا......" آنکھیں بند رکھ کر جگت بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اندھے کو اندھیرا کیا، اُجالا کیا۔"

اُس کی لاٹھی دیتے ہوئے اُس کا دھیان جھکے ہوئے چہرے کی جانب گیا۔ آنکھوں سے جگت نے محسوس کیا کہ وہ اُسے دیکھ کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لمحہ دو لمحے میں وہ فائر کر دے گا، مارے گا۔ ایک پل کے لئے اُسے پستول نکالنے کی خواہش ہوئی۔ مگر دل مضبوط کر لیا۔ وہ پولیس والے کو سوال کرنے کا موقع دیئے بغیر خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "سانپ...... سانپ......" اچانک خطرہ انسان کا ذہن سن کر دیتا ہے۔ اندھا آدمی سانپ کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ یہ سوچے بغیر پولیس والا بھڑک کر عقب میں دیکھنے لگا اور جگت نے چیتے کی سی پھرتی سے زقند بھری۔ فولادی کلائیوں سے پولیس والے کے حلق کے گرد گھیرا ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا منہ دبا کر بند کر دیا۔ پھر اس طرح لٹک گیا کہ جسم کا بوجھ اُس پر آ جائے۔ گردن کا گھیرا پولیس والا ضبط نہ کر سکا اور زمین پر گر پڑا۔ اُس کے ہاتھ سے رائفل گر گئی۔ پھر بھی جگت نے پکڑ ڈھیلی نہیں کی۔ وہ بھی اُس پر گرا۔ یہ سب چند لمحے میں ہو گیا۔ پھر بھی جگت کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ برابر پڑی ہوئی رائفل اُٹھا کر اُس کا بٹ اُس نے پولیس والے کے سر پر مارا۔ ضرب زوردار تھی۔ ایک ہلکی چیخ گونجی۔ جگت رائفل اُٹھا کر بھاگنا چاہتا تھا مگر کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ جگت کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی۔ اُس نے ایک ہی پولیس والے کی گنتی کر رکھی تھی مگر وہ دو تھے۔ پہلے والے کو بٹ نہ مارا ہوتا تو دوسرے کی توجہ اس طرف نہ ہوتی۔ وہ تیزی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ دوڑتا ہوا پولیس والا کچھ دُور کھڑا رہ کر ٹارچ سے آس پاس کا جائزہ لینے لگا۔ روشنی کا دائرہ زخمی پولیس والے پر پڑ گیا۔ اُس نے تیزی سے روشنی کا دائرہ چاروں سمت گھمایا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ جگت جس درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا، وہاں روشنی کا دائرہ رُک گیا۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ اُس نے رائفل کے دھماکے کا انتظار کیا مگر روشنی کا دائرہ ہٹ گیا۔ جگت پولیس والے کے جوتوں کی آواز پر کان لگائے کھڑا رہا کہ شاید وہ قریب آ کر نشانہ لے گا۔

پندرہ منٹ اسی طرح بیت گئے۔ مگر یکایک آہٹ رُک گئی تو جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ "کیا اُسے دیکھ چکا ہوگا؟ کیا کوئی آڑ لے کر فائر کرنا چاہتا ہوگا؟ پھر تو دیر ہو جائے گی۔ اُس نے تنے کے عقب سے رائفل کی نال نکال کر لبلبی پر اُنگلی رکھ دی۔ صرف ایک آنکھ سے اُس نے عقب میں نظر دوڑائی۔ مخالف سمت سے فائر ہونے کی صورت میں خطرہ تھا مگر اُس کا خوف غلط تھا۔ پولیس والا زخمی ساتھی کے جسم پر سر جھکا کر ٹارچ کی روشنی میں اُس کا زخم دیکھ رہا تھا۔ جگت نے موقع سے فائدہ اُٹھایا، جست لگا کر وہ اُس پر جھپٹا۔ اس سے پہلے کہ وہ چونک کر کھڑا ہو اُس نے ضرب لگائی۔ جگت کا نشانہ چوک گیا۔ گرتے ہوئے پولیس والے نے رائفل کی لبلبی دبانے کی کوشش کی۔ جگت چونک گیا۔ اُس کے پاس دو راستے تھے۔ اُس کا نشانہ خالی کر دینے کے لئے ہٹ جاتا یا رائفل کے فائر روکتا۔ موقع نازک دیکھ کر اُس نے دوسرا خطرہ مول لیا۔ اُس نے رائفل تھامے ہوئے ہاتھ کو زور سے جھٹکا دیا۔ وہ اتنا قریب آ گیا تھا کہ لبلبی دبنے کی صورت میں گولی اُس کا سینہ چیر دیتی۔ پولیس والے کی اُنگلی دیر سے لبلبی تک پہنچی اور رائفل اُس کے ہاتھ سے دُور جا گری۔ جگت اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اندھیرے میں دونوں میں سے کسی کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جگت کے ذہن پر شیطان سوار ہو گیا۔ ارجن سنگھ نے ویرو کا لالچ دے کر اُسے پھنسانے کی چال چلی تھی یہ غصہ اُس نے پولیس والے پر اُتارا۔ جگت کے بھاری جسم کا وزن اُس کے سینے پر گرا تو وہ ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کرنے لگا۔ چیخ مارنے کے لئے اُس نے منہ کھولا تو جگت نے فوراً ہی اُس کے جبڑے پر دو مکے جڑ دیئے۔ پھر اُس کے بالوں کو مٹھی میں لے کر بازو کا تمام زور آزما کر اُس کا سر زور سے زمین پر پٹخنے لگا۔ جب وہ اُس کے سینے پر سے اُٹھا تو اُسے پیر کا درد اور فرار ہونے کا خیال آیا۔ اُس نے دونوں پولیس والوں کے جسم گھسیٹ کر برابر والی کھائی میں ڈال دیئے اور اُن کی رائفلیں اُٹھا کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ دو گھنٹے میں اُسے بہت دُور نکل جانا چاہئے تھا۔ کسے معلوم آگے کون سی مصیبت اس کا انتظار کر رہی ہوگی......؟

○

جگت جس قدر ویرو کی تلاش میں مایوس ہوتا گیا، اُسی قدر زیادہ بپھرنے لگا۔ باپ دادا کے انتقام کے سلسلے میں اُس کے تمام دشمن بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ پھر بھی انتقام کی آگ بجھنے کی بجائے اور بھڑک اُٹھی تھی۔ ویرو کو چھین لینے والا سارا سماج اُسے دشمن دکھائی دیا۔ اپنی آزادی چھین لینے والے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف اُس نے جنگ شروع کر دی تھی۔ اُس کی دھاک پھر بیٹھ گئی۔ انعام کے لئے جگا کے سر کی رقم بڑھ گئی۔ مگر جگا کی عزت ہونے لگی۔ وہ بے لگام ہو چکا تھا......!

ساتھی حیرت زدہ تھے۔ "جگت! تم بہت زیادہ بدل گئے ہو۔ تم نے بال کاٹ کر مذہب کا اپمان ٹھکرایا، اسی کا یہ اثر ہے۔ بال رکھ لو! ورنہ بھگوان کا غضب نازل ہوگا۔" وہ کہتے۔

"غضب......" جگت پھیکی ہنسی میں بولا۔ "میں نے مذہب کو سینے سے لگایا اس کا مجھے کیا انعام ملا؟ بغاوت ختم کرنے کے لئے چار سال جیل کی تکالیف برداشت کیں، گھر واپس لوٹا مگر مجھے گھر کا سکھ نہیں ملا۔ ویرو نہیں ملی۔ کوئی میرے دل کے درد کو نہیں سمجھ سکا۔ کسی نے مجھے سچ بات نہیں بتائی۔" وہ کچھ رُک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سرخی اُبھر آئی۔ "اب ڈاکو ہی رہوں گا تو اچھے بُرے کی تمیز کرنے سے فائدہ بھی کیا ہوگا۔"

"جگت! یہ تم نہیں بلکہ تمہارے اندر کا شیطان بول رہا ہے۔" بچن نے غصے میں کہا۔

جگت بپھر گیا۔ "اچھا...... اب تمہیں مجھ میں شیطان نظر آتا ہے؟ پھر مجھے اکیلا چھوڑ دو! تم سب مجھے چھوڑ جاؤ......!"

بچن کو بہت صدمہ ہوا۔ ویرو کی جدائی میں وہ اس قدر پاگل ہو جائے گا یہ اُس سے برداشت نہیں ہوا۔ پھر بھی جگت کو چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہیں تھا۔ جگت کے ذہن کو ٹھنڈا کرنے کا علاج کیا ہے، ویرو؟ مگر اُس کا پتہ نہیں، نہ ہی پتہ چلے گا۔ ہاں...... چندن بھابھی ہے۔ سب کے لئے برا بننے والا جگت، چندن کور کا نام آتے ہی نرم پڑ جاتا تھا۔ اُس کی قربت جگت کو ٹھکانے لے آئے گی۔ نفرت کو ختم کرنے کے لئے پیار سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔ مگر دونوں کا ملاپ کس طرح کیا جائے؟ گھر کا نام سن کر جگت برہم ہو جاتا تھا۔

''میں اس چوکھٹ پر کبھی قدم نہیں رکھوں گا۔'' وہ کہتا۔

''جگت! میں دو دن پہلے اُچلا سے ملا تھا۔ وہ تمہارے گھر رتیا جانے والی ہے۔ چندن بھابھی کو کچھ بھیجنا ہے؟''

''خیریت بھیج دینا!'' جگت بولا جیسے ٹالنا چاہتا ہو۔ مگر بچن کے لئے اتنا کافی تھا۔ اُچلا، چندن بھابھی سے ملنے جائے گی، اتنی اطلاع دینی کافی تھی۔ باقی وہ خود سنبھال لے گا۔

''آؤ بہن...... کس سے کام ہے؟'' ماں جی نے انجانی عورت کا استقبال کرتے ہوئے کہا اور اُسے چارپائی پر بٹھایا۔ اُچلا، جگت کی ماں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

''چندن بھابھی نہیں ہیں؟''

''اوپر گئی ہوئی ہے۔'' ماں جی اب غور سے اُسے دیکھنے لگیں۔ چندن کور کو بھابھی کہنے والی عورت کون ہو سکتی ہے؟ اسے پہلے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُچلا کا دل اوپری منزل پر جانے کو چاہا مگر وہ ضبط کر گئی۔

''لڑکی! میں نے تمہیں پہچانا نہیں۔'' ماں جی نے بے چین لہجے میں کہا۔ ''آنکھیں دھندلا ہونے لگی ہیں۔''

''میں...... میں اُچلا ہوں۔'' اپنی پہچان بتاتے ہوئے وہ ذرا ہکلائی۔ صرف نام بتایا۔ ماں جی اور اُلجھن میں پڑ گئیں۔ اسی لمحے چندن نیچے آ گئی۔ اُچلا دو چار لمحے اُسے دیکھتی رہی، پھر مسکرا کر بولی۔ ''آپ ہی چندن بھابھی ہیں؟''

''ارے...... یہ چندن کو بھی نہیں پہچانتی؟'' ماں جی بڑبڑائیں۔

''میں نے آپ کو پہچانا نہیں......'' چندن صرف اتنا بولی۔

''ہم پہلی بار مل رہے ہیں لہٰذا آپ کیسے پہچانیں گی؟'' اُچلا پراسرار لہجے میں بولی۔ ''ویرو میرے ہی ہاں رہتی تھیں...... دودھیا میں......'' ماں جی چونک گئیں۔ چندن بھی سمجھ گئی۔

''اوہ، اب خیال آیا بھئی...... آپ اُچلا بہن ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اُچلا سے لپٹ گئی۔ ماں جی کو اُن کا اس طرح لپٹ جانا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوا۔ ویرو کے لئے محبت رکھنے والی ماں جی کو اب اُس کے نام سے بھی نفرت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے جگت گھر چھوڑ گیا، قتل کیا، پھر ڈاکو بن گیا۔ ویرو کی پہچان والی عورت کے لئے اُن کی نفرت جاگی۔ چندن اُچلا کو اندر لے گئی۔ دونوں نے بہت سی باتیں کیں۔ جگت کی باتیں سننے میں چندن ایسی گم ہو گئی کہ چولہا جلانے کا ہوش نہ رہا۔

''بچن سنگھ نے مجھے ایک کام سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔'' اُچلا اب خاص بات پر آ گئی۔ ''جگت بھائی تم سے ملنے نہیں آئیں گے، تم اُن سے ملنے جاؤ گی۔''

''کہاں؟ کس طرح؟'' چندن کا دل دھڑک اُٹھا۔ جگت سے ملنے کے لئے وہ تڑپ رہی تھی، چھ ماہ میں ایک بار بھی اُس نے خبر نہیں لی تھی۔ چندن کو اس کا افسوس تھا۔

''الور میں...... جہاں تمہاری زمین ہے۔'' بچن کی بتائی ہوئی بات اُچلا کہنے لگی۔ ''پولیس کو شک بھی نہیں جائے گا اور جگت بھائی کے ساتھ تم وہاں کچھ دن اطمینان سے رہ سکو گی۔''

چندن سوچ میں ڈوب گئی۔ ''وہاں جانے کے لئے ساس سسر اجازت دیں گے؟ اُچلا بہن

آپ کو میری وجہ سے تھوڑا جھوٹ بولنا پڑے گا۔''

''کیا......؟'' اُچلا نے حیرت سے پوچھا۔

''ماں جی سے کہنا انہوں نے ملاقات کے لئے مجھے الور بلایا ہے۔ بیساکھی کا تہوار منانے۔''

اُچلا، ماں جی کی جانب بڑھنے کے لئے اٹھی، مگر چندن نے روک لیا۔ ''ابھی نہیں۔ میرے سسر کے آنے کے بعد......''

''بہتر ہے۔'' یہ کہہ کر اُچلا بیٹھ گئی۔ بچن نے اُس سے جو کچھ کہا تھا وہ کہنے کے لئے زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ آخر ہمت کی۔ ''چندن بھابھی! جگت بھائی کا آج کل دماغ گھوم گیا ہے۔ بچن کہہ رہے تھے کہ وہ پہلے جیسے نہیں رہے۔ آپ انہیں سنبھالنا۔ آپ جیسی عورت کے ہوتے ہوئے وہ ویرو کے لئے اس طرح کیوں تڑپ رہے ہیں؟''

چندن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ کچھ دیر رو لینے کے بعد وہ بولی۔ آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔

''ہمارے سب کے نصیب خراب ہیں بہن! انہیں تو میں اپنے ہاتھوں ویرو کو اس گھر میں لے آتی۔''

اُسی لمحے صدر دروازہ کھلا، بات اُدھوری رہی۔ چندن اُٹھ گئی۔ سوہن سنگھ گھر میں آئے۔ اُن کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ وجہ پوچھنے کی نہ تھی کیونکہ اُن کے پیچھے ارجن سنگھ دروازے میں داخل ہوا۔ آخری چار ماہ میں چھ بار گھر کی تلاشی لے چکا تھا۔ جب بھی آتا تھا، تمام چیزیں بکھیر دیتا۔ دھمکی دیتا۔ چار چھ دن کے لئے سب کی نیندیں خراب کر کے چلا جاتا۔ اسی وجہ سے اُس کی اچانک آمد نے سب کو دم بخود کر دیا۔

''صاحب! آپ ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟'' جگت کے باپو بے چین لہجے میں بولے۔

ارجن کے پیچھے دو سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تلاشی کے لئے اندر جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ ''کیا کروں بزرگ...... فرض تو پورا کرنا ہی پڑتا ہے۔'' ارجن سنگھ کے لہجے میں ریاکاری تھی۔ ''تمہارا بیٹا ہمیں کتنا پریشان کر رہا ہے؟ اب پولیس پر وار کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔''

''مگر اس میں ہمارا کیا قصور؟ وہ یہاں کبھی نہیں آتا۔ لوٹ کا مال ہمارے گھر میں ہونے کی غلط اطلاع پر ہمیں کیوں پریشان کیا جاتا ہے؟'' سوہن سنگھ کے لہجے میں کچھ تلخی تھی۔ ''ہر بار خالی ہاتھ لوٹتے ہو۔''

''اس بار شاید خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔'' ارجن سنگھ برآمدے تک آ گیا۔

ماں جی درمیان میں آ گئیں۔ ''چیف صاحب! ہمیں پریشان کرنے کا آپ کو بہانہ چاہئے۔ کیوں ہماری آہ لے رہے ہو؟''

ارجن سنگھ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''ماں جی! یہ سوال اپنے بیٹے سے پوچھو! روز کتنے لوگوں کی آہ لیتا ہے۔''

''میرا بیٹا...... میرا بیٹا کے طعنے رہنے دو صاحب!'' ماں جی کا مزاج بگڑ گیا۔ ''اب وہ ہمارا بیٹا نہیں رہا۔'' چندن کے دل پر ضرب لگی۔ برابر کھڑی ہوئی اُچلا بھی ماں جی کے غصے سے لرز گئی۔ سوہن سنگھ، جگت کی ماں کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے اسی لمحے ارجن سنگھ بولا۔

''کیا ایسا کہنے سے جگت تمہارا بیٹا نہیں رہے گا؟''

"میں نے اُسے دل سے بھلا دیا ہے۔" ماں جی چیخ اُٹھیں۔ "کہنے سے نہیں، بلکہ قانون کی رو سے۔" یہ کہہ کر جگت کے باپو کی جانب گھومیں۔ "انہیں عاق کرنے والی دستاویز دکھا دو!"

سب بت کی طرح کھڑے رہ گئے۔ ارجن سنگھ کے لئے یہ حیرت کی بات تھی۔ چندن کور کے لئے یہ صدمہ تھا۔ سوہن سنگھ مکان میں گئے اور ایک بنڈل بنا ہوا کاغذ لے کر آ گئے اور ارجن سنگھ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "لیجئے صاحب! اس کے علاوہ ہمارے پاس اس کا دوسرا علاج نہیں تھا۔"

ایک سرکاری کاغذ سے ماں باپ اور بیٹے کے خون کا رشتہ کیسے ختم ہو جاتا ہے؟ چندن کور سوچ رہی تھی۔ ارجن سنگھ نے کاغذ واپس لوٹا کر چندن کور کی جانب نظر کی۔ اس کا غصہ اُس نے کڑوے بول کہہ کر اُتارا۔ "وہ آپ کا بیٹا نہیں رہا۔ مگر اس کا شوہر تو رہے گا۔"

چندن کور کا جی چاہا کہ وہ پولیس چیف کا گلا دبا دے۔ ماں جی نے آج اپنے ہاتھوں ممتا کا گھونٹ دیا تھا۔ عاق کرنے کی بات انہوں نے چندن سے پوشیدہ رکھی تھی۔ مجبوراً اُسے اس وقت کھول کر اُس کا دل دُکھایا تھا۔ مگر وہ کیا کرتیں؟

گھر کے تنگ ماحول سے اُچلا گھبرانے لگی۔ اُسے محسوس ہوا کہ اب اُس کی حاضری یہاں غیر ضروری ہے۔ جاتے ہوئے وہ جگت کے باپو سے کہہ گئی۔ "تمہارے بیٹے کا پیغام میں نے چندن بھابھی کو دے دیا ہے۔" سوہن سنگھ اور ماں جی چندن کو گھور رہے تھے۔ مگر اُچلا جا چکی تھی۔

بیساکھی کے چار روز پہلے چندن الور روانہ ہو گئی۔ مگر وہ لاعلم تھی کہ ارجن سنگھ کا آدمی اُس کا تعاقب کر رہا تھا......!!

O

دوپہر کا کھانا کھا کر ہزارہ ایک درخت کی چھاؤں میں لیٹا ہوا تھا۔ جگت کے باپو کی الور میں زمین کو کھیتی کے لائق بنانے کے لئے پانچ سال سے وہ کام کر رہا تھا۔ پنجاب چھوڑ کر راجستھان میں داخل ہونا بھی اُسے پسند نہیں تھا مگر اُسے جگت کے جیل سے رہا ہونے کا انتظار تھا تاکہ وہ اُسے زمین سپرد کر کے چلا جائے۔ اُس نے یہی سوچا تھا۔ بہن بہنوئی نے بھی ہزارہ کو یقین دلایا تھا "تمہارے بھانجے کے جیل سے رہا ہونے کے دو چار ماہ بعد ہم سب وہاں رہنے آ جائیں گے۔" جگت دو ماہ بھی گھر میں نہ ٹک سکا اور ہزارہ کا تمام سوچا بیکار گیا۔ جگت کے ہاتھوں موہن سنگھ کے قتل کے بعد ہزارہ نے پورے سات سال بعد گھر میں قدم رکھا تو نانا کا دل بھر آیا۔ سالوں پہلے جوش کی حالت میں اُنہوں نے بیٹے سے کہہ دیا تھا کہ جب تک جگت کا آخری دشمن ختم نہ ہو اُس وقت تک تم گھر کی چوکھٹ پر قدم نہیں رکھو گے۔ مگر آخری دو سال میں اُنہیں بیٹے کی جدائی بہت زیادہ ستانے لگی۔ بیٹے کو بیاہ کر گھر میں بسانے کے ارمان اُنہیں پریشان کر رہے تھے۔ آنگن میں جھولا بندھے، توتلی زبان میں کوئی اُنہیں دادا، دادا کہہ کر پکارے۔ معصوم بچہ اُن کی پشت پر سوار ہو کر "چل میرے گھوڑے چل" کہہ کر کھیلے۔ وہ دن دیکھنے کے لئے اُن کا بڑھاپا تڑپ رہا تھا۔

"بیٹا! اب جلد سے جلد تمہاری شادی کرنی ہے۔" نانا نے اُس سے مشورہ طلب کیا۔ مگر ہزارہ خاموش رہا۔ "جگت کی بیوی چندن کور کے رشتے داروں میں ایک لڑکی ہے، تم کہو تو بات کروں؟" تب ہزارہ کو بولنا پڑا۔

"باپو! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ جگت اب کبھی گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔ مجھے چندن کور کی فکر ہو رہی ہے۔ چار چھ ماہ تک شوہر نہ ملے یہ کون سی عورت برداشت کر سکتی ہے۔"

"بیٹا! اس بات کو کیوں درمیان میں لا رہا ہے؟" یہ بات نانا کی سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ آخر میں بولے۔ "ہاں ہزارہ! اس میں مایا کور کی غلطی تھی۔ جس طرح گھر میں ایک بار قدم نہ رکھنے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا، اُسی طرح غصے میں اُس نے بھی جگت سے یہی بات کہہ دی تھی۔ آخر تھی وہ میری بیٹی......" اُن کی آواز میں جوش نہیں، افسوس تھا۔ پھر اُنہوں نے بنیادی بات کی۔ "مگر ہزارہ! چندن کور کے دُکھ میں تم کنوارے نہیں رہو گے۔"

"یہ بات نہیں باپو! میں بہن اور بھانجے کے درمیان نفرت دُور کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بولا۔ "جب جگت گھر میں آنے پر تیار ہو گا تو میں شادی کروں گا۔"

نانا کو اُس کا ارادہ پسند آ گیا۔ مگر پھر سوچنے لگے۔ جگت یہ ضد ضرور پوری کرے گا۔ ایک بار اس ت کہا تو جائے۔ ماموں کے لئے بھانجا اتنا بھی نہیں کرے گا؟

اس بات کو چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ جگت ہزارہ کو نہ مل سکا۔ ہزارہ لیٹ کر ہرے بھرے کھیتوں کی جانب دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا، اس بار بہن اور بہنوئی کی جانب سے بیساکھی منانے کے لئے خط بھی نہیں آیا۔ وہ دو دن سے ڈاکیے کا انتظار کر رہا تھا۔ شام تک رتیا یا دھرم پور سے کوئی خبر نہ آنے پر اُس نے صبح پنجاب روانہ ہونے کے متعلق فیصلہ کر لیا تھا۔ کھیت کی حد کے قریب ایک ریڑھا نظر آیا۔ ہزارہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کون آیا ہو گا؟" وہ تیزی سے دوڑ گیا۔ چندن کور کو ریڑھے سے اُترتے دیکھا۔ سوچا کہ بہن بہنوئی بھی آئے ہوں گے مگر چندن کو اکیلی دیکھ کر وہ بے چین ہو گیا۔

"سب ٹھیک تو ہیں؟" اُس نے پوچھا۔

دوپٹہ اوڑھتی، شانے پر کپڑوں کا بنڈل رکھتی چندن بولی۔ "سب خیریت سے ہیں۔"

"پھر تم اس طرح اکیلی......؟" ہزارہ اس سے آگے نہ کہہ سکا۔ اسی لمحے چندن کور نے کن انکھیوں سے ریڑھے والے کی جانب دیکھا۔

"تمہارے رشتے کی خبر لائی ہوں۔" اور ہزارہ کو بولنے کا موقع دیئے بغیر وہ مکان کی جانب چل دی۔ ریڑھا آگے بڑھا۔ ہزارہ اُلجھن میں پھنسا رہا۔ چندن کور اس کے لئے رشتے کے متعلق خبر لے کر آئی ہو گی؟

"اس کے لئے تم نے یہاں تک آنے کی تکلیف گوارا کی۔" خبر معلوم کرنے کے لئے ہزارہ نے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ جگت جب تک اپنی ضد نہ چھوڑے گا اُس وقت تک رشتہ نہ کرنے کی میری ضد بھی جاری رہے گی۔" چندن کچھ دیر تک خاموش رہی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ سر جھکا کر اُس نے کہا۔ "میں تم دونوں کی ضد چھڑانے آئی ہوں۔" پھر آہستہ سے بولی۔ "تمہارے بھانجے یہاں آ رہے ہیں۔"

"اچھا......؟" ہزارہ کو حیرت ہوئی۔ "جگت اتنی دُور آئے گا؟" خوشی کے جوش میں وہ بلند آواز سے بولا۔ چندن نے آس پاس نظر گھمائی۔

"یہاں کوئی چغلی کھانے والا تو نہیں ہے؟"

"اس کی فکر نہ کرو! بھانجے کا یہاں بال بیکا نہیں ہوگا۔" ہزارہ نے اطمینان دلایا۔ "ایسا بہانے کھیت میں کام کرنے والوں کو چار دن کی چھٹی دے دوں گا۔ لہٰذا ان کی حاضری نہیں گی۔" چندن نے اطمینان کی سانس لی۔

"میں نے بڑی بے چینی سے سفر طے کیا ہے۔ ممکن ہے کوئی مجھے دیکھ لے...... پھر ملاقا بجائے زندگی بھر کی جدائی ہو جائے گی۔" چندن کی آواز بھرا گئی۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ اب گرفتاری ہونے کے بعد اُسے کالے پانی سے کم سزا نہیں ملے گی جہاں سے کوئی واپس نہیں چندن کور کی اس بے چینی نے ہزارہ کو ہوشیار کر دیا۔ اُس کی خوشی اب اندیشوں میں گھر چکی تھ

O

اُچلا کا پیغام جب بچن نے جگت کو بتایا تو وہ اُلجھن میں پڑ گیا کہ چندن کور سے ملنے ا چاہئے یا نہیں؟ بچن اُس کی اُلجھن سمجھ گیا۔

"جگت! تم ایک بار بھابھی سے مل لو! اُچلا کہہ رہی تھی کہ وہ بری طرح تڑپ رہی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ اُس نے پیغام بھیجا ہے۔"

جگت کو چندن کور کے بارے میں سن کر بے چینی ہونے لگی۔ "اور کیا خبر لائی اُچلا؟"

"وہ جب تمہارے گھر میں تھی تو پولیس چیف تمہارے گھر کی تلاشی لینے آیا تھا۔" پھر دانت کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ ارجن سنگھ ہی ہوگا۔ مگر تمہارے باپو نے اُسے لوٹا دیا۔"

جگت بچن کی طرف دیکھنے لگا۔ "وہ کس طرح؟"

"تمہیں عاق کر دینے کی دستاویز دکھا کر۔"

"مجھے عاق کر دیا......؟" جگت بھڑک گیا۔ اُس کا چہرہ بدل گیا۔ بچن نے بات بدلنے کی سے کہا۔ "مگر ایسا اُنہوں نے پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے کیا ہوگا۔ کوئی باپ اپنے اس طرح عاق نہیں کر دیتا۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" جگت بھاری لہجے میں بولا۔ "اب مجھے بیٹا کہنے میں بھی اُن ہوتی ہوگی۔" ہاتھ اُٹھا کر اُس نے بچن کو کچھ کہنے سے روک دیا۔ "باپ دادا کی دشمنی کی خاط بنا، اُس وقت اُن کو فخر ہوا تھا۔ مگر ویرو کی وجہ سے گھر چھوڑا اس لئے اُنہیں ایسا کرنا کھٹک گیا۔"

"جگت! اپنا ذہن قابو میں رکھو۔ اُنہوں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ تم خواہ مخواہ ذہن پر بن رہے ہو۔"

"جو کچھ بھی ہو، اسی وجہ سے مجھے چندن سے ملاقات کے لئے جانا پڑے گا۔ اُسے اب اس گھر میں نہیں رہنے دوں گا۔ اگر وہ میری عورت ہوگی تو میری بات مانے گی۔" جگ آواز میں جوش تھا۔ بچن اب پچھتا رہا تھا کہ عاق کرنے والی بات اُسے کیوں بتا دی؟ پھر بھی چندن سے ملنے پر تیار تھا یہ سوچ کر اُس کا پچھتاوا دب کر رہ گیا۔

O

کھیت اسٹیشن سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ گاڑی چار گھنٹے لیٹ تھی اس لئے شام ہو گئ جلنے کے وقت وہ کھیت پر پہنچے لہٰذا کسی کی نظر اس پر نہیں پڑے گی۔ چندن جو اس سے پہلے آ گ

ظار کر رہی ہوگی۔ ماما سے بھی لمبے عرصے کے بعد ملاقات ہوگی۔ ریڑھے میں بیٹھا جگت انہی یالات میں غلطاں تھا۔ سامان میں ایک تھیلا تھا جس میں دو جوڑے کپڑے، آٹومیٹک گن اور ارتوس بھرے ہوئے تھے۔ ریڑھے میں دوسری پانچ سواریاں تھیں۔ دو ایک عورتیں اُن میں شامل یں۔ راجستھان کے لوگ اس کے نام سے انجان نہیں ہوں گے یہ بات جگت جانتا تھا۔ سکھوں کی آبادی بھی بڑی تھی۔ دوسروں کی نظر سے بچنے کی خاطر جگت باہر دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کہاں جانا ہے جوان......؟" ادھیڑ عمر کے شخص نے پوچھا۔ جگت چونکا۔

"شنکر کے مندر والے کھیت پر۔" جگت نے آدھا جواب دیا۔ مگر وہ پہچان گیا۔

"ہزارہ سنگھ کے مہمان ہو؟"

"جی ہاں۔ اُس کا دوست ہوں۔" جگت نے سوچا یہ اچھا چپک گیا۔ "دو دن کے لئے آیا ہوں۔"

"پھر تو تم جگا کو پہچانتے ہوگے۔ وہ اُس کا بھانجا ہے۔" اُس نے کہا۔ جگت سناٹے میں آ گیا۔ تنا اُس نے سوچا تھا، اس سے زیادہ لوگ اُس کے متعلق جانتے تھے۔

"جگت کو کون نہیں جانتا؟ ہمارے پنجاب میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس نام سے واقف ہے۔" پنی زبان سے اپنی تعریف کرتے ہوئے جگت کو ہنسی آ گئی۔ پھر تو راستے بھر لوگوں کی زبانوں سے ں کے متعلق اچھی بری باتیں سننے کو ملیں۔ شنکر کے مندر کے پاس ریڑھا کھڑا ہو گیا۔ لہٰذا آزادی کے ساتھ تھیلا شانے پر لادے وہ ریڑھے سے باہر آ گیا۔ "رام رام" کا جواب بھی پیٹھ پھر کر ہی یا۔

جگت کو دور سے آتا دیکھ کر ہزارہ سامنے آ گیا۔ کھیت کے درمیان ماموں بھانجا ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

"شام ڈھل گئی۔ میرا خیال تھا کہ آج بھی تم نہیں آؤ گے۔" جگت سمجھ گیا کہ چندن اس سے پہلے پہنچ چکی تھی۔

"چندن کور ہی آئی ہے یا اور کوئی بھی ساتھ ہے؟"

"نہیں...... اکیلی آئی ہے۔" یہ کہہ کر ہزارہ نے تھیلا اُٹھا لیا۔ "ارے...... بہت سارا سامان لائے ہو۔" جگت ہنسا اور تھیلا ماموں سے واپس لے لیا۔

دو دن سے انتظار کرتی ہوئی چندن فانوس تھام کر دروازے میں کھڑی تھی۔ اندھیرے میں آتے شوہر کو دیکھ کر اُس کا دل اُچھلنے لگا۔ ماما ساتھ نہ ہوتے تو وہ دوڑ کر اُس سے لپٹ جاتی۔ بھیگتے ہوئے آنکھ کے کونوں کو اُس نے خشک کر لیا۔ جگت قریب آیا۔ آنکھیں ملیں اور پیار کے پھول بکھرنے لگے۔

"آ گئے......" چندن خواہش کے باوجود کہہ نہ سکی۔ "سب کا کیا حال ہے؟" جگت بھی پوچھ نہ سکا۔ خاموشی کے رُوپ میں اُنہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ پوچھ لیا۔ کھانا کھانے بیٹھے تب ہزارہ نے بات شروع کی۔

"چندن کور میرے رشتے کا مسئلہ کر آئی ہے۔ تمہاری سسرال میں ہی کوئی لڑکی ہے۔"

"پھر تو ہو جائے رشتہ۔" جگت نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے۔" ہزارہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک تم گھر میں قدم نہیں رکھو گے، میں رشتہ نہیں کروں گا۔"

منہ تک پہنچا ہوا نوالہ جگت کے ہاتھ ہی میں رہ گیا۔ وہ ہزارہ کو کچھ غور سے دیکھنے کے بعد بو "ماما! تم غلط ضد کر رہے ہو۔ ویسے بھی اب میں گھر جانے کے قابل نہیں رہا۔ پولیس کا وہاں پہرہ ہے۔"

"یہ بہانہ نہیں چلے گا بھانجے! ایک بار موقع دیکھ کر دو منٹ کے لئے جا کر چہرہ دکھا آؤ۔ ب دیکھ کر ماں جی کا دل ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"وہ میری ماں ہیں۔ مگر میں اُن کا بیٹا نہیں رہا ماما!" جگت نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "تم کو چنا نے عاق کرنے والی بات نہیں بتائی شاید۔"

پراٹھے تلتی ہوئی چندن کی اُنگلیوں کی پوریں جل گئیں۔ وہ اُٹھی اور قریب جا کر بولی۔ "ک کے ایک ٹکڑے سے ماں باپ اور بیٹے کا رشتہ تو نہیں ٹوٹ سکتا۔" ماموں بھانجا خاموش ر چندن کو جھوٹ بولنا پڑا۔ "میں نے باپو سے کہا تھا کہ پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے اس طر کا غذ بنالیں۔"

جگت سخت نظروں سے چندن کو دیکھنے لگا۔ ماموں کی موجودگی کا خیال کر کے وہ کچھ نہیں بو مگر اس کی تیکھی نظریں چندن کے جگر کے پار ہو گئیں۔ اُچا! سچ کہہ رہی تھی۔ ان کا مزاج پہلے نہیں رہا۔ اُسے ماں جی کی بات یاد آ گئی۔ "بہو! تم اُس سے ملنے ضرور جاؤ۔ مگر میرا کہا ہوا تمہیں کرنا پڑے گا۔ جگت کی گردن میں ایک تعویز ہے۔ وہ ویرو کا دیا ہوا ہے۔ وہ تم اُتار لینا۔ ج تک وہ تعویز ہوگا، ویرو اُس کے ذہن سے نہیں نکلے گی۔" چندن نہ چاہنے کے باوجود یہ کام کر پر راضی ہو گئی تھی۔ اس وقت اُس کی نظریں تعویز پر جمی ہوئی تھیں۔ ممکن ہے ساس کی بات سچ ورنہ وہ اس قدر سخت مزاج نہ ہو جاتے۔ اسی لمحے اُس نے فیصلہ کیا کہ جدا ہونے سے پیشتر وہ ا کی گردن سے تعویز ضرور اُتار لے گی...... تین دن اور چار راتیں وہ ساتھ رہے۔ جی بھر کر با کیں، کچھ رُوٹھے منائے گئے، دو چار نرم گرم دلیلیں بھی ہوئیں۔ جگت بار بار ایک بات کا افسوس رہا تھا کہ جب وہ جیل سے رہا ہو کر آیا تھا اُس وقت ماں نے اُن سے ویرو کی بات کیوں نہیں اگر ایسا ہو جاتا تو وہ دوبارہ ڈاکو نہ بنتا۔

"کون جانے وہ کہاں ہوگی؟ اُس کی کیا حالت ہوگی......؟"

چندن ماضی کو بھلانے میں ناکام رہی تھی۔ "یہ قسمت کی بات ہے۔ اس میں کسی کا کیا قص جب بھی ویرو کے متعلق معلوم ہوگا تو میں ماں جی اور باپو کو سمجھا کر اُسے گھر لے آؤں گی۔ ہمار تمہارے سکھ میں خوشی ہے۔"

جگت کی ایک اور ضد بھی تھی۔ "چندن! اب تمہیں ماں جی اور باپو کے ساتھ نہیں رہنا۔ میں کا بیٹا نہیں رہا، اسی طرح تم اُن کی بہو نہیں رہیں۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" چندن یہ بات برداشت نہ کر سکی۔ "میں آپ کے ساتھ ہر جانے کو تیار ہوں۔ مگر ماں جی اور باپو کی اجازت کے بغیر نہیں۔" پھر جگت کے چہرے کا بدلا

ے دیکھ کر نرم لہجے میں بولی۔ "شادی سے پہلے آپ نے ہی مجھ سے وچن لیا تھا کہ مجھے ماں اور کی خدمت کرنی ہے۔ اب اُنہیں چھوڑ آنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے وہ اُن کا اور کون ہے؟" چندن کے آنسوؤں نے جگت کو خاموش کر دیا۔

تھی رات جگت نے اچانک کہا۔ "کل صبح میں روانہ ہو جاؤں گا۔" چندن نے دو دن مزید نے کی گزارش کی، مگر جگت نہ مانا۔ "میرا ذہن مجھے خطرے سے خبردار کر رہا ہے۔ میری چھٹی حس ے یہاں سے نکل جانے پر اُکسا رہی ہے۔" پھر وہ چندن کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "مگر ں میں فکر کی کوئی بات نہیں۔ میں ہوشیاری سے نکل جاؤں گا۔"

وہ رات چندن نے جاگ کر گزاری۔ لرزتے ہاتھوں سے اُس نے سوتے ہوئے جگت کی ردن سے تعویز اُتار لیا۔ پہلی بار شوہر کے خلاف یہ سازش کرتے ہوئے اُس کا دل بہت زور سے ہڑا۔ مگر صبح جب جگت اُس سے محبت بھرے انداز میں رُخصت ہوا تو چندن نے سکون کی سانس لی تعویز کا اثر اب کم ہونے لگا ہے۔

O

دہلی ریلوے اسٹیشن پر ارجن سنگھ نے پولیس پارٹی کے ساتھ پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ وہ دو دن سے کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس کا انفارمر چندن کور کا تعاقب کرتا ہوا الور تک گیا تھا۔ دوسرے دن اُس جگت کو آتے دیکھ کر فوراً پولیس چیف کو پیغام بھیج دیا۔ "جلدی آجائیں!"

ارجن سنگھ کے لئے جگا کی گرفتاری میں راجستھان کی پولیس کی مدد لینی ضروری تھی۔ ممکن ہے ت پھیل جائے اور جگا فرار ہو جائے۔ اس کے علاوہ جگا کی گرفتاری کے کارنامے میں دوسرے کو یک کرنا اُسے اچھا نہیں لگا۔ اتنے سال سے وہ یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے کتنی تکلیف اُٹھا چکا ۔ پہلی بار جگا نے خود کو قانون کے سپرد کیا تو اُسے کیسی عزت ملی تھی؟ وہ یہی سوچ کر پولیس پارٹی ساتھ دہلی پہنچ گیا۔ الور سے دہلی آتی ہوئی اور دہلی سے لاہور جانے والی گاڑیوں پر سوار ہوتے ر اُترتے مسافروں کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔

"کوئی بھی شخص تمہاری نظروں کے باہر نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ برقعہ پوش عورتوں پر بھی وری نظر رکھو! ممکن ہے اس طرح وہ فرار ہو جائے۔" یہ ارجن سنگھ کی سخت ہدایت تھی۔

جگا کو گرفتار کرنے کی خواہش جتنی ارجن سنگھ کو تھی، اتنی ہی اُس کی بے چینی بھی بڑھی ہوئی تھی۔ کڑوں مسافروں کے درمیان جگا کو چھیڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ فائرنگ ہوا اور بے گناہ لوگ ے جائیں، ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے ایسا خطرہ کس طرح مول لیا جا سکتا تھا؟ یہی وجہ تھی ہ اُس نے لاہور تک جگا کا تعاقب کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ دوسرے دن دوپہر انفارمر نے طلاع دی۔ "وہ آ گیا۔ لاہور کی گاڑی میں بیٹھا ہے۔" ارجن سنگھ کے جسم کے بال کھڑے ہو ئے۔ جس لمحے کا اُسے شدت سے انتظار تھا وہ آ گیا۔ وہ فوراً ہی ہوشیار ہو گیا۔

"اُس کے پاس ہتھیار کیا ہے......؟"

"کچھ دکھائی نہیں دیا۔ ممکن ہے تھیلے میں ہو۔"

"کچھ سوچ کر ارجن سنگھ نے کہا۔ "تم تین آدمی سادے لباس میں اُس کی بوگی میں سفر کرنا،

اُس پر نظر رکھتے ہوئے۔ پھر ہر اسٹیشن پر تم میں سے ایک شخص مجھے رپورٹ دیتا رہے گا۔"

○

گاڑی چار کی بجائے پونے چھ بجے دہلی سے روانہ ہوئی۔ اسٹیشن ماسٹر سے مشورہ کر کے ار سنگھ نے پولیس کی بوگی جگت کی بوگی کے برابر لگوائی۔ انجن ڈرائیور اور گارڈ کو بھی اعتماد میں ۔ گیا۔ اس چکر میں گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔ جگت کھڑکی کے باہر سر رکھ کر اونگھنے کی اداکار رہا تھا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھا رہا۔ انجن نے سیٹی بجائی تو اُس نے اطمینان کی سانس لی۔ صبح وقت کسی بھی اسٹیشن پر اُتر جانے کے متعلق اُس نے سوچ رکھا تھا۔ دن کے اُجالے میں لاہور اسٹیشن پر اُترنا خطرناک تھا۔ کھڑکی کے راستے آنے والی ٹھنڈی ہوا نے اُسے نیند کی آغوش میں دیا۔ اچانک برابر والے مسافر کی گفتگو اُس کے کان سے ٹکرائی۔

"پولیس والوں کی وجہ سے گاڑی لیٹ ہوئی ہے۔" اُس نے سنا۔ اُس کا جسم لرز کر رہ گیا۔ نے ڈبے میں بیٹھے ہوئے مسافروں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ایک شخص اُسے غور سے دیکھ رہا تھا تین بار اُس شخص کو گھورتے دیکھا جیسے وہ اُس پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ گاڑی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ درمیان میں لہلہاتے کھیت نظر آ رہے تھے۔ دن ڈوب رہا تھا۔

پولیس کو کس نے اطلاع کی ہوگی؟ کیا اُس کے کسی ساتھی نے؟ چندن کو یقین تھا کہ گھر وا کے علاوہ کوئی جگت سے ملنے کی بات نہیں جانتا۔ پھر پولیس نے اسے الور میں کیوں نہیں گھیر جگت کے ذہن پر ہتھوڑے سے برس رہے تھے۔ ان خیالات میں وقت ضائع کرنے کی بجا پہلے فرار ہونے کے بارے میں سوچنا تھا۔ انبالہ اسٹیشن پر بھی پولیس اُسے گھیر سکتی تھی۔ اُس فیصلہ کر لیا۔

"اب کون سا اسٹیشن آنے والا ہے؟" اُس نے برابر والے مسافر سے پوچھا۔

"انبالہ......" نام سن کر اُس نے چونکنے کی اداکاری کی۔ پیر کے پاس پڑا ہوا تھیلا اُٹھایا۔ م نے بتایا کہ انبالہ ابھی دُور ہے تو اُس نے اپنی آخری اُنگلی اُٹھائی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

لیٹرین بند تھی۔ لہٰذا وہ بوگی کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ دُور اسٹیشن کی روشنی نظر آ تھی۔ وقت گاڑی کے دوڑتے ہوئے پہیوں کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ جگت نے نیچے نظر ڈا زمین نرم دکھائی دی۔ کھیت گزرنے لگے۔ اُس نے گرو گوبند کا نام لے کر دوڑتی گاڑی سے جست لگائی۔ قلابازی کھاتا ہوا وہ پندرہ فٹ دُور گرا۔

"کوئی گرا...... کوئی گرا......" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ارجن سنگھ کے آدمی نے زنجی لی۔ دو فرلانگ دُور جھٹکے کے ساتھ گاڑی رُک گئی۔ ارجن سنگھ گرجا۔ "کود جاؤ سب......!"

پندرہ منٹ میں پچھتر پولیس والے اُس جگہ پہنچ گئے جہاں جگا گرا تھا۔ ارجن سنگھ گرجا۔ "تم گھیر لئے گئے ہو۔ اسلحہ پھینک دو!" جواب نہ ملا۔ ٹارچ کی روشنی اُلٹے پڑے ہوئے جگا کے ج رُک گئی...... رائفلیں تان کر گول گھیرے میں پولیس والے ایڈوانس کر رہے تھے۔ جگت کا جسم طرح ساکت رہا۔ کچھ دیر تک سب سانس روکے کھڑے رہے۔ جگا کسی بھی لمحے وار کر سکتا تھا ٹارچ کی روشنی میں سر سے بہتی ہوئی لہو کی لکیر نظر آئی تو ارجن سنگھ ہمت کر کے آگے بڑھا۔ نزد

ہا کر دیکھا تو جگا بے ہوش تھا......

جگت نے آنکھیں کھولیں تو اُس کی کلائیاں ہتھکڑی میں پھنسی ہوئی تھیں۔ پیر باندھ دیئے گئے تھے۔ حلق پر ہاتھ پھیرا تو تعویز کی جگہ حلق کے گرد ڈور کا حلقہ بندھا ہوا تھا۔ جگت کا دل بیٹھ گیا۔

تعویز کہاں گیا؟ کیا اُس کی موت قریب آ گئی؟

"جگت کو گردن میں ڈورا کھٹک رہا ہے۔" ارجن سنگھ طنزیہ لہجے میں بولا۔ "کچھ دن برداشت کرنا پڑے گا، پھانسی کا پھندہ کھینچا جائے گا تو سب کھیل ختم ہو جائے گا۔"

○

لرزتے ہوئے دل سے چندن کور نے گھر میں قدم رکھا۔ الور سے روانگی کے وقت دل میں کیسے کیسے منصوبے بنائے تھے؟ گھر جا کر ساس سے یہ کہوں گی، اس طرح سمجھاؤں گی۔ تعویز دکھا کر خوش کروں گی، اب اُن کے ذہن میں بڑا فرق پڑ گیا ہے۔ جدا ہوتے ہوئے سلام بھی کہلوایا ہے۔ موقع ملنے پر گھر آ کر آپ دونوں کو چہرہ دکھانے کا بھی یقین دلایا ہے۔

مگر دل کی بات دل میں رہ گئی۔ شیخوپورہ پہنچنے سے قبل ہی ٹرین میں دل دہلانے والی خبر ملی۔

"جگا ڈاکو گرفتار ہو گیا...... پولیس کو ایک گولی نہیں چلانی پڑی۔ دوڑتی ٹرین سے کودا مگر بیچارہ کامیاب نہ ہوا۔"

یہ سن کر چندن کور کا دل اتنے زور سے دھڑکنے لگا جیسے اُس کا سینہ پھٹ جائے گا۔ کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ وہ جگا کی بیوی ہے اس لئے اس نے خود پر بڑا ضبط کیا۔ کیا تنہائی میں جگت سے اُس کی یہ آخری ملاقات تھی؟ اب تو......؟ اس منحوس خیال کو اُس نے جلدی سے دل سے نکال پھینکا۔ لیکن اس طرح کرنے سے ہونی کو روکا جا سکتا ہے؟ کالا پانی...... عمر قید یا پھانسی...... اور اسی کے ساتھ اُسے دوپٹے کے سرے پر بندھا ہوا تعویز یاد آ گیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے ان کی گردن سے تعویز کیوں اُتار لیا؟ وہ خالی گردن دیکھ کر کیا سوچیں گے؟ اُن کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفرت بیٹھ جائے گی۔ اب میں اُنہیں کس طرح چہرہ دکھاؤں گی؟ اُن کا کیا ہوگا؟

چندن کے ذہن میں خیالات کا سیلاب موجزن تھا۔ وہ خود کو کوسنے لگی۔ "وہ مجھ سے ملنے آئے، میں نے بلایا اور وہ گرفتار ہو گئے۔" سکھ پانے کے بدلے اُس کے پاگل پن نے دُکھ کا پہاڑ سر پر لے لیا۔ چلتی ٹرین سے کود گئے۔ یقیناً ضرب لگی ہوگی۔ پھر پولیس ظلم ڈھائے گی...... اوہ بھگوان! میری زندگی لے لو مگر اُنہیں آنچ نہ آنے دو۔ چندن کور نے بمشکل سفر پورا کیا۔

اُس نے سوچا تھا کہ گھر پر خبر نہیں پہنچی ہوگی۔ میں یہ خبر اس طرح دوں گی کہ ساس سسر کو صدمہ نہ ہو۔ مگر اُس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ ماں جی، نانا اور سوہن سنگھ اُداس چہرے لئے بیٹھے تھے۔ چندن بمشکل کمرے تک پہنچی، کپڑوں کا بنڈل پھینک کر کھلے دل سے رونے لگی...... ضبط کا بندھ ٹوٹ چکا تھا۔ آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔ بزرگوں نے اُسے رونے دیا اچھا ہے دل کا غبار نکل جائے گا۔ اب اُسے دلاسا دینے کا بہانہ بھی کیا تھا؟ انجام سے سب واقف تھے۔

○

جگت کے ساتھی بھی مایوس ہو گئے۔ بچن سنگھ مٹھیاں کستا، دانت پیستا ہوا ارجن سنگھ کو گالیاں بک

رہا تھا۔"میں اُس کی کھال اُتار دوں گا۔" مگر فی الحال یہ غصہ کھمبا نوچنے کے برابر تھا۔ ارجن سے پہلے یہ سوچنا تھا کہ جگت کو کس طرح آزاد کرایا جائے؟ پولیس اب غافل نہیں رہے گی، بچ رہا تھا۔ ممکن ہے جگت کا اس پر شک جائے؟ چندن کور کے ساتھ ملاقات کا پروگرام اُسی نے بنا

"نہیں، نہیں...... میں پولیس کے ہاتھ میں جگت کو تڑپنے نہیں دوں گا، چاہے ہم میں، چار کو جان کی قربانی دینی پڑے۔" بچن گرجنے لگا۔ ہنومان سرخ آنکھوں سے بچن کو دیکھ رہا جگت کی گرفتاری نے اُسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ساری رات وہ منہ چھپا کر رویا تھا۔ اُس کو اپنی حالت اب کھٹک رہی تھی۔

"بچن! میرے پیر صحیح ہوتے تو تم لوگوں کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اکیلا جا کر اُسے رہا کرا مجھے چھوڑ کر بچن! تم کچھ نہ کرنا۔ میں نے سب سوچا ہوا ہے۔ اب میں جو کہوں گا، وہی تم لوگوں ہے۔" ہنومان کو پہلے کبھی اتنا پُرجوش نہیں دیکھا گیا تھا۔ بچن نے اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اور بپھر گیا۔ "مجھے بہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس بار میں اپنی مرضی کروں گا اور تم سے وہی کرا جو میں نے سوچا ہے۔ ورنہ......" ہنومان رُک گیا۔ پھر سب کو تیز نظروں سے گھور کر بولا۔ "تم کچھ ہو گیا تو تم لوگ مجھے زندہ نہیں دیکھو گے۔"



ہر طرف ارجن سنگھ کی تعریف ہونے لگی۔ آخر اُس نے جگا کو گھیر لیا اور وہ بھی بڑی آسانی حالانکہ کچھ لوگ اُسے اُس کے پیچھے برا کہتے تھے۔

"بے ہوش تھا اس لئے گرفتار کر لیا، اس میں کیا بہادری کی؟ ورنہ جگا کسی صورت میں زندہ نہ لگتا۔" اخباروں میں پہلی بار جگا کی تصویریں شائع ہوئیں۔ ساتھ ہی ارجن سنگھ کی تصویر بھی "پنجاب کا خوفناک ڈاکو پولیس کے ہاتھ لگ گیا...... فرد جرم تیار ہو رہی ہے۔ عنقریب کیس چلے

ارجن سنگھ کی اب ایک ہی خواہش باقی تھی کہ وہ جگا کو پھانسی پاتے دیکھ لے۔ مگر اس بار وہ محتاط تھا۔ اُس نے عدالت سے ریمانڈ لے لیا۔ جس قدر ہو سکے الزامات عائد کئے جائیں، ثبوت پیش کئے جائیں۔ اُسے نیند میں بھی جگت پھانسی پاتا دکھائی دینے لگا۔ جگت کے چہرے کپڑا لپٹا ہوا ہے۔ اُس کو پھانسی گھر کی جانب لے جانے سے پہلے پوچھا گیا ہے۔ "بولو! تم آخری خواہش کیا ہے؟"..... جگا کی آخری خواہش کیا ہو گی؟ ارجن سنگھ سوچ میں ڈوب جا جاننے کی خواہش میں وہ ایک دن زنجیروں میں جکڑے ہوئے جگت کے پاس گیا۔

"کیا حال ہے؟ تمہاری کیسی خاطر ہو رہی ہے؟ کچھ ضرورت ہو تو بتا دینا!" طنزیہ لہجے ارجن سنگھ نے کہا۔

جواب میں جگت نے آنکھیں پھیلا کر غصے کا اظہار کیا۔ اُس کے غصے پر ارجن سنگھ کو لطف "کیوں جگا! اس بار پھانسی یقینی ہے نا؟" جگت کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خوف کا تاثر ا وہ خاموش رہا۔ "تمہاری آخری خواہش کیا ہے پہلے سے بتا دو! تاکہ آخر میں اُلجھن نہ رہ۔ جگت نے دانت پیس لئے۔ اُس کی مٹھیاں کس گئیں اور اُس نے ہتھکڑی توڑنے کے لئے لگائی۔ ارجن سنگھ اُس کی بے بسی پر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ اُس کا قہقہہ ابھی تھما نہیں تھا کہ جگت بولا

"آخری خواہش پوچھنے سے پیشتر اس وقت میری خواہش کیا ہے یہ پوچھو۔" وہ کچھ دیر رُک گیا۔ پھر دانت پیس کر بولا۔ "میری پہلی خواہش تمہاری زبان کاٹنے کی ہے۔ بولو! مجھے اتنی دیر کے لئے آزاد کر تے ہو؟"

"ہاہاہا......" بیہودگی سے ہنس کر ارجن سنگھ بولا۔ "جگا! یہ بھول جا...... میری زبان تو کیا میرا بال کا نہیں کر سکے گا۔" یہ کہہ کر ارجن سنگھ نے جگت کے جبڑے پر اُلٹے ہاتھ کا تھپڑ لگایا۔ جگت بپھر گیا مگر اُس کے بازو رسّی سے جکڑے ہوئے تھے اور دو سپاہیوں نے اُسے سختی سے کھینچا ہوا تھا۔ وہ سرخ ہونٹوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا ارجن سنگھ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ نہ جانے کیوں اس وقت ارجن سنگھ وہاں سے چلا گیا جیسے وہ اچانک خوفزدہ ہو گیا ہو۔ مگر دس قدم دُور جا کر رُک گیا۔ جگت کو ستانے کی خواہش کم نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے بولا۔

"اپنی خواہش بتا دوں...... تمہیں پھانسی پر چڑھتے وقت ویرو کو تمہارے سامنے لاؤں گا۔ تمہارے گلے میں پھندہ ہو گا، اُس لمحے ویرو کے گلے میں میری بانہوں کا پھندہ ہو گا۔"

"بدمعاش......!" جگت چیخ اُٹھا۔ "ویرو کو تم نے چھپا رکھا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ اُسے گالیاں دینے لگا۔ سپاہی جگت پر ٹوٹ پڑے اور ارجن سنگھ خوش ہوتا ہوا چلا گیا۔ اُس نے جگا کے دل میں ایسی آگ بھڑکائی تھی کہ اُسے آہستہ آہستہ جلاتی رہے گی۔



"صاحب! جگا کے گھر والے جگا سے ملنا چاہتے ہیں۔" سنتری نے سلام کر کے چیف کو خبر دی۔ ارجن سنگھ بہت دنوں سے یہی سوچ رہا تھا اس بار جگا کے گھر والے ملاقات کے لئے کیوں نہیں آئے؟ وہ ڈنک مارنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ جگت کے ماں باپ نے عاق کرنے کی دستاویز دکھا کر اُسے تلاشی لینے سے روک دیا تھا، وہ غصہ اُتارنے کا اب وقت آ گیا تھا۔ پُرمسرت لہجے میں اُس نے پوچھا۔ "کون ملنے آیا ہے؟"

"جگا کی بیوی ہے صاحب!"

ارجن سنگھ ٹھنڈا ہو گیا۔ جگا کا باپو آیا ہوتا تو ذلیل کر کے نکالتا۔ پھر بھی کچھ نہیں۔ اُس کی بیوی کو بھی کچھ تڑپاؤں گا۔ "جاؤ! اُسے یہاں بھیج دو۔"

چندن کور آ کر کھڑی رہی، پھر بھی بہت دیر تک وہ کاغذات پر نظر گاڑ کر کام کرنے کا دکھاوا کرتا رہا۔

"ہم...... کیا ہے؟" کہہ کر اُس نے سر اُٹھایا تو چندن نے سر جھکا لیا۔ رحم کھانے والے انداز میں ارجن سنگھ بولا۔ "خاندانی عورت کو پولیس تھانے آنا پڑا؟ تمہارا بھی ایسے سے ساتھ ہو گیا۔

چندن نے جھٹکے سے گردن اُٹھائی۔ اُس کی آنکھوں سے غصہ برس رہا تھا۔ ارجن سنگھ نے پھر جلتی پر تیل ڈالا۔ "ابھی بھی محبت کم نہیں ہوئی؟ اکیلی ہی آئی ہو؟"

"نہیں...... ماما جی باہر بیٹھے ہیں۔" وہ غصہ ضبط کر کے بولی کیونکہ جواب دینا ضروری تھا۔ ملاقات کی اجازت اُسی سے لینی تھی۔ "کیا میں اُن سے مل سکتی ہوں؟" ارجن سنگھ انکار نہیں کر سکتا تھا، مگر اتنی آسانی سے اجازت بھی نہیں دینی تھی۔

"تمہارے ملنے کے پاگل پن سے تو میرا شکار مجھے آسانی سے مل گیا...... تم یہ سمجھتی تھیں کہ

راجستھان تک کون تعاقب کرے گا۔" چندن نے ہونٹ کاٹ لئے۔ اُس کی لاپرواہی سے جگ گرفتار ہوا، اس کا اُسے یقین ہوگیا۔ اُسے یہ سوچ کر صدمہ ہوا۔ آنکھیں بھر آئیں۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ملاقات کی اجازت مل جائے گی۔" پھر چندن کو خوش دیکھ کر بولا۔ "وہ بھی صرف ایک بار...... دو منٹ کے لئے۔"

وہ آہ بھر کر بولی۔ "بہتر...... جیسی آپ کی مرضی۔" پولیس چیف نے سنتری کو حکم دیا۔

"جاؤ! اسے لے جاؤ...... شوہر کو زنجیر میں جکڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔" یہ سن کر چندن کو آگ لگ گئی مگر وہ مجبور تھی۔ یہ سننے اور ضبط کرنے کا وقت تھا۔ اُس کے پیچھے ارجن سنگھ کے الفاظ ہنٹر کی طرح ٹکرائے۔ "دیکھنا! اسے دُور سے ملنے دینا...... پولیس چوکی میں پیار کرنا ہے۔" ...... دو منٹ کی ملاقات کے دوران نصف منٹ تک چندن روتی رہی۔ جگت سے وہ آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی۔

"نہ رو چندن! ایک دن ایسا ہونا تھا۔ بس ذرا پہلے ہوگیا۔" مگر چندن کے منہ سے سسکیوں کے علاوہ کچھ نہ نکلا۔ جگت نے پوچھا۔ "اکیلی آئی ہو؟" چندن نے روتے ہوئے سر جھکا لیا۔ وہ بولا۔ "اب ماں اور باپو کیسے آئیں گے؟ اُنہوں نے مجھے عاق جو کر دیا ہے۔"

"نہیں، نہیں...... اُنہوں نے ہی مجھے بھیجا ہے آپ کی خبر معلوم کرنے کے لئے۔ کہتے ہیں اچھے وکیل کو پیروی کے لئے کھڑا کریں گے۔" جگت نرم ہوگیا۔ وہ سخت الفاظ کہہ کر چندن کور کا دُکھانا نہیں چاہتا تھا۔

"اس میں وکیل سے کام نہیں بنے گا۔ میں خود اپنا راستہ تلاش کر لوں گا۔" یہ سن کر چندن کے پاس کھڑے ہوئے پہریدار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس لئے اُس نے بات بدل دی۔ "میں اپنا کیس لڑوں گا۔"

"ٹائم پورا ہوگیا......" پہریدار کی آواز آئی اور وہ لرز گئی۔ جس کام کے لئے آئی تھی، وہ تو گیا۔ اُس نے گڑگڑانے والے لہجے میں چوکیدار سے کہا۔

"جانے سے پہلے میں ان کے پاؤں تو چھولوں۔"

دُور سے ملنے کا صاحب کا حکم تھا۔ وہ منع کرنا چاہتا تھا مگر چندن کا رحم طلب چہرہ دیکھ کر پگھل گیا۔ ایک عورت کی خواہش کو وہ ٹھکرا نہ سکا۔ نظر گھما کر اُس نے یقین کر لیا کہ چیف نہیں ہے۔ اس لئے وہ بولا۔ "اچھا...... جلدی کرو!"

چندن کور لرزتے قدموں سے قریب گئی۔ فولادی سلاخوں کے درمیان سے دو ہاتھ جگت کے پیروں کی جانب بڑھاتے ہوئے اُس کا دل بھر آیا۔ جگت کو پیروں کے قریب کوئی چیز محسوس ہوئی۔ اُس نے ہوشیار ہو کر پنجہ اُٹھا لیا۔ چندن کور نے پنجے کے نیچے کی دھول لینے کے بہانے کوئی چیز دی، پھر چرن دھول سر پر چڑھاتی تیزی سے کھڑی ہوگئی۔ جاتے ہوئے جگت کو ایک نظر دیکھا، جگہ کی مسکراہٹ نے ڈوبتے ہوئے دل کو سکون بخشا۔ چندن کور چلی گئی تو پاؤں کھجانے کے بہانے جگت نیچے جھکا۔ پولیس کی نظر بچا کر اُس نے وہ چیز مٹھی میں دبالی۔ چندن کیا دے گئی؟ اس کا تجسّس بڑھ رہا تھا۔ مگر تنہائی ہونے تک اُسے صبر کرنا تھا۔ کوٹھڑی کے اندر جا کر اُس نے پڑیا کھولی

...یں چکنے لگیں۔ "تعویز...... چندن کے پاس کہاں سے آیا؟ ممکن ہے میں الور بھول گیا ہو۔ ...ہ واپس لوٹانے کے لئے چندن نے خوب ترکیب کی۔ کیا اسے بھی تعویز پر میری طرح یقین ہو ...؟"

تعویز کے لمس سے جگت کے جسم میں پھرتی آ گئی۔ ارجن سنگھ کے چبھتے ہوئے الفاظ اُسے یاد ... اور وہ سوچنے لگا کہ کیا ویرو اس کے قبضے میں ہوگی؟ جگت نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر یہاں ... فرار ہو جائے گا۔ اُس نے سوچا کہ جب اُسے عدالت میں لے جانے کے لئے باہر نکالا جائے ... اس وقت وہ فرار کی کوشش کرے گا۔ پہلے وہ تمام باتوں پر غور کر لینا چاہتا تھا۔ اب تو اُسے روز ... عدالت کے چکر لگانے تھے۔ کبھی موقع مل ہی جائے گا۔ اور جگت کا ذہن کمزور پہلو تلاش کرنے ... مصروف ہوگیا......!

○

ڈیڑھ ماہ بیت گیا...... پھر بھی ارجن سنگھ کی خواہش کے مطابق ثبوت نہیں مل رہے تھے۔ ریمانڈ ... کے لئے اُسے بار بار عدالت سے درخواست کرنی پڑ رہی تھی۔ سرکاری وکیل کو یقین نہیں تھا کہ ... ثبوت پر اسے پھانسی ہو جائے گی۔ ارجن کی ضد تھی کہ جگا کے گلے میں پھانسی کا پھندہ نہیں پڑا ... اسے صدمہ ہوگا۔ وہ کہتا۔ "مجھے اُس سے انتقام لینا ہے۔"

ڈھلتی دوپہر کو برسات کے موسم کی پہلی برسات ہوئی۔ ارجن کا نشہ کرنے کو جی چاہا۔ اُس نے ... گھر جانے کے لئے میز پر پڑی ہوئی فائل بند کی، کمر پر بیلٹ باندھی اور اُٹھ گیا۔ مگر کوئی شخص ... میں اُس کا راستہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔ بیساکھیاں بغل میں دبائے اُن کے سہارے کھڑا ... شخص ارجن سنگھ کو دیکھ کر ہنسا۔ ارجن سنگھ کو اُس شخص کا چہرہ دیکھا ہوا لگا۔

"تو کون ہے؟" اُس نے رُعب سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پہچانا صاحب؟ میں ہنومان سنگھ ہوں۔" پھر مزید بولا۔ "ہنومان...جگت کا ساتھی۔"

"اوہ......" کہتے ہوئے پولیس چیف کا ہاتھ بیلٹ پر گیا۔

ہنومان پُرسکون انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔ "پستول کی ضرورت نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو، میں اپاہج ... اور بغیر اسلحہ کے ہوں۔" پھر بھی ارجن سنگھ نے پستول تیار رکھا تھا۔ سپاہیوں نے بھی ہنومان کو ... گھیر لیا۔ ہنومان بیساکھیوں کے سہارے دو قدم آگے بڑھا، ارجن سنگھ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"اسے گرفتار کر لو!" دو آدمیوں نے ہنومان کے بازو تھام لئے۔ "اگر اس نے اسلحہ چھپایا ہوا ... تو اسے تلاش کر کے قبضے میں کر لو!" ارجن سنگھ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن ہے وہ لنگڑا ... نے کی اداکاری کر رہا ہو...... اُس نے تین سپاہی باہر بھیجے۔ "دیکھو...... اِردگرد اس کے ساتھی تو ... نہ چھپے ہوئے؟"

ہنومان ہنس دیا۔ "صاحب! یہ سب تکلیف کیوں اُٹھا رہے ہیں؟" پھر جبڑے سخت کرتا ہوا ... "میرے ساتھیوں کو گرفتار کرنا ہو تو مجھے ذرا بیٹھنے دو اور میری بات سنو!" یہ سن کر ارجن سنگھ کے ... میں روشنی ہوگئی۔ بات کچھ اور ہے۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اسے کرسی دو! اور اس کی بیساکھیاں لے کر باہر چلے جاؤ! دروازے پر سخت پہرہ رکھو۔"

ارجن سنگھ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ ہنومان اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا تو ارجن سنگھ جلد بولا۔ "اب بتاؤ! تمہاری کیا چال ہے؟"

"چال نہیں چیف صاحب!" ہنومان مطمئن لہجے میں بولا۔ "سودے بازی کرنے آیا ہوں۔"

"سودے بازی؟" ارجن سنگھ کا اندازہ صحیح ثابت ہو رہا تھا۔ "جلدی بول ڈالو ورنہ چالاکی دکھائی تو گولی ماردوں گا۔"

"چالاکی تو آپ آزمائیں گے۔" ہنومان نے آنکھ ماری۔ "میں بچن سے انتقام لینے آیا۔ اُس نے جگا سے دغا کی اور مجھے بھی دھکے دے کر نکال دیا۔" ارجن سنگھ کی بھنویں تن گئیں۔ بات میں کچھ وزن نظر آنے لگا۔ اُس نے ہنومان کو بولنے دیا۔ "جگا کو تم اس لئے گرفتار کر بچن نے چندن کور سے جگا کی ملاقات کا منصوبہ بنایا تھا، پھر تمہارے ڈیپارٹمنٹ کو خبر کردی۔"

"غلط بات۔" ارجن سنگھ نے میز پر ہاتھ مارا۔ "ہمارا انفارمر جگا کے مکان کی چوبیس گھنٹے کر رہا تھا۔"

"یہ کارنامہ تم چاہے اپنے حساب میں رکھو۔" ہنومان بغیر ہچکچائے بولا۔ "مگر بچن نے زبردستی الور بھیجا تھا اور اُس کے جانے کے بعد ہم سے کہا تھا۔ اب جگا کبھی واپس نہیں آئے گا"

"یہ تو اتفاقیہ بات ہوئی۔ میں ماننے کو تیار نہیں۔" ارجن سنگھ نے ہنومان سے مزید حاصل کرنے کے لئے کہا۔ "اس میں تم کیسا سودا کرنے آئے ہو؟"

"میں یہی کہوں گا، جگا کی گرفتاری کے بعد میری باری آئی۔ مجھے گروہ سے نکال دیا نے حصہ مانگا تو کہنے لگا لنگڑے! تم چھ سال سے پڑے ہماری کمائی کھا رہے ہو اور اب حصہ رہے ہو؟" ہنومان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور آواز میں سختی آگئی۔ "جس نے مجھے دھکے دے کر نکال دیا، میں اُس کو دھکا دینا چاہتا ہوں تاکہ اُسے پتہ چلے کہ میں لنگڑا ہونے کے باوجود کچھ کرسکتا ہوں۔"

ارجن سنگھ جوش کو روک نہیں سکا۔ "وہ کس طرح......؟"

"بچن کے گروہ کو گرفتار کرا کر۔" ہنومان نے ہتھیلی کھجائی۔ "مگر اس کے بدلے میں انعام کا وعدہ چاہتا ہوں۔" کچھ دیر تک ارجن سنگھ تیز نظروں سے ہنومان کا جائزہ لیتا رہا۔ بات بن رہی تھی۔ جگا اور ہنومان اُس کے قبضے میں آگئے تھے۔ اب بچن کا گروہ پکڑا جائے تو اس میں گورنر اُس کی پیٹھ تھپتھپانے ضرور آئے گا۔ جوتشی نے سچ کہا تھا کہ اسے ایک بڑی کامیابی ہونے والی ہے۔ پھر بھی ہنومان کو ٹٹولنا چاہئے۔ اُس نے سوچا۔

"اور اگر تمہاری اطلاع غلط ہوئی پھر؟"

"پھر میں تمہارے ہاتھ میں ہوں گا...... جو چاہو کرنا۔" اُس کی آواز مستحکم تھی۔

ارجن سنگھ کھڑا ہوگیا۔ "پھر میرے ساتھ چلو! اور بچن کا پتہ بتاؤ۔"

ہنومان نے کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی۔ "یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ میں ساتھ رہو اس صورت میں زندہ نہیں لوٹوں گا۔ بچن کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ میں نے اطلاع فراہم کی تمہیں میری حفاظت کرنی پڑے گی۔"

ارجن سنگھ کو ہنومان کی ہوشیاری پر غصہ آیا۔ مگر اُسے تجربہ ہو چکا تھا کہ آدمی ضد پر آجائے تو اسے کوئی نہیں جھکا سکتا۔ اُس نے سوچا کہ اسے چالاکی سے کام لینا پڑے گا۔

"اچھی بات ہے...... پھر بتاؤ! اُس کا پڑاؤ کہاں ہے؟"

ہنومان کچھ دیر خاموش رہا، اِردگرد نظر گھمائی۔ "دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا چہرہ ارجن سنگھ کے کان کے قریب کرلیا۔ ارجن سنگھ مسرت سے جھوم اُٹھا۔ کتنے آدمی ہیں؟ کیا اسلحہ ہے؟ ڈاکوؤں کے فرار کے اور کون سے راستے ہیں؟ تمام تفصیلات جان کر وہ کھڑا ہو کہا۔ "صاحب! میں نے انفارمیشن دی۔ مگر معافی کا مجھے یقین نہیں ملا۔" ہنومان سر جھکاتا ہوا بولا۔

"میری زبان پر اعتماد کرو......" ارجن سنگھ جاتے ہوئے بولا۔ "ابھی مجھے تمہاری اطلاع کا پھل بھی نہیں ملا۔"

دو سپاہیوں کو حکم کر کے ہنومان کو الگ کوٹھڑی میں بند کیا اور پولیس چیف سپاہیوں کی ایک بڑی نفری کے ساتھ ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے روانہ ہوگیا......!

○

نصف شب سے پہلے ہنومان کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ ارجن سنگھ پیر پٹختا ہوا داخل ہوا۔ اُس کے چہرے پر غصہ اور افسوس جھلک رہا تھا۔ ہنومان کی سانسیں تیز ہوگئیں۔ بہت دیر تک ارجن سنگھ اسے گھورتا رہا پھر ہونٹ کاٹ کر بولا۔ "بیکار تھکن ہوئی۔" یہ سن کر ہنومان نے آہ بھر کر پیشانی پر ہاتھ مارا۔ "ہمارے پہنچنے سے قبل بچن اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوگیا۔ ہنومان! سچ بتا کیا تو ہم سے کسی قسم کا کھیل کھیلنے آیا تھا؟"

"اب بھی تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں کہ میری اطلاع سچ تھی۔ تم لیٹ ہوگئے، اس میں میرا کیا قصور؟ تمہارا کوئی آدمی چغلی کھا کر آیا ہوگا۔"

"بکواس مت کرو!" ارجن سنگھ دہاڑا۔ "پولیس پر الزام دھر کر تم بچ نہیں سکتے۔ جیپ سے زیادہ رفتار سے کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"پھر بچن کو مجھ پر شک ہوگیا ہوگا۔" ہنومان نے ہاتھ جوڑے۔ "صاحب! تمہیں وچن نبھانا ہوگا۔ بچن کے دوسرے ٹھکانے بھی میں جانتا ہوں۔ وہ جب تک ہاتھ نہیں آتا، آپ مجھے بندر کھنا۔"

ارجن سنگھ اُلجھن میں پڑ گیا۔

پورے راستے اُن کے ذہن میں ایک خیال گردش کرتا رہا تھا۔ "بچن کو تو پھر بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ مگر جگت کا کیا ہو؟" پھر کسی فیصلے پر پہنچ کر اچانک رُک گیا۔ "اب ہم سودا بدلیں گے۔ تمہیں رہا ہونا ہے تو میرا کہنا مانو گے۔"

"کیا؟" ہنومان کا منہ کھل گیا۔

"تمہیں جگت کے خلاف گواہی دینی پڑے گی۔"

"کیا......؟" ہنومان سرتاپا لرز گیا۔ "میں...... میں...... مگر یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے؟" یہ کہتے ہوئے اُس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

"ورنہ جگا کے ساتھ تم بھی پھانسی پر لٹکو گے۔" یہ کہہ کر ارجن سنگھ نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کرا

دیا۔اور جاتے ہوئے کہتا گیا۔"چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔سوچ لینا! تم سرکاری گے تو تمہارے جرائم معاف ہو سکتے ہیں۔"

چوبیس گھنٹے بعد ارجن سنگھ جواب لینے آیا تو ہنومان پیروں میں گر گیا۔ رویا، گڑگڑایا۔" بچن سے انتقام لینے آیا تھا۔آپ مجھے جگا کے سلسلے میں کہاں پھنسا رہے ہیں؟"

"سرکاری گواہ بنے بغیر تمہیں معافی نہیں ملے گی۔" ارجن سنگھ کی ضد جاری رہی۔

ہنومان نے خوفزدہ ہو کر کہا۔"رہا ہو کر کیا کروں گا؟ جگا کا ماموں مجھے زندہ نہیں رہنے دے

"اس کا میں انتظام کر دوں گا۔دو چار سال کے لئے پنجاب سے باہر چلے جانا۔سفر خر دوں گا۔" ارجن سنگھ نے اطمینان دلایا۔آخر مجبوراً ہنومان راضی ہو گیا۔

"اچھی بات ہے۔جگا کو جو بھی نصیب ہو، میں کیوں اپنی زندگی خراب کروں؟"

وہ گھڑی ارجن سنگھ کو نصیب والی محسوس ہوئی۔اب ہنومان کو حفاظت سے رکھنا ہو گا۔ع میں ہنومان کو دیکھ کر جگت کے جسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔وہ سوچ رہا تھا۔

○

پیشی کے دن ارجن سنگھ ہر طرف سے مطمئن تھا۔بچن کی جگا سے دشمنی ہو گئی یہ جانتے اُسے اطمینان تھا کہ اب جگا فرار نہیں ہو گا۔سرکاری وکیل نے تیار کی ہوئی گواہی پر ہنومان انگوٹھا لگوایا۔اب عدالت میں اقرار کر لے، اتنی دیر تھی۔جگت کی جانب سے کوئی وکیل نہیں تھا قتل کے مجرم کی صفائی کے لئے عدالت کی جانب سے وکیل کا انتظام ہوتا ہے۔اس میں صفا ضرورت بھی کیا تھی؟ چٹکی بجاتے کھیل ختم ہو جائے گا۔باہر کے لوگوں کو داخلے کی ممانعت تھی۔ دار بند وین میں جگا کو لایا گیا۔پچھلی جیپ میں ارجن سنگھ تھا۔کچہری میں دونوں گاڑیاں ہوئیں۔اُس وقت آسمان پر اساڑھ کے بادل گھرے ہوئے تھے۔

ہوا زور سے چل رہی تھی۔جگت وین سے نیچے اُتر گیا۔ہتھکڑی کے باوجود اُس کے بازو رسّی بندھی تھی۔دو رائفل بردار پولیس والے رسّی کے سرے پکڑ کر اُس کے پیچھے کھڑے تھے۔ارجن سنگھ کی جیپ سے ہنومان کو اُترتے دیکھ کر جگت چونکا۔یہ کب اور کس طرح پکڑا اُس نے سوچا۔ارجن سنگھ اُس کی اُلجھن دیکھ کر خوش ہوا۔اپاہج ہنومان کو ہتھکڑی پہنا ضرورت نہیں تھی، پھر بھی اُس کے گلے میں رسّی پڑی ہوئی تھی۔بیساکھیوں کے سہارے ہنوما قدم آگے بڑھا۔عقب میں ایک پولیس والا رسّی تھام کر چل رہا تھا۔ہنومان اور جگت کی آ ملیں، ہنومان نے سر جھکا لیا۔جگت کو تعجب ہوا۔ارجن سنگھ بولا۔

"اب یہ تمہارا دوست نہیں رہا۔ہمارا ساتھی بن گیا ہے۔یہ سرکاری گواہ ہے۔"

جگت نے ہونٹ کاٹ لئے۔دونوں کے درمیان سات آٹھ قدم کا فاصلہ تھا۔ارجن درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔اُسی لمحے مجسٹریٹ کی بگھی آتی ہوئی نظر آئی۔سب احترام کے با کھڑے ہو گئے۔بگھی کے پیچھے بیٹھے ہوئے چپراسی نے دروازہ کھول کر سلام کیا۔مجسٹریٹ نیچے اُتر آیا، جگا کو دیکھ کر اُس نے نظریں گھما لیں۔ارجن سنگھ نے سلیوٹ کیا۔

"خبردار......" ایک گرج دار آواز سنائی دی جیسے بجلی کڑکی ہو۔سب چونک پڑے......

ے ہوئے مجسٹریٹ کے عقب سے نہ جانے کس طرح بچن سنگھ نمودار ہو گیا۔اُس کے ہاتھ فل تھی اور اُنگلی لبلبی پر رکھی ہوئی تھی۔ارجن سنگھ کا ہاتھ بیلٹ پر گیا۔

ارجن سنگھ! ذرا بھی حرکت کی تو مجسٹریٹ صاحب کی موت کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔" بچن سٹریٹ کی پشت سے رائفل کی نال لگا دی۔جگت ساتھیوں کو مدد کے لئے آتے پا کر تیار ہو اس نے نظر گھمائی، ہوشیار اور دوسرے چار ساتھی رائفلیں تان کر الگ الگ کھڑے ہوئے جگت کے عقب میں کھڑے ہوئے پولیس والوں کو بچن نے حکم دیا۔"رائفلیں پھینک کر الگ جاؤ!" دونوں پولیس والوں نے ارجن سنگھ کی جانب دیکھا، بچن گرجا۔"میں جس طرح کہہ رہا اگر ایسا نہیں ہوا تو سب کی لاشیں گر جائیں گی ارجن سنگھ!" پولیس چیف نے پولیس والوں کو جانے کا اشارہ کیا۔جگت آہستگی سے پیچھے ہٹا۔بچن نے اُسے اشارہ کیا کہ بگھی میں بیٹھ جاؤ! لمحے ارجن سنگھ کا ہاتھ پستول پر گیا۔"ارجن سنگھ! پستول پھینک دو!"

بھی نازک صورت حال میں گرفتار تھے۔ہوشیار نے اپنی جگہ بدلی۔بگھی چلانے والے کو نیچے ر اُس کی جگہ وہ خود بیٹھ گیا۔سانس روک کر ارجن سنگھ نے پستول بیلٹ سے نکال لیا۔اُسے کے بہانے ہاتھ اُچھال کر پستول کا ٹرائیگر دبا دیا...... بہت صفائی سے اُس نے نشانہ لیا تھا مگر اُس کا غور سے جائزہ لے رہا تھا۔فائر ہونے سے قبل ہنومان نے بیساکھی سے ارجن سنگھ کی پر ضرب لگائی۔نشانہ خالی گیا۔ارجن سنگھ بھو [illegible] کیا ہنومان سازش میں شامل ہے؟ پلک جھپکتے نے دوسرا نشانہ لیا، گولی چلی مگر اسی لمحے [illegible] رائفل کی گولی ارجن سنگھ کی جانب جھپٹی، کے پہلو میں اور ارجن سنگھ کے سینے میں [illegible] ہو گئی...... دونوں زمین پر اُلٹ گئے......!

دونوں دھماکے بادلوں کی گڑگڑاہٹ میں دب گئے۔بگھی کا گھوڑا الف ہو گیا۔مجسٹریٹ اور والے لرز گئے۔ارجن سنگھ کے سینے سے [illegible] کا فوارہ اُبل رہا تھا۔اُس نے بیٹھنے کی کوشش کی ھر زمین پر لوٹ گیا۔اُس کے ہاتھ سے پستول بچن کے ساتھیوں نے لے لیا۔بچن، ارجن سنگھ پر فائر کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔مگر جگت نے اُسے روکا۔"رہنے دو! ہم فرار ہو جائیں گے۔ ن کو اُٹھا کر بگھی میں ڈالو۔"

موسلا دھار بارش ٹوٹ پڑی۔پھر بھی کسی نے حرکت نہیں کی۔سپاہیوں کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ ہومان کے ساتھ جگت بگھی میں بیٹھ گیا۔بچن بگھی کے پچھلے حصے پر چڑھ گیا۔ہوشیار کے ایک میں لگام، دوسرے میں رائفل تھی۔سب پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بگھی دوڑتی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔اُن کے چاروں ساتھی گھوڑوں پر آگے جا رہے تھے۔

ڈاکوؤں کے فرار ہو جانے کے بعد سب نے اطمینان کی سانس لی۔بارش میں بھیگتے ہوئے یٹ اور سپاہی ارجن سنگھ کے پاس پہنچ گئے۔خون میں لت پت اُس کا جسم آخری سانسیں لے تا۔"جلدی کرو! گاڑی میں ڈال کر اسے ہسپتال پہنچا دو!" مجسٹریٹ نے حکم دیا۔مگر ارجن سنگھ وہ آخری سانس تھی۔گاڑی میں ڈالنے کے لئے اُسے اُٹھایا گیا تو ایک جھٹکے سے اُس کی گردن طرف لڑھک گئی...... جگا کو پھانسی پاتے دیکھنے کو ترسنے والی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو ں۔نصف گھنٹے کے بعد پولیس کا دستہ ڈاکوؤں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔چار میل دور اُنہیں

خالی تھی ہاتھ لگی مگر ڈاکوؤں کا نشان تک نہ ملا۔

○

پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد ہنومان کے زخموں پر ڈریسنگ شروع کی گئی۔ مگر دو گھنٹے کے دورا کے جسم کا آدھا خون بہہ چکا تھا۔ بارش میں جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ہنومان کا سر گود میں رکھ کر جگ کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ہاتھ پیروں کی زنجیریں توڑنا بھی بھول گیا تھا۔ ہنومان نے کھولیں۔ آس پاس نظر گھمائی، ساتھیوں کے اُداس چہرے دیکھ کر اُس کے ہونٹ ہلے۔

''جگت کو رہا کرا لائے، اس خوشی کے بجائے......'' پھر جگت سے نظریں ملیں۔ اُس نے میں اپنا ہاتھ دے کر وہ بولا۔ ''دوست! میرا کام مکمل ہو گیا...... سلام......'' اُس نے تین لیں...... جگت کے ہاتھ کو پوری قوت سے دبایا، پھر آنکھیں چڑھ گئیں......

''نہیں ہنومان نہیں......!'' جگت نے دل دہلانے والی چیخ ماری۔ ''مجھے رہا کراتے کے قربان ہو گئے۔'' دوست کے چہرے کو بوسہ دیتا ہوا جگت بلک بلک کر رونے لگا۔ ساتھیو ہنومان کے جسم پر چادر ڈال دی...... باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی......!

○

مسلسل پانی برساتے برساتے آسمان شاید اب تھک چکا تھا۔ اور بھیگے اندھیرے میں ہنو چتا جل رہی تھی۔ رو رو کر سوجی ہوئی جگت کی آنکھیں جگری یار کی جلتی ہوئی چتا پر جمی ہوئی آگ اُس کے دوست کے جسم کو نگل رہی تھی۔ جس سے ہنومان کا جسم بے بس ہوا تھا، وہ بھی گیا تھا۔ رگوں میں خون دوڑ رہا تھا مگر ذہن میں خیالات جم گئے تھے۔ بچن اُس کے برابر تھا۔

''جگت! میں ارجن سنگھ پر دوسرا فائر کر رہا تھا تو تم نے مجھے روکا تھا۔ حساب ادھورا رہ گیا

جگت نے شعلوں کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ میں پورا کروں گا۔ مگر اس سے مجھے اُس سے کچھ معلوم کرنا ہے......'' بچن خاموش رہا۔ جگت کی پیشانی کی رگیں اُبھرنے لگیں کے خیالات حرکت کرنے لگے۔ ''ارجن سنگھ مجھے پھانسی پاتے دیکھنے کے لئے بے چین میری آخری خواہش جاننا چاہتا تھا۔''

''اب تم اُس کی آخری خواہش پوچھنا چاہتے ہو؟''

''نہیں بچن! اُس کی کسی خواہش سے مجھے دلچسپی نہیں۔ مجھے تو اُس سے ویرو کے متعلق مع ہے۔'' بچن چونک گیا...... پھر اس کے ذہن میں وہی خیالات گردش کر رہے ہیں۔

''اُس بدمعاش نے مجھ سے کہا تھا کہ تم پھانسی چڑھو گے تو اُس وقت ویرو میرے پ موجود ہوگی۔''

''یہ تو تمہیں جلانے کے لئے کہا ہوگا۔''

''تم اُسے نہیں جانتے بچن! عداوت کا انتقام لینے کے لئے وہ ہر اوچھا حربہ استعمال کر نہیں ہچکچائے گا۔ ویرو کو اُسی نے کہیں چھپایا ہوگا۔ اُس کے الفاظ میرے دل کو چیر گئے تھے۔ ا لمحے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جان خطرے میں ڈال کر بھی میں فرار ہو جاؤں گا۔''

لی کام کی وجہ سے باہر گیا ہوا ہوشیار لوٹ آیا اور اُس نے خبر دی۔ ''اس وقت شیخوپورہ میں ہری چتا جل رہی ہے اور وہ چتا ارجن سنگھ کی ہے۔ بچن! تمہارا وار اُس کے لئے موت کا ابت ہوا۔'' جگت نے سرد آہ بھری۔ ہوشیار کو تعجب ہوا۔ اُس نے سوچا تھا کہ اس اطلاع سے ی موت کا غم ہلکا ہوگا۔ مگر جگت کی اُداسی کا سبب سمجھ گیا۔ ''ایک بات مجھے عجیب معلوم ہو رہی ادیرو کے سلسلے میں جو لوگ ملوث ہیں وہ سب موت کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔''

بی تو مصیبت ہو گئی۔ ویرو گئی، پھر ہنومان کو گنوایا۔ ایسا جی چاہتا ہے کہیں دُور چلا جاؤں۔''

ہم سب کو جانا پڑے گا۔'' بچن کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ ''اسی وجہ سے تو ہم نے تمہیں رہا کرانے ری کی۔ اب پورا مہینہ بھی نہیں لگے گا......'' جگت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

تم کس کی بات کر رہے ہو؟''

بٹوارے کی...... انگریز ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں...... ہمیں بھی یہاں سے جانا پڑے گا جگت! ملک ہمارا نہیں رہے گا۔''

ت کو جھٹکا سا لگا۔ ابھی تک اُس نے اس سلسلے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ گروبخش جیسے نہ جانے گ شہید ہو چکے تھے تو ملک کو آزادی مل رہی تھی۔ اُسے خوش ہونا چاہئے تھا مگر اُس کے غم تھا۔ جہاں پیدا ہوا، جہاں پلا بڑھا، جسے وطن سمجھا، وہ چھوڑ کر جانا ہے، اسے آزادی کس کہا جا سکتا ہے؟

جگت! کیا سوچ رہے ہو؟'' ہوشیار نے سوال کیا۔ ''میں بھی پہلے بچن سے کہتا تھا کہ ہمیں ے کیوں جانا چاہئے؟ ملک کا نام بدل جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ہندوستان کی پاکستان میں رہیں گے۔ مگر......''

ہمارے چار پانچ ساتھی پارٹی سے الگ ہو گئے......'' بچن نے بات آگے بڑھائی۔ وؤں اور سکھوں کو یہاں سلامتی معلوم نہیں ہوتی۔ جو کچھ لے جا سکتے ہیں وہ لے کر لوگ جا ہیں۔'' اب جگت کو یاد آیا۔ کیا اُس کے گھر والے بھی ملک چھوڑ جائیں گے؟ عدالت میں کوئی ں آیا تھا۔ اُسے ماں جی اور باپو پر غصہ آ گیا۔ میرا کیا ہوگا؟ یہ جاننے کی پرواہ کئے بغیر چلے

بچن! مجھے گھر کسی کو بھیجنا پڑے گا۔ وہ لوگ ہیں یا چلے گئے؟''

وہ لوگ کس طرح جا سکتے ہیں؟ تھوڑے دن پہلے اپنا آدمی وہاں ہو آیا ہے۔ ہم نے کہلوایا تھا پ میں سے کوئی عدالت میں نہیں آئے گا اور نہ ہی وکیل کرنے کی کوشش کریں۔''

ایسا کیوں کیا؟''

تمہیں عدالت سے فرار کرانا تھا۔ اس لئے کہ اگر تمہارے گھر کا کوئی فرد وہاں ہوتا تو ارجن ے سازش میں شامل کر کے پریشان کرتا۔'' جگت کے دل میں بچن کا احترام بڑھ گیا۔ اس لاب سے پہلے بندھ باندھنے کی عقل تھی۔ شاید اُس کی بات سچ ہو اور سب کو ملک چھوڑنا ۔ نئے وطن میں سب نیا کام شروع کرنا پڑے گا۔

بچن! ہمارے پاس وقت کم ہے جبکہ کام بہت سارے کرنے ہیں۔ تین چار ڈاکے ڈال لیں۔

کسے خبر پھر کب موقع ملے؟'' بچن یہی چاہتا تھا وہ جگت کو ہنومان کے غم اور ویرو کے خیال ۔
چاہتا تھا۔

''جگت! میں نے اس بار ڈاکہ ڈالنے کا نیا طریقہ سوچ لیا ہے۔ تمہارا انتظار تھا۔ کہو تو بتا جگت نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ بولا۔ ''سکھے کی منڈی کا پنجابی دُکاندار لوٹنے کے لائق اُس کی بڑی دُکان ہے۔ آڑھت کا بہت بڑا کام چلتا ہے۔ ہفتے میں ایک بار کیش لے کر سفر کرتا ہے۔''

''کہاں جاتا ہے؟''

''سنگھ محل...... وہاں اُس کی دُکان ہے۔ وہاں اناج کی خریداری ہوتی ہے۔ ہم اُسے میں لوٹ لیں گے۔''

''تمہیں اطلاعات کس نے فراہم کی ہیں؟''

''ہمارے ایک ساتھی نے۔ وہ پہلے وہاں پلے دار (مزدور) تھا۔ وہ اناج کی بوریاں کام کرتا تھا۔ ایک بار سیٹھ نے اُسے مارا اس لئے کام چھوڑ کر چلا آیا۔''

جگت کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ ''کیا وہ پھر وہاں کام کرنے جائے تو وہ اُسے رکھ لے گا''

''میں تمہارا ارادہ نہیں سمجھا۔ اُسے سیٹھ سے اس قدر نفرت ہے کہ وہاں کام کرنے نہیں گا۔''

''اُسے سمجھانا پڑے گا...... میں اُسے سمجھاؤں گا۔''

دولت رام سیٹھ کے ہاں چاول کی بوریاں بھرتا ہوا سورجیت دسویں دن خبر لایا۔

''سیٹھ آج دوپہر کی گاڑی سے جائے گا۔''

''کتنے روپے لے کر؟''

''بہت سارے......اس بار بڑا مال خریدا ہے۔''

''روپے کس میں رکھتا ہے؟''

''کمر میں باندھتا ہے۔ اُس پر لمبا کوٹ پہنتا ہے اس لئے دکھائی نہیں دیتا۔''

''بہتر ہے......اب تم جاؤ!'' جگت نے اُسے بھیج دیا۔ ''دو دن اور کام کرتے رہو! ور میں ملوث کر دیئے جاؤ گے۔'' اگلے جمعہ کو جگت نے اپنے ساتھی شیر سنگھ کو سکھے کی منڈی آ دولت رام کی نگرانی کے لئے بھیجا۔ اُس نے اطلاع دی کہ سیٹھ تھرڈ کلاس میں سفر کر رہا ہے۔

''میرا یار پکا ہے۔ سیکنڈ کلاس میں سفر نہیں کرتا تاکہ کسی کی نظر میں نہ آ جائے۔'' جگت ۔ کر کہا۔ پھر شیر سنگھ کو دوڑایا۔ ''جاؤ! دوپہر دو بجے گاڑی روانہ ہوتی ہے۔ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ سیٹھ کے ڈبے میں بیٹھنا۔ سیٹھ کو شک ہو جائے ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔''

شیر سنگھ کو بھیج کر جگت، بچن، ہوشیار اور دو ساتھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ سکھے کی منڈی۔ محل بیس میل کے فاصلے پر تھا۔ دن ڈوبنے سے پہلے دولت رام سیٹھ وہاں پہنچنے والا تھا۔ اُسے پانچ میل تک نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

سکھے کی منڈی سے گاڑی چلی اور سیٹھ نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بیڑی جلائی۔ اُسے بیٹ

سہ نہیں تھا اس لئے کیش کا کام خود کرتا تھا۔ اس سلسلے میں اُسے سگے بیٹے پر بھی اعتماد نہیں تھا۔ یہ کا اصول تھا۔ اُس کے دائیں ہاتھ میں بیڑی تھی اور بایاں ہاتھ کمر پر بندھے ہوئے نوٹوں پر تھا۔ بار بغیر وجہ کے اُسے شانے اُچھالنے کی عادت تھی۔ شیر سنگھ کو یہ بات بری طرح کھٹک رہی تھی۔ ے کے مسافر ملنے والی آزادی کی باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ ایک سکھ بول اُٹھا۔

''چاہے کچھ ہو، ہمارا راج ہوگا۔ پھر مزے رہیں گے۔''

دولت رام کے برابر بیٹھا ہوا مسلمان بگڑ گیا۔ ''تمہارا نہیں، ہماری حکومت ہوگی۔ ہمارا سبز پرچم ے گا۔ تمہاری حکومت ہندوستان میں ہوگی۔ یہاں پاکستان میں تم لوگ ہمارے غلام ہوگے۔''

سامنے بیٹھا ہوا سکھ سرخ ہوگیا۔ دولت رام سیٹھ بھڑک گیا۔ یہ لوگ مار دھاڑ کریں گے تو میں اُل میں پھنس جاؤں گا۔ اُس نے سوچا۔ اُسے پشت پر بندھے ہوئے پیسوں کی فکر تھی۔ وہ لمان شخص سے کچھ دور کھسک کر بولا۔

''جھگڑا کیوں کر رہے ہو بھئی؟ تم بادشاہ، ہم رعایا ہیں۔''

مسلمان کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ شیر سنگھ بار بار کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

تقریباً چار میل کا فاصلہ گزر چکا تھا۔ طے کیا ہوا ٹھکانہ قریب آ رہا تھا۔ جنگل اور جھاڑیوں کا لسلہ شروع ہوگیا۔ شیر سنگھ نے باہر جھانکا، دُور گھوڑ سوار نظر آئے۔ اُس نے کھڑکی سے باہر رومال لاکر اشارہ کیا، پھر پیتل کی صراحی اُٹھائی۔ جوش کی وجہ سے اُس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ وہ کھڑکی صراحی رکھ کر پانی بھر رہا تھا، اسی لمحے ہاتھ میں سے صراحی نکل کر باہر گر گئی۔ دو چار مسافروں کا میان اُدھر گیا۔

''ارے صراحی گر گئی۔'' کسی نے ہمدردی دکھائی تو کسی نے مذاق کیا۔ مگر شیر سنگھ اُن کی جانب کہے بغیر کھڑا ہوگیا۔ وہ زنجیر کھینچنے والی جگہ سے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر زنجیر پر زور زمایا۔

''ارے کیا کر رہا ہے؟ پانچ روپے کی صراحی کے لئے پچاس روپے کا جرمانہ بھرنا پڑے گا۔'' اور ہو گیا۔ ایک مسافر نے شیر سنگھ کا ہاتھ تھام لیا۔ شیر سنگھ نے گھونسہ مار کر اُسے دور ہٹا دیا۔ پہیے ٹریوں پر گھسٹنے لگے۔ گاڑی رُک گئی۔ شیر سنگھ نے گاڑی کے باہر سر نکال کر جھانکا، جگت اور بچن تیز فتاری سے قریب آ رہے تھے۔ جس نے مار کھائی تھی وہ مسافر دانت پیس کر شیر سنگھ کی جانب بڑھا۔ ''بیوقوف! تمہاری بھلائی کی مگر تم نے برائی سے بدلہ دیا۔'' شیر سنگھ نے میان سے کرپان کالی۔ دولت رام سیٹھ ڈر گیا۔

''ارے بھائی! کیوں ناراض ہوتا ہے؟ نیچے اُتر کر پہلے اپنی صراحی لے آؤ......'' کسی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اور جرمانہ بھرنے کے پچاس روپے بھی ساتھ لے جانا۔ گارڈ چاچا تمہیں باہر ل جائیں گے۔'' شیر سنگھ نے ہونٹ کاٹے، آنکھیں دولت رام کو گھورنے لگیں اور کرپان اُٹھا کر اُس کی طرف بڑھا۔ سیٹھ دولت رام دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

''ارے! مجھ پر کیوں غصہ ہو رہے ہو؟'' مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے، آوازیں آنے لگیں۔

''ڈاکو......ڈاکو......!'' بوگی میں سناٹا چھا گیا۔ جگت اور بچن کھڑکی کے قریب نظر آئے۔ شیر

سنگھ نے سیٹھ کی جانب اشارہ کیا۔ جگت نے گھوڑے کو قریب کرلیا۔ کھڑکی پر رائفل کی نال رکھ کر بولا۔

"سیٹھ! جیب کا وزن ہلکا کردے..... جلدی سے۔" ایک طرف رائفل دوسری جانب کرپان دولت رام کو پسینہ آ گیا۔

"مم..... مم..... میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" یہ کہتا ہوا وہ قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے لپٹ گیا۔ وہ شخص بھی اُس کے ساتھ لرزنے لگا۔ شیر سنگھ اب سر پر پہنچ چکا تھا۔ سیٹھ کا گریبان تھام کر اُس نے دوسرے شخص سے اُسے الگ کیا اور کرپان کی نوک اُس کے پیٹ پر رکھ دی۔

"کمر سے بندھے روپے نکال دے! ورنہ کرپان گھسیڑ دوں گا۔"

"جلدی کرو شیر سنگھ!" جگت نے تاکید کی۔ سب مسافر گم صم اُسے دیکھ رہے تھے۔ ایک شخص سیٹھ کی مدافعت میں کچھ بولنا چاہتا تھا، شیر سنگھ نے اُسے چانٹا مار دیا۔

"خاموش بیٹھے رہو!" یہ کہہ کر اُس نے سیٹھ کے کوٹ کو کرپان سے چیر ڈالا۔ دولت رام آواز بلند کرکے "مر گیا..... مر گیا..... بچاؤ.....!" کا شور کرنے لگا۔ تب جگت نے باہر سے رائفل کی نال اُس کے جبڑے پر لگا دی۔

"شور کیا تو جان بھی گنواؤ گے۔" سیٹھ کا منہ کھلا رہ گیا۔ آواز حلق میں گھٹ گئی۔ کرپان کا پیٹ پر ہلکا سا چرکا لگا یا اور خون بہنے لگا۔ شیر سنگھ نے چیرا لگے کوٹ میں ہاتھ ڈال کر اُسے کھول دیا۔ اُس کا ہاتھ کمر پر بندھی بیلٹ پر گیا۔ نوٹ اندر کپڑے کی بیلٹ میں سلے ہوئے تھے۔

"کتنی دیر لگے گی بھئی!" جگت جلدی میں تھا۔ شیر سنگھ نے دانت پیس کر کہا۔

"سالے نے بیلٹ میں نوٹ سی لئے ہیں۔" جگت اور بچن تنگ ہو گئے۔ گاڑی میں سینکڑوں آدمی تھے۔ کسی کے پاس آتشیں اسلحہ ہونے کی صورت میں فائر کا امکان بھی تھا۔ گارڈ کے سامنے رائفل تانے کھڑا ہوا ہوشیار بھی اُنہیں جلدی کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ شیر سنگھ بوگی میں تھا، لہٰذا کوئی بھی آسانی سے اُس پر وار کر سکتا تھا۔ جگت نے فیصلہ کیا۔

"شیر سنگھ! سیٹھ کو باہر دھکا دو۔" پھر دوسرے مسافروں سے کہا۔ "تمہیں اگر صحیح سلامت رہنا ہے تو اسے باہر نکالو!" شیر سنگھ سے تعاون کرنے کے سلسلے میں ایک شخص اُٹھا۔

"سالا..... پیسے کی خاطر سب کو مروائے گا۔" دولت رام بہت گڑگڑایا۔

"میں پیسے دیتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو....." مگر اُس کی بات سننے والا کوئی نہیں تھا۔ گریبان پکڑ کر شیر سنگھ نے سیٹھ کو کھڑکی سے باہر کھینچ لیا۔

"بچن! گارڈ ماسٹر سے جا کر کہو گاڑی چلا دے۔ اگر آگے جا کر کوئی چالا کی کی تو سیٹھ کو بھول جائے گا۔" گاڑی چلنے لگی۔ دولت رام سیٹھ آنکھیں پھاڑے چیخنے لگا۔

"ارے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ! یہ ڈاکو مار ڈالیں گے مجھے۔" مگر ٹرین کی سیٹی میں اُس کی آواز دب گئی۔ جگت نے اُس کے پیٹ میں گھونسہ مارا۔

"زندہ رہنا ہے تو ہمیں اپنا کام کرنے دو۔" پھر نوٹوں والا بیلٹ نکال لیا۔ ہوشیار نے سیٹھ کی گردن میں سے سونے کی زنجیر کھینچ لی۔ "سب ملا کر کتنا مال ہے؟" جگت نے گرج کر پوچھا۔

سیٹھ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "دس ہزار۔"

"اب اسے جانے دو!" جگت نے اتنا کہا۔ اسی لمحے سیٹھ مٹھیاں کس کر کھیتوں میں دوڑ گیا۔

○

آزادی کی اگلی رات ملتان کے زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ "کم از کم پندرہ ... روپے کا مال ہاتھ آئے گا، پھر ہم حصے کر لیں گے۔" جگت نے کہا تھا۔ جدا ہونے کے بعد کی ... خوش تھیں تھے پھر بھی حصے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اپنا حصہ جس کا جس طرح جی چاہے اپنے ... میں لا سکتا تھا۔ پھر اگر حالات سازگار رہوں تو پارٹی کا کام آگے بڑھایا جائے۔

... ے زمیندار کی حویلی کے عقبی حصے کے کھیت میں جگت اور اُس کے تمیں ساتھیوں نے شام ... پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ گاؤں کے کنارے تنہائی میں حویلی تھی۔ آس پاس بنجر یا کھیتی کے لائق زمین ... تھی۔ وہ اس علاقے میں ایک خطرناک شخص کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ اُسے بات بات پر ... ال چلانے کی عادت تھی۔ حسین عورتیں اُس کی نظروں سے دُور رہتیں۔ زمیندار کی جوان ... ں کو کوئی شخص نظر گاڑ کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایسی گستاخی کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ ... کھیت میں جگت نے پڑاؤ ڈالا تھا، اُس کسان کا جوان بیٹا زمیندار کی رائفل کا نشانہ بنا تھا۔ بیٹے ... وت کا انتقام لینے کی خاطر باپ جگت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ زمیندار کی حویلی کے ... کیداروں کو اُس کسان نے شراب کی دعوت دی تھی۔ اُس نے کہا تھا۔

"انگریز کل ملک چھوڑ جائیں گے۔ اس کی خوشی منائیں گے۔"

گیارہ بجے سے پہلے جگت اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر آیا۔ کیونکہ چوکیدار نشے میں ڈوبے ... ے تھے۔ "بچن! اگر زمیندار مقابلے پر آئے تو اُسے فوراً ختم کر دینا۔ بہت سے لوگوں کا خون ... کی گردن پر ہے۔"

"مگر زمیندار پہلے مارا گیا تو مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ گھر میں اُس نے پوشیدہ سرنگ بنائی ہے، ... میں دولت رکھی ہوئی ہے۔ سرنگ کی تلاش میں صبح ہو جائے گی۔"

جگت کو بچن کی دلیل مناسب نظر آئی۔ "پھر ہم اُسے سرنگ معلوم کئے بغیر نہیں ماریں گے۔" ... ن نے جواب دیا۔

... ماحول پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دس دس آدمیوں کے تین دستے بنائے تھے۔ جگت اور بچن ... دستوں نے حویلی کے دونوں بازو سنبھال لئے۔ ہوشیار عقب میں رہا۔ دو چار کتے بھونکے مگر ... نے پرواہ نہیں کی۔ حویلی کے گرد چھ فٹ دیوار کے برابر آ کر وہ لوگ رُک گئے۔ جگت کو پہل ... ی تھی۔ ایک ساتھی جھک گیا۔ جگت اُس کی پشت پر سوار ہو کر دیوار کے کنارے پر ہاتھ رکھے ... دیکھنے لگا۔ اُسی لمحے ایک شکاری کتا جست لگا کر اُس پر کودا۔ جگت کی آنکھیں ذرا ہی بچ گئیں ... کتے کے ناخن آنکھوں میں گھس جاتے۔ اچانک حملے سے بھڑک کر جگت نیچے گرا۔ کتے نے ... ل بھونک کر تمام حویلی والوں کو جگا دیا۔ بچن کو افسوس ہوا، اُس نے کتے کے متعلق اطلاع کیوں ... ل نہیں کی؟

"کون ہے؟" زمیندار کی آواز سنائی دی۔ جگت نے رائفل سنبھال لی۔ کتا دیوار کی جانب دیکھ

کر بھونک رہا تھا۔ دوسری جانب سے بچن نے جھانکا۔ وہ کتے کو پھونک دینے کے متعلق سو تھا، اُسی لمحے حویلی کا دروازہ کھلا۔ جواب نہ ملا تو اُس نے گالی دی۔ "بے وقوف چوکیدار کہا گئے؟" اُس نے برآمدے میں جلتے ہوئے لیمپ کی روشنی بڑھائی۔ اُس کی روشنی میں بچن نے زمیندار کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ جگت ساتھی کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ اُس کا ارادہ زمیندار کا لینے کا تھا۔ اُسی لمحے راستے پر دوڑتی ہوئی ایک جیپ حویلی کے دروازے کے قریب آ کر کھڑ گئی۔ جگت اور بچن دیوار کے پیچھے چھپ گئے۔ یہ نئی آفت تھی۔ کتا بھونکتا ہوا فولادی دروازے قریب گیا۔ جیپ سے ایک شخص نکلا۔ کتا اور زور سے بھونکنے لگا۔ زمیندار نے آواز دی۔ "ٹا ٹائیگر......!" سناٹا چھا گیا۔ کتا ہانپتا ہوا زبان سے زمیندار کے پیر چاٹنے لگا۔ زمیندار نے پو "کون ہے......؟"

"دروازہ کھولو! میں ملٹری کی جانب سے آ رہا ہوں۔" ایک تحکمانہ آواز سنائی دی۔

زمیندار نے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ وہ ملٹری کا کوئی پٹھان تھا، اس بات کا یقین کر لینے کے وہ برآمدے سے نیچے اُتر آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں رائفل تھی اور دوسرے میں ٹارچ۔ چوکیدا غیر حاضری اُسے کھٹکنے لگی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر آنے والے نے کہا۔

"رنجیت سنگھ چودھری تمہی ہو؟"

"بالکل...... کیا کام ہے؟" اُس کی آواز میں حکم نہیں، تجسس جھلک رہا تھا۔

"ہم بلوچ رجمنٹ سے آئے ہیں۔ دروازہ کھولو!" زمیندار نے کھڑی ہوئی جیپ پر نظر ڈا دوسرے چار افسران اُس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"مگر آپ لوگوں نے کام نہیں بتایا۔" سامنے کھڑے ہوئے افسر کے منہ سے شراب کی بو آ تھی۔ گھر میں جوان بیٹیاں تھیں۔ زمیندار خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

"پہلے دروازہ کھولو......!" اُس افسر نے رُعب سے کہا۔ اُس نے فولادی سلاخوں کے درم سے گن کی نال دکھائی۔ زمیندار سمجھ گیا کہ معاملہ خطرناک ہے۔

"ٹھہرو! میں چابی لے کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ لوٹا، پھر کافی دیر تک زمیندار نہیں آیا تو پٹ افسر نے گرج کر کہا۔

"چابی تلاش کرنے میں کتنی دیر لگے گی؟"

"تمہیں کام ہو تو صبح آنا! اس طرح آدھی رات کو میں کسی کو حویلی میں آنے کی اجازت دے سکتا......" زمیندار کے الفاظ ابھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ پٹھان افسر کی گن چیخ اُٹھ زمیندار کھمبے کی آڑ میں تھا اس لئے بچ گیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ افسران اُسے لوٹنے آئے ہ پچھلی رات ایسا ہی ایک قصہ ہو چکا تھا۔ زمیندار نے دروازے کی جانب فائر کیا مگر نشانہ خالی کتا پھر بھونکنے لگا۔ جیپ کے چار افسر بھی باہر کود گئے۔

"اندر کود جاؤ......! سالے کی نظر کے سامنے اس کی لڑکیوں کی عزت لوٹ لیں گے۔"

اب جگت ہوشیار ہو گیا۔ ملٹری والے عوام کی بہن بیٹیوں کی عزت پر ہاتھ ڈالیں گے یہ سو وہ بپھر گیا۔ اُس نے دیوار سے جھانک کر دیکھا ایک افسر دروازے پر چڑھ رہا تھا۔ جگت نے را

ٹریگر دبایا...... سن کرتی ہوئی گولی افسر کی پیشانی میں گھس گئی۔ وہ چیختا ہوا زمین پر گرا۔ اس سے اس کے ہاتھ سے گن اُچھل کر دروازے کے اندر گری۔ زمیندار چونک گیا۔ کس نے فائر کیا؟ چوکیدار اُس کی مدد کے لئے آ گیا تھا؟ یہ دیکھنے کے لئے کھمبے سے ہٹ کر اُس نے دیوار کی ب دیکھا۔ اسی لمحے دروازے سے دوسرے افسر نے فائر کیا۔ زمیندار کا شانہ زخمی ہو گیا۔ وہ ڑا کر سیڑھیوں پر گرا۔ حویلی میں سے عورتوں کی چیخیں سنائی دیں۔ زمیندار نے دروازے باہر بند کر دیئے تھے لہٰذا کوئی باہر نہیں آ سکتا تھا۔ دوسرا افسر دروازہ کود کر اندر آنا چاہتا تھا، اُسی لمحے نے اُس کا نشانہ لیا۔ گولی اُس کے پیر میں لگی اور وہ باہر اُلٹ گیا۔ پھر تو جگت، بچن، ہوشیار اور کے ساتھیوں نے گولیوں کی بارش کر دی۔ افسران خوفزدہ ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حویلی کو گھیر کر بیٹھے ہوں گے۔ مرے ہوئے ساتھی کو چھوڑ کر زخمی ساتھی کو جیپ میں ڈال کر وہ ہونے لگے۔ "کتو......! کھڑے رہو۔" جگت نے گرج کر کہا۔

دوڑتی جیپ پر جگت اور اُس کے ساتھیوں نے گولیوں کی بارش کر دی۔ نشانے خالی گئے مگر پ چلانے والا جیپ پر کنٹرول نہ رکھ سکا اور جیپ دھماکے کے ساتھ کھڈ میں گری۔ دو تین دھماکے ئے اور جیپ جل اُٹھی۔ بچن اور جگت اُس طرف دوڑے۔ جا کر دیکھا تو چار میں سے دو افسر پڑے تھے۔ اور دو جیپ کے شعلوں میں جل رہے تھے۔

"بچن! ان دونوں کی گن لے لو...... اب ہمیں جلدی سے فرار ہو جانا چاہئے۔ دھماکے سے ؤں جاگ گیا ہوگا۔" ہوشیار ساتھیوں کو لے کر زمیندار کی حویلی میں پہنچ گیا۔ جگت اور بچن جب ں پہنچے وہ آخری سانس لے رہا تھا۔ زمیندار کی بیوی اور جوان لڑکیاں ڈاکوؤں کو دیکھ کر سہمی ہوئی تھا۔

"تم نے اسے مار دیا ظالم......!" زمیندار کی بیوی شور کر کے رونے لگی۔

"نہیں بملا... انہوں نے تو......" زمیندار کی سانس اُکھڑنے لگی۔ مگر وہ بمشکل بولا۔ "ہماری ں کی عزت بچائی ہے۔"...... زمیندار کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔

بچن نے جگت کی جانب دیکھا۔ "کیا کرنا چاہئے؟"

جگت نے زمیندار کی لاش پر نظر ڈالی، پھر بچن کو اشارہ کیا۔ "سب پڑاؤ پر پہنچ جاؤ!" یہ کہہ کر ت نے ساتھیوں کو بھیج دیا۔ جاتے ہوئے اُس نے زمیندار کی بیوی سے کہا۔

"دروازے پر افسر کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اُس کو جلی ہوئی جیپ کے قریب ڈلوا دینا۔ نہیں تو ری والے تم لوگوں کو پریشان کریں گے۔"

زمیندار کی عورت آنسو بھری آنکھوں سے جگت کی جانب دیکھنے لگی۔ "مگر آپ کون ہیں؟"

"پولیس والے پوچھیں تو کہنا جگا ڈاکو سے ملٹری والوں کا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔" اُس نے اس طرح اتعارف کرایا، پھر باہر نکل گیا۔ جاتے ہوئے اُس نے پٹھان افسر کی آٹومیٹک گن اُٹھالی۔ پھر بچن سے بولا۔ "بچن! اور کچھ نہیں تو ہمیں تین قیمتی گنیں ملیں۔ خالی ہاتھ نہیں لوٹے۔"

OOO

آزادی کا جشن دھوم دھام سے منایا گیا۔اس شور میں بٹوارے کا غم دب گیا تھا۔انگر
گئے اور اب اپنا راج تھا......اس خوشی میں لوگ رقص کر رہے تھے۔جگت نے سوچا ملک چھوڑ کر
کا خوف غلط ہے۔ساتھیوں نے حصے بانٹ لئے تھے۔کچھ دن آرام کر کے جشن آزادی منا
بعد سب نے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔جگت، بچن اور ہوشیار بھیس بدل کر کچھ دن ہوٹل میں
آئے۔انہیں بہت دنوں بعد یہ موقع ملا تھا۔

سینما کا آخری شو دیکھ کر تینوں آ رہے تھے کہ اُسی لمحے عقب سے آواز سنائی دی۔"جگا......!"

جگت چونک گیا۔اُس نے دیکھا وہ خطرناک بدمعاش خانو تھا۔اُسے حیرت ہوئی۔"ارے
دو سال کے لئے جیل چلے گئے تھے۔مگر اتنی جلدی واپس آ گئے؟"

"یار! اس بار بڑے احترام سے چھوٹ کر آیا ہوں۔آزادی کی خوشی میں مجھ جیسے بہت
لوگوں کو حکومت نے رہا کر دیا ہے۔"

خانو اس علاقے کا دادا تھا۔چھوٹے موٹے جرائم کے سلسلے میں پانچ سال جیل کاٹ کر آ
اُس کی نظر میں کوئی بڑا شکار آتا تو وہ جگا کو اطلاع فراہم کرتا اور اپنا کمیشن لے جاتا۔ویسے وہ
سے ڈرتا تھا۔چاقو مارنے میں اُس کا جواب نہیں تھا مگر رائفل سے اُس کی جان نکلتی تھی۔اُس
ایک بار جگت سے کہا تھا۔"یار! تم مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لو!"

مگر جگت نے انکار کر دیا۔"خانو! تمہیں میرے سات کام کرنے میں مزہ نہیں آئے گا
ساتھی بننا ہے تو سب سے پہلے عورت بازی چھوڑنی پڑے گی۔"

جیل سے رہا ہو کر آئے ہوئے خانو کی نئی لنگی اور لکھنوی کرتہ دیکھ کر جگت نے مسکراتے
پوچھا۔"ارے خانو! باہر آتے ہی کہیں ہاتھ مارا ہے کیا؟"

"یار! اب تو ہماری حکومت ہے۔دو چار سرمایہ داروں نے بھتہ باندھ دیا ہے تا کہ قومی چکر
ہندو سرمایہ داروں کو نقصان پہنچایا جائے۔" یہ سن کر جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔خانو خوش مزاج
میں کہہ رہا تھا۔"اگر تم ساتھ دو تو مزے ہی آ جائیں۔پولیس والے بھی آنکھ بچا جاتے ہیں۔" مگر
کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"خانو! تم مجھے کرائے کا غنڈہ سمجھتے ہو؟ تم سے بھی کہتا ہوں کہ اس چکر میں نہ پڑنا۔ہمارے
رشتہ، ذات، رنگ یا مذہب کیسے؟ سب سرمایہ دار ہمارے شکار۔ساری پولیس ہماری دشمن۔"
منہ بنا کر آگے بڑھ گیا۔

بچن نے کہا۔"دیکھا جگت......انگریز ابھی ولایت نہیں پہنچے اور قوم و مذہب کے نام پر
شروع ہو گیا۔"

پھر ایک ہفتے میں آگ بھڑک اُٹھی...... پہلے پنجاب جل اُٹھا۔قومی اور مذہبی تعصب کا دیونگا ہو
ر رقص کرنے لگا......لوٹ مار، آبرو ریزی اور قتل عام شروع ہو گیا...... ملک کے بٹوارے نے
مالوں کے دل بھی بانٹ دیئے۔

"بچن! تمہاری آگہی صحیح ہے۔ہم ڈاکوؤں کو گالیاں دینے والے خود کیا تماشہ کر رہے ہیں؟"
ت کا خون جوش مارنے لگا۔"اب تھوڑے دن ہمیں آرام کرنا پڑے گا۔آدھے ساتھی ابھی واپس
یں لوٹے۔"

"ایسا کرو جگت! تم اپنے گھر ایک چکر لگا آؤ! مجھے اُن سب کی فکر ہو رہی ہے۔" بچن نے سوچا
ت اس بات میں ماں کے ساتھ ہونے والے جھگڑے کو یاد نہیں کرے گا۔مگر اُس نے غلط سوچا
ا۔

"نہیں بچن! مجھے بھی فکر ہو رہی ہے۔مگر میں وہاں نہیں جاؤں گا۔کسی کو بھیج کر خیریت معلوم کرا
!" پھر بولا۔"اور ایک شخص کو اُچلا کی خیریت لینے بھیجنا۔"

جگت کے گھر گیا ہوا شخص دو دن سے پہلے واپس لوٹنے والا نہیں تھا۔مگر اُچلا کے ہاں بھیجا ہوا
نص شام کو واپس لوٹ آیا۔"جگت......بچن......غضب ہو گیا۔" وہ اس طرح کانپ رہا تھا جیسے کوئی
یانک نظر دیکھ کر آیا ہو۔

"کیا ہوا......؟" دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"اُچلا......" وہ آگے نہ بول سکا اور نظریں جھکا لیں۔بچن جھٹکے سے کھڑا ہو گیا اور اُس کا شانہ پکڑ
ر چیخا۔

"کیا ہوا اُچلا کو......؟"

"غنڈے اُٹھا لے گئے۔" یہ سن کر بچن پر بجلی گر پڑی۔جگت کا غصہ بھڑک اُٹھا۔

"کون سے غنڈے؟ کب اُٹھا لے گئے......؟"

"کہتے ہیں وہ مسلمان تھے......آج دوپہر۔اُن میں خانو بھی تھا۔"

"خانو......؟" جگت نے دانت پیس لئے۔"میں اُس کی کھال اُتار دوں گا۔اپاہج شوہر کی بیوی
چھین لینے کی ایسی سزا دوں گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔"

"اُسکے شوہر کو لوگوں نے بری طرح مار دیا۔"

"اوہ......!" بچن سر تا پا لرز گیا۔"اور لڑکا؟"

"وہ سلامت ہے۔جب غنڈے آئے تھے تو وہ گھر میں نہیں تھا۔باپ کی لاش کے سامنے بیٹھ کر
وہ بری طرح رو رہا تھا۔" بچن نے رائفل اُٹھا لی۔وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔

"جگت! میں جا رہا ہوں......اُچلا کی تلاش میں۔

"ٹھہر جاؤ......!" جگت گرجا۔"خانو سے میں حساب صاف کروں گا۔تم اُس کے گھر جاؤ!"

"مجھے اُس کے گھر جا کر کیا کرنا ہے؟" بچن یہ کہتا ہوا آگے بڑھا مگر جگت درمیان میں آ گیا۔

"میں تم سے جو کہہ رہا ہوں وہ کرو! تمہاری وہاں زیادہ ضرورت ہے۔معصوم بچہ دوہرا صدمہ نہیں
سہہ سکے گا۔باپ کی موت اور ماں کا اغواء......اُسے کوئی پیار دینے والا نہیں ہے۔اُچلا کو واپس لائے

بغیر میں تمہیں صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں...... تم جاؤ!" جگت اس قدر جوش بولا تھا کہ بچن اختلاف نہ کر سکا۔ دل میں اُٹھتے ہوئے درد کو دباتا ہوا وہ اُچلا کے گھر کی جانب روا گیا اور جگت چھ سات ساتھیوں کے ساتھ خانو سے حساب صاف کرنے کے لئے چل پڑا......!

O

نصف شب سے پہلے بچن، اُچلا کے گھر پہنچ گیا۔ گلی میں جنازے کا سامان نظر آیا۔ دو چار سرگوشیاں کر رہے تھے۔ گھوڑے کی لگام تھام کر آتے ہوئے بچن کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ میں آنکھوں سے اشارے کئے، پھر بچن کے چہرے پر اُداسی دیکھ کر غمگین ہو گئے۔ بچن نے چوکھٹ پار کی۔ کمرے کے درمیان چادر اوڑھائی ہوئی شاردول کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ محلے کی سات عورتیں اور کچھ مرد گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ بچن کی نظر لاش سے لپٹ کر بیٹھے ہوئے اُچلا کے پر پڑی۔ اُس کی سسکیاں سنائی دیں۔ بچن کا دل رو اُٹھا۔ وہ چند لمحے سناٹے میں کھڑا رہا۔ سب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دو چار آدمیوں نے ہٹ کر اُسے راستہ دیا۔ جوتے اُتار کر بچن آگے بڑ شانے پر سے رائفل اُتار کر الگ رکھ دی پھر اُس نے اُچلا کے بارہ سالہ لڑکے کے سر پر ہاتھ پھ اُس نے اسی طرح محبت بھرے ہاتھوں سے اُس کی پشت تھپتھپائی۔ "بیٹے اُٹھ جا......!"

"بہت سمجھایا مگر ہٹتا نہیں ہے۔" ایک شخص نے کہا۔ "کہتا ہے میں باپو کو نہیں جانے دُوں پہلے میری ماں کو لا دو!"

"زبردستی لاش سے الگ کیا تھا تو اُس وقت بے چارہ کتنا چیخنے لگا تھا۔" دوسرا کہنے لگا۔ "اچھ تم آ گئے۔ اس کا دوسرا تو کوئی رشتے دار نہیں۔" لفظ 'رشتے دار' خاص وزن سے بولا گیا تھا، یہ بچن محسوس کیا۔ ایسے موقع پر بھی لوگ برائی کرتے نہیں چوکتے۔ وہ اکثر اُچلا سے ملنے آتا اور زیا رات کو آتا، لہٰذا محلے والے اور کیا اندازہ لگاتے؟

کوئی پوچھتا۔ "اُچلا! رات کون مہمان آئے تھے؟" تب وہ بچن کا نام بتائے بغیر کہتی۔

"میرے میکے کے رشتے دار ہیں۔" اس جواب سے محلے کی عورتوں کے پیٹ میں گڑبڑ ہو وہ کہتیں۔ "کسی دن رُکتے کیوں نہیں؟ رات ہی میں کیوں آتے ہیں؟" پوچھنے کا مطلب سمجھ کر غ اظہار کئے بغیر اُچلا بڑی صفائی سے جواب دیتی۔

"اُن کی ملازمت ہی ایسی ہے۔ رات ہی کو چھٹی ملتی ہے۔" بچن اور شاردول نے ضد کر اُچلا کو دوسروں کے گھر کام کرنا چھڑا دیا تھا۔ پھر محلے والے پیٹھ پیچھے بولنے لگے۔

"میکے کا رشتے دار پیسے دے جاتا ہے، پھر وہ کیوں ہمارے برتن صاف کرے گی؟" بچن کو باتوں کی بو مل گئی تھی، لہٰذا وہ اب اُچلا کے گھر بہت کم جاتا تھا۔

اسی لمحے اُس کا جی چاہا کہ کہہ دے۔ "تمہاری نظروں کے سامنے غنڈے محلے کی ایک عورت اُٹھا لے گئے اور اس کے شوہر کو قتل کر گئے، پھر بھی تمہارا خون گرم نہیں ہوا؟" مگر یہ سب کہنے کا م نہیں تھا۔ پھر فائدہ بھی کیا؟ یہ سوچ کر اُس نے اُچلا کے بیٹے کی جانب توجہ مبذول کی۔ باپ کی لا سے لپٹے ہوئے لڑکے کو اُس نے پیار سے اپنی طرف کھینچا۔

"بیٹا! سکھ کا بیٹا ہو کر نہ رو۔ تیرے باپ کے قاتل کو ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ہے وہ بارہ سالہ لڑکا اسی قسم کی ہمدردی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ سسکیاں لیتا ہوا رُک گیا اور "چاچو" ر بچن سے لپٹ گیا۔ دونوں دلوں کا بوجھ ہلکا کرنے لگے۔

"اُچلا بے چاری برابر والی ہندو عورت کو بچانے گئی مگر خود بھی پھنس گئی۔" کسی نے کہا۔ اتری کی چیخیں سن کر دوڑی گئی تھی مگر چار پانچ غنڈوں کے مقابلے میں اس کی وقعت ہی کیا تھی؟ ے بھی اغواء کر کے لے گئے۔ شاردول درمیان میں آیا مگر کٹے ہوئے ہاتھوں سے وہ کیا کر سکتا وہ تین بار دھکے دے کر ہٹایا گیا مگر اُس کی جدوجہد جاری رہی۔ بدمعاشوں نے اس کا پورا جسم ں سے کاٹ دی اور دونوں عورتوں کو اغواء کر لیا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ یہ لڑکا گھر پر موجود نہیں تھا۔ نہیں بے چارہ......" دوسرا سر ہلائے جا رہا تھا، مگر بچن اُس کی بات کاٹ کر بولا۔

"چلو! اب مرنے والے کو اس کی آخری منزل تک پہنچا دیں۔ اُچلا یہاں ہو گی تو واپس لوٹ ئے گی۔"

"آجائے گی......؟" تین آدمی اک ساتھ بولے۔ لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔ "کون لائے گا ے؟" ایک صاحب ہوشیاری سے بولے۔

"ہے ایک مرد...... آئے تو دیکھ لینا!" پھر شاردول کی لاش کو باہر نکالا گیا۔ بچن نے جنازے کو ٹھا دیا۔ بارہ سالہ لڑکا باپ کے جنازے کے ساتھ بچن کے برابر چل رہا تھا۔ جیسے وہ جنازے کا ہا اپنے معصوم دل پر اُٹھا رہا ہو۔

O

خانو کو تلاش کرنے کا کام جگت نے جس طرح سوچا تھا اُتنا آسان نہیں تھا۔ تین چار جگہوں کا پتہ ن میں سے دو جگہوں پر آخری چار دن سے خانو دیکھا نہیں گیا تھا۔ ویسے خانو کو تلاش کرنا ہو تو ے کے وقت طوائفوں کے کوٹھوں پر تلاش کرنا پڑتا تھا۔ مگر جگت کو یقین تھا کہ آج وہ اغواء کی گئی وں کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر چھپا ہوا ہو گا۔ اُسے کہاں تلاش کیا جائے؟ وقت تیز رفتاری سے ر رہا تھا۔ جگت کا غصہ بڑھنے لگا۔ وہ اُچلا کو برباد کر دے گا۔ نہ جانے کتنے غنڈے اس کے ساتھ ں گے؟ وہ اس کی عزت لوٹ لیں گے۔ اسے فروخت کر دیں گے...... جگت نے دانت پیس ئے۔

"خانو...... تمہاری موت نے مجھے یہ راستہ بتایا ہے۔ میں تجھے نہیں بخشوں گا۔" وہ بڑبڑایا۔ اُس مٹھیاں کسی ہوئی تھیں اور پیشانی کی رگیں تنی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

جگت اور ہوشیار کے سات ساتھیوں میں انور اور عبدل بھی تھے۔ دونوں دوست سال بھر سے ن کے گروہ میں داخل ہوئے تھے۔ اب جگت کو ان پر پکا اعتماد ہو گیا تھا۔ خانو کی تلاش میں یہ مفید ت ہوں گے یہ سوچ کر اُنہیں ساتھ لیا تھا۔

"انور اور عبدل! باقی دو مقامات پر تم لوگ تلاش کرنے جاؤ گے۔ تمہیں مسلمان ہونے کے سبب ہ اطلاع مل جائے۔" یہ کہہ کر جگت رُک گیا۔ "مگر شاید اس طرح خانو کا پتہ نہیں ملے گا۔" اُس ایک ترکیب آزمائی۔ "ایک کام کرو! خانو کے آدمی سے جا کر کہو! تمہیں خانو نے بلایا ہے۔ اغواء ہوئی عورتوں کو ٹھکانے لگانے کا کام ان کے سپرد کرنا ہے اور آج رات ہی یہ کام ختم کرنا ہے۔ لہٰذا

تمہیں جلدی اطلاع مل جائے گی۔ جلدی جاؤ! ہم تمہارا انتظار کررہے ہیں۔“

اس کے بعد پورا ایک گھنٹہ اضطراب میں بیت گیا۔ بار بار اُچلا کا خیال دل کو جھلسا دیتا تھا۔ جانے کی صورت میں خانو کے ٹکڑے کر دینے کی خواہش زور کرنے لگی۔ کوئی مذہب عورت کی لوٹنے کا سبق نہیں دیتا بلکہ عورت کی حرمت کی حفاظت مذہب کی سچائی ہوتی ہے۔ پھر انسانوں پاگل پن کیوں سوار ہوا ہے؟ ایک قوم دوسری قوم کو تباہ کرنے میدان میں نکل آئی ہے..... انو گھنٹے میں لوٹ آیا۔

”سردار! وہاں تو کل ہونے والے ہنگامے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ایک شخص کو قتل کرے پچاس روپے، ایک عورت کو اغواء کرنے کے سو روپے کی سودا بازی ہو رہی ہے۔“ یہ سن کر خون گرم ہو گیا مگر اس وقت اُسے خانو پر ہاتھ ڈالنے کی جلدی تھی۔

”خانو کا پتہ کسی نے نہیں بتایا؟“

”نہیں..... وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ خانو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دو دن میں بہت عورتیں اغواء کر لی ہیں۔ مگر اُس کے پتے کے متعلق کسی کو معلوم نہیں۔“ انور نے افسوس کا اظہا عبدل کے انتظار میں دوسرا نصف گھنٹہ گزر گیا مگر اس مرتبہ کا انتظار رنگ لایا۔ عبدل نے آتے دی۔

”پتہ مل گیا..... خانو حاجی خان کی سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے۔“ جگت نے مٹھیاں کس لیں!

”وہ سرائے کس جگہ ہے؟“ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے جگت نے پوچھا۔

”میں نے دیکھی ہے.....“ اب انور جوش میں آ گیا۔ ”یہاں سے چار میل کا فاصلہ ہے۔ رات کے وقت وہاں قیام کرتے ہیں۔ اُس کا چوکیدار مجھ سے واقف ہے۔“

گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی ہو گئیں۔ جگت نے پشت پر ٹی این سی گن چھپائی ہوئی تھی۔ آفیسر کی اس گن کو پہلی بار استعمال کرنے کے لئے وہ بے چین تھا۔ نصف راستے پر پہنچے تو بارش کر برسی۔ جگت خوش ہو گیا۔

”قدرت ہماری موافقت میں ہے۔ سرائے میں ٹھہرے کا بہانہ مل گیا۔“

”سردار! خانو کو ختم کرنے کا کام میں اور عبدل نمٹا لیں گے۔“ انور کہہ رہا تھا۔ ”مذہب کے سے وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہم اُس کے ساتھ زیادہ انصاف کر سکیں گے۔“

”نہیں انور! ایسے بدمعاش کو بھائی کہنا بھی گناہ ہے۔ خانو کا حساب میں چکاؤں گا۔ وہ چاقو بازی کا ماہر ہے۔ میں تمہیں یہ خطرہ مول نہیں لینے دوں گا۔“

ساتھی جانتے تھے کہ خطرے کے کام جگت خود کرتا تھا۔ حاجی خان کی سرائے تک پہنچے نصف شب گزر چکی تھی۔ بارش مدھم ہو گئی تھی۔ انور نے چوکیدار کو جگایا۔

”رحیم چاچا! رات کو قیام کرنا ہے۔ ایک کمرہ کھول دو!“ کچی پکی نیند سے جاگے ہوئے چ نے اُسے پہچان لیا۔

”ایسے وقت کیوں آئے ہو..... کتنے مسافر ہو؟“

”نو آدمی ہیں چاچا! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمارا کام بے وقت کا ہوتا ہے۔ ایک جگہ ب

۔ مال اچھا ملا ہے۔ سحر کے وقت چلے جائیں گے۔ اچھی بخشش ملے گی۔“

رحیم چاچا جھٹکے سے بیٹھ گیا۔ ”خدا جب دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ وہ خانو بھی لمبا ہاتھ مار کر ا ہے۔“ پھر جیب سے سونے کی انگوٹھی نکال کر دکھائی۔ ”اُس نے پہلے سے بخشش دے دی ہے۔“ ر کو بھی جوش آ گیا۔

”پھر ہماری بخشش بھی پہلے سے رکھ لو!“ یہ کہہ کر اُس نے گلے سے سونے کی چین کھینچ لی، پھر نبھل کر پوچھا۔ ”خانو کس قسم کا ہاتھ مار کر آیا ہے چاچا؟“ رحیم چاچا نے ادھ کھلی آنکھ سے انور کی ن لے لی مگر جواب گول کر گیا۔

”اُس نے کیسا ہاتھ مارا یہ تو میں نے بھی نہیں پوچھا۔ ہر ایک اپنے مطلب کا کام کرتا ہے۔ جو ری سرائے میں آئے، ہمیں اُسے آسرا دینا ہے۔“ انور نے محسوس کیا اُس نے معلوم کرنے میں ۔ی کی تھی اس لئے اُس نے بات بدل دی۔

”بالکل بھئی..... آپ کو بخشش سے مطلب ہے چاچا!“

کمرہ سپرد کر کے رحیم چاچا سونے کے لئے چلا گیا۔ پھر انور نے کہا۔ ”خانو یہاں ہے، یہ بات ی ہو گئی ہے۔“

”اور عورتیں بھی یہیں رکھی گئی ہیں یہ بات بھی یقینی ہے۔“ جگت نے کہا۔ ”میدان میں ریڑھے ، تم نے دیکھے ہوں گے۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ ضرور خانو عورتوں کو ریڑھے میں چھپا رلایا ہو گا۔“ سرائے کافی بڑی تھی۔ پچاس ساٹھ کمروں میں خانو کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ ”پہلے تو علوم ہو کہ وہ کس کمرے میں ہے اور اس کے ساتھ کتنے افراد ہیں؟“ انور..... عبدل! تم ایک کام رو! آہستہ قدموں سے سرائے میں چکر لگاؤ۔ وہ جس کمرے میں ہو گا وہاں ضرور کچھ نہ کچھ آہٹ ئی دے گی۔ کان لگا کر سن لینا۔ پھر چپ چاپ واپس لوٹ آنا۔ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہئے۔“

”بہتر.....“ کہتے ہوئے انور اور عبدل چلے گئے۔ جگت نے جوش پر قابو پا لیا۔ جب بھی خطرے ے کام میں ہاتھ ڈالنا ہوتا وہ ذہن کو پُرسکون رکھنا سیکھ گیا تھا۔ جوش آدمی سے غلطی سرزد کرا دیتا ہے بات کا اُسے تجربہ تھا۔ دونوں ساتھی کچھ دیر بعد واپس لوٹ آئے۔ ”اُس جانب بند کوٹھڑی میں ن چار آدمی تاش کھیل رہے ہیں۔ وہ بات بات پر گالیاں بک رہے ہیں۔ وہ خانو کے ساتھی بھی ہو ے ہیں۔“

”کسی عورت کی آواز سنائی دی؟“

”نہیں سردار! باقی ہر طرف خاموشی ہے۔“

جگت کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ ”ایسا کرو! تم دونوں واپس جاؤ! کمرہ کھلواؤ۔ اگر اندر خانو نہ ہو تو تم ب اُن کے ساتھ تاش کھیلنا۔ وہ جواء کھیلتے ہوں تو کچھ ہار بھی جانا۔ اس ترکیب سے خانو کے متعلق لاع کرنا۔ پھر دونوں میں سے کوئی کسی بہانے وہاں سے اُٹھ آنا۔ ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔“ ت نے جیب سے روپے نکال کر انور کے سپرد کئے۔ ”انہیں دیکھ کر وہ لوگ جلدی پگھل جائیں ۔ چوکنے رہنا..... وقت ضائع نہ کرنا سمجھے۔“

عبدل اور انور واپس نہیں ہوئے، لہٰذا جگت نے سمجھ لیا کہ وہ اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اُس نے

ہوشیار سے کہا۔ "مار دھاڑ کے دوران اگر مجھے کچھ ہوگیا تو تم اُچلا کو گھر پہنچا دینا۔"
"میں ساتھ ہوں، پھر تمہیں کیا خطرہ ہے جگت؟"
نصف گھنٹے بعد انور آ گیا۔ "سردار! وہ چاروں خانو کے ساتھی ہیں۔ اُن کے برابر والی کو
میں عورتوں پر قبضہ جما کر خانو ٹھہرا ہوا ہے۔ ہم نے ایک دبی ہوئی چیخ سنی تھی تو خانو کے ساتھی۔
تھا کہ برابر میں تو بیاہتا جوڑا آیا ہوا ہے۔ عورت بے چاری گھبرا رہی ہوگی۔ یقیناً خانو کسی پر جبر
ہے۔"
جگت کھڑا ہوگیا۔ "چلو ہوشیار!" پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت دی۔ "تم لوگ ک
کے دروازے پر جم جاؤ! پہلے اُن چاروں کو قابو کر لینا۔ ضرور پڑنے پر کرپان گھسیڑ دینا۔ مگر گ
چلانا۔"
جگت اور ہوشیار سرائے کے عقبی حصے کی طرف چلے گئے۔ بارش بند ہو چکی تھی مگر آسمان گ
تھا۔ درمیان میں کبھی کبھی بادلوں کی گرج سنائی دے رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ کمرے میں وا
راستہ جگت نے سوچ لیا تھا۔ ہوشیار کا سہارا لے کر وہ سرائے کے چھپر پر چڑھ گیا، پھر ہاتھ بڑ
ہوشیار کو بھی کھینچ لیا۔ مکان کے چھپر کی دو چار اینٹیں ٹوٹ گئیں۔
"ہوشیار! میں چھت توڑ کر اندر جا رہا ہوں۔ تم تیار رہنا، ضرورت پڑنے پر نیچے کود سکتے ہو۔"
آٹھ دس اینٹیں ہٹانے کے بعد اندر گھسنے کے لئے سوراخ ہوگیا۔ جگت نے سر اندر کر کے
ایک کمرے میں فانوس جل رہا تھا۔ کھونٹی پر تر کی ٹوپی ٹنگی ہوئی تھی۔ کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ کمر
دیکھ کر جگت مایوس ہوگیا۔ سر باہر نکال کر ہوشیار کی جانب دیکھا۔ "اندر کوئی نہیں ہے۔"
برقی رو کی کڑک سے دونوں لرز گئے۔
"انسان کی حیوانیت پر آسمان بھی رُوٹھ گیا ہے۔" ہوشیار بولا۔ اُسی لمحے ایک دبی ہوئی چیخ
دی۔ جگت چونک گیا۔ اُس نے چھت سے چہرہ اندر کیا۔ کمرے کے اندر دوسرے کمرے میں
والا درمیانی دروازہ ہل رہا تھا۔
"ہوشیار! میں اُتر رہا ہوں۔" جگت نے کہا اور اندر کود گیا۔
"بات مان لے! ورنہ کاٹ کر پھینک دوں گا۔" خانو کی آواز سنائی دی۔
"نہیں نہیں......" عورت کی آواز دبی ہوئی تھی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔ جگت نے گن سنبھا
کونے میں پڑا ہوا فانوس اُٹھا کر آہستہ قدموں وہ دروازے کی جانب بڑھا، پھر فانوس ایک جگہ
دروازے کو دھکا دیا۔
اندر کا منظر بڑا عبرتناک تھا...... جگت لرز کر رہ گیا۔ ایک عورت فرش پر چت لیٹی ہوئی تھی
کے پیٹ پر گھٹنے رکھ کر خانو نے ایک ہاتھ سے اُس کا گلا دبایا ہوا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں تھا
چھری سے وہ عورت کے کھلے ہوئے سینے پر چرکے لگا رہا تھا۔ وہ عورت تکلیف سے تڑپ ر
دبائے ہوئے حلق میں آواز پھنس کر رہ جاتی تھی۔ جگت کی موجودگی کا اب تک خانو کو پتہ نہیں
دانت پیس کر جگت چیخا۔
"خانو......!"

انو کا چھری اُٹھایا ہوا ہاتھ رُک گیا۔ آنکھیں ٹھہر گئیں اور جبڑے جوڑے ہوگئے۔ "جگا تم؟"
جگت کا غضب ناک رُوپ اور ہاتھ میں تھمی ہوئی گن دیکھ کر خانو کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اُس نے
ت کے حلق پر سے ہاتھ ہٹا لیا، پھر گھٹنا ہٹا کر خاموشی سے جگت کو دیکھنے لگا۔ عورت اس خیال سے
ید کوئی بچانے آیا ہے جھٹکے سے اُٹھی اور جگت کی جانب دوڑنے لگی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔
ٹی ہوئی عورت کے سینے پر سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک طرف کا سینہ چاقو کے گھاؤ سے لٹک گیا تھا۔
یہ منظر نہ دیکھ سکا اور پل بھر کے لئے اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مگر آنکھیں کھلیں تو خانو نے
ت پر قابو پا لیا تھا۔ اُس کو اپنے سینے سے چمٹا کر خانو نے چھری والا ہاتھ بلند کیا۔ "جگا! اس
لے میں تم دخل نہیں دو گے۔" وہ غضب ناک الفاظ میں کہہ رہا تھا۔ "اگر گولی چلائی تو اس کے
میں چھری اُتار دوں گا۔" جگت کپکپا کر رہ گیا۔ وہ گن کا ٹرائیگر نہیں دبا سکا مگر وہ عورت لرزتی
آواز میں بولی۔
"تم اس کی دھمکی کی پرواہ نہ کرو! میں تو برباد ہوگئی ہوں۔ مگر دوسری عورتیں سامنے والی کوٹھڑی
بند ہیں۔ تم گولی چلاؤ! میری جان کی فکر نہ کرو۔"
اُس عورت کے سینے سے اب بھی خون ٹپک رہا تھا۔ جگت کو اب اُچلا یاد آئی۔ دماغ کی رگیں تن
یں۔ گن کے ٹرائیگر پر اُنگلی رکھ کر اُس نے خانو کی کھوپڑی کا نشانہ لیا۔ اس سے پہلے کہ خانو اُس پر
ے حملہ کرے، اُس کی کھوپڑی میں سوراخ کر دینے کا جگت ارادہ کر چکا تھا۔ مگر خانو اُس کا ارادہ
گیا۔ اُس نے ہلکی سی سیٹی بجائی اور کوٹھڑی میں سے ایک خونخوار کتا جھپٹ کر آ گیا۔ جگت چونک
۔ وہ کتا خانو کی طرح خطرناک تھا۔ کہتے ہیں ایک بار غلط جگہ پر بھونکا تھا اور خانو خطرے میں گھر
ا تھا۔ اس کے غصے میں خانو نے کتے کی آدھی زبان کاٹ لی تھی۔ تب سے وہ بھونکتا نہیں تھا۔ مگر
وہ اور بھی غضب ناک ہوگیا تھا۔ پہلے کتے کو ہلاک کرنے کے لئے جگت نے نشانہ بدلا مگر اتنے
ئے میں خانو کے اشارے پر کتے نے جست لگائی۔ جگت پیچھے ہٹنے لگا مگر دیر ہو چکی تھی۔ کتے کے
ت اُس کی کلائی میں اُتر گئے۔ زور آزما کر اُس نے جھٹکا دیا۔ کتا دُور گرا مگر اس کے ساتھ ہی جگت
گن بھی دُور جا گری۔ جگت کی کلائی سے خون بہنے لگا۔ خانو کسی شیطان کی طرح قہقہہ مارنے لگا۔
"جگا! اب تمہاری بندوق سے تمہیں شوٹ کروں گا۔"
جگت پھنس گیا تھا۔ گن کافی دُور تھی۔ خانو کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ سامنے ظالم کتا منہ
ڑے کھڑا تھا۔ خانو اُس عورت کو دھکیلتا ہوا گن کی جانب بڑھنے لگا۔ جگت اچانک حملہ نہ کر دے
غرض سے خانو جگت کی حرکت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ چاقو چلانے میں خانو ایسا ماہر تھا کہ
ہ کھڑے کھڑے جگت کو زخمی کر سکتا تھا۔ پھر بھی وہ پہلے گن پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ جگت نے آس
نظر گھمائی مگر آڑ کے لائق جگہ دکھائی نہیں دی۔ مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا اور
ہ فاصلے پر تھا۔ وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ مگر ایک ہی آس تھی کہ خانو گن لینے جھکے گا تو وہ اس پر
لہ کر دے گا۔ مگر اُسے یہ موقع بھی نہیں ملا۔ خانو نے کتے کو گن اُٹھا لانے کا اشارہ کیا۔ جگت کی
لات سے پہلے گن خانو کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ خانو نے دانت پیس لئے۔ اُس عورت کو لات مار کر
ور ہٹایا، پھر گن کا رُخ جگت کی طرف کر دیا۔

''خانو! یہ بندوق نہیں آٹومیٹک گن ہے۔ اس کو چلانا تمہارا کام نہیں۔'' جگت نے اُسے رو کوشش کی مگر خانو کی اُنگلی گن کے ٹرائیگر پر جم چکی تھی۔

''آج تک میں بندوق سے ڈرتا تھا جگا! اب اس کی آزمائش کرلوں۔ خدا نے تمہیں میرے بھیجا ہے۔ تمہاری لاش پر انعام کماؤں گا۔'' جگت کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ بندوق کا نشا دیا جاسکتا تھا۔ مگر گن میں سے چھوٹنے والی گولیاں اُسے چھلنی کردیں گی اس میں شک نہیں تھا۔ اُس کے سامنے تھی۔ پھر دھماکہ ہوا..... جگت نے آنکھیں بند کرلیں۔ مگر اسے گولی کیوں نہیں لگ اب بھی اسی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو خانو کی لاش سامنے پڑی تھی۔ دوسرے لمحے ہوشیار لاش پر کودا۔

''ہوشیار سنبھلنا!'' اُس پر جھپٹتے ہوئے کتے سے جگت نے اُسے خبردار کیا۔ ہوشیار تیار تھا۔ کتا اُچھلا اُس نے دونوں ہاتھوں سے بندوق کا بٹ اُس پر دے مارا۔ کھوپڑی ٹوٹنے کی آوا ساتھ کتا مُردہ ہوکر دُور جا گرا۔

''شاباش دوست! تم چھت پر بیٹھے ہو یہ تو میں بھول گیا تھا۔ تم نے خانو کی کھوپڑی کا خوب لیا۔ ایک لمحہ دیر ہوجاتی تو تمہیں خانو کی جگہ میری لاش نظر آتی۔'' جگت نے ہوشیار کو سینے سے لگ باہر دروازے پر آوازیں آنے لگیں۔ برابر والی کوٹھڑی کے دروازے ہلنے لگے۔ اندر سے عورتو چیخیں سنائی دیں۔ زخمی عورت دھماکے سے بے ہوش ہوگئی تھی۔ خانو کی لاش کو لات مار کر جگت دروازے کھول دیئے۔ درجن بھر عورتیں اندر سناٹے میں ڈوبی ہوئی کھڑی تھیں جن کے چہرے کے مارے سوکھ گئے تھے۔ سب کے پیچھے کھڑی ہوئی اُچلا جگت کو پہچان گئی۔

''بھیا!'' کہہ کر دوڑتی ہوئی آکر وہ جگت کے سینے سے چمٹ گئی۔ اُس کے بلک بلک کرار سے جگت کا دل بھر آیا اور آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اُٹھیں۔ عورتیں جگت کو اس طرح دیکھ رہی جیسے کوئی فرشتہ اُن کی مدد کو آیا ہو۔ عورتیں کمرے سے باہر جانے لگیں۔ کمرے میں بے ہوش ہوئی عورت کی عبرت ناک حالت دیکھ کر وہ لرز گئیں۔

''ہوشیار! باہر نکلنے کے دروازے کھول دو۔'' جگت کو اس صورت حال میں باہر نکلنے کی جلد رہی تھی۔ ''پہلے دیکھ لینا کہ باہر ہمارے ساتھی ہیں یا نہیں۔'' باہر سب ٹھیک تھا۔ خانو کے چار ساتھ کو مار کر بے ہوش کرنے کے بعد ایک کوٹھڑی میں بند کردیا گیا تھا۔ سرائے کے چوکیدار کو کھمبے باندھ دیا گیا تھا اور سرائے کی تمام کوٹھڑیوں کے دروازے باہر سے بند کردیئے گئے تھے۔

''اب دونوں ریڑھے تیار کرکے عورتوں کو اندر بیٹھادو! صبح ہونے سے پہلے انہیں گھر پہنچانا۔

''جگت بھیا! غنڈوں نے اُنہیں بری طرح زخمی کردیا تھا۔ وہ کیسے ہیں؟'' اُچلا کی آنکھیں بھی آنسو بہا رہی تھیں۔ اُسے اپنے شوہر کی فکر ستا رہی تھی۔ جگت کو جھٹکا سا لگا مگر اُس نے چہرے تاثرات بدل لئے۔

''اُچلا بہن! میں نے وہاں بچن کو بھیجا ہے۔ ہم وہاں ابھی پہنچ جائیں گے۔'' پھر بات بدل غرض سے بولا۔ ''ان میں تمہارے محلے کی کون عورت ہے؟''

''ہاں..... ساوتری ہے۔'' اُچلا نے دُور کھڑی ہوئی ایک عورت کی جانب اشارہ کیا۔

''تو پھر تم دونوں ہمارے ساتھ چلو! ہم گھوڑے پر نکل چلیں گے۔ بچن وہاں بے چین ہوگا۔ ان کو میرے ساتھی! صحیح سلامت پہنچادیں گے۔''

ریڑھے تیار ہوئے اور بارہ عورتوں کو لے کر جگت کے ساتھی روانہ ہوگئے۔ پھر جگت، ہوشیار، ساوتری روانہ ہوئے۔ بارش پھر شروع ہوگئی تھی۔

○

چلا کے محلے میں گھوڑا داخل ہوا اور جگت کو اپنے دل میں خوف سا محسوس ہونے لگا۔ اُس کے تھام کر پشت کی جانب بیٹھی ہوئی اُچلا نے کئی بار بے چینی کا اظہار کیا تھا۔ غنڈوں کو اُن پر چھریاں چلاتے دیکھ کر میں بے ہوش ہوگئی تھی۔ کسے معلوم بدمعاشوں نے اُن حال کیا ہوگا؟ جگت بھائی! گھوڑے کو اور تیز دوڑائیں میری جان آدھی ہو رہی ہے۔ وہ مجھے زندہ بھی یا نہیں؟'' جگت نے اُسے جھوٹے دلاسے دے دے کر راستہ ختم کیا تھا۔ مگر جو سچ تھا وہ سامنے آنے والا تھا۔ اس خیال سے اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ بیوہ ہوچکی ہے کیا وہ یہ صدمہ برداشت کرسکے گی؟ سوگ سے سناٹے میں ڈوبے ہوئے محلے میں گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز گونجنے شمشان سے آنے کے بعد ابھی لوگ سوئے ہی تھے۔ بچن برآمدے میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ ں کے پہلو میں سو گیا تھا۔ گھوڑے کی ٹاپوں کا تصور کرکے بچن دو تین بار اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر واقعی گھوڑے دکھائی دیئے۔ وہ چارپائی سے اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ''اُچلا آگئی۔'' جیسے اُسے میں آرہا تھا۔ جگت جست لگا کر نیچے اُتر آیا۔ ہاتھ تھام کر اُچلا کو نیچے اُتارا۔ بچن نے دیکھا کے ساتھ بھی ایک عورت تھی۔ ''جگت!'' کہتا ہوا بچن دوڑا اور جگت سے بری طرح لپٹ گیا۔ میں کھڑی ہوئی اُچلا سے آنکھیں چار ہوئیں۔ مسرت اور لوگوں کے درمیان اُس کا دل بس لیا۔ اسی لمحے لڑکا دوڑتا ہوا آکر ماں سے لپٹ گیا۔

ماں..... ماں..... تم آگئیں؟'' اُچلا نے اُسے سینے سے لگالیا۔

بیٹا.....!'' اُس کا دل بھر آیا اور آنکھیں بہنے لگیں۔

ماں!'' لڑکا اب بلک بلک کر رو رہا تھا۔ ''باپو کو ہم چھوڑ آئے۔'' بچن اور جگت کانپ گئے۔ بیٹے پر پھرتے ہوئے اُچلا کے ہاتھ تھم گئے۔ اچانک آنسو رک گئے۔ ''چھوڑ آئے؟'' ان الفاظ تو اُچلا کی چیخ گونجی۔ اس چیخ سے سناٹے میں آگ سی لگ گئی۔ شاید قدرت بھی لرز گئی ہوگی۔

ارے اُچلا آگئی..... ساوتری آگئی۔'' چیختے ہوئے پڑوسی آگئے۔ ساوتری اور دوسری عورتوں کو سنبھال لیا۔ جگت نے لڑکے کو اپنے قریب کرکے سر پر ہاتھ پھیرا۔

سینہ مضبوط رکھنا بیٹا! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔''

رام بھگت..... رام بھگت! دیکھو تمہاری ساوتری آگئی۔'' بھیڑ میں داخل ہوتے ہوئے کے شوہر سے کسی نے کہا۔ ''اس مرد نے ہماری عورتوں کی لاج بچالی۔''

شوہر کو سامنے دیکھ کر ساوتری کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ شوہر کے قدم چھونے جھکی مگر بھگت رام کھینچ لئے اور جھٹکے سے پشت پھیرلی۔ یہ جھٹکا سب کی آنکھوں میں کھٹک گیا۔

اب کیوں واپس آئی؟ غنڈوں نے تجھے خراب کردیا ہوگا۔'' بھگت رام دانت پیس کر بولا۔

''نہیں نہیں......'' ساوتری گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

ہوشیار سے نہ رہا گیا۔ ''ہم موقع پر پہنچ گئے تھے۔ کسی عورت کو آنچ نہیں آئی ہے۔''

بھگت رام نے ترچھی نظروں سے ہوشیار کو دیکھا۔ ''ہمارے نجی معاملے میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔ غنڈوں کو اسے پہلو میں دبا کر لے جاتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے ... ہے۔ میرے لئے اب یہ بیکار ہے۔''

''احسان کا بدلہ بدی سے دے رہا ہے؟'' ایک عورت بولی۔ ''یہ بیچارے راتوں رات عورتوں کو لے آئے......'' مگر بھگت رام درمیان میں ہی بول اُٹھا۔

''میں نے انہیں ملے آنے کو نہیں کہا تھا۔ اسے رکھنا ہو تو اپنے ساتھ لے جائیں۔'' ساوتری کے دل میں آگ لگ گئی۔ بزدل شوہر بیوی پر بہادری جتا رہا تھا۔ مگر اُس کے کچھ کہنے سے پہلے جگت بھگت کو تیز نظروں سے گھورا۔ بھگت رام جگت کی نظروں کی تاب نہ لا کر نیچے دیکھنے لگا۔

''گدھے...... عورت واپس آ گئی۔ بھگوان کا احسان مان! خوامخواہ بات بڑھا رہا ہے۔'' غصے کو قابو میں رکھ کر کہہ رہا تھا۔ ''تیری بیوی پاک ہے۔ اس کی جانب دیکھ! ہاتھ تھام کر گھر لے جا۔''

''نہیں نہیں...... ایسا نہیں ہو سکتا۔ راون سیتا کو لے گیا اور سیتا نے اگنی پرکھا دی۔ پھر رام نے اُسے نکال باہر کیا......'' بھگت رام کے الفاظ ختم ہونے سے پیشتر جگت نے اُس کے جبڑے پر چانٹا جڑ دیا۔

''بیوقوف...... بزدل...... رام کی مثال دے رہا ہے۔ اُس کی بیوی کو راون اُٹھا لے گیا تو اُس وقت وہ تمہاری طرح گھر میں چھپ نہیں گیا تھا۔ مقابلہ کر کے سیتا کو آزاد کرا لایا تھا۔'' یہ کہہ کر جگت نے دوسرے رُخسار پر بھی چانٹا مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔

''نہیں جگت بھیا!'' ساوتری درمیان میں آ گئی۔ ''میرے سوامی کو نہ مارنا۔''

جگا کا نام سنتے ہی سب سناٹے میں آ گئے۔ بھگت رام بھڑک کر دور ہٹ گیا۔

''بھائی صاحب! مجھ سے غلطی ہو گئی...... مجھے خبر نہیں تھی کہ......'' اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ لہٰذا تفصیل میں جانے کی بجائے اُس نے ساوتری کا ہاتھ تھام لیا۔ ''چل گھر میں۔'' وہ زرم ہو کر چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ اب سب کی آنکھیں جگت کو دیکھنے لگیں۔ اُن کے سامنے پنجاب کا خطرناک ڈاکو جگا کھڑا ہوا تھا۔ وہ اُچلا کو رہا کرانے کیوں گیا ہوگا؟ اُچلا کے میکے کا وہ رشتے دار کیا جگا کا ہے؟ اس دوران اُچلا کو ہوش آ گیا تھا۔ جگت اُس کا منتظر تھا۔ وہ ظاہر ہونے کے بعد زیادہ دیر نہیں رُک سکتا تھا۔

''بچن! اُچلا کو ساتھ لے کر ہم روانہ ہو جائیں۔'' پھر لڑکے کو چپت مار کر بولا۔ ''کیوں میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھے گا؟'' اس کے بعد ضروری سامان باندھ کر اُچلا نے گھر کی چوکھٹ چھوڑی تو اُس کا دل رو رہا تھا۔ شاردول کے ساتھ گزری ہوئی زندگی کے سکھ اور دُکھ کے لمحات سے اُس کا دل بھر آیا تھا۔ اُس نے محلّہ اس طرح چھوڑا تھا جیسے ایک جنم پورا کر کے دوسرے جنم میں قدم رکھ رہی ہو......!

○

گھر خبر لینے گیا ہوا سورجیت تین دن تک واپس نہیں لوٹا اس لئے جگت کو فکر ہونے لگی۔ دن بدن حالات بگڑتے جا رہے تھے۔ ہجرت شروع ہو چکی تھی۔ جو کچھ لے جا سکتے تھے وہ باندھ کر لوگ وطن چھوڑنے لگے تھے۔ راستوں پر جہاں نظر ڈالو عورت، مرد اور بچوں کے قافلے چلے جا رہے تھے۔ جڑ سے اُکھڑے ہوئے درختوں کی طرح انسان دوسری دھرتی پر جمنے جا رہے تھے۔ کسے پتہ ان میں سے کتنے لوگ اپنے نئے وطن صحیح سلامت پہنچ جائیں گے؟ پشتوں سے ایک جگہ رہتے ہوئے ان لوگوں کی پیشانیوں پر اچانک مہاجرین کی مہر لگ چکی تھی۔ جگت نے سوچا ممکن ہے اس کے گھر کے لوگ ہجرت کر گئے ہوں یا پھر جسے گھر بھیجا تھا وہ سورجیت ہجرت کرنے والوں میں مل کر چلا گیا ہو۔ سورجیت لوٹ آیا۔ زخمی ہو کر ہی...... واپس ہوتے وقت کسی نے اُس کی پیٹھ پر خنجر مارا تھا۔

''یہ تو اچھا ہوا کہ میرے پاس رائفل تھی۔ ورنہ زندہ واپس نہ آتا۔'' اُس نے سرد آہ بھری۔ ''جدھر دیکھو قتل عام ہو رہا ہے۔ معصوم بچوں کو بھی بدمعاش نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ بے رحمی سے اُنہیں قتل کیا جاتا ہے۔ میرا خون کھول گیا ہے۔''

جگت کو گھر کی خیریت معلوم کرنے کی جلدی تھی۔ ''گھر پر سب کیسے ہیں؟''

''سب ٹھیک ہیں۔ مگر......''

''رُک کیوں گئے سورجیت؟'' جگت کا دل بیٹھ گیا۔

''تمہاری ماں نے پیغام دیا ہے کہ دو دن میں ہجرت کر جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ جگت سے ایک بار چہرہ دکھانے کے لئے کہنا۔ ماں جی کی آنکھیں ساون بھادوں کی طرح بہہ رہی تھیں۔ پھر وہ کہنے لگیں کہ جگت سے کہنا گھر میں قدم نہ رکھنا ہو تو دروازے میں ایک بار اس کی صورت دیکھ لوں۔ کسے پتہ پھر ملاقات ہو گی بھی یا نہیں؟'' یہ کہتے ہوئے سورجیت بھی رو دیا۔ ''میں ماں جی کے آنسو نہیں دیکھ سکا۔ تمہیں خبر دینے کے لئے تیزی سے لوٹا مگر راستے میں دو دن ضائع ہو گئے۔ کیونکہ تم......''

جگت کے تصور میں آنسو بہاتی ہوئی ماں کی تصویر اُبھر آئی۔ دستاویز میں اُنہوں نے بیٹے کی وصیت میں چاہے اُسے عاق کر دیا تھا مگر کوئی ماں اپنے دل سے بیٹے کو عاق نہیں کر سکتی۔

''جگت! ہم فوراً ہی تمہارے گاؤں روانہ ہوں گے۔'' بچن نے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں ہم اُنہیں پا لیں گے۔ گاڑیاں اس قدر بھر کر جا رہی ہیں کہ لوگ دو چار دن اسٹیشن پر پڑے رہتے ہیں۔''

''جی ہاں جگت بھائی! مجھے بھی کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے۔ کب تک تم پر بوجھ بن کر پڑی رہوں گی؟'' اب اُچلا بولی۔ ''تم مجھے وہاں چھوڑ آؤ تو میں اُن کے ساتھ چلی جاؤں گی۔''

''اس کی بجائے ہم سب ساتھ روانہ ہوں پھر......؟'' ہوشیار نے مشورہ دیا۔ ''جلد یا بدیر یہاں سے جانا ہی ہے تو جانے والوں کے ساتھ مل کر آسانی سے کیوں نہ نکل جائیں؟'' جگت خاموش رہا۔ گھر کے ٹوٹنے کا خیال اُسے بے چین کر رہا تھا۔ دوسرے ویرو کا خیال اُسے پریشان کر رہا تھا۔ وہ کہاں ہو گی؟ کیا وہ بھی ہجرت کر جائے گی؟

''کیا سوچ رہے ہو جگت؟'' بچن بولا۔ ''تمہارا خیال نہیں تو ہم نہیں جائیں گے۔ مگر ساتھیوں کو

کیوں روکا جائے؟ انہیں بھی گھر والوں کی فکر ہو رہی ہوگی۔"

"بہتر ہے......" جگت بمشکل کہہ سکا۔ "جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔" آپس میں مال کی تق
کے سالوں پرانے ساتھیوں سے جدا ہوتے ہوئے اُن کے دل بھاری ہو گئے۔ جگت سب کو
سینے سے لگا رہا تھا۔

"مقدر میں ہوا تو پھر ملیں گے۔"

"کہاں......امرتسر میں؟" ایک نے پوچھا۔

"ہاں......شاید وہیں۔" جگت نے کہا مگر اُسے یقین نہیں تھا۔ کون جانے تقدیر کہاں لے
گی؟ ویر دل جائے تو ممکن ہے سب کچھ سوچا ہوا رائیگاں ہو جائے۔

○

رتیا پہنچتے ہوئے دو راتیں گزر گئیں۔ جگت، بچن اور ہوشیار تینوں کے پاس آٹومیٹک گنیں تھ
تینوں کے حصے کی چار پانچ ہزار کی چیزیں اور نقد رقم اُن کے پاس تھی۔ اُچلا بچن کے ساتھ گھوڑ
بیٹھی ہوئی تھی اور اُس کا بیٹا جگت چاچا سے لپٹ کر سواری کر رہا تھا۔ مال سب ہوشیار کے پاس
پولیس سے بچنے کے لئے وہ رات کے وقت سفر کرتے اور دن میں کسی محفوظ جگہ آرام کرتے۔ را
میں جگہ جگہ لوگوں کے قافلے نظر آ رہے تھے۔ سب کی منزل ایک تھی۔ انسانیت پر سے سب کا بھ
اُٹھ چکا تھا۔ خدا کے بھروسے پر سب چل پڑے تھے۔ کبھی کبھی تو ایسے واقعات ہوتے کہ انسانو
لاشیں ٹھوکروں میں آتیں۔ زخمیوں کی موت کی چیخیں سنائی دیتیں۔ کسی بوڑھی بیمار ماں کو نصیب
حوالے کر کے جوان بیٹے ہجرت کر گئے تھے۔ مذہب کے نعرے لگا کر لوگ مذہب کا جنازہ نکال ر
تھے۔

"آج صبح ہمارے گاؤں میں بڑا عبرتناک واقعہ ہو گیا۔" ایک جگہ کوئی کہہ رہا تھا۔ "پانچ
عورتیں کنوئیں پر پانی بھر رہی تھیں۔ نہ جانے کہاں سے دس بارہ غنڈے جھپٹ کر آ گئے۔ عورتیں
گئیں۔ کہاں جائیں؟ کیا کریں؟ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ چاروں طرف سے گھر گئی تھیں۔ فرار کا ر
بند تھا۔ کسی قیمت پر عزت کی حفاظت کرنی تھی۔ بے چاریوں کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ لہٰذا اُنہو
نے ایک کے بعد ایک کنوئیں میں چھلانگیں لگا دیں۔ ایک عورت کی ہمت نہ ہوئی۔ اُس نے فرا
کوشش کی مگر غنڈوں نے اُسے پکڑ لیا۔ دس بارہ غنڈوں نے اُسے پامال کر دیا۔ دوسری پانچو
کنوئیں سے نکالا تو اُن کی لاشیں ہی ملی تھیں۔" ایسا عبرتناک واقعہ بچن اور ہوشیار نے دل پر پتھر رکھ
سنا۔ مگر اُچلا بلک بلک کر رونے لگی۔ اُس کی نظر میں خانو کا غضبناک چہرہ گھومنے لگا۔ جگت اگر نہ
تو اس کا بھی وہی حال ہوتا۔ اُس نے سوچا ہر گاؤں میں ایک جگا ڈاکو ہوتا تو کم از کم عورتوں کی عز
محفوظ رہتیں۔

برسات کی رات میں تین گھوڑے منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایک گاؤں کی حد پار کر
کچھ آگے گئے تو ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ جگت نے گھوڑے روک لئے۔

"بچن! تم لوگ یہیں رہنا! میں ابھی آ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے نیچے کودا۔ کھیتوں
پانی بھرا ہوا تھا۔ گن تیار رکھ کر جگت ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھا۔

جگت اکیلا گیا تھا اس لئے بچن کو فکر لگ گئی۔ وہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ جگت روتے
ہوئے بچے کو لے کر واپس آیا۔ اُس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ اُچلا کے ہاتھوں میں بچے کو تھما کر
بولا۔ "اس کی ماں پر جبر کر کے بدمعاش فرار ہو گئے ہیں۔ وہ بے چاری نیم برہنہ حالت میں مُردہ
پڑی ہے۔ اور......" وہ اس طرح رُک گیا جیسے اُس کے حلق میں کوئی چیز پھنس گئی ہو۔ پھر لمبی آہ بھر کر
بولا۔ "بچہ بے چارہ اپنی ماں کے برہنہ سینے کو چوسنے کی کوشش کرتے ہوئے رو رہا تھا۔"

"اوہ......!" اُچلا کی ممتا تڑپ اُٹھی۔ "ان بدمعاشوں کو ایسے معصوم بچوں پر بھی رحم نہیں آتا ہو
گا۔ اب بے چارے کا کون ہے؟"

"اُچلا! اب تو تم ہی اس کی ماں ہو۔ اس ویرانے میں اس کے کسی رشتے دار کو کہاں تلاش کریں
گے؟" جگت نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی ماں بے چاری تازہ بیوہ ہوئی ہوگی۔"

بچے کو اُچلا نے سینے سے لگا لیا۔ گرم گود پا کر بچہ خاموش ہو گیا۔ پھر بھی اُس کی سسکیوں میں اُچلا کو
ایسے تمام یتیم بچوں کی آہیں سنائی دے رہی تھیں۔

صبح ہونے سے پہلے رتیا کی حد آ گئی۔ اپنے گاؤں کا منظر دیکھ کر جگا نے عجیب سنسنی محسوس کی۔
ماضی کی یادوں کی موجوں سے سفینہ ڈولنے لگا۔ ہنومان کی یاد نے دل کے زخم ہرے کر دیئے۔ ویرو کی
یاد سے دل تڑپ اُٹھا۔ جیسے جیسے گھر قریب آتا گیا، ماں، باپو اور چندن کور سب اُس کے دل پر قبضہ
جمانے لگے۔ گلیاں سونی تھیں۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے انسانی آبادی کے بغیر یہ محلہ سونا
ہو۔ سناٹے میں جگت کا دل گھبرانے لگا۔ اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو کون کھولنے آئے گا؟ کیا
گھر میں داخل نہ ہونے کی ضد پر وہ قائم رہ سکے گا؟ یا دروازے کے باہر ہی سے سب کو مل کر واپس
لوٹ جائے گا؟ وہ کیسی ضد کر رہا تھا؟ کیا ماں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟......خیالات کے گھیرے
سے وہ کچھ آگے نکل گیا۔ اس کا اُسے خیال تک نہیں رہا کہ گھر آ گیا ہے۔ اندازے پر اُس نے
گھوڑے کو روکا، ساتھ ہی خیالات کی لگام بھی کھینچ لی۔ پہلے تو اُس نے محسوس کیا کہ وہ بھول گیا ہے۔
غلط جگہ پر آ گیا ہے۔ اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یہ کیا؟ گھر تو جل کر راکھ ہو گیا تھا......جس دروازے
کو کھٹکھٹانے کے لئے اُس کے ہاتھ تڑپ رہے تھے اُس دروازے کا ایک ادھ جلا پٹ ہوا سے ہل رہا
تھا۔ جس چوکھٹ پر پیر نہ رکھنے کی اُس نے قسم کھائی تھی وہ چوکھٹ ہی نہیں رہی تھی......!

"جگت چاچا! رُک کیوں گئے؟" پشت پر بیٹھا جھونکے کھاتا ہوا اُچلا کا بیٹا بولا۔ "آپ تو کہہ
رہے تھے کہ آپ کا گھر آ گیا۔" جگت پھر بھی خاموش رہا۔ بچن، اُچلا اور ہوشیار بھی سکتے میں آ گئے۔
سب سمجھ گئے کہ انہیں آنے میں دیر ہو گئی ہے۔

"جگت! عقب کے دو تین گھر بھی جلے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔"

جگت خاموش سا گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ کیا کرنا چاہئے؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر نیچے
جھک کر اُس نے دروازے کے پاس پڑی ہوئی راکھ اُٹھائی، کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے پیشانی پر
لگائی اور پھر جھٹکے سے دور ہٹ گیا۔

"گھر کی یہ حالت ہوئی ہے تو گھر والوں کی کیا گت بنی ہوگی؟" وہ گرجا۔ تایا کے گھر جا کر
معلومات حاصل کرنے کے متعلق سوچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا، اسی لمحے بچن نے اُس کی توجہ

ایک جانب مبذول کرائی۔

"جگت! سامنے درخت کے نیچے کوئی سویا ہوا نظر آ رہا ہے۔ دیکھیں کون ہے؟" جگہ ٹارچ کی روشنی میں دیکھا، کوئی پیر سکوڑے سویا تھا۔ "کون ہوگا؟" یہ سوچ کر جگت بڑھائے۔ نزدیک جاکر دیکھا تو کوئی سردی میں کپکپا رہا تھا۔ جگت نے آہستگی سے سر کا کپڑا اٹھا

"آ گیا بیٹے؟" بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ جگت نے محسوس کیا کہ اُس کی ماں انتظار کر رہی تھی۔ مگر آواز دوسری تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔

"ارے ہری چاچی...... آپ یہاں؟"

بوڑھی نے آہ بھری۔ "تب تم میرے مدن نہیں ہو؟"

"نہیں چاچی! میں جگت ہوں...... مایا کور کا جگت۔"

"جگت...... مایا کا جگت۔" چاچی کچھ دیر تک دیکھتی رہی۔ "تمہاری ماں بھی میری طرح انتظار کر کے چلی گئی۔" جگت نے محسوس کیا اس کا دل بیٹھ جائے گا۔ مگر ہری چاچی نے کہا۔ "ا ب صحیح سلامت چلے گئے۔ حرام خوروں نے مکان تک جلا دیئے۔"

"چاچی! وہ لوگ کب گئے؟"

"تین چار دن ہو گئے تمہارے نانا آ کر لے گئے۔ کہہ رہے تھے وطن چھوڑ کر صحیح سلامت ئیں تو اچھا ہے۔" جگت کو کچھ اطمینان ہوا۔ اُسے چاہے دیر ہو گئی اور کوئی نہ مل سکا مگر گھر ے ت سلامت چلے گئے۔

"چاچی! آپ کیوں رہ گئیں؟"

"بیٹے! میں مدن کے انتظار میں رُک گئی۔" چاچی کی آواز بھیگ گئی۔ "وہ میکے گئی ہوئی لانے گیا ہے۔ ابھی نہیں لوٹا۔" کچھ دیر خاموش ہو گئیں، پھر آہ بھر کر بولیں۔ "مدن بہو کو لے کر اور جلا ہوا مکان دیکھ کر غلط نہ سمجھ بیٹھے، لہٰذا یہاں سامنے لیٹی ہوئی ہوں۔"

جگت کو ایک منحوس خیال آیا، ممکن ہے بیٹا ماں کو لینے ہی نہ آئے۔ اُس نے چاچی کو بہت "تم ہمارے ساتھ چلو! گاڑی میں بٹھا دیں گے۔ جوان بیٹا کسی طرح نکل آئے گا۔" مگر چاچی مانی۔ "مجھے نہ دیکھ کر اُس کا دل بیٹھ جائے گا۔"

آخر جگت کو اُٹھنا پڑا۔ مگر جانے سے پہلے اُس نے بڑھیا کے ہاتھ میں کچھ روپے دیئے۔ رکھیں! کام آئیں گے۔" چاچی نے چپ چاپ لے لئے۔ دُعائیں دیں۔ مگر نہ جانے کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ ماں جس بیٹے کے انتظار میں یہاں سردی گرمی برداشت کرتی ہوئی پڑی ہے بہو کو لے کر تنہا ہی چلا جائے گا۔ وہ بھاری دل سے گاؤں چھوڑ کر شیخوپورہ کی جانب روانہ ہوا۔ کا خاموشی کے بعد جگت نے کہا۔

"بچن! اُس چاچی کو چھوٹے بچے پاگل کہہ کر چڑاتے تھے۔ مگر پاگل ہونے کے باوجود اُ ماتا ختم نہیں ہوئی یہ بات آج سمجھ میں آئی۔"

O

اُنہوں نے شیخوپورہ اسٹیشن کے سامنے والے ہوٹل میں قیام کیا۔ بال بچے دار اُچلا ساتھ

وجہ سے ڈاکوؤں کی جانب کسی کی توجہ نہیں ہوئی۔ جگت اور بچن کو بہت زیادہ ہوشیار رہنا تھا۔ وں میں اُلجھی ہوئی پولیس کی نظر میں آ گئے تو تباہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اب پکڑے گئے تو فرار شکل تھا۔ حکومت بدل چکی تھی۔ گروہ ٹوٹ چکا تھا۔ پولیس اُنہیں زندہ پکڑ کر کہیں رکھنے کی درد ی ہوا۔ لئے بغیر اُنہیں شوٹ کر دے گی۔ حفاظت خود اختیاری کی وجہ سے وہ باہر نہیں نکلے۔ جگت ہوشیار سے کہا۔

"تم اُچلا کو لے کر اسٹیشن پر چکر لگا آؤ۔ برابر میں دھرم شالا ہے۔ وہاں بھی مہاجر بھرے ہوئے ۔ماں یا چندن کور نظر آ گئیں تو اُچلا انہیں جلدی پہچان لے گی۔"

ان کے جانے کے بعد جگت کافی دیر تک بچن کو دیکھتا رہا۔ وہ کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ آخر اس وچ زبان پر آ گئی۔ "بچن! مجھے تم سے ایک بات معلوم کرنی ہے۔" بچن، جگت کے سنجیدہ چہرے کو س نظروں سے دیکھنے لگا۔ "تم نے اُچلا کے لئے کچھ سوچا؟" اس اچانک سوال نے بچن کو ہلا

"میں سمجھا نہیں جگت! اُچلا کے لئے کیا سوچنا ہے؟"

"اُچلا اور اُس کے بیٹے کو اس حالت میں تمہارے سہارے کی بہت ضرورت ہے۔" بچن سمجھ ہا۔ اُس نے نظریں پھیر لیں۔

"مجھے اُس سے کتنا پیار ہے یہ تو تم جانتے ہو جگت!"

"ہاں...... مگر اُچلا کو پیار کے ساتھ سہارا بھی دینا پڑے گا۔" بچن نے سر اُٹھایا۔ جگت سنجیدگی سے ہ رہا تھا۔ "اس کے لئے تمہیں قربانی دینی پڑے گی۔"

"کیسی قربانی؟"

"مجھے وچن دو! کہ جو میں کہوں وہ کرو گے۔" جگت نے ہاتھ بڑھایا۔ "یقین رکھنا! یہ تمہارے اُچلا دونوں کے فائدے کی بات ہے۔" بچن نے اپنا ہاتھ جگت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"اس کے لئے وچن کی کیا ضرورت ہے؟ تمہاری بات میں نے کبھی ٹالی ہے؟" اسی وقت اُچلا ہوشیار واپس آ گئے۔ جگت نے جو سوچا تھا، وہی سننے کو ملا۔

"سب جگہ تلاش کیا مگر تمہارے گھر والے نظر نہیں آئے جگت! مجھے یقین ہے کہ وہ سب چلے گئے ہا۔ اس وقت گاڑی بھری ہوئی ہے۔ ممکن ہے اُس میں ہوں۔" جگت نے آہ بھری۔ بچن اور اُچلا کو رے دیکھا اور دل مضبوط کر کے بولا۔

"اُچلا! اب ہم جدا ہوں گے۔ تم بچوں کو لے کر اسی گاڑی میں بیٹھ جاؤ! بچن تمہارے ساتھ ے گا۔" بچن نے جھٹکا محسوس کیا۔

"جگت! تم مجھے اکیلے کو دھکیل دینا چاہتے ہو؟ تم یہاں کیوں رُکنا چاہتے ہو؟" بچن غصے میں آ گیا۔

"بچن! گرم نہ ہو۔ ابھی تم نے مجھے وچن دیا تھا اور اب اس سے انحراف کرو گے؟" جگت نے سختی ے کہا۔ مگر اس کی آواز بھرا گئی۔

"انحراف کی بات نہیں۔ مگر ہم جدا کیوں ہوں؟"

"کیونکہ میں اُچلا کو اس خطرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں ابھی نہیں جا سکتا۔" جگت نے سخت

آواز میں کہا۔ ''ویرو کی تلاش ابھی باقی ہے۔'' بچن چپ ہو گیا۔ ویرو ابھی اُس کے ذہن سے نہیں
تھی۔ بچن نے کافی بحث کی۔

''ویرو ابھی تک بیٹھی نہیں رہی ہوگی۔ وہ وطن چھوڑ چکی ہوگی۔ تم اُسے کہاں تلاش کرو گے؟''
جگت نے ضد نہیں چھوڑی۔ ''تم کہو گے تو ہم بھی رُک جائیں گے۔'' مگر یہ بات بھی جگت نے نہ
مانی۔

''تم لوگ ابھی روانہ ہو جاؤ! میں اور ہوشیار بعد میں آجائیں گے۔'' آخر بچن کو جگت کی بات
پڑی۔ جدا ہونے کے خیال نے سب کو گم صم کر دیا۔ جگت مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بچن منہ پھلا
ٹہل رہا تھا۔ ''ہوشیار! تھوڑی رقم رکھ کر باقی سب کچھ بچن کو دے دو!'' پھر بچن سے کہا۔ ''دیکھو
امرتسر پہنچ کر سیدھے الور جانا ہے۔ وہاں کچھ دن رہنا۔ میرے گھر والوں سے کہنا کہ ہم تھوڑے دن
میں آجائیں گے۔ سب کو اطمینان دلانا۔'' بچن کچھ نہ بولا۔ جگت سے جدا ہونے کے بارے میں اُ
نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اُسے چھوڑ کر جانے کو دل نہیں مانتا تھا۔ وہ کوئی خطرہ مول لے بیٹھے گا اس وقت
اُس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ بہت سے خیالات بچن کو ستا رہے تھے۔ آخر جدا ہونے کی گھڑی
پہنچی... تب دل میں دبائے ہوئے محبت کے آنسو باہر نکل آئے۔ اُچلا بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اُ
کے بیٹے کو بھی جگت سے پیار تھا۔

''جگت چاچا! تمہارے بغیر گھوڑ سواری کا مزہ نہیں آئے گا۔''

ہوشیار اُنہیں گاڑی میں بٹھانے جا رہا تھا۔ جگت اسٹیشن نہیں جائے گا یہ طے ہو گیا تھا۔ اُچلا جانے
سے پہلے جگت کے پیر چھونے کے لئے جھکی۔ جگت نے اُس کے دونوں رُخسار پیار سے تھپتھپا کر اُ
کی پیشانی چوم لی۔ ''سکھی رہو!'' اُچلا بھیگی پلکوں سے آگے بڑھنے لگی تو جگت نے اُسے روک لیا
''ذرا میری بات سنتی جاؤ!'' وہ نزدیک آگئی۔ بچن دُور تھا۔ جگت نے دھیمے لہجے میں اُچلا کے کان میں
کہا۔

''اپنا دوست اب تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا.....'' جگت کچھ دیر رُکا۔ پہلی بار
اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ''میں نے اُس سے نہیں کہا، مگر تم سے کہتا ہوں۔ یہاں سے جانے کے
بعد تم لوگ دُور دُور چلے جانا۔ اُچلا! تم جانتی ہو کہ بچن تمہارے پیار میں مایوس ہو کر گھر سے فرار ہوا
اور ملٹری میں بھرتی ہو گیا تھا۔ ہم وہاں ملے، وہ میرے ساتھ ڈاکو بن گیا۔ اب تمہارا ساتھ اُسے
ہے لہٰذا اُسے اس راستے سے لوٹانا تمہارا کام ہے۔''

''بہتر ہے۔'' یہ کہہ کر اُچلا جگت کے سامنے دیکھنے لگی۔ جگت نے کھنکار کر اُس کی گود میں بیٹھے
ہوئے ڈیڑھ سالہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''اور سنو! جیسا تم نے اپنے سگے بیٹے کا نام بچن رکھا ہے اسی طرح اس بچے کا نام جگت رکھنا۔ اس
طرح میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' پھر وہ آگے نہ بول سکا۔ اُچلا بھاری دل سے نیچے اُتر گئی
جگت نے باہر راستے پر نظر ڈالی۔ بچن نے بھی کھڑکی کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظر ٹکرائی۔ بچن کا
ہاتھ بلند ہوا۔

''سلام پیارے دوست! سلام پیارے وطن.....''

جگت نے بھیگی آنکھوں سے ہاتھ بلند کر کے اُنہیں وداع کیا۔ ''نئی زندگی مبارک ہو دوست!''
اپنے ہی دل میں بڑبڑایا۔ دوسرے لمحے بچن بھیڑ میں گم ہو گیا مگر ایک اور شخص راستے سے ہوٹل کی
کھڑکی میں کھڑے ہوئے جگت کو دیکھ رہا تھا۔ جگت کو اس کی خبر ہی نہیں تھی.....!



بچن کو وداع کرنے کے بعد جگت کو بہت دیر تک سب کچھ خالی خالی نظر آیا۔ وہ ہوٹل میں کچھ دیر
ٹہلتا رہا مگر چین نہیں آیا تو چارپائی پر لیٹ گیا۔ چھت پر نظر جمائی تو یادوں کی کتاب کے ورق
پھڑپھڑانے لگے۔ ہنومان چلا گیا۔ ویرو کا پتہ نہیں اور بچن جدا ہو گیا......اب صرف ہوشیار رہ گیا
آہستہ آہستہ سب کا ساتھ چھوٹ رہا تھا۔ جلد یا بدیر یہ وطن بھی چھوڑنا پڑے گا۔ تقدیر اُس کی
زندگی کے ساتھ کیسے کیسے کھیل کھیلے گی؟ باہر شور ہو رہا تھا۔ ابھی گاڑی کی سیٹی نہیں ہوئی تھی۔ بچن،
اُچلا، چھوٹا بچن اور چھوٹا جگت اب گاڑی میں بیٹھ چکے ہوں گے۔ ہوشیار نے اُنہیں جگہ دلا دی ہوگی۔
پل بھر کے لئے جگت نے سوچا کہ میں بھی اُن سے جا ملوں۔ وطن کو سلام کر کے چلا جاؤں۔ وہ اُٹھ بیٹھا
تو ویرو کی یاد آگئی۔ ''نہیں......نہیں......ویرو کی تلاش میں ادھوری چھوڑ کر کس طرح جا سکتا ہوں؟
تنہا زندگی بھر دل میں محسوس ہوگا۔ وہ چین سے جی نہیں سکے گا۔ مگر ویرو کو کہاں تلاش کرے گا؟ کس
سے پوچھے گا؟ اور اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ ذہن سے خیالات نکلتے ہوئے کچھ دیر لگی۔ پھر
دستک ہوئی.....اب جگت چونکا۔ ہوشیار اتنی جلدی واپس نہیں آیا ہوگا۔ اُس نے کمرے میں چاروں
طرف نظریں گھمائیں، وہ لوگ کچھ بھول تو نہیں گئے؟ ابھی گاڑی چلی بھی نہیں۔ پھر یہ کون ہوگا؟
ہوشیار نہیں تھا کیونکہ انہوں نے تین بار دستک دینے کی نشانی رکھی تھی۔ اب دروازے کو کسی نے زور
سے ہلایا۔ جگت نے بستر کے نیچے سے گن نکالی۔ کمرے کے دروازے نہ کھولے تو شور ہوگا۔ مضبوط
اور جچے تُلے قدموں سے وہ دروازے کے قریب گیا۔ دائیں ہاتھ میں گن تھام کر بائیں ہاتھ سے زنجیر
ہٹائی۔ سانس روک کر اُس نے ایک پٹ آہستہ سے کھولا۔ آنے والے نے اندر جھانکا۔
''تم.....!'' پہچاننے میں پانچ دس لمحے گزر گئے۔ ''کون؟ علی بخش......؟'' یہ کہہ کر جگت نے گن ہٹا
لی۔ اُس نے علی بخش کو اندر لا کر دروازہ بند کر دیا۔ جگت کئی سالوں سے جس سے ملنے کا مشتاق تھا وہ
اس طرح اچانک آگیا، اس لئے اُسے مسرت کے ساتھ حیرت بھی تھی۔ دونوں پیار سے گلے ملے۔

''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں؟''

''تمہارے جیسا چالاک ڈاکو بھی حماقت کر بیٹھے اس صورت میں مجھ جیسے آدمی کو پتہ چل ہی جاتا
ہے۔'' علی بخش نے مسکرا کر کہا۔ ''افسوس اس بات کا ہے کہ میں پولیس والا نہیں۔ ورنہ پانچ ہزار کا
انعام.....'' جگت اُس کا مذاق سمجھ گیا۔

''اگر تمہیں روپے کی اتنی ضرورت ہے تو ابھی دیر نہیں ہوئی۔ جاؤ! جا کر پولیس کو اطلاع کر دو۔
ایک بار تم نے مجھے موت کے پنجے سے نکالا تھا اس کا قرض بھی صاف ہو جائے گا۔'' پھر سنجیدہ لہجے میں
کہا۔ ''مگر زندہ پولیس کے ہاتھ نہیں آؤں گا۔ اُنہیں میری لاش ہی ملے گی اور تمہیں انعام۔'' علی بخش
کو اُس کا آخری جملہ کھٹک گیا۔

''جگا ڈاکو بڑا مخیر ہے یہ میں جانتا ہوں۔ اور میں اتنا مطلبی نہیں یہ تم جانتے ہو۔ پھر فلم کے

ڈائیلاگ کیوں بول رہے ہو؟"

جگا ہنس دیا۔ "اب بتاؤ! میں نے کیا حماقت کی؟"

"راستے والی کھڑکی میں کھڑا ہو کر ہاتھ بلند کر رہا تھا، یہ میری بجائے پولیس دیکھ لیتی پھر؟"

"پھر جان گنواتا اور کیا؟" جگت نے لاپرواہی سے کہا۔ "علی بخش! تم مجھے پہچان گئے یہ بھی بات ہے۔ وہاں راستے پر کیا کر رہا تھا؟"

"اپنے تانگے پر بیٹھا تھا۔ اب میں تانگے والا ہو گیا ہوں۔" وہ دو ہاتھوں سے گھوڑے کی کھینچنے کی اداکاری کرتا ہوا بولا۔ "تمہیں جلدی پہچان گیا کیونکہ آخری بار میں نے اخبار میں تمہ تصویر دیکھی تھی۔ پھر کچھ دنوں بعد خبر پڑھی کہ ارجن سنگھ کو گولی مار کر تمہارے ساتھی تمہیں رہا کر لے گئے ہیں۔ دوست! اُس وقت میں بہت خوش ہوا تھا۔ سارے گاؤں کے تانگے والوں کو پیڑے کھلائے تھے۔"

"مگر تم چوکیدار سے تانگے والے کیسے بن گئے؟"

"تمہیں پتہ نہیں؟ ارجن سنگھ کے آدمی تمہیں بری طرح مار کر نیم مُردہ حالت میں میرے گھر گئے تھے اور میں نے نانا کو خبر پہنچائی تھی۔ اس کی پول کھل گئی اس لئے ارجن سنگھ کو مجھ سے بیر ہو میری نوکری چھڑا کر مجھے کہیں بھی کام نہ ملے وہ اس کے چکر میں رہنے لگا۔ مگر یہ شکر ہے کہ صاحب نے ہاتھ تھام لیا۔ اُن کی رقم سے تانگہ لیا۔ اب تو قرض بھی ادا کر چکا ہوں اور کچھ رقم جمع کر لی ہے۔"

جگت کو سنہا صاحب یاد آ گئے۔ اور اُن کی خاندانی شرافت بھی یاد آ گئی۔ اُنہوں نے پولیس چ ہونے کے باوجود چندن کور کو اکھنڈ سوبھاگیہ وتی کی دعا دی تھی۔ ہنگامے کے دوران ہنومان کی سے بیر زخمی ہوا اور اپاہج ہونے کے باوجود علی بخش کو قدم جمانے کے لئے مدد کی۔ اس کے مقا میں ارجن سنگھ کی کم ظرفی کا حساب ہو گیا۔ اور ارجن سنگھ کے خیال کے ساتھ جگت کے دل کو جھٹکا لگا

"علی بخش! اچھا ہوا تم مل گئے۔ تمہیں میرا ایک کام کرنا پڑے گا۔"

"بولو کیا؟ بندہ ہر کام کے لئے حاضر ہے۔" علی بخش جھوم کر بولا۔ اُسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور وہ گھبرا گیا۔ جگت نے اطمینان دلایا۔

"یہ تو اپنا ساتھی آیا ہوگا، ہوشیار۔" دروازہ کھولتے ہوئے جگت نے پوچھا۔ "کیا گاڑی گئی؟" ہوشیار انجانے شخص کے ساتھ جگت کو دیکھ کر کچھ ہچکچایا۔ وہ غور سے علی بخش کو دیکھنے ل

"ہوشیار! یہ ہمارا دوست ہے۔ اسی کی وجہ سے مجھے ایک بار نئی زندگی ملی تھی۔" جگت نے تعارف کرایا۔ "تمہیں یاد ہے جب میں پولیس کے طالع ہوا تھا تب مجھے ختم کر دینے کی ارجن سنگھ کوشش کی تھی اور میری لاش ٹھکانے لگانے کے لئے علی بخش کے گھر چھوڑ دی تھی۔ اُس وقت مو کے پنجے سے بچانے والا یہی علی بخش تھا۔ پھر مزید کہا۔ "اب یہ تانگہ چلاتا ہے۔ مجھے آسانی دریافت کر لیا۔" ہوشیار دوستانہ انداز میں مسکرایا، پھر جگت کو جواب دیا۔

"دلاور خان پھر یہاں کا پولیس چیف بن گیا ہے۔"

جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ پولیس کو شبہ ہوگا کہ وطن چھوڑنے کے لئے جگا کے گروہ کو یہاں

ہو گا۔ ممکن ہے اس لئے اسٹیشن پر انتظام رکھا گیا ہو۔

"جگا! پولیس کی فی الحال تم فکر نہ کرنا۔ کیونکہ فی الحال ہنگامے اور بلوے ہو رہے ہیں۔ اس ان میں تمہیں گرفتار کرنے کی کسی کو فرصت نہیں۔" علی بخش نے اطمینان دلایا۔ "مگر تم مجھے کیا کام کرانا چاہتے تھے؟"

ہوشیار سمجھ گیا کہ اُس کے آنے سے پیشتر دونوں کے درمیان بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ جگت کو ات میں غلطاں و خاموش دیکھ کر اُسے کہنا پڑا۔

"جگا! میری غیر حاضری میں بات کر لی ہو تو......"

"ہوشیار! تم نے یہ کیا کہا؟" جگت نے کہا۔ "تمہاری موجودگی ضروری ہے تبھی تمہیں روکا ۔" پھر علی بخش سے بولا۔ "تم ارجن کے گھر جا سکتے ہو؟"

"ارجن کے گھر......؟" علی بخش چونکا۔ "وہاں تمہیں کیا کام ہے؟ اُس کی بیوہ اور جوان بیٹا ہی گھر میں ہیں۔"

"علی بخش! ارجن سنگھ نے ایک بار کہا تھا کہ دیرو اُس کے قبضے میں ہے۔ ممکن ہے اس بیوہ سے طلاع مل جائے۔ اگر تم یہ کام نہ کر سکو تو مجھے ڈانٹ ڈپٹ کر کے اُس عورت سے اطلاع حاصل نی پڑے گی۔"

"نہیں جگا! تمہیں خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" علی بخش نے پُر جوش لہجے میں کہا۔ جن سنگھ کی تعزیت کرنے اُس کی بیوہ کے پاس میں گیا تھا۔ اس کے بعد ضرورت پڑنے پر وہ میرا منگواتی ہے۔ سب پولیس والے میرے تانگے کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر دیرو کے متعلق کس ح اطلاع حاصل کی جائے؟"

"کوئی ترکیب کرنی پڑے گی۔" جگت داڑھی کھجاتا ہوا بولا۔ "کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا ، تم رات کو آؤ۔ تمہارے تانگے میں بیٹھ کر ہم تفریح کریں گے۔"

علی بخش کے جانے کے بعد جگت سوچ میں گم ٹہلنے لگا۔ ہوشیار بچی ہوئی رقم گننے لگا۔

○

ارجن سنگھ کی بیوہ اپنے اکلوتے بیٹے کے ساتھ دہلی جانے کے لئے سامان بندھوا رہی تھی۔ پنشن سرکاری افسران کے خاندانوں کے لئے ہندوستان جانے والی ہر گاڑی میں ایک دو بوگیوں کا نام رکھا جاتا تھا۔ نیز اُن کا سامان بحفاظت پہنچ جائے ایسا انتظام بھی تھا۔

"علی...... سامان ٹھیک طرح پہنچا دینا۔ کہتے ہیں کل شام گاڑی چلی جائے گی۔" ارجن سنگھ کی اجنا کور نے علی بخش کے تانگے میں رکھے ہوئے سامان کی گنتی کرتے ہوئے کہا۔ "قوم کے اس ے میں وطن چھوڑنا پڑے گا ایسا کس نے سوچا تھا؟"

"تم فکر نہ کرو بھابھی! سامان ٹھیک طرح پہنچ جائے گا۔ پربھودھن بھائی ساتھ ہیں، ان کی نظر سامنے لگیج وین میں رکھوا دوں گا۔"

"یہ تو بچہ ہے علی! میں تم پر اعتماد کرتی ہوں یہی وجہ ہے کہ کسی سکھ کو نہیں بلایا۔" اجنا نے میٹھے لہجے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ سکھ تانگے والے ہجرت کر گئے۔ پھر بولی۔ "جاتے ہوئے تمہیں بخشش دینا

تمہیں بھولوں گی۔ سمجھے؟''

''بخشش تو بھابھی! جانے سے پہلے مانگ لوں گا۔'' علی بخش نے مذاق کرنے والے انداز میں بات بڑھائی۔ ''گاڑی کی روانگی کے وقت کافی چکر لگانے پڑیں گے۔ تمہیں دینے کی فرصت نہیں ہوگی اور مجھے لینے کا وقت نہیں ہوگا۔'' اُس نے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ ارجن سنگھ کا بیٹا پربھودھن علی کے برابر بیٹھا تھا۔

اُس نے رات جگت سے کہا تھا کہ کل دوپہر تک میں تمہارا کام کر دوں گا۔ شام تک کام میں مصروف رہوں گا لہٰذا رات کو آ کر تمہیں بتا دوں گا۔ اب ارجن سنگھ کی بیوہ پر بات ہے کہ وہ کس قدر جانتی ہے۔

''نہیں علی بخش! تم اس سے کس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہو یہ تم پر منحصر ہے۔'' جگت نے اُسے پانی پر چڑھایا تھا۔

''وہ جس قدر جانتی ہوگی میں معلوم کر لوں گا۔'' علی بخش کے جانے کے بعد جگت ویرو کے ڈیرے میں دوسرے دن کا انتظار کرنے لگا۔

○

''اب بولو علی بخش! کتنی بخشش چاہئے؟'' علی بخش نے لسی کا پیالہ ختم کیا تو اپیتا بولی۔ ''کیا شادی وغیرہ کی تیاری کر رہا ہے؟ آج کل تو تمہاری چاندی ہوگی۔''

''شادی اور کمائی تو الگ بات ہے بھابھی!'' علی بخش نے سنبھل کر بات کی۔ ''ایک شخص کا کام کرنا ہے۔ کام ہو تو اچھا معاوضہ ملے گا۔ بس آپ کی تھوڑی مدد چاہئے۔''

''کیسی مدد؟'' اپیتا کا تجسس بڑھا۔ ''پربھودھن کے باپو زندہ تھے تو بہت سے لوگ سفارش لئے آتے تھے۔ مگر اب میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟''

چند لمحے خاموش رہ کر علی بخش نے کہا۔ ''بھابھی! آپ کو ایک بات بتانی ہے۔ چیف صاحب آپ کو تمام باتیں بتاتے تھے اس لئے اس بات سے بھی آپ واقف ہوں گی۔''

''کون سی بات؟'' اپیتا اب فکرمند نظر آنے لگی تھی۔

''ویرو کے متعلق...... '' علی بخش جلدی سے بولا۔ ''اُس کا ئی بدنام عورت کے رشتے دار اسٹیشن پر مل گئے۔ بے چارے ہجرت کر کے جانے سے پہلے ویرو کا پتہ معلوم کرنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کہتے تھے چیف صاحب زندہ ہوتے تو ہم خود جا کر پوچھ لیتے۔''

ارجن سنگھ کی بیوی ہوشیار ہوگئی۔ بہت دیر تک وہ غور سے علی بخش کو دیکھتی رہی۔ اُس کے بات کرنے کے انداز سے چالاکی کی بو آ رہی تھی۔ ویرو کا نام آتے ہی اُسے جگا یاد آ گیا۔ شوہر سے دونوں کی محبت کے متعلق اُسے بہت ساری باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ جگا ویرو کی تلاش میں ایک بار گرفتار ہونے سے بمشکل بچا تھا، یہ یاد آیا۔ کیا جگا نے ویرو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے علی کو اس کے پاس بھیجا ہے؟ یہ بھی ممکن ہے۔ ایک بار اُس نے جگا کو بچا لیا تھا۔ وہ سوچنے لگی، اپنا سہاگ چھیننے والے ڈاکو سے انتقام لینے کا یہ موقع تھا۔ اپیتا کا خون کھول گیا۔ علی بخش دل کا راز نہ جان سکے اس لئے وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

''علی! جانے سے پہلے بتا دینے میں حرج بھی نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوگئی۔ ''مگر پربھودھن گھر میں ہے۔ اپنے باپو کی ایسی بات وہ سنے یہ ٹھیک نہیں۔ لہٰذا میں اُسے باہر بھیج کر پھر بتاتی ہوں۔'' علی بخش خوش ہوگیا۔ نصف کام ہو چکا تھا۔ بیٹے کے کان میں کچھ کہہ کر اپیتا واپس لوٹی۔ ''تم کسی سے کہنا نہیں۔''

''اس کی فکر نہ کریں!'' یہ کہہ کر علی بخش نے کان لگا دیئے۔

''ایک دن پربھودھن کے باپو ایک عورت کو گھر میں لے آئے اور کہا ویرو کو سمجھانے لایا ہوں۔ یہ بتائے تو ہم جگا کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ مگر میں اُن کی عادت سے واقف تھی۔ پھر بھی کچھ نہ کہا۔ میرے اچھے نصیب سے کسی قتل کے کیس میں اُنہیں باہر جانا پڑا۔ مجھے موقع مل گیا۔ میں نے اُس سے کہا تم سچ بتاؤ تو میں تمہیں فرار ہونے کا موقع دوں گی۔ وہ بیچاری بلک بلک کر رونے لگی۔ مجھ سے کہنے لگی تمہارے شوہر مجھے گھر میں داشتہ بنانے کے لئے لائے ہیں۔ میں مر جاؤں گی مگر ایسا نہیں ہوگا۔ زبردستی کرے گا تو خودکشی کر لوں گی۔ مجھے اُس پر رحم آیا اور پربھودھن کے باپ پر غصہ بھی۔ میں نے خاموشی سے پچھلے دروازے سے اُسے فرار کرا دیا۔''

غور سے سنتے ہوئے علی بخش نے پُرمسرت آواز میں پوچھا۔ ''مگر وہ گئی کہاں؟''

اسی لمحے دروازے میں وزن دار جوتوں کی آواز سنائی دی۔ دونوں کی نظریں اُس جانب اٹھیں۔ اپیتا طنزیہ لہجے میں ہنسی۔ ''علی! تمہیں اس کا جواب یہ پولیس چیف صاحب دیں گے۔''

علی بخش نے جھٹکا سا محسوس کیا۔ وہ تیزی سے کھڑا ہوگیا۔ دلاور خان کے پیچھے ارجن سنگھ کے بیٹے کو کھڑے دیکھا تو سب سمجھ گیا۔ اُسے اپیتا بے وقوف بنا گئی تھی۔ دلاور کی تیز نظروں نے علی بخش کو گھور دیا۔ ''کیوں تانگے والے کے بچے! ابھی جگا سے دوستی کم نہیں ہوئی؟'' وہ دانت پیس کر بول رہا تھا۔ ''اُس کی معشوق کی اطلاع حاصل کرنے آیا تھا؟'' علی بخش کے کچھ بولنے سے پہلے اُس کے گال پر چیف کا بھاری ہاتھ پڑا۔

''چل تھانے۔''

علی بخش نے رُخسار سہلاتے ہوئے دُعا کی۔ ''پروردگار! مجھے ہمت دینا اور جگت کو سلامت رکھنا...!''

سنہا صاحب تانگے میں بیٹھے اور گھر کی جانب آخری بار نظر ڈالی۔ بہار چھوڑ کر یہاں آ
ہوئے کتنے سال بیت گئے تھے۔ آج یہ سب چھوڑ کر جانا تھا۔ آدمی سامان باندھ کر ساتھ لے
تھا مگر زمین اور دیوار کس طرح ساتھ لے جا سکتا ہے؟ اسی جگہ ان کی بیوی نے آخری سانس
اور انہوں نے بھی اپنی زندگی کا بڑا حصہ یہاں گزارا تھا اور باقی زندگی یہیں گزارنے کی خو
تھی۔ مگر اس دھرتی سے اب اُن کا رشتہ ختم ہو چکا تھا۔ ان کا وطن اب پرایا ہو چکا تھا۔ سنہا صا
کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

سامنے بیٹھی ہوئی سولہ سال کی رانی بیٹی کی حالت اُن سے زیادہ افسوسناک تھی۔ وہ یہاں
ہوئی، اس مٹی میں پل کر جوان ہوئی۔ اُس کی آنکھیں بھی پُرنم تھیں۔ جیسے وہ میکہ چھوڑ کر سسرا
رہی ہو۔

''تانگہ چلاؤ بھائی!'' یہ کہتے ہوئے سنہا کا دل ڈوبنے لگا۔ پھر ذہن کو دوسری جانب
کرنے کے لئے تانگے والے سے پوچھا۔ ''میاں! تم نئے معلوم ہوتے ہو۔ پہلے نہیں دیکھا۔''

''جی ہاں صاحب! تانگہ میرے چاچا کا ہے۔ وہ کچھ دن سے بیمار ہو گئے ہیں اس لئے
میں چلا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو چابک لگائی۔ سنہا صاحب کو افسوس ہو رہا تھا
جانے سے پہلے علی بخش کو رہا نہ کرا سکے۔ دلاور خان نے اُنہیں تھانے بلایا تھا۔

''تم اپنے اس علی بخش کو سمجھا دو! ہمیں سچ سچ بتا دے۔ ورنہ ناحق مارا جائے گا۔''

علی بخش کے چہرے پر اُبھرے ہوئے نشانات سے پتہ چلتا تھا کہ کافی مار لگی ہے۔

''علی! جو کچھ تجھے پتہ ہے سچ بتا دے۔ تو جانتا ہے جگا کہاں ہے؟'' علی بخش نے سر جھکا
سنہا اس کا مطلب سمجھ گئے۔ علی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہیں بولے گا۔

''بابو جی! آپ کو اور بہن کو اسٹیشن تک چھوڑنے نہیں جا سکا، اس کا مجھے افسوس زندگی بھر ر
گا۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''آپ مجھے پتہ دے جانا...... خط لکھتا رہوں گا۔''

''مگر تم دوسروں کی خاطر اتنا دُکھ کیوں برداشت کرتے ہو؟''

''بابو جی! یہ ایمانداری کی بات ہے۔ اس لئے برداشت کرنا پڑتا ہے۔''

سنہا نے دیکھا جب وہ جا رہے تھے، علی بخش بلک بلک کر رو رہا تھا۔ اُن کا دل رُکنے کو چا
سامان ایک دن پہلے گاڑی میں پہنچ چکا تھا۔ بلوے بڑھتے جا رہے تھے۔ اُنہیں اپنی فکر نہیں تھی
ساتھ جوان بیٹی تھی۔ صحیح سلامت نکل جانا بہتر تھا۔

''بابو جی! اسٹیشن آ گیا۔'' رانی نے باپ کو خیالات سے بیدار کیا۔ ''آپ پہلے اُتر جائیں!
پیسے دیتی ہوں۔'' تانگے کی کھڑکی کھول کر لکڑی کی گھوڑی زمین پر رکھ کر سنہا نیچے اُترنے لگے۔

ول کر پیسے نکال رہی تھی۔
انگے والے نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے گردن گھما کر دیکھا۔ اُس کی نظریں لڑکی کے سینے پر تھیں،
ی آنکھ سنہا کے لنگڑے پیر کی جانب۔ سنہا نے اپنا دوسرا صحیح پیر زمین پر رکھا ہی تھا کہ اُس نے
ے کی لگام ڈھیلی کی...... ''ارے! مجھے اُترنے تو دو۔'' لڑکی نے کہا اور اسی وقت لڑکی کی گردن
ر د تانگے والے کے ایک ہاتھ کا گھیرا تنگ ہو گیا...... سنہا چونک گئے۔ گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا
ہ لئے تانگے والے نے چابک مارا۔
''اے...... اے......!'' سنہا کی آواز پھٹ گئی۔ مگر گھومتے ہوئے گھوڑے کو دیر لگی۔ سنہا
لی پر اُچھلتے ہوئے تقریباً دوڑنے لگے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ چیخ مارتی جوان بیٹی کا اغوا کرنے
ے پر جھپٹ پڑنے کی خواہش ہوئی مگر وہ لاچار تھے۔ پھر بھی انتہائی کوشش کی لیکن تانگے تک
پہنچ سکا۔ بائیں بغل میں دبائی ہوئی لکڑی کی گھوڑی بڑھائی اور تانگے کے پیچھے والی ہُک میں
ڑی کا پھیلا ہوا حصہ اٹک گیا۔ سنہا نے دونوں ہاتھوں سے گھوڑی تھام کر زور لگایا مگر گھوڑے کی
ے کے سامنے اُن کا کتنا زور چلتا؟ تانگے والے نے جنونی انداز میں گھوڑا دوڑایا۔ سنہا نے
لی سے لکڑی کا گھوڑا تھام رکھا تھا مگر وہ دوڑ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے تانگے کے پیچھے گھسٹنے
۔ دس پندرہ گز گھسٹنے کے بعد اُن کا ہاتھ چھوٹ گیا اور وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے بیٹی کو اغواء
نے والے تانگے کو دیکھ کر چلائے۔ ''کوئی تو میری بیٹی کو بچاؤ......!''
شور مچ گیا۔ لوگ دوڑ کر آ گئے۔ سنہا سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے آدمی سے بولے۔ ''ارے
فکر نہ کرو...... اُس بیوقوف کو پکڑو! میری بیٹی......'' مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ تانگے والے کو روکتا۔
ہوٹل کی کھڑکی سے جگت آنے جانے والے تانگوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ علی بخش کی تلاش میں تھا۔
دوران راستے کا منظر اُس کی آنکھوں میں آ گیا۔ ''ہوشیار! دوڑو...... کوئی بدمعاش تانگے والا
کی لڑکی کو اغواء کر رہا ہے۔'' پھر وہ طوفان کی طرح کمرے سے باہر جھپٹا۔ بندوق اُس کی پشت
۔ مگر اسے استعمال کرنا مناسب نہیں تھا۔ سامنے تانگا تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ ''کیا
جائیے؟ تانگے والے کو کس طرح روکا جائے؟ چند لمحے کے لئے اُس کا دماغ چکرا گیا۔ اسی
نزدیک سے گزرتے ہوئے مزدور کی ہاتھ گاڑی پر اُس کی نظر گئی۔ اُس نے دھکا دے کر مزدور کو
پھینک دیا اور ہاتھ گاڑی قبضے میں کر لی۔ گاڑی دھکیلتا ہوا وہ تانگے کی طرف جھپٹا۔ تیز رفتاری
دوڑ کر آتے ہوئے گھوڑے کے راستے میں اُس نے ہاتھ گاڑی ڈال دی۔ گھوڑا بھڑک گیا۔
گے والے نے گندی سی گالی دے کر لگام کھینچی۔
''سالی...... کباب میں ہڈی کہاں سے آ گئی؟'' چکنی سڑک پر گھوڑے کے پیر پھسلے۔ گھوڑے
ل گھسنے کی وجہ سے چنگاریاں سی بکھریں اور گھوڑا زمین پر گرا۔ تانگے والا دور جا گرا۔ اندر بیٹھی
رانی بے ہوشی کی حالت میں آدھی اندر، آدھی باہر بری طرح بل کھاتی ہوئی لٹک رہی تھی۔
ت دوڑا، لڑکی کو دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر اسٹیشن کی جانب لے جانے لگا۔ اسی لمحے جمع ہونے
لے لوگوں میں سے ایک غنڈہ چھری لے کر اُس کی پشت پر جھپٹا۔ ہوشیار نے اُسے دیکھ لیا۔ اُس
ہاتھ میں جگت کی لاٹھی تھی۔ جگت کی پشت میں چھری مارنے کے لئے جیسے ہی اُس نے ہاتھ بلند

کیا، ہوشیار کی لاٹھی اُس کے سر پر پڑی۔ جگت چونکا، اُس نے منہ پھیر کر دیکھا۔ ہوشیار نے لڑکی کو لٹا دیا تھا۔

''ہوشیار...... جلدی کر! معاملہ خراب ہو جائے گا۔ پولیس کا دھیان ادھر ہوا تو پکڑے جائیں گے۔'' وہ جوان لڑکی کا وزن اُٹھا کر تیزی سے دوڑ رہا تھا۔

''رانی! میری بیٹی رانی!'' سنہا نے رانی کے جسم کو ہلایا۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت نے مشورہ دیا۔

''اسکے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارو! اسے ہوش آ جائے گا۔'' سنہا صاحب نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ بیٹی کی عزت بچانے والے شخص کو وہ احسان مندانہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ''بھائی! یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔'' پھر غور سے دیکھنے لگے آہستہ آہستہ ذہن میں روشنی ہوئی۔ تم... جگت نے کی۔

''کون سنہا صاحب؟''

''جگا......!'' سنہا کے ہونٹ ہلے مگر آواز باہر نہ آ سکی۔ ذہن میں ایک خیال آ گیا۔ دور پولیس کی سیٹی سنائی دی۔ سنہا نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر سرگوشیانہ لہجے میں بولے۔ ''... بخش گرفتار ہو گیا ہے۔ جلدی سے فرار ہو جاؤ! بھگوان کے لئے چلے جاؤ!'' ہوشیار نے سن لیا۔ اُس نے جگت کا بازو پکڑ لیا۔ لمحے بھر کا معاملہ تھا۔ اسی لمحے آوازیں آنے لگیں۔ ''گاڑی آ گئی...... پلیٹ فارم پر گاڑی آ گئی۔'' تماشہ دیکھتے ہوئے لوگ دوڑے۔ جگت اور ہوشیار بھی اُن کے ساتھ مل گئے۔ بوگی میں داخل ہونے کے لئے انسان جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ کھڑکیوں دروازے جہاں سے موقع ملا دھکیل کر، ٹکریں مار کر، دوسرے کو گرا کر اندر داخل ہونے کی دھکم پیل ہونے لگی۔ کچلتے ہوئے بچے رو رہے تھے اور دبتی ہوئی عورتوں کی چیخوں سے اسٹیشن گونج رہا تھا۔ جو اندر نہ جا سکے وہ چھت پر چڑھ گئے۔ اُنہیں کسی طرح بھی گاڑی نہیں چھوڑنی تھی۔ کسے پتہ دوسری گاڑی پکڑنے کے لئے وہ زندہ بھی رہیں گے یا نہیں؟ دو گھنٹے کی بے چینی، گھبراہٹ اور دردناک شور آخر انجن کی سیٹی میں دب گیا۔ پٹریوں پر پہیے سرکنے لگے۔ گاڑی پلیٹ فارم سے باہر نکلی۔ اُس میں اندر بھرے ہوئے انسانوں نے آزادی کی سانس لی۔ جگت نے آہ بھری۔ کام نامکمل چھوڑ کر اچانک اُسے وطن کو الوداع کہنا پڑا تھا۔ یہ بات اُسے کھٹک رہی تھی۔ ''کیا ویرو اب کبھی نہیں ملے گی...''

''جگت! ہماری رقم اور گن تو ہوٹل میں رہ گئی۔'' ہوشیار نے جگت کے کان میں کہا۔ جگت نے پھر سرد آہ بھری۔ ''یہاں ہمارا بہت کچھ رہ گیا ہے دوست! افسوس کرنے سے فائدہ بھی کیا؟''

اُسی گاڑی کی دوسری بوگی میں سنہا صاحب اپنی بیٹی سے پوچھ رہے تھے۔ ''تمہیں کس نے بچایا، یہ خبر ہے؟'' رانی آنکھیں پھیلائے متجسس نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ اُس کے کان میں انہوں نے صرف اتنا کہا۔ ''جگا ڈاکو۔''

''اچھا......؟'' رانی نے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ رہ رہ کر سنہا صاحب کے دل میں یہ سوال جاگ رہا تھا۔ ''میں نے جگا کو فرار کرا کر اچھا کیا؟'' دل جواب دے رہا تھا ''احسان کا بدلہ اسی طرح دیا جاتا ہے'' مگر ذہن نے کہا جب تک پنشن کھا رہے ہو تم حکومت کے وفادار ہو گے۔ ...

...نہیں کر سکتے۔ آخر انہوں نے ذہن اور دل میں یہ کہہ کر مصالحت کرا دی۔ ''ابھی کہاں فرار ہوا ہے؟ امرتسر آنے پر دیکھیں گے۔''

○

مہاجروں کو لے کر شیخوپورہ سے چلی ہوئی ٹرین لاہور تک سلامت پہنچ گئی۔ بوگیوں میں انسان اس طرح بھرے ہوئے تھے جیسے جانور ہوں۔ بچوں کے رونے کی آوازیں، بیماروں کی آہیں گونج رہی تھیں۔ جن بہنوں نے اپنے رشتے دار کھوئے تھے اُن کے رونے کی آوازوں سے عجیب سا ماحول ہو گیا تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر لاچاری نظر آ رہی تھی اور آنکھوں میں بے چارگی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ سانسوں کی بدبو سے پوری بوگی کی ہوا پراگندا تھی اور آہوں سے عجیب سماں بندھ گیا تھا۔ وہ سب جیسے کسی جہنم سے فرار ہوئے تھے۔ اُن کے چہرے جھلسے ہوئے تھے پھر بھی انہیں یقین نہیں تھا کہ ہندوستان کی دھرتی پر قدم رکھنا نصیب ہو گا یا نہیں؟

تین چار گھنٹے کے اس سفر میں جگت خاموش بیٹھا رہا۔ صاحب کی موجودگی نے اُسے چونکا دیا تھا۔ وہ ہوشیار کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ مگر اب اُسے عجیب سے خیالات ستانے لگے۔ علی بخش کی گرفتاری کی فکر، ویرو کی ادھوری تلاش کا افسوس، اس حالت میں سفر کرنے کی ناراضگی اور امرتسر پہنچنے کے بعد پولیس کے پنجے میں پھنس جانے کی بے چینی الگ تھی۔ ان سب خیالات کو ذہن سے نکالنے کے لئے وہ بار بار گردن کو جھٹکے دینے لگا مگر برابر بیٹھے ہوئے ہوشیار سے سر ٹکراتے کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو جگت؟'' ہوشیار نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ ''بار بار گردن ہلاؤ گے تو جھٹکا آ جائے گا۔''

''ہوشیار! ہمارے لئے یہ سفر اچھا نہیں رہے گا۔'' اُس نے آہستگی سے جواب دیا۔ ''میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''یار اس وقت انسانیت بے چین ہے۔ خدا نے خیر کی کہ ہم نکل آئے۔''

برابر والے سردار جی نے ہوشیار کے منہ سے خدا کا لفظ سن کر آنکھیں نکالیں جیسے اُسے بھگوان کے نام سے نفرت ہو گئی ہو۔ ہوشیار نے اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ہنس کر کہا۔

''ست سری اکال سردار جی!'' جگت نے پھیکی ہنسی کے ساتھ آہ بھری۔ دیس کی تقسیم نے انسان کو تقسیم کر دیا تھا۔

گاڑی آہستہ ہوئی اور آوازیں آنے لگیں۔ ''لاہور آ گیا...... لاہور آ گیا۔'' مسافر ہوشیار ہو گئے۔ پھر اچانک ہی یہ شور خاموشی میں بدل گیا۔ سناٹا چھا گیا۔ بوگی کی کھڑکیاں بند ہونے لگیں۔ مردوں کے ہاتھ ہتھیاروں پر جم گئے۔ عورتیں دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی تھیں۔ بچے ماؤں کی گودوں میں دبک گئے۔ لاہور کا اسٹیشن سب سے زیادہ خطرے کی جگہ تھی۔ آگے گئی ہوئی ایک گاڑی میں سے مسافروں کو باہر کھینچ کر بری طرح مارا گیا تھا۔ اس قتل عام کی وجہ سے خون کے دھبے اب بھی اسٹیشن پر نظر آ رہے تھے۔ اور اب دوسری گاڑی آ کر جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ جگت کھڑا ہو گیا۔ وہ بھیڑ میں سے راستہ کر کے دروازے کے قریب پہنچا۔ اسی لمحے کسی نے تنقید کی۔ ''سردار

جی! دروازہ کھولنے کی جلدی نہ کرنا۔ بدمعاش وار کرنے کے لئے تاک میں ہوں گے۔"

"فکر نہ کیجئے۔ اس بوگی کے کسی مسافر کا بال بیکا نہیں ہوگا۔" اب تک کسی نے غور سے جگت کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ مگر اب اس کی موجودگی سب کو غنیمت نظر آنے لگی۔ جگت نے آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

"اے..... دروازہ بند کرو!" پلیٹ فارم سے ایک تحکمانہ آواز گونجی۔ "اگر کوئی بھی باہر نکلا تو اسے شوٹ کر دیا جائے گا۔" ایک نظر ڈال کر جگت نے دروازہ بند کر دیا۔

"باہر ملٹری کھڑی ہے۔ پورا پلیٹ فارم گھرا ہوا ہے۔"

"اچھا ہوا....." ایک بوڑھے نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اب بدمعاش تو یہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔"

گھنٹہ..... دو گھنٹے اور پھر چار گھنٹے بیت گئے۔ نصف شب ہو گئی مگر گاڑی چلنے کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا۔ انجن بھی الگ کر دیا گیا تھا۔ مسافر اب بے چین ہونے لگے۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ چھت پر بیٹھے ہوئے لوگ نیچے آ کر زبردستی بوگیوں میں گھس رہے تھے۔ فوج کے افسران کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"آگے لائن خراب ہو گئی ہے۔ ٹھیک ہونے کے بعد گاڑی چلے گی۔ اس وقت تک سب اندر رہیں۔" مسافروں کے دل پھر دھڑکنے لگے۔

"کیا قدرت بھی ہم سے رُوٹھ گئی؟ ایسے وقت میں لائن خراب ہو گئی؟" وہ سوچ رہے تھے۔ ان بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ امرتسر سے جب تک مہاجروں کی گاڑی نہیں چھوٹتی اُس وقت تک یہاں سے اُن کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ گاڑی کے مقابلے میں گاڑی کا تبادلہ ہوتا تھا۔ رات نے جھونکے کھا کر گزاری۔ مگر صبح بھوک اور پیاس کی وجہ سے شور ہونے لگا۔ بہت تھوڑے لوگ ساتھ لائے تھے۔ جہاں جان بچانے کی دوڑ ہو رہی ہو، وہاں کھانا پینا کسے سوجھتا ہے؟ بھوکے ان کے سامنے اپنا سامنہ لئے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ جگت سے یہ برداشت نہیں ہوا۔

"نہیں..... اس طرح نہیں چلے گا۔" وہ گرجا۔ "ایسی مصیبت میں سکھ دُکھ بانٹنا چاہئے۔"

"مگر آدمی بہت سارے ہیں اور کھانا بہت کم لوگوں کے پاس ہے۔" کسی نے کہا۔ "اگر سب سے تقسیم کریں تو ایک کے حصے میں ایک نوالہ بھی نہیں آئے گا۔"

جگت اُس کی بدمعاشی سمجھ گیا۔ جینے کی تڑپ انسان کو کیسا مطلبی بنا دیتی ہے۔ اُس نے درمیان کی راہ نکالی۔ "ایسا کرو! جو کچھ ہے عورتوں، بچوں اور بیماروں میں تقسیم کر دو! ہم مرد بھوکے رہ لیں گے۔" یہ ترکیب سب کو پسند آئی۔ ایک دو مرد تو فوراً بیماری کی اداکاری کرنے لگے۔

جوں توں کر کے دوپہر ہوئی۔ جگت کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ "ہوشیار! ہم اس تکلیف سے کیسے باہر نکل جائیں۔ کسے خبر گاڑی کب روانہ ہوگی؟" ہوشیار نے کسی قسم کے جوش کا اظہار نہیں کیا۔ اُسے ڈر تھا کہ جگت ابھی پاکستان چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہے۔ اب نئی مصیبت کہاں مول لیں؟ پولیس کے پنجے میں پھنسے تو زندگی یہیں ختم ہو جائے گی۔ اُس نے اپنے اختلاف کا دوسری طرح اظہار کیا۔

"جگت! یہاں سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیا جاتا۔ ملٹری کے مقابلے میں ہمارا زور نہیں چلے گا۔ کسی نے پہچان لیا تو مصیبت آ جائے گی۔" جگت خاموش رہا۔ اُس کا ذہن باہر نکلنے کی ترکیب سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد بوگی کی کھڑکی کھول کر اُس نے سر باہر نکالا۔

"اے بھائی..... یہ گاڑی کب چلے گی؟"

"تم کون ہو پوچھنے والے؟" ایک فوجی افسر نے اُس کو جھڑک دیا۔ "یہاں سے تمہارا جلدی چھٹکارہ نہیں ہوگا۔ اب اگر باہر سر نکالا تو پھونک دُوں گا۔" جگت کا پارہ چڑھ گیا۔ اُس نے سوچا گن چھین کر اور اُسے یہیں لٹا دے مگر ضبط کر گیا۔

پھر جگت نے کھڑکی بند کر لی۔ وہ بڑبڑایا۔ "بری طرح پھنس گئے۔ کسے پتہ کب تک اسی طرح یہاں رہنا پڑے گا؟ اتنی دیر میں بیمار بوڑھے کی حالت بگڑنے لگی۔ اُس کا کوئی رشتے دار بھی ساتھ نہیں تھا۔ کسے خبر کتنے دنوں سے بیمار ہوگا؟ جگت اُس کے قریب گیا۔ دیکھا تو جسم جھلس رہا تھا۔ پیٹ میں گھٹنے اڑا کر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کون اس کا علاج کرتا؟ پندرہ بیس منٹ میں بوڑھے نے آنکھیں بند کر لیں.....

"بے چارہ نصف راستے میں مرا۔" کسی نے افسوس کا اظہار کیا۔

"اب مُردے کا کیا کرنا ہے؟" ایک شخص نے ناک سے کپڑا لگا لیا۔ "مُردے کے ساتھ سفر کس طرح کیا جائے؟ بوڑھے نے سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔"

"کھڑکی کھول کر اس کی لاش باہر پھینک دو! ملٹری خود نمٹ لے گی۔" سب کو بوڑھے کی موت پر افسوس کرنے کی بجائے اُس کی لاش ٹھکانے لگانے کی زیادہ فکر تھی۔

"تم جلد بازی نہ کرو، میں راہ نکالتا ہوں۔" جگت نے اتنی دیر میں سوچ لیا۔ اُس نے ہوشیار کو آنکھ ماری۔ "ہم دونوں لاش کو باہر پھینک آئیں گے۔"

"ارے بھائی! تمہارے جیسا کوئی نہیں۔" اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کئی آدمی بولے۔ اور ایک شخص نے اُن کا ساتھ دیا۔ "زندہ لوگوں پر رحم نہ کھائیں تو کچھ نہیں، مُردے پر رحم کریں۔ اُن سے اتنا تو کہو۔"

جگت نے آدھی کھڑکی کھولی۔ بہت ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ فوجی لباس میں رائفل بردار سپاہی اسٹیشن پر ٹہل رہے تھے۔ کچھ دیر تک جگت چپ چاپ اُن کے چہرے دیکھتا رہا۔ جیسے ہی ایک سکھ سپاہی نظر آیا اُس نے پوری کھڑکی کھول دی۔ "ارے سردار جی! سنئے....." سکھ سپاہی قریب آیا۔ جگت نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرے چچا نے آدھے سفر میں دم توڑ دیا ہے۔ دوسرے مسافر کہہ رہے ہیں کہ لاش بوگی سے باہر نکالو!" پھر اندر اشارہ کر کے بولا۔ "بیچارے کا علاج بھی ہم نہ کر سکے۔" سکھ سپاہی کے دل میں ہمدردی جاگی۔

"ارے ابھی گاڑی رات بھر یہیں رہے گی۔"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ مہربانی کریں گے تو ہم لاش کو باہر نکال کر اسے اشنان کرا دیں؟"..... سپاہی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے رسٹ واچ میں دیکھا۔

"نصف گھنٹے میں کرفیو لگ جائے گا۔" اُس نے جگت کی رونی صورت کی جانب دیکھا، پھر

بولا۔ ”ٹھہرو! میں اپنے افسر سے بات کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ جلدی سے چلا گیا۔ جگت نے کم
آدمی بند کر رکھی تھی۔

”تم لوگ میری بات کی تائید کرنا۔“ اُس نے مسافروں کو سمجھا دیا۔ ”میں اور میرا دوست
کی لاش کو باہر لے جا کر جلا دیں گے۔ یہ بوڑھا میرا چچا ہے، میں نے ان سے بھی کہا ہے۔“

وہ سپاہی پانچ منٹ میں واپس لوٹا۔ اُس کے ساتھ ایک بڑا افسر تھا۔ اُسے دیکھ کر جگت کو اُ
بندھی۔ جگت بمشکل اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ وہ سپاہی گورے افسر کو انگریزی میں کچھ بتا
تھا۔ درمیان میں جگت نے ایک دو سسکیاں بھی بھر لیں۔

”دروازہ کھولو!“ سپاہی نے جلدی سے کہا۔ ”صاحب اندر آ کر دیکھنا چاہتے ہیں۔“ جگت
ہوشیار کو اشارہ کیا، تیار رہنا! اب امتحان کی گھڑی ہے۔ گورے صاحب نے اندر آ کر دیکھ
بدبودار لاش کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر اُسے رحم آ گیا۔

”اسے یہاں سے فوراً نکالو!“ سکھ سپاہی نے سفارش کی۔

”صاحب! یہ شخص مرنے والے کا بھتیجا ہے۔ ہمارے رواج کے مطابق آگ مرنے وا
کے رشتے دار کو دینی پڑتی ہے۔ آپ اسے اجازت دیں تو مرنے والے کی روح کو شانتی ہو گی
جگت ہاتھ جوڑے اُترے ہوئے چہرے سے صاحب کے سامنے عاجزی دکھا رہا تھا۔ صاحب
رسٹ واچ میں دیکھا۔

”اجازت دیتا ہوں۔ مگر پندرہ منٹ میں انہیں واپس لوٹنا پڑے گا۔ کرفیو کا ٹائم ہونے وا
ہے۔“ پھر وہ جگت کے شانے پر دلاسے کے لئے ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”لاش کو جیپ میں رکھ کر کچھ
لے جاؤ اور پٹرول سے جلا دو۔ میں جیپ کا انتظام کر دیتا ہوں۔“

سکھ سپاہی نے صاحب کا حکم پنجابی میں ترجمہ کر کے جگت کو بتا دیا۔

مسرت کو دل میں دبا کر جگت کام میں لگ گیا۔ اُس نے لاش اُٹھانے کے لئے ہوشیار کی
مانگی۔ گورا صاحب نیچے اُتر گیا تو وہ سکھ سپاہی کے سامنے گڑگڑایا۔ ”سردار جی! میں اس گاڑ
والے کو ساتھ لے جاؤں؟“ سپاہی نے اثبات میں گردن ہلائی۔ پھر بوڑھے کی لاش کو کپڑے م
لپیٹ کر اگلا سرا اُس نے تھاما اور دوسرا سرا ہوشیار نے تھام لیا۔ پلیٹ فارم پر سے گزرتے ہوئے
پہچانا نہ جائے اس لئے جگت نے سوگ کے اظہار میں گردن جھکا لی تھی۔ بندوق اُس نے ا
لباس میں چھپائی ہوئی تھی۔ ہوشیار اُونچی سانس سے پیچھے گھسٹ رہا تھا۔ اُس کی کچھ سمجھ میں نہیں
رہا تھا کہ جگت کس طرح فرار ہونا چاہتا ہے؟ ذرا سی غلطی ہو گئی تو دونوں کو بھاری پڑ جائے گی۔ ا
فکر میں وہ اُداس ہو گیا تھا۔ جیپ کی پچھلی نشست میں لاش کو لٹا دیا گیا تو جیپ چلانے والے سپا
نے منہ بگاڑ لیا۔

”یہاں ہزاروں مر رہے ہیں اور ایک مُردے کی اتنی حفاظت کرنے کی گورے صاحب پر دُھ
سوار ہو گئی۔“ جیپ سٹارٹ کر کے اُس نے برابر بیٹھے ہوئے جگت کو غصیلی نظروں سے دیکھا
”ہماری جیپ ناپاک کر دی۔ اب اسے دھونا پڑے گا۔“

راستہ سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ باہر رہ جانے والے چند لوگ بھی کرفیو لگنے سے پہلے گھر جا

لئے دوڑتے نظر آ رہے تھے۔ جگت کے چہرے پر فکر کے آثار تھے۔ آہستہ آہستہ اُس کی رگیں
نے لگیں۔ جیپ چلانے والے کے شانے پر لٹکتی ہوئی بندوق پر اُس کی نگاہیں جم گئیں۔

”چلو..... مُردے کو یہیں جلا دو!“ ایک آدھ میل کے فاصلے پر جا کر جیپ روکتے ہوئے
ئیور نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ جگت نے آس پاس نظر گھمائی۔

”بھائی صاحب! ذرا اُس طرف لے جائیں۔ اُس جھاڑی کے پیچھے مُردے کو جلا دیں گے۔“
منہ بنا کر اُس نے جیپ چلا دی۔ جگت کو اس وقت خیال نہیں تھا کہ سپاہی کے ذہن میں بھی کوئی
ل جنم لے رہی تھی۔ اُن دو سکھوں کو گولی سے اُڑا دینے کا لالچ اُس کے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔
اجہ تھی کہ وہ جیپ کو تنہائی میں لے جانے کو تیار ہو گیا تھا۔ مزید نصف میل کا فاصلہ طے کر کے
ڑی کے عقب میں جیپ کھڑی ہو گئی۔ ”چلو... جلدی کرو! جلدی واپس لوٹنا ہے۔“

جگت اور ہوشیار بوڑھے کی لاش اُٹھا کر کچھ دُور گئے۔ جگت نے ہوشیار کو آہستگی سے سمجھا دیا۔
تم ہوشیار رہنا..... اب پانچ منٹ میں ہم اسے بیوقوف بنا کر جیپ پر قبضہ کر لیں گے۔“ جگت
پ کے پاس جا کر پٹرول کا ڈبہ لے آیا۔ ڈرائیور نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”اس مُردے کے لئے زیادہ پٹرول خراب نہ کرنا۔“ جگت خاموشی سے کام کر رہا تھا۔ اُس
ہی نے شانے سے رائفل اُتار دی۔ جگت لاش پر پٹرول چھڑک رہا تھا تو اُس نے رائفل کی شست
لی۔ جگت کن انکھیوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اب اُسے جلد سے جلد سب کچھ کرنا تھا۔

”ارے..... ارے..... یہ مُردہ تو ہلتا ہے۔“ یہ کہہ کر وہ ہاتھ میں تھامے ہوئے ڈبے کے ساتھ
گھبرائے ہوئے انداز میں جیپ کی جانب کھسکنے لگا۔ سپاہی چونک گیا۔ رائفل اُس نے اس طرح
لی جیسے اُس سے کھیل رہا ہو۔ پھر وہ جگت کو دھمکانے لگا۔

”کیا بکواس کرتا ہے؟“ مگر اپنے تجسس کو روک نہیں سکا۔ ”چل! میں اُسے جلاتا ہوں۔“ یہ کہتا
وہ جیب سے ماچس نکال کر جیپ سے نیچے اُتر گیا۔ جگت خوفزدگی کی اداکاری کرتا ہوا اُس کے
پیچھے چلنے لگا۔ اُس نے آنکھ مار کر ہوشیار کو اشارہ کر دیا۔ سپاہی آنکھیں پھیلا کر مُردے کو دیکھنے لگا۔
”ارے تم لوگ ڈرپوک ہو۔“ یہ کہتے ہوئے اُس نے دیا سلائی جلائی۔ وہ مُردے کو آگ لگانے
ہی جھکا، جگت نے پوری قوت سے اُس کے سر پر پٹرول کا ڈبہ مارا۔ اُس کے ہاتھ سے دیا سلائی
گر گئی۔ ایک طرف شعلہ بھڑکا اور دوسری جانب سپاہی تین چار فٹ دُور گرا۔ اُس کی رائفل بھی
ہاتھ سے نکل کر دُور جا گری جو ہوشیار نے جلدی سے اُٹھا لی۔ سپاہی بل کھا کر بیٹھنا چاہتا تھا مگر
ہوشیار نے رائفل سے نشانہ باندھا۔

”نہیں..... گولی نہ چلانا!“ جگت نے اُس کا بازو تھام کر کھینچا۔ ”ہمیں جلدی فرار ہونا ہے۔“
ہوشیار نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ جگت برابر میں بیٹھ گیا۔ جیپ کا انجن شور مچانے لگا۔ اس سے پیشتر
کہ وہ سپاہی کھڑا ہو کر قریب آئے، جیپ سرسراتی ہوئی دوڑنے لگی۔ عقب سے وہ چیخ رہا تھا۔
”پکڑو..... روکو..... بدمعاشوں کو روکو.....!“

جگت گن تھام کر عقب میں دیکھ رہا تھا۔ راستہ صاف تھا البتہ کہیں کہیں پولیس کے سپاہی نظر آ
رہے تھے جو فرار ہوتی جیپ کو حیرت سے دیکھنے لگتے۔ تین میل تو بغیر کسی رُکاوٹ کے طے ہو گئے۔

آسمان پر سیاہ بادلوں کے گھیرے میں سورج چھپ گیا تھا۔ ہوشیار نے جیپ کے ہیڈ لیمپ روشن کر دیئے۔ ''ہمیں کون سا راستہ پکڑنا ہے؟''

''نہر والا۔'' جگت نے ذہن میں پلان ترتیب دے لیا تھا۔ ''پل پار کرنے کے بعد خطرہ نہیں کیونکہ آگے جنگل آ جاتا ہے۔'' ہوشیار جوش میں آ گیا۔ رفتار کی سوئی چالیس، پچاس کے ہندسوں کے درمیان تھرک رہی تھی۔ مزید دو میل طے کرنے کے بعد مخالف سمت سے ایک جیپ آتی دکھائی دی۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ ''شاید ملٹری کی جیپ ہے ہوشیار! تم ہیڈ لیمپ جلائے رکھنا۔ چاہے ان کی آنکھیں چندھیا جائیں۔''

مخالف سمت سے آنے والی جیپ کی رفتار کم ہونے لگی۔ جگت نے گن تیار رکھی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ بغیر کسی ہنگامے کے خاموشی سے فرار ہو جائے۔ دونوں جیپیں قریب آ گئیں۔ مخالف جیپ سے کسی نے ہاتھ بلند کیا مگر ہوشیار نے نہ ہی جیپ کی رفتار کم کی نہ ہی روشنی بجھائی۔ اُن کی جیپ سرسراتی ہوئی آگے نکل گئی۔ جگت نے عقب میں دیکھا، ملٹری جیپ کھڑی ہو گئی تھی۔

''اُنہیں شک ہو گیا ہے۔ ہمارے سادے لباس میں ملٹری جیپ کو بھگاتے دیکھ کر وہ سوچ رہے ہوں گے ہوشیار! اور تیز رفتاری سے چلو۔''

اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت نے کچھ دیر بعد پھر عقب میں دیکھا، روشنی کی دو لکیریں نظر آئیں۔ ''وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ تم آگے نظر رکھو! پیچھے میں سنبھال لوں گا۔''

نہر قریب آ رہی تھی...... اور ساتھ دوسری جیپ سے اُن کی جیپ کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ موڑوں پر بھی ہوشیار نے رفتار کم نہیں کی تھی۔ جگت نے عقب میں دیکھا، جیپ نظر نہیں آ رہی تھی پھر بھی اُس کی آواز آ رہی تھی۔ موڑ کی وجہ سے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ جگت کچھ بولے، ہوشیار چیخا۔ ''مارے گئے......!'' اور دل کو چیرنے والی آواز کے ساتھ بریک کی چیخ سنائی دی۔ جگت بمشکل سنبھل سکا۔ جیپ کی روشنی کچھ دور تک گھسٹتی ہوئی ٹھیک پل کے قریب رُک گئی۔

''کیا ہوا؟'' جگت غصے میں چیخا۔

''سامنے دیکھو......!'' ہوشیار ہانپتا ہوا بولا۔ ''پل آگے ٹوٹا ہوا ہے۔'' جگت نیچے کود آیا۔ آگے جا کر دیکھا تو پل درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اگر ہوشیار دو سیکنڈ بھی غفلت میں رہتا تو اس صورت میں وہ جیپ سمیت نہر میں ڈوب جاتے۔

''ہوشیار! تم نے عین موقع پر بچا لیا۔''

''مگر اب کیا کرنا چاہئے؟'' ہوشیار کو عقب سے آنے والی جیپ کی فکر تھی۔

''ایک کام کر...... جیپ کو اسٹارٹ کر کے نہر میں دھکیل دے۔ جلدی!'' جگت نے کہا۔ ہوشیار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ مگر ہر لمحہ قیمتی تھا جسے ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہوشیار نے انجن اسٹارٹ کیا۔ پھر جیسے ہی جیپ حرکت میں آئی وہ جیپ سے کود گیا۔ ''نہر میں کود جاؤ!'' جگت نے کہا۔ پلک جھپکتے ہی سب کچھ ہو گیا۔ ایک طرف خالی جیپ پل کے درمیان سے اُچھل کر نہر میں گری، اور دوسری جانب جگت اور ہوشیار نے نہر میں چھلانگیں لگا دیں۔ ایک دھماکہ ہوا۔ پُرسکون پانی دائرے بنا

دلدل پر بیٹھے ہوئے پنچھی اپنی اپنی آواز میں چیخنے لگے۔

''ہوشیار! چپ چاپ اس پار پہنچ جانا ہے۔ فوجی جیپ کی آواز سنائی دے رہی ہے۔''

جیپ پل کے پاس آ کر رُک گئی۔ دو افسر پستول ہاتھوں میں تھامے نیچے اُتر آئے۔ وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے پل ٹوٹا ہوا تھا۔ ایک کی آواز سنائی دی۔ ''بے وقوف آنکھیں بند کر کے بھاگ رہے تھے۔ جیپ کے ساتھ پانی میں غرق ہو گئے۔''

''مگر وہ تھے کون؟ کیوں بھاگ رہے تھے؟'' دوسرے نے پوچھا۔ نہر کے پانی میں دائرے ابھی پھیل رہے تھے۔ اُن میں سے ایک اُن دائروں پر نظر جما کر بولا۔

''ان کے جسم تلاش کرنے چاہئیں۔ آؤ! جیپ کی روشنی میں اُنہیں تلاش کریں۔'' ایک افسر پھر جیپ میں بیٹھ گیا۔ انجن اسٹارٹ کر کے جیپ پل پر لے آیا، ہیڈ لیمپس کی روشنی اندھیرے کا سینہ چیرنے لگی۔ اُس کے اُجالے میں دوسرا پانی کے اُوپر جسموں کو تلاش کرنے لگا۔ مگر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''سالے...... تہہ میں ڈوب گئے شاید۔''

اُنہوں نے جیپ کو آگے پیچھے کر کے پل کے دونوں جانب روشنی دوڑائی مگر کچھ نظر نہیں آیا تو ایک مجبور ہو کر بولا۔ ''چھاؤنی میں جا کر خبر کرتے ہیں۔ فائر بریگیڈ والے خود تلاش کر لیں گے۔''

جب وہ جیپ کو پل سے ریورس کر رہے تھے، اُسی لمحے اُن میں سے ایک نے دوسرے کنارے پر کچھ حرکت دیکھی۔ اُس نے اپنے ساتھی کا شانہ دبایا۔ ''دوسرے کنارے پر کوئی ہے۔'' اسی لمحے ہوشیار اور جگت نہر کی دیوار چڑھ کر دوسری جانب کود رہے تھے۔ سنسناتی ہوئی گولی ہوشیار کے سر کی جانب لپکی۔ جگت نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر نشانہ خطا کر دیا۔ دوسرے فائر سے پہلے دونوں آڑ میں ہو گئے۔ جگت نے گن چلائی اور گولی سنسناتی ہوئی لپکی اور جیپ کے ایک ہیڈ لیمپ پر لگی۔ دونوں افسر جیپ کی آڑ سے پستول چلا رہے تھے۔

''ہوشیار! تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہارے کچھ دُور جانے کے بعد میں بھی تم سے آ ملوں گا۔ اس دوران تم بندوق سے فائرنگ کرو گے۔''

اسی طرح دونوں باری باری پیچھے ہٹتے گئے اور فائرنگ کا جواب دیتے رہے۔ پل ٹوٹا ہوا تھا اس لئے دوسرے کنارے والے اس طرف نہیں آ سکتے تھے۔ کچھ دیر تک گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ اسی دوران بارش ہونے لگی۔ پھر جگت اور ہوشیار کو کارتوس ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اُنہوں نے گہرے اندھیرے اور بارش کا فائدہ اُٹھا کر دوڑ لگائی۔ سر پر برستے پانی اور پیٹ میں جلتی ہوئی بھوک کی آگ کی پرواہ کئے بغیر دونوں دوڑتے رہے۔ اُنہیں بہرحال رات ہی میں سرحد پار کرنی تھی۔ کبھی کبھی کیچڑ میں گھٹنوں تک پیر دھنس جاتے تھے۔ پھر بھی اُن کے ارادے مضبوط تھے۔ اب وہ دھان کے کھیتوں میں دوڑ رہے تھے۔ نصف شب تک اُنہوں نے آدھا راستہ طے کر لیا۔ اُنہوں نے درمیان میں کچھ دیر آرام بھی کر لیا۔

''ہوشیار! اب جلوانا کی سرحد پانچ سات میل سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہو گی۔'' جگت نے گہرا سانس لے کر کہا۔ ''ہمیں صبح ہونے سے پہلے سرحد پار کر جانا ہے۔'' ہوشیار اس قدر ہانپ رہا تھا کہ اُس نے صرف گردن ہلا کر ''ہاں'' کہا۔ اُسے یہ سفر سخت دُشوار محسوس ہو رہا تھا۔ ایک بار وہ غصیلے

لہجے میں بولا۔

"یہ تکلیف اُٹھانے سے بہتر تھا کہ ٹرین میں آرام سے بیٹھ کر امرتسر پہنچ جاتے۔

تب جگت بولا۔ "اس تکلیف سے وہ خطرہ بڑا تھا کہ امرتسر اسٹیشن پر کوئی ہمارا شناسا ہمیں لیتا۔ اس صورت میں ہمارا ہتھکڑی سے ہی استقبال ہوتا، سمجھے؟" تاروں کی روشنی میں راستہ کرنے کا جگت کو خاصا تجربہ تھا۔ صبح ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے اُس وقت ایک سرحدی چوکیدار سے آٹکرایا۔

"اے..... کون ہے؟" آواز سن کر دونوں گھبرا گئے۔

"ہوشیار! اپنی رائفل پیچھے چھپا دو۔" جگت نے معاملہ سنبھالنا شروع کر دیا۔ گھوڑ سوار چوکی نے قریب آ کر ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ ہوشیار نے بندوق درخت کے پیچھے چھپا دی۔ ٹارچ کی ما میں دونوں کے چہرے دیکھ کر چوکیدار گرجا۔

"تم مفرور معلوم ہوتے ہو۔ چپ چاپ سرحد پار کرنی ہے کیا؟" پھر بندوق ہاتھ میں تھا بولا۔ "اس طرح آسانی سے نہیں جانے دُوں گا۔ تمہارے پاس کتنا مال ہے؟"

جگت نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا۔ "ہم تو سب کچھ چھوڑ آئے ہیں۔ گاڑی چھوٹ چکی اس لئے یہ راستہ اختیار کیا۔" پھر پانچ کا نوٹ باہر نکال کر بولا۔ "لو! یہ کل رقم ہے۔" جگت بڑھے ہوئے ہاتھ پر وہ بندوق کی نال مارتا ہوا بولا۔

"جا جا..... یہ نوٹ جیب میں رکھ لے۔ فی کس سو روپے لوں گا۔ ورنہ....." باقی دھمکی اُس، بندوق کی نال سے سمجھا دی۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹرائیگر پر اُنگلی رکھے، جگت نے جست لگائی ا دونوں ہاتھوں سے بندوق کی نال تھام لی۔ چوکیدار گھوڑے کی پیٹھ پر تھوڑا گھوما اور ٹرائیگر دیا..... دھماکہ ہوا۔ جگت کے ہاتھ کو جھٹکا لگا۔ وہ دُور جا گرا۔ مگر گولی زمین میں دھنس گئی۔ ہوشیار۔ اتنے وقفے میں بندوق پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے بندوق کی نال تھام کر چوکیدا کے سر پر ضرب لگائی۔ وار سخت تھا۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ اُس کے ہاتھ سے بندوق نکل گئ جگت کود کر چوکیدار کی پشت پر سوار ہو گیا۔

"بے وقوف! تمہیں روپے چاہئیں تو لو....." یہ کہتے ہوئے جگت اُس کی مرمت کرنے لا چوکیدار بے چارہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اُس کے گرتے ہو۔ کسی قسم کی آواز سنائی دی۔ اُس کی پشت پر روپے کی پوٹلی تھی۔ جگت نے وہ پوٹلی کھول لی۔

"چلو..... خرچ کے لئے رقم بھی مل گئی۔" اُس کی بندوق اُٹھا کر دونوں گھوڑے پر بیٹھ گئے دوڑ دوڑ کر پیر تھک گئے تھے۔ اب سفر اچھا کٹے گا وہ سوچنے لگے۔

جب اُنہوں نے سرحد پار کی تو پو پھٹنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ جگت مسرت بھرے لہجے م چیخا۔ "دوست! ہمارا ملک آ گیا.....!"

ہوشیار نے بھی اطمینان کی گہری سانس لی۔ "جگت! آخر ہم پہنچ گئے۔"

ہندوستان کی دھرتی پر قدم رکھتے ہوئے اُنہیں عجیب سی سنسنی محسوس ہوئی۔ جگت نے گردن م کر یک بارگی عقب میں دیکھا، دونوں سرحد کے اُس پار کیا کچھ نہیں چھوڑ آئے تھے۔ اب دیکھنا

ہ اس زمین پر اُن کی قسمت میں کیا لکھا ہے؟ طلوع ہوتی ہوئی صبح کی روپہلی روشنی میں دونوں زپور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ گاڑی کی روانگی میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ جگت نے جیب سے پیسے نکال بکنگ آفس پر رکھے۔ "دو ٹکٹ امرتسر۔"

ٹکٹ کلرک اُس اجنبی شخص کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

○

فیروز پور سے چلی ہوئی ٹرین اب گھنٹے بھر بعد امرتسر پہنچنے والی تھی۔ اسٹیشن پر اُتر کر جگت اور یار کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دو دن کی بھوک مٹانے کے لئے پیٹ کی بھٹی میں کچھ ڈالنا ہری تھا۔ اب یہاں اُنہیں پکڑے جانے کا ڈر نہیں تھا۔ اسٹیشن پر کسی پولیس مین کو دیکھ کر دونوں ت کی وجہ سے ہوشیار ہو جاتے تھے۔ پھر اُنہیں یاد آتا کہ اپنے جرائم وہ دوسرے ملک کی دھرتی پھوڑ آئے ہیں اس لئے لاپرواہ ہو کر ٹہلنے لگتے تھے۔ اتنے سالوں بعد دونوں کو اس طرح عام وں پر گھومنے کا موقع ملا تھا۔

دوپہر کے وقت گاڑی چلی۔ کرپان اور تلوار والے چار پانچ سکھ ست سری اکال کا نعرہ لگاتے ے بوگی میں چڑھ آئے۔ گاڑی کی روانگی تک وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ مگر روانگی بعد زور سے بولے۔

"لاہور سے پوری گاڑی کٹ کر آئی ہے۔ امرتسر کے اسٹیشن پر ہمارے لوگوں کی لاشیں پڑی ہ۔ ماں بہنوں کو ننگا کر کے غنڈوں نے زخم لگائے ہیں۔ سینے، پیٹ اور رانوں پر بے رحموں نے ز چلائے ہیں۔" سننے والے دم سادھے سب کچھ سن رہے تھے۔ اُن کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ لنے والے کی زبان سے جنون ٹپک رہا تھا۔ "ہم لوگ اس کا بدلہ لیں گے۔ ہم لاہور جانے والی ی گاڑی کاٹیں گے۔" جگت نے ہوشیار کی جانب دیکھا۔

"یہاں بھی آگ بھڑک گئی ہے۔"

ہوشیار کچھ اور سوچ رہا تھا۔ لاہور سے آنے والی اپنی گاڑی کٹی ہوگی، تب جگت کو خیال آیا کہ میں سنہا صاحب بھی تھے۔ اُن کا کیا ہوا ہوگا؟ اُن کی جوان بیٹی..... مگر وہ آگے نہ سوچ سکا۔ ے کے سینے سے ایک آہ نکل کر رہ گئی۔

"ارے جوان! اس طرح آہ بھرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔" وہ سکھ جگت سے کہنے لگا۔ گرو گوبند کا لے کر قتل کرو! یاد ہے مغلوں نے ہمارے گرو کے معصوم بچوں کو قتل کیا تھا؟" جگت جواب دینا ہتا تھا مگر ہوشیار نے اُس کا پیر دبا دیا۔

"بحث کر کے جھگڑا مت مول لینا! سب جگہ آگ لگ رہی ہے اس میں ہم کیا کر سکیں گے؟ ت خود بھی تکرار کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُس کا دل رکھنے کے لئے کچھ بولنا چاہتا تھا۔ اس نے وگوبند کے بیٹوں کا نام لیا تھا جسے سن کر اُس کا خون گرم ہو گیا تھا۔ ان سکھوں میں سے ایک نگڑا ن کھڑا ہو گیا۔

"اس بوگی میں تو کوئی دشمن نہیں ہے؟" یہ کہہ کر اُس نے مسافروں کی جانب نظریں گھمائیں۔ اس کی نظریں کونے میں بنچ پر بیٹھے ہوئے شخص پر جم گئیں۔ اُس کی پیشانی پر ترچھی لکیریں بنی

ہوئی تھیں۔ وہ سردار جی کی نظر کی تاب نہ لاسکا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"سالے نے ہندو کا ڈھونگ رچایا ہے۔" سردار جی اُس کی جانب بڑھا۔ سب اُس مسا دیکھنے لگے۔ اب وہ جھولی سے مالا نکال کر اُس کے دانے گھمانے لگا۔ اُس کے لب ہل رہے تھے اُس کی دائیں کلائی میں کڑا چمک رہا تھا۔ کہیں بلوے میں اُنہیں غیر ہندو سمجھ کر سکھ مار نہ دیں وجہ سے ہندو ایسے کڑے پہنتے تھے۔

"تم ہندو ہو؟" سردار جی گرجا۔

"جی ہاں... برہمن ہوں۔" وہ تیزی سے مالا گھماتا ہوا بولا "شیو... شیو..." وہ رٹنے لگا۔

"تم سب لوگوں کو یہ سچا ہندو نظر آتا ہے؟" اُس نے بوگی میں موجود مسافروں کی رائے سب کو اس میں لطف آنے لگا۔ مگر اُس کی جان آدھی ہو رہی تھی۔

"ارے اس کا پاجامہ اُتار کر دیکھ لو!" ایک نے مذاق کیا۔ سب ہنس دیئے۔ مگر ایک شخص اختلاف کیا۔ "نہیں بھئی...... بوگی میں عورتیں بھی بیٹھی ہیں۔ ان کا احترام کرو!"

سردار جی کا ہاتھ لٹکتی ہوئی کرپان پر گیا۔ تب وہ شخص ہاتھ جوڑ کر رونے لگا۔ "شنکر کی قسم کھ کہتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں۔"

سردار جی کا جنون ختم ہو گیا۔ وہ جا کر پھر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر بھی وہ سکھ تھوڑے تھوڑے و سے بیچ کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ شاید اُس کے دل کو یقین نہیں تھا۔ جگت کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں اُس نے ہوشیار سے کہا۔ "امرتسر آئے تو مجھے بیدار کر دینا۔ میں کچھ دیر سوتا ہوں۔"

گاڑی نے پانچ میل کا سفر طے کیا ہو گا کہ پھر سردار جی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اُس برابر والے کے کان میں کچھ کہا۔ دوسرے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ارے شنکر کے بھگت! آج کون سا دن ہے؟" سردار جی نے اچانک پوچھا۔ اُس کا مالا گھ ہوا ہاتھ رُک گیا۔

"سردار جی! آج برہس پت وار (جمعرات) ہے۔"

"اور کل......؟" سردار جی نے یونہی پوچھا۔ اور اُس شخص کی زبان سے شکر وار کی بجا "جمعہ" نکل گیا۔ بس...... اس لفظ کے سنتے ہی سکھ نوجوان کھلی کرپان لے کر اُس کی طرف جھپٹا پلک جھپکنے میں اُس کے جسم میں کرپان گھسا دی۔ "سالا برہمن بن کر ہمیں بیوقوف بناتا تھا۔" سہ پھیلی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ وہ شخص کچھ دیر تڑپ کر لیٹ گیا۔ اُس کے منہ سے صرف "خدا" نکل سکا۔

"دیکھا...... آخر اس کی اصلیت ظاہر ہو گئی۔" سردار جی نے اُس شخص کے جسم سے کرپان نکا کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ خون کے چھینٹے اُڑے۔

"شاباش!" کچھ لوگوں نے داد دی۔ "ہمیں اسی طرح بدلہ لینا چاہئے۔" اُس شخص کی آ میں جیسے شیطان بول رہا تھا۔

"اس کی لاش کو باہر پھینک دو! ورنہ امرتسر کے اسٹیشن پر مغز ماری ہو گی۔" اُس کے ایک سا نے پہلو بدل کر کہا۔ چلتی گاڑی سے باہر اُس مُردے کو دھکیل دیا گیا۔ قتل کرنے والا سردار جی خو

رے ہوئے ہاتھوں کی جانب دیکھ کر بولا۔

"سالے کے خون سے بھی بدبو آ رہی ہے۔" یہ کہہ کر نل پر ہاتھ اور ہتھیار دھونے چلا گیا۔ ر نے جگت کو سونے ہی دیا۔ اُسے ڈر تھا کہ وہ مفت کا جھگڑا مول لے کر مار دھاڑ کر بیٹھے گا۔ می سناٹا چھا گیا تھا۔ کسی کو یاد آ گیا۔ وہ بولا۔

"ارے وہ بائیں ہاتھ سے مالا گھما رہا تھا اس پر ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔" دوسرے نے اس سامان کی تلاشی لی۔ کپڑے کے دو چار جوڑوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ "سالا مفلس تھا" کہہ کر اُس بھی کھڑکی سے باہر پھینک دیا گیا۔

"مگر سردار جی نے دن پوچھ کر اُسے خوب پھنسا لیا۔" تیسرے شخص نے مسکہ لگایا۔

"ایسا نہیں کریں گے تو وہ لوگ اپنے ملک سے ہمارے بھائیوں کو زندہ نہیں آنے دیں گے۔" نے ماسٹر کی طرح اُنہیں سبق پڑھایا۔ اور گاڑی امرتسر کی حد میں داخل ہو گئی۔

"جگت! بیدار ہو جاؤ...... امرتسر آ گیا۔" ہوشیار نے جگت کو ہلایا۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا کھڑکی باہر دیکھنے لگا۔

"آ گیا......؟" اُس کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

"دیکھو...... وہ مہاجروں کی چھاؤنی نظر آ رہی ہے۔" ایک مسافر کھڑکی کے باہر ہاتھ کے ے دوسرے کو بتا رہا تھا۔ جگت بھی اُسی جانب متوجہ ہوا۔ یہیں چھاؤنی میں اُس کے گھر وگ بھی رہتے ہوں گے۔ پھر تو بچن اور اُچلا بھی مل جائیں گے۔ اور ویرو؟ اس سے ملاقات نے کا اب یہ آخری موقع ہے۔ جگت سوچنے لگا اور گاڑی جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ پلیٹ فارم پر اُتر لت چاروں سمت نظریں گھمانے لگا، کوئی شناسا نظر تو نہیں آتا؟ جیسے اُسے کوئی اسٹیشن پر لینے آیا باہر نکل کر ہوشیار نے پوچھا۔

"کہاں جائیں گے؟"

"چھاؤنی میں چلیں گے۔" جگت نے دونالی بندوق شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اس سے ایک ایک جوڑا کپڑے خریدنے پڑیں گے۔ کسی ہوٹل میں یہ بندوق رکھ کر جائیں گے۔" جیب میں سو روپے کی رقم تھی جو احتیاط سے خرچ کرنا تھی۔ کسے پتہ کہاں تک نباہنا پڑے؟ پکڑ کر دونوں چلے۔ تین ہوٹلوں سے "جگہ نہیں ہے" کا جواب ملا۔ آخر ایک معمولی ہوٹل مل ایک کمرہ بک کر لیا۔ "دو دن رہنا ہے۔" اُنہوں نے یہ کہہ کر کرایہ پیشگی ادا کر دیا۔ جگت جانتا تھا سامان کے بغیر گاہکوں پر ہوٹل والے زیادہ اعتماد نہیں کرتے۔ شام کو وہ مہاجروں کی چھاؤنی کی ب چلے۔ دونوں بندوقیں ہوٹل میں رکھ دی تھیں۔ اپنی گن جگت نے پشت پر چھپا رکھی تھی۔

"ہوشیار! ہم ایک ساتھ اندر نہیں جائیں گے۔" تھوڑے فاصلے سے رہنا اچھا ہے تاکہ خطرہ نے پر ایک دوسرے کو بتایا جا سکے۔"

"اب یہاں کون سا خطرہ ہے؟" ہوشیار سمجھ رہا تھا کہ پاکستان چھوڑنے کے بعد یہاں اُنہیں نہیں ستائے گا۔ ہزارہا لوگ روزانہ آ رہے ہیں۔ کون کسی کو پوچھتا ہے؟

"تم سمجھے نہیں ہوشیار! چھاؤنی میں کوئی بھی شناسا ہو سکتا ہے۔ ڈاکو کے نام سے لوگ بھڑ کتے

ہیں اس لئے لاپرواہی اچھی نہیں ہے۔"

ایک بڑے میدان میں جگہ جگہ ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ بنجاروں کا پڑاؤ معلوم ہو۔ چھوٹے بڑے شامیانے تنے ہوئے تھے۔ کل جن کے پاس رہنے کے لئے چھوٹے بڑے تھے، تھوڑی کھیتی باڑی کے علاوہ تھوڑی جمع پونجی تھی اور چھوٹا سا کنبہ تھا وہ سب آج بے سہا لاچار بن کر سخاوت کے سہارے جی رہے تھے۔ اُن کے سوکھے ہوئے چہرے اور خشک آ پوچھ رہی تھیں۔ "ہمارا کیا ہوگا؟ ہم نے جو گنوایا ہے وہ واپس ملے گا؟ ہم کو اطمینان نصیب ہوگا

اپنے رشتے داروں کی تلاش میں ہوشیار اور جگت جیسے بہت سے لوگ چکر لگا رہے تھے۔ ہم کے درمیان ایک میز کے گرد دو سرکاری آدمی کاغذات کے بنڈلوں سے نام پڑھ کر سنا رہے "فلاں نمبر کی چھاؤنی میں جاؤ! اس نام کا کوئی مہاجر یہاں نہیں ہے۔ تم کالج والی چھاؤنی دیکھو!"

"ہوشیار! ہمیں ایسی کوئی پوچھ گچھ نہیں کرنی ہے۔" جگت اب بھی چوکنا رہنا چاہتا تھا۔ اُس طرف چکر لگاؤ! میں اُس جانب دیکھتا ہوں۔ اگر وہ دکھائی دے تو مجھے بلانا۔ پھر جان والے چہروں کی تلاش ہونے لگی۔ گھنٹہ بھر دونوں خواہ مخواہ چکر لگاتے رہے کہ اچانک جانب سے جگت کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ عادت کے مطابق کمر پر ہاتھ گیا، پھر گھمائی۔ وہ چونکا۔ "ارے تایا آپ؟" یہ کہہ کر وہ مسرت بھرے انداز میں اُن سے لپٹ گیا۔

"تمہیں صحیح سلامت دیکھ کر آنکھیں اور دل ٹھنڈا ہو گیا۔" تایا بھرائے ہوئے لہجے میں لگے۔ "تم دُور سے نظر آئے تو آواز دینا چاہتا تھا۔ مگر پھر یاد آیا کہ تم ظاہر ہو جاؤ گے۔"

"ہمارے گھر کے سب لوگ ٹھیک تو ہیں؟" جگت نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔ "میں گیا تو ہمارے مکان جل رہے تھے۔"

"بیٹا! بھگوان نے عقل دی جو جلدی نکل آئے۔ بعد میں آنے والے بے حال ہو کر پہنچے آج تو پوری گاڑی کٹ کر آئی ہے۔" تایا نے آہ بھر کر کہا۔ "ہمیں تمہاری فکر تھی۔ تمہاری ما میں بیمار ہو گئی ہے۔"

"وہ سب کہاں ہیں؟" جگت نے جلدی سے کہا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگ راجستھ چلے گئے ہوں گے۔"

"راجستھان کیسے جائیں؟ زمین کے بدلے زمین لینے کے لئے یہاں رہنا ضروری تھا۔ تمہارے نانا اور بابو کو چھاؤنی کی روٹی کھانے میں لت دکھائی دے رہی تھی اس لئے ایک م نوکری کر لی۔"

"مل کی نوکری.....؟" جگت کو یہ بات کھٹک گئی۔ اس عمر میں بابو کو مزدوری کرنی پڑے گی! وہ بابو اور نانا کے اصولوں سے واقف تھا۔ جب تک ہاتھ پاؤں چلیں وہ خیرات کی نہیں کھا گے۔ جگت کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر تایا نے مزید کہا۔

"میں نے بہت سمجھایا مگر ضد کر کے چلے گئے۔"

"کس مل میں ہیں؟ میں ابھی وہاں جاتا ہوں۔" جگت اب جلد بازی کر رہا تھا۔

"ایسے کیسے جانے دُوں گا؟ پہلے تم اپنی تائی اور بچوں سے مل کر جاؤ!" تایا بولے۔

"نہیں تایا! میں پھر آؤں گا۔ ابھی عام جگہوں پر گھومنا خطرے سے خالی نہیں۔ نظروں میں آ گیا مشکل میں پڑ جاؤں گا۔" جگت نے آس پاس نظر گھمائی۔ ہوشیار کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا اُس جانب دیکھ رہا تھا۔ "مجھے جانے دیں..... ماں سے جلدی ملنا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ جاؤ! مگر پھر ملنے آنا۔ ممکن ہے دو چار دن میں کہیں اور جانا پڑے۔" پھر تایا یاد آیا کہ مل کا پتہ تو دیا نہیں۔ "اسٹیشن کے پاس کمبلوں کی مل ہے۔ ایک انگریز کی مل ہے۔ کسی پوچھ لینا!" تایا کے پیر چھو کر جگت وہاں سے چل دیا۔ اُس کی چال میں اب پھرتی تھی۔ اُس گردن گھما کر تایا کی جانب دیکھا۔ ہوشیار بھی اُسی طرف آ رہا تھا۔

"پتہ چلا؟ وہ کون تھے؟" باہر نکلنے کے بعد ہوشیار نے پوچھا۔ "تم جلدی کیوں نکل آئے؟"

"بابو نے مل میں نوکری کر لی ہے۔ تایا نے یہ سب کچھ بتایا ہے۔" پھر جگت نے سوال کیا۔ ہیں کوئی نظر آیا؟ بچن، اُچلا یا ویرو؟" ہوشیار نے انکار میں سر ہلایا۔

"جگت! میں نے اُن میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ مگر....."

"مگر کیا.....؟" ہوشیار کے چہرے پر ہچکچاہٹ نے جگت کو چونکا دیا۔ "کیا گھر والوں کی کچھ غلط ل ہے؟"

"نہیں جگت! جب تم تایا سے بات کر رہے تھے تو دو آدمی تمہیں پہچان گئے تھے۔" ہوشیار نے م لہجے میں کہا۔ "میں اُن کی سرگوشیاں سن رہا تھا۔ دو میں ایک غصہ ور شخص نظر آتا تھا۔ وہ کہہ رہا بدمعاش ادھر آ گیا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کون بدمعاش؟ تو کہنے لگا وہ جگا جو تمہارے رشتے موہن سنگھ کی بیوی کو اغواء کر کے لے گیا تھا۔ وہ ڈاکو....." جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُس نے یار کو بولنے دیا۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ اب میرا بیٹا پنجے میں آیا ہے۔"

"کون ہوگا؟" جگت بڑبڑایا۔ "ایک تو موہن سنگھ کا رشتے دار ہوگا۔ مگر اُس دوسرے غصہ ور ل کو پہچاننا پڑے گا۔"

"تم فکر نہ کرو! اُس سے میں سمجھ لوں گا۔ میں اُس پر نظر رکھوں گا۔ تم جاؤ! ماں، بابو اور چندن بھی سے اطمینان سے مل آؤ....."

مگر جگت کا دل نہیں مانا۔ "ممکن ہے وہ ہمارا تعاقب کرے، پھر؟"

"ارے اُس کی ایسی تیسی..... میں یہاں بیٹھا ہوں۔" ہوشیار جنون میں آ گیا۔ "ضرورت نے پر اُسے جہنم رسید کر دُوں گا۔"

"نہیں..... ایسی جلد بازی نہ کرنا۔ اُس سے میل ملاپ کر کے معلومات حاصل کر لو! پھر میں ملوں گا۔" یہ کہہ کر جگت نے مل کا پتہ دیا۔ "اگر کوئی ضروری کام ہو تو وہاں آ جانا۔ بابو کا نام لینا۔ ں تو صبح ہوٹل میں ملیں گے۔"

○

وولن مل کے بڑے گیٹ کے سامنے آ کر جگت رُک گیا۔ گیٹ بند تھا مگر چھوٹی کھڑکی کھلی ہوئی ۔ کسے پوچھا جائے؟ کچھ دیر سوچنے کے بعد ہمت کر کے وہ کھڑکی میں داخل ہوا۔

"اے کون ہو؟ کس سے کام ہے؟" چوکیدار کی سخت آواز نے اُسے روکا۔ جگت کہنا چاہ
سوہن سنگھ سے ملنا ہے مگر شانے پر رائفل رکھے خاکی وردی میں کھڑے ہوئے چوکیدار کو پہچا
وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ چوکیدار نے بھی اُسے غور سے دیکھا۔
دونوں بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ پھر دونوں کے چہروں پر ایک ساتھ روشنی آ گئی۔
جگت بیٹا!"...... "باپو تم؟" دونوں نے ایک دوسرے سے کہا اور اس کے ساتھ ہی باپ
سے سینہ ملا کر لپٹ گئے۔

مل کی دوسری شفٹ شروع ہو چکی تھی اس لئے باپ بیٹے کا ملن دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔
سوہن سنگھ نے جلدی سے بھیگی ہوئی آنکھیں خشک کر لیں۔ "چلو! تمہیں گھر لے جاؤں۔
رہتے ہیں۔" باپو مل میں چوکیدار ہوں گے جگت کو یہ اندازہ نہیں تھا۔ ممکن ہے تایا نے جان بو
بتایا ہو۔ پھر بھی جگت نے محسوس کیا کہ باپو نے اچھا ہی کیا۔ خیرات کی روٹی کھانے سے تو
رائفل رکھ کر مل کے گیٹ کی چوکیداری کرنا لاکھ درجے بہتر تھا۔ سوہن سنگھ تیز قدموں
ہوئے بیٹے کو مل کے پچھلے حصے میں لے گئے۔ پھر کوارٹر ٹائپ کی کوٹھڑیوں کی قطاروں کی
اشارہ کر کے بولے۔ "آخری کوٹھڑی ہماری ہے۔ باہر چھاؤں میں تمہارے نانا سوئے
ہیں۔"

جگت کا دل اپنوں کے ملاپ کے سبب زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ماں کیا کرتی ہوں گی؟
اُسے دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو جائے گی۔ اگر وہ چھوٹا بچہ ہوتا تو دوڑ کر پہنچ جاتا۔ ماں سے
جاتا۔ اس کی بجائے وہ چوکھٹ سے پانچ قدم دُور رُک گیا۔ سوہن سنگھ اُس سے پہلے پہنچ گئے۔
"جگت کی ماں! دیکھ تو کون آیا ہے؟"

کپڑے سیتی ہوئی ماں کی آنکھیں اُوپر اُٹھیں، چوکھٹ سے کچھ دُور دروازے کے درمیا
ہوا لحیم شحیم بیٹا نظر آیا۔ وہ کپکپا کر رہ گئیں۔ ماں کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ سوئی اُنگلی میں
مگر اس کی تکلیف بھی اُسے راحت لگی۔ "کون؟ جگت؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی اُٹھی۔ اتنے
چارپائی پر سوئے ہوئے نانا اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ "نواسہ آ گیا......؟"

جگت نے نانا کے پیر چھوئے۔ نانا نے اُسے بانہوں میں لیا، رُخسار چومے۔ "جیتے رہ
یقین تھا کہ تم سلامت آ جاؤ گے۔"

ماں جی چوکھٹ پار کر کے باہر آئیں۔ چندن کور بھی باورچی خانے سے دوڑ کر باہر آ گئی
کبھی ماں کو اور کبھی چندن کو دیکھ رہا تھا۔ ماں جی کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ پھر جگت سے
ہو سکا۔ وہ دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔

"بہت انتظار کرایا بیٹا!" ماں کے ہاتھ اُس کے لحیم شحیم جسم پر گردش کرنے لگے۔ "کیا
دُکھی کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا تھا؟" وہ سسکیاں بھرنے لگیں۔ پھر پیار بھرے انداز میں ڈا
بولیں۔ "گھر چھوڑ کر چلا گیا اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ ماں کے دل پر کیا گزرے گی؟"

دوپٹے سے خوشی کے آنسو پونچھتی ہوئی چندن ماں بیٹے کا ملن دیکھ رہی تھی۔ ماں جی کی
گردش کرتے ہوئے جگت کے ہاتھ کی قوت دیکھ کر اُس کا سینہ فخر سے تن گیا۔ اُسے پھر جیسے

وہ پانی کا لوٹا بھرنے کے لئے اندر چلی گئی۔
دونوں ہتھیلیوں میں بیٹے کا چہرہ دبا کر ماں جی غور سے دیکھ رہی تھیں۔ "اب تو تمہارا غصہ ٹھنڈا
ہے؟" یہ کہتے ہوئے اُن کا گردش کرتا ہوا ہاتھ جگت کی پشت پر رُک گیا۔ لباس کے نیچے چھپائی
بندوق کا لمس پاتے ہی جھٹکے سے ہاتھ واپس ہٹ گیا۔ اُنہیں اب یاد آیا کہ بیٹا ڈاکو ہے۔
"اب اسے اندر تو لے جاؤ!" سوہن سنگھ نے تنگ ہو کر کہا۔ برابر والے لوگ جھانک کر دیکھ
رہے تھے یہ اُنہیں اچھا نہیں محسوس ہوا۔ "میں کھانے کے وقت آ جاؤں گا۔"
چندن نے کمرے میں چارپائی بچھا دی تھی۔ جگت اور ماں جی اندر آ گئے تو دونوں کے ہاتھوں
پانی کا لوٹا دے دیا۔ لوٹا لیتے ہوئے چندن کی اُنگلیوں کو دبا کر جگت مسکرایا۔ چندن کور شرما گئی۔
کی رگوں میں سنسنی سی ہونے لگی۔ نانا کھنکارتے ہوئے اندر داخل ہوئے اس لئے اُسے باورچی
خانے میں جانا پڑا۔

⊙

چار دن ہنسی خوشی گزر گئے۔ جگت دوپہر کے بعد باہر نکل جاتا تھا اور سورج غروب ہونے تک
بابا کے ساتھ رہتا۔ نانا سے پوچھے بغیر نہ رہا گیا۔ "جگت! اس انجانے شہر میں تم کہاں بھٹکتے
ہو؟" تو جگت نے بہانہ بنایا۔
"نانا! ہم جدا ہوئے تھے تو ایک ساتھی کو سارا مال سپرد کیا تھا۔ وہ ہم سے پہلے والی ٹرین سے
تھا۔ جمع ہو کر حصے کرنے ہیں۔ مگر بچن سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔"
"اُس کی نیت خراب ہو گئی ہوگی۔ سب مال لے کر فرار ہو گیا ہوگا تمہارا بچن۔" نانا نے کہا تو
جگت ناراض ہو گیا۔
"ایسا نہ کہیں! میرے ساتھی بے ایمان نہیں ہیں۔ میں نے اُسے الور جانے کو کہا تھا۔ شاید وہ
الور گیا ہو۔"
"نہیں...... وہ وہاں نہیں گیا۔" نانا نے کہا۔ "تمہارے آنے سے پہلے چار پانچ دن قبل ہزارہ
مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اگر بچن وہاں گیا ہوتا تو وہ ضرور یہ بات بتاتا۔"
"اچھا!" جگت کے پاس جواب تیار تھا۔ "ممکن ہے ماما یہاں آئے ہوں اور وہ وہاں پہنچا ہو،
یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔" پھر بات کو مختصر کرنے کے لئے بولا۔ "مجھے مال کی فکر نہیں۔ اُس کی جان کی
سلامتی چاہتا ہوں۔"
ہوشیار روز صبح مہاجروں کی چھاؤنی میں تین چار گھنٹے چکر لگا کر آتا تھا اس بہانے کہ اُس کا کوئی
رشتے دار آیا ہے یا نہیں؟ وہ اُن دو آدمیوں سے میل بڑھانے لگا۔ چوتھے دن جب وہ جگت سے
ہوٹل آیا تو اُس نے بتایا۔
"وہ غصہ ور شخص تمہارے گاؤں والا ہے۔ کہتا تھا سیرے باپو رتیا کے چودھری تھے۔ حالات
سے مجبور ہو کر یہاں رہتے ہیں۔"
"اُس کا نام رنبیر سنگھ تو نہیں؟" جگت نے کڑی ملائی۔
"ہاں...... رنبیر سنگھ ہی ہے۔ کہتا ہے ویرو کے شوہر سے گہری دوستی تھی۔" ہوشیار کہتا رہا۔ "آج

میں اُسے باہر شراب پینے لے آیا۔ نشے میں بکواس کرتا رہا۔ میں نے بھی نشے میں ہو اداکاری کرتے ہوئے عورتوں کے دو ایک بناوٹی قصے سنا ڈالے تو وہ بھی کھل گیا۔

''کیا......؟'' جگت نے پوچھا۔

''بڑی گندی بکواس کر رہا تھا۔'' ہوشیار منہ پھیر کر بولا۔ ''ویرو کو شکنجے میں لینے کی تیاری تھی۔'' وہ بولا۔ ''مگر درمیان میں جگا ڈاکو آ ٹپکا۔ وہ بدمعاش اُس کو اغواء کر کے لے گیا ورنہ شوہر اور چاچی طلاق دینے کے لئے راضی تھے۔'' جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ویرو نے اُسے رنجیر کی حرکتوں سے متعلق بتایا تھا، پھر بھی آج یہ بات سن کر اُسے آگ لگ گئی۔ رنبیر اس بار اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا مگر اب اُس کی موت اُسے سامنے لے آئی تھی۔ نتھنے پھلا کر جگت نے پوچھا

''ہوشیار! وہ کمبخت اور کیا کہہ رہا تھا؟''

''میں نے اُس سے پوچھا کہ جگا ڈاکو تو اب جیل میں ہے تو وہ قہقہہ مار کر ہنستا ہوا کہنے لگا تقدیر بھی ایسے بدمعاشوں کی موافقت کرتی ہے۔ پکڑا گیا تھا مگر وہاں سے فرار ہو گیا۔ اب یہاں گیا ہے۔ مگر اُسے گرفتار کرا کر بدلہ لوں گا۔'' ہوشیار، رنبیر کی نقل کرتا ہوا بولا۔ ''مجھے اُس وقت اتنا غصہ آیا کہ جی چاہا اُسے لٹا دوں مگر جگت! تم نے منع کر دیا تھا اس لئے ضبط کر گیا۔''

''اچھا کیا...... وہ میرا شکار ہے۔ مگر اُسے ختم کرنے سے پہلے ویرو کے متعلق اطلاع حاصل لینی چاہئے۔ اُس کے ساتھ موہن سنگھ کا رشتے دار بھی ہے۔ وہی کچھ جانتا ہوگا۔'' ویرو کی بات ہی جگت بے چین ہو گیا۔ ''ہوشیار! تم دماغ پر قابو رکھ کر اس کی بکواس سنتے رہو...... چاہے پلانے میں روزانہ پیسے خرچ کرنے پڑیں۔''

''اور ہاں...... جگت...... وہ مجھ سے قرض مانگ رہا تھا۔ کہنے لگا مجھے سو روپے اُدھار دو میرے ہاتھ میں پانچ ہزار آئیں گے تو میں سو کے دُگنے لوٹا دوں گا...... سالا مجھے بے وقوف بنا روپے اینٹھنا چاہتا تھا۔ مگر اُسے پتہ نہیں کہ میں کون ہوں۔''

''تم اُسے سو روپے دینے کے آسرے میں رکھو!''

''مگر جگت! ہمارے پاس رقم کم ہوتی جا رہی ہے۔ اُسے روز پلانا ممکن نہیں ہے۔'' ہوشیار سے پیسے نکال کر گننے لگا۔ ''پھر ہوٹل کا خرچ بھی چڑھ رہا ہے۔''

''کوئی فکر نہیں...... دو چار دن چلا لو۔ پھر کہیں ہاتھ ماریں گے۔'' جگت نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار ڈاکے کی بات کی۔ ''مل میں چنا سنگھ نامی ایک شخص سے جان پہچان ہوئی ہے۔ وہ جگا کے نام سے نہیں پہچانتا مگر کہیں ہاتھ مارنے کی بات کر رہا تھا۔ اُس کے دھیان میں کوئی ہو ہوا تو میں معلوم کروں گا۔'' رات الگ ہونے سے پہلے جگت نے تاکید کی۔ ''ہوشیار! رنبیر سے جلدی اطلاع حاصل کر لو...... وہ کوئی چال بازی کر جائے اس سے پہلے ہی اُسے ختم کرنا ہے''

○

ماں جی دو دن سے جگت کے نانا سے کہہ رہی تھیں۔ ''باپو! تم لڑکے کو سمجھا لو، وہ برا دھندے چھوڑ دے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے جب یہ روز بھٹک رہا ہے تو یہاں بھی کچھ کر گزرے گا'' نانا بات کو ٹال دیتے تھے۔

''ابھی یہ گھر میں اطمینان سے چار دن نہیں رہا۔ اسے چھیڑنا ٹھیک نہیں۔ گھر کی محبت بڑھے گی اور بخود ٹھکانے آ جائے گا۔'' نانا سے یہ جواب ملا تو ماں جی نے بہو کو سمجھایا۔

''چندن کور! تم ذرا اُس سے پوچھ کچھ کرتی رہو۔ کہنا کہ اب گھر کی ذمہ داری اُٹھا لے۔ اُس ہو کب تک محنت کریں گے؟'' پھر بہو کو ایک ترکیب بتائی۔ ''تمہیں یہ بات مضبوطی سے کہنی آپ کو یہاں سے نہیں جانے دوں گی۔ اور جانا ہی ہے تو مجھے ساتھ لے جاؤ!''

دوسرے دن ماں جی نے چندن کور سے نتیجہ جاننے کے لئے پوچھا۔ ''رات کیا بات ہوئی؟ وہ بولا؟''

''ماں! تم اُن کا مزاج جانتی ہو۔'' چندن سر جھکا کر ساس سے کہنے لگی۔ ''وہ کہہ رہے تھے کہ سب کی ذمہ داری اُٹھانے کو تیار ہوں۔ مگر میرے راستے میں کوئی نہ آئے۔ میرا کچھ بھی ہو، میں کو نہیں پہنچاؤں گا۔''

''اس کا مطلب ہے وہ اپنی ضد چھوڑنے کو تیار نہیں؟'' ماں جی بلند آواز میں بولیں۔ ''اُس نصیب میں پھانسی پانا لکھا ہی ہوگا۔'' وہ جذبات میں بول گئیں۔ مگر بہو کی روتی صورت دیکھ کر بولیں۔ ''غصے میں زبان پر قابو نہیں رہتا بہو! ماں کا دل بیٹے کی بھلائی ہی کے لئے دُعا کرتا ہے''

''میں جانتی ہوں ماں جی!'' چندن کور ساس کو اطمینان دلانے لگی۔ ''اب میں نے فیصلہ کیا ہے وہ جہاں جائیں گے میں اُن کے ساتھ رہوں گی۔ گرو بابا کی دُعا ہوئی تو میں اُنہیں اس راستے واپس لے آؤں گی۔'' رات کے کھانے کے بعد ماں جی نے بات چھیڑی۔

''جگت بیٹے......! اب کوئی کام دھندا کرتا ہے۔''

نانا نے کھنکار کر اُنہیں آگے بولنے سے روک دیا۔ وہ جگت سے یہ گھڑی ٹالنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا آخر اس بات پر تکرار ہوگی۔ ''ماں! مجھے ایک دھندا آتا ہے، وہ تم جانتی ہو۔'' پھر نانا کی جانب مزید بولا۔ ''دوسرا دھندا کرنے جاؤں تو اس صورت میں اپنی اصلی شخصیت چھپانی پڑے گی۔ کب تک چل سکتا ہے؟''

''پھر پولیس کے سامنے پیش ہو جاؤ!'' ماں جی دانت پیس کر بولیں۔

نانا اُنہیں گھورنے لگے۔ ''مایا! بیٹے کو پھانسی پر لٹکائے بغیر تمہیں اطمینان نہیں ہوگا۔'' نانا کی دل میں غصہ ٹپک رہا تھا۔ ایک بار پیش کر کے ہم پچھتائے۔ وہ تو سرجن صاحب جیسے کی سفارش اس لئے پانچ سال کی سزا پر بات ختم ہو گئی۔ مگر یہاں کون مدد کرے گا؟'' وہ کچھ دیر سانس لینے لئے رُکے۔ اُن کی کافی عمر تھی۔ غصے میں اُن کا سانس پھول جاتا، آواز لڑکھڑانے لگتی۔ سفید ہونٹوں کے پسینے کو صاف کرتے ہوئے بولے۔ ''مجرم ہاتھ میں آنے کے بعد پولیس قصائی بن جاتی ہے۔ اس سے رحم کی اُمید رکھنا فضول ہے۔''

''ملک بدل گیا، حکومت بدل گئی۔ کچھ دن چہرہ چھپائے، پھر پرانے جرائم خود بخود دفن ہو جائیں گے۔'' جگت کے باپو نے پہلی بار مداخلت کی۔ ''بہتر یہ ہے کہ الور جا کر اپنے ماما کے ساتھ کھیتی کرے۔ وہاں کون اسے چھیڑنے والا ہوگا؟''

"سوہن سنگھ! یہ خیال مجھے بھی آیا تھا۔ مگر وہاں بھی خطرہ ہے۔" نانا نے کہا۔ "ہزارہ آیا تھا راز دارانہ انداز میں بتا گیا تھا کہ وہاں رام سنگھ چودھری نام کا پولیس چیف جگا کی تلاش میں ہے

"رام سنگھ چودھری......" جگت نے ہونٹ کاٹے۔ "وہ یہاں میرا تعاقب کر رہا ہے؟"

"ہاں...... میں نے جان بوجھ کر تمہاری ماں اور باپو سے یہ بات چھپائی تھی کہ انہیں پریشان نہ ہو۔" نانا نے کہا۔ "ابھی وہ دہلی میں ہے اس لئے فکر کی بات نہیں۔ تم ابھی پاکستان سے نہیں ہو یہ سمجھ کر وہ خاموش ہے۔" نانا یہاں بیٹھے بیٹھے اتنی خبر رکھتے ہیں یہ جان کر جگت کو حیرت اب اُس کی سمجھ میں آیا کہ نانا نے آتے ہی کان میں کہا تھا کہ ہوشیار رہنا! اپنی اصلیت کو چھپا بات اُلجھ گئی ہے یہ سمجھ کر ماں جی خاموش ہو گئیں۔

"جو تم سب کو ٹھیک لگے وہ کرو! مگر میں اس میں بھلائی نہیں دیکھتی۔"

پھر سب سونے کی تیاری کرنے لگے۔ مگر نیند اُن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ غیر یقینی فکروں میں گھرے ہوئے وہ لوگ رات گزارنے کی کوشش کرنے لگے۔ تنگ باورچی خانے جگت اپنے پہلو میں لیٹی ہوئی چندن کور سے پوچھ رہا تھا۔

"میں جہاں جاؤں، میرا ساتھ دینے کا تمہارا فیصلہ اٹل ہے؟"

"بالکل......!" چندن کور پیار سے بولی۔ "جیل میں بھی مجھے ساتھ لے جانا پڑے گا۔"

"ارے پگلی!" جگت نے اُس کے رُخسار پر بوسہ دیا۔ "جیل والے قیدی کو ایسی سہولت دیتے ہیں؟"

O

دو دن اور گزر گئے۔ جگت نے چنا سنگھ سے ڈاکہ ڈالنے کا ٹھکانہ معلوم کر لیا۔ وہ بھی ساتھ کو تیار تھا۔ جگت ہوشیار کو بلانے ہوٹل گیا مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ ہو اور چڑھی ہوئی سانسوں کے درمیان بولا

"جگت! غضب ہو گیا۔ رنبیر ہمارے اندازے سے زیادہ چالاک نکلا ہے۔"

"کیا ہوا......؟" جگت نے جھٹکا محسوس کیا۔

"وہ مجھ سے سو روپے کیوں مانگ رہا تھا تم جانتے ہو؟" ہوشیار بری طرح ہانپ رہا تھا۔ دہلی جانا تھا۔ شیخوپورہ کا صوبیدار رام سنگھ چودھری اُس کا رشتے دار ہے اور وہ دہلی میں ہے۔

"وہ میری تلاش میں ہے، اس کا مجھے بھی پتہ چل گیا ہے۔" جگت نے بنیادی بات جا خاطر کہا۔ "مگر رنبیر اس طرح ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے؟"

"کیوں؟ رام سنگھ کو یہاں بلانے کے لئے اُس نے خط لکھا ہے۔ یہ جاننے کے لئے م اُسے خوب پلائی۔ وہ بکتا رہا کہ رام سنگھ چاچا کے آنے کے بعد پانچ ہزار کے۔ پھر چھاؤ خیرات کا نہیں کھاؤں گا۔ خدا دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔"

"ہوں...!" جگت کے جبڑے سخت ہو گئے۔ "میں اُسے چھپر پھاڑ کر نہیں، سینہ پھاڑ کر بخشوں گا۔" جگت کچھ دیر سوچ میں گم ہو گیا۔ پروگرام طے ہو گیا تو وہ بولا۔ "ہوشیار! ہمارے ایک فالتو رائفل ہے، یہ تم فروخت کر دو! اس کے پیسے سے ایک اچھی گھوڑی خریدیں گے

تو اس کو بھی لے آؤ! ہم آج شام ہی کام نمٹا کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

"کہاں جائیں گے؟"

"یہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" جگت اب جوش میں آ گیا۔ "پنج کوریا کے قریب کا دیہ گاؤں ہے۔ وہاں چھپنے کے لئے چنا سنگھ نے ٹھکانہ تلاش کر لیا ہے۔ میں کل رات وہ جگہ بھی دیکھ آیا۔" رائفل صاف کرتے ہوئے جگا نے کہا۔ "پھر شروع ہو جائیں۔"

ہوشیار نے کھانا کھایا اور رائفل لے کر چلا گیا۔ رنبیر کو ختم کرنے کا جگت نے پلان بنا لیا۔ ہوشیار کو چھاؤنی بھیج کر کسی بہانے رنبیر سنگھ کو باہر بلانے کے بعد کسی تنہا جگہ لے جا کر شوٹ کر دینا۔ مگر اکیلے کو ہی کیوں؟ سوہن سنگھ کا رشتے دار بھی تو ہے۔ اُسے بھی ختم کرنا ضروری تھا۔ یہ ممکن ہے کہ رنبیر سنگھ نے اُسے بھی اب تک یہ بات بتا دی ہو اور وہ رام سنگھ چودھری کو بتا دے۔ ویسے بھی سوہن سنگھ کا رشتے دار اُس کا دشمن ہوتا تھا۔ "ایک کی جگہ دو قتل......!" رائفل کی نال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔ "ایک کے ساتھ دوسرے کو بھی شوٹ کیا جا سکتا ہے......!"

O

رائفل لے کر گیا ہوا ہوشیار شام کو لوٹا۔ "گھوڑی لے آیا؟" جگت پوچھنا چاہتا تھا مگر ہوشیار کے تعاقب میں دو جوانوں کو اُس نے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ "ست سری اکال" کی بلند آواز سنائی دی۔ جگت پہچان گیا۔

"ارے کرتارا تم؟" یہ کہہ کر وہ ایک جوان سے لپٹ گیا۔ "ہوشیار! یہ تمہیں کہاں ٹکرایا؟"

"ہماری رائفل کا یہی گاہک نکل آیا۔" ہوشیار نے صافہ دور پھینک کر کہا۔ "مجھے کسی صورت میں لڑائی خریدنے نہ دی۔"

"رائفل کی قیمت میں بوتل سے ادا کروں گا۔" یہ کہتے ہوئے کرتارا نے جیب سے ایک بوتل نکالی۔ "تم ہمارے مہمان ہو لہٰذا آج محفل جمائی جائے۔" جگت کرتارا کے ضدی پن سے واقف تھا۔ شراب کے سلسلے میں انکار کرنے پر وہ جھگڑا کرنے سے بھی نہ چوکتا۔ اُسے برا لگ جاتا۔ ایک دو سال پہلے وہ شیخوپورہ آیا تھا تو جگت نے اُسی کی معرفت اسلحہ خریدا تھا۔ کچھ سال ملٹری میں رہا کرتارا سنگھ گھر کا بیٹھا تھا۔ باپ کی بہت ساری زمین تھی پھر بھی کچھ کارنامہ کر گزارنے کی اُسے عادت تھی۔

"تمہیں رائفل کی کیا ضرورت پڑ گئی کرتارا؟" جگت کو تجسس ہوا۔ "میری طرح ڈکیتی شروع کر دی ہے؟" شراب کی بوتل کا کارک اُڑا کر جام بھرتا ہوا کرتارا مسکرایا۔

"جگت! اپنے دوست سے تعارف کرانا بھول گیا۔" تو جگت کو یاد آیا کہ کرتارا کے ساتھ آیا ہوا جوان اُسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں غضب کا طوفان کروٹیں لے رہا تھا۔ بیس تیس سال کی عمر۔ پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر کر وہ جگت کے سامنے ہنسا۔

"یہ زخمی ہے۔" کرتارا نے جگت کے ہاتھ میں پیالہ دیتے ہوئے کہا۔ "سچا سنگھ زخمی۔ آج کل یہاں اس کا بول بالا ہے۔" نوجوان نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔ جگت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ پہلی بار اُس کا نام سن رہا تھا۔ وہ یہ بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ کس کا زخمی؟ عشق کا؟ اُس نے سوچا۔ اس کے

علاوہ دوسری گنجائش نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر پہلی ملاقات تھی اس لئے وہ خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد نے بات بدل کر پوچھا۔

"شاعر معلوم ہوتے ہو۔"

"معلوم ہوتے ہیں؟" کرتارا شراب کا جام گٹکا کر بولا۔ "ارے شاعر ہے۔ مگر قلم کی جگہ اٹھالی ہے۔ جان جوکھوں میں ڈال کر انسانوں کی حفاظت کر رہا ہے۔" جگت اُس کی طرف لگا اُس کی بھیگی بھیگی آنکھیں جگت کو پسند آئیں۔ "نئی ٹولی جمانے میں یہ نوجوان بڑا کام آئے" دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ مگر کرتارا بولا۔ "تمہاری رائفل اسی کے لئے خریدی ہے۔ پھر تمہا سنا تو اس نے ضد کی کہ تمہیں دیکھے گا۔"

"رائفل چلانی آتی ہے؟" جگت پوچھ بیٹھا اور کرتارا قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ جگت جھینپ کرتارا بری طرح قہقہے لگاتا رہا۔

"ارے جگا! نشانے بازی میں تو اس نے اچھے اچھوں کو مات کر دیا ہے۔ ملٹری میں کارنامے کئے ہیں۔" پھر زخمی کی جانب دیکھ کر مزید بولا۔ "ارے یار! تم بھی کچھ بولو۔ مجھے تک تمہاری تعریف کرنی پڑے گی؟"

سچا سنگھ مسکرایا۔ چھندری داڑھی پر انگلیاں پھیر کر بھوری آنکھیں جھپکاتا ہوا بولا۔ "جگت مہاجروں کی ایک گاڑی آج رات امرتسر سے روانہ ہونے والی ہے پاکستان جانے کے لئے یہ کہہ کر وہ کچھ دیر رکا۔ "اس سے پہلے کہ وہ سرحد پار کریں، راستے میں......"

"اُسے اُڑا دینا چاہئے۔ یہی کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں...." وہ دانت پیس کر بولا۔ "ہم تمام مسافروں کو قتل کر دیں گے...." شراب کا اب جگت کو کڑوا محسوس ہوا۔ آج کل ہر جگہ یہی ہوا چل رہی ہے۔ بحث سے فائدہ بھی کیا تھا؟

"مجھے اس میں دلچسپی نہیں ہے۔" جگت نے چند لفظوں میں کہا۔ مگر کرتارا اور سچا اس سے چونکے۔ زخمی اُسے گھور رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ "ڈاکو ہو اور مہاتما گاندھی جیسی بات کرتے ہو

"زخمی! کہیں ڈاکہ ڈالنا ہو تو مجھے بتانا۔" جگت نے مطلب کی بات کی۔ "قتل سے ہم اختلاف نہیں مگر اس کی وجہ دشمنی ہونی چاہئے۔" پھر کرتارا سے بولا۔ "ابھی دو دشمن ختم کر۔ اور تم آ گئے۔"

"تمہارے دشمن میں ماروں گا جگت سنگھ!" زخمی جوش میں بولا۔ "تم گاڑی کاٹنے میں ساتھ دو!"

"میرے سامنے پھر یہ بات نہ کرنا!" جگت کی آواز میں اب کچھ سختی تھی۔ "دشمن کو اپنے مارنے میں اور مزہ آتا ہے۔ جگا میں ابھی اتنی طاقت ہے۔" یہ کہہ کر جگت نے کرتے کی آ چڑھائیں۔ کرتارا نے محسوس کیا کہ بات بڑھ جائے گی اور جھگڑا ہو جائے گا۔

"ختم کرو یارو۔ بول جگا! گھوڑی دوں یا جیپ چلے گی؟"

"جیپ کو کہاں سنبھالوں گا؟"

"تمہیں رکھنے کے لئے تھوڑی دے رہا ہوں؟ کام نمٹا کر واپس دے دینا۔"

"قتل کر کے مجھے دو ایک ڈاکے ڈالنے ہیں۔ ہم تو یہاں خالی ہاتھ آئے ہیں۔" شراب کی بوتلیں خالی ہو چکی تھیں۔ سچا سنگھ جانے کے لئے پہلو بدل رہا تھا۔ کرتارا نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"اچھا...... ہم جا رہے ہیں۔ کل دوپہر تک تمہیں جیپ مل جائے گی۔ چابی میں خود دے جاؤں گا۔" جگت اور ہوشیار کرتارا سے گلے ملے۔ زخمی نے صرف مصافحہ کیا۔ جدا ہوتے ہوئے دونوں کی خواہش تھی کہ اب نہیں ملیں گے۔ مگر دونوں میں سے کسی کو یہ خبر نہیں تھی کہ کیسے عجیب حالات میں ان کی پھر ملاقات ہو گی...... جاتے ہوئے کرتارا کو یاد آیا۔ "جگا! اب تک ہمارے علاقے میں ایک ڈاکو کا راج تھا...... گنگا کا۔ اب تم دوسرے ہو۔" پھر آہستہ سے بولا۔ "مگر خیال رکھنا! گنگا بڑا خطرناک ہے۔ مدتوں سے پولیس کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔ اُس کی جھڑپ میں نہ آنا......" جگت لاپرواہی سے ہنسا۔

"تم فکر نہ کرو! ایک ڈاکو دوسرے ڈاکو سے نہیں ڈرتا۔ گنگا کا نام تو میں نے بھی سنا ہے۔ ملاقات کا موقع ضائع نہیں کروں گا۔" کرتارا اور زخمی چلے گئے تو ہوشیار نے کہا۔

"جگت! ہم ٹھکانہ بدل ڈالیں۔ وہ جوان تمہیں کس طرح گھور رہا تھا؟ تم نے ساتھ نہیں دیا، ناممکن ہے......"

"نہیں ہوشیار! سچا سنگھ ایسا نہیں ہے۔ آدمی دلیر ہے۔ مگر اس وقت ذہن میں قومی عصبیت کا زہر سرایت کر گیا ہے۔ اُسے اُس کے راستے جانے دو!"

قتل میں دیر ہوئی اس کا جگت کو افسوس تھا۔ رام سنگھ چودھری سے رنبیر کی ملاقات نہیں ہوئی ہے، نہیں تو بازی اُلٹ جائے گی۔ جگت کی رام سنگھ سے بہت پرانی دشمنی تھی۔ پہلی بار جگت پولیس کے حوالے ہوا تھا تو اُسے ختم کرنے کے سلسلے میں ارجن سنگھ کا ساتھ اُسی رام سنگھ نے دیا تھا۔ جس نے ارجن سنگھ کو گولی مار کر جگت کو چھڑایا تو رام سنگھ بڑ مار رہا تھا۔ "میں اُن ڈاکوؤں کو ختم کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ایک ایک کے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالوں گا......!"

جگت یہاں اپنے قدم جما لے تب تک وہ رام سنگھ کو ہوا نہیں لگنے دینا چاہتا تھا۔ اُس کے باپو کو بھی مل میں نوکری کرنی تھی۔ رتیا کی زمین کے بدلے سرکاری زمین لینی تھی۔ رام سنگھ ہر کام میں رکاوٹ بن کر پریشان کر سکتا تھا۔

"ہوشیار! کل دوپہر ہم اُن دونوں کو ٹھکانے لگا دیں گے۔" جگت اچانک سوچتے سوچتے چونکا، پھر بولا۔ "کرتارا کی جیپ نہ آئے تو بھی وقت ضائع نہیں کرنا ہے۔" پھر کچھ سوچ کر کہا۔ "میری خواہش ہے کہ چندن کو بھی ساتھ لے جاؤں۔ پھر کوئی مسئلہ نہیں۔" ہوشیار کی پلکوں پر نشے کا بوجھ اتر آ رہا تھا۔

"جگت! ہمیں جلدی کہیں ہاتھ مارنا پڑے گا۔ جیب خالی ہو رہی ہے۔"

جگت ہنسا۔ پیسے کی کمی اُنہوں نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ ملک بدل گیا ہے اس لئے ہوشیار کو فکر ہو رہی تھی۔ اُسے اس وقت بچن یاد آ گیا۔ "کیا اب کبھی اس سے ملاقات نہیں ہو گی؟" وہ پوچھنے لگا۔

○○○

چندن کور، جگت کے برہنہ سینے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ کئی دن بعد شوہر کا قرب نصیب ہوا تھا اور سوچ رہی تھی کہ اب وہ اُسے جانے نہیں دے گی چاہے اس کے لئے اُسے کتنے ہی مصائب کا سا کرنا پڑے۔ متحرک ہاتھ آہستہ آہستہ جگت کی گردن میں تعویذ کو چھونے لگا۔ دل کو ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ الور میں ملاقات کے دوران اُس نے جگت کی گردن سے خاموشی کے ساتھ تعویذ اُتا لیا تھا۔ اُسے یاد آیا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے جگت نے چندن کور کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"چندن! جب میں آخری بار گرفتار ہوا تھا تم مجھے بڑی صفائی سے تعویذ واپس کر گئی تھیں۔"

چندن کور کا دل دھڑکنے لگا۔ "موقع ہے تو سچ بات کہہ دُوں......" وہ سوچنے لگی۔ مگر الفاظ زبا پر آنے سے پیشتر آنکھوں نے آنسو چھلکا دیئے۔ جگت نے پلکیں کھول دیں۔

"تم رو رہی ہو؟" وہ آہستگی سے اُس کے رُخسار پر کھردری ہتھیلی پھیرتا ہوا بولا۔ "ڈاکو۔ شادی کر کے اب پچھتا رہی ہو؟" چندن نے شوہر کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے آگے کچھ بولنے۔ روک دیا۔ وہ جگت کے مضبوط سینے پر سر رکھ کر بولی۔

"ہاں...... پچھتاوا ہو رہا ہے۔" پھر کچھ رُک کر بولی۔ "مگر دوسری غلطی کے لئے۔ آپ گردن سے میں نے تعویذ اُتار لیا تھا۔ دوسرے دن آپ گرفتار ہو گئے تو میرے ضمیر نے ملا کی۔ دراصل بات یہ تھی کہ ماں جی محسوس کر رہی تھیں کہ تعویذ کی وجہ سے آپ کا دماغ گھوم گیا ہے۔ مگر میں سمجھ گئی کہ ویرو نے آپ کو سچے دل سے تعویذ دیا تھا۔"

"یہی وجہ تھی کہ تم ملاقات کے بہانے تھانے میں تعویذ لوٹانے آئی تھیں؟ کیوں؟" جگت اُس کے رُخسار پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔ "تم بڑی چالاک ہوتی جا رہی ہو۔" دونوں تھوڑی خاموش رہے، پھر جگت نے بات شروع کی۔ "چندن! تمہیں کل تیار رہنا ہے۔ شام کو ہمیں یہا سے جانا ہے۔"

چندن نے جھٹکے سے سر اُٹھا لیا۔ "کل ہی......؟" ساس سسر کو چھوڑنے کا خیال اُسے بے؟ کر رہا تھا۔ "اتنی جلدی کیا ہے؟" جگت جانتا تھا کہ چندن کو دُکھ ہوگا۔

"یہاں رہ کر میں ماں جی اور باپو کو تکلیف میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا۔" پھر آہستگی سے بو "تمہارا دل نہ مانتا ہو تو میں اکیلا......"

"نہیں، نہیں، نہیں...... میں آپ کو اکیلے نہیں جانے دُوں گی۔" چندن جلدی سے بولی۔ جی کو میں منا لوں گی۔ مگر...... ہمیں جانا کہاں ہے؟" جگت نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ تر کے فرار ہونے کے بارے میں وہ چندن کور کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"سورج ڈوبتے وقت عقبی دروازے پر تم تیار کھڑی رہو گی۔"

"اس کا مطلب ہے آپ ماں جی سے ملے بغیر باہر سے ہی چلے جائیں گے؟" چندن کو خوف محسوس ہوا۔

"یہی کرنا پڑے گا۔" جگت نے آہ بھری۔ "ملنے آؤں گا تو اُنہیں دُکھ ہوگا۔ تم کہہ دینا کہ کچھ دن بعد اُنہیں چہرہ دکھا جاؤں گا۔"...... پھر دونوں خاموش ہو گئے۔

باورچی خانے کی دیوار کے دوسری طرف کمرے میں پہلو بدلتی ہوئی ماں جی جگت کے باپو سے کہہ رہی تھیں۔ "سفارش کر کے جگت کو مل میں کام پر لگا دو! بیکار ہوگا تو پھر کوئی مصیبت کھڑی کر لے گا۔" دو چار دن میں وہ کئی بار یہ بات دُہرا چکی تھیں۔ سوہن سنگھ کو بھی یہی فکر تھی۔

"دو چار دن ٹھہر جاؤ...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ماں جی نے ٹھنڈی سانس کھینچی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" یہ الفاظ اُنہیں پھیکے معلوم ہوتے تھے۔

○

"جگت! جیپ آ گئی۔" ہوٹل پہنچتے ہی ہوشیار نے خبر دی۔ "کرتارا کچھ کارتوس بھی دے گیا ہے۔" جگت نے دو نالی بندوق میں کارتوس بھر لئے۔ اُسے گھر سے نکلنے میں دیر ہو گئی تھی۔ شاید ماں جی کو کچھ شک ہو گیا تھا، وہ کہہ رہی تھیں۔

"آج باہر نہ جاؤ! تمہارے باپو شام کو مل کے منیجر سے بات کریں گے۔ تمہیں رات کی شفٹ میں کام مل جائے گا۔" اُس نے بہانے بنائے، مگر ماں ٹس سے مس نہ ہوئی تو اُسے کہنا پڑا۔

"ماں! مجھے مل میں مزدوری نہیں کرنی۔ میں باہر دوسرا کام تلاش کر لوں گا۔"

"میں جانتی ہوں...... تمہیں کام نہیں کرنا۔" ماں جی نے ناراض ہو کر کہا۔ "لوٹ کھسوٹ کرنے کے علاوہ تمہیں آتا بھی کیا ہے؟ مگر کہے دیتی ہوں کہ تمہارے یہ دھندے نہیں چلیں گے۔ پکڑے گئے تو پھر" اتنا کہہ کر اُن کا گلا رندھ گیا۔

"پھر کیا؟ میں پھانسی پا جاؤں گا، یہی کہنا چاہتی ہو؟" جگت کا دماغ سنک گیا۔ "میرے کئے کی سزا ملے گی۔ تم کو کچھ نہیں ہوتا۔" ماں جی آنکھیں پھاڑے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔ ماں کی ممتا غصے میں بدل گئی۔

"تمہارے کئے کی تم سزا بھگتو یہ بعد کی بات ہے...... فی الحال تو ہم دُکھی ہو رہے ہیں۔" پھر وہ کیا کیا بول گئیں اس کا اُنہیں ہوش نہیں رہا۔ "پھانسی پا جاتا تو ہمارا بھی چھٹکارا ہو جاتا۔"

چندن کور کو ساس کے الفاظ سے بہت دُکھ ہوا۔ جگت گھر سے باہر چلا گیا۔ جاتے ہوئے اُس نے دیکھا ماں جی دیوار سے سر ٹکرا کر رو رہی تھیں......!

ہوشیار نے جیپ اسٹارٹ کی۔ سورج مغرب کی جانب جھک رہا تھا۔ جگت کو اُداس دیکھ کر اُس نے پوچھا۔ "کیوں...... بھابھی نے ساتھ آنے کو منع کر دیا؟"

"نہیں...... وہ تو آنے والی ہے۔" جگت نے حلق کا تھوک نگل کر کہا۔ "مگر ماں جی قدم قدم پر رکاوٹ کھڑی کر رہی ہیں۔"

جیپ چھاؤنی سے کچھ دُور کھڑی رہی۔ "ہوشیار! اُن دونوں کو تم باہر لے آؤ۔ اُن کو ذرا آگے لے جانا۔ پھر میں جیپ لے کر آؤں گا۔"

ہوشیار پندرہ منٹ بعد اکیلا واپس آیا۔ جگت بے چین ہو گیا۔ "کیوں..... کیا ہوا؟"

"ابھی چھاؤنی میں مہاجروں کو کپڑا تقسیم کیا جا رہا ہے۔ وہ دونوں قطار میں کھڑے ہیں" ہوشیار نے ہونٹ کاٹ کر کہا۔ "سالے مفت کا مال چھوڑ کر باہر نہیں آئیں گے۔"

"چلو! جیپ میں بیٹھ جاؤ۔" جگت نے فوراً دوسرا منصوبہ تیار کر لیا۔ "ہم چھاؤنی کے گرد لگائیں گے۔" میدان کے گرد دیوار بنی ہوئی تھی۔ اس کے برابر دونوں نے چکر لگایا۔ "ذرا جیپ کھڑی رکھو!" یہ کہہ کر جگت جیپ سے نیچے کود گیا۔ دیوار کے قریب ایک درخت تھا اُس کی آڑ؛ اُوپر چڑھ کر اُس نے اندر دیکھا۔ لوگ قطار میں کھڑے نظر آئے۔

"ہوشیار! میری بندوق لے آؤ! یہاں سے فائر کرنے کا اچھا موقع ہے۔" قطار میں کھڑے ہوئے رنبیر اور اُس کا ساتھی لالچی نظروں سے مفت دیئے جانے والے کپڑوں کو دیکھ رہے تھے تا کپڑا ملے تو اسے باہر فروخت کر کے شراب پی سکیں۔ ہوشیار، جگت کے برابر جا کر کھڑا رہا۔

"جگت! اب ان کی باری آنے میں دیر نہیں۔ ذرا جلدی کرو!" ہوشیار نے کہا۔

جگت نشانہ لینے لگا۔ "تم آگے پیچھے دیکھتے رہو! ہمیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟"

وہ دونوں قطار میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جگت نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دونوں کھڑے ہوئے ہیں اس لئے ٹھیک نشانہ رہے گا۔ اس سے پہلے کہ کوئی درمیان میں آئے ٹریگر دبا دیتا ہوں۔" درخت پر بیٹھا ہوا ایک کوا آسمان کی جانب پرواز کر گیا۔ دو دھماکے ہوئے۔ آواز ہونے سے پہلے دونوں گولیاں نشانے پر لگ چکی تھیں..... شور ہو گیا۔ "بھاگو..... بھاگو....." آوازیں آنے لگیں۔ جگت اور ہوشیار لمحے بھر میں جیپ میں سوار ہو گئے۔ انجن کے شور کے درمیان جگت کہہ رہا تھا۔ "مل کی جانب.....!" جیپ سرسراتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ پولیس کی سیٹیوں کی آوازوں سے ماحول میں سنسنی پھیل گئی۔

آج صبح لاہور جاتی ہوئی گاڑی کٹی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کا انتقام لینے کے گولیاں چلائی ہیں۔ لوگ یہی سوچ رہے تھے۔ رنبیر کی رُوح فوراً نکل چکی تھی مگر موہن سنگھ کار دار پانی مانگنے تک زندہ رہا۔ دو گھونٹ حلق سے نیچے اُتارنے کے بعد اُس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں۔ وہ اپنے اُوپر جھکے ہوئے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔ گھومتی ہوئی نظر ایک چہرے پر جم گئی۔ وہ جگت کے تایا تھے..... خون میں لت پت شانہ پکڑے، ہانپتے سینے سے بمشکل وہ بول سکا۔ "جگا.....!" ہچکی لے کر گردن ڈال دی۔

"بے چارہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بول نہیں سکا۔" کسی نے افسوس کیا۔ جگت کے تایا مجمع سے ہٹ گئے۔ وہ سب کچھ سمجھ چکے تھے۔ مرنے والے سے جگت کی دشمنی سے وہ واقف تھے۔ وہ سوچ رہے تھے انہوں نے جو کچھ سنا ہے، وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اچھا ہے۔ انہیں جگت پر کچھ غصہ بھی آیا۔ "آتے ہی پھر شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے بھی پریشان ہوں گے۔" وہ سوچنے لگے قتل کا بیج نامہ بنو رہا تھا، تب جگت کے تایا چھاؤنی سے باہر نکل کر تیزی سے مل کی طرف جا رہے تھے۔ "سوہن سنگھ کو خبر دے آؤں۔ اس سے پہلے کہ پولیس آئے اسے ہوشیار کر دوں۔"

○

"کیوں..... تم خاموش کیوں ہو چندن؟" جیپ میں بیٹھنے کے بعد بہت دیر تک چندن خاموش رہی تو جگت نے پوچھا۔ "آتے وقت ماں جی نے تو کچھ نہیں کہا؟"

"اُنہوں نے دُعائیں دیں۔" چندن راستے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کہنے لگیں اتنے سال تم نے ہماری خدمت کی اب اس کے ساتھ رہ کر اُسے صحیح راستے پر لگانا۔"

"اس کا مطلب ہے تم مجھے ٹھیک کرنے آئی ہو؟" جگت نے مذاق کیا، مگر چندن ہنس نہ سکی۔ ساس سسر کو چھوڑ کر اُس کا دل دُکھ رہا تھا۔

"صحیح یا غلط کرنا تقدیر کے ہاتھ میں ہے۔ میں تو آپ کے ساتھ جب تک زندگی ہے، جینے کو آئی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ سنجیدہ ہو گئی۔

ہوشیار جیپ چلا رہا تھا۔ چندن کور کے الفاظ میں چھپا ہوا درد اُس نے محسوس کر لیا۔ جگت کو یہ خاموشی گراں گزرنے لگی۔ "ہوشیار! تمہاری بھابھی کے ہاتھ کی روٹی کھانے کے بعد باہر کھانے کی عادت چھوٹ جائے گی۔"

"مجھے تو ابھی سے بھوک لگی ہے۔" ہوشیار کی زبان چلنے لگی۔ "چنا سنگھ نے اگر ساری تیاری کر لی ہو تو پھر آج سے بھابھی کے ہاتھ کا پکایا کھانا مل جائے گا۔"

چندن چونکی۔ چنا سنگھ کا نام اُس نے پہلے بھی سنا تھا۔ پھر یاد آیا وہ مل والا چنا سنگھ ہی ہو گا۔ وہ گھر آتا جاتا رہتا تھا۔ ساس نے بھی اُس کی توجہ اس جانب دلائی تھی۔ وہ لڑکا جگت سے سرگوشیاں کرتا رہتا ہے، وہ ضرور جگت سے کوئی غلط کام کرائے گا۔

"یہ جیپ کس کی لے آئے ہیں؟" چندن نے پوچھا۔ چندن کے سوال پر جگت مسکرایا۔

"ہے ایک دوست کی۔ کچھ دن استعمال کرنے کے لئے ملی ہے۔"

بہت زیادہ پوچھ گچھ کر کے سر کھانے کی چندن کی عادت نہیں تھی۔ وہ اتنا سمجھتی تھی کہ غلط وقت پر کہی ہوئی سچی بات بھی غلط ماحول پیدا کر دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ چنا سنگھ والی بات نگل گئی۔ اسے بہت سنبھل کر جگت کے ساتھ رہنا تھا۔ یہ تو ابھی ابتداء تھی۔

○

کادیہ گاؤں میں "نیا گھر" بنانے کی تیسری شب جگت پہلا ڈاکہ ڈالنے کے لئے روانہ ہوا۔ آج کل چالیس پچاس کے گروہ کے ساتھ بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے والے جگا ڈاکو کے لئے یہ ڈاکہ عجیب سا تھا۔ اُس کے ساتھ ہوشیار اور چنا سنگھ صرف دو ساتھی تھے۔ اور دو تین ہزار سے زیادہ ملنے کی توقع نہیں تھی۔ بے چارہ چنا سنگھ اونچا نیچا ہو رہا تھا۔

"جگت سنگھ! ہمیں سنبھلنا پڑے گا۔ یہ رائفل آپ صرف ڈرانے کی حد تک رکھنا بھائی صاحب! ہم قتل نہیں کرنا۔ اس لئے تو میں آسان ٹھکانہ تلاش کر کے آیا ہوں۔"

اُسے خبر نہیں تھی کہ وہ کس کے ساتھ ڈاکہ ڈالنے جا رہا ہے۔ جگت اور ہوشیار نے اپنی اصلیت اس لئے چھپائی تھی کہ ابھی اس پر پورا اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنا کو اُنہوں نے یہ سمجھایا تھا کہ کچھ دن وہ ملٹری میں رہ چکے ہیں اس لئے وہ رائفل کے بغیر کام نہیں کر سکتے۔ چنا سنگھ نے ٹھکانہ بھی خوب تلاش کیا تھا۔ کرتار پورہ گاؤں کے ایک جوہری کا کسی عورت سے معاشقہ تھا۔ روزانہ نصف

شب کو وہ عورت جوہری کے گھر آتی اور سحر کے وقت چلی جاتی تھی۔ چنا سنگھ جب یہ خبر لے آیا تو جگت نے اُسے یقین کرنے کے لئے اگلی رات کرتار پور بھیجا۔

"تم جوہری کے گھر کے سامنے چھپے رہو گے۔ یہ معلوم کرو گے کہ وہ عورت کس طرح گھر میں داخل ہوتی ہے؟" سحر کے وقت چنا واپس لوٹا۔

"میرے یار نے پورا انتظام رکھا ہے۔ پچھلے دروازے سے عورت کو اندر داخل کرتا ہے۔"

"پھر آج رات عورت کی بجائے ہم اُس گھر میں داخل ہوں گے۔" جگت نے ہوشیار کو آنکھ مار کر کہا۔ "عشق کرنے کا جرمانہ وصول کریں گے۔"

کرتار پورہ پہنچنے تک رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ جیپ گاؤں کے باہر چھپائی تھی۔ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تینوں نے دل ہی دل میں دُعا مانگی۔ نئے ملک میں یہ پہلا ڈاکہ تھا۔ گلیوں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہوشیار نے دونالی بندوق شانے پر رکھی تھی۔ جگت کے پاس گن تھی۔ چنا سنگھ کے پاس کرپان تھی۔ وہ جوہری کی گلی میں داخل ہوئے تو چنا نے دُور سے گھر بتایا۔

"سامنے فانوس والا کھمبا ہے۔ وہی دروازہ ہے۔"

"ہوشیار! تم یہاں رہو۔ ہم دونوں کام نمٹا کر آتے ہیں۔" یہ کہہ کر جگت چنا کے ساتھ آگے بڑھا۔ اندر سب کچھ سنسان تھا۔ دروازے کی ایک جانب چنا کھڑا تھا۔ جگت نے دستک دی۔ ایک بار جواب نہیں ملا۔ پھر دوسری بار دروازہ زور سے کھٹکھٹایا۔

"کون ہے......؟" بہت مدھم آواز سنائی دی۔ جگت نے ناک پر اُنگلی رکھ کر چنا کو اشارہ کیا۔ پھر اندر سے پوچھا گیا۔ "کون ہے......؟" جگت کو یہ اندازہ نہیں تھا، نہ ہی چنا نے ایسا کبھی دیکھا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ دستک دیتے ہی کھڑکی کھل جائے گی۔ جوہری کو شک ہو گیا تو چیخ کر ہنگامہ کر دے گا۔

"کیا آج وہ عورت آنے والی نہیں تھی؟ یا پھر کھڑکی پر دستک دینے کا اُس کا الگ انداز تھا؟" جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ مگر اب گھبرانے کی بجائے دماغ سے کام لینا تھا۔ وہ عورت جیسی باریک آواز میں بولا۔

"میں ہوں...... جلدی سے کھولیں!" اندر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جگت دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر دروازے کی زنجیر کھولنے کی آواز آئی۔

"تم تو آج آنے والی نہیں تھیں؟" جوہری نے دھیمی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے باہر جھانکا۔ چیتے کی سی پھرتی سے جگت نے زوردار پنجہ جوہری کی گردن پر مارا۔ وہ گھبرا کر سر اندر کر لینا چاہتا تھا مگر جگت نے گردن کی رگ دبا دی۔ جوہری نے چیخنے کے لئے منہ کھولا مگر آواز حلق میں پھنس گئی۔ چنا نے اُس کا منہ بند کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا، اُسے موقع مل گیا۔ اُس نے چنا کی کلائی پر دانت گاڑ دیئے۔ جگت نے محسوس کیا چنا گھبرا گیا ہے۔

"میرا ہاتھ چھڑاؤ! سالا کاٹ رہا ہے۔" ایسا کہتے ہوئے اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ جگت آگے آ گیا۔ چنا کی کمر پر لٹکتی کرپان پر اُس کی نظر گئی۔ ایک ہاتھ سے جوہری کی گردن دباتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اُس نے کرپان نکالی۔ کرپان کی دھار اندھیرے میں چمکی۔

"بے وقوف کاٹ رہا ہے؟" یہ کہتے ہوئے جگت نے کرپان اُس کے جبڑے میں گھسیڑ دی۔ ایک ہنکار سے جوہری کا منہ پورا کھل گیا۔ چنا کا ہاتھ اُس کے دانتوں کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ جگت نے کرپال نکال لی۔ جوہری کے جبڑے سے خون بہنے لگا، یہ دیکھ کر جوہری بیہوش ہو گیا۔ دروازے سے جگت اندر داخل ہوا۔ تجوری کی چابی تلاش کرنے میں کچھ وقت خراب ہوا، آخر بستر کے نیچے چابی مل گئی۔ کیش رقم کم تھی مگر سونا بہت ملا۔ چنا تھوڑی دیر کے بعد جوہری کے پھٹتے سینے کو دیکھ رہا تھا۔ جگت کو غصہ آ گیا۔

"ارے اس کی فکر کہاں کر رہا ہے؟ یہ بیوقوف نہیں مرے گا۔ چل جلدی کر!" دونوں مال لے کر باہر آئے۔ ہوشیار بندوق تھام کر اُن کا انتظار کر رہا تھا۔

"اُس کی آواز یہاں تک سنائی دی تھی۔ جلدی کرو!"

گلی پار کرتے ہی "چور چور...... پکڑو پکڑو" کی آوازیں آنے لگیں۔ چنا گھبرایا۔ جگت نے ہوشیار سے کہا۔ "رائفل سے فائر نہ کرنا۔ ہم جلد ہی جیپ تک پہنچ جائیں گے۔"

پندرہ بیس آدمیوں کا گروہ پیچھے دوڑ رہا تھا۔ کسی نے ایک پتھر بھی پھینکا مگر جگت نے پرواہ نہیں کی۔ جلد ہی وہ جیپ تک پہنچ گئے۔ ہوشیار نے انجن سٹارٹ کر دیا۔ وہ گروہ اب دس گز کے فاصلے تک پہنچ چکا تھا۔ جیپ حرکت میں آ گئی اور دس منٹ میں دُور نکل گئی۔ چنا نے اطمینان کی سانس لی۔ "میری جان آدھی ہو گئی تھی......"

"ابھی نئے نئے ہو اس لئے گھبرا رہے ہو۔" جگت نے کہا۔ چنا چونک کر اُسے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو اگر میں نیا ہوں تو تم لوگ......؟ جگت نے اُس کی توجہ ہٹانے کے لئے کہا۔ "اندازے سے زیادہ مال ملا ہے۔" مگر چنا ابھی تک جگت کو دیکھ رہا تھا۔ ضرور اس شخص کے پیچھے کوئی بڑا راز ہے۔ کس لاپرواہی سے اس نے جوہری کے جبڑے میں کرپان گھسیڑ دی تھی۔ اُس کا ہاتھ تک نہیں کانپا تھا......! چنا سنگھ سوچ رہا تھا۔

○

رام سنگھ چودھری گھنٹہ بھر لیٹ رہا۔ امرتسر پہنچا تو اُس وقت تک رنبیر سنگھ کی لاش جل چکی تھی۔ راستے امرتسر آتے ہوئے اُس نے کئی بار رنبیر سنگھ کے خط کو پڑھا تھا۔

"جگا یہاں آیا ہے۔ ایک بار چھاؤنی میں دیکھا ہے۔ تم یہاں آؤ، تب تک میں اُس کا صحیح پتہ معلوم کر لوں گا۔" پھر آخری جملوں میں لکھا تھا۔ "جگا کے سر کا انعام اب بھی جاری ہو گا؟ وہ بھی معلوم کر کے آنا۔ بات چھپا کر رکھنا!" سچ بات تو یہ تھی کہ آخری جملے نے اُسے آنے میں دیر کر دی۔ شاید جگا کو گرفتار کرنے کی تیاری سوچ سمجھ کر کرنی تھی۔ دو مہاجروں کو کس نے اور کیوں قتل کیا؟ یہ ابھی امرتسر کی پولیس حل نہیں کر سکی تھی۔ وہاں رام سنگھ چودھری نے رنبیر کا خط دکھایا۔

"دونوں قتل جگا نے کئے ہیں۔ اس کا یہ ثبوت ہے۔"

"جگا......؟" پولیس چیف پورن سنگھ چونک گئے۔

"یہ نام اس کیس میں کہاں آیا تھا؟ کس کی زبان سے نکلا تھا؟" پھر پنج تا ے کے کاغذات پر نگاہ ڈالی۔ "ارے ہاں! مقتول کی زبان سے آخری لمحے یہ نام سنا گیا تھا۔ تب یہی سوچا گیا تھا کہ

بیچارے نے بیٹے کو یاد کیا ہے۔"

"بیٹے کو نہیں، دشمن کو یاد کیا تھا۔" رام سنگھ چودھری نے دانت پیسے۔ "وہ اجیت سنگھ موہن کا قریبی رشتے دار تھا۔ اُن کے ساتھ جگا کے باپ دادا کے وقت کی دشمنی تھی۔ اسی کی وجہ سے وہ بنا۔"

"مگر اُس نے رنبیر کو نشانہ کیوں بنایا۔" پورن سنگھ مطلب کی بات پر آ گئے۔ "اجیت سے ز اُسے رنبیر سے دشمنی ہوگی۔"

"رنبیر میرا دور کا رشتہ دار تھا۔" رام سنگھ نے آواز میں نرمی پیدا کر کے کہا۔ "اور وہ موہن کا دوست بھی تھا۔ جگا کو گرفتار کرانے کے لئے اُس نے مجھے فوراً اطلاع بھیجی۔" پھر آہ بھر کر بولا "مجھے پہنچنے میں ایک دن دیر ہو گئی۔ ورنہ......"

"میں جگا کو گرفتار کر لیتا۔" وہ کہنے جا رہا تھا کہ اسی لمحے پورن سنگھ کا ماتحت سلیوٹ کر کے ہو گیا۔ "صاحب! کرتارپور سے ڈاکے کی خبر ملی ہے۔ جوہری کو زخمی کر کے ڈاکو اُس کی تجوری کر گئے۔ چار پانچ ہزار کا سونا تھا۔"

"لوگ کس کا نام لے رہے ہیں...... گنگا سنگھ کا؟" پورن سنگھ، رام سنگھ کی جانب دیکھ کر کہ تھا۔ "دیکھو! یہ گنگو سترہ سال سے پریشان کر رہا ہے۔"

"نہیں صاحب! اس ڈاکے میں گنگو کا ہاتھ معلوم نہیں ہوتا۔" ماتحت جلدی سے بولا۔ "ص تین آدمی تھے۔ جیپ میں آئے تھے۔ گاؤں کے لوگوں نے تعاقب کیا پھر بھی اُنہوں نے فائر نہیں کی۔ گنگا تعاقب کرنے والوں کو شوٹ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔"

"پھر کون پیدا ہو گیا؟" پورن سنگھ پوچھ رہا تھا۔ مگر اُس کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ "وہ ا جیپ میں تھے یہی تم نے کہا تھا؟...... چھاؤنی میں دو آدمیوں کو قتل کرنے والوں کے پاس بھی تھی۔ بس تو وہ پھر جگا ہی ہے۔ شیخوپورہ کا ڈاکو جگا... اب ہماری نیند حرام کرنے آ گیا ہے۔"

"نہیں پورن سنگھ! یہ کہو کہ ہمیں ترقی دلانے آیا ہے۔" رام سنگھ نے پُر جوش لہجے میں "وہاں تو بڑا گروہ تھا اس لئے کامیاب رہا۔ یہاں ابھی نیا ہے اُسے ابتدا ہی میں دبا دیں گے۔" کہہ کر رام سنگھ نے پورن سنگھ سے مصافحہ کیا۔ "مجھے تو اُس سے حساب صاف کرنے کی جا ہے۔"

امرتسر کے پولیس دفتر میں دو قتل اور ایک ڈاکے سے جگا کے نام کا کھاتہ شروع ہو گیا......!

○

کرتارا کو جیپ لوٹا کر اور جوہری کا سونا فروخت کر کے ہوشیار سلامت واپس آیا تو جگ اطمینان ہوا۔ اب پیسے کی فکر نہیں رہی تھی۔

"مگر پولیس کی فکر ہمیں بہرحال کرنی پڑے گی۔" ہوشیار نے جگت کو لوٹ سپرد کرتے ہ کہا۔

"اب ہوشیار رہنا پڑے گا۔" نوٹوں کے بنڈل لیتے ہوئے جگا نے کہا۔

"جگت! پہلے میں کرنال کا ایک چکر لگا آتا ہوں۔ امرتسر سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں مہاج

لی بڑی چھاؤنیاں ہیں۔ چار پانچ ساتھی وہاں مل جائیں گے۔" پھر آہستہ سے بولا۔ "اُس چنا سنگھ پر کتنے دن اعتماد کیا جا سکتا ہے؟" ہوشیار نے دو ایک بار اُسے ہوشیار کیا تھا مگر جگت کو چنا سنگھ ایسا خطرناک نظر نہیں آتا تھا۔ ابھی وہ نیا تھا اور اُس کی نظر میں ہر طرح قابل اعتماد تھا۔ اپنی سرگرمیوں کی بڑھا کرنے کے لئے اُسے ایسے ایک آدھ آدمی کی ضرورت تھی۔ اُس نے جوہری والا ٹھکانہ تلاش کیا تھا۔ دو چار ڈاکوں میں جم جائے گا۔ یا ایک آدھ قتل کرنے کے بعد.....

"جگت اس سے اس کی ماں کے عاشق کو قتل کرانا ہے۔" ہوشیار اس طرح بولا جیسے اُس کے دل کی بات سمجھ گیا ہو۔ "وہ اُس سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا رائفل چلانا سیکھنے کے بعد اُسے شوٹ کر دوں گا۔"

"نہیں ہوشیار! ماں بیٹے کے جھگڑے میں ہمیں نہیں پڑنا۔" جگت اُس بات کے پہلے ہی خلاف تھا۔ "میں نے اُس سے کہا ہے کہ اب دوسرا ٹھکانہ تلاش کرے۔ اس طرح جلدی سے وہ ہو جائے گا۔"

چنا خوش مزاج افراد میں آ گیا تھا۔ آج تک اُسے طعنے سننے پڑے تھے۔ اُسے کوئی پچیس روپے کی ملازمت بھی نہیں دے گا۔ چنا محسوس کر رہا تھا کہ ماں بھی اُس سے پہلے جیسا پیار نہیں کرتی ہے۔ قومی ہنگاموں میں باپ مارا گیا تھا۔ سب چھوڑ کر امرتسر آئے۔ راستے میں چنا سنگھ کی ماں کے میکے کا رشتہ دار مل گیا۔ اُس نے ہمدردی دکھائی، آسرا دیا۔ اُس کے بدلے میں ماں کے دل کی خالی جگہ میں گھر بنا لیا۔ وہ شروع میں چنا سے باپ جیسی محبت سے پیش آیا۔ مگر پھر اچانک اُس نے محسوس کیا کہ اگر یہ لڑکا بیکار رہا تو خراب ہو جائے گا۔ اسے کچھ کمانا چاہئے۔ ماں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"بیٹے! کام سے لگ جا۔ پھر تیری بھی شادی کرا دیں گے۔ گھر میں بہو آ جائے گی۔"

"ماں! تمہیں بیٹے پر اعتماد نہیں تھا اس لئے تم نے پرائے مرد کا آسرا تلاش کیا۔" چنا کو یہ بات کھل رہی تھی۔ "باپ کی موت کے وقت میرے دل میں ارمان تھے کہ ماں کو کسی طرح دُکھی نہیں ہونے دوں گا۔ مگر ہائے رے ماں! تم نے دو ماہ میں باپ کی موت کا سوگ ختم کر دیا۔" یہ سب بھولنے کے لئے چنا کو ایک دن شراب کا آسرا لینا پڑا۔ جوان بیٹے کے یہ الفاظ بیوہ ماں کے دل کو زخمی کر گئے۔ "ابھی ایک پیسہ کماتا نہیں اور شراب پینے لگا۔ ماں کو روٹی کھلانے کی طاقت نہیں اور سبق سکھانے چلا ہے۔" بس چنا نے اُسی دن فیصلہ کر لیا کہ کسی طرح پیسے کمائے گا اور پتا کو گھر کا دروازہ دکھائے گا۔ پھر وہ ماں سے کہہ دیتا کہ اس کماؤ بیٹے یا پرائے مرد میں سے ایک کو پسند کر لو!

مگر زیادہ پیسے کم وقت میں کمانے کے لئے مزدوری کرنا کافی نہیں تھا، بدمعاشی یا بہادری بھی ضروری تھی۔ دو تین چوریاں کیں مگر کچھ زیادہ نہیں ملا۔ بڑا ہاتھ مارنے کے لئے ہاتھ کھجا رہے تھے۔ انہی دنوں جگا سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اُسے پہلی بار دیکھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ اس کی انگلی پکڑنا چاہئے۔ اس کے بازوؤں میں طاقت ہے اور چہرے سے بھی خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ اُس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ پہلا ڈاکہ نصیب والا تھا۔ کچا سونا ملا جسے نکالنے میں تکلیف نہیں ہوئی۔ اُس کے حصے میں بھی رقم آئی تھی۔ پھر شانے پر بندوق لٹکنے لگی، دو چار دن میں دوسرا ڈاکہ۔ کم محنت اور

زیادہ روپے۔ مگر ابھی ماں سے نہیں کہنا۔ وہ بات دل میں رکھ نہیں سکے گی۔ پھر پنا سنگھ کو پتہ جائے گا اور...... وہ سوچنے لگا۔

"ماں...... مجھے کام مل گیا ہے۔ سڑک بنانے والے کنٹریکٹر کے ساتھ گھومنا پڑے گا۔ اچھے ملیں گے۔ دس پندرہ دن بعد چھٹی لے کر ملاقات کرنے آؤں گا۔" چنا نے خوشی کا اظہار کر ماں بھی خوش ہوگئی۔ پنا سنگھ نے اس سلسلے میں اُس سے چند سوالات کئے۔

"کیسا کام کرنا ہے؟ کتنی تنخواہ ملے گی؟ تمہارا سیٹھ کون ہے؟" مگر چنا نے جواب نہ دے ناراضگی کا اظہار کیا۔

"میں کیوں کہوں؟ پیسے خود بتائیں گے۔"

امرتسر سے واپس لوٹ کر اُس نے جگت سے کہا۔ "آج وہ مل میں آئی تھی۔" یہ کہہ کر اُس جگت کو آنکھ ماری۔ جگت نے بیہودگی محسوس کی۔

"وہ کون؟"

"ارے وہ......" چنا نے رنگ بھرے لہجے میں کہنا چاہا مگر جگت کے چہرے پر سختی دیکھ کر ہو گیا۔ "میں بسنت کور کی بات کر رہا تھا۔ رات کی شفٹ والے منیجر کی خوب صورت عورت بسنت کور کا نام سنتے ہی جگت کے چہرے پر نرمی آ گئی۔ ایسی خوبصورت عورت کی بات کرتے ہو چنا رنگ میں آ جائے یہ عام سی بات تھی۔ چنا نے ہی بسنت کور کو دکھایا تھا۔ بہت زیادہ حسین تم اُس پر لباس کی رنگینی، جواہرات کی چمک دیکھ کر جگت بھی ساکت رہ گیا تھا۔

مل کا چوکیدار پالا سنگھ ہونٹ کاٹ کر بولا تھا۔ "اتنی خوبصورت جوان عورت کو گھر سے باہر نکلنا چاہئے۔"

بڑے بھائی! آپ کس سوچ میں ڈوب گئے؟" چنا سنگھ نے جگت کو مخاطب کیا۔ "ابھی تو نے بسنت کور کی پوری بات نہیں کی۔"

سچ تو یہ ہے کہ جگا نے جب سے بسنت کور کو دیکھا تھا اُسے ویرو یاد آنے لگی تھی۔ ویرو بھی اس طرح لباس اور جواہرات پہن لیتی تو بسنت کور سے کم نہیں لگتی۔ چند لمحے وہ چونکا۔ کر چنا سے مخاطب ہوا۔ "ہاں...... کیا بات ہے؟"

"اُس کے ہاں ڈاکہ ڈالنے کی بات۔" چنا خوش ہوتا ہوا بولا۔ "اُس کا گھر مال دار ہے۔ سنگھ نے دیکھا ہے۔ دو تین بار وہاں ہو آیا ہے۔"

"منیجر کس قدر مالدار ہوگا؟" جگت نے اب پیشہ ورانہ پوچھ گچھ شروع کی۔

"پالا کہہ رہا تھا چاندی کی اینٹیں ہیں اُس کے گھر میں...... پاکستان سے فرار ہوتے وقت سارا مال ساتھ لے آیا ہے۔ نوکری تو صرف دکھانے کی خاطر کر رہا ہے۔" چنا پُر جوش لہجے بولا۔ "ڈاکے میں پالا کا حصہ بھی ہوگا۔"

جگت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "اس کا مطلب ہے تم نے پالا سے ہماری بات کہہ ہے؟" اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر چنا گھبرا گیا۔

"نہیں، نہیں جگت سنگھ! پالا سے میں نے کوئی بات نہیں کی۔ بسنت کور کی بات ہم نے پہلے

کی تھی۔ اُس وقت میرے پاس ہتھیار یا ساتھی نہیں تھے اس لئے میں نے بات ٹال دی۔ اب تو ہمیں ایسے ٹھکانوں کی ضرورت ہے اس لئے میں نے اُسے چیک کیا۔" چنا گھبراہٹ کے درمیان ایک ہی سانس میں بول گیا۔ وہ جگت کی ناراضگی مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ساتھ رہنے کے لئے جگت نے پہلی شرط یہی رکھی تھی کہ بات باہر نہ جانی چاہئے اور اگر اس نے کچھ چھپایا تو وہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس شرط کا احترام کرنے کا چنا نے فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے دل چاہنے کے باوجود اُس نے پوچھا نہیں کہ جیپ کس کی ہے؟ کہاں سے لائے ہیں؟ اور ڈاکے کا سونا کہاں فروخت کرتا ہے؟ جگت اُسے پر اسرار معلوم ہوتا تھا پھر بھی اُس نے جگت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مل میں پالا نے بھی بات کی کہ چوکیدار سوہن سنگھ کا لڑکا دو دن سے نظر نہیں آ رہا ہے تو اُس نے "کیا پتہ؟" کہہ کر بات ٹال دی تھی۔

"چنا! اپنے دھندے میں زبان پر قابو نہ رکھ سکنے والا خود بھی پھنستا ہے اور ساتھیوں کو بھی پھنسا دیتا ہے۔" جگت اب اُسے نرمی سے سمجھانے لگا۔ "بسنت کور کے ہاں ڈاکہ ڈالنے کے لئے پالا کا کیوں دل چاہتا ہے؟ اُسے اگر وہ عورت پہچان گئی تو اس کی نوکری بھی جائے گی۔"

"وہ تو کہہ رہا تھا رقم ہاتھ لگنے پر ملازمت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ منیجر تو رات کی شفٹ میں مل میں ہوتا ہے۔ گھر میں بیمار باپ ہوگا۔ بسنت کور سامنا نہیں کر سکے گی لہٰذا کام آسان رہے گا"...... جگت کو یہ خیال پسند آ گیا۔ ایک تو چاندی کی اینٹوں کا خیال تھا دوسرے بہت زیادہ خطرہ بھی نہیں تھا۔ ابھی اُسے ایسے مال کی ضرورت تھی جسے جلد کیش کرا سکے۔ پولیس میں اُس کا نام چڑھ گیا تھا لہٰذا مقابلے کی زوردار تیاری کرنی پڑے گی......!

"چنا! ہم دونوں ایک بار پنج گوریا گاؤں جا کر بسنت کور کا گھر دیکھ آئیں، تب تک ہوشیار نال کیمپ جا کر دوسرے ساتھیوں کو لے آئے گا۔" یہ کہہ کر جگت سنگھ چنا سنگھ کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا۔

○

اندھیرا بارش میں نہا رہا تھا۔ پنج گوریا گاؤں نیند کی آغوش میں سو چکا تھا۔ بسنت کور کو ابھی نیند نہیں آئی تھی۔ کافی میل دور کپڑے کی مل میں چلتی ہوئی مشینوں کی آواز اُسے سنائی نہ دینے کے باوجود بسنت کور کے دل پر ضربیں لگا رہی تھی۔ برابر والے کمرے سے بیمار سسر کے کھانسنے کی آواز چوکیدار کی طرح اُسے ہوشیار کر رہی تھی۔ پلکیں ابھی بند نہ ہوئی تھیں کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ بسنت کور چونک کر بیٹھ گئی۔ لمحے بھر کو خیال آیا کہ اُس کی طرح اُس کا شوہر بھی بے تاب ہوگا اور اسی لئے وہ رات کی شفٹ چھوڑ کر گھر چلا آیا ہے۔ سسر کو زور سے کھنکارنے کی عادت ہے۔ دروازہ کھولتے وقت بسنت کور کچھ بے چینی اور جوش میں تھی۔

"کون ہے؟" اُس نے دروازہ کھول کر یہ پوچھنے کے لئے منہ کھولا مگر اسی وقت کوئی طاقتور ہاتھ اُس کے منہ پر جم گیا...... بسنت کور خوفزدہ ہوگئی۔ اُسے چیخنے کی خواہش ہوئی مگر چھت پر ہوتے ہوئے بندوق کے دھماکے سے حلق خشک ہو گیا۔ آنے والے نے پیر سے ہی کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ چہرے پر کپڑا بندھا ہوا تھا اس لئے بسنت کور اُسے نہ پہچان سکی مگر ہلکے اندھیرے میں اُس

شخص کی آنکھوں کو پہچان گئی۔ دو جوان اور بھوکی آنکھیں جو اُسے پل پل میں گھورا کرتی تھیں...... وہ بہت سی آنکھیں اُسے اپنے جسم میں چبھتی دکھائی دیتی تھیں مگر ان دو آنکھوں نے اُسے بیہودگی سے گھورا تھا۔ بسنت کور پیچھے ہٹنے لگی۔ مگر اُس نے بڑے زور سے اُسے دبا لیا۔

''پالا! تیری یہ ہمت......؟'' چہرے پر سے ذرا ہاتھ ہٹتے ہی بسنت کور نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''ڈاکہ ڈالنے آیا ہے؟''

''میرے ساتھی چاندی کی لالچ میں آئے ہیں مگر میں تو تمہارے حسن کا مزہ لوٹنے آیا ہوں۔'' پالا سنگھ گندی ہنسی کے ساتھ بولا۔ پھر اُسے دھکیلتا ہوا بستر کی جانب کھینچ لے گیا۔

چھت پر کھڑا ہوا جگت بار بار فائر کر کے گاؤں والوں کو ڈرا رہا تھا۔ رائفل کے فائروں کو سن کر کوئی باہر آ کر بہادری دکھانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ جگت نے یہ کام اپنے سر لیا تھا۔ وہ بسنت کور کی نظر میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ وہ اس ڈاکے میں شامل ہے اس کا اگر اُسے پتہ چل جاتا تو اُس کے باپو کی نوکری چلی جاتی۔ ہوشیار کو اُس نے مکان کے نچلے حصے میں رکھا تھا، خود چھت سنبھال لی تھی اور چنا اور پالا کو چاندی کی اینٹیں نکال لانے کا کام سپرد کیا تھا۔ وہ تین گھوڑے ساتھ لائے تھے اس لئے فرار کی سہولت تھی اور ٹھکانہ جانا پہچانا تھا اس لئے دیر کی توقع نہیں تھی۔

چنا کو چھت پر آتے دیکھا تو جگت سمجھا کہ کام اندازے سے بھی جلدی ہو گیا۔ مگر چنا سنگھ کے چہرے پر بے چینی نظر آ رہی تھی۔ نزدیک آ کر اُس نے ہولے سے جگت کے کان میں سرگوشی کی۔ جگت کے چہرے پر بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ کر چنا لرز گیا۔ ''اب کیا کریں؟'' وہ دھڑکتے دل سے پوچھ رہا تھا۔

''جاؤ! پالا سے کہو ہم فرار ہو رہے ہیں۔ جلدی آؤ! پولیس آتی نظر آ رہی ہے۔'' جگت نے دانت پیس کر چنا کے کان میں کہا۔ جگت دیوار پر سے نیچے کود گیا۔

''ہوشیار! ہم بیوقوف بن گئے۔ اب میں جو کچھ کروں تم خاموشی سے دیکھتے رہو!'' ہوشیار نظروں سے آس پاس دیکھنے لگا۔

''مگر ہوا کیا؟ یہ تو بتاؤ!'' ہوشیار نے پوچھا۔ مگر جگت کسی اور ہی اُلجھن میں تھا۔ اُس نے پڑے ہوئے چار پانچ پتھر اُٹھائے۔

''ہوشیار! اپنا صافہ کھول کر پتھر باندھ لو! جلدی کرو۔'' جگت کی پھنکار سنائی دی۔ ''وہ جوگندر جیسا ثابت ہوا۔'' چنا پالا کو لے کر آ گیا۔ اس لئے جگت چنا کو آنکھ مار کر بولا۔ ''جلدی کرو۔ چاندی کی اینٹیں ہوشیار کے سپرد کر دی ہیں۔ کام ختم ہو گیا۔ اب فرار ہو جائیں۔'' چنا بغیر ہاں کر کے خاموش ہو گیا۔ اُسے سخت بے چینی تھی۔ جگت نے تاکید کی۔ ''خبردار! ہمارے ارادے کا پالا کو پتہ نہیں چلنا چاہئے۔''

''تو کیا جگت پالا کو کوئی سزا دینا چاہتا ہے؟'' چنا نے سوچا۔ بسنت کور کا گھر اُسی نے بتایا تھا۔ پالا سنگھ پر اعتماد کرنے کی بات جگت سے اُسی نے کہی تھی۔

چار چھ میل راستہ کٹ گیا تب چنا سنگھ بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ اُس کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا پالا سنگھ بڑبڑایا تھا۔ ''سالے تم نے خواہ مخواہ جلدی کی۔ پولیس کا نام لے کر مزہ خراب کر دیا۔

ہوشیار، جوگندر والا قصہ تازہ کرنے کے لئے ذہن کو تیار کر رہا تھا مگر اُسے کچھ یاد نہیں تھا۔ سب سے آگے گھوڑی دوڑاتا ہوا جگت سوچ رہا تھا کہ پالا کو کیا سبق سکھایا جائے؟ راستے میں ایک کنواں نظر آیا اور جگت نے گھوڑی روک لی۔ اُس نے نیچے اُتر کر کنویں میں جھانکا، پانی کافی گہرائی میں تھا۔ اُوپر کی جانب لکڑی کا چکر بنا ہوا تھا تاکہ آنے جانے والے مسافر پانی نکال سکیں۔ چکر کے سرے پر زنجیر بندھی ہوئی تھی جس میں بالٹی پھنسی ہوئی تھی اور کنارے پر وزن دار پتھر بندھا ہوا تھا۔ جگت نے بالٹی کنویں میں اُتار کر پانی کھینچا اُس وقت تک تینوں ساتھی بھی آ گئے۔

''میں سوچ رہا تھا آرام کرنے کے لئے کوئی کیوں نہیں کہتا؟'' پالا نے نیچے جست لگا کر بندوق شانے پر ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ ''جگت! تم پولیس سے بہت بھڑکتے ہو؟''

جگت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کلی کر دی۔ ''پالا سنگھ! تمہارے جیسا دلیر شخص ہو تو پھر ڈر کس بات کا؟'' جگت نے غصہ قابو میں رکھا تھا۔ ''میں تو آرام کرنے کے لئے اچھے ٹھکانے کی تلاش میں تھا۔'' کنویں کے قریب درخت کے نیچے چاروں ساتھی بیٹھ گئے۔ ہوشیار پوری طرح چوکنا تھا۔ چنا کسی اُلجھن میں گرفتار تھا۔ جس طرح شکاری شکار کو کھلاتا ہے اُسی طرح جگت پالا کو کھلا رہا تھا۔ ''ہم آرام کرنے سے پہلے تھوڑی گپ شپ لگائیں۔ ابھی رات بہت باقی ہے۔''

''پہلے تو مجھے جاننا ہے کہ پولیس کے نام کی غلط آواز کس نے لگائی تھی؟'' پالا سنگھ غصے سے بولا۔ ''میں بسنت کور کے جسم پر سے زیور اُتار رہا تھا کہ مجھے فرار ہونا پڑا۔''

''چنا! مجھے ایک قصہ یاد آ رہا ہے۔'' جگت نے پالا کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے شیخوپورہ میں ایک جگا نامی ڈاکو تھا...... اُس کا نام تم نے سنا ہوگا۔''

''کیوں نہیں سنا؟...... وہ تو بہت مشہور ہے۔'' چنا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جگت کیا کھیل کھیل رہا ہے؟

''وہ جگا ڈاکو غلط اطلاع دے کر ڈاکہ ڈالنے کے لئے للچانے والے انفارمر کو بے رحمی سے کاٹ دیتا تھا۔ ایک بار جوگیندر نامی مخبر نے جگا کو ایک جگہ ڈاکہ ڈالنے کے لئے تیار کیا۔ جگا ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہ مخبر ساتھ تھا۔ اُس نے یقین دلایا تھا کہ گھر میں کافی سونا ہے۔ اُس گھر میں ایک خوبصورت عورت رہتی تھی۔'' جگت جان بوجھ کر رُک گیا۔ پالا سنگھ کو بات میں دلچسپی ہو گئی تھی۔ اب چنا کی سمجھ میں بھی آنے لگا۔ ہوشیار کے ذہن میں جوگیندر والا قصہ تازہ ہو گیا۔

''اچھا...... پھر؟'' پالا نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

''پھر کیا؟ جگا کو گھر میں سے کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ وہ جوگیندر سے پوچھنے جا رہا تھا کہ ایک کمرے میں گھر کی خوبصورت عورت کو جوگیندر دبا رہا تھا۔'' چنا کی جان آدھی ہو گئی۔ پالا کی سمجھ میں اب بھی نہ آیا کہ قصے کا کردار اُسے بنایا جا رہا ہے۔ ہوس اکثر انسان کی عقل گم کر دیتی ہے۔ اُسے اب بسنت کور کی یاد ستا رہی تھی۔

''جوگیندر اُس عورت سے کیا کہہ رہا تھا؟'' پالا نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہ کمبخت کہہ رہا تھا کہ جگا ڈاکو، کو تمہارے گھر ڈاکہ ڈالنے میں اس لئے لایا ہوں کہ تم میرا ٹھکرا رہی تھیں۔ بولو! اب بھی قابو میں آؤ گی؟''

''پھر کیا ہوا؟'' پالا کی آواز میں ہلکی کپکپی تھی۔

''جگا نے یہ سن لیا۔ اُس کے نام پر کسی عورت کی عزت پر ہاتھ ڈالا جائے یہ اُس کی برد
ے باہر تھا۔ ڈاکہ ڈالنے کا کام ملتوی کر کے اُس نے ساتھیوں کو باہر نکالا۔ ایسی ہی گھنگھور اند
رات تھی۔ ایسے ہی کنویں کے پاس ڈاکو آرام کرنے ٹھہرے۔ جوگیندر سے جگا نے پانی نکالنے
لئے کہا، وہ کنویں کے کنارے پر کھڑا تھا اسی لمحے جگا نے اُسے پھونک دیا۔'' پالا سنگھ کو جگا
قصے کے آخری الفاظ کی ادائیگی کے وقت جگا کی آواز بھاری اور چہرہ غضب ناک ہوگیا تھا۔
نے دیکھا کہ جگت کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ اب تمام معاملہ سمجھ گیا اور اُس نے
پر سے بندوق اُتار لی۔ کنویں کی آڑ لے کر وہ گرجا۔

''میں وہ جوگیندر نہیں اور تم وہ جگا نہیں۔ اس لئے زیادہ ہوشیاری نہیں چلے گی۔''

ہوشیار دانت پیس کر شانے سے بندوق اُتار رہا تھا مگر جگت نے اُسے روکا۔ چنا سکتے کے
میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ پالا سنگھ بیہودگی سے ہنسا۔ ''بسنت کور سے میں نے کیا برتاؤ کیا یہ جا
تمہیں ضرورت نہیں۔ وہ تم میں سے کسی کی بہن نہیں تھی۔'' پھر بندوق کے ٹرائیگر پر اُنگلی رکھ
جگت کے چہرے کی جانب کرتا ہوا بولا۔ ''ہوشیار! ہتھیار نیچے پھینک دو۔ لوٹ کا سارا مال میں
لے جاؤں گا۔'' ہوشیار کے لئے یہ برداشت سے باہر تھا مگر جگت کی نظروں نے اُسے روک
اُس نے سوچا کھیل اُلٹ گیا ہے، پھر بھی جگت ہوشیار کیوں نہیں ہوتا؟

''پالا! تمہاری بندوق میں ایک ہی گولی ہے اور ہم تین ہیں۔ تم کسے مارنا چاہتے ہو؟''
نے اُس پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

''تمہیں......!'' پالا نے یہ کہہ کر ہونٹ بھینچے۔ ''اب مجھے یقین ہوگیا کہ تم جگا ڈاکو ہو۔'' یہ
اُس نے بندوق کا ٹرائیگر دبا دیا...... کھٹاک کی آواز ہوئی مگر دھماکہ نہیں ہوا۔ اس کی بجائے
بھیانک قہقہہ اندھیرے میں گونج گیا جس سے خاموشی کا سینہ لرز گیا۔

''پالا! اس میں کارتوس نہیں ہیں۔'' جگت نے پشت پر سے گن ہاتھ میں لے لی۔ ''تم
پہچان گئے۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اُس کے جبڑے تنگ ہو گئے اور گن
اُٹھی۔ پالا کنویں کے کنارے گرا۔ دھماکے کی آواز ختم ہونے سے پہلے سب خاموش رہے۔ پا
دیر تڑپا، پھر اُس کی آنکھیں اُوپر چڑھ گئیں۔

''جگت! اس کی بندوق میں سے تم نے کب کارتوس نکال لئے تھے؟'' ہوشیار نے لمبی
بھرتے ہوئے کہا۔ ''میری جان آدھی ہو گئی تھی۔''

جگت نے اپنے لباس کی جیب سے کارتوس نکال کر دکھائے۔ ''یہ کام چنا کے سپرد کیا تھا
کھلے منہ سے جگا کو دیکھ رہا تھا۔ ''ارے! تم خاموش کیوں ہو گئے؟ پالا کے قتل کا صدمہ تو نہیں؟
چنا کو اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سامنے جگا ڈاکو بیٹھا ہوا ہے۔

''پا...... جی......'' وہ بمشکل بول سکا۔ ''کیا آپ خود جگا ڈاکو ہیں؟''

''کیوں...... اب بھی نہیں مان رہا؟'' اُس نے چنا کی پشت پر ایک جھاڑتے ہوئے
''پوچھو ہوشیار سے۔''

ہوشیار مسکرا رہا تھا۔ ''نہیں چنا! یہ تمہیں بنا رہے ہیں۔ جگا ڈاکو یہاں کہاں؟ وہ تو ابھی شیخوپورہ
ڈاکے ڈال رہا ہے۔'' چنا بیچارہ اُلجھن میں پڑ گیا۔ وہ کبھی جگت کو اور کبھی ہوشیار کو گردن گھما کر
لگا۔ اُس کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''چلو ہوشیار! اس کی لاش کنویں میں پھینک کر ہم روانہ ہوں گے۔'' جگت نے کہا۔ چنا سنگھ
خاموشی سے پالا سنگھ کی لاش اُٹھانے میں مدد کی۔ پھر راستے بھر اُلجھن میں گرفتار رہا۔

تیسرے دن اخبارات میں خبر چھپی...... ''شیخوپورہ کا خطرناک ڈاکو جگا پاکستان کی سرحد پار کر
امرتسر میں آ گیا۔ یہاں بھی اس نے کام شروع کر دیا ہے۔ اسے ختم کرنے کے لئے پولیس نے
ہدایات دیئے ہیں کہ جہاں بھی اُسے دیکھا جائے گا، گولی مار دی جائے گی۔ اُسے قتل کرنے والے
مجرم نہیں سمجھا جائے گا۔'' یہ پڑھنے کے بعد چنا سنگھ کا رہا سہا شک بھی دُور ہو گیا۔ وہ جگا ڈاکو کا
گیا ہے یہ سوچ کر وہ فخر سے سر اُٹھا کے گھومنے لگا۔

47ء کا سال ماضی کے سمندر میں ڈوب گیا اور دیواروں پر 48ء کے کیلنڈر لگ گئے۔ ان چار
میں جگت نے گروہ بنا لیا۔ بارہ تیرہ پرانے ساتھی شامل ہونے کے بعد اُس کا زور بڑھ گیا۔

''جگت! پرانے ساتھیوں میں جس کا سب سے زیادہ انتظار تھا وہ یعنی اپنا بچن نظر نہیں آیا۔''
بار کھانا کھاتے ہوئے ہوشیار نے بات چھیڑی۔ رات چندن کور کے ہاتھ کی روٹی کھانے آیا
پھر رات رُک گیا تھا۔ جگت کے گھر کا پتہ اُس کے اور چنا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

''ہوشیار بھائی، بچن بھائی کو بار بار یاد کرتے ہیں۔ آپ انہیں سچ بات کیوں نہیں بتاتے؟''
ن کور نے دونوں کی تھالی میں گرما گرم پراٹھے رکھتے ہوئے کہا۔ جگت نے پہلے چندن کور کو، پھر
ر کو دیکھا۔ ہوشیار چونک اُٹھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا بچن کی کوئی بات اس سے چھپائی گئی ہے؟
مسکراتا نہ تو وہ اُلٹا سمجھ بیٹھتا۔

''ہوشیار! بچن اب کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔'' جگت نے پراسرار لہجے میں کہا۔ ''میں نے جدا
کے وقت اُچلا کے کان میں سرگوشی کی تھی کہ بچن کو اس راستے سے واپس لے جانا۔''

''بس؟...... اس میں مجھ سے کیا چھپانا تھا؟'' ہوشیار کو اطمینان ہوا۔ اُس نے کئی اندازے
ے تھے۔ ''تم مجھے پہلے بتا دیتے تو فکر کم ہو جاتی۔ مجھے فکر ہو رہی تھی کہ بلوے کے درمیان کہیں
ا کے پنجے میں پھنس کر......'' اس سے آگے کے منحوس الفاظ وہ نہ بول سکا۔ پھر ہوشیار بہت دیر
خاموش رہا تو جگت بور ہو گیا۔

''ہوشیار! بچن کو میں نے ساری رقم دے دی تھی۔ اس کی وجہ سے تم ناراض تو نہیں؟''

''یہ کیا کہا جگت؟ بچن میرے لئے پرایا نہیں تھا۔ گھر بنا کر سکون کی زندگی گزار رہا ہوگا اس
سے مجھے مسرت ہوئی ہے۔'' ہوشیار کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا۔ ''پھر بھی جگت! میں تم سے
ناراض ہوں۔'' چندن کور کھانے کے برتن سمیٹنے آئی۔ اُس نے یہ الفاظ سنے۔ اُس نے چونک کر
ر کو دیکھا۔

''دونوں دوستوں میں کیا تکرار ہو رہی ہے؟ مجھے بتاؤ! میں فیصلہ کر دوں۔'' وہ بولی۔
جگت نے فوراً مذاق کیا۔ ''اتنی بڑی بی بن کر فیصلہ کرنے آئی ہے ہوشیار! بچپن میں ہم نے دو

بلیوں اور ایک بندر کی کہانی سنی تھی، یاد ہے؟ بلیوں کا جھگڑا ہٹانے کے بہانے بندر سب کچھ گیا۔"

"یعنی...... آپ مجھے بندریا گن رہے ہیں؟" چندن ایک انداز سے بولی۔ ہوشیار کو اس جھونک میں لطف آیا۔

"نہیں بھئی...... میں تمہیں بندریا نہیں گن رہا۔ یہاں کہانی بدل گئی ہے۔ دو بندروں جھگڑے میں بلی جج بن کر آئی ہے۔" پھر ہنس کر بولا۔ "مگر بندر اپنے جھگڑے میں بلی کو نہیں چاہتے۔" ہنستی ہوئی چندن کور باورچی خانے میں چلی گئی۔

"نہیں بھابھی...... آپ کی خاص ضرورت ہے۔" ہوشیار نے اُسے روکا۔ "میں مذاق نہ رہا۔" ہوشیار کے چہرے پر اچانک سنجیدگی چھا گئی۔ جگت اور چندن اُس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"بولو! کیا بات ہے؟" جگت نے پوچھا۔

"بات یہ ہے کہ......" ہوشیار جلدی نہیں کہہ سکا۔ "بچن کو گھر بسانے کے لئے رخصت کر تمہیں چندن بھابھی کا خیال کیوں نہیں آتا؟" یہ کہتے ہوئے اُس کی آواز بھرا گئی۔ چندن کو ہمدردی سے راحت محسوس ہوئی۔ وہ اتنے لمبے عرصے سے خاموش تھی۔ جو بات جگت کو سمجھا لئے ساس اور سسر کو چھوڑ آئی تھی یہ کہنے کا اُسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ آج ہوشیار یوں بات چھیڑ بیٹھا، اُسے یہ پسند آیا۔ اس کے باوجود وہ ہچکچائی۔ جگت ممکن ہے خفا ہو جائے گا یا سے جھگڑا کر بیٹھے گا۔ اُسے ایسا خوف محسوس ہوا۔

"ہوشیار بھائی! بھابھی کے ہاتھ کی روٹیاں کھانے کو ملیں اس وجہ سے مسکا تو نہیں لگا ر چندن نے بات ٹالنے کے ارادے سے کہا۔ "یہ میرا خیال نہیں رکھتے ایسا کہہ کر کہیں ہمیں آپ لڑانے کا پروگرام تو نہیں ہے؟" مگر اُس کی چال بیکار گئی۔ جگت اور ہوشیار سنجیدہ ہو گئے۔

"بھابھی! اب تک تو ہم گھر کی محبت سے دُور تھے۔ لہٰذا ایسا خیال کبھی نہیں آیا۔" ہوشیار کی میں محبت جھلک رہی تھی۔ "تمہارے ہاتھ کی روٹی کھانے جب بھی آتا ہوں، اپنے آپ گردانتا ہوں۔ آج تک جگت کے ساتھی ہونے کا دماغ میں غرور بھر کر گھوم رہا تھا......" وہ کے لئے رُک گیا۔ جگت اور چندن کور اُس کی گفتگو کے منتظر تھے۔ "مگر اب بھی محسوس کر رہا ہ ہم نے جگت کا ساتھ دے کر اس سے دوسروں کا ساتھ چھڑا لیا ہے۔ بھابھی! مرد چاہے کارنامے انجام دے مگر عورت کے ساتھ کے بغیر اس کی رُوح کو سکون نہیں ملتا۔ جگت! ہم با لوگوں کو لوٹ کر دل میں خوش ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہم اپنے گھر کے سکھ برباد کر رہے ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں۔"

"ہوشیار! تمہیں شاید گھر یاد آ رہا ہے۔" جگت جان بوجھ کر چہرے پر مصنوعی سختی پیدا ک بولا۔ اُسے ڈر تھا کہ اگر ایسے خیالات ذہن میں گھر کر گئے تو اُس کی رُوح کو بے چین بنا دیں "تم ایک بات بھول جاتے ہو ہوشیار! کچھ راستے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں سے واپسی ہوتی ہے۔"

"پھر بچن بھائی کس طرح لوٹ گئے؟" چندن کور نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا

"اسی وجہ سے تو مجھے خیال آیا ہے جگت!" ہوشیار چندن کا سہارا پا کر جوش میں آ گیا۔ "ابھی لک میں گڑبڑ ہے۔ نئی حکومت جمی نہیں۔ اس وقت اِدھر اُدھر ہو جانے کا موقع ہے۔"

"مگر ہم کدھر جا سکتے ہیں؟" جگت نے ویسے ہی پوچھا۔ "جہاں جائیں گے سرکار اور پولیس قب میں ہوگی۔"

"نہیں جگت...... میں پردیس فرار ہونے کی بات کر رہا ہوں۔" ہوشیار کی آنکھیں پُرجوش از میں چمکنے لگیں۔ "وہاں کون ہمارا تعاقب کرے گا؟" پردیس جانے کی بات نے چندن کو دہلا ا۔ جگت کو ویرو یاد آ گئی۔ ملک چھوڑنے کے بعد بھی ویرو سے ملن کی آس نہیں چھوٹی تھی۔ اب اگر یس چلا جائے تو ہمیشہ کی جدائی اُسے چین نہیں لینے دے گی۔ چندن کو ساس سسر کی جدائی کا تھا۔

"ہوشیار! غیر ملک جانے کے لئے پیسہ پانی کی طرح خرچ کرنا پڑتا ہے۔ انجانے دیس میں ہنے کے لئے لمبی رقم چاہئے۔" جگت نے اعتراض کیا۔ "ابھی ہم یہاں پکا ٹھکانہ بھی نہیں بنا سکے۔"

ہوشیار دو چار منٹ خاموش رہا۔ جگت مخالفت نہیں کر رہا تھا یہ اُس کے لئے نصف فتح تھی۔ اُس ذہن پر زور دے کر کہا۔ "ہم اس طرح چھوٹے چھوٹے ڈاکے ڈال کر بھاگتے رہے ہیں، اس بجائے ایک بڑا دھماکہ کر کے ہمیشہ کا سکھ پا سکتے ہیں۔"

"ہمیشہ کا سکھ؟" جگت کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُس نے سوچا ہوشیار کچھ سچ کہتا ۔ ایسا ڈاکہ ڈال کر ہمیشہ کا امن مل سکتا ہے۔ مگر پھر اونگھتی ہوئی پولیس بیدار ہو جائے اس کا کیا بات یہیں ختم کرنے کے لئے جگت نے کہا۔ "ہوشیار! ابھی ہم وہ بوٹالے والے بیوپاری کے ٹ پلان بنائیں۔ مخبر کی اطلاع آتے ہی ہمیں روانہ ہونا ہے۔"

چندن سمجھ گئی کہ جگت نے بات ٹال دی ہے۔ پھر بھی اُسے اتنا اطمینان تھا کہ اس نے کچھ بیج بو ے ہیں۔ اور تھوڑا تھوڑا پانی دیتی رہے گی تو کبھی تو زمین پھٹے گی اور پودا نمودار ہوگا۔ اس وقت چندن کو بھی یہ پتہ نہیں تھا کہ قدرت دوسرے پودے کے پھوٹنے کی تیاری کر رہی ہے......!

○

بوٹالہ کا وہی مخبر اطلاع لایا۔ "ہمارے گاؤں کے ایک بیوپاری کا لمبا کاروبار ہے۔ دس پندرہ کی رقم کا روزانہ لین دین ہوتا ہے۔" جگت نے اپنے ایک ساتھی کو اُس کے ساتھ بھیج کر مزید مات حاصل کیں۔ بیوپاری کی دکان کب بند ہوتی ہے؟ رقم وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے یا کسی سپرد کرتا ہے؟ اُس کے ساتھ کتنے آدمی ہوتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

دو دن کے بعد اطلاع ملی۔ "بیوپاری کیش کوٹ کی جیب میں چھپا کر گھر لے جاتا ہے اور رے دن بنک میں جمع کرا دیتا ہے۔ اُس کے ساتھ کبھی اُس کا جوان بیٹا اور کبھی منشی ہوتا ہے۔ بجے تک بازار بند ہو جاتا ہے۔"

ہوشیار اور دوسرے چار ساتھیوں کو لے کر جگت شام کو بوٹالہ پہنچ گیا۔ کبھی کبھی زیادہ آدمی ساتھ سے خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ بیوپاری کو بیچ بازار میں لوٹنا تھا لہٰذا تیزی سے اور پھرتی سے کام لینا یادہ ساتھی ہونے میں کوئی غفلت کر بیٹھے، جھپٹ میں آ جائے یا غلط جگہ فائر کر دے تو کام بگڑ

جانے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

"ہوشیار! رات دس بجے بیوپاری دُکان بند کر کے نکلتا ہے۔ لہٰذا چوکنا رہنا پڑے گا۔ ہما
کے لئے پورا بازار پار کرنا پڑے گا۔" جگت نے ہوشیار سے کہا۔

دسمبر کی سرد رات تھی۔ ہوا کے زور کی وجہ سے لوگ جلدی جلدی گھر جا رہے تھے۔ نو بجے بازار بند ہونے لگا۔ جگت، ہوشیار اور چنا کانوں تک کمبل اوڑھ کر رُوپ چند کی دُکان کے سا والی دُکان سے کپڑا خریدنے لگے۔ کپڑے والا تھان دکھانے لگا۔ جگت بار بار سامنے والی دُکا دیکھ رہا تھا۔ یہ کپڑا چار گز کاٹ دو...... وہ کپڑا دکھاؤ! اس کا بھاؤ زیادہ ہے۔ وہ اس طرح و کاٹ رہے تھے۔ کمبلوں کے نیچے اُن کی رائفلیں چھپی ہوئی تھیں۔

"سردار جی! ذرا آرام سے بیٹھیں! آپ کو بہترین کپڑا دکھا رہا ہوں۔" گاہک دوسری دُکان جانب متوجہ نہ ہو اس خیال کے تحت کپڑے والے نے نرمی سے کہا۔ مگر جگت نے بات سنی ان کر دی۔

"ہوشیار! اسے جلدی سے حساب چکا دو۔" ہوشیار سمجھ گیا کہ سامنے والی دُکان بند ہو رہی ہے۔ جگت اور چنا اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ ہوشیار پیسے چکانے کے بہانے رُک گیا۔ اُ عقب میں رہنا تھا۔ دوسرے چار ساتھی کچھ دُور آگ پر ہاتھ گرم کر رہے تھے۔ رُوپ چند دُکان کے دروازوں کے بعد تالے اچھی طرح چیک کئے۔ اس طرح دُکان بند کر کے کوٹ کی ج پر ایک بار ہاتھ کا دباؤ دیا، پھر آس پاس نظریں گھمائیں۔ جسم پر کمبل اچھی طرح لپیٹ لینے کے بع آگے بڑھنے لگا۔ اُس کے ساتھ ہاتھ میں لالٹین لئے بوڑھا منشی چل رہا تھا۔ راستے پر اِکا دُکا لو جا رہے تھے۔ رات کی پولیس ابھی پہرے پر نہیں آئی تھی۔ نصف شب سے پہلے چوکیدا ضرورت بھی کیا تھی؟

"چنا! چہرے سے ذرا بھی بے چینی کا اظہار نہ کرنا۔ سمجھے؟" جگت نے اُسے خبردار کیا۔ اب چنا کبھی گھبرا جاتا تھا۔ جگت اُسے برابر تربیت دینا چاہتا تھا اس لئے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ "تم سے دو قدم دُور رہو گے۔ جب میں سیٹھ کو دباؤں تو تمہیں منشی کو سنبھالنا ہوگا۔"

جگت نے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ چنا نے کچھ لمحے بعد گھوڑا روکا۔ رُوپ چند اور منشی سامنے آ رہے تھے۔ ہوشیار شکار کے عقب میں تھا تاکہ وہ فرار کی کوشش نہ کر سکیں۔ چاروں ساتھی گھو پر سوار ہو کر تیار ہو گئے۔ چوک پار کر کے رُوپ چند اور منشی گلی کی جانب بڑھ رہے تھے تو اُن اُنہیں جگت اور چنا کے گھوڑے نظر آئے۔ گھوڑ سواروں کو راستہ دینے کے لیے سیٹھ ایک طرف گیا۔ مگر یہ کیا؟ ایک گھوڑ سوار اُس کا راستہ روکے کھڑا تھا......

"ست سری اکال سیٹھ صاحب! سنا ہے کہ تم بڑی رقم کا دھندا کرتے ہو؟"

رُوپ چند نے مشکوک نظروں سے اُسے دیکھا۔ شانے پر لپیٹے ہوئے کمبل سے جگت کی را کی نال نظر آ رہی تھی۔ راستے کے درمیان اس غلط وقت پر دھندے کی پوچھ گچھ کرنے والے ارادے ٹھیک نہیں سیٹھ یہ سمجھ گیا۔ پھر بھی خاموشی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"آپ کو پہچانا نہیں سردار جی!" یہ کہہ کر اُس نے کن انکھیوں سے دوسرے گھوڑ سوار کو د

لمحے رُوپ چند پشت پھیر کر بھاگنے لگا۔ "بھاگو! یہ بدمعاش دکھائی دیتے ہیں۔" وہ خود سے کہہ ہو یا منشی سے۔ کسی کو بھی کہہ رہا ہو، مگر دونوں میں سے ایک بھی فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ عقب میں ہوشیار ہاتھ میں رائفل تھامے راستہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔ منشی نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر چنا گھوڑا راہ میں حائل کر دیا۔ منشی کے ہاتھ سے لالٹین گر گئی۔ کمبل گھوڑی کی پیٹھ پر رکھ کر جگت نیچے گیا۔ رُوپ چند کی آنکھیں اطراف میں گردش کر رہی تھیں۔ مدد کے لئے چیخے یا نہیں؟ یہ وہ شاید ہیں کر سکا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے کمبل جسم کے گرد اور زور سے لپیٹ لیا۔

"سیٹھ! کمبل کی کیا ضرورت ہے؟ جسم پر پیسے کی گرمی بہت ہے۔" جگت نے جھپٹا مار کر کمبل ن لیا۔ "فوراً رقم یہاں رکھ دو! ورنہ ایسی سخت سردی میں تمہارے رشتے داروں کو شمشان جانا ے گا۔" جگت کی آواز سخت تھی۔

"سیٹھ جی! انہیں جلدی رقم دے دو۔ میرا دل بیٹھ رہا ہے۔ میں مفت میں مارا جاؤں گا۔" منشی و رہا تھا۔ سیٹھ کو منشی پر غصہ آ گیا مگر اُس نے دیکھا کہ منشی آنکھ مار کر اشارہ کر رہا تھا۔ "دو میں سے بار دو بچالو!"

سامنے موت کا خوف تھا۔ ایسے وقت لٹنے والا زیادہ سے زیادہ بچانے کی ترکیب کرتا ہے۔ پل میں اُسے یاد آ گیا کہ بائیں سے زیادہ دائیں پہلو میں وزن ہے۔ بائیں بازو کی جیب میں ڈال کر اُس نے رقم نکالنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ "بھائی صاحب! یہ رقم لے کر ہمیں صحیح ت جانے دو۔" رقم پر جھپٹا مار کر جگت نے سیٹھ کے دائیں پہلو میں گھونسہ مارا۔

"اب اس طرف کی گرمی کم کرنی ہے۔" پھر طنزیہ انداز میں ہنس کر بولا۔ "جب تم نے بڑی رقم پہلو میں دبائی تھی، اُس وقت میں دیکھ رہا تھا۔"

سیٹھ سے یہ برداشت نہیں ہوا۔ اُس نے ہوشیار کے گھوڑے کے پیٹ کے نیچے سے نکل جانے لئے جست لگائی، ہوشیار بپھر گیا۔ اُس نے رائفل کا بٹ رُوپ چند کی پشت پر مارا۔ جگت بھی ن گیا۔ اُس نے سیٹھ کی ایک ٹانگ تھام کر زمین پر گھسیٹا۔ "زندہ فرار نہیں ہو سکے گا۔" پھر پہلو ات ماری۔ ہوشیار گھوڑے پر سے کود گیا۔ اُس نے کپکپاتے ہوئے سیٹھ کا کوٹ پھاڑ دیا۔ ہاتھ سے اُس کے جبڑے پر گھونسہ مار کر دائیں ہاتھ سے رقم نکال لی۔

"اے منشی! سیٹھ کے پاس اور کچھ تو نہیں؟" جگت نے آنکھیں نکال کر کہا مگر منشی جواب دے سے پہلے چوک کی عمارت کی دو ایک کھڑکیوں سے لوگ شور مچانے لگے۔

"پکڑو...... ان بدمعاشوں کو......"

ت اور ہوشیار بجلی کی سی پھرتی سے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ چنا نے منشی کو گھونسہ مار کر ایک دھکیل دیا۔ باقی چار ساتھی بھی قریب آ گئے۔ "پندرہ آدمیوں کا گروہ گلی میں سے آ رہا ہے۔ سے گاؤں سے باہر نکل جاؤ!" جگت نے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ "میں اور ہوشیار فائر کر کے گا دیں گے۔"

دی میں سنسان سڑک پر سات گھوڑوں کی ٹاپیں گونجنے لگیں۔ اُن کی پشت پر "پکڑو......" کا شور ہونے لگا۔ فرار ہوتے ہوئے ڈاکوؤں کو سامنے والے خطرے سے خبردار رہنا ہوتا

ہے۔ اچانک کوئی راستہ روک لے تو مصیبت آ جائے۔ جگت کو عقب کی فکر نہ تھی۔ پھر بھی گرد ڈرانے کے لئے اُس نے ہوائی فائر کیے۔ دھماکوں سے گاؤں کی سردی ختم ہو گئی۔ عقب میں آ۔ والے لوگوں میں دو چار جوشیلے جوان تھے۔ "اپنی نظر کے سامنے گاؤں کے بیوپاری کو لوٹ کر جا۔ والے بدمعاشوں کو صحیح سلامت نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ گاؤں کی عزت چلی جائے گی۔" یہ کہہ اُنہوں نے لوگوں کو جوش دلایا۔ لکڑی، ڈنڈے، کرپانیں جو کچھ ہاتھ آیا لے کر شور کرتے ہوئے بھی لوگ گروہ میں شامل ہو گئے۔ گاؤں کی حد پار کرنے کے بعد بھی اُنہوں نے ڈاکوؤں کا تعاقب ختم نہیں کیا۔

"ہوشیار! فائرنگ کرو۔ چاہے دو چار زخمی ہو جائیں۔" یہ کہہ کر جگت نے دو نالی رائفل۔ فائرنگ شروع کر دی۔ اندھیرے میں فائرنگ کی لپیٹ میں تین آدم آ گئے جن میں ایک لیٹ گیا دو زخمی ہو گئے۔

"ارے... ڈاکوؤں کو گاؤں کے باہر نکالنے کے بعد خواہ مخواہ تعاقب کر رہے ہو۔" کسی اختلاف کیا۔ "گاؤں کا پانی دکھانے کے چکر میں مزید دو چار لاشیں لے کر لوٹو گے؟" جگت دیکھا گروہ رُک گیا۔ اب عقب کی فکر نہیں تھی۔ رائفل کو شانے پر لٹکا کر اُس نے گھوڑی کو ایڑ لگا

"ہوشیار! اب خطرہ نہیں۔ دس بارہ میل نکل جانے کے بعد پھر کہیں آرام کریں گے۔"

O

بوٹالہ کا بیوپاری بازار کے بیچ میں لوٹا گیا۔ دس ہزار کا ڈاکہ اور ایک قتل۔ ڈاکوؤں کا تعا کرنے والے لوگوں میں سے دو زخمی بھی ہو گئے، پھر بھی پولیس سوتی رہی۔ علاقے میں شور مچ امرتسر کا پولیس چیف خود بوٹالہ دوڑ آیا۔ پہلے یہ تحقیق کرنی تھی کہ کس گروہ نے یہ کارنامہ انجام گنگا یا جگا......؟

اُس کپڑے والے نے اپنے گاہکوں کے متعلق جو کچھ بتلایا اور رُوپ چند نے لوٹنے وا آدمیوں کے چہرے کا جو نقشہ بتایا اس سے پورن سنگھ سمجھ گیا کہ یہ جگا کا کارنامہ ہے۔ دیکھتے ہی مارنے کے حکم کے بعد اس کا زور اور بڑھ گیا تھا۔

"مگر اس ڈاکے سے میں اُس کی راہ پر لگ جاؤں گا۔" وہ سوچنے لگا۔ جگا کو اس بیوپار مخبری کس نے کی؟ آخری چار دن کی سرگرمیوں کا حساب لیا جانے لگا۔ بیوپاری کی دُکان قریب مشکوک حالت میں گھومنے والوں کو یاد کیا جانے لگا۔ پانچ سات آدمیوں کو حوالات مم کر کے تھوڑی مار بھی لگائی گئی۔ اس طرح پورن سنگھ کے ہاتھ صحیح شخص آ گیا۔

بیوپاری کے متعلق مخبری کرنے والے نے بتایا کہ جگت نے ہی ڈاکہ ڈالا تھا۔ پولیس پارٹی کر پورن سنگھ خود جگا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بیج گوریا، کادیہ اور دوسری جگہوں پر اُس نے تلاش کیا۔ موقع ملتے ہی گولی مار دینے کے آرڈر کے بل پر وہ جگا کو آنکھیں بند کر کے شوٹ کر تھا۔ مگر جگا ایک بار بھی سامنے نہیں آیا تھا۔

پولیس کے تعاقب سے بچنے کے لئے جگا کو بہت زیادہ بھٹکنا پڑا۔ چندن کور کو محفوظ جگہ پر ساتھیوں کے ساتھ وہ پیدل بھاگ رہا تھا۔ وہ کھیت اور جنگل پار کر کے ایک گاؤں سے دو

ؤں اور ایک سمت سے دوسری سمت جاتا رہا۔ ایک بار تو پولیس سے ٹکراؤ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ہی کھیت کے اُس جانب ڈاکو تھے اور دوسری سمت پولیس پارٹی تھی۔ مگر پکی ہوئی فصل نے ایک دوسرے سے انجان رکھا۔ چندن کور کو ملے ہوئے سات روز گزر چکے تھے۔ جدا ہوتے وہ اتنی بے چین کیوں نظر آ رہی تھی؟ پوچھا تھا تو اُس نے صرف اتنا کہا تھا۔

"پورا یقین ہونے کے بعد بتاؤں گی۔ تم خود کو سنبھالنا۔"

جگت کو اُس کے الفاظ بار بار یاد آ رہے تھے۔ چندن کور کو کس بات کا وہم تھا؟ کیا اُن کا ساتھ ٹ جانے والا تھا؟ نہیں...... چندن کور اُس کی خطرے سے پُر زندگی کی عادی ہو چکی تھی۔ ضرور ری کوئی بات ہے۔ کوئی اور نئی بات۔" جگت سوچ رہا تھا۔

"ہوشیار! اس طرح گاؤں اور کھیتوں میں بھٹکنے کی بجائے ہم الگ الگ ہو جائیں۔ تم، میں اور ان شہر کے کسی ہوٹل میں چلے جائیں۔ بھٹکنا بھی نہیں پڑے گا، نہ بھوک پیاس کی پریشانی ہوگی۔"

"نہیں جگت! دوسرا راستہ سوچنا پڑے گا۔ ہوٹل پر پولیس کی گہری نظر ہے۔" ہوشیار نے سوچا ات یاد کرانے کا یہ موقع ہے۔ اس لئے مزید بولا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کوئی بڑا ہ مار کر سمندر پار چلے جائیں۔"

سورج غروب ہو رہا تھا۔ شام اُداس تھی۔ جگت، ہوشیار اور ساتھیوں کے چہرے بھوک اور ل سے اُتر گئے تھے۔ جھڑیالہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر سوکھی ہوئی نہر کے کنارے ایک ت کی چھاؤں میں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں بار بار سامنے والی پگڈنڈی پر چکرا رہی تھا۔ چنا سنگھ کو کھانا لینے کے لئے شہر بھیجا تھا اسے اتنی دیر کیوں ہوئی؟ صبح سے کھانے کا موقع نہیں تھا۔ بھٹکتے ہوئے اور بڑھتی ہوئی سردی کے مقابلے میں جسم کو گرم رکھنے کے لئے کھانے کی ہنت تھی۔

"میرا بیٹا چنا سنگھ پیٹ بھر کر پہلے کھائے گا، پھر لوٹے گا۔" کسی نے چبھتے لہجے میں کہا۔ "مجھے تو ج تربوز جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اسے چیر کر کھائیں، پھر پیٹ ٹھنڈا ہوگا۔" وہ پاگلوں کی طرح رہا تھا۔

"ارے بھائی! اب سورج کو کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دیکھو! چنا سنگھ چلا آ رہا ہے۔" نے سب کی توجہ اُس جانب مبذول کرائی۔ سب غور سے چنا کو دیکھنے لگے۔ چنا پر اس وقت کو پیار آ رہا تھا بلکہ وہ جوں جوں قریب آ رہا تھا، پیار بڑھتا جا رہا تھا۔

"ارے اب جلدی سے آ بھی جاؤ یار!" ایک سے برداشت نہ ہو سکا۔ "ٹوٹے ہوئے پیروں طرح چل رہا ہے۔"

چنا سنگھ کھانے کے بنڈلوں کو نیچے رکھ کر بیٹھ گیا اور روتی صورت بنا کر بولا۔ "کچھ اور دیر سے سب کو رات بھوکے سونا پڑتا۔ کیونکہ دُکانیں بند ہو رہی تھیں۔" اُس کی بات پر کسی نے توجہ دی۔ سب کھانے پر جت گئے۔ پانچ دس منٹ تو کسی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ چنا کھانے میں ہوئے بغیر گم صم بیٹھا ہے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے لہٰذا ہاتھ نہیں بٹا۔ "عجیب ہو تم لوگ! پوچھو تو سہی کہ میں نے کھایا بھی ہے یا نہیں؟ بس جھپٹ پڑتے ہو۔" چنا سنگھ

غصے میں بولا۔ ''میں نے کہا کہ ذرا دیر ہوتی تو ہم بھوکے سوتے۔ اس کی وجہ بھی کسی نے نہ پوچھی۔''

''بھئی بغیر پوچھے کہہ ڈالو!'' جگت نے مرغی کی ٹانگ چوستے ہوئے کہا۔

''سن کر تمہارا کھانا زہر ہو جائے گا۔ پہلے پیٹ بھر کر کھا لو!'' چنا سنگھ غصے میں بول رہا تھا۔ ناراض تھا یہ کسی کو سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

جگت چونکا۔ اُس نے ساتھیوں کو ڈانٹا۔ ''ارے بھئی! تم لوگ ٹھہرو۔ چنا کے پاس کوئی بات ہے۔'' پھر اُس نے کہا۔ ''کہو...... چھوٹے بچوں کی طرح منہ کیوں بنا رہے ہو؟''

''تمہارا باپ مر گیا۔'' چنا غصے میں کہہ رہا تھا۔ ''ہمارے سب کے باپ کو قتل کر دیا گیا۔'' اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ''گاندھی جی پرارتھنا کرنے جا رہے تھے تو کسی وطن دشمن نے اُنہیں گولی مار دی۔'' پھر چنا چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ سب کے دل بیٹھ گئے۔ جگت نے آہ بھری۔

''اگر گولی مارنے والا کوئی مسلمان ہوا تو بلوے شروع ہو جائیں گے۔''

سورج سر جھکا کر مغرب میں ڈوب گیا۔ رات گزارنے کے لئے سب جنگل میں داخل ہو گئے۔ چنا اور ہوشیار کی بیدار رہنے کی باری تھی۔ کافی لوگ سو گئے۔ جگت کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ جھریالہ کے بازار کی ایک بات کہنا بھول گیا تھا۔ وہ ہوشیار کو سنا رہا تھا۔

''دوست! وہاں کا جوہری بازار بہت بڑا ہے۔ سونا چاندی کے جواہرات شوکیسوں میں سجے ہوئے تھے۔ وہ دُکانیں جلدی جلدی بند ہونے لگیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک ڈاکو بازار میں گھس آئے ہوں اور لوگ خوف کے مارے دُکانیں بند کر رہے ہوں۔'' چنا یا ہوشیار کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جگت آنکھیں بند کئے بیدار تھا اور اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ پانچ منٹ کے سناٹے کے بعد جگت نے اُنہیں چونکایا۔

''ہوشیار! اگر جوہری بازار میں ڈاکہ ڈالیں تو کیسی رہے؟'' چنا سنگھ اس طرح لرز گیا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ہوشیار چپ ہو گیا۔ جگت بڑبڑا رہا تھا۔ ''لاکھ دو لاکھ کا ہاتھ ماریں تو ہمیشہ کی دردسری ختم ہو جائے۔'' چنا سنگھ محسوس کر رہا تھا جگت نیند میں بک رہا ہے۔ مگر ہوشیار اُس کی بات سمجھ گیا۔ جگت اپنے ارادے کا اتنی جلدی اظہار کرے گا یہ اُس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بس اب بڑے اور آخری ڈاکے کی سرگرمی شروع ہونے کی دیر تھی۔

○

گاندھی کے قتل کی رات جگت کے دماغ میں آیا ہوا خیال جگت اور ہوشیار کے ذہنوں میں ہلچل مچانے لگا۔ جوہری بازار لوٹنے والا کارنامہ معمولی نہیں تھا۔ اس بار یا اُس پار کا جوا کھیلنا تھا۔ خیال سے رگوں میں خون کی گردش بڑھ گئی۔ ''ہم ہر طرح سوچ بچار کر کے آگے بڑھیں یہ بہتر ہو گا۔'' ہوشیار جوں جوں سوچتا گیا اُس کا ذہن بیدار ہوتا گیا۔ ''لاکھوں کا مال جہاں فروخت ہو وہاں دُکانیں لاوارث کی ملکیت کی طرح نہیں ہوں گی۔''

''تیاری پوری کریں گے۔ مگر سوچنے کی چکر میں پلان بگڑ جائے گا۔'' جگت ذرا بھی پروا

نہ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''ہمارے ہاتھ میں صرف دو دن ہیں۔ آج گاندھی جی کے سوگ میں بازار بند ہے۔ کل اتوار تیاری میں جائے گا۔''

''تو کیا تم پیر کو ہی چھاپہ مارنا چاہتے ہو؟'' ہوشیار کی آواز جوش میں لرز رہی تھی۔ جگت مسکرایا۔ کچھ دیر خاموشی رہی تو ہوشیار کو اپنے غیر ضروری جوش کا احساس ہوا۔ اتنے سالوں کے ساتھ کے بعد بھی جوش میں وہ جگت کی خاصیت کو بھول چکا تھا۔ جگت اکثر کہا کرتا تھا۔

''پلان بناتے وقت جلدی نہیں کرنی چاہئے ورنہ عمل کے وقت جوش میں اندھے ہو جاؤ گے۔ ایسے کام بڑے اطمینان سے جو کر سکتا ہے وہ کبھی نقصان نہیں اُٹھاتا۔''

''ہوشیار! ہم منگل کو ڈاکہ ڈالیں گے۔ میں پیر کو جوہری بازار مال پسند کرنے جاؤں گا۔''

''مال پسند کرنے؟'' ہوشیار کو تعجب ہوا۔ اُس نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔ ''جگت! تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے ہم زیورات خریدنے جا رہے ہوں۔ جیسے شادی میں زیور دینے ہوں اس طرح پسند کرنے جا رہے ہو۔''

''شادی کے لئے ہی پسند کرنے جانا ہے۔'' جگت سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''میری شادی ہونے والی ہے۔ میں ملٹری کا بڑا افسر ہوں۔ شادی فوراً ہو رہی ہے لہٰذا تیار زیور لینے ہیں۔ منہ مانگی قیمت دینے کو ہم راضی ہیں۔''

اب ہوشیار کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''سمجھ گیا...... ہمیں فوجی افسر بن کر جانا ہے۔ قیمتی مال پسند کرنا ہے جس کی پوری قیمت ملے۔ مگر جگت! اسی لمحے مال لے کر فرار ہو جائیں پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟ دوسرے دن جانے کی ضرورت کیا ہے؟''

جگت مسکرانے لگا۔ ''تم کچھ دیر پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ سوچ بچار کر قدم اُٹھانا چاہئے اب کہہ رہے ہو کہ ایک چکر میں نمٹا لیں۔'' پھر بولا۔ ''ہوشیار! پیر کو ہم فوجی لباس میں جائیں گے اور خود کو بھی فوجی افسر کی طرح ظاہر کرنا ہے۔ مگر منگل کو......''

''ڈاکو بن کر جائیں گے۔ یہی کہنا چاہتے ہو؟'' ہوشیار رنگ میں آ گیا۔ یہ مشورہ کرنے کے لئے وہ لوگ دوسرے ساتھیوں سے الگ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ جگت یہ چال آخر تک پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ ڈاکہ ڈالنے کا ٹھکانہ سوائے اُن کے کسی اور کو آخر تک معلوم نہیں ہونا چاہئے۔ چنا کو بھی نہیں۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ پوری طرح محتاط رہنا تھا۔

''ہوشیار! میں فوج میں ہوتا تو اتنے سالوں میں کس عہدے پر پہنچ جاتا؟'' ہوشیار نے سوچا کہ یہ کیا پوچھنے لگا؟

''جگت! تم شاید میجر یا پھر کرنل ہوتے۔ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''بس...... تو پھر تمہیں میرے لئے کرنل جیسا لباس لانا پڑے گا۔'' پھر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا بولا۔ ''بندہ ایک گھنٹے کے لئے کرنل بن جائے گا۔''

''اور میں......؟''

''تم میرے اردلی۔'' جگت ہنسا۔ ''تم میری جیپ چلاؤ گے۔ رُعب ڈالنے کے لئے دو ایک کام بھی کرنا پڑیں گے۔''

''اس کا مطلب ہے مجھے جیپ کا انتظام بھی کرنا پڑے گا۔ یہی کیوں نہیں کہتے؟'' ہوشیار کھڑے ہو کر فوجی انداز میں سلام کیا۔ ''ایک ہی دن باقی ہے کرنل صاحب! مجھے اجازت دیں دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے ابھی کافی تیاری کرنی ہے۔''

جگت قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ اُن کی حرکات دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جوہری بازار لوٹنے تیاری کر رہے ہیں۔ پیسے خرچ کر کے زیورات خریدنے والے کے ذہن پر بھی بوجھ رہتا ہے۔ یہاں تو دن کے اُجالے میں ڈاکہ ڈالنے کی تیاری ہو رہی تھی......!

OOO

ٹری کی دوپہر کے بعد جھریالہ کے بازار میں ایک فوجی جیپ آ کر رُکی۔ جیپ چلانے والے فوجی لے جلدی سے اُتر کر کرنل صاحب کو زوردار سلیوٹ دیا۔ بہت سی دُکانوں کے بیوپاری اُدھر دیکھنے لے۔ سارے بازار کی سب سے بڑی دُکان کے سامنے جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ گاہک جاننے والا علوم ہوتا تھا۔

''آیئے تشریف لایئے بڑے صاحب!'' بیوپاری نے استقبالیہ انداز میں دروازے کے قریب آ کر کہا۔ کچھ بھی ہو وہ ملٹری کا کوئی افسر تھا۔ چوڑے سینے سے لمبا سانس خارج کرتے ہوئے جگت لے آنکھوں پر چڑھائے ہوئے گوگلس ٹھیک کئے۔ وہ خاصا بارُعب لگ رہا تھا۔ کرنل کے لباس کی وٹ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ صاف، استری شدہ ٹائٹ یونیفارم، چمکتے جوتے، سر پر سکھ لڑکی سی پگڑی، شانے پر فوجی عہدہ ظاہر کرنے والا بیجل کا نشان۔ پشت پر اسٹین گن بھی لٹک رہی تی جس سے رُعب پڑ رہا تھا۔ یہ دیکھ لینے کے بعد جگت دُکان میں داخل ہوا۔ پیچھے چلتے ہوئے ہوشیار نے دُکاندار کے کان میں سرگوشی کی۔

''کرنل صاحب کی شادی ہے۔ قیمتی چیزیں دکھانا! سرمایہ دار خاندان کے بیٹے ہیں۔ فوج میں لگے ہیں۔'' اُس کی بات نے سب کو ہوشیار کر دیا۔ زیورات کے الگ الگ نمونے پیش ہونے لگے۔ ہوشیار نے جگت کو اشارہ کر کے سمجھایا۔ 'مال دیکھنے کے لئے گوگلس اُتار دو! نہیں تو شک ہو جائے گا۔'

ہلکے انداز میں مسکرا کر جگت نے رنگین چشمہ آنکھوں پر سے ہٹا لیا۔ اب سونے کی چمک نظر آنے لگی۔ ''آپ معمولی چیز نہ دکھائیں۔ قیمت کی پرواہ نہ کریں۔ مجھے قیمتی زیورات چاہئیں۔ کوئی طنز لینے کہ ہلکے زیورات لے آئے ہو تو میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ باپ دادا کی عزت اور گھر آنے والی بچھی کی خوشی کا سوال ہے۔'' جگت بولا۔

''حضور! آپ بے فکر رہیں۔ میں ابھی قیمتی چیزیں منگوا دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس نے اپنے بیٹے آواز دی۔ ''سیف میں سے پانچ دس بھاری سیٹ لے آؤ۔'' ہلکے سے انداز میں کہی گئی بات سنے سنی۔ اُس نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا اور داڑھی کھجاتے ہوئے پوچھا۔

''دیر لگے گی...... مجھے کچھ زیادہ جلدی ہے۔''

''نہیں حضور! نزدیک میں ہے۔ دس منٹ میں آ جائے گا۔'' بیوپاری نے لجاجت سے کہا۔

''اے دیپ چند! صاحب کے لئے ٹھنڈا لاؤ۔''

''نہیں لالہ جی! تکلیف کی ضرورت نہیں۔'' جگت نے تکلف کیا۔ ''مجھے بہت جلدی ہے۔ تم ہتے ہو گاندھی کے قتل کے بعد حالات بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں۔ کچھ ہو جائے اس سے پہلے

ہمیں خبردار رہنا چاہئے۔ شادی کے لئے بمشکل فرصت ملے گی۔"

"سچ بات ہے... مگر اچھی چیز پسند کرنے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔" بیوپاری کو بڑا گا گنوانا نہیں تھا۔ "بات یہ ہے کہ دُکان میں بڑا مال رکھنا خطرہ ہے۔ زمانہ بہت خراب ہے۔ اس سیٹ قریب ہی ایک محفوظ جگہ رکھتے ہیں۔ آپ جیسا کوئی بڑا گاہک آتا ہے تو منگوا لیتے ہیں۔"

"اچھا......" جگت نے ہمدردی سے کہا۔ "اس طرح تو آپ کو ڈبل محنت کرنی پڑتی ہوگ اُسے زیادہ وقت دُکان میں رہنا بھی ٹھیک نہیں لگا۔ نقلی کرنل کے پول کھل جانے کا بھی خطرہ "اصل پسند تو عورتوں کو کرنا ہوتی ہے۔ ماتا جی، بھابھی کل آنے والی ہیں۔" پھر یکبارگی رسٹ کو دیکھتا ہوا بولا۔ "اچھا! ایسا کرو کل بھاری سیٹ منگوا کر رکھیں۔ چار بجے ہم آ جائیں گے۔"

"مگر آج دیکھتے جائیں۔ کل پھر سیٹ منگوا لیں گے۔" "اس میں تکلیف کا سوال نہیں ہے۔" جی نے سوچا ممکن ہے گاہک نکل جائے۔ "آپ کے لئے ٹھنڈا منگوایا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں لالہ جی!" جگت نے اُسے اطمینان دلایا۔ "آپ کی دُکان سارے بازا ناک پر ہے۔ یہ کون نہیں جانتا؟ بیس پچیس ہزار کے زیورات کے لئے دوسری دُکان پر جانا ہم نہیں سمجھتے۔"

اپنی دُکان کی تعریف اور بیس پچیس ہزار کی رقم سن کر جوہری کی باچھیں کھل گئیں۔ کتنا نفع اور دام کتنے بڑھا کر بولے جائیں، وہ سوچنے لگا۔ وہ میٹھے لہجے میں بولا۔ "حضور! دُکان آپ ہے۔ جیسی چیز مانگیں گے حاضر کر دیں گے۔" جگت چلنے لگا تو وہ عاجزانہ لہجے میں بولا۔ "چار تیار رکھوں گا۔ آپ ضرور تشریف لائیں۔ کہیں تو مال گھر دکھا لاؤں؟"

جگت چونک پڑا۔ "نہیں بھئی ایسی تکلیف کیوں کریں؟ آپ یہ قیمتی سامان لے کر آئیں یا نہیں۔ ہمیں آپ لوگوں کا خیال بھی کرنا چاہئے۔" پھر آہستگی سے بولا۔ "ممکن ہے دیر ہو جائے سیٹ منگوا کر تیار رکھنا۔ شادی کے ہزار چکر کرنے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے چار کی جگہ دوپہر جائیں۔"

"بہتر..... جیسی آپ کی مرضی۔ آپ جب بھی آئیں گے نمونے تیار ملیں گے۔ دوسرے گا کو پھر دیکھیں گے۔" وہ بولتا رہا اور جگت ملٹری افسر کے سے رُعب سے باہر نکل گیا۔ ہوشیار ایک زوردار سلیوٹ دیا۔ کرنل صاحب جیپ میں سوار ہو گئے تو وہ اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھا۔ جی نے چہرے پر خوشامد لا کر کرنل صاحب کو وداع کیا۔

"کل کا انتظار کروں گا۔ دُکان آپ کی ہے۔ ضرور تشریف لائیں۔"

ہوشیار نے جیپ سٹارٹ کی۔ صرافہ بازار میں گرد اُڑاتی ہوئی جیپ چلی گئی۔ دو منٹ دونوں خاموش رہے۔ پھر دونوں ایک ساتھ قہقہہ لگانے لگے۔ پہلا داؤ صحیح رہا تھا، اس کی دونوں کے چہروں پر جھلک رہی تھی۔

"واہ کرنل صاحب واہ!" برابر بیٹھے ہوئے جگت کی پشت پر ہاتھ جھاڑتے ہوئے ہوشیار کہا۔ "کیا اداکاری کی ہے بھئی۔ بے چارہ جوہری بچھا جا رہا تھا۔"

"دُکان آپ کی ہے۔ ضرور تشریف لائیں! کہتے ہوئے لالہ تھک نہیں رہا تھا۔" جگت

شرٹ کے بٹن کھولے۔ "میں تو پندرہ منٹ میں بے چین ہو گیا تھا۔ وردی بہت چست ہے۔"

"پھر بھی تم بالکل کرنل نظر آ رہے تھے۔ بڑا رُعب بیٹھ گیا تھا۔" ہوشیار پُرمسرت لہجے میں بول رہا تھا۔ "اب مجھے سمجھاؤ! کہ یہ ڈرامہ کیوں کھیلا گیا؟ میں اِردگرد کا جائزہ لینے کے لئے وہاں سے کھسک گیا تھا۔ لالہ مال منگوا کر رکھنے کا کہہ رہا تھا، یہ میں نے سنا تھا۔"

"بس! تو اسی لئے ڈرامہ کھیلنا پڑا۔" جگت نے کہا۔ "ہوشیار! جب ہم ڈاکہ ڈالنے آئیں ہمیں ڈھیرا سونا ملنا چاہئے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ جوہری سارا مال دُکان میں رکھتے ہیں۔ مگر میرا اندازہ صحیح تھا۔ لالہ جی نے قبول کیا کہ بھاری سیٹ محفوظ جگہ رکھتے ہیں۔ میں آج یہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ کل ہم لوٹ مار کریں تو زیادہ سے زیادہ قیمتی سیٹ ہاتھ لگیں۔" ہوشیار جگت کی معاملہ فہمی پر عش عش کر اُٹھا۔ "لالہ بے چارہ سب منگوا کر تیار رکھے گا اور ہم جھپٹ پڑیں گے۔ اگر میری اداکاری میں کسر رہ گئی ہوگی تو اس صورت میں گاہکوں کے پہنچنے کے بعد مال منگوائے گا۔"

"نہیں یار! تمہاری اداکاری کھرے سونے کی طرح تھی۔" ہوشیار کو یقین تھا۔ "اب ہم کل کے لئے پھر پلان پر نظر ڈال لیں۔ بازار کے راستے میں نے دماغ میں بٹھا لئے ہیں۔ کسے کون سی پوزیشن پر رہنا اور کام نمٹا کر فرار ہونا ہے یہ ہمیں سوچنا ہے۔"

"سب ہو جائے گا۔" جگت صافہ اُتارتا ہوا بولا۔ پھر اُسے جیپ کی پچھلی نشست پر رکھتے ہوئے بولا۔ "پہلے مجھے کرنل صاحب کا لباس اُتارنے دو۔"

"میری ایک بات مان جاؤ جگت! یہ بہتر رہے گا۔" ہوشیار نے جیپ کو بریک لگا کر کہا۔ "فرار ہونے کے لئے یہ جیپ بہتر رہے گی۔ دو گھنٹے میں ہم گوریا پہنچ جائیں گے۔"

"نہیں ہوشیار! تم مجھ پر اعتماد کرو، میں نے تمہارے مشورے پر کافی سوچا ہے۔ جیپ سے فرار ہونے میں تیزی کے ساتھ نظروں میں آ جانے کا خطرہ زیادہ ہے۔" پھر جیپ سے اُترتا ہوا بولا۔ "تم جیپ لوٹا کر آؤ! میں فوجی لباس اُتارتا ہوں۔"

"بہتر......" کہہ کر ہوشیار نے جیپ آگے بڑھا دی۔

بٹالہ کا ڈاکہ اور قتل کے بعد اُس کے تعاقب میں لگی ہوئی پولیس گاندھی کے قتل کی وجہ سے نئے انتظامات میں پڑی ہوئی تھی۔ جوہری بازار لوٹنے کا تیزی سے پلان مرتب کرنے کی یہی وجہ تھی۔ جگت سوچ رہا تھا پولیس کو ڈاج دینے کا یہ بہتر موقع ہے۔ لالہ جی کو جو لالچ دیا گیا تھا اس سے بھی اندازہ لگایا گیا تھا لاکھ روپے سے کم کا مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ بڑا سودا نمٹنے کے خیال سے جتنے سیٹ اُس کے پاس ہوں گے اس سے زیادہ سیٹ دوسرے جوہری سے مانگ لائے گا۔ "لاکھ روپے.....!" ہوشیار کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔ "جگت! یہ کام صحیح سلامت ہو جائے تو ہمیشہ کا آرام ہو جائے۔"

"ہوشیار! اب اندازے کے گھوڑے دوڑانا چھوڑو! تم کہتے تھے ایسا ڈاکہ نصف گھنٹے میں نمٹا کر ہوا ہو جائیں گے۔" پھر ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "آج بچپن بہت یاد آ رہا ہے۔"

"اس ڈاکے کے بعد وہ جہاں ہوگا، وہاں ہمیں یاد کرے گا۔ فخر کرے گا کہ جگا نے نئے ملک جا کر لاکھ روپے پر ہاتھ مارا۔" ہوشیار نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

وقت گزاری کے لئے یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ دوسری کوئی تیاری نہیں کرنی تھی۔ روانہ وقت دوسرے ساتھیوں کو بتانا تھا کہ صرافہ بازار لوٹنے جا رہے ہیں۔ کون کس کے سیکشن کے فرار ہوگا؟ یہ بتا دیا گیا تھا۔ اس ڈاکے کے بعد ڈھائی مہینے تک کوئی ایک دوسرے سے ملنے والا تھا یہ بھی طے ہو چکا تھا۔ اس وقت تک پولیس اُن کی تلاش میں چاہے زمین آسمان ایک کر دے۔

O

الگ الگ راستوں سے جوہری بازار میں داخل ہو کر ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ لے لی۔ چکے تھے۔ جوہری بڑی بے چینی سے مٹری والے گاہک کا انتظار کر رہا تھا۔ جگا کے ایک گھو ساتھی پر اُس کی نظر گئی اور وہ چونکا۔ اُسے کچھ شک گزرا مگر اسی لمحے اُس کی دُکان کے زبردست دھماکہ ہوا۔ بازار لرز اُٹھا۔ بھاگ دوڑ ہونے لگی۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ کی آوازیں لگیں۔ گرد اور دھوئیں سے اندھیرا سا ہو گیا۔

لوٹ مار کرنے سے پہلے جگت نے چوک میں گرنیڈ پھینکا تھا تاکہ گھبراہٹ میں لوگ اِدھ بھاگ جائیں۔ جان مال سنبھالنے کے چکر میں پڑ جائیں۔ اس دوران کام ختم کیا جا سکے ہوشیار اور چنا جگت کے عقب میں جوہری کی دُکان میں داخل ہوئے۔ اُن کی رائفلیں د جوہری کی آدھی جان نکل گئی۔ دُکان کے ملازم جدھر سے موقع ملا فرار ہو گئے۔ لالہ جی اور لڑکا بری طرح کپکپاتے ہوئے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہوشیار اور چنا شوکیس توڑ ک کے زیورات کے سیٹ قبضے میں کرنے لگے۔

''چنا! جو کچھ ہاتھ لگے تھیلے میں بھرتے جاؤ! اصلی نقلی پھر دیکھا جائے گا۔'' ہوشیار جلدی ہاتھوں کو حرکت دے رہا تھا۔ اُس نے گزشتہ دن سب نظر میں رکھا تھا اس لئے کام جلدی ہو ر جگت دُکان کے دروازے پر شیر کی طرح کھڑا تھا۔ دُکانیں تیزی سے بند ہونے لگیں۔ جگت ا کے ٹرائیگر پر اُنگلی رکھ کر تیار کھڑا ہوا تھا۔ کہیں ذرا سے بھی مقابلے کے آثار نظر آئیں تو وہ اپ کو حرکت دے سکے۔ دُکان کے سامنے ہنس راج صراف کی دُکان تھی۔ اُس کے دروازے رہے تھے۔ ملازم تو بہت پہلے ہی بھاگ لئے تھے اس لئے دُکان ہنس راج کو بند کرنی پڑی۔

''سالے سب بزدل ہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''دروازے کا ایک حصہ کھول کر ایک ایک چٹخنی رہا تھا، نہ جانے اُسے کیا ہوا کہ شیخی بگھارنے لگا۔ دروازے کو مکمل بند کرتا ہوا چیلنج کرنے لہجے میں بولا۔ ''انہیں جانے نہ دینا...... میں آ رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ دروازہ اندر سے بند کر دُکان میں گھسنا چاہتا تھا، اُسی لمحے جگت نے فائر کیا۔ دروازہ بند کرنے والے ہاتھ کا اُس نے لیا۔ گولی بازو کے پار نکلتی ہوئی دُکان کی دیوار میں شیشے کی الماری سے ٹکرائی۔ زخمی ہنس راج دُکان میں گھسنے کے لئے زور کیا مگر گولی کے زخم اور جھٹکے سے توازن کھو بیٹھا اور باہر اُلٹ رائفل کے دھماکے نے سب کے دل دہلا دیئے۔ لالہ جی نے سامنے والی دُکان کے مالک راج کو گرتے دیکھا تو اُسے اپنا دل بند ہو جانے کا خوف ہوا۔ ڈاکوؤں کے فرار ہونے سے پہ بچانے کی طاقت فنا ہو گئی...... دھڑکتے دل سے دو ہاتھ سر پر اُٹھا کر دو زانو بیٹھ گیا۔ ہنس راج دُکان کے کھلے ہوئے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے جگت بولا۔

''ارے...... اب زیادہ نہیں رہا۔ سامنے والے لالہ جی کو خالی کرو! جگا کو چیلنج کرنے کی سزا ملنی چاہئے۔'' جمع کیا ہوا مال جگت کے سپرد کر کے ہوشیار اُس طرف دوڑ گیا۔ ''بہت دیر نہ لا۔'' جگت نے تاکید کی۔ ''ایسی لوٹ کے وقت آدمی کا لالچ بڑھ جاتا ہے۔ زیادہ لینے کی خواہش ا ہو کرتی ہے اور اس میں پھنس جاتا ہے۔''

جگت چوکنا تھا، بیدار تھا۔ پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ چیخا۔ ''بس کرو......''

پہلے سے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق ایک کے بعد ایک ساتھی سرکنے لگا۔ چنا نے لالہ جی کی ساری دُکان صاف کر دی تھی۔ ہوشیار نے بھی سامنے والی دُکان سے اتنا سامان بھر لیا تھا جتنا وہ آسانی سے اُٹھا سکے۔

''جگت کچھ دیر رُک جاتا تو بہتر تھا۔'' ہوشیار نے سوچا۔ وہ سامنے والی دُکان میں بہت کچھ چھوڑ آیا تھا۔ اس کا اظہار اُس نے جگت سے بھی کیا۔

''نہیں...... زیادہ لالچ اچھا نہیں ہوتا ہوشیار!'' جگت نے یہ کہتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے تھیلا لے لیا۔ ''تم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ! اُس وقت تک میں دیکھتا ہوں۔'' ایک ہاتھ میں رائفل دوسرے ہاتھ میں لوٹ کا مال تھام کر جگا سینہ پھیلائے کھڑا تھا۔ صرافہ بازار میں سناٹا چھا گیا تھا۔ ہنس راج صراف زخمی حالت میں کراہتا ہوا اپنی دُکان کے پاس تڑپ رہا تھا۔ اُس کے بازو کا خون بہہ بہہ کر زمین پر دُور تک پھیل رہا تھا۔ ''بھاگ چلو......!'' جگا نے یہ کہتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گرد اُڑاتے ہوئے گھوڑے سنسان بازار سے نکل گئے۔

''خبردار......!'' ایک آواز سنائی دی۔ جگت اور ہوشیار چونکے۔ ایک گھوڑ سوار تیزی سے اُن کی طرف بڑھ رہا تھا......!

جگت نے رائفل کی نال گھما کر فائر کیا۔ گولی گھڑ سوار کے شانے کے قریب سے نکل گئی۔ وہ بچ گیا مگر قریب سے گزری ہوئی گولی نے اُس کی ہمت توڑ دی۔ ہوشیار فائر کرنا چاہتا تھا مگر جگت نے روکا۔ ''نہیں...... اُسے نہ مارنا۔ میں نے جان بوجھ کر نشانہ خالی دیا ہے۔ صرف اُسے خبردار کرنے کے لئے۔''

گھوڑ سوار کو جان پیاری تھی۔ گھوڑے کی لگام کھینچ کر وہ لوٹ گیا۔ ڈوبتے سورج کے سامنے گرد اُڑاتے ہوئے جگت، ہوشیار اور چنا کے گھوڑے ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ دوسرے ساتھی پہلے ہی الگ الگ سمتوں میں روانہ ہو چکے تھے۔

کچھ ہی لمحوں میں جھبڑیالہ میں کہرام مچ گیا۔ جوہری بازار میں ڈاکہ پڑا۔ ایک صراف زخمی ہوا ڈاکو سونے چاندی کے زیور اُٹھا کر فرار ہو گئے۔ ''کون تھا؟ گنگا سنگھ کے علاوہ کوئی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔'' لوگ اندازے لگانے لگے۔

''نہیں...... کہتے ہیں دوسرے ڈاکوؤں کا گروہ تھا۔ جگا ڈاکو کا گروہ......'' کسی نے کہا۔

پولیس کے آنے تک سورج غروب ہو چکا تھا۔ ڈاکہ بڑا تھا اس لئے بڑے افسران کے آنے تک پولیس والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تھے۔ جھبڑیالہ کے صوبیدار نے امرتسر کے پولیس افسر ... رن سنگھ کو فون پر ڈاکے کی خبر سنائی۔ دوسری سمت سے ''اوہ...... اوہ!'' کی آواز سنائی دی۔

جیسے چیف کی زبان پر فالج گر گیا ہو۔ اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔

"صرافہ بازار لوٹ لیا گیا۔ دن دہاڑے..... کون تھے؟ جگا کا گروہ؟ کتنا مال گیا ہوگا؟" پو سنگھ نے پوچھا۔ مگر جواب سننے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مخالف سمت سے صوبیدار بھی بولتے ہوئے رہا تھا۔

"صاحب! اندازاً ڈیڑھ دو لاکھ کا مال گیا ہے۔"

"ڈیڑھ دو لاکھ؟" اُس کی زبان پر ایک گالی آ گئی۔ مگر اُس نے ضبط کر کے کہا۔ "تم پولیس دوڑاؤ! مشکوک آدمی نظر آئیں تو اُنہیں فوراً حراست میں لے لو..... میں آ رہا ہوں۔" اُس ریسیور زور سے کریڈل پر پٹخا۔ "چار دن اطمینان کی سانس لی اور بدمعاش جگا زبردست وار کر ڈیڑھ دو لاکھ..... اب اگر وہ گرفتار نہیں ہوا تو اپنی چھٹی ہو جائے گی۔" وہ بڑبڑا رہا تھا۔

○

وہ ایک گھنٹے میں کافی دُور نکل گئے۔ پھر کھیتوں والا راستہ شروع ہو رہا تھا۔ وہاں جگت گھوڑے روکے۔ "بس..... اب یہاں سے ہم اپنے گھوڑے الگ کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے نے پشت پر سے لوٹ کا مال اُتار لیا۔ "سامنے والے کھیت میں گھس جاؤ!" ہوشیار کچھ ہچکچایا۔ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ گھوڑوں پر ہی تیزی سے بچ گوریا پہنچ جائیں گے اور نصف شب تک کسی جگہ چھپ جائیں گے۔ اتنا لمبا فاصلہ کیوں پیدل طے کیا جائے؟ جگت اُس کا ارادہ سمجھ گیا مگر نے مشورہ رَدّ کر دیا۔

"ہوشیار! تم سب کچھ میرے بھروسے پر چھوڑ دو۔ ہر گھوڑ سوار پر پولیس کی نظر رہے گی۔ جانے میں کھیتوں میں کھڑی فصلوں کی آڑ ملے گی۔"

ٹھنڈی ہوا سے لہراتے ہوئے کھیتوں میں تینوں داخل ہو گئے۔ قد آدم فصل کے درمیان دوڑنے لگے۔ چنا کو تو یہ سب ابھی ایک خواب معلوم ہو رہا تھا۔ کتنے بہت سارے زیورات نے جمع کئے تھے؟ زندگی میں اُس نے اتنا سونا نہیں دیکھا تھا۔ سونے کا لمس پا کر اُس کے جسم گدگدی ہوئی تھی۔

"ارے چنا! تم پیچھے رہ جاتے ہو۔ ابھی تو پانچ میل چلے ہیں اور تم ہانپ گئے ہو؟" جگت اُسے خیالات سے بیدار کیا۔ "قدم اُٹھاؤ! صبح سے پہلے ہمیں ٹھکانے پر پہنچ جانا ہے۔"

"جگت سنگھ! آپ کے ہاتھ میں دو تھیلے ہیں۔ ان میں سے ایک مجھے دے دیجئے! میں اُٹھا لوں گا۔" جگت کو تعجب ہوا۔

"ارے ایک تو تم پیچھے رہ جاتے ہو پھر یہ وزن بھی اُٹھاؤ گے؟"

"نہیں۔ یہ وزن ساتھ ہوگا تو دوڑنے میں جوش آئے گا۔ سالا اتنا بہت سارا سونا یقین آ رہا ہے کہ یہ اپنا ہو گیا۔" چنا بچوں کی سی باتیں کرنے لگا۔

جگت نے سوچا ہر چند یہ جوان قابل اعتماد ہے پھر بھی پھنسا دے گا۔ سونے کے خیال پاگل ہو رہا تھا۔ "یہ مال یقیناً اپنا ہوگا اگر تم صبح سے پہلے بچ گوریا پہنچ گئے۔ ورنہ....." جگت اُس کی پشت پر دھول رسید کرتے ہوئے کہا۔ "مال اور ہم سب پولیس کے قبضے میں ہوں!

گے؟"..... آسمان کے ستاروں کے سہارے راستہ دیکھ کر وہ مسلسل دوڑے جا رہے تھے۔ درمیان میں پانچ سات منٹ رُکتے، پھر کھیتوں اور جنگلوں میں چھپتے چھپاتے چالیس میل کا فاصلہ طے کر کے وہ بچ گوریا پہنچ گئے۔ چنا سنگھ زندگی میں کبھی اتنا نہیں دوڑا تھا۔ وہ تھک کر چورا ہو گیا۔ آخر میں اُس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ آخری دو میل تو اُس نے جگت اور ہوشیار کے سہارے کاٹے تھے۔ گھنٹے بھر سانس لینے کے بعد چنا سنگھ نے جگت سے کہا۔

"اب تھیلے کھول کر دیکھیں! سب سونا اصلی تو ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ سونا پیتل ہو گیا ہوگا۔ کتنے کا مال ہوگا؟ اندازہ لگائیں۔"

"چنا! تم پاگل ہو جاؤ گے۔" جگت نے مذاق میں کہا۔ مگر دل میں اُسے ڈر تھا۔ "سونا اصلی ہے۔ اصلی سونا ہاتھ آنے کا انتظام ہم نے پہلے کر لیا تھا۔" جگت نے اب بھید کھولا۔ "پیر کو میں اور ہوشیار مال پسند کرنے گئے تھے۔"

"پھر بھی مجھے تجسس ہو رہا ہے کہ ہم نے کتنے ہزار کی لوٹ کی ہے؟" چنا نے ضد کی۔

جگت کو مذاق سوجھا۔ "چنا! ایسا کر پہلے ہم کچھ پیٹ میں ڈالیں۔ تم جو ملے وہ کسی دُکان سے لے آؤ!" چنا جانے کے لئے کھڑا ہوا تو جگت مزید بولا۔ "اور ساتھ ہی صبح کا اخبار بھی لے آنا۔ دیکھنا کسی کو ذرا سا بھی شک نہ ہو جائے۔ راستے میں اخبار پڑھنے کی جلدی نہ کرنا۔"

پندرہ بیس منٹ کے بعد چنا کھانا لے کر آ گیا تو جگت نے اُس کی بغل سے اخبار لے لیا۔ اخبار کھول کر اُس نے ایک سرخی پڑھی..... "جگا ڈاکو نے جھڑیالہ کے صرافہ بازار میں ڈاکہ ڈالا۔ ڈیڑھ دو لاکھ کے زیورات لوٹ لئے گئے۔ زخمی ہنس راج کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑا۔"

"چنا! لوٹ کی رقم اخبار میں پڑھ لو۔" جگت نے مونچھ کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "ڈیڑھ دو لاکھ یا سوا لاکھ ہے....." یہ سن کر چنا کا دماغ گھوم گیا۔

○

فریدکوٹ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر چہل پہل ہونے لگی۔ آنے والی گاڑی اگلے اسٹیشن سے چھوٹ چکی تھی۔ ہوا کے زوردار جھونکوں سے اسٹیشن کے درختوں پر لگے ہوئے پتے زور زور سے تالیاں بجا رہے تھے۔ چھوٹی لائن والے اسٹیشن کے مٹی کے تیل والے فانوس مدھم مدھم جل رہے تھے۔ سردی زور کرنے کے لئے الاؤ پر اپنے ہاتھ گرم کرنے چار پانچ مزدور بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک پولیس والا بھی اُن کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ "ارے بیڑی دینا!" اُس نے عادت کے مطابق بیڑی مانگی۔ مزدور نے اس کی بجائے ایک سوال کیا۔

"حوالدار! صرافہ بازار کے ڈاکے والا کیا ایک بھی شخص گرفتار نہیں ہوا؟"

دس قدم دُور کمبل میں لپٹ کر بیٹھے ہوئے جگت کو یہ سوال ضرب لگا گیا۔ گردن گھما کر کن انکھیوں سے اُس نے دیکھا، جلتی ہوئی دیا سلائی کی روشنی میں حوالدار کے حرکت کرتے ہوئے لب نظر آئے۔ "ارے اس طرح دو دن میں پکڑے جائیں تو ڈاکو کیسے؟"

مزدور کا مذاق اُڑانے کو جی چاہا۔ "اس کی بجائے ایسا کہو! کہ دو دن میں پکڑیں تو ہم پولیس والے کیسے؟" حوالدار نے سر جھکا کر آس پاس کن انکھیوں سے دیکھا، پھر رازدارانہ انداز میں بولا۔

"گروہ کا ایک آدمی پکڑا جائے، پھر دیکھ لینا سب پکڑے جاتے ہیں یا نہیں۔"

"اس سے پہلے سرحد پار کر گئے پھر؟" مزدور نے الاؤ میں لکڑی رکھتے ہوئے کہا۔ "دوا سونا ساتھ ہے۔ پانچ ہزار خرچ کریں پھر بھی کام ہو جائے گا۔"

"ہمارا پولیس ڈیپارٹمنٹ اونگھتا نہیں ہے۔" حوالدار نے ہاتھ گرم کر کے جبڑے پر گھما۔ "سرحدوں پر پولیس لگا دی گئی ہے۔ سونا کتنا بھی ہو کس کام کا؟ فروخت کرنے گئے اور پکڑ گئے۔ بس اتنی دیر ہے۔" زیرِ لب مسکراتا اور جسم پر کمبل ٹھیک کرتا جگت دور ہٹ گیا۔ اپنے باتیں سننے کا لالچ اُس نے روک لیا۔ وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ پولیس نے صرافہ کے ڈاکے کو عزت کا سوال بنا کر زبردست دوڑ دھوپ شروع کر دی تھی۔ اُس نے صبح کے اخبار پڑھا تھا کہ پنجاب کی تمام سرحدوں پر پہرہ قائم کر دیا گیا تھا تاکہ ٹرین، کار یا پلین کے راستے فرار نہ ہوں۔ اُس کے لئے پولیس نے پورا انتظام کر دیا تھا۔ حوالدار نے کہا کہ گروہ کا ایک ہاتھ آ جائے تو پورا گروہ پکڑنے کی پولیس کی خواہش تھی۔ اُس نے مال اپنے، ہوشیار اور چنا درمیان تقسیم کر لیا تھا۔ تقریباً ساٹھ ہزار کے زیورات جگت نے اپنے پاس رکھے تھے اور چالیس ہزار کے ہوشیار کے سپرد کئے اور تیس ہزار کا مال چنا نے رکھ لیا تھا۔ جگت نے اُسے خبرد تھا۔

"بچوں جیسی حرکت نہ کرنا۔ میری اجازت کے بغیر اس میں سے ایک چیز بھی فروخت کر جانا!" تینوں ساتھیوں کو پورے دو ماہ الگ رہنا تھا۔ دو دن گزر گئے، اسی طرح دو ماہ گزر جا پولیس کو ہمیشہ کے لئے ڈاج دینے کا آخری داؤ کھیلنا تھا۔ اس کی تیاری ہوشیار کے سر تھی۔ اس تک اُن سے علیحدہ رہنے کے لئے جگت نے ایک مکان تلاش کر لیا تھا۔ فرید کوٹ کی حکومت کا ہندوستان سے الحاق نہیں ہوا تھا اس لئے وہاں تک دیکھتے ہی گولی مار دینے کے سرکاری حکم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس حساب سے جگت نے فرید کوٹ کا اسٹیشن پسند کیا۔ چندن کور کو یہاں لا کام چنا کے سپرد کیا۔ جگت اُسے لینے کے لئے اسٹیشن آیا ہوا تھا۔ انجن کی سیٹی سنائی دی اندھیرے کو چیرتی ہوئی روشنی کی لکیر نزدیک آنے لگی۔ جگت کھڑا ہو گیا۔ اُس کے دل پر ایسا چھایا ہوا تھا جیسے بیاہ کر میکے گئی ہوئی بیوی پہلی بار آ رہی ہو اور مرد کا دل مسرت سے اُچھلنے۔ جگت جوشِ مسرت میں ڈوبا چندن کور کا استقبال کرنے فرید کوٹ اسٹیشن پر آیا تھا پھر بھی اُس اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ گاڑی آ کر رُک گئی پھر بھی وہ سامنے نہیں گیا۔ چنا گیا تھا۔ "گاڑی سے اُترنے کے بعد میری تلاش میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ چندن کور کے باہر آ جانا۔ میں تم لوگوں کو تلاش کر لوں گا۔"

بوگیوں سے اُترتے ہوئے مسافروں کو وہ دور سے دیکھنے لگا۔ کچھ دور حوالدار کام میں لگا تھا۔ اُسے ٹرین سے آنے والے مشکوک لوگوں پر نگاہ رکھنی تھی۔ جگت نے چندن کور کو ڈبے سے آتے دیکھا۔ مگر چنا کیوں ساتھ نہیں؟ جگت نے دیکھا حوالدار آگے چلا گیا ہے تو وہ چندن کی جانب بڑھا۔ چندن ایک ہاتھ میں کپڑوں کا بنڈل سنبھالتی ہوئی دوسرے ہاتھ سے ٹین کا صندوق سر پر رکھنے جا رہی تھی۔

"لائیے! میں سامان اُٹھا لوں۔ چونی دے دینا۔ آپ کو گاؤں پہنچا دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے جگت نے چندن کور کے ہاتھ سے صندوق لے لیا۔

"مجھے مزدور کی ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہہ کر چندن نے صندوق واپس لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر کمبل اوڑھ کر کھڑا ہوا شخص مزدور نہیں اس کا شوہر تھا۔ یہ جان کر وہ بری طرح جھینپ گئی۔ مسرت کا جھٹکا سا لگا۔ پھر ادھر اُدھر نظر ڈال کر اُس نے سرگوشی کی۔ "ٹھہرو! میرا بھائی برابر والی بوگی سے آئے گا۔ پھر دیکھیں گے۔"

یہ سن کر جگت بڑبڑایا۔ "اُس بے وقوف کو الگ بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے ساتھ سفر کرتا تو کسی کو شک نہ ہوتا۔"

"لو..... آ گئے۔" کہتے ہوئے چندن مسکرائی۔ چنا نے دیکھا کہ سر پر صندوق رکھ کر جگت اُسے گھور رہا تھا۔

"مزدور مل گیا؟" یہ کہتے ہوئے اُس نے مسرت کا اظہار کیا۔ "پھر اب کیا دیر ہے؟ چلو!"

جگت نے چندن کور کے ہاتھ سے بنڈل لے لیا اور آگے آگے چلنے لگا۔ نصف پلیٹ فارم گزرنے کے بعد وہ چنا کے پہلو میں ہلکا سا گھونسہ مار کر بولا۔ "گیٹ پر وہ حوالدار ہے۔ اُس سے جا کر پوچھو کہ پیر والی گلی کہاں ہے؟" ٹکٹیں جیب سے نکال کر چنا نے گیٹ کیپر کو دیں اور جگت کے حکم کے مطابق حوالدار سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔

"چلے جاؤ سیدھے لائن پر۔" پھر سامان اُٹھا کر چلتے ہوئے جگت سے کہا۔ "اے قلی! انہیں پیر والی گلی لے جانا۔"

"شکریہ۔" کہہ کر چنا آگے بڑھ گیا۔ چندن کور اُس کے پیچھے چلنے لگی۔ مسافروں کی بھیڑ سے الگ ہو کر ریلوے لائن پر چلنے لگے۔ چنا بمشکل کچھ دیر تک صبر کر سکا۔ جیسے ہی تنہائی نظر آئی اُس نے فوراً ہی پوچھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے حوالدار سے پوچھنے کو کیوں کہا تھا؟" جگت نے اپنے سر سے صندوق اُتار کر چنا کے سر پر رکھا۔

"سوال پوچھنے میں جلدی کر رہا ہے اس کی بجائے سامان اُٹھانے کی پیش کش کرتا تو کوئی بات بھی تھی۔" جگت نے اُسے ڈانٹا۔ "حوالدار سے چھپ کر چلتے تو اُسے شک ہو جاتا۔ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ تم سے بات کرتے ہوئے بھی اُس کی آنکھیں گزرنے والے مسافروں کے چہروں پر جمی ہوئی تھیں۔" کچھ دور چلنے کے بعد جگت نے چندن کے بازو پر چٹکی لی۔ "بی بی! سامنے جو کوٹھی نظر آ رہی ہے، یہ ہمارا گھر ہے۔"

"وہاں تو فانوس جل رہا ہے۔ دوسرے لوگ بھی رہتے ہوں گے؟" چندن نے پوچھا۔

"یہ ہمارا کام ہے۔ کرایہ بھی نہیں دینا پڑتا۔"

چنا اور چندن کو حیرت ہوئی۔ جگت نے تفصیل بتائی۔ "اس طرف مسلمانوں کے مکان ہیں۔ وہ پاکستان چلے گئے اس لئے وہاں سے آنے والے مہاجروں کو خالی مکان دیئے جا رہے ہیں۔ ہماری کوٹھی ایک سرپھرے شخص کی تھی اس لئے کوئی ہمت نہیں کرتا تھا۔ میں نے سوچا ہمارے لئے خالی پڑی ہے۔ اس لئے میں نے تالا توڑا اور قبضہ کر لیا۔"

"یہاں بھی ڈاکہ ڈالنے سے باز نہ آئے۔" چندن مصنوعی غصے اور لاڈ میں بولی۔ "اس بجائے بستی کے درمیان کھولی کرائے پر لے لی ہوتی۔"

جگت کو جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ گھر آ گیا تو اُس نے پھاٹک کھول کر کہا۔ "تشریف لائیے بیگم صاحبہ! غلام آپ کا استقبال کرتا ہے۔" اُس کے مذاق سے چندن شرما گئی مگر چنا کو لط آیا۔ اُس کے دل میں بھی کوئی آرزو جاگی۔ وہ سوچنے لگا، میں بھی ایسا گھر لوں گا اور اس میں جب عورت لے آؤں گا۔ بس اب صرف دو مہینے کا انتظار ہے۔ دس پندرہ ہزار تو میرے حصے میں آ گے ہی۔ ماں سے کہوں گا ایک اچھی لڑکی ڈھونڈ نکالے۔ پھر اس پنا سنگھ کو گھر سے نکالنا پڑے گا۔ ماں اُسے نہیں جانے دے گی۔ پھر؟ تو پھر میں ماں کو چھوڑ دوں گا۔

"ارے...... کس کی راہ دیکھتے دروازے کے قریب کھڑا ہے؟ مجھے تیرا بھی استقبال کرنا پڑے کیا؟" جگت نے اُسے خیالات سے بیدار کیا تو چنا کو احساس ہوا کہ وہ حسین خواب کی وادی میں ہو گیا تھا۔

"کوٹھی دیکھ کر مجھے کچھ دن رُک جانے کا خیال آ گیا۔"

مگر جگت نے اُسے نصف شب کی گاڑی سے لوٹا دیا۔ چندن کور کے ساتھ اُسے بہت دن تنہائی ملی تھی اس لئے وہ وہاں چنا کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اُس کے دن میں جانے سے کس نظر میں آنے کا اندیشہ تھا۔ "دیکھنا......! حوالدار اسٹیشن پر ہو تو اُس کے سامنے جانے کی ہوشیاری کرنا۔ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جانا اور ہوشیار سے کہنا کام ختم کر کے مجھ سے ملے۔"

چنا چلا گیا تو چندن نے کہا۔ "بے چارہ تھکا ہارا آیا تھا اور اُسے فوراً واپس بھیج دیا۔ ایک رہنے دیتے تو آپ کا کیا جاتا؟"

"چندن! یہ تیری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" جگت نے پیار سے اُسے قریب کر لیا۔ "ایک ج رات خراب ہو یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔" چندن شرما کر دور ہٹ گئی۔

"پورے مطلبی ہو۔ ڈاکہ ڈالنے سے فرصت ہوتی ہے تو بیوی یاد آتی ہے۔"

"اس وقت دور نہ رہو چندن!" جگت نے زور کر کے اُسے گھسیٹ لیا۔ "اب دو ماہ میں تم ایک گھنٹہ الگ نہیں رہوں گا۔" چندن کے رُخسار جگت کی گرم سانسوں سے سرخ ہونے لگے۔

"صرف دو مہینے...... پھر لمبی جدائی کا دُکھ۔" چندن کور کے رُخسار پر آنسو بہنے لگے۔ جگت ہونٹوں کو نمکین پانی چھو گیا۔

"تم تو رونے لگی پاگل! دو مہینے کے بعد ہمیشہ کا سکھ ہو جائے گا۔ میں اور ہوشیار اسی کے میں ہیں۔"

"کیا ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دو گے؟" چندن کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے۔

"ڈاکہ چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ ملک ہی چھوڑ دیں گے۔" جگت نے اُس کے کان سرگوشی کی۔

"اسی لئے جوہری بازار لوٹنے کا خطرہ مول لیا تھا؟" چندن بولی۔ ملک چھوڑ جانے کی با سے چندن کو جھٹکا سا لگا۔ "اس کا مطلب ہے ہمیشہ کے لئے ماں باپ سے الگ ہونا پڑے گا؟"

کہہ کر چندن بیٹھ گئی۔ جگت کو تعجب ہوا۔ اُس نے سمجھا وہ ناراض ہو گئی ہے۔

"تم پوری بات سنو!"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ٹھہرو میں آ رہی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوئی اور باورچی خانے میں لی گئی۔ جگت کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُسے غصہ آ گیا۔ ویرو یاد آئی۔ "وہ سب چھوڑ کر میرے ساتھ لی دی تھی اور یہ......" مگر وہ آگے نہ سوچ سکا۔ اُسے چندن کی اُبکائیاں سنائی دے رہی تھیں۔ ات فانوس لے کر اندر پہنچ گیا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" وہ اُس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔

"ابھی کچھ دن سے اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔" چندن کور نے کلی کر کے کہا۔ پھر جگت کے چہرے کو یکھنے لگی۔ "مگر تم نے میری طبیعت پوچھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔"

"اب دو ماہ میں دیکھنا کیسی ٹھیک کر دیتا ہوں۔" جگت نے اُس کے بالوں کی لٹ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ "تم کہو گی تو ڈاکٹر کو روز وزٹ پر بلائیں گے۔"

"تمہارا ڈاکٹر کیا کر سکے گا؟" وہ جگت کو تعجب سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ روگ ڈاکٹر سے اچھا ہیں ہو گا۔ دن بدن بڑھتا جائے گا۔"

اب جگت کو فکر ہونے لگی۔ "اس کا مطلب ہے تم بیماری سے واقف ہو۔ کیا بیماری ہے تمہیں ندن؟" جگت نے بھاری آواز میں کہا۔ "تم فکر نہ کرنا...... میں ہزاروں روپے خرچ کر کے تمہیں ت مند بنا دوں گا۔" اُس کی آواز بھیگ گئی۔ بالکل بچوں کی طرح۔ چندن کو اب اُس پر رحم آنے ا۔

"کچھ روگ مٹانے کے لئے نہیں ہوتے۔"

"تم مجھ سے گول باتیں نہ کرو چندن! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کیا بیماری ہے، یہ بتاؤ!" جگت ے میں بول رہا تھا۔ پھر بھی چندن کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ باورچی خانے کی چھت پر اُس کی نظر گئی۔

"وہاں کیا نظر آ رہا ہے؟"

"پالنا...... مگر اس سے تمہاری بیماری کا کیا واسطہ؟" جگت بور ہو کر بولا۔ مگر اچانک اُس کا دماغ ش ہو گیا۔ وہ پالنے پر سے نظر ہٹا کر چندن کو دیکھنے لگا۔ اُس کا چہرہ مسرت سے کھل اُٹھا تھا جیسے ں کے دل کو یقین نہ آ رہا ہو۔ وہ فانوس کی لو بڑھا کر غور سے چندن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اُس کے رے پر کتنی معصومیت آ گئی تھی؟ لرزتے ہوئے گلابی ہونٹ، سرخ دہکتے ہوئے رُخسار، چمکتی خوب ورت آنکھیں جن میں پیار جھلک رہا تھا۔ جگت کو اُس کے چہرے میں دوسرا معصوم چہرہ نظر آیا۔

"کیا سچ کہتی ہو چندن......؟" یہ سوال اُس کے وجود سے اُٹھ رہا تھا اور جواب سننے کے لئے ں کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ چندن نے صرف نظر سے اثبات میں جواب دیا۔ جگت مسرت سے دیوانہ ہو گیا۔ "تم نے اب تک کیوں نہیں بتایا؟" فانوس زمین پر رکھ کر اُس نے چندن کو دونوں ہوں میں اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"ارے...... ارے......" اُس نے احتجاج کیا۔ مگر پرواہ کئے بغیر وہ اُسے گود میں لے کر گھومنے جیسے ساری دنیا کو گود میں اُٹھا کر گھوم رہا ہو، وہ ایسی ہی خوشی محسوس کر رہا تھا۔

"میں باپ بن جاؤں گا...... باپ بن جاؤں گا۔" جگت مسرت سے چیخ رہا تھا اور چنا اُسے روک رہی تھی۔

"اب بس بھی کرو! مجھے چکر آ رہے ہیں۔ تمہیں ہوش ہے یا نہیں؟ مجھے کچھ ہو جائے گا۔" چنا کی بات سن کر جگت کا جوش قابو میں آ گیا۔ ہانپتے ہوئے اُس نے چندن کے رُخسار پر بوسہ دیا۔

"میں آج بہت خوش ہوں چندن! کہو...... اس خوشخبری کے بدلے میں تمہیں کیا دُوں؟"

"پہلے مجھے نیچے اُترنے دو!"

"نہیں...... پہلے تم مانگو! جو جی چاہے وہ مانگ لو! آج میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔" چنا نے دیکھا اُس کی آنکھوں کے کونے بھیگ گئے تھے۔

"تم باپ بن جاؤ، اس وقت مانگوں گی۔" چندن جگت کی گردن میں لٹکتے ہوئے تعویز سے کھیلتے ہوئے بولی۔ "ابھی سے مانگ کر میں سکھ سے الگ نہیں ہونا چاہتی۔"

"نہیں چندن! میں اس لمحے کو ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں بسا لینا چاہتا ہوں۔ جب تک نہیں مانگو گی اُس وقت تک تمہیں نیچے نہیں اُتاروں گا۔"

"اور میں وہ مانگوں گی کہ آپ کا دینے کے لئے دل نہیں کرے گا۔" اب بھی اُس کی اُنگلیاں تعویز پر گھوم رہی تھیں۔

"تم مجھے پریشان نہ کرو چندن! تمہارا شوہر ڈاکو ہے یہ تم جانتی ہو۔ سنت اور ڈاکو وچن دے کر انحراف نہیں کرتے۔" وہ چندن کو اُوپر اُٹھا کر اُس کے ہونٹ چومتا ہوا بولا۔ "ہمارے ہونے والے بچے کی قسم جو چاہو مانگ لو!"

"مجھے دبا کر رکھ دیا ہے۔" یہ کہہ کر چندن نے اپنا چہرہ ہٹا لیا۔ پھر ہونٹ اُس کے کانوں کے قریب لے جا کر دھیمے لہجے میں بولی۔ "ضد کر رہے ہو تو میں مانگ رہی ہوں کہ جس ڈاکے کی زندگی پر تمہیں فخر ہے اُسے چھوڑ دو!" ...... چندن کور کے الفاظ جگت کے کان میں ہو کر ذہن سے ٹکرانے لگے۔ دو لمحے کے لئے اُسے محسوس ہوا کہ چندن نے یہ کیا مانگ لیا؟

"یہ میں نے تم سے اپنے ہونے والے بچے کے لئے مانگا ہے۔" چندن شوہر کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھتی ہوئی بولی۔ "کسی کی آہ اُسے نہ لگے اس لئے......" چندن نے محسوس کیا کہ جن ہاتھوں پر وہ بلند تھی ان ہاتھوں کا زور آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ "تم کچھ کہتے کیوں نہیں؟" چندن گھبرا اُٹھی۔ "اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معافی مانگ کر واپس لیتی ہوں۔" مگر جگت نے اُسے زیادہ نہیں بولنے دیا۔ دونوں ہاتھ وزن اُٹھا رہے تھے اس لئے اُس نے لبوں پر لب رکھ دیئے اور انجانے میں اُس کی آنکھیں بہنے لگیں۔ اُس کے گرم آنسوؤں سے چندن کے رُخسار بھیگنے لگے۔

"مجھے سودا منظور ہے۔ اولاد کے لئے میں یہ زندگی چھوڑتا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ ڈاکو ختم ہو کر باپ کب بنوں گا؟"

"ابھی سات ماہ کی دیر ہے۔" چندن نے پیار سے آنکھیں جھپکائیں۔ "اب مجھے نیچے اُتارو۔ اس طرح اُٹھا کر تمہارے ہاتھ دُکھ جائیں گے۔" جیسے کسی بچے کو اُٹھا رہا ہو اس طرح جگت نے اُ

ٹھا کر لے جا کر بستر پر ڈال دیا۔

"پھول کی طرح معلوم ہوتی ہو۔" یہ کہہ کر جگت اُس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ آنے والے بچے پر ہاتھ پھیر رہا ہو۔

"اے بھگوان! اب تک بہت سارے دُکھ برداشت کرتی آئی ہوں......" چندن کور دل میں دعا کر رہی تھی۔ "اب جب دینے پر آیا ہے تو دونوں ہاتھوں سے سکھ دینا۔ کہیں ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے چھین لینے کا کھیل نہ کرنا......!"

○

پہلے صرف دو مہینے گزر جائیں اس کے انتظار میں رہنے والا جگت اب سات مہینے جلدی بیت جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سے باپ بننے کی اطلاع ملی تھی، دن رات اُس کے خواب و خیال میں چھوٹے چھوٹے ہاتھ پیروں والا توتلی زبان میں بولتا ہوا ہنستا روتا ایک بچہ کھیلنے لگا۔

ڈیڑھ ماہ گزرنے کے بعد ہوشیار ایک بار ملنے آیا...... "جگت! پوری تیاری ہو گئی ہے۔ پہلے میں کلکتہ جا رہا ہوں۔ کرتارا نے سارا انتظام کر دیا ہے۔ مال لے جانے والے ٹرک میں بیٹھ جاؤں گا۔ وہاں جا کر سنگاپور جانے والے بحری جہاز میں ملازمت مل جائے گی۔ اس کے بعد فوراً تمہیں بلوا لوں گا۔" جگت نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ لی۔

"ہوشیار! آہستہ بول۔ چندن کور کو اس بات کا پتہ نہیں چلنا چاہئے۔"

"کیوں...... بھابھی کو ساتھ نہیں لو گے؟"

"نہیں...... اب وہ جا نہیں سکے گی۔" جگت نے اُس کے کان میں کہا۔ "میں اب چھ ماہ میں باپ بننے والا ہوں۔"

"اچھا......؟" ہوشیار جھوم اُٹھا۔ "یہ خوشخبری میرے لئے سوا لاکھ کے ڈاکے سے بڑی ہے۔ مجھے بھی کوئی چاچا چاچا کہہ کر پکارنے والا ہو تو کس قدر لطف آئے۔" جگت کا جی چاہا کہ کہہ دے کہ باپ بننے کی مجھے بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے ہوشیار! اپنے اندر کے ڈاکو کو مارنا پڑے گا۔ مگر ہوشیار سے یہ بات کہنے کے لئے اُس کی زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ اُس نے سب سوچ رکھا تھا۔ کسی طرح ہوشیار کو بھی جدا کرنا تھا۔ اس کے لئے اُس نے تھوڑی بناوٹ کی۔

"تم اپنے حصے کا تمام مال لے جانا۔ وہاں فروخت کرنے میں آسانی رہے گی۔" پھر کھنکار کر کہا۔ "میرے انتظار میں کلکتہ نہیں رُکنا۔ سنگاپور میں ہم ملیں گے۔"

ہوشیار کو کچھ شک ہوا۔ "جگت بھابھی! کی زچگی تک یہیں رُکو گے؟"

"ارے یار! تم مجھے دائی سمجھ رہے ہو؟" جگت نے بات مذاق میں اُڑا دی۔ "زچگی کا فائدہ کس کو پہنچے گا۔"

"ارے ہاں...... میں کہنا بھول گیا بھئی!" ہوشیار نے کہا۔ "چنا سے ملا تھا تو اس نے خبر دی کہ تمہارے باپو الور روانہ ہو گئے ہیں۔ سرکار نے مہاجروں کو کرنال میں زمین دی ہے۔ اس لئے وہ وہیں رہیں گے۔"

"ہوشیار! چنا کا اُس کی ماں سے کیسا برتاؤ ہے؟"

"وہ انتظار کر رہا ہے پیسے ہاتھ میں آئیں اور وہ پنا سنگھ کو اپنی ماں سے الگ کر دے۔"
ہوتے ہوئے اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں۔ جگت اُسے چھوڑنے اسٹیشن تک گیا۔

"کسے پتہ پھر کب ملیں گے؟" جگت نے دل ہی دل میں سوچا۔ ہوشیار نظر سے دُور ہوا تو
کی آنکھیں بھیگ گئیں......!

O

مارچ گزر کر اپریل آ گیا...... چندن کور سے جگت نے گھر خط لکھایا۔

"بہو کو اچھے دن لگ چکے ہیں۔ خط ملتے ہی آ کر لے جانا!"

بیساکھی کو دس دن کی دیر تھی۔ ایک رات تقریباً نو بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ جگت چونکا
"کون ہوگا؟" اُس نے بستر کے نیچے سے گن نکال لی۔ "چندن! تم اندر والے کمرے
چلی جاؤ۔" یہ اشارہ کر کے اُس نے آواز بدل کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں کرتارا سنگھ۔" جواب ملا تو جگت نے اطمینان کی سانس لی۔

پھر بھی وہ گن تھامے ہوئے تھا۔ "کرتارا! تم اس وقت؟ اس طرح اچانک......؟"

"خاص کام سے آیا ہوں۔ وہ جگت کی گن پر نظر رکھ کر بولا۔ "مگر پہلے بھابی! کچھ کھا
دو! جو بھی تیار ہو۔ مجھے واپسی گاڑی سے جانا ہے۔ جگت کو ساتھ لے کر۔" چندن کور چونکی۔
بھی اُسے دیکھنے لگا۔ ضرور کوئی مصیبت آئی ہے۔ نہیں تو کرتارا اس طرح اچانک نہ آتا۔ اُس
سوچا کیا ہوشیار فرار ہوتے ہوئے پکڑا گیا؟ جو کچھ حاضر تھا چندن کور نے کھانے کو دیا۔ کھا
ہوئے کرتارا کہنے لگا۔

"ہوشیار بحفاظت پہنچ گیا۔ اس کی خبر کلکتہ سے آ گئی ہے۔"

"کرتارا! یہ خبر دینے کے لئے یہاں تک تم نے پریشانی اُٹھائی۔" جگت کو اب بھی بے
تھی۔ ممکن ہے چنا سنگھ نے کچھ گڑبڑ کر دی ہو۔

"نہیں جگا! میں اپنے کام سے آیا ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔ "ہماری زمین کا ایک شخص
جھگڑا پڑ گیا ہے۔ میں اُسے قتل کرنے کی دھمکی دے کر آیا ہوں۔ اس لئے تمہیں ساتھ لے
ہے۔" جگت ہنسا مگر چندن کور کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ "بھابی! ایک دن کے لئے بھائی کو لے جاؤں
اُس نے ویسے تو پُر مذاق لہجے میں کہا مگر چندن کور اُداس رہی۔

"نہیں کرتارا بھائی! تمہاری اور ان کی دوستی میں جانتی ہوں۔ پھر بھی منع کر رہی ہوں۔"

"دوستوں کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرو چندن!" جگت جذبات میں بول گیا۔ "تم
پتہ نہیں کرتارا کے ہم پر کتنے احسان ہیں۔ اس کی خاطر ایک آدھ قتل کرنا پڑے تو......"
اچانک رُک گیا۔ چندن کور آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگی۔ اس میں سے غصے کی چنگاریاں نکل
تھیں جیسے جگت کو یاد دلایا ہو کہ ابھی کچھ دن پہلے ہونے والے بیٹے کی قسم کھائی تھی اور اب......

"کرتارا! اگر میرے بغیر کام چل جائے تو میری گن لے جاؤ۔" جگت کے اچانک
کرتارا چونکا۔ "میں آؤں گا تو ایک دو شوٹ کر دُوں گا۔" کرتارا خاموش رہا۔ جگت نے
دوسرا بہانہ کیا۔ "اوہ...... کل صبح ایک بیوپاری آنے والا ہے مال کا سودا کرنے۔" وہ اس طرح

جیسے کرتارا کو منا رہا ہو۔ "دوست! چار چھ دن رُک جاؤ! مال کے پیسے کر لوں، تمہاری بھابی کو گھر
بھیج دُوں۔ پھر ہم ساتھ جائیں گے۔"

"نہیں جگا! مجھے اپنی گن دے دو۔ یہ کافی رہے گا۔" کرتارا مان گیا۔ اس سے جگت کو تعجب
ہوا۔ "میں دو دن میں تمہیں لوٹا دُوں گا۔"

دونوں نے ہنس کر کرتارا کو الوداع کیا۔ چندن نے سوچا کرتارا کے جانے کے بعد جگت خفا ہو
گا۔ مگر اس کی بجائے جگا مذاق میں بولا۔ "دوست کے سامنے میری عزت گھٹا دی تم نے۔" چندن
کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس پر جھک گیا۔ "اچھا ہوا تم نے مجھے روک لیا۔ اگر جاتا تو کچھ اُلٹا سیدھا
کر کے واپس آتا۔" خوش ہوتی ہوئی چندن نے اُس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"میں زیادہ خوش اس لئے ہوئی کہ میری رقیب گن آپ نے اُسے دے دی۔ آپ اُسے ایک
پل پہلو سے الگ نہیں کرتے تھے۔" دونوں بہت خوش تھے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ صبح کیا ہونے والا
ہے......؟؟

جگت آج جلدی بیدار ہو گیا۔ شاید بیوپاری پیسے لے کر آنے والا تھا لہٰذا اُس کی نیند اُڑ گئی تھی۔
چارپائی پر بیٹھا رہا۔ چندن کا بستر خالی تھا۔ اُس نے آواز دی۔

"چندے...... میرے لئے چائے بنا لانا۔"

غسل خانے میں نہاتی ہوئی چندن کی آواز آئی۔ "میں نہا لوں...... اتنی دیر رُکو!" جگت نے
لی۔ دو ماہ سے آرام کی زندگی گزر رہی تھی۔ چائے کا کپ ملنے کے بعد ہی وہ بستر چھوڑتا تھا۔
چندن ٹوکتی۔ "گھر میں بیٹھے بیٹھے سیٹھ بن گئے ہو۔ آرام کی عادت پڑ گئی ہے۔"

"اتنے سال آرام نہیں ملا اس لئے ایک ساتھ وصول کر رہا ہوں۔" جگت جواب دیتا۔

چائے آنے تک وہ سو جائے یا نہیں، وہ اسی اُلجھن میں تھا کہ اسی لمحے کمرے کی کھڑکی میں کوئی
یوں نظر آیا جیسے کوئی ادھ کھلی کھڑکی سے اندر دیکھ رہا ہو......

"کون ہے......؟" جگت نے کہا۔

جواب میں کھلی کھڑکی سے اسٹین گن کی نال اُس کی جانب منہ کئے نظر آئی...... وہ گھبرا گیا۔ اُس
چارپائی سے کودنے کے لئے سوچا اُسی لمحے آواز آئی۔ "خبردار جگا! ذرا بھی چالاکی کی کوشش
کرو گے۔" جگت کا جسم لرز گیا۔ اُسے اب خیال آیا کہ اُس نے اپنی گن کرتارا کو دے دی تھی
وہ بغیر اسلحہ کے ہو گیا تھا۔

"کون...... رام سنگھ؟" وہ ہمت کر کے بولا۔

"نہیں...... پورن سنگھ۔" خاکی وردی میں ملبوس پولیس چیف نے کھڑکی سے اندر جھانکا۔ "جگا!
تم گھیر لئے گئے ہو۔"...... تقدیر کی کرامت پر پھنسا ہوا جگت مسکرایا۔

"پھر صاحب! آ کر گرفتار کر لو۔ انتظار کس بات کا ہے؟"

پورن سنگھ کو حیرت ہوئی۔ اُس نے سوچا تھا پھنسا ہوا جگا بپھر جائے گا۔ فرار کی کوشش کرے گا۔
استعمال کرے گا۔ اس کی بجائے وہ اُسے اس طرح خوش اخلاقی سے اندر بلا رہا تھا جیسے وہ اس
مہمان ہو۔ "جگا! تم کسی چال بازی کی کوشش نہیں کرو گے۔" اُس نے پھر اُسے خبردار کیا۔ "ورنہ

جان گنواؤ گے۔"

"آپ نے دوسری بار مجھے خبردار کیا ہے چیف صاحب!" جگت کا اطمینان قابل تعجب تھا کہہ رہا تھا۔ "میں تو کوئی چالاکی نہیں آزما رہا۔ آپ کامیاب ہوئے ہیں۔ اندر آئیں! چائے پی کر ہم چلتے ہیں۔"

"نہیں جگا! تم اب تک پولیس کو کئی چکر دے کر فرار ہو چکے ہو۔" پورن سنگھ کے چہرے کی مسکراہٹ تھی۔ "اب تم کامیاب نہیں ہو گے۔ اپنا اسلحہ پھینک دو!"

جگت نے چادر کے نیچے سے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکالے۔ اسی لمحے پورن سنگھ نے اپنا میں کر لیا۔ اُسے ڈر لگا ممکن ہے جگا فائر کر دے۔ جگت پھر ہنس دیا۔

"صاحب! میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ پھر ڈرتے کس لئے ہو؟"

"کہہ رہا ہوں کھڑے ہو کر باہر آ جاؤ!" پورن سنگھ کو ڈرنے والی بات ہتک آمیز معلوم ہوئی وہ بگڑ گیا۔ "میرے ساتھ زبان درازی کرو گے تو پھونک دُوں گا۔ "شوٹ ایٹ سائیٹ" کے آرڈر کا تمہیں پتہ ہے۔"

"پورن سنگھ! تمہاری جیت ہوئی ہے۔ پھر کیوں بگڑ رہے ہو؟" جگت اب ضد پر آ گیا۔ کھڑا ہو کر تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ تمہیں مجھے پکڑنا ہے تو اندر آنا پڑے گا۔"

"کمال ہے...... تمہیں موت کا خوف نہیں؟"

"نہیں صاحب! آپ فریدکوٹ میں اس آرڈر پر عمل نہیں کر سکیں گے اس کا مجھے یقین ہے"

"تم بہت پکے ہو۔ اس حکومت میں تمہیں شوٹ کرنے کے ہمیں اختیارات نہیں اسی۔ یہاں چھپے ہوئے تھے۔" پورن سنگھ یہ کہہ کر مسکرا دیا۔

"جی ہاں صاحب! اب یہ بتائیں کہ آپ نے یہاں کا پتہ کیسے معلوم کر لیا؟"

"یہ سب راستے میں بتاؤں گا۔ پہلے گرفتار ہو جاؤ!"

یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ چندن کور نے باورچی خانے کا دروازہ کھولا۔ سامنے ہاتھ میں لئے پولیس چیف کو دیکھ کر اُس کا دل بیٹھ گیا۔

"بہن! آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم جگا کو کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ اسے سمجھائیں یہ خود کو قانون سپرد کر دے۔" پھر باورچی خانے کی کھڑکی کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ "آپ خود دیکھ سارے مکان کو پولیس نے گھیر لیا ہے۔ چھت پر بھی پولیس موجود ہے۔"

پولیس کا گھیرا دیکھ کر چندن کور کو پسینہ آ گیا۔ اُسے ڈر لگا کہ جگت گرفتار نہیں ہوا تو گولی اسے مار دیا جائے گا۔ "صاحب! یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ آپ کمرے میں آ کر بے دھڑک انہیں گرفتار کر لیں۔" چندن نے کہا۔ اس کے باوجود پورن سنگھ ہچکچا رہا اس لئے چندن نے روتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ہونے والے بچے کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ چالاکی نہیں کریں گے۔"

یہ سننے کے بعد پولیس چیف کو کچھ یقین آیا۔ وہ آہستہ مگر چوکنے انداز میں قدم بڑھا کمرے میں داخل ہو گیا۔ جگت اب بھی ہنس رہا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا لئے تو پورن

دم پیچھے ہٹ گیا۔ "صاحب! اتنا نہ گھبرائیں۔ میں نے تو ہتھکڑی پہننے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہیں۔" جیب سے ہتھکڑی نکال کر پولیس چیف نے اُسے پہنا دی۔

"چلو...... آپ آگے بڑھو!"

"صاحب! چائے پی کر چلیں گے۔ پھر آپ کہاں میرے مہمان بنیں گے؟" اُس نے ہتھکڑی لگے ہوئے کہا۔ "چائے پئے بغیر سستی ختم نہیں ہو گی۔"

پورن سنگھ اب بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ خطرناک ڈاکو جگا اس کے ہاتھوں گرفتار ہوا ہے۔ اُس گھر میں ایک نظر ڈالی۔ دوسرے پولیس والے بھی اندر آ چکے تھے۔ وہ ان سے بولا۔ "تلاشی لو! کوئی اسلحہ یا چوری کا مال ہو تو ساتھ لے چلو!"

چندن کور چائے کے دو کپ لے آئی۔ جگت نے اُس کی جانب دیکھا مگر چندن اُس سے نظریں چرا گئی۔ پورن سنگھ کی نظر چندن کور کے کان میں لٹکتے ہوئے بندوں پر گئی۔ "بہن! آپ کو اپنے کانوں سے بندے اُتار دینے پڑیں گے۔ لوٹ کا مال ہے یا نہیں، اس کا یقین کرنے کے لئے ہمیں ساتھ لے جانے پڑیں گے۔" چندن نے جگت کی جانب دیکھا، اُس نے اثبات میں سر ہلایا، اس پر اس نے فوراً بندے کانوں سے نکال کر چیف کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ جگت کو اتنا اطمینان تھا کہ زمین میں دبایا ہوا سونا پولیس کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ پھر یاد آیا کہ وہ بیوپاری آنے والا تھا۔ وہ جلدی آ جائے پھر پول کھل جائے گا اور مال پکڑا جائے گا۔

"چلو صاحب!" چائے کے دو تین گھونٹ جلدی سے حلق کے نیچے اُتار کر جگت کھڑا ہو گیا۔ "اب تمہارا مہمان بن گیا ہوں۔" جانے سے پہلے جگت نے آخری بار چندن پر نظر ڈالی۔ "ہمت" اتنا کہا۔ اُس کے الفاظ نے چندن کی آنکھوں سے چھلکتے ہوئے آنسو روک لئے۔ اُس نے مسکراہٹ کے ساتھ شوہر کو الوداع کہا...... چندن کور نہیں روئی البتہ اُس نے محسوس کیا کہ اُس کے پیٹ میں پلنے والا بچہ چیخ چیخ کر رو رہا ہے......!

O

"بیٹا! ابھی تمہیں ملازمت نہیں ملی؟" چنا کی ماں پوچھ رہی تھی۔ "پہلے ہر پندرہ دن یا ایک ماہ بعد منہ دکھانے آتا تھا مگر اب دو ماہ سے مسلسل گھر پڑا رہتا ہے۔" چھت کو گھورتے، چارپائی پر لیٹے ہوئے چنا نے جیسے سنا ہی نہ ہو۔ وہ خاموش رہا۔ ماں نے بیٹے کی جانب دیکھا وہ کسی سوچ میں ہونٹ چبا رہا تھا۔

"کس اُلجھن میں ہے چنا؟" ماں کی یہ دخل اندازی اُسے پسند نہ آئی۔ وہ کیسے خیالات میں گم ماں کو تو بڑبڑانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اب تھوڑے دن میں اس کی بڑبڑاہٹ بند ہو جائے

بس...... اب تھوڑے دن۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا بڑبڑا رہا ہے چنا؟" ماں نے سوچا۔ آج کل بیٹا بیکار ہو گیا ہے اس لئے اُداس ہے۔ کہتی ہوں چھوٹا بڑا کام کرتے رہو! دو پیسے بنا لے تو گھر میں بہو لے آؤں۔" دو ماہ میں کئی بار ماں یہ بات کہہ رہی تھی۔ چنا کو ہر بار کہہ دینے کی خواہش ہوئی۔

"ارے ماں! اب زندگی بھر مزدوری نہیں کرنی پڑے گی، اتنا کما لیا ہے تیرے بیٹے نے۔ ساری ڈبودیں اتنا زیورات اور سونا چھپایا ہے۔ بس مال فروخت کردوں اتنی دیر ہے۔"

مگر ماں سے کچھ کہنے کے لئے زبان نہیں کھل رہی تھی۔ اُسے اپنے سامنے دوڈراؤنی آ گھورتی دکھائی دیتیں۔ "دیکھنا! بچے کی طرح بک نہ دینا۔ میری اجازت کے بغیر مال کو ہا لگانا۔ تیری وجہ سے کچھ ہوا تو......" جگا کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ چنا دل کی بات ما نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر آج اُس کا دماغ گھوم گیا۔ ضبط ٹوٹ گیا۔

"بہو لانے کی بڑی تمنا ہے ماں......؟"

"بہو لانے کے ارمان کس ماں کو نہیں ہوتے چنا؟" اُس نے سوچا بیٹا کچھ پگھلنے لگا ہے اسے اور جوش میں لانا چاہیے۔ "ابھی دو دن پہلے اپنی برادری کی ایک لڑکی دیکھی ہے۔ میرا لیا اُس نے۔" پھر آہ بھر کر بولی۔ "مگر ہائے رے...... ہمارے نصیب میں ایسی بہو کہاں؟"

"کیوں ماں! نصیب میں کیا برائی ہے؟" لڑکی کی تعریف سن کر چنا پگھلنے لگا۔ "جاؤ! رشتہ کرآؤ۔" تب ماں نے محسوس کیا لڑکا واقعی بک رہا ہے۔

"بیٹا! بہو اس طرح مفت میں نہیں آتی۔ زیورات چڑھانے پڑتے ہیں۔ اور بیٹی کا با دھندے بغیر کسی لڑکے کو اپنی لڑکی کیسے دے سکتا ہے؟"

"کتنے زیورات چاہئیں ماں؟" چنا سنگھ کی آواز میں غرور جھلک رہا تھا۔ "لڑکی کے با کبھی دیکھے بھی نہیں ہوں گے، ہم اتنے زیورات چڑھائیں گے۔"

"ہائے ہائے......" ماں نے سر پیٹ لیا۔ "ارے تجھے کچھ ہو گیا ہے۔" پھر اُٹھ کر فکر انداز میں اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ پھر چنا نے جیکٹ کی جیب سے ایک چیز نکال کر ہتھیلی پر رکھی تو اُسے محسوس ہوا کہ خود اُس کا جسم گرم ہو گیا ہے۔ پیلی چمکتی ہوئی چیز دیکھ کرا آنکھیں پھیل گئیں۔ "یہ کیا......؟"

"یہ سونا ہے...... بالکل کھرا سونا ماں!" چنا یہ الفاظ کہنے کے لئے کتنے دنوں سے اندرا دہک رہا تھا۔

"کہاں سے چوری کی......؟" وہ زیادہ پوچھ نہ سکی۔ اب بھی نظر ماننے کو انکار کر رہی تھی اسے بنا رہا ہو گا۔

"ہاہاہا......" چنا نے قہقہہ لگایا جیسے وہ اس لمحے لڑکے سے مرد بن چکا تھا۔ "ماں! ابھی تو ابتداء ہے۔" ماں کبھی سونے کو تو کبھی لڑکے کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"چنا! تم مجھ سے سیدھی بات کرو! میرا دل کانپ رہا ہے۔ میں یہ بھید برداشت نہیں کر پر کوئی آفت آئی تو میں کیا کروں گی؟" ماں کا چہرہ بدلنے لگا۔ وہ کپکپائی، ہانپتی پسینے سے تر تب چنا گھبرا گیا۔ اُس نے نصف بات کہہ کر مصیبت مول لے لی تھی۔

"ماں! کسی سے کہنا نہیں۔ یہ محنت کی کمائی ہے۔ میرا دوست جگت سنگھ جگا ہے۔ اُس نے مل کر پارٹنر شپ میں دھندا کیا اور پہلے دھماکے میں لمبا نفع ہوا۔ میرے حصے میں دس پندرہ ہیں۔" ماں کو اب سکون ہوا۔ سونے کا لمس اُسے پیارا لگا۔ بیٹے کے نصیب نے زور کیا۔ ا

ہنت کو اور کوئی خیال نہ آیا کہ دھندا کرنے والا بیٹا گھر میں کیوں پڑا ہے؟ دس پندرہ ہزار کی بجائے گھر میں دس پندرہ روپے کیوں نہیں ہیں؟ وہ مسرت کے جوش میں جوان بیٹے سے لپٹ گئی۔

"اب میں دھوم دھام سے شادی کروں گی اپنے بیٹے کی۔ سونے کے قدموں والی بہو گھر میں آئے گی۔"

"نہیں...... اس گھر میں نہیں۔ ایسی تنگ کھولی میں نہیں ماں......" چنا جس خواب کو اتنے دن ذہن میں پال رہا تھا، اُسے کہنے لگا۔ "ہمارے اپنے مکان میں بہو کے قدم آئیں گے۔" بیٹے کے الفاظ میں ماں کو جنت نظر آنے لگی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اتنا بڑا سکھ وہ برداشت نہیں کر سکے گی۔

"بیٹا! آج تیرا باپ ہوتا تو......" ماں کی آنکھیں بہنے لگیں۔

"باپو ہوتے تو......" بیٹے نے ماں کی آہ کے مقابلے میں بھی آہ کھینچی۔ "میرے باپو ہوتے تو وہ ملت اس گھر میں داخل نہ ہوتا۔" یہ سن کر ماں دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ بیٹے کی آنکھیں نفرت سے مادی تھیں۔ "ماں! اتنے عرصے میں نے صبر کیا ہے۔ اب تمہیں دونوں میں سے ایک کے حق میں فیصلہ کرنا پڑے گا۔"

ماں بیٹے کی نظریں ٹکرائیں دونوں اس بات سے لاعلم تھے کہ پنا سنگھ دروازے کے پیچھے چھپ کھڑا ہوا تھا۔ چنا نے اُسے کمبخت کہا تو اُس نے دانت پیس لئے۔ اس کا جبڑا توڑ دینے کے لئے ہاتھ میں کھجلی ہونے لگی۔ مگر پرم جیت کے ہاتھ میں چمکتے ہوئے سونے نے اُسے خاموش رکھا۔ سونے کا راز جاننا ضروری تھا۔ "بیٹا چنا! اس طرح جذباتی نہ بنو۔ تم جس سے نفرت کرتے ہو اُس نے ہمیں آسرا دیا۔ عین موقع پر مدد کی۔ اُسے گالی دینا انسانیت نہیں۔"

"ہاں! اس کی مدد کے پیچھے مطلب تھا۔ وہ تمہارے حسن کا بھوکا تھا۔ تمہاری جوانی کا لالچ تھا اُسے۔"

"چنا......!" ماں چیخ اُٹھی۔ مگر چنا نے اس کی پرواہ نہیں کی۔

"آج مجھے بول لینے دے ماں! میں نے کتنی راتیں کروٹ بدل کر کاٹ دی ہیں۔ پنا سنگھ جس بے ہودگی سے تم کو دیکھ کر ہنستا ہے، دوسرے لوگوں کے سامنے میرے مرحوم باپ کا مذاق اُڑاتا ہے، مجھے وہ زخم آج تمہیں دکھانے ہیں۔" ماں سر جھکا کر روتی رہی، کپکپاتی رہی۔ ہاتھ کی اُنگلیاں بھینچتی رہی۔ جذبات میں اور پسینے سے تر چنا، ماں کی ممتا اور پنا سنگھ سے نفرت کے درمیان پِس رہا تھا۔ "کہنے بیٹھا ہوں تو آج سب کچھ کہہ ڈوں اس جذبے سے وہ بلند آواز میں بولا۔ "اور سن ماں!" وہ کچھ رُک گیا۔ ماں نے آہستگی سے گردن اُٹھائی۔ وہ آنسو بہاتی نظروں سے بیٹے کا خوفناک چہرہ دیکھنے لگی۔ "بیساکھی تک تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ دوسرے شوہر کو ساتھ رکھنا ہے یا اکلوتے بیٹے کو۔"

دل پر جیسے کسی نے آری رکھ دی ہو، وہ اکڑوں بیٹھی بلک بلک کر رونے لگی۔ اُس کے ہاتھ سے سونا زمین پر گر گیا۔ چنا نے دوڑ کر سونا اُٹھا لیا، پھر جیکٹ کی جیب میں ڈال کر وہ باہر چلا گیا۔ پنا اُس وقت دُور ہٹ گیا تھا۔ چنا دُور چلا گیا تو وہ غضب ناک نظروں سے نتھنے پھلاتا ہوا گھر آیا۔

"میرا بیٹا بہت بڑھ گیا ہے۔ اس کا دماغ ٹھکانے پر لانا ہوگا۔" وہ بڑبڑایا اور چنا کی ماں کے بیٹھ کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "پرم جیت! کیوں رو رہی ہو؟" اُس نے اجنبی ہونے کی ادا کرتے ہوئے پیار سے کہا۔ "میرے ہوتے ہوئے تمہیں کیا دُکھ ہے؟" بیٹے کی موجودگی میں سنگھ اُسے پیار کرے وہ اس کے خلاف تھی۔ اس لئے اُس نے جھٹکے سے سر اُٹھا کر دیکھا، مگر چنا نہیں آیا تو اُس نے اطمینان کی سانس لی۔

"آپ کب آئے؟" پنا سنگھ نے ماں بیٹے کے درمیان ہونے والی باتیں تو نہیں سن لیں جاننے کے لئے اُس نے پوچھا۔

"ابھی آ رہا ہوں۔" پنا سنگھ نے اداکاری کی۔ "چنا مجھے راستے میں ملا تھا۔ وہ کچھ غصے میں رہا تھا۔" پھر پرم جیت کے چہرے کے تاثرات پڑھتے ہوئے پوچھا۔ "تم سے جھگڑا کر کے گیا شاید؟"

"نہیں تو......" پرم جیت نے جلد ہی آنسو خشک کر لئے۔ "یہ تو میں اُسے کچھ کام دھندا کرنے کے لئے سمجھا رہی تھی۔ میں نے کچھ سختی کی اس لئے غصہ ہو کر چلا گیا۔ پھر میرا بھی دل بھر آیا۔" پرم جیت اُس سے حقیقت چھپا رہی تھی۔ پنا سنگھ کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ ماں اکلوتے بیٹے کی نار مول لے کر بھی اس کا پیار نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ پنا سنگھ نے لاڈ سے کہا۔

"چنا کی فکر نہ کرنا۔ میں اُسے ٹھکانے پر لے آؤں گا۔ اُس کا دماغ ٹھکانے لگ جائے گا۔"

ٹھکانے لگا دینے کا مطلب پرم جیت اُس وقت سمجھی نہیں تھی۔

○

امرتسر کا پولیس چیف پورن سنگھ اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سارے دن کی دھوپ کے بعد تھکن اُتارنے کے لئے شراب کے تین چار پیگ پیٹ میں اُتارنے کے بعد بھی میں پھرتی نہیں آئی۔ ذہن پر جگا سوار تھا۔ صرافہ بازار کے ڈاکے کو دو ماہ گزرنے والے تھے کے باوجود ایک بھی سراغ ہاتھ نہیں لگا تھا اس سے وہ بے چین تھا۔ اُوپر سے بار بار تاکید آ رہی تھی۔ ڈانٹ پڑتی۔ "پنجاب پولیس کی عزت کا نیلام ہو رہا ہے۔ سارا ڈیپارٹمنٹ اونگھتا دکھائی دیتا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

"اب تو سالی شراب بھی اثر نہیں کرتی۔" اُس نے غصے میں شراب کا گلاس پھینک دیا۔

"صاحب! اس وقت نہیں ملیں گے۔ کل پولیس چوکی جا کر ملنا! یہاں گھر کیا دوڑ آئے دروازے پر چوکیدار کسی سے بک جھک رہا تھا۔ پورن کی توجہ اُس جانب گئی۔

"صاحب سے مجھے پرائیویٹ کام ہے۔ لہٰذا گھر آیا ہوں۔ ایک بار جا کر اُن سے کہو!" والے نے ضد کی، تب پورن سنگھ نے آواز دی۔

"ارے......کون ہے؟"

چوکیدار پنا سنگھ کو برآمدے کے قریب لے گیا۔ "صاحب! یہ شخص......" مگر اُس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی پنا سنگھ شروع ہو گیا۔

"ایک خاص کام سے آیا ہوں۔"

"بولو! کیا کام ہے؟" پورن سنگھ نے بیزاری سے کہا۔ اس وقت جگا کے علاوہ اُسے کسی بات میں دلچسپی نہیں تھی۔

"میں جلدی میں ہوں۔" پنا سنگھ نے چوکیدار کی جانب نظر کی۔ "صاحب! دو منٹ دیں۔ مجھے تنہائی میں بات کرنی ہے۔"

ایک لمحے کے لئے پورن سنگھ نے سوچا کہ اُسے ڈانٹ کر باہر نکال دے مگر نصیب نے اُسے مہلت دے دی۔ "چل! جلدی کہہ دے۔" اور چوکیدار کو وہاں سے ہٹا دیا۔ "تم دروازے پر جا کر کھڑے رہو۔"

"صاحب!" پنا سنگھ کے لب کپکپائے۔ "جوہری بازار کے ڈاکے کی ایک کڑی ہاتھ لگی ہے۔"

پورن سنگھ کا ذہن ہل گیا۔ مگر اُس نے چہرے کا تاثر نہیں بدلا۔

"ایسی کڑی لے کر تو بہت سے آئے اور وقت ضائع کر گئے۔"

"صاحب! چوری کے مال میں کچا سونا بھی تھا۔" یہ سن کر پولیس چیف کی آنکھوں کی چمک پنا اندھیرے میں بھی دیکھ لی۔

"اندر آؤ!" صاحب کے لہجے میں زبردست تبدیلی آ گئی۔ شراب کی بوتل کے ساتھ وہ پنا کو لے گیا۔ نصف گھنٹے بعد پنا سنگھ نشے میں جھوم رہا تھا۔

"مگر صاحب! اس میں میرا نام کہیں نہیں آنا چاہئے۔ اس کا خیال رکھنا!"

"تم بے فکر رہنا۔" چیف نے اُٹھ کر پیٹھ تھپتھپائی۔ "تمہاری اطلاع سے کام ہو گیا تو تمہیں نہال کر دوں گا۔" پنا سنگھ دل میں ہنسا تم کیا نہال کرو گے؟ وہ راستہ مجھے مل گیا ہے۔ چیف اس کے بات نہ بڑھ لے اس لئے وہ جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ پنا کے جاتے ہی پورن سنگھ نے فوراً ہی چوکی فون کیا۔

"پنا کے گھر پر پورا جال بچھا دو! اُس کا لڑکا فرار نہ ہو جائے۔"

صبح کے وقت ہی پنا سنگھ کی کھولی پر پورن سنگھ نے چھاپہ مارا۔ پولیس چیف کو دیکھ کر چنا کے ہوش اُڑ گئے۔ اُس کے ماں کے ہاتھ سے چائے کا پیالہ گر گیا۔ پنا سنگھ انجان ہو کر بولا۔

"پولیس...... ہمارے گھر میں؟"

پورن سنگھ نے اُس کی پرواہ کئے بغیر چنا کو دھمکایا۔ "کیوں لڑکے! آج کل کیا کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں صاحب!" جملہ ختم ہوتے ہی چیف نے اُس کے رُخسار پر چانٹا مارا۔

"بے وقوف! کس کے ساتھ لگ گیا ہے؟" پھر وہ سپاہیوں سے بولا۔ "چلو! تلاشی لو۔"

پولیس والے حکم کے منتظر تھے۔ گھر پر کچھ نہیں تھا۔ کوئی چیز ہاتھ نہیں لگی۔ پورن سنگھ ہاتھ ملتا پنا سب دیکھنے لگا، اُس نے اشارے سے دیوار کی کھونٹی پر لٹکتی ہوئی جیکٹ کی جانب اُس کی توجہ کی۔ پورن سنگھ سمجھ گیا۔

"اس جیکٹ میں کیا ہے؟" یہ سن کر چنا کے پیر کپکپانے لگے۔ پورن سنگھ نے خود جیکٹ کھونٹی سے اُتار لی۔ جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی سونا مل گیا۔ "یہ جیکٹ کس کی ہے؟" چنا نے سر جھکا لیا۔ "کہاں سے آیا؟" چنا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ "اُسے

تھانے لے جاؤ!'' ماں پر جیسے بجلی گری۔ وہ ہاتھ جوڑ کر درمیان میں آگئی۔

''صاحب! یہ بے قصور ہے۔ اس نے کبھی چوری نہیں کی۔ آپ کو کسی نے غلط شک دلایا۔'' ماں کے آنسوؤں کی پرواہ نہ کرنے کی اُسے عادت پڑ گئی تھی۔

''پھر یہ سونا بھی کوئی اس کی جیب میں رکھ گیا ہے۔''

''صاحب! تم اس کی بجائے مجھے تھانے لے چلو!'' پنا سنگھ نے اداکاری جاری رکھی۔ ''اگر کوئی جرم ہو تو میں اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔ میں اس کے باپ کی جگہ ہوں۔''

''نہیں......!'' چنا چیخا۔ میرے باپ کی جگہ دوسرے کسی کو نہیں ملے گی۔'' اُس کی آنکھوں شعلے نکلنے لگے۔ ''صاحب! میں بے قصور ہوں۔''

''اس کا پولیس تھانے پر پتہ چلے گا۔'' پورن سنگھ نے اُس کا بازو تھام کر آگے کیا۔ روتی ہوئی ماں کو پنا نے تھامے رکھا۔

''پرم جیت! میں تیرے بیٹے کو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے میں جان دے دوں

''ارے میرا نصیب اُلٹا ہے۔'' دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پرم جیت بڑبڑائی۔ ''اس کے باپ کا زخم ابھی دل پر تازہ ہے۔ اب اگر لڑکے کو کچھ ہو گیا تو میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔''

''کچھ نہیں ہوتا۔'' پنا سنگھ نے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ ''یہ کہہ کر تم میری ہمت توڑ رہی ہو۔ میں اس کا باپ نہیں ہوں۔ میں اُس کے باپ سے زیادہ ہوں۔''

پرم جیت آہ بھر کر دل ہی دل میں بڑبڑائی۔ ''اس وقت اُسے سگے باپ کی ضرورت ہے، تمہاری نہیں۔'' پہلی بار اس عورت کے ذہن میں اس شک نے سر اُبھارا کہ چنا کی گرفتاری میں اس شخص کا ہاتھ تو نہیں......؟

○

پورن سنگھ نے چنا کی گرفتاری پوشیدہ رکھی تھی۔ اس سے جگا کے متعلق اطلاع فراہم ہو سکتی تھی۔ پہلے اگر کوئی غلط شخص اُس کی بو پا جاتا تو جگا کی گرفتاری ناممکن ہو جاتی۔ اُس نے چنا کو بہلانے کی کئی ترکیبیں آزمائیں لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ چنا کو پولیس سے زیادہ جگا کا ڈر تھا۔ جگا کے ہاتھوں بالا سنگھ کو شکار ہوتے اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگر وہ پولیس چوکی سے زندہ جاتا تو بھی جگا کی رائفل اُس کا یقیناً تعاقب کرتی۔ جگا اکیلا نہیں ہے اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اُسے شوٹ کر دے گا۔

''پنا سنگھ! تمہاری داشتہ کا بیٹا جس قدر اندازہ تھا اتنا بھولا نہیں ہے۔'' پورن سنگھ نے ... ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں اس پر تھرڈ ڈگری آزمانی چاہئے۔''

''نہیں صاحب! اُسے کچھ ہو گیا تو اُس کی ماں پاگل ہو جائے گی اور میری ترکیب بیکار ہو جائے گی۔'' پنا نے عاجزی سے کہا۔ اس کے پاس سے اطلاع حاصل کرنا میرا کام ہے۔ آپ مجھے ... دیں۔''

پورن سنگھ کو طیش آیا مگر ضبط کر گیا۔ ہم سے تم زیادہ چالاک ہو یہ کہنا چاہتے ہو بیوقوف ... نے کہنا چاہا مگر ابھی اس شخص سے کام لینا تھا اس لئے اجازت دے دی۔ ''دو دن دے رہا ...

... نہ ہمیں اُس پر تھرڈ ڈگری آزمانی پڑے گی۔''

مگر پنا سنگھ کے دو دن بھی ضائع نہیں ہوئے۔ اُس نے چنا کی ماں کے ذریعے چنا سے جگا کے گھر کا پتہ حاصل کر لیا اور پورن سنگھ نے ایک صبح فرید کوٹ پہنچ کر جگا کے مکان کو گھیر لیا۔

جگت کو امرتسر لے جاتے ہوئے راستے میں پورن سنگھ نے دو تین بار یہ جاننے کی کوشش کی تھی۔ ''جگا! اب بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم غیر مسلح کیوں تھے؟''

''نصیب کی بلہاری ہے۔'' جگت نے مسکرا کر کہا۔ ''تمہارے نصیب نے ساتھ دیا اس لئے میرا پتہ تمہیں مل گیا۔'' راستے بھر جگت کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات اُمڈتے رہے تھے۔ کرتارا رات گن لے گیا اُسی صبح پولیس کیسے ٹپک پڑی؟ پھر ذہن میں شک نے سر اُبھارا۔ ''کیا کرتارا نے......؟'' مگر اُس کی رُوح نے چیخ کر کہا۔ ''یہ غلط ہے......'' اُس نے ذہن سے اس خیال کو جھٹک دیا۔ کرتارا کبھی ایسا نہیں کر سکتا...... ہاتھ پیر بیڑیوں سے لد گئے، پھر بھی ذہن میں یہ سوال چکر لگا رہا تھا کہ کس کی ترکیب سے میں بے وقوف بنا؟ پھر ہتھکڑی والا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اس نے غصے کا اظہار کیا۔ ''جس نے غداری کی ہے میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' مگر دوسرے لمحے جیسے کسی نے اُس کے اندر سے جواب دیا کہ اب تم خود ہی کہاں زندہ رہو گے؟ سمجھ لو! کہ زندگی ختم ہو گئی......!

○

آسمان پر چاند چمک رہا تھا مگر چندن کور کے دل کے آسمان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صبح جگت پولیس چیف کے ساتھ رخصت ہوا تھا تو اُس نے اپنے دل پر قابو رکھا تھا۔ مگر جیسے وہ نگاہوں سے اوجھل ہوا تھا، چندن بلک بلک کر رونے لگی تھی۔ پورن سنگھ اُسے موت کا فرشتہ لگا۔ چندن اچھی طرح جانتی تھی کہ جگت کو اُس کے جرائم کی کیا سزا ملے گی؟ وہ منظر اُس کی پلکوں میں گھوم رہا تھا جب پورن سنگھ نے جگت کے دونوں بازوؤں پر رسی باندھی تھی۔ رسی کا وہ پھندا اُن کے بازوؤں پر سے سرکتا ہوا اُس کی گردن تک پہنچ سکتا تھا۔ چندن کا دل گھبرانے لگا۔ اُلٹا سے دیکھے ہوئے سکھ کے سپنے اُسے صرف سپنے ہی نظر آئے جو لمحہ بھر کے بعد آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ بڑبڑانے لگی۔

''دُکھ دینے کے لئے تمہیں دنیا میں اور کوئی نہ ملا بھگوان! لمحے بھر کو سکھ دینے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہو اور فوراً ہاتھ کھینچ لیتے ہو۔ دُکھ کی ہزاروں آہوں کے بدلے سکھ کا ایک سانس دیتے ہو۔ تمہارا کیسا انصاف ہے بھگوان......؟''

دل بہت زیادہ گھبرانے لگا۔ اُبکائیاں آنے لگیں۔ پھر اُلٹی ہو گئی۔ تب اُسے خیال آیا کہ اس کے پیٹ میں دوسری زندگی جنم لے رہی ہے۔

''اسے میں تکلیف دے رہی ہوں۔ جگت کی ایک ہی تو نشانی ہے، کیا وہ اسے بھی نہ سنبھال سکوں گی؟ نو ماہ سے پہلے اگر یہ زندگی ضائع ہو گئی تو پھر میرے پاس زندہ رہنے کا کیا سہارا ہو گا؟ اس کی خاطر مجھے مضبوط دل رکھنا پڑے گا۔'' مگر وہ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی جگت کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات اُسے یاد آ جاتے اور وہ بے قرار ہو جاتی۔

"باپ بننے کی خبر پاکر وہ کتنے خوش ہوگئے تھے؟ مجھے اُٹھا کر اُنہوں نے کس طرح ہاتھوں گھمایا اور پھر ڈاکہ نہ ڈالنے کا عہد بھی دے دیا۔ ایسا نظر آنے لگا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا اچانک آتش فشاں پھٹ پڑا......" مکان کی دیواریں جیسے اُس کی رُوح کو دبا رہی تھیں...... گھبرا کم کرنے کی غرض سے وہ دو چار بار کھڑکی سے باہر جھانکی مگر محلے والوں کی گھورتی ہوئی آنکھ جیسے اُس کے دل میں اُتر جاتیں اور وہ گھر میں منہ چھپا لیتی۔ دوپہر اور رات چولہا جلانے خواہش ہی نہیں ہوئی۔ اُس نے پیٹ میں پلتی ہوئی زندگی کے لئے کچھ منہ میں ڈالنے کے لئے بہلایا مگر ہاتھ منہ تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ رات کو سونے کے لئے وہ کروٹیں بدلتی رہی مگر نصف گزرنے تک پلکیں نیند سے رُوٹھی رہیں۔ سوچا ساس سسر کے پاس پہنچ جاؤں۔ ساس کی گود میں رکھ کر خوب روؤں تاکہ دل ہلکا ہو جائے۔ اس وقت اُسے کسی کے پیار بھرے ہاتھ کی آرزو تھی اُس کے پیروں میں گھر سے باہر جانے کی قوت نہیں تھی۔ ممکن ہے چکر آئیں اور گر جائے اور میں پلنے والا مستقبل کا چراغ بجھ جائے......!

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی دھیمے انداز میں دستک دے رہا تھا۔

"کون ہوگا؟ ممکن ہے وہی آئے ہوں... پولیس کے قبضے سے فرار ہو کر۔" اُس نے سوچا۔ چندن کھڑی ہوگئی اور لالٹین ہاتھ میں لے کر برآمدے میں آگئی۔ کوئی بغیر بولے صرف دے رہا تھا۔ حلق سوکھ گیا تھا اس لئے اُس نے بڑی مشکل سے پوچھا۔ "کون ہے......؟"

جواب میں کھڑکی پر تین بار دستک ہوئی۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھی۔ دروازے کے قریب بولی۔ "کھول رہی ہوں۔" زنجیر کھلی۔ آنے والے نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔

"اتنی دیر؟" آواز جانی پہچانی تھی۔ "ارے بھابھی! آپ نے تکلیف کی۔" کرتارا یہ کہہ اندر آنے کے لئے قدم اُٹھا رہا تھا۔ چندن کے چہرے پر ناراضگی دکھائی دی۔

"بہت تکلیف دے چکے......اب کیا لینے آئے ہو؟"

کرتارا بوکھلا گیا۔ "بھابھی! بے وقت خلل ڈالا اس لئے اتنی ناراض ہو رہی ہیں؟" پھر چہ کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔ "آپ تو مجھ پر خوانخواہ ناراض ہو رہی ہیں۔" پھر اُس نے پشت پر گن اُتارتے ہوئے کہا۔ "میں کچھ لینے نہیں، بلکہ دینے آیا ہوں۔" پھر بھی چندن نے نہ تو دروازہ کھولا نہ ہی راستے سے ہٹی۔

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" یہ کہہ کر وہ زور سے دروازہ بند کرنے جا رہی تھی کہ کر نے زور آزمایا۔ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ "میں کہتی ہوں تم اس مکان میں قدم نہیں رکھو گے۔"

کرتارا کو یہ الفاظ سخت محسوس ہوئے۔ ممکن ہے وہ لوٹ جاتا مگر اُسے شک ہوا۔ ضرور کوئی ہوگئی ہے۔ جگت کو گن سپرد کرنی ضروری تھی۔ "بھابھی! میں یہیں کھڑا ہوں۔ آپ جگت کو بلا لیے ایک لفظ بولے بغیر گن لوٹا کر چلا جاؤں گا۔"

اب چندن کا چہرہ نرم پڑ گیا۔ پھر بھی ناراضگی کم نہ ہوئی۔ "تم کیوں انجان بننے کی اداکاری رہے ہو؟ کل رات آ کر گن لے گئے، صبح پولیس بھیج دی۔ اب تماشہ دیکھنے آئے ہو؟"

"بھابھی!" کرتارا چیخ اُٹھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ نتھنے پھول گئے۔ وہ سرتاپا لرزنے

چندن کور اُس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ جگت کی گرفتاری کی خبر نے کرتارا کا یہ حال کر دیا یہ دیکھ کر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوائی۔ "بھابھی!" کرتارا نے گن چندن کو دیتے ہوئے کہا۔ "آپ نے ایک دوست پر ایسا الزام لگایا؟" اُس کی آنکھیں بہنے لگیں۔ "آپ اس کا بدلہ لے لیں! اس گن سے مجھے شوٹ کر دیں۔ اس سے آپ کا دُکھ کم ہو جائے گا۔"

چندن کور پچھتانے لگی، اس نے یہ کیا کر دیا؟...... "کرتارا بھائی! تمہارے دوست کی گرفتاری نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ صبح سے میں اپنی ذات سے، بھگوان سے اور اب تم سے لڑ رہی ہوں۔" اور وہ سر جھکا کر سسکیاں بھرنے لگی۔ "اب یاد آیا کہ تم صرف گن لینے نہیں آئے تھے، اُنہیں لے جانے کے لئے آئے تھے۔ میں نے اُنہیں روکا۔ میری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔" یہ کہہ کر چندن دیوار سے سر ٹکرانے لگی۔

"بھابھی...... بھابھی!" کرتارا نے اُس کے شانے تھام لئے۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ جگا جیسے بہادر کی بیوی ایسی کمزور نہیں ہوسکتی۔" پھر شانے پر سے ہاتھ ہٹا کر بھیگے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم ماں بننے والی ہو۔ اس کا خیال رکھو بھابھی!"

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔" چندن کور آنسو خشک کرنے لگی۔ "باپ اپنے بچے کا منہ نہیں دیکھ سکے گا یہ خیال......"

"یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دو بھابھی!" کرتارا نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "پولیس کے گرفتار کرنے سے کام ختم نہیں ہو جاتا۔ جگا کے جرائم ثابت کرنا کافی کٹھن ہوگا۔ ہم اس کے لئے آخر تک لڑیں گے۔"

"اپنی پریشانی میں، میں آپ سے اندر آنے کے لئے کہنا بھول گئی۔" چندن کور نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو کرتارا نے اُسے روک دیا۔

"نہیں بھابھی! میں اندر نہیں آسکتا۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ اب کس منہ سے تمہارا استقبال کروں؟"

"نہیں...... یہ بات نہیں۔" کرتارا اب بالکل ہوشیار ہو گیا تھا۔ "تم مکان میں تنہا ہو۔ اس لئے میں اندر نہیں آسکتا۔" کرتارا نے گن پشت پر لٹکا لی۔ "میں اب امرتسر واپس جا رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ جگا کے متعلق کس نے مخبری کی؟" اس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے دیکھ کر چندن بولی۔

"جیسی تمہاری مرضی......" کرتارا نے دیکھا چندن کور کا چہرہ پھیکا پڑ چکا تھا۔ ایسی حالت میں اس کا اکیلے رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

"بھابھی! گھر والوں کو گرفتاری کی خبر بھیجی یا نہیں؟" کرتارا نے پوچھا۔ چندن نے انکار میں سر ہلایا۔ کرتارا کو اب خیال آیا کہ جگا کی گرفتاری کی خبر پوشیدہ رکھی گئی ہے ورنہ اُسے کیسے پتہ نہ چلتا؟ شاید اس میں کوئی راز ہے۔

"گھر والوں کو فرید کوٹ کے پتے کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں ہوگا؟" کرتارا نے پوچھا۔ اُسے جگا کے یہاں تنہا رہنے سے فکر ہو رہی تھی۔

"انہیں بیٹے کے متعلق معلوم ہے۔ تین دن پہلے اُنہوں نے مجھ سے خیریت اور خوشخبری کا لکھایا تھا۔ بیساکھی پر وہ لوگ مجھے یہاں سے لینے آئیں گے۔"

کرتارا کے ذہن میں روشنی ہوگئی۔ "خط لکھوایا تھا؟" اُس نے ہونٹ چبائے۔ "باپ ہونے کی خوشی میں اُسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ وہاں بھی سخت نگرانی کر رہی گی۔ یقیناً وہ خط پولیس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔" پھر وہ سرد آہ بھر کر بولا۔ "کیسی حماقت ہوگئی۔"

"جب تو انہیں خط ملا ہی نہ ہوگا۔" چندن نے افسوس کا اظہار کیا۔ "میں اُن کی راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"آپ اس کی فکر نہ کریں بھابھی! چلیں تیار ہو جائیں۔ میں آپ کو الور چھوڑ آؤں گا۔" چندن کور اُس کی صورت دیکھنے لگی۔ "کیا سوچ رہی ہو بھابھی؟" کرتارا نے گھڑی دیکھی۔ "گھنٹے میں گاڑی چھوٹ جائے گی۔"

چندن اندر جا کر جلدی سے دو جوڑے کپڑے کا بنڈل بنا کر آگئی۔ "چلو!" اور دروازہ بند کرتے ہوئے اُسے پتہ چلا کہ وہ تالا لانا بھول گئی تھی۔ "کوئی بات نہیں... تالا لگانے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ گھر میں کوئی چیز ہے ہی نہیں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگی۔ مگر کرتارا نے اُسے روکا۔

"نہیں...... تالا لگانے کی ضرورت ہے۔" اُس نے سوچا جگا نے لوٹ کا مال گھر میں ہی کسی جگہ چھپایا ہوگا۔ "تمہیں خبر نہیں بھابھی! اندر بہت بڑا خطرہ ہے۔" چندن اشارہ سمجھ گئی۔

"مجھ سے اُنہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ مگر تم کہتے ہو تو تالا لگا دیتی ہوں۔"

انجن کی ہلکی سی سیٹی سے چندن کے دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ الور جا کر وہ کس طرح جگا کے بارے میں بتائے گی؟ اُس کی زبان کیسے حرکت کرے گی......؟

OOO

ماں جی کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ سوہن سنگھ نے جب سے خط پڑھا تھا اُسی وقت سے وہ ھاپا بھول گئی تھیں۔ "میرے بھگوان نے آخر مجھ پر رحم کیا......!"

"جگت کی ماں! تم تو مسرت سے پاگل ہو جاؤ گی۔" سوہن سنگھ نے مذاق کیا۔

"مجھ سے کہہ رہے ہو تو اپنے آپ کو بھی سنبھالو! دادا بننے کی خوشی میں صبح مٹھائی بانٹی تھی یہ بھول گئے۔ پھر مجھ سے اور مٹھائی منگوانے کو کہا تھا، یہ تو یاد ہے؟"

"یہ تو بھئی عمر کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔" سوہن سنگھ نے اپنا دفاع کیا۔

"بہو کو بلانے کے لئے فوراً جوتشی کے پاس نیک گھڑی دیکھنے کے لئے دوڑ گئے تھے وہ بھی عمر کی وجہ سے تھا؟" ماں جی نے اُنہیں مضبوطی سے جکڑ لیا۔

"ابھی تو تیسرا مہینہ چل رہا ہے اس لئے ابھی سے پوتے کا منہ دیکھنے کی زیادہ جلدی نہ کرو لی!" سوہن سنگھ بولے۔ اسی طرح کی نوک جھونک میں ماں جی کو جگت یاد آ جاتا اور وہ کچھ اُداس ہو جاتیں۔

"اب اُسے پتہ چلے گا کہ اولاد کے لئے کیا کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ میں تو کہہ رہی ہوں وہ برے دھندے چھوڑ دے اور کھیتی باڑی کرنے لگے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" سوہن سنگھ خاموش رہے۔ جگت نے جوہری بازار میں ڈاکہ ڈالا تھا یہ بات اُنہوں نے ماں جی سے پوشیدہ رکھی تھی۔ الور میں وہ نئے تھے لہٰذا جگا ڈاکو کے باپ کے نام سے لوگ اُنہیں نہیں جانتے تھے۔ ماں جی نے گھر سے باہر جانا بند کر دیا تھا اس لئے گاؤں میں ہونے والی باتوں سے بے خبر تھیں۔ سوہن سنگھ اخبارات غور سے پڑھتے اس لئے ماں جی کو شک ہوتا۔

"اپنے جگت کی کوئی خبر تو نہیں آ رہی؟" تب سوہن سنگھ بات ٹال دیتے۔

"بھئی راجستھان کے اخبارات میں پنجاب کی خبریں نہیں آتیں۔"

خوشخبری آئی تو ماں جی نے ضد کی۔ "میں گردوارے جا کر پرشاد دے آؤں گی۔" مگر سوہن سنگھ نے اُنہیں روک لیا۔

"ایسی جلدی نہ کرو! بہو کو لانے کے بعد اُسے درشن کرانے لے جائیں گے۔"

ماں جی کو خط سنانے کے بعد جگت کے باپو سوچ میں پڑ گئے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ جوہری بازار میں ڈاکہ ڈال کر جگت دیش کی سرحد پار کر گیا ہوگا۔ خط کے الفاظ چندن کے ہی تھے یہ اُنہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ اُنہیں یہ بھی شک گزرا کہ اس خط میں پولیس کی چال بازی تو نہیں؟ عجیب سے خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ ذہن اُلجھ گیا تب اُنہوں نے سب کچھ بھگوان پر چھوڑ دیا۔

"فریدکوٹ جاؤں گا تو سب پتہ چل جائے گا۔" یہ سوچ کر انہوں نے اپنے دل کو سمجھا لیا۔ مگر انہیں فریدکوٹ جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کھیت کے قریب کھڑے ہوئے ریڑ سے چندن کور کو اُترتے دیکھا تو ماں جی چیخیں۔ "ارے دیکھیں... بہو معلوم ہوتی ہے۔"

دوپہر سونے کے بہانے دادا بننے کے خیال کو ذہن سے بہلاتے ہوئے سوہن سنگھ لیٹے ہو تھے۔ وہ پھرتی سے بیٹھ گئے۔ "بہو آ رہی ہے؟ یہ ناممکن ہے۔" دونوں پہلو بہ پہلو کھڑے چندن کور کو کھیت میں داخل ہوتے دیکھنے لگے۔ "اُس کے ساتھ کون جوان ہے؟" وہ بڑبڑائے۔

"تمہارے بیٹے کا کوئی ساتھی ہوگا۔ چھوڑنے آیا ہوگا۔" ماں جی جواب میں بڑبڑائیں۔ دونوں ایک ساتھ سوچنے لگے۔ "بہو جلدی کیوں آئی ہوگی؟"

"ارے ارے..... سنبھل کر چلنا! کہیں پیر غلط پڑ گیا تو......" یہ کہتی ہوئی ماں جی پُرمسرت انداز میں بولیں۔ دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ کر چندن کو دو باتوں کا یقین ہو گیا۔ خوشخبری کا خط مل گیا ہے اور گرفتاری کی خبر سے وہ لاعلم ہیں۔ بھگوان نے اسے کیسے سخت امتحان میں ڈالا تھا۔

"کرتارا بھائی! ہنستا چہرہ رکھنا۔ انہیں گرفتاری والی بات نہیں بتانی۔" چندن نے جلدی اپنے چہرے پر مسرت کا تاثر پیدا کر لیا۔ ساس بہو نصف راستے میں ملیں۔ چندن پیر چھونے لئے جھکی مگر ساس نے اُسے جھکنے نہیں دیا۔

"اب تمہیں اتنا جھکنا نہیں چاہئے بہو! پہلی بار کا ہے اس لئے تمہیں پتہ نہیں چلتا۔" یہ کہہ اُس کی بلائیں لیں۔ پھر بازو تھام کر کافی سنبھل کر اُسے لے جانے لگیں۔ ماں جی کو پیچھے آتے ہوئے کرتارا سے اب استقبالیہ الفاظ کہنے یاد آ گئے۔

"آیئے بھائی! راستے میں تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں ماں جی..... بھابھی کو ذرا سی تکلیف نہیں ہوئی۔" کرتارا ماں جی کی فکر سمجھ گیا۔ مجبوراً خوش مزاجی سے بات کر رہا تھا۔ مگر دل رو رہا تھا۔ کرتارا سوچ رہا تھا کہ ماں کو بیٹے کی گرفتاری کی ملے گی تو مسرت کی بجائے کیسا دل تڑپ اُٹھے گا؟ سوہن سنگھ نے کرتارا کو چارپائی پر بٹھایا مگر کسی کی جلد بازی نہ دکھانے کا اُنہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ بیٹے کی خبر معلوم کرنے لئے اُن کا دل تڑپ رہا تھا۔

چندن اندر جا کر پانی کے دو لوٹے بھر رہی تھی، تب ماں جی نے اُسے روکا۔ "نہیں۔ تمہیں اب دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہئے۔" ساس کے لاڈ سے چندن کا دل بھر آیا۔

"میں جانتی ہوں ان دنوں میں عورتوں کو زیادہ کام نہیں کرنا چاہئے۔"

ماں جی نے اُس سے پانی کے لوٹے چھین لئے۔ "کچھ آرام کر لو! سفر کی تھکن ہوئی ہوگی۔" پھر کرتارا کو پانی دیتے ہوئے پوچھا۔ "چندن کو بھیجنے کی جگت نے بہت جلدی کی؟ اس کے مہورت دیکھ کر آنے والے تھے۔" کرتارا اُلجھن میں پڑ گیا۔ کیا جواب دیتا؟ چندن کور سمجھ گئی کرتارا اُلجھن میں ہے۔ اس لئے وہ بولی۔

"حالات ایسے ہی تھے اس لئے جلدی آنا پڑا۔" چندن کور کی حاضر جوابی نے کرتارا کو متعجب دیا۔ مگر ماں جی یہ سن کر بھی خاموش نہیں ہوئیں۔

"جگت کی کیا خبر لائے ہو بھائی؟" اب کرتارا گھبرا گیا۔ ماں سے کب تک چھپایا جائے گا؟ مگر بات کہنے کے لئے زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ سوہن سنگھ اُس کی اُلجھن سمجھ گئے اس لئے ہیجان میں بولے۔

"تم اسے تھوڑا آرام کرنے دو! پھر اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

ماں جی پانی کے لوٹے اندر لے جاتی ہوئی بولیں۔ "اچھی بات ہے۔ میں بہو سے معلوم کر لوں گی۔" خوشی سے ماں جی کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔

"جب خط آیا اُس وقت تمہارے سسر بازار گئے ہوئے تھے۔ آ کر پڑھا تو ایسی خوشخبری لانے والے ڈاکیے کو بخشش نہ دینے کا مجھے افسوس ہوا۔ پھر بھی میں نے کیا، کیا؟ خبر ہے چندن؟ اُن سے میں نے کہا، آپ فوراً ڈاک خانے جائیں اور سوا روپیہ بخشش دے آئیں۔" اُنہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا ایک ایک لفظ بہو کے دل پر زخم لگا رہا تھا۔ "اور تمہارے سسر تو مجھے طعنے دیتے رہے کہ میں دادی بننے والی ہوں اس لئے مسرت سے پاگل ہو جاؤں گی۔ ان مردوں کو ہم عورتوں کا خیال کیسے آتا ہے؟ کتنے سالوں بعد گھر میں پالنا بندھے گا۔ گھر سونا سونا ہو رہا تھا۔ ارے زندگی سونی ہو گئی تھی۔ اب ٹھیک ہو گیا۔" پھر چندن کو خاموش دیکھ کر بولیں۔ "صرف ہوں ہاں کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کیا چپ رہنے کی قسم کھالی ہے؟" پھر خود ہی چندن کا جواب دے دیا۔ "پہلی بار ہے لہٰذا شرم آ رہی ہوگی۔ مگر مجھ سے شرمانا کیسا؟ میں تمہاری ماں کی جگہ ہوں۔"

شام تک چندن اپنے دل پر جبر کئے رہی۔ مگر جب ساس نے مٹھائی تقسیم کرنے کی بات کی تو اُن کی آنکھیں بہنے لگیں۔ کرتارا تو نہانے دھونے کے بہانے کنویں پر چلا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا بھابھی کہاں تک بات چھپائیں گی؟ آخر اُنہیں سب کچھ بتانا ہی پڑے گا۔

"بہو! اتنا رونا کس بات پر آ رہا ہے؟" ماں جی کو اپنے دل میں خوف سا محسوس ہوا۔ "تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟ تمہیں میرے بیٹے کی قسم ہے اگر نہ بتاؤ۔" کنارے کے بند توڑ کر دریا کا آب جس طرح بہنے لگے اُسی طرح چندن کے آنسو اُمڈنے لگے۔ سسکیاں، آہیں، آنسو...... ماں کا دل بیٹھنے لگا۔ سوہن سنگھ اندر دوڑ آئے۔

"کیا ہوا......؟" ماں جی چندن کی پشت پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔ "بتاؤ تو سہی! کیا ہوا ہے؟ جگت سے جھگڑا کر کے تو نہیں آئیں؟" مگر چندن آنسو اور سسکیاں روک نہ سکی۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ سوہن سنگھ نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"کچھ تو بولو! ہمارے دل بیٹھ رہے ہیں۔"

"یہ کچھ نہیں بتا سکیں گی۔ میں بتاتا ہوں۔" یہ سن کر دونوں چونکے۔ کرتارا گیلے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا سامنے کھڑا تھا۔ پہلی بار دونوں نے اُس کے چہرے پر درد کی جھلک دیکھی۔ "جگت گرفتار ہو گیا ہے۔" کئی بار دل میں دہرایا ہوا جملہ اُس کی زبان سے نکل گیا۔

ماں جی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چیخیں۔ "نہیں نہیں......" پھر منہ پھیر کر روتی ہوئی چندن سے لپٹ گئیں۔ "ہائے رے کم نصیبی......!"

سوہن سنگھ ساس بہو کو روتا چھوڑ کر باہر آ گئے۔ اُنہیں تفصیل سے بات سننی تھی۔ گرفتار ہونے

نے پہلے جگت زخمی ہوا ہوگا یہ شک اُنہیں ستانے لگا۔ جگت کی ماں کے آنسو اچانک تھم گئے۔ اُنہیں یاد آیا کہ اُنہوں نے آخری بار بیٹے کو بددُعا دی تھی۔ ''پھانسی پر چڑھ جا! تاکہ ہم سب کو چھٹکا ملے۔'' اب اُن کی نگاہوں میں پھانسی کا پھندہ گھومنے لگا۔ اُنہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر اُن کے ذہن سے وہ منظر اوجھل نہ ہوسکا۔

○

اسی وقت سچ مچ جگت رسّی سے لٹک رہا تھا۔ مگر پھانسی کے تختے پر نہیں بلکہ درخت کی شاخ سے بندھی ہوئی رسّی کے سہارے اوندھے منہ لٹک رہا تھا۔ ''جھڑیالہ کے جوہری بازار میں لے جا رہے ہیں۔'' یہ کہہ کر پولیس چیف اُسے لایا تھا۔ وہ جھڑیالہ تو لے آیا مگر جوہری بازار میں نہیں ایک ویران جنگل میں جہاں جگا پر دل کھول کر ظلم کیا جاسکتا تھا...... جگا کتنا چالاک ہے؟ اس کا پورن سنگھ کو قدم قدم پر ہی تجربہ ہو چکا تھا۔ وہ اُسے فرید کوٹ سے گرفتار کر کے لے جارہا تھا اُس وقت جگت نے کہا تھا کی۔ ''مجھے گرفتار کیا گیا ہے اس کے متعلق یہاں کے پولیس تھانے میں رپورٹ ہونی چاہئے۔''

پورن سنگھ کو تعجب ہوا۔ ''ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ امرتسر میں رپورٹ کردیں گے۔''

''تم غیرقانونی کام کروگے تو فائدہ نہ ہوگا پورن سنگھ!'' جگت نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

''تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟''

''دھمکی دینے کی مجھے عادت ہے۔'' جگت نے لاپرواہی کا اظہار کیا۔ ''پولیس کی بددیانتی کا پہلے بھی مجھے تجربہ ہو چکا تھا۔'' پورن سنگھ کو سخت غصہ آیا مگر اُسے بات ماننی پڑی۔ ممکن ہے وہ جگا کو خوش رکھنا چاہتا ہو یا پھر اس کے ساتھی ابھی آزاد تھے اُن کا اسے ڈر لگا ہو۔ فرید کوٹ کے تھانے میں رپورٹ کرا کر امرتسر کے لئے روانہ ہوئے تو اُس نے پوچھا۔

''جگا! تم نے اس کے لئے کیوں ضد کی تھی؟''

جگت ہنس دیا۔ ''میں جانتا ہوں کہ مجھے زندہ پکڑ کر تم نے دردسری مول لے لی ہے۔ میرے جرائم ثابت کرنا تمہیں بھاری پڑ جائیں گے۔ لہٰذا شوٹ ایٹ سائیٹ کے آرڈر کا فائدہ اُٹھا کر تم راستے میں شوٹ کردیتے پھر یہ ظاہر کرنا معمولی بات ہوتی کہ جگت پولیس فائرنگ سے ہلاک گیا۔'' اُس نے پورن سنگھ کی جانب مسکرا کر دیکھا۔ ''اب فرید کوٹ تھانے میں رپورٹ ہونے کے بعد ایسا کرنا تمہارے لئے مشکل ہے۔'' پورن سنگھ متعجب ہوگیا۔ واقعی اُسے یہی خیال آیا تھا۔ پھر اُس نے جگت سے کہا۔

''جگا! تم بہت چالاکی دکھا رہے ہو۔''

امرتسر لا کر ایک دن تو اُس نے جگا کو منانے کی کوشش کی۔

''اپنے جرائم قبول کرلو! تمہیں کم سزا ہو میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔ جوہری بازار کے ڈاکے کا اقرار کرلو! اپنے ساتھیوں کے نام بتاؤ! ٹھکانے بتاؤ! پھر میں سب ٹھیک کرلوں گا۔'' جگت نے کسی قسم کا جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دن گزار دینا چاہتا تھا تاکہ ہوشیار کلکتہ سے باہر چلا جائے ضروری تھا۔ مگر اُسے پتہ نہیں تھا کہ اُس کی گرفتاری ابھی چھپائی گئی ہے۔ پورن سنگھ نے رام دہلی سے بلا کر یہ خبر دی۔ وہ بہت خوش ہوا۔

''وہ بیوقوف اب پنجے میں آیا ہے۔'' اُس نے پورن سنگھ کو پانی پر چڑھایا۔ ''اُسے پٹانے سے ہم نہیں بنے گا۔ اچھی طرح مارو سالے کو...... عدالت میں پیش کرنے کے بعد ہم اُنگلی تک نہیں لگا سکیں گے۔'' یہی وجہ تھی کہ پورن سنگھ اُسے جھڑیالہ لے آیا تھا۔

''شام تک تمہیں قبول کرنا پڑے گا۔''

''اور اگر نہ کروں پھر؟'' جگت نے پوچھا۔ اُس کا جواب دینے کی بجائے چیف نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا......

''اسے اوندھے منہ لٹکا دو!'' پیر باندھنے کے لئے چار آدمی ٹوٹ پڑے۔ اُسے گرایا گیا۔ مگر وہ اُٹھ گیا۔

''تمہیں میں بتاؤں گا کہ کس طرح قبضے میں کیا جاتا ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے ایک کو دور اُچھال دیا۔ پورن سنگھ نے وزن دار جوتے کی دو چار ٹھوکریں پشت پر ماریں۔

''اب تمہاری دادا گیری نہیں چلے گی۔''

بمشکل پیر جکڑنے کے بعد اُسے سوکھے درخت کی موٹی شاخ سے لٹکا دیا گیا۔ پورن سنگھ کو یقین تھا گرمیوں کے دہکتے ہوئے سورج اور گرم ہوا کے جھونکوں کے مقابلے میں زیادہ جم نہیں سکے گا۔

''اگر لٹکانا ہے تو پھانسی پر لٹکا دو کمینو!'' یہ کہتے ہوئے جگت نے دانت پیس لئے۔ نصف گھنٹے کے بعد جگت کے جسم میں سخت درد ہونے لگا جیسے جسم کی ایک ایک رگ ٹوٹ رہی ہو۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا پسلیاں چٹخنے لگیں...... پیاس کے مارے حلق سوکھ گیا۔ سانس لیتے وقت سینے میں درد ہونے لگا پسینے کا ریلا جسم پر بہنے لگا......

''کیوں...... بڑی پیاس لگی ہے؟'' پورن سنگھ ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ چھاؤں کی خاطر ایک سپاہی والا چھتری تھام کر اُس کے برابر کھڑا ہوا تھا۔ ''پانی نہیں تو شراب پیو گے؟''

جگت نے سوکھے لبوں پر زبان پھیری۔ پسینے کا کھارا پن زبان پر محسوس ہوا۔ اُس نے تھوکنے کی کوشش کی مگر تھوک حلق میں سوکھ چکا تھا۔ ایک ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں بوتل تھام کر پورن سنگھ شراب کی دھار پیالے میں ڈالتا ہوا جگت کو دیکھنے لگا۔ جگت کی آنکھوں میں پیاس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ مسکرا دیا۔ بوتل میز پر رکھ کر پیالہ ہونٹوں سے لگا کر اس طرح آواز کے ساتھ چسکیاں لینے لگا جیسے بڑا لطف آرہا ہو۔ وہ جگا کو تڑپتا دیکھ کر لطف لے رہا تھا۔

''بڑی مزے دار شراب ہے۔''

دھوپ میں دہکتے ہوئے جگت کے چہرے پر غصے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُسے پورن سنگھ کی گردن دبا دینے کی خواہش ہوئی۔ اُسے مزید ستانے کی خاطر پورن سنگھ نے اپنے جوتے پر تھوڑی شراب ٹپکائی اور پیر اُس کی جانب بڑھایا۔ ''لو...... چاٹ لو! پیاس بجھ جائے گی۔'' بپھرے ہوئے جگت نے جسم کو جھٹکا دیا اور لٹکتے ہوئے ہاتھ کا جھپٹا مار کر پورن سنگھ کا پیر پکڑ لیا اور دانت پیس کر کاٹ بل دیا۔ پورن سنگھ چیخ مار کر کرسی سے اُلٹ گیا۔ شراب کا پیالہ اور بوتل گر گئے۔ جگت کی کمر پر دو چار رائفل کے بٹ مارے گئے تو اُس نے پورن سنگھ کا پیر چھوڑا۔ اُلٹے ہوئے چیف کو سپاہی والوں نے اُٹھا کر کھڑا کیا تو جگت قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ پورن سنگھ کو تاؤ آگیا۔ اُسے جگت کو

ثبوت کر دینے کی خواہش ہوئی مگر اس طرح ملزم پر ظلم ہونے کا ثبوت مل جانے کی صورت میں کمزور ہو جانے کا ڈر بھی تھا۔ اُس نے دھمکی کے ذریعے غصے کا اظہار کیا۔

"تمہارے جیسے نالائق پر رحم کھانا بھی گناہ ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے اقرار کے بغیر تمہیں پھانسی پر نہیں لٹکا سکوں گا؟" پھر ہاتھ کی مٹھیاں کس کر بولا۔ "چنا کو سرکاری گواہ بنا کر آ سے کام کر لوں گا۔" چنا کا نام سن کر جگت کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس نے ہونٹ کا لئے۔ اُس نے سوچا وہ بیوقوف غدار نکلا۔ مگر اُس نے کچھ نہ بولنا مناسب سمجھا۔ ممکن ہے پورن دھوکہ دے کر اُس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو۔

شام جگت کو جب اُتارا گیا تو اُس کے سینے میں شدید درد ہو رہا تھا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پو سنگھ نے جگت کی نبض پر ہاتھ رکھا، اُسے فکر ہوئی۔ "اگر یہ ختم ہو گیا تو......؟" وہ اس سے زیاد سوچ سکا۔

○

"آؤ چنا!" پورن سنگھ کے کمرے میں چنا کو لایا گیا تو چیف نے گفتگو کا آغاز کیا۔ "تم نے بتایا تھا اسی لئے جگا گرفتار ہو گیا۔" چنا یہ الفاظ سن کر اس طرح بھڑک کر پیچھے ہٹ گیا جیسے اُس پاؤں سے سانپ لپٹ گیا ہو۔ پورن سنگھ مسکرا دیا۔ "کیوں...... چونک گئے؟"

پھر اُس نے دونوں پولیس والوں کو باہر بھیج دیا۔ اب دونوں کمرے میں اکیلے تھے۔ چیف سے چنا کو دیکھ رہا تھا۔ چنا نے نظریں جھکا لیں۔ "دیکھو چنا! تم جوان ہو، نادان ہو۔ تمہارے سا زندگی پڑی ہوئی ہے۔ اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ضائع کرنے سے پچھتانے کے علاوہ حاصل نہیں ہوگا۔" مگر چنا نے نظریں نہیں ہٹائیں۔ وہ اب پچھتا رہا تھا کیونکہ اُسے دھوکہ دیا تھا۔ اب چیف کوئی دوسرا داؤ چل رہا تھا۔ اس سے اُسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"بیوہ ماں کے تم اکلوتے بیٹے ہو۔ مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ جگا کے ساتھ تم غلط راہ پر چلے گئے عدالت کو تم پر رحم نہیں آئے گا۔" پھر بھی چنا خاموش رہا۔ پورن سنگھ اب اپنی آواز میں ٹھہراؤ نہیں سکا۔ "مختصراً کہے دیتا ہوں۔ سرکاری گواہ بن جاؤ! چھوٹ جاؤ گے۔" چنا کی گردن جھٹکے سے اُٹھ گئی۔ پورن سنگھ اس کی حرکت کو سمجھ نہیں سکا مگر اتنی اُمید ہو گئی کہ اس پر اس کی بات کا اثر ضرور ہے۔ "تمہیں جگا سے ڈر لگ رہا ہے؟" پورن سنگھ نے پوچھا۔ جواب میں چنا نے نظریں جھکا لیں پورن سنگھ میز پر ہاتھ مار کر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ "اب وہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ کچھ دنوں پھانسی پر لٹک جائے گا۔" پھانسی کا نام سن کر چنا لرز گیا۔ پورن سنگھ یہ دیکھ کر پُر جوش انداز میں بو "ہمارا ساتھ نہ دیا تو تمہیں پھانسی پانے میں جگا کا ساتھ دینا پڑے گا۔" پورن سنگھ نے میز پر پنسل اُٹھا کر سفید کاغذ پر پھانسی کا پھندا بنایا۔ "تم لاکھ گڑگڑاؤ گے مگر پھر کچھ نہیں ہوگا۔" پورن جواب کا منتظر تھا۔ یہ سوچ کر چنا حلق تر کرتا ہوا بولا۔

"مگر صاحب! مجھے سوچنے کے لئے وقت دیں۔" تجربہ کار چیف نے محسوس کیا نصف کام گیا۔ آدمی سوچنے کا وقت مانگے تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ کچھ نرم ہوا ہے۔

"سوچنے کا وقت نہیں دوں گا۔ البتہ تمہیں جو کچھ قبول کرنا ہے اسے یاد کرنے کا وقت دے

ں۔ صرف دو دن کے لئے۔" چنا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پورن سنگھ نے تالی بجائی، دو پولیس والے آ کر چنا کو لے گئے۔ "اسے کوئی تکلیف نہ ہو، یہ خیال رکھنا!" پر چنا نے جاتے جاتے سنا۔ "پیاس بجھانے کے لئے پینے کا انتظام بھی کر دینا۔ درمیان میں چلتے ہوئے چنا پر دونوں پولیس والوں کو رشک آنے لگا۔

"سالے کے مزے ہو گئے۔" ایک سپاہی بڑبڑایا۔ تنہا ہوتے کے بعد پورن سنگھ نے سرخ پنسل لے کر کاغذ پر مزید کچھ بنایا۔ پھانسی کے پھندے میں ایک آدمی کی پھنسی ہوئی گردن بنائی۔ اُس کے جبڑے بھنچ گئے۔ وہ بڑبڑایا۔

"اب تمہاری موت کا راستہ صاف ہو گیا جگا!"

پولیس حوالات کی تنگ کوٹھڑی میں بیٹھا جگت زنجیر کو گھور رہا تھا۔ اس بندھن سے کس طرح آزاد جائے؟ یہ خیالات اُس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اُسے سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ سے درخت سے اُلٹا لٹکا کر اس پر کئے گئے ظلم کی تکلیف اُسے دُکھ پہنچا رہی تھی۔ اب بھی جسم میں ہو رہا تھا۔ ساری رات اُس نے کراہتے ہوئے گزاری تھی۔ نیم بے ہوشی میں گالیاں بھی بکتا رہا پھر بھی اطمینان تھا کہ امتحان سے پار اُتر گیا۔ پورن سنگھ اُس کے ساتھیوں کے نام جاننا چاہتا مال کہاں چھپایا ہوا ہے؟ اس کے متعلق اُگلوانا چاہتا تھا۔ مگر وہ مضبوط رہا اُس نے بار بار یہی "میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم سے جو ہو کر لو! میں برداشت کر دوں گا۔"

صبح اُسے عدالت میں پیش کرنا تھا۔ ثبوت جمع کرنے کے لئے پورن سنگھ نے دس دن کا ریمانڈ لیا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ جگا کو پھانسی گھر تک پہنچا دے گا۔ کیونکہ چنا اُس کے ہاتھ میں ترپ تھا۔

"چنا......!" غصے سے جگت نے دانت پیس لئے۔ آج عدالت میں وہ جگت سے آنکھیں نہیں ملا سکا تھا۔ "بیوقوف! مجھے یار سے زیادہ جان پیاری تھی۔ مگر تو اس طرح میرے ہاتھ سے بچ نہیں گا۔ اس وقت تو پولیس کے پہلو میں گھر کر یہاں سے چلا جائے گا۔ میرے باہر آنے کے بعد زندگی کتنے دن رہے گی؟ میں پھانسی پانے سے پہلے تجھے ختم کر دوں گا۔" وہ بڑبڑایا۔

"جگا! کوئی تم سے ملنے آیا ہے۔"

یہ سن کر وہ چونکا۔ سپاہی دور کھڑا رہ کر بات کر رہا تھا۔ جگت کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے شعلے قریب جانے سے ڈرا رہے تھے۔ پھر چیف نے بھی تاکید کی تھی کہ خبردار! جگا سے کوئی بات کرے گا۔ بدمعاش بہت چالاک ہے۔ باتوں میں پھنسا کر راکفل چھین لے گا۔

"کوئی ملنے آیا ہے جگا!" سپاہی نے پھر بلند آواز میں کہا تو جگت چونکا۔

کون ملنے آیا ہوگا؟ جگت نے سوچا۔ باپو، نانا یا کرتارا ہو تو اچھا ہے۔ دو تین کام سپرد کرنے مگر وہ تو کوئی انجان ہستی تھی۔ پورن سنگھ اُسے لے کر آ رہا تھا۔

"یہ رہا تمہارا موکل۔ اور جگا! یہ ہیں تمہارے وکیل۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ "جگا! تمہارے والوں کو وکیل صاحب کی جیب تر کرنے کی حماقت سوجھی ہے۔" یہ کہہ کر وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔ ل صاحب! تم لاکھ کوشش کرو گے مگر کیس ہار جاؤ گے۔ اب تو اسے بھگوان بھی نہیں بچا سکتے۔ وہ

یہ کہتا ہوا لوٹ گیا۔ وکیل نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ جگت کو غور سے سر تا پا گھورنے لگا۔

"جگت سنگھ!" ایک نرم آواز سنائی دی۔ جگت کو اُس کے ٹھہرے ہوئے لہجے پر تعجب ہوا۔ ابھی پورن سنگھ کے الفاظ کے اثر سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ جیسے وکیل نے پولیس چیف کے الفاظ ہی نہ ہوں وہ اسی طرح پُرسکون تھا۔ "تمہاری صفائی کے لئے مجھے تمہارا وکیل بنایا گیا ہے۔" سپا کے دُور جانے کے بعد وکیل نے بات شروع کی۔

"کس نے......؟"

"کرتارا نے۔" پھر فوراً بولا۔ "اُس کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہئے۔ میں تمہارے والوں کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں تمہارے وکیل کی حیثیت سے۔" کرتارا نے کام شروع کر یہ سن کر جگت خوش ہوا۔ "پولیس چیف کون سے ثبوت پر اتنا اترا رہا ہے؟" وکیل نے پوچھا۔

"میرا ایک ساتھی غداری کر گیا ہے...... چنا۔" جگت کچھ دیر رُکا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "مگر ا کی فکر نہیں۔ وہ ثبوت فراہم کرنے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔" اُس نے پُرسکون لہجے میں کہ وکیل سکتے میں آ گیا۔ جگت ہنسا۔ "میرا حساب صاف رہتا ہے وکیل صاحب! اُس نے مجھ غداری کی، لہٰذا بدلہ لینا ضروری ہے۔"

پھر کچھ پوچھ گچھ کرنے کے بعد وکیل نے کاغذ پر نوٹ بنایا۔ "ابھی تو صرف معلومات کی خا پوچھ رہا ہوں۔ کیس داخل ہونے کے بعد چارج شیٹ پڑھ کر ہی آگے کام شروع کروں گا۔" جگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قانون کی اُلجھنوں سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وکیل نے آس پاس کر کے پوچھا۔

"کرتارا سے کچھ کہنا ہے؟" جگت سوچ میں ڈوبا ہوا اُسے دیکھنے لگا۔ اس لئے مزید بو "اُس نے معلوم کیا ہے کہ فرید کوٹ والا مکان واپس کر دے؟" جگت چونکا، کرتارا نے کیا کچھ ہے؟ وہ سمجھ گیا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مال کہاں چھپایا ہے؟ مگر وکیل پر اعتماد کیا جائے یا نہ ممکن ہے پورن سنگھ نے اس کی معرفت معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ اُس نے چہرے بغیر کوئی تاثر پیدا کئے کہا۔

"اُس گھر میں اب کیا رہا ہے؟ مگر باپ بننے والا ہوں یہ خبر میں نے وہیں سنی تھی اس لئے کو نہ دے تو بہتر ہے۔" وکیل آگے کچھ پوچھے گا یا نہیں یہ دیکھنے کے لئے وہ کچھ دیر رُکا۔ مگر و نے تجسس کا اظہار نہیں کیا۔ "اور ہاں! آنگن میں جو پھولوں کا پودا بویا ہے، اُسے پانی دیتے ر کے متعلق ضرور کہنا۔" وکیل مسکرا دیا۔ بدلہ لینے کی خاطر قتل کرنے والا یہ شخص پھولوں کے پودے کیسی فکر کر رہا ہے۔

"بہتر ہے...... میں کہہ دوں گا۔" یہ کہہ کر وکیل جانے لگا تو جگت پھر بولا۔

"ایک بات اور......" وکیل قریب آ گیا۔ وہ سرگوشی میں بولا۔ "کرتارا سے چنا کی بات کہ اُس نے بے ایمانی کی ہے۔" وکیل کے کچھ دُور جانے کے بعد جگا بولا۔ "گھر والوں سے کہنا مہ فکر نہ کریں۔" اس بار آواز میں نرمی تھی۔ یہ بات وکیل نے بھی نوٹ کی۔

○

پھولوں کے پودے کو پانی دینے کے بارے میں جگت کی تاکید وکیل سے سن کر پہلے تو کرتارا لی کچھ نہیں سمجھا۔

"ابھی جان بچانے کی فکر کر بھائی۔ عورت کے پیٹ میں جو پھول پل رہا ہے وہ کھلنے سے پہلے بھانہ جائے۔" مگر دو تین بار اس بات پر سوچنے کے بعد اُس کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ "کہیں انے اس طرح کوئی پیغام تو نہیں دیا؟" یہ خیال آتے ہی وہ فرید کوٹ پہنچ گیا۔ سنسان اندھیرے ما اُس نے پھولوں کا پودا اُکھاڑ دیا۔ دو تین فٹ زمین کھود ڈالی اور اُس نے جو اندازہ لگایا تھا وہ ست نکلا۔ سونے چاندی کے زیورات کا بنڈل، جوہری کی لوٹ کا مال۔ وہ مسرت آمیز لہجے میں ڈایا۔

"تمہاری عقل کی داد دیتا ہوں جگا! اب میرے بازوؤں کی طاقت دُگنی ہو گئی۔" عدالت میں زنگ لڑنے کا ذریعہ ہاتھ آ گیا تھا۔

ایک کام نمٹ گیا اس لئے کرتارا نے دوسرا کام ہاتھ میں لیا۔ اب اُسے چنا کو ختم کرنا تھا۔ مگر وہ ا پولیس کے قبضے میں تھا۔ اُسے پولیس کے قبضے سے باہر نکالنے کی کوئی سبیل کرنی تھی۔

○

پنا سنگھ ہوٹل میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ کرتارا برابر کی کرسی پر آ کر بیٹھا مگر اُسے ہوش ں تھا۔

"اے چھوکرا! دو چائے لاؤ۔" کرتارا نے آرڈر دیا تب بھی پنا سنگھ نے گردن نہیں اُٹھائی۔ ے کے دو کپ میز پر رکھے گئے۔ کرتارا نے ایک کپ اُس کی جانب دھکیلا۔ "لو! چائے پیو۔ ہ تازہ ہو گا۔" پنا سنگھ چونک گیا۔ یہ کون شخص ہے؟ بہت یاد کیا مگر سمجھ میں نہ آیا۔ اُس نے کپ نے دیکھ کر تجسس کا اظہار کیا تو کرتارا ہنسا۔

"بغیر جان پہچان کے کیوں چائے پلا رہا ہوں یہ پوچھنا چاہتے ہو؟" پھر چائے کا کپ اُٹھا کر "چائے پیتے ہوئے ہم لوگ ایک دوسرے کا تعارف کرائیں گے۔" پنا سنگھ کی سمجھ میں اُس کا ب نہ آیا مگر اُس نے چائے پینے سے انکار نہیں کیا۔ کرتارا نے بغیر تمہید کے بات شروع کی۔ تمہاری معشوق کا بیٹا ہوتا ہے؟" پنا سنگھ کے ہاتھ میں کپ لرزنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ بات نے والا شخص جگا کا آدمی ہے۔ گھبرا کر بھاگ نکلنے کا خیال آیا مگر اس میں خطرہ تھا۔ وہ بمشکل کے دو گھونٹ حلق سے نیچے اُتار کر بولا۔

"اُس نے نادانی کی۔ میں نے بہت سمجھایا کہ مضبوط رہنا...... تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ پھر بھی ڈر س کے سامنے سب کچھ اُگل دیا۔"

کرتارا کو اتنی جلدی نتیجے کی اُمید نہیں تھی۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ "یعنی تمہیں پتہ تھا کہ وہ جگا کا تھا؟"

ہاں! اُس کی ماں نے مجھے کہہ دیا تھا۔" پھر فوراً ہی بات بنائی۔ "چنا کی گرفتاری کے بعد مجھے تھا۔"

ہم......" کرتارا نے چائے کا کپ خالی کیا۔ "وہ شاید یہی سمجھ رہا ہے کہ جگا کے خلاف گواہی

دے کر زندہ بھی رہے گا۔" پنا سنگھ اس دھمکی کو سمجھ نہ سکتا اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا۔

"اپنے کئے کو خود بھگتے گا۔ مجھے کیا؟ میں اُس کا سگا باپ نہیں ہوں۔"

"میرا ایک کام کرے گا؟" کرتارا اب مطلب کی بات پر آ گیا۔ "اُس سے جا کر کہہ دو! منہ بند رکھے۔ ورنہ......"

"سمجھ گیا......" پنا سنگھ یہی چاہتا تھا۔ "میں آج ہی ملنے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

کرتارا نے اُسے گھورا۔ "تو اگر کوئی چال بازی کرے گا، اس صورت میں موت سے ملاقات ہو گی۔ سمجھا؟ پولیس کو مخبری کرنے سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مجھے جگا کا ساتھی بتا جائے گا تو لوگ تیرا مذاق اُڑائیں گے۔"

"مجھے تمہاری بات میں چالاکی دکھانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟" پنا سنگھ نے کہا اور سر جھکا باہر نکل گیا۔ وہ دل میں بہت خوش تھا کہ اب چنا سرکاری گواہ بن کر بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ سے پہلے وہ لوگ اسے ختم کر دیں گے۔

○

"پنا سنگھ! تمہاری داشتہ کا بیٹا اگر گواہ بننے سے انکار کرے گا تو میں اُسے پیٹ ڈالوں گا" پورن سنگھ نے جھنجھلا کر کہا۔

"صاحب! مجھ سے یا آپ سے بہتر یہ کام اُس کی ماں کر سکے گی۔" پنا سنگھ نے مختلف قسم چال آزمائی۔ "بس تم اُسے تھوڑے دن ضمانت پر رہا کر دو!"

"ضمانت پر؟" پولیس چیف کو غصہ آ گیا۔ "میرے ہاتھ میں یہی ترپ کارڈ ہے اُسے بھی دُوں؟ جگا کے ساتھی اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیں گے۔ یہ تمہیں پتہ ہے؟"

پنا سنگھ کو یہی تو کرنا تھا۔ مگر پولیس چیف کو منائے کس طرح؟ ذہن پر زور دیا اور ایک ترکیب سوجھی۔ اُس نے ایک داؤ اور پھینکا۔ "صاحب! ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں؟" پورن سنگھ متجسس نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے پنا سنگھ کی چالاکی پر اعتماد تھا۔

"کیا ہونے کا پوچھ رہے ہو؟" وہ جلدی سے بولا۔

"چنا کو ضمانت پر رہا کر دو! جگا کے ساتھی اُسے ختم کرنے کے لئے اُس کا تعاقب کریں گے۔ اس میں دُوگنا فائدہ ہے۔ دوسرے دو چار بھی ہاتھ لگ جائیں گے۔ پھر اکیلے چنا پر آپ کو آرام کرنا پڑے گا۔ جیسے ہی وہ رہا ہو کر باہر آئے آپ چار پانچ آدمی اُس کے پیچھے سائے کی طرح دو! وہ کہاں جاتا ہے؟ کس سے ملتا ہے؟ سچ سچ اُس کا ارادہ کیا ہے؟ سب پتہ چل جائے گا۔"

ترکیب پر پورن سنگھ کا دل داد دینے کو چاہنے لگا۔ اُسے خود یہ ترکیب کیوں نہیں سوجھی؟ اپنی سر دبا کر اُس نے صرف اتنا کہا۔

"مجھے اس بات میں کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ پھر بھی سوچوں گا۔"

پنا سنگھ سمجھ گیا کہ بات صاحب کے حلق سے نیچے اُتر گئی ہے۔ مگر اپنے برے ارادے کی آئے اس لئے راز کی بات کہہ دینی پڑی۔ "چنا کی ماں کو تیسرا مہینہ چل رہا ہے صاحب! بیٹا دن گھر رہے گا تو اُس کے دل کو بھی مسرت ہو گی۔"

پورن سنگھ نے فحش انداز میں ہنس کر اُس کی پشت تھپتھپائی۔ "تم بڑے پکے نکلے یار...... اب بے چاری تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکے گی......" دونوں قہقہہ مار کر ہنس دیئے۔

○

ضمانت کی درخواست کے متعلق پولیس ڈیپارٹمنٹ نے اختلاف نہیں کیا اور عدالت نے ضمانت درخواست منظور کر لی۔ چنا کو سخت تعجب ہوا، ماں نے ضمانت کے پانچ ہزار روپے کہاں سے لا کر دیئے؟ پنا سنگھ نے مدد کی ہو بھی تو کیوں؟ اسے اتنی رقم کوئی قرض نہیں دے گا۔ پنا کے خلاف اُس نفرت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ وہ اُس کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی دوران پورن سنگھ نے جلتی پر چھڑکا۔

"تمہاری ماں پر رحم کھا کر میں نے تمہیں ضمانت پر رہا ہونے دیا ہے۔ یہ یاد رکھنا!" پولیس نے اپنے ذہن میں گونجتی ہوئی بات اُس سے کہہ دی۔ "تمہاری ماں صدمہ جھیلنے کی قوت نہیں اُسے کچھ ہو گیا تو دو زندگیاں تباہ ہو جائیں گی۔ اس کا پاپ تیرے سر ہو گا۔"

"دو زندگیاں......؟"

"تمہیں پتہ نہیں؟ وہ بے چاری دو جان سے ہے۔"

یہ سن کر چنا کو آگ لگ گئی۔ اب ماں کا منہ بھی نہیں دیکھا جائے گا۔ اُس کا دماغ پکنے لگا۔

"جاؤ! تمہیں ہم پولیس جیپ میں گھر بھیج رہے ہیں۔" پورن سنگھ نے اُسے خیالات سے بیدار "واپس آؤ گے تو سرکاری گواہ بننے کی خوشخبری سنانا۔" چنا نے جس طرح پولیس چیف کی جانب اس سے پورن سنگھ اُلجھن میں پڑ گیا۔ اس شخص کے ذہن میں کیا گڑبڑ ہو رہی ہے؟" پولیس سے باہر آنے سے پہلے اُسے جگت کی کوٹھڑی کے سامنے سے گزارنا تھا۔

"سالے...... بے ایمان! میں تمہاری کھال اُتار دُوں گا۔" یہ سن کر وہ لرز گیا۔ بمشکل اُس نے کی جانب دیکھا اُس کی آنکھوں سے غصہ اور نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔ چنا سر جھکا کر سے وہاں سے ہٹ گیا۔ اُس نے جاتے ہوئے دو چار فحش گالیاں سنیں۔ پولیس جیپ اُسے تک چھوڑ گئی۔ اس سے لپٹ جانے کے لئے چوکھٹ میں کھڑی آنسو بہاتی ہوئی ماں کو دیکھ کر کے لئے چنا سب کچھ بھول گیا۔ چاروں جانب سے نفرت ملی تھی مگر ماں کی ممتا میں کوئی فرق آیا تھا۔ اُس کے سینے پر سر رکھ کر جی ہلکا کرنے کو جی چاہا۔

"ماں......" کہتا ہوا وہ جھپٹا۔ پرم جیت نے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔

"بیٹا! تم ٹھیک تو ہو؟" کچھ دیر ماں بیٹے کے درمیان پیار کا مقدس بادل چھا گیا۔ مگر جیسے ہی چنا پرم جیت کے پیٹ پر لگا اُس کے ذہن میں نفرت کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔ وہ جھٹکے کے ماں سے الگ ہو گیا۔ ماں کو اُس کی یہ حرکت بیہودہ محسوس ہوئی۔ ممکن ہے جوان بیٹے کو ماں ٹ جانے میں شرم محسوس ہوئی ہو، یہ سمجھ کر وہ خاموش رہی۔ چنا سنگھ جان بوجھ کر گھر پر نہیں رہا ں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ چنا جیسے ہی ضمانت پر رہا ہو کر آئے گا کرتارا کے آدمی اُسے ختم سے باز نہیں رہیں گے۔ پرم جیت کو اُس نے سمجھایا تھا کہ وہ یہاں ہو گا تو ماں بیٹے کو تکلیف چنا کو ماں کی یہ بات صحیح معلوم ہوئی۔

''اور آج رات چھت پر سونا......'' اس طرح اشارے میں پرم جیت نے پنا کو سمجھایا تھا۔ رات گھر آ کر پنا کو معلوم ہوا کہ چنا سارا دن گھر میں بند رہا تھا۔ باہر برآمدے میں اُس نے جیت سے کہا۔

''اُسے ذرا باہر کھلے میں گھومنے دینا تھا۔'' پھر پوچھا۔ ''اُس سے میرے متعلق بات کی؟ اُسے ضمانت پر رہا کرانے کے سلسلے میں مجھے کس قدر تکلیف ہوئی تھی۔ اب مجھے گھور کر نہ دیکھے۔ بھی کہہ دینا۔'' پھر آواز میں مصنوعی ہمدردی پیدا کر کے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر دو ہوئے کہا۔ ''کل باہر جا کر موج کرے۔ پکچر وغیرہ دیکھے۔ گھر میں گھسے رہنے سے ذہن پر شیا سوار ہو جاتا ہے۔'' اُس سے ملنے کے لئے چنا کمرے سے باہر نہیں آیا یہ دیکھ کر پنا سنگھ سمجھ گیا اُس سے چنا کو کس قدر نفرت ہے۔ مگر اب اُسے چنا کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ کل تو وہ ٹھکانے جائے گا۔ کوئی گیت گنگناتا ہوا پنا سنگھ چھت پر سونے چلا گیا۔

O

چنا کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ آج کی رات تو وہ سونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ یہی ایک رات اُس پاس تھی۔ اس کی خاطر تو اُس نے کمرے میں سونے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مگر ماں کو ابھی نیند کیوں نہیں آ رہی ہے؟ وہ پہلو بدل رہی ہے۔ نصف رات کے بعد گرمی کی شدت کم ہوئی تو چنا نے دیکھا کہ اُس کی ماں اب سو گئی تھی۔ وہ آہستگی سے بستر سے اُٹھا۔ بے آواز چلتے ہوئے لکڑی کی الماری کے قریب گیا اور اُسے کھول کر اندر سے کرپان نکالی۔ میان سے نکلی ہوئی کرپان کی چمکتی ہوئی دھار دیکھنے لگا۔ جسم پر پسینہ بہنے لگا تھا اس کا خیال آتے ہی اُس نے اپنے کرتے کی آستین سے صاف کیا۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے میان گر پڑی۔ چنا چونک گیا۔ ماں جاگ تو نہیں گئی؟ یہ دیکھنے کے لئے وہ اُس کے قریب چلا گیا۔ پھر اطمینان کی سانس لے کر ماں کے پیٹ کو پھولتے پچکتے ہوئے دیکھتا رہا۔ چنا نے دانت پیس لئے۔

''اس پیٹ میں اُس کمینے کا بیج پرورش پا رہا ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ پھر نظر گھومتی ہوئی ماں کے چہرے پر جم گئی۔ وہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔ بلی کے سے قدموں سے چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا۔ کھولی تو کرپان والا ہاتھ ذرا سا کپکپایا۔ ماں پر آخری نظر ڈال کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ آس پاس نظر گھمائی۔ پچھلی شب کی ٹھنڈی ہوا میں سب گہری نیند سو رہے تھے۔ اُس نے سوچا دروازہ باہر سے بند کر کے زنجیر چڑھا دے تاکہ ماں بیدار ہو کر بھی درمیان میں نہ آ سکے۔ چھت پر جانے والی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اُس کے چہرے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔ بس اب تھوڑی دیر بعد قصہ ختم ہو جائے گا۔ چھت کی کھلی فضا میں وہ چند لمحے کھڑا رہا۔ کچھ دُور چارپائی پر پنا سنگھ سویا ہوا تھا۔ صرف پندرہ قدم کا فاصلہ تھا۔ اُس کی زندگی کا بھی اتنا ہی فاصلہ تھا۔ کرپان کی دھار پر ایک نظر ڈال کر وہ آگے بڑھا۔ چت سوئے ہوئے چنا سنگھ کی لنگی ران تک اُونچی ہو گئی تھی۔ چنا کے ذہن میں ایک خطرناک خیال نے جنم لیا......

''اس کی مردانگی کی بنیاد ختم کر دوں۔ پھر ساری زندگی جنسی محرومی سے تڑپتا رہے گا۔ یہ اسی کے لائق ہے۔'' پھر خیال بدل گیا۔ ''نہیں...... اسے زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ ورنہ میری ماں کو ...

... ستائے گا۔'' چنا کچھ جھکا۔ پنا سنگھ خراٹے لے رہا تھا۔ کرپان کے دستے پر مضبوطی سے اُنگلیاں ... کر چنا نے ہاتھ بلند کیا۔ ''چراز'' کی آواز ہوئی، پنا سنگھ نے ذرا سی حرکت کی اور چارپائی کی آواز گونجی۔ چنا ڈر گیا۔ وہ پہلو بدل جاتا تو وار کامیاب نہیں ہوگا۔ پھرتی سے اُس نے بایاں ہاتھ پنا سنگھ کے منہ پر رکھ دیا اور دائیں ہاتھ سے کرپان اُس کے کھلے ہوئے پیٹ میں گھونپ دی...... پنا سنگھ ہلکی چیخ مارتا ہوا بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا تو چنا نے پیٹ میں سے کرپان نکال کر پھر وار کیا...... پھر وہ مسلسل وار کرتا گیا۔ آنکھیں بند کر کے پاگلوں کی طرح اُس نے کرپان سے چنا سنگھ کا پیٹ پھاڑ دیا...... چوتھے وار پر چنا ہانپ گیا۔ گرما گرم خون سے کلائیوں تک اُس کے ہاتھ بھر گئے۔ آخری بار تڑپ کر پنا سنگھ ٹھنڈا ہو گیا۔ خون چارپائی سے نیچے بہہ رہا تھا۔ پسینے سے تر اور خون سے بھرا ہوا چنا سنگھ لمحہ بھر پنا سنگھ کی لاش کو حقارت سے دیکھتا رہا۔ پھر ہمت کر کے کھڑا ہو گیا اور وہاں سے فرار ہونے لگا۔ سیڑھیاں اُترتے ہی وہ بری طرح لڑکھڑا گیا۔

''چنا......!'' کمرے کا دروازہ پیٹتی ہوئی ماں رونے والے لہجے میں بولی۔ ''چنا! تم کہاں گئے؟'' مگر اُس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ ابھی دوسرا اہم کام باقی تھا۔ وقت بہت کم تھا۔ مٹھیاں کستا ہوا چنا دوڑا۔ اُسے ہوش نہیں رہا تھا کہ کوئی اُس کا تعاقب کر رہا ہے۔ وہ پیچھے مُڑ کر دیکھے بغیر بھاگ رہا تھا۔ گلی کے کتے بھونکنے لگے مگر اُس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ پندرہ بیس منٹ تک وہ دوڑتا رہا۔ ایک کھنڈر نما مندر کے عقب میں آ کر وہ رُک گیا۔ سینے میں دل زور زور سے دھڑک رہا تھا...... جسم ٹوٹ رہا تھا۔ پھر بھی اُس نے ہمت نہ ہاری اور مندر کے عقب والی زمین کھودنے لگا۔ تھوڑی زمین کھودنے کے بعد اُس کے ہاتھ رُک گئے۔ اُسے محسوس ہوا جیسے کسی نے یہ جگہ پہلے بھی کھودی ہو...... تب اُسے یاد آیا کہ یہاں نشانی کے لئے رکھا ہوا بڑا پتھر ہٹ گیا تھا۔ باقی زمین کھودتے ہوئے اُس کے ذہن میں طوفان اُٹھا۔

کیا پنا سنگھ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ مال یہیں چھپایا گیا ہے؟ ماں کہہ رہی تھی کہ ایک رات میں پنا نے ضمانت کے لئے پانچ ہزار روپے لا دیئے تھے۔ میں یہاں بار بار دیکھنے کے لئے آتا تھا۔ ممکن ہے چھپ چھپا کر میرا تعاقب کرتا رہا ہو اور اُسے پتہ چل گیا ہو...... پوری کھدائی ہونے کے بعد بھی اُسے زیورات کا ڈبہ نہیں ملا تو چنا کا دماغ گھومنے لگا...... اُسی لمحے ٹارچ کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑی۔ اُس نے چونک کر سر اُٹھایا۔ چار آدمی اُسے گھیر کر کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے چہرے دیکھ کر چنا لرز گیا۔ یقیناً موت سر پر کھڑی تھی۔ وہ سوچنے لگا جگا نے اُسے ختم کرنے کا اتنی جلدی انتظام کر لیا......؟

ٹارچ کی روشنی جب خون آلود لباس پر پڑی تو ٹارچ تھامنے والے کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''ارے...... یہ تو کسی کو قتل کر کے بھاگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ گرفتار کر لو اسے۔'' چنا سمجھ گیا کہ سادے لباس میں پولیس اس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آ گئی ہے۔ دو آدمیوں نے چنا کو بازوؤں سے تھام لیا۔ ایک نے ہتھکڑی پہنا دی۔ چوتھے کو وہیں رہنے کا کہہ کر تین آدمی چنا کو تھانے لے گئے۔

''صاحب! اس نے پنا سنگھ کو قتل کر دیا۔'' یہ سن کر پورن سنگھ غصے میں سرخ ہو گیا۔

''سالے! تم نے یہ کیا کر دیا؟'' گرج کر اُس نے چنا کے جبڑے پر چانٹا جڑ دیا۔

"ہا......ہا......" چنا نے لمبا قہقہہ لگایا۔ "اب تم مجھے سرکاری گواہ نہیں بنا سکو گے۔ جگا کے خلاف مجھے گواہی نہیں دینی پڑے گی۔ ہا......ہا......ہا......"

"جاؤ...... سالے کو کوٹھڑی میں بند کر دو!" پورن سنگھ کی آواز پھٹ گئی۔

سحر کے وقت ہونے والا شور سن کر جگا بیدار ہو گیا۔ چنا کو اپنی کوٹھڑی کے قریب سے لے جاتے ہوئے دیکھا تو اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟" اُس نے آنکھیں ملیں۔ اُسی وقت آواز آئی۔

"پاپا جی! بدلہ لے کر آیا ہوں۔ تمہارا پتہ چنا نے پولیس کو بتایا تھا۔" پھر دونوں ہتھیلیاں جگت کو دکھاتا ہوا چلایا۔ "دیکھو! میرے ہاتھ بھی خون سے رنگ گئے ہیں۔ اب میں بھی تمہارے ساتھ پھانسی پر لٹک جاؤں گا۔" اُس کی حالت دیکھ کر جگت کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ چنا پر غصے کی بجائے اب جگت کے دل میں اُس کے لئے ہمدردی کے جذبات تھے۔

○

صدمہ پہنچانے والی خبر سنانے کے لئے لوگ اتنی جلدی دکھاتے ہیں جیسے خوشخبری لے کر آئے ہوں۔ جگت کے نانا ابھی بستر سے اُٹھے ہی تھے کہ کھڑکی میں اوتار سنگھ دکھائی دیا۔

"کیا کر رہے ہو نارائن سنگھ؟" اُس کے وقت بے وقت گھر میں آنے کی بات گاؤں میں مشہور تھی۔ "سوچا اسی طرف سے جا رہا ہوں تو خیریت پوچھتا چلوں۔"

"اور بدلے میں چائے کا کپ پیتے جاؤ۔" نانا دل ہی دل میں بڑبڑائے۔ مگر چہرے پر مسکراہٹ پیدا کر کے استقبالیہ لہجے میں بولے۔ "آؤ آؤ...... ابھی سو کر اُٹھا ہوں۔"

کرنال گاؤں میں لوگ یہی جانتے تھے کہ صبح کے وقت غلط آدمی کا منہ دیکھا تو سارا دن خراب گزرے گا۔ حالانکہ اُسی گاؤں کے لوگ اِدھر اُدھر سے آنے والے لوگوں سے ملنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ کیونکہ ہر گھر کی خبر رکھنے والے پہچانے شخص کو دیکھ کر آدمی کے دل میں غیبت کا خیال آتا ہی ہے۔ اوتار سنگھ کا نانا کے گھر آنا جانا بڑھ گیا تھا۔ ہزارہ کی شادی کی دو تین جگہ بات چل رہی تھی اس میں اوتار سنگھ کی نانا کو ضرورت تھی۔ "سچ بات یہ ہے کہ خبر معلوم کرنے نہیں خبر دینے آیا ہوں۔" چارپائی کی پٹی پر بیٹھتے ہوئے اُس نے بات کی ابتداء کی۔

"تم ہمیشہ خبر دینے ہی آتے ہو۔" نانا مذاق کے ڈھنگ میں بولے۔ اُن کو خیال تک نہیں تھا کہ یہ دشمن صدمہ پہنچانے آیا ہے۔

"گاؤں میں اخبارات دیر سے آتے ہیں۔ اس لئے تم کو خبر نہیں ہوئی۔" اخبار کی بات سے نانا سمجھ گئے کہ اوتار سنگھ باہر کی خبر لایا ہے۔ "تمہارا نواسہ گرفتار ہو گیا ہے۔" اوتار سنگھ نے پرواہ کئے بغیر کہا کہ اس خبر کا نانا پر کیا اثر ہو گا؟ "سب سے پہلے مجھے اطلاع ملی اور اس کے متعلق بتانے کے لئے سب سے پہلے میں آیا۔" اس دوران داڑھی سہلاتے ہوئے نانا کا ہاتھ جھٹکے سے نیچے آ گیا۔ چارپائی کو زور سے دبا کر صدمہ جھیل لینے کی کوشش کرتے ہوئے اُن کو پسینہ آ گیا۔ کپکپاتے ہونٹوں سے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر الفاظ زبان پر جم گئے۔ سینے میں اُٹھتے ہوئے درد کو چھپانے کے لئے دایاں ہاتھ اُنہوں نے سینے پر رکھ لیا۔ پھر وہ چارپائی پر اُلٹے گر پڑے۔

اوتار سنگھ بوکھلا کر چیخا۔ ہزارہ نہاتا ہوا بھیگے جسم سے باہر آ گیا۔ "کیا ہوا باپو کو؟" اوتار سنگھ نے گھبراہٹ میں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "کون جانے؟"

دونوں نے نانا کو سیدھا لٹایا۔ "باپو! باپو......!" گھبرائے ہوئے ہزارہ نے نانا کے چہرے سے پسینہ صاف کیا اور ہانپتے سینے پر ہاتھ رکھا۔ نانا کے ہونٹ ہلے۔

"جگت......!" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکے۔ ہزارہ کو جھٹکا سا لگا۔ اُس نے آنکھیں پھاڑ کر اوتار سنگھ کی طرف دیکھا۔

"چاچا! تم نے باپو کو بھانجے کی کوئی خبر تو نہیں سنائی؟" اوتار سنگھ اُس کی تیز نظروں کی تاب نہ لا سکا اور گنہگار کی طرح سر جھکا لیا۔ ہزارہ نے دانت پیس لئے۔ "تمہیں پتہ ہے کہ ان کے سینے میں درد اُٹھتا ہے۔ ایسی بری خبر دینے کی تم کو کیا جلدی تھی؟" اُس کی آواز سے غصہ اچانک ختم ہو گیا۔ وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے کل سے اس بات کا پتہ تھا۔ پھر بھی خاموش رہا۔" یہ کہتے ہوئے ہزارہ نے آنکھیں خشک کر لیں۔ یہ سن کر اوتار سنگھ جھینپ گیا۔

"تمہیں پتہ تھا؟" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"اب چاچا! جا کر ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔" ہزارہ پھر گرم ہو گیا۔ اوتار سنگھ میکانکی انداز میں کھڑا ہو گیا۔ ہزارہ نے کہا۔ "سیدھے ڈاکٹر کے پاس جانا! راستے میں ڈھنڈورا پیٹنے نہ رُکنا۔ سمجھے؟" اوتار سنگھ غصہ ضبط کر کے باہر چلا گیا۔

"انہیں سخت صدمہ پہنچا ہے۔" ڈاکٹر نے ہارٹ اٹیک کا سادہ زبان میں ترجمہ کیا۔ "عمر کی وجہ سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔ زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھیان رکھنا پڑے گا۔"

"اوتار چاچا نے آتے ہی بھانجے کی خبر دی۔ اس سے صدمہ ہوا ہو گا۔" ہزارہ نے بتایا۔

ڈاکٹر نے سر ہلایا۔ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔" پھر مزید بولا۔ "کچھ لوگ اُجڈ ٹائپ کے ہوتے ہیں۔ وہ میرے پاس پچھتاوے کا اظہار کر رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب! نارائن سنگھ کو کچھ ہو گیا تو بدنامی میرے سر آئے گی۔ ہزارہ مجھے گاؤں میں نہیں رہنے دے گا۔"

ہزارہ نے ڈاکٹر کی بات سن کر دانت پیسے اور کہا۔ "گاؤں میں کیا؟ زندہ نہیں رہنے دوں گا۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

"انجکشن دیا ہے۔ اب آرام ہو جائے گا۔ انہیں اُٹھنے بیٹھنے نہ دینا۔" دروازے سے باہر نکلتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "میں لڑکے کے ہاتھ دوا بھیج دیتا ہوں۔"

ڈھلتی دوپہر جگت کے باپو نے دروازے پر دستک دی۔ ہزارہ کی سگائی کے متعلق خط لکھ کر نانا نے اُن کو بلایا تھا۔ مگر جگت کی گرفتاری نے پیروں سے طاقت چھین لی تھی۔ پھر بھی دل میں فیصلہ کیا تھا اگر کرنال خبر نہ پہنچی ہو تو فوراً ہزارہ کا رشتہ کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر جگت کی گرفتاری کا پتہ چلے تو پرواہ نہیں۔ مگر گاؤں میں داخل ہوتے ہی جان پہچان والے لوگوں کی ہمدردانہ نظریں چغلی کھا رہی تھیں کہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ ہزارہ نے دروازہ کھولا تو اُس کے پھیکے چہرے کو دیکھ کر موہن سنگھ سمجھ گئے کہ سالے اور سسر کو پتہ چل گیا ہے۔

"باپو کو صدمہ پہنچ گیا ہے۔" ہزارہ نے جھک کر قدم چھوتے ہوئے کہا۔ موہن سنگھ خاموشی سے

اندر آ گئے۔ بستر پر پڑے ہوئے نانا نے آنکھوں کی گردش کے ذریعے اُن کا استقبال کیا۔ سسر او داماد نے دل مضبوط کرنے کے لئے کچھ وقت لیا۔

"طبیعت بگڑ گئی ہے۔" نانا نے گفتگو کا آغاز کیا۔ اور جلدی سے بولے۔ "عمر کسی کی شرم نہیں رکھتی۔" سوہن سنگھ سمجھ گئے کہ سخت ارادے کے اس شخص کا زخمی دل اندر سے تڑپ رہا ہے۔ "گھر مَیں بہو آئے گی تو عمر کا وزن کم ہو جائے گا۔" اُنہوں نے نانا کو اطمینان دلایا۔

"جگت کی ماں نے مجھے ہزارہ کی سگائی کے لئے بھیجا ہے۔"

نانا بھی سمجھ گئے کہ داماد بیٹے کی گرفتاری کا دُکھ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"گھر میں بہو لانے کی تمنا اب نہیں رہی سوہن سنگھ!" بولنے میں تکلیف کے سبب نانا نے رُک کر کہا۔ "ایک بہو کو گھر میں لا کر اُس کی زندگی ہم نے جہنم بنا دی۔"

"یہ تو ہم سمجھتے ہیں۔ مگر بھگوان اتنا ظالم نہیں ہے۔" سوہن سنگھ بولے۔

"یہ دل بہلانے کی بات ہے۔" نانا بولے۔

"بہو کو تیسرا مہینہ جا رہا ہے۔" سوہن سنگھ نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔ تب نانا مسرت کے جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ لمحے بھر کے لئے اُن کے بوڑھے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ مگر پھر لیٹ گئے۔ ایک آہ بھری۔

"کچھ دن پہلے یہ خبر ملتی تو سارے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کرتا۔" اُنہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بھگوان بھی کیسا مذاق کرتا ہے۔ ایک آنکھ سے رونا اور دوسری سے ہنسنا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اُن کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔

بہت دیر تک داماد اور سسر خاموش رہے۔ ہزارہ بہنوئی کے لئے لسی لایا تو سوہن سنگھ نے کہا۔ "ہزارہ! گھر میں پالنا بندھنے والا ہے، اس کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔" پھر سالے اور سسر کا غم ہلکا کرنے کی خاطر لسی کا پورا پیالہ ایک سانس میں پی گئے۔

"چندن کور کو اب زیادہ سنبھلنا پڑے گا۔" نانا نے کہا۔ اُنہیں ڈر تھا کہ جگت کی گرفتاری بہو کا دل توڑ دے گی تو ہمیشہ کے لئے بیٹی کے گھر سے بچے کے قدم رُوٹھ جائیں گے۔ "مایا سے کہنا! بہو کی پوری حفاظت کرے۔ اُسے ذرا سا صدمہ پہنچنے نہ دے۔"

"وہ بیچاری تو ہمیں صدمہ نہ ہو، اس کی فکر کرتی ہے۔" سوہن سنگھ نے نانا کو مضبوط کرنے کے لئے کہا۔ "ہم اگر ضبط نہ کر سکے تو وہ یقیناً اندر سے ٹوٹ جائے گی۔"

اب نانا اپنے سابقہ مزاج پر لوٹ آئے۔ "ارے ہم اس طرح ہار ماننے والے نہیں۔ جگت کو عدالت میں مجرم ثابت کرنے میں پولیس کا ناک میں دم آ جائے گا۔" حالانکہ اُنہیں یہ افسوس تھا کہ یہاں کی بجائے اگر شیخوپورہ میں جگت پکڑا جاتا تو وہ بہت کچھ کر گزرتے۔ وہاں خاصی جان پہچان تھی۔ "اُس کی صفائی کی تیاری کی یا نہیں؟" نانا نے گفتگو جاری رکھی۔ "پیسے خرچ کرنے میں پیچھے مُڑ کر نہ دیکھنا۔"

"یہ کام جگت کے دوست کرتارا نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔ جوان بہت چالاک ہے اور نڈر بھی۔ وہ تو یہاں تک تیار ہے کہ جگت کو جیل سے اُٹھا لائے گا۔"

میں اس اہم وقت پر بستر پر پڑ گیا ہوں۔" نانا نے فکرمندی سے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں! مقدمہ چلنے میں دن لگ جائیں گے۔" سوہن سنگھ نے اطمینان دلایا۔ اُس وقت تک تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

رات کا کھانا کھاتے ہوئے سوہن سنگھ نے جگت کی گرفتاری کی بات تفصیل سے بتائی۔ "وہ فرید ٹ کے جس گھر سے پکڑا گیا تھا ہم نے وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب کورٹ کے چکر لگانے پڑیں گے۔ راجستھان سے پنجاب تک جانے میں کافی وقت صرف ہوگا۔ جگت نے بھی کہا ہے کہ ا کے پہلے بچے کا جنم اسی گھر میں ہونا چاہئے۔ نانا نے آہ بھری۔

"پہلا اور آخری بچہ......!"

O

جگت کے خلاف ایک نہیں بلکہ نصف درجن مقدمات مختلف عدالتوں میں داخل کئے گئے۔

"پورن سنگھ! جگت ان میں سے تین مقدمات میں ضرور پھنس جائے گا۔" سرکاری وکیل نے ن دلایا تھا۔ پورن سنگھ یہ چاہتا تھا کہ امرتسر آنے سے پہلے شیخوپورہ میں جگا کے ہاتھوں کئے گئے لم بھی ان مقدمات میں شامل ہو جائیں۔ مگر سرکاری وکیل نے ان پر بھروسہ نہ کرنے کا مشورہ دیا

"اس میں قانونی اُلجھن پڑ جائے گی۔ وہاں دوسری حکومت ہے۔ وہ لوگ یہ مطالبہ کریں گے ہمارا مجرم ہے اس لئے ہمارے حوالے کیا جائے۔ اس چکر میں ہم اُلجھ جائیں گے اور جگا فرار ہو ئے گا۔" اُس کی دوسری مضبوط دلیل یہ تھی کہ وہ جرائم ثابت کرنا ان کے لئے مشکل ہوگا۔ گواہ ں سے لائیں گے؟ شیخوپورہ چھوڑ کر آئے ہوئے لوگ اِدھر آ کر بکھر گئے ہیں۔ کتنے زندہ ہوں اور کتنے قومی بلوؤں میں مارے گئے ہوں گے، کون جانے؟

"مگر ہمارے پاس اس کا پورا ریکارڈ ہے۔" پورن سنگھ کو جگا سے دشمنی ہو گئی تھی۔ "یہاں سے ں کے جرائم زیادہ خطرناک ہیں۔"

"اُن کا ہم برابر استعمال کریں گے۔" وکیل نے اپنی چالاکی دکھائی۔ "وہ ڈاکو کتنا خطرناک ہے؟ یہ بیان کرنے کے لئے وہ مسالہ میں پوری طرح استعمال کروں گا۔ اس بات میں تمہیں شورہ نہیں دینا پڑے گا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" پورن سنگھ نے مسرت کا اظہار کیا۔ پھر بھی اُسے پورا اطمینان نہیں تھا۔ "ان سے کتنے مقدمات میں پھانسی یقینی ہے؟

وکیل ہنس دیا۔ "تم اُسے کتنی بار پھانسی دلانا چاہتے ہو؟"

پورن سنگھ اُس کا طنز سمجھ گیا اس لئے بوکھلا کر بولا۔ "میرا مطلب ہے پھانسی تو یقینی ہے؟" وکیل نے پُریقین انداز میں سر ہلایا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "بالکل یقینی ہے۔ اس کے علاوہ کہ معجزہ نہ ہو جائے یا فیصلے سے پہلے آزاد نہ ہو جائے۔"

یہ سن کر پورن سنگھ کو صدمہ ہوا۔ مگر وہ مسکرا کر بولا۔ "اس کا میں نے مکمل انتظام کر دیا ہے۔ ایسی ں کرے گا تو مارا جائے گا۔"

''میرے کہنے کا مطلب اور ہے۔'' وکیل نے دوسرا اشارہ کیا۔ ''جیل میں خودکشی کرنے کی سہولت نہ مل جائے۔''

''یہ بات ناممکن ہے۔'' پورن سنگھ رُعب سے بولا۔ ''جگا کو میں جانتا ہوں۔ وہ خودکشی کرنے سے پھانسی پانا بہتر سمجھے گا۔''

''پھر تو وہ بہادر ہے۔'' وکیل نے آخری ضرب لگائی۔

○

جگت کو تھانے میں رکھنے کے خطرے سے پورن سنگھ اچھی طرح واقف تھا۔ پہلے وہ شیخوپورہ عدالت سے فرار ہو چکا تھا یہ وہ جانتا تھا۔ مقدمے لمبے عرصے تک چلنے والے تھے اس لئے اُس نے جگا کی ذمہ داری جیل والوں پر ڈال دی۔ انڈر ٹرائیل قیدی کی حیثیت سے جگت امرتسر جیل میں منتقل ہو چکا تھا۔ جیل سوپر نے پہلے دن جیل کے حکام کو خبردار کر دیا تھا۔

''دیکھنا! یہ شخص ہماری عزت خراب کر سکتا ہے۔ اس کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔''

عدالت میں مقدمات چلنے تک جگت ملزم کی حیثیت سے تھا، مجرم نہیں۔ جیل میں ہونے کے باوجود اُسے قیدی کا لباس نہیں ملا تھا۔ مزدوری نہیں کرنی تھی اس لئے دوسرے قیدیوں سے ملنا ہو نہیں سکتا تھا۔ جیل سے فرار ہونے کے لئے کسی نہ کسی کو تو ساتھ ملانا ہی پڑتا ہے۔ سنتریوں کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ فی الحال تو ایسا کوئی موقع ملنے کے حالات نہیں تھے۔ عدالت اور جیل کے درمیان کافی چکر لگانے تھے۔ اس دوران کوئی موقع فراہم ہو تو فرار ممکن ہو سکتا تھا۔ مگر اس کے لئے باہر کی مدد ضروری تھی۔ جگت نے ایک آہ بھری۔ پہلے جیسے ساتھی کہاں تھے؟ ہنومان اُسے رہا کرانے کے چکر میں مارا گیا۔ یہ یاد آتے ہی اُس کا دل بھر آیا۔ بچن بھی نہیں ہے۔ اور ہوشیار کو خود اُس نے خود سے دُور کر دیا تھا۔

''وہ سنگاپور پہنچ چکا ہو تو اچھا ہے۔'' جگت نے سوچا۔

پورن سنگھ نے جگت سے جرائم قبول کرانے کے سلسلے میں آخر تک کوشش کی تھی۔ ''اپنے ساتھیوں کے نام بتا دو! میں تمہیں پھانسی سے بچا لوں گا۔''

جگت کے لبوں پر پھیکی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ''بچانے والا اُوپر بیٹھا ہے۔ ساتھیوں سے غداری کر کے اُوپر والے کی عدالت کا مجرم نہیں بنوں گا۔''

''تم اپنے بچے کا منہ دیکھنے کے لئے بھی زندہ نہیں رہو گے۔'' پولیس چیف تنگ آ کر بولا۔

''بچے کا منہ دیکھنے کے لئے اپنے ساتھیوں سے غداری کر دوں تو وہ بڑا ہو کر میرا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔'' جگت نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ ''ڈاکو کا امتحان نہیں ہوتا۔''

''پھانسی پر چڑھو گے تو امتحان بھی ہو جائے گا۔'' پورن سنگھ نے ہونٹ چبا کر غصے کا اظہار کیا۔

''پھانسی.... پھانسی.... پھانسی۔'' جگت بپھر گیا۔ ''یہ ایک ہی بات ہزار مرتبہ کیوں دُہرا رہے ہو۔ جو ہو سکے کر لینا!'' جگت کی بات کے جواب میں وزن دار جوتے پٹختا پورن سنگھ چلا گیا۔

○

جھنڈیالہ کے جوہری بازار لوٹنے کا مقدمہ شروع ہوا تو عدالت بھر گئی تھی۔ جگت کو پولیس

میں مسلح پہرے کے ساتھ لایا جاتا البتہ چنا کے لئے اس قدر حفاظت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ جیل میں الگ الگ رہتے ہوئے چنا اور جگت عدالت میں پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے تھے۔ چنا اب پہلے جیسا بھولا یا ڈرپوک نہیں رہا تھا۔ بنا سنگھ کے قتل کے بعد اُس کی حالت بدل گئی تھی جگت کو اس کا ثبوت مل گیا۔

''چنا! فرار ہونے کا موقع تلاش کرنا ہے۔'' یہ کہنے کے بعد جگت کو اُس کے چہرے پر حیرت یا خوف کے آثار نظر نہ آئے۔ وہ صرف آہستہ سے ہنسا تھا۔

''تمہارے لئے جو کچھ ہو گا، کر گزروں گا۔''

''میرے لئے؟'' جگت نے آنکھیں نکال کر کہا۔ ''بلکہ ہم دونوں کے لئے۔''

کسی کا دھیان ان کی طرف نہ ہو جائے اس لئے چنا کچھ دیر خاموش رہا۔ وہ دونوں لاپرواہی سے بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے جیسے اُنہیں مقدمے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے چنا نے بنا سنگھ کے قتل کی تفصیل جگت کو بتا دی۔ پھر آہ بھر کر بولا۔

''میں رہا ہوا تو میرے ہاتھوں دوسرا قتل ہو گا۔ اُس نالائق بنا سنگھ کا بیج میری ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔''...... جگت نے بھری عدالت کے آخر میں بیٹھی ہوئی پرم جیت کی جانب دیکھا۔ اُس عورت کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

جگت کی گولی سے جس کا بازو زخمی ہو گیا تھا وہ ہنس راج جوہری گواہ کے کٹہرے میں آ کر کھڑا ہو گیا تو جگت کو اُس پر ہنسی آ گئی۔ شانے کے پاس سے کٹے ہوئے ہاتھ کی آستین پنکھے کی طرح ہوا میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔

''مخبری مارنے کا نتیجہ۔'' اُس نے کٹے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔ پھر اُس کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔ ''اب میرے خلاف گواہی دینے آیا ہے۔ اگر آزاد ہوا تو اس کی زبان کاٹ دُوں گا۔''

○

سب سے پہلا فیصلہ جوہری بازار کی لوٹ کا ہونے والا تھا۔ جگت کے گھر کے سب لوگ چار ماہ سے بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک طرف چندن کور کے پیٹ میں ممتا کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا تو دوسری جانب اُس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ پیٹ کی خلا میں بچہ گھومتا تو اُس کے دل میں چھپا ہوا خوف خوشی کو دُکھ میں بدل دیتا۔ پھر بھی ساس بہو اپنے دُکھ کو چھپا کر ایک دوسرے کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ سوہن سنگھ کے عدالت سے لوٹنے کے انتظار میں پورا دن گزار دیتیں۔ ماں جی نے شوہر سے کہا ہوا تھا۔ ''سب سچ باتیں کہنے کی ضرورت نہیں۔ جو بات بہو برداشت نہ کر سکے وہ نہ کہنا۔'' سوہن سنگھ عدالت میں موافقت کی باتیں کر کے اُن کا دل بہلاتے ہوئے اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے تھے۔

''ماں جی! کل فیصلہ ہونے والا ہے۔'' چندن کور بجھے ہوئے دل سے بولی۔ ''ہم مندر جا کر سر جھکا کر دُعا مانگ آئیں۔'' گاؤں کے گردوارے جانے کا ارادہ تو ماں نے بہت عرصے سے کر رکھا تھا مگر امرتسر کے بڑے گردوارے تک جانے کی اُن میں ہمت نہیں تھی۔

''چندن! ان دنوں میں تمہیں سفر کی تکلیف برداشت نہیں ہو گی۔'' مگر بہو کا بجھا ہوا چہرہ دیکھ کر

ماں کا دل بھی بجھ گیا۔ ہر ایک سکھ اُس مندر کی دُعا پر پورا یقین رکھتا تھا۔ سکھ کے علاوہ دوسری قو
کے لوگ بھی امرتسر کے گولڈن ٹمپل کے تالاب میں ڈبکی مار کر من کی مراد پوری کرنے کی آرز
کرتے ہیں۔ ماں جی نے سوچا کہ بہو کی یہ خواہش پوری نہ کی اور جگت کے کیس کا غلط فیصلہ ہوا
زندگی بھر افسوس رہے گا۔ "بہتر ہے بہو! تمہارے سسر کے ساتھ کل ہم جائیں گے۔ آنے وا
بچے کو بھی دُعا کی ضرورت ہے۔"

O

گولڈن ٹمپل کے تالاب میں نہا کر ساس بہو نے جگت کی حفاظت کے لئے سچے دل سے دُ
کی۔ "ہمارے خاندان کی حفاظت کرنا ست سری اکال۔"
نہانے کے بعد لباس قبول کر کے ساس بہو گرو گرنتھ صاحب کے سامنے سر جھکانے کے لئے
مندر گئیں۔ لوگوں کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی جس میں عورتیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ دوپٹے سے
ڈھانپ کر آنکھیں جھکائے چندن کور اور ماں جی نے ہر داس کی پرارتھنا میں دل لگایا۔ قطار م
کھڑی عورتیں گرو گرنتھ کو سر جھکا کر اور پھول رکھ کر واپس ہٹ جاتی تھیں۔ یقین اور بھگتی کا ماحو
آدمی کے بے قرار دل کو سکون بخش رہا تھا۔ گرنتھ صاحب کو پڑھتے ہوئے گرو کی لمبی سفید داڑھی
میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔ اُن کے حسین چہرے پر رحم اور ہمدردی کی روشنی جھلک رہی تھی۔ اُن کی میٹھ
آواز میں اعتقاد اور ایمان کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔ اُونچے تختے پر ریشمی کپڑا بچھا ہوا تھا جس پر گر
گرنتھ کھلا رکھا تھا۔ عبادت کرنے والے ریشمی کپڑے پر پھول رکھ کر پُر یقین انداز میں سر جھکا
جا رہے تھے۔ پھر چندن کور کی باری آ گئی۔ دونوں ہتھیلیوں کے پھول اُس نے ریشمی کپڑے پر ر
دیئے، پھر دُعا مانگی۔
"میری کوکھ بھری ہے تو اب اس پر رحم بھی کرنا۔ اس کے سر پر باپ کا سایہ قائم رکھنا پربھو!"
چندن کور کے آنسو ریشمی کپڑے پر گرنے لگے۔ وہ اپنی دُعا میں اتنی محو تھی کہ برابر سر ٹیک کر سسکیا
لیتی ہوئی عورت کی جانب پہلے تو اُس کی توجہ نہیں گئی۔ مگر سسکیوں کے ساتھ کہے جانے والے الفا
اُس کی سماعت سے ٹکرائے تو دل کے تار جھنجھنا اُٹھے۔ وہ جانی پہچانی آواز گرو گرنتھ صاحب کے
حضور عاجزی کر رہی تھی۔
"ست سری اکال! اُن کی گردن میں بندھے ہوئے تعویز کی لاج رکھنا۔ چاہے اس کے بدلے
میری ساری زندگی لے لینا، مگر اُن کی حفاظت کرنا مالک!"
چندن کور نے جلدی سے کھڑی ہو کر پیچھے کھڑی ساس کے لئے جگہ بنائی۔ بھیگی ہوئی آنکھیں
دوپٹے سے خشک کر کے وہ اُس عورت کا چہرہ دیکھنے لگی۔ چہرہ دیکھنے کے بعد اُس کے سینے م
طوفان اُٹھنے لگا...... چند لمحے تک اُس کا جسم جھنجھناتا رہا۔ پھر لرزتے ہونٹوں سے آواز نکلی۔
"ویرو......!"
اُس عورت نے چونک کر نظر اُٹھائی۔ چندن کور کو دیکھتے ہی اُس کے بھیگے چہرے پر چمک آ گئی
چندن کور کہنا چاہتی تھی۔ "ویرو! اب تک تم کہاں تھیں؟ تم نے اپنی کیا حالت بنائی؟" مگر اُسی لم
ساس چونک کر کھڑی ہو گئیں۔ اُنہوں نے پہلے چندن کی جانب، پھر ویرو کو جلدی سے دیکھا۔ ا

ہاتھ بلند ہو کر نمسکار کے انداز میں جڑ گئے۔ آنکھوں سے پیار کے چشمے پھوٹے۔ وہ جڑ
ئے ہاتھ پرنام کر رہے تھے یا معافی مانگ رہے تھے؟ اس سے پہلے کہ ماں جی کچھ کہیں، ویرو
ی سے چلتی ہوئی باہر جانے لگی۔ چندن کور یہ برداشت نہ کر سکی۔ وہ اُس کے پیچھے تیز قدموں
ہ چلنے لگی۔ ماں جی جھکی ہوئی پشت سے اُس کے پیچھے بڑھیں۔
"بہو! رُک جا۔ کہیں سنگ مرمر کے فرش پر پاؤں نہ پھسل جائے۔" مگر چندن کی رفتار کم نہ
ی۔ مندر کے دروازے کے قریب اُس نے ویرو کا بازو تھام لیا۔
"ویرو! تم اس طرح کہاں فرار ہو رہی ہو؟" ویرو خوفزدہ نظروں سے آس پاس دیکھ رہی تھی۔
ںنے دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک مرد کو دیکھ کر چندن کے ہاتھ سے بازو چھڑا لیا۔
"مجھے جانے دو چندن!" چندن کور اُسے روکنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ مگر اُسی لمحے اُس
ی بھاری آواز سنائی دی۔
"اری جلدی کر...... بیٹے کی دُعا مانگنے میں اتنی دیر کر دی۔ رکشہ کھڑا ہے۔ لدھیانہ کی بس چلی
ے گی۔"
"میں جا رہی ہوں......" ویرو درد بھری آواز میں بولی۔ پھر چندن کور کے پیٹ پر پیار بھری نظر
کر بولی۔ "بچے کو میری طرف سے پیار کرنا۔" اُس کی آواز بھرا گئی۔ لڑکھڑاتی چال سے وہ اُس
ی جانب بڑھ گئی۔ اُسی لمحے ماں جی بھی ہانپتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں۔ اُنہوں نے رکشے میں بیٹھی
و غور سے دیکھتے ہوئے بہو سے کہا۔
"پاگل کی طرح دوڑ پڑیں۔ پیٹ میں بچہ ہے اس کا خیال بھی نہیں آیا؟" تیزی سے دوڑتے
ے رکشے کے پیچھے نظر جما کر چندن نے آہ بھری۔
"اطمینان سے ملاقات بھی نہ ہوئی۔
"جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔" ماں جی نے سخت لہجے میں کہنا چاہا۔ مگر آواز بھیگ گئی۔ "اُسی کی وجہ
ہرا بیٹا پھر ڈاکو بنا اور آج یہ سب دیکھنے کا وقت آیا۔"
"ماں جی! وہ تمہارے بیٹے کی حفاظت کی دُعا مانگنے آئی تھی۔" چندن کور کی نظریں اب بھی اُس
ر جمی ہوئی تھیں جس سے رکشہ گیا تھا۔ "میں نے صاف صاف سنا تھا وہ اپنی زندگی کے
اُن کی زندگی کی دُعا کر رہی تھی۔" کچھ دیر ساس بہو خاموش رہیں۔ چندن کور کو اب خیال آیا
ن نے ویرو کا پتہ ٹھکانہ نہیں لیا۔ وہ شخص لدھیانہ کی بس کے لئے جلدی کر رہا تھا۔ کیا وہ
ہ میں رہتی ہوگی؟ دروازے سے باہر نکل کر اُس نے ساس سے پوچھا۔
"ماں جی! ہم بس میں فرید کوٹ جائیں تو جلدی پہنچ جائیں گے۔"
"نہیں...... ہمیں ایسی جلدی نہیں ہے۔ بس کے سفر میں تمہیں تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔ آرام
ین میں جائیں گے۔"
ن کور کو چپ رہنا پڑا۔ ٹرین کے سفر کے دوران وہ ویرو کے خیالات میں گم رہی۔ ماں جی
کے فیصلے کے خیالات میں ڈوب گئیں۔
اُسی وقت عدالت میں جوہری بازار کیس کا فیصلہ سنایا جا رہا تھا......!

○

موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہوا کے زوردار تھپیڑوں سے برسات کی رات بڑی خو
معلوم ہو رہی تھی۔ ماں جی اور چندن کور کے دل میں چلتے ہوئے جھکڑوں کو باہر کے طوفان نے
زیادہ تیز کر دیا تھا۔ خوف خوف اور خوف اُن کی رُوحوں پر مسلط تھا۔ ابھی جگت کے باپو آئیں
فیصلے کے بارے میں بتائیں گے۔ اُنہیں سوہن سنگھ کا انتظار تھا۔ باہر بادل گرجے۔ بجلی کا جو
ہوا...... ساس بہو لرز گئیں۔ ہوا کے تھپیڑوں سے کھڑکی بار بار ہل رہی تھی جس سے ساس بہو
اُٹھیں۔ نہ جانے کیوں بدنصیبی کھڑکی کے راستے داخل ہونے کی جلدی کر رہی تھی۔

"ایسے طوفان میں شاید تمہارے سسر نہ آئیں۔" ماں جی بہلانے کے لئے چندن کور سے
رہی تھیں۔ "امرتسر تک گئے ہوں گے۔"

"ہم......" چندن کور صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ دل میں تو اُسے یقین تھا کہ ان دونوں کا
رات تڑپنا سسر پسند نہیں کریں گے۔ اس سے پہلے کہ صبح کے اخبارات میں فیصلہ شائع ہو جا
گھر آنا مناسب سمجھیں گے۔ کچھ دیر بعد دروازے کی زنجیر کھڑکی...... چندن کور نے ماں
جانب دیکھا، پھر کھڑی ہونے کے لئے دیوار کا سہارا لیا۔ ماں جی نے جلدی سے کہا۔

"تم رہنے دو! میں جا رہی ہوں۔" پھر یہ کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔ "باہر کیچڑ ہے۔ پ
جائے گا۔" چندن کور بیٹھی رہی۔

فانوس کی روشنی بلند کر کے ماں جی برآمدے میں آ گئیں۔ اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں چندن س
چہرے سے بات سمجھ نہ جائے اور اُسے صدمہ پہنچے اور وہ دروازے پر ہی ڈھیر ہو جائے۔
مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ باردانے کا تھیلہ اوڑھ کر وہ کھڑکی کے قریب گئیں۔ لرزتے دل
کپکپاتے ہاتھوں سے زنجیر کھولی۔ سوہن سنگھ دروازہ کھول کر اندر آئے۔ کھلی ہوئی چھتری میں
منہ چھپا ہوا تھا اس لئے ماں جی جو جاننا چاہتی تھیں وہ نہ جان سکیں۔

"بہت بارش ہے۔" یہ کہہ کر جگت کے باپو نے دروازے کی کھڑکی کی زنجیر چڑھا دی او
گئے۔ "بہو جاگ رہی ہے؟" اُنہوں نے پوچھا۔ مگر پھر خود ہی جھینپ گئے۔ ماں جی نے
نظروں سے اُن کی جانب دیکھا۔

"دُکھ کے بادل گرج کر برسنے والے ہوں تو نیند کسے آتی ہے؟"

چندن کور کان لگا کر دیوار سے ٹیک لگائے کمرے میں بیٹھی رہی۔ بڑھے ہوئے پیٹ پر
ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کئے وہ دُعا مانگ رہی تھی۔ پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا تھا جس سے دل
رہا تھا۔ سسر نے کمرے میں قدم رکھا تو اُس کی بند آنکھیں کھل گئیں۔ سر پر دوپٹہ ٹھیک کیا۔
سنگھ نے صافہ اُتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔

"برسات کی وجہ سے گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔" اُنہوں نے چارپائی پر بیٹھ کر بھیگے
ہاتھ اور منہ صاف کیا۔ "دوپہر سے برس رہا ہے۔" بھیگا ہوا لباس اُتارتے ہوئے بولے۔
رُک جانے کے لئے سوچا......" ساس بہو کی آنکھیں، اُن کے ہلتے ہوئے ہونٹوں پر جمی ر
غیر ضروری باتیں اُن کی بے قراری بڑھا رہی تھیں۔ شاید سوہن سنگھ صدمہ پہنچانے والی با

آہستہ کہنا چاہتے تھے۔

"کیوں تڑپا رہے ہو؟" ماں جی کہنا چاہتی تھیں مگر لبوں سے صرف اتنا نکلا۔ "کیا ہوا......؟"

اب سوہن سنگھ نے اُن کی جانب دیکھا۔ پھر آہستہ سے کچھ کہنے کی بجائے جلدی سے بولے۔
"بچ گئے......!" دونوں کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ جگت کے باپو نے چارپائی پر لیٹتے ہوئے کہا۔
"پھانسی سے بچ گئے مگر دس سال کی ہو گئی۔" چندن کور اور ماں جی کے دل پر زخم لگا۔ اُن دونوں
کے منہ سے آہ نکل گئی۔ سوہن سنگھ نے دو تین منٹ اور گزار دیے، پھر کہنا شروع کیا۔ "اُس ہاتھ
کٹے ہنس راج کی گواہی پولیس کو نقصان پہنچا گئی۔ اُس بیوقوف نے جگت کی اُونچائی چھ فٹ بتائی
تھی۔ ہمارے وکیل نے کراس کرتے ہوئے پوچھا جس شخص کو تم نے گولی چلاتے ہوئے بتایا ہے وہ
تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی اُونچائی پانچ فٹ سات انچ ہے تو جوہری ہکلایا اور بولا کہ
صاحب! اُس وقت وہ مجھے موت کا فرشتہ نظر آیا تھا اس لئے زیادہ اُونچا نظر آیا ہوگا۔ بس اُس کی یہ
غلطی بھاری پڑ گئی۔ قتل عمد جرم ثابت نہ ہو سکا تو مسلح ڈاکے کی سزا ہو گئی۔" وہ سب کچھ ایک سانس
میں بتا گئے اور قہقہہ لگا کر ہنسے۔ ساس بہو نے ساتھ نہ دیا تو جھینپ کر سر جھکا لیا۔

"جگت سے کچھ بات ہوئی؟" ماں جی نے سوچا بہو کا رونا ضروری ہے۔ سینے سے سسکی نکلے تو
بہتر ہے۔ تاکہ اُسے صدمہ نہ بیٹھ جائے۔ سوہن سنگھ اشارہ سمجھ گئے۔

"ارے وہ تو سزا سن کر لاپرواہی سے ہنسا۔" پھر جو جگت نے کہا بھی نہیں تھا وہ بھی کہہ گئے۔
"مجھے ہمت دو...... باپو! تم نہ گھبرانا۔ مجھے پھانسی پر چڑھانا کھیل نہیں ہے۔"

"اُس نے ایسا کہا؟" ماں جی کی آواز پہلی بار کھلی۔

"ہاں بھئی!" سوہن سنگھ چندن کور کو دیکھ کر بولے۔ "اُس نے بہو کو پیغام بھی بھیجا ہے۔" یہ سن
کر چندن کور چونکے بغیر نہ رہ سکی۔ اُس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ سوہن سنگھ کو یہ انداز پسند آیا۔ وہ
بولے۔ "اُس نے کہا تھا کہ بہو سے کہنا تم بہادر کی بیوی ہو تمہیں یہ ثابت کر دکھانا ہے۔" چندن کور
کی آنکھیں بہنے لگیں۔ آنسوؤں کے ساتھ سسکیاں سنائی دیں۔ ساس اُس کے قریب آ گئیں۔
سینے سے لگایا تو چندن کور بلک بلک کر رونے لگی۔ ماں جی کا ہاتھ اُس کی پشت پر گردش کرنے
لگا۔

○

صدموں کا سلسلہ چل نکلا۔ سر پر لٹکتی ہوئی تلواریں ایک کے بعد ایک گرنے لگیں۔ جوہری کو
ضرب لگا کر ڈاکہ ڈالا اس کا فیصلہ سات سال قید کی صورت میں ہوا۔

"دس اور سات سترہ ہوئے۔" مجرم کے کٹہرے میں کھڑا ہوا جگت بلند آواز میں بولا۔ پولیس
چیف اور وکیل آنکھیں نکال کر جیسے کہہ رہے تھے، بیٹا! ابھی رُک جاؤ۔ تمہاری گردن ہمارے پنجے
میں ہے۔"

"چنا......!" جگت نے چنا کو مخاطب کیا۔ "یہ دونوں آنکھیں نکال کر ہمیں ڈرانا چاہتے ہیں۔
اِنہیں کہہ دو! جتنی سزا ہو سکے اُتنی کرا دیں۔ یہ ہمارے چہروں پر اسی طرح سکون دیکھیں گے۔"
جگت نے اپنے وکیل سے پوچھا۔ "ہمیں اپیل کرنی ہے؟"

پہلے فیصلے کے وقت بھی جگت نے کہا تھا۔ ''اپیل میں سزا کے سال دو سال کم ہو جائیں گے کیا ہوگا؟ دو سال اِدھر یا اُدھر اس میں ہمارا کیا فائدہ ہوتا ہے؟'' شانے اُچکا کر وکیل نے حیرت اظہار کیا تھا۔ ایسا لاپرواہ موکل اُسے پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ بڑے بڑے مجرموں کے کیس لڑ تھا۔ خود کو بچا لینے کے لئے قاتل سے سخت دل لوگ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے تھے ''صاحب! مجھے بچا لو!'' اور جگا تھا کہ سزا سن کر نہ ہی جذبات میں آتا تھا اور نہ ہی خوفزدہ ہوتا تھا اُس نے بڑا عجیب اور لاپرواہ مزاج پایا تھا۔

کرتارا عدالت میں برابر حاضر ہوتا تھا۔ اس کے باوجود وہ کیس میں ملوث دکھائی نہیں دیتا تھا جگت کے چھپائے ہوئے مال کے اُس نے رات بھر میں تیس ہزار نقد بنا لئے تھے۔ وکیل کی فیس دوسرے خرچ میں نصف رقم ختم ہو چکی تھی اور ابھی دو بڑے مقدمے نصف راستے میں تھے۔ اُن کتنا روپیہ خرچ ہوگا؟ اس سے وہ لاعلم تھا۔ جگت کے باپو پر مقدمہ لڑنے کا بوجھ نہ پڑے اس لئے روپیہ سنبھال کر خرچ کر رہا تھا۔ یہی بات تھی کہ دس سال اور سات سال کے فیصلے کے خلاف اُ والی کورٹ میں اپیل نہ کرنے کے جگت کے مشورے کو اُس نے بددلی سے قبول کر لیا تھا۔

مجرموں کے کٹہرے سے جگت اور چنا کو پولیس باہر لے جا رہی تھی تو اُس نے کن انکھیوں جگت کی جانب دیکھا۔ جگت نے اُسے دیکھ کر دائیں ہاتھ کی مٹھی زور سے کس لی پھر پہلی اُنگلی بلا کے دانت پیستے ہوئے اشارہ کیا۔ کرتارا سمجھ گیا کہ جگت اُسے اپنی گن یاد کرا رہا ہے۔ وہ تیزی عدالت کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ دل میں سوچ رہا تھا، کیا وہ اپنی گن واپس مانگ رہا ہے؟ کیوں؟ اس خیال نے اُسے بے چین کر دیا۔ جیل سے فرار ہونے کے لئے ایسا خطرناک ارادہ رہا ہے؟ اس خیال نے اُسے لرزا دیا۔ عدالت کے برآمدے میں مسلح پولیس والے جگت کو لے رہے تھے تو کرتارا ہاتھ میں اخبار تھام کر کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی جگت قریب سے گزرا وہ بلند آواز اخبار پڑھنے لگا۔

''جلدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ انسان کو انتظار کرنا چاہیے۔'' جگت نے یہ سنا اور اُس کے چلتا ہوا پولیس والا بھی یہ الفاظ سن کر چونکا۔ اُس نے کرتارا کی جانب دیکھا۔ کرتارا منہ پھیلا کر ''یہ ہمارے وزیراعظم کی تقریر ہے۔ پرجا کو کیسے سبق دے رہے ہیں۔'' جگت کو کرتارا کی چا پسند آئی۔ مگر مشورہ اچھا نہ لگا۔

OOO

ٹالہ کے بیوپاری کو بیچ بازار لوٹنے کے بعد جگا اپنی ٹولی کے ساتھ فرار ہو رہا تھا تو اُس کے ال تعاقب کرتے ہوئے گاؤں والوں میں سے ایک شوٹ ہو گیا تھا۔ اس طرح لوٹ اور قتل دوہرے جرم کا مقدمہ شروع ہوا۔ پورن سنگھ اور سرکاری وکیل اس کیس پر پورا بھروسہ رکھتے ۔ ڈا کے فوراً بعد جگت کا مخبر گرفتار ہو گیا تھا جسے پولیس نے سرکاری گواہ بنا لیا تھا۔

''صاحب! کیس کے بعد جگا مجھے خوار نہ کرے یہ خیال رکھنا!'' مخبر بار بار پولیس کے سامنے ڑاتا۔ ''میرے بیوی بچے محتاج ہو جائیں گے۔''

''تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو بشن سنگھ!'' پورن سنگھ نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔ ''کیس ختم ہونے بعد جگا زندہ ہی نہیں رہے گا۔'' مگر کیس کے خاتمے تک پورن سنگھ، بشن سنگھ کی پوری حفاظت کرتا تھا۔ جگا کا کوئی ساتھی اس تک پہنچ نہ سکے، اُسے دھمکا کر گواہی دینے سے روکا نہ جائے اُسے کے لئے سخت انتظام کرنا پڑا تھا۔ چنا کے بارے میں وہ غافل رہا جس سے جوہری بازار کے ا کا فیصلہ صرف دس سال کی سزا پر ختم ہو گیا تھا۔

بشن گواہ کے کٹہرے میں کھڑا ہوا تو جگت نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔ دوسرے لمحے بشن نے نظریں جھکا لیں۔ اس کے بعد وہ جگت سے آنکھیں نہیں ملا سکا۔

'مجرم کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے شخص کو تم پہچانتے ہو؟'' تب بشن سنگھ نے اثبات میں سر یہ کون ہے؟'' ایسا سوال ہوا تو بھی اُس نے سر اُٹھائے بغیر کہا۔ ''جگا...... جگا ڈاکو۔''

کیل صفائی نے اختلاف کیا۔ ''حضور والا! فریادی کا گواہ مجرم کو دیکھے بغیر جواب دے رہا یہ اس طرح جواب دے رہا ہے جیسے اسے سکھا کر لایا گیا ہو۔''

حضور والا!'' سرکاری وکیل گرم ہو گیا۔ ''اِن کے لئے مجرم ذمہ دار ہے۔ وہ وہاں کھڑا گواہ کو ، کی کوشش کر رہا ہے۔''

نے جگت سے کہا۔ ''عدالت کے کام میں اس طرح دخل دینا جرم ہے۔ یہ اب خیال رکھنا۔'' بشن سنگھ نظریں نہ اُٹھا سکا۔ پورن سنگھ نے ہونٹ کاٹے۔

یوقوف اتنا ڈر رہا ہے، کس لئے؟ بیڑیوں سے جکڑا ہوا جگا اسے کھا تو نہیں جائے گا۔''

سرے دن کھلی ہوئی عدالت کے وقت پولیس چیف کو اس کا جواب مل گیا۔ دونوں مجرموں کو میں لائے جانے کے بعد وہ سیڑھیوں کے قریب کھڑا بشن کو لے کر آنے والی جیپ کا انتظار تھا۔ کیس سننے کے لئے گاؤں کے لوگوں کی بڑی بھیڑ جمی ہوئی تھی جس سے عدالت کے ا دروازہ بند کرنا پڑا تھا۔ بشن کو لے کر آنے والی جیپ دروازے کے قریب آئی۔ دروازہ ۔ اسی لمحے ایک سکھ نوجوان پہلو سے کرپان نکال کر جیپ کی جانب جھپٹا۔ پورن سنگھ یہ دیکھ

کر تیزی سے دوڑا۔ کھلی کرپان لے کر قریب آتے ہوئے سکھ کو دیکھ کر بشن سنگھ گھبرا گیا اور جم
سے کود کر عدالت کے میدان میں بھاگنے لگا۔ دس پندرہ قدم دوڑا ہوگا کہ اچانک اُسے ٹھوکر لگی او
وہ قلابازی کھا کر گرا۔ وہ نوجوان پُرجوش انداز میں اُس کے سر پر پہنچ گیا۔ پورن سنگھ اور تین پولیس
والے اُسے گرفتار کرنے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔ وہ اُس نوجوان کی کھلی کرپان کا مطلب سمجھ
گئے تھے۔ نوجوان کو سر پر دیکھ کر بشن سنگھ کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اُس نے چیخنے کی کوشش کی مگر حلق
سے آواز نہیں نکل سکی۔ نوجوان کے غضب ناک چہرے نے اُسے ادھ موا کر دیا۔ چمکتی ہوئی کرپان
کی دھار سے اُسے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔

"بے ایمان! جگا کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔" یہ کہہ کر نوجوان نے اُس کے سینے م
کرپان اُتارنے کے لئے ہاتھ بلند کیا۔ خوف سے کپکپاتے ہوئے بشن سنگھ نے آنکھیں بند کر لیں
آخری لمحے کی تکلیف کے خوف سے اُس کا دل کانپ رہا تھا۔ مگر کرپان سینے تک نہیں پہنچی۔ ایک
دھماکہ ہوا اور عدالت کی پرانی عمارت ہل کر رہ گئی۔ نوجوان کے ہاتھ سے کرپان دُور جا گری۔
کے آر پار اُتری ہوئی گولی نے اُسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ بشن نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں
نزدیک پڑے ہوئے نوجوان کا جسم خون میں لت پت نظر آیا۔ پولیس چیف ہاتھ میں پستول تھام
اُس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ آٹھ دس پولیس والے رائفلیں لئے گھیرا ڈال کر کھڑے ہو
تھے۔

"ختم ہو گیا۔" پورن سنگھ نے افسوس کا اظہار کیا۔ پھر بشن سنگھ کو دھمکایا۔ "بیوقوف! اب تو کھڑا
ہو جا۔" مگر خوف زدہ بشن سنگھ میں اتنی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ اُسے کھڑا ہونے کے لئے دو پولیس
والوں کا سہارا لینا پڑا۔

"تم اسے پہچانتے ہو؟" پورن سنگھ نے پوچھا۔

"آستین سے پسینہ خشک کرتے ہوئے بشن نے سر ہلایا۔ "یہ جگا کا ساتھی سرجیت تھا۔"

"اوہ......!" پورن نے مٹھیاں کس لیں۔ "یہ زندہ ہاتھ آتا تو اچھا تھا۔" بشن کو حیرت ہوئی
بچ گیا تھا۔ اُس کی مسرت کی بجائے صاحب اُس کی موت پر افسوس کر رہا تھا۔ عدالت کے باہر
اندر کے لوگ کچھ دیر پہلے دیکھے ہوئے سنسنی خیز منظر کے خوف سے ابھی آزاد نہیں ہوئے تھے۔
چھوڑ کر آئے ہوئے جج سے وکیل سرکار نے کہا۔

"گواہ کو قتل کرنے کے لئے دن دیہاڑے حملہ ہوا۔" جج کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ کچھ نہ
اور چلا گیا۔

دُور کھڑے ہوئے کرتارا اور سوہن سنگھ کی آنکھیں چار ہوئیں۔ اس حادثے نے اُس کا
خراب کر دیا اس کا افسوس اُن کے چہروں سے ظاہر تھا۔ دھماکے سے چونکتے ہوئے جگت کو
سرجیت سنگھ کی قربانی کا پتہ چلا تو اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ جھلکنے والی
لاپرواہی اور مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ بائیس سالہ نوجوان سرجیت اُس کی خاطر مارا گیا وہ اس
لئے اپنے آپ کو مجرم گرداننے لگا۔ اُسے اب کیس میں دلچسپی نہیں رہی۔ فیصلہ سنایا گیا تو وہ گم
اُداس نظر آیا۔ سزا سن کر وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔ بھری عدالت سکتے میں آ گئی۔

"یہ کیسا شخص ہے......؟"

○

صبح سے چندن کور کے پیٹ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ ماں جی ہانپتی کانپتی ہوئی چکر لگا رہی
تھیں۔ دایہ نے کہا تھا کہ ابھی آٹھ دس دن لگیں گے اس لئے اُن کی بے چینی بڑھ گئی۔ دس دن سے
پہلے گزر دوارے جا رہی تھیں۔ وہ دُعا کرتیں کہ زچگی کے بعد فیصلہ سنایا جائے تو اچھا ہے تاکہ
ماں کے وجود میں پرورش پانے والے بچے پر ماں کے صدمے سے کوئی اثر نہ پڑے۔ جگت کے
وکیل نے ایک بار کہا تھا کہ بہو کو کہیں دُور لے جائیں۔ زچگی کے بعد ہی بہو کو فیصلے کا پتہ چلے کچھ ایسا
انتظام کرنا چاہئے۔ ماں جی سمجھ گئیں کہ اس بار بازی ہارنے کا خطرہ ہے۔ جگت کے باپو کو پہلے کبھی
انہوں نے اس قدر اُداس نہیں دیکھا تھا۔ پھر بھی چندن کور کو دُور بھیجنے والی بات اُنہیں پسند نہیں

"بہو بڑی سمجھ دار ہے۔ اُسے پتہ چل جائے گا کہ ہم کیوں ایسا کر رہے ہیں۔ پھر دل ہی دل
میں کڑھتی رہے گی اور سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

اسی بحث و مباحثے میں فیصلے کی رات آ گئی۔ رات انجن کی سیٹی سے لرز گئی۔ سیٹی مار کر انجن
گیا۔ ماں کا دل خوف سے کانپ اُٹھا۔ یہ سوچ کر چندن کور لحاف اوڑھ کر سو گئی ہے، وہ بیدار نہ ہو
جائے تو اچھا ہے وہ چارپائی کے قریب جا کر دیکھ آئیں۔ پھر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی رہیں جس
سے آنے والے کو کھڑکی نہ کھٹکھٹانی پڑے اور بہو کی نیند ٹوٹ نہ جائے۔ اُنہیں کافی دیر کھڑا رہنا

"کیا وہ نہیں آئے ہوں گے؟" مگر اسی لمحے گھوڑے کی ٹاپیں سنائی دیں۔ "نہیں...... وہ تانگے
میں آئیں گے۔ اسٹیشن گھر سے دُور نہیں ہے۔ مگر تانگا کیوں رُک رہا ہے؟" تانگا کھڑکی کے
پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"ٹھہرو بیجا جی! آپ کو آتا ر رہا ہوں۔" یہ تو ہزارہ کی آواز تھی۔ ماں جی لرز گئیں۔ کیا وہ اپنے
باپو کو چھوڑنے آیا ہے؟" وہ سوچنے لگیں۔ ضبط نہ ہوا تو جلدی سے اُنہوں نے دروازہ کھولا۔
جگت کے باپو کا بازو تھام کر کھڑا ہوا تھا۔ بجھا ہوا چہرہ، رو رو کر سرخ اور سوجھی ہوئی آنکھیں،
اور لڑکھڑاتے قدم۔ سب کچھ سمجھ میں آ رہا تھا...... پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لالٹین تھامے
ماں جی کا ہاتھ کپکپانے لگا۔ ہزارہ نے اُنہیں چونکایا۔

"بہن! مضبوط رہنا۔ چندن کور کے لئے بھی ہمت رکھنا۔" ماں جی فوراً ہوشیار ہو گئیں جیسے کچھ
ہوا نہ ہو۔ بیٹے کا چاہے کچھ ہو، اب جو آنے والا ہے اُسے کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ خاندان کا دیا
اس سے پہلے کہیں بجھ نہ جائے۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سوہن سنگھ نے چوکھٹ پار کی۔ اُن
کی نظر برآمدے کی جانب گئی۔ بہو وہاں نہیں، یہ دیکھ کر اُنہیں اطمینان ہوا۔

"وہ سو گئی ہے۔ ذرا بھی آواز نہ کرنا!" ماں جی نے دونوں کو ہوشیار کیا اور آہستہ سے کھڑکی بند
کی۔ برآمدے میں سوہن سنگھ بیٹھ گئے۔ ہزارہ اُن کی پشت پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" ماں جی پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔ دونوں اُن کی جانب دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر تک

جواب نہ ملا تو وہ بے چین ہو گئیں۔ "مجھے بتاؤ!" پھر بھی خاموشی رہی تو وہ جوش میں بولیں۔ "پھانسی ہو گئی؟" ہزارہ نے آنکھوں سے اثبات میں جواب دیا، پھر گردن جھکا لی۔ اس سے پہلے کہ ماں کی چیخ بلند ہو، کمرے سے چیخ سنائی دی۔ تینوں اندر دوڑ گئے۔ بہو چارپائی پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دیئے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"میرا نصیب پھوٹ گیا...... مجھے بھی پھانسی پر چڑھا دو!"

"بہو...... بہو......" کہتے ہوئے ماں جی نے اُس کے شانے تھام لئے۔ "بیٹا! تم پورے سے ہو۔" یہ کہہ کر انہوں نے اُسے طاقت لگا کر لٹا دیا۔ چندن کور اپنی تڑپ کو روک نہ سکی۔ ماں نے شانے تھام رکھے تھے اس لئے وہ زور زور سے اُچھل کر پیر پٹخنے لگی۔

"ہزارہ! اس کے پیر پکڑ لو!" ماں جی نے چیخ کر کہا۔ ہزارہ چارپائی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ بھابی بہو کے جسم کو چھوتے ہوئے اُسے شرم محسوس ہوئی۔ ماں جی گرجیں۔ "میں کہتی ہوں اس کے پیر تھام لے!" ہزارہ نے ایک دم چندن کے پیر پکڑ لئے۔ چندن کور بری طرح رو رہی تھی۔ چلا رہی تھی۔ اور پھر وہ تھک گئی۔ اچانک اُس کے سینے میں درد اُٹھا۔ پھر پیٹ میں تکلیف بڑھنے لگی۔

"او ماں! مجھے کچھ ہو رہا ہے۔" اُس کے ہاتھ پیر بھیگنے لگے۔ چہرے پر پسینہ چھوٹنے لگا۔ ماں جی چونک گئیں۔ اب کیا کرنا چاہئے؟ "جاؤ! دائی کو بلا لاؤ۔" جگت کے باپو سے انہوں نے کہا۔ ابھی صدمے سے نہ سنبھل پائے تھے۔ وہ احمقوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ ماں جی بولیں "جاؤ...... جلدی جاؤ! بہو کا وقت ہو گیا ہے۔" سوہن سنگھ نے کھونٹی پر سے لالٹین لی تو ماں جی بہو سے کہا۔

"چندن! اس وقت ذرا ہمت سے کام لینا۔" پھر حکم دینے والے لہجے میں بولیں۔ "اگر رونا دھونا کیا تو تمہیں میرے بیٹے کی قسم ہے۔"

سحر کے وقت چندن کو چھٹکارا ملا۔ آخری نصف گھنٹہ بہت درد سہنا پڑا۔ سوہن سنگھ اور ہزارہ برآمدے میں بیٹھے بے چین انداز میں گھڑیاں گن رہے تھے۔ کمرے میں ماں جی اور دایہ تھیں جو کی منتظر تھیں۔ چندن کور بہکنے لگی۔

"بھگوان! تم مجھے اُوپر بلا لو۔ اب میرا کام پورا ہو گیا۔" اور بچے کے رونے کی پہلی آواز دی...... جس کا چھٹی ہوئی سانسوں کے درمیان انتظار تھا، اُس نے اپنی آمد کا اعلان کیا۔ سوہن سنگھ اور ہزارہ کے چہرے پر مسرت کی ہلکی لکیریں نظر آئیں۔ اُسی لمحے ماں جی نے خبر دی۔

"بیٹا ہوا ہے......!"

مسرت کے آنسو چھلک پڑے۔ سوہن سنگھ کے رُخسار بھیگ گئے۔ "بہو کیسی ہے؟"

"سب ٹھیک ہے۔ کسی قسم کی فکر کی بات نہیں۔"

خاندان کا دیپ جلا۔ اس کی خوشی میں تھالی نہیں بجی، پیڑے نہیں تقسیم ہوئے، مبارکبادیں دی گئیں پھر بھی سب ایک طرح سے راحت محسوس کر رہے تھے۔ ایک زبردست امتحان سے اُترنے کی راحت تھی۔ صبح ہوئی تو ماں جی نے ہزارہ کو یاد دلایا۔

"بھائی! اب تم جاؤ۔ وہاں باپو فکر کر رہے ہوں گے۔ پہلے خوشخبری دینا، پھر پوچھیں تو فیصلے کے بارے میں بتا دینا۔"

اس ساری گڑبڑ میں ہزارہ نانا کو بھول گیا تھا۔ اُسے ڈر لگا۔ جلدی سے اُس نے جوتے پہنے۔ "میں جا رہا ہوں۔ یہاں سے جیپ کرائے پر حاصل کر کے بھاگتا ہوں۔ باہر کے کسی شخص سے انہیں فیصلہ کی خبر نہ ملے میں ایسا انتظام کر کے آیا ہوں۔ پھر بھی کیا خبر؟"

O

جیپ گھر کے قریب پہنچی۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ آنگن میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ سب نے ہزارہ کی جانب ہمدردانہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے کہا۔

"آ گیا...... مگر اسے دیر ہو گئی۔" ہزارہ سکتے میں آ گیا۔ آنگن میں چارپائی پر نانا کا جسم پڑا ہوا تھا۔ برابر میں گھی کا دیا جل رہا تھا......

"باپو......!" اُس کی آواز پھٹ گئی۔ وہ دوڑ کر نانا کے سینے پر گرا۔ وہ بلک بلک کر روتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "آپ نے کیوں جلدی کی؟ میرے لوٹنے تک تو ٹھہرنا تھا۔ یہ خبر سن کر تمہارا دل ٹھنڈا ہوتا کہ بھانجے کے گھر بیٹا ہوا ہے۔" لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"قدرت بھی کیسا کھیل کھیلتی ہے۔ باپ کو سزائے موت اور اُسی دن اُس کے گھر بیٹے کا جنم اور اسی دوران نانا پرلوک سدھار گئے۔" کوئی بولا۔ دو تین آدمیوں نے مل کر ہزارہ کو خاموش کیا۔

"بارہ بجے تک تو انہیں کچھ نہیں تھا۔ پھر خود ہی کھڑے ہو گئے۔ برابر والے لڑکے کو دوڑایا۔ "جا! اوتار سنگھ کو بلا لا۔ اوتار بیچارہ کیا کرتا؟ نانا نے زبردستی کر کے پوچھا کیا فیصلہ ہوا؟ اگر نہیں بتایا کہ اخبار میں کیا چھپا ہے تو اس کلہاڑی سے تیرا سر پھاڑ دوں گا۔ بے چارہ ڈر گیا۔ کہہ دیا پھانسی ہو گئی اور یہ کہہ کر بھاگ گیا۔ تمہارے باپو یہیں گر گئے۔ ڈاکٹر آیا مگر دیر ہو چکی تھی۔"

اس کے بعد نانا کی آخری رسم کی تیاریاں ہونے لگیں......!

O

جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند ہونے کے بعد جگت کو دونوں خبریں ایک ساتھ ملیں۔ وہ بیٹے کا باپ بن چکا ہے۔ اور اُس کی پھانسی کی خبر سن کر نانا کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ نہ ہی نوزائیدہ بیٹے کا چہرہ دیکھنے کے لئے وہ موجود تھا اور نہ ہی وہ نانا کی ارتھی کو کندھا دینے والوں میں شامل تھا۔ اُسے بیٹے کی پیدائش پر خوش ہونا تھا۔ اُسے دل کھول کر رونا تھا نانا کی موت پر۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکا۔ کوٹھڑی کے ایک کونے سے آتی ہوئی پیشاب کی بدبو اُسے بدحواس کر رہی تھی۔ کچھ ہونے والا ہے...... اس احساس نے اُسے دو راتیں سونے نہیں دیا۔ صبح کے وقت بمشکل اُس کی آنکھ لگی تھی۔ گھنٹے دو گھنٹے سویا تھا کہ کسی کی چیخ نے اُسے بیدار کر دیا۔ پیروں کی بیڑیاں کھڑکھڑاتا ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ فولادی سلاخیں تھام کر غور سے سننے لگا۔

"مجھے مرنا نہیں ہے...... مجھے جینے دو!" کوئی گڑگڑا رہا تھا۔ وہ کوئی قیدی تھا۔ "میرے گھر چھوٹا سا بچہ ہے...... بوڑھی ماں ہے۔ اُن کی خاطر......" مگر اُس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

"زبردستی اُٹھا کر لے چلو!" کسی کی تحکمانہ آواز سنائی دی۔ وہ آواز جیل سوپر کی تھی۔ جگت سمجھ

گیا کسی قیدی کو پھانسی کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ شور قریب کا تھا اس لئے ظاہر تھا کہ وہ قیدی کسی قریبی کوٹھڑی کا ہے۔ اب بہت سے قدموں کی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ درمیان میں قیدی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ ابھی اُس کی جدوجہد جاری تھی۔

"بے چارہ......!" بڑبڑا کر جگت نے آنکھیں پھیلائیں۔ چار آدمی اُسے لٹکا کر لے جاتے نظر آئے۔ اُسی لمحے قیدی نے گھونسہ مار کر ایک میٹ سے اپنا پیر چھڑا لیا۔ میٹ کو غالباً کسی غلط جگہ گھونسہ لگ گیا اس لئے وہ قدرے دوہرا ہو گیا۔ سوپر چلایا۔

"سالے! سیدھی طرح مرنا ہے یا مار کھا کر مرے گا؟" ایک میٹ نے اُس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ غصے میں بھر کر قیدی نے اُس کا ہاتھ مروڑ دیا۔ وہ چیخ اُٹھا۔

"ارے بیوقوف!" جگت چیخا۔ مرنا ہی ہے تو کیوں بے عزتی سے مر رہا ہے؟ جیتے جی کیوں چار آدمیوں سے اپنے جسم کو اٹھوا رہا ہے؟"

ڈپٹی سوپر نے کھڑے کھڑے جگت کو آنکھیں دکھائیں۔ "تم خاموش رہو!"

جگت بپھر گیا۔ اُس نے زبان پر دانت رکھ کر دو سلاخوں کے درمیان سے ڈپٹی سوپر پر تھوکا۔ کوٹھڑی کا چوکیدار گھبراہٹ میں کوٹھڑی کی جانب جھپٹا۔ "صاحب پر تھوکتا ہے؟"

صاحب اس وقت جلدی میں تھا اس لئے بکتا جھکتا چلا گیا۔ "پھانسی ہو جانے دے! پھر تیری خبر لوں گا۔"

صاحب کے جانے کے بعد چوکیدار نے غصے سے کہا۔ "آٹھ سو بیالیس! تم کیوں دوسروں کے درمیان دخل دیتے ہو؟"

"یار! پھانسی پر چڑھنا ہی ہے تو ڈرنا کیسا؟"

"پھر تنہا شور کیوں کر رہا تھا؟" چوکیدار نے پوچھا۔

"مرد کی طرح چلتے ہوئے پھانسی کے لئے بڑھنا چاہئے۔" جگا بولا۔

"یہ گھڑی ایسی ہی ہوتی ہے جگا! کہ اچھے اچھوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔" چوکیدار نے پہلی بار اُسے نام لے کر مخاطب کیا۔ جگت کو اُس کی اپنائیت پسند آئی۔

"کسے قتل کیا تھا اُس نے؟"

"اپنی بیوی کو۔" چوکیدار دلچسپی سے کہہ رہا تھا۔ "بیوی پر اُسے شک تھا۔ کلہاڑی سے سر اُڑا دیا۔ عدالت میں اقرار کیا۔ پھانسی کی سزا سن کر ہنستا رہا۔ ارے کل تک خوش مزاج ہی تھا۔ مگر اس وقت جی چھوڑ گیا۔ مرنا کسے اچھا لگتا ہے بھائی؟"

"مرنا تو اسے بھی اچھا نہیں لگتا۔" جگت نے سوچا مگر پسند ناپسند کا سوال نہیں تھا۔ مگر اس طرح بزدل بننے سے کیا ہو سکتا تھا؟

"کھڑاک"...... ایک آواز سنائی دی۔ چوکیدار نے آہ بھری۔ "چھوٹ گیا بیچارہ زندگی کی قید سے۔" جگت سمجھ گیا پیر کے نیچے سے تختے ہٹ گئے ہوں گے اور سیاہ نقاب پہنے ہوئے قیدی رسی سے لٹک رہا ہو گا۔ ممکن ہے کچھ تڑپا ہو۔ پھانسی کی کھولی دیکھنے کی خواہش پر وہ خود مسکرایا اور سوچنے لگا۔ "کچھ دنوں بعد میرا بھی جانا ہو گا، تب دیکھ لوں گا۔" مگر اُسی وقت ذہنی جھٹکا لگا۔ "مجھے کیا!

پھانسی پانی چاہئے؟ میں اس سے پہلے فرار ہو جاؤں گا۔"

کچھ دیر بعد وزن دار جوتوں کی آواز آئی۔ چوکیدار شانے پر رائفل رکھ کر سلیوٹ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ جگت سمجھ گیا غصہ نکالنے کے لئے ڈپٹی سوپر اُس کی طرف آ رہا ہے۔ اُس کا غضب ناک چہرہ بتا رہا تھا کہ ایک قیدی کو ابھی پھانسی دینے کے بعد اُس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔

"سالے بدمعاش! کیا بکواس کر رہا تھا؟ بول......!" نتھنے پھلاتے ہوئے اُس نے کہا۔ مگر جگت اُس کے غصے کی پرواہ نہ کرتا ہوا مسکرایا۔ "یہ جیل ہے تمہارے باپ کی دھرم شالا نہیں۔"

یہ سن کر جگت گرم ہو گیا۔ "ابے باپ کا نام نہ لینا۔ سمجھے؟" اُس نے سلاخوں کے درمیان سے اُسے گھورا۔ ڈپٹی سوپر اُس کے جواب سے اور بھڑک گیا۔ آج تک کسی قیدی نے اُس کے سامنے ایسی بات نہیں کی تھی۔ اُس نے سوچا اسے مزہ چکھانا پڑے گا۔ مگر وہ سلاخوں کے پیچھے تھا کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں کستے ہوئے اُس نے چوکیدار کی جانب دیکھا، اُس کے شانے پر رکھی ہوئی رائفل پر اُس کی نظر گئی۔ چوکیدار کی موجودگی میں اُس کے صاحب کی توہین ہوئی اس سے وہ شرمندہ ہوا۔ ڈپٹی سوپر نے جلدی سے اُس کے شانے سے رائفل اُتار لی اور رائفل کا کندہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر نال دروازے کی سلاخ میں جگت کی جانب جھٹکے سے ماری۔ جگت ہوشیار تھا۔ وہ دروازے سے دو قدم دُور ہٹ گیا ورنہ نال زور سے پیٹ میں لگتی۔ دانت پیستے ہوئے چھوٹے سوپر نے دوسری بار نال سے اندر دھکا مارا۔ غصے میں انسان اکثر اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے۔ جگت کو بھی نہ جانے کیا سوجھی کہ اُس نے نال پر جھپٹا مار کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور رائفل کھینچنے لگا۔ چھوٹا سوپر چونکا۔ وہ چیخ اُٹھا۔

"چوکیدار......!" اُسے ڈر لگا کہ قیدی رائفل چھین لے گا تو ضرور کسی کو شوٹ کر دے گا۔ اس شخص میں اتنا زور ہو گا اس کا اُسے اندازہ نہیں تھا۔ اُس کی ہتھیلی پسینے سے تر ہونے لگی اور بندوق کا کنارہ سرکنے لگا۔ جگت نے دانت پیس کر زور آزمایا۔ اب ایک زوردار جھٹکے کی ضرورت تھی اس کے بعد رائفل اُس کے قبضے میں آ جاتی۔ مگر چوکیدار نے جھپٹ کر رائفل کا کندہ پکڑ لیا۔ بڑی خطرناک صورتِ حال ہو گئی تھی۔ رائفل کے لئے دونوں طرف سے زور ہونے لگا۔ چھوٹے سوپر کے پیر لرزنے لگے۔ اُن کی چیخ سن کر ایک اور چوکیدار آ گیا۔ اب دو سے تین ہو گئے اور جگت کے ہاتھ سے نال سرک گئی یا پھر اُس نے شرارتاً اچانک چھوڑ دی۔ مخالف سمت سے زور کرتے ہوئے چھوٹے سوپر اور دونوں چوکیدار رائفل کے ساتھ نیچے گرے۔ وہ برآمدے کی دیوار سے ٹکرا کر اُوپر تلے ڈھیر ہو گئے تھے۔ چھوٹا سوپر دونوں چوکیداروں کے بوجھ تلے دب گیا۔

"ارے بیوقوفو! کھڑے ہو جاؤ۔" ہانپتے ہوئے وہ چیخا۔ جگت قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ سوپر کو ایسا صدمہ ہوا جیسے وہ گرا نہ ہو بلکہ جگت نے اُسے مارا ہو۔ وہ لباس ٹھیک کرتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اُس کی پیشانی سے پسینے کا ریلا بہہ رہا تھا۔ اُس کے کولہوں پر کافی چوٹ لگی تھی۔ اُس نے وہاں پر دونوں ہاتھ رکھ کر کچھ دیر تک درد سے آنکھیں بند کر لیں۔ چوکیدار صاحب کی حالت پر ہنس نہ سکا۔ کیونکہ جو کچھ ہونے والا تھا اگر ہو جاتا تو ضرور ایک آدھ جان ضائع ہو جاتی۔ رائفل لوڈ تھی۔ خطرناک ڈاکو کیا کر بیٹھے کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ چھوٹا سوپر دل میں سمجھ گیا کہ اُس نے حماقت کی تھی اور قیدی

اندازے سے زیادہ استاد ثابت ہوا تھا۔ وہ اس صدمے سے ابھی آزاد نہیں ہوا تھا۔ مگر اپنی اکڑ قائم رکھنے کی خاطر اُس نے کہا۔

''تیری یہ مجال۔ جیل کے قانون کی تجھے شاید خبر نہیں۔ میں تیری ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔'' وہ غراتا ہوا باہر چلا گیا اور چوکیدار کو سختی سے تاکید کی۔ ''دو دن کے لئے اس کی روٹی پانی بند۔ خبردار اس پر ذرا سا بھی رحم نہ کرنا۔''

سلام کر کے چوکیدار احمقوں کی طرح جگت کو دیکھنے لگا۔ اس شخص پر کسی دھمکی کا اثر نہیں ہوتا۔ اُس کی آنکھوں میں جگا کے لئے چھپا خوف جھلکنے لگا۔ ''یہ تو کسی اور مصیبت میں ڈال دے گا۔'' چوکیدار سوچنے لگا۔

''میری روٹی پانی بند کرو گے تو میں کل عدالت نہیں جاؤں گا۔'' جگت نے بھی دھمکی دی۔

''اپنے صاحب کو کہہ دینا!'' اور جگت کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔

دوپہر سب کے ساتھ اُسے بھی روٹی دی گئی۔ جگت نے فتح مندانہ مسکراہٹ کے ساتھ روٹی لے لی۔ ''صاحب نے منع کیا تھا اس کے باوجود تم مجھے کھانا دینے آ گئے؟''

میٹ متجسس نظروں سے اُس کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر چپ چاپ چلا گیا۔ جگت سمجھ گیا کہ صبح کے جھگڑے کا ساری جیل میں پتہ چل گیا ہے۔ روٹی کھاتے ہوئے اُسے یہ خیال بھی گزرا کہ رائفل قبضے میں آ جاتی تو وہ کیا کرتا؟ اُسے کچھ ڈر سا لگا کہ اُس کے اس اقدام کا پھانسی کی اپیل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ ایسا کرنا بہتر نہیں تھا۔

دوپہر کے بعد بیٹے کے جنم اور نانا کی موت کی خبر ملی تھی۔ اُس کے ذہن میں صبح والا منظر تازہ ہو گیا۔ اُسے گھر کی یاد ستانے لگی۔ صبح اگر وہ سورے سے سخت بات نہ کہتا تو اُس پر اتنا سخت ضابطہ نہ لگا جاتا اور فرار ہونے کا پروگرام بنانے کی سہولت ملتی۔

O

امرتسر مہاجر چھاؤنی میں کئے جانے والے دو قتل کا کیس چل رہا تھا۔ الزام تو جگا اور چنا دونوں پر تھا کیونکہ قتل کے بعد دونوں جیپ میں جاتے دیکھے گئے تھے۔ قتل کے وقت چنا کے ہل میں ہونے کے ثبوت ملنے پر اُس سے الزام ہٹا لیا گیا۔ وکیل سرکار نے جگت کو پھنسانے کے لئے ترکیب لگائی۔

''قتل کر کے فرار ہوتے وقت تمہارے ساتھ چنا نہیں تھا تو اور کون تھا؟'' جگت کہنا چاہتا تھا ''یہ میں نہیں بتاؤں گا'' اس کا کیس لڑتے ہوئے اُس کے وکیل کو ڈر لگا کہ ابھی بک دے گا۔ مگر آخری لمحے جگت ہوشیار ہو گیا۔

''اس کا مجھے کیا پتہ؟ قتل کے وقت میں وہاں تھا ہی نہیں۔'' وکیل سرکار نے ہونٹ کاٹ لئے بدمعاش بہت پکا ہے۔ اُس نے سوچا۔

''اگر تم وہاں نہیں تھے تو کہاں تھے؟'' جگت دو چار لمحے سوچ میں ڈوب گیا۔ ہوٹل میں تھا کہوں تو اپنا دفاع ہو گا مگر کرتارا کا خیال آیا۔ قتل سے پہلے کرتارا اُس سے ہوٹل ملنے آیا تھا اس کا نام پولیس کو پتہ چل گیا تو وہ بھی پھنس جائے گا۔ ''جھوٹا جواب دینے کے لئے بہت سوچنا پڑتا ہے۔

وکیل نے چوٹ کی۔ تاکہ وہ جذبات میں آ جائے۔ مگر اتنے کیس لڑ کر جگت اب کافی ہوشیار ہو چکا تھا۔ پھنس نہ جائے اُس نے ایسا جواب دیا۔

''مجھے یاد نہیں۔'' اُس نے کہا۔ وکیل سرکار نے میز پر ہاتھ مارا۔

''حضور والا! ملزم جھوٹ بول رہا ہے۔'' اسی لمحے برابر کھڑے ہوئے رام سنگھ چودھری نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ جگت نے رام سنگھ کو گھورا۔ رام سنگھ پرانی دشمنی کا حساب بے باق کرنے آیا تھا۔ اس کے بعد پوچھے گئے سوال پر جگت سمجھ گیا۔

''جن دو آدمیوں کو قتل کیا گیا ہے اُن میں سے ایک تمہارے پرانے دشمن موہن سنگھ کا رشتے دار تھا یہ تو تم جانتے ہو گے۔'' پھر کچھ دیر رُک کر تیز آواز میں وکیل بولا۔ ''جس کی عورت ویرو کو تم نے اغواء کیا تھا، یہ یاد ہے؟''

ویرو کا نام سن کر جگت کے ذہن میں شعلہ بھڑکا۔ اُس کو اس طرح درمیان میں لانے کی ضرورت کیا تھی؟ رام سنگھ چودھری اُس کی بے چینی پر خوش ہو رہا تھا۔ جگت کا جی اُس کی گردن دبانے کو چاہا۔ وکیل صفائی فوراً کھڑا ہو گیا۔

''حضور والا! اس سوال کا کیس سے کوئی تعلق نہیں۔ ملزم اس کا جواب دینے کا پابند نہیں۔'' مگر جج نے اختلاف منظور نہیں کیا۔ اس لئے وکیل سرکار کا جوش بڑھا۔

''حضور والا! یہ پوائنٹ غور کرنے کے قابل ہے۔ جن کا قتل ہوا ہے اُن میں سے ایک شخص موہن سنگھ کا رشتے دار ہے اور دوسرا دوست۔''

''نہیں، نہیں......'' جگت کا ذہن بے قابو ہو گیا اور غلطی کر گیا۔ وہ کٹہرے پر ہاتھ کی مٹھیاں مار کر چلا۔ ''وہ بدمعاش تھا۔ ویرو کی عزت لینے کے لئے دوستی کا داؤ کھیل رہا تھا۔'' جج کی آنکھیں کھل گئیں۔ سرکاری وکیل خوش ہو گیا اور وکیل صفائی کا چہرہ اُتر گیا۔

''صاحب! اس بات کو نوٹ کیا جائے۔'' سرکاری وکیل نے موقع حاصل کر لیا۔ ''رنبیر سنگھ کو قتل کرنے کے بعد بھی اس کے خلاف ملزم کا جوش ذرا بھی کم نہیں ہوا۔ اس کے الفاظ ثابت کر رہے ہیں کہ ویرو کی عزت لوٹنے کی خواہش رکھنے والے رنبیر سے اُس نے بدلہ لیا ہے۔''

بس...... اس کے بعد جگت کا دفاع کمزور ہوتا چلا گیا۔ موہن سنگھ کے رشتے دار نے مرتے وقت جو کہا تھا اُس کے بہت سے گواہ ملے۔ رنبیر سنگھ نے چھاؤنی ہی سے رام سنگھ چودھری کو جگا کے متعلق اطلاع فراہم کرنے والا خط لکھا تھا۔ اس کے بعد اُس کا قتل بھی ایک ثبوت ہی تھا۔ ان دو کے بعد امرتسر کے علاقے میں ڈکیتی شروع ہو گئی اس کے ثبوت فراہم ہو ہی چکے تھے اس لئے دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔

O

جیل والوں کی جانب سے منظوری ملی تو طویل عرصے سے رُوٹھا ہوا تبسم چندن کور کے لبوں پر آ گیا...... ''بیٹا! چھ ماہ میں پہلی بار تمہارے باپ کو اپنے فرزند کا منہ دیکھنے کو ملے گا۔'' پھر کچھ دیر کے لئے اُس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ اس کی جگہ اُداسی نے لے لی۔ ''شاید پہلی اور آخری بار! میرے لال تم کیسا نصیب لے کر آئے ہو کہ باپ سے جیل میں ملاقات ہو رہی ہے۔ بیٹا! ابھی ننھی

آنکھوں میں اُس کی تصویر اُتار لینا۔ پھر مجھے تمہاری آنکھوں میں ہی اُس کا چہرہ دیکھنا پڑے گا۔" چندن کور نے بچے کو کاجل لگایا، رُخسار پر سیاہ تل لگا کر وہ بولی۔ "پہلی بار تمہیں باہر لے جا رہی ہوں۔ کسی کی نظر نہ لگ جائے۔"

ساس بہو چھ ماہ کے بچے کو لے کر امرتسر جیل پہنچ گئیں۔ ملاقاتیوں کی بھیڑ جمی ہوئی تھی۔ سزا پانے والوں کے سب رشتے دار بھی اس طرح چہرے لٹکائے بیٹھے ہوئے تھے جیسے خود بھی مجرم ہوں۔ اندر اندر باتیں ہو رہی تھیں۔

"اندر تمہارا کون ہے؟ کیوں اندر کیا؟ کتنی سزا ہوئی؟ پہلی بار ملاقات کے لئے آئی ہو؟" کوئی اپنا تجربہ سناتا۔ "میاں ملاقات کا تو نام ہے۔ ابھی دو باتیں ہوئی نہیں اور دس منٹ ختم۔ آدمی نظر کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے۔ پھر دو ماہ تک صرف دس منٹ کی ملاقات کے لئے طویل انتظار۔" بچے کو دودھ پلانے کے لئے پشت پھیر کر بیٹھی ہوئی چندن سے برابر والی عورت نے پوچھا۔ "تمہارا کون ہے؟" تب وہ چونکی۔ اُس نے دودھ پیتے بچے کی جانب دیکھا۔

"اس کے باپو۔"

"کیا سزا ہوئی؟" دوسرے سوال کے لئے چندن تیار نہیں تھی۔ اگر پھانسی کہتی ہے تو فوراً ہی عورت آہ بھر کر کہے گی۔ "بے چارہ اناتھ ہو جائے گا۔" کوئی اس کے بیٹے کو بے چارہ کہے، یہ اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ کیا جواب دیا جائے؟ وہ اس اُلجھن میں پڑ گئی۔ تب ماں جی نے راہ نکالی۔

"ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ کیس چل رہا ہے۔" چندن کو اطمینان ہوا۔ ایک طرح ماں جی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ابھی اوپر والی عدالت نے پھانسی کی سزا منظور کہاں کی تھی؟ ممکن ہے فیصلہ بدل جائے۔ اسی اعتماد پر تو سب لوگ جی رہے تھے۔ ملاقات کے لئے نام لکھنے والے کارکن کو جب معلوم ہوا کہ جگا سے اُس کی ماں اور بیوی دونوں ملنا چاہتی ہیں تو اپنی طرف سے جیل کا قانون بیان کیا۔

"دو میں سے ایک جا سکے گی۔ بولو! کون ملنا چاہتا ہے؟"

ساس بہو ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ چندن نے پہل کی۔ "ماں! تم ہی اُن سے مل آؤ۔"

"نہیں بہو...... میں تو پھر بھی مل لوں گی۔ بیٹے کو لے کر تم جاؤ...... تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر اُسے اطمینان اور ٹھنڈک ہوگی۔" تھوڑی ضد بحث کے بعد چندن کور نرم پڑ گئی۔

"بہتر ہے ماں! جیسی آپ کی مرضی۔ ہمیشہ آپ نے میرے سکھ کی سوچی ہے۔"

ماں جی نے آہ بھری اور دل میں بولیں۔ "بہو بیٹی! ہم تمہیں سکھ کہاں دے سکے ہیں؟ تمہارے دُکھ کے خیال سے ہمارا دل مچل رہا ہے۔"

جیل کے بڑے فولادی دروازے کے برابر ملاقات کا کمرہ تھا۔ اُسے کمرہ نہیں، پنجرہ کہا جاتا تھا۔ جنگلی درندے کی طرح اس پنجرے میں قیدی کو لایا جاتا اور جالی کی دوسری جانب اُس کا رشتے دار کھڑا رہتا۔ خیر خیریت معلوم کر کے، کچھ آنسو بہانے کے بعد اطمینان دلا کر اُنہیں الگ ہونا پڑتا۔ دُور دُور سے گھنٹوں مسافت طے کر کے جیل میں آ کر نمبر لگایا جاتا۔ تکلیف اُٹھا کر کارندوں اور چوکیداروں کا احسان لے کر بدلے میں کیا ملتا؟ گھڑی دو گھڑی کی ملاقات۔ آنکھوں آنکھوں

میں ملن، پھر جدائی۔ اگلے دروازے میں پانچ سات ملاقاتیوں کو داخل کر کے باقی لوگ جالی کے ایک جانب قطار میں کھڑے رکھے گئے۔ اُن میں چندن کور بھی شامل تھی۔

عقبی دروازے سے قیدیوں کے نام پکارے گئے اس طرح ایک کے بعد ایک قیدی داخل ہو کر اپنے رشتے داروں کے سامنے کھڑا ہوتا رہا۔ دونوں ہاتھوں میں بچے کو اُٹھا کر چندن نزدیک آتے ہوئے جگت سنگھ کو بے چین نظروں سے دیکھنے لگی۔ اُس نے اندر آنے سے پہلے دل مضبوط کر لیا تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ ان کے سامنے نہیں روؤں گی۔ جس سے ان کا دل دُکھے ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔ جگت کو دیکھ کر جیسے اُس کا یہ فیصلہ ختم ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ ہوئی۔ پھر بھی چندن کور نے آنکھوں میں اُمڈتے ہوئے آنسوؤں کو روک لیا۔ پورے سال بعد شوہر سے ملاقات ہو رہی تھی۔ بہت کچھ کہنا اور سننا تھا۔ اُس کی فولادی باہوں میں سمٹ جانا تھا۔ اُس کے چوڑے سینے پر سر رکھ کر رو لینا تھا۔ مگر نہیں...... وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اُس کے ہاتھ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اُس کے اردگرد قیدی اور عقب میں چوکیدار تھے۔ چندن کے گرد بھی ملاقاتی تھے اور ان کے درمیان زنگ آلود فولادی جالی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ چار آنکھوں کی چمکتی سطح کے نیچے محبت کا سمندر جوش مارنے لگا۔ الفاظ لبوں تک آتے آتے جیسے لوٹ جاتے تھے۔ خاموش جگت نے چندن کے ہاتھوں میں ننھے ننھے پیر اُچھالتے ہوئے بیٹے کو دیکھا۔ اپنے پہلے بیٹے پر نظر پڑتے ہی باپ کی محبت کی روشنی جالی کے سوراخوں سے بہنے لگی۔

"رنگ تو ماں سے زیادہ گورا ہے۔"

"مگر طوفانی تمہارے جیسا ہے۔" چندن کور نے کبھی بیٹے کی جانب، کبھی جگت کی جانب دیکھ کر فخریہ لہجے میں کہا۔ وہ جگت سے ملی اس سے زیادہ باپ بیٹے کا ملاپ ہوا۔ اس سے اُس کا دل بھر آیا۔ جگت کو بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی زبردست خواہش ہوئی مگر درمیان میں جالی تھی۔ صرف اُنگلی کا ایک حصہ باہر نکل سکتا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے اُسے جنون سا سوار ہو گیا۔ جی چاہا جالی کو ہلا کر گرا دے اور بچے کو سینے سے لگا لے۔ اُس کے نرم سرخ رُخساروں پر بوسوں کی بارش کر دے۔ اُس کی نرم ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھرا لے۔ باپ کی محبت کا جوش پہچان کر چندن کور قریب آ گئی۔ بیٹے کا سر جالی سے لگا دیا۔ اُس کے بالوں کو جگت کے دائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کا لمس ملا تو تب لب کپکپائے۔ بھیگے الفاظ باہر آئے۔

"بیٹا..!" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ پھر آواز میں جوش لا کر بولا۔ "بڑا ہو کر ماں کا خیال رکھنا۔ باپ کے نام کو نیچا نہ کرنا۔" چندن کور کا دل دہل رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ بول ملاپ کے ہیں یا جدائی کے؟ اُس کا دل اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والے ہوں۔

"پھر آؤں گی تو اسے لیتی آؤں گی۔" چندن کور نے سوچا، کچھ تو کہنا چاہئے۔ "تب تک بیٹھنا سیکھ جائے گا۔ ممکن ہے زبان بھی کام کرنے لگے۔"

"پھر......" جگت نے آہ بھری۔ مگر آگے کے الفاظ دل میں بولا۔ "اب پھر ملاقات ہو گی۔ جیل توڑ کر آؤں گا یا پھانسی پاتے وقت بیٹے کو کھلانے کی خواہش کا اظہار کروں گا۔"

"چلو...... چلو! ملاقات ختم ہو گئی۔" ایک سخت آواز سنائی دی۔

''صرف اتنی سی دیر میں؟'' کوئی چیخ کر بولا۔ آخری نظریں ملنے لگیں۔ دل نہ چاہنے کے باوجود قیدیوں کو زبردستی ہٹنا پڑتا تھا اور ملاقاتیوں کو لوٹ جانا پڑتا تھا۔ چندن کور آخر تک جگت کو جاتے دیکھتی رہی۔ پھر اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس جانب سے ملاقاتی اندر گھسے آرہے تھے دوسری جانب سے قیدی جھانک رہے تھے۔ گھر واپس لوٹنے تک راستے بھر ماں جی چندن کور سے جگت کے متعلق بار بار معلوم کر رہی تھیں۔

''بیٹے کو دیکھ کر اُس نے کیا، کیا؟ وہ خوش تو تھا؟ تم اُس کے سامنے روئی تو نہیں تھیں؟ میرے لئے کیا کہہ رہا تھا؟ اب بھی ناراض تو نہیں؟''

بیٹے سے ملنے کے لئے تڑپتی ہوئی ماں کا دل بے چینی کا اظہار کر رہا تھا۔

O

''تمہیں کچھ کہنا ہے؟'' جج نے آخری بار جگت سے پوچھا۔ جگت نے سر ہلا کر انکار کیا اور جج نے فیصلہ سنا دیا......

''ایک ساتھ دو انسانوں کو قتل کرنے والے گنہگار پر کسی طرح سے رحم نہیں ہو سکتا۔ قانون میں موجود اصولوں کے مطابق میں اسے زیادہ سے زیادہ سزا کر رہا ہوں۔ موت کی سزا......!''

عدالت میں ایک سناٹا چھا گیا۔ موہن سنگھ، ہزارہ اور کرتارا کی گردنیں جھک گئیں۔ کسی نے آہ بھری۔ ''بے چارہ......!''

''صاحب! مجھے کچھ کہنا ہے۔'' سب چونک گئے، مجرم کیا کہنا چاہتا ہے؟ فیصلے کے بعد کسی کی بات نہیں سنی جاتی۔ جج صاحب کھڑے ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔

''اب تمہارے بولنے کو نوٹ نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی سزا میں کمی بیشی ہوگی۔''

''میں کمی بیشی نہیں چاہتا۔'' جگت نے کہا۔ ''آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پہلے مجھے ایک پھانسی ہو چکی ہے۔ ایک شخص کو بے چارے جیل والے دو بار پھانسی کیسے دے سکیں گے؟''

''نان سنس......!'' جج غصے میں کھڑا ہو گیا اور ہاتھ ہلا کر پولیس والوں کو اشارہ کیا۔ ''اسے لے جاؤ!''

O

موت کی سزا پانے والے قیدیوں کے سیل جیل میں سب سے آخر میں تھے۔ اُن قیدیوں کا چھوٹی بڑی سزا کاٹنے والے دوسرے قیدیوں سے ملنا نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے جگت اور چنا الگ ہو گئے تھے۔ جگا کے ساتھ مل کر ڈاکہ ڈالنے والے کیس میں چنا کو آٹھ سال قید ہوئی تھی۔ امرتسر کی چھاؤنی کے قتل میں چنا ملوث نہیں تھا اس لئے اُسے عدالت میں اُس کے ساتھ نہیں لایا جاتا تھا۔

''چنا ابھی عدالت سے لوٹا نہیں ہوگا۔'' اندھیرے سیل میں ٹہلتے ہوئے جگت بڑبڑایا۔ اُس کی بڑبڑاہٹ سن کر چوکیدار کوئی اطلاع فراہم کرے گا اس خیال سے وہ بولا تھا۔ ''چنا سنگھ کے قتل کا آج فیصلہ ہونے والا تھا۔'' چوکیدار دو ہتھیلیوں کے درمیان بیڑی چھپا کر خاموشی سے دم لگا رہا تھا۔ اُس نے قیدی کے بولنے پر دھیان نہیں دیا تو جگت کو غصہ آ گیا۔

''بیڑی کے دم لگانے میں اتنا لطف آرہا ہے مہندر سنگھ؟'' یہ سن کر وہ چونکا۔ جگت بھی چاہتا تھا

...ہو کر بیڑی پیتے ہو اس سے مجھے اختلاف نہیں مگر اس میں چرس کی بو کیوں آرہی ہے؟ سوپر...ب کو یہ پتہ چل گیا تو تمہاری ملازمت چلی جائے گی۔'' چوکیدار مہندر نے گھبراہٹ اور ناراضگی...آدھی پی ہوئی بیڑی جوتے کے نیچے مسل دی۔ اُس کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے کہ...کو چرس کی بدبو کہاں سے آئی؟

''میرے بیٹے کی ناک بڑی تیز ہے۔'' چوکیدار نے سوچا۔

''مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔'' جگت نے اُسے بہلانا شروع کیا۔ ''چغلی کھانے والوں ...ھے نفرت ہے۔'' پھر آہستہ سے بولا۔ ''مگر وہ مسلی ہوئی بیڑی ہٹا دے ورنہ وہ چغلی کھا جائے گی۔''

چوکیدار کی آنکھوں میں سختی کم ہونے لگی۔ اُسے یہ قیدی دوستی کے لائق نظر آنے لگا۔ ابھی تک ...نا سے الگ رہتا تھا۔ رہنا پڑتا تھا۔ چھوٹے سوپر سے جگت نے جھگڑا کیا تھا اس لئے اُسے سخت ...ا تھا کہ جگت سے کوئی ایک لفظ نہیں بولے گا۔ مگر بڑے افسران پر چھوٹے چوکیداروں کو ایک ...اکا غصہ ہوتا ہے جس کا وہ اظہار نہیں کر سکتے۔ کوئی قیدی صاحب کو تنگ کرے تو چھوٹے ...اور دل میں خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر حکم چلاتے ہو مگر اس سر پھرے قیدی نے تمہارا ...میں دم کر دیا۔ مہندر نے خود اپنی آنکھوں سے چھوٹے سوپر کو جگا کے ہاتھوں بے عزت ہوتے ...تھا۔ اسی لئے اُس کے دل میں قیدی کے لئے چھپے ہوئے خوف کے ساتھ احترام بھی تھا۔ ...تو رعب دار۔ ورنہ اتنے ڈاکے اور قتل کس طرح کر سکتا؟'' مہندر نے سوچا۔ اُس نے اپنے ...ے دل میں دبائے ہوئے احترام کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''جگا! تم نے اس دن چھوٹے صاحب کو کافی تنگ کر دیا تھا۔'' پھر متجسس انداز میں پوچھا۔ ...کرو! تمہارے ہاتھ میں رائفل آجاتی پھر؟''

''پھر...'' جگت نے سوچا اس شخص کو باتوں میں بہلا کر اپنا بنانے کا موقع ہے۔ پھر وہ ہلکی سی ...ہٹ کے ساتھ بولا۔ ''پھر تھوڑی دیر رائفل واپس دینے کے سلسلے میں سوپر کو پریشان کرتا۔''

''تم فائر کرتے یا نہیں؟'' ہلکی سی ہچکچاہٹ کے ساتھ پوچھا گیا۔

''ایک کارتوس ضائع کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔'' جگت نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''خوامخواہ ...سے ہاتھ رنگنا مجھے پسند نہیں تھا۔ پھر میری چھوٹے صاحب سے پرانی دشمنی بھی نہیں ہے۔''

''میرا سانس تو اُوپر کا اُوپر رہ گیا تھا۔'' پھر کچھ دیر رُک کر بولا۔ ''اگر رائفل تمہارے ہاتھ میں ...تا اس صورت میں سب سے پہلے میں باہر چلا جاتا۔''

''کیوں......اتنا ڈر لگا تھا؟''

''کیا کہا جا سکتا ہے بھائی؟ اُس وقت تمہارا چہرہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح نظر آرہا تھا۔ تم ...ا دیتے تو میرے بال بچے یتیم ہو جاتے۔'' چوکیدار اب دل کھول کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کا یقین ہو گیا۔

''آج تک میرے ہاتھ سے کسی بے گناہ کا قتل نہیں ہوا۔ اور کبھی ہوگا بھی نہیں۔'' جگا نے کہا۔

''...ر تو بہت اچھی بات ہے۔'' مہندر کو جگت کے الفاظ پسند آئے۔ جگت کو چنا کی فکر تھی۔ اُس ...کھلنے والے تھے۔ اسی لمحے چوکیدار پھرتی سے کھڑا ہو گیا اور ٹہلنے لگا۔ باہر کا دروازہ کھلنے کی

آواز سنائی دی۔ سوپر کے راؤنڈ کو ابھی دیر تھی۔ پھر کون آرہا ہوگا؟ چوکیدار یہ سوچ کر الجھ گیا۔ ممکن ہے پھانسی کا کوئی نیا قیدی ہو۔ اور اُس کا اندازہ صحیح تھا۔ اُسی وقت چنا کو لے کر داخل ہوئے۔ چوکیدار نے جگا کی جانب دیکھا۔ چنا کے فیصلے کی خبر لینے کو جی چاہا مگر ضرورت پیش نہیں آئی۔ پہریدار چنا کو اسی طرف لا رہے تھے۔ اُسے یاد آیا کہ ایک کے علا سیل بھرے ہوئے تھے۔ ایک خالی سیل جگا کے برابر میں تھا۔ "ابھی خود بخود پتہ چل جائے گا" نے سوچا۔ بیڑی کی کھڑکھڑاہٹ قریب آرہی تھی۔ ہر نئے قیدی کی آمد جیل کی فضا میں ارتعا کر دیتی تھی۔ کون آیا؟ کیوں آیا؟ یہ جاننے سے کچھ تازگی آجاتی۔ دوسرے قیدیوں کو راحت کہ ہمارے جیسے دوسرے بھی ہیں جن کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑتا ہے۔

چنا ہر کوٹھڑی کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ جگا کہاں ہے؟ وہ یہ جاننے کو بے تاب تھا۔ اُس کے پیر رُک گئے۔ بیڑیاں کھنکنا کر خاموش ہو گئیں۔ اُسے فولادی سلاخوں کے پیچھے کھڑ نظر آیا۔ چنا اُس کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔ مگر یہ کیا؟ جگت کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں تھی۔ اُ دیکھ کر صدمہ ہوا۔ اُس کی کلائیوں کی زنجیر جھنجنا اُٹھی۔

"چنا! تمہیں...... تمہیں پھانسی۔" اُسے جگت کے الفاظ سنائی دیئے۔

"ہاں...... اب میں بھی تمہارے ساتھ مل گیا۔" چنا خوش ہو کر بولا۔ "آخر تک تمہار دینے کا میرا ارادہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ میں نے جیلر صاحب سے کہا ہے کہ پھانسی بھی ہمیں ایک پانا ہے اتنی مہربانی کرنا۔" پیچھے کھڑے ہوئے چوکیدار نے چنا کے حلق پر بندھی ہوئی رسّی آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ جاتے ہوئے چنا نے گردن گھما کر دیکھا...... جگت سلاخوں کے پ کر آہیں بھر رہا تھا، تاکہ اُس کی بھیگی آنکھیں کوئی دیکھ نہ لے۔

O

دوسرے دن جگت کو پتہ چلا کہ چنا کو چار چھ دن کے لئے برابر والا سیل مل گیا ہے۔ پرانے ساتھیوں کو برابر رکھنے میں چھوٹے سوپر صاحب کو خطرہ محسوس ہوا ہوگا کیونکہ چار دن بعد کو پھانسی ہونی تھی، اس قیدی کے خالی سیل میں چنا کو بھیجنے کا پروگرام تھا۔

"اب جلدی کچھ کرنا پڑے گا۔" جگت سوچنے لگا۔ "چنا برابر میں ہے۔ اس کے سیل سے پہلے فرار کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اسے آزاد کرائے بغیر وہ اکیلا کس طرح فرار ہو سکتا"

"مہندر! تم نے بہت دن سے نشہ نہیں کیا؟" جگا نے آہستہ سے چوکیدار کو مخاطب کیا۔ انتظام ہو سکتا ہے؟"

جگت کی آواز سن کر چوکیدار اس طرح چونکا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ جگا سے نظر پار رہا تھا۔ وہ اُسے جواب دینے کی بجائے ٹہلنے لگا۔ جگت اس کی بے چینی سمجھ گیا۔ اُس نے انکار کا اندازہ لگایا تھا۔ اس کی بجائے وہ شخص خاموش رہا تھا۔ جگا نے نتیجہ اخذ کیا کہ اُسے سکتا تھا۔ ایسے مطالبے پر اکثر چوکیدار خوف سے بھڑک جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کام کرنے پڑتا جاتے ہیں ایسے تجربات اُسے جیل میں ہو چکے تھے۔ اُسے تو ابتداء کرنی تھی۔

چوکیدار کے ذہن میں جگت کے الفاظ گونج رہے تھے۔ ایسے لین دین میں پکڑے

لات میں ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ جمع کیا ہوا فنڈ بھی چھن جانے کا خطرہ تھا اور زمت جانے کی صورت میں ریٹائرمنٹ کی پنشن کا حق بھی ختم ہو جاتا۔ وہی زندگی کے آخری ایام سہارا تھا۔ ایک بار اُس نے کسی کو بیڑی سپلائی کرنے کی حماقت کر ڈالی تھی۔ پھر بات کھل جانے اُسے بھگتنا پڑا تھا۔ اس وقت تو وہ شراب مانگ رہا تھا۔ ذہنی اُلجھنوں کو دبانے کے لئے اُسے چرس بیڑی کا سہارا لینا پڑا۔ اس کے نشے سے ذہن کو راحت ملی۔

"ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اُس کے ذہن نے پلٹا کھایا۔ بیڑی میں پکڑا گیا تھا مگر بڑے نشے باز کو اُس نے چھ ماہ تک گانجا پہنچایا تھا۔ پھر بھی کچھ نہ ہوا اور لمبی کمائی ہوگئی۔ اب وہ نکل کر شراب والا کام کرے تو اس صورت میں دوبارہ آمدنی شروع ہو جائے گی۔ بیڑی کے ٹے کو پیر کے نیچے کچل کر وہ جگت کی جانب دیکھنے لگا۔

"تم نشے کے عادی ہو؟" جواب میں جگت مسکرایا۔ بے چارہ لالچ کے جال میں پھنس رہا تھا۔

"نشے کے بغیر میں ایک دن نہیں رہ سکتا پیارے دوست! ایک سال سے روزہ رکھ رہا ہوں۔ دل نہیں رہتا۔" پھر افسوس کرنے والے لہجے میں بولا۔ "اب زیادہ دن زندگی بھی نہیں رہے یار! ہم پھانسی پانے سے پہلے تمہارے افسران سے آخری خواہش پوری کرنے کی شرط میں ہیں گے کہ جی بھر کر پلا دو!"

ایک نشے باز کو دوسرے نشے باز سے ہمدردی ہوتی ہے۔ چوکیدار پگھل گیا پھر بھی اُس نے ہاں میں جلدی نہیں کی۔ "جگت! فی الحال سخت انتظام ہے۔ خطرہ ہے۔"

"ہم تو خطرے میں ہی ہیں یار!" جگت نے لاپرواہی سے کہا۔ "تم کام نہیں کرو گے تو دوسرا کر گا۔" مہندر تھوڑا ناراض ہوا۔ جگت صحیح کہہ رہا تھا۔ اگر اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا تو ت کی شفٹ والا کما لے گا۔

"مگر مال لانے کے پیسے؟" جگت اسی لمحے کے انتظار میں تھا۔ اُس نے فرش پر بچھے ہوئے ل کے نیچے سے دس کا نوٹ نکال کر دکھایا۔

"چھ روپے کی بوتل آتی ہے۔ باقی تمہارے۔" نوٹ دیکھ کر چوکیدار کی آنکھوں کی چمک نے کا جواب دے دیا۔ اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد جگت نے دس کا نوٹ اُس کی جانب ال دیا۔

"ارے...... کوئی دیکھ لے گا۔" یہ کہتے ہوئے چوکیدار نے نوٹ پر جھپٹا مارا اور اطراف میں ر نوٹ جیب میں ٹھونس لیا۔

"اور نوٹ بھی ہیں پیارے!" جگت نے کہا۔ "ہفتے میں ایک بار پینا پلانا ہوتا رہے گا۔"

"مگر ایک بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔" چوکیدار نے اُسے خبردار کیا۔ "صاحب کا صبح شام راؤنڈ ہے۔ اس سے پہلے نہ پینا! اور میٹ روٹی دینے آئے اُس وقت منہ سے بدبو نہیں آنی چاہیے۔"

"ارے! تم مجھے ہوشیار رہنے کے لئے سمجھا رہے ہو؟" رشوت دینے کے بعد جگت اُسے دبا تھا۔ "اتنے سال ڈاکہ زنی کی ہے میں اس طرح اناڑی پن نہیں کر سکتا۔" مہندر کا ڈر ختم ہو۔ شام ڈیوٹی تبدیل ہونے سے پہلے جگت نے اُسے یاد دلایا۔

"کل صبح ڈیوٹی پر آؤ تو ساتھ لیتے آنا۔"

"بہتر ہے۔" چوکیدار نے کہا۔ پھر پُر مذاق لہجے میں بولا۔ "کافی پیاسے معلوم ہوتے ہو۔" اُسی رات موسم کی پہلی بارش ہوئی اور جگت کی پیاس بڑھ گئی۔ اُس نے پوری رات پیاس تڑپتے ہوئے گزار دی۔ آنکھیں بند ہونے سے پہلے وہ فرار ہونے کے منصوبے اپنے ذہن مرتب کر چکا تھا......!

O

صبح شام نصف گھنٹے قیدیوں کو سیل سے باہر بنے ہوئے برآمدے میں ٹہلنے کی اجازت ملتی تم اس برآمدے میں دونوں جانب دیوار تھی اور اُوپر فولاد کی سلاخوں کا جال جس کے درمیان سے اور روشنی آتی تھی۔ سیل کے تالے کھولنے بند کرنے کے لئے دوسرا سنتری آتا تھا۔ ہر سیل کا کھول کر قیدی کو برآمدے میں نکالا جاتا تھا، پھر برآمدے کی جالی کو تالا لگا کر سنتری دوسرے سیل کھولنے چلا جاتا۔ جب سنتری یہ کام انجام دے رہا ہوتا اُس وقت ایک رائفل بردار چوکیدار ساتھ رہتا تاکہ کوئی اس پر حملہ نہ کر دے۔ اس طرح برآمدے کا دروازہ بند ہونے پر کوئی فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ جگت ان تمام چیزوں کو چیک کر رہا تھا۔ شراب کی بوتل صبح کے وقت سیل میں داخل ہو جانے کے باوجود اُس نے پینے میں جلدی نہیں دکھائی تھی۔ بلکہ بوتل کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دی تھی۔ کھولنے کے لئے سنتری آیا۔

"کیسا مزاج ہے جناب کا؟" کچھ قیدی جیل میں بادشاہوں جیسے مزاج سے رہتے ہیں۔ سنتری نے اس وجہ سے جگا کو "جناب" کہا تھا۔

"جب تم آتے ہو تو "جناب" کو خوشی ہوتی ہے۔" جگت نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ کے ارادے کو سنتری بھانپ نہ جائے اس لئے وہ چوکنا رہا۔ سنتری نے تالا کھولا، فولادی دروازہ کھلا۔ عام قانون یہ ہے کہ سنتری جب تک اپنا کام پورا کر کے برآمدے کے باہر نہیں چلا جاتا اُس وقت تک قیدی سیل کا دروازہ نہیں کھول سکتا۔ مگر ہر قانون کی گرفت آگے جا کر کمزور ہو ہی جاتی یا نرمی اختیار کر لیتی ہے۔ ابھی سنتری پشت پھیر کر جا ہی رہا تھا کہ اسی لمحے جگت نے پھرتی سے کا دروازہ کھولا۔ سنتری نے کچھ چونک کر گردن گھمائی۔ جگت نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سیل میں دم گھٹتا ہے۔ جلدی سے باہر جانے کی بے چینی قابو میں نہیں رہتی دوست!" اُس حرکت سنتری کو عام قسم کی نظر آئی۔ وہ قیدیوں کو نصف گھنٹے کھلی ہوا میں لاتا ہے یہ سوچ کر اُسے فخر محسوس ہوا۔ وہ برابر والا سیل کھولنے چلا گیا۔ پہلی ریہرسل کامیاب رہی اس خوشی میں جگا جگت مسکرانے لگا۔ برابر والے برآمدے میں چنا بھی ٹہل رہا تھا، جگت نے اُس کے پیروں کی کی کھنک سے یہ اندازہ لگایا۔ سنتری کام ختم کر کے چلا گیا تو چوکیدار آپس میں مل بیٹھ کر گپیں ہانکنے لگے۔ جگت لمحے دو لمحے انتظار کرتا رہا، پھر دیوار کے قریب جا کر ہلکے سُر میں سیٹی بجائی اور غور سے سننے لگا۔ چنا کے پیر کی زنجیر کی آواز تھم گئی۔ وہ سمجھ گیا چنا نے سیٹی سن لی ہے۔

"جو میں کہہ رہا ہوں سنتے جاؤ! اور ٹہلنا جاری رکھو!" اتنا کہہ کر جگت ٹہلنے لگا۔ چنا نے بھی ہی کیا۔ دونوں پھر دیوار کے درمیان رُک گئے تو جگت بولا۔ "پرسوں شام......" اتنا کہہ کر وہ

ئے بڑھ گیا۔ "جب میرا سیل کھلے......" وہ پھر کچھ دُور جا کر پلٹا۔ "تم کو اس طرح شور مچانا ہے ہے تمہیں سانپ یا بچھو نے کاٹا ہو۔ پھر چوکیدار دوڑ کر تمہارے پاس آئے گا اور میں سنتری پر قابو پا لوں گا۔ تم نے سنا؟" چنا کی جانب سے جواب نہ ملا تو اُس نے پوچھا۔ "تمہیں منظور ہے؟...... یک رہے گا؟"

تب دیوار کی دوسری جانب سے سیٹی کی آواز سنائی دی۔ جگت کو جواب مل چکا تھا۔ اسی لمحے کیدار مہندر نے جھانکا۔ "آٹھ سو بیالیس! تنہائی میں کیا بڑبڑا رہا ہے؟"

"یار کیا کروں؟" جگت نے دانت نکالے۔ "تم لوگ گپیں ہانکتے ہو اور ہمیں دیواروں سے ں کرنی پڑتی ہیں۔"

"تمہاری بات صحیح ہے۔" چوکیدار نے ہمدردی دکھائی۔ "بیرک کے قیدیوں کو یہ سکھ ہے کہ وہ ں میں گپیں ہانک سکتے ہیں۔" پھر مزید بولا۔ "کل سے میری ڈیوٹی تبدیل ہو رہی ہے۔ میں وارڈ میں چلا جاؤں گا۔" جگت کو یہ بات پسند آئی۔ کیونکہ وہ جو قدم اُٹھانے والا تھا اس میں ر کی ذات نہ پھنسے یہ اُس کی خواہش تھی۔ اس بیچارے نے بوتل لا کر اس کی مدد کی تھی اس لئے ے کی خاطر افسوس کا اظہار کیا تو چوکیدار بولا۔

"ہفتے پندرہ دن میں واپس آ جاؤں گا۔ تمہارا مال تمہیں ملتا رہے گا۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔" جگت محسوس کر رہا تھا کہ فرار ہونے کے حالات موافق ہوتے جا رہے ہیں......!

O

دوسرے دن ٹہلنے کی خاطر سنتری نے سیل کھولا، اُس وقت تک جگت ریہرسل پکی کر چکا تھا۔ ی کو اس میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ ان دو دنوں میں اُس نے شراب کی بوتل خالی کر دی تیسرے دن اُسے اسی خالی بوتل کا استعمال کرنا تھا، سنتری کو قابو میں کرنے کے لئے...... جگت رے سارے منصوبے پر نظر ثانی کر رہا تھا۔ سنتری جیسے ہی دروازہ کھول کر پشت پھیرے گا جھپٹ پڑوں گا اور اس کی پشت سے بوتل کا منہ لگا کر دھمکی دُوں گا۔ "خبردار! اگر آواز نکالی تو دُوں گا۔" وہ حیرت میں ڈوب جائے گا۔ ممکن ہے گھبرا جائے۔ اُسی لمحے چنا کی جانب سے ئی دے گی جو قریب کا چوکیدار سنے گا۔ چوکیدار وہاں دوڑ جائے گا۔ میں سنتری کو دھکا دے کر ل دُوں گا اور باہر سے دروازہ بند کر دُوں گا۔ چوکیدار یہ سمجھے گا کہ سنتری باہر آیا ہے۔ میں ے اُس پر ٹوٹ پڑوں گا۔ اُس کی رائفل چھین لوں گا۔ ضرورت پڑنے پر رائفل کا بٹ اُس پر مار کر اسے بے ہوش کر دُوں گا۔ اُسے یہاں ایک بات یاد آئی، چنا کے سیل کا دروازہ نے کے لئے چابی چاہئے۔ اس لئے سنتری کو بھی بے ہوش کر دُوں گا اور چابی حاصل کرنی لی۔ پھر چنا کو باہر نکالا جا سکتا ہے۔ رائفل کے بل پر دوسروں کو شور کرنے سے روکنا بھی ا ہے۔ البتہ دوسرے قیدیوں کو آزاد کیا جائے یا نہیں؟...... اس خیال نے کچھ دیر کے لئے الجھن میں ڈال دیا۔ اگر موقع ہو تو ایسا کرنا برا بھی نہیں۔ جس قدر قیدی ساتھ ہوں گے اُن کا ے گا اور حالات سے نمٹا جا سکے گا۔ اس فیصلے پر پہنچتے ہوئے اُس کا خون گرم ہو گیا۔ اگر یہ

سازش کامیاب ہوگئی تو سنسنی پھیل جائے گی۔ وہ سوچنے لگا۔

اگر کسی کو پتہ چل گیا اور الارم بج اُٹھا پھر؟ دوڑ بھاگ اور افراتفری مچ جائے گی۔ جیل پہرہ لگ جائے گا اور فرار ہوتے ہوئے قیدیوں پر فائرنگ ہوگی۔ اس نکتے پر جگت رُک گیا۔ بجائے چنا کے علاوہ ایک آدھ قیدی آزاد کیا جائے۔ اُنھیں باقی قیدیوں کے سیل کھولنے کا کام کرنا چاہئے۔ اس عرصے میں وہ دونوں دیوار کود سکتے ہیں۔ مگر دیوار کس طرح پار کی جائے؟ تیس فٹ بلند دیوار پار کرنے کے لئے کوئی چیز چاہئے۔ یہاں پھر گاڑی اٹکنے لگی۔ ذہن کچھ دن پہلے پھانسی گھر میں رسّی کے بنڈل رکھتے دیکھا گیا تھا۔ اُسے یہ بات یاد آگئی۔ پھانسی کی دیوار اتنی بلند بھی نہیں تھی۔ وہ اندر کود کر رسّی لاکر آسانی سے دیوار تک پہنچ سکتا تھا۔ مگر پھر سوال یہ تھا کہ بلند دیوار کے اُوپری حصے تک رسّی کس طرح باندھی جائے؟ جگت نے پیشانی پر مارا۔ باہر کی مدد کے بغیر ایسا کوئی ایڈونچر بیکار تھا۔ وہ مایوس ہونے لگا۔ اُسے پورا منصوبہ ترک دینے کی خواہش ہوئی۔

مگر نہیں...... اب جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ منصوبے پر عمل تو کرنا ہی ہے۔ چوکیداروں تین رائفلیں قبضے میں کرنے کے بعد پھر کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ ضرورت پڑنے پر دو تین لاشیں دے گا۔ جب دوبارہ پھانسی کا حکم ہو چکا ہے تو اب قتل کی کیا سزا ملے گی؟ ہوسکتا ہے اس میں کا آجائے۔ اگر ایسی موت مل جائے تو وہ پھانسی سے بہتر ہوگی۔ جگت نے بیڑیوں کی جھنکار میں فیصلے پر آخری مُہر ثبت کر دی...... آخر ہر سیل کے دس پندرہ قیدیوں کو آزاد کرکے ایک کے بعد کے شانے پر سوار ہو کر اُوپر رسّی باندھ دینا کون سا مشکل ہے؟ فرار ہونے میں وہ اور چنا آگے گے۔ اُس نے دل میں فیصلہ کرلیا......!

دوسرے دن شام کو ٹہلنے کی خاطر سنتری سیل کھولنے آیا تو جگت نے بوتل ہاتھ میں تھامی تھی...... وہ ہنسنا چاہتا تھا مگر ہنس نہیں سکا۔ جذبات کی وجہ سے اُس کا چہرہ سخت ہو رہا تھا۔ تالے چابی داخل ہوئی اور اُس کی رگیں کھنچ گئیں...... کھلتے دروازے کی سلاخوں پر ایک ہاتھ کی مٹھی گئی۔ سنتری نے جیسے چٹخنی اُٹھائی وہ باہر آنے کے لئے تیار ہوگیا......

''تم بہت جلد باز ہو یار!'' ایسا کہتے ہوئے سنتری نے جانے کے لئے پشت پھیری اور نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ اسی لمحے چنا نے برابر سے چیخ ماری۔

''مر گیا...... میری ماں...... مجھے کسی جانور نے کاٹ لیا ہے۔'' چیخ کے ساتھ ہی باہر کا چوکیدار چنا کے سیل کی جانب جھپٹا۔ سنتری برآمدے کے دروازے تک پہنچا تھا اسی لمحے جگت بوتل کا منہ اُس کی پشت سے لگا کر کہا۔

''خبردار......'' اور دوسرا ہاتھ اُس کے حلق کے گرد کس دیا۔ اسی لمحے دوسرا چوکیدار دوڑ ادھر آنکلا۔ وہ چنا کی چیخ سن کر آگیا تھا۔ رائفل اُس کے ہاتھ میں تیار تھی۔ اُس نے پہلے جگت سیل میں جھانکا۔ کچھ عجیب سا منظر دیکھ کر اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ رائفل کی نال تن گئی۔ جگت پیشانی پر پسینہ بہنے لگا۔ اُس کے ہاتھ سے بوتل نیچے گر گئی۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز پیدا ہوئی اور دوسرا ہاتھ سنتری کی گردن سے نکل کر میکانکی انداز میں نیچے گر گیا۔ سنتری تیزی سے باہر

قوت سے باہر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اُس کی توجہ ٹوٹی ہوئی بوتل کے شیشے کے پاس پڑے چابیوں کے گچھے کی طرف گئی۔ اب سارے چوکیدار وہاں جمع ہو چکے تھے۔ چنا کی چیخیں رُک گئیں۔

''دوسرے سیل کے قیدی کو کیا ہوا...... کیا ہوا؟'' وہ یہ کہتے ہوئے اپنے اپنے دروازے پر آگئے۔ دو چار لمحے تک سنتری اور جگت کی نظریں ملی رہیں۔ اُس کے خطرناک ارادے کا خیال آتے سنتری کے پیر کپکپانے لگے۔ جگت کو بھی اپنی حماقت پر غصہ آگیا۔ اب بازی پلٹنی پڑے گی۔

''داروغہ جی! آپ کی چابیاں دُوں؟'' جگا بولا۔ پھر بھی سنتری کچھ بول نہیں سکا۔ چوکیدار سنتری پسینے سے تر چہرے کی جانب اور جگت کے چہرے کی جانب عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے ''چنا نے چیخ کر مجھے گھبرا دیا تھا۔'' جگت نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ڈر سا لگا باہر نکلنے کے لئے دوڑا اور تم سے ٹکرا گیا۔'' اتنا کہہ کر اُس نے آنکھیں نکالیں۔ ''اتنے گھبرا رہے ہو؟ مجھے گھور کیوں رہے ہو تم لوگ......؟''

سنتری اُس کی سختی سے دہل گیا۔ یہ قیدی یقیناً خطرناک ہے۔ اس نے اس طرح اُسے دھمکی ہے کہ اس کی شکایت نہیں ہونی چاہئے نہیں تو اس کی خیر نہیں۔ سنتری سوچنے لگا۔ جگت نے ان کا گچھا اُٹھا کر دروازے کے باہر پھینکا۔ سنتری نے چپ چاپ اُٹھالیا۔ صورتِ حال سنجیدہ تھی۔ اسی لمحے وزن دار جوتوں والے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی بولا۔

''چھوٹے سوپر آ رہے ہیں۔'' سنتری سرتاپا لرز گیا۔ اتنی دیر میں جگت نے لاپرواہی طاری کر چھوٹا سوپر اُس کے سیل کے قریب آکر گرجا۔

''کیا گڑبڑ ہو رہی تھی؟ کس نے چیخ ماری تھی؟'' اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا اُس کی نظر سے میں پڑے ہوئے شیشے کے ٹکڑوں پر مرکوز ہوگئی۔ وہ سمجھ گیا۔ ''شراب کی بوتل کہاں سے ''؟ جگت خاموش سا مسکراتا رہا۔ چھوٹے سوپر نے دانت پیس لئے۔ ''تیری یہ مجال۔'' پھر زور چلایا۔ ''دیکھنا! میں تجھے ٹھیک کر دُوں گا۔'' ہاتھوں کی مٹھیاں کستے ہوئے اُس نے چوکیداروں دیا۔ ''اسے میرے آفس میں لے جاؤ! مجھے رپورٹ کرنا پڑے گی۔''

چھوٹے سوپر کے جانے کے بعد جگت نے سنتری کی جانب دیکھا۔ ''خبردار! اگر میرے خلاف بات تو......''

سنتری کی صورت پر بارہ بج گئے۔ جگت نے جو کچھ کیا اگر وہ سچ سچ لکھا دے تو اس صورت میں جیل کی سب سے بھیانک سزا ہوگی۔ اس خیال سے وہ لرز کر رہ گیا۔

O

''بول! شراب کی بوتل کون لایا؟'' چھوٹے سوپر نے دانت پیس کر پوچھا مگر جگت خاموش رہا۔ وہ اور سنتری بھی اس طرح خاموش کھڑے تھے جیسے چھوٹے صاحب کا غصہ برداشت نہ کر لیں۔ ''جرم کرنے کی سزا سے جرم قبول نہ کرنے کی سزا بھیانک ہوتی ہے یہ تم نہیں جانتے۔'' ''پہلے میں جیل میں رہ چکا ہوں۔'' جگت نے سکون سے جواب دیا۔ چھوٹے سوپر نے میز پر مارا۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں وہی جواب دو۔ زیادہ ہوشیاری نہ کرو۔ سمجھے؟"

"اس کا جواب نہیں ملے گا۔"

"نہیں ملے گا؟" چھوٹا سوپر اُچھل پڑا۔ کرسی پر سے وہ اسپرنگ کی طرح اُچھل کر کھڑا تھا۔ غصے سے اُس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ اُس نے ایک ہاتھ بلند کیا مگر جگت کی چمکیلی آنکھیں اور مضبوطی سے بند ہونٹ دیکھ کر اُس نے ارادہ بدل دیا۔ کچھ دن پہلے رائفل چھیننے کا اُسے یاد آ گیا۔ گھونسے کے جواب میں یہ شخص اس کا سر پھاڑ سکتا تھا اتنی طاقت اس میں تھی۔ بات کا چھوٹے صاحب کو یقین تھا، اگر وہ اس کے سر میں ہتھکڑی مار دے پھر؟ اُس نے جگا کو کرنے کا کام چوکیداروں کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا۔

"تمہیں اندھیری کوٹھڑی میں ٹھونس دُوں گا تب پتہ چلے گا۔" پھر بھی جگت پر اثر نہیں ہوا نے فرار ہونے کا جو جرم کیا ہے اس کی سزا جانتے ہو؟"

"یہ تو جب تم سزا دو گے تو دیکھ لوں گا۔" مختصر سا جواب دیا گیا۔

"اچھی بات ہے۔" چھوٹے سوپر کے لئے اس قیدی کی ضد میں عزت جانے کا خطرہ ہوتا تھا۔ بڑے صاحب تک یہ معاملہ نہ پہنچایا جائے، سخت سے سخت قیدی بھی اُس کے سامنے جاتا تھا۔ اُس سخت گیر صاحب کے نام سے قیدی کانپتے تھے۔ دوسری جیلوں میں بھی اُس کی گیری کی شہرت تھی۔

"اسے بڑے صاحب کے آفس کی کھڑکی کے قریب لے آؤ۔" چھوٹے سوپر نے چوکیدا کو حکم دیا۔ جگت کو وہ لوگ باہر لے گئے۔ اس کے بعد اُس نے سنتری سے کہا۔ "اپنی ر لکھاؤ!" سنتری کو جگت کی دھمکی یاد آ گئی۔ اس خطرناک قیدی کے خلاف رپورٹ لکھواتے اُسے خوف آ رہا تھا۔ دوسرا خیال یہ بھی آیا کہ جگا نے شراب کی بوتل لانے والے کا نام نہ بتایا۔ اپنی مدد کرنے والے شخص کی خاطر وہ مضبوط رہا تھا اس لئے سنتری کے دل میں اُس کا بھی تھا۔ حالانکہ یہ مضبوطی جلد یا بدیر ختم ہو جائے گی سنتری یہ جانتا تھا پھر بھی جگا کے خلاف کہنے کا اُس نے ارادہ کر لیا تھا۔

"خاموش ہی رہو گے یا کچھ بھونکو گے بھی؟" چھوٹے سوپر کو غصہ کرنے کا موقع مل

"بیوقوف گدھا! سیل کا دروازہ کھولتے وقت اتنا لاپرواہ رہا۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا ہے۔"

"صاحب! غلطی ہو گئی۔ معاف کر دیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ! کہ شراب کی بوتل لانے میں کس کا ہاتھ ہے؟" سنتری اس بات سے وہ گڑگڑانے لگا۔

"صاحب! میں اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔"

"تمہارا باپ جائے جہنم میں مجھے دو دن میں اس کا پتہ چاہئے نہیں تو میں لاپرواہی کی ر کر دُوں گا۔"

"صاحب! میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔ مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میرا ہو گا تو اتنے سالوں کی سروس پر پانی پھر جائے گا جناب!" سنتری تقریباً رونی صورت بنا کر بولا

"مجھے تمہاری ملازمت کی نہیں، اپنی ملازمت کی فکر ہے۔" چھوٹا سوپر بڑبڑایا۔ "جیل کی سخت بندی کے درمیان شراب کی بوتل آ سکتی ہے تو کل پستول بھی آ سکتا ہے۔" سنتری خاموش رہا۔ رپورٹ میں اُس نے نصف سچ اور نصف جھوٹ لکھوایا تھا۔ مگر اُسے پتہ نہیں تھا کہ صاحب نے اپنے مطلب کی بات اس رپورٹ میں لکھ دی تھی۔ فرار ہونے کی کوشش میں اُس نے جگا کے برابر والے قیدی کو بھی ملوث کیا تھا۔ یہ کام ختم کرنے کے بعد اُس نے سنتری سے کہا۔

"جاؤ! شراب کی بوتل والی بات خود یاد رکھنا۔ سیل کے پانچ سات چوکیداروں میں سے کس نے یہ کام کیا؟ اُس کا نام مجھے ملنا چاہئے۔" پھر وہ بڑے سوپر کے آفس میں آیا۔ بڑے صاحب کے آنے سے پیشتر وہ جگا کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ جیل سوپر کے آفس میں قیدیوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے ایک خاص کھڑکی تھی۔ اُس کھڑکی میں فولادی جالی لگی ہوئی تھی۔ قیدی کو جالی کی دوسری طرف کھڑا کر کے سوپر صاحب آرام کرسی پر بیٹھے اُس سے سوال جواب کر سکتا تھا۔ چھوٹے سوپر نے جگا سے اُس جالی کی آڑ میں بات کرنا مناسب سمجھا۔ چوکیداروں کو دُور ہٹا کر اُس نے جگا سے پوچھا۔

"اب تمہارے اور میرے سوا کوئی نہیں جان سکے گا۔ بتاؤ! کس نے تمہارا ساتھ دیا تھا؟"

"تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ اطلاع تم مجھ سے کبھی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

چھوٹے سوپر نے غصہ نکالنے کی خاطر اُسے دو چار گالیاں دیں۔ جگت کا خون گرم ہو گیا۔ اُس نے دانت پیس کر مٹھیاں بلند کیں۔ "جالی کی آڑ میں بیٹھ کر زنخے کی طرح گالیاں دے رہا ہے؟" پھر وہ جالی پر گھونسے مارنے لگا۔ "زبان سنبھال! ورنہ گلا کاٹ دُوں گا۔"

صاحب سرخ ہو گیا۔ ایک قیدی اُس سے اس طرح بات کرے؟ گلا دبانے کی دھمکی دے؟ اس کا جسم غصے سے جلنے لگا۔ "چوکیدار! اسے لے جاؤ۔ اب میں اس کی کھال اُتار دُوں گا۔ سالا بدمعاش!" چوکیدار خوف زدہ ہو گئے۔

"بدمعاش تیرا باپ......!" جگت اب بپھر گیا۔ "میری کھال اُتارنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا۔" رائفل بردار چوکیداروں نے جگت کو گھونسے مار کر دُور ہٹایا۔ چھوٹا سوپر آفس سے باہر آیا، بڑا میدان پار کر کے سیل ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ پھر صاحب نے چوکیداروں کو روکا۔

"اس کی ذرا سی مرمت کر دو!" جیل میں ساری سزائیں تحریر میں ہوتی ہیں۔ مگر اسی قانون کو سب لوگ نہیں مانتے۔ کبھی کبھی قیدی کو ٹھیک کرنے کے لئے غیر قانونی ترکیبیں بھی آزمانی پڑتی ہیں۔ "سالے کے بال کھینچ لو!" صاحب نے راستہ دکھایا۔

آگے کھڑے ہوئے چوکیدار نے جگت کی داڑھی پکڑی اور پیچھے والے چوکیدار نے اُس کے سر کے بال تھام لئے اور زور سے کھینچنے لگے۔ جگت اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سخت تکلیف کی وجہ سے اس کی چیخ نکل گئی۔ اُس کو چوکیداروں پر بہت غصہ آیا۔ اُس نے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے سینے میں گھونسہ مارا۔ چھوٹا سوپر چیخا۔ اُس نے قریب کھڑے ہوئے چوکیدار سے کہا۔

"اس بیوقوف کی پشت سہلاؤ!" تیسرے چوکیدار نے رائفل نال کی جانب سے تھام لی اور اس کی گردن کے پاس بٹ مارنے لگا۔ دو طرف سے بال کھینچے جا رہے تھے اور تیسری جانب سے

مار پڑ رہی تھی۔ جگت نے پیچھے والے چوکیدار کو لات مارنے کے لئے پیر اُٹھایا مگر وہ چوکنا تھا۔ ہٹ گیا، پھر بھی جگت کے بال اُس نے نہیں چھوڑے۔ ظلم ہوتا رہا۔ جگت نے پورا زور آزمایا مگر کھینچے جانے کی تکلیف نے اُسے مجبور کر دیا۔

چوکیداروں نے صاحب کے حکم پر اُسے چھوڑ دیا تو دونوں کی مٹھی میں جگت کے کچھ بال رہ گئے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں کافی جلن ہو رہی تھی۔ ہانپتے ہوئے اُس نے سوپر سے کہا۔

"دوسری بار تمہیں ایسا موقع نہیں دوں گا۔ یہ بات یاد رکھنا!"

صاحب اُس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اُس نے دوسرا حکم دیا۔ "اس بدمعاش کو تین دن تک اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دو! پھر اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔"

جگت کو اندھیری کوٹھڑی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس کوٹھڑی میں چوبیس گھنٹے کے اندر بہت سے قیدی ہاتھ جوڑ دیتے تھے۔ "بھائی صاحب! اس جہنم سے نکالو۔ تم جو کچھ کہو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ سزا برداشت نہیں ہوتی۔"

روشنی کی لکیر بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اور اس قدر تنگ تھی کہ اس میں بمشکل ایک آدمی لیٹ سکے۔ ہوا کے لئے دیوار میں تین سوراخ تھے اس کے علاوہ باہر کی دنیا سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رہتا تھا۔ دو چار قدم چل کر دیوار سے ٹکرا جانا لازمی تھا۔ وہاں قیدی کو اتنی گھبراہٹ ہوتی کہ دن الگ بات ہے رات کو بھی وہ سو نہیں سکتا تھا۔ مضبوط بند دروازے کے نیچے ایک تختہ تھا جو دن میں تین بار تین چار انچ اُوپر اُٹھتا۔ جسم کو پاخانے کی صفائی کے لئے دوپہر اور شام کھانا اندر رکھنے کے لئے ان دو منٹوں میں قیدی کے جسم میں کچھ حرکت آ جاتی تھی۔ اُسے باہر کی دنیا کا اُجالا دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ باقی وقت اُسے جہنم کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ اس کے علاوہ کوٹھڑی کے متعلق ایک عجیب سی کہانی مشہور تھی۔ انگریزوں کے زمانے میں ابھی چار پانچ سال پہلے اس کوٹھڑی میں ایک قیدی کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اندھیری کوٹھڑی کا چوکیدار کان بند کر کے اپنا فرض پورا کرتا رہا۔ زیادہ تر قیدی اندر چیختے دھاڑتے رہتے تھے جن پر چوکیدار کوئی دھیان نہیں دیتا تھا۔ سانپ کے ڈسنے کے بعد اس قیدی نے کافی چیخ پکار کی تھی مگر سنے کون؟ بارہ گھنٹے بعد اس کا کھانا اندر سرکاتے وقت چوکیدار کو لاش کی بدبو آئی تو اُس کم نصیب کی موت کا پتہ چلا۔ تب سے اُس کو کالی کوٹھڑی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ دیوار کے سوراخ میں سے سانپ اندر آنے کی افواہ مشہور ہو گئی تھی۔ جیل کے افسران کے لئے یہ بات فائدہ مند تھی۔ اندھیری کوٹھڑی میں یہ ڈر اب قیدیوں کو خوفزدہ کر دیتا تھا۔ کوئی کوئی تو یہ بھی کہتا کہ جیل والے جان بوجھ کر زہریلے سانپ کو کوٹھڑی میں داخل کرتے ہیں۔

سانپ کا ڈر قیدی کو پل پل بے چین رکھتا تھا۔ ذرا سی سرسراہٹ پر اُس کی رگیں تن جاتیں۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگتا کہ کہیں سانپ اندر تو نہیں آ گیا؟ سوراخوں پر بار بار نظر گھومتی رہی۔ کیسی خطرناک سزا تھی۔ خوف کا یہ پنجہ قیدی کے دل کو مسلسل دبائے رکھتا تھا۔

جگت بارہ گھنٹے میں اس سزا سے توبہ کر گیا۔ ابھی تو ڈھائی دن اس ظالم کوٹھڑی میں کاٹنے تھے۔ سانپ کا خوف اُسے اتنا نہیں تھا۔ کبھی دل دھڑکنے لگتا، اس وقت اُس کا ہاتھ گلے میں لٹکتے ہوئے

تعویذ پر پڑ جاتا اور اُسے اطمینان سا ہو جاتا۔ تعویذ کا لمس اُسے ویرو کی یاد سے بے چین کر دیتا تھا۔ ویرو کہاں ہوگی؟ اُسے میری پھانسی کی سزا کا پتہ چل گیا ہوگا۔ اس کا دیا ہوا تعویذ جگت کی حفاظت کرے گا، یہ اُسے اب بھی یقین ہوگا؟ فرار ہونے کی ترکیب ناکام ہوئی اس کا اُسے بار بار افسوس ہوتا تھا۔ اس پر اب بڑا سخت پہرہ ہوگا ممکن ہے وہ کبھی فرار نہ ہو سکے۔ پھانسی کے تختے کی جانب بڑھتے ہوئے اُس کے دل میں کون سی خواہش ہوگی؟ آخری خواہش وہ کیا کرے گا؟ ویرو سے ملنے کی یا اپنے اکلوتے پیارے معصوم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی؟ کال کوٹھڑی کا اندھیرا اُسے موت جیسا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر بھی تین دن کی سزا اُس نے مضبوط دلی سے بھگت لی۔ تیسرا دن پورا ہوا تو کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ ایسا نظر آ رہا تھا جیسے ان تین دنوں میں اُس کی عمر میں اضافہ ہو گیا ہو۔ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے پوچھا۔

"جیل میں نائی کا کون سا دن ہوتا ہے؟" چوکیدار کچھ سمجھا نہیں۔ سکھ قیدی نائی کے دن کا کبھی خیال بھی نہیں کرتا، اس لئے اس سوال پر اُسے تعجب ہوا۔

"کل اتوار ہے...... نائی آئے گا۔"

"پھر کل مجھے اُس کے پاس بیٹھنا ہے۔ داڑھی اور سر کے بال منڈوا دوں گا۔"

نصف گھنٹے میں یہ بات ساری جیل میں پھیل گئی۔ جگا بال اُتروا دے گا۔ سکھ کے لئے یہ مذہب کے حکم کے خلاف بات تھی۔ سکھ عقیدے کے مطابق یہ بڑا گناہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سب کو تعجب ہوا۔ نائی نے بڑی مشکل سے بال کاٹنے کی حامی بھری تھی۔

"میرے ہاتھوں ایسا کام کیوں کرا رہے ہو؟" مگر جگت نے ضد نہیں چھوڑی۔

"یہ میرے بال ہیں۔ جس طرح میری مرضی ہوگی اُسی طرح کروں گا۔"

سب نے اس کا یہی مطلب لیا کہ آخری وقت میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ داڑھی، مونچھ اور سر منڈواتے وقت خود جگت بھی لرز گیا تھا۔ دل میں اُس نے گرو گوبند سے معافی چاہی تھی۔ "میرا گناہ معاف کرنا! یہ سب جیل والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کرنا پڑ رہا ہے۔ تمہارے سیوک کے اس طرح بال کھینچے جائیں یہ تمہارا اپمان ہے گرو! میرے اس گناہ کو معاف کر دینا۔"

بوتالہ کے کیس میں دی گئی پھانسی کی سزا کے خلاف اپیل کا فیصلہ سننے جگت عدالت میں گیا تھا تو اُس کے باپو بھی اُسے فوراً نہیں پہچان سکے تھے۔ بغیر داڑھی مونچھ والے جگت کے متعلق اُنہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ جگت سنگھ عرف جگا کا نام پکارا گیا اور وہ مجرموں کے کٹہرے میں آ کر کھڑا ہوا تو باپو کو پہلے تو یہی محسوس ہوا کہ غلط آدمی آ گیا ہے۔ دونوں پارٹیوں کے وکلاء بھی اُسے غور سے دیکھنے لگے۔ کرتارا افسوس کے ساتھ بڑبڑایا۔ "جگا! تم نے یہ کیا، کیا؟"

موہن سنگھ نے ناراضگی کے ساتھ بیٹے کی جانب دیکھا اور آہ بھری۔ "سکھ مذہب کے خلاف تم نے گناہ کر دیا۔ ڈاکو تو تھا ہی اب ناستک بن گیا۔"

تین گھنٹے تک فیصلہ پڑھا جاتا رہا۔ اس درمیان اُنہوں نے ایک بار بھی جگت کی جانب نہیں دیکھا۔ اُن کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ دل میں یقین ہو گیا کہ اب جگا کو یقیناً پھانسی ہو جائے گی۔ گرو گوبند یہ گستاخی معاف نہیں کریں گے۔ ارے پھانسی ہی پانا تھی تو کچھ دن کے لئے دھرم کے حکم

کا پالن کیوں نہیں کیا؟......اس کے ساتھ جج نے فیصلے کے آخری الفاظ پڑھے۔

''نچلی عدالت کی دی ہوئی پھانسی کی سزا ختم کر کے میں اسے عمر قید کی سزا دیتا ہوں۔''

یہ سن کر سوہن سنگھ کی گردن جھٹکے سے بلند ہو گئی۔ سوہن سنگھ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھ

''کیا سچ مچ پھانسی کی سزا ختم ہو گئی؟'' مگر برابر بیٹھے ہوئے کرتارا کے چہرے پر جھلکتی ہوئی مسر اس بات کی گواہ تھی، جگت پھانسی سے بچ گیا تھا۔ سوہن سنگھ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُنہو نے کن انکھیوں سے یکبارگی جگت کی جانب دیکھا، وہ مسکرا رہا تھا۔

''چلئے بزرگ! ہم جگا کے پاس جا کر اُسے مبارکباد دیں۔'' کرتارا نے کھڑے ہو کر کہا۔

مگر سوہن سنگھ بیٹھے رہے۔ ''نہیں...... مجھے اُس کی جانب نہیں دیکھنا۔ اُس ناستک سے کہنا بال منڈوا کر اس نے پورے خاندان کو پاپ میں ڈالا ہے۔''

کرتارا چپ چاپ چلا گیا۔ پولیس چیف پورن سنگھ، جگا کو کینہ توز نظروں سے گھورتا ہوا ہو چبا رہا تھا۔ ''سالے کو شک کا فائدہ مل گیا۔'' پھر دانت پیس کر بڑبڑایا۔ ''مگر بیٹا! تم دوسری پھانسی سزا سے کسی طرح بچ نہیں سکو گے۔''

O

''جناب! آٹھ سو بیالیس کی پھانسی کی سزا عمر قید میں بدل گئی۔'' کسی نے چھوٹے سوپر کو اطلا دی۔ عام طور پر قیدی کو پھانسی کی بجائے عمر قید ہوتی ہے تو اس خبر کو سن کر جیل کے حکام رحم آ راحت محسوس کرتے ہیں۔ مگر جگا کی سزا کی چھوٹے سوپر کو کھلی۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا ''تب تو اس کی خوشی میں مجھے کچھ انعام دینا پڑے گا۔'' پھر اُس نے جگت کا جیل کارڈ طلب ک جیل کارڈ پر کچھ لکھتے ہوئے صاحب کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ پھر وہ بڑبڑایا۔ ''تیس کوڑوں کی سزا نیچے لکھا ہوا تھا۔ ''جیل سے فرار ہونے کی کوشش کرنے کے جرم میں۔''

''کل صبح سزا پر عمل ہونا چاہئے۔ اس بدمعاش کو احساس ہو جائے گا کہ پھانسی کے مقابلے کوڑوں کی سزا بھاری ہے۔'' پھر ہاتھ مسلتا ہوا بولا۔ ''کوڑے مارنے والے محی الدین سے کہنا تیا جائے۔ کل اُسے خوب زور لگانا پڑے گا۔'' صاحب کے چہرے پر بے رحمانہ مسرت دیکھ کر چوکید اُس سے نفرت محسوس ہوئی، انگریز چلے گئے مگر ہم ابھی نہیں بدلے۔ اُس نے سوچا۔

کوڑوں کی سزا سننے کے باوجود جگت گہری نیند سو گیا۔ مگر چتا نے ساری رات پہلو بدل کر گ دی۔ چوکیدار مہندر کو بھی چین نہیں آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں بند ہونے باوجود جگا نے شراب کی بوتل لانے والے کا نام نہیں بتایا تھا اس کی وجہ سے صاحب بھنا گیا تھ اس سلسلے میں کوڑوں کی سزا ہوئی تھی۔ رات کو پہرہ دیتے ہوئے اُسے خیال گزرا۔ ''میں اگر قبو لوں تو جگا شاید سزا سے بچ جائے گا۔'' مگر اُس کا دل کمزور تھا۔ چھوٹے سوپر کے خطرناک چہرہ تصور اُسے لرزا دینے کے لئے کافی تھا۔ ملازمت سے ہاتھ دھونے کا ڈر اور بال بچوں کے پریشا ہو جانے کے خوف نے اُسے مجبور کر دیا تھا۔

''بھگوان! جگا کو سزا برداشت کرنے کی ہمت دینا۔'' وہ دُعائیں مانگ رہا تھا مگر اُسے اپنی یقین نہیں تھا۔ تیس کوڑوں کو برداشت کرنے کی طاقت کسی فولادی قیدی میں ہی ہوتی ہے۔ زیا

دسویں ضرب پر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

جگا کو سیل سے باہر لے جایا گیا تو جیل کے قیدی اُسے ہمدردانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بے چارے کی مصیبت آ گئی۔ مہندر کے پاس سے گزرتے ہوئے اُس کا غمگین چہرہ دیکھ کر اُسے خوش کرنے کی خاطر وہ مسکرایا مگر مہندر نے شرم سے سر جھکا لیا چھوٹے سے چوک میں جگت کو لایا گیا۔ دونوں جانب فولادی کھمبے زمین میں گڑھے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان اُسے کھڑا کیا گیا۔

''لباس اُتار دو......!'' جگا نے لباس اُتار کر پھینک دیا۔ ''دونوں ہاتھ بلند کرو!'' جگت نے ہاتھ بلند کئے جنہیں کھمبے میں کس دیا گیا۔ اُسی لمحے چھوٹا سوپر آ گیا۔

''تیار ہو......؟'' اُس نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

''بالکل تیار ہوں...... مگر ہاتھ باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''یہ تو دو چار کوڑوں کے بعد سمجھ میں آ جائے گا۔''

جواب میں جگت حقارت آمیز انداز میں ہنسا۔ دونوں ہاتھ کھمبے سے باندھ دینے کے بعد لنگی کی جگہ چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا باندھ دیا گیا۔ جہاں کوڑے مارے جاتے تھے، وہاں کولہے کا حصہ کھلا رکھا گیا۔ تیاری مکمل ہونے کے بعد چھوٹے سوپر نے پکارا۔ ''محی الدین کہاں ہے؟''

اب تک کونے میں بیٹھ کر شکاری نظروں سے جگت کو دیکھتا ہوا محی الدین کھڑا ہو کر سامنے آ گیا۔ بھاری جسم، بگڑا ہوا چہرہ، بڑی اور سرخ آنکھوں میں شکاری درندے جیسی چمک...... اُسے طویل عرصے سے کوڑے مارنے کا موقع نہیں ملا تھا اس لئے اُس کی حالت بھوکے درندے کی طرح تھی۔ اُس نے مضبوط ہاتھوں کو فضا میں دو چار بار گھما کر بازو پھیلائے، پھر جبڑے سخت کر کے جگت کی جانب دیکھا جیسے کہہ رہا ہو تمہارے جیسے بہت سوں کا پانی میں نے اُتار دیا ہے۔

محی الدین نے چھوٹے سوپر کی جانب دیکھا، اُس نے آنکھوں سے اجازت دی۔ پھر اُس نے تیل میں پڑا ہوا ہنٹر اُٹھایا اور فضا میں ہنٹر کا کڑاکا کر کے مغرورانہ انداز میں جگت کی جانب دیکھا مگر جگت پر کسی قسم کا اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح لاپرواہ رہا۔ بے ڈول پہلوان محی الدین تیزی سے جگت کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ چھوٹے سوپر نے کھمبے کے درمیان کھڑے ہوئے جگت پر سخت نظریں ڈال کر تالی دی، اسی لمحے محی الدین کا ہنٹر والا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور جگت کی کھلی پشت پر پہلی ضرب لگی...... جیل کی خاموش فضا لرز گئی۔ جگت کی جلد سوج گئی۔ اُسے کوڑے کی ضرب اندازے سے زیادہ سخت محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری ضرب لگی ''تڑاک......'' چتا اپنے سیل کے دروازے کی سلاخوں پر مٹھی باندھے کھڑا تھا جیسے ہر ضرب اُس کے دل پر لگ رہی تھی۔ جیل کے دوسرے کونے پر چوکیدار مہندر دونوں کانوں میں اُنگلیاں ٹھونسے بیٹھا تھا۔ کوڑوں کی آواز سن کر اُس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ تین...... چار...... پانچ...... ایک کے بعد ایک ضرب لگ رہی تھی۔

جگت کی برہنہ جلد پر ضربیں لگ رہی تھیں۔ ہر ضرب پر جگت کی چیخ حلق تک آ کر لوٹ جاتی تھی۔ وہ دل مضبوط کر رہا تھا۔ اُس کی بند آنکھوں میں گرو گوبند کی مورت اُبھرنے لگی۔ دشمنوں نے اُنہیں آرے پر بٹھایا تھا لیکن اُنہوں نے تکلیف کا ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ وہ بھی کچھ ایسی ہی حالت سے گزر رہا تھا۔ میں بھی ضبط کے ساتھ بر...... ں گا۔ اُس نے سوچا۔ دس کوڑے پورے ہونے

پر بھی جگت پر اندازے کے مطابق اثر نہیں ہوا۔ ایک ہی جگہ ضربیں لگنے کی وجہ سے اُس کی جلد اُد رہی تھی۔ خون بہہ رہا تھا۔ حلق خشک ہو گیا تھا۔ اُس کے جسم کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا۔ پسینے میں نہا کر اُسے سخت اذیت ہو رہی تھی۔ مگر وہ چٹان کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر محی الدین کو جوش آ گیا اُسے اپنا زور ختم ہونے کا ڈر لگا۔ ''آج جسم میں سے طاقت کیوں ختم ہو گئی ہے؟'' اُس نے دل دل میں اپنے آپ کو گالیاں دیں۔ چھوٹے سوپر نے اُس کے کان میں سرگوشی کی۔ ''اسے چند کوڑوں میں گرا دینا!'' یہ یاد کر کے اُس نے زور بڑھایا۔ کھلے سینے پر پسینہ صاف کر کے اُس سینہ پھلایا اور دُگنی قوت سے کوڑے مارنے لگا۔

پندرھویں کوڑے پر اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی...... چھوٹا سوپر خوش ہو گیا اور محی الدین کو جو آ گیا۔ جگت کے جسم پر لپٹا ہوا کپڑا خون سے تر ہو گیا۔ اب اُس کے پیر بھی کھڑے رہنے کی طاقت کھوتے جا رہے تھے۔ گردن آہستہ آہستہ نیچے جھک رہی تھی۔ پیشانی پر تکلیف کی وجہ سے لکیر بن گئی تھیں۔ اُس کا دل کئی گنا تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

بیس...... اکیس...... بائیس...... جگت نے گرو گوبند کے دھیان میں دل کو لگایا۔ چھوٹا س ہونٹ چباتا ہوا محی الدین کو گھور رہا تھا۔ یہ قیدی بائیس کوڑوں میں بھی ہوش میں تھا۔ اس نے تک نہیں ماری یا کوڑے روکنے کے لئے التجا تک نہیں کی۔ اس میں اُسے اپنی ہار نظر آ رہی تھی۔ ا نے دیکھا کہ اب محی الدین ہانپ گیا تھا۔ آخری سات کوڑوں میں وہ زور نہیں آزما سکے گا اس چھوٹے سوپر کو افسوس تھا...... اٹھائیس...... اُنتیس اور تیس...... سناٹا چھا گیا۔ جگت کے پیر گھٹنو کے پاس سے ٹھہر گئے۔ بندھے ہوئے ہاتھوں پر لٹک گیا۔ وہ سر جھکائے پیر موڑے کھڑا ہوا تھ چار چھ لمحوں تک ہنٹر نہیں لگا تو اُسے یقین ہو گیا کہ تیس کوڑے پورے ہو چکے ہیں۔ وہ امتحان۔ پار اُتر گیا تھا۔ بمشکل اُس نے سر اُٹھایا، چھوٹے سوپر کی جانب دیکھا۔

''بس...... ختم ہو گئے کوڑے؟'' اُس کی یہ بات سوپر کو لگ گئی۔ محی الدین ایک کونے میں جا بیٹھ گیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ صاحب کی جانب نظر اُٹھانے کی اُس میں ہمت نہیں رہی۔ نو بہتی ہوئی حالت میں چار آدمی اُسے اُٹھا کر سیل میں لے آئے۔ اُلٹا لٹایا۔ ہانپتی ہوئی حالت! اُس نے پانی مانگا۔ دو گھونٹ حلق سے نیچے جاتے ہی اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ وا ہوش کھونے لگا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اُس نے سنا، کوئی کہہ رہا تھا۔

''اس شخص نے محی الدین کا پانی اُتار دیا۔''

تیس کوڑے برداشت کرنے والے جگا کے لئے تمام قیدیوں میں احترام جاگا...... آخر صاد سے کوئی سر پھرا ٹکرایا تو سہی۔

OOO

پہلی پھانسی ختم ہوئی تو جگت کے گھر والوں کو کچھ راحت ملی۔ ایک سالہ ست پال کو کھلاتی ہوئی ماں بڑبڑائی۔ ''بیٹا! تیرے متعلق جو اندازہ تھا تو اتنا کم نصیب نہیں ہے۔''

مگر جگت کے باپو کا غصہ ابھی کم نہیں ہوا تھا۔ بار بار وہ کہتے۔ ''سکھ کے بچے نے بال اُتروا دیئے۔ گرو گوبند اُسے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ارے وہ معاف بھی کریں گے، تب بھی میں معاف نہیں کروں گا۔''

ہائی کورٹ نے جب دوسری پھانسی کے لئے فیصلہ دیا اُس وقت اُنہیں اپنی بات سچ ہوتی نظر لگی۔ غصے میں بھرے ہوئے وہ گھر آئے۔

''میں کہہ رہا تھا ناں مذہب کی توہین کرنے والا بے موت مرے گا۔'' ماں جی اور چندن کور سمجھ لگیں کہ موت کی سزا برقرار رہی ہے۔ ''بھگوان کے رحم کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔''

جگت کی زندگی اب آخری موڑ پر تھی۔ پھر بھی چندن نے آنسو نہیں بہائے۔ دل بھر آتا تو وہ رونے کی بجائے بھگوان کی پرارتھنا میں لگ جاتی۔ سوہن سنگھ کے ساتھ گھر آئے ہوئے کرتارا نے دلاسہ دینے کی کوشش کی۔ ''ابھی آخری عدالت ہمارے لئے کھلی ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہاں چھٹکارا مل جائے۔'' مگر یہ دلاسہ سب کے لئے سراب جیسا تھا۔ پے در پے فیصلوں نے اُنہیں تھکا دیا تھا۔ جگت کی ماں کبھی کبھی بڑبڑاتیں کیونکہ وہ تقدیر سے لڑتے ہوئے عاجز آ چکی تھیں۔

''بیٹا جب سے ڈاکو ہوا اپنا نہیں رہا۔ اچھا ہے اس کے کرم، وہی بھگتے گا۔'' کرتارا نے ماں جی کی موجودگی میں جگت کے باپو سے کہا۔

''بزرگ! میرے پاس جو رقم تھی، وہ تمام خرچ کر چکا ہوں۔ ابھی وکیل کو پانچ سو روپے دینے ہیں اس کا انتظام میں کر لوں گا۔'' کرتارا کچھ دیر رُکا۔ سوہن سنگھ اور ماں جی اُس کی جانب دیکھے بغیر رہے تھے۔ ''آخری کورٹ میں کیس لڑنے کے لئے اچھی خاصی رقم کی ضرورت ہوگی۔'' سوہن خاموش رہ گئے۔ سال موسم برسات ناکام رہا تھا تب تھوڑی زمین اُنہوں نے پانی کے مول فت کر دی تھی۔ نانا کی موت کے بعد کچھ خرچ ہو گیا اُس کا قرض ابھی سر پر باقی تھا۔ کھیتی پر اُن کا گزارہ چل رہا تھا۔ اس کے علاوہ آمدنی کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ بھی اب بوڑھے ہو گئے تھے۔ جگت کے پیچھے کب تک خوار ہوں؟ اب آگے کا خیال کرنا تھا۔ جگت کا اکلوتا بیٹا اگر جوان ہوا تو کیا اُسے قرض اور ورثے میں دیا جائے گا؟ یہ سب خیالات اُن کے ذہن میں چکرا رہے تھے اسلئے جواب نہ دے سکے۔ مگر ماں جی خاموش نہ رہ سکیں۔

''بس...... بہت ہو گیا۔ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے۔ اس ڈاکو نے ہمارے جگر کے ٹکڑے کر لیے۔ اب زمین کے ٹکڑے کر کے ہمیں ٹھوکریں نہیں کھانی۔'' پھر غصے کے جوش میں بولیں۔

''پھانسی پر چڑھتا ہو تو بھی ہمیں پرواہ نہیں۔'' کرتارا نے دیکھا، یہ کہتے ہوئے وہ ہانپ گئی تھی۔ آنکھوں میں اُبھرتے آنسو دکھائی نہ دیں اس لئے وہ فوراً اُٹھ کر اندر چلی گئیں۔

''بزرگ! میں تم لوگوں کی حالت سمجھتا ہوں۔ مجھ سے انتظام ہو سکتا تو میں آپ کو فکر کرنے موقع نہ دیتا۔ مگر کیا کروں؟'' اُس نے سرد آہ بھری۔ ''باپو سے میرا جھگڑا ہو گیا ہے۔ جگا کے لئے میں یہ دردسری کر رہا ہوں اُنہیں یہ بات پسند نہیں آئی، ورنہ پانچ سات ہزار کہیں سے بھی کر لیتا۔ سوہن سنگھ ہندسہ سن کر ڈر گئے۔ اتنی بڑی رقم خرچ ہو جائے گی؟ بیٹے کی جان بچنے کا یقین ہوتا تو زندگی تک بیچنے کو تیار تھے مگر اس میں اُمید کم تھی اور پچھتانا زیادہ تھا۔ بدنام بیٹے کو پھانسی سے کس طرح بچایا جائے؟

جگت کے باپو کیوں نہیں بولتے؟ کرتارا بے چین ہونے لگا۔ کوئی بڑا وکیل کرنے کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی۔ اُسے آج شام تک امرتسر پہنچنا تھا۔ ''بزرگ! میرے پاس جگا کی گن ہے فروخت کر کے پانچ سات سو بنا لوں گا۔ مگر جگا کو پتہ چل گیا تو وہ مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرے گا۔''

''کیوں؟'' اُنہوں نے صرف اتنا پوچھا۔

''جیل سے فرار ہونے کے لئے اُس نے دو ایک بار مجھ سے طلب کی تھی۔ مگر میں نے ٹال دیا تھا۔'' کرتارا نے کہا۔

یہ سن کر اُنہیں دھچکا لگا۔ ''ابھی جیل سے فرار ہونے کے خواب دیکھ رہا ہے۔'' پھر دل لرز گیا ''ایسا کیا تو مارا جائے گا بیوقوف۔'' باپ کا دل پگھل گیا۔ جیل سے فرار ہونے کے لئے جگت ایک کوشش کر چکا تھا۔ مگر اب اس نے قدم اُٹھایا تو......

''کرتارا! میں تھوڑی زمین فروخت کر کے کیس لڑنے کو تیار ہوں۔'' آخر اُنہوں نے کہا۔ ''مگر ایک شرط ہوگی۔''

کرتارا سوالیہ نظروں سے اُس کی جانب دیکھنے لگا۔ ''کیا......؟''

''وہ گن تمہیں فروخت کر دینی پڑے گی۔'' سوہن سنگھ نے کہا۔ کرتارا سوہن سنگھ کا ارادہ سمجھ گیا۔ وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ گن جگت کے ہاتھ لگے۔

''بہتر ہے۔ آپ زمین فروخت کرنے کا انتظام کریں۔ گن کا گاہک میرے پاس تیار ہے۔'' کرتارا جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ تب سوہن سنگھ نے اُس سے کہا۔

''زمین فروخت کرنے والی بات ہم دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی نہ جانے۔ جگت بھی نہیں۔''

''اس کی آپ فکر نہ کریں۔'' کرتارا نے کہا اور چلا گیا۔

O

کوڑوں کی سزا جگت نے مضبوط دل سے جھیل لی مگر پھر اُسے درد نے بہت پریشان کیا۔ ہفتہ بھر تک وہ پیٹھ کے بل سو نہیں سکا تھا۔ منہ کے بل لیٹنے سے جسم اکڑ جاتا تھا۔ ذرا سا پہلو بدلنے کی کوشش کرتا تو تکلیف اور بڑھ جاتی۔ کبھی تکلیف سے اُس کی چیخ تک نکل جاتی اور کبھی غصے میں بکنے لگتا۔ چھوٹے سوپر کو یاد کر کے گالیاں بکتا۔ ''اُس بیوقوف سے میں بدلہ لوں گا۔ ایک ایک ضرب کا سود کے ساتھ حساب وصول کروں گا۔'' جیل کے ڈاکٹر کو وہ قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ ''سالے! تم سب ایک ہو۔ پہلے ظلم کرتے ہو پھر علاج کرنے دوڑے آتے ہو۔ مجھے تمہارے علاج کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ! چلے جاؤ ورنہ......'' وہ دانت پیس کر خونی نظروں سے گھورنے لگتا۔ ڈاکٹر اس کا غضب ناک روپ دیکھ کر ڈر جاتا۔ اُسے سمجھانے کی کوشش کرتا تب جگت ایک ہی جواب دیتا۔ ''علاج کرنا ہے تو مجھے ہسپتال لے جاؤ!'' چھوٹا سوپر اس بات پر جھکنا نہیں چاہتا تھا۔ جگا سے اُسے بیر تھا۔ اس کے علاوہ ہسپتال سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا اُسے یہ بھی ڈر تھا۔ جگت بھی یہی سوچ کر ضد کر رہا تھا۔ اب اگر موقع ملے تو پہلے جیسی غلطی نہیں کرے گا۔ فرار یا موت دونوں میں سے ایک ہونا تھا۔ مگر اُسے موقع نہیں ملا۔ تب وہ چھوٹے سوپر پر غصہ کرنے لگا۔ پیٹھ کا گھاؤ آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا مگر دل پر انتقام کا گھاؤ اور گہرا ہو رہا تھا۔ دشمن بدلتے جا رہے تھے مگر دشمنی تو ویسی ہی رہی۔ پہلے ویرو کے رشتے دار، پھر پولیس اور اب جیل والے...... فرق پڑا تھا تو صرف حالات کا۔ پہلے جب وہ بپھرتا سب کو تنگ کر دیتا۔ ختم کر دیتا۔ مگر اب وہ جیل میں تھا۔ ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کے ساتھ اسلحہ بھی دُور ہو گیا تھا۔ ''اسلحہ......!'' اُسے اپنی گن یاد آ گئی اور کرتارا پر غصہ آ گیا۔ وہ کمبخت اب کس بات کا انتظار کر رہا ہے؟ مجھے بچانے کے لئے عدالت میں خرچ کرنے کی بجائے گن کیوں نہیں سرکا دیتا؟ ایک رات کے لئے گن لے جا کر اُس نے بیت میں ڈال دیا تھا نہیں تو پورن سنگھ کو پھونک دیتا۔ اب بھی دیر نہیں ہوئی۔ جنا پھانسی کے دن کا انتظار کر رہا ہے۔ اس سے پہلے گن آ جائے تو ہم فرار ہو سکتے ہیں...... مگر کرتارا کو پیغام کس طرح پہنچایا جائے؟ جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ اُس نے جنا کی ماں کو اُس کے سیل کے قریب سے گزرتے دیکھا۔ اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی، کمر بل کھائی ہوئی تھی اور گود میں چھ ماہ کا بچہ تھا۔ وہ ہانپتی ہوئی مشکل قدم بڑھا رہی تھی اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے۔ ممکن ہے آخری بار ملنے کے لئے آئی ہو...... جگت کے دل میں چبھن ہوئی۔ جنا کی ماں کی حالت پر اُسے رحم آیا۔ اُسے اطمینان دلانے کو جی چاہا مگر وہ نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ جگت نے چوکیدار سے کہا۔

''وہ واپس لوٹے تب اُسے یہاں روکنا! دو باتیں کرنی ہیں۔'' چوکیدار نے اثبات میں سر ہلایا۔ تب جنا کی ماں کو کس طرح اطمینان دلائے اس سوچ میں وہ گم ہو گیا۔

جنا کا سیل اب بالکل آخر میں تھا۔ اُسے جگا سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اب تو چار آنکھیں بھی نہیں ملتی تھیں۔ چوکیدار کے ذریعے آپس میں خبریں بھیجتے رہتے تھے۔ اُوپر والی کورٹ نے جنا کی سزا منظور کر لی تھی۔ اس کے بعد آخری اُمید تھی وہ تھی رحم کی اپیل۔ سپریم کورٹ میں مقدمہ لڑنے کے لئے جنا کی ماں کے پاس پیسے نہیں تھے اور جنا کی مرضی بھی نہیں تھی۔ اُس نے تو رحم کی اپیل پر بھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

''مجھے تو جگا کے ساتھ پھانسی پانا ہے۔ میں رحم کی اپیل کیوں کروں؟'' پہلے تو ماں سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ ''ان سے کہہ دو! میں مزے میں ہوں۔ پھانسی پانے سے پہلے تمہارا چہرہ دیکھنے آخری بار بلاؤں گا۔'' مگر ماں نے ضد کی۔ ''مجھے تو اُس سے ابھی ملنا ہے۔ پھر کسے پتہ کل کیا ہو۔'' آخر جنا کو جھکنا پڑا۔ زندگی کے آخری لمحات میں اُس کا دل نہیں دُکھانا چاہئے۔ اُس نے

سوچا۔ ماں سیل کے دروازے پر آ کر رُکی اس وقت وہ مسکرا دیا۔ وہ پیار بھرے لہجے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ "ماں! کیسی طبیعت ہے؟" مگر گود میں بیٹھے ہوئے لڑکے پر چنا کی نظر گئی اور اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ "تم اس کو کیوں لے کر آئی ہو؟ مجھے جلانے کے لئے؟" پرم جیت بیٹے کا بپھرا ہوا چہرہ دیکھ کر جھینپ گئی۔ "ارے سگی ماں کے جنے سے اتنی دشمنی؟"

"تم اسے سگی ماں کا جنا کہتی ہو؟" چنا جبڑے سخت کر کے بولا۔ "یہ میرے دشمن کا بیٹا ہے جس کے قتل کے جرم میں پھانسی چڑھ رہا ہوں۔"

"ایسا نہ بول بیٹا چنا!" پرم جیت گڑگڑائی۔ "پھانسی چڑھنے کی ضد کیوں کر رہا ہے؟ ابھی تو بہت چھوٹے ہو۔ زندگی میں تم نے کچھ نہیں دیکھا اور اس طرح......" ماں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔ چنا کچھ دیر خاموش رہا تو پرم جیت کو آس بندھی۔ ایک کاغذ اُس نے آگے بڑھایا۔ "لے بیٹا! اس پر دستخط کر دے۔ گورنر صاحب کے دل میں رحم جاگا تو تم پھانسی سے بچ جاؤ گے۔"

"مجھے کسی کا رحم نہیں چاہئے ماں!" چنا چیخ اُٹھا۔ "تم مجھے کیوں پریشان کر رہی ہو؟ پھانسی چڑھ جاؤں یا زندگی بھر جیل میں سڑوں تمہیں کیا فرق پڑے گا؟"

"تمہیں ماں کے دل کا خیال نہیں بیٹا!" پرم جیت آہ بھر کر بولی۔ "تم میری زندگی کا سہارا ہو۔"

"سہارا......؟" چنا نے قہقہہ لگایا۔ پھر لمبا ہاتھ کر کے بولا۔ "ایسا سہارا تو تمہاری گود میں ہے اسے بڑا کرنا! مجھے بھول جانا۔"

"چنا! تم ایسا کہتے ہو؟ ماں بیٹے کو بھولنے کے لئے جنم دے کر پالتی ہے؟" پرم جیت آنسو کرنے لگی۔ "میرے لئے تو یہ اور تم دونوں یکساں ہو۔ ایک بار درخواست پر دستخط کر دو! میں تم احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔" چنا جواب نہ دے سکا۔ اُس کے ذہن میں ایک بھیانک خیال گیا اور وہ نہ کہنے والی بات کہہ گیا۔

"ماں! تم مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہو۔" اُس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "مگر تم پتہ ہے بیس سال بعد میں کیا کروں گا؟"

"تم شادی کرو گے...... گھر بساؤ گے۔ میری خدمت کرو گے۔" ماں نے اپنے خوابوں کو ز دے دی۔

"نہیں...... مجھے یہ نہیں چاہئے۔" چنا گرجا۔ "جیل سے باہر آ کر پہلا کام میں اپنے دشم آخری نشانی مٹا دینے کا کروں گا۔" پرم جیت لرز گئی۔ اُس کی گود کا بچہ رونے لگا۔ چنا کی آنکھ سے انتقام کے شعلے نکل رہے تھے۔ "بولو! اب تم مجھے پھانسی سے بچانا چاہتی ہو؟" جواب میں جیت نے درخواست والا کاغذ آگے بڑھایا۔ اُس کی ممتا بھری آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ "بیٹا! تو چاہو کرنا مگر میں تمہیں پھانسی نہیں چڑھنے دوں گی۔ مگر چنا نے درخواست لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "بیس سال تک جیل میں رہ کر انتقام کی آگ میں جلنے سے پھانسی پانا ہے۔" ملاقات کا وقت پورا ہوا اور چوکیدار نے چنا کی ماں کو ہٹ جانے کے لئے کہا۔ پرم نے آخری بار بیٹے کو پُراُمید نظروں سے دیکھا مگر چنا نے سر جھکا لیا۔ تب وہ آہ بھر کر ہٹ گئی۔ چار سیل گزرنے کے بعد اُسے کچھ یاد آیا۔ وہ رُک گئی۔ چوکیدار سے پوچھا۔

"جگت کا سیل کہاں ہے؟" چوکیدار کو اُس پر رحم آ گیا۔ اُس نے اُنگلی کے اشارے سے جگت کا یل بتایا مگر پھر بولا۔

"تم اُس سے مل نہیں سکو گی۔" جگت کے سیل کے چوکیدار نے سنا، اُس نے اشارے سے پنے ساتھی سے کہا۔

"کیوں اس کا دل توڑ رہے ہو؟ اسے مل لینے دو! ہمارا کیا بگڑ جائے گا؟" پھر پرم جیت سے لا۔ "جلدی جلدی فاصلے سے مل لو! کسی نے دیکھ لیا تو ہمیں ڈانٹ پڑے گی۔" چنا کی ماں کا نسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھ کر جگت سمجھ گیا کہ بیٹے نے اُس کی بات نہیں مانی۔ وہ کچھ کہے اس سے لے پرم جیت بولی۔

"بھائی! ہاتھ جوڑ کر تم سے التجا کرتی ہوں، چنا کو رحم کی درخواست پر دستخط کرنے کے لئے ناؤ! تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔" اُس نے درخواست والا کاغذ دکھایا۔ جگت اُس کا طلب چہرہ دیکھ کر ہل گیا۔ اُسے اپنی ماں یاد آ گئی۔ چنا کو پھانسی سے بچانے کی خود اُسے بھی ہش تھی۔ اُس نے صرف اتنا کہا۔

"ماں! تم فکر نہ کرنا۔ یہ کاغذ چوکیدار کو دے دو! چنا دستخط کر دے گا۔" احسان مندانہ نظروں دیکھتے ہوئے پرم جیت نے کاغذ چوکیدار کے سپرد کیا۔ جاتے ہوئے صرف اتنا بولی۔

"بھگوان تمہارا بھلا کرے۔"

تین ماہ بعد چنا کو گورنر جنرل کی جانب سے پھانسی سے رحم دیا گیا اور عمر قید ہوئی۔ مگر جگت سپریم ٹ میں ہار گیا اور پھانسی قائم رہی۔ یہ جان کر چنا گرج اُٹھا۔

"نہیں نہیں...... مجھے عمر قید نہیں چاہئے۔ مجھے پھانسی دو! میری درخواست واپس لے لو!" سب مجھا یہ پاگل ہو جائے گا۔

"نہیں...... نہیں...... میں کسی صورت رحم کی اپیل نہیں کروں گا۔" چنا کی طرح جگت بھی ضد نے لگا۔ سپریم کورٹ میں ہارنے کے بعد اُسے موت سے بچانے کا آخری موقع اپیل تھا مگر جھکنے کو تیار نہیں تھا۔ "آج تک جگا ڈاکو بن کر سر اُونچا کئے رہا ہوں۔ اب کیوں میں کسی کے سر جھکاؤں؟"

"اس لئے کہ سر میں پھانسی کا پھندہ نہ پڑے۔ جگت! تمہیں موت کا ڈر نہیں مگر تمہاری موت م سب کی زندگیاں چلتی پھرتی لاشوں میں تبدیل ہو جائیں گی اس کا خیال کر لے۔" اُس کے ے سمجھانے کی کوشش کی۔

"رحم حاصل کر کے مجھے جیل کی اس بدتر زندگی میں رکھنا چاہتے ہو تم لوگ؟" جگت نے دلیل انسان کی زندگی بھی کم پڑ جائے اتنی سزائیں میرے حصے میں آئی ہیں۔ پھانسی سے بچ گیا تو ں زندگی ختم ہو جائے گی۔"

ے نے نہ مانا تو ماں منانے آئی۔ مگر جگت ضد چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔

"ماں! ایک بار تم نے ہی کہا تھا کہ پھانسی پر چڑھ جاؤ! ہم سب کا چھٹکارا تو ہو۔ اب مجھے کیوں آئی ہو؟" ماں جی رو دیں۔

"بیٹے! تم نے ماں کے سخت الفاظ ہی یاد رکھے؟ تمہاری خاطر اور کیا کیا برداشت کیا وہ بھول گئے؟ تمہیں بچانا نہ ہوتا تو کورٹ کی سیڑھیاں کیوں گھستے؟ پیسے سے کیوں خوار ہوتے؟" پھر غصے میں بول گئیں۔ "جب تک تمہارے گلے میں یہ تعویذ ہوگا اُس وقت تک تم سکھی نہیں ہوگے، نہ ہمیں سکھی جینے دو گے۔"

"ماں......!" جگت کا غصہ بھڑک اُٹھا۔ "تم دُور ہوتی ہو تو تمہاری ممتا یاد آتی ہے۔ مگر جب سے ملتا ہوں تو تمہاری سنگدلی کانٹے کی طرح دل میں چبھتی ہے۔ کیونکہ تمہاری آنکھوں میں تعو کھٹکتا ہے۔ اس تعویذ کو دینے والی کو ہی تم نے مجھ سے الگ کر دیا۔ یہ بھی کبھی نہیں بھول سکتا۔" پھر کچھ دیر رُک کر بولا۔ "میری خاطر پیسے سے خوار ہونے کا طعنہ دینے آئی ہو تو سن لو ماں! آج سے تمہارا پیسہ مجھ پر حرام ہے۔" بیٹے کی ایسی باتوں نے ماں کا دل توڑ دیا اور جگت کی زندگی کے لئے اُس نے آس چھوڑ دی۔

"مجھے ایک بار مل لینے دو! میں کسی طرح اُنہیں راضی کر لوں گی۔" چندن ساس سسر سے عاجزی کر رہی تھی۔

"چندن! اب جگت پہلے جیسا نہیں رہا۔ پہلے اُس نے کبھی ایسی بات نہیں کی تھی۔ اُس کے ذہن پر شیطان سوار ہو گیا ہے چندن! وہ تمہیں بھی ڈانٹ دے گا۔" ماں جی ایک ہی سانس میں بول گئیں۔

"ماں جی! مجھے ایسے اپمان کی پرواہ نہیں ہے۔ ایک بار جانے دو! نہیں تو ساری زندگی افسوس رہیگا۔" اور چندن دل مضبوط کر کے جگت سے ملنے گئی۔ چھوٹا سور چھٹی پر نہ ہوتا تو اتنی بہت ساری ملاقاتوں کی منظوری نہ ملتی۔ جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ "چھٹیاں ختم کر کے جب واپس لوٹوں گا تمہاری پھانسی کا آرڈر میری جیب میں ہوگا۔ تیار رہنا!"

چندن کور کے آنسوؤں سے وہ پگھل نہ جائے اس کے لئے جگت نے دل کو تیار کر لیا۔

"تم بھی ماں اور باپو کی طرح مجھے سبق دینے تو نہیں آئی ہو؟"

"نہیں...... خبر دینے آئی ہوں۔" چندن کور نے کہا۔ "پچھلی بار ست پال کو لے کر آئی تھی تو ایک بات کہنا بھول گئی تھی۔"

"کیا بات؟"

"ویرو کی بات......" ایک لفظ بول کر چندن رُک گئی۔ مگر اس لفظ نے جگت کا چہرہ بدل دیا۔

"ویرو کی......؟" فولادی سلاخوں پر انگلیاں آپ ہی آپ جم گئیں۔ "اُس کی کیا بات ہے؟"

"مجھے وہ ملی تھی۔"

جگت کے چہرے پر روشنی آ گئی۔ "ویرو زندہ ہے؟" وہ بڑبڑایا۔ پھر بولا۔ "مجھے یقین تھا کہ زندہ ہے۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔" پھر اُسے شک ہو گیا۔ "چندن! تم میرا دل بہلانے کے لئے تو نہیں کہہ رہی ہو؟"

"ست پال کی قسم کھا کر کہتی ہوں جگت سنگھ!" چندن کور کی آواز بھیگ گئی۔ "تمہارے فیصلے کے وقت ماں جی کے ساتھ دُعا کرنے گردوارے گئی تھی تو اُس سے ملاقات ہو گئی۔" جگت

ابھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ غور سے چندن کو دیکھ رہا تھا۔ "مجھے یقین ہو گیا کہ اُسے تم سے سچا پیار ہے۔"

"چندن! تم میری ہو کر پرائی عورت کے پیار کی بات کر سکتی ہو؟" جگت پوچھ بیٹھا۔

"پیار کو میں نے کبھی پاپ نہیں سمجھا سردار جی!" چندن کور آج اپنے دل کی بات کرنے میں کم نہیں پڑ رہی تھی۔ "گرنتھ صاحب کے سامنے سر جھکا کر میں تمہارے لئے اور آنے والے بچے کے لئے دُعا مانگ رہی تھی تو ویرو بھی تمہاری زندگی کی حفاظت کے لئے دُعا مانگنے آئی تھی۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو چندن؟" جگت کے لہجے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"جھوٹ کیوں بولوں؟ اُس نے تمہاری سلامتی کے بدلے اپنی زندگی دینے کے لئے گرنتھ صاحب سے پرارتھنا کی تھی یہ میں نے سنا تھا۔" یہ بات سنتے ہوئے جگت نے گردن میں بندھے ہوئے تعویذ کو چوم لیا۔ چندن کور رُک گئی تو اُس نے پوچھا۔

"مگر اتنے عرصے سے وہ کہاں تھی؟ اُس پر کیا بیتی؟ اب کہاں ہے یہ سب پوچھا کہ نہیں؟"

"یہی افسوس مجھے ہو رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر خوش بھی ہوئی تھی مگر گھبرا رہی تھی۔ اسی طرح جلدی وہ گردوارے سے باہر نکل گئی۔ میں پیچھے بھاگی مگر وہ رُکی نہیں۔ "لدھیانہ کی بس چلی جائے گی۔" رُکی ہوئی رکشہ میں بیٹھ گئی۔

جگت نے آہ بھری۔ "ویرو نے ایسا کیوں کیا؟"

چندن کور نے ویرو کے ساتھ والے شخص کی بات جان بوجھ کر نہیں بتائی۔ یہ سن کر اُس کا ذہن ...اُٹھنے کا اندیشہ تھا۔ "ایک بہانہ کر کے میں لدھیانہ ہو آئی۔" چندن کور کہنے لگی۔ "مگر اتنے بڑے شہر میں پتہ کیسے لگے؟"

"میں اُس کا پتہ معلوم کروں گا چندن!" جگت نے دروازے کی سلاخوں کو مٹھیوں میں کس کر ہلایا جیسے انہیں توڑ دینا چاہتا ہو۔ "مگر اس کے لئے مجھے تھوڑا وقت چاہئے۔" دو منٹ تک دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ جگت، چندن کو دیکھ رہا تھا مگر اُس کے ذہن میں خیالات گردش کر رہے تھے۔ پھر پوچھنے کو جی چاہا کہ چندن! تم یہ سچ کہہ رہی ہو؟ مگر چندن بولی۔ "میں یہی بات کہنے کے لئے آئی ہوں۔"

"پہلے بتاتی تو میں ماں باپو کے آگے ضد نہ کرتا۔" جگت کی آواز نرم ہو گئی۔ "اب وکیل سے کہنا درخواست لے کر آئے۔ میں انگوٹھا لگا دوں گا۔"

O

رحم کی درخواست پر دستخط کرنے کے بعد جگت کے ذہن میں جیل سے فرار ہونے کے خیالات تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ بہت سوچا مگر کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ نگرانی نرم ہونے تک ضبط کرنا تھا۔ سختی کم کر کے اُس نے اپنا طریقہ بدل دیا تا کہ مہینے دو مہینے میں نگرانی نرم پڑ جائے۔ ویرو کی یاد میں ایک ایک دن سال کے برابر نظر آتا تھا۔ کرتارا کو خبر بھیجنے کی کوشش کی مگر اُسے مایوسی ہوئی۔ وہ دہلی گیا تھا۔ کب واپس لوٹے گا؟ یہ پتہ نہیں چل سکا۔ "اب کیا کرنا چاہئے؟" مگر اچانک اُسے اُمید نظر آئی۔ اُسے خبر ملی تھی کہ گنگا ڈاکو پھانسی کی سزا پا کر اسی جیل میں آیا

ہے۔ چھ ماہ پہلے دو دن تک پولیس سے مقابلہ کر کے گنگا اپنے گروہ کے ساتھ پولیس کے قابو میں گیا تھا۔ یہ سن کر جگت کو صدمہ ہوا۔ وہ سولہ سال تک ڈاکہ زنی کرنے کے بعد اسلحہ ہونے کے باوجود پولیس کے تابع ہوا۔ پھر پتہ چلا کہ پولیس نے اُس سے فراڈ کیا تھا۔ کم سزا کا عہد دے کر پولیس نے اُسے پھنسایا تھا۔ گنگا پھانسی پانے آیا ہوگا؟ یہ بات ماننے والی نہیں تھی۔ یقیناً جیل والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ فرار ہو جائے گا۔ پھر تو ایک سے دو بھلے...... مگر گنگا سے کس طرح ملا جائے؟ وہ چوکیدار مہندر کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ اور مہندر فی الحال بیرک آ ڈیوٹی پر تھا۔

ایک ہفتہ انتظار کرنا جگت کے لئے کٹھن تھا۔ بہت سنبھل کر اُس نے گفتگو شروع کی۔

''مہندر! گنگا ڈاکو کو بھی یہیں پھانسی دی جائے گی؟''

''بالکل...... اسی لئے اُسے لائے ہیں۔''

''وہ اکیلا ہی ہے یا اُس کے دوسرے ساتھی بھی ہیں؟''

''پھانسی صرف اُسے ہوئی ہے۔ باقی لوگوں کو عمر قید یا پندرہ سال ہوئی ہے۔''

کچھ دیر خاموش رہ کر جگا بولا۔ ''اُس کا ایک ساتھی سچا سنگھ زخمی تھا اُس کا کیا ہوا؟''

مہندر ہلکے سے مسکرایا۔ ''اُسے عمر قید ہوئی ہے۔ وہ یہیں ہے۔ کیا پرانی جان پہچان ہے تمہاری؟''

''ہاں......'' جگت کا دل دھڑکنے لگا مہندر اُس کی بات مانے گا؟ مگر آزمائش کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتا تھا۔ ''ہم ایک بار ملے تھے۔ کہتے ہیں بڑی عمدہ شاعری کرتا ہے۔''

''ارے ہاں...... پڑھا لکھا ہے۔ لہٰذا اُسے بی وارڈ ملا ہے۔'' مہندر کو بھی شاعری کا شوق تھا وہاں ڈیوٹی دینے میں مزہ آتا۔ ''روز شاعری سننے کو ملتی ہے۔ آدمی عمدہ ہے۔''

''تب تو شراب کا شوقین ہوگا؟'' جگت نے آنکھ مار کر پوچھا۔ مہندر ہنسا۔

''پی کر بہت رنگ میں آتا ہے۔ مجھے اُس کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔''

''یار! ایک کام کرو گے؟'' یہ سن کر مہندر چونکا، جگا شاید شراب لانے کی بات کر رہا ہے۔

''یار! ابھی نہیں۔ بہت سختی ہے۔ کچھ دن رُک جا!''

''میں شراب کی بات نہیں کر رہا۔'' جگت دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔ ''اُسے میری خبر دینی ہے۔''

''کیا......؟''

''صرف اتنا کہنا کہ میں یہاں ہوں۔'' جگت کچھ دیر رُک گیا۔ ''اور جیل سے دل اُچاٹ ہو گیا ہے۔ اتنا کہنا ہے۔''

مہندر اس اشارے کا مطلب سمجھ گیا۔ مگر اس طرح بولا جیسے کچھ نہ سمجھا ہو۔ ''ارے اس میں کیا بڑی بات ہے؟ آج ہی خبر کئے دیتا ہوں۔''

جگت کو یہ سن کر سکون ملا۔ مہندر دوسرے دن جواب لے کر آ گیا۔

اتنے عرصے وہ اُلجھن میں رہا تھا۔ کیا سچا سنگھ اس کی بات پر دھیان دے گا؟ کرتار نے اُس سے جو ملاقات کرائی تھی کیا اُسے یاد ہوگی؟

مہندر کی ڈیوٹی شروع ہونے کے بعد کافی دیر تک اُسے مہندر سے بات کرنے کا موقع نہیں

...ں سے اُس کی اُلجھن بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد مہندر خود ہی ٹہلتا ہوا اُس کے پاس آ گیا۔

''تمہاری خبر پہنچا دی ہے۔''

''کیا کہا......؟'' جگت کا تنفس تیز ہو گیا۔ مہندر نے آس پاس نظر گھمائی، پھر بولا۔

''جگا! تمہارا نام سن کر وہ خوش ہو گیا۔ اُس نے مجھے ایک عمدہ شعر بھی سنایا۔''

''شاعری کو گولی مارو!'' جگا نے کہنا چاہا مگر ضبط کر گیا اور بولا۔ ''پھر؟''

''تمہاری بے چینی دُور کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ انتظام ہونے پر تمہیں خبر پہنچا دی جائے ...ا۔'' یہ کہہ کر مہندر آگے بڑھ گیا۔ جگت نے محسوس کیا تقدیر یاوری پر ہے۔ ویرو کی زندگی کی خبر اور ...سنگھ کی جیل میں موجودگی اُسے نیک شگون نظر آئے......!

''مہندر! تمہاری دوستی میں کبھی نہیں بھولوں گا۔'' مگر مہندر سننے کے لئے رُکا نہیں۔ وہ دوسرے ...کیدار سے باتیں کر رہا تھا۔

○

انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا کھیل کر رہی ہے؟ جب جگت جیل سے فرار ...نے کے منصوبے بنا رہا تھا اُس وقت اُس کی تقدیر ایک نئے کھیل کا آغاز کر رہی تھی۔ چوکیدار نے ...ں کی کوٹھڑی کا تالا کھولا تو اُسے حیرت ہوئی۔

''سپر صاحب نے تمہیں آفس میں طلب کیا ہے۔'' دو چوکیداروں کے درمیان چلتے ہوئے ...ت کے دل میں خواہش اُبھری کہ جس چوکیدار کے ہاتھ میں رائفل تھی وہ چھین لے۔ مگر چند قدم ...گے بڑھتے ہی مخالف سمت سے ایک اور چوکیدار آتا دکھائی دیا۔ جگت نے ہونٹ چبا لئے۔ ...بخت کو ابھی سامنے آنا تھا۔'' اُسے آفس کی کھڑکی کے قریب کھڑا کر کے چوکیدار نے کھڑکی پر ...د مارا۔ کھڑکی کا پردہ سرک گیا۔ سپر آرام کرسی پر دراز سگریٹ پی رہا تھا۔

''جناب! آٹھ سو بیا کیس حاضر ہے۔'' چوکیدار نے سیلوٹ مار کر کہا۔ سپر نے کچھ دیر جگت کی ...ب دیکھا۔ وہ سگریٹ کا دُھواں فضا میں اُڑانے کے بعد ہاتھ میں تھاما ہوا کاغذ کھول کر بولا۔

''تمہاری درخواست کا جواب آ گیا۔'' جگت ابھی فرار ہونے کے لئے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ...راست نامنظور ہوئی ہے یہ سننے کے لئے وہ وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب شاید باہر نکلنے کا ...ع ہی نہ ملے۔ رائفل بردار چوکیدار چند قدم دُور تھا۔ وہ اُس پر جھپٹنے ہی والا تھا مگر......

''تمہاری پھانسی معاف ہو گئی ہے۔'' جگا کو جیسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ ''تمہارا دھیان کہاں ...؟'' سپر غصے میں چیخا۔ ''پھانسی معاف ہونے کی خوشخبری پر بھی خوش نہیں ہوتا؟ شکریہ ادا نہیں ...ا۔'' جگت نے سوچا اس شخص نے اُس کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اسے جواب دینا ہی پڑا۔

''میرے لئے سب برابر ہے۔ پھانسی یا عمر قید۔''

سپر نے ایسا لاپرواہ قیدی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ''ابھی تک میں سمجھ رہا تھا کہ تقدیر نے تم پر ...یا ہے۔ مگر تمہارا مزاج دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں پھانسی ہی ہونی چاہئے تھی۔ ...مختلف جیلوں کا پانی پیو گے اور مار کھاؤ گے تو دماغ درست ہو جائے گا۔'' تب بھی جگت خاموش ...تو سپر نے کہا۔ ''آج سے جیلوں میں تمہاری مسافرت شروع ہوتی ہے۔ تمہیں لدھیانہ جیل

میں دھکیل دیا جائے گا۔"

یہ سن کر جگت کو صدمہ ہوا۔ گنگا ڈاکو کے ساتھ مل کر جیل سے فرار ہونے کے منصوبے پر پانی پھر گیا تھا۔ اُس کا خون کھول اُٹھا۔ اُس نے دانت پیس کر مٹھیاں کس لیں اور جالی پر گھونسے مارنے لگا۔ جالی میں بھری ہوئی دُھول سوپر کے لباس پر گری اور وہ غصے میں کھڑا ہو گیا۔

"لے جاؤ یہاں سے سالے کو۔" دونوں چوکیداروں نے جگت کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور سیل کی جانب گھسیٹ لے گئے۔ اُن کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ پھانسی معاف ہونے پر بھی یہ ڈاکو بے مقصد غصہ کیوں دکھا رہا ہے؟

○

دو عمر قید اور چھوٹی بڑی سزائیں ملا کر پچاس سال کی قید کے ساتھ جگت سنگھ جگا لدھیانہ کی جیل میں آ گیا۔ اُس کے کارڈ پر خطرناک قیدی کی مُہر لگ چکی تھی۔ اس سے ابتدا ہی میں جیل کے حکام نے کہا۔ "تم امرتسر میں جوہر دکھا کر آئے ہو اس لئے چار ماہ کے لئے کسی سے تمہاری ملاقات ختم دی گئی ہے۔"

لدھیانہ آنے کا جو اطمینان تھا وہ بھی چھن گیا۔ چندن ملنے نہیں آ سکے گی اور ویرو کی خبر بھی نہیں ملے گی۔ وہ اور بپھر گیا۔ اُس زمانے میں پنجاب کی جیلوں میں قیدیوں کے درمیان دو گروپ ہوتے تھے۔ ایک گروپ "ماجا" کے نام سے پکارا جاتا دوسرا "مالوا" کہا جاتا تھا۔

امرتسر، گرداس پور اور شیخوپورہ کے ساتھ والے "ماجا" گنے جاتے اور فیروز پور، لدھیانہ، جالندھر وغیرہ علاقوں کے قیدی "مالوا" کہے جاتے تھے۔ جگت اب تک سیل میں رہا تھا اس لئے قیدیوں کی اس تفریق سے لاعلم تھا۔ اب اُسے بیرک میں آ کر ہنگامہ کرنے کا موقع مل گیا۔ قیدیوں کے درمیان انتشار سے جیل والے خوش تھے۔ کبھی کبھی دونوں گروپوں کے درمیان ٹکراؤ بھی ہو جاتا۔ قیدیوں کے درمیان ان بن حکام کو فائدہ پہنچاتی تھی۔ "ماجا" گروپ کا قیدی چوری چھپے جیل میں کوئی چیز منگواتا تو "مالوا" قیدی اُس کی چغلی کھانے سے نہیں چوکتا تھا۔ لدھیانہ جیل میں جگا کے آنے سے "ماجا" قیدی جوش میں آ گئے۔ "اب ہمارا جگا آ گیا۔ اب "مالوا" قیدیوں کو دیکھ لیں گے۔" مالوا گروپ میں جگت کی آمد نے گھبراہٹ پھیلا دی۔ امرتسر جیل میں محی الدین کے تشدد برداشت کرنے والے جگا کے متعلق یہاں شہرت پہنچ گئی تھی۔

"اب جگا کا پانی اُتر جائے گا۔" مالوا قیدیوں کے سردار گربچن سنگھ نے فخر سے کہا اور جگت کو کیا۔ "اے! باہر سے آیا ہے تو باہر والوں کی طرح رہنا! اور ہماری زد سے بچ کے رہنا۔ ورنہ..."

جگت نے اُسے خوفناک نظروں سے گھورا۔ اُس کی آنکھوں میں اُترا ہوا خون دیکھ کر گربچن سنگھ کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے باوجود وہ اپنا بھرم رکھنے کے لئے بولا۔ "آنکھیں کیوں نکال رہا ہے؟ اندھا کر دوں گا۔"

جگت نے دُور کھڑے کھڑے اُس کی جانب تھوکا، پھر بیرک میں چلا گیا۔ "ماجا" قیدیوں نے اُسے گھیر لیا۔ "گربچن کو تم نے ٹھیک جواب دیا۔ وہ سالا یہاں دادا بن بیٹھا ہے۔ تمہارے آنے سے ہمیں سکون ملے گا۔" ماجا گروپ کا سردار بن جانے کے بعد جگت نے کچھ دن دونوں گروپوں کے

درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کی۔ قیدیوں کو آپس میں لڑنے کی بجائے اتحاد کر کے جیل والوں سے لڑنا چاہئے۔ اپنے مطالبات پیش کرنے چاہئیں۔ اُس نے سمجھایا مگر گربچن سنگھ آڑے آیا۔ جگت کی بھلائی میں اُسے کمزوری نظر آئی۔

"میری سرداری تمہیں قبول ہو تو میں سوچوں گا۔" گربچن نے جواب دیا۔

"تمہاری سرداری؟" جگت بگڑ گیا۔ "اتنا گھمنڈ؟ تو اب تمہیں دیکھوں گا۔"

پھر دونوں گروپوں کے درمیان داؤ پیچ شروع ہو گئے۔ چھوٹے جھگڑوں نے ایک بار بڑا روپ دھار لیا۔ بیرک کے میدان میں روزانہ تین چار گھنٹے قیدیوں کو چرخا لانے کا کام سپرد کیا جاتا تھا۔ جگا کا کام دوسرے قیدی کر دیتے تھے۔ گربچن سنگھ نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔

"وہ ڈاکو حرام کھاتا ہے اور دوسروں سے کام کراتا ہے۔"

"اس میں تیرے باپ کا کیا جاتا ہے؟" جگت اپنی جگہ بیٹھا ہوا گرجا۔ ماجا قیدی ہنس دیئے تو گربچن سنگھ کو سخت غصہ آ گیا۔

"سالا باپ تک پہنچ رہا ہے؟" یہ کہہ کر وہ جگت کو گالیاں دینے لگا۔ جگت تکلے سے کھڑا ہو گیا۔ اُس نے برابر پڑا ہوا چرخا کاتنے کا تکلا اُٹھایا اور گربچن سنگھ کی جانب جھپٹا۔ وہ جگا کو غضبناک دیکھ کر گھبرا گیا پھر سامنا کرنے کے لئے اُس نے بھی نوک دار تکلا اُٹھا لیا۔ چرخا گھماتے ہوئے قیدیوں کے ہاتھ رُک گئے۔ وہ پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ چوکیدار درمیان میں آتے جگت، گربچن سنگھ کے قریب پہنچ گیا۔

"آج تک جگا نے کسی کی گالی برداشت نہیں کی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اُس نے دانت پیس لئے اور نوک دار تکلے والا ہاتھ فضا میں لہرایا۔ گربچن سنگھ اب لوٹ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے جگت کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تکلا لہرایا۔ "کھچاک" کی آواز کے ساتھ دونوں کے وار تقریباً ایک ساتھ ایک دوسرے پر پڑے۔ جگت کی آنکھ کے قریب سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ ماجا قیدی جوش میں آ گئے۔ دونوں گروپوں کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ چوکیدار چیخنے لگے۔ خطرے کا الارم بج گیا۔ پانچ منٹ میں رائفل بردار چوکیدار آ گئے۔ دھڑا دھڑ لاٹھی چارج ہونے لگا۔ نصف گھنٹے میں معاملہ قابو میں آ گیا۔ اُس وقت تک جگت اور گربچن سنگھ کے زخموں سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ دونوں کے کپڑے اور لباس خون میں بھیگ چکے تھے۔ چار پانچ چوکیدار اُن کے درمیان کھڑے ہونے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے پر غرا رہے تھے۔ ڈاکٹر نے آ کر دونوں کے زخم دھوئے تو پتہ چلا کہ جگت کی آنکھ بچ گئی تھی مگر گربچن سنگھ کا جبڑا اُتر گیا تھا۔ جھگڑے میں حصہ لینے والے تمام قیدیوں کی سزائیں بڑھ گئیں۔ جگت کی سزا چھ ماہ بڑھ گئی اور اُسے لدھیانہ کی جیل سے فیروز پور دھکیل دیا گیا۔ فیروز پور جیل کا سوپر سارے ملک کی جیلوں سے خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ خطرناک قیدی اور خطرناک سوپر کا ملاپ ہونے کا وقت آ گیا تھا۔

فیروز پور جیل کے سر پھرے سوپر مٹو کے سامنے جگت کو پیش کیا گیا اُس وقت سوپر نئے قیدی کا کارڈ چیک کر رہا تھا۔ پڑھتے ہوئے اُس کے جبڑے سخت ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد سوپر نے قیدی کو دیکھنے کے لئے سر اُٹھایا۔ چند لمحے تک وہ جگت کو دیکھتا رہا۔ چوکیدار نے گھونسہ مار کر جگت کو

سمجھایا۔ "صاحب کو سلام کر!" مگر اس کی بجائے جگت سوپر کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھتا رہا دونوں کی نظروں سے ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"ہم...... تمہیں ٹھیک کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔" سوپر نے گفتگو کا آغاز کیا "یہاں آنے سے پہلے تمہیں میرے بارے میں علم ہو گیا ہو گا۔"

"تمہیں بھی میرے بارے میں علم ہو چکا ہو گا۔ ابھی تم نے کاغذات پڑھ لئے ہیں۔" سوپر۔ ہونٹوں کے درمیان دبائی ہوئی سگریٹ پر مزید دباؤ ڈال کر آنکھیں نکالیں پھر دوسرے ہاتھ م سگریٹ تھام کر گرجا۔

"یہاں زبان چلانے والوں کے منہ میں جلتے ہوئے انگارے بھر دیئے جاتے ہیں سمجھے؟" اسی لمحے دوسرے ہاتھ میں تھامی ہوئی سگریٹ سے اُس کی اُنگلی جل گئی۔ جھٹکے سے اُس نے سگر پھینک دی تو جگت نے قہقہہ لگایا۔ سوپر اپنی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکا۔ "لے جاؤ اس بدمعا کو۔ کچھ دنوں میں اس کے کس بل نکال دوں گا۔"

نو سو گیارہ نمبر کا تمغہ لگا کر جگت کو بھی سزا والے قیدیوں کی بیرک میں بند کر دیا گیا۔ ستائیم قیدیوں کے درمیان جگت کو دو ایک دن تنہائی میں گزارنے پڑے۔ بیرک کے دوسرے قیدی اُ متجسس نظروں سے دیکھ لیتے تھے لیکن اُس کے قریب آ کر بات کرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا جگت کو یہ عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ بور ہو کر دو ایک بار بڑبڑایا۔

"اس سے تو سیل ہی بہتر تھا۔ بیوقوف مجھ سے بات تک نہیں کرتے۔"

آخری چھ ماہ سے گھر والوں سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ لدھیانہ جیل میں چندن اُس سے ملنے آ تھی مگر جیل والوں نے اُسے واپس بھیج دیا۔ اس سلسلے میں چوکیدار نے جو بتایا اس سے جگت صدمہ ہوا۔ چندن ضرور ویرو کی خبر لے کر آئی ہو گی۔ یہ سوچ کر وہ پریشان ہو گیا۔ یہاں آ کر اُ ویرو کی یاد بہت ستا رہی تھی۔ صبح کے وقت اُس نے خواب دیکھا کہ چندن کو ر ویرو کو لے کر جیل م ملنے آئی ہے مگر سوپر مٹو نے ملاقات سے منع کر دیا ہے۔ سوپر نے کہا ہے کہ جب تک جگا اُ آنکھیں دکھاتا رہے گا وہ اس وقت تک جگا کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا۔

صبح کے وقت دیکھے ہوئے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔ اس خیال سے جگت کچھ نرم پڑ گیا اُس کے دل میں شدید خواہش تھی کہ ویرو سے ایک بار ملاقات ہو جائے۔ صرف ایک بار اسے د لے۔ اس کے لئے اگر سوپر مٹو کے سامنے سر بھی جھکانا پڑا تو بھی وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ اُس۔ سوچ لیا مگر......

"نو سو گیارہ! تمہارا خط ہے۔" یہ کہہ کر بیرک کا میٹ ایک خط دے گیا۔ لفافہ ہاتھ میں لیتے ا جگت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ چندن نے ویرو کی خبر لکھی ہو گی یہ سوچتے ہوئے وہ لفافہ پھاڑنے متعلق سوچ رہا تھا۔ مگر پھر خیال آیا کہ قیدی کی بجائے جیل والے یہ کام انجام دے لیتے ہیں پھاڑے اور پڑھے بغیر قیدی تک خط نہیں پہنچتا۔ جگت جلدی جلدی خط پڑھنے لگا۔

"بیٹے جگت!"

خط کا پہلا لفظ پڑھتے ہی اُس کی نصف مسرت ختم ہو گئی۔ خط باپو کا تھا چندن کا نہیں۔

"گرو گوبند کی کرپا سے تمہیں نئی زندگی ملی۔ اس سے ہم سب کا مسرت سے برا حال ہے۔ ہاری ماں اور بہو تو مسرت سے پاگل ہو گئی ہیں۔" آگے کچھ سطروں پر روشنائی پھری دیکھ کر جگت ہو گیا کہ جیل والوں کی مہربانی ہے۔ "بیٹا! تمہیں جو نئی زندگی ملی ہے اس کا تم صحیح استعمال کرو گے ہم جانتے تھے مگر افسوس تم نے اپنی حرکتیں کم کرنے کی بجائے بڑھا دی ہیں۔ یہ ہمیں جیل والوں معلوم ہوا ہے۔ بے چاری بہو تم سے کتنے پیار سے ملنے آئی تھی اُسے واپس ہونا پڑا۔ جگت بیٹے! ردوں کی محبت کا بھی خیال کرو۔ اچھے چال چلن سے قیدیوں کی سزا کم ہو جاتی ہے اور تم اپنے غلط بیے سے اسے بڑھا رہے ہو۔ ہمارے لئے نہیں تو اپنے معصوم بچے کی خاطر کچھ ٹھیک ہو جاؤ!"

"یہ لوگ وعظ کرنا ہی جانتے ہیں۔" جگت بڑبڑایا اور اُس نے صفحہ اُلٹا۔ مگر نصف کے قریب ائی کاٹ دی گئی تھی۔ "کمبخت جیل والوں نے کاغذ پر کوئی کام کی بات رہنے نہیں دی۔" جگت کو فصہ آیا۔ پھر بھی آخری سطریں پڑھنے کو مل گئیں۔

"ست پال اب بولنے لگا ہے۔ "ماں" تو صحیح بول رہا ہے۔ "باپو" کہنا چندن سکھا رہی ہے۔ سے لے کر تم سے ملنے آئے گی۔ اگر تم نے کوئی نیا کارنامہ نہیں کیا تو ملاقات کا راستہ بند نہیں ہو "

(فقط تمہارے باپو)

جگت کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ سر پھرے شخص کو دوسرے کا دیا ہوا مشورہ کبھی پسند نہیں آتا۔ ۔ کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔ خط نہ آیا ہوتا تو بہتر تھا۔ پھر بھی ست پال اب بولنا سیکھ رہا ہے اس کو وہ بار بار دل میں دہرا رہا تھا۔ ویرو کے متعلق کچھ جاننے کو ملتا تو بہتر تھا۔ ممکن ہے کٹے ہوئے ا میں دب گیا ہو، اس خیال سے اس نے ان الفاظ کو پڑھنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کاغذ کو طے کر کے لفافے میں رکھ دیا۔

وہ سارا دن اُس نے اسی اُداسی میں گزار دیا۔ رات بھی پوری نیند نہیں آئی۔ کبھی باپو کا مشورہ یاد تو کبھی سوپر کی دھمکی یاد آ جاتی۔ "ٹھیک کر دوں گا۔" آس پاس تمام قیدی سو رہے تھے۔ اُسے آ گیا۔ "سالے لوگوں کو جیل کی ہوا موافق آ گئی ہے۔" راؤنڈ پر نکلتے ہوئے پہریدار کی آواز دی۔ "سب سلامت۔" جگت کو اُس پر بھی غصہ آ گیا۔ "ساری دنیا سلامتی کے لئے مر رہی "فوراً ہی بیڑیوں کی جھنکار سنائی دی۔ شاید کسی قیدی نے پہلو بدلا ہو گا۔ یہ سوچ کر جگا نے ہیں بند رکھیں۔ مگر کچھ دیر بعد وہ آواز قریب آنے لگی۔ تب اُس نے گردن اُٹھائی۔ اندھیرے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ سونے کی اداکاری کرتا ہوا آنکھیں کھلی رکھ کر جگت آواز والی سمت دیکھ رہا ایک سایہ اُس کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔ سایہ بہت چوکنا ہو کر آ رہا تھا۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ ہے کوئی چال بازی کھیلی جا رہی ہو۔ سوپر اپنے خاص قیدی کے ذریعے اُس سے بدلہ لینا چاہتا س کے ہونٹ مضبوطی سے بند ہو گئے۔ کلائیوں کی رگیں تن گئیں۔ وہ مقابلہ کرنے کے لئے جاپ لیٹا رہا۔ اب وہ سایہ آمنے سامنے سوئے ہوئے قیدیوں کی لائن سے گزر رہا تھا۔ ں کی ذرا سی آواز پر وہ کچھ دیر رک جاتا، پھر دوبارہ آگے بڑھتا۔ اب وہ کافی قریب آ گیا تھا۔ جگت کو یقین ہو گیا کہ وہ اُس کے قریب آ رہا ہے۔ اندھیرے میں اُس کی چمکتی ہوئی آنکھوں او وہ کچھ نظر نہیں آیا۔ جگت سانس روکے پڑا رہا یہ معلوم کرنے کے لئے یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟

اُس نے ضبط کیا۔ اب سانس کی آواز آرہی تھی۔ وہ بالکل قریب آ گیا تھا۔ اُس نے گردن گھما کر آگے پیچھے سوئے ہوئے قیدیوں کی جانب دیکھا۔ جگت اُسے غلط فہمی میں رکھنے کی خاطر آنکھیں ادھ کھلی رکھ کر زور سے خراٹے لینے لگا۔ چند لمحے اُسے طویل معلوم ہو رہے تھے۔ وہ اپنے اعصاب پر بمشکل قابو پا رہا تھا۔

"جگا......!" بہت مدھم سی آواز آئی جسے کوئی جاگنے والا شخص بھی بمشکل سن سکے۔ ممکن ہے یقین کرنا چاہتا ہو کہ جگا سو گیا ہے کہ نہیں؟ یہ سوچ کر جگت نے زور زور سے سانسیں لینی شروع کر دیں۔ مگر پھر پیر کو چھوا گیا، ذرا سی حرکت دے کر اُس نے پھر آواز دی "جگا......!"

اور جگت اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کون ہے؟" یہ سوال بیڑی کی جھنکار میں دب گیا۔

"آہستہ بولو!" وہ آہستہ سے جگت کے برابر لیٹ گیا۔

"کیا ہے؟" جگت کو اُس کی حرکت پراسرار دکھائی دی۔ "تم کون ہو؟"

"نو سو دو۔" وہ بہت آہستگی سے بولا۔ "میں ہنس راج ہوں۔"

"ہنس راج؟" جگت کو آواز انجانی معلوم ہوئی مگر نام جانا پہچانا تھا۔ مگر ہنس راج کو تو اُس نے جوہری بازار کی لوٹ مار کے وقت زخمی کیا تھا اور اُس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔

"تم مجھے پہچانتے نہیں ہو۔ مگر میں تمہیں پہچانتا ہوں۔" وہ صرف اتنا بولا۔ اسی وقت کسی قیدی کی بیڑیاں کھنکنا اُٹھیں اور وہ خاموش ہو گیا۔

"تم اتنا کس سے ڈر رہے ہو......؟" جگت کو اس سے بوریت ہونے لگی۔ "اس وقت کیا آئے ہو؟"

"کچھ باتیں کرنے۔"

"سالے! دن کو مجھ سے بولتے نہیں اور رات کو چپ چاپ باتیں کرنے آجاتے ہیں۔"

"آہستہ بولو جگا!" اُس نے پھر یاد دلایا۔ "تمہیں سب کچھ سمجھا رہا ہوں۔" جگت رُک گیا ہنس راج کہنے لگا۔ "تم ماجا ہو اسی طرح میں بھی ماجا ہوں۔ اس بیرک میں نصف قیدی مالوا ہیں۔" جگت سمجھ گیا۔ "تم سے بات کرنے کی سوپر صاحب نے ممانعت کر دی ہے۔ بہت بے رحم ہے متو۔" وہ کچھ دیر رُک گیا۔ آس پاس دیکھ کر بولا۔ "دو دن سے میں تمہاری بے چینی دیکھ رہا ہوں میں بھی اتنا ہی بے چین ہوں۔"

"کس لئے؟"

"فرار ہونے کے لئے۔" وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولا۔ جگت کی آنکھیں جوش سے چمکنے لگیں آخر اس جیسا اور کوئی بھی ہے۔ مگر جگا نے اُس پر اعتماد کرنے میں جلدی نہیں کی۔

"کس جرم میں آئے ہو؟"

"قتل کے...... پھانسی ملی تھی مگر بچ گیا۔ اب بیس سال کی سزا بھگت رہا ہوں۔"

"کس کا قتل؟"

"دشمن کا...... زمین کے جھگڑے میں کلہاڑی سے سر پھاڑ دیا تھا۔" اُس نے کہا۔

جگت کو اُس سے دلچسپی ہو گئی۔ "کس طرح فرار ہونا ہے؟" جگت نے اُسے ٹٹولا۔

"ابھی نہیں بتاؤں گا۔"

"اعتماد نہیں؟" جگت نے سختی سے پوچھا۔

"اگر ایسا ہوتا تو تم سے بات نہ کرتا۔ مسئلہ ابھی سوچنے کا ہے۔"

"پھر فرار ہو کر کہاں چھپا جائے یہ بھی سوچنا پڑے گا۔ گھر جانے سے تو محنت بیکار جائے گی۔" نے کہا۔

"گھر تو جانا پڑے گا اسی لئے یہ سب کر رہا ہوں۔" ہنس راج بولا۔

"پھر ختم کرو...... سب سے پہلے تمہارے گھر پر ہی چیک کیا جائے گا۔"

"تب میں پولیس کے ہاتھ نہیں لگوں گا۔ البتہ دو لاشیں پولیس کو ضرور ملیں گی۔" جگت چونکا۔ یہ جملہ کہتے ہوئے ہنس راج کچھ جوش میں آ گیا تھا۔

"کس کی لاشیں؟" جگا نے پوچھا۔

"ایک میری بے وفا عورت کی۔ دوسری......"

"اُس کے عاشق کی۔" جگت نے جملہ پورا کر دیا۔ مگر ہنس راج کو یہ جملہ کھٹک گیا۔

"عاشق نہیں شیطان کہو! میرے جیل میں آنے کے بعد اُس بدذات نے غیر قانونی رشتہ کر لیا۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" جگا نے سوال کیا۔

"میرے ایک دوست نے بتایا۔ وہ بیچارہ چار مہینے کی سزا کاٹنے اندر آیا تھا۔" جگت نے آہ بھری اور ہنس راج آگے بولا۔ "اُس کی تین ماہ کی سزا ابھی باقی ہے۔ ممکن ہے ڈھائی مہینے میں رہا ہو جائے۔ پھر فرار کا وسیلہ ہو جائے گا۔"

"وہ وسیلہ پیدا کر سکے گا؟"

"بالکل...... وہ میرا جگری دوست ہے۔ میرے لئے جان قربان کر دینے کو تیار ہے۔ ویسے تو نہیں مل سکتے البتہ گنتی کے وقت سرگوشیاں کر لیتے ہیں۔"

"ڈھائی تین ماہ بعد کی ابھی سے فکر کیوں کر رہے ہو؟" جگا نے پوچھا۔

"فکر نہیں، ابھی سے منصوبہ تیار کر رہا ہوں۔ تمہارا تو ساتھ...... ہے گا نا؟"

"اے...... کون باتیں کر رہا ہے؟" بیرک کے دروازے کے قریب سے چوکیدار نے آواز دی۔ "سالو سو جاؤ!" ہنس راج اور جگت چپ ہو گئے۔ پہلی ملاقات میں یہ گفتگو بہت تھی یہ سوچ کر ہنس راج کچھ دیر بعد سرک کر اپنی جگہ پہنچ گیا۔ جگت کو ہنس راج کی بات پر پکا یقین ہو گیا۔ انتقام کے لئے آدمی ہر خطرے کا مقابلہ کر لیتا ہے اس کا خود اُسے تجربہ تھا۔

صبح اُٹھتے ہی جگت نے نو سو دو نمبر قیدی کو دیکھنے کے لئے نظریں گھمائیں، آنکھیں ایک چہرے پر رُکیں۔ کیونکہ مخالف سمت سے اشارے میں جواب ملا تھا۔ جگت اُسے دیکھنے لگا۔ اس چہرے پر بدلے کا یقین جھلک رہا تھا۔ پھر اُس نے ہنس کر منہ پھیر لیا۔

O

مگر دو تین ماہ تک وہ خاموش نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ دوسرے قیدیوں پر متو کا رعب ختم کرنا چاہتا

تھا۔ آہستہ آہستہ اُس نے ماجا گروپ میں یہ بات پھیلا دی کہ اگر ہم سب اتحاد کر لیں تو کوئی طاقت ہمیں دبا نہیں سکے گی۔ جگت کی بیرک میں بارہ مالوا قیدی تھے۔ جگت نے اُن میں سے سات آٹھ اُن کے گروپ کے قیدیوں میں بدلی مانگنے کے لئے سمجھا دیا۔ اس طرح اُس نے اپنی بیرک میں ماجا قیدیوں کی اکثریت جمع کر لی۔ اتنا عرصہ مٹو کی نظر میں نہ آنے کا اُس نے پورا خیال رکھا تھا جب اُسے پتہ چلا کہ چار سو کے قریب ماجا قیدی اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں تو اُس نے مشورے شروع کر دیئے اور میٹنگیں کرنے لگا۔ صرف تنخواہ دار چوکیداروں سے جیل کا کام نہیں چلتا۔ قیدیوں سے بھی کچھ لوگ مختلف کاموں کے لئے پسند کئے جاتے ہیں۔ ان قیدیوں کو کافی چھوٹ دی جاتی ہے۔ اگر میٹ چاہے تو دوسرے قیدیوں کی غلطیوں کی جانب سے آنکھیں بند کر سکتا ہے۔ عہدے کے مطابق اس قیدی کے لباس پر سبز یا بھورے رنگ کی پٹی ہوتی ہے اس سے میٹ کا پتہ چلتا ہے۔ اب تک سوپر مٹو نے مالوا قیدیوں کو نوازا تھا لہٰذا ماجے دبے ہوئے رہتے تھے۔ جگت نے اُن میں انتشار کی تحریک شروع کر دی۔

''ہم سب کو اتحاد کر کے جب بڑے صاحب آئیں اُن کے سامنے مطالبہ پیش کرنا ہے۔ مٹو کے خلاف فریاد کرنی ہے۔'' جگت نے اپنے ساتھی ماجا قیدیوں کو سمجھایا۔

''جگت! مٹو کی کھلم کھلا مخالفت کر کے بازی بگڑ جائے گی۔'' ہنس راج نے اُسے خبردار کیا۔

''سر نہیں اُٹھاؤ گے تو وہ لوگ سر کاٹ لینے تک سے باز نہیں آئیں گے۔'' جگت پُرجوش لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''انگریز گئے مگر جیلیں اب بھی ویسی ہی ہیں۔ یہاں ہماری داد فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے۔'' پھر اُس نے سب کو ہمت دی۔ ''ایک بار متحد ہو کر ہمت سے کام لو! پھر دیکھو جو میں کہتا ہوں ویسا ہوتا ہے یا نہیں؟'' جگا کی سوئی ہوئی بغاوت کی آگ کی گرمی سے سوپر مٹو گرم ہو گیا۔

''میں سمجھتا تھا کہ میرے ڈر سے ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ اب مجھے اُسے سیدھا کرنا پڑے گا۔''

ڈسٹرکٹ سوپر جیل کے معائنے کے لئے آنے والا تھا۔ پہلے دوسری جیلوں میں اُس کے ظلم کے خلاف فریادیں ہوئی تھیں اس لئے یہاں بڑے صاحب کو اُسے اپنی نرم دلی دکھانے کی ضرورت تھی۔ اُس نے جگا سے نمٹنے کے لئے معائنے کے بعد سوچا تھا۔ مگر جگت نے بڑے صاحب کی ملاقات کے وقت بغاوت کا فیصلہ کر لیا۔

''بڑے صاحب کے آنے سے پہلے ہمارے مطالبات منظور ہونے چاہئیں۔ نہیں تو پھر وہ سیدھا نہیں ہوگا۔''

''مگر اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟'' ہنس راج نے پوچھا۔

''اس کا راستہ میں نے سوچ لیا ہے۔'' یہ کہہ کر جگت نے اُس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر ہنس راج کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''جگا! احتیاط کے ساتھ۔ مٹو بڑا خطرناک ہے۔ وہ بے رحم کوڑے لگوا کر قیدیوں کی چمڑی اُدھیڑ لیتا ہے۔''

''ہنس راج! مجھے ہنٹروں کا ڈر نہیں ہے۔ تم سب کی بجائے یہ ظلم میں برداشت کر لوں گا۔ اگر لوگ ساتھ دیتے ہو تو میں تیار ہوں۔'' ایک کے بعد ایک بیرک کے قیدیوں کے کان سے بات

گزرنے لگی۔ مٹو کی دھاک سے دبا ہوا جوش جگت کی ہمت سے سر اُٹھانے لگا۔ بڑے صاحب کے معائنے کو چار دن کی دیر تھی تو جگت نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

صبح کے قیدیوں کو جیل کے کارخانے لے جانے کے لئے داروغہ بیرک میں آیا۔ تالا کھول کر دروازہ کھولنے لگا مگر تالا نہیں کھلا۔ اندر قیدی چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔

''دروازہ کس نے بند کیا ہے؟'' داروغہ کی گرج سنائی دی۔ وہ سلاخ ہاتھ میں ڈال کر اندر سے دروازہ کھولنا چاہتا تھا اسی لمحے جگت آگے بڑھا۔

''دروازہ نہیں کھلے گا...... پہلے سوپر سے کہو ہمارے مطالبات منظور کرے۔'' دوسرے قیدی بھی دروازے کے قریب جمع ہو گئے۔ داروغہ نے آنکھیں نکالیں مگر کسی پر اثر نہیں ہوا۔ قیدی دروازے کی سلاخیں تھامے کھڑے رہے۔

''میں ابھی سوپر صاحب کو اطلاع دیتا ہوں۔'' اُس نے دھمکی دی۔

''ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اپنے صاحب کو بلا لاؤ!'' وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

جگت نے سب کو خبردار کیا۔ ''اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹنا۔''

''ہم تمہارے ساتھ ہیں جگا! آج پیچھے نہیں ہٹیں گے۔'' سب بول اُٹھے۔ دوسری بیرک کے قیدی بھی جوش میں پکار اُٹھے۔ ''مٹو مُردہ باد۔'' صورتحال کشیدہ ہو گئی۔

غصے میں بل کھاتا ہوا مٹو آ گیا۔ ''کیا شور مچایا ہے؟ کون کام پر نہیں جانا چاہتا؟'' اُس نے چہرے پر غصہ لا کر کہا۔

''ہم سب لوگ۔'' جگت نے جواب دیا۔ ''جب تک ہمارے مطالبات منظور نہ ہوں، بیرک سے باہر نہیں آئیں گے۔''

''بھوکے پیاسے مر جاؤ گے۔'' مٹو چیخا۔

اس کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔'' جگت نے فوراً جواب دیا۔ مٹو کا دماغ سنسنانے لگا۔ مٹو مُردہ باد کے نعرے سن کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ چوکیدار اور میٹ دھڑکتے دلوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مٹو جھکے گا نہیں یہ سب جانتے تھے۔

''لے آؤ نوک دار بانس اور گھسیڑ دو ان کے پیٹ میں۔'' اُس نے حکم دیا۔

چوکیدار دوڑے کہ اگر صاحب کا غصہ اُن پر اُترا تو مصیبت آ جائے گی۔ اس خوف سے سب بےقرار تھے۔ آٹھ دس چوکیدار نوکدار بانس لے آئے تو مٹو گرجا۔

''دروازے کے سامنے سے ہٹ جاؤ! ورنہ پیٹ پھٹ جائے گا اور بغاوت مہنگی پڑے گی۔'' جگت نے پھرتی سے سوچا، اُس نے آہستہ سے ساتھیوں سے کہا۔

''گھبرانا نہیں۔ ہم ان کے بانس چھین لیں گے۔'' مٹو نے پھر وارننگ دی مگر کسی نے کان نہ دیئے۔ تب مٹو نے چوکیداروں کو اشارہ کیا۔

''آزماؤ اپنی طاقت۔'' چار پانچ بانس دروازے کی سلاخوں کے درمیان سے اندر داخل ہوئے۔ جگت نے باآواز بلند کہا۔ ''پکڑ لو ان کے بانس!'' پھر اُس نے پہل کر کے دونوں ہاتھوں سے ایک بانس تھام لیا۔ ہنس راج اور دوسرے بھی ایک ایک بانس سے لپٹ گئے۔ چوکیداروں نے

بانس واپس لینے کے لئے زور لگایا۔ سامنے دُگنے زور سے بانس ایک جانب کھینچے جا رہے تھے۔ اب ایک ایک بانس سے تین تین چار چار قیدی چمٹ گئے۔ ایسا مٹو کے لئے خلافِ توقع تھا۔ وہ کچھ کرے اس سے پہلے قیدیوں نے چوکیداروں کے ہاتھوں سے بانس چھین لئے۔ پہلی جیت پر سب مسرت کے جوش میں چیخنے لگے۔ اب قیدی بانس کی نوکیں چوکیداروں کی جانب دھکیل رہے تھے۔ اُن کا جنون دیکھ کر مٹو پیچھے ہٹ گیا۔ بہت شور بلند ہوا۔ سوپر اپنی بے عزتی دیکھنے وہاں کھڑا نہیں رہ سکا۔ کچھ دیر بعد داروغہ دوڑتا ہوا بیرک کے قریب آیا۔

"صاحب تمہارے مطالبات پر سوچنے کے لئے راضی ہیں۔ اُنہوں نے تمہارے دو نمائندے آفس میں بلائے ہیں۔" قیدی خوشی سے چیخنے لگے۔

"جگا زندہ باد! ہماری لڑائی کامیاب رہی۔" جگت اور ہنس راج بیرک سے باہر آئے۔

"تم لوگ ہمارے لوٹنے تک کام پر نہیں جاؤ گے۔ بانس واپس نہ دینا نہ ہی باہر آنا۔" پھر مڑ کے بولا۔ "ممکن ہے یہ سوپر کی چال بازی ہو۔" سب نے یقین دلایا کہ آخر تک لڑیں گے۔

جگت کا اندازہ سچ ثابت ہوا۔ اُسے اور ہنس راج کو سیل میں دھکیل دیا گیا۔

"اب سب کے درمیان غلط رویئے کی معافی مانگو! ورنہ ہنٹر مارے جائیں گے۔"

"ہم سب برداشت کرنے کو تیار ہیں بے ایمان!" جگت نے دانت پیس لئے۔ "تم سے جو ہو، وہ کر لو!" سوپر مٹو یہ جواب برداشت نہیں کر سکا۔ اُس نے دوسرے قیدیوں کو للچایا، دھمکایا مگر کوئی نرم پڑنے پر تیار نہیں تھا۔ دو تین دن ضد میں نکل گئے۔ یہاں تک کہ بڑے صاحب کی ملاقات کا وقت آ گیا۔ آخر مٹو نے راستہ نکالا۔ اُس نے جگا کو سیل سے نکال کر فوراً انبالہ ٹرانسفر کر دیا اور ہنس راج کو پھر بیرک میں بھیج دیا۔ روانگی کے وقت جگا سے بولا۔

"اس بغاوت کا حساب صاف کرنے تمہیں پھر واپس آنا پڑے گا۔ یہ یاد رکھنا!"

"تب دیکھا جائے گا......" جگت نے ہنس کر جواب دیا۔ "کل کی کسے خبر ہے؟" ہنس راج نے اپنے آدمی کے ذریعے پیغام بھیجا۔

"جلدی آنا! تب تک اپنا پلان ملتوی کرتا ہوں۔"

مگر قدرت کے راز کوئی نہیں جانتا۔ جگت کو جہاں بھی ٹرانسفر کیا گیا، وہاں کے جیل والوں کے لئے وہ دردِ سر بن گیا۔ وہ جیل کے قانون کی پرواہ نہیں کرتا تھا نہ دھمکی سے ڈرتا۔ ظلم ہنستے ہوئے برداشت کر لیتا۔ "اس قیدی کی وجہ سے دوسرے قیدی بھی بگڑ رہے ہیں۔" یہ سبب بتا کر جیل کے حکام اس دردِ سر کو ٹرانسفر کر دیتے تھے۔ سزا بھگتنے کے باوجود سزا کم نہیں ہوئی تھی۔ ایک جیل میں ڈھائی تین ماہ رہ کر جاتا اس کے مقابلے میں چھ سے آٹھ ماہ سزا بڑھ جاتی۔ قانون کی خلاف ورزی اور انتشار پھیلانے کے جرم میں سزا اور بڑھ جاتی۔ انبالہ والوں نے جگت کو رہتک جیل میں دھکیل دیا۔

"ہندوستان کی کوئی جیل دیکھے بغیر نہیں رہنا۔ جیل کی مسافرت جاری رہے گی۔ شاید جیلیں کم پڑ جائیں۔ مگر سزا کم نہیں ہوگی۔" جگت بار بار ہنس کر کہتا تھا۔ تین ماہ میں رہتک والے بھی پریشان ہو گئے اور اُسے جالندھر بھیجنے کے متعلق سوچ رہے تھے کہ فیروز پور سے سوپر مٹو کا پیغام ملا۔ "جگا کو یہاں بھیجو میں ریٹائر ہونے سے پہلے اسے سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔"

فیروز پور جیل میں قدم رکھتے ہی دو خطرناک دشمنوں کی نظریں ٹکرائیں۔ سوپر مٹو کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔ جگت نے دانت پیس کر اس کا جواب دیا۔

"اسے سیل میں لے جاؤ......!" سوپر نے حکم دیا۔

"سیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں پھانسی کا قیدی نہیں ہوں۔ مجھے بیرک ملنی چاہئے۔" جگت نے جواب دیا۔

"مجھے قانون سکھا رہا ہے؟" مٹو گرجا۔ چوکیداروں کو بھی ڈانٹا۔ "میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ زبردستی اسے سیل میں دھکیل دو!"

"تیرے باپ کا راج چلتا ہے؟" جگت تو تڑاک پر اُتر آیا۔ "دیکھتا ہوں مجھے سیل میں کون لے جاتا ہے۔" دو چوکیدار اُس کے بازو تھام کر زبردستی لے جانے لگے۔ جگت نے نہ جانے کے لئے زور آزمایا۔ دو قدم آگے جاتے ہی تین قدم پیچھے ہٹ جاتا۔

"سالے کو ہاتھ پیروں پر لٹکا کر لے جاؤ!" سوپر نے غصے میں بل کھا کر کہا۔ دوسرے دو چوکیدار مدد کے لئے آ گئے پھر بھی جگت کو اُٹھا کر لے جانا مشکل تھا۔ تب ہاتھ پیر کھینچ کر گھسیٹنے لگے۔ حلق پھاڑ کر گالیاں بکتے ہوئے جگت نے جیل میں شور مچا رکھا تھا۔ قیدی سمجھ گئے کہ جگا آ گیا ہے۔ گھسیٹتے ہوئے چوکیدار میدان پار کر گئے۔ سیل کا دروازہ بھی کھل گیا۔ جگت نے آخری زور آزمایا، پیر تھامنے والے ایک چوکیدار کے پیٹ میں اُس نے لات ماری۔ وہ بیچارہ چار چھ قدم دور گر کر دیوار سے ٹکرایا اور پیٹ تھام کر بیٹھ گیا۔ اُس کے منہ سے جھاگ بہنے لگا۔ اُس کی حالت دیکھ کر پیر تھامنے والا دوسرا چوکیدار دس گز دور بھاگ گیا۔ سوپر دوڑتا ہوا آیا۔ اُس نے سب سے پہلے چوکیدار کو اُٹھوا کر ہسپتال بھجوایا، پھر جگت کی باری آئی۔

"اچھی بات...... تم سیل میں نہیں جانا چاہتے۔ ٹھیک ہے۔ جمال کو بلاؤ! پہلے اس کی کھال اُدھیڑ دوں گا۔" ہنٹر مارنے والے جمال کا نام سن کر قیدی لرزنے لگا۔ اُس سے قصائی اچھا۔ وہ ہنٹر مار تو سات پشتیں یاد کرا دیتا تھا۔ بڑی مشکل سے جگت کو فولادی کھمبے سے جکڑ دیا گیا۔ اُسی لمحے جمال آ گیا۔ محی الدین جیسا بھینا تک نہ ہونے کے باوجود وہ طاقتور تھا۔

"جمال! ہر بار تمہیں نصف بکرا ملتا ہے کھانے کو۔ آج پورا بکرا بخش دوں گا۔" سوپر مٹو نے لالچ دیا۔ "مگر اس کا پانی اُتارنا ہے۔"

بکرے کا نام سن کر جمال ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ "صاحب! اسے پورا خشک کر دوں گا۔ یاد کرے گا۔" پھر جگت کے مضبوط جسم کو باریکی سے دیکھنے لگا۔ "صاحب! اسے تیس ہنٹر کم پڑ جائیں گے۔"

"تمہاری طاقت کہاں تک ہے؟"

"صاحب! سو کا ہندسہ اچھا رہے گا۔" جمال خونی انداز میں مسکرایا۔ "پوری ورزش سے تو پورا کھانے کا مزہ بھی آ جائے گا۔"

"شاباش! تیس ہنٹروں کی سزا ہے مگر تین بار کی ضرب ایک ہی گنی جائے گی۔"

جگت کے بال کھڑے ہو گئے۔ "بیوقوف! تم بھی جیل کے قانون کا احترام نہیں کرتے

اس سے پہلے کہ وہ جملہ پورا کرے جمال کے ہاتھ چلنے لگے۔ کھلی پشت پر ہنٹر لگنے شروع ہوئے پانچویں ضرب پر جلد پھٹ گئی۔ زخم گہرا ہوتا گیا۔ خون بہنے لگا اور تیس ہنٹر پورے پڑتے پر گوشت کے لوتھڑے باہر آ گئے۔ گوشت دیکھ کر جمال کو بکرا یاد آ گیا۔ وہ پورے جنون سے ہنٹر مارنے لگا ماجا کا ہر قیدی ہنٹر گن رہا تھا۔ تیس ہنٹر پورے ہونے کے بعد بھی آواز سنائی دیتی رہی تو سب بے چین ہو گئے۔

"سالا مٹو جگت کو ختم کر دے گا۔ بے رحم۔" ساٹھ ہنٹروں پر قیدیوں کی آنکھیں بہنے لگیں۔ کئی دیوار سے سر ٹکرانے لگے۔ "گرو گوبند! اس مٹو کو جہنم کی سزا دے۔" جگت گرو گوبند کا نام دہراتا بے ہوش ہونے لگا۔ ایک بار تو اُسے خیال آتا کہ یہ ظلم برداشت نہیں ہوتا کہہ دوں کہ سیل میں جاؤں گا۔ مگر پھر خون اُتر آتا۔ "چاہے جان سے مار دے...... جسم کے چیتھڑے اُتار دے مگر اس ظالم کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔" ستر کے قریب ہنٹروں پر تو خود جمال ہانپ گیا۔ اس میں آخری دم ہنٹر مارنے کی قوت نہیں تھی پھر بھی پورا بکرا کھانے کے لالچ میں اُس نے ہنٹر مارنا جاری رکھے اس وقت تک کہ جگا بے ہوش ہو چکا تھا۔ نوے ہنٹر پر جمال کو چکر آ گئے اور وہ بھی زمین پر گر پڑا ادھ موئے جگت کو جیل کے دواخانے بھیجا گیا۔ وہاں اُس کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر بھی لرز گیا اور اُس کی نبض دیکھ کر بڑبڑایا۔

"اس سے تو کوئی مُردہ لانا بہتر ہے۔"

○

ڈاکٹر کو موت کا سرٹیفکیٹ نہیں دینا پڑا۔ کیونکہ قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ پانچویں دن جگا پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ ڈاکٹر کو اطمینان ہوا۔

"بھگوان نے تمہیں بچا لیا ورنہ سو پر تم کو ہلاک کر چکا تھا۔" ڈاکٹر کے چہرے پر ہمدردی دیکھ کر جگت بمشکل اتنا بول سکا۔

"وہ میری سزا بڑھا سکتا ہے زندگی کم نہیں کر سکتا۔"

پندرھویں دن جگت کو ڈاکٹر نے خبر دی۔ "تمہاری وجہ سے مٹو صاحب کو جلدی ریٹائر ہونا پڑے گا۔ اب ایک ہفتے کا مہمان ہے۔ جالندھر سے مہتا سو پر چارج لینے آ رہا ہے۔"

"مٹو یا مہتا میرے لئے سب برابر ہیں۔" جگت کا جوش ذرا بھی کم نہیں ہوا تھا۔ "یا تو بولی بدلی کرنی پڑے گی یا پھر اُسے یہاں سے جانا پڑے گا۔"

"اس طرح تم بھی مارے جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے اُسے ڈانٹ دیا۔

"مگر جی کر کرنا بھی کیا ہے؟"

سولہویں دن سو پر مٹو آ گیا خبر لینے کے لئے۔

"ڈاکٹر! آج چھٹی دے رہے ہو؟"

"کچھ دن رُک جاؤ پھر ٹھیک رہے گا۔ ابھی اس کے جسم میں پوری قوت نہیں آئی ہے۔"

"اس سے پہلے کہ نئے سو پر آئیں مجھے اسے سیل میں دھکیل دینا ہے۔ اس میں طاقت نہیں بہتر ہے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" ڈاکٹر نے ضد نہ کی۔ جگت کو اسٹریچر پر ڈال کر ہسپتال سے لے جایا گیا۔ سیل کا دروازہ کھلا تو جگت نے بہت شور مچایا۔

"میں اندر نہیں جاؤں گا۔ مجھے بیرک میں رکھو!" سو پر کا اندازہ ٹھیک تھا۔ جگا میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ پندرہ دن کے بعد جگت کو دیکھنے والے چوکیدار یا قیدی بھی پہلی نظر میں اُسے پہچان نہیں سکے۔ چار آدمیوں نے اُسے پکڑ کر سیل میں دھکیل دیا۔ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے کے باوجود سلاخیں تھام کر جگت نے بند ہوتے ہوئے دروازے کے عقب میں کھڑے ہوئے سو پر مٹو کو گھورا۔

"تمہاری دادا گیری کا جواب تمہیں مل جائے گا۔"

سو پر مٹو فتح مندانہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ شام تک جیل میں یہ بات پھیل گئی کہ جگا نے بھوک ہڑتال کر دی ہے۔ سو پر مٹو نے بات ہنس کر ٹال دی۔ "یہ ڈاکو بھی گاندھی جی کی نقل کر رہا ہے۔ اچھا ہے بھوکا مرنے دو۔" مگر اڑتالیس گھنٹے کے بعد سو پر گھبرا گیا۔

"سالا بڑا ضدی ہے۔ مر گیا تو آفت مجھ پر آئے گی۔" ربڑ کی نلی سے زبردستی کچھ پلانے میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ جگا صرف ایک بات کر رہا تھا۔ "میں سیل میں نہیں رہوں گا۔"

سو پر سوچ میں پڑ گیا۔ آج تک کبھی اُس نے قیدیوں کے سامنے سر نہیں جھکایا تھا۔ اب جاتے جاتے ہار قبول کرنی پڑے گی۔ اس سے پہلے کہ نئے سو پر چارج لیں اُسے فیصلہ کرنا تھا۔ تیسرے دن اُس نے جگت کے گھر تار بھیجا۔ "جگا کی ماں اور بیوی کو لے کر جلدی آؤ! وہ بھوک ہڑتال پر ہے۔ اور اُس کی حالت خراب ہے۔" تار دیکھ کر بخار میں پڑے ہوئے سوہن سنگھ گھبرا گئے۔ تار کس کا آیا؟ کیا بات ہے؟ تار پڑھنے کے لئے گاؤں سے ایک پڑھے لکھے نوجوان کو لے آئے۔ اُس وقت تک چندن کور اور ماں جی کا دل گھبرا گیا تھا۔ ماں جی بڑبڑائیں۔

"کیا وہ جیل سے فرار ہو گیا ہے؟" چندن کور نے سوا دو سال کے بچے کو سینے سے لگا لیا۔

"بھگوان! اُن کی حفاظت کرنا۔" بھوک ہڑتال اور خراب حالت یہ دو الفاظ دونوں عورتوں کے ہوش اُڑانے کے لئے کافی تھے۔ سوہن سنگھ بھیگی آنکھوں سے اس طرح بڑبڑانے لگے جیسے آنکھوں سے دُور بیٹے کو ڈانٹ رہے ہوں۔

"کیوں دُکھی ہو رہا ہے...... ساتھ ہی سب کو دُکھ پہنچا رہا ہے۔"

○

"اچھا ہوا تم آ گئیں۔" سو پر نے جگت کی ماں چندن کور اور اُس کی گود میں کھیلتے ہوئے بچے کو بغور دیکھ کر کہا۔ "ایسا جاہل جٹ قیدی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔"

"اب وہ کیسا ہے؟" ماں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"خود اپنے ہاتھوں پریشان ہو رہا ہے۔" سو پر سمجھانے لگا۔ "جیل میں کھائے پیئے، مزے کرے۔ یہاں دوسرا دُکھ بھی کیا ہے؟ ہماری بات نہیں سنتا۔ اُسے مناؤ ورنہ......" سو پر جان بوجھ کر چپ ہو گیا۔ دونوں عورتیں اُس کے چہرے کی اُداسی کو دیکھ کر لرز گئیں۔ بات اندازے سے زیادہ نازک تھی۔ مٹو یہی اثر مرتب کرنا چاہتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ہٹ دھرم سے ہٹ دھرم قیدی بھی ماں

اور بیوی کے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔

''مجھے دُکھ ہوا اس لئے تمہیں خبر بھیجی۔ ورنہ دو دن بعد نیا سوپر یہاں آنے والا ہے۔ پھر وہ جانے اور یہ جانے۔''

''مگر ہمیں کیا کرنا ہے یہ تو بتاؤ!'' ماں جی نے پوچھا۔

''اُس کی بھوک ہڑتال ختم کرا دو۔'' سوپر نے بتایا۔ ''اپنے آنسوؤں سے اُس کا پتھر دل موم کر دو۔'' پھر اُس نے میٹ کو حکم دیا۔ ''جاؤ! جگا سے کہو اس کی ماں اور بیوی ملنے آئی ہیں۔'' میٹ دوڑتا ہوا گیا اور کچھ ہی دیر میں جواب لے کر آیا۔

''صاحب! وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔ صاف انکار کرتا ہے۔'' یہ سن کر ماں اور چندن کور کے چہرے اُتر گئے۔

''دیکھا تم لوگوں نے...... اُس کی خاطر یہاں تک آنے کی پریشانی اُٹھائی، پھر بھی اُس ظالم کو کوئی پرواہ نہیں۔''

''اُنہیں انکار کرنے دو! تم ہمیں وہاں لے چلو۔'' چندن نے کہا۔ سوپر بھی یہی چاہتا تھا۔

''تم ایسے کرو، باری باری آؤ۔ ایک کی بات نہ مانے تو دوسرے کی باری۔''

''ماں! تم ست پال کو رکھو! میں ہو کر آتی ہوں۔'' چندن کور بچے کو ماں جی کی گود میں دے کر کھڑی ہو گئی۔

''نہیں...... لڑکا ساتھ رہنے دو! اسے دیکھ کر وہ نرم پڑ جائے گا۔'' سوپر نے چالاکی سے کہا۔

○

چوک کا دروازہ کھلا اور سیل کا دروازہ کھلا، پھر بھی جگت نے دیکھنے کی پرواہ نہ کی کہ کون آیا ہے؟ دروازے کے پاس بچھے ہوئے کمبل پر وہ لیٹا تھا۔ اُس کے سینے کی ہڈیاں دیکھ کر چندن کے دل پر چوٹ لگی۔ جب تک اُس نے چہرہ نہیں دیکھا اُس وقت تک اُسے یقین نہ آیا کہ یہی اس کا شوہر ہے جسے اس نے آٹھ ماہ پہلے دیکھا تھا۔

''جگا! تمہاری بیوی تم سے ملنے آئی ہے۔'' چندن کور کے عقب میں کھڑے سوپر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''میں نے انکار کیا ہے کہ میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔'' منہ پھیرے بغیر جگت نے کہا۔ مگر اسی لمحے اُس کے ننگے جسم پر چندن کا ہاتھ گردش کرنے لگا۔

''یہ آپ نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟'' چندن بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''یہ حالت بنانے والا تمہارے پاس کھڑا ہے۔'' جگت نے ہاتھ بلند کر کے جواب دیا۔ اس وقت نیچے بیٹھا ہوا ست پال قریب پہنچ کر جگت کے پیر کے نزدیک بیڑی کی زنجیر سے کھیلنے لگا۔ جگت کا دھیان اس جانب گیا، اُسے محسوس ہوا جیسے ماں کی طرح بیٹا بھی اُسے منا رہا ہو۔

''ست پال کو بھی ساتھ لائی ہو؟'' باپ کا پیار چھلک اُٹھا۔ اس کی موجودگی سے کہیں بازی نہ اُلٹ جائے یہ سوچ کر سوپر وہاں سے ہٹ گیا۔

''کیوں نہ کھانے کی ضد کر رہے ہو؟'' چندن کور نے پوچھا۔ اب بھی جگت نرم نہیں پڑنا چاہتا

تھا۔ مگر کھلے سینے پر آنسوؤں کے دو قطرے گرے اور جھٹکے سے اُس کی گردن گھومی۔ چندن کے رُخسار سے گرتے ہوئے آنسو دیکھ کر اُس نے منہ پھیر لیا۔

''ملنے آئی ہو یا رونے آئی ہو؟''

''منانے آئی ہوں۔ ماں جی بھی ساتھ ہیں۔''

''اُن کو یہاں نہ آنے دینا۔ کہہ دینا منع کر دیا ہے۔ نہیں ملیں گے۔''

''اُن بے چاری کا دل کیوں توڑ رہے ہو؟''

''میری حالت دیکھ کر اُن کا دل مضبوط رہے گا؟'' جگت نے غصے میں جواب دیا۔

''آپ کی اُبھری ہوئی ہڈیاں دیکھ کر دل تو میرا بھی ٹوٹ گیا۔''

لڑکا پیر کے پاس سے سرک کر جگت کے ہاتھ کی زنجیر سے کھیل رہا تھا۔ جگت نے آہستہ سے ں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہنسا۔ چندن کور مسکرا دی۔ ''بیٹا ست! بولو باپو۔''

بچے نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''با...... پو......''

اُس کی توتلی زبان کے ایک لفظ نے جگت کے دل کو ہلا دیا۔ وہ فوراً ہی بیٹھ گیا اور پیار سے ے کے رُخسار پر ایک بوسہ دیا۔ مونچھوں کے سخت بالوں کی چبھن کی وجہ سے ست پال نے چہرہ الیا اور جگت کی داڑھی کھینچنے لگا۔ باپ بیٹے کا یہ کھیل دیکھ کر چندن کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔

کیا ہو رہا ہے؟ یہ جاننے کے تجسس کے تحت سوپر نے دُور سے جھانکا اور چندن سے اشارے ے پوچھا۔ ''مان گیا......؟''

اس سے پیشتر کہ چندن جواب دے، جگت کا دھیان سوپر کی جانب گیا۔ وہ اُس کی چال بازی ہ گیا۔ ''چندن! اب تم بچے کو لے کر جاؤ!''

''میں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا کر جاؤں گی۔''

''یہ جیل ہے گھر نہیں۔'' جگت قدرے سختی سے بولا۔ ''مجھ سے ضد کرنا ٹھیک نہیں ہے۔'' یہ کہتے ئے اُس نے ست پال کو چندن کور کے سپرد کر دیا۔ ''میری فکر کرنے والا بھگوان ہے۔''

چندن یہ برداشت نہ کر سکی۔ بمشکل روکے ہوئے آنسو بہنے لگے ساتھ ہی سسکیاں اُبھرنے ں۔ جگت بے چین ہو رہا تھا پھر بھی اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ چوکیدار سے اُس نے کہا۔

''بھائی! دروازہ بند کر لے۔''

بری طرح روتی ہوئی چندن بولی۔ ''تم بھوکے رہو تو تمہیں اس بچے کی قسم ہے۔'' اور کھڑی ہو چل دی۔ جگت اُسے دیکھنے لگا مگر وہ پیچھے مُڑ کر دیکھے بغیر چلی گئی۔ اُس نے اپنے بیٹے کو سینے سے بھینچ رکھا تھا۔ دروازے بند ہوئے اور جگت گم صم بیٹھا رہا۔ بیٹے کی قسم ایک ضرب تھی جو بار بار ا کے ذہن سے ٹکرا رہی تھی۔

بیٹے کا چہرہ تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ ماں جی سنانے میں آ گئیں۔ ''بہو! تم چاہے جو کہو وہ مجھ سے کے لئے راضی نہیں ہو گا۔'' پھر دل کا درد زبان پر آ گیا۔ ''بیٹا جگت! تمہاری ماں ہونا میرا کوئی ہے؟ چہرہ کیوں چھپا رہا ہے؟''

○○○

شام کو کھانا دینے والا میٹ جگت کے سیل کے قریب تجسس کی خاطر رُکا۔ اُس نے دیکھا قیدا اُس سے رُکنے کا اشارہ نہیں کر رہا۔ وہ یہ دیکھ کر آگے بڑھ رہا تھا مگر اُس نے دیکھا جگت نے سر ہلا اور زبان کو حرکت دی۔ ممکن ہے ایک آدھ گالی سنی پڑ جائے اسی خیال سے اُس نے قدم بڑھائے۔

"ایسے کہاں بھاگ رہا ہے...... کھانا لاؤ!" میٹ اُلجھن میں پڑ گیا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اس کا و ہو۔ اس خیال سے وہ کھڑا رہا۔ اُسی لیے جگت گرجا۔ "سنا نہیں؟ روٹی دے جا!"

میٹ کی خوشی بڑھ گئی۔ روٹی دے کر جاتے ہوئے بولا۔ "اس دُنیا میں سب سے بڑا سوپر ہو ہے۔ اس کی بات کوئی نہیں ٹال سکتا۔ تم بھی نہیں۔" جگت ہنس دیا۔

جگا نے بھوک ہڑتال توڑ دی ہے یہ سن کر سوپر متو نے اطمینان کی سانس لی۔ آخر رُعب ر گیا...... دو دن کے بعد اُس نے نئے سوپر کو چارج دیا تو وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"مسٹر مہتا! جیل کو دھرم میں نہ بدل دینا۔ اپنے سماج سدھار طریقے یہاں نہ پھیلانا ور بدمعاش خراب ہوجائیں گے۔" جواب میں نیا سوپر صرف مسکرا دیا۔

O

نئے صاحب پہلی بار راؤنڈ پر نکلے تو جگت کو ڈاکٹر کے الفاظ یاد آ گئے۔ "وہ بہت بھلا آد ہے۔" اُسے نئے سوپر کو دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ ایک کے بعد ایک قیدی سے باتیں کرتے ہو وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ جگت دروازے کی سلاخیں پکڑے انتظار کر رہا تھا۔ قدم برابر والے سل کے قریب جاکر رُک گئے۔ جگت بڑبڑایا۔

"نئے آتے ہیں تو سب ہی ایسے اچھے ہوتے ہیں۔" مگر اُس نے دیکھا کہ صاحب اُس ک جانب توجہ دیئے بغیر ہی اُس کا سیل پار کر کے آگے بڑھ گئے۔ جگت نے ہونٹ کاٹے۔ اسے دیکھ کے لئے اس طرح کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے میری جانب دیکھا تک نہیں۔ ج نے سوچا۔

دوسرے دن صاحب پھر راؤنڈ پر نکلے تب جگت نے اپنا کارنامہ دکھانے کا فیصلہ کیا۔ صاحب جب راؤنڈ پر ہوتے تو ہر قیدی اُن کے احترام میں کھڑا ہو جاتا، اُنہیں سلام کرتا یا ہاتھ جوڑتا نظ آتا۔ برابر والے قیدیوں کی بیڑیوں کی آواز آنے لگی۔ جس سے جگت نے اندازہ لگایا کہ سوپر آر ہے۔ وہ دروازے کی جانب پشت کر کے لیٹ گیا۔ چوکیدار نے آہستگی سے کہا۔

"اُٹھو! کھڑے ہو جاؤ۔ صاحب آ رہے ہیں۔"

جگت نے بلند آواز میں کہا۔ "ارے جاؤ...... تمہارے صاحب جیسے بہت سارے راستے بم بھٹکتے دیکھے ہیں۔"

صاحب نے سن لیا۔ یہ دیکھ کر چوکیدار بری طرح جھینپ گیا۔ صاحب آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی رُکتے ہوئے چوکیدار کی آواز جگت کے کانوں سے ٹکرائی۔

"صاحب وہ بڑا بدتمیز ہے۔ متو صاحب نے لوہے ہنٹر لگائے مگر اپنی جہالت نہیں چھوڑتا۔" ہی آواز سے جگت لرز گیا۔ اچانک اُس کا ہاتھ پشت پر چلا گیا۔ ابھی وہاں درد ہو رہا تھا۔

"کل دوسرے ہنٹر لگیں گے۔" وہ بڑبڑایا۔ اور پھر لاپرواہی سے ہنس دیا۔

O

جب چندن کور آنسو بہاتی ہوئی سیل سے گئی تھی وہ منظر جگت کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گیا تھا۔ متو ے کے خلاف غصہ اُس نے چندن پر کیوں اُتارا؟ جب وہ بیٹے کی قسم دے کر چلنے لگی اُس وقت ے روکا کیوں نہیں؟ اُسی لمحے مجھے کہہ دینا چاہئے تھا۔

"تم پریشان نہ ہو۔ ٹھہرو! میں تمہارے سامنے بھوک ہڑتال توڑتا ہوں۔" جس عورت نے اس خاطر دُکھ جھیلے تھے، اُس کا دل دُکھا کر اسے کیا ملا؟ اس کی محبت کا خیال کیوں نہیں رکھا؟ آج پہلے اُس نے چندن کور کو اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا۔ ارے بے رحم! تم سکھ نہیں دے سکتے رنج بھی کیوں کرتے ہو؟ اس نے ہمیشہ تمہارے سکھ کا خیال رکھا ہے۔ ویرو کے بارے میں اس ہی منہ نہیں بگاڑا بلکہ وہ ویرو کو ہنسی خوشی ساتھ دیکھنے پر آمادہ تھی اس سے ایسا غلط سلوک کیا۔

اُس کا دل اُسے کچوکے لگانے لگا۔ یہ بے قراری کی تیسری رات تھی۔ جگت کسی طرح سو نہیں ا۔ دس بجے جیل میں سناٹا چھا گیا تھا۔ تھکے ہارے قیدی گہری نیند سو رہے تھے۔ برسات کی کی دبیز چادر ماحول پر مسلط تھی۔ باہر ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ سیل کے عقب والے درخت پر پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کرتے ہوئے گر رہے تھے۔ جگت بہت زیادہ پریشان تھا۔ اُسے محسوس ہے چندن کور کے آنسو اُس کے پتھر دل کو پگھلانے کے لئے اب بھی مسلسل گر رہے ہوں۔ اس کے آتے ہی جگت کو رونے کی خواہش ہوئی مگر آنسو آنکھوں سے باہر نہ آ سکے۔ اُس نے زور لکیں بند کر لیں۔ ٹھنڈی ہوا کی لہریں اُسے تھپتھپا رہی تھیں۔ جلد آنکھوں میں سپنوں کی دنیا ہو گئی۔

جگت کو بہت کم خواب آتے تھے۔ پھر یہ خواب بھی عجیب تھا۔ آہستہ آہستہ سیل کی کوٹھڑی کمرے یل ہو گئی۔ سامنے سفید چادر والے بستر پر چندن سوئی ہوئی تھی۔ سفید لباس، سر پر تاج، اُس ابر و ویرو بیٹھی تھی۔ چندن کور کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔

"ویرو بہن......!"

یرو سر جھکا کر بولی۔ "کیا بات ہے چندن! تمہاری آنکھوں میں آنسو؟ اب تو ہم تینوں ساتھ ہیں۔"

میں تو کچھ گھنٹوں کی مہمان ہوں بہن!" جگت نے چندن کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں ے آنسو تھے۔ "میرا کام پورا ہو گیا۔ تم ان کا خیال رکھنا۔ ست پال کو اپنا بیٹا سمجھنا۔"

ل میں گیارہ کے گھنٹے کی آواز بھی جگت کو سنائی نہیں دی۔ سوپر مہتا رات کے راؤنڈ پر تھے۔ ہر سیل کے پاس جاکر دروازے سے بندھی ہوئی زنجیر کھینچ کر یقین کر لیتا تھا کہ قیدی اندر

ہی ہے۔ جگت کی بیڑی سے بندھی ہوئی زنجیر کھنچنے پر وہ چونک کر بیدار ہو گیا۔ خواب پھر حقیقت بدل گیا۔ چندن اور ویرو غائب ہو گئیں۔ جگت نے آنکھیں ملیں۔ دوسرا کوئی وقت ہوتا تو وہ چوکید کو دو چار گالیاں دے دیتا۔ "سالے! نیند میں پریشان کرتے ہو" مگر اس وقت اس عجیب خواب نے اُس کے دل و دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ ابھی اس کا اثر کم نہیں ہوا تھا کہ وہ ادھورا سپنا اُ نے جاگتے میں دیکھا، کیا وہ کوئی اشارہ تھا؟ چندن سفید لباس اور تاج میں مہارانی نظر آتی تھی۔ ا کے باوجود جب وہ ویرو سے بات کر رہی تھی اُس کی آواز میں کتنا درد تھا۔

جگت بیٹھا رہا۔ وہ گم صم سا خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر جیسے وہ سب کچھ بھول گیا اور کلائی زنجیر کو کھنکھاتا ہوا اُن کی آواز کے ساتھ درد بھری آواز میں گانا گانے لگا۔

"ایک ہوا ایسی چلی کہ دشمن زمانہ ہو گیا"

خاموش رات جیسے سلگ اُٹھی۔ جگت کی آواز کا درد پورے ماحول پر مدہوشی طاری کرنے لا ہوا کے جھونکوں سے جھومتے درخت بھی جیسے تھم گئے۔ اس وقت سوپر مہتا راؤنڈ پورا کر کے سیل عقب سے گزر رہے تھے۔ جگت کی درد بھری آواز نے اُن کے قدم تھام لئے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔

"یہ گیت کون گا رہا ہے؟ کتنا درد بھرا ہے اس کی آواز میں؟ یقیناً کوئی دُکھی دل ہے۔ شاید فنکار ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سوپر نے ٹارچ کی روشنی میں سیل کی عقبی دیوار پر نمبر پڑھا۔ "ایکس۔" دل کا درد زبان سے دُور کرنے کے بعد جگت سو گیا مگر سوپر مہتا کی آنکھوں کی نیند اُڑ گئی۔ سا رات اُس کے کانوں میں گیت گونجتا رہا۔

○

چوکیدار نے ٹہلنے کے لئے سیل کا دروازہ کھولا۔ جگت رات کے خواب میں کھویا ہوا تھا۔ ٹہ ہوئے اُس نے سترہ نمبر سیل کے قیدی ہنس راج کو آواز دی۔

"یار! رات بڑا عجیب خواب دیکھا۔" پھر اُسے پوری تفصیل بتائی۔ "ہنس راج! میں بہت بےچین ہو گیا ہوں۔ کیا پراسرار خواب تھا۔"

"یار جگا! یہ تو منحوس اشارہ ہے۔ بھابھی کسی مصیبت میں پھنس گئی ہیں۔" یہ سن کر جگا سنا میں آ گیا۔ اُسے اپنی ذات سے نفرت محسوس ہوئی۔ اُس کے ہاتھ جڑ گئے۔ اُس نے گرو گوبند کو کیا۔

"اے بھگوان! میری وجہ سے چندن پر کوئی مصیبت نہ آئے اتنی مہربانی کرنا۔ نہیں تو میں زن بھر پچھتاوے کی آگ میں جلتا رہوں گا۔"

جگت چپ کیوں ہو گیا؟ ہنس راج کو بھی فکر ہونے لگی۔ "جگت! گھر خط لکھ کر بھابھی کی خیر معلوم کر لو۔" پھر اطمینان دلانے کے لئے بولا۔ "اکثر خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔" مگر جگت لئے دلاسہ فضول تھا۔ ٹہلنے کا وقت پورا ہوا تو داروغہ آ گیا۔

"نمبر ایکس! تمہیں سوپر صاحب بلا رہے ہیں۔" جگت چونکا۔

"کیا کوئی منحوس خبر دینے کے لئے بلایا گیا ہے؟" اُس نے سوچا۔

"کل تم نے صاحب کے سامنے اُلٹی سیدھی بکواس کی تھی، تبھی میں سمجھ گیا کہ آج صاحب بلائیں گے۔" ایک چوکیدار اور بڑبڑایا۔

بےقراری کو جھٹک کر اُس نے غصہ طاری کر لیا۔ "لے چلو مجھے وہاں۔ تمہارے صاحب سے کون ڈرتا ہے؟ موت کے فرشتے کا بھی بلاوا آئے تو بھی تم میرے چہرے پر خوف و ہراس نہیں دیکھو گے، پھر تمہارے سوپر صاحب کیا چیز ہیں؟" چوکیدار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جگت اکثر سوپر کو سور کہہ کر گالی دیتا تھا۔ دوسری جیل میں بھی یہ لفظ مشہور ہو گیا تھا۔

○

مدن موہن مہتا میز پر پڑی فائل پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی لمحے ایک چوکیدار اندر داخل ہوا۔ "صاحب! ہم ایکس نمبر کو لے آئے۔" یہ کہہ کر وہ قیدیوں کی ملاقات والی جالی کھولنے بڑھا۔

"یہ کیوں کھول رہا ہے؟"

"آپ نے ایکس نمبر کو بلایا ہے۔"

"بالکل...... مگر میں جالی میں سے بات نہیں کروں گا۔ اُسے اندر لے آؤ!"

وہ عجیب سا منہ بناتا ہوا چلا گیا۔ مہتا پھر کام میں مشغول ہو گیا۔ چوکیدار قیدی کو لے آئے، پھر بھی اُس نے چند منٹ سر نہیں اُٹھایا۔

"بڑا صاحب ہونے کا رُعب جما رہا ہے۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا، پھر خلل اندازی کی غرض سے بیڑی کھڑکائی۔

جیسے ہی سوپر صاحب نے سر اُٹھایا وہ کہنا چاہتے تھے آ گیا؟ مگر سامنے کھڑے ہوئے قیدی کی حالت دیکھ کر اُن کے جیسے آگ لگ گئی۔ وہ کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ جگا کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔

"یہ کیا؟ جانور کی طرح اس کا منہ کیوں باندھ دیا گیا؟"

چوکیدار جھینپ گئے۔ مگر جگا کو حیرت ہوئی۔ منہ کھلا ہوتا تو وہ کہہ دیتا جیل میں تم قیدیوں کو جانوروں کی طرح رکھتے ہو، اُوپر سے بھلائی جتا رہے ہو۔

"صاحب! اسے ہمیشہ اسی طرح باہر لانا پڑتا ہے۔" چوکیدار سوپر کے بھولپن پر رحم کھاتے ہوئے بولے۔ "اس کی زبان دراز ہے۔ بڑے صاحبوں کو دیکھ کر اکڑ جاتا ہے اور گندی گالیاں بکنے لگتا ہے۔ نصف گھنٹے کی محنت کے بعد ہم چاروں نے مل کر اس کا منہ باندھا ہے۔"

مہتا نے سر تا پا جگا کو دیکھا، پھر تحکمانہ لہجے میں بولے۔ "اس کا منہ کھول دو!"

چوکیدار اُلجھن میں پڑ گئے۔ صاحب کو گالیاں کھانے کی خواہش ہے۔ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ جگا کو سب سے پہلے اسی چوکیدار کو گالی دینے کی خواہش ہوئی۔

"کھولو...... میں حکم دیتا ہوں۔" مہتا نے سخت لہجے میں کہا۔ منہ کھولا گیا۔ جگا کچھ بولنے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا اسی لئے مہتا نے دوسرا حکم دیا۔ "اب اس کے ہاتھ کھول دو!"

چوکیدار نے برداشت نہ کر سکا۔ "صاحب! یہ خطرناک قیدی ہے۔ آپ اسے نہیں جانتے۔"

"میں اسے جاننا چاہتا ہوں۔" پھر میز پر فائل پٹخ کر بولے۔ "دو گھنٹے سے اس کا ریکارڈ پڑھ

رہا ہوں۔ جلدی کرو! اس کے ہاتھ کھولو۔"

جگا کو یہ سب عجیب لگ رہا تھا۔ صاحب کو مجھے بتانا پڑے گا کہ میں کون ہوں؟ اس وقت تک یہ مجھے نہیں پہچانے گا۔ جگا نے سوچا۔ چوکیداروں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے ہاتھ کھول دیئے۔ نہ جانے کیا ہو جائے اس خوف کے تحت دونوں پیچھے ہٹ گئے۔

"اب تم دونوں باہر چلے جاؤ!" چوکیداروں نے دانت پیس لئے۔ صاحب پاگل ہو گئے ہیں شاید۔ اُنہوں نے سوچا۔ پھر ایک نے ہمت کر کے کہا۔

"نہیں صاحب! یہ نہیں ہوگا۔ آپ نئے ہیں مگر ہم اس کے پیچھے مہینوں سے جھک مار رہے ہیں۔ اس نے ایک چوکیدار کے پیٹ میں لات مار کر اُسے ہسپتال جانے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"یہ امرتسر جیل میں چھوٹے سوپر سے رائفل چھین لینے کی کوشش بھی کر چکا ہے۔" دوسرے نے ساتھ دیا۔ "نوے ہنٹر بھی اس بدماغ پر اثر نہیں کر سکے۔"

"بکواس بند کرو!" سوپر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "میں افسر ہوں یا تم؟" پھر دروازے کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولے۔ "چلے جاؤ!" جگا کو یہ تماشہ دیکھنے میں لطف آیا۔ وہ بھی موقعے کی تلاش میں تھا۔ قریب ہونے کے باوجود اُس نے زبان نہیں چلائی۔

"صاحب! اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو ہم ذمہ دار نہیں۔" یہ کہہ کر دونوں چوکیدار غصے میں باہر چلے گئے۔ جگا نے دونوں ہاتھ کے پنجے ایک بار بند کر کے کھول لئے، پھر کھلتے دروازے کی جانب دیکھا۔ چوکیدار پردے کے پیچھے سے دیکھ رہے تھے۔ سوپر صاحب نے اُنہیں دیکھ لیا۔ وہ نہ جانے کیا سوچ کر دروازے کی جانب جھپٹے، جگا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا مگر مہتا نے جب کمرے کا دروازہ بند کیا تو اُس پر شیطان سوار ہو گیا۔ اُس نے سوپر صاحب کو دیکھا۔ کمزور جسم اور پتلی گردن دیکھ کر اُس کی رگیں تن گئیں۔ اتنی دیر میں مہتا دروازے کی چٹخنی چڑھا کر اپنی کرسی کی جانب بڑھے۔ جگا کے دل میں جھپٹ پڑنے کی خواہش بیدار ہوئی مگر موقع نکل چکا تھا۔ اُس کا ذہن سوپر کو ختم کر کے فرار ہونے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سوپر کے پاس ایک پستول ہوتا ہے یہ اُس نے سنا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ پستول کہاں ہے؟ کیا میز کی دراز میں؟ اس کا گلا دبا دیا جائے تو بھی فرار ہوتے وقت اسلحہ چاہئے۔ اُس وقت مہتا کرسی کے عقب میں کھلی کھڑکی سے جھانک رہے تھے۔ یہ موقع ضائع کرنے کا نہیں تھا۔ وہ بے آواز آہستہ قدموں سے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلا کر دانت پیتا اُن کی جانب بڑھا۔ صرف سات آٹھ دم کا فاصلہ رہ گیا تھا تو مہتا نے پیٹھ پھیر لی۔ کیا یہ شخص اس کا ارادہ سمجھ گیا ہوگا؟ اسی شک کے تحت جگا نے ہاتھ کے پنجے نیچے کر لئے۔ اُس کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے اُس نے مہتا کے چہرے کی جانب دیکھا۔ پہلی بار دونوں کی نظریں ٹکرائیں...... مہتا چونکے...... یہ کیا؟ ان کی آنکھیں دیکھی ہوئی سی محسوس ہوئیں۔ اُس کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ بالکل ٹھیک...... ان کی آنکھیں کرچین ڈاکٹر جیسی ہیں۔ ہمدردی بھری اور رحم آمیز...... فرشتے جیسا چہرہ پا کر اس کے ذہن کا شیطان بھاگ تو نہیں جائے گا؟ اُسے ڈر لگا......

"کھڑے کیوں ہو...... بیٹھو!"

جگا پھر چونکا۔ وہ سور اس کا مذاق اُڑاتا ہے وہ اسے بیٹھنے کو کہہ رہا تھا۔ اتنے میٹھے لہجے میں کہنے

ضرورت کیا ہے؟

"بیٹھو! ہم باتیں کریں گے۔" مہتا نے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ جگا کو نہ جانے کیا سوجھا کہ نیچے بیٹھ گیا۔

"ارے فرش پر نہیں۔ میں نے تمہیں کرسی پر بیٹھنے کو کہا ہے۔" مہتا کرسی سے کھڑے ہو گئے۔

"اس وقت میں نیچے ہی بیٹھتا ہوں۔ کسی کا حکم ماننے کی میری عادت نہیں ہے۔" جگا نے ل لہجے میں کہا۔ مہتا ہنستے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

"اگر تم نیچے بیٹھو گے تو بات کا مزہ کیسے آ سکتا ہے؟" یہ کہہ کر مہتا نے جگت کا بازو تھام کر اُسے ی پر بٹھا دیا۔

یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے؟ جگا دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ ممکن ہے مجھے بہلا کر کام نکالنا چاہتا ہو۔ چند لمحے دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھتے رہے۔

"کل رات تم کیا گا رہے تھے؟" سوپر نے سوال کیا۔ جگت چونکا۔ اب پتہ چلا کہ ڈانٹنے کے سوپر سبب تلاش کر رہا تھا۔ "تمہاری آواز پیاری ہے......" مہتا بولے۔ "مگر اس میں اتنا درد ں ہے؟"

جگت کو رات گائی ہوئی غزل یاد آ گئی۔ وہ دل میں اُسے پھر دہرانے لگا۔ مگر درد وغیرہ والی اُس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اُس نے سوپر کی جانب دیکھا۔ "ہمیں جیل میں گیت سنگیت اور ے کا پروگرام کرنا ہے۔ وزیر صاحب آنے والے ہیں۔ تب تم ایک آدھ چیز پیش کرنا۔"

بس...... جگت کو جوش میں آنے کا بہانہ مل گیا۔ چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ "میں کوئی ئی نہیں ہوں کہ گانے گا کر لوگوں کے دل بہلاؤں۔" پھر بلند لہجے میں بولا۔ "مجھے ناچ گانے سخت نفرت ہے۔ میں نے ایک بار اسی لئے اپنی نو بیاہتا بیوی کا گلا دبا دیا تھا۔" اُس کے ہاتھ نیچے پھیل گئے اور چہرے پر خون اُتر آیا۔ "اور اب تمہارا......"

"رُک کیوں گئے؟ میرا گلا دبانے کی خواہش ہو رہی ہے یہی کہنا چاہتے ہو؟" سوپر نے عام لہجے میں کہا۔ جگت کی کلائی کا زور ختم ہو گیا۔ ارے یہ تو دل کی بات بھی جانتا ہے۔ جگت نے ا۔ "یقیناً تمہاری آواز میں اتنا درد، ایسی مقناطیسی ہے کہ اگر تم ریاض کرو تو اچھے گانے والے سکتے ہو۔"

"میں نے ایک بار کہا کہ مجھے یہ دھندہ پسند نہیں ہے۔" جگت نے اُن سے نظر ملائے بغیر کہا۔ دیر خاموشی چھا گئی۔ کمرے کے باہر کھڑے چوکیدار اُلجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ ازے پر کان رکھ کر سننے لگے مگر اندر سناٹا تھا۔ کوئی آہٹ کیوں نہیں ہو رہی؟ اُنہیں ڈر بھی لگا۔ نے صاحب کو ختم تو نہیں کر دیا؟

"خیر...... ختم کرو!" سوپر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اب تم یہ بتاؤ کہ اتنے جھگڑے ل کرتے ہو؟"

جگت کو غصہ آ گیا۔ اس شخص کو گرم ہونا ہی نہیں آتا یہ پھر وہی خود ٹھنڈا پڑ گیا ہے؟ "مجھے جیل کیوں رکھا گیا ہے؟" وہ کچھ سختی سے بولا۔ اُس نے جواب کی بجائے سوال کیا۔

''اچھا...... میں تمہیں جیل کی بجائے بیرک میں رکھوں تو پھر شرارت تو نہیں کرو گے؟'' اب جگت اُلجھ گیا۔ اُسے ڈر لگا کہ وہ سوپر کی نرمی اور ٹھہراؤ کے سامنے ہار جائے گا لہٰذا اُس نے سیدھا جواب نہیں دیا۔

''میں ایسی کسی شرط کا پابند نہیں ہوں۔'' جگا مزید بولا۔ ''شکایت نہ سنو گے تو شرارت ہوگی۔''

''شکایت؟ تمہاری کیا شکایت ہے؟'' مہتا نے پوچھا۔

جگا نے قیدیوں کے درمیان جھگڑے کی تفصیل بتائی۔ ''ہمارے ماجا قیدی زیادہ ہیں۔ پھر بھی جیل والے ان میں سے بہت کم کو سیٹ بناتے ہیں اور مالوا کی زیادہ موافقت کرتے ہیں۔''

''بس...... صرف اتنی سی بات؟'' مہتا بول اُٹھے۔ ''ایسی ناانصافی میں نہیں ہونے دوں گا۔ اب بولو!'' جگت کے لئے اب کوئی بات نہیں تھی۔ سوچتے ہوئے اُسے ہنس راج یاد آیا۔

''میری طرح سترہ نمبر کے سیل میں ہنس راج کو بھی رکھا گیا ہے۔''

''اُسے بھی تمہارے پاس بیرک میں بھیج دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر مہتا اُٹھا، دروازے کی کنڈی کھولی۔ دروازہ کھلتے ہی چوکیدار اندر آ گئے مگر جگت کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھ کر اُن کے منہ لٹک گئے۔ صاحب نے اُسے کمرے میں بٹھایا یہ بھی عجیب سی بات تھی۔

''اسے لے جاؤ!'' سوپر نے حکم دیا۔ ''مگر جیل میں نہیں، بیرک میں۔ اور سترہ نمبر کو بھی بیرک میں بھیج دو!''

''جگا......!'' عقب سے آواز آئی۔ ''اُس پروگرام کے متعلق سوچنا۔'' جگت جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ مدن موہن مہتا بہت دیر تک دروازے سے نہیں ہٹ سکے۔ اس قیدی کی خودداری نے اُنہیں متاثر کیا تھا۔

''جگا! تم نے یہ کیا جادو کر دیا؟'' بیرک میں آنے کے بعد ہنس راج متعجب لہجے میں بولا۔ ''تمہاری کیا کیا بات ہوئی؟ یہ تو بتاؤ!'' جگت نے تمام تفصیل سنا کر کہا۔

''مجھے ڈرامے میں کام کرنے کو کہا۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔''

''ایسا کیوں کیا جگا؟ یہ تو فرار کا بہترین موقع ہوتا۔'' ہنس راج نے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ اُسے پہلے یہ کیوں نہیں سوجھا؟ پھر یاد آیا۔

''ہنس راج! اُس نے مجھے سوچ کر جواب دینے کو کہا ہے۔ اب پوچھے گا تو ہاں کہہ دوں گا۔''

''ارے پوچھنے کا انتظار کرنے کی بجائے چوکیدار کے ذریعے ہاں کہلوا دو! وہ خوش ہو جائیں گے۔'' اور مدن موہن مہتا جواب سن کر خوش ہو گئے۔ جگت اتنی جلدی مان جائے گا اس کا اُنکو اندازہ ہی نہیں تھا۔

○

تیسرے دن گھر سے خط آیا۔ خط پڑھ کر جگت کے دل کو جھٹکا سا لگا۔

''جگت! تمہارا کیا ہوا اب ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ تمہارے جیسا قصائی بیٹا بھگوان کسی کو نہ دے۔ تمہیں ہم میں سے کسی پر رحم نہیں آیا لیکن چندن کور کی خوشی کی خاطر یہ تم ضد چھوڑ دیتے۔ اُس بھلی عورت نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تم نے اس کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ وہاں سے واپس آتے ہی اُس

کے دماغ پر اثر ہو گیا ہے۔ صبح و شام دو پوٹلیاں شانے پر رکھتی ہے۔ تمہاری ماں پوچھتی ہے کہ بہو بیٹا! کیا کر رہی ہے؟ تو کہتی ہے ماں جی! میں اُن سے ملنے جا رہی ہوں۔ جیل والے انہیں کھانا نہیں دیتے اس لئے کھانا لے کر جا رہی ہوں۔ ہمارے سب کے نصیب کی خرابی ہے کہ جوان بہو پاگل ہو گئی۔ بے چارے سوا سال کے بیٹے کا کیا جرم کہ اُس نے باپ کا پیار اور ماں کی محبت نہ دیکھی۔ تمہارے مقدمے کے پیچھے خوار ہوئے، بہو کی دوا کا خرچ کہاں سے نکالیں؟ سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی کیسے پتہ کہ ہماری بہو صحت مند ہوتی بھی ہے یا نہیں؟ تمہاری تو ہم نے آس چھوڑ دی ہے...... تمہارا کم نصیب باپ۔''

خط پورا ہونے سے پہلے جگت کی آنکھیں اُمنڈ آئیں جس سے لکھائی کی سیاہی بھی ڈھلنے لگی۔

''چندن! مجھے معاف کر دینا۔'' اُس نے کہا، پھر جوش میں آ کر دیوار سے سر ٹکرانے لگا۔

آواز سن کر ہنس راج دوڑتا ہوا آ گیا اور جگت کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دور گھسیٹ لے گیا۔ ''ارے پاگل! یہ کیا کر رہا ہے؟''

جگا کی پیشانی سے خون کی لکیر بہنے لگی۔ آنسوؤں اور خون سے اُس کے رُخسار بھیگنے لگے۔

''ہنس راج! چندن پاگل ہو گئی۔ میرا خواب سچا تھا۔'' سسکیاں بھرتا ہوا جگت بولا۔ قیدی اور لیڈر اس سر پھرے جگا کو بچوں کی طرح روتا دیکھ کر حیرت میں غرق ہو گئے۔ ہنس راج نے اُسے سمجھایا۔

''جگت! خود کو سنبھالو۔ فرار ہونے کے لئے ڈرامہ کھیلنا ہے یہ نہ بھولو!'' جگا کے دل میں چندن سے ملنے کی خواہش جاگنے لگی۔ جگت نے آنسو خشک کر لئے۔ چہرے پر پھیلی ہوئی اُداسی ختم ہوتے ہی اُس نے دل مضبوط کر لیا۔ باپو کے دیئے ہوئے طعنے سے اُس کا ذہن جل اُٹھا اور فرار ہونے کا خیال ذہن میں جڑ پکڑنے لگا۔ سوپر مہتا کو دھوکہ دینے کا کام آسان تھا۔

○

مدن موہن مہتا نے جیل سدھار کے اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ جیل قیدیوں کا پنجرہ بن گیا تھا۔ قیدیوں کو بند رکھو، ان سے مزدوری کراؤ، ضرورت پڑنے پر ظلم کرو۔ اس طرح اس کے جرم کا بدلہ پورا ہو جاتا ہے۔ مگر مدن موہن مہتا کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا۔ انسان پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، حالات اور صحبت اسے مجرم بنا دیتے ہیں۔ سماج سے ایسے مجرموں کو الگ کرنے کے لئے قانون سزا دیتا ہے۔ جیل بھیج دیتا ہے۔ مگر سزا کاٹنے کے بعد کیا انسان سماج میں مل جاتا ہے؟ تب اس کا دل، اس کے خیالات بہت زیادہ بگڑ چکے ہوتے ہیں۔ وہ سماج سے دور رہ کر سماج کا دشمن بن جاتا ہے۔ پھر جرائم کے سلسلوں میں گم ہو جاتا ہے۔

پھر جیل کا فائدہ کیا؟ مدن موہن مہتا کو سالوں سے یہ سوال اُلجھا رہا تھا۔ ملک تقسیم ہونے سے پہلے وہ شیخوپورہ کے علاقے میں مجسٹریٹ تھے۔ مجرموں کو سزا دینے کے بعد یہ فرض کر لیتے کہ انہوں نے سماج میں سے ایک مجرم کو کم کر دیا۔ مگر پھر وہی شخص اور زیادہ بھیانک جرم کر کے اُن کے سامنے آتا، تب اُن کے پرانے خیالات ٹوٹ جاتے۔ پھر ایسے انصاف کا مقصد کیا؟ انسان کو جیل میں رکھنے کا فائدہ کیا ہوا؟ جس طرح آدمی انتقام لینے کی خاطر جرم کرتا ہے اسی طرح وہ قانون بھی مجرم

ے انتقام لینے کے لئے سزا دیتا ہے۔ پھر قیدی اور قانون میں کیا فرق؟ مہتا کو جیسے انصاف کی کر کاٹنے لگی۔ تقسیم کے بعد بھارت آکر انہوں نے جیل کی جانب دل کو موڑا۔ وہاں جا کر وہ کچھ سکیں گے اس منصوبے کے تحت انہوں نے کام شروع کیا تھا۔ مگر جیل کے قیدیوں کے طرح جیل کے افسران بھی پکے ہو گئے تھے۔ وہ مہتا کی بات پر ہنس دیئے۔

''یہ بھوت لاتوں سے سیدھے چلتے ہیں باتوں سے نہیں۔ ہمیں تو اپنی ترقی کی جانب دھیا دینا ہے۔'' جیل کے افسران کہتے۔

مدن موہن مہتا ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ جہالت اور سدھار کے درمیان جنگ شروع ہو گئ جالندھر جیل میں مہتا کو اپنے کام کا نتیجہ دکھائی دینے لگا۔ اسی دوران ان کا فیروز پور جیل میں تبا ہو گیا۔ آتے ہی انہوں نے سر پھرے قیدی جگا کا کیس ہاتھ میں لیا اور جیل میں اختلاف شروع گیا۔

''ایسے بدمعاش پر رحم کر کے سوپر صاحب قیدیوں کو خراب کر رہے ہیں۔ پھر تو اچھے اور بُ قیدی کے درمیان فرق نہیں رہے گا۔''

مہتا نے سب سے پہلا کام جیل رنگنے کا کیا۔ سالوں سے جیل کے دروازے سیاہ رکھے جا تھے۔ یہاں آنے والے ہر قیدی کو معلوم ہوتا کہ وہ کال کوٹھڑی میں بند کیا جا رہا ہے۔ مہتا کو یہ نہیں تھا۔ جیل کا دروازہ گھر کے دروازے کی طرح رنگین کیوں نہ ہو؟ دوسرا کام جیل میں پھلوار اور باغیچہ ٹھیک کرنے کا کیا تاکہ خوبصورت اور رنگین طرح طرح کے پھول دیکھ کر قیدیوں کے خوش ہوں۔ جسم کے مریضوں کے لئے ہسپتال ہوتے ہیں اسی طرح دماغ کے مریضوں کے پاگل خانے ہوتے ہیں، اسی طرح جیل بھی من کے مریضوں کے علاج کے لئے ایک جگہ ہے انہیں اچھا کرنا ہو تو بند جگہوں کی حالت بدلنی ہوگی۔ اس تمام گڑبڑی میں سوپر نے جگا سے جو وعدہ کیا تھا اُن کے ذہن سے نکل گیا۔ ماجا قیدیوں کو میٹ بنانے کا مطالبہ ایک طرف رکھ دیا گیا ہے، کو وہم گزرا۔ ضرور یہ شخص میرے ساتھ چالبازی کر رہا ہے۔ وزیر صاحب جیل کے معائنے لئے آنے والے ہیں اس لئے اچھا برتاؤ کر رہا ہے اور ہمیں بہلا کر پروگرام میں رکھ لیا۔ کام ہونے کے بعد دوسرے سوپروں کی طرح یہ بھی بدل جائے گا۔ ہنس راج اُس سے بار بار کہتا تھا۔

''جگت! تم گانے بجانے میں مشغول ہو کر اپنا پروگرام بھولنے لگے ہو۔ اب میرا ضبط ختم ہو ہے۔ تم ساتھ نہیں دو گے تو میں اکیلا فرار ہو جاؤں گا۔''

''یار! کچھ دن رُک جاؤ۔ اپنی بھابھی کی حالت تو جانتے ہو۔ ابھی اگر میں نے کچھ کیا صدمے سے وہ بالکل پاگل ہو جائے گی۔''

''مگر میری بیوی دوسرے کی محبت میں پاگل ہوئی ہے یہ خیال میں کب تک برداشت کرتا ہوں؟ تم مہتا کی میٹھی میٹھی باتوں میں آ جاؤ گے۔'' ہنس راج کا غصہ جگت کو لگ گیا۔ سوپر کے احسان کے بوجھ لئے اس کی آن تو نہیں دب جائے گی؟ اُسے ڈر لگا۔ کچھ دن پہلے گھر سے خط آ وہ چونکا تھا۔ باپو نے لکھا تھا۔

''بیٹا! چندن کور کی خبر پا کر تم صبح ہو گئے ہوا ایسا محسوس ہوتا ہے۔ دیر سے سہی مگر کچھ عقل تو آ

تمہاری بھیجی ہوئی مہنگی دوا یہاں کے ڈاکٹر کو دکھائی۔ وہ بھی خوش ہوئے۔

جگت سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے تو دوا بھیجی نہیں ہے، پھر کس نے بھیجی ہوگی؟

''میں نے بھیجی تھی۔'' اُسے آفس میں بلا کر سوپر نے بتایا۔ ''تمہارے سارے خط میرے پاس سے ہو کر جاتے ہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ پڑھتا ہوں۔ جیل کے ڈاکٹر کا مشورہ لے کر میں نے دوا بھیجی تھی۔

''مگر کس لئے؟'' اُس نے پوچھا۔

''تمہاری عورت کی صحت یابی کے لئے۔'' مہتا نے مختصر سا جواب دیا تو جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ وہ اختلاف کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا تو سوپر نے کہا۔ ''جگا! تم پریشان نہ ہو۔ میں تم سے دوا کی پائی پائی وصول کر لوں گا۔''

''مگر کس طرح؟'' جگا کا شک مضبوط ہو گیا کہ یہ شخص کوئی چالاکی کر رہا ہے۔ ''میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔''

''پیسے تم کما سکو گے۔ جیل کے کارخانے میں کام شروع کر دو!'' سوپر نے دیکھا جگت کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ''تمہیں اگر چندن کور کو صحت یاب کرنے کے لئے کچھ قربانی دینی ہے تو......'' اور آخری جملہ سن کر جگت ٹھنڈا ہو گیا۔

''چندن کور صحت یاب ہو تو میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں۔ میں چوبیس گھنٹے کام کر کے پیسے کماؤں گا۔'' وہ جوش میں بولا۔

''چوبیس گھنٹے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ آٹھ گھنٹے کام کرو گے تو بھی چلے گا۔'' تب سے جگت کارخانے جانے لگا اور دوسرے قیدیوں کو حیرت ہوئی۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

''طوفانی گھوڑوں کو صاحب سدھار رہے ہیں۔''

O

شام کے چار بجے جگت سر جھکائے کارخانے میں کام کر رہا تھا۔ اسی لمحے چوکیدار آیا۔

''تمہیں صاحب نے آفس میں بلایا ہے۔''

''کام ختم کر کے آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر کام میں مشغول ہو گیا۔

''نہیں...... ابھی آنے کو کہا ہے۔'' جگت نے اُسے آنکھیں دکھائیں۔ کام میں اُسے اتنی دلچسپی ہو گئی تھی کہ وہ خلل اندازی پر چراغ پا ہو جاتا تھا۔ وہ یہ سب چندن کور کی صحت یابی کے لئے کر رہا تھا اس خیال سے اُس کے دل کو راحت سی ملتی۔ اس پر زیادہ سے زیادہ کمانے کی دھن سوار ہو گئی تھی۔

''جاؤ! میں آتا ہوں۔'' اُس نے ناراضگی سے کہا۔ پھر خیال آیا کہ کیوں بلایا ہوگا؟ وہ سوپر کا آدمی ہو گیا ہے اس خیال سے اُسے نفرت تھی۔ پھر بھی صاحب اُس سے خود ملنے آتے رہتے تھے۔ وہ آفس میں داخل ہوا تو مہتا کسی سے باتیں کر رہے تھے۔

''اب وہ بالکل بدل گیا ہے۔'' جگت دروازے کے قریب رُک گیا۔ مہتا نے اُسے دیکھ لیا۔ آؤ جگا! دیکھو کون آیا ہے۔'' اُس نے دو قدم آگے بڑھ کر دیکھا تو اُسے دیوار کے قریب کرسیوں

پر ماں جی اور چندن کور بیٹھی نظر آئیں۔ لمحہ بھر تو وہ دونوں کی جانب حیرت سے دیکھتا رہا جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''میں نے انہیں بلایا ہے۔'' مہتا کرسی سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ ''تم اطمینان سے ملو میں راؤنڈ لگا کر آتا ہوں۔'' جگت سمجھ گیا کہ صاحب اُنہیں تنہائی کا موقع دے رہے ہیں۔

''آپ بیٹھیں۔ مجھے ان سے کوئی پرائیویٹ بات نہیں کرنی۔''

مہتا مسکرائے اور اُس کا شانہ تھپک کر باہر چلے گئے۔

ماں جی اُسے غور سے دیکھ رہی تھیں مگر چندن اسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی جیسے شرما رہی ہو۔ جگت کے دل میں پیار کا جوش لہریں لے رہا تھا۔ مگر فوراً ہی اُسے یاد آیا کہ چندن کور پہلے جیسی نہیں رہی۔ ممکن ہے کچھ پاگل پن کر بیٹھے۔ وہ بہت سنبھل کر آگے بڑھا۔ ماں کی نظریں اُس پر جم گئیں۔ آہستہ آہستہ اُن کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ہونٹ پھڑ پھڑائے۔

''بیٹا......!'' جگت نے جھک کر پیر چھوئے۔ تب اُن کی ممتا جاگ اُٹھی۔ ''سکھی رہو بیٹا!''

''چندن اب کیسی ہے؟'' یہ کہہ کر وہ چندن کے برابر جا بیٹھا۔ آہستہ سے چندن نے نظریں اُٹھا کر اُس کی جانب دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں پیار تھا مگر مسرت نظر نہیں آ رہی تھی۔

''ہم بہت دنوں بعد ملے ہیں......'' جگت نے سنبھل کر اُسے مخاطب کیا۔

''بہت دنوں بعد؟'' چندن حیرت سے بولی۔ ''ہم تو روز ملتے ہیں۔''

یہ سن کر جگت کو جھٹکا سا لگا۔ دل پر چوٹ سی لگی۔ ''روز ملتے ہیں؟'' وہ بڑبڑایا۔

''بیٹا! یہاں لے آئی تب بھی بہو یہی کہہ رہی تھی کہ وہ تو روز ملنے آتے ہیں پھر وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟'' ماں جی آہ بھر کر بولیں۔ ''بیٹا! تمہارے باپو کو کھانا دینے کھیت پر جا رہی تھی تو کہہ رہی تھی کہ آسمان پر اُڑنے والے گھوڑے پر اُس کو ایک فقیر نظر آئے۔''

''سفید گھوڑے پر ماں جی! اور فقیر نے سبز رنگ کے کپڑے پہنے تھے۔'' چندن درمیان میں بولی۔ ''میں نے تم سے کتنی بار کہا پھر بھی بھول گئیں؟''

''ہاں بیٹی! سفید گھوڑے پر سبز رنگ کے لباس میں فقیر دکھائی دیئے۔'' ماں نے اُس کا دل رکھنے کے لئے کہا۔ ''اس نے بہو سے کہا کہ جب تک تمہارا شوہر واپس نہیں آئے گا اس وقت تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور تم دونوں کو ملا دیا کروں گا۔'' جگت کو یہ سب کچھ، پراسرار لگا۔ چندن کور کا پاگل پن اس حد تک بڑھ گیا ہوگا یہ تو اُس نے سوچا تک نہیں تھا۔

''ماں! ست پال کیسا ہے؟'' جگت نے بات کا رُخ بدلا۔ اس سے پہلے کہ ماں جی کچھ جواب دیں، چندن بول اُٹھی۔

''ارے...... آپ تو اُسے روز کھلاتے ہیں۔ رات روتا ہے تو مجھے بیدار کر کے کہتے ہیں کہ چندن! اپنا بیٹا رو رہا ہے اسے ذرا بہلا دینا۔''

''پھر وہی بات......'' جگت اُلجھ گیا۔ اُس نے اشارے سے ماں جی کو باہر جانے کے لئے کہا۔ وہ چلی گئیں تو اُس نے چندن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا۔

''تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟''

چندن کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھیں پھیلا کر بولی۔ ''تم بھوکے رہو گے تو ن پھر رُوٹھ جاؤں گی۔''

''نہیں...... اب کبھی بھوکا نہیں رہوں گا چندن!'' جگت نے پیار سے اُس کا ہاتھ دبایا۔ ''تمہیں بھی دُکھ نہیں پہنچاؤں گا۔''

چندن کا ہاتھ جگت کے گلے میں لٹکتے ہوئے تعویز کے قریب گیا۔ وہ غور سے تعویز کو دیکھنے لگی۔ ویسا ہی تعویز تو فقیر نے پہنا تھا۔ تم کبھی اس تعویز کو اپنے گلے سے الگ نہ کرنا!'' یہ کہہ کر چندن لت سے لپٹ گئی۔ جگت کا دل بھر آیا۔

''نہیں...... یہ پاگل پن نہیں بلکہ سچے پیار کی آواز ہے۔'' اُس نے آہستہ آہستہ چندن کے سر ہاتھ پھیرا، تعویز پر اُسے دیر و یاد آ گئی مگر اس وقت اُس کے متعلق کچھ پوچھنا اُس کو عجیب سا لگا۔ کی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو جگت چندن سے الگ ہو گیا۔

''جگا! میں جیل کے ڈاکٹر سے مل کر آ رہا ہوں۔'' مدن موہن مہتا نے کمرے میں داخل ہوتے ئے کہا۔ پھر چندن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم انہیں وہاں لے جا رہے ہیں۔'' جگت پر کی جانب دیکھ کر سوچنے لگا یہ میری اتنی زیادہ فکر کیوں کر رہے ہیں؟

○

پنجاب کے وزیر اعلیٰ گوپی چند بھارگو جیل کے معائنے پر آنے والے تھے، اس کی تمام تیاری چکی تھی۔ مہمان کو خوش کرنے کے لئے جگت کو قوالی گانی تھی۔ کافی دن سے وہ روز ریاض کر رہا ۔ اس کی طرز بھی اُسی نے بنائی تھی۔ پروگرام سے دو دن پہلے بیرک کے اپنے ساتھیوں کے ھد اُس نے قوالی سنائی تو سب لوگ واہ واہ پکار اُٹھے۔

''شاباش جگا! یار تم تو چھپے رستم نکلے۔ تمہاری آواز میں تو بے انتہا مٹھاس ہے۔ تمہارے گلے جادو کا آج تک کسی کو پتہ ہی نہیں چلا جگا!'' ایک قیدی نے کہا۔

''یار! یہ تو سو پر صاحب کا جادو ہے۔ نہیں تو یہ سر پھرا آدمی وزیر صاحب کو خوش کرنے کے لئے ل گاتا؟'' دوسرا بولا۔

جگت کو یہ طعنے کھٹک گئے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ہنس راج درمیان میں بولا۔

''دوستو! یہ کام جگا نے ہمارے مفاد کے لئے کیا ہے۔ یہ اپنے مطالبات منظور کرانے کی ب ہے۔''

''ہمیں تو اس میں سوپر صاحب کی چال نظر آ رہی ہے۔'' بحث شروع ہو گئی۔ ''کام ختم ہونے بعد ہمارے مطالبات کو وہ پی جائیں گے۔''

''یہ بات سچ ہے۔ پہلے جگا کو ہمارا کام نکال لینا چاہئے۔'' دوسرے نے کہا۔

جگا خاموشی سے یہ سن رہا تھا۔ کبھی اُسے سوپر کی بھلائی نظر آتی تو کبھی ساتھیوں کا شک اُسے ان کر دیتا۔ اُس نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ پھر سب کو خاموش کر کے بولا۔ ''کل صبح ہم سوپر کی کا یقین کر لیں گے۔''

''کس طرح؟'' سب ایک ساتھ بولے۔ جگت نے سرگوشی کے ذریعے اپنا پلان سمجھایا۔ سب

حیرت میں پڑ گئے۔ ''کمال ہے..... تب تو سوپر کو جھکنا پڑے گا۔''

''مگر جگا! سوپر کے سامنے جا کر ٹھنڈے نہ ہو جانا۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ میں کل افیون کھا کر جاؤں گا۔ پھر وہ نہ میں ہوں۔''

''شاباش..... ہم سوپر کو تنگ کرنے میں ذرا بھی غفلت نہیں کریں گے۔''

''کل صبح فیصلے کے مطابق سب تیار رہو گے۔'' یہ کہہ کر جگا نے بات ختم کر دی۔

جگت نے وہ رات اُلجھن میں گزاری۔ وہ سوپر کا مقابلہ کر سکے گا؟ کیا احسان کو بھول کر رویہ اختیار کر سکے گا؟ دل میں چھپے ہوئے شیطان نے جیسے اُس سے کہا، اس سے ڈرنے کی ضرورت ہے؟ اس بہانے سوپر کی شرافت کا امتحان ہو جائے گا وہ واقعی سدھار کرنا چاہتا ہے یا پرست ہے؟ پلان یہ تھا کہ سوپر مٹو کی طرح سوپر مہتا کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔ صبح کار جانے کے لئے داروغہ بیرک کھولنے آئے تو اُسے دروازے نہ کھولنے دیئے جائیں اور صاف کہ جائے پہلے ہمارے مطالبات منظور کرو۔ ہمارے سردار سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو پھر کام پر جائیں گے۔'' سوپر مہتا کا سامنا کرنے کے لئے جگت نے افیون کا نشہ کیا تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ نشے صاحب کی آنکھیں اُسے پگھلا نہ سکیں گی۔ نو بجے داروغہ دوڑتا ہوا سوپر کے پاس پہنچا۔ ''ماجا کام کرنے سے منع کر رہے ہیں۔'' اور اُس نے قیدیوں کا پیغام دُہرایا۔

مہتا سوچ میں پڑ گئے۔ پہلے اُنہوں نے وہاں پہنچ کر سمجھانے کا ارادہ کیا مگر اُنہیں یہ ٹھیک لگا۔ ''تم جگا کو بلا لاؤ!'' اُنہوں نے داروغہ کو حکم دیا۔

جگت ہنس راج کو ساتھ لے کر چلا تب قیدی بیرک میں کہنے لگے۔

''دیکھنا! اس بار خالی ہاتھ نہ لوٹنا۔''

''جو راضی خوشی نہیں ملتا اُسے جگا زبردستی حاصل کر لیتا ہے۔'' جگا نے فضا میں گھونسہ لہرا کر جواب دیا۔ اُس کی آواز میں افیون کا جوش تھا۔ آفس میں داخل ہوتے ہی سوپر نے پوچھا۔

''کیوں جگا! قیدی اچانک کیوں بھڑک گئے؟''

''تم وعدے سے پھر گئے اس لئے قیدی بھڑک گئے۔'' جگت نے زبان چلائی۔ اُس کے کو سن کر مہتا چونک پڑے۔ معاملہ بگڑ جانے کا ڈر بھی تھا، تیزی سے سوچ کر انہوں نے جگت ساتھ آئے ہوئے ہنس راج سے کہا۔

''تم ذرا باہر جاؤ! مجھے اس سے چند باتیں کرنی ہیں۔''

ہنس راج نے جگت کی جانب دیکھا۔ جواب میں جگا رُعب کے ساتھ بولا۔ ''ہاں..... تم یہ میرا کیا بگاڑ لیں گے؟'' باہر کھڑے ہوئے چوکیدار خوش ہو رہے تھے کہ صاحب کو جگا کے مزاج کا پتہ چل گیا۔ بہت منہ چڑھایا تھا۔ ہنس راج باہر چلا گیا تو مہتا بولے۔

''جگا! پہلے بیٹھو اور مجھ سے سکون کے ساتھ بات کرو!''

''صاحب! میں سکون وکون کچھ نہیں جانتا۔'' جگت نے پُرجوش انداز میں میز پر گھونسہ ''آپ نے وعدہ کیا تھا۔ پھر وعدے سے پھرنے کا مطلب کیا ہے؟''

سوپر مہتا جگت کا غضبناک رُوپ دیکھنے لگے۔ تقریباً ایک منٹ اسی طرح گزر گیا۔ اُن کی خاموشی جگت کو کھٹک گئی۔ اُسے انتظار تھا کہ سوپر غصے ہو۔ جگت نے اُن کی جانب دیکھا مگر اس کی بجائے مہتا کی آنکھوں میں اُسے ہمدردی نظر آئی۔ صرف اس ایک منٹ کی خاموشی میں جگا کا جوش ختم ہو گیا۔

''جگا! تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں؟'' کتنا گہرا سوال تھا یہ۔ پیار کا یہ اصول ہے۔ جتنی سچائی سے کہا جائے اُتنا گہرا جواب ملتا ہے۔

''اعتماد.....؟'' جگت جوش میں بولنے لگا۔ مگر سچ منہ پر آ گیا۔ ''مجھے آپ پر اعتماد ہے۔''

مہتا یہ سن کر خوش ہو گئے۔ مگر اُنہوں نے خاموش رہ کر جگا کو بولنے دیا۔ ''مگر صاحب! میرے ساتھیوں کا مجھ پر یہ اعتماد ختم ہونے لگا ہے۔ میں اُنہیں یقین دلا چکا ہوں کہ ہمارے مطالبات اگر آج منظور نہ ہوئے تو میں کل کے پروگرام میں حصہ نہیں لوں گا۔''

''اس پروگرام میں حصہ نہ لے کر تم مجھے اور خود کو نقصان پہنچاؤ گے جگا!''

''میرا اس سے کیا نقصان ہو جائے گا؟'' وہ جوش میں بول گیا۔

''تم نے جس طرح مجھ پر اعتماد کیا ہے، اُسی طرح میں نے تم پر.....'' مہتا نے نرمی اور پیار سے اُسے راہ پر لانا چاہا۔ ''سچا ڈاکو کبھی کسی کے اعتماد کو دھوکہ نہیں دیتا۔''

''میں اب ڈاکو کہاں رہا ہوں؟ میں تمہارا قیدی بن گیا ہوں۔'' جگت کچھ نرم پڑ گیا۔ ''صاحب! یہ میری آن کا سوال ہے۔''

''میں تمہاری آن نہیں جانے دُوں گا۔ ہاں تمہارے تمام مطالبے منظور۔'' مہتا نے اچانک کہا اور جگت خوش ہو گیا۔ وہ چونکا اور حیرت سے سوپر کو دیکھنے لگا۔

''بولو! اب تو خوش ہو گئے؟'' پھر پُرمزاح لہجے میں بولے۔ ''اسی لئے افیون کا نشہ کر کے آئے ہو؟ قیدیوں میں میری بے عزتی سے جیل والے خوش ہوتے ہیں یہ تم نہیں جانتے۔'' جگت کا سر جھک گیا۔ ''تمہیں پتہ نہیں کہ میں کل پروگرام کے بعد تمہارے مطالبات انعام کے طور پر منظور کرنے والا تھا۔ اب تمہیں یہ انعام دے دیا۔''

پہلی بار جگت کی سمجھ میں آیا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے پیار کی زبان میں گفتگو کرنی چاہئے، غصے کی زبان میں نہیں۔

جب دوسرے قیدی اپنی بحث پر فخر کر رہے تھے تو اُس افسوس تھا۔ اُسے افسوس ہو رہا تھا جیسے مہتا کی شرافت نے اُسے شکست دے دی ہو۔

وزیر اعلیٰ کے پروگرام میں جگت نے سب کی داد حاصل کی۔ اُس نے قوالی کے علاوہ کئی گیت گائے۔ ریڈیو والوں کا ریکارڈ کیا ہوا پروگرام جب باہر کے لوگوں کے لئے نشر ہوا تب قیدی جگا کے گیتوں نے وہ ہوا باندھی کہ جیل کے پتے پر خط آیا۔

''ریڈیو کے لئے تمہیں دوسرا گیت تیار کرنا پڑے گا۔ اس کنٹریکٹ پر دستخط کر کے بھیجو۔''

مہتا نے اُس کی پیٹھ تھپتھپائی۔ ''شاباش! آج میرا سینہ فخر سے تن گیا ہے۔ میرا مقصد پورا ہوا۔ مجھے تمہاری آواز جیل سے باہر پہنچانی تھی۔'' جگت سنانے میں آ گیا اور سوپر کا شکریہ ادا کرنا

بھی بھول گیا۔ نیچے جھک کر مہتا کے پیر چھونے کی خواہش ہوئی مگر اُس کے فطری غرور نے اس خواہش کو کچل دیا۔ ”جگا! تمہیں دوسری خوشخبری بھی سنانی ہے۔“

”وہ کیا......؟“

”پرتھوی راج کپور کا نام تو تم نے سنا ہو گا؟“ جگا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”جس طرح تم اور میں شیخوپورہ کے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے علاقے کے ہیں۔ ہم پرانے دوست ہیں۔“ جگت نے سوچا اس میں کیا خوشخبری ہے؟

”پرتھوی راج اپنی ڈرامہ کمپنی کے ساتھ پنجاب کے دورے پر آرہے ہیں۔“

”تب تو ہمیں اُن کے ڈرامے دیکھنے کو ملیں گے۔“ جگا نے یہ کہا تو سہی لیکن اُس کے لہجے میں مسرت کا اظہار نہیں تھا۔

”ارے ہم اُنہیں اپنا ڈرامہ دکھائیں گے۔“ مدن موہن مہتا پُرجوش انداز میں بولے۔ ”میں فخریہ کہوں گا کہ تم ہمارے قیدیوں کا ڈرامہ دیکھنے آؤ۔“ پھر دراز میں سے ایک فائل نکال کر کہا۔ ”لو یہ اس ڈرامے کا مسودہ ہے۔ پڑھ لینا۔ کسے کون سا کام دینا ہے؟ یہ ہم ساتھ بیٹھ کر سوچیں گے۔“ جگت کو یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا، یہ جیل خانہ ہے یا ڈرامہ سنٹر؟ ”اور اس میں قیدی کی اداکاری تمہیں کرنی ہے۔“ حیرت میں غرق جگت فائل لے کر بیرک میں آ گیا۔

”ہنس راج! اب ڈرامہ کھیلنا ہے۔“ اُس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ”میں قیدی کا رول ادا کروں گا۔ اور تم......“ اتنا کہہ کر جگت رُک گیا۔ دوسرے کون سے کردار ہوں گے اس کا اُسے پتہ نہیں تھا۔

”میں جیل کا چوکیدار بنوں گا۔“ ہنس راج نے گردن اکڑا کر کہا۔ اور پھر اُس نے کان میں سرگوشی کی۔ ”ڈرامہ ختم ہونے کے بعد چوکیدار کا لباس فرار ہونے میں کام آئے گا۔ سمجھے؟“

ہنس راج کی فرار ہونے کی ترکیب نے جگت کو گہری سوچ میں غرق کر دیا......

ڈرامے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ قیدی کے اہم کردار میں جگت گم ہو کر رہ گیا۔ پرتھوی راج جیسے اداکار کے سامنے ڈرامہ کھیلنا تھا لہٰذا جوش کے ساتھ کچھ ڈر بھی لگ رہا تھا۔ نصف گھنٹے کے اس ڈرامے کو کامیاب بنانے کے لئے جگت دن رات لگا ہوا تھا۔ کھاتے پیتے، اُٹھتے بیٹھتے وہ ڈائیلاگ کے ساتھ اداکاری کر رہا تھا۔ قیدی کا جوش، اس کا غصہ، اس کی گھبراہٹ سب کچھ اداکاری میں آ گئے تھے۔ اکثر وہ سوچتا کہ ڈرامہ لکھنے والے نے اس کے دل کی بات الفاظ میں کہہ دی ہے۔

”دنیا میں اب مجھے کسی سے دشمنی نہیں۔ پھر بھی مجھے دنیا دشمن نظر آتی ہے۔ جو زندگی کسی کے کام نہیں آنے والی اس زندگی کا مطلب کیا؟“

ڈرامے کے یہ ڈائیلاگ آہستہ آہستہ دل میں بیٹھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ سامعین پر اثر ہو، کھیلنے والے پر اثر ہونے لگا۔ مہتا سیدھا سبق دینا جانتے ہی نہ تھے۔ اب تک اُنہوں نے جگت سے ٹھیک ہو جانے کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اوپری نصیحت کا اثر ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ سدھار انسان کے دل سے شروع ہوتا ہے۔ ارے آدمی کو پتہ بھی نہیں چلنا چاہئے کہ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جگا کا غرور دبا کر ہی انہیں دل میں یقین ہو گیا تھا کہ اس شخص

پر وہ جس قدر اعتماد کریں اسی قدر وہ ان کی محبت میں گرفتار ہوتا جائے گا۔ جیل کے بندھن کو توڑ کر انسان بھاگ سکتا ہے مگر اعتماد کے بندھن کو توڑنے کے لئے اسے لاکھ بار سوچنا پڑتا ہے۔

”جگا! پرسوں ڈرامہ ختم ہونے کے بعد میں نے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ ہنس راج نے جگت کو چونکا دیا۔ ”اس وقت بہترین موقع ہے۔“

”اچھا؟“ جگت جیسے چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ”یار! سوپر صاحب نے اتنی چھوٹ دی ہے اس کا اتنی جلدی غلط فائدہ اُٹھاؤ گے تو دوسروں کے لئے مصیبت ہو جائے گی۔“

”نہیں جگا! تمہاری خاطر میں چار ماہ رُک گیا۔ کسے پتہ یہ موقع پھر ملے نہ ملے۔“ ہنس راج اپنے فیصلے پر اٹل تھا۔ پھر بولا۔ ”ڈرامے کے چوکیدار کی حیثیت سے فرار کا موقع ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ چوکیدار کا کردار ادا کرو اور فرار ہو جاؤ۔ باہر جا کر میرا ایک کام کر دینا۔“

”میں کبھی بھی فرار ہو سکتا ہوں ہنس راج!“ جگت نے کہا۔ ”مگر تمہاری عورت پر وار نہیں کر سکتا۔ آج تک میں نے کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔“ پھر کچھ دیر رُک کر وہ مزید بولا۔ ”میرا کہا مانو تمہیں مارنا ہی ہے تو اس عاشق کو ختم کر دو! مگر عورت کو بے موت نہ مارو۔“

”اُس بے وفا کو پہلے ختم کروں گا۔“ ہنس راج نے دانت پیس کر کہا۔ ”میں جیل میں سڑ رہا ہوں وہ غیر مرد کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے۔“ جگت بحث کرنے جا رہا تھا کہ اسی لمحے سوپر صاحب کا میٹ آ گیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر ڈرامے کے ڈائیلاگ بولنے لگے۔

”جگا! تمہیں صاحب بلا رہے ہیں۔“ میٹ نے کہا۔

”جاؤ! بلاوا آ گیا۔“ ہنس راج نے مذاق میں کہا۔

جگا نے میٹ سے ”ابھی آتا ہوں“ کہہ کر اُسے رُخصت کر دیا پھر ہنس راج کو سمجھایا۔ ”تم ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچنا! جلدی کرنے میں مزہ نہیں ہے۔“

”کیونکہ تمہیں جیل میں مزہ آ رہا ہے۔“ ہنس راج نے غصے میں کہا۔ ”دیکھنا صاحب کو خبر نہ ہو ورنہ تو بازی اُلٹ جائے گی۔“

”یار! میں ایسے کمزور دل کا نہیں ہوں۔ تمہاری راہ میں نہیں آؤں گا۔“ پھر ہنس راج کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ ”ایک وعدہ کرو! بغیر مجھ سے ملے نہیں جاؤ گے۔“

”یار! یہ بھی وعدہ کرنے کی بات ہے؟“ یہ کہہ کر ہنس راج نے بات اُڑا دی۔

O

”دیکھو جگا! تمہیں پھر پہچان کرا دوں۔“ آفس میں داخل ہوتے ہی مہتا نے کہا۔ انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اُس کو دیکھتے ہی جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”ارے سچا سنگھ زخمی! تم یہاں؟“

بھوری آنکھوں والا دُبلا نوجوان ہنسا۔ پھر جگا کے پھیلے ہوئے بازوؤں میں سما گیا۔ سوپر مہتا حیرت سے اُنہیں دیکھنے لگے۔

”ان دونوں کی پرانی جان پہچان ہے شاید“ وہ بڑبڑائے۔ جگت نے مہتا کی موجودگی کو جیسے فراموش کر دیا۔ وہ سچا سنگھ سے پوچھ رہا تھا۔

''سچا! تم تو امرتسر کی جیل سے فرار ہونے والے تھے۔'' سچا سنگھ جھینپ گیا۔ اُس نے مہتا کی جانب دیکھا۔ جگا بھی شرمندہ ہو گیا کیونکہ وہ فرار ہونے والی بات مہتا کے سامنے پوچھ بیٹھا تھا۔ مہتا اس طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

''جگا! یہ جالندھر جیل میں تھے۔ میں نے یہاں ٹرانسفر کرایا ہے۔ تم سے ان کی پرانی جان پہچان ہو گی یہ مجھے پتہ نہیں تھا۔'' مہتا بولے۔ ''اب تمہیں ان کے ساتھ بی کلاس میں رہنا ہے۔''

''بی کلاس؟'' جگا کو حیرت ہوئی۔ ''مگر صاحب! وہ تو پڑھے لکھے قیدیوں کے لئے ہے۔ اور میں جاہل ہوں۔''

''تم پڑھے لکھے نہیں لیکن تجربہ کار تو ہو۔ تمہارے جیسے آرٹسٹ کو بیرک میں نہیں رکھا جا سکتا۔''

جگت اور سچا سنگھ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جگت گنگا ڈاکو کے بارے میں کچھ جاننے کا منتظر تھا۔ ہنس راج فرار ہونے کی بات کر رہا تھا اس لئے اسی جیسا کوئی ساتھی ہو تو ٹھیک رہے گا۔ جگت نے سوچا۔ لیکن دل میں اچانک دوسرا خیال آیا ممکن ہے سچا سنگھ فرار ہونے میں اس کا مددگار بن جائے؟

مہتا کی آواز نے اُسے خیالوں کی دنیا سے باہر نکال لیا۔ ''جگا! تمہیں پتہ نہیں سچا سنگھ جیل میں رہ کر پڑھنے لگا ہے۔ دو سال پہلے میٹرک پاس کر کے اب انٹر پڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ رہ کر تم بھی لکھنا پڑھنا سیکھ لو گے۔'' جگت متجسس نظروں سے سوپر کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''صاحب! اب آپ کے گھڑے پر کنارنہیں بنے گی۔ پڑھ لکھ کر مجھے ملازمت کرنے نہیں جانا۔''

سوپر کچھ کہنے جا رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اُٹھا کر مہتا بات کرنے لگے۔ اُن کے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔

''کون...... پاپا جی؟ آیئے! میرا خط ملا تھا؟ جی ہاں! پرسوں شام ڈرامہ دیکھنے آنا ہے۔ آپ کا ڈرامہ ہے؟ کب رات کو؟ پھر پرواہ نہیں۔ پہلے ہمارے قیدیوں کا ڈرامہ دیکھیں پھر اپنا ڈرامہ کرنا۔ ہاں بھئی تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ ارے آپ آیئے! ایک قیدی آرٹسٹ کا کام دیکھ کر آپ خوش ہو جائیں گے۔ اُسے اپنی کمپنی میں لے جانے کو دل چاہے گا۔''

جگت کبھی سوپر کی جانب تو کبھی سچا سنگھ کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ فون پر ہونے والی گفتگو غور سے سن رہا تھا۔ فون پر دوسری طرف پرتھوی راج ہے اس خیال سے اُسے گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ ریسیور رکھ کر سوپر نے جگت کی جانب دیکھا۔ ''تمہارے مہمان شہر میں آ گئے ہیں۔''

''صاحب! آپ میری بہت زیادہ تعریف کر چکے ہیں۔'' جگت بھاری لہجے میں بولا۔ ''مجھے تو ابھی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔''

''کیا بات کرتے ہو؟'' مہتا کھڑے ہو کر اُس کی پشت تھپتھپانے لگے۔ ''جگا ڈاکو گھبرا جائے یہ میں نہیں مان سکتا۔'' جگت کا جوش بڑھ گیا۔

سچا کے ساتھ جاتے ہوئے وہ دروازے کے پاس رُک گیا۔ ''صاحب! میرا ساتھی چنا امرتسر

میں ہے۔ اُسے یہاں ٹرانسفر کرا لیں۔''

مہتا کچھ دیر سوچ میں ڈوب گئے۔ ''بہتر ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ مگر تمہارے ساتھ اُسے بی ں میں نہیں رکھ سکوں گا۔''

''کوئی پرواہ نہیں۔'' جگت خوش ہو گیا۔ ''وہ آپ کی صحبت میں رہے گا تو اُسے ماں سے جو ت ہے وہ ختم ہو جائے گی۔'' مہتا چونک پڑے۔ وہ جگت کی طرف کچھ دیر دیکھ کر بولے۔

''تم سے کس نے کہا کہ میری صحبت میں رہ کر قیدی کے دل سے نفرت دُور ہو جاتی ہے؟''

ت کو اس سوال کا اندازہ نہیں تھا۔ اُس نے جواب نہیں دیا، پھر بھی اُس کی آنکھوں سے مہتا جان جگت اپنے تجربے کی بات کر رہا ہے۔ پہلی بار انہیں یقین ہو گیا کہ وہ نصف بازی جیت چکے نفرت کی زنجیریں جگا کے دل سے ٹوٹنے لگی ہیں۔ انہوں نے بات بدلنے کی خاطر کہا۔

''جگا! بی کلاس میں تمہیں بیڑیاں پہننے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ڈرامے میں ضرور پہننی ہیں۔ اس و دن اور رہنے دو!'' جگت کچھ نہ بولا۔ وہ مہتا کو احسان مندانہ نظروں سے دیکھ کر چلا گیا۔

''قیدی'' ڈرامہ ہو رہا تھا۔ پرتھوی راج، جیل کے افسران اور قیدی ڈرامہ دیکھنے میں مگن تھے۔ م قیدی سے ملنے آئے ہوئے تایا کا سین چل رہا تھا۔ ہنس راج چوکیدار کے بھیس میں رائفل کھڑا تھا۔ اُسے دی گئی رائفل میں کارتوس نہیں تھے۔ جگا قیدی بنا تھا۔ اور بلونت سنگھ نامی قیدی با تھا۔

''جگت! اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو بھولا نہیں کہا جاتا۔'' تایا اُسے سمجھا رہے جواب میں جگا نے مکالمہ ادا کیا۔

''تایا! تمہاری بات سچ ہے۔ مگر بھولا ہوا آدمی گھر لوٹے اور دروازے کی زنجیر اندر سے بند ہو کرے؟'' مکالمہ سن کر پرتھوی راج سیدھا بیٹھ گیا۔ جگا کا مکالمہ اُس کے دل میں اُتر گیا۔

''مہتا! تم کہہ رہے تھے کہ یہی جگا ڈاکو ہے؟'' برابر بیٹھے ہوئے سوپر سے اُس نے پوچھا۔ اسی استہ بناتا ہوا ایک شخص اُس کے قریب آیا۔

''پاپا جی! لوگ تھیٹر میں شور کر رہے ہیں۔ آپ جلدی چلیں۔ اگر ڈرامہ شروع نہ کیا تو گڑبڑ ہو گی۔''

''تم جاؤ! میں آ رہا ہوں۔'' پرتھوی راج نے کہا اور ڈرامہ دیکھنے میں محو ہو گئے۔

O

دہ اُٹھا اور پرتھوی راج نے لوگوں پر نظر ڈالی۔ کرسیاں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ اُنہیں سٹیج پر ناظرین نے شور مچا دیا۔ ''پیسے واپس دو......! گھنٹے بھر تک ڈرامہ کیوں شروع نہیں کیا......؟ ......!''

ھوی راج نے ہاتھ جوڑ کر ناظرین پر نظر ڈالی۔ ''آپ لوگوں کے اضطراب میں مجھے محبت نظر ہے۔ برسوں سے آپ کے سامنے ڈرامہ پیش کرنے والا پرتھوی راج آج خود ایک ڈرامہ لیا تھا۔ ہمارے پنجاب میں ایک فنکار ایسا بھی ہے جس کی اداکاری نے مجھے مجبور کر دیا۔ وہ ں شہر کی جیل کا ایک قیدی ہے۔ جس کی آواز میں بلا کا درد ہے۔ جس کے لہجے میں خودداری

ہے۔ایسے فنکار کی تعظیم کے سلسلے میں آپ کا ایک گھنٹہ ضائع کرنے پر مجھے افسوس ہے۔مگر اس سا زیادہ مجھے جگا ڈاکو کی زندگی جیل میں تباہ ہونے کا دُکھ ہے۔کیونکہ وہ عظیم فنکار جگا ڈاکو ہے.....!" پرتھوی راج کی آواز میں جیسے جادو تھا۔شور کرنے والے خاموشی سے اپنی نشستوں پر بیٹھ گ اور چند لمحے بعد ڈرامہ شروع ہو گیا۔

○

باہر اور جیل میں اس وقت جگا کی بات ہو رہی تھی۔جیل کے افسران اور قیدی اُس کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔مگر جگت بجھے دل سے سب کی تعریف سن رہا تھا۔ڈرامہ ختم ہونے کے بعد اُ کی نظریں ہنس راج کو تلاش کر رہی تھیں۔وہ اُسے کسی قیمت پر روکنا چاہتا تھا۔"ہنس راج! آ رہنے دے۔سوہر مہتا کی عزت کی خاطر آج نہ جا۔اس کی عزت پر پانی پھر جائے گا۔" مگر ہنس را نظر نہیں آیا۔اُس نے دو ایک قیدیوں سے پوچھا بھی تو جواب ملا کہ اُس کے پیٹ میں درد ہو ر ا اور وہ بیرک میں جا کر سونے کو کہہ رہا تھا۔جگت کا دل بیٹھ گیا۔اُس نے سوچا کہ بیرک میں جا معلوم کرے۔اگر وہ سچ مچ ہی فرار ہو گیا ہے تو جیل والوں کو پتہ چل گیا ہوگا۔ہنس راج کے فرا سارا الزام اس پر آئے گا۔وارڈ میں جا کر وہ لیٹ گیا مگر نیند نہیں آئی۔کسی بھی لمحے جیل کا الارم بج والا تھا۔

"جگا! آج تمہاری زندگی کی سنہری رات ہے۔پھر تم اُداس کیوں ہو؟" سچا سنگھ نے پوچھا تو "تھک گیا ہوں" کہہ کر سونے کی اداکاری کرنے لگا۔مگر صبح جب جیل کا الارم گرجا تو وہ ہڑبڑا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔اُس کی چیخ نکل گئی۔

دوڑ دھوپ ہونے لگی۔"کون بھاگا...کون بھاگا؟" شور ہونے لگا۔کچھ دیر بعد خبر پھیل گئی۔ بیرک کا قیدی ہنس راج فرار ہو گیا۔چوکیدار نے صبح تلاش کی تو ہنس راج کے کمبل کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

کسے پتہ کب فرار ہو گیا؟ ڈرامے کے نام پر وہ سچا کھیل، کھیل گیا۔جگت کا دل دھڑکنے لگا سوہر مہتا کی آنکھیں اُسے نظر آ رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں جگا! تم نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی جگت کو یقین ہو گیا کہ جو زنجیریں اس کے پاؤں سے جدا کر دی گئی ہیں پھر پہنا دی جائیں گی۔ا اُسے جیل کے روایتی مصائب جھیلنے پڑیں گے اور پھر مار دھاڑ اور طوفان شروع ہو جائے گا۔

○

ٹرین پنجاب کے صوبے سے گزر کر شمالی علاقے میں داخل ہوئی اور راجستھان کے سدائی پورا اسٹیشن پر رُک گئی۔ہنس راج چوکیدار کے لباس میں پلیٹ فارم پر اُترا۔آس پاس نظر گھمائی پولیس نظر نہیں آئی۔وہ شانے پر رائفل رکھ کر پُر رُعب انداز میں باہر نکل گیا۔بغیر کارتوس کی رائفل اُس نے جان بوجھ کر ساتھ رکھی تھی تاکہ خاکی یونیفارم اور شانے پر رائفل ہو تو کسی شخص کو شک ہو۔کہیں کوئی جاننے والا نہ ٹکرا جائے اس کے لئے وہ پورے راستے چوکنا رہا تھا۔ڈرامے میں کر کے اُسے پانچ روپے انعام ملے تھے وہ نوٹ اُس نے سنبھال کر رکھا تھا۔صبح تک جیل والوں اُس کی گمشدگی کا پتہ نہ چلے اس کا انتظام وہ پہلے ہی کر کے فرار ہوا تھا۔ممکن ہے رات سوہر رلا

گیا ہو اور اس سے پوچھ گچھ کے لئے بیرک میں جا کر کمبل اُٹھائے تو پول کھل جائے۔پھر تو جیل سے فرار ہونے والے قیدی کے تعاقب میں ہر اسٹیشن پر پولیس کا انتظام ہو جائے گا۔اس ڈر کی وجہ سے جیب میں پیسے ہونے کے باوجود اُس نے کچھ نہیں کھایا۔سدائی مادھو پور سے بس پکڑنے سے پہلے اُس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔بھوکے پیٹ قتل کرنے میں لطف نہیں آتا۔جیل میں دوڑ دھوپ ہو رہی ہوگی یہ سوچ کر وہ ہنس دیا مگر اپنی بے وفا بیوی کی یاد آتے ہی اُس کی رگوں میں نفرت کا لاوا کھولنے لگا۔بس اب صرف ڈھائی گھنٹے کا سفر باقی ہے۔پھر گاؤں پہنچ کر اُسے اور اُس کے عاشق دونوں کو ٹھکانے لگا دوں گا۔لکشمی اُسے دیکھ کر کیسی گھبرائے گی؟ جھوٹے آنسو بہا کر اپنا دفاع کرے گی۔مگر میں اُسے موقع نہیں دوں گا۔پہلے اُسے ختم کروں گا۔رات شیو راج یقیناً اُس سے ملنے آئے گا۔اس وقت اُس کو بھی ختم کر دوں گا۔پھر پھانسی پر چڑھنے کی پرواہ نہیں۔ہنس راج سوچتا رہا۔

گاؤں کی حد تک گھر تک وہ چوکنے انداز میں چلتا رہا۔شام ڈھل چکی تھی۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ہنس راج نے کان بند کرنے کے بہانے صافہ کھول کر منہ پر باندھ لیا تاکہ پہچانا نہ جائے۔ اُس نے بازار کی بجائے کھیتوں والا راستہ اختیار کیا۔اُس کا ارادہ گھر کے عقبی دروازے سے داخل ہونے کا تھا۔اُس کا ہر قدم مضبوطی سے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا مگر ساتھ ہی جگا کے الفاظ کانوں میں گونج رہے تھے۔ہنس راج! میں نے عورت پر کبھی وار نہیں کیا۔تم جلدی نہ کرنا۔عورت کی مجبوری اکثر مردوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔دو چار بار اُس نے گھوم کر دیکھا۔نہیں! کوئی اُس کا تعاقب نہیں کر رہا۔جگا کو اس وقت کیوں یاد کیا جائے؟ اُس نے سوچا پھر مکان کے عقبی دروازے پر آیا۔پھر اُس کے قدم رُک گئے۔چند لمحے سوچ کر دروازہ کھٹکھٹانے کی خاطر اُس نے رائفل اٹھائی۔ممکن ہے لکشمی یہ سمجھے کہ اُس کا عاشق عقبی دروازے سے آیا ہے۔مگر اس سے پہلے کہ دروازے کی زنجیر سے بندوق کی نالی ٹکرائے، باڑے میں کسی کی بات چیت کی آواز سنائی دی۔کیسی آواز تھی۔مگر ساتھ ہی کسی مرد کی آواز بھی سنائی دی تو ہنس راج نے دانت پیس لئے۔پھر ان کے ہنسنے کی آواز اُس کی سماعت سے ٹکرائی اور اُس کا جسم جل اُٹھا۔ہنس راج تیزی سے باڑے کی دیوار پر چڑھ گیا۔

لکشمی پرائے مرد کے برابر بیٹھی تھی۔ہنس راج کا دل چاہا کہ اپنی بیوی کو گولی مار دے۔مگر رائفل خالی تھی۔اُس نے خیال بدل دیا۔وہ دیوار کے پیچھے لٹک کر اندر دیکھنے لگا۔لکشمی کے برابر بیٹھا ہوا شیو راج دودھ دوہ رہا تھا۔اس دوران دونوں ایک دوسرے کو میٹھی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔اب پیتل کا برتن بھر چکا تھا۔تب شیو راج نے گائے کا دودھ لکشمی کے چہرے پر اُڑایا۔ "ہاں......ہاں" کرتے ہوئے لکشمی نے منہ پھیر لیا۔دودھ کی دھار اُس کے رُخسار پر بہنے لگی۔شیو راج نے دودھ کا برتن چھوڑ کر لکشمی کو سینے سے لگا لیا۔"لکشمی! تمہارے گورے گالوں پر بہتا ہوا دودھ چکھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔"

ہنس راج نے دیوار پر سے یہ منظر دیکھا اور غصے سے کانپنے لگا۔

"راج! یہاں باڑے میں ایسی حرکت ٹھیک نہیں۔" یہ کہتی ہوئی لکشمی اُس سے الگ ہو گئی۔

"کمرے میں آؤ! چارپائی بچھاتی ہوں۔" ساڑھی کا سرا دباتی ہوئی لکشمی اندر چلی گئی۔ ہنس راج ا؟ موقعے کی تلاش میں تھا۔ دیوار کے برابر گھاس کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ اُس پر پڑی ہوئی درانتی پر ہنر راج کی نظر جم گئی۔ شیوراج گائے کے پیروں سے بندھی رسّی چھوڑنے کے لئے جھکا تو ہنس راج نے گھاس پر جست لگائی۔ اس سے پہلے کہ شیوراج چونک کر پیچھے دیکھے، اُس وقت تک ہنس راج نے درانتی سنبھال کر اُس پر چھلانگ لگا دی۔ شیوراج اس اچانک حملے سے اپنا دفاع نہ کرسکا او زمین پر گر گیا۔ ہنس راج اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ شیوراج کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"تم......؟" یہ کہہ کر وہ چیخ مارنا چاہتا تھا مگر ہنس راج نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا او دوسرے ہاتھ سے حلق پر درانتی کا وار کیا۔ برابر کھڑی ہوئی گائے بھڑک کر بھاگی۔ شیوراج کی گردن کٹ گئی۔ خون کا فوارہ اُڑا...... ہنس راج نے دوسرا وار کیا اور شیوراج کا جسم ٹھنڈا ہوگیا۔

"راج......!" لکشمی کی آواز سنائی دی۔ "کتنی دیر ہوگئی۔ آ جاؤ نا!" اُس کی آواز میں عجیب ا تڑپ تھی۔ ہنس راج جھٹکے سے لاش کے سینے سے اُٹھ گیا۔ درانتی دُور پھینک دی۔ خون بھرے ہاتھوں سے وہ کمرے کی جانب بڑھا۔ لکشمی نے چراغ نہیں جلایا تھا اس لئے کمرے میں اندھیر تھا۔ اُس کی آہٹ سن کر لکشمی نے نخرے سے کہا۔ "باہر تو بڑا جوش دکھا رہا تھا۔ چل جلدی کر......!

ہنس راج کو اُس کا ایک ایک لفظ بچھو کے ڈنک کی طرح چبھ رہا تھا۔

"یہ عورت میری بیوی پرائے مرد کا پہلو گرم کرنے کے لئے کتنی تڑپ رہی ہے......؟ میں اس ا تڑپ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دُوں گا۔" وہ بڑبڑایا پھر چارپائی کے قریب پہنچا۔ لکشمی نے اُس کا ہا تھام لیا۔

"ارے...... تمہارے ہاتھ کتنے گرم ہیں۔ دُودھ کے ہاتھ صاف بھی نہیں کئے؟" یہ کہہ کر اُ نے اپنے برہنہ جسم پر اُس کا ہاتھ رکھا۔ ہاتھ کا لمس پا کر لکشمی کا دل چیخ اُٹھا نہیں...... یہ شیوراج نہیں ہے۔ آنکھیں کھول کر اُس نے ہنس راج کی جانب دیکھا۔ "کون؟" وہ اتنا ہی بول سکی اور ہنس را کے ہاتھ اُس کی گردن تک پہنچ گئے۔

"میں تمہارا شوہر......!" پھر گردن پر دباؤ ڈال کر بولا۔ "کیوں...... جھٹکا لگا؟ تمہارے عاش کی لاش باہر پڑی ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔" ہنس راج میں جس قدر زور تھا اُس نے صرف دیا۔ اُس کی رگ رگ میں نفرت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ بیوی برہنہ حالت میں کچھ دیر تڑپی، ا اُس کا جسم تڑپ کر ساکت ہوگیا......!

ہنس راج کا جسم پسینے سے تر ہوگیا۔ اُس کا سانس پھولنے لگا۔ دونوں ہاتھ کلائیوں تک سن گئے۔ وہ سانس درست کرنے کے لئے کچھ دیر بیٹھا رہا۔ سب ختم ہوگیا۔ اب؟ زندگی میں جینے لئے کیا رہا تھا؟ وہ جھٹکے سے کھڑا ہوگیا۔ پھر لکشمی کے برہنہ جسم پر چادر ڈال دی۔ اس کے بعد اُس کی لاش اُٹھا کر باڑے میں لایا۔ دونوں کی لاشیں گھاس پر رکھ دیں، پھر گھر میں سے مٹی کے تی کا ڈبہ لا کر تیل پھیلا دیا اور جلتی ہوئی دیا سلائی پھینک کر ہنس راج باہر نکل گیا۔ آنکھیں بند کرکے کھیتوں کے درمیان بھاگ رہا تھا۔ دُور نکل کر اُس نے دیکھا اُس کا مکان آگ کے شعلوں گھرا ہوا تھا۔ وہ اپنا سب کچھ جلا کر جا رہا تھا۔ مگر کہاں......؟ اس کی خود اُسے بھی خبر نہیں تھی......!

O

اُس نے سوپر صاحب کے بلاوے کا انتظار کرتے ہوئے چوبیس گھنٹے گزار دیئے۔ نہ تو صاحب لے اُسے بلایا نہ ہی اُسے ڈانٹنے خود آئے۔ تب جگت زیادہ غمگین ہوگیا۔ کبھی دل میں یہ خیال بھی تا کہ ہنس راج پکڑا جائے تو بہتر ہے تاکہ جیل والے صاحب کا مذاق نہ اُڑا سکیں۔ قیدیوں کی لائی میں کام کرنے والے شخص کی ہنسی اُڑائی جائے اس پر جگت کو ہتک محسوس ہوئی۔ یہ سب اے کے دوران ہوا اس سے جگا کو زیادہ کھٹکا تھا۔ اس کی خاطر صاحب کو تمام باتیں سننا پڑیں ا۔ دوسرے دن صبح سوپر صاحب کا میٹ آیا۔ "صاحب بلا رہے ہیں۔" یہ سن کر جگت چونک گیا۔ گھڑی آ پہنچی تھی جس کے خیال سے وہ گھبرا رہا تھا۔

سچا سنگھ نے پوچھا۔ "جگا! میں ساتھ آؤں؟"

"نہیں...... ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہتا ہوا وہ میٹ کے پیچھے چل دیا۔

کچھ دیر تک مہتا خاموش رہے۔ جگت کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔ صاحب کے چہرے کے تاثرات ے اُس نے اُن کی باطنی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔

"جگا! ہنس راج فرار ہونے والا تھا اس سلسلے میں تمہیں خبر تھی؟" سیدھا سوال کیا گیا۔

جگت کا چہرہ اُتر گیا۔ سر جھکا کر جواب دیا۔ "ہاں!" پھر سوپر کی جانب دیکھا۔ وہ حیرت سے دیکھ رہے تھے اس لئے جگت مزید بولا۔ "مگر ڈرامے کی رات فرار ہو جائے گا اس کا مجھے ازہ نہیں تھا۔"

"تم نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا؟"

"ایسی بے ایمانی کیسے کرسکتا تھا؟" دونوں کے سوال ٹکرائے۔

"اس کے باوجود تم نے مجھ سے بے ایمانی کی۔"

"تم صاحب ہو وہ ساتھی تھا۔" جگت ذرا بھی کم نہیں پڑ رہا تھا۔ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "میں افرار ہو جاؤں گا۔"

پھر بھی مہتا کو غصہ نہیں آیا۔ ایسی ہی فکرمندی اُن کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ "تم کیوں ں گئے؟"

اس سوال کا جواب جگت کے پاس نہیں تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد اُس نے سوال ۔ "صاحب! تمہاری بدلی کب ہوگی؟" مہتا نے اُس کا ارادہ بھانپ لیا۔

"کیوں...... تمہیں میرا تبادلہ کرانے کی بہت جلدی ہے؟" پھر ویسے ہی کہا۔ "اگر تبادلہ ہوا بھی میرے ساتھ رہو گے۔ تمہارا بھی تبادلہ ہوگا۔"

"اوہ......!" جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یہ شخص اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ "تو پھر میرے کی بدنامی تمہارے سر رہے گی۔"

مہتا ہلکے سے ہنسے۔ "دیکھا جائے گا۔"

"بہتر ہے۔" کہہ کر جگت باہر نکل گیا۔ اُسے مہتا کی اچھائی پر غصہ آ رہا تھا۔

جگت کا غصہ، جوش، جذبہ سب اندر ہی اندر دفن ہو چکے تھے پھر بھی باہر کی سختی کے ذریعے اپنے

اصلی مزاج کو برقرار رکھنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھا۔ بی کلاس میں آنے کے بعد اُسے ہر طرح آرام تھا۔ کچھ کام بھی نہ کرنا پڑتا اور بیڑیاں بھی نہیں پہنی پڑتیں۔ پڑھے لکھے قیدیوں سے گپیں ہانکتا۔ چھوٹی سزا والے قیدی اُس کے لئے کھانا بناتے، بتایا ہوا کام کر دیتے۔ اُس کا احترام کرتے۔ اُسے بیرک کے قیدیوں کی طرح فرش پر سونا نہ پڑتا۔ سب کو چارپائیاں دی گئی تھیں، پڑھنے کے لئے اخبارات، کتابیں ملتیں۔ شراب وغیرہ کا نشہ بھی چوری چھپے چل جاتا۔

پھر بھی جگت کو چین نہیں تھا۔ کچھ کمی رہ گئی ہے اُسے کھٹکا رہتا۔ سب ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے یہ اس کے لئے انہونی سی بات تھی۔ جھگڑا کئے بغیر چین کیسے آئے؟ مار پیٹ کے بغیر جسم کی ورزش کیسے ہو؟ گالی بکے بغیر زبان کی کھجلی کس طرح دور ہو؟

ہنس راج اپنی بیوی اور اُس کے عاشق کو جلا کر فرار ہو گیا تھا۔ پولیس کو یہی ظاہر کیا وہ اپنی بیوی کو جلا کر خود بھی آگ میں کود گیا اور جل کر مر گیا۔ ثبوت کے طور پر ہنس راج کے جوتے اور رائفل مل گئی۔ اس طرح فرار ہونے والا قیدی موت کی پناہ میں چلا گیا اور اُس کی تلاش ختم کر دی گئی۔

مگر صحیح حقیقت سے جگت واقف تھا۔ ہنس راج جیسا شخص جل مرنے والا نہیں تھا۔ ضرور اُس نے اپنی بیوی کے عاشق کو جلا دیا ہوگا۔ کئی بار اُس کا جی چاہا کہ جیل کے حکام کو بتا دے پولیس کامیاب نہیں ہوئی اس لئے کیس ختم کر دیا گیا۔ باقی ہنس راج خودکشی جیسے بزدلانہ فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسا کہتے ہوئے ہنس راج کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سچائی اُس نے دل میں دبا دی۔

"یار سچا! تم سارا دن کیا لکھتے رہتے ہو؟ تمہیں پڑھ کر کہاں افسری کرنے جانا ہے؟" جگت نے بور ہو کر اکثر سچا سنگھ سے کہا تھا۔ سچا سنگھ کی طرح وہ بھی لکھے اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ذہن میں بل کھاتے ہوئے خیالات کاغذ پر ٹیڑھے میڑھے الفاظ میں ڈھالنے سے بوجھ ہلکا ہوگا۔ پھر بھی اُسے ایک خوف ستا رہا تھا۔ بہت زیادہ لکھنے پڑھنے سے عقل بڑھ جاتی ہے مگر دل کا جوش کم ہو جاتا ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا وہ سوچتا۔ اسی لئے اُسے سچا کا زیادہ لکھنا پڑھنا پسند نہیں تھا۔ مگر سچا نے اُس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ جگا نے اُس کے ہاتھ سے قلم چھین لیا۔ "جیسے بڑے بیرسٹر ہو میری بات سننے کی فرصت نہیں ہے۔"

سچا مسکرایا پھر بھوری پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔ "تم چاہے مذاق میں کہو، مگر ایک دن میں بیرسٹر بنوں گا۔ یہ دیکھنا!"

جگت قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ "مہتا نے تمہارے ذہن میں اچھا بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ جیل میں بیرسٹر بنو یا ڈاکو سب برابر ہے۔ چھوڑو یہ دردسری اور یہاں سے باہر نکلنے کے لئے ذہن پر زور دو!"

سچا سنگھ کچھ دیر تک اُسے دیکھتا رہا۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ دل کی بات کہنے کے لئے جوش جذبہ نہیں دکھاتا تھا۔ جگا کئی بار سوچتا کہ یہ جوان گنگا سنگھ کے ساتھ ڈاکے ڈال رہا تھا یہ بات کون مان سکتا ہے؟

"جگا! باہر جا کر تم کیا کرو گے؟" سچا نے پوچھا۔ پھر اُس کا جواب خود ہی دینے لگا۔ "پولیس

تمہاری تلاش میں زمین آسمان ایک کر دے گی۔ تم کب تک چھپتے رہو گے؟ کس کا ساتھ ملے گا؟ اب پہلے جیسے دن نہیں رہے۔ ڈاکہ زنی کا زمانہ گزر گیا۔" جگت کو یہ بات پسند نہ آئی۔

"یار! تم پڑھ لکھ کر بزدل ہو گئے ہو؟ جب تک انسانوں کے درمیان دشمنی رہے گی، ناانصافیاں ہوں گی ڈاکو جنم لیتے رہیں گے۔" پھر جوش میں بولا۔ "تم اخبارات میں کام کی بات نہیں پڑھتے ہو۔ ڈاکو مان سنگھ اب بھی حکومت سے مقابلہ کر رہا ہے۔" یہ سن کر سچا سنگھ ہنسا۔ جگت بولا۔ "تم میری بات پر ہنسو! مگر میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے صحیح سلامت فرار ہو گیا تو چمبل چلا جاؤں گا۔" پھر سچا کو طعنہ دیا۔ "تمہیں باہر نہ آنا ہو تو کوئی بات نہیں۔ جوانی جیل میں گزار دینا۔"

جواب میں سچا نے پتلی مونچھوں کو بل دیتے ہوئے کہا۔ "کس نے کہا مجھے باہر نہیں نکلنا؟ باہر نکلنے کے لئے تو سب کچھ کر رہا ہوں۔ تم درمیان میں مداخلت کرتے ہو۔" جگت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ سچا کیا سچ مچ کوئی کیمیا آزما رہا ہے؟ خوشی کے اظہار کے طور پر اُس نے سچا کی پیٹھ ٹھونکی۔

"یار! سیدھی طرح بتا دے۔ کیسی چال آزمائی ہے؟"

سچا نے پہلی بار اسرار پر سے پردہ اُٹھایا۔ "جیل کے دروازے توڑ کر نہیں، کھول کر باہر نکلنے کی بات ہے۔" جگت بور ہو کر کہنا چاہتا تھا۔ "پہیلیاں بجھوانے والی بات نہ کر! دروازے کھولنے یا توڑنے سب برابر ہیں۔ اہم بات فرار ہے۔" مگر سچا نے موقع نہیں دیا۔

"میری بات سکون سے سنو! ہماری طرح مہتا بھی ایک خطرناک کھیل کھیل رہے ہیں۔ وہ ایسا کھیل کھیل رہے ہیں جس میں ہم سے زیادہ اُنہیں ہمت کی ضرورت ہے۔" جگت نے آنکھیں بند کر کے سر ہلایا جیسے سچا سے کہہ رہا ہو۔ "تمہاری بات میں دم نہیں ہے۔" مگر سچا نے پرواہ نہیں کی۔ مہتا سوپر نے تمہارے اور میرے جیسے لوگوں پر مدار رکھ کر ایک کام کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ جب ان کا نتیجہ سامنے آیا تم ساتھ چھوڑنے کی بات کر رہے ہو؟"

"کیسا نتیجہ...... کس کا نتیجہ؟"

"تمہارے گیت اور ڈرامے نے باہر کیسا اثر پیدا کیا ہے یہ تم نہیں جانتے جگا! سارے پنجاب میں پرتھوی راج کپور ایک ہی آواز لگا رہے ہیں۔" "ایک سدھرا ہوا قیدی سماج میں واپس ہوا تو سماج اسے قبول کرے گا؟ سرکار اسے ایسا موقع دے گی؟ وہ تمہارے ڈرامے کا ایک ایک ڈائیلاگ سارے پنجاب کو سنا رہا ہے۔ تم اس کے لئے دروازے کھولو گے؟"

جگت سچا کی بات میں گم ہو گیا۔

"جگا! یہ کون سے دروازے کھولنے کی بات ہے، معلوم ہے؟ پہلے جیل کے پھر سماج کے...... سوچو! مجھے پڑھا لکھا کر اور تمہیں فنکار بنا کر وہ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟" پھر آنکھیں بند کر بیٹھے ہوئے جگت کو سچا نے جھنجھوڑ کر پوچھا۔ "تمہیں معلوم ہے اب تمہارا ڈرامہ کون دیکھنے آنے والا ہے؟" جگت چونک گیا۔ یہ سب باتیں ابھی اُس کے دل میں نہیں اُتر رہی تھیں۔ پھر بھی اُس نے پوچھا۔

"کون؟"

پنجاب کے وزیراعلیٰ بھیم سین۔ اُنہوں نے خود مہتا کو لکھا ہے کہ جس کے لئے اتنی باتیں سن رہا

ہوں اس کو فنکار کے رُوپ میں دیکھنا ہے۔ پھر اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں یہ سوچیں گے۔"

"سچ......؟" جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "یہ سب مہتا نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"کیونکہ ابھی سے آس دے کر تمہارے دل کو وہ بہکانا نہیں چاہتے جگا! میں ایک ڈرامہ لکھ رہا ہوں۔ تمہارے لئے زوردار ڈبل رول رکھا ہے۔" جگت نے قلم واپس کر دیا۔ پھر اُلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ڈبل رول؟ میری تو زندگی ڈبل رول بن گئی ہے سچا! ماضی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور مہتا صاحب نے میرا مستقبل بنانے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ خبر نہیں زندگی کس موڑ سے گزرنے والی ہے؟"

"یہی تو مزہ ہے دوست! موڑ کتنے ہی آئیں سفر جاری رہنا چاہئے۔" یہ کہہ کر سچا سنگھ قلم چلانے لگا۔ جگت باہر جا کر ٹہلتا ہوا بادلوں سے بھرے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ بادل برسیں گے؟ یا یہ بھی آس بندھا کر چلے جائیں گے؟ اس جیسے خطرناک قیدی کے لئے جیل کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے؟ سچا سنگھ کی بات پر اُسے یقین نہیں آ رہا تھا پھر بھی دل باہر بھٹکنے لگا۔ باہر جا کر وہ سب سے پہلے ویرو کی تلاش کرے گا۔ اُس کے گھر کا پتہ چلانے کے بعد گھر جائے گا۔ "گھر......!" اُس نے دل کو سمجھایا۔ "نہیں اب گھر نہیں جانا۔ ماں جی اور باپو نے طعنے دیئے ہیں۔ اب اُن کے سہارے جینا منظور نہیں۔ پھر چندن کا کیا ہوگا؟ اس کے دماغ کے علاج کے لئے پیسے کہاں سے لاؤں گا؟ گھر کس طرح جاؤں گا؟

جگا جب سوپر کے آفس میں داخل ہوا تو وہ کسی پر بگڑ رہے تھے۔

"ایک بار کہہ دیا تو ہو جانا چاہئے۔ شو دیکھنے کے لئے بڑے گھروں کے بہت سارے لوگ آنے والے ہیں۔ اُنہیں پیاسا رکھا جائے گا؟ اُن کی خدمت کے لئے بیس پچیس آدمی چاہئیں۔" اُس نے مہتا کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی خوش ہوا۔ آدمی کو کبھی کبھی غصہ کرنا چاہئے۔

"صاحب! آپ اتنا بگڑ کیوں رہے ہیں؟" جگت درمیان میں بول اُٹھا۔ پھر اُسے خیال گزرا کہ دوسرے کی موجودگی میں صاحب سے اس طرح بات کرنا برا ہے اس لئے نرم لہجے میں بولا۔ "مہمانوں کی خدمت ہمارے قیدی کریں گے۔ عمر قید والے قیدیوں کو یہ کام سپرد کریں۔"

مہتا سناٹے میں آ گئے۔ وہ اُس کی جانب منہ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ جگت نے جلدی سے کہا۔ "نہیں صاحب! اس بار کوئی فرار نہیں ہوگا۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر۔" مہتا کا چہرہ چمک اُٹھا۔ غصے کی جگہ خوشی جھلکنے لگی۔

"مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟ بڑے گھر کے مہمانوں کو قاتل قیدی شربت پلائیں یہ آئیڈیا عمدہ ہے۔ جاؤ! یہ کام تمہارے سپرد۔ مگر دیکھنا پہلے سے ظاہر نہیں کرنا کہ مہمانوں کی خدمت کرنے والے عمر قید کی سزا والے قیدی ہیں۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد ظاہر کریں گے تب لوگوں کو بہت تعجب ہوگا۔"

"آپ بے فکر رہیں صاحب!" جگت نے آخر دل کا بھید کھولا۔ "بہت دیر سے میری سمجھ میں آیا کہ آپ بھی ایک خطرناک کھیل کھیلنا شروع کر چکے ہیں۔ آپ حکم کریں تو میں جان بھی قربان کر دوں گا۔" بہت دیر تک مہتا اُسے دیکھتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے پیار جھلکنے لگا۔ جس لمحے کے وہ منتظر تھے وہ آ گیا تھا۔ اُن کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"جگا! تم میرا ارادہ جلدی سمجھ گئے۔ مگر تم جسے خطرناک کھیل کہہ رہے ہو اس میں جان قربان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔ ہمارا اصلی دشمن تو دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ ہمیں اُسے بھگانا ہے۔" پھر فوراً ہی بات کاٹ دی اور دراز میں پڑا ہوا ایک خط نکال کر بولے۔ "جگا! تمہارے گھر سے خط آیا ہے۔ یہ دینے کے لئے تمہیں بلایا ہے۔"

سیل بند لفافہ دیکھ کر جگا چونکا۔ اُس نے متجسس نظروں سے سوپر کی جانب دیکھا تو مہتا نے کہا۔ "تمہیں حیرت ہو رہی ہے؟ اب تمہارے خط سنسر نہیں ہوں گے۔ خط پڑھ کر کچھ کہنے والی بات ہو تو مجھے بتانا۔" اُس نے جلدی سے لفافہ پھاڑ کر خط نکالا۔

لکھائی پر نظر ڈال کر بولا۔ "صاحب! چندن کو صحت یاب ہو گئی ہے۔ باپو نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی خوشخبری صاحب کو دینا۔" یہ کہہ کر جگا کا جسم جیسے ساکت ہو گیا۔ اُس کا ذہن اچانک اتنی بڑی خوشخبری کے لئے تیار نہیں تھا...... دونوں کی آنکھیں ملیں۔ سوپر کے چہرے پر روشنی دیکھ کر اُس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ دوسرے کے سکھ سے خوش ہونے والے اس نیک انسان کی رُوح کو اُس نے اب تک کیسا دُکھ دیا ہے؟

مہتا نے نظر ہٹا لی اور میز پر رکھی گھنٹی بجائی۔ میٹ دوڑتا ہوا آیا۔ اُسے جیب سے دس دس کے نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ! پیڑے لے آؤ۔ ساری جیل میں تقسیم کرو! جگا کی بیوی صحت یاب ہو گئی ہے...... اس خوشی میں......"

ooo

پردہ اُٹھا...... ڈرامہ شروع ہوا...... سٹیج پر جگت داخل ہوا تب سب لوگ سیدھے ہو کر دیکھنے لگے۔ جگت سامعین کی جانب دیکھے بغیر اپنی اداکاری میں گم ہو گیا۔ ڈرامہ نصف پہنچا تو مہمانِ خصوصی پر اس کا کیا اثر ہو رہا ہے؟ جگا یہ دیکھنے کا لالچ نہیں روک سکا۔ اُس کی نظر گھومتی ہوئی ایک شخص پر جم گئی۔ وہ چند لمحے کے لئے سٹیج اور سامعین کو بھول گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سرخی اُبھر آئی۔

"کون...... پورن سنگھ؟ مجھے گرفتار کرنے والا پورن سنگھ!" ذہن اور دل میں جنگ ہونے لگی۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ اگر اس کے بس میں ہو تو وہ پورن سنگھ کا گلا دبا دے۔ اس چکر میں وہ ایک ڈائیلاگ بھول گیا۔ اُس کے چہرے پر بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر مہتا چونکے۔ جگت کا دھیان اپنی طرف کرنے کی خاطر اُنہوں نے ہاتھ میں تھاما ہوا خالی گلاس نیچے گرایا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ سب کا دھیان اس جانب ہو گیا۔

مہتا اس طرح سٹیج کی جانب دیکھ رہے تھے جیسے کچھ نہ ہوا ہو۔ جگا سے مہتا کی نظریں ملیں اور اُس کے ذہن میں مہتا کا جملہ گونجا۔ "نیک بننے کے لئے انسان کو خود اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔" پھر شاید وہ مہتا کی نظروں کا ہی کرشمہ تھا کہ جگا وہاں پورن سنگھ کی موجودگی بھول گیا۔ وہ پھر اداکاری میں محو ہو گیا......!

O

"جگت! اگر تمہیں جیل سے رہا کر دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟"

جگت یہ جملہ سن کر سناٹے میں آ گیا۔ اُسے اُمید نہیں تھی کہ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ اُس سے ایسا سوال کریں گے۔ وزیرِ اعلیٰ کے پیچھے فیروز پور کا پولیس چیف پورن سنگھ کھڑا ہوا تھا۔ وزیرِ اعلیٰ کے الفاظ نے اُسے بھی چونکا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا جسے میں نے جان خطرے میں ڈال کر گرفتار کیا تھا اُسے وزیرِ اعلیٰ رہا کرنے کی بات کر رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک بار جگت نے غضبناک نظروں سے پورن سنگھ کی طرف دیکھا۔ جواب دینے میں دیر ہوئی تو مہتا نے عقب سے اُس کا کرتہ کھینچا۔

"صاحب جو پوچھ رہے ہیں اس کا جواب دو جگا!"

جگت نے اپنے ذہن میں گردش کرتے ہوئے خیالات کو جھٹک کر جو کچھ سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

"صاحب! باہر جا کر میں کھیتی باڑی کروں گا۔"

جگا کا جواب سن کر وزیرِ اعلیٰ بھیم سن سچر ہنس دیئے۔

"صاحب! جس طرح آپ کہیں گے یہ کرے گا۔" مہتا نے عاجزی سے کہا۔ جیل کے دروازے تک وزیرِ اعلیٰ جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلتے رہے۔ سب کی آنکھیں یہ منظر دیکھ کر پھیل گئیں۔ دروازے پر جگت رُک گیا۔ اُس کی حد وہاں ختم ہوتی تھی۔ وزیرِ اعلیٰ کے کار میں بیٹھنے

کے بعد پولیس چیف پورن سنگھ نے سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے تیز نظروں سے جگا کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ اس انتظار میں بیٹھے رہنا کہ تمہارے لئے جیل کا دروازہ کھلے گا۔ میں ایسا موقع آنے ہی نہیں دوں گا۔

کار گرد اُڑاتی ہوئی چلی گئی اور جیل کا آہنی دروازہ بند ہو گیا......!

O

مہینہ بھر بیت گیا اور دوسرا نصف ماہ بھی گزرنے لگا مگر دروازہ کھلتا نظر نہیں آیا۔ جگت کی آس وٹنے لگی، بڑے آدمیوں کے وعدے ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتے ہیں جو صرف جسم چھو کر گزر جاتا ہے۔ مگر مہتا کا یقین پختہ تھا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ نے ایسے خطرناک ڈاکو کی رہائی کے سلسلے میں بردست اختلاف کیا تھا۔ پولیس نے کہا تھا کہ اگر باہر آ کر وہ دوبارہ خون خرابہ کرے تو اس کی ذمہ اری کس کے سر ہو گی؟ بحث و مباحثے چلنے لگے۔ رُکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔ مسٹر مہتا پیچھے ہٹنے پر یار نہیں تھے۔

وہ کہتے کہ تجربے کی خاطر ہی سہی، انسانی ہمدردی کے ساتھ سوچو! کسی کو پہل تو کرنی پڑے گی۔ ر انسان کو بدلنا ہو تو اس کا راستہ بدلنا چاہئے۔ اپنی بات سمجھانے کے لئے اس کے پاس ایک ضبوط دلیل تھی۔

"ہم اسے رہا کہاں کر رہے ہیں؟ پہلے پیرول پر رہا کریں گے۔ دو چار ماہ اس کی حرکات و نات اور کام پر نظر رکھیں گے۔ پھر رہا کرنے کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔"

اسی پوائنٹ پر مہتا کی جیت ہوئی۔ حکومت یہ قدم اُٹھانے پر تیار ہو گئی۔ جگت کو تین ماہ کے لئے ول پر چھوڑنے کی مہتا کو اجازت مل گئی مگر اجازت کے ساتھ ہی ایک شرط رکھی گئی۔

"جگا پیرول سے واپس آئے اس کی ذمہ داری کے لئے دس ہزار روپے کی ضمانت چاہئے۔"

"دس ہزار روپے......؟" ہندسہ سن کر جگت سناٹے میں آ گیا۔ "اتنے پیسے کس کے پاس سے ے جائیں گے؟"

"دس ہزار روپے کیش لانے کی ضرورت نہیں۔ کسی کی اگر اتنی حیثیت ہے تو وہ دس ہزار کے ت نامے پر دستخط کر دے۔" مہتا نے سمجھایا۔ "تمہارے باپو کی بہت ساری زمینی جائیداد ہے۔ کے دستخط بھی چلیں گے۔"

"نہیں، نہیں......" جگت پُرجوش لہجے میں بولا۔ "میں اُن کی ایک پائی بھی نہیں لینا چاہتا۔ ہ مجھے پیرول پر رہائی نہ ملے۔"

"پھر کوئی ایسا آدمی ہے جس کی ضمانت دی جا سکے؟" مہتا اُس کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔ وہ رہا تھا کہ اگر جگتا انکار کر دے تو بات یہیں رُک جائے گی اور ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔

"ہاں صاحب! میرا ایک دوست ہے کرتارا۔ کافی عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی مگر میرے ہ جان بھی دے سکتا ہے۔"

"جان نہیں ضمانت چاہئے۔" مہتا نے کسی قدر سختی سے کہا۔ "اکثر انسان کی قیمت کوڑی کے ل ہوتی۔"

"صاحب! جان دینے والا سب کچھ دے سکتا ہے۔ سال بھر پہلے اُس کا باپ مر گیا ہے۔ اب تمام زمین و جائیداد کا وہ مالک ہے۔" جگت نے آس جگائی تو مہتا نے کاغذ اور قلم اُس کے سامنے رکھے۔

"پھر لو! میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح اُسے خط لکھو! ساتھ ہی خط میں ضمانت کہاں اور کس طرح دینی ہے یہ بھی مشورہ دُوں گا۔ بھگوان کا نام لے کر لکھو۔"

بھگوان نے بھی اُسے امتحان میں ڈالنے کے لئے ضمانت کا انتظام کروا دیا۔ چوتھے دن جواب آیا تو جگت بہت خوش ہوا۔ "صاحب! میں نہ کہتا تھا کہ وہ میرے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جائے گا؟"

فیروز پور جیل کے پتھروں میں زندگی آ گئی۔ ملک کی یہ پہلی جیل تھی اور جگا ہندوستان کا وہ پہلا قیدی تھا جسے پیرول پر چھوڑنے کا تجربہ ہونے والا تھا۔ لوگوں کی ہمت افزائی نے جگت کا دل مسرت سے بھر دیا۔ اُس نے گھر خط لکھا کہ تین ماہ کے لئے جیل والے پیرول پر چھوڑنے والے ہیں چندن کور کو جلدی بھیجو! اور پھر وہ دن آ گیا......!

○

چندن کور ساڑھے چار سال کے بعد ست پال کی اُنگلی تھامے سوپر مہتا کے آفس میں کھڑی ہوئی تھی۔ اب تک اُس نے کئی بار مہتا سے پوچھا تھا۔

"سچ مچ آپ اُن کو تین ماہ کے لئے رہا کر دیں گے؟ اُنہیں جہاں جانا ہوگا جا سکیں گے؟"

"چندن بہن! ابھی تمہیں یقین نہیں آ رہا۔ ابھی جگت آتا ہے اور میں اُسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ تین ماہ کے لئے تمہیں اُسے سنبھلنا ہے۔ تم لوگ اس شہر میں جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔ کیونکہ روز شام کو جیل میں حاضری دینی ہے۔ ویسے میں نے جیل کے سامنے رہنے کا انتظام کیا ہے۔ اس لئے ہم ملتے رہیں گے۔"

اسی لمحے جگت آ گیا۔ اُس نے ایک نظر چندن کور پر ڈال کر ست پال کو دیکھا۔ بیٹے کو دیکھ کر وہ بے قابو ہو گیا۔ اُس نے ست پال کو اپنے قریب کر لیا۔ پہلے سینے سے لگایا، پھر پیار کیا۔

"باپو! تمہاری داڑھی چبھ رہی ہے۔" یہ کہہ کر ست پال نے منہ پھیر لیا۔ چندن کور اور مہتا ہنس دیئے۔ پھر چندن کور کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو آ گئے۔

"چلو جگت! میں تمہیں دروازے تک چھوڑ آتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے مہتا کھڑے ہو گئے۔ دروازے کی جانب اُٹھنے والا ایک ایک قدم دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہو رہا تھا۔ راستے میں ملنے والے قیدی اُنسے وداع کر رہے تھے۔ کتنی آنکھیں آس بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔ ایک دن اپنی بھی باری آئے گی ہر دل میں یہی آرزو تھی۔ ان کی اندھیری زندگی میں ایک چنگاری بھڑکی تھی۔ جیل کا دروازہ کھلا، تازہ ہوا کا ایک جھونکا اندر گھس آیا۔ جگت نے گہری سانس لی تو اُسے عجیب سا احساس ہوا۔ ایک قدم دروازے سے باہر نکال کر اُس نے مہتا کی جانب دیکھا۔

"جگا! یہ رہائی کی ابتداء ہے۔" مہتا نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیار بھرے لہجے میں کہا۔ اُن کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ "اب ہر قدم سنبھل کر اُٹھانا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا"

مگر اُن کی غمگین آنکھوں نے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ "میں تمہیں نہیں، تمہارے اندر موجود انتقام کو رُخصت کرنے آیا ہوں جگا! ہم سب کی ہار جیت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

جگت کے دل میں محبت کا طوفان اُٹھنے لگا اور جگت مدن موہن مہتا کے پاؤں چھونے کے لئے جھک گیا۔ مگر کوئی اُس کی بھیگی آنکھیں نہ دیکھ لے اس خیال سے وہ چندن کور اور ست پال کو لے کر جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ مہتا اُن تینوں کو جاتے دیکھنے لگا۔ ماں اور باپ کے درمیان دونوں کی اُنگلیاں تھام کر چلتے ہوئے چھوٹے سے ست پال کو دیکھ کر اُنہوں نے دل ہی دل میں دُعا مانگی کہ یہ اڑتیس سال کا مرد آج سچائی سے چلنے کی ابتدا کر رہا ہے۔ بھگوان! تم اس کا ہاتھ تھام لینا۔ اور جگت کی زندگی کا امتحان شروع ہو گیا۔

فیروز پور جیل سے نکل کر راستہ عبور کرتے ہی سامنے زمیندار کرنال سنگھ کا باغیچہ تھا۔ وہاں جگت کو مہتا نے ملازمت دلا دی تھی۔ باغ کے درختوں کو پانی پلانا، سبزی توڑنا، صبح بازار میں نیلام کے لئے جانا اور زمیندار کا چھوٹا موٹا کام کرنا۔ بدلے میں بیس روپے ماہانہ تنخواہ، رہنے کے لئے تنگ کوٹھڑی اور دو وقت کا کھانا۔ یہ کل انتظام تھا۔ چھوٹی سزا والے قیدیوں کو مہتا نے کئی بار وہاں کام دلایا تھا۔ پیرول پر چھوٹنے کے بعد جگا اُن کی نظروں سے دُور رہے یہ مہتا نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تو جگا کو اپنے گھر آسرا دے سکتے تھے مگر وہ سب کو یہ دکھا دینا چاہتے تھے کہ ایک وقت کا یہ خطرناک ڈاکو محنت مزدوری کر کے سماج میں مدغم ہو جانے کے لائق ہے۔ یہ جذباتی صورتِ حال سے گزر سکتا ہے اور لالچ سے ٹکر لے سکتا ہے۔

یہ بتانے کے لئے کہ اُس کی ملازمت طے ہو گئی ہے، مہتا نے جگا کو بلایا۔

"دیکھو جگا! باہر کی دنیا میں قدم قدم پر تم سے ناانصافیاں ہوں گی۔ تمہیں توہین برداشت کرنا پڑے گی۔ مگر اس سے تم گھبرا نہ جانا۔ مزاج کو قابو میں رکھنا۔ تمہیں ایک بھی غلط قدم اُٹھائے بغیر خود کو درآستہ کر کے آگے بڑھنا ہے۔" پھر مزید کہا۔ "مجھے تم پر پورا اعتماد ہے۔ تمہیں اپنی ذات پر اعتماد ہے یا نہیں؟ مجھے یہ معلوم کرنا ہے۔"

جگت ذرا سا مسکرایا۔ "صاحب! کہنے سے زیادہ عمل کر کے بتاؤں گا۔"

اُس کا یہ جواب مہتا کے دل کا بوجھ ہلکا کر گیا۔

جگت نے جاتے ہی کام کا بوجھ اُٹھا لیا۔ زمیندار کرنال سنگھ نے سوچ سمجھ کر اُسے رکھا تھا اور اسے اُمید تھی کہ وہ جگا جیسے طاقتور شخص سے دو آدمیوں کا کام لے سکے گا۔ پھر باہر فخریہ کہے گا کہ جگا ڈاکو میرے ہاں ملازمت کرتا ہے۔ پھر اُس کی موجودگی میں باغ سے کوئی چوری نہیں کر سکے گا۔

زمیندار کی زندگی کچھ پراسرار تھی۔ وہ کچھ رنگین مزاج تھا۔ اس لئے اُس نے باغ میں ایک چھوٹی سی عمارت بنوائی تھی جس میں وہ اکیلا رہتا تھا۔ درمیان میں ایک آدھ دن غائب بھی ہو جاتا۔ ہر دو تین دن بعد دن ڈوبنے کے بعد کوئی عورت آتی اور دن طلوع ہونے سے پہلے چلی جاتی۔ دس پندرہ دن میں پانچ مختلف عورتیں زمیندار کے ہاں آتی دکھائی دیں۔ یہ آدمی جانور جیسا ہے۔ چندن کور فوراً ہی ہوشیار ہو گئی۔ اُس نے یہ بات مذاق کے ڈھنگ میں جگا سے بھی کہہ دی۔ "میرے نصیب میں ایک ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔" پھر آہ بھر کر بولی۔ "بتاؤ! ہم نے اتنے

سالوں میں کتنی راتیں ساتھ گزاری ہیں؟ مگر کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ جب آپ نے ویرو کو یاد نہ کیا ہو۔ کیوں، میں سچ کہہ رہی ہوں نا؟" چندن کو رمحبت بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔ "پندرہ دن میں مجھ سے پچیس بار کہا ہوگا کہ ویرو کی تلاش میں لدھیانہ ہو آؤں یا مجھے خاموشی سے جانے دو۔"

"چندن! ویرو کو ایک بار دیکھنے کے لئے دل تڑپ رہا ہے۔ میرے لئے اُس نے کیا نہیں برداشت کیا یہ سوچ کر مجھے خود پر لعنت بھیجنے کو دل چاہتا ہے۔" جگت کی آواز بھاری ہو گئی اور اُس نے چندن کے شانے پر سر رکھ دیا۔

"تم تو جانتے ہو کہ مجھے ویرو سے جلن کبھی نہیں ہوئی۔ جس دن وہ تم کو مل جائے گی اُس دن مجھے سب سے زیادہ خوشی ہوگی۔ کیونکہ تمہاری خوشی ہی میں میری خوشی ہے۔ مگر......" چندن رُک گئی۔ جگت نے اُس کی جانب دیکھا۔

"مگر کیا چندن...... کیا کوئی ایسی بات ہے جو مجھ سے چھپانا چاہتی ہو؟"

"تم سے چھپا کر ایک بار پچھتا چکی ہوں۔ مجھے تو صرف اتنا کہنا ہے کہ اب بھگوان پر بھروسہ رکھو! اب تمہارا نام اخبار میں شائع ہوتا ہے۔ ویرو اپنے آپ تلاش کرتی ہوئی آئے گی۔ اطمینان رکھو!" جگت کو چندن کی یہ بات صحیح نظر آئی۔ ویرو اس سے کیوں دُور ہے؟ کیا اس کا پیار نفرت میں بدل گیا ہے یا پھر کسی مجبوری نے اسے روک کے رکھا ہے؟" جگت کو سوچ میں گم دیکھ کر چندن نے اپنے دونوں بازوؤں میں اُس کا جسم بھینچ لیا۔

"فی الحال تو تین ماہ تک تم میری قید میں ہو۔ کہیں جانے نہیں دُوں گی۔"

"تین نہیں، ڈھائی ماہ چندن!" اُس نے آہ بھر کر چندن کو سینے سے لگا لیا۔ باہر بادل گرج رہے تھے اور بجلی چمک رہی تھی۔ برسات دھرتی کی گود میں سما جانے کے لئے تڑپ رہی تھی۔

○

روز شام کو جگت جیل میں حاضری لگوانے جاتا۔ ڈرامے کی ریہرسل کرتا، سب سے ملتا، پھر گھر واپس آ جاتا۔ جیل کے دروازے پر بیٹھے ہوئے چوکیدار جاتے ہوئے اُس کے ہاتھ میں پانچ دس خط رکھتے۔ ہر خط میں قیدی الگ الگ باتیں لکھتے تھے۔ سنبھل کر رہنا! تمہارے قدموں پر چل کر کبھی ہمیں بھی مہینے دو مہینے بعد گھر والوں کا چہرہ دیکھنے کو ملے گا، ہم اسی آس میں دل بہلا رہے ہیں۔ جیل والوں کی خاطر نہیں، بلکہ ہمارے لئے تین ماہ ہنسی خوشی سے گزار دینا۔ دھڑکتے دل کی طرح ہر پرچی جگت کے ذہن کو بیدار رکھتی۔ تمام خط چندن کو ر بحفاظت ڈبے میں رکھ دیتی تھی۔ وہ سوچتی کہ یقیناً یہ مہتا صاحب کی مہربانی ہے۔ تین ہفتے پورے ہوئے۔ چندن کو اطمینان ہوا۔ مگر ایک شام......

"جگا! یہاں آؤ۔" عمارت کی اُوپری کھڑکی سے زمیندار نے آواز دی۔ زمین کھودتے ہوئے جگا نے پسینے سے ڈوبا ہوا چہرہ اُٹھایا۔

"چندن نے کہا زمیندار صاحب بلا رہے ہیں۔ ہو آؤ!"

پسینہ پونچھتا ہوا جگت زمیندار کے پاس پہنچا۔ زمیندار کو کسی جوان عورت سے دل بہلاتے دیکھ کر ناراضگی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ عورت جگت کے چہرے کی سختی دیکھ کر ڈر گئی اور زمیندار سے الگ ہو

گئی۔ زمیندار نے اُسے قریب کھینچ لیا۔

"اے پیاری! شرم کیسی؟ یہ تو اپنا ملازم ہے۔" پھر اپنا رُعب ڈالنے کے لئے جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر جگت کی طرف پھینکا۔ "جاؤ! شراب کی بوتل لے آؤ۔"

جگت کی سانس رُک گئی۔ نتھنے پھولنے لگے۔ اُس نے ایک نظر نیچے پڑے ہوئے نوٹ پر ڈالی اور پھر زمیندار کے چہرے کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھا اور نوٹ کے قریب رُک گیا۔ جھک کر نوٹ اُٹھا لیا، پھر سیڑھیاں اُترنے لگا۔ اُس نے اپنی یہ بے عزتی ابھی برداشت نہیں کی تھی کہ اُسے آواز سنائی دی۔ زمیندار کہہ رہا تھا۔

"ایک زمانے میں یہ ایک خطرناک ڈاکو تھا۔ اب بے چارہ بیس روپے میں غلامی کر رہا ہے۔"

بے چارہ اور غلامی ان دو الفاظ نے اُس کے ذہن میں شعلے بھڑکا دیئے۔ آخری چار سیڑھیاں ایک ساتھ کود کر وہ نیچے آیا۔ ست پال کو کھلاتی ہوئی چندن اُس کا غضب ناک چہرہ دیکھ کر چونکی مگر جگت اُس کی طرف دیکھے بغیر کدال کی طرف بڑھا۔ کدال کے ہتھے پر اُس کے پنجے کی گرفت دیکھ کر چندن پل بھر میں جیسے سب سمجھ گئی۔ ایسا غضبناک رُوپ اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے پیر زمین پر جم گئے مگر کلائی کی رگیں اب بھی تنی ہوئی تھیں۔ چہرے کی سرخی کم نہیں ہوئی تھی۔ ست پال کو ساتھ لے کر چندن اُس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"کدال لے کر کہاں جا رہے ہو؟"

"اُس بے وقوف کی کھوپڑی توڑنے۔" جگت نے دانت پیسے۔ "سالے نے رنڈی کے سامنے مجھے غلام کہا۔" چندن کا دل بیٹھ گیا۔ اُسے اپنی دنیا اندھیر ہوتی نظر آئی۔ کئے کرائے پر پانی پھرنے والا تھا۔ اُس نے آخری کوشش کی۔

"کس کا طعنہ سن کر جوش میں آ گئے؟" چندن ہانپتی ہوئی کہنے لگی۔ "جلتے انگارے جیسے کتنے طعنے میں نے جھیلے ہیں جگت سنگھ! تب میں کسی کو قتل کرنے نہیں گئی تھی۔ زمیندار کی کھوپڑی توڑنے کے بجائے میرا سینہ چیر کر دیکھو! تم کو ان گنت زخم نظر آئیں گے۔"

"چندن! یہ دو ٹکے کا آدمی میری بے عزتی کرے یہ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟" جگت نرم ہوا مگر کدال پر اُس کی گرفت ڈھیلی نہ ہوئی۔

"دو ٹکے کے آدمی کے بول پر تم دوسروں کے اعتماد کو تباہ کرنے پر تل گئے ہو۔" چندن نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "تم کو زمیندار ناپسند ہے تو میں ملازمت کے لئے نہیں کہتی۔ ہم باہر فٹ پاتھ پر رہیں گے، چاہے ہمارا بچہ سردی میں اکڑ کیوں نہ جائے۔"

بچے کی بات آئی تو جگت کا مزاج بدل گیا۔ قیدیوں کے خط، مہتا صاحب کا اعتماد، کرتارا کی دی دس ہزار کی ضمانت سب یاد آ گئے۔ اُس نے جھٹکے سے کدال پھینک دی۔

"چندن! میں زمیندار کے لئے شراب کی بوتل لینے جا رہا ہوں۔ تم میری فکر نہ کرو!"

چندن نے اطمینان کی سانس لی۔ "بھگوان! تم نے میری لاج رکھ لی۔" وہ بڑبڑائی۔

جگت نظروں سے اوجھل ہوا تو وہ لڑکے کو سینے سے لگا کر سسکیاں بھرتی ہوئی رونے لگی۔ ست پال روتا ہوا ماں کو توتلی زبان میں دلاسے دے رہا تھا۔

"ماں! میرے باپو تمہیں بہت پریشان کرتے ہیں۔ میں بڑا ہو جاؤں پھر دیکھنا اُن کو ٹھیک کر دُوں گا۔" چندن نے اُس کا چہرہ سینے سے لگایا اور روتی ہوئی بولی۔

"نہیں بیٹا! وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ ہم کو پیار کرتے ہیں۔ پھر کبھی ایسا نہ کہنا۔"

O

ایک دن جیل میں حاضری کی خاطر جانے کے لئے جگت زمیندار سے اجازت لینے گیا۔

"آج میرا بھگت سنگھ ڈرامہ ہے۔ مجھے جلدی جانا پڑے گا۔"

"بھگت سنگھ؟" زمیندار نے ناراضگی سے کہا۔ "تمہیں ڈرامے کرنے ہیں تو یہ نہیں چلے گا۔" زمیندار نے صاف کہہ دیا۔ "کل اپنی تنخواہ لے جانا اور دوسری ملازمت تلاش کر لینا۔"

جگت پیر پٹخ کر چلا آیا۔

"یہاں کسے تمہاری ملازمت کی ضرورت ہے؟" وہ بڑبڑایا، پھر باہر آ کر سب سے پہلا سوال اُس کے ذہن میں یہی اُٹھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ نہیں...... مہتا صاحب سے بات نہیں کرنی۔ دوسری ملازمت کہاں تلاش کروں؟ کون کام دے گا؟ یہ بھی خیال آیا کہ ادھورا پیرول چھوڑ کر جیل چلا جائے۔ کون یہ اُلجھن پالے؟

مگر اس طرح ہار قبول کر لے تو جگا کیسا؟ بھگت سنگھ کے سے جوش سے وہ بھگت سنگھ کی اداکاری کرنے جیل میں داخل ہوا۔ ڈرامے کے ہر کھیل کے وقت سوپر مہتا سماج کے مختلف طبقوں کے لوگوں، ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینئروں اور اساتذہ وغیرہ کو بلاتے۔ سماج اور جیل کے درمیان فاصلہ کم کرنے کے لئے اُن کی جدوجہد کا دونوں طبقوں نے استقبال کیا۔ قیدیوں کے دل سے سماج کی نفرت کم ہونے لگی اور اچھے آدمی قیدیوں کی زندگی میں دلچسپی لینے لگے۔ جیل میں آنے والا شخص باہر آ کر ایمانداری سے محنت مزدوری کرنا چاہتا ہے تو اُسے موقع بہت کم ملتا ہے۔ اس پر اعتماد کرنے کے لئے بہت کم لوگ تیار ہوتے ہیں۔ نتیجے میں وہ پھر جرم کی طرف جھکتا ہے اور پھر واپس جیل آ جاتا ہے۔ ڈرامہ دیکھنے کے لئے آنے والے لوگوں کو مہتا خاص سفارش کرتے۔

"قیدی باہر آئیں تو ان کا ہاتھ تھامنا آپ کا فرض ہے۔" اس کے باوجود مہتا کی اس جدوجہد سے جیل کے حکام خوش نہیں تھے۔

وہ کہتے۔ "قیدیوں کو جیل میں عیش کرانے سے سزا کا خوف ان کے دلوں میں کیسے رہے گا! اس سے گناہ اور بڑھیں گے اور جیلیں بھرتی جائیں گی۔"

O

وہ ملازمت کھو بیٹھا ہے اس کے متعلق جگت نے مہتا کو نہیں بتایا۔ ڈرامہ ختم ہونے کے بعد قیدیوں سے ملاقات کر کے وہ گھر جانے لگا۔ اُسے کل کی فکر تھی۔ اُسے چندن اور ست پال کی فکر تھی۔ برسات کے موسم میں سونے کے لئے کسی چھت کا سایہ ضروری تھا۔

جگا دروازے سے باہر نکلا تو اُسے اسی لمحے آواز سنائی دی۔ "جگا......!" وہ چونکا۔ ڈرامہ دیکھنے آیا ہوا ایک انجینئر اُسے آواز دے رہا تھا۔ "تمہیں کہاں جانا ہے؟ میں تم کو چھوڑ آؤں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

"نہیں صاحب! میں تو سامنے رہتا ہوں۔" جگت نے اُنگلی کے اشارے سے بتایا۔ مگر انجینئر کا ارادہ دوسرا تھا۔

"میرے گھر چلو! بہت دنوں سے میرے بیوی بچے ضد کر رہے ہیں کہ جگا کو ایک بار گھر لے آؤ!" جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر یاد آیا کہ اُسے ملازمت اور گھر دونوں تلاش کرنے ہیں۔

"صاحب! آج نہیں چل سکوں گا۔ مجھے کچھ کام ہے۔"

"اچھی بات ہے، پھر کل ضرور آنا۔" پھر انجینئر نے اپنا کارڈ دیا۔ "میرا پتہ اس میں ہے۔ وپہر ساتھ کھانا کھائیں گے۔"

کار چلی گئی۔ جگت نے سوچا کہ بھاکڑا ننگل بند کا یہ بڑا انجینئر اُسے ضرور کام دلا دے گا۔ رت نے اس کی اُلجھن دُور کر دی۔ چندن کی یہ بات سچ نکلی۔ اطمینان رکھیں تو بھگوان ضرور کام ا راستہ نکال دے گا۔ صبح وہ گھر کی تلاش میں گاؤں گیا۔ ایک چالی میں اُسے اندھیری کھولی کرائے ل سکتی تھی۔ وہ ایک دُور دراز گاؤں سے آیا ہے اور دو ماہ کے لئے کھولی چاہئے۔ جگت کو بہانہ کرنا ا۔ اُسے خوف تھا کہ اگر اُس نے اصلیت بتا دی تو شاید اُسے کوئی کھڑا بھی نہ ہونے دے گا۔ مگر ب مالک مکان نے ایک مہینے کا پیشگی کرایہ پانچ روپے مانگا تو جگت کا ہاتھ جیب میں جا کر باہر آ یا۔ اُس کی جیب میں صرف چند آنے تھے۔ لاکھوں روپے کا ڈاکہ ڈالنے والے کے پاس پانچ پے بھی نہیں تھے۔

"بہتر ہے...... میں شام کو پیشگی رقم دے دُوں گا اور کل صبح سے ہم رہنے آ جائیں گے۔"

وہ دوپہر انجینئر کے ہاں گیا تو اُسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ اُس کا اتنا شاندار استقبال ہو گا۔ "جگا ئے، جگا آئے۔" گھر گونج اُٹھا۔ گھر اور پڑوس کے بچے اُسے دُور سے دیکھنے لگے۔ جگت نے کو اشارے سے قریب بلایا تو وہ اور پیچھے ہٹ گئے جیسے ڈاکو سے ڈر رہے ہوں۔ جگت ہنس دیا۔

"ارے لڑکو! جگا کو گھر بلانے کی تو ضد کر رہے تھے۔ اب آ گئے تو دُور کیوں کھڑے ہو؟" انجینئر نب نے بچوں کو محبت سے ڈانٹا۔

"صاحب! یہ مجھ سے ڈر رہے ہیں۔" جگت نے ہنس کر کہا۔ "یہ ان کا قصور نہیں، ڈاکو تھا تو ا اچھے مرد میرا نام سن کر لرز جاتے تھے۔"

آہستہ آہستہ گھر کی عورتیں آنے لگیں۔ سب کی نظروں میں تجسس جھلک رہا تھا۔ جیل اور ڈاکے ات شروع ہوئی۔ جگا اپنے جرائم پر پردہ ڈالے بغیر ماضی کی باتیں سنا رہا تھا۔ درمیان میں ل ارے واہ! کہہ اُٹھتی تھیں۔ ویرو کی بات آئی تو سب غور سے سننے لگے۔ درمیان میں انجینئر ب کی بیوی پوچھ بیٹھی۔

"وہ ویرو اب کہاں ہے؟" جگت نے آہ بھری۔ اُس کے چہرے پر دُکھ دیکھ کر سب سناٹے گئے اور اُنہوں نے سوچا یہ سوال نہ ہی پوچھتے تو بہتر تھا۔

"ویرو کہاں ہو گی؟ یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔"

"تم ان سے باتیں کرتی رہو گی تو یہ کھانا کب کھائیں گے؟" انجینئر صاحب نے کہا۔

خری پانچ سالوں میں ایسا کھانا کھانا تو دُور کی بات ہے دیکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ جگت کو گھر یاد آ

گیا۔ چندن اور ست پال رُوکھی سوکھی کھا کر پیٹ بھر رہے ہوں گے اس خیال سے وہ دل بھر کر کھانہ سکا۔ وہ درمیان میں ملازمت کی بات کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ لوگ جس طرح اس کا استقبال کر رہے تھے ان سے ملازمت کی بات کی تو وہ کیسا محسوس کریں گے؟ جگا نے سوچا کہ جاتے وقت انجینئر صاحب سے آہستگی سے کہہ دوں گا۔ یہ سوچ کر وہ چپ ہو رہا۔ مگر وہ کار میں سوار ہو گیا اور ڈرائیور نے کار سٹارٹ کر دی اس وقت تک وہ ملازمت کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اُسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ ملازمت کرنی ہے اور بڑائی سے باز بھی نہیں آتا۔ مانگے بغیر تو ماں بھی بچے کو دودھ نہیں دیتی۔

ملازمت سے علیحدہ ہوتے وقت زمیندار نے بیس میں سے دس نقد دیئے اور باقی پھر لے جانے کو کہا، تب جگت کو غصہ آ گیا۔ محنت نقد اور مزدوری اُدھار۔ زمیندار کا گریبان تھام کر رقم کھڑے کھڑے وصول کرنے کی خواہش ہوئی۔ وہ برابر کھڑی ہوئی چندن سے بولا۔ "تم جاؤ! میں ابھی آتا ہوں۔" مگر چندن وہاں سے نہیں ہٹی۔ اُس نے جگت کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہیں غصہ دلانے کے لئے ایسا کر رہا ہے۔ تم باہر آؤ! میں تم کو ایک بات بتاؤں گی۔" دس کا نوٹ جیب میں ڈال کر زمیندار کو گھورتا ہوا جگت باہر آیا۔ وہ چندن کو ڈانٹنا چاہتا تھا، بات بات میں مداخلت کر کے تم مجھے بزدل بنا دو گی۔ مگر چندن کور نے ایسا موقع نہیں دیا۔

"میں تم سے ایک بات کہنا بھول گئی تھی۔ دو دن پہلے پولیس جیپ یہاں آئی تھی۔ خاکی لباس والا کوئی آدمی زمیندار سے گھنٹے بھر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر جاتے وقت زمیندار سے کہا تھا کہ ایسے شخص کے آزاد رہنے سے تم لوگوں کا ہی نقصان ہوگا۔ ہم اُسے گرفت میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم ساتھ دو تو کام جلدی ہوگا۔"

یہ سن کر جگت سناٹے میں آ گیا۔ "تم نے مجھے پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟"

"اس لئے کہ سن کر تم غصے میں آ جاتے اور پولیس سے جھگڑا کر لیتے۔" چندن کور نے کہا۔ "زمیندار نے آپ کو ملازمت سے کیوں الگ کیا یہ اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ تم کو دس روپے کم کیوں دیئے یہ بات اب سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"یہ بات ہے۔" جگت نے دانت پیسے۔ "پولیس پرانی دشمنی بھولنا نہیں چاہتی۔"

"حکومت تم کو معاف کر دے یہ پولیس کو پسند نہیں ہے۔" چندن بولی۔

مہتا نے بھی ایک بار چندن سے ایسا اشارہ کیا تھا۔ "تم جذبات میں آ کر کچھ کر بیٹھو وہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"مہتا صاحب نے مجھے اتنے مشکل امتحان میں ڈال دیا ہے۔" جگا بڑبڑایا۔ اُسے دس روپے کا نوٹ زمیندار کے منہ پر پھینک مارنے کا خیال آیا، مگر پھر یاد آیا کہ نئی کوٹھڑی کرائے پر لینے کے لئے پانچ روپے ایڈوانس دینے ہیں۔

"چلو چندن! اب ہم ایک لمحہ یہاں نہیں رو سکتے۔ باقی دس روپے میں سود کے ساتھ وصول کروں گا۔" سود کے ساتھ وصول کرنے والی بات چندن کو کھٹکی مگر اُسے معاملہ ٹھیک کرنا تھا اس لئے کچھ نہ بولی۔

○

انجینئر رانے نے جگت کو اسّی روپے کی تنخواہ پر ملازمت دلا دی۔ فیروز پور کی حد سے گزرتی ہوئی بھاکرا نہر کی مرمت ہو رہی تھی۔ ہر روز صبح پانچ چھ میل سائیکل پر جانا ہوتا تھا۔ آٹھ گھنٹے تک کام کرنا اور شام کو سائیکل پر واپس ہونا۔ یہ کام جگت کو بور کر دیتا تھا مگر اس کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہ تھا۔ وہ یہ سوچ کر دل بہلاتا کہ کسی طرح سکھ سے دو ماہ گزارنے ہیں۔ سائیکل پر جاتے وقت اُسے گھوڑا یاد آ جاتا۔ رائفل کے بغیر ہاتھ عجیب سا لگتا۔ شام کو لوٹتے وقت جلانے کے لئے لکڑی سائیکل کے پیچھے باندھ کر لانے میں اُسے ہتک محسوس ہوتی۔ وہ سوچتا نیک بننے کے لئے آدمی کو کیا کیا برداشت کرنا پڑتا ہے؟ لکڑیوں کا گٹھا شانے پر اُٹھائے جگت کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ شانے سے گٹھا نیچے گر پڑا۔

"باپو.....!" وہ بڑبڑایا۔ سوہن سنگھ نے بیٹے کو دیکھا اور اپنے شانے پر سے ست پال کو اُتار دیا۔ ست پال دوڑ کر جگت سے لپٹ گیا۔ سوہن سنگھ نے بھی چاہا کہ جگا بھی اسی طرح دوڑ کر اُن سے لپٹ جائے۔

"کب آئے باپو؟" جگا نے پاؤں چھو کر پوچھا۔

چندن کور لکڑی کا گٹھا اُٹھا کر اندر لے جاتے ہوئے بولی۔ "دوپہر سے آئے ہیں۔ ست پال کے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا اس لئے اسے کھلانے آئے ہیں۔"

"اور صبح واپس چلا جاؤں گا۔" سوہن سنگھ نے بغیر پوچھے بتایا۔ "تمہاری ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ کھیتی کا کام بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔" باپ بیٹا انجانوں کی طرح باتیں کر رہے تھے۔ دونوں کے دل میں چور تھا۔ دونوں ہی کے دلوں میں محبت جوش مار رہی تھی مگر دونوں ہی بظاہر ایک دوسرے سے کھنچے کھنچے سے نظر آ رہے تھے۔ "تمہاری ماں نے مجھے زبردستی بھیجا ہے۔" سوہن سنگھ نے کہا۔ "کہنے لگی بیٹے کی خبر لے آؤ! کہ وہ کس حال میں ہے؟"

جگت خاموش رہا۔ دل تو چاہتا تھا کہ پوچھ لے کہ ماں کو ساتھ لانا تھا۔ مگر اس کی بجائے کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "خیریت تو خط سے بھی معلوم کی جا سکتی تھی۔" پھر مزید بولا۔ "بہو سے سب کچھ جان لیا ہوگا۔"

"ہاں! جو نہیں کہا وہ بھی جان گیا ہوں۔" سوہن سنگھ نے جیب سے سو سو کے نوٹ نکالے۔ "جگت! دو ماہ کا خرچ لایا ہوں۔ یہ آٹھ سو روپے ہیں۔ بہو بیٹے کے ساتھ آرام سے رہو! مزدوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اُن کی آواز رندھ گئی۔ جگت کبھی نوٹوں کی طرف اور کبھی باپو کی طرف دیکھتا تھا۔ چندن کور نے صبح ہی اُس سے کہا تھا کہ تنخواہ میں سے پانچ روپے لے آؤ گھر میں صرف ایک دن کا راشن موجود ہے۔ پھر بھی جگت باپو کے سامنے ہاتھ آگے نہ بڑھا سکا۔ حالانکہ وہ خالی جیب گھر آیا تھا۔

"باپو! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ نوٹوں کو چھوئے بغیر بولا۔ "محنت مزدوری کی روٹی کھا رہا ہوں۔" ست پال کھیلتا کھیلتا قریب آیا۔ اُس نے نوٹوں کے بنڈل پر جھپٹا مارا۔ جگت نے آواز دی۔ "بیٹے! یہ دادا کو دے دو۔ ہم نہیں لے سکتے۔" یہ سن کر سوہن سنگھ کے دل پر چوٹ سی لگی۔ اُن کا دل چاہا کہ کہہ دیں، تم باپ کے پیسے کو نہیں، پیار کو ٹھکرا رہے ہو۔ مگر چندن کور نے ان کو

پہلے ہی سے ہوشیار کر دیا تھا۔ بحث میں نہ پڑنا! اُن کو نہ چھیڑنا۔ اس لئے اُنہوں نے پیسے جیب میں رکھ لئے۔ پیسے ہونے کے باوجود بہو اور بیٹا دُکھ جھیلیں یہ اُن کی برداشت سے باہر تھا۔ اُن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ دوسری صبح جگت کے کام پر جانے کے بعد اُنہوں نے پوتے کے ہاتھ میں پچاس روپے رکھے۔

''بہو بیٹی! جگت کی طرح تم ہاتھ نہ ہٹانا۔'' سسر کے گڑگڑاتے لہجے کو دیکھ کر چندن آبدیدہ ہو گئی۔ سوہن سنگھ کہہ رہے تھے۔ ''تمہاری ساس سے جھوٹ بولنے کے لئے کچھ تو بہانہ چاہئے۔ میں اُس سے کہہ دُوں گا کہ پیسے دے آیا ہوں۔''

چندن انکار نہ کر سکی اور اُس نے آنکھیں خشک کر کے پیسے لے لئے۔ ''بھگوان کرے وہ پوچھ کچھ نہ کرے ورنہ مجھے بھی جھوٹ بولنا پڑے گا۔'' سوہن سنگھ ست پال کے سر پر ہاتھ پھیر کر نکل گئے۔ ''بھگوان! ان کی حفاظت کرنا۔'' سوہن سنگھ نے دُعا دی۔

○

بمشکل پندرہ دن گزرے ہوں گے کہ اچانک ایک مصیبت کھڑی ہو گئی۔ آس پاس کے رہنے والوں کو پتہ چل گیا کہ نیا کرائے دار اپنے وقت کا خطرناک ڈاکو ہے جو پیرول پر چھوٹ کر آیا ہے۔ ڈر کے مارے وہ گھر میں رہنے لگے۔ چالی میں سونے والے اندر سونے لگے۔ چندن کور تنہا ہوتی تو عورتیں آ کر اُسے کہتیں۔

''بہن! تم لوگ مکان نہیں چھوڑ سکتے؟ ہم رات کو سو نہیں سکتے۔ کیونکہ اعصاب پر تمہارے شوہر کا خوف مسلط رہتا ہے۔''

چندن گڑگڑاتی۔ ''اب صرف ڈیڑھ ماہ رہ گیا ہے۔ میں اپنے بچے کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تم لوگوں کو ہم سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔'' پھر حلق صاف کر کے کہتی۔ ''وہ ڈاکو تھے مگر انہوں نے دُشمن کے علاوہ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔'' مگر یہ بات کسی کے دل میں نہ اُتری۔ تب چندن کور کا دل گھبرانے لگا۔ نہ تو وہ کسی کو اپنی بات پر مجبور کر سکتی تھی اور نہ ہی جگت سے کچھ کہہ سکتی تھی۔

''تم اُداس کیوں رہتی ہو؟ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟'' جگت نے کئی بار اُس سے پوچھا۔

آخر چندن اُس کا سوال برداشت نہ کر سکی۔ وہ رو دی۔ ''تم سے کہتے ہوئے زبان نہیں کھلتی۔''

''چندن! جو کچھ ہے بتاؤ۔ میں تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔''

چندن اُسے دیکھتی رہی۔ جگت کے لہجے میں اُسے سچائی نظر آئی۔ اُس نے دل مضبوط کر کے کہا۔ ''یہاں کے کرائے دار مکان خالی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ اُن کو تم سے ڈر لگتا ہے۔''

یہ سن کر جگت کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ صبح سے شام تک باہر رہتا تھا۔ کسی سے نظر تک نہ ملاتا تھا۔ بلند آواز سے بات نہ کرتا تھا پھر بھی لوگ اُس سے ڈرتے تھے۔ ڈاکو کا ماضی پرچھائیں کی طرح اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ سماج کیا پھر اُسے اسی راہ پر ڈال دینا چاہتا ہے؟ وہ سوچتا۔ اچھا آدمی بننے کے لئے مزدوری کی بے عزتی برداشت کی۔ نصف روٹی پر گزارا کیا پھر بھی سب لوگ اُسے اچھا آدمی بننے سے روک رہے ہیں۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ چندن کور نے اُسے خاموش دیکھ کر سوال کیا۔

''اب کیا کریں گے؟''

''اس کا جواب کل صبح دُوں گا۔'' یہ کہہ کر جگت پھر سوچ میں ڈوب گیا......!

○

وہ رات جگت نے بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح تک اُسے فیصلہ کر لینا چاہئے تھا۔ جیل میں واپس جانا یا چالی کے کرائے داروں سے کہہ دینا کہ ہم یہیں رہیں گے۔ تم کو اگر ڈر لگتا ہے تو تم لوگ چلے جاؤ! دیکھتا ہوں کون مجھے نکالتا ہے؟ مجھے سیدھی طرح جینے دو ورنہ...... ورنہ کیا......؟ جگت کے دل نے آواز دی۔ سوال پوچھا گیا۔ جو سامنا کرے گا اُس کا گلا دبا دُوں گا۔ ابھی کلائیوں میں اتنی طاقت ہے، میں بغیر اسلحہ کے بھی دو چار لاشیں گرا دُوں گا۔

''لاشیں گرا کر کیا کرو گے؟ کہاں جاؤ گے؟''

''بدلہ لوں گا...... جیسا تھا، ویسا ہو جاؤں گا۔''

''بدلہ...... اب کون ہے جس سے تم بدلہ لو گے؟''

''سماج سے بدلہ لوں گا جو مجھے چین سے جینے نہیں دیتا۔ یہ مطلبی دنیا میری دُشمن ہے۔ مرتے وقت تک کسی کو چین سے نہیں جینے دُوں گا۔''

''پھر دوست کی ضمانت، مہتا کا اعتماد؟ اور چندن کور کی حسرتوں کا کیا بنے گا؟'' اس کا جواب نہیں مل سکا تو وہ رضائی ہٹا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کھلی کھڑکی سے سنسان محلے کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ماضی میں ڈوبا ہوا تھا جیسے سب کچھ کل کی بات ہو۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ختم ہونے والے دُشمن پھر نظر میں آ گئے ہیں۔ جدا ہونے والے ساتھی یاد آئے۔ بغیر کسی دوست یا دُشمن کے زندگی کیسی پھیکی ہے؟ اُس نے سوچا۔ بچن اور اُچلا کہاں ہوں گے؟ ہوشیار کیا کرتا ہوگا؟ کیا وہ لوگ مجھے بھول گئے ہوں گے؟ وہ اپنی زندگی کے جھمیلوں میں اتنے اُلجھ گئے ہوں گے کہ میری کچھ خبر ہی نہیں لیتے؟ مگر اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے خود اُن کو جدا کیا ہے۔ جہاں ہوں گے، اپنا ماضی چھپا کر جی رہے ہوں گے۔ بھگوان کرے اُن کی زندگی پر پولیس کا سایہ نہ پڑے۔ اسی لمحے راستے سے ایک سایہ بلڈنگ میں داخل ہوا۔ جگت نے آنکھیں تیز کر کے دیکھا اور پہچاننے کی کوشش کی۔ مگر سفید داڑھی کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ تب اُس نے آواز دی۔

''کون ہے......؟''

وہ شخص لرز گیا۔ ''میں ہوں۔'' جواب ملا۔ ''کونے کی کوٹھڑی والا سردار جی۔''

''اوہ!'' جگت جھینپ گیا۔ ''ست سری اکال!'' کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اُس نے سوچا جس مکان کے کرائے داروں کو اس کا پڑوسی اچھا نہیں لگتا اس کی چوکیداری کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کروٹیں بدلتے ہوئے ہونٹ چبا کر بڑبڑایا۔

''کوٹھڑی خالی کرنے کی فکر میں کیوں اپنی نیند حرام کر رہا ہوں؟ ایک بار فیصلہ کر لیا کہ نہیں جانا لیکن! بات ختم ہوئی۔ کرایہ داروں کی ایسی تیسی۔ جگا! زیادہ بھلائی دکھاؤ گے تو بزدل بن جاؤ گے۔ سالے میرے سامنے آنکھیں نہیں اُٹھاتے اور میری بیوی کو مکان خالی کرنے کے لئے پریشان کرتے ہیں۔ بس! اب ادھر یا اُدھر......!''

خیالات کو ذہن سے جھٹک کر جگا سونے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ برابر سوئی ہوئی چندن کو جگا دینا چاہتا تھا کہ اُس کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اُس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ جگا کے کانوں سے ٹکرائے۔

''نہیں نہیں..... وہ ایسے نہیں ہیں۔'' چندن نیند میں بڑبڑائی۔ پھر چار چھ الفاظ سمجھ میں آئے۔ البتہ آخری جملہ یہ سنائی دیا۔ ''وہ خاندانی ہیں۔ تم سے بڑھ کر ہیں۔''

جگت نے سرد آہ بھری۔ نیند میں بھی وہ میری فکر کرتی ہے اس نے سوچا۔ پھر اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا کہیں یہ فکر اسے پاگل نہ کر دے۔ میرا ایک غلط قدم اس کی زندگی برباد کر دے گا۔ اُسے سوہن مہتا پر غصہ آیا۔ مجھے انہوں نے اتنے سخت امتحان میں کیوں ڈال دیا؟ اسی طرح جگت نے ساری رات گزار دی۔

صبح چندن نے اُٹھ کر دیکھا تو چونک پڑی۔ جگت گھر کا سامان تھیلوں میں بھر رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو؟'' چندن نے حیرت سے پوچھا جیسے اُسے اپنی آنکھوں پر اعتماد نہ ہو۔ ''کب بیدار ہوئے؟''

''سویا ہی کون ہے؟'' جگت نے نصف بھرے تھیلے کو ہلا کر کہا۔ ''دن طلوع ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔''

چندن کور جلدی سے کھڑی ہوگئی۔ وہ جگت کا ارادہ سمجھ گئی تھی۔ ''دوسرا سہارا تلاش کئے بغیر ہمیں کہاں لے جاؤ گے؟'' چندن محبت بھرے لہجے میں بولی۔

''یہ تو پتہ نہیں۔'' جگت سنجیدہ ہوگیا۔ ''اب یہاں سے دل اُٹھ گیا ہے۔''

سوا ڈیڑھ ماہ دُکھ سکھ کی طرح کاٹ ہی دیں گے۔'' چندن کور کے چہرے پر صبح کی دھوپ کا اُجالا پھیل گیا۔ پچھلی رات اُس نے بھیانک خواب دیکھا تھا۔ جگت پڑوسیوں سے مار دھاڑ کر رہا تھا۔ دو چار زخمی کر دیئے تھے۔ پولیس آئی اور اُسے ہتھکڑی پہنا کر لے گئی۔ وہ اور ست پال رو رہ گئے تھے۔ وہ بند آنکھوں سے دیکھے ہوئے خواب کی کھلی آنکھوں سے اُلٹی تعبیر دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں اُٹھتے ہی چل پڑنے کے لئے کس نے کہا تھا؟'' پھر ہاتھ سے سامان چھین کر بولی ''آج تمہاری چھٹی ہے۔ اس لئے آرام سے جائیں گے۔''

جگت اُس کے مسکراتے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے کھڑے ہو کر چندن کور کو قریب کھینچ لیا اور بازوؤں میں بھینچ لیا۔ ''غلام تمہارا حکم ماننے کے لئے آمادہ ہے۔''

''ارے چھوڑو! کھڑکی کھلی ہے۔'' چندن نے مصنوعی غصے سے کہا تو جگت نے اور زور آزمایا۔ ''کھلی رہنے دو! پڑوسیوں کو بھی تو پتہ چلے کہ ڈاکو بھی پیار بھرا دل رکھتا ہے۔'' یہ سن کر چندن نے اپنے بازو اُس کی پشت کے گرد کس لئے۔

O

ڈھلتی دوپہر کو کوٹھڑی خالی کر کے تینوں چل پڑے۔ جگت نے شانے پر تھیلا اُٹھایا اور چندن کور نے ست پال کو ساتھ لیا۔ اُن کو سامان کے ساتھ باہر نکلتے دیکھ کر پڑوسیوں کو تعجب ہوا اور ساتھ ہی سکون بھی ہوا۔ جگت ساتھ تھا اس لئے کوئی عورت چندن سے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی کہ کہاں جا

گے؟ کیا دوسری جگہ مل گئی ہے؟ تینوں چپ چاپ سیڑھیاں اُترنے لگے۔ جگت نے سب کی طرف ناراضگی کی نظروں سے دیکھا اور آنکھوں میں ڈانٹا سالے بزدل۔ اُس نے سوچا، اگر کسی سے کچھ نہ کہنے کی چندن کو یقین دہانی نہ کرائی ہوتی تو وہ سب کو کھری کھری سنا دیتا۔ وہ چھوٹا سا میدان عبور کر کے بڑے دروازے کے قریب رُک گیا۔ گھوم کر اُس نے کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانکتے ہوئے لوگوں کو تیز نظروں سے گھورا۔ وہ بے چارے مارے ڈر کے گھروں میں چھپ گئے۔ اُن کی حالت پر جگت ہنس دیا۔

''چلو! کچھ آگے گئی ہوئی چندن نے آواز دی اور جگت نے قدم بڑھائے۔

''ارے..... تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟'' سامنے سے آنے والے سردار جی نے حیرت سے پوچھا۔ ''میں نے تو سنا تھا کہ تم لوگ ابھی یہیں رہو گے۔'' اُس کی سفید داڑھی اور آواز سے جگت پہچان گیا کہ رات جسے آواز دی تھی، وہی سردار جی ہیں۔

''ہم تو رہنا چاہتے تھے مگر تم لوگوں کو ہمارا پڑوس کھٹکتا ہے۔ اس لئے جا رہے ہیں۔'' جگت نے سخت لہجے میں کہا۔

چندن کور کو ڈر لگا کہ کہیں جاتے وقت وہ لڑ نہ پڑے اس لئے فوراً بول پڑی۔ ''یہ ڈاکو تھے۔ سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا بے چارے پڑوسی گھبرا رہے ہیں۔''

سردار جی لمبی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ''اب کہاں جاؤ گے؟''

''یہ تو ہمیں بھی پتہ نہیں ہے۔'' چندن کور کی آواز میں لاچاری تھی۔

''ارے کوئی اس طرح جاتا ہے؟'' سردار جی نے محبت بھری سختی سے کہا۔ ''ان جیسا ڈاکو مکان میں رہتا ہو تو چوری وغیرہ کا ڈر نہیں رہتا۔'' پھر وہ بلند آواز میں بولے۔ ''کل رات میں مکان میں ...ہوا تو انہوں نے ایسی آواز دی کہ میں اپنے گھر میں آنے کے باوجود ڈر گیا۔''

جگت کو فخر سا ہوا یہ آدمی اسے پوری طرح پہچان گیا ہے۔ پھر بھی لوٹنا چھوٹی بات تھی۔

''سردار جی! تمہاری ہمدردی کا شکریہ۔ مگر دوسرے لوگ تمہارے جیسے سمجھدار نہیں ہیں۔'' مگر ...جی نے جگت کے شانے سے تھیلا اُتار لیا اور اندر جانے لگے۔ ''تم لوگ اس طرح گھر چھوڑ کر ...ن میں ہماری عزت جائے گی۔''

...ر بھی جگت اور چندن دروازے پر کھڑے رہے۔ سردار جی اُن کی اُلجھن سمجھ گئے۔ وہ زور ...لے۔ ''ارے کرائے دارو! اپنے چہرے تو دیکھو۔ ایسے مرد کو یہاں سے نکالنے کی تمہاری کیا ...ہے؟'' مگر کون جواب دیتا؟ سردار جی کا جوش بڑھا۔ اُنہوں نے پھر ہانک لگائی۔ ''یہ جگا اب یہیں رہے گا۔ جسے اختلاف ہو باہر آئے۔'' جگت کو لطف آ گیا۔ اُس نے چندن ...جانب دیکھا۔ اس سے پہلے کہ دونوں سوچتے کہ کیا کریں، سردار جی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ...ی کھول کر سامان اندر ڈالتے ہوئے بولے۔ ''اب وہاں کیا کھڑے ہو؟ اُوپر آ جاؤ!'' پھر نرم ...کہا۔ ''اس بزرگ کے سفید بالوں کی عزت رکھ لو!''

...ن کور آگے بڑھی۔ پھر جگت بھی اُس کے پیچھے چلنے لگا۔ جس کوٹھڑی کو پانچ منٹ قبل وہ خالی ...تھے اُسی کوٹھڑی میں داخل ہوتے ہوئے دونوں کو عجیب سا لگا۔ سردار جی خوش ہوتے ہوئے

بولے۔ ''اس خوشی میں جگا! آج رات گانے بجانے کا پروگرام کریں گے۔ مالک مکان موہن لال کو بلائیں گے۔ سارے گاؤں کو پتہ چلنا چاہئے کہ جگا ہمارا پڑوسی ہے۔''
اُن کی مسرت دیکھ کر چندن کا دل بھر آیا.....!

○

بعض اوقات آفت بھی رحمت بن جاتی ہے جگت کو اس کا تجربہ ہونے لگا۔ جو پڑوسی چندن کور کو کوٹھڑی خالی کرنے کے لئے کہہ رہے تھے وہی اب اُسے سنبھال کر رکھنے لگے۔
''بہن! آج مٹھائی بنائی ہے اصلی گھی کی۔ اپنے شوہر کو چکھانا۔'' پڑوسیوں کی محبت نے چندن کو بڑی اُلجھن سے آزاد کر دیا۔ مالک مکان کی دو جوان لڑکیاں چندن اور ست پال کو اپنے گھر لے جاتیں۔
''ہمیں جگا کی باتیں سناؤ!'' ویرو کی بات آتی تو دونوں بہنیں تعجب سے پوچھتیں اپنے شوہر کی محبوبہ کی اس طرح کھلے دل سے بات کر رہی ہو جیسے تم کو ویرو سے ذرا بھی جلن نہ ہو۔''
چندن مسکرائی۔ ''مجھ میں یہ بات نہیں ہے اور مجھے کسکنی بھی نہیں ہے۔''

○

پیرول کے پونے تین ماہ جگت نے بحفاظت گزار دیئے تو پولیس والوں کو فکر ہوئی۔ جگا ایک بھی گڑبڑ کئے بغیر پیرول کے تین ماہ گزار دے گا۔ اس ڈاکو کو ایک بار بھی جوش نہیں لایا جا سکا؟ پولیس افسر سوچتے۔
جگت پر گہری نظر رکھی جاتی۔ کوئی نئی آفت کھڑی ہوتی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ اُس کی بدنامی کے لئے شکاری کی طرح تیار ہو جاتا مگر آخری لمحے آفت کے بادل چھٹ جاتے اور وہ مایوس ہو جاتے۔ اس آدمی کو کسی غیبی قوت کا سہارا ہے...... ورنہ سارے داؤ اُلٹے نہ ہو جاتے۔ پولیس چیف کے کان میں یہ بات بھی آئی تھی کہ وزیر اعلیٰ نے جگا پر نظر رکھنے کے لئے اپنا خاص آدمی بھیجا ہے یہی وجہ تھی کہ پولیس اس ڈر کے مارے جگا کو کسی چھوٹے کیس میں پھانسنے کی ہمت نہیں کر رہی تھی۔ مگر پیرول کا ایک ہفتہ باقی رہ گیا تو اُن کا ضبط جواب دے گیا۔ اُن کو جگا کو جذبات میں لانے کا کھلا تجربہ کرنا پڑا......!
چھٹی کا دن تھا۔ جگت کی اُنگلی تھامے ست پال جگت کے ساتھ حاضری لگوانے جا رہا تھا۔ پیرول کے دن کم ہوتے جا رہے تھے۔ ہر دن اُسے سزا میں سے کم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ جیل میں رہنے سے باہر کا ماحول اُسے سزا جیسا معلوم ہوتا تھا۔ قدم قدم پر اُسے احتیاط رکھنا تھی۔ بے عزتی برداشت کرنی تھی۔ کوئی ناانصافی ہو رہی ہو تو درمیان میں نہیں پڑنا تھا۔ یہ سب اصول قید کی زنجیروں سے زیادہ وزن دار تھے۔
''باپو! تم روز روز جیل کیوں جاتے ہو؟'' راستہ چلتے ہوئے ست پال نے پوچھا۔ ''وہ ہمارے گھر کے پاس جولڑ کا رہتا ہے کہہ رہا تھا کہ خراب آدمی جیل جاتے ہیں۔ تم تو خراب آدمی نہیں ہو۔ پھر بھی......'' اُس کی بات ختم ہو اس سے پہلے عقب سے آتی ہوئی ایک تیز رفتار پولیس جیپ نے جگت کو ہوشیار کر دیا۔ پہلے تو گھوم کر دیکھنے کا ارادہ کیا مگر پھر جیسے جگا کے اندر سے کسی نے کہا ہٹ

جاؤ! جلدی سے ہٹ جاؤ! اور پھر جگت نے جلدی سے لڑکے کو راستے سے دور دھکیل دیا اور جسم کو سمیٹ لیا۔ اسی لمحے جیپ سرسراتی ہوئی قریب سے گزر گئی۔ مگر کہنی کے قریب کرتے کی آستین پھٹ گئی۔ کئی لوگ چیخ بھی۔ ''ارے کیا ہوا؟ بے چارہ ذرا سا بچ گیا۔'' پھر کچھ دور بریک کی آواز کے ساتھ جیپ رکی، پھٹی ہوئی آستین پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جگا کا دماغ قابو سے باہر ہو گیا۔ اُس نے پولیس جیپ کو گھورا اور دانت پیس لئے۔ گالی دینے کے لئے زبان میں ہلچل سی ہونے لگی مگر ست پال اُس سے چمٹ گیا۔ وہ سسکیاں لیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
''باپو! تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟''
بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جگت کے دوسرے ہاتھ کی مٹھی ڈھیلی پڑ گئی۔ ست پال ساتھ نہ ہوتا تو وہ اس طرح کھڑا نہ رہتا بلکہ جیپ کے ڈرائیور کی گردن پکڑ کر دو تین تھپڑ ضرور لگا دیتا۔ ابھی ارادہ ملتوی نہیں ہوا تھا کہ کھڑی ہوئی جیپ سے افسر ٹائپ کا ایک آدمی دکھائی دیا۔ وہ آدمی قریب آئے تو ہاتھ آزماؤں گا۔ جگا سوچ رہا تھا مگر وہ بیٹھا بیٹھا ہونٹ چبا رہا تھا۔ شاید جگا کے مزاج کا اندازہ کر رہا تھا۔ آٹھ دس آدمی اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ دھیمے لہجے میں ایک نے گالی دی۔
''سالے! اندھوں کی طرح چلاتے ہیں...... ان سے کون پوچھنے والا ہے؟ کون پوچھنے والا ہے؟''...... یہ الفاظ جگت کو کھٹکے۔ وہ آستینیں چڑھا کر لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا آگے بڑھا مگر جیپ دوڑنے لگی۔ جگت کو شرمندگی ہوئی۔ حالانکہ اُسے خبر نہیں تھی کہ امتحان کی گھڑی گزار کر اُس نے دوسروں کو شرمندہ کیا تھا۔

○

''اب دو دن باقی رہ گئے ہیں۔'' چندن کور نے مسرت اور دُکھ کے ملے جلے جذبات سے کہا۔ ''پھر وہی جدائی۔''
''دو نہیں، صرف ایک دن چندن!'' جگت نے مسکرا کر کہا۔ ''کل صبح کی گاڑی میں تمہیں بھیج کر پرسوں میں جیل چلا جاؤں گا۔''
''نہیں...... میں تمہیں جیل روانہ کر کے پھر گاڑی پکڑوں گی۔'' چندن کور مضبوط لہجے میں بولی۔ ''تمہیں مہتا کے سپرد کر کے جاؤں گی۔''
''سچ کہنا چندن! تمہیں ڈر ہے کہ میں بارہ گھنٹے تنہا رہا تو کوئی طوفان اُٹھا دوں گا؟'' جگت نے مذاق انداز میں پوچھا۔ پھر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''ابھی تم کو مجھ پر اعتماد نہیں ہوا۔''
چندن نے محبت بھرے انداز میں اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تم پر تو پورا اعتماد ہے۔ مگر تقدیر آخری لمحے میں دغا نہ دے جائے یہ ڈر لگتا ہے۔ میرے نصیب میں بھی چکر رہا ہے۔''
جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ جدا ہوتے ہوئے چندن کور کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنے بیٹے کو گاڑی میں بٹھا کر رخصت کرنے کا زندگی میں ایک موقع مل رہا تھا وہ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ رشتے دار گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہوں، انجن کی سیٹی بجے اور گاڑی حرکت میں آئے وہ گھڑی عجیب سی پرلطف ہوتی ہے۔ آج تک ہمیشہ چندن سے چھپ چھپا کر ملنا اور جدا ہونا ہوا تھا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے اُسے ''پھر ملیں گے'' کہنے کی خواہش وہ دبا نہ سکا۔ اُس نے

درمیان کا راستہ نکالا۔

''ہم ایسا کریں شام کی بجائے میں صبح جیل لوٹ جاؤں گا۔ تمہاری گاڑی روانہ ہو اس کے بعد اسٹیشن سے سیدھا مہتا کے پاس چلا جاؤں گا۔ اب تو مطمئن ہو؟'' جواب میں چندن صرف مسکرا دی۔ اسٹیشن سے جیل تک کا راستہ بھی اُسے لمبا دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے سارے راستے فکر رہے گی۔ اُس نے یہ بات جگت کو نہ بتائی۔

زندگی میں پہلی بار تین ماہ تک کھلے عام ساتھ رہنے کے بعد دونوں جدا ہو رہے تھے۔ گاڑی کی روانگی میں پندرہ منٹ کی دیر تھی۔ ست پال کو اب باپو سے محبت ہو گئی تھی۔

''باپو! تم بھی ہمارے ساتھ چلو!'' وہ کئی بار کہہ چکا تھا۔ چندن خاموش رہی تھی۔ پھر بھی اُس کی آنکھیں جگت کو مشورہ دے رہی تھیں۔ ''سنبھل سنبھل'' کر جیل پہنچ جانا! آخری ڈیڑھ ماہ سے ایک خاص بات اُس کی زبان پر آ کر لوٹ جاتی تھی۔ ابھی کہے یا نہیں؟ اس اُلجھن میں تھی۔

''پہنچ کر فوراً خط تحریر کرنا!'' جگت نے اُسے پانچویں بار کہا، تب چندن بولی۔

''اس سے پہلے آپ جیل پہنچنے کا تار دیں گے۔ گھر جاتے ہی مجھے خوشخبری سُننی ہے۔''

دونوں کی نظریں بار بار ٹکرا کر لوٹ جاتی تھیں۔ سیٹی بجی تو جگت نے چندن کور کا ہاتھ دبا کر کہا۔ ''ست پال کا خیال رکھنا!'' چندن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ جی بھر کر جگت کو دیکھ لینا چاہتی تھی۔ کہیں آنسو درمیان میں نہ آ جائیں اس لئے اُس نے جلدی سے آنکھیں خشک کر دیں۔ پھر اُس نے بمشکل کہا۔

''اب اکیلے ست پال کا نہیں، تمہارے دوسرے بچے کا بھی خیال رکھنا ہے......!'' آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ شرم سے نیچے دیکھنے لگی۔

''اچھا......؟'' جگت چونک پڑا۔ جوش سے اُس کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اُس کا جی چاہا کہ پلیٹ فارم سے بوگی میں جا کر چندن کو پیار کرے۔

''تم نے آج تک مجھے کیوں نہیں بتایا؟'' حرکت کرتی ہوئی گاڑی کے ساتھ پلیٹ فارم پر چلتے ہوئے اُس نے پیار بھری سختی سے پوچھا۔ ''بتاؤ! اس بار لڑکا ہوگا یا لڑکی؟'' وہ دوسروں کی موجودگی بھول کر پوچھنے لگا۔ گاڑی تیز ہو رہی تھی۔

''جو بھی ہو......'' چندن کور نے کھڑکی سے جھانک کر کہا۔ ''تمہیں تمہارے آنے والے بچے کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ سیدھے جیل پہنچ جانا!'' چندن کور کی آواز دُور ہوتی گئی اور گاڑی پلیٹ فارم چھوڑ گئی۔ جگت کافی دیر تک نظروں سے اوجھل ہوتی گاڑی کو دیکھتا رہا۔

○

''جگا آیا...... جگا آیا......!'' جگت جیل کے دروازے میں داخل ہوا اور قیدیوں نے شور مچا دیا۔ وہ مسرت سے چیخ رہے تھے۔ سلامت واپس آ گیا۔ جگا روز جیل میں حاضری دینے آتا تھا اس کے باوجود آج وہ پیرول سے لوٹا تھا اُس کی خوشی سب سے انوکھی تھی۔ تبھی قیدیوں نے سوچا کہ بھگوان نے ان کی دُعا سن لی ہے۔ جگت کے نقشِ قدم پر چل کر کبھی ہمارے قدم بھی جیل سے باہر جائیں گے۔

''باہر کس بات کا شور ہے؟'' مہتا نے سر اُٹھا کر پوچھا۔

''صاحب! جگا آ گیا ہے۔'' ابھی میٹ نے اپنے الفاظ مکمل ہی کئے تھے کہ جگت نے آفس میں قدم رکھا۔ سوپر مہتا کے چہرے پر حیرت اُبھر آئی۔

''جگا......!'' اُن کی آواز پیار سے بھیگ گئی۔ وہ کچھ رُکے، پھر بولے۔ ''تم آ گئے؟ شام کی بجائے صبح ہی آ گئے؟'' سوپر کھڑے ہو کر میز کی دوسری جانب آ گئے۔ جگت مسرت بھرے انداز میں ندر آ کر جھکنے جا رہا تھا مگر مہتا نے اُس کے بازو تھام کر کہا۔

''نہیں جگا! آج تو تم سے بغل گیر ہونا ہے۔'' ایک دُبلا پتلا اور دوسرا لحیم شحیم۔ دونوں ایک وسرے سے لپٹ گئے۔ یہ دیکھ کر دوسروں کے دل بھر آئے۔ ''تین ماہ مختصر رہے، کیوں؟'' سوپر نے مزاج پرسی میں پوچھا۔

''نہیں صاحب! بھاری پڑ گئے۔'' جگت سنجیدہ ہو گیا۔ ''یہی وجہ ہے کہ بارہ گھنٹے پہلے ہی آ لیا۔ باہر کی دنیا مجھے بڑی جیل دکھائی دی۔ وہاں مجھے آپ جیسا کوئی سوپر نظر نہ آیا اس لئے میں بور وگیا تھا۔ آج ایسا لگ رہا ہے جیسے چھٹکارا ملا ہو۔''

''ایسا نہ کہو جگا!'' سوپر نے پیٹھ تھپک کر کہا۔ ''تمہیں ہمیشہ کے لئے جیل سے رخصت کروں گا تو مجھ آزادی سمجھوں گا۔''

جگت اُن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس انسان کو کیسی لگن ہے؟ مگر ہمیشہ کی رہائی کی بات اُسے خواب نظر آئی۔ جس کا ماضی خون سے رنگا ہو، ایسے قیدی کو حکومت کیسے رہا کر دے گی؟

''جگا! ایک چیز بھول گیا۔'' یہ کہہ کر مہتا نے الماری کھولی۔ جگت متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تا نے الماری میں سے بڑا سا ساز نکالا۔ ''تم امتحان میں کامیاب ہو گئے اس کی خوشی میں تم کو یہ ساز ے رہا ہوں۔'' جگت نے ساز ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ اُس پر جگت کی انگلی پڑتے ہی اُس کے تاروں ے ایک میٹھا سا سُر نکلا۔ جگا کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مہتا کے نرم دل کی آواز ہو۔

''تمہاری رہائی کا حکم آئے تب تک اس پر ہاتھ بٹھا لو! قدرت نے تم کو پیاری آواز دی ہے۔ آواز سارے ملک اور پوری دنیا میں پھیلے یہی میری خواہش ہے۔ یہ خواہش پوری کرنی ہے یا ہیں؟ تمہارے اختیار میں ہے۔''

جگت کے پاس اُن کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اُلٹا اُس نے اپنی ذات سے سوال کیا۔ جس ہاتھ نے آج تک رائفل اُٹھائی ہے اس ہاتھ میں ساز اُٹھا کر باہر نکلا تو میں کیسا دکھائی دوں ''......؟

○○○

اب کچھ واقعات خود جگا کی زبانی سنیے!

''پیرول کی میعاد پوری کر کے جیل میں آنے کے چار پانچ ماہ تک میں نے ایسی اُلجھن میں گزارے کہ آج ان کو یاد کرتا ہوں تو مجھے اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے۔

''کیوں جگا..... کب گھر جاؤ گے؟'' تقریباً دو چار قیدی ہر روز یہ سوال کرتے۔

''یار! مجھے کہاں گھر جانے کی جلدی ہے؟'' جیسا میری سمجھ میں آتا کہہ دیتا۔''یہاں مزے ہیں۔تم سب کو چھوڑنے کے خیال سے دل گھبراتا ہے۔'' مگر سچا سنگھ میرا دل سمجھ گیا۔کبھی میں تنہائی میں بیٹھا خیالوں کی وادی میں گھوم رہا ہوتا تو وہ مجھے ٹوکتا۔

''جگا! گھر یاد آ رہا ہے؟ سچ کہنا! بھابھی سے جدا ہوتے وقت تمہیں دُکھ ہوا تھا؟''

''گھر کسے یاد نہ آئے گا؟'' میں نے ٹالنے والا جواب دیا۔''جدا ہوتے وقت مجھ سے زیادہ چندن کو دُکھ ہوا تھا۔''

سچ بات تو یہ تھی کہ میں زیادہ تر ویرو کے خیال میں گم رہتا تھا۔پیرول کے تین ماہ میں ایک بار بھی اُسے ملنے کی سوچ دھوکہ ثابت ہوئی اس کا بہت صدمہ تھا۔چندن کو فیروز پور رخصت کرنے کے بعد پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا تھا کہ میں چپ چاپ لدھیانہ چکر لگا آؤں۔ویرو کو تلاش کروں۔تب یہ سوال نہیں تھا کہ ویرو کا میرے پاس پتہ نہیں ہے۔پورے بارہ گھنٹے ہاتھ میں تھے پھر ملنے کی تڑپ کیسی ہے؟ محبوب سے ملاپ کے لئے دل ترستا تو دل میں انگارے سے بھر جاتے ہیں اور مصیبتوں سے انسان جان بچانے لگتا ہے۔مگر چندن کور نے اسٹیشن سے سیدھے جیل جانے کی قسم دے کر میرے پیر باندھ دیئے تھے۔لدھیانہ جا کر ویرو ملتی یا نہیں؟ ملاپ ہوتا تو خون خرابہ کئے بغیر لوٹتا یا نہیں؟ ارے پھر واپس ہی کیوں آتا؟ ممکن ہے کہ چندن کور اس خطرے کو پہچان گئی ہو۔میرے ساتھ رہنے کے باوجود وہ میری رگ رگ سے واقف تھی۔سوپر مہتا سے ملنے جاتا مگر کبھی یہ معلوم نہیں کیا کہ''میری رہائی کا کیا ہوا؟''

پھر بھی وہ خود کہتے۔''جگا! بات آگے بڑھ رہی ہے۔زیادہ دیر نہیں لگے گی۔''

''صاحب! آپ دل پر زیادہ بوجھ نہ رکھیں۔'' میں اُن کا اور اپنا دل سمجھانے کے لئے کہتا۔

''آپ کی مہربانی سے مجھے کوئی دُکھ نہیں ہے۔باہر تین ماہ میں پریشان ہو گیا تھا۔''

''سکھ دُکھ کی بات نہیں ہے جگا!'' وہ جوش میں کہتے۔''جیل آخر جیل ہے۔ذمہ داریوں سے آدمی بے فکر ہو جاتا ہے۔یہ کوئی سچا سنگھ نہیں ہے اس لئے کہتا ہوں کہ میں تم کو گھر رخصت کرنا چاہتا ہوں۔''

''گھر.....صاحب میرا کوئی گھر نہیں ہے۔'' میری اس بات پر وہ ناراض ہو جاتے۔

''جگا! ابھی تمہارے دل میں ماں باپ کی طرف سے ناراضگی کم نہیں ہوئی ہے؟ کیوں جھوٹی ضد پر اڑے ہوئے ہو؟ تمہارا گھر ہے، ماں باپ ہیں، کھیتی باڑی ہے، بیوی بچہ ہے۔سب کچھ

ہے۔تم پرائے کو اپنا کر لیتے ہو، اپنوں کو کیوں پرائے کہتے ہو؟''

''یہ ضد نہیں، آن کی بات ہے۔ویرو کی بات پر میں نے گھر چھوڑ دیا تھا۔اب ویرو کو لئے بغیر گھر نہیں جاؤں گا۔اگر جاؤں گا پھر بھی گھر کے فرد کی طرح نہیں، مہمان کی طرح رہوں گا۔''

مہتا ٹھنڈی سانس بھرتے۔جب بھی ویرو کی بات چھیڑتا وہ پراسرار طور پر خاموش ہو جاتے مگر اُن کی آنکھیں جیسے کسی سوچ میں ڈوب جاتیں۔میں سوچتا کہ وہ ضرور ویرو کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔

''جدائی میں بھی ایک طاقت ہے جگا!'' وہ سنجیدہ ہو کر کہتے۔''پیار میں مایوس ہونے والا فنکار اپنے فن کے ذریعے اپنے درد کا اظہار کرتا ہے خون خرابے سے نہیں۔'' اس سے پہلے کہ میں کچھ جواب دوں وہ فوراً بول اُٹھتے۔''تم یہاں ہو، اس دوران کچھ گیت کہہ لو! تمہاری آواز میں تمہارے گیت میں لوگوں کو سنواؤں گا۔''

''لوگوں کو یا قیدیوں کو.....؟'' میں شک ظاہر کرتا۔

وہ پُر یقین لہجے میں جواب دیتے۔''پہلے قیدیوں کو اور پھر لوگوں کو سناؤں گا۔اتنا یاد رکھنا! کہ وقت بڑا منصف ہے۔''

میں اُن کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔اور ویرو کی یاد میں پیار کے گیت کہنے لگا۔بیٹھا ہوا ساز بجایا کرتا ورگا تا رہتا۔سچا سنگھ کی صحبت میں کتاب پڑھنا بھی ہوتا۔گرونانک کی سوانح عمری نے مجھ میں ایسا وش پیدا کیا کہ میں نے اُن کی زندگی پر بھی ایک گیت کہا۔جب قیدیوں کو سنایا تو وہ سب حیران رہ گئے۔کسی نے ٹوکا بھی کہ ایسے جوش والا باہر نکل کر سکون سے نہیں رہ سکے گا۔جیل واپس آئے گا۔

O

دن گزرتے رہے۔''بس! اب تھوڑے دن باقی ہیں۔'' بار بار یہی سننے کو ملتا۔سوپر مہتا اپنی من میں لگے ہوئے تھے۔اُن کی حالت سے پتہ چلتا کہ میری رہائی کرائے بغیر انہیں چین نہیں ئے گا۔زندگی میں قدرت کی بڑی مہربانی رہی ہے کہ جو بھی ملا اسے میں نے بھرپور پیار دیا۔نہیں یہ مہتا کو مجھ سے کیا لینا دینا ہے؟ نہ کوئی رشتے داری نہ کوئی قربت رہی ہے پھر بھی میرے جیسے ام آدمی کے لئے اتنی جدوجہد کیوں کر رہے ہیں؟

ایک دن گیت گا رہا تھا۔ساز کے تار پر اُنگلیاں گھوم رہی تھیں۔آواز بلند کرتا گیا، اُسی لمحے کسی ھنکتی ہوئی بیڑی کی آواز کان سے ٹکرائی۔گیت پورا ہونے تک خاموش کھڑا رہا۔اچانک نظر اُٹھی ٹھنک پڑا.....

''کون، چنا.....کب آیا؟'' میں نے اُسے سینے سے لگا لیا۔وہ اتنا زدوں ہو گیا کہ بہت دیر تک نہ سکا۔اُس کے رُخساروں پر آنسو بہنے لگے۔

''بابا جی!'' اتنا کہہ کر وہ سسکیوں کے ساتھ رونے لگا۔میں سمجھ گیا جیل کی تنہائی نے اس کی کے جوش کو ختم کر دیا ہے۔

'اچھا ہوا تم آ گئے۔یہاں سوپر مہتا تمہیں سنبھال لیں گے۔''

''افسوس! کہ میں دیر سے آیا۔تم تو اب رہا ہو جاؤ گے۔'' اُس نے جلدی سے آنسو صاف کر

لئے۔ تمہاری زندگی بدل گئی ہے۔"

"تمہاری زندگی بھی بدل جائے گی۔" میں نے اُسے اطمینان دلایا۔ "یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہاری بدلی یہاں کرائی ہے۔" پھر بات بدلنے کے لئے پوچھا۔ "تمہاری ماں کیسی ہے؟"

"پتہ نہیں......!" وہ نیچے دیکھ کر بولا۔

"تم سے ملنے نہیں آتی؟"

"میں نے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ پنا سنگھ کا لڑکا لے آتی ہے جو مجھے کھٹکتا ہے۔" چنا کے چہرے پر نفرت پھیل گئی۔ میں نے بات سمیٹ لی۔

"آخر وہ تمہاری ماں ہے۔ جب تک میں ہوں تب تک ایک بار اُسے ملنے کے لئے بلا لو! تمہاری بجائے میں بات کروں گا۔" اُس نے اختلاف نہیں کیا۔ چنا ہی ایک ایسا تھا جس نے آخر دم تک میرا ساتھ دیا تھا۔ میری خاطر وہ اپنی زندگی برباد کرتے ہوئے بھی نہیں ہچکچایا۔ ابھی اُسے دس سال گزارنے تھے۔ دس سال میں اس کی جوانی دم توڑ دے گی۔ مگر میں لاچار تھا۔ پھر بھی دل میں خیال آیا کہ باہر نکل کر اس کے لئے کچھ کروں گا۔

"جگا! تمہاری رہائی کا حکم آ گیا ہے۔" سوپر مہتا نے اپنے آفس میں بلا کر خبر دی تو جیسے زمین کی گردش تھم گئی۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔

مہتا نے میری پیٹھ تھپک کر کہا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ تم کو رہا کرائے بغیر نہیں رہوں گا۔ لو! یہ خط پڑھ لو۔" لرزتے ہاتھوں سے میں نے خط لیا۔ مگر لکھائی سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر میں نے اُن کے چہرے سے پڑھ لیا کہ وہ جیت گئے ہیں۔

"آج تک میں نے کسی کا احسان نہیں لیا تھا...... مگر آپ کے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے مجھے دوسرا جنم لینا پڑے گا۔" میں اتنا ہی کہہ سکا۔

"ارے پاگل! تمہارا دوسرا جنم بہت پہلے ہو چکا ہے۔" مہتا نے ہنس کر میرا ہاتھ تھاما۔ "جب سے تمہارے ہاتھ میں رائفل کی جگہ ساز دیا ہے اس وقت سے۔" میں نے پیار بھرے انداز میں اُن کا ہاتھ دبایا۔ آنسوؤں پر بمشکل قابو کیا۔ مہتا کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔

"جگا! ابھی تم کو ایک جیل اور جھیلنی ہے۔" میں چونک پڑا۔ وہ ہنس دیئے۔ "صرف ایک یا دو دن کیلئے وزیر اعلیٰ پنجاب سچر صاحب جالندھر جانے والے ہیں۔ وہاں سے تمہاری رہائی ہوگی۔"

"اور آپ؟"

"ہم تو کل صبح ہی جدا ہو جائیں گے۔ میں جالندھر نہیں آ سکوں گا۔" اُن کی آواز بھاری ہو گئی۔ "جاؤ! تم تیاری کرو۔ آج رات تمہارے گیت جی بھر کر سننے ہیں۔ پھر کسے پتہ تم کب ملو گے اور ملو گے تو......"

"تو مجھے بھول نہیں گئے ہو گے۔" میں درمیان میں بول اُٹھا۔ "میں بدنام ضرور ہوں۔ بے ایمان نہیں۔"

"ارے پھر غصے ہو گئے؟" مہتا نے مذاق کیا۔ "جاؤ! تیاری کرو۔"

چند لمحے ہم ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ پھر میں جوش میں دوڑتا۔ میں اس طرح

دوڑ رہا تھا جیسے جیل کے دروازے کھل گئے ہوں اور میں ابھی باہر نکل جاؤں گا......!

جیل سے رخصت کرنے والی آنکھیں آج بھی میری نظروں میں گھومتی ہیں۔ سچا سنگھ کی بھوری آنکھیں، چنا کی آنسو بھری آنکھیں، مہتا کی رحم آمیز آنکھیں، قیدیوں کی تجسس بھری آنکھیں اور کچھ کینہ توز آنکھیں۔ اس طرح میں جیل سے باہر نکلا تو حیرت سے، شکوک سے، احترام سے، خوف سے یا نفرت سے دیکھتی ہوئی ہزاروں آنکھوں کا مجھے سامنا کرنا پڑا۔ وزیر اعلیٰ نے مجھے باجے گاجے سے جالندھر شہر میں بلایا۔ ہاروں کے وزن سے میری گردن جھک گئی تھی۔ میری سماعت سے کتنے الفاظ ٹکرائے......

"دیکھو...... یہ ہے جگا ڈاکو۔ کئی قتل کئے، کئی ڈاکے ڈالے۔ اب سدھر گیا ہے۔ جیل سے رہا ہو گیا ہے جیسے جنگ فتح کر کے آیا ہو اس طرح اسے ہار پہنائے جا رہے ہیں۔ کسے پتہ کل کیا کر بیٹھے گا؟ ڈاکو آخر ڈاکو ہوتا ہے۔"...... پھر سارا شور ختم ہو گیا۔ میں تنہا ہو گیا۔ جو کچھ ہو گیا ایک خواب معلوم ہوتا تھا۔ کچھ دیر تو ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میں ایک بے آسرا چھوٹا سا بچہ تھا جس کے ہاتھ میں ایک ساز دے کر دنیا میں دھکیل دیا گیا ہے۔ جاؤ! اس کے بل پر زندگی گزارو۔

جالندھر جیل کے دروازے کھلے تو وزیر اعلیٰ سچر نے کہا تھا۔

"تم کو حکومت کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنا ہے۔ کرو گے؟" میں نے اقرار کر لیا۔ سوپر مہتا نے رخصت کرتے وقت مشورہ دیا تھا۔

"جگا! جیل سے باہر بھی اگر کوئی زنجیر پہننی پڑے تو اس کے لئے تیار رہنا! اسی لئے شاید جیل سے باہر آنے سے پہلے ہی ملازمت کی زنجیر میں جکڑ لیا گیا تھا۔

گھر سو، پچاس قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ گھر جہاں ست پال کا بچپن گزرا، ماں اور باپو کا بڑھاپا کٹا، چندن کی جدائی نے آہیں بھریں...... وہ گھر دور سے دکھائی دیا اور پیر درد کرنے لگے۔ دل وہاں پہنچنے کی جلدی کر رہا تھا۔ مگر ذہن روکنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ "مگر کیوں؟ میرے باپو میرے دشمن نہیں تھے۔ ہمیشہ میری بھلائی چاہتے۔ پھر بھی دل سے کدورت کیوں نہیں جاتی؟ جالندھر جیل میں جانے سے پہلے فیروز پور سے مہتا جانے گھر خط لکھ کر بتا دیا تھا کہ تمہارا بیٹا ہمیشہ کے لئے جیل سے رہا ہو کر گھر آ رہا ہے۔ کھویا ہوا بیٹا دو دن میں تمہیں واپس مل جائے گا۔ پھر خط میں آخری جملہ لکھا تھا۔ مجھے لینے کوئی نہ آئے، میں سب سے ملنے خود آ جاؤں گا۔ میں ایک دم پہنچ کر سب کو چونکا دینا چاہتا تھا۔ سورج ڈھل رہا تھا۔ پنچھی گھونسلوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔ درخت پر چڑیاں چیں چیں کر کے ان کا استقبال کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر ست پال مسرت سے چیخ اُٹھے گا۔

میں چپ چاپ گھر میں داخل ہوا مگر اسی لمحے چیخ سنائی دی۔

"آ گئے...... آ گیا...... آ گیا......" ایک ساتھ مختلف آوازوں کا شور مچ گیا۔ میں جھینپ گیا۔ دوری چھپے جانا تھا اس کی بجائے کھل کر آ گیا۔ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑی بڑی جست بھرتا ہوا سامنے کھڑے ہوئے سب کو ایک ساتھ باہوں میں بھر لینے کے لئے۔

سامنے سے چھوٹا سا ست پال "باپو...... باپو" کی چیخ مارتا ہوا مٹھیاں کس کر آنکھیں بند کئے دوڑا آ رہا تھا۔ اُس کو میں نے اُٹھا لیا۔ ماں، باپو اور چندن کور کی مسرت کا اظہار اُن کے چہروں

سے جور ہا تھا۔

"آیا میرا بیٹا!" ماں پاگل کی طرح لپٹ گئی۔ بہت دیر تک روتی رہی۔ سینے اور پشت پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ "بھگوان نے آخر ہماری جانب دیکھ لیا۔" پھر آنسو خشک کرتے ہوئے چندن کو کہنے لگی۔ "کھڑی کیا ہو بہو؟ میرے بیٹے کے سر پر سے لیموا تار۔ اب کسی کی نظر نہ لگے۔"

میں اپنے باپ کے قدموں میں گر گیا۔ اُنہوں نے پیار سے مجھے سینے سے لگایا۔ پھر چندن کی طرف دیکھا۔ شرما کر اُس نے سر جھکا لیا۔ اُس کے رُخساروں پر بہتے ہوئے آنسو اُس کی مسرت کا اعلان کر رہے تھے۔

"ماں......اب کیوں رو رہی ہو؟ باپو تو آ گئے۔ اب ہمیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔" میری بجائے ست پال نے چندن کور کے رُخسار پر ہاتھ پھیر کر لاڈ سے کہا۔ اُس کی پتلی اُنگلیوں پر لگے ہوئے چندن کے آنسو چومنے کے لئے میں نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

OOO

"میں کل شام کی گاڑی سے چلا جاؤں گا۔" رات کو سونے سے پہلے میں نے دھماکہ کیا۔ ماں
[illegible] د باپو سنانے میں آ گئے۔ "چندن اور ست پال کو بھی ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"کہاں لے جاؤ گے؟" باپو نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ ماں کی آنکھوں سے روشنی اُڑ گئی۔
[illegible] دن کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"میں تم سب سے ملنے آیا ہوں۔" میں کسی جانب دیکھے بغیر بولا۔ "اب کام دھندے سے لگ
[illegible] نا پڑے گا۔"

"کام دھندہ؟" باپو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔ "یہ کھیتی باڑی تمہاری ہے۔ کہاں تک بوڑھے
[illegible] ے محنت کراؤ گے؟"

"میرا کچھ نہیں ہے باپو!" میں غصے اور چاہت سے بولا۔ "میں اس گھر کا ایک مہمان ہوں۔"

"پھر زمین جائیداد کو میں گلے سے لگا کر پھروں گا؟" باپو کچھ سخت ہوئے۔ "جانے سے پہلے
[illegible] ے ہاتھوں فروخت کر دو! پیسے آئیں وہ لے کر ہم سب ساتھ چل دیتے ہیں۔"

"یہ بھی نہ ہو سکے گا باپو!" ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں رُک گیا۔ "میرا کوئی بھروسہ
[illegible] ں۔ ملازمت صرف نام کی ملی ہے۔ ورنہ مجھے باہر زیادہ بھٹکنا پڑے گا۔"

"ملازمت......؟" ماں اب چیخ پڑی۔ "تمہیں ملازمت کرنی ہے؟ ہمارا بڑھاپا شرماتا ہے۔
[illegible] ا تم کس جرم کی ہمیں سزا دے رہے ہو؟" پھر وہ بول نہیں سکیں۔ رونے سے اُن کا گلا رندھ

"مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دو!" میں نے فیصلہ ظاہر کر دیا۔ "تمہارا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔
[illegible] ت بھی نہیں ہے۔ ویسے تمہارا بیٹا ہوں یہ بھولا نہیں جا سکتا۔ اب میں اپنا گھر بساؤں گا۔ زمین
[illegible] ادلوں گا، تب تم لوگوں کو ساتھ بلا لوں گا۔"

کوئی کچھ نہیں بولا۔ رات کو کوئی سو نہیں سکا۔ دوسرا سارا دن بھی سب نے اُونچے دل سے
[illegible] ا۔ شام ہوتے وقت میں نے صرف اتنا کہا۔ "یہاں سے لدھیانہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے خط
[illegible] ں گا۔" ماں اور باپو نے چپ چاپ سن لیا۔ تب کہاں خبر تھی کہ ان کی آہوں سے بدلتی ہوئی
میں کیسے سخت موڑ آئیں گے......!

O

[illegible] م پر موجود لباس میں گھر سے تو نکل گئے۔ مگر جگت اور چندن نے یہ نہیں سوچا تھا کہ لدھیانہ
[illegible] ہاں رہیں گے؟ چندن کور کی یہ خواہش تھی کہ جگت تین چار ماہ باپ کے ساتھ رہے تو بہتر
[illegible] س وقت تک وہ زچگی سے فارغ ہو جائے گی۔

"تم یہاں رہ جاؤ! مجھے تو جلدی ملازمت پر پہنچنا ہے۔" جگا بولا۔

"ملازمت کی یا ویرو کو تلاش کرنے کی جلدی ہے؟" چندن نے اُس کے رُخسار پر تھپکی دے کر کہا۔ جگت اُس کا کان پکڑ کر چٹنے لگا۔

"دونوں کی۔" جگا نے جواب دیا۔ چندن کور سوچنے لگی کہ جگت کو اس طرح تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر وہ پھر پٹڑی سے اُتر گیا تو چندن کے ہاتھ سے چلا جائے گا۔ اُس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرلیا، پھر جگا سے مخاطب ہوئی۔

"پھر تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ لدھیانہ میں میری خالہ کی لڑکی رہتی ہے۔ اُسے زچگی کے وقت بلالوں گی۔ مگر تم نے کوٹھری لے لی ہے یا اسی طرح چل پڑے ہو؟"

"نہیں چندن! میں بے منزل مسافر ہوں۔ جہاں راستہ لے جائے گا، چلا جاؤں گا۔ جہاں گھر مل جائے گا رہ لوں گا۔" پھر اُس نے جیب سے پیسے نکال کر دکھائے۔ "دیکھو! یہ ساٹھ روپے، جیل کی کمائی پر گزارا کرنا ہے۔"

چندن نے روپے گن کر دیکھے۔ "اُنسٹھ ہیں۔" کہہ کر چبھی ہوئی آنکھوں سے پوچھا۔ "سچ کہنا! کتنے خرچ کر دیئے؟" جگت مسکرایا۔ اُس نے سوچا چندن گھر بسانے سے پہلے ہی حساب کتاب پوچھنے لگی۔

"سنو! جب جیل سے رہا ہوا تھا اکاؤنٹنٹ نے پچاسی روپے اور کچھ کھلے پیسے دیئے تھے۔ پندرہ روپے کی پی، پانچ دس کا کھانا کھایا۔ دو دن لیٹ آتا تو سب خرچ ہو جاتے۔" چندن نے دوپٹے کے آنچل میں روپے باندھ لئے۔

"اب تمہیں کمانا اور مجھے خرچ کرنا ہے۔ بتاؤ! کب سے ملازمت پر لگ رہے ہو؟"

"پہلے لدھیانہ پہنچنے دو۔ گھر تلاش کر کے بیٹھیں گے تو پھر ملازمت کے لئے سوچا جائے گا۔" چندن حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔ ساٹھ روپے کی رقم میں یہ شخص آرام سے رہنے کی بات کر رہا ہے؟ گھر کس طرح چلتا ہے اسے کیا خبر؟

"گھر چلانے کی فکر مجھ پر چھوڑو!" چندن نے کہا۔ کچھ دن بہن کے ہاں رہیں گے۔ اُس وقت تک ملازمت پکی کرلو۔ تنخواہ کتنی ملے گی؟" چندن نے ادا سے پوچھا۔

"یہ تو پوچھنا بھول گیا۔" جگت احمق کی طرح سر ہلا کر بولا۔ "ہم ڈھائی آدمیوں کا گزارا ہو جائے اتنی تنخواہ تو دے گا۔"

"جتنی بھی تنخواہ ملے، اسی کے مطابق خرچ کریں گے۔" چندن کور نے اطمینان دلایا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر دنیا داری بالکل نہیں جانتا۔ زیادہ تنخواہ کی بات کروں گی تو ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ "مجھے کم پیسوں سے گھر چلانا آتا ہے۔" چندن نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔

"ارے...... آپ لوگ؟" جگت اور ست پال کو دیکھ کر خالہ کی لڑکی سناٹے میں آگئی۔ "جیجا جی جیل سے رہا ہو گئے یہ خبر تو اخبارات میں پڑھی تھی لہٰذا مبارکباد دینے تمہارے گھر آنے والے تھے۔" بچے کو گود سے اُتار کر ساونت کور چندن سے گلے ملی، پھر بہنوئی کے لئے فخر کا اظہار کیا۔ "اخبار میں تمہاری تصویر دیکھ کر تمہارے بھائی کی مسرت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ جب میری بہن چندن کو

بیاہنے آئے تھے اُس وقت بھی تمہارا ایسا رُعب نہیں تھا۔" ساونت کور نے آخری الفاظ جگا کی طرف دیکھ کر کہے۔

"تب تو ڈاکو تھا۔ خاموشی سے بیاہنے آیا تھا۔" جگت نے لاٹھی کونے میں رکھ کر کہا۔ "ملکھان سنگھ گھر میں نہیں ہیں؟"

"نہیں...... گاڑی لے کر جالندھر گئے ہیں۔" ساونت کور کا شوہر انجن کا فائرمین تھا۔ چھوٹی لائن پر کام کر رہا تھا۔ صبح جاتا تو دوسرے دن واپس ہوتا تھا۔ ساونت کور کو پتہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس کے گھر مہمان بن کر آئے ہیں۔ "اُن سے خاص کام تھا؟" ساونت کور نے پوچھا۔

جگت نے اس دوران دو چھوٹی کوٹھریوں والے مکان میں نظر گھمائی۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں ان کا گزارہ ہوگا یا نہیں؟

"بہن! ہم تمہارے گھر مہمان ہو کر آئے ہیں۔ جب تک لدھیانہ میں کوئی مکان کرائے پر ملے اُس وقت تک کے لئے ہم تمہارے مہمان ہیں۔" چندن نے ساونت سے کہا۔

"ایسا؟" ساونت کور کی آواز میں حیرت تھی۔ "لدھیانہ میں رہو گے۔ میں سمجھی جیجا جی ہم سے ملنے آئے ہیں۔ اچھا ہوا تم لوگ آگئے۔ ہماری جھونپڑی تمہیں موافق نہیں آئے گی۔ ملازمت پیشہ آدمی کے گھر آرام کہاں؟"

"ہم بھی ملازم پیشہ ہیں۔" چندن خفت سے بولی۔ "ہماری ملازمت دو ایک دن میں پکی ہو جائے گی۔ اس وقت تک اِردگرد مکان مل جائے گا۔" ساونت کور کو یقین نہیں آرہا تھا عیش و آرام سے بسر کرنے والے، زمین جائیداد والے لوگ ملازمت کی بات کر رہے ہیں۔ مگر جگت کی موجودگی ں وہ کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔

جگا دوپہر حکومت کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کے دفتر پہنچا۔ وہ پبلک ریلیشن آفیسر کے کیبن کے یب رُعب سے کھڑا ہو گیا۔ "صاحب سے ملنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولنے جا رہا تھا، اسی ے آفس بوائے نے اُسے روک دیا۔

"اے ٹھہرو! تمہیں کس سے ملنا ہے؟ کیا نام ہے؟" جگت نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔ اُس ا بات نے اُسے غصہ دلایا۔ دوسرے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے اُس نے صرف نام بتانے کتفا کیا۔

"جگت سنگھ جگا۔" پھر بھی اُس پر اثر نہیں ہوا تو بلند آواز میں بولا۔ "جگا ڈاکو۔" آفس بوائے ے ہوئے انداز میں غور سے دیکھنے لگا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی جگا ہے جس کی تصویر اُس نے ار میں دیکھی تھی۔ اسی لئے وہ نرم پڑ گیا تھا۔ اب وہ مؤدب نظر آنے لگا تھا۔

"ذرا ٹھہرنا! میں صاحب کو بتاتا ہوں۔" پھر اُس نے ایک کاغذ جگا کی طرف بڑھا کر کہا۔ "اپنا ، صاحب کا نام اور کام لکھ دو!" جگت نے کاغذ لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تو وہ بولا۔ "یہاں ہی اصول ہے جگا جی!"

جگت ہنس دیا۔ اُس نے سوچا پتا سو رہے کہتے تھے کہ باہر بھی بیڑیاں پہننی پڑتی ہیں۔ اصول ات جگت کو بیڑیوں کی زنجیر نظر آئی۔ مگر وہ ملازمت کرنے آیا تھا اس لئے رُعب سے کام نہیں

چل سکتا تھا۔ اُس نے نام، پتہ اور کام کاغذ پر لکھ دیا۔ آفس بوائے اندر چلا گیا۔ جگت سمجھا تھا کہ اُسے بھی اندر بلا لیا جائے گا۔ مگر آفس بوائے نے آ کر کہا۔

''بیٹھو! تھوڑی دیر کے بعد صاحب بلائیں گے۔'' جگت نے آس پاس دیکھا مگر بیٹھنے کے لئے جو بنچ تھی، وہ خالی نہیں تھی۔ اُسے کھڑا رہنا پڑا۔ پون گھنٹہ بیت گیا پھر بھی باری نہ آئی۔ پیر تھکنے لگے۔ ایک دو بار خیال گزرا واپس چلا جائے۔ جہنم میں جائے ملازمت۔ مگر چندن کو کیا جواب دیتا؟ بڑے رُعب سے باپ کا گھر چھوڑ کر چل پڑا تھا۔ ملازمت ملنے کا رُعب بھی جمایا تھا۔ اب اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔

تقریباً سوا گھنٹے بعد آفس بوائے نے کہا۔ ''اب تمہاری باری ہے۔''

جگا مونچھوں کو بل دیتا ہوا اندر گیا۔ اُس نے جیب سے سفارشی خط نکال کر صاحب کی میز پر رکھا۔ پرکاش دیو نے اُس کی جانب دیکھا، پھر خط پر اڑتی ہوئی نظر ڈالی۔ جگت کو اس وقت تک کھڑا رہنا پڑا۔ بیٹھنے کو کہنے کے لیے صاحب نے سات منٹ ضائع کئے۔

''ابھی میرے پاس آفیشیل لیٹر نہیں آیا۔'' صاحب نے کسی قسم کے تاثر کا اظہار کئے بغیر کہا۔ ''دو دن کے بعد آنا۔'' جگت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کوئی کلرک فائل پر صاحب کے دستخط لینے آیا۔ صاحب مصروف ہو گیا اور جگا کو باہر آ جانا پڑا۔

جگا بمشکل دو دن گزار کر پھر دفتر پہنچ گیا۔ اس بار ملاقات کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ صاحب نے فوراً بیٹھنے کو کہا مگر جواب اندازے سے مختلف تھا۔

''ابھی آرڈر نہیں آیا۔ ایسے کام میں دیر لگتی ہے۔'' جگت ڈھیلا پڑ گیا۔ صاحب اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ ڈاکوؤں اور جیل کی زندگی کے لئے پوچھ گچھ۔ گھر بار کے متعلق معلوم کیا، پھر آہستہ سے بولے۔ ''تمہارے جیسے خاندانی شخص کے لئے گانے بجانے کی ملازمت اچھی نہیں۔ یہ تو چھوٹے لوگوں کا کام ہے۔'' جگت نے جواب نہیں دیا تو صاحب نے دوسرا عذر پیش کیا۔ ''تنخواہ معمولی ہوتی ہے۔ ساٹھ روپے میں گھر کا پورا بھی نہیں ہوتا۔''

ساٹھ کا ہندسہ جگت کو کھٹک گیا۔ پھر سوچنے لگا صاحب اس کی اتنی فکر کیوں کر رہا ہے؟ وزیر اعلیٰ جیسے بڑے آدمی نے اُس سے ملازمت کی درخواست کی تھی اور وہ افسر اُسے اُلٹی بات سمجھا رہا ہے۔ اس نے سنا تھا کہ رشوت دیئے بغیر سرکاری محکموں میں کوئی کام نہیں ہوتا۔ اُسے یہ صاحب ایسا دکھائی نہ دیا مگر پھر بھی اُسے اُس کی بات میں ایسی جھلک محسوس ہوئی۔

''میں سمجھتا ہوں مجھے آرڈر لینے کے لئے چندی گڑھ جانا پڑے گا۔'' جگت نے کھڑے ہو کر کہا۔ افسر سمجھا جگا اُسے رُعب میں لینا چاہتا ہے اس لئے صاف الفاظ میں بولا۔

''چندی گڑھ کیوں؟ دلی جاؤ! ہم تو حکم کے بندے ہیں۔'' پھر ذرا نرم آواز میں بولا۔ ''وزیر صاحبان بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ بات کر کے بھول جاتے ہیں۔ ممکن ہے تمہیں اپنی پہچان کرانی پڑے تب اُنہیں یاد آئے کہ تم کون ہو۔''

''اچھا......'' جگت نے ہونٹ چبائے۔ ''میں چندی گڑھ ہو آؤں پھر پتہ چلے گا تمہیں آرڈر لا کر ہی دکھاؤں گا۔'' یہ کہہ کر وہ جوش میں باہر نکل گیا۔ جگا کو اپنے پیچھے صاحب کی ہنسی سنائی دی۔

بلت کو محسوس ہوا جیسے یہ ہنسی اُس سے کہہ رہی ہو کہ یہ ڈاکہ ڈالنے سے آسان کام نہیں ہے۔

چندی گڑھ جا کر پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھیم سین لچھر سے ملازمت کا آرڈر لے کر جگت لوٹ رہا ا تو بہت خوش تھا جیسے کوئی بہت بڑا ڈاکہ ڈال کر آ رہا ہو۔ دنیا داری میں پڑنے کے بعد انسان عاشرتی پابندیاں بہرحال قبول کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جگا ساٹھ روپے تنخواہ کس طرح قبول کر تا؟ جگت کو اپنی لیاقت ثابت کرنے کا پروانہ مل گیا تھا۔ جگت کو صرف آمدنی ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ یرو کا خیال بھی اب اُسے پریشان کرنے لگا۔ کسے پتہ کہ اب تک ویرو لدھیانہ میں ہی ہوگی یا کسی رگاؤں میں رہنے لگی ہوگی؟ پوچھ گچھ کرنے سے ویرو کا پتہ ملنا مشکل تھا۔ وہ سرکار کی پبلسٹی کے لئے گاؤں گاؤں گیت گاتا پھرے گا تو کبھی نہ کبھی ویرو سے بھی ٹکراؤ ہو جائے گا۔ وہ جیل سے با رت طور پر رہا ہوا تھا اس کا پتہ ویرو کو چل گیا ہوگا۔ وہ سوچتا کہ اگر ایک بار ویرو مجھے مل گئی تو پھر ں اسے کبھی نظر سے دُور نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے مجھے چاہے کچھ بھی قربانی دینی پڑے۔ یسے ہی خواب دیکھتا ہوا ملازمت کی زنجیر پہن کر جگت لدھیانہ پہنچا۔

ملازمت پکی ہو گئی یہ جان کر چندن کور کتنی خوش ہو گی؟ مگر گھر میں قدم رکھتے ہی اُسے لالٹین ے اُجالے میں چندن کا اُداس چہرہ نظر آیا تو جگت کی مسرت غائب ہو گئی۔ ساونت کور منہ بنائے ی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں ناراضگی تھی۔ چندن کے رُخسار پر سوکھے ہوئے آنسوؤں کی لکیریں ل کھا رہی تھیں کہ دونوں بہنیں جھگڑا کر چکی ہیں۔ اچھی طرح جھگڑا ہوا تھا۔ ست پال نیچے زمین پر گیا تھا۔ نیند میں بھی اُس کی سسکیاں بند نہیں ہوئی تھیں۔ ساونت کور کھڑی ہو کر اندر چلی گئی۔ ت نے چندن کی جانب دیکھا جیسے چندن حلق میں پھنسی ہوئی کسی چیز کو اندر اُتارنے کی کوشش کر ہی ہو۔ جگت نے محسوس کیا، وہ حلق پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

''ملازمت مل گئی ہے۔'' جگت نے ماحول کی اُداسی دُور کرنے کے لئے پہل کی۔ ''دو دن بعد م سے لگ جانا پڑے گا۔'' ''پہلے مکان کرائے پر لیں گے۔'' چندن کے چہرے سے خوشی کا اظہار نے لگا۔ مگر آنکھیں گھومتی ہوئی گھر کے سامان کے تھیلوں پر جا کر رُک گئیں۔ جگت کی سمجھ میں کچھ ں آیا۔

''ہمیں اسی وقت یہاں سے چلنا ہے۔'' مدھم مگر مضبوط آواز میں چندن بولی۔ ''تم آ جاؤ میں کا انتظار کر رہی تھی۔'' سخت سے سخت باتیں برداشت کرنے والی چندن کور یہ کہہ رہی تھی۔ اس جگت سمجھ گیا کہ بات حد سے بڑھ گئی ہے۔

''تم لوگوں نے کچھ کھایا پیا یا نہیں؟'' جگت نے پوچھا۔

''کھانے پینے کو آگ لگ گئی۔'' چندن بمشکل آنسوؤں پر قابو پا کر بولی۔ ''یہ نادان بچہ دو ٹ دودھ زیادہ پی گیا اس میں اُس کی خالہ وہ باتیں تک کہہ گئی جو کہنے کی نہیں ہوتیں۔'' وہ کچھ کی۔ جگت کے چہرے پر جوش جھلکنے لگا۔ ''دس بار وہ کہہ چکی ہے کہ مہمان ہو کر پڑے ہیں تو کیا ں عزت لو گے؟''

جگت کا غصہ چڑھ گیا۔ ملکھان سنگھ گھر نہیں تھا۔ عورت سے لڑنا اچھی بات نہیں تھی۔ چندن کور ائی سے اُٹھ گئی۔ اُس نے سوئے ہوئے ست پال کو گود میں اُٹھا لیا۔ ''تم سامان کا تھیلا اُٹھا لو!

آج کی رات کسی دھرم شالا میں گزار دیں گے۔"

جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ اس طرح رات کے وقت گھر سے باہر نکلنے کا چندن کو فیصلہ کرنا اس کی وجہ سے اُسے ساونت کور پر غصہ آیا۔ وہ اندر بیٹھ کر سب کچھ سننے کے باوجود بھی صرف رات بھر ٹھہرنے کے لئے نہیں کہہ رہی تھی۔ یہ بے عزتی جگت سے برداشت نہیں ہوئی۔ اُس نے جھک سے تھیلا اُٹھالیا اور دروازے کی جانب بڑھ کر چندن سے بولا۔

"چلو!" چندن کور نے نکلنے میں دو منٹ دیر کر دی۔ دوپٹے کے آنچل میں بندھی ہوئی رقم میں سے پانچ کا نوٹ نکال کر پالنے میں سوئی ہوئی ساونت کور کی لڑکی کی مٹھی میں رکھ دیا۔ اب تک بمشکل بچی ہوئی دس روپے کی رقم کے بل پر وہ ڈھائی افراد گھر کی چوکھٹ سے نکل کھڑے ہوئے ابھی چند قدم بڑھے ہوں گے کہ ساونت کور نے پوری قوت سے دروازے بند کر لئے۔ اُس وقت جگت کا جی چاہا کہ جا کر بند دروازے پر زوردار لات مار کر اُسے اُکھاڑ دے۔ مگر چندن ساتھ تھی جو بے عزت ہو کر بھی جاتے ہوئے بہن کے بچے کے ہاتھ میں پانچ روپے دینا بھولی نہیں تھی۔ اس چندن کے ملائم دل کو صدمہ پہنچانے والا کام وہ نہیں کر سکتا تھا۔ شدید سردی میں ایسا لگ رہا تھا جیسے اندھیرا جم گیا ہو۔ لوگ سو رہے تھے۔ گلیاں سنسان تھیں۔ جگت اور چندن محلے سے باہر آئے بڑے راستے پر آ کر وہ لوگ رُک گئے۔ کہاں جانا ہے؟ اس سے وہ لاعلم تھے۔ سرائے کا پتہ انہیں معلوم نہیں تھا۔ دونوں لاچار نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اب چندن کور محسوس کر رہی تھی رات ساونت کور کے گھر میں گزارتے تو بہتر تھا۔ راستے سے گزرتے ہوئے ایک شخص سے جگت نے پوچھا۔

"سردار جی! نزدیک میں کوئی سرائے ہے؟" وہ سکھ انجانے مسافروں کو دیکھنے لگا۔

"نزدیک تو نہیں البتہ اسٹیشن پر ملے گی۔ اسٹیشن کی جانب دو میل کے فاصلے پر......"

دونوں نے قدم بڑھائے۔ "ماں! مجھے سردی لگ رہی ہے۔ بھوک بھی لگی ہے۔" بھوکا سویا ہوا ست پال نیند میں بڑبڑایا۔ چندن اُسے تھپکیاں دینے لگی۔

"بیٹا! کچھ دیر رُک جاؤ۔" جگت کے دل پر چوٹ سی لگی۔ اُس نے سوچا راستے میں کوئی ہوٹل ہو تو لڑکے کو کھانا کھلا دیا جائے۔ دو فرلانگ مزید چل کر چندن ہانپنے لگی۔ پیٹ میں بھی بچہ تھا اور گود میں بھی۔ اس طرح دو بچوں کا بوجھ ایک ساتھ اُٹھا کر چلنا بہت مشکل تھا۔ جگت کے شانے پر تھیلے کا بوجھ تھا پھر بھی اُس نے کہا۔

"لاؤ چندن! میں دوسرے شانے پر ست پال کو اُٹھائے لیتا ہوں۔" اُسی لمحے سامنے سے ایک سائیکل رکشہ آتا نظر آیا۔ جگت نے ہاتھ اُٹھایا۔ جوش میں پیڈل گھماتا ہوا رکشے والا آہستہ ہوا مگر اُس نے دور ہی سے کہہ دیا۔

"ابھی سواری نہیں لوں گا۔ میرے گھر کی طرف چلنا ہے تو چلو!"

"نہیں...... سرائے جانا ہے۔" جگت نے نرم آواز میں کہا۔ "ساتھ میں چھوٹا بچہ اور سامان ہے۔ نہیں تو پیدل بھی چلا جاتا۔" رکشے والا اُلجھن میں پڑ گیا۔ پھر غور سے اندھیرے میں جگت کا چہرہ دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ رکشے پر سے اُترتا ہوا چیخا۔

"ارے...... جگت سنگھ جگا!" جگت کو یہ آواز جانی پہچانی لگی۔ وہ قریب گیا۔

"کون...... نانک سنگھ؟" جگت بھی پُرمسرت انداز میں چیخا۔ مصیبت کے وقت اگر کوئی جاننے والا مل جائے تو خوشی ہوتی ہے۔

"ارے یار! یقین نہیں آ رہا۔ جیل کو لرزا دینے والا جگا اس طرح مزدور بن کر تھیلا اُٹھائے نظر آئے۔ تھوڑے دن پہلے ہی تو تمہاری تصویر اخبار میں شائع ہوئی تھی جس میں تم ٹھاٹھ باٹھ سے ہار پہنے نظر آ رہے تھے۔" جگت جھینپ گیا۔ نانک سنگھ نے شانے پر سے بوجھ اُٹھا لیا۔ "چلو بھابھی! رکشے میں بیٹھ جاؤ۔ بندہ تمہیں جنت تک پہنچا دے گا۔" نانک فخریہ لہجے میں بولا۔

"یار جنت تک نہیں، ہمیں سرائے تک جانا ہے۔" جگت مذاق کے رنگ میں بولا۔ "تمہاری بھابھی کے ایک رشتے دار کے مہمان بنے تھے مگر بنی نہیں اس لئے کھڑے کھڑے چل دیئے۔" نانک سنگھ سوچ میں ڈوب گیا۔ جگت کو رکشہ میں بٹھا کر اُس نے پیڈل پر زور آزمایا۔

"ارے یار! تم بہت وزنی آدمی ہو۔" نانک سنگھ کی بات سن کر جگت اور چندن کھلکھلا کر ہنس دیئے۔ اُداسی غائب ہو گئی۔ جگت کو اچانک خیال آیا کہ رکشا اسٹیشن سے اُلٹی سمت جا رہا ہے۔

"ارے نانک! کدھر لے جا رہا ہے؟ سرائے تو اسٹیشن کے قریب ہے۔" جگت اور چندن پیچھے مڑ کر آس پاس دیکھنے لگے۔ اُنہیں سرائے کی عمارت کہیں نظر نہ آئی۔ وہاں اردگرد کوئی ایسی بڑی عمارت نہیں تھی جس پر سرائے ہونے کا قیاس کیا جا سکتا۔ اتنی دیر میں نانک تھیلا اُٹھا کر چلنے لگا۔

"میرے پیچھے چلے آؤ!" اُس نے ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر تھیلا اندر رکھا اور چراغ جلایا۔ پھر جگت کی جانب مڑ کر بولا۔ "یہ ہے بندے کی سرائے۔" جگت سمجھ گیا نانک نے انہیں اپنا مہمان بنا لیا ہے۔ وہ جیل کی دوستی بھولا نہیں تھا۔ چندن کور نے ست پال کو چارپائی پر سلایا۔ اتنی چھوٹی کوٹھڑی تھی کہ اس میں دو آدمی بمشکل سو سکتے تھے۔ جگت نے سوچا کہ وہاں سب کس طرح سما سکیں گے؟

"کھڑے کیا ہو؟ چلو! ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا لیں۔" نانک سنگھ نے کھانے کا ڈبہ کھولا۔ چار پراٹھے، اچار اور آدھا گلاس دودھ تھا۔

"یار! تم کھالو۔ ہمیں بھوک نہیں ہے۔" جگت نے تکلف کیا۔ مگر ست پال آنکھیں ملتا ہوا بولا۔

"باپو! مجھے بھوک لگی ہے۔" دونوں شرمندہ ہو گئے۔ نانک قہقہے ہو گیا۔

"یار! دوست سے جھوٹا تکلف نہیں کرنا چاہئے۔ پیسے سے غریب ہوں مگر دل بڑا ہے۔ جو کچھ ہے بانٹ کر کھا لیں گے۔" ایک ایک پراٹھا تین تین پیالے پانی سے سب نے پیٹ کی آگ بجھائی۔ اُس رات جگت سوچ رہا تھا وہ اس کٹھن دنیاداری سے کب تک مقابلہ کر سکے گا؟

پانچ روپے مہینے کے کرائے والی ایک کوٹھڑی مل گئی تو گھر چلانے کا بوجھ چندن پر ڈال کر جگت کام سے لگ گیا۔ مگر پہلے ہی دن کام پر جاتے ہوئے وہ چندن سے کہنا نہیں بھولا۔

"تم باہر جاتے ہوئے دیرو کی تلاش نہ بھولنا۔ گردوارے بھی جاتی رہنا۔ وہاں ملاپ ہونے کی امید ہے۔"

"ملے گی تو اس کوٹھڑی میں بند کر دوں گی۔ تم لوٹو گے تب تک جانے نہیں دوں گی۔" چندن کور

نے مذاق میں جواب دیا۔ "اپنی زچگی کا کام بھی اُسی کے ہاتھ سے کرائیں گے۔"

جگت آہ بھر کر چلا گیا۔ اُسے اندر ہی اندر ڈر تھا کہ ویرو اب کبھی نہیں ملے گی۔

جگا نے گاؤں گاؤں بھٹکنا شروع کر دیا۔ سرکاری منصوبوں کی تعریفیں کرتا، لوگوں کو جمع کرتا، تماشے کر کے دوسرے گاؤں بھاگتا۔ پہلے لوگ پبلسٹی کے گانوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ مگر جگا ڈاکو جگت گانے آیا ہے یہ سن کر دوڑ کر آنے لگے۔ پہلے تماشے میں شور مچاتے، جھگڑے کرتے مذاق اُڑاتے مگر جگت کا رُعب تھا یا اُس کے ڈاکو ہونے کی دھاک کہ لوگ اب چپ چاپ سنتے تھے۔ آہستہ آہستہ جگت اپنے گیت شامل کرنے لگا۔ وہ ہر پروگرام کے آخر میں ویرو کے فراق میں گیت گانا نہیں بھولتا تھا۔ وہ عورتوں کی جانب نظر کر کے درد بھری آواز میں گاتا

میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم
میرے دل میں بھی تم ہو جوابوں میں تم
میری سانسوں میں تم میری آہوں میں تم
چاہے دُور ہو تم ہو نگاہوں میں تم

گیت پورا ہونے کے بعد ہاتھ میں ساز تھام کر بہت دیر تک وہ انتظار میں کھڑا رہتا کہ عورتوں کی بھیڑ میں سے وہ دوڑی دوڑی آئے گی اور جواب دے گی۔ "نہیں جگت سنگھ! میں دُور نہیں واقعی تمہاری نگاہوں کے سامنے کھڑی ہوں۔ میں ہی تمہاری ویرو ہوں۔" مگر اس کی بجائے ہمیشہ ایک بھاری آواز سنائی دیتی۔

"جگا! کھڑے ہوئے کیا ہو؟ لوگ چلے گئے۔ اب کس کا دھیان کر رہے ہو؟" تب اُس کے دل کو دھکا سا لگتا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر گلے میں پہنے ہوئے تعویز پر ہاتھ پھیر لیتا۔ تنخواہ کے ساٹھ روپے میں سے تیس روپے جب خرچ میں ضائع ہو جاتے باقی تیس وہ گھر بھیجتا جن میں سے چندن پچیس روپے گھر میں خرچ کر کے پانچ روپے بچاتی۔ اس طرح دو مہینے گزر گئے۔ پھر چندن نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ پڑوس میں رہنے والی عورت کو اُس کی غریبی پر رحم آیا۔ لڑکی بیس دن کی ہوگئی تو اُس نے چندن سے کہا۔

"بہن! تمہیں دُودھ نہیں آتا اور بچی کو پالنے کی ہمت نہیں ہے۔ اسے مجھے دے دو! کھانے پینے سے سکھی رہے گی۔" چندن سناٹے میں آگئی۔ ہائے رے غریبی...... پیٹ کا جنا دوسرے کو دینا پڑتا ہے...... بھگوان نے ایسا دن دکھایا۔ مگر پڑوسن کا دل نہ دُکھانے کی خاطر کہنے لگی۔

"بہن! بیٹی اپنا نصیب ساتھ لاتی ہے۔ کسے پتہ اس کے جنم سے ہماری غریبی دُور ہو جائے۔"

سال بیت گیا۔ مگر غریبی نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ چندن کو ملیریا ہو گیا۔ پانچ پانچ روپے کر کے بچاتی ہوئی سو، پچاس کی رقم بیماری کھا گئی۔ جگت اُداس رہتا تھا۔ اُسے چاروں جانب مایوسی اور اُداسی نظر آتی تھی۔ ماضی کی یاد اُسے ستاتی تب رگوں میں خون کی گردش تیز ہو جاتی۔ ویرو کی یاد میں دل بے چین ہو جاتا۔ ملازمت سے نفرت ہونے لگی۔ تنخواہ بڑھ کر بمشکل پچھتر تک پہنچی تھی۔ دوسرے سال جالندھر رہنے جانا پڑا۔ سوپر مہتا ریٹائر ہو کر جالندھر میں ہی رہتے تھے۔ اُن سے ملتے

جاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ دو سال میں اُس نے نہ تو نام ہی کمایا نہ ہی خوشحال ہوا۔ پھر بھی منہ دکھانے کے لئے ہو آیا۔

"جگا! اچھا ہوا تم ملنے آ گئے۔ امرتسر میں کانگریس کا کنونشن ہونے والا ہے۔ بڑے بڑے لیڈر وہاں آئیں گے۔ میں تمہیں سفارشی خط لکھ دیتا ہوں۔ گیتوں کے پروگرام میں تمہیں بھی موقع ملے گا۔" جگت کو مسرت نہیں ہوئی۔ پھر بھی پچاس روپے ملنے کا سہارا تھا۔ اُس کے پاس پہننے کے لئے صرف ایک جوڑی لباس تھا۔ لیڈروں کے سامنے جانے کے لئے اُس نے ایک جوڑا اور سلوانے کے بارہ آنے گز کا کپڑا خریدا۔

O

ملک کے مشہور لیڈروں کے سامنے ایک کے بعد ایک آئٹم پیش ہونے لگا۔ جگت کا نمبر بارہواں تھا۔ فکر اور جوش میں وہ پردے کے پیچھے ٹہل رہا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ میں تھامی ہوئی لاٹھی سے کھیل رہا تھا۔ گیارہواں آئٹم شروع ہوا تب جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ حلق میں سرسراہٹ ہونے لگی۔ دو گھونٹ پانی پیا۔ اب اس کا نام لیا جائے گا۔ اُس کے کان کھڑے ہوئے مگر دوسرے کا نام پکارا گیا۔ اُس کا دماغ گرم ہو گیا۔ اُس نے پروگرام کے منتظم سے فریاد کی۔ "دوسرے جانے پہچانے آرٹسٹوں کو پہلا چانس دینا پڑا۔ دو چار آئٹم کے بعد تمہارا نام بھی پکارا جائے گا۔" اُس نے جواب دیا۔ جگت نے ہونٹ چبائے۔ اس لاچاری کے لئے وہ کیوں یہاں آیا؟ اُسے اپنی ذات پر غصہ آیا۔ سب جگہ سفارش چلتی ہے۔ خوشامد سے کام ہوتا ہے۔ یہاں کچھ نہیں ہوگا۔ آخر سولہویں آئٹم میں اُس کا نام پکارا گیا۔ صافے کے برے کو بلند کرتا ہوا جگت سب کے سامنے پیش ہوا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ اُس نے دوسرا ہاتھ بلند کر کے اونچی آواز میں سسی پنوں کا فراقیہ گیت چھیڑا۔ اُس کی آواز میں ویرو کا درد شامل تھا اور ساتھ ہی بے درد دنیا کے خلاف غصہ بھی۔

"یہ کون ہے؟" ایک آواز سنائی دی۔ گیت پورا ہونے کے بعد خاموشی میں یہ بھاری آواز تھی۔ پنجاب کانگریس کے صدر پرتاپ سنگھ کیروں کی آواز تھی۔ "اس کا ایک اور آئٹم ہونا چاہئے۔"

جگت گیت ختم کر کے ڈائز کے پیچھے چلا گیا۔ منتظم نے آ کر اس کی پیٹھ ٹھونکی۔ "پاپا جی! تم چھا گئے۔" پھر آہستگی سے بولا۔ "کیروں صاحب نے تمہارے دوسرے آئٹم کا مطالبہ کیا ہے۔" جگت کن انکھیوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اب قیمتی بننے کا موقع تھا۔

"مجھے کچھ دیر آرام کرنا پڑے گا۔ پندرہ بیس منٹ جانے دو!"

"بالکل...... آرام کر لو۔" وہ اب ادب سے پیش آ رہا تھا۔ "تمہارے لئے کچھ منگواؤں؟"

"منگوانا ہے تو شراب منگوا دو! آواز اور کھل اُٹھے گی۔" جگت کو میدان ملا۔ اس لئے دوسرے گیت میں اُس نے دیس کے لیڈروں کو جھڑکا۔ اُس کا رچا ہوا گیت "جاگتے رہنا" سن کر کانگریس لیڈر یہ سوچ کر خوش ہوئے کہ گیت میں اکالی لیڈروں پر چوٹ ہے۔ جگت کا یہ گیت فائدہ مند ثابت ہوا۔ لیڈروں نے پانچ سو روپے انعام دیئے۔ دوسرے لوگوں نے دس دس پندرہ پندرہ کر دو سو روپے دیئے اور فنکار کی قدر کی۔ ہر زبان پر جگا کا نام چڑھ گیا۔ وقت پلٹ گیا۔ ملازمت بیڑیاں ٹوٹ گئیں اور وہ گاؤں گاؤں خود پروگرام کرنے لگا۔

تین سال بیت گئے...... جالندھر کی ماڈل ہاؤس کالونی میں چھوٹا سا ایک مکان بنا جس کے دروازے پر تختی لگ گئی "جگت سنگھ جگا ریڈیو آرٹسٹ اور سنگر۔" چندن کے چہرے پر عجیب سی چمک آ گئی۔ ایک وقت کے ڈاکو شوہر نے ساری دنیا کے سکھ اُس کے قدموں میں رکھ دیئے۔ وہ فخر کے ساتھ جگت کو دیکھتی۔

"چندن! اب ماں اور باپو کو بلا لیں۔ لانے کے لئے کوئی اچھا دن منتخب کر لیں۔ کیوں؟" دونوں طویل عرصے سے ماں جی اور باپو سے نہیں ملے تھے۔ صرف خط سے خیریت معلوم کر لیتے تھے۔ اُنہیں بلانے کو جگا نے خط لکھا کہ وہ اُنہیں لینے آنے والا ہے تو اُس کے جواب میں تار آیا۔ تار پڑھ کر دونوں کے دل ٹوٹ گئے......

"تمہارے باپو ہارٹ فیل سے گزر گئے......!"

جگت نے ماں کے پاس پہنچنے تک آنسو روکے رکھے۔ مگر ماں نے جب کہا۔

"بیٹا! تمہارا خط پڑھ کر اُن کی خوشی دل میں نہیں سماتی تھی۔ میرے بدنام بیٹے نے نام پیدا کیا وہ اس فخر سے تاج اُٹھتے تھے۔" تو جگت کے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے ماں کی گود میں سر رکھ کر دل ہلکا کیا۔ لیکن اس سے بڑا صدمہ اُسے اُس وقت ہوا جب ماں کو ساتھ لے جانے کی بات کی۔

"نہیں جگت! میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ تم جس طرح میرے گھر مہمان آتے ہو اسی طرح کبھی کبھی میں بھی آتی رہوں گی۔" ماں کے چہرے کی سرخی دیکھ کر جگت کے دل میں کانٹا چبھ گیا۔

"ماں جی! تم کبھی مجھے خدمت کرنے کا موقع دو۔" چندن گڑگڑائی۔ "بیٹے کی طرح ضد کرو گی یہ کیسے چلے گا؟"

"بہو بیٹی! تم عورت ہو۔ ماں کا دُکھ جانتی ہو۔ انکار کرتے وقت خود میرا دل بھی دُکھا ہے مگر اس سے زیادہ اس وقت دُکھا تھا جب جگت نے یہاں رہنے سے انکار کیا تھا۔ وہ گھاؤ ابھی مندمل نہیں ہوا۔" وہ بلند آواز میں بول گئیں۔ پھر ہانپنے لگیں۔ سانس لینے کے لئے کچھ رُکنے کے بعد مزید بولیں۔ "اس کی طرح میری رگوں میں بھی ایک جاٹ کا خون دوڑ رہا ہے۔"

ماں نے یہ کہہ دیا۔ جگت بجھ گیا۔ باپو کی موت اور ماں جی کی ضد کا اُسے گہرا صدمہ ہوا۔ بوجھل دل سے وہ جالندھر لوٹ گیا۔

○

"جگا جی! ایک کام کے لئے آئے ہیں۔" محلے کے دو چار بڑے آدمی جگا سے مخاطب ہوئے۔ "اپنے علاقے میں ایک رفاہِ عامہ سکول قائم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"فنڈ اکٹھا کرنے کے لئے؟" جگت نے ہنس کر پوچھا۔

"نہیں...... زمین دلانے میں مدد کرنی ہے۔" ایک شخص نے کہا۔ "راستے کی اسی جانب لالہ جی کا پلاٹ خالی پڑا ہوا ہے۔ وہاں سکول بنایا جا سکتا ہے مگر......"

"مگر کیا؟"

"لالہ جی زمین فروخت کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔"

"پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟" جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔ وہ لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر ایک نے ہمت کی۔

"تھوڑا رُعب دو! وہ ڈھیلا پڑ جائے گا۔" جگت سمجھ گیا۔ دل میں ہنسا۔ "یہ لوگ میرے رُعب کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اچھے کام میں ساتھ دینا چاہئے۔ بستی کے بچوں کا بھلا ہو تو وہ چاہے برا بن جائے کوئی بات نہیں۔ اُس نے کہہ دیا۔

"تم لوگ جاؤ! رات ہوتے ہی راج اور مزدوروں کو اس جگہ پر بھیج دینا! سکول بن جائے گا۔"

"مگر جگہ خریدے بغیر چنائی؟" سب کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"جگا سے کام کرانا ہے تو اسی طرح ہو گا۔" جگت جوش میں آ گیا۔ "تم لوگ آرام سے سوتے رہنا! چٹکی بجاتے میں کام نمٹا دوں گا۔"

"بہتر ہے۔" یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے اور جگا سوچنے لگا کہ رائفل کس سے لی جائے؟ وہ چودہ سال بعد پہلی بار رائفل اُٹھانے والا تھا مگر ایک نیک کام کے لئے۔

○

خیراتی سکول کا مکان بنانے کے لئے زمین دلانے کا فرض جگت نے اپنے سر لیا تو چندن نے جگت کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ سب تمہیں ہولی کا ناریل بنا رہے ہیں۔"

"چندن! تم مجھے اتنا احمق سمجھتی ہو؟"

"بیوقوف تو تم کو تمہارے دشمنوں نے بھی نہیں سمجھا ہو گا۔" چندن جلدی سے بولی۔ "مگر یہ سچ ہے کہ میں تمہیں جھگڑالو ضرور مانتی ہوں۔ زبان چلاتے چلاتے نہ جانے تم کب ہاتھ اُٹھا دو۔" جگت ہتھیلیاں مسلنے لگا تو چندن نے طنز کیا۔ "کیوں...... ابھی سے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے؟" جگت کے ہاتھ رُک گئے۔ پھر اُس نے پیار بھرے انداز میں ہنس کر اپنی سرخ ہتھیلیوں کے ہالے میں چندن کا چہرہ سما لیا۔

"تمہارے رُخسار مسل دینے کے لئے کھجلی ہوتی ہے۔"

"ارے ذرا شرم کرو! چار بچوں کے باپ ہو گئے ہو پھر بھی ابھی دل نہیں بھرا؟"

جگت نے دونوں رُخساروں پر چٹکیاں بھر لیں۔ "بچوں سے بھر پایا مگر تم سے نہیں۔"

چندن رُخسار سہلانے لگی۔ "کیسے جنگلی ہو؟ اگر مجھ سے دل نہیں بھرا تو دوسری لے آؤ! دیرو ابھی شاید بیاہی نہیں ہوئی ہو گی۔" چندن کور نے مذاق میں کہا مگر جگت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے دیرو شدت سے یاد آنے لگی۔ چندن سمجھ گئی۔ جگت کو جیل سے رہا ہوئے سات آٹھ سال ہو گئے اور دیرو اب تک نہیں ملی تھی۔ پھر اُس کی یاد تازہ کرنے سے فائدہ کیا؟ جگت آنگن میں بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ گیا۔ سردی کی دوپہر تھی اس لئے دھوپ اچھی لگ رہی تھی۔ وہ آسمان پر تیرتے بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے ذہن کو دیرو کی یاد تھپکیاں دے رہی تھی۔ چندن کور نے اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اچانک جگت اُٹھ کر صافہ باندھنے لگا تو چندن ڈر گئی۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

''اُس لالہ جی کے پاس سکول کی زمین کا سودا کرنے۔''

''سودا کرنے یا چھین لینے؟'' چندن نے کہنا چاہا مگر ارادہ بدل دیا اور بولی۔ ''سمجھانے سے کام نکل جائے تو بہتر ہے۔ ہو سکے تو محلے والوں میں سے ایک آدھ کو ساتھ رکھ لینا۔''

''دوسرا کوئی مشورہ دینا ہے؟'' یہ کہہ کر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر چلا گیا۔

''وہ زمین مجھے فروخت نہیں کرنی۔ سودا کرنے کی بات کہاں ہوئی ہے؟'' لالہ جی نے کہا۔

''تم نے پانی کے مول خریدی تھی۔ سونے کے دام لینے میں کیا اعتراض ہے؟'' لالہ جی میں جگا سے زبان چلنے کی ہمت نہیں تھی۔ ان لوگوں نے یہ کام جگا جیسے سر پھرے پر ڈال دیا تھا اس سے لالہ جی دل میں ناراض تھے۔ اُنہوں نے جلدی سے بات مختصر کی۔

''ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں میں وہ زمین فروخت نہیں کروں گا۔''

جگت کچھ دیر تک لالہ جی کو گھورتا رہا۔ لالہ جی نے سر جھکا لیا جیسے وہ جگا کی نظریں برداشت نہ کر سکتے ہوں۔ جگت سمجھ گیا کہ اس شخص کو لالچ نے گھیر لیا ہے۔ زمین کے بڑھتے ہوئے دام دیکھ کر یہ مزید لالچ نہیں چھوڑے گا۔ ''جیسی تمہاری مرضی......'' یہ کہہ کر وہ سرسراتا ہوا باہر نکل گیا۔ اُس کی چال میں جوش تھا جو لالہ جی کی نظر میں نہیں آیا ہوگا۔

اندھیرا پھیلنے لگا۔ جگت جسم پر کمبل اوڑھ کر گھر سے باہر نکل آیا۔ اس سے پہلے چندن کچھ پوچھے جگت نے کہا۔ ''پینے کے لئے دوست کے گھر جا رہا ہوں۔'' پھر مزید بولا۔ ''اگر زیادہ پی گیا تو رات وہیں رہ جاؤں گا۔ انتظار نہ کرنا۔'' پھر بھی چندن رات بھر انتظار کرتی رہی۔ دوست کی رائفل لے کر وہ لالہ جی کی زمین پر پہنچ گیا۔ شام اُن لوگوں سے کہہ آیا تھا۔

''میں لالہ جی سے مل آیا ہوں۔ کام شروع کر دیں۔ پھر مصالحت ہو جائے گی۔'' لہٰذا کاریگر، مزدور اور سامان وغیرہ جگت سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔

''چلو! کام شروع کر دو۔'' جگت نے شانے پر رائفل رکھ کر کہا۔ ''پہلے بنیاد ڈالو! رات بھر میں چار دیواری کھڑی کر دو۔'' سب کو جوش میں لانے کی غرض سے جگت لوک گیت گانے لگا۔ پیٹرومیکس کے اُجالے میں بنیاد بھر دی گئی۔ نصف شب کے بعد چنائی شروع ہوگئی اور صبح تک چار دیواری کھڑی ہو گئی۔ ''ماڈل اسکول'' کا عارضی بورڈ لگا کر جگت روانہ ہو گیا۔ راستے میں دوست کو رائفل لوٹا کر گھر جا کر سو گیا۔ محلے کے لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ کل تک تو میدان تھا اور آج رات بھر میں سکول کی عمارت کیسے کھڑی ہو گئی؟ یہ جادو کس نے کیا؟ یقیناً یہ تو جگا کا کام ہے۔ گاؤں کے غریب بچے چار میل پیدل چل کر پڑھنے جاتے۔ یہ دُکھ اب ٹل گیا۔

دُھوپ سر پر آ گئی تب چندن نے جگت کے سر پر سے چادر ہٹائی۔ ''اُٹھو! پولیس چیف آئے ہیں۔'' سورج کی کرنیں پلکوں میں چبھنے لگیں۔

''اُسے کیا کام پڑ گیا؟''

''پھر انجان بنتے ہو؟'' چندن بڑبڑائی۔ ''تمہارے کارنامے کا ڈھنڈورا سارے گاؤں میں بج گیا ہے۔'' یہ سن کر جگت چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ چندن سے نظر نہیں ملا سکا۔ ہاتھ منہ دھو کر ڈرائنگ رُوم میں گیا۔

''آئیے صاحب! اچانک اس طرف؟'' اپنے چہرے کے تاثرات ظاہر نہ ہو جائیں اس کے لئے تولیے سے مسلسل چہرہ صاف کر رہا تھا۔ اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر صاحب نے ٹوکا۔

''آنکھوں میں ساری رات جاگنے کا خمار معلوم ہوتا ہے جگا!''

''ہاں صاحب! ڈاکو تھا تو بیداریاں کھٹکتی نہیں تھیں۔'' پھر ہلکی سی آواز میں بولا۔ ''اب گھر والی نے بارہ بجے کے بعد باہر رہنے کی ممانعت کر دی ہے۔''

''پھر بھی رات تم نے ممانعت ٹھکرا دی جگا!'' چیف نے کچھ سخت لہجے میں کہا۔ ''تمہیں تھانے بلانے کی بجائے دوستی کا لحاظ کر کے گھر آیا ہوں۔''

''اوہ...... یہ بات ہے؟'' جگت ہنس دیا۔

''لالہ جی نے فریاد کی ہے کہ کسی نے ان کی زمین پر رات بھر میں غیر قانونی چنائی کر لی ہے۔'' پھر مسکرا کر بولا۔ ''مگر لالہ جی نے تمہارا نام نہیں لیا۔ کل شام تم اُن سے ملنے گئے تھے؟''

''تب تم کو سب کچھ معلوم ہے کھنہ صاحب!'' پھر اقرار کے انداز میں بولا۔ ''میرے سب بچے انگریزی سکول میں پڑھتے ہیں اس میں میرا مفاد نہیں۔ میں نے یہ سب گاؤں کے غریب بچوں کے لئے کیا ہے۔ تمہارا قانون اعتراض کرتا ہے تو گرا دو۔ اور کیا؟'' آخری الفاظ جوش کی بجائے پیار میں کہے گئے تھے۔ چیف کو حیرت ہوئی جگا نے غلط رویہ نہیں رکھا، رعب نہیں دکھایا۔ اپنے ذہن میں سوچا ہوا کام کر آیا ہے پھر بھی کہتا ہے کہ دیواریں گرانی ہیں تو گرا دو! ایک اچھے کام کے لئے غلط قدم اُٹھایا ہے۔ چیف کے دل میں ہمدردی جاگی۔ اُسے لالہ جی پر غصہ آیا۔ زمین فروخت کرنے میں اُس کے باپ کا کیا جاتا تھا؟ وہ چائے پی کر کھڑا ہو گیا۔

''لالہ جی کو جو کچھ کرنا ہو کر گزرے۔ مگر تمہیں ایک بات کہے دیتا ہوں جگا! بغیر لائسنس رائفل رکھنا جرم ہوتا ہے۔''

''تمہیں اس کا بھی پتہ چل گیا؟ میں سمجھتا تھا کہ بغیر لائسنس رائفل رکھنا جرم نہیں، استعمال کرنا جرم ہے۔'' جگت نے ہنس کر کہا پھر مذاق میں بولا۔ ''وہ تو کبھی کبھی شانے پر رائفل رکھنے کو دل ہو جاتا ہے۔ برسوں پرانی عادت ہے۔''

''پھر کبھی رائفل چلانے کو بھی دل چاہے گا۔ خیال رکھنا!'' یہ کہہ کر پولیس چیف چلا گیا۔

جگا دروازے تک اُسے چھوڑنے گیا۔ لوٹا تو چندن راستہ روکے کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔ ''اب تمہیں بھی کچھ فریاد کرنی ہے؟'' جگت نے ترچھی نظر سے اُسے دیکھ کر سوال کیا۔ چندن نے ہٹ کر اندر جانے کا راستہ دیا۔

''دوست کے ہاں رُکنے کا کہہ کر یہ کارنامہ کرنے گئے تھے؟''

''چندن! تم ہی کہو۔ لالہ جی کے پاس کافی زمین ہے۔ اس میں سے ایک ٹکڑا ایسے نیک کام کے لئے دینے میں اُن کے باپ کا کیا جاتا ہے؟''

''اور تم ہی کہو کہ اس طرح رائفل لے کر داداگیری کرنے نہ گئے ہوتے تو تمہارے بیٹے کا کیا اتا؟''

''اب تمہاری اجازت لے کر جاؤں گا۔ بس؟'' جگت نے بات ٹالنے کے لئے محبت سے کہا۔

"یعنی آپ پھر رائفل اُٹھائیں گے؟" چندن نے آنکھیں دکھا کر پوچھا تو جگت ہنس دیا۔

"یار! یہ قدرت کی بھی کیسی بلیہاری ہے۔ پولیس والے سب دوست بن گئے لیکن گھر کی بیوی پولیس کی طرح پوچھ گچھ کر کے پریشان کرتی ہے۔" پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "ایک جرم معاف کر دو بادشاہ! پھر یہ غلام بھی گستاخی نہیں کرے گا۔" تب چاروں بچے مسرت سے تالیاں پیٹنے لگے۔

"شاباش پاپو! گھر میں ڈرامہ کرنے لگے۔" یہ سن کر چندن شرما گئی۔ جگت دونوں بچوں کو ہاتھوں پر اُٹھا کر گھمانے لگا۔

"ڈرامہ پورا ہوا۔ اب تماشہ دیکھو!" گھر کی فضا خوشگوار ہو گئی۔

O

حکومت ملک گیر بنیاد پر نوجوانوں کو فوجی تربیت دے رہی تھی اور رضا کار دستے منظم کیے جا رہے تھے۔ جالندھر رضا کار دستوں کی ذمہ داری جگت کے سپرد کی گئی۔ جوان لڑکے لڑکیوں کو رائفل ٹریننگ دینے میں اُسے لطف آتا تھا۔

ایک شام کی بات ہے رضا کار دستے کی چھاؤنی سے گھر جانے کے لئے وہ صافہ ٹھیک کر رہا تھا کہ کسی نے آ کر کہا۔ "جگا جی! وہ لڑکی آپ کو بلا رہی ہے۔" اُس نے دُور کھڑی ہوئی لڑکی کی جانب اشارہ کیا۔

جگت نے اُس جانب دیکھا، صافے پر اُس کے ہاتھ جم گئے۔ آنکھیں پھیل گئیں۔ کچھ فاصلے پر لڑکی خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ جگت چونکا وہ بیس سال پہلے کی ویرو دکھائی دے رہی تھی۔ لڑکی رائفل کی نال پر انگلیاں پھیرتی ہوئی دوپٹے کا پلو دانتوں تلے دبائے سر جھکائے کھڑی تھی۔ جگت کا دوڑ کر اُس کے قریب جانے کو دل چاہا مگر خود پر قابو پا لیا۔ دوڑنے کی بجائے وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا چلنے لگا۔ ایک جذبہ، ایک سنسنی اور دھڑکتا دل...... پانچ چھ قدم کا فاصلہ رہ گیا تو اُس کے پاؤں رُک گئے۔ جوش میں وہ بھول گیا کہ بیس سال کے بعد ویرو اس طرح جوان کیسے دکھائی دے سکتی ہے؟ اسی لمحے لڑکی نے گردن گھمائی۔ قدرت کی کاریگری نے جگت کے دل پر اثر کیا۔ چہرہ مہرہ وہی ہونے کے باوجود وہ ویرو نہیں تھی، نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر بھی بیس اکیس سالہ لڑکی میں اُسے ویرو نظر آئی۔ جیسے رائفل لے کر کہنا چاہتی ہو جگت سنگھ! تمہیں میری ادھوری آس پوری کرنے کے لئے اس سماج سے انتقام لینا ہے۔ کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے بھول گئے؟ پہچان نہیں سکے؟ جگت اُلجھن میں پڑ گیا۔

"تم نے مجھے بلایا ہے؟ مگر میں تو تمہیں نہیں جانتا۔" لڑکی کے نازک ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ رائفل کے سہارے دو قدم آگے بڑھی۔

"میں آپ کو پہچانتی ہوں۔ میں رضا کار دستے کی رائفل فورس میں ہوں۔ بہت دن سے آپ سے ملنا چاہتی تھی۔" جگت کو اب خیال آیا کہ اُس نے لڑکی کو پہلے بھی دیکھا تھا مگر نام سے واقف نہیں تھا۔ یہ ویرو نہیں ہے؟ پھر بھی اس کا نام ویرو ہو تو......؟ جگت نے سوچا۔

"میرا نام گردیو کور ہے۔" لڑکی کے ہونٹوں سے پھول جھڑے۔ "مجھے سنگیت کا شوق ہے۔ کچھ گانا بھی آتا ہے۔ آپ ایک بار ہمارے گھر آئیں چائے وغیرہ پینے۔"

"تمہارے گھر؟" جگت ابھی تک ویرو کے خیال میں تھا۔ "میں نے تمہارا گھر نہیں دیکھا۔"

"یہاں سے آپ کے گھر جاتے ہوئے راستے میں ہماری کوٹھی پڑتی ہے۔" پھر جلدی سے بولی۔ "ابھی چلیں!" ویرو اسی طرح بولتی تھی۔ بولتے وقت وہ آنکھوں کی پتلیوں کو اسی طرح گردش دیتی تھی۔ انجانی ہونے کے باوجود یہ لڑکی اُسے جانی پہچانی نظر آئی۔ "چل رہے ہیں؟" اُس نے شیریں لہجے میں پوچھا تو جگت انکار نہ کر سکا۔ وہ لڑکی کے ہمراہ اُس کے گھر پہنچ گیا۔

"آپ بیٹھیں! میں ماں کو بلاتی ہوں۔" یہ کہہ کر لڑکی کمرے میں چلی گئی۔ جگت کو یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا۔ دل کے طوفان کو چھپانے کے لئے اُس نے میز پر پڑی ہوئی نوٹ بک اُٹھالی۔ کھول کر دیکھی، جو گیت وہ اکثر گاتا تھا پہلے صفحے پر تھا۔ "میرے گیت میں تم ہو، خیالوں میں تم۔" ویرو کی یاد میں لکھا ہوا گیت یہاں؟ جگت کے ذہن میں سنسنی ہونے لگی۔ دوسرے گیت بھی اُسی کے تھے۔

"آپ نے میری نوٹ بک دیکھی؟" لڑکی کے سوال نے اُسے چونکا دیا۔ "میں نے آپ کے سارے گیت اُتار لئے ہیں۔" پھر عقب میں آتی ہوئی ماں سے بولی۔ "یہ جگت سنگھ ہیں ماں جی! اُس دن ہم پروگرام دیکھنے گئے تھے، وہی۔" جگت نے ہاتھ جوڑ کر مسرت کا اظہار کیا۔ کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں۔ چائے پینے کے دوران گردیو کور پیار بھری نظروں سے جگت کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ جگت چلنے کے لئے کھڑا ہوا تو لڑکی کی ماں نے کہا۔

"بھائی! تم سے ایک کام کرانا ہے۔" جگت نے سوچا کہ بیٹی کو سنگیت سکھانے کے لئے کہے گی۔ "اس کوٹھی کا نصف حصہ ہم نے کرائے پر دیا تھا۔ کرائے دار ایسے گھس آئے ہیں کہ خالی نہیں کرتے۔" ماں نے عاجزی سے کہا۔ "تم انہیں سمجھا کر خالی کرا دو!"

جگت کو یہ عجیب سا لگا۔ اُس نے دیکھا ماں نے جو کام بتایا گردیو کور کو اچھا نہیں لگا۔ لڑکی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی جگت بولا۔ "ماں جی! سمجھا کر کام نکالنا مجھے کم آتا ہے۔ میرا ماضی چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"اسی وجہ سے تمہیں یہ کام بتایا ہے۔" ماں جی نے سچ بول دیا۔ "انہیں سمجھانے میں ہم نے کمی نہیں رکھی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ آپ کا کام ہو جائے گا یہ سمجھ لیں۔" یہ کہتے ہوئے گردیو کور پر نظر ڈال کر ت رخصت ہو گیا۔ راستے کے موڑ پر آیا تو ویسے ہی گردن گھما کر دیکھا۔ گردیو کور کھمبے کے ارے کھڑی تھی۔ جگت نے شرما کر قدم تیز اُٹھانا شروع کر دیئے۔

O

گردیو کور ایک دن خوش ہو کر جگت کے گھر آئی۔ "جگا جی! خوشخبری دینے آئی ہوں۔ وہ کرائے مکان خالی کر گئے۔" پھر چندن کور سے کہا۔ "بہن جی! انہوں نے ہماری مشکل حل کر دی۔ تین ال سے ہم تنگ آ گئے تھے۔" جگت اُس کی حسین مسکراہٹ پر خوش ہو رہا تھا۔ گردیو کور شرما گئی۔ دن نے تیزی سے نظر گھمائی۔ "تم نے انہیں تین ہی دن میں کس طرح تنگ کر دیا؟ یہ تو بتاؤ!" اسوال کر بیٹھی۔ چندن کو بھی مذاق سوجھ گیا۔

"تنگ کرنے کے لئے انہیں تین دن تو کیا تین گھنٹے کافی ہیں۔"

"نہیں چندن! اس میں واقعی تین دن لگے تھے۔" جگت نے خلوص سے کہا۔ "تم ناراض نہ ہو تو بتاؤں؟"

"یہ ناراض نہیں ہوں گی اس کا میں یقین دلاتی ہوں۔" گرودیوکور جوش میں بولی۔ چندن کور کو اس لڑکی سے محبت سی محسوس ہوئی۔ اسی لئے وہ اُسے خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ پھر بھی اُسے چڑانے کے لئے چندن نے اُس کے بازو پر چٹکی بھر کر کہا۔

"اری میری بجائے یقین دلانے کا حق تم نے کب سے لے لیا؟"

گرودیوکور ہنس پڑی۔ "ہاں بتائیں انہیں کس طرح تنگ کیا تھا؟" اُس نے پوچھا۔

"ایک دن ہم اُس کی دُکان پر گئے۔" جگت کہنے لگا۔ "میرے ساتھ تین چار دوست تھے۔ میں اپنے ہمراہ ایسے لوگوں کو لے کر گیا تھا جو صورت سے ہی غنڈے دکھائی دیں۔ ہم ٹائر خریدنے کے بہانے گئے تھے۔ ہم لوگ آپس میں اس طرح سرگوشیاں کرنے لگے کہ سیٹھ اور لڑکوں کا دھیان اِدھر جائے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک آدھ ہتھیار تھا۔ جیسے میں ٹائر دیکھنے نہیں بلکہ باپ بیٹوں کی پہچان کرانے دوستوں کو ساتھ لایا ہوں، میں نے ایسا ظاہر کیا۔"

"اور وہ ڈر گئے؟" گرودیوکور درمیان میں بولی۔

"سنو تو سہی!" جگت نے اُسے ڈانٹ دیا۔ "اس طرح ڈر کر وہ اتنا خوبصورت مکان خالی کرنے والے نہیں تھے۔ میں نے دوسرا طریقہ آزمایا۔ میں رہا بدنام آدمی لہٰذا فریاد کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے ایک کرائے کے جوتشی کو میں نے اُس کی دُکان پر بھیجا۔ اُس نے سیٹھ کو بھڑکا دیا۔ فلاں ستارہ ٹکرا رہا ہے۔ کوئی اچانک آفت آنے والی ہے۔ موت کا سایہ نظر آ رہا ہے۔" اور بے چارے کے پیر ٹھنڈے ہو گئے۔" جگت کچھ رُکا پھر آگے کہنے لگا۔ "آخری جھٹکا دو دن پہلے دیا۔ تم لوگوں کو ایک رات دوسری جگہ گزارنے کی کہہ کر چار پانچ آدمیوں نے گھر میں ایسا شور شرابا کیا جیسے نشے میں چور ہوں۔ کچھ اندر اندر جھگڑے جیسے چھریاں چلنے والی ہوں ایسا خطرناک ماحول پیدا کر دیا۔ باتوں باتوں میں یہ بھی کہہ گئے کہ اب روز رات کو ہم یہاں محفل جمائیں گے۔" پھر جگت اس طرح بولا جیسے اُن لوگوں پر رحم کھا رہا ہو۔ "بے چارے بری طرح پریشان ہو گئے۔"

"ہاں! وہ جاتے جاتے بڑبڑا رہے تھے کہ جو بدمعاشوں کو گھر میں لا کر تماشہ کریں اُن کے پڑوس میں رہنا اچھے آدمیوں کا کام نہیں۔" گرودیوکور ہنس کر بولی۔

"بے چارے شریف آدمی۔" جگت نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "عارضی طور پر رہنے آئے اور بنگلہ ہتھیا لیا۔"

"جیسے آپ نے کبھی کسی کا کچھ نہیں ہتھیایا ہو۔" چندن نے منہ بنا کر کہا۔ گرودیوکور کی موجودگی میں اُسے جگت کو چڑانے کا لطف آتا۔

"تم میاں بیوی لڑ پڑو گے بھئی!" گرودیوکور جلدی سے بولی۔ "جگا جی! مجھے آپ کو گرو بنانا ہے۔"

"گرو......؟" جگت چونکا۔ "اور میرے جیسے بدنام شخص کو؟"

"بدنام نہیں بلکہ ایک اچھے فنکار کو۔" گرودیوکور اب آزادی سے بول رہی تھی۔ "کل سے میں

سنگیت سیکھنے آنے والی ہوں۔" جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ گرودیوکور کا شوخ مزاج اُسے پسند تھا۔ مگر اُسے دیکھتے ہی دیرد کی یاد آ جاتی اور وہ بے چین ہو جاتا۔

"بڑے آدمی کی طرح کس سوچ میں ڈوب گئے؟ بمشکل تمہیں ایک چیلی گرو بنانے کے لئے تیار ہوئی ہے۔ ہاں کہہ دو!" چندن کور نے جلدی سے کہا۔ جگت ہنس دیا۔

"تم نے ماں باپ کی اجازت لی ہے؟"

"بالکل! وہ یہ سن کر خوش ہوئے۔" گرودیوکور نے جواب دیا۔

"اس طرح نہیں۔ تمہارے باپو مجھ سے کہیں تو میں مانوں گا۔" جگت نے صاف لہجے میں کہا۔ "مجھ سے سیکھنے کے لئے تمہیں یہاں رہنا پڑے گا۔"

"اس کی اجازت بھی میں نے لے لی ہے۔" گرودیوکور پُر جوش انداز میں بولی۔

"پھر بھی اپنے باپو کو لے آؤ تو بات کریں گے۔" چندن کور کو جگت کی بات مناسب لگی۔

"ہاں! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔" چندن نے جگت کی تائید کی۔

○

گرودیوکور اپنے باپو کی طرف دیکھ کر اشارہ کر رہی تھی۔

"کہئے! اب کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟"

اُس کے باپو خاموش بیٹھے رہے۔ جگت نے خاموشی توڑنے کی غرض سے چندن کو مخاطب کیا۔ "بزرگ کے لئے کچھ بنا کر لاؤ!" پھر مہمان سے ہی پوچھا۔ "کیا پئیں گے، چائے یا لسی؟"

چندن کور اُٹھنا چاہتی تھی کہ اُسے گرودیوکور نے روک لیا۔ "بہن! میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔ باپو کم چینی والی چائے پیتے ہیں۔" گرودیوکور کے اندر جانے کے بعد اُس کے باپو نے بات شروع کی۔

"جگت سنو! گرودیوکور کی مرضی تم سے گانا سیکھنے کی ہے۔" جگت نے یہ الفاظ غور سے سنے۔

"آپ کی کیا مرضی ہے؟"

"صحیح بات کہوں؟" پھر رُک کر آگے بولے۔ "پہلے تو انکار کیا جوان بچی ہے اگر عام جگہوں پر گائے گی تو شادی کے سلسلے میں مشکل ہو گی۔ مگر اس کی آواز اچھی ہے۔ پہلے کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ اسے سنگیت کی تعلیم دلاؤ! لڑکی نام پیدا کرے گی۔ یہی سب سوچ کر ہم راضی ہوئے ہیں۔"

"مگر میرے پاس بھیجنے میں ایک خطرہ ہے۔ یہ شاید آپ نے نہیں سوچا ہو گا۔"

گرودیوکور کے باپو چونکے۔ "خطرہ......؟"

"میں رہا بدنام آدمی۔" جگت کہنے لگا۔ "میرے ساتھ بہت سی لڑکیاں اکثر پروگرام دینے آتی ہیں۔ اُن سے بھی کہتا ہوں کہ لوگوں کی باتوں کی پرواہ ہے تو میرے ساتھ نہ آؤ۔" جگت رُک گیا۔ گرودیوکور کے باپو سن رہے تھے۔ وہ کچھ سوچ میں ڈوبے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ "گرودیوکور یہاں سے جالندھر شہر تک رکشہ میں بیٹھ کر جائے گی تو لوگ اُنگلیاں اُٹھائیں گے۔ میرے گھر رہے گی تو لوگوں میں مختلف افواہیں بھی گرم ہوں گی۔ ان سب باتوں کے متعلق آپ نے سوچا

اسی لمحے گرودیو اندر آئی۔ وہ چائے لے کر آئی تھی۔ اُس نے جگت کے آخری الفاظ سنے۔ اُس نے باپو کی جانب تیز نظروں سے دیکھا۔ اپنے ارادے کی مضبوطی دکھانے کے لئے باپو نے آنکھوں کے ذریعے بیٹی کو جواب دیا۔

''تمہاری خواہش میں سمجھتا ہوں۔ میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔''

''جگت سنگھ!'' اُنہوں نے کھنکار کر کہا۔ ''تمہارے متعلق مجھے اب تک بہت سی باتیں سننے کو ملی ہیں۔ مگر لوگوں کی باتوں کی مجھے پرواہ نہیں۔ یہ یہاں رہ کر سنگیت میں ترقی کرے گی تو مجھے سکون ہے۔'' چندن کور گرودیوکور کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ گرودیوکور کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ نظر آئی مگر جگت ابھی سنجیدہ تھا۔

''بزرگ! میری جانب سے بے فکر رہنا۔ میں اسے تمہاری امانت کی طرح حفاظت سے رکھوں گا۔ مگر......''

''رُک کیوں گئے جگا؟'' اُنہوں نے فوراً پوچھا۔

''ایک بات آپ کو بتا دوں۔ انسان کو کسی چیز کی لگن ہونے کے بعد واپس ہونا مشکل ہوتا ہے۔ دو چار ماہ بعد آپ اس کا ارادہ بدلنا چاہیں گے تو لڑکی شاید آپ کی بات نہ مانے۔'' جگت نے یہ الفاظ محفوظ کر کے کہے تھے۔ چندن کور محسوس کر رہی تھی کہ اسے یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا ڈر تھا۔ مگر گرودیوکور درمیان میں بول اُٹھی۔

''ہاں باپو جی! میں تعلیم شروع کرنے کے بعد مکمل کر کے رہوں گی۔''

''بیٹی! میں تمہاری عادت سے واقف ہوں۔'' چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے وہ بولے۔ ''تم اپنی ضد پوری کئے بغیر نہیں مانو گی۔''

اگر یہ بات اُنہوں نے ہنستے ہوئے نہ کہی ہوتی تو اس کا مطلب بدل جاتا۔ گرودیوکور نے خوش ہو کر پہلے چاچا کے چرن چھوئے، پھر جگت کے چرن چھونے لگی۔ ''آج سے میں تمہاری شاگرد اور تم میرے گرو۔'' وہ چندن کی جانب بڑھی مگر چندن نے اُسے جھکنے نہیں دیا۔

''تم تو میری چھوٹی بہن کے برابر ہو۔'' یہ کہہ کر اُسے سینے سے لگا لیا۔ مسرت کے دو آنسو گرودیوکور کی پلکوں پر چمکنے لگے۔

''گرودیوکور!'' جگت نے اُنہیں جدا کرنے کے لئے کہا۔ ''باپو کی موجودگی میں تمہاری تعلیم کی ابتدا ہو گی۔ جاؤ! اندر سے ہارمونیم لے آؤ۔'' گرودیوکور ہرنی کی طرح دوڑتی ہوئی گئی اور ہارمونیم اُٹھا لائی۔ سُر ملائے اور گلا صاف کر کے آواز اُٹھائی۔

''میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم ہو......'' جگت چونک اُٹھا۔ گرودیوکور کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی اور جگت کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بے چین ہو رہا تھا۔ سُر بلند ہوتے گئے اور درد کی گہرائی بڑھتی گئی تب مجبور ہو کر اُس نے بھیگی پلکوں کو زور سے دبایا اور آنسوؤں کا ریلا رخساروں پر بہہ کر عجیب سا گرم لمس پہنچانے لگا۔ لیکن دل میں ٹھنڈک ہونے لگی۔ ہارمونیم پر گھومتی گرودیوکور کی اُنگلیاں رُک گئیں۔ آواز بھی رُک گئی۔ گرودیوکور کی پلکیں بھی بوجھل تھیں۔ کمرے میں غمگین خاموشی چھا گئی۔

تھوڑے دنوں میں گرودیوکور نے گھر کے سب افراد کو اپنی محبت سے متاثر کر دیا۔ سب کام اُس نے اپنے ذمے لے لیا۔ بچوں کو وقت پر سکول بھیجتی، اُن کے کپڑے سنبھالتی اور سگی ماں کی طرح اُن سے پیار کرتی۔ چندن کو کسی کام میں ہاتھ نہ لگانے دیتی۔

''تم نے بہت سال کام کیا۔ اب آرام کرو!'' یہ کہہ کر وہ شوخی سے ہنس دیتی۔

''گھر کی ذمہ داریاں تم نے اس طرح سنبھال لی ہیں کہ جیسے ہمیشہ رہنے والی ہو۔'' چندن کہتی۔

''ہمیشہ کے لئے ہی رہنے آئی ہوں۔'' گرودیوکور رخسار پر بہتا ہوا پسینہ کرتے کی آستین سے پونچھ کر پراٹھا سینکتی ہوئی بولی۔ ''مجھے دھکے دو گے تب بھی نہیں جاؤں گی۔''

''ارے باپ رے......'' باورچی خانے کے سامنے چارپائی پر بیٹھی ہوئی چندن ہاتھ کا اشارہ کر کے بولی۔ ''کوئی اچھا لڑکا ملا تو تمہیں فوراً نکال باہر کروں گی۔ سمجھیں؟''

مذاق کے باوجود گرودیوکور کا چہرہ بجھ گیا جیسے پراٹھا اُتارتے ہوئے اُنگلیاں جل گئی ہوں اسی طرح اُس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ کچھ دیر تک چندن کور کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی، پھر دھیمے لہجے میں بولی۔ ''میں نہ جانا چاہوں پھر بھی رُخصت کر دو گی، سچ سچ اپنے من کی بات کہنا بہن! میں تمہارا کچھ چھین لوں گی کبھی تم نے ایسا محسوس تو نہیں کیا؟''

چندن جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔ ایک بار دیرو نے بھی اسی طرح کی بات پوچھی تھی۔ ''تم نے یہ کیا کہہ دیا؟'' چندن بولی۔ پھر پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''سچ جاننا چاہتی ہو تو کہہ دوں، میرا مطلبی دل چاہتا ہے کہ تم ہمیشہ یہاں رہو۔ چار دن پہلے ڈاکٹر سے ایکسرے کرانے گئی تھی تو میں نے ڈاکٹر سے صاف کہہ دیا تھا کہ صاحب! جو بیماری ہو کہہ دینا۔ مجھے اب سردار جی یا بچوں کی فکر نہیں ہے۔''

''تم نے ڈاکٹر سے ایسا کہا؟'' گرودیوکور چونک پڑی۔

''وہ اپنے ہی آدمی ہیں۔'' چندن کور ہنس دی۔ ''اُنہیں کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ کہاوت ہے کہ ماں مرے مگر خالہ جیئے۔''

''کیا مرنے جینے کی بات چل رہی ہے؟'' جگت نے قریب آ کر پوچھا۔ گرودیوکور چولہے کو دنک مارنے لگی۔

''اس طرح چور کی طرح اندر آ کر تم نے ہماری باتیں کیوں سنیں؟'' چندن نے جگت کو آنکھیں ۔ائیں۔

جگت اپنا صافہ کھونٹی پر ٹانگتا ہوا بولا۔ ''چندن! اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں، تم سے کہہ ۔ا ہوں کہ ہمارا چنا پانچویں کو رہا ہونے والا ہے۔ اگلے دن مجھے یاد دلانا۔ میں اُسے لینے فیروز پور ۔ں گا۔ اب وہ ہمارے ساتھ رہے گا۔''

''چنا بھائی رہا ہونے والے ہیں؟'' چندن کور خوش ہو گئی۔ پھر اُسے کچھ یاد آیا۔ ''مگر تم ماں ۔کو جدا کیوں کر رہے ہو؟ اتنے سال بعد وہ جیل سے آ رہا ہے اُسے گھر جانے دو! پرم جیت کے ۔ھ کچھ دن رہنے دو۔ پھر لے آنا۔''

''چندن! تم جانتی ہو ماں بیٹے کے درمیان زہر گھل گیا ہے۔ چنا جیل سے سیدھا اپنے گھر ۔ئے گا تو اپنے سوتیلے بھائی سے جھگڑا کر بیٹھے گا۔ ہم اُسے یہاں رکھ کر اُس کی ماں کی طرف سے

خفگی کم کر سکیں گے۔"

"پھر تو عمدہ بات ہے۔" چندن کور کو اطمینان ہوا۔ اپنے دل سے انتقام کی آگ بجھا کر دوسرے کو بھی اسی راستے پر چلانے کی جگت کی دلچسپی دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ پھر اُسے مذاق سوجھ گیا۔ "اے گرودیو کور! سردار جی کا ایک ساتھی ہمارے ہاں آئے گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ اُسی سے تمہارا معاملہ فٹ کر دیں گے۔"

"تم ڈاکو سے بیاہی ہو اس لئے مجھے بھی ڈاکو سے چپکانا چاہتی ہو؟ مجھے گھر سے نکالنے کی اتنی جلدی ہے؟" گرودیو کور نے کہا۔ دونوں کے درمیان تکرار میں حصہ لینے کے لئے جگت کود پڑا۔

"تم فکر نہ کرنا! تم کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا۔ جانا ہو تو چندن جا سکتی ہے۔" چندن نے آنکھیں نکالیں تو جگت نے جلدی سے کہا۔ "کیوں! ڈاکٹر نے تم کو ہسپتال میں داخل ہونے کو نہیں کہا؟ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔" جواب میں چندن جگت کے سینے پر گھونسے برساتی ہوئی بولی۔

"سردار جی کی نیت خراب ہو رہی ہے...... کیوں؟"

O

کار فیروز پور کی جانب تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ پھر بھی جگت کو رفتار کم معلوم ہو رہی تھی۔

"ہنومان! ابھی رفتار کم ہے۔ ذرا سپیڈ بڑھاؤ!" جگت نے کار چلانے کے لئے ایک ڈرائیور رکھا تھا وہ اُسے اپنے مرحوم دوست جیسا دکھائی دیتا تھا اس لئے وہ اُسے ہنومان کے نام سے پکارتا تھا۔ پہلے وہ ہنومان کہنے پر چونکا کہ جگت اُس کو اصل نام کی بجائے ہنومان کیوں کہتا ہے؟ مگر جب جگت نے ہنومان کی دوستی کی داستان سنائی تو وہ خوش ہو گیا۔ "پھر تو مجھے یہ نام بھی منظور ہے۔" اُس کا مزاج بھی ہنومان جیسا تھا۔ کار چلانے پر اکثر جگت کو ٹوکنا پڑتا۔

"بھائی صاحب! ذرا سپیڈ کم کر دو۔ ورنہ اخبارات میں پھر خبر آئے گی کہ جگا ڈاکو کے ہاتھوں ایک اور قتل۔" مگر جگت نے اب جس وقت رفتار بڑھانے کی بات کی تو وہ ہنس دیا۔

"کتنے لوگوں کو لپیٹ میں لینا ہے یہ بھی کہہ دینا! چنا کو جیل سے لینے جا رہے ہو اُس کے ساتھ کیا مجھے جیل چھوڑ آنے کا خیال ہے؟" مگر جگت چنا کے خیال میں گم تھا۔ جیل سے رہا ہوئے اُسے دس سال ہوئے مگر وہ بمشکل سات آٹھ مرتبہ اُس سے ملنے جا سکا تھا۔ اب چنا اپنی ماں سے جیل میں ملاقات کر لیتا تھا۔ ماں اُس سے کہتی تھی۔

"گھر آؤ تو تمہاری شادی کر دوں گی۔" چنا زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرتا۔

"جیل کاٹ کر آئے ہوئے شخص سے کون شادی کرنے کو تیار ہو گی ماں! اس کی بجائے اپنے اجیت کا گھر بساؤ۔"

"نہیں بیٹا! پہلے بڑا بھائی بیاہا جائے گا، پھر چھوٹے کی باری۔ پھر وہ ابھی بمشکل پندرہ سولہ برس کا ہے۔ ابھی تو اُسے پڑھانا ہے۔" پرم جیت جب یہ بات کہتی تو چنا اپنے سوتیلے بھائی سے نفرت کا اظہار چہرے سے نہ کرتا۔ آخری بار جگت جیل میں پروگرام کرنے گیا تھا تو چنا نے تمام قیدیوں سے کہہ رکھا تھا۔

"جگا باہر پروگرام دینے جاتے ہیں تو پانچ سو یا ہزار روپے لیتے ہیں ہم بھی اُنہیں خالی ہاتھ نہیں

جانے دیں گے۔" پروگرام پورا ہونے کے بعد قیدیوں کی جانب سے اکٹھی کی ہوئی رقم جگت کو دینے کا کام بھی چنا کے سپرد کر دیا گیا۔

"یہ کیا ہے؟" چنا نے پیسے دیئے تو جگت غصے میں آ گیا۔ "تم لوگ مجھے پیسے دے رہے ہو؟" پھر اُس کی جانب نظریں گھما کر بلند آواز میں بولا۔ "جیل کے برے دنوں میں تم لوگوں نے ساتھ دیا۔ مجھے اپنا سمجھ کر پیار دیا اور دو گھنٹے تم کو خوش کرنے آیا ہوں تو اس کی قیمت دے رہے ہو؟"

"پاپا جی! تم یہ سمجھ رہے ہو کہ ہم قیمت دے رہے ہیں؟" چنا بھیگے ہوئے لہجے میں بولا۔ "یہ ہم سب کے پیار کا نذرانہ ہے جگا جی! یہ لینے سے انکار کرو گے تو ہمارے دل دُکھیں گے۔" کچھ بحث کے بعد جگا نے رقم لے لی۔

"میں یہ پیسے رکھ لیتا ہوں مگر اپنے لئے نہیں۔ جیل کاٹتے ہوئے کسی قیدی کے بے آسرا خاندان کو تم لوگوں کی طرف سے دے دوں گا۔" جدا ہوتے وقت جب چنا نے کہا کہ میں ایک ماہ بعد رہا ہو رہا ہوں تو جگت کو خیال آیا کہ دس سال کتنی تیزی سے بیت گئے تھے؟

"چنا! باہر آ کر کام سے لگ جانا۔" اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دروازے تک ساتھ جاتے ہوئے جگت نے سمجھایا۔ "گھر جاتے ہی تمہاری ماں کو صدمہ ہو، کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔"

"بہت کوشش کرتا ہوں پاپا جی!" چنا نے دل کی بات کہہ دی۔ "ماں کی جانب سے نفرت نہیں جاتی۔ ممکن ہے ماں کی طرف سے نفرت دل سے نکل جائے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ پنا سنگھ کے لڑکے کو دیکھ کر میری آنکھوں میں خون نہیں اُترے گا۔"

جگت کو اُس کی حالت پر ہمدردی جاگی۔ باہر نکلتے ہی اگر چنا سنگھ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تو زندگی بگڑ جائے گی۔ اُس نے فوراً فیصلہ کر لیا۔

"چنا! رہائی کے دن میں تمہیں لینے آؤں گا۔ کچھ دن میرے ساتھ رہنا۔ ٹھیک لگے تو میرے ساتھ کھیتی باڑی کرنا۔" چنا کو یہ بات پسند آئی۔ جس کے ساتھ ڈاکے ڈالے اُس کے ساتھ کھیتی باڑی۔ باقی زندگی گزارنے کو ملے تو یہ خوشی کی بات تھی۔ اُس نے جگت کا ہاتھ دبایا۔

"پاپا جی! میرے دل کی بات تمہاری زبان پر آ گئی۔" پھر دروازے کے پاس سے واپس لوٹتے ہوئے بولا۔ "مگر تم اس دن جلدی آ جانا! ماں کو میں نہیں سمجھا سکوں گا۔"

جگت ڈرائیور کو اسی لئے جلدی چلانے کو کہہ رہا تھا۔ اچانک بریک کو جھٹکا لگا۔ "کیا ہوا؟ گاڑی کیوں روک لی؟" وہ چیخ پڑا۔

"گاڑی کے اسپرنگ سے کچھ گرنے کی آواز آئی ہے۔" ڈرائیور نے باہر آ کر کہا۔ "میں ذرا دیکھ لوں۔" نیچے کے دو بولٹ نکل گئے تھے۔ ابھی دس میل کا فاصلہ تھا۔ ریپئرنگ کے بغیر آگے بڑھنے میں ڈرائیور کو خطرہ نظر آیا اور ایک گھنٹہ ضائع ہو گیا۔

"چنا تو گھنٹہ بھر پہلے چلا گیا ہے۔" فیروز پور جیل کے گیٹ پر اُسے خبر ملی۔ "اُس کی ماں کل رات سے آئی ہوئی تھی۔ صبح رہا ہوتے ہی اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔"

"مگر میں اُسے لینے آنے والا تھا۔" جگت کو ذرا سا غصہ آ گیا۔

"چنا نے بہت انکار کیا مگر ماں نے کہا کہ پہلے ایک بار گھر آ جا! پھر جہاں بھی جانا ہو چلے جانا۔

وہ پھر بھی نصف گھنٹے تک رُکا رہا۔ جاتے ہوئے کہتا گیا پاپا جی آئیں تو ہم اسٹیشن پر ہیں۔ وہیں بھیج دینا۔"

"گاڑی کب روانہ ہوتی ہے؟"

"وہ تو اب جا چکی ہوگی۔" جواب سن کر جگت کار کی جانب جھپٹا۔

"ہنومان! گاڑی امرتسر کی طرف دوڑاؤ۔" اُس کی آواز میں فکر جھلک رہی تھی کسی انجانے ڈر کی وجہ سے......!

O

"بیٹا! تم آنے والے ہو یہ جان کر اجیت دونوں سے کیسا خوش ہے۔ کہتا ہے کہ بڑے بھائی سے ملنے کے لئے میرا دل بے چین ہے۔" سارے راستے ماں نے یہ بات مختصر طریقے سے دُہرائی۔ چنا بار بار اپنے دل کو سمجھا رہا تھا اب پرانی عداوت بھول جا! تجھے ہنا سنگھ سے دشمنی تھی۔ مگر اجیت نے تو تمہاری ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ سگا بھائی نہ سہی پھر بھی نصف بھائی تو ضرور ہے۔ امرتسر سے گھر جاتے ہوئے اُسنے اپنے دل کو مضبوط کر لیا تھا۔ راستے میں دُکاندار ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو! پرم جیت کا چنا جیل سے رہا ہو کر آ رہا ہے۔ ماں ایک سال سے اُس کی رہائی کے لئے تسبیح پڑھ رہی تھی۔ آخر اس کے سکھ کا سورج طلوع ہو ہی گیا۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ ماں چنا کو جلدی چلنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ "بیٹا! مغرب کے وقت گھر میں قدم رکھنا نحوست ہوتی ہے۔ پہلے پہنچ جانا بہتر ہے۔" ماں بیٹا اگلی گلی میں داخل ہوئے۔ چنا کے دل میں اُبچل ہونے لگی۔ سولہ برس کے بعد گھر لوٹا تھا۔ اس کے پیچھے ماضی کی پرچھائیں تھیں اور سامنے مستقبل نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے گھر کے پاس برسوں سے کسی پہرے دار کی طرح کھڑے ہوئے املی کے بوڑھے درخت کو دیکھا۔ اُس کے تنے کے پیچھے اُس کا سوتیلا بھائی اجیت چھپ کر کھڑا ہوا تھا۔ تنے کے پیچھے چھپے ہوئے اجیت کے کانوں میں یہ الفاظ سنائی دے رہے تھے۔

"چنا! گھر جاتے ہی اجیت کو سینے سے لگا لینا۔ اپنے رہا ہونے کی خوشی میں اُسے مٹھائی دینا۔ تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔" ابھی یہ الفاظ ختم نہیں ہوئے تھے کہ تنے کے پیچھے سے اجیت باہر آ گیا۔ چنا کے سینے پر چھری سے وار ہوا۔ اس وقت تک دونوں میں سے کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ کیا ہو گیا ہے؟ اجیت کے چہرے پر خون جھلک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے زہر برس رہا تھا۔ اچانک حملے سے پیچھے ہٹتے ہوئے بدحواس چنا کو لات مار کر اجیت نے چت لٹا دیا اور اُوپر تلے کئی وار کیے۔ پرم جیت چیخ اُٹھی۔

"اجیت! اجیت!" وہ اُس سے لپٹ کر اُسے روکنے لگی مگر سولہ سال کے لڑکے نے ماں کو دھکا دے دیا۔ اُس کا چہرہ غصے اور نفرت سے بگڑ گیا تھا۔ چنا نے اُس کے حملے کو روکنے کے لئے ہاتھ بلند کیا تو چھری کی تیز انی بازو میں اُتر گئی۔ پاگل کی طرح اجیت نے چنا کا سینہ چیر دیا......

"میں اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے برسوں سے انتظار کر رہا تھا۔ لے... لے... لے۔"

"اوہ.. اوہ...! بچاؤ بچاؤ" کی چیخوں سے لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ غروب ہوتے ہوئے

سورج کے پانچ سات منٹ کے درمیان یہ سب کچھ ہو گیا۔ چار چھ آدمیوں نے اجیت کو پکڑ لیا۔

"سالے! بے وقوف!" لوگوں نے چانٹے مارے اور اُس سے چھری چھین لی۔ مگر اب اجیت کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ خون میں لت پت چنا کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ پتھر کے ساتھ سر ٹکرا کر پرم جیت بے ہوش ہو گئی تھی......!

اجیت ہانپتا ہوا خون سے بھرے ہوئے ہاتھ مسل رہا تھا۔ کار کا ہارن سنائی دیا۔ مجمع کے درمیان راستہ پیدا کرنے کے لئے ڈرائیور نے زور سے ہارن بجایا تو دو چار آدمیوں نے ایک ساتھ کہا۔ "آگے بڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔"

جگت کار سے باہر آ کر جھپٹا۔ لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا اندر پہنچا تو قدموں کے قریب چنا کی لاش نظر آئی اور وہ دل دہلانے والی آواز میں گرجا......

"چنا......!" دوسرے ہی لمحے اُس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ اُسے نظر کے سامنے پولیس کے درمیان کھڑا ہوا اجیت نظر آیا۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ جگت نے مٹھیاں کس لیں۔ کلائی کی رگیں اُبھر آئیں۔ اُس کے جبڑے بھینچ گئے۔ وہ خونی نظروں سے اجیت کو دیکھنے لگا۔ اجیت نے منہ پھیر لیا جیسے جگت کی تیز نظریں برداشت نہ کر سکا ہو۔

کچھ ہی دیر میں جگت کے ذہن پر شیطان سوار ہو گیا۔ چنا کے بہیمانہ قتل نے اُس کے خون میں آگ لگا دی تھی۔ وہ لاش کے پاس پڑی ہوئی خون آلود چھری کی دھار پر نظر ڈال کر قدم بڑھائے جا رہا تھا، اُسی لمحے ہوش میں آئی ہوئی پرم جیت اُس سے لپٹ گئی۔

"بیٹا جگا! اس میں کسی کا قصور نہیں۔ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ میں پیار میں بے قابو ہو کر چنا کو یہاں لے آئی۔ دو بھائیوں کی دشمنی دُور کرنے کی مجھے جلدی تھی۔" روتی ہوئی، تڑپتی ہوئی جگت کے سینے پر سر مارتی وہ بڑبڑا رہی تھی۔ پھر دوڑ کر اُس نے نیچے سے چھری اُٹھالی اور مجرم بیٹے کے سامنے گرجی۔

"لے...... اب لے میرے سینے میں مار دے اور اپنی پیاس بجھا لے! مجھے زندہ رکھ کر بھی تو نے مار دیا ہے۔" جگت نے اُسے پکڑ لیا تو پرم جیت پاگل کی طرح گرجی۔ "سب بیٹے دشمن بن گئے۔ بھگوان! اب کبھی عورت کو جنم نہ دینا۔ اگر دے تو ماں نہ بنانا۔" اُس کی دلخراش چیخوں، تڑپ اور آنسوؤں سے سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جگت کا دل بھی آنکھوں کے راستے بہنے لگا۔ اُس کا جوش ختم ہو گیا۔ اُس نے پرم جیت کو نیچے بٹھا کر چنا کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"دوست! مجھے معاف کرنا...... مجھے دیر ہو گئی۔" پھر اُسی ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کر لئے۔

O

دوسرے دن دوپہر کو سوجی ہوئی سرخ آنکھوں کے ساتھ جگت گھر پہنچا۔

"کل شام سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" چندن نے ٹوکا۔ پھر جگت کے چہرے پر صدمہ دیکھ کر سمجھ گئی۔ اُس کا لہجہ بدل گیا۔ "کیا ہوا...... چنا کو نہیں لائے؟"

جگت چارپائی پر بیٹھ گیا۔ چندن نرم آواز میں پھر بولی۔ "میں کہہ رہی ہوں کہ اُس کی ماں اس طرح نہیں بھیجے گی۔ اچھا ہوا گھر چھوڑ آئے۔"

"چھوڑ آیا۔ مگر......" جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ "گھر نہیں، شمشان میں۔"

"کیا......؟" چندن کی چیخ نکل گئی۔

"اُس کے سوتیلے بھائی نے چنا کو گھر پہنچنے ہی نہیں دیا۔ اس سے پہلے ہی ختم کر دیا۔" جگت بمشکل بولا۔ پھر چارپائی پر لیٹتا ہوا بولا۔ "شراب کی بوتل لے آؤ!" چندن کے پیر زمین سے چپک گئے۔ دل میں گھبراہٹ ہونے لگی۔ اُس نے بمشکل کہا۔

"اور اُس لڑکے کا کیا بنا؟"

جگت نے اُسے عجیب طرح سے دیکھا، پھر ہونٹ چبا کر بولا۔ "بچ گیا...... میرے ہاتھوں ایک قتل ہونے سے رہ گیا۔" پھر مزید کچھ نہ کہنا چاہتا ہوا اس طرح سے پہلو بدل کر سو گیا۔ پھر بھی چندن سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"بے چارے چنا کی ماں...... اُس پر کیا گزری ہو گی؟"

"وہ پاگل ہو گئی ہے۔" جگت بڑبڑایا۔ "سولہ برس بعد گھر آئے بیٹے کو سولہ سال تک جتن سے پالے ہوئے بیٹے نے قتل کر دیا۔ یہ اُس سے کیسے برداشت ہو سکتا تھا؟"

O

دوسرے دن کافی دھوپ نکل آنے کے بعد چندن نے اُسے اُٹھایا۔ "اُٹھو! دس بجے ہیں۔ کل سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ ناشتہ کر لو!" جگت انگڑائی لے کر بیٹھ گیا۔ جسم میں ہلکا سا درد ہو رہا تھا۔ کتنا سویا اُسے اس کا ہوش نہیں تھا۔ نل پر جا کر منہ دھونے کے بعد چہرے پر تازگی آ گئی۔ چندن کور ناشتہ لے کر آئی۔ جگت نے گھر میں نظر گھمائی۔

"بچے سکول جا چکے ہیں؟" چندن نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے بعد کا سوال نہ پوچھا جائے اس لئے اِدھر اُدھر ہونے کے لئے چندن نے قدم بڑھائے مگر جگت نے روک دیا۔ "ارے گرو دیو کور کیوں نظر نہیں آ رہی؟" چندن کا چہرہ اُتر گیا، پھر بھی کہنا پڑا۔

"اپنے گھر گئی ہے۔"

"مگر میں نے اُسے کل بھی نہیں دیکھا تھا۔" دوسرے سوال سے چندن کور لرز گئی۔

"کل سے گئی ہے۔" چندن کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ گرو دیو کور ہفتے میں ایک بار دو چار گھنٹے کے لئے اپنے ماں باپ سے ملنے جاتی تھی مگر کبھی ٹھہرتی نہیں تھی۔ اس لئے جگت کو تجسس ہوا۔

"اُس کے گھر سب ٹھیک تو ہیں؟ تم ہو آئیں؟"

"ہاں..." دونوں سوالوں کا جواب دیا گیا۔ مگر دل کی پریشانی کو دبا نہ سکی۔ "کل ست پال کو بلانے کے لئے بھیجا تھا۔ آج صبح میں خود ہو آئی۔" جگت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہاتھ میں تھاما ہوا پراٹھے کا ٹکڑا اُس نے واپس رکھ دیا۔ ڈری ہوئی چندن نے بغیر پوچھے کہہ دیا۔ "اب وہ واپس نہیں آئے گی۔ اُس کے باپ نے بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔" چندن ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

"مگر کیوں......؟" جگت نے تعجب سے پوچھا۔

"کیونکہ......" چندن ہچکچاتی آواز میں بولی۔ "یہاں رہنے سے اُن کی بیٹی بدنام ہو جائے گی اُنہیں یہ ڈر لگا ہوا ہے۔"

"مگر گرو دیو کور نے کیا کہا؟" جگت کی آواز میں سختی بھی تھی۔

"وہ بے چاری تو میرے سامنے بری طرح رو رہی تھی۔ اپنی ماں کی موجودگی میں کچھ بول نہ سکی۔"

"یہ بات ہے۔" جگت نے دانت پیس لئے۔ پھر آگے کچھ کہنے کی بجائے خیالات میں کھو گیا۔ اُس کا غضب آلود چہرہ دیکھ کر چندن ڈر گئی۔

O

گھر میں اُداسی چکر لگا رہی تھی۔ کوئی اُس کا نام نہ لیتا تھا۔ مگر گرو دیو کور چاروں طرف چلتی پھرتی نظر آتی تھی۔ چندن کو بے چینی میں اور جگت کو خاموشی میں گرو دیو کور کی موجودگی نظر آتی تھی۔ بے چینی کا بوجھ برداشت نہ ہوتا تو چندن چھپ کر رو لیتی۔ خاموشی ناقابل برداشت ہوتی تو جگت گیت گا لیتا۔

"میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم ہو"

چندن کور سوچ میں گم ہو جاتی وہ اس وقت کسے یاد کر کے گیت گا رہا ہے؟ دیرو کو یا گرو دیو کور کو؟ گرو دیو کور کے جگت کی شاگرد بن کر گھر میں آنے کے بعد ایک دو بار جگت سے چندن نے کہا تھا۔ "اب مجھے موت کا ڈر نہیں ہے۔"

"کیوں...... مرنے کی بہت جلدی ہو رہی ہے؟" جگت نے اُسے چڑایا۔ "دن بدن موٹی ہوتی جا رہی ہو۔"

"چربی بڑھنے سے زندگی نہیں بڑھتی۔ کیا سمجھے؟" چندن نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "عورت کو موت کا ڈر ایک وجہ سے ہوتا ہے۔"

"کون سی وجہ سے؟" جگت نے پوچھا۔

"بچے بے سہارا ہو جانے کی۔" چندن نے نظریں جھکا کر کہا۔ اب مجھے ڈر نہیں۔ گرو دیو کور انہیں سنبھال لے گی۔"

"بے سہارا ہونے کی عورت کو فکر ہوتی ہے۔" جگت نے مذاق کے رنگ میں کہا۔ "مرد کا کیا ہو گا اس کی پرواہ بھی ہوتی ہے؟"

"جو میرے بچوں کو سنبھال لیتی ہے وہ شوہر کو بھی سنبھال لے گی۔" پھر چندن اُوپر دیکھ کر بولی۔ "کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا؟"

"کیا بک رہی ہو؟" جگت نے غصہ دکھایا۔ "وہ بھلی لڑکی آواز ٹھیک کرنے آئی ہے اور تم اپنے بچوں کو اُس کے گلے باندھ کر اُس کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو؟" چندن کور مسکرانے لگی۔ تب جگت نے سوچا کہ ان دونوں نے آپس میں کچھ طے کر لیا ہے۔ وہ ناراض ہو کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر چندن کھلکھلا کر ہنس دی۔ "تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ جیسے میں کل مر جاؤں گی۔"

"چندن! تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟" جگت نے منہ بنا کر کہا۔ "ایسی بات اگر باہر نکل جائے تو رائی کا پربت ہو جائے گا۔ پتہ ہے؟"

"باہر والوں نے تو رائی کا پربت بنانا شروع بھی کر دیا ہے۔ مجھے بہت سی بغیر پوچھے مشورہ

دے گئیں۔ ارے تمہارا دماغ پھر گیا ہے؟ گھر میں کنواری لڑکی کو رکھ کر تم زندگی بگاڑنا چاہتی ہو۔ مرد سے دل لگ گیا تو گھر اور شوہر سب کچھ لے کر بیٹھ جائے گی۔ انہیں میں کیا جواب دیتی ہوں بتاؤں؟" جگت نے متجسس نظروں سے اُسے دیکھا تو چندن بولی۔ "میں کہتی ہوں یہ تم لوگوں کو اچانک میری فکر کیوں ہوگئی؟ تین ماہ ہسپتال میں رہی تو کوئی خبر لینے نہیں آیا۔ کنواری لڑکی کا میرے مرد سے دل لگ جائے تب کی بات الگ ہے۔ مگر فی الحال تو میرے بچوں کا اور میرا دل اُس سے لگ گیا ہے۔ وہ ہمیں پرائی نہیں لگتی۔"

جگت دل میں چندن کے خلوص پر خوش ہوا مگر چہرے پر لاتعلقی رہنے دی۔ "تم نے ایسا کہا؟"

"میں نے سچ کہا۔" پھر وہ رُک گئی۔ مگر چند لمحے بعد بولی۔ "یاد ہے کئی سال پہلے ہمالیہ کے سادھو گھر آئے تھے؟ جب تم ڈاکو تھے۔ سادھو نے کہا تھا کہ جلد یا بدیر گھر میں سوت آئے گی۔ تم دوسری شادی کرو گے۔"

"تم ابھی تک اس بات کو نہیں بھولیں چندن؟" جگت جذبات میں بہتا ہوا بولا۔ "بیس سال بیت گئے ابھی میری دوسری شادی نہیں ہوئی۔ اب تک تمہیں وہ بات سچ معلوم ہوتی ہے؟"

"سادھو بابا کی بہت ساری باتیں سچ نکلی ہیں۔" چندن پُرجوش لہجے میں بولی۔ "اب ایک ہی بات باقی رہ گئی ہے۔"

"ساری پیش نہیں ہوتیں چندن!" جگت نے جذبات میں کہا۔ "نہیں تو ویرو اتنے سال ہم سے دُور کیوں رہتی؟" جگت بات ختم کرنے کے انداز میں کھڑا ہو کر کمرے سے چلا گیا۔ ویرو ملتی تو کچھ اور سوال ہی کہاں تھا؟ مگر اب وہ آس دھوکہ تھی۔ گرودیوکور کے باپ نے جگت کے گھر اپنی بیٹی کو آنے سے روکا تو چندن کو ہی صدمہ ہوا۔ وہ جھوٹے تصور میں کیوں گم رہی؟ کیوں خواب کے محل تعمیر کیے؟ قدرت نے اسی لئے اُسے سزا دی تھی۔ گرودیوکور کے مستقبل سے کھیلنے کی اُس نے حسرت کی تھی؟ پرائی لڑکی سے کیوں دل لگا بیٹھی؟

اُس وقت جگت اپنے دل کو ملامت کر رہا تھا۔ چنا کی موت کے غم میں اُسے ویرو زیادہ یاد آنے لگی تھی۔ گلے میں موجود تعویز پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ ذہن کو ٹٹولنے لگا۔ گرودیوکور میں ویرو کو دیکھا یہ اپنی ذات کو دھوکہ دینے کے برابر تھا۔ اُس کی نوٹ بک میں اپنے گیت لکھے ہوئے دیکھے، ویرو کی یاد میں لکھا ہوا گیت وہ خوب چاہ سے گاتی تھی اسی لئے گرودیوکور میں ویرو دکھائی دی۔ دل کی خالی جگہ میں کسی کو بسانے سے کمی پوری نہیں ہوتی۔ تمہارے جیون میں اب کبھی ویرو داخل نہیں ہوگی۔ مگر تمہارے دل سے وہ کبھی نہیں جائے گی۔ قدرت نے گرودیوکور کے لئے جو کچھ کیا شاید اچھا ہی کیا۔ چندن کو صدمہ ہوا ہے مگر آئندہ اس کا دل بھر جائے گا۔

"میں گرودیوکور کے گھر ہو آئی۔" باہر سے آ کر چندن جگت کے برابر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ سنی ان سنی کر کے جگت چارپائی پر لیٹ گیا۔ چندن کہنے لگی۔ "آج مجھے گرودیوکور سے بات کرنے کا موقع ملا ہے۔"

"کیا بات ہوئی؟" جگت تجسس نہ روک سکا۔

"پہلے چار پانچ بار گئی تو گرودیوکور کی ماں نے لوٹا دیا۔ مگر آج میں نے سختی کی ہے۔"

"سختی؟" جگت چونکا۔

"میں نے کہا مجھے گرودیوکور سے ملنے نہیں دو گے تو سردار جی خود آئیں گے۔"

"پھر......؟"

"پھر کیا؟ یہ سن کر اُس کی ماں نرم پڑ گئی۔ وہ تمہارا مزاج جانتی ہے اس لئے ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ بولی کہ بہن! ہم عورتوں کی بات میں مردوں کو درمیان میں کیوں لاتی ہو؟ پھر کچھ بھاری لہجے میں بولی۔ "بیٹی کے مستقبل کو سوچ کر ماں باپ کو سختی کرنا پڑتی ہے۔ تم اُس سے خوشی سے ملو!" چندن اتنا کہہ کر رُک گئی۔ جگت کا منہ کھلا ہوا تھا۔

"تم نے میری دھاک استعمال کی؟"

"ہاں! اُس کی ماں نے کہا کہ گرودیوکور کو سمجھانا! ہم نے ایک لڑکا تلاش کر لیا ہے۔ شادی کی ہاں کر دے۔" یہ الفاظ چندن نے کچھ غصے میں کہے۔ پھر بنیادی بات پر آ گئی۔ "اُسے دیکھ کر دل تڑپ گیا۔ اتنے دنوں میں سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہے۔ جیسے برسوں کی بیمار ہو۔" دونوں کی آہیں نکل گئیں۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر چندن کہنے لگی۔ "مجھے دیکھ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ چھوٹے بچے کی طرح مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کے بہتے ہوئے آنسوؤں نے مجھے تڑپا دیا۔ جیسے اُس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا ہو۔" یہ کہتے ہوئے چندن آبدیدہ ہو گئی۔ جگت خاموش رہا اور چندن کور کو بولنے دیا۔ "رونے کے بعد اُس نے بچوں کی اور تمہاری خیریت پوچھی، ملازمہ کو تنخواہ دی یا نہیں؟ گھر کا حساب کون رکھتا ہے؟ مجھے یاد کرتے ہیں؟ سردار جی کو پروگرام دینے اکیلے جانا پڑتا ہوگا۔ اُس نے بہت سارے سوال کیے۔ میں نے مختصر جواب دیے۔ میں نے اُس سے کہا کہ تمہارے ماں باپ تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکا بھی تلاش کر لیا ہے۔ تم کیوں......؟" میں اتنا ہی بولی تھی کہ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی ماں کو گھورتی ہوئی بولی۔ "بہن! انہوں نے زبردستی قید میں ڈال رکھا ہے۔ مگر میں نہیں ڈگمگاؤں گی۔ میں ان سے ایک بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔ اگر زبردستی کی تو مجھ سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" چندن جوش میں کہہ رہی تھی۔ جگت کو بھی غصہ آ گیا۔

"ویسے لڑکی ہے بہادر۔ یہ سن کر اُس کی ماں سناٹے میں آ گئی ہوگی؟"

"پہلے سناٹے میں آ گئی، پھر چڑ گئی۔" چندن کی آواز نرم ہو گئی۔ "اُس نے گرودیوکور سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہم تم سے ہاتھ دھونے کو تیار ہیں مگر عزت نہیں جانے دیں گے۔ اپنی بیٹی کو کہنے سے سکون نہ ہوا تو مجھ سے کہا کہ تمہارے ساتھ چھ ماہ رہی تو ہماری لڑکی کتنی بگڑ گئی ہے۔"

"تمہیں اُس نے ایسا کہا؟" جگت نے مٹھیاں کس لیں۔

"تمہیں بھی سنانا تھیں، ہم کہاں کہنے آئے تھے کہ اپنی بیٹی کو بھیجو؟ میں ایسا نہ کہہ سکی جگت سنگھ!" چندن کی آواز بھرا گئی۔ "ایسی بے عزتی ہونے کے بعد میں کب تک وہاں رُکتی؟ غصے میں پیر پٹختی چلی آئی۔" سناٹا چھا گیا۔ چندن کور کی سانسوں میں درد جھلک رہا تھا۔ جگت خاموش کھڑا رہا۔ پہلے کبھی ایسا ہوتا تو جگت شاید پوری بات بھی نہ سنتا اور ہاتھ میں لاٹھی اُٹھا کر چل پڑتا حساب صاف کرنے۔ مگر اس کی بجائے وہ چارپائی پر لیٹ گیا۔ چندن ناراضگی کے انداز میں کھڑی ہوئی

اور اندر چلی گئی۔ جگت سوچ رہا تھا کہ کون سی کمزوری اسے روک رہی ہے؟ کیا کوئی ان دیکھی قوت ویرو کا دیا ہوا تعویز؟ مہتا صاحب کی بخشی ہوئی آزادی؟ لوگوں کی طرف سے ملا ہوا پیار؟ یا اولاد کی ذمہ داری؟ نہیں نہیں! میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ مگر...... مگر کیا؟ اُس نے اپنی ذات سے سوال کیا۔ پھر خود ہی جواب دیا۔ آخر میں کس رشتے سے لڑکی کو اُس کے ماں باپ سے چھین لوں؟ اُسے لا کر گھر میں کس رشتے سے رکھوں؟ سوالوں کے چکر نے جگت کے ذہن کو تھکا دیا۔

O

دن گزرتے رہے۔ چندن کور گرودیو کور کی جدائی پریشان کرنے لگی۔ آنسو بہاتا اُس کا معصوم چہرہ ہر لمحہ اُس کی نظر کے سامنے رہنے لگا۔ اب وہ کبھی واپس نہ آئے گی۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھی اور گرودیو کور کے کپڑے واپس دے آنے کے لئے الماری کھولی۔ وہ گم صم بنی کپڑوں کو دیکھ کر اس طرح ہاتھ پھیر رہی تھی جیسے گرودیو کور کو اطمینان دلانے کے لئے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیر رہی ہو۔ مگر پھر اُس کا اطمینان ختم ہو جاتا اور رونے لگتی۔ نہیں، کپڑے واپس دے آئی تو اُس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ چندن نے سوچا۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ گرودیو کور کا غم بھلانے کے لئے منتیں مانگنے لگی۔ وہ کبھی کسی پیر، کسی مہاراج، کسی جوتشی اور کبھی کبھی جادو ٹونے والے سے ملنے لگی۔ کبھی تنہا جاتی اور کبھی جگت کو ساتھ لے جاتی۔ سب اُمید دلاتے مگر نتیجہ مایوسی میں نکلتا۔ جگت نہ کبھی روکتا نہ ٹوکتا۔ البتہ کبھی کبھی اُلجھن میں ضرور پڑ جاتا۔ چندن کور کو اس لڑکی کی اتنی چاہت ہو گئی ہے؟ ابھی اُسے ڈر لگتا کہ اس صدمے میں چندن پاگل تو نہیں ہو جائے گی؟ کبھی خود کو سرزنش کرتا کہ دوسروں کے لئے بہت کچھ کیا مگر جس عورت نے تمہارے لئے اتنے دُکھ برداشت کئے اس کی خاطر ایک قدم نہیں اُٹھایا۔ دن تیزی سے گزرتے رہے۔ چندن کی آس ٹوٹنے لگی۔

''خط......!'' آواز دے کر ڈاکیے نے ایک لفافہ دروازے کی جانب پھینکا۔ دوڑ کر لڑکا خط لے آیا۔ تجسّس کی خاطر اُس نے لفافے پر نام پڑھا۔ ''ارے ماں! یہ تو تمہارا خط ہے۔''

''ارے...... یہ تو گرودیو کور کا خط ہے۔'' چندن نے کپکپاتے ہاتھوں سے لفافہ کھولتے ہوئے آنکھیں بند کر کے بھگوان کا نام لیا۔ اندر سے خط نکالتے ہوئے اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ خط کے الفاظ پر نظر پڑتے ہی اُس کے آنسو بہنے لگے۔ برداشت کے باوجود اُس کی چیخ نکل گئی۔

''کیا ہوا؟'' جگت کمرے میں دوڑ کر آیا۔ چندن کے لرزتے ہاتھوں اور آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ دیکھ کر جگت کانپ اُٹھا۔ ''کس کا خط ہے؟ ماں کی کوئی خبر ہے؟'' جگت نے بیتابی سے پوچھا۔

''نہیں......'' چندن بلند آواز میں بولی۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر خط اُس کی جانب بڑھا دیا۔

''گرودیو کور کا خط ہے۔'' ان الفاظ میں منوں کا وزن تھا۔ جھپٹ کر جگت نے خط لے لیا۔ پڑھنے سے پہلے بچوں کو باہر بھیجنے کی خواہش ہوئی۔ مگر اُس نے پڑھنا شروع کر دیا۔

''بہن جی! آخری بار تم سے ملنے کے لئے خط لکھ رہی ہوں۔ ماں نے تمہاری بے عزتی کی پھر تم نے مجھے یہ اچھا لیا۔ اس بے عزتی کے بدلے میں خود تمہارے گھر آنا چاہتی تھی مگر قدرت کو یہ منظور نہیں معلوم ہوتا۔ جسم اب زیادہ دُکھ نہیں جھیل سکتا۔ جسم کا ایک حصہ سن ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہارٹ فیل کا خطرہ ہے۔ رُوح تو پہلے ہی ختم ہو چکی ہے اب جسم کی باری ہے۔ یہ بھی اچھا ہوا

گھر والے مجھے کسی کے گلے نہیں باندھ سکیں گے۔ ڈولی کی تمنا تھی اب جنازے سے اُن کو سکون ملے گا۔ ہارٹ فیل ہونے والے کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ اس موت کے لئے تیار ہوں۔ زندگی کی قید سے آزادی چاہتی ہوں۔ مگر اس سے پہلے ایک بار مل جانا!''

جگت کی پلکیں بھیگ گئیں۔ چندن کور کی آنکھیں سوکھ گئیں۔ پتلیاں پھیلا کر اُس نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اُس کی آنکھیں جگت سے جواب طلب کر رہی ہوں۔ ''بولو! اس کا ذمہ دار کون ہے؟'' جگت اُس کی آنکھوں کی زبان نہ سمجھا۔ شاید سمجھ کر ٹالنا چاہتا تھا۔

''چندن تم جاؤ، مل آؤ!'' جگت نے کہا۔ اور چندن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ دانت پیسنے لگی۔ آنکھوں سے آگ برسانے لگی۔ وہ جگت کو سرتاپا دیکھنے لگی۔ ''چندن! تمہیں کیا ہو گیا؟'' جگت ڈر گیا۔

''تم کو کیا ہو گیا؟ یہ میں پوچھ رہی ہوں۔'' چندن کے الفاظ سن کر جگت سناٹے میں آ گیا۔

''کون کہتا ہے کہ تم ڈاکو تھے؟'' ڈاکو لفظ اس طرح طنز میں بولا گیا کہ جگت جھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو چندن؟'' اُس نے سوال کیا۔

''کیا کہنا چاہتی ہوں؟'' چندن آنکھیں نکال کر بولی۔ ''ویرو کا خط پڑھ کر اسے اغواء کرنے گئے تو تم نے کسی سے یہ سوال کیا تھا؟ نہیں، کیونکہ اُس وقت تم ڈاکو تھے۔ تمہیں کسی کا ڈر نہیں تھا، نہ ہی کسی کی پرواہ تھی۔'' ہانپ کر وہ سانس لینے کے لئے رُکی، پھر کچھ بپھر کر بولی۔ ''اب یہ گھر، سنگیت، بیوی، بچے، عزت سب تمہارا راستہ روک رہے ہیں یا جیل کا ڈر لگتا ہے؟''

''چندن......!'' بھیانک گرج کے ساتھ جگت چیخ پڑا۔ بچے لرز گئے، چندن کا جسم لرز گیا مگر وہ اُسے گھورتی رہی۔ ''بولو! تمہیں کیا کہنا ہے؟ تم نے آج میری مردانگی کو آواز دی ہے۔ تم میری خاموشی کو بزدلی سمجھ بیٹھی ہو۔'' چندن خاموش رہی۔ جگت کا جوش کچھ کم ہوا۔ ''چندن! آج تک تم نے مجھے قابو میں رکھا۔ کہیں میں جذبات میں بہہ کر کچھ کر نہ گزروں، تم اس کے لئے فکر کرتی رہیں۔ تب جب کہ میں اپنی ذات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، جذبات کے زہر کو ہضم کر رہا ہوں تب تم مجھے طعنہ دے کر جوش دلا رہی ہو؟ یہ پوچھ رہی ہو کہ میں کیسا ڈاکو تھا؟''

''جگت سنگھ!'' چندن کور نے سر جھکا لیا۔ ''تم کو میں نے کبھی بزدل نہیں سمجھا۔ مگر بار بار گرودیو کور کا چہرہ نظروں میں گھوم جاتا ہے جیسے وہ مجھ سے کہہ رہی ہو کیا تم مجھے اس آگ سے نہیں بچاؤ گی؟ تب میں مجرم کی طرح سر جھکا لیتی ہوں۔ آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ مگر اُس کی آواز کان سے ٹکراتی رہتی ہے، مجھے آزاد کراؤ! مجھے رہائی دلاؤ!'' چندن آنسو پونچھنے کے لئے کچھ دیر رُکی، پھر ٹھکار کر بولی۔ ''اسے پاگل پن سمجھو، محبت سمجھو یا حماقت۔ مگر دل دُکھتا رہتا ہے۔ گرودیو کور کو کچھ ہو لیا تو اُس کی پیاسی رُوح کی آہ ہمارے خاندان کو تباہ کر دے گی۔''

بچے اب باہر جا چکے تھے۔ جگت زخمی شیر کی طرح آنگن میں ٹہلنے لگا۔ چندن جو کچھ بول چکی تھی اسے دل میں دُہرا رہی تھی۔

''پھر ایک بات کا جواب دو چندن!'' جگت اچانک رُک کر بولا۔ ''کیا میں اُسے ماں باپ سے چھڑا کر یہاں نہ لے آؤں؟ چاہے اس کے لئے مجھے قتل کرنا پڑے، جیل جانا پڑے؟'' چندن لرز گئی۔ جگت بولتا رہا۔ ''مگر یہاں لا کر ہم اُس کی زندگی برباد تو نہیں کریں گے؟ یہ سوچ لینا! لوگ

باتیں بنائیں گے، جگا نے دوسری عورت گھر میں ڈال لی ہے۔ میرے منہ پر بولنے کی تو کوئی ہمت نہیں کر سکے گا مگر تم ان سب کو کیا جواب دو گی؟ تمہارے پاس دفاع کے لئے کوئی جواب ہے؟"

"ہاں!" چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "میں کہوں گی میں اسے اپنی چھوٹی بہن مانتی ہوں۔"

"لوگ مانیں گے؟" جگت نے ہنس کر پوچھا۔

"لوگوں کا دل چاہے نہ مانے۔" چندن اُلجھن میں پڑ گئی۔ "مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ہے۔ تم اُسے نہیں لائے پھر بھی لوگوں کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے ہیں۔ یہاں رہ کر پہلے ہی بیچاری بدنام ہو گئی ہے۔"

"پھر جاؤ! اُس سے مل آؤ۔" جگت نے فیصلہ کر لیا۔ "پوچھ لو گھر سے نکلنے کیلئے تیار ہے؟"

"تیار ہے۔" چھپائی ہوئی بات چندن جوش میں بول گئی۔ وہ اس طرح ڈر گئی جیسے زبان کٹ گئی ہو۔ بات ٹالنے کی خاطر جھوٹ بولنا چاہا مگر جگت کی تیز نظریں اُس کے دل میں اُتر چکی تھیں۔ جگت اُسے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ "آخری بار ملنے گئی تھی تب تو اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ سردار جی سے کہو مجھے یہاں سے نکال لے جائیں۔ نہیں تو میں زیادہ دن تک جی نہیں سکوں گی۔"

"اور تم نے مجھ سے چھپایا چندن؟" جگت طویل سانس لے کر بولا۔ "پہلے بتا دیتی تو اتنے طعنے نہ دینے پڑتے۔ مجھے اتنی پریشانی برداشت نہ کرنی پڑتی۔"

"مجھے اُس نے منع کیا تھا۔" چندن ہچکچاتی ہوئی بولی۔ "اُسے ڈر لگا کہ آپ جذبات میں کچھ کر بیٹھیں گے۔ اس کی ذمہ دار وہی ہوگی۔" جگت کو یہ دلیل پسند نہیں آئی۔ ایک بار ماں نے چندن کا منہ بند کر دیا تھا اور اُس نے ویرو کو گنوا دیا تھا۔ اُسے گزشتہ بات یاد آ گئی۔

"ہم عورتیں اگر کبھی نیک کام کے لئے سچ کو چھپاتی ہیں مگر نتیجہ اچھا نہ نکلے تو زندگی بھر پچھتاتی رہتی ہیں۔" چندن مجرم کی طرح بولی۔ "ایک اور بات تم سے چھپائی ہے۔ وہ آج آٹھ سال بعد قبول کرتی ہوں۔"

"کون سی بات؟"

"ویرو کی بات۔" چندن کے ہونٹ کپکپائے۔ یہ سن کر جگت کا سانس سینے میں چلا گیا۔ خوف اور شک سے اُس کا دل بیٹھنے لگا۔ اُس نے آہ بھری۔

"ویرو کی کیا بات ہے؟" جیسے اُسے پوچھتے ہوئے تکلیف ہو رہی ہو وہ اس طرح ہانپنے لگا۔

"تمہارے فیصلے کے وقت وہ بڑے مندر میں ملی تھی۔"

"یہ تو تم نے بہت پہلے بتا دیا تھا۔ کیا وہ جھوٹ بات تھی؟"

"نہیں جگت سنگھ! وہ بات ادھوری تھی۔" چندن نے ہونٹ چبائے۔ "ویرو کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ اور...... اور وہ مرد اُس کا شوہر تھا۔ ویرو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ اس نے شادی کر لی ہے اور سکھی ہے۔ مگر...... مگر میں نے تم سے اس لئے کچھ نہیں بتایا کہ یہ سن کر تمہیں دکھ ہوگا۔ تم شاید یہ برداشت نہ کر سکو۔" وہ بمشکل اتنا کہہ سکی جیسے وہ جگت کی نظر کا مقابلہ نہ کرنا چاہتی ہو اس لئے ایک دم اندر دوڑ گئی۔ جگت سناٹے میں آ گیا۔ ویرو نے دوسرا گھر بسا لیا اس لئے وہ مجھ سے اوجھل رہنا چاہتی ہے؟ ممکن ہے کہ وہ اب تک ماں بن گئی ہو یہ سوچتے ہوئے جگت نے آنکھیں بند

کر لیں۔ دل سے اُٹھتا ہوا کچھ درد آہ بن کر ہونٹوں تک آیا، باقی دل میں ہی دب گیا۔

O

بیگ بھر کر چندن شام کو گرودیو کور کے گھر گئی۔ "گرودیو کور کے کپڑے دینے آئی ہوں۔" چندن نے کہا۔

"آیئے آیئے!" گرودیو کور کی ماں بڑے پیار سے بولی۔ پھر بیگ اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور افسوس کا اظہار کیا۔ "مگر اب وہ کھڑی ہو گی یا نہیں؟ بھگوان جانے۔"

"بہن! تم ایسا نہ بولو۔" چندن جانتے کے باوجود انجان بن کر بولی۔ "ایسا کوئی روگ تھوڑا ہی ہوا ہے؟"

"روگ تو خود اُس نے اپنے ہاتھوں لگایا ہے۔" وہ کچھ کڑواہٹ سے بولی۔ "وہ ضد کر کے خود اپنی ذات کی دشمن بنی ہے۔"

"میں ذرا اُس سے مل لوں۔" چندن جلدی سے بیگ اُٹھا کر کمرے میں گھس گئی۔ "کہہ دوں کہ تمہاری چیزیں لے آئی ہوں سنبھال لو۔"

گرودیو کور کے پھیکے چہرے پر روشنی پھیل گئی۔ چندن کو دیکھتے ہی وہ بیٹھنے لگی مگر چندن نے اُسے روک دیا۔ "لیٹی رہو!" وہ ادھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھنے کے بہانے کہہ دیا۔ "تمہارا خط ملا۔ بیگ میں تمہارے ریشمی کرتے کی جیب میں اُس کا جواب ہے۔ تم تیار رہنا آج سے پانچویں دن۔" بہت احتیاط سے اُس نے کہا۔ "ڈھلتی دوپہر سردار جی تمہیں لینے آئیں گے۔" کچھ دیر رُک کر بولی۔ "اب کھا پی کر جسم بنانا۔ گھر کے باہر کار کھڑی ہو گی وہاں تک تمہیں پہنچنا ہے۔ پھر سردار جی سنبھال لیں گے۔"

"سچ......؟" گرودیو کور نے ہاتھ دبایا۔ "اب میں موت کے فرشتے کو بھی بھگا دوں گی۔" پھر اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔ گرودیو کور کی ماں اندر آئی تو چندن نے بات بدل دی۔

"برا بد دوا پیا! بھگوان جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ مگر ہمیں خیال رکھنا چاہئے۔" چندن بیگ کی جانب اشارہ کر کے گرودیو کور کی جانب دیکھ کر مسکرائی اور چلی گئی۔ ممکن ہے اس کی ماں کو شک ہو جائے، چندن نے اس لئے وہاں زیادہ بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔

O

"ماں! آج میں کھڑی ہو سکتی ہوں۔ میرا چلنے پھرنے کو جی چاہتا ہے۔" گرودیو کور نے احتیاط سے کہا۔ "ڈاکٹر جھوٹے تھے ماں! تمہاری خدمت نے مجھے خطرے سے بچا لیا ہے۔"

"بیٹا! دل تو پاگل بچے کی طرح ہوتا ہے۔ جھوٹی لگن باندھ لیتا ہے۔" ماں نے سمجھا بیٹی نے جگا پیار بھلا دیا ہے۔ جب سے چندن بیگ دے کر گئی تھی گرودیو کور نے جگا کے متعلق کہنا چھوڑ دیا تھا اس لئے ماں بیٹی کو مشورہ دے رہی تھی۔ "تھوڑے دنوں کی جدائی میں بات ختم ہو جاتی ہے۔"

"ہاں! مگر مجھے باغ میں چلنے پھرنے دو تو دل اور جسم میں تازگی آئے گی۔"

"نہیں بیٹی! ابھی کچھ دن تم کو نیچے نہیں اُترنا۔ ٹہلنا ہے تو برآمدے میں ٹہل لو!" ماں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ اُس کے جانے کے بعد گرودیو کور نے ایک بار پھر جگت کا بھیجا ہوا خط پڑھا۔

''جمعرات سیاہ کار، سوا چار بجے تمہاری کوٹھی کے پچھلے دروازے کی دیوار کے برابر۔''

خط کرتے میں رکھ کر وہ برآمدے میں ٹہلنے لگی۔ ابھی پون گھنٹے کی دیر تھی۔ ماں نیچے جانے دینے کے لئے راضی نہ تھی۔ یہاں سے نیچے جانے کی راہ نکالنی پڑے گی۔ وہ ذہن میں منصوبہ مرتب کرنے لگی۔

سیاہ کار نظر آئی۔ جگت سنگھ تنہا نہ تھا۔ اُس کے برابر کوئی بیٹھا تھا۔ گرودیو کور نے کمرے کا دروازہ لگایا۔ ماں باورچی خانے میں شام کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔ محلے میں سناٹا تھا۔ پھرتی سے مگر خاموشی سے تمام کام نمٹانا تھا۔ برآمدے کی دیوار کودی تو اُس کے جسم میں کپکپاہٹ پیدا ہوگئی۔ لڑکی ہمیشہ کے لئے گھر چھوڑ رہی تھی۔ مگر چوکھٹ سے باجے گاجے کے ذریعے نہیں برآمدہ کود کر...... جگت نے کار کی کھڑکی سے دیکھا گرودیو کے پاؤں کمزوری سے کپکپا رہے ہیں۔ اُس نے سوچا کہ اس طرح چوری چھپے لے جانے کی بجائے سامنے سے کھینچ لاؤں۔ مگر چندن نے منع کیا تھا۔ اس بار طاقت سے نہیں عقل سے کام لینا تھا۔

برآمدے سے کچھ دُور ایک درخت تھا۔ ابھی گئے سال اس درخت پر چڑھ کر چور گھر میں گھس آیا تھا۔ مگر کمزور درخت نے دغا کیا وہ نیچے گرا۔ بمشکل بھاگ سکا تھا بیچارہ۔ گرودیو کور کو یاد آیا۔ باپو جی نے تب کہا تھا۔ ''یہ درخت سکون کی نشانی ہے۔ ہم اسے نہیں کاٹیں گے۔'' جب گرودیو کور نے اُس کی ڈالی پر قدم رکھا تو اُسے باپو جی یاد آ گئے۔

''سنبھلنا!'' ایک نرم آواز آئی۔ وہ جگت سنگھ کو صاف دیکھ رہی تھی۔ درخت کی ڈالی کچھ جھکی مگر وہ ہمت کر کے آخری سات فٹ کود گئی۔ باغ کی دیوار زیادہ بلند نہیں تھی پھر بھی ایک بار اُس کا پیر پھسلتے ہوئے رہ گیا۔ وہ دیوار پر آ گئی تو جگت نے کار کا دروازہ کھولا۔ باہر نکل کر جگت نے ہاتھ ہلایا۔ جگت کو قریب دیکھ کر اُس کی ہمت بڑھی۔ اُس نے خود کو جگت کی بانہوں میں گرا دیا۔ کار کا انجن گرجا گرودیو کور نے عقب سکرین سے اپنے مکان پر دُکھ بھری نظر ڈالی، پھر جگت کی طرف چاہ بھری مسکراہٹ سے دیکھا۔ کار حرکت میں آئی، دھول اُڑی اور کار جالندھر کی حد پار کر گئی......!!

O

چندن ساری رات سو نہیں سکی۔ شام سے اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ گرودیو کور کا بھائی تیز نظروں سے گھر کو دیکھتا ہوا دو چکر لگا چکا تھا۔ اُس کی ماں ایک بار پوچھنے آئی تھی کہ گرودیو کور یہاں نہیں آئی؟ چندن انجان بن گئی۔

''کیوں...... کیا گھر میں نہیں ہے؟''

اُس کی ماں نے دانت پیس لئے۔ ''جگت سنگھ کہاں ہے؟''

''وہ تو صبح سے امرتسر گئے ہیں۔'' وہ منہ پھیر کر جھوٹ بولی۔ عزت کے ڈر سے بات پھیلنے نہیں دی۔ مگر گرودیو کور کے گھر والے دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔ اُنہوں نے امرتسر کی جانب کار دوڑائی رات گزرنے سے پہلے اُن کو گرودیو کور کو پکڑنا تھا ورنہ اس کے بعد کنواری بیٹی کو گھر لانے سے فائدہ بھی کیا؟

چندن کور ہر نصف گھنٹے بعد بھگوان کی پرارتھنا میں دل لگاتی تھی۔ درمیان میں لدھیانہ کے خیالات آ جاتے۔ جگت جج کے پاس گرودیو کور کے بیان لکھوانے گیا تھا کہ وہ راضی خوشی سے اپنا گھر چھوڑ آئی ہے۔

سورج کی روپہلی کرنیں دھرتی پر پڑ رہی تھیں تو دروازے پر کار رُکنے کی آواز آئی۔ چندن کو دو چار بار ایسا محسوس ہوا تھا۔ مگر اس بار واقعی دروازہ کھلا اور کار سے گرودیو کور اُترتی دکھائی دی۔

''بہن جی!'' ہاتھ پھیلا کر ہنستے چہرے سے دوڑتی ہوئی وہ اندر آ گئی۔ چندن نے اُسے سینے سے لگا لیا۔ چندن کے ہونٹ کپکپائے مگر آواز نہیں نکلی۔ اُس نے مسرت کے آنسوؤں سے گرودیو کور کا استقبال کیا۔ دونوں عورتوں کو چوکھٹ پر روتا چھوڑ کر جگت برابر والے کمرے میں گھس گیا۔ اُس کے چہرے پر خوشی کے پردے میں اُداسی جھلک رہی تھی۔ اُس کا ہاتھ خود بخود گردن کی جانب بڑھا، تعویز سے ٹکرایا۔ اُس کے دل میں درد اُٹھا۔ آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے گئے۔ اُنگلی اور انگوٹھے کے درمیان تعویز کا ڈورا پکڑا، ایک جھٹکا دیا اور ڈورا ٹوٹ گیا...... ساتھ ہی اُس کے منہ سے دردناک آہ نکل گئی۔ تعویز ہاتھ میں تھامے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

''ویرو! تم دل میں ہمیشہ رہو گی۔ مگر پتہ نہیں میں کیوں یہ تعویز اپنی گردن سے الگ کر رہا ہوں۔'' تعویز ڈبیہ میں بند کر کے بھیگی پلکوں سے اُس نے آنسو پونچھ لئے۔ اُس کے دل کے ایوان میں گیت کی آواز گونجنے لگی۔

میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم
میرے دل میں تم مرے خوابوں میں تم
میری سانسوں میں تم مری آہوں میں تم
چاہے دُور ہو تم، ہو نگاہوں میں تم

(ختم شد)